سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2006

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2006

(جمعرات 8، جمعۃ المبارک 9، سوموار 12، منگل 13، بدھ 14، ہفتہ 17، سوموار 19۔ جون 2006)
(یوم الخمیس 11، یوم الجمع 12، یوم الاثنین 15، یوم الثلاثۃ 16، یوم الاربعاء 17، یوم السبت، 20 یوم الاثنین 22۔ جمادی الاول 1427ھ)

چودھویں اسمبلی: پچیسواں اجلاس

جلد 25 (حصہ اول): شمارہ جات 1 تا 7

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

پچیسواں اجلاس

جمعرات،8۔جون2006

جلد 25:شمارہ 1

نمبر شمار	مندرجات		صفحہ نمبر
1۔	جناب ڈپٹی سپیکر کا بطور قائم مقام سپیکر اعلامیہ	----------	1
2۔	اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ	----------	3
3۔	سالانہ بجٹ بابت سال 07-2006 اور ضمنی بجٹ سال 06-2005 پیش کرنے کے لئے وقت اور تاریخ کے تعین کا اعلامیہ	----------	3

4۔	ایجنڈا	5
5۔	ایوان کے عہدیدار	7
6۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	13

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	تعزیت	
7۔	رکن اسمبلی حاجی محمد طاہر محمود (مرحوم) محترمہ قدسیہ لودھی کی والدہ ماجدہ، محترمہ صباء صادق کے والد محترم، فیصل آباد میں زہریلے پانی کی سپلائی کی وجہ سے وفات پانے والوں، ناموس رسالت کے لئے جرمن میں شہید ہونے والے عامر چیمہ اور کراچی میں عید میلادالنبی کے موقع پر سنی تحریک کے شہداکے لئے دعائے مغفرت	14
8۔	چیئرمینوں کا پینل	15
	حلف	
9۔	نومنتخب رکن اسمبلی کا حلف	16
	پوائنٹ آف آرڈر	
10۔	پریس گیلری سے صحافیوں کا ٹوکن واک آؤٹ	17
11۔	صوبہ میں امن عامہ کی ابتر صورتحال کی وجہ سے جرائم میں اضافہ اور قانون پر عملدرآمد میں دہرا معیار	22
	سوالات (محکمہ صحت)	
12۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	27
13۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	50
	رپورٹیں (جو پیش ہوئیں)	

14۔	مسودہ قانون(ترمیم)سوسائٹی رجسٹریشن مصدرہ2006قانون نمبر4 اور مسودہ قانون(ترمیم)دی بورڈآف ٹیکنیکل ایجوکیشن مصدرہ2004 قانون نمبر14کے بارے میں مجلس قائمہ برائے انڈسٹری کی رپورٹوں کاایوان میں پیش کیاجانا ----------	83

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	پوائنٹ آف آرڈر	
15۔	سیدیوسف رضاگیلانی سابق سپیکر قومی اسمبلی کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ اڈیالہ جیل کانامناسب رویہ ----------	85
16۔	بجٹ پر بحث کے لئے مختص ایام میں اضافہ ----------	91
	رپورٹیں(جو پیش ہوئیں)	
17۔	مسودہ قانون(ترمیم)پنجاب لوکل گورنمنٹ مصدرہ2006 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت ودیہی ترقی کی رپورٹ کاایوان میں پیش کیاجانا ----------	96
18۔	مسودہ قانون(ترمیم)استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب،قانون نمبر27مصدرہ2004، مسودہ قانون(ترمیم)استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب قانون نمبر28مصدرہ2004اور مسودہ قانون (ترمیم)استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب،قانون نمبر3 مصدرہ2005کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون وپارلیمانی امور کی رپورٹوں کاایوان میں پیش کیاجانا ----------	97
19۔	تحاریک استحقاقات کے بارے میں مجلس استحقاقات کی	

	رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا	98
	توجہ دلاؤ نوٹس	
20۔	صادق آباد پولیس کے ہاتھوں دو بے گناہ شہریوں کا قتل	98
21۔	راولپنڈی میں اغواء برائے تاوان اور بعد از وصولی رقم معنوی اور تاوان دہندہ کا قتل	105

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	تحاریک استحقاق	
22۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)	108
	پوائنٹ آف آرڈر	
23۔	سٹینڈنگ کمیٹیوں کے الیکشن کروانے کا مطالبہ	112
	تحاریک التوائے کار	
24۔	محکمہ اولڈ ایج بینیفٹ کے ریجنل اور زونل دفاتر بند کرنے سے سینکڑوں ملازمین بے روزگار اور پنشنروں کو مشکلات کا سامنا	117
25۔	گنگا رام ہسپتال کی جانب سے غریب اور نادار مریضوں کو ایکسرے، الٹراساؤنڈ اور ٹیسٹوں کی مفت سہولیات کا واپس لیا جانا	119
26۔	راولپنڈی میں اغواء برائے تاوان اور بعد از وصولی رقم معنوی اور تاوان دہندہ کا قتل	120
27۔	ننکانہ صاحب میں مسلح افراد کی کم سن لڑکی سے اجتماعی زیادتی	126
	قرارداد	
28۔	سابق رکن اسمبلی حاجی محمد طاہر محمود (مرحوم) کی وفات	

	پر گہرے رنج والم کا اظہار	127

جمعتہ المبارک،9۔جون2006

جلد 25:شمارہ 2

29۔	ایجنڈا	129
30۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	131
	پوائنٹ آف آرڈر	
31۔	صحافیوں پر تشدد کے حوالے سے حکومتی کارروائی سے ایوان کو آگاہ کرنے کا مطالبہ	132

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سوالات (محکمہ جات آبکاری ومحصولات، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ)	
32۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	134
33۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	159
	رپورٹیں (توسیع)	
34۔	مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	182
35۔	مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	183
	رپورٹ (جو پیش ہوئی)	
36۔	مجلس قائمہ برائے تحفظ ماحولیات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا	184
	تحاریک استحقاق	
37۔	ضلع ناظم اور پولیس انتظامیہ کی غفلت اور نااہلی کی وجہ سے شرپسندوں کا اسمبلی بلڈنگ کو نشانہ بنانا (۔۔۔جاری)	185
38۔	سیکرٹری صحت کا معزز رکن اسمبلی سے توہین آمیز سلوک	187

	تحاریک التوائے کار	
39۔	فیصل آباد میں پینے کے پانی میں گندے پانی کی آمیزش کی وجہ سے ہیضہ کی وباء اور چار بچوں کی ہلاکت	196
	سرکاری کارروائی	
	مسودات قانون (جو متعارف ہوئے)	
40۔	مسودہ قانون (ترمیم) کینال اینڈ ڈرینج مصدرہ 2006	197
41۔	مسودہ قانون نظر ثانی طبی سہولیات عوامی نمائندگان پنجاب مصدرہ 2006	197
42۔	مسودہ قانون (ترمیم) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد مصدرہ 2006	198
43۔	مسودہ قانون (ترمیم) سول سرونٹس پنجاب مصدرہ 2006	198
44۔	مسودہ قانون علی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ 2006	198
	ہنگامی قانون (جو متعارف ہوئے)	
45۔	ہنگامی قانون (ترمیم) امتناع پتنگ بازی پنجاب مجریہ 2006	199
46۔	ہنگامی قانون (ترمیم) تحفظ صارفین پنجاب مجریہ 2006	199
47۔	ہنگامی قانون (ترمیم) شہری ترقی پنجاب مجریہ 2006	200
48۔	ہنگامی قانون (ترمیم) مقامی حکومت پنجاب مجریہ 2006	200
	مسودہ قانون (جو زیر غور لایا گیا)	
49۔	مسودہ قانون ایمرجنسی سروس پنجاب مصدرہ 2005	204
	رپورٹیں (جو پیش ہوئیں)	
50۔	بیت المال کی سالانہ رپورٹ بابت سال 2004 کا ایوان میں پیش کیا جانا	214
51۔	پالیسی کے اصولوں پر پابندی اور ان پر عملدرآمد کی سالانہ رپورٹ بابت سال 2004 کا ایوان میں پیش کیا جانا	215
	عام بحث	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر

52۔	فیصل آباد میں پینے کے پانی میں گندے پانی کی آمیزش سے متعلقہ تحاریک التوائے کار پر بحث	219

سوموار، 12۔جون2006

جلد 25:شمارہ 3

53۔	ایجنڈا	231
54۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	233
	تعزیت	
55۔	رکن اسمبلی محترمہ ریحانہ جمیل کی مرحومہ والدہ صاحبہ اور ابو مصعب زرقاوی شہید کے لئے دعائے مغفرت	234

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سوالات (محکمہ زکوٰۃ وعشر)	
56۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	235
57۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	267
	پوائنٹ آف آرڈر	
58۔	سٹینڈنگ کمیٹیوں کے الیکشن کروانے کا مطالبہ	279
	توجہ دلاؤ نوٹس	
59۔	ہڈیارہ لاہور کے نواحی گاؤں سے سکول ٹیچر کا اغواء وتشدد	281
60۔	جی ٹی روڈ مرید کے، کے قریب ڈاکوؤں کے ہاتھوں ٹیکسی ڈرائیور کی ہلاکت	284
	تحاریک استحقاق	
61۔	اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ عبوری رپورٹ بابت سال2003 اور 2004 ایوان میں پیش کرنے میں تاخیر	288

62۔	ایس پی انوسٹی گیشن فیصل آباد کا معززرکن اسمبلی کا فون سننے اور حقائق بتانے سے انکار	290
63۔	اے ڈی جی ایل اور ڈی سی او بہاولپور کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز رویہ	295
	تحاریک التوائے کار	
64۔	ننکانہ صاحب میں مسلح افراد کی کم سن لڑکی سے اجتماعی زیادتی(۔۔۔جاری)	297
65۔	صوبہ میں برڈ فلو کے وائرس کی تصدیق	298
66۔	اربن روٹوں کے کرایہ میں اضافہ	302
67۔	خانقاہ ڈوگراں میں ڈاکوؤں کی بھائی اور باپ کے سامنے دوشیزہ سے اجتماعی زیادتی	305

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
68۔	میاں چنوں میں 6 سالہ بچی زیادتی کے بدلے ونی کا شکار	306
69۔	حافظ آباد کے نواحی گاؤں ونیکے تارڑ میں خوانچہ فروش کے جواں سال بیٹے کا قتل	307
	رپورٹ(توسیع)	
70۔	مجلس قائمہ برائے مال، بحالی واشتمال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	311
	سرکاری کارروائی	
	مسودہ قانون(جوزیر غور لایا گیا)	
71۔	مسودہ قانون(ترمیم) کوآپریٹو سوسائٹیز مصدرہ 2005	312
72۔	کورم کی نشاندہی	333

منگل، 13۔جون2006

جلد 25:شمارہ 4

73۔	ایجنڈا	335
74۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	337
	سوالات (محکمہ جات جنگلات، جنگلی حیات وماہی پروری اور سیاحت)	
75۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات	338
76۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات (جوایوان کی میز پر رکھے گئے)	373
	تحاریک استحقاق	
77۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)	403
	تحاریک التوائے کار	
78۔	ننکانہ صاحب میں مسلح افراد کی کمسن لڑکی سے اجتماعی زیادتی(۔۔۔جاری)	404

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
79۔	گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے وائس چانسلر کو کروڑوں روپے کی کرپشن کے باوجود تبدیل نہ کرنا	405
80۔	میاں چنوں میں 6 سالہ بچی زیادتی کے بدلے ونی کا شکار (۔۔۔جاری)	406
81۔	پنجاب میڈیکل فیکلٹی کی جانب سے ہزاروں پیرامیڈیکل (ڈسپنسرز) کو جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹس کا اجراء	409
82۔	محکمہ صحت کے اہلکاروں کی ملی بھگت سے ملٹی نیشنل فارماسیوٹیکل کمپنیوں کی ادویات کی قیمتوں میں ہزاروں فیصد اضافہ	410
83۔	سیمنٹ کی قیمت میں حیران کن اضافہ	412
	غیر سرکاری ارکان کی کارروائی	
	مسودات قانون (جو متعارف ہوئے)	
84۔	مسودہ قانون (ترمیم) بحالی اراضی پنجاب مصدرہ 2006	417

85۔	مسودہ قانون(ترمیم)یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب مصدرہ2006	419
	قرار دادیں(مفاد عامہ سے متعلق)	
86۔	صوبہ کے بڑے ہسپتالوں میں برن یونٹس کا قیام	421
87۔	نشتر پارک کراچی میں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر بم دھماکے سے شہید ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت	426
	رپورٹیں(توسیع)	
88۔	پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبرII کی رپورٹ بابت سال1999-2000 ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	428
89۔	پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبرII کی رپورٹ بابت سال2001-2002 ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	429

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
90۔	مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	430
91۔	پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبرI کی رپورٹ بابت سال1998-99 ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	431
92۔	پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبرI کی رپورٹ بابت سال2002-03 ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	432
	پوائنٹ آف آرڈر	
93۔	اراکین اسمبلی کے ڈرائیوروں کے لئے پینے کے پانی کی فراہمی	433
94۔	صوبہ میں خوراک میں بڑھتی ہوئی ملاوٹ پر بحث کی تحریک عام بحث	434

95۔	صوبہ میں خوراک میں بڑھتی ہوئی ملاوٹ پر بحث	434
	بدھ،14۔جون2006	
	جلد 25:شمارہ 5	
96۔	ایجنڈا	467
97۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	469
	پوائنٹ آف آرڈر	
98۔	اسمبلی میں پیش ہونے سے قبل بجٹ کی اخبارات میں اشاعت	470
	سرکاری کارروائی	
99۔	وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر بابت سال2006-07	477
100۔	سالانہ بجٹ بابت سال2006-07کا پیش کیا جانا	494
101۔	ضمنی بجٹ بابت سال2005-06کا پیش کیا جانا	494

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
102۔	مسودہ قانون مالیات پنجاب بابت سال2006کا پیش کیا جانا	494
	ہفتہ،17۔جون2006	
	جلد 25:شمارہ 6	
103۔	ایجنڈا	495
104۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	497
	پوائنٹ آف آرڈر	
105۔	صحافیوں پر ہونے والے تشدد کے حوالے سے رپورٹ اور اس پر حکومتی کارروائی کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کرنے کا مطالبہ	498

	تعزیت	
106۔	قتل ہونے والے صحافی عصمت اللہ کے لئے فاتحہ خوانی	499
	سرکاری کارروائی	
	عام بحث	
107۔	سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث	499
	پوائنٹ آف آرڈر	
108۔	آئین کی دفعہ 160(5) کے تحت این ایف سی ایوارڈ کا اسمبلی میں پیش نہ کیا جانا	516
109۔	پریس گیلری سے صحافیوں کا واک آؤٹ	516
110۔	آئین کی دفعہ 160(5) کے تحت این ایف سی ایوارڈ کا اسمبلی میں پیش نہ کیا جانا(۔۔۔جاری)	518
111۔	اسمبلی میں پیش کئے بغیر بجٹ کی کسی مد پر نظر ثانی کرنا	522

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
112۔	سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث(۔۔۔جاری)	526
	سوموار، 19۔جون 2006	
	جلد 25: شمارہ 7	
113۔	ایجنڈا	563
114۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	565
	پوائنٹ آف آرڈر	

115۔ صحافی کے قتل پر قرارداد مذمت لانے کا مطالبہ ---------- 566
116۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے عہدیداران کے قتل کا نوٹس لینے کا مطالبہ ---------- 566
تحاریک استحقاق
117۔ ڈائریکٹر(Maint)M-2 نیشنل ہائی وے کی جانب
سے جاری کردہ مراسلہ میں معزز رکن اسمبلی پر الزام تراشی(۔۔۔جاری)---------- 567
118۔ آئین کی دفعات(5)160اور(6)160 کے تحت نیشنل فنانس کمیشن
کی سفارشات کا اسمبلی میں پیش نہ کیا جانا ---------- 569
119۔ ایس پی انوسٹی گیشن فیصل آباد کا معزز رکن اسمبلی
کا فون سننے سے انکار(۔۔۔جاری) ---------- 575
سرکاری کارروائی
عام بحث
120۔ سالانہ بجٹ برائے سال2006-07 پر بحث(۔۔۔جاری) ---------- 578
121۔ انڈکس

1

جناب ڈپٹی سپیکر کا بطور قائم مقام سپیکر اعلامیہ

No.PAP/Legis-1(5)/2002/811. Dated 30th May 2006. Pursuant to the provisions of clause (3) of Article 53 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973, Sardar Shaukat Hussain Mazari, Deputy Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, shall act as Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, with immediate effect during the absence abroad of Ch.

Muhammad Afzal Sahi, Speaker, Provincial Assembly of the Punjab.

SAEED AHMAD
Secretary

3

اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(109)/2006/814. Dated. 5th June, 2006. The following Orders, made by the Governor of the Punjab, are hereby published for general information:-

In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Lt. Gen. (Retd) Khalid Maqbool**, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on 08.06.2006 at 03:00 p.m. in the Assembly Chambers Lahore.

سالانہ بجٹ بابت سال 2006-07 اور ضمنی بجٹ سال 2005-06

پیش کرنے کے لئے وقت اور تاریخ کے تعین کا اعلامیہ

In exercise of the powers conferred under rules 134 and 147 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab, 1997, **I, Lt. Gen. (Retd) Khalid Maqbool**, Governor of the Punjab, hereby order that the annual Budget 2006-2007 and the Supplementary Budget 2005-2006 shall be presented to the Provincial Assembly of the Punjab on 14.06.2006 at 11:00 A.M.

Dated Lahore, the 4th June, 2006

LT. GEN. (RETD) KHALID MAQBOOL
Governor Of The Punjab

5

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،8۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤنوٹس

سرکاری کارروائی

قرارداد

آئینی قرارداد

مسودہ قانون

(جوزیر غورلایاگیا)

مسودہ قانون ایمرجنسی سروس مصدرہ2006

7

صوبائی اسمبلی پنجاب

1۔ ایوان کے عہدیدار

1۔ جناب سپیکر : چودھری محمد افضل ساہی

2۔ جناب قائم مقام سپیکر : سردار شوکت حسین مزاری

3۔ وزیر اعلیٰ : چودھری پرویز الٰہی

4۔ قائد حزب اختلاف : جناب قاسم ضیاء

2۔ چیئرمینوں کا پینل

1۔ رائے اعجاز احمد : پی پی۔171

2۔ ملک نذر فرید کھوکھر : پی پی۔192

3۔ محترمہ شاہینہ اسد : ڈبلیو۔310

4۔ رانا آفتاب احمد خان : پی پی۔63

8

3۔ کابینہ

(1)	گروپ کیپٹن (ر) مشتاق احمد کیانی	:	وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ
(2)	کرنل (ر) شجاع خانزادہ	:	وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن
(3)	کرنل (ر) ملک محمد انور	:	وزیر کوآپریٹو
(4)	جناب مناظر حسین رانجھا	:	وزیر کالونیز
(5)	چودھری عامر سلطان چیمہ	:	وزیر آبپاشی
(6)	جناب گل حمید خان روکھڑی	:	وزیر ریونیو، ریلیف اینڈ کنسالیڈیشن
(7)	جناب محمد سبطین خان	:	وزیر کانکنی و معدنیات
(8)	جناب سعید اکبر خان	:	وزیر جیل خانہ جات
(9)	ڈاکٹر محمد شفیق چودھری	:	وزیر آبکاری و محصولات
(10)	چودھری ظہیر الدین خان	:	وزیر مواصلات و تعمیرات / انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ*
(11)	ڈاکٹر اشفاق الرحمٰن	:	وزیر جنگلات
(12)	محترمہ آشفہ ریاض فتیانہ	:	وزیر ترقی خواتین و انسانی حقوق / سوشل ویلفیئر*
(13)	چودھری محمد اقبال	:	وزیر خوراک / تجارت و سرمایہ کاری*
(14)	رانا شمشاد احمد خان	:	وزیر ٹرانسپورٹ
(15)	چودھری شوکت علی بھٹی	:	وزیر ثقافت و امور نوجوانان
(16)	جناب محمد بشارت راجہ	:	وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی / جنگلی حیات / قانون و پارلیمانی امور / انسانی وسائل*

* بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر CAB.II/2-3/2002 مورخہ 3۔مارچ 2006اور 11۔مارچ 2006وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کے برائے اجلاس (8۔جون تا5۔جولائی2006)تفویض کئے گئے۔

9

(17) میاں عمران مسعود : وزیر تعلیم

(18) جناب محمد اجمل چیمہ : وزیر صنعت

(19) سید اختر حسین رضوی : وزیر محنت وافرادی قوت

(20) جناب ارمغان سبحانی : وزیر قوت برقی

(21) سید سعید الحسن : وزیر اوقاف ومذہبی امور

(22) ڈاکٹر طاہر علی جاوید : وزیر صحت

(23) جناب عبدالعلیم خان : وزیر انفارمیشن ٹیکنالوجی

(24) میاں محمد اسلم اقبال : وزیر سیاحت

(25) سردار حسن اختر موکل : وزیر مینجمنٹ وپیشہ ورانہ ترقی

(26) سید رضا علی گیلانی : وزیر ہاؤسنگ وشہری ترقی

(27) رانا محمد قاسم نون : وزیر ایگریکلچرل مارکیٹنگ

(28) جناب حسین جہانیاں گردیزی : وزیر لٹریسی اینڈ غیر رسمی بنیادی تعلیم*

(29) جناب محمد ارشد خان لودھی : وزیر زراعت /پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ*

(30) جناب غلام محی الدین چشتی : وزیر /چیف وھپ

(31) سردار حسنین بہادر دریشک : وزیر خزانہ

(32) سید ہارون احمد سلطان بخاری : وزیر لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ

(33) میاں خادم حسین وٹو
المعروف محمد اختر خادم : وزیر زکوٰۃ وعشر

(34) جام محمد ہاشم گلیجہ : وزیر ماہی پروری

(35) جناب محمد اعجاز شفیع : وزیر بیت المال

* بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر CAB.II/2-3/2002 مورخہ 3۔مارچ2006اور 11۔مارچ2006وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کے برائے اجلاس(8۔جون تا5۔جولائی2006)تفویض کئے گئے۔

10

(36) مخدوم اشفاق احمد : وزیر تحفظ ماحولیات

(37) محترمہ نسیم لودھی : وزیر بہبود آبادی

(38) محترمہ قدسیہ لودھی : وزیر خصوصی تعلیم

(39) مسز جوئس روفین جولیس : وزیر اقلیتی امور

* بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر CAB.II/2-3/2002 مورخہ 3۔مارچ2006اور 11۔مارچ2006وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کے برائے اجلاس(8۔جون تا5۔جولائی2006)تفویض کئے گئے۔

4۔ پارلیمانی سیکرٹریز

(1) چودھری محمد کامران علی خان : مال

(2) راجہ راشد حفیظ : مقامی حکومت ودیہی ترقی

(3) جناب اعجاز حسین فرحت : ہاؤسنگ، شہری ترقی

(4) سید محمد تقلید رضا*

(5) چودھری نذر حسین گوندل : تعلیم

(6) ڈاکٹر ملک مختار احمد بھرت

(7) ملک محمد آصف بھا : بیت المال

(8) جناب محمد وارث کلو : کالونیز

(9) ملک رضا شاہد وسیر : انفارمیشن ٹیکنالوجی

(10) چودھری خالد محمود (ایڈووکیٹ) : لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ

(11) جناب محمد قمر حیات کاٹھیا :

(12) بریگیڈیر (ر) جاوید اکرم (ستارہ امتیاز) : صوبائی پیشہ ورانہ انتظامی ترقی

(13) حاجی مدثر قیوم نہرا : ماہی پروری

(14) چودھری خالد اصغر گھرال : سپورٹس

(15) چودھری عبداللہ یوسف وڑائچ : قانون

(16) مس حمیدہ وحید الدین : خواندگی وغیر رسمی بنیادی تعلیم

(17) جناب محمد عارف گوندل چھموآنہ : ایس اینڈ جی اے ڈی

(18) لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد عباس : مواصلات وتعمیرات

(19) بیگم ریحانہ جمیل*

---

* بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر Legis: 4-62/2003/2722 مورخہ 7۔اگست 2003 پارلیمانی سیکرٹریز مقرر کئے گئے۔

11

(20) جناب محمد شعیب صدیقی*

(21) جناب اعجاز احمد سیہول : آبکاری و محصولات

(22) جناب جاوید منظور گل : کانکنی و معدنیات

(23) آغا علی حیدر : ثقافت و امور نوجوانان

(24) ملک احمد سعید خان (ایڈووکیٹ) : اشتمال

(25) ملک محمد احمد خان (ایڈووکیٹ) : پارلیمانی امور

(26) دیوان اخلاق احمد : آبپاشی

(27) جناب محمد عامر اقبال شاہ : محنت و افرادی قوت

(28) جناب طاہر حسین خان ملیزئی : خصوصی تعلیم

(29) ملک محمد اجمل جوئیہ : پنجاب ایمپلائز سوشل سکیورٹی انسٹیٹیوشن

(30) جناب ظہور احمد خان ڈاہا : خزانہ

(31) جناب ولایت شاہ کھگہ : زراعت

(32) جناب آفتاب احمد خان : ایگریکلچرل مارکیٹنگ

(33) چودھری وحید اصغر ڈوگر : پبلک ہیلتھ انجینئرنگ

(34) جناب جاوید اقبال خان کھچی : جنگلات

(35) سردار میر بادشاہ خان قیصرانی : صنعتیں، تجارت و سرمایہ کاری

(36) جناب طارق احمد گورمانی : جنگلی حیات

(37) ملک جواد کامران کھر*

(38) میاں امتیاز علیم قریشی : زکوٰۃ و عشر

(39) ملک احمد کریم قسور لنگڑیال : سی۔ایم۔آئی۔ٹی، آئی اینڈ سی

---

* بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر Legis: 4-62/2003/2722 مورخہ 7۔اگست 2003 پارلیمانی سیکرٹریز مقرر کئے گئے۔

12

(43)	مہر فضل حسین سُمرا	:	جیل خانہ جات
(44)	جناب احمد نواز	:	ریلیف
(45)	ڈاکٹر محمد افضل*		
(46)	سید نذر محمود شاہ*	:	
(47)	جناب محمود احمد	:	خوراک
(48)	سردار محمد درعیہ خان فیاض	:	امداد باہمی
(49)	بیگم زینت خان	:	ترقی خواتین
(50)	ڈاکٹر فرزانہ نذیر	:	صحت
(51)	محترمہ لبنٰی طارق	:	سیاحت
(52)	سیدہ بشریٰ نواز گردیزی	:	امور داخلہ
(53)	محترمہ شہلا راٹھور	:	سماجی بہبود
(54)	محترمہ سعدیہ ہمایوں	:	تحفظ ماحولیات
(55)	محترمہ روبینہ نذر سلہری (ایڈووکیٹ)	:	ٹیوٹا (TEVTA)
(56)	محترمہ ظل ہما عثمان	:	منصوبہ بندی و ترقیات
(57)	محترمہ زاہدہ سرفراز	:	بہبود آبادی
(58)	مس نگہت سلیم خان	:	ہائر ایجوکیشن
(59)	مس شگفتہ انور	:	انٹی کرپشن
(60)	مسز نیئر مرتضٰی لون	:	قوت برقی
(61)	جناب پیٹرک جیکب گل	:	اقلیتی امور

* بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر Legis: 4-62/2003/2722 مورخہ 7۔اگست 2003 پارلیمانی سیکرٹریز مقرر کئے گئے۔

5۔ ایڈووکیٹ جنرل

محمد آفتاب اقبال چودھری

6۔ ایوان کے افسران

(1) سیکرٹری : جناب سعید احمد

(2) ڈائریکٹر (ریسرچ اینڈ پبلیکیشن) : جناب عنایت اللہ لک

(3) ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی) : جناب مقصود احمد ملک

13

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

جمعرات،8۔جون2006

(یوم الخمیس،11۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں شام 4 بج کر22 منٹ پر زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر سردار شوکت حسین مزاری منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا
لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

سُوْرَةُ الفُرقان64 تا67

اور جو وہ اپنے پروردگار کے آگے سجدے کرکے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیںo اور جو دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہےo اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہےo اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اُڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ۔ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کمo

وماعلینا الالبلاغo

چودھری ظہیر الدین خان:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر:جی!فرمائیں!

تعزیت

رکن اسمبلی حاجی محمد طاہر محمود(مرحوم) محترمہ قدسیہ لودھی کی والدہ ماجدہ، محترمہ صباء صادق کے والد محترم، فیصل آباد میں زہریلے پانی کی سپلائی کی وجہ سے وفات پانے والوں، ناموس رسالت کے لئے جرمن میں شہید ہونے والے عامر چیمہ اور کراچی میں عید میلادالنبی کے موقع پر سنی تحریک کے شہداء کے لئے دعائے مغفرت

وزیر مواصلات و تعمیرات:شکریہ۔جناب سپیکر!ہمارے اس معزز ایوان کے رکن حاجی محمد طاہر محمود صاحب انتقال کر گئے ہیں۔میری درخواست ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

وزیر بہبود آبادی:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر:جی،بی بی۔

وزیر بہبود آبادی:جناب سپیکر!ہماری بہن محترمہ قدسیہ لودھی کی والدہ ماجدہ انتقال کر چکی ہیں تو ان کی مغفرت کے لئے بھی دعا کی جائے۔

سید عبدالعلیم شاہ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر:جی،فرمائیں!

سید عبدالعلیم شاہ:شکریہ۔جناب سپیکر!صباصادق صاحبہ کے والد محترم کی مغفرت کے لئے بھی دعا کی جائے۔

شیخ اعجاز احمد:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر:جی،فرمائیں!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر!فیصل آباد میں واسا کی طرف سے سپلائی کئے جانے والے ناقص پانی کی وجہ سے 40ہزار کے قریب متاثر ہونے والوں کی صحت یابی اور اس پانی کے استعمال سے وفات پانے والوں کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

ملک اصغر علی قیصر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،فرمائیں!

ملک اصغر علی قیصر: شکریہ۔ جناب سپیکر!میری گزارش ہے کہ ناموس رسالت کے لئے جرمنی میں شہید ہونے والے طالب علم عامر چیمہ کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،فرمائیں!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!میری گزارش ہے کہ کراچی سنی تحریک کی طرف سے عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر جلسہ میں شہید ہونے والوں کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: تمام مرحومین جو اس فانی جہاں سے جا چکے ہیں ان سب کی مغفرت کے لئے دعا کی جائے بشمول ہمارے معزز رکن اسمبلی حاجی محمد طاہر محمود اور وزیر صاحبہ کی والدہ، پارلیمانی سیکرٹری کے والد صاحب، فیصل آباد میں گندے پانی کے استعمال کی وجہ سے فوت ہو چکے ہیں یا دیگر علاقوں میں جہاں بھی اس وباء کی زد میں لوگ آئے ہیں اور کراچی میں سنی تحریک کے شہید کارکنوں کی مغفرت کے لئے دعا کی جائے۔

(اس موقع پر ایوان میں تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی)

چیئرمینوں کا پینل

جناب قائم مقام سپیکر: میں اب سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ پینل آف چیئرمین کا اعلان کریں۔

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 13 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اس اجلاس کے لئے مندرجہ ذیل ترتیب سے چار معزز اراکین پر مشتمل پینل آف

چیئرمین نامزد فرمایا ہے:۔

1۔	رائے اعجاز احمد	ایم پی اے	پی پی۔171
2۔	ملک نذر فرید کھوکھر	ایم پی اے	پی پی۔192
3۔	محترمہ شاہینہ اسد	ایم پی اے	ڈبلیو۔310
4۔	رانا آفتاب احمد خان	ایم پی اے	پی پی۔63

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

حلف

نو منتخب رکن اسمبلی کا حلف

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! ایک منٹ۔ میں پہلے رکن اسمبلی سے حلف لے لوں۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ نو منتخب رکن چودھری کاشف محمود پی پی۔281 حلف اٹھانے کے لئے چیمبر میں موجود ہیں میں ان سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ حلف اٹھانے کے لئے اپنی نشست پر کھڑے ہو جائیں۔

(اس مرحلہ پر چودھری کاشف محمود حلف لینے کے لئے اپنی نشست سے کھڑے ہو گئے)

(اس مرحلہ پر جناب قائم مقام سپیکر سردار شوکت حسین مزاری نے نو منتخب رکن پنجاب اسمبلی چودھری کاشف محمود سے حلف لیا اور بعد ازاں حلف اٹھانے والے رکن نے حلف کے رجسٹر پر اپنے دستخط ثبت کئے)

جناب قائم مقام سپیکر: کاشف محمود صاحب! میں آپ کو ہاؤس کی طرف سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب نے پڑھے لکھے پنجاب کے حوالے سے جو ایک مہم شروع کی ہے میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ پتا نہیں کہ کس ایجنڈے پر جو سیشن مارچ کا تھا اس کو ستمبر میں لے جایا گیا ہے اور حالت یہ ہے کہ اس حکومت نے tenth تک کے لئے کہا تھا کہ ہم کتابیں مفت دیں گے اب چھٹیاں ہو چکی ہیں اور زبردستی یہ آرڈر EDOs کو جاری کئے گئے ہیں کہ ان بچوں کو جنہوں نے

پروموشن لے لی ہے ان میں کتابیں تقسیم نہ کی جائیں۔اس سے کیا فرق پڑے گا،اس سے فرق یہ پڑے گا کہ بچوں کے پاس کتابیں ہوں گی اور نہ ہی وہ تین مہینے تک پڑھیں گے۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم جو یہاں پر موجود ہیں درخواست کروں گا کہ کچھ ایسے فیصلے جن کے دوررس نتائج برآمد ہوتے ہیں، پہلے ہی یہ پاکستان امریکہ کی کالونی بن چکا ہے اور وہ اپنا نظام تعلیم ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے اس لئے میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم سے درخواست کروں گا کہ یہ EDOs کو حکم جاری کریں کہ وہ بچوں کو چھٹیوں سے پہلے اگر چھٹیاں ہو چکی ہیں پھر بھی ان کو کتابیں دی جائیں تاکہ بچے تین مہینے آوارہ گردی کرنے کی بجائے کتابوں سے کچھ استفادہ حاصل کر سکیں۔ شکریہ

پوائنٹ آف آرڈر

پریس گیلری سے صحافیوں کا ٹوکن واک آؤٹ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! پریس گیلری سے ہمارے پریس کے دوست ٹوکن واک آؤٹ پر باہر تشریف لے گئے ہیں اور ابھی جس طرح آپ کی موجودگی میں اور آپ کے چیمبر میں پریس کے دوستوں نے چند ایک امور کی نشاندہی کی تھی اور میں نے انہیں یقین دلایا تھا کہ وہ اگر ہمیں تھوڑی سی مہلت دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کے جو مسائل ہیں بالخصوص وہ مسئلہ جس پر وہ واک آؤٹ کر رہے ہیں اس پر انشاء اللہ تعالیٰ نہ صرف ہمدردانہ غور کیا جائے گا بلکہ اس واقعہ میں ملوث جو بھی لوگ ہوں گے ان کے خلاف کارروائی بھی کی جائے گی۔ میں نے آپ کے سامنے بھی ان کو یقین دلایا تھا اور اس معزز ایوان میں بھی میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں اور اس پورے معزز ایوان کو اور آپ کے توسط سے پریس کے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جن مسائل کی انہوں نے نشاندہی کی ہے اس پر نہ صرف غور و خوض کیا جائے گا بلکہ جو متعلقہ لوگ ذمہ دار ہیں ان کے خلاف کارروائی بھی کی جائے گی۔ میری استدعا یہ بھی ہے کہ آپ مہربانی فرماتے ہوئے جناب مشتاق کیانی صاحب اور دوسرے دوستوں کو بھیجیں تاکہ وہ پریس کے دوستوں کو واپس لے آئیں اور میں ان کی موجودگی میں بھی ان کو یقین دہانی کرانے کے لئے تیار ہوں۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: میں مشتاق کیانی صاحب اور چودھری ظہیر الدین صاحب کو گزارش کروں گا کہ وہ جا کر پریس کے دوستوں کو منا کر لائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیے!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں معاملہ یہ ہے کہ جس issue پر صحافی حضرات نے واک آؤٹ کیا ہے اس میں دو issues تو ایسے ہیں جن کا تعلق پنجاب حکومت سے نہیں ہے ایک issue ایسا ہے جس کا تعلق پنجاب حکومت سے ہے۔ اس میں وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ وہ تھوڑی سی مہلت دے دیں تو پھر ہم اس پر کوئی کارروائی کریں گے اور ایکشن لیں گے تو اس قسم کی یقین دہانیاں
تو اس سے پہلے کئی بار ہو چکی ہیں اور اب بھی انہوں نے صرف یقین دہانی کرائی ہے کوئی time limit نہیں دیا کہ ہم کل تک ان کے خلاف کوئی ایکشن لیں گے یا within such and such time ہم ان کے خلاف کارروائی کریں گے۔ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب جو یہ واقعہ ڈینٹل ہسپتال میں پیش آیا جہاں پر صحافیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے اور حبس بے جا میں رکھا گیا ہے اور ان کے کیمرے بھی چھینے گئے اور توڑے گئے تو وہ لوگ identified ہیں۔ ان کی جو تحریر ہے اس میں بھی ان کے باقاعدہ نام درج ہیں۔ ڈی ایس پی ملک اعجاز ہے، سب انسپکٹر ظہور ہے اور اس
کے ساتھ کانسٹیبل ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر کو چاہئے کہ وہ on the floor of the House اس بارے میں جو بھی ایکشن ہے اس کا کوئی time frame دیں کہ یہ کل تک یا دو دن میں ان کے خلاف کارروائی کریں گے اور باقی دو دوسرے معاملات ہیں جن میں سے ایک کا تعلق صوبہ سرحد سے ہے کہ وہاں پر صحافی ہدایت اللہ اغواء ہوئے اور دوسرا صوبہ سندھ سے ہے وہاں پر منیر صاحب ہیں جن کو قتل کر دیا گیا ہے تو اس سے متعلق یہ فرمائیں کہ کیا حکومت پنجاب ان صحافی بھائیوں کے جذبات حکومت سندھ اور حکومت سرحد اور مرکزی حکومت کو پہنچانے کے لئے یہ اس سلسلے میں یہ کوئی پیشرفت کریں گے یا اس سلسلے میں یہ Resolution move کریں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! جس وقت ہماری میٹنگ ہو رہی تھی تو اس کے بعد یہ تشریف لے آئے تھے میں نے پھر لاء منسٹر کو چیمبر میں بلایا تھا یہ آئے اور پھر ان کی آپس میں بات چیت ہوئی ہے اور یہی طے پایا

تھا کہ جیسا کہ آج وہstrike کریں گے اور پھر لاء منسٹر صاحب کل تک وضاحت کریں گے کہ اس سلسلے میں حکومت ان کی کیاhelp کر سکتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! راجہ صاحب نے اگر تو کسی بات پر عمل کرنا ہو پھر تو وہ ٹائم بتا دیتے ہیں ورنہ جب ان کی بات اس قسم کی ہوتی ہے کہ اس کو کریں گے اس کو دیکھیں گے تو وہ بعض معاملات کو تو دو دو سال دیکھتے رہتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: راجہ صاحب نے ان کو تسلی دلائی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! تسلی سے مراد دیکھنے کی تسلی کرائی ہے یا اس پر کوئی کارروائی کریں گے۔ اور وہ مسکرا بھی رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ صحافی ہمارے بھائی ہیں اور ان کا یہ بڑا جائز مطالبہ ہے، یہ بڑی زیادتی ہوئی ہے اس لئے اس پرdefinite بات کریں اور فرمائیں کہ کیا کلon the floor of the House وہ آ کر یہ بتائیں گے کہ متعلقہ ملزمان کے خلاف یہ ایکشن لیا گیا ہے۔ بلکہ اس سے پہلے بھی ان کے ساتھ یہ وعدہ ہو چکا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: راجہ صاحب! کیا انہوں نے آپ سے تفصیلیdiscuss کر لیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی موجودگی میں صحافی دوستوں سے بات ہوئی تھی اور ہمارا باقاعدہ کل کا ٹائم بھی طے ہوا ہے اور کل جو ہمارے متعلقہ حکام ہیں میں اسی کے متعلق بات کر رہا ہوں اور وہ معاملات جو ہمارے متعلقہ نہیں ہیں ان کے بارے میں انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ وہ ٹوکن واک آؤٹ کریں گے اور وہ اظہار یکجہتی کے لئے ہو گا ان صحافی بھائیوں کے ساتھ جن کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اس لئے وہissue ہمارے متعلقہ نہیں ہے اور جوissue ہمارے متعلقہ ہے اس پر کچھ ایکشن ہو چکا ہے لیکن اس پر مزید انشاء اللہ تعالیٰ جو متعلقہ حکام ہیں ان کی موجودگی میں کل میٹنگ ہو گی اور ان کو مطمئن کیا جائے گا اور جو لوگ قصوروار پائے گئے انشاء اللہ تعالیٰ ان کے خلاف کارروائی بھی ہو گی۔

محترمہ فرزانہ راجہ: پوائنٹ آف آرڈر

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرزانہ راجہ!

محترمہ فرزانہ راجہ: شکریہ۔ جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اس کا جواب ذرا وزیر تعلیم سے لے لیا جائے اس لئے کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا جواب وہ دے رہے ہیں۔ محترمہ! پہلے ذرا وزیر تعلیم کو جواب دینے دیں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! اب آپ مجھے floor دے چکے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔ فرمائیں!

محترمہ فرزانہ راجہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گی کہ جس طرح سے میڈیا اپنی ذمہ داریاں انجام دینے کے لئے باہر نکلتا ہے یا وہ اپنی ڈیوٹی پر ہوتے ہیں جس طرح سے ہم لوگ ڈیوٹی پر ہیں یا انتظامیہ ہے یا دوسرے لوگ ہیں، اگر ان کو کام کرنے سے روکا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے کام سے متعلقہ ذمہ داریوں میں خلل ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان واقعات کو کافی دن ہو چکے ہیں اور منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس پر ہمدردانہ غور کے ساتھ ساتھ اس پر جو preliminary action لے سکتے تھے وہ بھی لیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب فرمائیں کہ انہوں نے جو ایکشن لیا ہے وہ آج تک کیا ایکشن لیا ہے کیونکہ ان واقعات کو کافی دن ہو چکے ہیں اور اگر واقعی کوئی ایکشن لینا ہے تو وہ کیا لینا ہے کیونکہ یہ میڈیا کو اپنی ذمہ داریاں انجام دینے سے روکا گیا ہے۔ جس طرح سے اگر پولیس کو ان کی ذمہ داریاں انجام دینے سے روکا جائے تو وہ ایک offence ہے اس طرح سے یہ بھی ایک offence ہے۔ راجہ صاحب یہ بتائیں کہ انہوں نے اس پر ابھی تک کیا ایکشن لیا ہے، اگر نہیں لیا اور ابھی لینا ہے تو کیا ایکشن لینا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: بی بی! اس کی تفصیل وہ کل بتائیں گے۔ انھوں نے اس سلسلے میں آج ان سے بات کر لی ہے۔ ان کے نوٹس میں یہ بات آج آئی ہے اور مجھے بھی آج ہی بتایا گیا ہے تو میں ان کے نوٹس میں لایا ہوں۔ وہ انشاء اللہ کل اس کا جواب دیں گے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! ابھی میرے بھائی بگو صاحب فرما رہے تھے کہ وزیر اعلیٰ نے پڑھے لکھے پنجاب کے لئے عوام کے پیسوں کو اس اشتہار کے لئے جتنی بے دردی سے استعمال کیا، میرا خیال ہے کہ تاریخ اس بات

کی گواہ ہے کہ اتنی زیادہ ماڈلنگ کرتے ہوئے کبھی کسی وزیر اعلیٰ نے اتنا پیسا عوام کا ضائع نہیں کیا ہو گا۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: بی بی! آپ کا سوال کیا ہے؟

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں یہ بتانا چاہوں گی کہ دکھ کی بات یہ ہے کہ تین ماہ کی چھٹیوں میں ان بچوں کو جن کے ساتھ یہ جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا کہ انہیں کتابیں فراہم کی جائیں گی، انہیں مکمل طور پر کتابیں نہیں دی گئیں اور وہ بچے تین ماہ آوارہ گردی کریں گے اور اس طرح قوم کے وہ معمار جو ملک کا سرمایہ ہیں انہیں جس طرح تباہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ ایک امریکن پالیسی کے تحت کیا گیا ہے، یہ ساری ڈکٹیشن امریکہ سے لیتے ہیں۔ وزیر تعلیم کے پاس تو بالکل کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کا حکم تو کوئی چپڑاسی بھی نہیں مانتا۔ ان کے اختیارات کیا ہیں؟ تمام اختیارات تو ضلعی ناظم کے پاس ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بی بی! آپ نے یہ سوال اٹھایا ہے۔ جی، آپ اس کا جواب دے لیں۔ میں پھر وقفہ سوالات شروع کرتا ہوں۔ (شور وغل)

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میری معزز ساتھی نے جو یہاں پر باتیں کی ہیں، وہ حکم کریں میں انشاء اللہ ان کے حکم کی تعمیل کروں گا۔۔۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! اتنے جھوٹ بولنے والے وزیر آج تک میں نے نہیں دیکھے۔

وزیر تعلیم: مجھے آپ موقع تو دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بی بی! آپ نے ایک سوال کیا ہے۔ اب انہیں جواب دینے دیں ناں۔ آپ نے ایک سوال raise کیا ہے، بگو صاحب نے بھی یہ سوال raise کیا ہے۔ آج ہماری پارلیمانی پارٹی میں بھی یہی سوال raise ہوا تھا، ایسی کوئی بات نہیں۔ ان کو جواب دے لینے دیں۔ آپ اس کا جواب دے دیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! It is very important to know کہ گورنمنٹ کی جو پالیسی ہے، یہ میں اپنے معزز ساتھی کی اطلاع کے لئے یہاں پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چاروں صوبوں نے یہ فیصلہ کیا ہے اور یہ کوئی صرف صوبہ پنجاب کا ہی فیصلہ نہیں ہے کہ اب اکیڈمک سیشن جو ہے وہ پہلے ہمارا یکم اپریل سے شروع ہوتا تھا یعنی بچے promote ہوتے تھے اور یکم اپریل سے ان کا سیشن شروع ہو جاتا تھا۔ اب یہ سیشن ستمبر میں چلا گیا ہے۔ یعنی کہ یکم ستمبر سے نئی کلاس کا

پہلا دن ہو گا۔اب جب ستمبر میں سیشن شروع ہونا ہے تو ہم انہیں کتابیں پہلے کس طرح دے سکتے ہیں؟اب تین مہینے کی چھٹیاں ہیں اور ہمارے اس اکیڈمک سیشن کو جو چاروں صوبوں نے تبدیل کیا ہے اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ بچے کے academic days میں بیس دنوں کا اضافہ ہوا ہے۔ یعنی کہ اب 365 دنوں میں سے 210 دن پڑھائی ہوتی ہے۔ لہذا یہ کوئی ایسا قیاس نہیں مچا ہوا، لوگ بڑے satisfied ہیں۔اب بچے تین مہینے آرام کریں، چھٹیاں گزاریں، کھیلیں، کودیں اور جب نئی کلاس میں آئیں گے تو ہم ان کو یہ جو کاپیاں اور جو یہ کتابیں ہیں وہ ان تک پہنچا دیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج محکمہ صحت سے متعلق سوالات پوچھیں جائیں گے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: بی بی!آپ کے سوال کا جواب آگیا ہے۔اب وقفہ سوالات شروع ہو گیا ہے۔

(قطع کلامیاں)

صوبہ میں امن عامہ کی ابتر صورتحال کی وجہ سے جرائم میں اضافہ اور قانون پر عملدرآمد میں دہرا معیار

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر

جناب قائم مقام سپیکر: آرڈر، پلیز آرڈر۔آپ بیٹھئے۔لیڈر آف دی اپوزیشن on the floor, come on آپ بات کر لیں۔آرڈر پلیز۔ جی۔

قائد حزب اختلاف: شکریہ۔جناب سپیکر!آج تین مہینے کے بعد ہونے والے اجلاس میں آپ کی توجہ چند اہم issues کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔آج ہمارا صوبہ لاء اینڈ آرڈر، صحت اور مہنگائی کے حوالے سے اس کی جو صورتحال ہے وہ مجھے پتا ہے کہ میرے فاضل ممبران ٹریژری بنچز پر بیٹھے ہوئے ابھی جب اپنی تقاریر کریں گے تو فیڈرل بجٹ کی بھی بہت بات کریں گے، اس کو بہت سراہیں گے، میں ان issues پر بھی تھوڑی سی بات کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر!سب سے پہلے تو میں آپ کی اس حکومت کے اپنے دیئے ہوئے اعداد و شمار جو آج ہمارے صوبے کی صورتحال ہے اس کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ صرف جنوری اور اپریل تک کی چار مہینے کی کارکردگی، آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے سال بجٹ میں ہماری حکومت نے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے پولیس کو بہت سی مراعات دینے کی بات کی تھی اور ان کے لئے بہت پیسا رکھا تھا لیکن میں صرف جنوری سے اپریل تک کے یہ اعداد و شمار جو کہ خود کرائمز سرکل سے مجھے ملے ہیں کہ جس میں صرف چار مہینے میں ایک لاکھ کے قریب مقدمات درج ہوئے ہیں جن میں تقریباً سولہ یا سترہ سو لوگ قتل کئے گئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں انتہائی معذرت کے ساتھ اپنے بھائی لیڈر آف دی اپوزیشن سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہ رہے ہیں نہ کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پر حالانکہ اگر وہ تشریف لاتے تو بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ہم نے لاء اینڈ آرڈر پر جنرل ڈسکشن کے لئے ایک دن مقرر کر دیا ہے۔ میری ان سے انتہائی مودبانہ گزارش ہو گی کہ اگر وہ لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ لاء اینڈ آرڈر پر جس دن جنرل ڈسکشن ہو گی اس دن کریں، میں ان سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ دوست اگر ان کو سمجھا دیں، ہمارے درمیان جو اندر طے ہوا تھا اگر دوست ان کو بتا دیتے تو شاید وہ غلط فہمی میں نہ ہوتے۔ آج کے لئے صرف یہ بات ہوئی تھی کہ قائد حزب اختلاف نے فیصل آباد سے متعلق جو صورتحال ہے اس پر بات کرنی ہے اور اس پر ہم نے ایک جنرل ڈسکشن بھی کرنی ہے۔ ہمارے درمیان جو معاملات طے ہوئے تھے میری صرف یہ استدعا ہے کہ ان سے deviate نہ کیا جائے۔ لاء اینڈ آرڈر کے لئے آپ کو موقع دیا جائے گا۔ اس دن آپ جتنی مرضی بات کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیا جائے گا۔ شکریہ

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر!اس میں، میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ جس طرح لاء منسٹر نے کہا ہے یہ technically درست ہے لیکن اس ہاؤس کی روایت رہی ہے کہ اگر قائد ایوان یہاں آتے ہیں تو ہم نے تین سال میں دیکھا ہے کہ جو بزنس چل رہا ہوتا ہے، جب وہ اپنی بات شروع کرتے ہیں تو روایت یہ رہی ہے کہ اس میں یہ قدغن نہیں ہوتی کہ وہ لاء اینڈ آرڈر پر بات نہیں کریں گے، ایجوکیشن پر بات نہیں کریں گے، صحت پر بات نہیں کریں گے تو یہ روایت یہاں بھی رہی ہے کہ قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف جب بات کرنے کے

لئے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ کسی بھی issue کے اوپر بات کر سکتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب نے اگر technical بات کی ہے تو اس حد تک تو درست ہے لیکن اس ایوان کی جو روایت رہی ہے، قائد ایوان کے لئے اور قائد حزب اختلاف کے لئے، اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ قاسم ضیاء صاحب جو بات کر رہے ہیں ان کا حق بنتا ہے کہ وہ بات کریں۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ایوان کی جو مثبت روایات ہیں ان کو جاری رہنا چاہئے۔ اگر فرض کریں کہ یہ آج technical ground پر کہیں گے تو پھر کل کو وزیر اعلیٰ صاحب آئیں گے اس وقت جو ہاؤس کا بزنس چل رہا ہو گا پھر ہم کھڑے ہوں گے اور ہم کہیں گے کہ اب ہم وزیر اعلیٰ کو specific اس issue پر left right بات نہیں کرنے دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری طرف سے اور اس طرف سے کوئی اچھی روایت نہیں ہے تو قاسم ضیاء صاحب قائد حزب اختلاف کو بات کرنے دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے دل میں قائد حزب اختلاف کا انتہائی احترام ہے۔ میں دل سے ان کا احترام کرتا ہوں۔ میں نے ان کے مرتبے کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی۔ میں نے صرف اس بات کو point out کیا ہے جو ہمارے درمیان طے ہوئی تھی۔ ویسے ہم سب پر ان کا احترام لازم ہے۔ وہ جس چیز پر چاہیں بات کریں ہم مکمل طور پر ان کی بات کو سنیں گے، ان کو interrupt بھی نہیں کریں گے، ان کی پوری بات کو سنیں گے لیکن ایک بات جو بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں طے ہوئی تھی اس حوالے سے میں نے وہ وضاحت کی ہے۔ میں خود اپنے بھائی سے استدعا کروں گا کہ وہ جو فرمانا چاہتے ہیں وہ بات کریں۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! راجہ صاحب اگر یاد فرمائیں تو میں نے کہا تھا کہ لیڈر آف دی اپوزیشن پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ چیزوں کے بارے میں بات کرنا چاہیں گے تو انھوں نے کہا تھا کہ مجھے اعتراض نہیں ہے۔ To put the record on the right path یہ میں نے آپ کو کہا تھا۔ اس میں، میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ لاء اینڈ آرڈر پر بات نہیں کرنی۔ میں نے کہا تھا کہ لیڈر آف دی اپوزیشن اگر اپنی کچھ گزارشات ہاؤس میں لانا چاہیں تو پھر اس کی اجازت دی جائے۔ آپ نے کہا تھا کہ ٹھیک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: سر آنکھوں پر۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب کو بھی اعتراض نہیں۔ میں نے اس لئے ان کوfloorدے دیا تھا۔ آپcontinueکریں۔

قائد حزب اختلاف: شکریہ۔ جناب والا! جس دن آپ لاء اینڈ آرڈر پر بحث رکھیں گے اس دن ہم تفصیل کے ساتھ اس پر بات کریں گے۔ اس وقت میں صرف اس issueکوtouchکرنا چاہتا تھا کہ آج ہمارے صوبے میں امن وامان کی کیا صورتحال ہے، کس بری طرح سے متاثر ہے اور اس صوبے میں آج لاء ہے اور نہ ہی کوئی آرڈر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت کی پالیسی بھی دو طرح کی ہے۔ ایک ان کے لئے جو ان کے ساتھ ہیں اور دوسری ان کے لئے جو کہ ان کے مخالف ہیں۔ آپ آج کے اخبارات کو دیکھ لیں، آج کے اخبارات کی زینت ہے کہ اگر اپوزیشن جلسہ کرے تو ان پر تو یہ مقدمات کر دیتے ہیں کہ جی، آپ نے دفعہ 144 کی خلاف ورزی کی ہے لیکن اسی مال روڈ پر جب ان کا کوئی وزیر حلف اٹھا کر آتا ہے تو وہ یہاں سے جلوس لے کر نکل سکتا ہے۔ اس جلوس کو کوئی نہیں روکتا۔ یہ اخبارات میں بھی آیا کہ مال روڈ پر جلوس نکلا لیکن اس کے باوجود اس پر کوئی کارروائی نہ ہو تو پھر ان کا دوغلا پن سامنے آتا ہے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ صوبے کے عوام کے ساتھ جو سلوک آج ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

جناب والا! آپ بڑھتی ہوئی مہنگائی کو دیکھ لیں۔ جب بجٹ پر بات ہو گی تو یہ بڑی خوشی سے کہیں گے کہ ہم نے اتنے یوٹیلٹی سٹور بنانے کی بات کی ہے، ہم نے subsidyدینے کی بات کی ہے لیکن کیا یہ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ یہ پنجاب میں کتنے یوٹیلٹی سٹور بنالیں گے؟ کیا ایک غریب آدمی جو کسی دیہات میں رہتا ہے اس کو ایک کلو آٹا یا چینی خریدنے کے لئے لاہور آنا پڑے گا؟ ہمارے ملک میں یہ بات on recordہے کہ چینی hoardکرنے والے، چینی کی ذخیرہ اندوزی کرنے والے ملز مالکان کے کیسز آپ نے پہلے نیب کے حوالے کئے۔ اخبارات میں آیا کہ ان کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے لیکن وہ ان پر اتنے بھاری گزرے، اتنے تگڑے نکلے کہ انھوں نے مجبور ہو کر ان کے خلاف کارروائی نیب میں روک دی۔ کیا نیب صرف اپوزیشن کو دبانے کے لئے ہے؟

جناب والا! میں حکومت پنجاب کی کس کس بات کا ذکر کروں؟ جن لوگوں نے نوکریاں دیں انھیں تو یہ جیل میں رکھتے ہیں اور جن کو نوکریاں ملیں ان کی ترقیاں کرتے ہیں۔ جس کو جیل میں رکھا ہوا ہے ان کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں کہ جو عدالت کی طرف سے ان کو مراعات دی گئی ہیں وہ بھی ان سے چھین لیتے ہیں۔

میں یوسف رضا گیلانی صاحب سے متعلق بات کر رہا ہوں۔

جناب والا!اس صوبے میں جو صحافیوں کا حال ہے وہ بھی آپ نے خود سن لیا اور دیکھ لیا ہے۔ہماری صحافی برادری کے ساتھ اس حکومت میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ہر وہ شخص جو اپنا فرض سرانجام دینا چاہتا ہے اس میں رکاوٹ ڈالی جا رہی ہے۔اس صوبے میں اگر قانون نام کی کوئی چیز نہیں ہے تو پھر میں اپنے بھائی راجہ بشارت صاحب سے یہ کہوں گا کہ راجہ صاحب!یہ ساری دکانداری بند کریں اور بہتر ہے کہ آپ اس صوبے سے قانون کی وزارت ہی ختم کر دیں کیونکہ جب یہاں پر قانون پر عمل درآمد ہی نہیں ہونا تو پھر اس وزارت کا کیا فائدہ ہے؟

جناب والا!اگر آپ صحت کے شعبے کو دیکھیں تو فیصل آباد کا واقعہ ہم سب کے سر شرم سے جھکا دیتا ہے۔ہم ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں کہ پینے کا صاف پانی عوام کو مہیا کیا جائے۔ان کا اپنا لیڈر جس کو یہ لیڈر مانتے ہیں جسے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک غیر آئینی شخص ہمارے ملک میں براجمان ہے۔جنرل مشرف نے کہا تھا کہ پینے کا صاف پانی سب لوگوں کو ملے گا۔آج فیصل آباد کی حالت آپ ملاحظہ فرمالیں۔زلزلہ زدگان کو بھی کچھ نہ کچھ ریلیف دیا گیا ان کو کسی camp یا tent میں بٹھا کر ریلیف دیا گیا، ان کے لئے موبائلز ہسپتال قائم کئے گئے لیکن جب فیصل آباد کی تصویریں چھپتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ میدانوں اور کھلیانوں میں چارپائیاں بچھائی ہوئی ہیں، درختوں کے ساتھ drips لٹک رہی ہیں۔ایک طرف عوام کے لئے یہ سہولت ہے جبکہ دوسری طرف جب ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب جلسے کرتے ہیں، حکومت کا پیسا لگاتے ہیں تو ائر کنڈیشنڈ خیمے لگا کر جلسے کرتے ہیں۔یہ اس حکومت کا دوہرا معیار ہے جو کہ عوام کو کوئی ریلیف نہیں دینا چاہتی۔

جناب والا!خدارا!آپ اس صوبے کے پیسے سے اس صوبے کی عوام کو ریلیف دیجئے۔ ہمارے وہ بہن بھائی جو گندہ پانی پینے سے آج اس دنیا سے جا چکے ہیں اور جو چالیس ہزار کے قریب ہسپتال نہ ہونے کی بناء پر، سہولتیں، مراعات نہ ہونے کی بناء پر سسک رہے ہیں ان کی طرف توجہ دیں۔ابھی بجٹ آئے گا اس میں آپ دیکھیں کہ یہ کہیں گے کہ ہم نے صحت کے شعبہ کے لئے اتنے پیسے رکھ دیئے ہیں، تعلیم کے لئے اتنے پیسے رکھ دیئے ہیں۔میں پوچھنا چاہوں گا کہ پچھلے سال صحت کے لئے جو پیسے رکھے تھے وہ کہاں خرچ کئے ہیں؟بجٹ سیشن آ رہا ہے، یہ بجٹ پیش کریں گے تو پھر ہم اس پر تفصیل کے ساتھ بات کریں گے۔جس طرح کا بجٹ وفاقی حکومت نے ہمیں دیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں غریب عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی گئی ہے اگر ریلیف دیا گیا ہے تو صرف سرکاری ملازمین کو تھوڑا بہت دیا گیا ہے۔15 کروڑ عوام میں سے اگر ڈیڑھ سے دو لاکھ آدمیوں کو

ریلیف دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ غریب آدمی کا پیٹ بھرا جا سکتا ہے تو یہ ان کا غلط خیال ہے تو میں آج یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آج ہمارا صوبہ امن وامان کی خراب صورتحال کی وجہ سے بُری طرح سے متاثر ہے۔ کوئی حکومت نام کی چیز ہمارے ملک اور صوبے میں نہیں ہے۔ دوسری طرف حکمران اپنی عیاشیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر اپوزیشن سیاسی جلسہ کرے تو آپ ان پر دہشت گردی کے تحت پرچے کاٹتے ہیں اور انھوں نے اگر خود جلسہ کرنا ہو تو ائر کنڈیشنڈ ٹینٹ لگا کر جلسہ کرتے ہیں۔

جناب والا! میں یہ چاہوں گا کہ ان ساری باتوں کا آپ نوٹس لیں۔ حکومت پنجاب 14 تاریخ کو اپنا بجٹ پیش کر رہی ہے۔ میں اپنے حکومتی بنچز پر بیٹھے ہوئے بھائیوں اور بہنوں سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا آپ میں سے کسی کو بجٹ کے حوالے سے اعتماد میں لیا گیا ہے؟ ہم نے پچھلے سال بھی کہا تھا آج بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارے اس ایوان میں کسی ممبر کو معلوم نہیں ہے کہ بجٹ کہاں بن رہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ عوام کے نمائندوں سے پوچھا جائے کہ بجٹ میں عوام کے لئے کیا کیا چیزیں رکھی جائیں لیکن چونکہ یہ صرف افسر شاہی سے بجٹ بنواتے ہیں لہذا کسی ممبر کو اس کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ میں اپنے بھائیوں اور بہنوں سے کہوں گا کہ آئیے اس صوبے کی عوام کے لئے کچھ کریں۔ جنھوں نے ہمیں منتخب کر کے یہاں بھیجا ہے ان کے لئے مراعات دیں، غریب لوگوں کو کھانے کی چیزیں سستی مہیا کرنے کے لئے کوئی اصلاحات کریں۔ میں آخر میں صرف یہ کہوں گا کہ آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت دیا لیکن سچ بات یہ ہے کہ ہمارے صوبے میں کوئی قانون ہے، نہ لاء اینڈ آرڈر ہے اور نہ ہی کسی غریب آدمی کی شنوائی ہے۔ شکریہ

سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب قائم مقام سپیکر: اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ پہلا سوال محترمہ خالدہ منصور صاحبہ کا ہے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں فیصل آباد کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے ہمیں اس پر بات نہ کرنے دی تو ہم ہاؤس کی کارروائی کو نہیں چلنے دیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: راجہ صاحب! آپ سوالات take up ہونے دیں۔آپ کو موقع ملے گا۔ آپ بعد میں آئے ہیں اس حوالے سے ایڈوائزری کمیٹی میں بات ہو چکی ہے۔اس کے لئے آپ کو موقع دیا جائے گا۔اس حوالے سے ہاؤس میں پوری discussion ہو گی۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1331 ہے۔اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اسے پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

جھنگ روڈ فیصل آباد پر قائم میٹرنٹی ہسپتال کی موجودہ صورتحال

*1331 محترمہ خالدہ منصور: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) میونسپل کارپوریشن فیصل آباد اب TMA کے ساتھ سابق ایڈمنسٹریٹر جناب آصف باجوہ نے بابر سینما چوک جھنگ روڈ پر شہریوں کی ضرورت کے پیش نظر Maternity Hospital قائم کیا تھا، جہاں سے غریب عورتیں استفادہ کرتی تھیں؟

(ب) اس ہسپتال کا کیا ہوا، کیا یہ چل رہا ہے یا بند کر دیا گیا ہے، اگر بند ہو گیا تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) بالکل درست ہے۔

(ب) یہ ہسپتال بند کر دیا گیا ہے۔ہسپتال کو اس لئے بند کیا گیا ہے کیونکہ ہسپتال والی جگہ گورنر پنجاب کے حکم سے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کو دے دی گئی ہے اور اب یہ محکمہ صحت سٹی ڈسپنسری ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے پاس نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب سپیکر! میں نے یہ سوال فیصل آباد Maternity Hospital کے لئے دیا تھا، اس سوال کو دیئے ہوئے تین سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔میں مشکور ہوں کہ تین سال کے بعد چلیں میرے سوال کا جواب تو آیا۔ میں اس جواب سے بالکل مطمئن نہیں ہوں۔یہ ہسپتال اس علاقے میں تھا جہاں پر غریب آبادی ہے، کم آمدنی والے لوگ بستے ہیں۔وہاں کی غریب عورتیں اس ہسپتال سے فائدہ اٹھاتی تھیں۔ محکمہ کی طرف سے یہ جواب آیا ہے کہ گورنر صاحب نے یہ ہسپتال ختم کر کے یہ زمین گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل

آباد کو دے دی ہے۔کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گورنر صاحب کو پاکستان یا پنجاب کی خواتین کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟ وہ نہیں چاہتے کہ خواتین کو بنیادی صحت کی سہولتیں دی جائیں۔گورنمنٹ کالج کے پاس تو پہلے ہی بہت زیادہ زمین ہے اسے مزید جگہ دے دی گئی ہے یہ خواتین کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔اس کالج کا یہ حال ہے کہ وہاں کاوی سی کرپٹ ثابت ہو چکا ہے اور ایک طالبہ جس کے ساتھ زیادتی ہوئی اس نے باقاعدہ اس وی سی کے خلاف بیان دیا ہے۔آج تک حکومت نے اس بابت کوئی ایکشن نہیں لیا۔کیا ایسے تعلیمی ادارے اس قابل ہیں کہ وہاں پر ہماری بچیاں تعلیم حاصل کر سکیں جہاں کے وی سی غلط کردار کے مالک ہوں؟ میں اس پر احتجاج کرتی ہوں۔یہ ہسپتال خواتین کے لئے تھا،ان کے فائدے کے لئے تھا اس کو ختم کر کے زمین کالج کو دینا بڑی سخت زیادتی ہے۔میں اس جواب سے بالکل مطمئن نہیں ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! پہلے یہ واضح ہو جائے کہ آیا یہ ضمنی سوال تھا یا کہ ان کے comments ہیں۔میں ان کی بات پوری طرح سمجھ نہیں سکا؟

جناب قائم مقام سپیکر: یہ ان کی general statement تھی۔آپ اس بارے میں وضاحت کر دیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں اس بارے میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وقف قوانین کے تحت اگر کسی نے کوئی جگہ کسی خاص مقصد کے تحت وقف کر کے دی ہو تو وہ اس کے علاوہ کسی اور کام کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی۔یہ جگہ Maternity Hospital کے لئے وقف کی ہوئی تھی تو یہ اس جگہ کو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے لئے کیسے استعمال کر رہے ہیں؟ جس کام کے لئے یہ جگہ وقف کی گئی تھی اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی۔اس کی وضاحت فرمادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں اس میں وضاحت کر دوں کہ جس ہسپتال کا ذکر کیا گیا ہے یہ گورنمنٹ کی منظوری سے نہیں بنایا گیا تھا That was a voluntary hospital اس وقت کے ایڈمنسٹریٹر آصف باجوہ

وہاں سے ٹرانسفر ہوئے تو ان کے بعد گورنر صاحب وہاں تشریف لائے اور انھوں نے وہاں محسوس کیا کہ فیصل آباد کی عوام کے لئے یونیورسٹی کی ضرورت ہے تو انھوں نے اس جگہ کو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے لئےallocate کیا۔Because it was a voluntary hospital اس لئے اس کا کوئی بجٹ نہیں تھا۔ اس کا جتنا بھیequipment تھا وہ غلام محمد آباد ہسپتال میںgastroenteritis کی وبا کے دوران استعمال کیا گیا۔اس ڈسپنسری کے ارد گرد تقریباً پانچ جگہوں پرhealth facilities ہیں جن میں ریڈ کریسنٹ ہسپتال، گورنمنٹ ہسپتال، گجر بستی، گورنمنٹ ہسپتال بیگلس پورہ، گورنمنٹ ہسپتال/ڈسپنسری گلبرگ، گورنمنٹ ہسپتال/ڈسپنسری فیکٹری ایریا ہے۔ یہ پانچوں جگہیں اسی پرانی جگہ کے ارد گرد ہیں اور وہاں کے عوام کو سہولت مل رہی ہے کیونکہ یہ ہسپتال کسی بجٹ کے بغیر بنا تھا اس لئے It was purely a voluntary hospital جہاں تک یہ کہنا کہ گورنمنٹ کی زمین کو کسی اور استعمال میں لیا گیا ہے تو میرے خیال میں یہ statement correct نہیں ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نےparticularly یہ بات پوچھی ہے کہ ایک جگہ جس کام کے لئے وقف ہوتی ہے آپ اسے کسی بھی قانون کے تحت کسی دوسرے کام کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔اگر ایک جگہ ہسپتال کے لئے وقف ہوئی ہے تو اس پر صرف ہسپتال بنے گا۔اگر ایک جگہ سکول کے لئے وقف ہوئی ہے تو اس پر سکول بنے گا لیکن انھوں نے وقف کرنے والے کی اجازت کے بغیر کسی اور ادارے کو دے دی ہے۔ گورنر صاحب ہر جگہ چھلانگیں لگاتے پھر رہے ہیں ان کو یہ اختیار کیسے مل گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ ہسپتال کے لئے وقف کی ہے تو اسے اٹھا کر سکول کے لئے دے دیں؟ گورنر صاحب اپنے پاس سے سکول، کالج یا یونیورسٹی کے لئے جگہ وقف کریں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا وہ اپنی زمینوں میں سے دیں کیونکہ ان کے پاس کروڑوں کی زمینیں ہیں لیکن اگر کسی آدمی نے کوئی جگہ ہسپتال کے لئے وقف کی ہے تو اس کا انھیں کوئی اختیار نہیں کہ اسے کسی اور ادارے کے لئے دے دیں۔ میں تو اس سوال کا جواب پوچھنا چاہ رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں نے بڑا واضح کہا ہے کہ کسی نے یہ جگہ کسی ہسپتال کے لئے وقف نہیں کی تھی۔ This hospital was not established by any person or authority of the government وہاں پر ایڈمنسٹریٹر تھا اس نے کہا کہ یہاں ڈسپنسری کھول دی جائے۔ وہ ہسپتال تو تھا ہی

نہیں اس نے تو اس جگہ پر voluntary Outdoor Patient Unit بنایا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، درست ہے۔ یہ زمین نہ کسی کی ذاتی ملکیت تھی اور نہ ہی کسی نے وقف کی تھی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ وہاں ایڈمنسٹریٹر تھا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ He was also a government employee دوسری بات یہ ہے کہ یہ ہسپتال voluntarily free of cost facilities provide کر رہا ہے کیا آپ اسے ختم کرنا چاہتے ہیں؟ You want to discourage the people who are giving voluntary services جس آفیسر نے بنایا تھا وہ گورنمنٹ ملازم تھا اس نے کس رول کے تحت بنایا تھا، اگر وہ facilities provide کر رہا تھا تو اسے ختم کیوں کیا گیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! وہاں پر اور چار پانچ ہسپتال اور ڈسپنسریاں موجود ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب! ان کا distance دیکھیں Sir, that is very thickly populated area وہاں پر ضرورت ہے۔ اگر ریسرچ کریں تو آپ کے پاس تقریباً 700 بندوں کے لئے ایک ڈاکٹر ہے۔ وہ ایک voluntary service تھی اسے ختم کیوں کیا گیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: لیکن وہ پراپرٹی وقف تو نہیں ہے۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب سپیکر! میں عرض کروں گی کہ یہ جگہ voluntary نہیں تھی بلکہ یہ جگہ میونسپل کارپوریشن کی ملکیت تھی۔ اس وقت آصف باجوہ صاحب ایڈمنسٹریٹر تھے انھوں نے میونسپل کارپوریشن کے تحت وہاں پر میٹرنٹی ہسپتال بنایا جس میں بہت زیادہ سامان تھا، میں خود بھی اس کمیٹی کی ممبر تھی۔ میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ گورنر صاحب نے کس طرح یہ ہسپتال ختم کر کے جگہ کالج کو دے دی حالانکہ وہ ہسپتال اس علاقے کی عورتوں کی ضرورت تھا؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! جس دو کمروں کی ڈسپنسری کا بجٹ نہ ہو تو وہ voluntary نہیں تو اور کیا چیز تھی؟ There was no budget allocation for this dispensary دوسری بات یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے اس ہسپتال کی جگہ پر کوئی کمرشل پلازہ تو نہیں بنایا۔ وہ آؤٹ ڈور ڈسپنسری تھی اس کی جگہ

ایک گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے لئے وقف کی ہے جو اسی علاقے کی پبلک کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ We did not use it for any other purpose other than public purpose.

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال جناب خالد محمود وٹو!

راجہ ریاض احمد: on his behalf سوال نمبر 1474۔(معزز ممبر نے جناب خالد محمود وٹو کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 1474 دریافت کیا)اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال تاندلیانوالہ کا افتتاح

*1474 **جناب خالد محمود وٹو:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال تاندلیانوالہ کتنی لاگت سے مکمل ہوا ہے اور مزید کتنا کام ابھی ہونا باقی ہے؟

(ب) تعمیر مکمل ہونے کے بعد ہسپتال چالو نہ ہونے کی کیا وجوہات ہیں اور کب تک یہ ہسپتال کام کرنا شروع کر دے گا؟

(ج) ہسپتال میں تعینات عملے کی تفصیل فراہم کی جائے نیز ہسپتال میں خالی اسامیوں کے بارے میں بھی تفصیلات فراہم کریں اور عملہ کب تک پورا کر دیا جائے گا؟

(د) ہسپتال میں موجود تمام آپریشن اور مشینری کی تفصیل بھی فراہم کریں؟

وزیر صحت:

(الف) تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال تاندلیانوالہ 2,71,47000 روپے کی لاگت سے مکمل ہو گیا ہے اور مزید کوئی کام باقی نہیں ہے۔

(ب) تعمیر مکمل ہونے کے بعد ہسپتال مکمل طور پر چالو ہے۔

(ج) ہسپتال میں تعینات عملہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ گورنر پنجاب نے جولائی 2001 میں 5000 پیرا میڈیکل اسامیوں کی منظوری دی۔ ان اسامیوں پر بھرتی کو ستمبر 2002 میں مکمل ہونا تھا۔ ان اسامیوں پر زیادہ تر EDOs(H) نے بھرتی مکمل کر لی ہے۔

اب وزیر اعلیٰ پنجاب نے S&GAD کے O&M ونگ کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ تمام محکموں میں موجود خالی اسامیوں کی تفصیل مرتب کرے۔ محکمہ صحت نے تمام EDOs سے خالی

اسامیوں کی تفصیلات حاصل کر لی ہیں۔ جونہی O&M تفصیل مرتب کرے گا،امید کی جاتی ہے کہ محکمہ صحت اسامیوں پر بھرتی کرے گا۔

(د) 2002 میں کل 679 آپریشن ہوئے جن میں 115 بڑے اور 564 چھوٹے آپریشن ہوئے۔ مشینری اور آپریشن کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

راجہ ریاض احمد: وزیر موصوف بتائیں کہ یہ ہسپتال کس سال بنا اور وہاں پر جو اسامیاں خالی ہیں کیا جب سے یہ ہسپتال بنا ہے وہ اس وقت سے خالی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کیا سوال کیا گیا ہے؟ جب وہ ہسپتال ہی نہیں تھا تو اس ضمن میں کیا کہتے ہیں؟ وہاں آؤٹ ڈور میں مریض آتے تھے جن کو دیکھا جاتا تھا اور ہمارے دوسرے ہسپتال سے instruments بھیجے گئے تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر صحت! آپ جواب دیں۔

(اس مرحلہ پر وزیر اعلیٰ ایوان میں تشریف لائے
معزز اراکین حزب اقتدار نے ان کا استقبال کیا)

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ایک منٹ۔ وہ پہلے آپ کے سوال کا جواب دے لیں۔ جی، وزیر صحت!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! اچھا ہوا کہ وزیر اعلیٰ صاحب آ گئے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ ان کے وزراء کی کارکردگی کیا ہے اور خود بھی غور سے سنیں کہ منسٹر صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

وزیر مال: وزیر اعلیٰ صاحب تہانوں دیکھن آئے نیں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے clarify کروں کہ میں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔ ابھی یہ سوال put ہوا ہے لیکن میں نے جواب نہیں دیا۔ انھوں نے سوال پوچھا ہے کہ ہسپتال کب up-grade ہوا ہے۔ میرے پاس اضافی مواد ہے اس کے مطابق This hospital was upgraded in January 2002

راجہ ریاض احمد: جناب والا! 2002 سے لے کر اب تک وہاں پر اسامیاں خالی ہیں۔ اتنی دیر سے وہاں اسامیاں پُر نہیں کی گئیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے clear کر دوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ہسپتالوں کے لئے جو ایک exclusion رکھی ہے۔ ڈاکٹر کی پوسٹ، ٹیکنیکل پوسٹ جن میں ڈسپنسر اور انستھیسز ہوتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ ہمارے تمام ڈسٹرکٹ ہسپتالوں، پراونشل ہسپتالوں اور ٹیچنگ ہسپتالوں میں recruitment process ongoing ہے۔ جہاں تک اس ہسپتال میں اسامیوں کا تعلق ہے تو اس میں ٹیکنیکل پوسٹوں پر ریکروٹمنٹ کا process مکمل ہے۔ ہسپتال function کر رہا ہے ابھی پچھلے سال وہاں پر تقریباً 800 آپریشن کئے گئے جن میں اکثریت major operations کی تھی۔ ٹیکنیکل پوسٹ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جہاں تک ڈاکٹر کی پوسٹ کا تعلق ہے تو ہم نے ضلعی حکومتوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ monthly recruitment کریں۔ اب وزیر اعلیٰ صاحب نے جس نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے اس کے بعد تو ہمارے چھوٹے اضلاع میں رورل ہیلتھ سنٹروں میں یہ حالت ہو گئی ہے کہ لوگ پہلی دفعہ پرائیویٹ ہسپتالوں کی job چھوڑ کر گورنمنٹ ہسپتال join کر رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ آپ نے دو سوال کر لئے ہیں I think that is enough اب اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 2580۔ جناب والا! اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

میڈیکل کالجوں میں اساتذہ کی خالی اسامیوں کی تفصیلات

*2580 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ کے میڈیکل کالجوں میں پروفیسر، سینئر رجسٹرار، کنسلٹنٹس اور اساتذہ کی کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ب) مذکورہ اسامیوں پر تعیناتی نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟ اگر کوئی اسامی پر کی گئی ہے تو کن شرائط پر؟

(ج) مذکورہ اسامیاں پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پر نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیاحکومت مستقل بنیادوں پر پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے تمام اسامیاں پر کرنے کو تیار ہے تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) صوبہ میں مندرجہ ذیل میڈیکل کالجز ہیں:۔

سیریل نمبر	کالج
1۔	کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور
2۔	علامہ اقبال میڈیکل کالج لاہور
3۔	فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور
4۔	سروسز انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائینسز لاہور
5۔	راولپنڈی میڈیکل کالج راولپنڈی
6۔	نشتر میڈیکل کالج ملتان
7۔	پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد
8۔	قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور
9۔	شیخ زید میڈیکل کالج رحیم یار خان
10۔	پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ لاہور

ہر کالج کے مطابق پروفیسرز، ایسوسی ایٹ پروفیسرز، اسسٹنٹ پروفیسرز اور سینئر رجسٹرار کی مجموعی طور پر درج ذیل حکومت نے اسامیاں مہیا کی ہیں۔ان اسامیوں کی کالج وائز تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	3
ایسوسی ایٹ پروفیسرز	23
اسسٹنٹ پروفیسرز	14
سینئر رجسٹرارز	43(تفصیل (اے)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

2۔ علامہ اقبال میڈیکل کالج لاہور

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	4
ایسوسی ایٹ پروفیسرز	10
اسسٹنٹ پروفیسرز	7
سینئر رجسٹرارز	34(تفصیل (بی) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

3۔ فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	3
ایسوسی ایٹ پروفیسرز	5
اسسٹنٹ پروفیسرز	
سینئر رجسٹرارز	۔(تفصیل F/C ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

4۔ پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ / LGHلاہور

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	10
ایسوسی ایٹ پروفیسرز	13
اسسٹنٹ پروفیسرز	22
سینئر رجسٹرارز	13

5۔ سروسز انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز لاہور

اس انسٹیٹیوشن میں مختلف شعبے کی 12 اسامیاں خالی ہیں۔ کاپی F/E ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

6۔ نشتر میڈیکل کالج ملتان

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	3
ایسوسی ایٹ پروفیسرز	20
اسسٹنٹ پروفیسرز	11

سینئر رجسٹرارز	19(تفصیل F/G ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

7۔ پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	8
ایسوسی ایٹ پروفیسرز	21
اسسٹنٹ پروفیسرز	31(تفصیل F/H ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

8۔ قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	15
سینئر رجسٹرارز	22(تفصیل F/J ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

9۔ راولپنڈی میڈیکل کالج راولپنڈی

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	4
ایسوسی ایٹ پروفیسرز	24
اسسٹنٹ پروفیسرز	14(تفصیل F/K ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

10۔ شیخ زید میڈیکل کالج رحیم یار خان

نام اسامی	خالی اسامی
پروفیسرز	28
ایسوسی ایٹ پروفیسرز	32
اسسٹنٹ پروفیسرز	26
سینئر رجسٹرارز	18(تفصیل F/M ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(ب) موجودہ حکومت کی زیادہ ترجیح کنٹریکٹ تعیناتی رہی ہے تاہم اس دوران ریگولر اور ترقی پانے والے اساتذہ کی تعیناتی قاعدہ قانون کی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔اس ضمن میں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ حکومت پنجاب کی جاری کردہ کنٹریکٹ پالیسی کے مطابق جب پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے اور ترقی کے ذریعے اساتذہ میسا ہوتے ہوں تو ریگولر اساتذہ کو ترجیح دی جاتی ہے اور یہ بات

کنٹریکٹ پر بھرتی کی شرائط میں پہلے ہی شامل ہے۔تاہم ان اسامیوں پر تعیناتی کا سلسلہ جاری ہے۔ سوال کے جز(ب) میں وقت کا تعین نہ ہے تاہم حکومت کے فیصلہ کے مطابق اب اس بات کو ترجیح دی جارہی ہے کہ ان کالجز میں اساتذہ بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن لیں۔ محکمہ اس سلسلے میں اسسٹنٹ پروفیسرز کی 245اسامیاں پبلک سروس کمیشن کو بھجوا چکا ہے اور مرحلہ وار کنٹریکٹ اساتذہ کو ریگولر اساتذہ سے تبدیل کیا جارہا ہے۔ اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ محکمہ اسامیوں پر تعیناتی نہیں کررہا ہے۔

(ج) حکومت کے فیصلہ کے مطابق پہلے ہی اپنی ترجیح میں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے چنے گئے اساتذہ تعینات کررہا ہے، جیسا کہ اوپر بتادیا گیا ہے کہ اسسٹنٹ پروفیسرز کی 245اسامیاں پبلک سروس کمیشن کو پر کرنے کے لئے پہلے ہی بھجوادی گئی ہیں۔ لہذا خالی اسامیاں پر نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(د) جی ہاں! محکمہ ہذا حکومتی فیصلہ کے مطابق نہ صرف پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ان اسامیوں کو پر کرنے کے لئے تیار ہے، بلکہ اس ضمن میں پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اسسٹنٹ پروفیسرز کی 245اسامیاں بھجوائی جا چکی ہیں۔ علاوہ ازیں ایسوسی ایٹ پروفیسرز BS-19اور پروفیسرز BS-20 کی اسامیاں بھی پنجاب پبلک سروس کمیشن کو بھجوانے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ جونہی اس کا کام مکمل ہوگا ان اسامیوں پر بھرتی کے لئے درخواستیں پبلک سروس کمیشن کو جلدی بھیج دی جائیں گی۔اس سلسلے میں محکمہ مکمل طور پر حکومتی پالیسی کے مطابق کام کررہا ہے اور کسی قسم کی تاخیر نہ کی گئی ہے اور نہ ہی مستقبل میں اس کا کوئی امکان موجود ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میں نے جز(الف) میں یہ پوچھا تھا کہ صوبے کے میڈیکل کالجوں میں، پروفیسرز، سینئر رجسٹرار، کنسلٹنٹس اور اساتذہ کی کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟ اب اس سوال کے اندر کب سے کا جواب تو موجود نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ مجھے کچھ زائد تفصیل مہیا کی گئی ہے میں نے اس میں سے کچھ چیزیں ڈھونڈی ہیں۔ اس سے یہ محسوس ہوتا ہے اور آپ اس کے جواب میں خود ملاحظہ فرمائیں کہ خصوصاً قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور، شیخ زید میڈیکل کالج رحیم یار خان اور علیٰ ہذا القیاس حتیٰ کہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور تک بیشتر جگہوں پر پروفیسرز کی ساری اسامیاں خالی ہیں۔ میں نے تفصیل میں دیکھا ہے کہ

جس دن سے یہ پوسٹیں create ہوئی ہیں اس دن سے لے کر اب تک یہ اسامیاں خالی پڑی ہوئی ہیں۔ان میڈیکل کالجوں میں کوئی پروفیسر موجود نہیں ہے۔ شیخ زید میڈیکل کالج رحیم یار خان میں پروفیسروں کی 28 اسامیاں ہیں اور وہ ساری کی ساری خالی پڑی ہیں۔ بہاولپور میں 15 اسامیاں پروفیسروں کی خالی پڑی ہوئی ہیں۔ اسی طرح سینئر رجسٹرار کی 22 اسامیاں خالی پڑی ہوئی ہیں۔اب میں یہ سوچتا ہوں کہ ان میڈیکل کالجوں میں جہاں پر سینئر اساتذہ پڑھانے کے لئے بھی موجود نہیں ہیں ان میڈیکل کالجوں کا کیا حال ہوگا اور وہاں کون پڑھاتا ہوگا اس لئے میں یہ ضمنی سوال کرنا چاہوں گا کہ وزیر موصوف ارشاد فرمائیں کہ یہ اسامیاں ایک مدت سے خالی ہیں اور میں اس کی وجہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ اسامیاں کیوں خالی ہیں۔ایک مدت سے ڈاکٹروں کو کنٹریکٹ پر بھرتی کیا جارہا تھا۔جب نیچے کے level پر بھرتی نہیں ہوگی تو اوپر promotion بھی نہیں ہوگی۔اب شاید کوئی پالیسی بنائی گئی ہے کہ ڈاکٹروں کو مستقل بنیادوں پر بھرتی کیا جا رہا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پروفیسروں،ایسوسی ایٹ پروفیسروں اور اسسٹنٹ پروفیسروں کی جو سیٹیں خالی پڑی ہوئی ہیں ان کو fill کرنے کا کیا اہتمام کیا گیا ہے اور کب تک یہ پوسٹیں fill کرلی جائیں گی اور کیا اس کے نتیجے میں میڈیکل کالجوں میں پڑھائی کا جو معیار متاثر ہو رہا ہے اس کا انہوں نے کیا اہتمام کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔جناب سپیکر!جناب احسان اللہ وقاص صاحب کا سوال بڑا relevant ہے اور یہ issue ہم نے cognizance میں لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 1996 سے پنجاب پبلک سروس کمشن سے ڈاکٹروں کی بھرتی کا سلسلہ ہو ہی نہیں سکا۔ ہمیں تو اقتدار میں آئے ہوئے تین سال ہوئے ہیں لیکن آپ اندازہ کریں کہ یہ سلسلہ کس نے منقطع کیا تھا اور اس دور میں کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ اس سلسلے کو دوبارہ شروع کر دیا جائے۔ ہماری حکومت آئی تو وزیر اعلیٰ نے اس کام کے لئے سپیشل سلیکشن بورڈ بنائے اور ان اداروں کو پنجاب میڈیکل ہیلتھ ایکٹ جو کہ اسی اسمبلی نے 2003 میں پاس کیا تھا اداروں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ اپنے اداروں میں بھرتی اپنے اپنے حالات کے مطابق کریں اور یہ بھی اختیار دیا گیا کہ جو ہمارے پسماندہ علاقے ہیں جیسے جنوبی پنجاب میں رحیم یار خان کا میڈیکل کالج ہے اسی طرح بہاولپور میڈیکل کالج کا بھی انہوں نے ذکر کیا ہے نشتر میڈیکل کالج کا بھی ذکر ہوا ہے۔ وہاں پر ہم نے بورڈوں کو اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ آپ مقامی حالات کے مطابق اپنے اداروں میں بھرتیاں کریں اور اگر آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ڈاکٹروں کو کوئی اضافی

یا سپیشل پیکیج دینا ہے تو وہincentive بھی ان کو دیں لیکن میں اس ایوان کو آج یہ مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ کل 7۔جون کو وزیر اعلیٰ صاحب نے تاریخی فیصلہ کیا ہے۔ پنجاب کی تاریخ بلکہ پاکستان کی تاریخ میںhealth کے معاملے میں ایسا فیصلہ کبھی نہیں ہوا۔(نعرہ ہائے تحسین)

یہ پہلی دفعہ ہوا ہے جہاں ساری دنیا کنٹریکٹ کی طرف جا رہی ہے لیکن ڈاکٹروں سے متعلق حکومت نے مختلف فیصلہ کیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ پنجاب میں تمام کنٹریکٹ پر بھرتی ڈاکٹروں کو regularize کیا جائے گا اور اس وزیر اعلیٰ نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ آج سے پہلے یہ فیصلہ ہوتا تھا، میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں 1988 کا خود میڈیکل گریجوایٹ ہوں اور میرے ساتھی میڈیکل کالجوں میں ابھی تک میڈیکل آفیسرز ہیں اور FCPS کر کے بھی سات سات سال سے میڈیکل آفیسروں کا رول ادا کر رہے ہیں۔ اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان ڈاکٹروں میں سے 75 فیصد ڈاکٹروں کو فوری طور پر سینئر رجسٹرار مقرر کیا جائے گا اور ریگولر بنیادوں پر مقرر کیا جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

ہماری حکومت punitive government نہیں ہے ہم لوگوں پر سختی اور compulsion پر believe نہیں کرتے۔ وزیر اعلیٰ نے پچھلے ہفتے سروسز ہسپتال میں تقریر کی کہ ہم incentive basis پر کام کرتے ہیں اور اس کے نتائج بھی آپ کو نظر آ رہے ہیں۔ ہم نے یہ inherit کیا تھا اور اسی وجہ سے brain drain ہوا تھا۔ کل کے اس فیصلے کے بعد تمام ڈاکٹر جو اس وقت کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں وہ regularize ہو جائیں گے تمام پرانے سپیشلسٹ جو بیچارے گریڈ 17 کے دھکے کھا رہے تھے اب سینئر رجسٹرار اور اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے enjoy کریں گے۔ آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ ہمارے ان اداروں میں ایک انقلابی تبدیلی آ گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں ایک تو محترم وزیر صحت کی تصحیح کرنا چاہوں گا کہ جب ان کی نئی نئی گورنمنٹ بنی تھی تو انہوں نے ایک تکیہ کلام بنا لیا تھا کہ یہ ہم پہلی بار کر رہے ہیں اب ان کو یہ بھی پتا ہونا چاہئے کہ ان کو اقتدار میں آئے ہوئے ساڑھے تین سال ہو گئے ہیں۔ اب یہ پہلی بار والی رٹ کو چھوڑ دیں بلکہ پہلے تین سال کا جو حساب ہے اس کو بھی ذہن میں رکھیں اور دوسرا جو انہوں نے فرمایا ہے کہ کل پہلی مرتبہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک تاریخ ساز فیصلہ کیا ہے۔ میرا اس پر ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ تاریخ ساز فیصلہ کرنے میں وزیر اعلیٰ

کو ساڑھے تین سال کیوں لگے اس کی وجوہات بتادیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! میرے خیال میں یہ ضمنی سوال نہیں بنتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ میرا ضمنی سوال ہے اس کا یہ جواب تو دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ سوال بنتا نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: یعنی کہ تاریخی فیصلہ کرنے میں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: بجائے appreciate کرنے کے آپ counter سوال کر رہے ہیں۔ This is no question.

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس تاریخی فیصلہ کرنے میں تین سال کیوں لگے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: وہ آپ جو بھی سمجھیں. But this is no question. ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اذان ہو رہی ہے۔۔۔

(اذان عصر)

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! میرا وزیر صحت سے ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک طرف تو حکومت کے بلند بانگ دعوے ہیں کہ جنوبی پنجاب کی محرومی کی خاطر جتنا کچھ موجودہ حکومت کر رہی ہے وہ ماضی میں کسی نے نہیں کیا۔ اب اس سوال میں منہ بولتا ثبوت ہے کہ راولپنڈی اور لاہور کے میڈیکل کالجوں کا ذکر آیا ہے تو ان میں کہیں پر دو اسامیاں خالی ہیں کسی میں تین اسامیاں خالی ہیں ہم چاہتے ہیں وہ بھی fill ہونی چاہئیں لیکن جب باری بہاولپور کی آئی ہے تو پتا چلا ہے کہ پندرہ ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ جو کہ پروفیسرز ہوتے ہیں ان کی اسامیاں خالی ہیں اور تین تین، چار چار سال سے خالی ہیں۔ ایک میڈیکل کالج کے اندر تیس بتیس شعبے ہوتے ہیں۔ جن میڈیکل کالجوں میں اتنی زیادہ پروفیسروں کی پوسٹیں ہی خالی ہوں وہاں پر کس قسم کے ڈاکٹر بنیں گے؟ پھر جنوبی پنجاب میں اور آگے جاتے ہیں تو رحیم یار خان میں 28 پروفیسروں کی پوسٹیں خالی ہیں یعنی پورے میڈیکل کالج میں دو یا تین میڈیکل کالج ہیں اور بہاولپور کے اندر حالت یہ ہے کہ پندرہ سے لے کر اٹھارہ

پروفیسر موجود ہیں اور پندرہ ڈیپارٹمنٹ خالی ہیں۔یہی حال نشتر میڈیکل کالج کا بھی ہے۔ پہلے تو ہماری طرف ادارے ہی نہیں بنائے جاتے اگر ادارے بنادیئے جاتے ہیں، فنڈز نہیں دیئے جاتے اور اگر فنڈز بھی دے دیئے جاتے ہیں تو حالت یہ ہے کہ وہاں پر پڑھانے کے لئے پروفیسر ہی نہیں بھیجے جاتے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر صحت یہ فرمائیں کہ یہ جو پروفیسروں کی اسامیاں خالی ہیں یہ کب تک fill ہو جائیں گی؟ یہ اس بات کا ہاؤس میں اعلان کریں۔اس کا یہ ایک مہینے کا وقت لیں، دو مہینے لیں، چھ مہینے لیں لیکن وقت کا تعین کریں کیونکہ اگر وہاں پر پروفیسر ہی نہیں جائیں گے تو ہم بہاولپور سے اور رحیم یار خان سے کس قسم کے ڈاکٹر بھیجیں گے؟ جن ڈاکٹروں کا اپنا پروفیسر ہی نہیں ہو گا وہ کیا تعلیم حاصل کریں گے اور لوگوں کا کیا علاج کریں گے، کیا یہ سرمایہ کا ضیاع نہیں ہے؟ پانچ سے دس لاکھ روپے حکومت ایک ڈاکٹر پر خرچ کرتی ہے۔

دوسرا میرے سوال کا جزیہ ہے کہ اگر انہوں نے کنٹریکٹ والے ڈاکٹروں کو regularize کرنے کا اعلان کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ خوش آئند اعلان ہے جس پر میں ان کو appreciate کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی میری ایک گزارش یہ بھی ہے کہ اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب بھی موجود ہیں کیا یہ اچھا نہ ہو گا کہ یہ بھی اعلان کر دیا جائے کہ آج کے بعد تمام ڈاکٹر چاہے وہ میڈیکل آفیسر گریڈ 17 ہو یا اسسٹنٹ پروفیسر ہو، ایسوسی ایٹ پروفیسر ہو تمام پوسٹیں پبلک سروس کمشن کے ذریعے سے fill ہوں گی۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایک تھانیدار کی شکل میں ہیلتھ سیکرٹری لگا دیا جاتا ہے۔ جو میڈیکل کے حوالے سے بالکل ان پڑھ ہوتا ہے۔ وہ سی ایس پی کر کے سیکرٹری بنتا ہے اس کا ہیلتھ کے شعبے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لہذا یہاں میری یہ بھی گزارش ہے کہ 30/30 سال سروس کرنے والے پروفیسرز ہیلتھ سیکرٹری کے آفس کے باہر نوکر کی طرح کھڑے ہوتے ہیں۔ اس طرح کے incompetent آدمی کی بجائے ایک پڑھے لکھے ڈاکٹر کو ہیلتھ سیکرٹری لگانا چاہئے۔ مجھے ان تین سوالوں کے جواب چاہئیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ہیلتھ منسٹر!

وزیر صحت: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پروفیسرز initial recruitment کے ذریعے صرف 10 فیصد ہوتے ہیں، باقی 90 فیصد promotion سے آتے ہیں۔ recruitment initial stage پر ہوتی ہے جیسے سینئر رجسٹرار اور اسسٹنٹ پروفیسرز ہیں۔ دنیا میں کسی جگہ پروفیسرز کی recruitment نہیں ہوتی۔ ہمارے recruitment rules میرے پاس ہیں ان میں

90فیصدthrough promotionہوتے ہیں اور only 10 percent through initial recruitmentہوتی ہے۔ جہاں تک ہمارے جنوبی پنجاب کے کالجوں کا تعلق ہے تو یقیناً سپیشل سلیکشن بورڈ بنانے کے بعد وہاں کیvacancy position definitely improveہوئی ہے لیکن جیسے میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ chronicمسئلہ تھا جو ہم نےinterjectکیا اس کی درستی کی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ جب ہم ڈاکٹروں کو incentivesدیں گے کہ آپ کاjob secureہے،regular jobہے،اس میں career planہے اور جنوبی پنجاب کے ہسپتالوں کو ہمspecial packagesدے رہے ہیں، خواہ وہ میڈیکل کالج ہوں یا ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی جیسا ادارہ ہو۔ ہمیں یقین ہے اور یہ پروفیشنلز کا دعویٰ ہے، آج آپ اخبار میں پڑھیں کہ پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کیstatementآ گئی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ situation dramatically changeہو جائے گی۔ جہاں تک انہوں نے جنوبی پنجاب کا ذکر کیا تو میںon the floor of the House on oathکہہ سکتا ہوں کہ یہ جتناgapتھا جوchronicمیں چلا آ رہا تھا اور ہم نے درست کیا۔ پنجاب میں سب سے پہلے آج سے کوئی پندرہ سال پہلے PICبنا تھا اور اس کے بعد وزیر اعلیٰ نے اگر کوئیcardiac centre بنایا ہے تو انہوں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ یہ سنٹر ملتان کے عوام کو دینا چاہئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اللہ کے فضل و کرم سے گورنر جیلانی کے دور میں پنجاب میں جوPICبنا تھا وہ صرف 90 beded hospitalتھا اور اس کو بننے میں چھ سال لگے تھے۔ ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی200 bedsسے اوپر ہے۔ ہم نے سوا سال میں اس کاout door patient functional کیا اور اس سال کے آخر میں in patient functionalہو گا، آپریشنز ہوں گے اور وہ صرف جنوبی پنجاب کی عوام کے لئے نہیں بلکہ بلوچستان اور صوبہ سندھ کے عوام کے لئے ہو گا۔ بہاولپور میڈیکل کالج جو بالکل ہمارےsouthern tipپر تھا جہاں پر نیا ایکسرے یونٹ نہیں لگایا جاتا تھا۔ چیف منسٹر صاحب نے9 کروڑ روپے کی MIR machineوہاں دی، Dialysis Unitدیا اور جبBurn centreکی بات ہوئی کہ یہ کہاں بنایا جائے؟ راولپنڈی بنایا جائے، لاہور بنایا جائے، فیصل آباد بنایا جائے تو فیصلہ یہ ہوا کہ سب سے پہلےBurn Centre constructionاگر ہو گی تو ملتان میں ہو گی یعنی وہ بھی جنوبی پنجاب کو دیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

اگر کسی حکومت نےmedical disparityکو ختم کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہcreditاس حکومت کو جاتا ہے کہ جتنے ہمارے میگا پراجیکٹس تھے، پچھلے سال ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا سب سے بڑا پراجیکٹ ایک ارب روپے

کاcardiac centre تھا جو کہ جنوبی پنجاب میں بنا، ہم تو اس disparity کو ایک process کے ذریعے ختم کر رہے ہیں اور انشاء اللہ مسلسل ختم کرتے رہیں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! کل اخبارات میں چیف منسٹر صاحب کی طرف سے جو فیصلہ آیا ہے یہ بہت خوش آئند ہے میں اس کی تحسین کرتا ہوں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح ہیلتھ منسٹر صاحب نے ابھی اعلان کیا ہے کہ تمام کنٹریکٹ ڈاکٹروں کو پکا کر دیا گیا ہے اس کی رپورٹنگ میں شاید کوئی ابہام ہے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ اچھا فیصلہ ہے بے شک یہ دیر سے ہوا، کوئی بات نہیں یہ long waited تھا اور اسمبلی کی متفقہ قرارداد بھی تھی اور چیف منسٹر صاحب نے اس پر عمل کیا تو بہت اچھا کیا۔ میں اس میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ جو فیصلہ انہوں نے کیا ہے اگر وہ مہربانی فرما کر اس کی تفصیل اس ایوان کے سامنے رکھ دیں تاکہ تمام ڈاکٹروں کو پتا چل جانا چاہئے۔ صبح سے مختلف علاقوں سے ڈاکٹروں کے ٹیلی فون آ رہے ہیں کہ اس کی وضاحت لی جائے کہ کس کو پکا کیا گیا ہے اور کس کو پکا نہیں کیا گیا کیونکہ یہ اخبارات میں آیا ہے کہ صرف ٹیچنگ کیڈر کے ڈاکٹر جو کہ میڈیکل آفیسر ہیں یا Demonstrators ہیں ان کو پکا کیا گیا ہے لیکن ہیلتھ منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ تمام کنٹریکٹ ڈاکٹروں کو پکا کیا گیا ہے۔ بہر حال میں چیف منسٹر صاحب سے یہ التماس کروں گا کہ وہ اس کے بارے میں خود بیان دے دیں گے تو یہ ابہام دور ہو جائے گا اور اس اچھے فیصلے کی صوبہ پنجاب کا پورا ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ تحسین کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ چیف منسٹر صاحب موجود ہیں میں ان کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک تھوڑی سی بات یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے پاس کوئی 50/40 ہزار کے قریب کنٹریکٹ ایجوکیٹرز موجود ہیں۔ ہر سال regular employees کی تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایجوکیٹرز تاحال 4800 روپے تنخواہ لے رہے ہیں اور ابھی فیڈرل گورنمنٹ نے مہنگائی کا 15 فیصد announce allowance کیا ہے وہ ان ایجوکیٹرز کو نہیں دیا جا رہا، یہ بڑی زیادتی ہے، اس وقت محکمہ اریگیشن میں کنٹریکٹ سویپروں کے لئے applications مانگی گئی ہیں، اس میں سویپر کی تنخواہ انہوں نے 5200 روپے لکھی ہے یعنی ایک سویپر جو پہلے سکیل کا ہے اس کو اب آئندہ 5200 روپے ملیں گے اور ایک ایجوکیٹر جو ایم اے، ایم ایڈ یا بی ایڈ ہے وہ 4800 روپے پر ہو گا تو میں چیف منسٹر سے یہ التماس کروں گا کہ

سرکاری ملازمین کو جو 15 فیصد مہنگائی الاؤنس دیا جاتا ہے اس سے ایجوکیٹرز کو محروم نہ کیا جائے۔ بہت مہربانی

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ اس وقت وزیر اعلیٰ پنجاب یہاں تشریف فرما ہیں میں ان کی موجودگی میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ فیصل آباد کے جتنے ارکان صوبائی اسمبلی یہاں پر تشریف فرما ہیں ان سمیت فیصل آباد کے تمام طبقہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ انتہائی کرب کے عالم میں ہیں اور فیصل آباد کے عوام اور بالخصوص بیٹیوں کے والدین زیادہ پریشانی میں مبتلا ہیں۔ فیصل آباد میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ فیصل آباد جی سی یونیورسٹی گورنمنٹ کالج ہوا کرتا تھا اور اس کے بعد اس کو جی سی یونیورسٹی کا درجہ مل گیا۔ وہاں پر گزشتہ ساڑھے تین سال سے ایک وائس چانسلر تعینات ہیں جن کا نام ڈاکٹر آصف اقبال ہے اور میں on the floor of the House on oath یہ بات کرتا ہوں کہ ڈاکٹر آصف اقبال کرپٹ آدمی ہے، وہ financially بھی کرپٹ ہے اور morally بھی کرپٹ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اراکین اسمبلی پر مبنی ایک کمیٹی قائم کریں (قطع کلامیاں)

میں نے لاء منسٹر صاحب کو بھی کہا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہاں پر حکومت پنجاب کی بدنامی ہو، لوگ سڑکوں پر آ چکے ہیں، والدین پریشان ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! آپ کا point note ہو گیا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! اس بات کو seriously take up کیا جائے اور پاکستان کے مانچسٹر فیصل آباد کے اس کرپٹ وائس چانسلر سے جان چھڑوائی جائے۔

وزیر صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر ہیلتھ!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا ہیلتھ کا Question Hour ختم ہو گیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں،ابھی ختم نہیں ہوا۔ابھی پانچ منٹ ہیں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر!ابھی یہاں پر جو بحث ہو رہی تھی اس کی relevancy کوئی نہیں تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب!بس ٹھیک ہے۔آپ کا point note کر لیا گیا ہے۔اب next question No. 2628 سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!Question No. 2628۔جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

میڈیکل کالجز میں اسسٹنٹ پروفیسرز/پروفیسرز کی خالی اسامیوں اور بھرتی کی تفصیلات

*2628 **سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) نشتر میڈیکل کالج ملتان، قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور، پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد اور راولپنڈی میڈیکل کالج راولپنڈی میں اسسٹنٹ پروفیسروں اور پروفیسروں کی کتنی اسامیاں خالی ہیں اور کب سے؟

(ب) مندرجہ بالا اسامیوں میں سے کتنی اسامیاں مارچ2003 تک پنجاب پبلک سروس کمیشن کی وساطت سے پر کی گئیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت اپنی پالیسی کے مطابق پروفیسروں کو صرف متذکرہ کالجوں میں تعینات کرتی ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت متذکرہ اسامیوں کو کنٹریکٹ کی بنیاد پر ہی پر کرنے میں دلچسپی رکھتی ہے؟

(ہ) مندرجہ بالا حالات کے پیش نظر کیا حکومت پنجاب پبلک سروس کمیشن کی وساطت سے درج بالا تمام گریڈز کی اسامیوں پر تعیناتی کر کے اس دائرہ کار میں آنے والے کالجوں کے مسائل حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے،اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف) نشتر میڈیکل کالج ملتان، قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور، پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد اور راولپنڈی میڈیکل کالج میں اسسٹنٹ پروفیسروں اور پروفیسروں کی خالی اسامیوں کی تفصیل کالج وائز ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) محکمہ صحت حکومت پنجاب نے مختلف ادوار میں سینئر رجسٹرار، اسسٹنٹ پروفیسرز، ایسوسی ایٹ پروفیسرز اور پروفیسرز کی کئی اسامیاں آل پنجاب کی بنیاد پر بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن پر کیں۔ان کی پوسٹنگ مختلف میڈیکل کے اداروں میں ہوتی رہی ہے۔

(ج) حکومت اپنی مجوزہ پالیسی کے مطابق کسی بھی اسسٹنٹ پروفیسر یا پروفیسر کو پنجاب کے کسی بھی میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوشن میں تعینات کر سکتی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔ محکمہ صحت حال ہی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی مختلف شعبہ جات کی 245 نشستیں مستقل بنیاد پر پر کرنے کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو اپنی شفارشات بھجوا چکا ہے۔

(ہ) جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے کہ اسسٹنٹ پروفیسروں کی بھرتی کے لئے پنجاب سروس کمیشن کو لکھا جا چکا ہے۔ اس طرح ایسوسی ایٹ پروفیسرز اور پروفیسرز کی اسامیوں کو پر کرنے کے لئے بھی گورنمنٹ اس پر کام کر رہی ہے۔ جونہی کام مکمل ہو گا، ایسوسی ایٹ پروفیسرز اور پروفیسرز کی اسامیاں بھی بذریعہ PPSC پر کر لی جائیں گی۔ اس سلسلہ میں پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوشنز ایکٹ 2003 میں ترمیم کا کام ہو رہا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ سوال بھی پچھلے سوال سے کچھ ملتا جلتا ہے۔اس میں، میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جز(د) میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ مختلف شعبہ جات کے لئے 245 نشستیں مستقل بنیاد پر پُر کرنے کے لئے پبلک سروس کمیشن کو بھیجی گئی تھیں ان کا کیا بنا؟ یہ 245 نشستیں پبلک سروس کمیشن سے اگر recommend ہو کر آ گئی ہیں اور دوسرا فاضل ہیلتھ منسٹر نے جواب فرمایا ہے کہ پروفیسرز کی براہ راست بھرتی نہیں ہوتی، تقرری نہیں ہوتی۔ ان کا یہ جواب غلط ہے۔ پروفیسرز کی براہ راست تقرری ہوتی ہے۔ہائر ایجوکیشن کمیشن نے اس کا ایک فارمولا بنایا ہوا ہے۔ابھی پچھلے دنوں پنجاب یونیورسٹی میں دس پروفیسر رکھے گئے ہیں۔ ان کا یہ جواب درست نہیں ہے۔ میں یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ جو 15 پروفیسر

کی posts بہاولپور اور دیگر جگہوں پر خالی ہیں، ان کو fill up کرنے کے کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! آپ میرے جواب کو re-play کر لیں۔ میں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ پروفیسرز کی بھرتی براہ راست نہیں ہوتی۔ میں نے کہا تھا کہ ایک تناسب ہوتا ہے کہ 90 فیصد جو پروفیسرز تعینات کئے جاتے ہیں وہ پروموشن پر کئے جاتے ہیں اور 10 فیصد recruitment initial پر کئے جاتے ہیں۔ میں صرف یہ کہہ رہا تھا کہ direct recruitment majority کی نہیں ہوتی۔ انھوں نے دوسرا جو issue اٹھایا ہے۔ کل کے فیصلے کے بعد جتنے بھی لوگ کنٹریکٹ پر ٹیچنگ ہسپتالوں میں موجود تھے ان کو فوری طور ہم نے regularize کر دیا ہے باقی جتنی بھی نئی ریکروٹمنٹ ہو گی وہ پبلک سروس کمیشن کے through ہو گی اور regular posts ہوں گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں وزیر صحت کی توجہ چاہوں گا کہ اس سوال کے جواب جز (د) اور (ہ) میں یہ فرمایا ہے کہ اسسٹنٹ پروفیسرز کی مختلف شعبہ جات کی 245 نشستیں مستقل بنیاد پر پُر کرنے کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن اپنی سفارشات گورنمنٹ کو بھجوا چکا ہے۔ اس کے بعد آگے ہے کہ اسسٹنٹ پروفیسروں کی بھرتی کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو لکھا جا چکا ہے۔ اس کے بعد آگے ہے کہ ایسوسی ایٹ پروفیسرز اور پروفیسرز کی اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے گورنمنٹ اس پر کام کر رہی ہے پھر اس کے بعد آگے لکھا ہوا ہے کہ میڈیکل، ہیلتھ انسٹیٹیوشنز ایکٹ کے شیڈول کے لئے کام ہو رہا ہے۔ کیا یہ کچھ کر بھی رہے ہیں یا اسی طرح سے ہے کہ کام ہو رہا ہے، لکھ دیا ہے، لکھا جا چکا ہے۔ کیا اس میں محکمہ کوئی کام بھی کر رہا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! یہ سوال آج سے چھ ماہ پہلے بھی دیا گیا تھا۔ اس وقت بھی یہ بتایا گیا تھا کہ 245 اسسٹنٹ پروفیسروں کی اسامیاں پبلک سروس کمیشن کو بھیجی گئی ہیں۔ اسی طرح یہ بتایا تھا کہ 10900 میڈیکل آفیسرز male اور 811 میڈیکل آفیسرز female کی اسامیاں خالی ہیں۔ وہ بھی پُر کر دی جائیں گی۔ اسی طرح آج سے دو سال پہلے کہا گیا تھا کہ کنٹریکٹ کے ملازمین مستقل کر دیئے جائیں گے اور اس کی قرارداد پاس ہوئی تھی۔ میرا وزیر صاحب سے یہ سوال ہے کہ پچھلے دو سالوں میں اور جب سے انھوں نے یہ اسامیاں پبلک سروس کمیشن میں بھیجی ہیں، کیا کوئی ریگولر ہوا ہے یا ابھی یہ اعلان ہی ہے کہ جیسے پہلے دو سال گزر گئے ہیں کیا اگلے چھ ماہ بھی یہ اسی طرح گزار دیں گے اور کوئی کنٹریکٹ نہیں ہو گا؟

جناب سپیکر!میں تاریخ درست کر دوں کہ میاں نواز شریف نے88-1987 میں2200ایڈہاک ڈاکٹروں کو الحمراء میںsingle stroke of the penسےregularکیا تھا۔ یہ تاریخ میں ڈاکٹروں پر سب سے بڑااحسان تھا۔ اس کے بعد سے اگر انھوں نے ایک بھی کنٹریکٹ کا ڈاکٹرregularکیا ہے تو وزیر صاحب ایوان کو اس سے آگاہ کریں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر!جو کل فیصلہ کنٹریکٹ ڈاکٹروں کو ریگولر کرنے کا ہوا ہے یہ وہ ڈاکٹر تھے جو پہلے سپیشل سلیکشن بورڈ کے ذریعے سلیکٹ ہوئے تھے۔ یہ ٹیچنگ ہسپتالوں کے تقریباً پانچ سو ڈاکٹر ہیں۔ جنھیں فائدہ ہوا ہے۔اب نیا فیصلہ ہوا ہے اس لئے باقی خالی اسامیاں جو رہ جائیں گی۔ان کو پبلک سروس کمیشن کو بھیجیں گے کہ مزید بھرتی کی جائے۔ جو کنٹریکٹ پر ڈاکٹر تھے وہ سارے کے سارے ریگولر کر دیئے گئے ہیں اور جو میڈیکل آفیسر تھے ان کو ترقی دے کر ریگولر کر کے بطور اسسٹنٹ پروفیسر سینئر رجسٹرار لیا جارہا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: سارے ڈاکٹرpromoteہو گئے ہیں۔اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر صحت: میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے۔اب 15 منٹ کے لئے وقفہ نماز عصر کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز عصر کے لئے 15 منٹ کا وقفہ کیا گیا)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

سرکاری ہسپتالوں کے لئے ادویات کی خریداری کے سابقہ طریق کار کی بحالی

***3269 حاجی محمد اعجاز:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہDevolution Planکے تحت ضلعی حکومتوں کے نظام میں محکمہ صحت پنجاب گزشتہ دو سال سے صوبہ بھر کے طبی اداروں کے لئے ادویات کی خرید کے لئے ٹینڈر نہیں کر رہا جبکہ پنجاب کے تمام اضلاع ادویات کی خرید خود کر رہے ہیں اور فرمیں ادویات کی سپلائی ہر ضلع

میں مختلف ریٹ پر دے رہی ہیں۔ جس سے قومی خزانے کو خاصا نقصان پہنچایا جارہا ہے؟

(ب) اگر مذکورہ بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ صحت پنجاب حسب سابق ادویات کا ٹینڈر خود کرنے کو تیار ہے تاکہ پورے صوبے کے طبی اداروں کو ادویات کی سپلائی ایک ہی ریٹ پر ممکن ہو سکے اور قومی خزانے کا ضیاع روکا جاسکے؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست ہے کہ Devolution Plan کے تحت محکمہ صحت پنجاب گزشتہ دو سال سے ادویات کی خرید کے ٹینڈر نہیں کر رہا ہے۔ کیونکہ ضلعی حکومتوں کے قیام کے بعد سے ادویات کی خریداری کا نظام ضلعی حکومتوں کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ ضلعی حکومتیں پرچیز مینوئل کے تحت ادویات کی خرید کے ٹینڈر اخبارات میں مشتہر کرنے کے بعد خرید رہی ہیں۔ ادویات کی سپلائی / نرخوں میں جو فرق نظر آرہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فرموں کے دفاتر / فیکٹریاں لاہور، کراچی، ملتان اور راولپنڈی میں ہیں اور فرمیں ادویات کی قیمتوں میں سروس چارجز جمع کر دیتی ہیں۔

(ب) محکمہ صحت پنجاب صوبائی سطح پر ادویات کا ریٹ کنٹریکٹ کرنے پر غور کر رہی ہے تاکہ تمام اضلاع میں ادویات کی خریداری سپلائی ایک ہی ریٹ پر ممکن ہو سکے۔

لاہور شہر میں سی۔ٹی سکین کی سہولت والے ہسپتالوں اور دیگر متعلقہ معلومات کی تفصیل

*3393 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور شہر کے کتنے سرکاری ہسپتالوں میں سی۔ٹی سکین کی سہولت موجود ہے، ان سرکاری ہسپتالوں کے نام کیا ہیں اور اب تک جتنے سی۔ٹی سکین ٹیسٹ کئے جاچکے ہیں ان کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) لاہور میں ایسے کتنے ہسپتال ہیں جن میں سی۔ٹی سکین ٹیسٹ کی سہولت نہیں ہے۔ تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ عوام الناس کو ہسپتالوں میں سی۔ٹی سکین مشین کی عدم دستیابی کی وجہ سے پرائیویٹ ٹیسٹ کروانا پڑتا ہے جس پر ہزاروں روپے خرچ آتے ہیں، اس دشواری سے کب تک

عوام الناس کو چھٹکارہ مل جائے گا؟

وزیر صحت:

(الف) میو ہسپتال میں سی ٹی سکین مارچ1999 سے لگی ہوئی ہے اور اب تک28090ٹیسٹ کئے جا چکے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1999	2385	2000	4485
2001	5024	2002	7047
		2003	4947
		اب تک	

2۔ سروسز ہسپتال لاہور میں سی۔ٹی سکین کی سہولت موجود ہے اور 30۔نومبر2003تک29814 ٹیسٹ کئے جا چکے ہیں۔

3۔ لاہور جنرل ہسپتال میں سی۔ٹی سکین کی سہولت موجود ہے۔آج تک کئے گئے سی ٹی سکین ٹیسٹوں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

پرانی سی۔ٹی سکین پر2000-11-14تک57804ٹیسٹ ہوئے۔

نئی سی۔ٹی سکین پر مورخہ2003-12-25تک15477ٹیسٹ ہوئے ہیں۔روزانہ ہونے والے ٹیسٹوں کی تعداد تقریباً40/45ہے۔

4۔ چلڈرن ہسپتال لاہور میں سی۔ٹی سکین کی سہولت موجود ہے۔یہ سہولت2001-11-14 کو شروع کی گئی اور2003-12-27تک کل7574ٹیسٹ اس مشین پر کئے گئے ہیں۔

5۔ جناح ہسپتال لاہور میں سی۔ٹی سکین کی سہولت موجود ہے۔ مگر یہ مشین2003-12-31 سے ناقابل استعمال اور ناکارہ ہو چکی ہے۔2002میں کل3122 سی۔ٹی سکین ٹیسٹ کئے گئے تھے۔

ii۔ نئی مشین خریدی گئی ہے جو کہ کراچی بندرگاہ پر پہنچ گئی ہے۔کسٹم کلیرنس اور انسٹالیشن کے بعد کام شروع کر دے گی۔

(ب) ہسپتالوں کی تفصیل جن میں سی۔ٹی سکین کی سہولت دستیاب نہ ہے:۔

1۔ سرگنگارام ہسپتال فاطمہ جناح روڈ لاہور

2۔ لیڈی ولنگٹن ہسپتال راوی روڈ لاہور

3۔ لیڈی ایچیسن ہسپتال، ہسپتال روڈ لاہور

ای ڈی او(ایچ)لاہور کے ماتحت ہسپتال

4۔ گورنمنٹ میاں منشی ہیڈ کوارٹر ہسپتال بند روڈ لاہور

5۔ گورنمنٹ کوٹ خواجہ سعید ہسپتال، شاد باغ سکیم نمبرII لاہور

6۔ گورنمنٹ نواز شریف ہسپتال یکی گیٹ لاہور

7۔ پنجاب ڈینٹل ہسپتال لاہور

8۔ گورنمنٹ سید مٹھا ہسپتال لاہور

9۔ گورنمنٹ مزنگ ہسپتال لاہور

10۔ گورنمنٹ ہسپتال چوھان روڈ ساندہ کلاں لاہور

11۔ گورنمنٹ ہسپتال پاتھی گراؤنڈ گوالمنڈی لاہور

(ج) یہ درست نہ ہے کہ عوام الناس کو ہسپتالوں میں سی ٹی سکین مشین کی عدم دستیابی کی وجہ سے پرائیویٹ ٹیسٹ کروانا پڑتا ہے کیونکہ جن ہسپتالوں میں سی۔ٹی سکین کی سہولت میسر نہیں ہے، وہ اس سہولت کے لئے مریض کو مناسب نزدیکی سرکاری ہسپتال میں refer کر دیتے ہیں۔

محکمہ صحت کے اشتہارات کی مالیت، اخبارات اور بقیہ ادائیگی کی تفصیلات

*3637 **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 2001 سے آج تک محکمہ ہذا نے کس کس سلسلہ میں کتنی مالیت میں مختلف اخبارات کو اشتہارات کی اشاعت کا حکم دیا؟

(ب) آج تک اس سلسلہ میں کتنی رقم محکمہ ہذا نے ادا کی ہے اور کتنی رقم کس کس اخبار کی ادا کرنا باقی ہے؟

(ج) حکومت باقی رقم کی ادائیگی کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(د) D.G صحت پنجاب کے ذمہ مختلف اخبارات کی کتنی ادائیگی کرنا باقی ہے اور اس ادائیگی کے سلسلہ میں کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) سال2001 سے آج تک سیکرٹری صحت نے ڈاکٹروں کی عارضی تعیناتی مختلف آفیسرز اور اہلکاران کو شوکاز نوٹس اخبارات کو دینے کے لئے اشتہارات ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز پنجاب کو ارسال کئے۔جنہوں نے اپنے طور پر مختلف اخبارات اردو، انگلش میں شائع کروائے۔ جن کی مالیت مبلغ-/32,70,190روپے48پیسے ہیں۔

(ب،ج) آج تک سیکرٹری صحت نے مبلغ-/32,70,190روپے48پیسے ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز پنجاب کو مختلف اخبارات کی ادائیگی کے لئے ادا کئے ہیں۔ سیکرٹری صحت کے ذمہ گرانٹ نمبر10-GA کے تحت کوئی رقم واجب الادا نہیں ہے۔

(د) D.G صحت پنجاب کے ذمہ G-16 کے تحت مبلغ-/25,29,750روپے کے بل زیر کارروائی ہیں جو موجودہ مالی سال06-2005 میں ادا کر دیئے جائیں گے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ صحت کی ملکیت دواساز فیکٹری کی فروخت کی تمام تفصیلات

*3638 **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ برڈوڈروڈ لاہور محکمہ صحت کی ادویات تیار کرنے کی ایک فیکٹری عرصہ دراز سے کام کر رہی تھی جس کو محکمہ نے حال ہی میں فروخت کر دیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس فیکٹری کی فروخت سے قبل اخبارات میں نہ اشتہار دیا گیا ہے اور نہ ہی باقاعدہ نیلامی کی منظوری مجاز اتھارٹی سے حاصل کی گئی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ فیکٹری کی فروخت کے لئے کوئی کمیٹی بھی تشکیل نہ دی گئی ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس فیکٹری کی زمین کروڑوں روپے کی مالیت کی تھی اور مشینری کی قیمت الگ تھی۔ مگر اس کو لاکھوں روپے میں محکمہ کے افسران کی ملی بھگت سے فروخت کر دیا گیا ہے؟

(ہ) کیا حکومت اس فیکٹری کی فروخت میں پائی جانے والی بے قاعدگی کی انکوائری اعلیٰ سطح کمیٹی سے کروانے اور اس کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست ہے کہ فیکٹری عرصہ دراز سے کام کر رہی تھی،1994 میں حکومت پنجاب کے حکم نمبری SO(ms)814/93(80)P مورخہ 10۔مارچ1994 کے تحت بند کر دی گئی جس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اسی حکم کے مطابق فیکٹری سے متعلقہ تمام مشینری اور خام مال کو نیلام کیا جانا تھا۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ اس فیکٹری کی فروخت سے قبل اخبارات میں حسب ضابطہ اشتہار دیا گیا۔ اشتہارات کی کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔ نیلام کمیٹی کی کارروائی بابت acceptance of offer مجاز اتھارٹی کو برائے منظوری بھیجی گئی جس کی منظوری مجاز اتھارٹی نے دے دی۔ منظوری کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ محکمہ صحت پنجاب کے حکم نامہ نمبری SO(P-1)H/3-36/2001 مورخہ 8۔جولائی2002 کے تحت نیلام کمیٹی تشکیل دی گئی۔ حکم نامہ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔ اس فیکٹری کی ملکیت کوئی ذاتی زمین نہ تھی۔ بلکہ یہ فیکٹری ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری حکومت پنجاب برڈوڈروڈ لاہور کی عمارت میں قائم کی گئی تھی۔ مشینری کی قیمت خرید مبلغ 21,36,725 روپے تھی، جبکہ اس کی کتابی قیمت 2,71,629 روپے رہ گئی تھی اور مشینری کو مبلغ 2250,000 روپے میں نیلام کیا گیا اور یہ رقم حکومت کے خزانہ میں جمع کرا دی گئی ہے۔

(ہ) اس فیکٹری کی فروخت میں کوئی بے قاعدگی نہ پائی گئی حکومت پنجاب انکوائری کرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

خانیوال۔BHU باقرپور کی تاریخ قیام،لاگت اور دیگر مسائل کی تفصیل

*4146: مخدوم سید محمد مختار حسین: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع خانیوال باقرپور،بنیادی ہیلتھ سنٹر کب اور کتنی لاگت سے تعمیر ہوا۔ سنٹر ہذا کو محکمہ کی طرف سے کون کون سے آلات سرجری انسٹرومنٹ و آلات بجلی فراہم کئے گئے تھے؟

(ب) کیا سنٹر ہذا کو فراہم کردہ تمام سامان موجود ہے؟

(ج) کون کون سے ڈاکٹر اور ڈسپنسر سنٹر ہذا میں تعینات رہے؟

(د) دوران سال1997 تا2003 کتنا سامان غائب ہوا اس کا ذمہ دار کون ہے اور اس کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

(ہ) سٹاف کی حاضری کی پوزیشن اور روزانہ چیک کرنے کا سسٹم کیا ہے؟

وزیر صحت:

(الف) 1990 میں تعمیر ہوا اور لاگت تقریباً اٹھارہ لاکھ روپے1800000، آلات وغیرہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) نہیں

(ج) (i) ڈاکٹر خالد نسیم محمود (ii) ڈاکٹر شعیب اختر (iii) ڈاکٹر اشعر مسعود

ڈسپنسرز:۔

(i) خورشید احمد (ii) راشد عباس

(iii) محمد رفیق (iv) محمد یٰسین

(v) سید نجم الحسن شاہ (vi) اقبال حسین بھٹی

(vii) محمد عمر (viii) محمد حنیف

(ix) محمد ظہور بھٹی (x) صفدر حسین

(د) جز(ج) میں درج میڈیکل آفیسران وڈسپنسرز، بنیادی مرکز صحت باقرپور میں تعینات رہے ان کے خلاف محکمانہ کارروائی عمل میں لائی گئی اور انہیں نوٹس اظہار وجوہ جاری کئے گئے ہیں۔ جن کی کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

1۔ بنیادی مرکز صحت باقرپور سے جو سامان دوران سال1997 تا2003 تک غائب ہوا اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ گئی ہے۔

2۔ بنیادی مرکز صحت باقرپور پر موجود سامان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

3۔ انکوائری آفیسر جناب ڈاکٹر محمد رضا گردیزی، ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر (ہیلتھ) کبیر والا کی انکوائری رپورٹ نمبر363(H)DD0/ مورخہ 10-11-2005 (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) رپورٹ نمبر کے مطابق محمد اقبال سابقہ ڈسپنسر Baqir Pur BHU اور محمد عمر سابقہ

ڈسپنسر BHU باقرپور کو سامان غائب کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے، جن کو ریکوری کے لیٹر جاری کر دیئے گئے ہیں ریکوری لیٹر کی کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(و) میڈیکل آفیسر روزانہ حاضری چیک کرنے کا ذمہ دار ہے۔

پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں ہیڈز آف ڈیپارٹمنٹس کی تعلیمی قابلیت اور دیگر متعلقہ مسائل کی تفصیل

*4238 محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور کے لئے سرجری اور کارڈیالوجی کے سربراہان کے لئے کیا تعلیم قابلیت مختص ہے، موجودہ سربراہ کارڈیالوجی نے انجیوگرافی / انجیوپلاسٹی اور سٹنٹ پلیسمنٹ کے لئے کیا تربیت حاصل کی ہے؟

(ب) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں اس وقت کتنے پروفیسر کام کر رہے ہیں۔ایک پروفیسر کے تحت کتنے وارڈ اور بیڈ ہیں؟ نیز یہ کہ دوسرے ٹیچنگ ہسپتالوں میں ایک پروفیسر کے ماتحت کتنے وارڈز اور بیڈز ہیں؟

(ج) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں کتنے سالانہ دل کے آپریشن کئے جاتے ہیں؟

(د) اس وقت اس ہسپتال میں کارڈیالوجی اور کارڈیک سرجری کے کتنے پروفیسر کام کر رہے ہیں۔ان کے نام اور تعلیمی قابلیت کیا ہے؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ ہسپتال مذکور میں پروفیسرز کی قلت ہے؟ اگر ہاں تو اس کے باوجود دوسرے ہسپتالوں کے پروفیسرز کی ہسپتال مذکور میں تعیناتی کی پالیسی کا نہ ہونے کا کیا جواز ہے؟

(و) ہسپتال مذکور میں سال 2003 میں دوران آپریشن کتنے مریض وفات پا گئے اور ان کی شرح فیصد کیا ہے؟

وزیر صحت:

(الف) تعلیمی قابلیت برائے سربراہان پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور مندرجہ ذیل ہے:۔

سربراہ شعبہ کارڈیک سرجری

(i) MBBS or equivalent Medical Qualification recognized by the PMDC and the Postgraduate qualification of FCPS/MS, FRCS, MRCP/ Diplomate of American Board in the respective Speciality or equivalent Medical qualifications in the respective Speciality recognized by the PMDC. Or

(ii) MBBS or equivalent Medical qualification recognized by the PMDC with FCPS/ MS/ FRCS, MRCP/ Diplomate of American Board/ General Surgery/ Medicine or any other equivalent Medical qualification recognized by PMDC with 3 years practical experience in the respective Speciality in a recognized institution after Postgraduation.

اوپر بیان کی گئی تعلیمی قابلیت کے ساتھ تین سال بحثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر کام کیا ہو اور دو ریسرچ پیپرز بحثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر کسی PMDC کے منظور شدہ جنرل میں شائع ہوئے ہوں تو وہ پروفیسر کی پوسٹ کے لئے قابل ہے۔

سربراہ شعبہ کارڈیالوجی

اوپر بیان کی گئی قابلیت کے ساتھ تین سال بحثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر کارڈیالوجی کام کیا اور دو ریسرچ پیپر بحثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر کارڈیالوجی کسی PMDC کے منظور شدہ جنرل میں شائع ہوئے ہوں تو وہ پروفیسر کارڈیالوجی کے لئے قابل ہے۔ موجودہ سربراہ کارڈیالوجی پروفیسر محمد اطہر نے انجیو گرافی / انجیو پلاسٹی اور اسسٹنٹ پلیسمنٹ کی تربیت مندرجہ ذیل کورسز کے دوران برطانیہ اور امریکہ سے حاصل کی۔

MBBS, MRCP(UK), Dip Card (London)

F.A.A.C.C (USA)

(ب) اس وقت پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں مندرجہ ذیل چار پروفیسرز کام کر رہے ہیں:۔

(i) پروفیسر جواد ساجد خان (کارڈیک سرجری)

(ii) پروفیسر محمد اظہر (کارڈیالوجی)
(iii) پروفیسر ندیم حیات ملک (کارڈیالوجی)
(iv) پروفیسر محمد شاہ نواز (ریڈیالوجی)

شعبہ کارڈیالوجی کا ایک وارڈ ہے، جس میں 204 بیڈز ہیں، دو پروفیسرز، دو ایسوسی ایٹ پروفیسرز اور تین اسسٹنٹ پروفیسرز کام کر رہے ہیں۔ شعبہ کارڈیک سرجری میں 80 بیڈز ہیں۔ وہاں پر ایک پروفیسر، ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر اور دو اسسٹنٹ پروفیسرز کام کر رہے ہیں۔ پنجاب کے دوسرے ٹیچنگ ہسپتالوں میں بھی ایک پروفیسر کے ماتحت متعلقہ شعبہ کا وارڈ اور bed strength مریضوں کی تعداد کے مطابق تفویض کیا ہوتا ہے۔

(ج) PIC لاہور میں سالانہ تقریباً 1500 آپریشن ہوتے ہیں۔

(د) اس وقت دونوں شعبوں میں کل تین پروفیسرز کام کر رہے ہیں۔ جن کے نام اور ان کی تعلیمی قابلیت درج ذیل ہے:۔

(i) پروفیسر جواد ساجد خان MBBS (Eng) FRCS, EndonBurgh), FRCS(Eng)
(ii) پروفیسر محمد اظہر MBBS, MRCP (UK), Dipcard (Lond), .A.C.C(USA)
(iii) پروفیسر ندیم حیات ملک MBBS, MRCP (UK), Dip Card.

(ہ) کوئی قلت نہیں ہے۔

(و) سال 2003 میں چھ مریض وفات پا گئے ان کی شرح 0.4 فی صد بنتی ہے۔

لاہور۔بچوں کے علاج و آپریشن کے لئے دستیاب سہولیات اور دیگر مسائل

*4240 محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بچوں کے علاج و آپریشن (ہارٹ سرجری) کے لئے سپیشل انسٹیھزیا سپیشل سرجنوں اور سپیشل نرسنگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہاں تو کیا مذکورہ سہولیات پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں موجود ہیں اگر نہیں تو مذکورہ سہولیات کی چلڈرن ہسپتال لاہور میں دستیابی کے باوجود مذکورہ آپریشن پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور میں کرنے کا کیا جواز ہے نیز کیا حکومت مذکورہ آپریشن کے انتظامات چلڈرن ہسپتال لاہور میں کرنے اور اس کے لئے تمام سہولیات وہاں فراہم کرنے کو تیار ہے؟

(ب) مذکورہ ناقص انتظامات کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اور اس سلسلے میں بہتری کے لئے کیا انتظامات کئے گئے ہیں۔اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست ہے کہ بچوں کے علاج و آپریشن کے لئے (ہارٹ سرجری) کے لئے سپیشل انستھیزیا سپیشل سرجن اور سپیشل نرسنگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سہولیات پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں موجود ہیں تاہم چلڈرن ہسپتال میں نوزائیدہ بچوں سے لے کر 16 سال کی عمر تک کے بچوں کی ہارٹ سرجری ہوتی ہے۔ چلڈرن ہسپتال لاہور میں ایک سپیشل سرجن دل کے آپریشن کر رہا ہے۔ چند نرسوں اور ایک انستھزیا سپیشلسٹ کو ٹریننگ دی گئی ہے۔ اب تک 500 سے زائد آپریشن کئے جا چکے ہیں۔ اس وقت چلڈرن ہسپتال پورے پنجاب میں بچوں کے دل کے امراض کا شعبہ ہے۔ مریضوں کی دیکھ بھال کے علاوہ ڈاکٹروں کو تربیت دی جا رہی ہے۔ ایک کمی انجیو گرافی مشین کی ہے۔ جس کی منظوری جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے دے دی ہے اور امید ہے کہ یہ اس سال میں خریدی جائے گی جس سے دل کے مریض بچوں کو بہتر سہولیات مل جائیں گی۔ دونوں ہسپتالوں میں آپریشن ہو رہے ہیں۔ حکومت ضرورت کے مطابق سہولیات فراہم کر رہی ہے۔

(ب) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی اور چلڈرن ہسپتال لاہور میں بچوں کا علاج (ہارٹ سرجری) کے آپریشن باقاعدگی سے ہوتے ہیں۔ اور ان میں کوئی ناقص انتظامات نہیں پائے گئے ہیں۔

محکمہ صحت میں مرد و خواتین میڈیکل آفیسرز کی تعداد

*4309 ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں مرد اور خواتین میڈیکل آفیسرز کی تعداد علیحدہ علیحدہ کتنی ہے؟

(ب) مرد اور خواتین میڈیکل آفیسرز کے نمایاں فرق کی کمی کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر صحت:

(الف) پنجاب ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں مرد میڈیکل آفیسرز کی تعداد 10156 اور خواتین میڈیکل آفیسرز کی تعداد 811 ہے۔

(ب) خواتین میڈیکل آفیسرز کی کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت پنجاب خواتین میڈیکل آفیسرز کو

کنٹریکٹ پالیسی 2004 کے تحت اسپیشل سلیکشن بورڈز کے ذریعے بھرتی کر رہی ہے۔

صوبائی حکومت اور ہسپتالوں کی مینجمنٹ کمیٹیوں کے اختیارات کا تعین

*4311 ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ E.D.O ہیلتھ خانیوال کا تبادلہ بطور ایم۔ایس بہاول وکٹوریہ ہسپتال کر دیا گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاول پور کی مینجمنٹ کمیٹی نے انہیں چارج لینے سے روک دیا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ دیگر ہسپتالوں میں بھی مینجمنٹ کمیٹیاں صوبائی حکومت کے احکام ماننے سے انکار کر رہی ہیں؟

(د) اگر درج بالا کا جواب ہاں میں ہے تو صوبائی حکومت اور مینجمنٹ کمیٹیوں کے اختیارات کا تعین کیسے ہو گا اور ان سرکاری افسروں کی تعیناتی کا کیا ہو گا۔ جنہیں مینجمنٹ کمیٹیاں قبول نہیں کرتیں؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔ پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوٹ ایکٹ 2003 کے سیکشن آٹھ کی رو سے ایم۔ایس کی تعیناتی سے قبل متعلقہ بورڈ آف مینجمنٹ تین افراد کا پینل نامزد کرتا ہے۔ بہاول وکٹوریہ ہسپتال کی کمیٹی نے پینل بھیجنے کے وعدہ کے ساتھ EDO ہیلتھ خانیوال کو چارج لینے نہ دیا۔

(ج) یہ درست نہیں ہے۔

(د) صوبائی حکومت اور مینجمنٹ کمیٹیوں کے اختیارات متعین شدہ ہیں۔اس طرح کا کوئی ابہام نہیں ہے۔ واضح قانونی شقوں کے ماتحت صوبائی حکومت اور مینجمنٹ کمیٹیاں اپنے اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

سیالکوٹ کے ہسپتالوں میں ریڈیالوجسٹ کی منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل

*4386جناب ارشد محمود بگو: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) علامہ اقبال میموریل ہسپتال اور سردار بیگم ہسپتال سیالکوٹ میں کتنے ریڈیالوجسٹ کام کر رہے ہیں اور کتنی اسامیاں مذکورہ ہسپتالوں میں خالی پڑی ہیں؟

(ب) کیاحکومت ان اسامیاں کو پُر کرنے کاارادہ رکھتی ہے توکب تک؟

وزیر صحت:

(الف) علامہ اقبال میموریل ہسپتال سیالکوٹ میں ایک ریڈیالوجسٹ کیSanction Post ہے اور اس پوسٹ پر کوئی ریڈیالوجسٹ کام نہیں کر رہا۔اسی طرح سردار بیگم ہسپتال میں بھی یہی پوزیشن ہے۔ علامہ اقبال ہسپتال میں کل تعداد سپیشلسٹ ڈاکٹرز کی14 اسامیاں ہیں اور صرف ریڈیالوجسٹ کی ایک اسامی خالی ہے۔ سردار بیگم ہسپتال میں کل تعداد سپیشلسٹ ڈاکٹرز کی دس عدد اسامیاں ہیں اور صرف دواسامیاں ایک ریڈیالوجسٹ اور دوسری ٹی بی سپیشلسٹ کی اسامیاں خالی ہیں۔

(ب) حکومت پنجاب نے سپیشلسٹ ڈاکٹرز کے بھرتی کرنے کے تمام ضلعی حکومت کو گورنمنٹ آف پنجاب محکمہ صحت کے مراسلہ نمبرS.O(SC)4-24/2002 مورخہ14-11-2002 کو اختیارات دے دیئے ہیں۔ تمام اضلاع اسی پر عملدرآمد کر رہے ہیں۔ ضلع حکومت کو پھر بھی دوبارہ تاکید مزید کر دی گئی ہے کہ مذکورہ بالاپوسٹیںfill کریں۔

سیالکوٹ میں قائم میڈیکل کالج کی تعمیراتی اور داخلوں سے متعلقہ تفصیل

*4387جناب ارشد محمود بگو: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سیالکوٹ میں میڈیکل کالج کی عمارت کہاں تعمیر ہو رہی ہے، میڈیکل کالج سیالکوٹ کا رقبہ کتنا ہے۔ اس پر کتنا روپیہ خرچ آئے گااور یہ میڈیکل کالج کتنے عرصہ میں کام شروع کر دے گا؟

(ب) کیامذکورہ کالج میں داخلہ شروع ہو چکا ہے،اب تک کتنے طلباء داخل ہوئے ہیں۔کیاداخلے میرٹ پر ہوئے ہیں،ان طالب علموں کی مکمل تفصیل دیں جواب تک داخل ہوئے ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) مجوزہ سیالکوٹ میڈیکل کالج کی تعمیر کے لئے 29.65ایکڑ رقبہ پر علامہ اقبال میموریل ہسپتال کے احاطہ میں پہلے مرحلہ پر اکیڈمک بلاک و رہائشی عمارت کی تعمیر 19.865 ملین روپے کے خرچ کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔تاہم طویل غور و خوض کے بعد جولائی2004میں یہ منصوبہ ناقابل عمل ہونے کی بناء پر ختم کر دیا گیا۔

(ب) مذکورہ سیالکوٹ میڈیکل کالج کے لئے سالانہ بنیاد پر مجوزہ تیس نشستوں پر میرٹ کی بنیاد پر طلباء کے داخلے 03-2002اور 04-2003میں کئے گئے تھے،(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)سال 05-2004میں مجوزہ منصوبہ کے ختم ہونے پر سیالکوٹ میڈیکل کالج کے لئے مخصوص نشستیں سروسز انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز کی 60 نشستوں کے ساتھ ضم کر دی گئیں۔

تحصیل دیپالپور، چک نواں کوٹ جاگیر میں ڈسپنسری کا قیام

*4730بیگم نور النساء ملک:کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نواں کوٹ جاگیر تحصیل دیپال پور ضلع اوکاڑہ اور اس کی پانچ، چھ ذیلی آبادیوں کے لئے صحت کی کوئی سہولت دستیاب نہ ہے؟

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ گاؤں کو صحت کی سہولت فراہم کرنے کے لئے ڈسپنسری کا قیام عمل میں لانے کو تیار ہے،اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) چک نواں کوٹ جاگیر یونین کونسل ڈی 81 تحصیل دیپال پور ضلع اوکاڑہ میں واقع ہے اور اس یونین کونسل میں پہلے سے ہی بنیادی مرکز صحت بھومن شاہ کے نام سے قائم ہے، وہاں پر میڈیکل آفیسر بھی تعینات ہے جو لوگوں کو صحت کی سہولیات احسن طریقے سے فراہم کر رہا ہے۔

(ب) گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق ہر یونین کونسل میں ایک بنیادی مرکز صحت کی سہولت فراہم کی گئی ہے، لہذا اس یونین کونسل میں نئے ہیلتھ یونٹ کے قیام کی ضرورت نہ ہے۔

ڈی۔ایچ۔کیواور الائیڈ ہسپتال فیصل آباد،ایم۔ایس کی تعیناتی کا مسئلہ

*4778رانا آفتاب احمد خان: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ ڈی۔ایچ۔کیو ہسپتال فیصل آباد الائیڈ ہسپتال کے ایم۔ایس کی اسامی گریڈ20 کی ہے؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ مذکورہ اسامی عرصہ ڈیڑھ / دو سال سے بدستور خالی ہے؟

(ج) کن وجوہ کی بناء پر متذکرہ اسامی پر تعیناتی نہیں کی جارہی اور کیا حکومت متذکرہ اسامیوں پر مطلوبہ قابلیت کے حامل افراد کی تقرری کاارادہ رکھتی ہے،اگر ہاں توکب تک، نہیں توکیوں؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) 2003 Autonomous Medical & Health Institutions Rules, کے سب رول8 کے مطابق میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کی تعیناتی کے لئے پرنسپل کی طرف سے پینل بھجوانا ضروری ہے۔ڈی۔ایچ۔کیو ہسپتال فیصل آباد کے لئے پرنسپل پنجاب میڈیکل کالج اینڈ الائیڈ ہسپتال فیصل آباد کو پینل بھجوانے کے لئے چٹھی لکھی تھی۔ پرنسپل پنجاب میڈیکل کالج / الائیڈ ہسپتال فیصل آباد نے ڈاکٹر امتیاز حامد کوایم ایس DHQ ہسپتال فیصل آباد تعینات کرنے کے لئے یکم فروری2006 کو بذریعہ چٹھی سفارش کی ہے۔(پرنسپل کے مراسلہ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)وزیر اعلیٰ پنجاب مجاز اتھارٹی کی منظوری کے لئے محکمہ کی طرف سے سمری بھیجی جارہی ہے۔

DHQ ہسپتال بہاولنگر،ڈینٹل سرجن یونٹ کی فراہمی

*4791 محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال بہاول نگر کے ڈینٹل ڈیپارٹمنٹ کو ڈینٹل سرجن یونٹ مہیا نہیں کیا گیا؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ شعبہ کو ڈینٹل سرجن یونٹ فراہم کرنے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) یہ درست نہ ہے۔ کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بہاولنگر میں ڈینٹل یونٹ مہیا نہ کیا گیا ہے۔ اس ہسپتال میں ایک ڈینٹل یونٹ کام کر رہا ہے۔ دو ڈینٹل سرجن کام کر رہے ہیں۔ جو صبح اور شام کی شفٹ میں اس ڈینٹل یونٹ کو استعمال کر رہے ہیں۔

(ب) اس حصے کا جواب جز (الف) میں دے دیا گیا ہے۔

DHQ ہسپتال بہاولنگر، یورالوجی ڈیپارٹمنٹ کا قیام

*4792 محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بہاول نگر میں یورالوجی ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ وارڈ اور سٹاف نہ ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ ہسپتال میں مریضوں کو سہولت دینے کے لئے یورالوجی ڈیپارٹمنٹ / وارڈ اور سٹاف فراہم کرنے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) اگرچہ یہ درست ہے کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال بہاولنگر میں یورالوجی سے متعلقہ دیگر عملہ نہیں ہے تاہم ڈسٹرکٹ گورنمنٹ بہاولنگر نے مندرجہ ذیل عملہ کو تربیت دلوا کر dialysis یونٹ کو رواں کیا ہوا ہے۔

1۔ میڈیکل آفیسر ایک
2۔ سٹاف نرس ایک
3۔ ڈسپنسر ایک
4۔ او۔ٹی۔اے، ایک

تاہم ریگولر عملہ کی منظوری رواں مالی سال میں متوقع ہے۔

(ب) اس حصے کا جواب جز(الف) میں دے دیا گیا ہے۔

صوبہ میں ڈینٹل سرجن کی منظور شدہ، موجودہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل

*4804 محترمہ طاہرہ منیر: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ کے 34 اضلاع کے لئے Dental Surgeons کی منظور شدہ موجودہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں پہلے ہی Dental Surgeons کی کمی کے باعث عوام سخت مشکلات سے دوچار ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے کیا حکومت موجودہ seats کو بڑھا کر کم از کم 500 کرنے کو تیار ہے اور کیا اس مقصد کے لئے بجٹ 05-2004 میں مناسب رقم مختص کی جائے گی۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) صوبہ کے 34 اضلاع میں منظور شدہ ڈینٹل سرجن کی تعداد 446 ہے۔ ان میں سے 332 ڈینٹل سرجن ریگولر طور پر کام کر رہے ہیں جبکہ 65 ڈینٹل سرجن کو کنٹریکٹ پر بھرتی کیا گیا ہے اور اس وقت 49 اسامیاں خالی ہیں۔ جن پر ضلعی حکومتوں کو اختیارات حاصل ہیں کہ وہ خالی اسامیوں پر کنٹریکٹ پر ڈینٹل سرجن بھرتی کر سکتے ہیں۔

(ب) موجودہ منظور شدہ تعداد کے ذریعے صوبہ میں عوام کو دانتوں کے علاج کی سہولت فراہم کی جا رہی ہے اور اس بارے میں عوام کی طرف سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی ہے۔

(ج) موجودہ تعداد میں اضافے کا کوئی منصوبہ فی الحال زیر غور نہیں ہے۔ اس مقصد کے لئے بجٹ 05-2004 میں فی الحال کوئی رقم مختص کرنے کی سفارش نہیں کی گئی ہے۔

DHQہسپتال گوجرانوالہ، تعمیر، لاگت، گرانٹس اور خریداری ادویات کی تفصیل

*4806:لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ):کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈی۔ایچ۔کیو ہسپتال گوجرانوالہ کی تعمیر کب اور کتنی لاگت سے شروع ہوئی۔اب تک کتنے بلاک تعمیر ہو چکے ہیں اور کتنے ابھی باقی ہیں نیز ان کی تعمیر کب تک مکمل ہو گی اور ان کی تعمیر کے لئے کتنی رقم درکار ہے؟

(ب) سال2003 سے آج تک اس ہسپتال کو کتنی رقم کس کس مد کے لئے فراہم کی گئی ہے۔کیا یہ رقم اس ہسپتال کی ضروریات کے مطابق تھی؟

(ج) سال2003 میں ڈاکٹروں کی منظور شدہ کتنی اسامیاں ہیں۔ کتنی خالی اور کتنی پُر ہیں۔ یہ خالی اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

(د) اس ہسپتال میں ڈاکٹروں کی منظور شدہ کتنی اسامیاں ہیں، کتنی خالی اور کتنی پُر ہیں، یہ خالی اسامیاں کب پُر کر دی جائیں گی؟

وزیر صحت:

(الف) ڈی ایچ کیو ہسپتال ابتدائی طور پر1925 میں تعمیر کیا گیا۔اس کے بعد ضرورت کے مطابق مختلف بلاک تعمیر کر کے اس میں توسیع کی گئی جو کہ درج ذیل ہے:۔

(1) ان ڈور بلاک (شیشہ والا)1970 میں تعمیر کیا گیا۔
(2) آؤٹ ڈور بلاک1983 میں تعمیر کیا گیا۔
(3) ان ڈور بلاک (سرجیکل وارڈ)1985 میں تعمیر کیا گیا۔
(4) نرسنگ / مڈوائفری مع ہوسٹل1985 میں تعمیر کیا گیا۔
(5) انٹرنیز ہوسٹل1986 میں تعمیر کیا گیا۔
(6) فزیوتھراپی یونٹ1994 میں تعمیر کیا گیا۔
(7) ماڈرن آپریشن تھیٹر1999 میں تعمیر کیا گیا۔
(8) کارڈیالوجی یونٹ2003 میں مکمل ہوا اور ٹراما سنٹر (گراؤنڈ فلور) جس کی لاگت کا تخمینہ 19.958 ملین روپے ہے، ضلعی حکومت کے تعاون سے 2005 میں مکمل ہو چکا ہے۔ وومن

ہیلتھ پراجیکٹ کے تحت Maternal Health Unit جس کی لاگت 2.769 ملین ہے بھی مکمل ہو چکا ہے۔

(ب) 2003-04 سے لے کر جنوری 2006 تک کے فنڈز کی تفصیل (Annexur-A) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ادویات جو 2003 سے آج تک فراہم کی گئی ہیں ان کی لسٹ (Annexure- B) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) اس ہسپتال میں ڈاکٹروں کی منظور شدہ اسامیاں 191 ہیں جن کی تفصیل (Annexure-C) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ خالی اسامیاں انشااللہ عنقریب پُر کر دی جائیں گی۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال گوجرانوالہ، 2003 تا حال بھرتی کی تفصیل

*4807 لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 2003 سے آج تک ڈی ایچ کیو ہسپتال گوجرانوالہ میں جتنے افراد بھرتی کئے گئے، ان کے نام، تعلیمی قابلیت، عہدہ، گریڈ اور ڈومی سائل کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر ان تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا ہے تو میرٹ کا طریق کار نیز میرٹ بنانے والے افسران کا نام، عہدہ اور گریڈ بیان فرمائیں؟

(ج) ان میں سے جتنے افراد کو مخصوص کوٹا جات کے تحت بھرتی کیا گیا، ان کے نام، پتا اور جس جس کوٹا کے تحت بھرتی ہوئی، اس کی تفصیل بتائی جائے؟

(د) جتنے افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا، ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل بتائی جائے؟

وزیر صحت:

(الف) سال 2003 سے جتنے افراد آج تک بھرتی کئے گئے ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا اور میرٹ کا طریق کار، میرٹ لسٹ اور میرٹ بنانے والے افسران کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) درج ذیل افراد کی بھرتی مخصوص کوٹا کے تحت کی گئی۔

2003	محمد عارف ولد عبدالستار	لیب انٹنڈنٹ	گریڈ2	میٹرک	معذور کوٹا
	مقصود احمد ولد محمد دین	وارڈ سرونٹ	گریڈ1	میٹرک	فوتگی کوٹا
2005	سید آصف رضا نقوی ولد سید مراتب علی شاہ	ایکسرے انٹنڈنٹ	گریڈ2	میٹرک	فوتگی کوٹا
	تنویر احمد ولد پیراں دتہ	چوکیدار	گریڈ1	مڈل	فوتگی کوٹا
	شہباز محمود ولد حماعت علی	وارڈ سرونٹ	گریڈ1	مڈل	فوتگی کوٹا

(د) کسی بھی فرد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی نہ کیا گیا ہے۔

محکمہ صحت، یکم جنوری2004 تا حال بھرتی کی تفصیل

*4844 سید حسن مرتضٰی: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری2004 سے آج تک محکمہ صحت ضلع جھنگ میں گریڈ ایک سے دس تک بھرتی ہونے والے افراد کے نام، عہدہ، ولدیت، گریڈ، پتا جات، ڈومی سائل اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) یہ بھرتی جس مجاز اتھارٹی نے کی ہے۔اس کا نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) اگر یہ بھرتی میرٹ پر ہوئی ہے تو میرٹ لسٹ فراہم کی جائے۔ نیز میرٹ بنانے کا طریق کار اور میرٹ بنانے والے افسران کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں اشتہار کے بعد ہوئی ہے تو ان اخبارات کی نقل مع تاریخ بیان فرمائیں؟

(ہ) جن افراد کو قواعد میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا ہے۔ان کے نام، ولدیت اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(و) کتنے بھرتی ہونے والے افراد کا تعلق تھانہ بھوانہ ضلع جھنگ سے ہے؟

(ز) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بھرتی ہونے والے افراد میں سے زیادہ تر کا تعلق تھانہ بھوانہ ضلع جھنگ سے ہے کیونکہ ڈی۔ایچ۔او جھنگ کا تعلق بھی اسی علاقہ سے ہے؟

(ح) اگر جز(و)اور(ز)کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ڈی۔ایچ۔او کے خلاف قانونی

کارروائی کرنے اور ان کی طرف سے جاری کردہ بھرتی کینسل کر کے از سر نو بھرتی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) ان تمام ملازمین جو کہ گریڈ ایک سے دس تک بھرتی ہوئے ان کے مکمل کوائف کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ بھرتی ضلعی سلیکشن کمیٹی نے کی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ
1	ڈاکٹر محمد افضل	DOH/EDO(H)	19
2	ڈاکٹر محمد اجمل احمدانی	میڈیکل سپرنٹنڈنٹ DHQ ہسپتال جھنگ	19
3	ڈاکٹر طاہرہ شمیم	پرنسپل پبلک ہیلتھ نرسنگ سکول جھنگ	18
4	مسز زہرہ پروین	پرنسپل جنرل نرسنگ سکول جھنگ	18

تاہم سلیکشن کمیٹی کی سلیکشن کے بعد درج بالا ملازمین جز(الف) کی تعیناتی کے آرڈر مندرجہ ذیل افسران نے کئے۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ
1	ڈاکٹر محمد افضل	DOH/EDO(H)	19
2	ڈاکٹر محمد اجمل احمدانی	میڈیکل سپرنٹنڈنٹ DHQ ہسپتال جھنگ	19
3	ڈاکٹر طاہرہ شمیم	پرنسپل پبلک ہیلتھ نرسنگ سکول جھنگ	18
4	مسز زہرہ پروین	پرنسپل جنرل نرسنگ سکول جھنگ	18

(ج) میرٹ لسٹ اور طریق کار کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ میرٹ لسٹ مندرجہ ذیل افسران نے تیار کی جو کہ گورنمنٹ کی تشکیل کردہ ریکروٹمنٹ کمیٹی کے ممبران ہیں۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ
1	ڈاکٹر محمد افضل DOH/EDO(H)	چیئرمین / سیکرٹری	19
2	حافظ محمد الیاس D.D.O جھنگ	ممبر	19
3	محمد شفیق EDO(F&P)	ممبر	19
4	محمد انور شاہ، سیکشن آفیسر محکمہ صحت پنجاب لاہور	ممبر	17

(د) یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں اشتہار کے ذریعے ہوئی ہے۔کا پی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کوئی بھی فرد قواعد وضوابط میں نرمی کر کے بھرتی نہ کیا گیا ہے۔

(و) مندرجہ ذیل(5) پانچ افراد ہیں۔

نمبر شمار	نام	پتاجات	عہدہ
1	ثمینہ بی بی دختر عمر فاروق	عزیز آباد بھوانہ	LHV
2	محمد طارق جاوید ولد محمد نواز	نزد گرڈ سٹیشن بھوانہ	نائب قاصد (کوٹا برائے معذور افراد
3	عاصم رضا ولد محمد یار عاصم	عزیز آباد بھوانہ	نائب قاصد
4	حق نواز ولد سردار بخش	فتح علی تھانہ بھوانہ	خاکروب
	خالد حیات ولد غلام محمد	چک نمبر 195 ج۔ب تھانہ بھوانہ	چوکیدار

(ز) یہ بالکل درست نہ ہے کہ بھرتی ہونے والے زیادہ تر افراد کا تعلق تھانہ بھوانہ سے ہے جبکہ بھرتی ہونے والے(94) خواتین وحضرات میں سے صرف درج بالا(5) افراد کا تعلق تھانہ بھوانہ سے ہے اور یہ بھی درست نہ ہے کہ DOH جھنگ کا تعلق تھانہ بھوانہ ضلع جھنگ سے ہے، حقیقتاً DOH جھنگ سیٹلائیٹ ٹاؤن چنیوٹ کے رہائش ہیں۔اس کو کنفرم کیا جاسکتا ہے۔

(ح) جز(و) اور(ز) کا جواب منفی میں ہے کیونکہ نہ تو قواعد وضوابط میں نرمی کی گئی ہے اور نہ ہی بھرتی ہونے والے افراد میں سے زیادہ تر کا تعلق تھانہ بھوانہ سے ہے بلکہ میرٹ پالیسی کو سختی سے لاگو کیا گیا۔اگر یہ بھرتی منسوخ کر دی گئی تو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا کیونکہ بھرتی ہونے والے افراد تقریباً 2 ماہ سے زائد عرصے کی سروسز محکمہ صحت کو دے چکے ہیں۔ متاثرین عدالتوں سے رجوع کریں گے۔ جس میں قانونی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا اور اس طرح سے بے روزگاری میں مزید اضافہ ہوگا۔

نشتر ہسپتال ملتان، آؤٹ ڈور کی لفٹ کا مسئلہ

*4868ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) نشتر ہسپتال ملتان میں آؤٹ ڈور کی لفٹ کب سے خراب ہے؟

(ب) کیا معذور اور زیادہ بیمار مریضوں کو بالائی منزل پر قائم آؤٹ ڈور پہنچنے کے لئے کوئی متبادل انتظام کیا گیاہے؟

(ج) یہ لفٹ کب تک ٹھیک ہو گی؟

وزیر صحت:

(الف) نشتر ہسپتال آؤٹ ڈور کی لفٹ پچھلے ایک سال سے خراب ہے۔

(ب) نئے ایمرجنسی وارڈ میں rampکی provisionرکھی گئی ہے۔ جس کی بالائی منزل پر قائم آؤٹ ڈور سے برج کے ذریعے سے منسلک کیا گیاہے۔

(ج) لفٹ اب ٹھیک ہو گئی ہے۔

جنرل ہسپتال کوٹ خواجہ سعید، تعمیر، بیڈز، سالانہ اخراجات اور خالی اسامیوں کی تفصیل

*4877جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) جنرل ہسپتال کوٹ خواجہ سعید کب اور کتنے رقبے پر تعمیر کیا گیا۔اس کے سالانہ اخراجات کی تفصیل کیاہے؟

(ب) مذکورہ ہسپتال کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ج) مذکورہ ہسپتال میں کتنی اسامیاں خالی ہیں۔ حکومت کب تک خالی اسامیاں پر کرنے کاارادہ رکھتی ہے؟

(د) کیایہ درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال کے کچھ رقبہ پر ناجائز قابضین کاقبضہ ہے،اگر جواب ہاں میں ہے تو حکومت اس رقبہ کی واگزاری کے لئے کیاکوشش کر رہی ہے؟

وزیر صحت:

(الف) جنرل ہسپتال کوٹ خواجہ سعید 1992 میں تعمیر کر کے محکمہ صحت کے حوالے کیا گیا۔ ہسپتال کا کل رقبہ 91 کنال آٹھ مرلہ 6 سکوائر فٹ ہے اور تعمیری رقبہ 40 کنال تقریباً ہے، بقیہ پر ناجائز قبضہ ہے۔اس کے سالانہ اخراجات اس طرح ہیں:۔

تمام سٹاف کی سالانہ تنخواہ	14912347/-
سالانہ مرمت برائے بلڈنگ و مشینری، ٹرانسپورٹ	1237072/-
سالانہ بجلی، پانی، ادویات، ٹیلی فون و پٹرول وغیرہ وغیرہ	4213607/-
سالانہ ترقیاتی پروگرام	2525975/-

(ب) مذکورہ ہسپتال 125 بیڈز پر مشتمل ہے۔

(ج) مذکورہ ہسپتال میں اس وقت 12 اسامیاں جو کہ سکیل نمبر 17 اور 18 جس میں سپیشلسٹ بھی شامل ہیں۔

علاوہ ازیں سکیل 1تا5 اور سکیل 6تا11 کی کچھ اسامیاں خالی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہسپتال کی انتظامیہ نے آفسران بالا صوبائی حکومت پنجاب اور ضلعی حکومت لاہور کو اطلاعاً و ضروری کارروائی مراسلے ارسال کئے ہوئے ہیں اور وقتاً فوقتاً یاددہانی بذریعہ خط و فیکس کرائی جاتی ہے۔

(د) جی ہاں۔ مذکورہ ہسپتال کے رقبہ 32 کنال تقریباً پر ناجائز قابضین کا قبضہ ہے۔ جس پر کچھ ناجائز قابضین نے عدالت سے رجوع کر کے حکم امتناعی حاصل کیا ہوا ہے اور سماعت ابھی جاری ہے۔اس سلسلہ میں ہسپتال انتظامیہ نے ضلعی گورنمنٹ سے رابطہ کیا ہوا ہے اور وقتاً فوقتاً بذریعہ خطوط یاددہانی بھی کروائی جاتی ہے۔اس خط و کتابت کی وجہ سے زمین کا انتقال(Sale Deed) کے خسرہ جات کے مطابق کارپوریشن کے نام کر دیا گیا ہے اور اس کی نشاندہی(Demarcation) کے لئے EDO(R) اور E.S.R.O لاہور کینٹ سے رابطہ کیا ہوا ہے اور اسی سلسلہ میں متعلقہ تحصیلدار نے ہمراہ پٹواری کوٹ خواجہ سعید اور پٹواری کارپوریشن ہسپتال کا تفصیلی دورہ کیا ہے۔ مزید کارروائی جاری ہے۔

پی پی۔141 لاہور، ہسپتالوں، ڈسپنسریوں، سٹاف، عمارات اور اسامیوں کی تفصیل

*4878جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔141 لاہور میں کتنے ہسپتال اور ڈسپنسریاں قائم ہیں، ان میں تعینات ڈاکٹرز، لیڈی ڈاکٹرز اور دیگر عملہ کے نام اور عہدہ کی مکمل تفصیل بیان کریں؟

(ب) ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کی عمارتوں میں کتنی کرائے پر اور کتنی محکمہ صحت کی ملکیت ہیں۔ الگ الگ تفصیل بیان کریں؟

(ج) ان میں کتنے ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں کتنی اسامیاں خالی ہیں نیز خالی اسامیاں حکومت کب تک پر کرنے کاارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت:

(الف) حلقہ پی پی۔141 میں سابقہ ایم۔سی۔ایل کے زیر انتظام ایک آئی ہسپتال اور 8 ڈسپنسریاں قائم ہیں۔ڈاکٹرز اور دیگر عملہ کے نام اور عہدہ کی تفصیل فلیگ (A) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) حلقہ پی پی۔141 میں صرف داتا نگر ڈسپنسری کی عمارت کرایہ پر ہے۔

(ج) تفصیل فلیگ (بی) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سرگنگارام ہسپتال لاہور، لیڈی ڈاکٹرز و سٹاف نرسز کی منظور شدہ اور موجودہ تعداد اور دیگر مسائل

*4924جناب سمیع اللہ خان: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سرگنگارام ہسپتال لاہور میں خواتین ڈاکٹرز اور سٹاف نرسز کی منظور شدہ اور موجودہ تعداد کیا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال میں سٹاف نرسز کی بہت کمی ہے۔کیا ہسپتال کی انتظامیہ نے یہ کمی پوری کرنے کی کبھی کوشش یا ڈیمانڈ کی ہے؟

(ج) مذکورہ ہسپتال میں کام کرنے والی تمام سٹاف نرسز کی سنیارٹی کا طریق کار کیا ہے۔ موجودہ سنیارٹی لسٹ فراہم کی جائے؟

(د) کیاحکومت سٹاف نرسز کی کمی پوری کرنے اوران کی سنیارٹی درست کرنے کاارادہ رکھتی ہے،اگرہاں توکب تک، نہیں تواس کی کیاوجوہات ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) ریگولر سٹاف نرسز کی منظور شدہ تعداد189 ہے، جس میں سے177 تعینات اور11 خالی ہیں۔

(ب) جی ہاں۔ یہ بات درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال میں سٹاف نرسز کی کمی ہے، جس کو پوراکرنے کے لئے بورڈآف ڈائریکٹرز سرگنگارام نے50 اضافی چارج نرسز (علاوہ ریگولر نرسز کے)بذریعہ کنٹریکٹ پر بھرتی کافیصلہ کیاجس میں سے28 چارج نرسز نے حاضری دے دی ہے۔

(ج) مذکورہ ہسپتال کی چارج نرسز کی سنیارٹی باقی تمام ہسپتالوں کی چارج نرسز کے ساتھ پنجاب لیول پر ان کی تقرری کے حساب سے ترتیب دی جاتی ہے، یہ کام ڈائریکٹر جنرل نرسنگ کے دفتر میں سرانجام دیاجاتاہے۔ سنیارٹی کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) تقریباًہر سال حکومت پنجاب کی اجازت ملنے کے بعد محکمہ صحت کے تحت سٹاف نرسز کی تقرریاں کی جاتی ہیں۔اس وقت بھی اس کمی کو پوراکرنے کے لئے خالی اسامیوں پر بھرتی جاری ہے۔جی ہاں۔ سنیارٹی لسٹ باقاعدہ درست کی جاتی ہے،اس لئے سنیارٹی لسٹ کو تمام ہسپتالوں میں اعتراضات کے لئے بھیجاجاتاہے اوراعتراضات وصول کرنے کے بعداس کو نوٹیفائی کیاجاتاہے۔اس سال بھی یعنی2004 میں سنیارٹی لسٹ بناکر تمام ہسپتالوں میں اعتراضات کے لئے بھیجی گئی اورلسٹ پر اعتراضات ختم کرنے کے بعد سنیارٹی لسٹ کو مئی2004 میں پنجاب کے تمام ہسپتالوں میں دوبارہ نوٹیفائی کردیاگیاہے۔

سرگنگارام ہسپتال لاہور، سٹاف نرسز کی تنخواہ سے ناجائز کٹوتی کی ادائیگی کا مسئلہ

*4925جناب سمیع اللہ خان: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ سرگنگارام ہسپتال لاہور کی تمام سٹاف نرسز کی مئی اور جون2002 کی تنخواہ سے بغیر کسی نوٹس2000روپے سے لے کر4500روپے کٹوتی کی گئی نیز کیایہ کٹوتی مڈوائفری الاؤنس کی ہے؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ سپریم کورٹ کے حکم مورخہ 25۔ مئی2002اور محکمہ صحت کے لیٹر نمبری S-O(NC)2-1/92(S)P مورخہ 5۔ ستمبر2002 کے تحت سابقہ ریکوری نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟

(ج) کیایہ بھی درست ہے کہ جناب وزیر صحت نے اسمبلی سوال نمبر297 کے جواب میں واضح کیا تھا کہ جو غیر قانونی کٹوتی کی گئی ہے، فوراً واپس کی جائے گی لیکن آج تک کسی سٹاف نرس کو یہ ریکوری واپس نہ کی گئی ہے؟

(د) کیایہ بھی درست ہے کہ یہ ریکوری پنجاب کے باقی کسی ہسپتال میں نہ کی گئی ہے؟

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ہسپتال کی تمام سٹاف نرسز جن کی کٹوتی غیر قانونی طور پر کی گئی، ادا کرنے اور ذمہ دار اہلکاران جو اس غیر قانونی کٹوتی میں ملوث ہیں یا جن اہلکاران نے عدالتی اور جناب وزیر صحت کے حکم کی پروانہ کرتے ہوئے ریکوری واپس نہ کی ہے ان کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) سٹاف نرسز کو گورنمنٹ کی طرف سے بحوالہ چٹھی نمبرSO(MCW)-10-32/70-III مورخہ 1982-03-08 کے تحت مڈوائفری ڈپلومہ کی مد میں دو پیشگی سالانہ ترقیاں دینے کا فیصلہ کیا گیا بعدازاں بمطابق گورنمنٹ نوٹیفکیشن نمبرFD.PP.12-3/97(PT-I) مورخہ 1999-10-09 کے تحت تمام سٹاف نرسز کو مڈوائفری کے ڈپلومہ کی مد میں ملنے والی پیشگی دو سالانہ ترقیاں وصولی کا نااہل قرار دیا گیا، مورخہ 1986-10-21 سے مزید یہ کہ دوران سال99-1998 اور -1999 01 میں آڈٹ آفیسران نے بحوالہ لیٹر مورخہ 1999-10-09 سے دو سالانہ ترقیاں زیادہ وصول کرنے پر آڈٹ پیرے بنا دیئے اور یہ کہ اس عرصہ مورخہ 1986-10-21 تا 10/2001 زیادہ وصول کی گئی کل رقم Rs.63,73,025/- بنتی ہے اور ہسپتال انتظامیہ کو اس رقم کو وصول کرنے کے لئے پی اے سی کمیٹی میں ڈرافٹ پیرا پیش کیا گیا، جس کی بناء پر ہسپتال انتظامیہ نے دورانیہ پانچ ماہ نومبر 2001 تا۔مارچ2002 موجودہ سٹاف نرسز سے 4/2002 میں مبلغ2400 روپے فی نرس یکمشت رقم کی وصولی کی گئی اور اس کے بعد کوئی اور رقم کی کٹوتی نہ کی گئی ہے اور مزید اس کے

بعد یہ دو سالانہ ترقیاں بند کر دی گئی ہیں اور ان دو سالانہ ترقیوں کی رقم مارچ2002 تک تمام نرسز ماہانہ وصول کرتی رہی ہیں۔

(ب) ہسپتال انتظامیہ کو ہائی کورٹ کا فیصلہ مورخہ 22-05-2002 بحوالہ ڈائریکٹر جنرل نرسنگ پنجاب کا حکم نامہ مورخہ 21-06-2002 کو موصول ہوا تھا اور اس سے پہلے کٹوتی کی جا چکی تھی۔

(ج) جناب وزیر صحت کے حکم کے مطابق اب تک محکمہ کی طرف سے کٹوتی کی واپسی کا کوئی حکم نامہ وصول نہ ہوا ہے کہ تمام نرسز کو کٹوتی کی رقم واپس کی جائے۔

(د) معلوم نہیں۔

(ہ) ہسپتال انتظامیہ 22-05-2003 کو جاری ہونے والے ہائی کورٹ کے حکم نامہ سے پہلے جو رقم کی کٹوتی کر چکی تھی اور گورنمنٹ کی طرف سے رقم کی واپسی کے احکامات اگر جاری کئے گئے ہوں اور کوئی اہلکار گورنمنٹ کے احکامات پر عمل نہ کرتا ہوا پایا گیا تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔

جناح ہسپتال لاہور ڈاکٹرز کی غفلت سے قیمتی جان کا ضیاع اور حکومتی اقدامات

*4927: رانا آفتاب احمد خان: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 18-08-2003 کو جناح ہسپتال لاہور کی گائنی وارڈ نمبر 2 میں مسز فرحت اسحاق نامی مریضہ کو gastro-enterieties کے ساتھ داخل کیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کیس پیچیدہ ہونے کی بناء پر سینئر ڈاکٹرز نے مریضہ کو آپریشن کے لئے اگلے دن باقاعدہ آپریشن لسٹ میں شامل کرنے کا حکم دیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بغیر کسی پروگرام و ایمرجنسی کے جونیئر لیڈی ڈاکٹرز نے بغیر کسی وجہ کے 18-8-2003 کی شام کو بغیر کسی ضروری تیاری کے مریضہ کا آپریشن کر دیا اور مریضہ کی انتہائی تشویش ناک حالت میں آئی۔ سی۔یو (ICU) میں شفٹ کر دیا۔ جہاں مریضہ 19-08-2003 کو انتقال کر گئی؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس پیشہ وارانہ اور مجرمانہ غفلت کی مرتکب لیڈی ڈاکٹرز کے خلاف محکمانہ انکوائری کروا کر ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) جناح ہسپتال لاہور کی گائنی وارڈ نمبر2 میں مورخہ 14-08-2003 کو مسز فرحت اسحاق نامی مریضہ کو Gastro-enterie اور Full Term Pregnancy کے ساتھ داخل کیا گیا۔

(ب) یہ درست ہے کہ مریضہ کو اگلے دن یعنی 19-08-2003 کی elective لسٹ پر باقاعدہ آپریشن کے لئے رکھا گیا تھا۔

(ج) محکمانہ انکوائری میں متعلقہ ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق مریضہ کا 18-08-2003 کی شام foetal distress کی وجہ سے آپریشن کرنا پڑا۔ یہ درست ہے کہ مریضہ کو آپریشن کے بعد ICU میں شفٹ کیا گیا جہاں پر مریضہ اپنے مرض کی پیچیدگیوں کی وجہ سے باوجود ماہر طبی امداد مورخہ 21-08-2003 کو دن 3:40 پر انتقال کر گئی۔

(د) غفلت کی مرتکب لیڈی ڈاکٹرز پروفیسر ڈاکٹر فرخندہ شعیب پروفیسر آف Gynae Obstetrcies اور دوسروں کے خلاف محکمانہ انکوائری شروع ہو چکی ہے اور خوشنود اختر لاشاری (ACS) اس کیس میں انکوائری آفیسر مقرر ہوئے ہیں۔ مزید برآں عرض ہے کہ ڈاکٹر فرخندہ شعیب کو علامہ اقبال میڈیکل کالج سے ٹرانسفر کیا جا چکا ہے۔

DHQ/ہسپتال گوجرانوالہ،2002تاحال بھرتی کی تفصیل

*4940: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک DHQ ہسپتال ضلع گوجرانوالہ میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا۔ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومی سائل اور پتاجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ بنانے کا طریق کار اور میرٹ لسٹ فراہم کی جائے؟

(ج) میرٹ بنانے والے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، گریڈ، عہدہ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کر کے کی گئی تو ان اخبارات کے نام، تاریخ مع نقل فراہم کی جائے؟

(ہ) جن افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا، ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ تعلیمی قابلیت اور دیگر تفصیل مع رولز میں نرمی کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف) سال2002 سے آج تک DHQ ہسپتال ضلع گوجرانوالہ میں 14 افراد بھرتی کئے گئے۔ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل اور پتاجات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا اور میرٹ کا طریق کار اور میرٹ لسٹ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) جی، تمام افراد کو اخبار میں تشہیر کر کے بھرتی کئی گئی۔ان اخبارات کی کاپی مع نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کسی بھی فرد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی نہ کیا گیا ہے۔

گوجرانوالہ، 2002 تاحال، محکمہ صحت میں بھرتی کی تفصیل

*4941 چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری2002 سے آج تک محکمہ صحت ضلع گوجرانوالہ میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا۔ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومی سائل اور پتاجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ بنانے کا طریق کار اور میرٹ لسٹ فراہم کی جائے؟

(ج) میرٹ بنانے والے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، گریڈ، عہدہ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کر کے کی گئی تو ان اخبارات کے نام، تاریخ مع نقل فراہم کی جائے؟

(ہ) جن افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا، ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور دیگر تفصیل مع رولز میں نرمی کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف) سال2002 سے آج تک محکمہ صحت ضلع گوجرانوالہ میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا۔ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومی سائل اور پتا جات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا اور میرٹ کا طریق کار اور میرٹ لسٹ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) تمام افراد کو اخبارات میں تشہیر کر کے بھرتی کیا گیا۔ان اخبارات کی کاپی مع نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کسی بھی فرد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی نہ کیا گیا ہے۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال لیہ، ڈاکٹرز کی بھرتی کا مسئلہ

*4978 مہر اعجاز احمد اچلانہ: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی۔ایچ۔کیو ہسپتال لیہ میں دو سالہ کنٹریکٹ پر بھرتی شدہ ڈاکٹرز کی میعاد 16۔اپریل2004 کو ختم ہو چکی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو دوبارہ بھرتی کے لئے محکمہ صحت نے اشتہار اب تک کیوں نہیں دیا؟

وزیر صحت:

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ ڈی۔ایچ۔کیو ہسپتال لیہ میں بھرتی کئے گئے سپیشلسٹ ڈاکٹرز کے دو سالہ کنٹریکٹ کی میعاد ختم ہو چکی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ دوبارہ بھرتی کے لئے اخبار میں اشتہار نہ دیا گیا ہے، محکمہ ہذا نے اس case کا بغور جائزہ لیا ہے، متعلقہ ضلعی گورنمنٹ کی سفارش اور کنٹریکٹ پر کام کرنے والے سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی سابق تسلی بخش کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی مدت ملازمت میں تین سالہ توسیع کے لئے

جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو سمری بھیج دی ہے تاہم اس دوران محکمہ ہذا نے ای۔ڈی۔او ہیلتھ لیہ اور میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈی۔ایچ۔کیو ہسپتال لیہ کو مراسلہ مورخہ 13-04-2004 کو بھیجا ہے کہ جب تک وزیر اعلیٰ صاحب سمری پر کوئی فیصلہ نہیں دیتے اس وقت تک ان تمام ڈاکٹرز کو کام کرتے رہنے کی اجازت دی جائے۔

مندرجہ بالا سمری پر وزیر اعلیٰ پنجاب کے احکامات موصول ہوتے ہی ضلعی حکومت کو مزید ہدایات جاری کر دی جائیں گی۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال جہلم، ایم۔ایس، اے۔ایم۔ایس اور ڈی۔ایم۔ایس کی اسامیوں اور تعینات آفیسرز کی تفصیلات

*5018: شیخ تنویر احمد: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈی ایچ کیو ہسپتال جہلم میں ایم۔ایس، ایڈیشنل ایم۔ایس اور ڈپٹی ایم۔ایس کی منظور شدہ اور پر شدہ اسامیوں کی تعداد اور ان پر کام کرنے والے ڈاکٹرز کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ان میں سے کتنے ملازمین کو قواعد میں نرمی کر کے ان عہدہ پر تعینات کیا گیا ہے نیز قواعد میں نرمی کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) ان میں سے جن ملازمین کے خلاف محکمانہ اور قانونی کارروائی ہو رہی ہے ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(د) ان میں سے کتنے ملازمین عرصہ تین سال سے ایک ہی جگہ پر کن وجوہات کی بناء پر کام کر رہے ہیں؟

(ہ) ان ملازمین کو سال 2002 سے آج تک تنخواہوں اور ٹی۔اے، ڈی۔اے کی مد میں جو ادائیگی کی گئی ہے، اس کی تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر صحت:

(الف) مذکورہ ہسپتال میں (BS-20) کے ڈاکٹر محمد رشید جاوید ایم ایس تعینات ہیں۔ منظور شدہ پوسٹ ایک عدد ہے۔ مذکورہ ڈاکٹر کی تعلیمی قابلیت ایم بی بی ایس اور ڈی پی ایچ ہے۔ اے ایم ایس (BS-19) کی اسامی ایک عدد ہے جو کہ ابھی تک خالی ہے۔ ڈی ایم ایس کی چار اسامیاں ہیں جن پر درج ذیل

ڈاکٹر تعینات ہیں۔

نام	تعلیمی قابلیت	عہدہ	گریڈ	عرصہ تعیناتی	تجربہ
ڈاکٹر ماہ جبین اسجد	MBBS,DGO,MCPS	ڈی ایم ایس	SMO BS-18	19-03-93 todate	14-01-1987
ڈاکٹر اعجاز احمد شیخ	MBBS,DCH	ڈی ایم ایس	MO BS-18	18-10-02 todate	17-02-1987
ڈاکٹر فیاض احمد ملک	MBBS	ڈی ایم ایس	SMO BS-18	18-10-02 todate	26-02-1983
ڈاکٹر شاہد تنویر	MBBS,MHM	ڈی ایم ایس	SMO BS-18	28-02-00	10-03-1998

(ب) کوئی نہیں۔

(ج) ڈاکٹر ماہ جبین اسجد ڈی ایم ایس (BS-18) کے خلاف انکوائری آرڈیننس 2000، پنجاب ریمووَل فرام سروس (سپیشل پاورز) کے تحت کارروائی ہو رہی ہے۔اس میں EDO(Health) جہلم کو مورخہ 20-05-05 کو انکوائری آفیسر مقرر کیا گیا ہے۔تعیناتی انکوائری آفیسر اور statement of allegations) کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) تمام ملازمین عرصہ تین سال سے زیادہ ہو گئے ہیں ماسوائے ایم ایس کے۔

(ہ)

Year	Expenditure(Rs.)
2002-03 pay	14495040
T.A/D.A	149420
2003-04 pay	14419400
T.A/D.A	188599
2004-05 pay	152159154
T.A/D.A	136132

ضلع راولپنڈی، سرکاری ہسپتالوں، ڈاکٹرز کی مجموعی تعداد، خالی اسامیوں اور بیڈز کی تفصیلات

*5082 جناب محمد وقاص: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع راولپنڈی میں اس وقت حکومت پنجاب کے تحت کتنے ہسپتال کن کن ناموں سے اور کن کن جگہوں پر واقع ہیں؟

(ب) ان ہسپتالوں میں تعینات ڈاکٹرز کی مجموعی تعداد کیا ہے؟

(ج) ڈاکٹرز کی کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

(د) ان تمام ہسپتالوں میں مجموعی طور پر کتنے بستروں کی گنجائش ہے؟

وزیر صحت

(الف) ضلع راولپنڈی میں حکومت پنجاب کے ہسپتالوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(i) راولپنڈی جنرل ہسپتال، مری روڈ راولپنڈی
(ii) D.H.Q ہسپتال راولپنڈی
(iii) ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی
(iv) سید محمد حسین گورنمنٹ ٹی بی سینیٹوریم سالمی ہسپتال مری
(v) تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال ٹیکسلا T.H.Q
(vi) گوجر خان
(vii) ٹی ایچ کیو ہسپتال مری
(viii) T.H.Q ہسپتال کہوٹہ

(ب) ان ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی مجموعی تعداد 375 ہے۔

(ج) ان ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی 60 اسامیاں خالی ہیں۔

(د) ان ہسپتالوں میں مجموعی طور پر 2007 بستروں کی گنجائش ہے۔

(نماز عصر کے وقفہ کے بعد جناب قائم مقام سپیکر 6 بج کر 13 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

مسودہ قانون(ترمیم)سوسائٹی رجسٹریشن مصدرہ2006
قانون نمبر4اور مسودہ قانون(ترمیم)دی بورڈآف ٹیکنیکل ایجوکیشن
مصدرہ2004قانون نمبر14کے بارے میں مجلس قائمہ برائے انڈسٹری کی
رپورٹوں کاایوان میں پیش کیاجانا

جناب قائم مقام سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سید محمد رفیع الدین بخاری مجلس قائمہ برائے انڈسٹریز کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرناچاہتے ہیں میں ان کو دعوت دیتاہوں کہ وہ رپورٹیں ایوان میں پیش کریں۔

سید محمد رفیع الدین بخاری: میں

The Society Registration (Amendment) Bill 2006 (Bill No.4 of 2006) and The Punjab Board of Technical Education (Amendment) Bill 2004, (Bill No. 14 of 2004) moved by Dr. Syed Waseem Akhtar MPA PP-271

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے انڈسٹریز کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتاہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں بڑے اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ چاہوں گااور میں پہلے بھی یہ پوائنٹ آؤٹ کر چکاہوں۔اب چونکہ بجٹ اجلاس آرہاہے آپ نے بجٹrepresentکرنا ہے دیکھیں جب اس ہاؤس میں80 ممبران تھے تواس وقت بھی ممبروں کوbudget speechکے لئے چار دن دیئے جاتے تھے اور یہ ایک ایسامسئلہ ہوتاہے کہ اس میں اپوزیشن اور حزب اقتدار کی کوئی قید وبند نہیں ہوتی۔ پہلے 80 ممبران ہوتے تھے اب اس وقت اس ہاؤس میں 371 ممبران ہیں اور اب بھیspeechکے

لئے چار دن ہی ہوتے ہیں۔ میں نے یہ پہلے بھی پوائنٹ آؤٹ کیا تھا اب بھی آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب بیٹھے ہیں، میں ان سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ ممبران کو اس participation کے حق سے محروم نہ کریں کیونکہ بجٹ میں ہر ممبر participate کرنا چاہتا ہے اور صرف چار دن دینے سے ان کو حق نمائندگی سے محروم کیا جارہا ہے۔ میں نے پچھلے سال بھی پوائنٹ آؤٹ کیا تھا اس سے پچھلے سال بھی پوائنٹ آؤٹ کیا تھا آج میں پھر پوائنٹ آؤٹ کر رہا ہوں کہ اب جب budget debate کے لئے ممبروں کو اسی ratio سے کہ بیس ممبران ایک دن میں ہوتے ہیں ہمیں اس ratio میں وقت دیا جائے یہی میری گزارش ہے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ اس دفعہ جناب منسٹر صاحب اور آپ بھی کیونکہ آپ ہمارے Custodian ہیں You are the Speaker and you are the Chairman of the House ہماری کوئی problem ہو تو ہم آپ کو بیان کر سکتے ہیں اس لئے میں آپ سے بھی یہ توقع کرتا ہوں کہ "King is a person who makes history at every step" آپ یہ مہربانی کریں جہاں آپ نے ممبران کی باقی چیزوں اور مراعات میں اضافہ کیا ہے تو اس میں بھی اضافہ کریں اور یہ باب سنہری لفظوں میں لکھا جائے گا کہ آپ نے اس مسئلے کا حل کیا۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آپ کی سربراہی میں رولز آف پروسیجر کو ترمیم کرنے کے لئے کمیٹی بنی تھی بدقسمتی سے مصروفیات یا کس وجہ سے ایک دو میٹنگز کے بعد اس کی کوئی میٹنگ ہوئی اور نہ اس کا کوئی مزید نوٹیفکیشن جاری ہوا جو آپ کی سربراہی میں بنی تھی۔ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ شاہ صاحب نے بڑے ہی اہم point کی طرف توجہ دلائی ہے، رولز آف پروسیجر تو ممبران کے لئے ہوتے ہیں اور اس ہاؤس کو چلانے کے لئے ہوتے ہیں۔ اگر اس ہاؤس کو چلانے کے لئے رولز میں تبدیلی کرنے کی ضرورت پڑے تو یہ کرنی چاہئے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جو کمیٹی آپ کی سربراہی میں بنی تھی اس کو مزید extend کر کے اگلے اجلاس کے ہونے تک اس کی رپورٹ اس ایوان میں پیش کروائی جائے۔

پوائنٹ آف آرڈر
سید یوسف رضا گیلانی سابق سپیکر قومی اسمبلی کے ساتھ
سپرنٹنڈنٹ اڈیالہ جیل کا نامناسب رویہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ سید یوسف رضا گیلانی جو سپیکر قومی اسمبلی رہ چکے ہیں وہ آج کل اڈیالہ جیل میں لوگوں کو نوکریاں دینے کے جرم میں قید کاٹ رہے ہیں، ان کو نیب کی عدالت سے سزا ہوئی ہے۔ وہاں جب سے نئے سپرنٹنڈنٹ جیل کوئی طارق بابر یا کیا نام ہے انہوں نے ان کے خلاف زیادتیوں کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ وہ بنیادی حقوق جو جیل مینوئل یا جیل رولز کے مطابق ان کو حاصل ہیں وہ ان کی بھی مسلسل پامالی کر رہا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں آئی جی جیل خانہ جات سے بھی ملاقات کی اور وزیر جیل کے نوٹس میں بھی یہ بات لایا ہوں۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک دن رات کے دس بجے پچاس کے قریب اہلکار لے کر جہاں وہ بند تھے اس کمپاؤنڈ میں گھس گیا ان کی تمام چیزوں کی تلاشی لی، ان کی جیب سے جتنے پیسے تھے اور چیزیں تھی وہ نکال لیں وہ ڈائریاں اور کمپیوٹر اٹھا کر لے گیا۔ عدالت کی طرف سے جو ان کو سہولت مہیا ہیں جیسے ائر کولر ان کو عدالت کی طرف سے مہیا ہے وہ تمام سہولیات ان کو دینے سے انکاری ہے۔ آئی جی صاحب نے اس کو کہا ہے کہ ملاقات کا ٹائم صبح 9 بجے سے 4 بجے تک ہوتا ہے جو کوئی بھی ملاقات کرنے کے لئے جاتا ہے جن میں، میں بھی ایک عینی شاہد ہوں اور کئی ایم پی اے اور ایم این اے گئے ہیں وہ ان کو بارہ بجے تک دھوپ میں کھڑا رکھتا ہے اور ساڑھے بارہ بجے بلاتا ہے اور آدھ پون گھنٹے بعد آکر کہتا ہے کہ ملاقات کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ میں خود راجہ بشارت صاحب کی مداخلت اور مہربانی کے ساتھ جا کر ان سے ملا جب ایک بجا تو اس نے مجھے بھی یہ کہا کہ آپ کی ملاقات کا وقت ختم ہو گیا ہے ہم نے اس سے جھگڑا نہیں کرنا تھا اس لئے میں واپس آگیا۔ میری آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ گزارش ہے کہ کم از کم وہ شخص جو جیل کا نگران ہونے کے ساتھ ساتھ جیل رولز کی دھجیاں اڑا رہا ہے اس نے ملاقات پر بھی ناجائز پابندی لگائی ہوئی ہے وہ بنیادی سہولتیں جو ان کو عدالت کی

طرف سے مہیا تھیں اس نے وہ ساری لے لی ہیں اور ان کو مینٹل ٹارچر کرتا ہے۔ میں آپ کو آج کی مثال دیتا ہوں بیگم نسیم چودھری ایم این اے ہیں ان کی ٹانگوں میں تکلیف ہے وہ سیڑھی نہیں چڑھ سکتیں وہ آئیں اور انہوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل سے requestکی کہ kindlyان کو نیچے بلالیں یہاں کمرہ ہے میں ان سے کمرے میں ملاقات کر لیتی ہوں لیکن اس نے انکار کر دیا۔ وہ بیچاری اوپر گئی ہے تو اس کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا ہے۔ یعنی ایم۔این۔ ایز اور ایم۔پی۔ایز جب ان سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں، آئی۔جی صاحب نے ان کو کہا کہ بھئی! تم نے اتنا ان کے اوپر حملہ کیوں کیا، ان کی بارک پر ہلہ کیوں بولا؟ تو اس نے کہا کہ جی، security purposeہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ سید یوسف رضا گیلانی ایک ایسے قیدی ہیں کہ جن کے متعلق اپوزیشن پارٹیوں کے ساتھ ساتھ شجاعت حسین اور مشاہد نے جو مسلم لیگ (ق) کی پارٹی کے سربراہ اور سیکرٹری جنرل ہیں انھوں نے کئی مرتبہ اخباروں میں بیان دیا ہے کہ سید یوسف رضا گیلانی سیاسی قیدی ہیں اور انہوں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ نوکریاں دینا کوئی جرم نہیں ہے۔ چلو ٹھیک ہے، قانونی عدالتیں اور سیاسی معاملات چل رہے ہیں لیکن یہ ہے کہ سپرنٹنڈنٹ جیل کا ملاقاتیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ جو رویہ ہے، جیسے جب بھی وہ آتے ہیں یا جب بھی وہ جاتے ہیں ان کی ساری تلاشی کا اس نے حکم دیا ہوا ہے، وہloose talkکرتا ہے۔ دیگر بھی کئی معاملات ہیں مثلاً وہ اگر چیک اپ کے لئے ہسپتال کے اندر کمپاؤنڈ میں جانا چاہیں تو ان کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ جو اے کلاس کے قیدیوں کو مہیا ہوتی ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میرا بڑاsimple questionہے۔ ان کی جیل کی جو بھی formalitiesہیں، keeping apartاصل issueیہ ہے کہ کورٹس نے ان کو جو سہولتیں دی ہیں کیا آپ ایک ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے ان کو ختم کر سکتے ہیں؟ اس پر لاء منسٹر صاحب وضاحت کر دیں کہ ان کو جو سہولتیں ہیں مثلاً کولر کی ہے، دوائی کی ہے وہ کیسے withdrawہو گئی ہیں اس پر ذرا یہ وضاحت کر دیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب !

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہوں گا لیکن صدیقی صاحب جن خدشات کا اظہار کر رہے تھے وہ صرف ایک سپرنٹنڈنٹ جیل کے رویے کے متعلق فرما رہے تھے اور اس سے پہلے کبھی انھوں نے یہ بات نہیں کی۔ آج ہی میری اور ان کی بات ہوئی ہے اور ابھی ہاؤس میں یہ فرما رہے ہیں کہ سپرنٹنڈنٹ جیل کا رویہ مناسب نہیں ہے۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں باقاعدہ ہم

دیکھیں گے اور اس بات کی تحقیق کی جائے گی کہ اگر اس کا اس قسم کا رویہ ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کارروائی بھی کی جائے گی لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے جس طرح رانا آفتاب صاحب نے فرمایا کہ سہولیات، میں صرف آج کی بات بتاتا ہوں کہ قواعد و ضوابط سے ہٹ کر آج وزیر اعلیٰ پنجاب نے سید یوسف رضا گیلانی صاحب کی پوری فیملی کو اور ابھی میں نے ذاتی طور پر فون کیا ہے اور صدیقی صاحب کے سامنے کیا ہے، آج ہم نے ان کی کل کی ملاقات کے لئے کہا ہے، انھوں نے فرمایا ہے کہ چونکہ ان کی کل birth day ہے تو ملاقات کی اجازت ہونی چاہئے، وزیر اعلیٰ پنجاب نے بغیر کسی تامل کے پوری فیملی کو اور ان کی خالہ تک اور میں نے تو اپنے بھائی کو بھی چونکہ انھوں نے بھی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ یہ بھی جانا چاہتے ہیں تو میں نے ان کو بھی کہا تھا کہ اگر آپ بھی جانا چاہتے ہیں تو ملاقات کریں۔ جہاں تک ہم facilitate کر سکتے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہر حالت میں کریں گے، عدالت کے جو احکامات ہیں ان پر بھی عملدرآمد ہو گا، وزیر اعلیٰ پنجاب کے نوٹس میں صرف ایک بات آئی تھی کہ lap top ان سے واپس لے لیا گیا ہے لیکن آج مجھے خود وزیر اعلیٰ پنجاب نے بتایا ہے کہ ان کی خصوصی ہدایت پر وہ بھی واپس ہو چکا ہے تو جہاں کہیں اگر اس قسم کی کوئی بات یہ ہمارے نوٹس میں لائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس پر کارروائی کی جائے گی اور یہ ایک غلط قسم کا تاثر political victimization کا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ آپ جو حکم دیتے ہیں قواعد و ضوابط سے ہٹ کر بھی، اس سے آگے جا کر بھی ہم آپ کو accommodate کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میرا کہنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ آپ جیل مینوئل کے مطابق ملاقات کرائیں، سپیشل اجازت دے دیں مگر اسی طرح جب ان کو عدالت نے سہولتیں دی تھیں تو وہ کس ایگزیکٹو آرڈر کے تحت withdraw کی گئی تھیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: کس نے withdraw کی ہیں؟ withdrawal order دیں تاکہ ہم بات آگے بڑھا سکیں۔ کس نے withdraw کی ہیں؟

رانا آفتاب احمد خان: آپ نے دیکھا ہے کہ سب چیزیں ان سے withdraw ہو گئی تھیں، ان کے کمپیوٹر کی جو disks تھیں، ان کی books تھیں اور لکھنے کا جو میٹریل تھا وہ انھوں نے ان سے لے لیا تھا، تب ہی یہ بات بنی تھی۔ اب آپ نے یہ assurance دی ہے کہ ان کی جو court facilities according to the ہیں اور جیسے منسٹر صاحب نے کہا ہے. We are happy that we must respect each other کہ وہ

آپ کے سپیکر رہے ہیں،Acting President of Pakistan رہے ہیں اور یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ جس آدمی کو انھوں نےrecruit کیا ہے وہ گریڈ20 میں چلا گیا ہے اور جس نے نوکری دی ہے وہ behind the bars ہے۔ just politically to victimize an harassment and all that.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہpolitical victimization نہیں ہے۔ میں اپنے بھائی کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ کسی ایگزیکٹو آرڈرز کے تحت جیل میں نہیں ہیں۔ ان کو باقاعدہ عدالت سے سزا ہوئی ہے۔ وہ سزا کاٹ رہے ہیں۔ یہ عدالتی فیصلہ ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: یہ آپ دیکھیں کہ کل کو آپ کے ساتھ بھی یہ ہو سکتا ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے، وسیم سجاد صاحب بھی رہے ہیں، انھوں نے بھی سینیٹ کے چیئرمین کی حیثیت سےpurchasing کی ہے۔ ان سے تو کسی نے نہیں پوچھا ہے کہ آپ نے تیس تیس کروڑ روپے کی گاڑیاں لے لی ہیں۔ کل کو آپ کو بھی پوچھ سکتے ہیں۔ ایک ایسا اسمبلی کا بجٹ ہےWhich is not auditable اس کو آپ چیلنج نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر انھوں نے کیا ہے، کوئی ایسی embazzlement، کوئی چیز ان کے خلاف نہیں ملی ہے تو آپ نے ایک ایسا case fabricated کورٹ میں بھیجا ہے جس پر ان کو سزا دی گئی ہے اور آپ کو بھی پتا ہے۔ اگر honest to God آپ بتائیں کہ کیا کوئی یہ گناہ تھا کہ جس پر ان کو سزا دی گئی ہے؟ کورٹ کا معاملہ جب آتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ matter subjudice ہے اس کو آپdiscuss نہیں کر سکتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: Anyhow، آپ کی جو اصل پوزیشن تھی اس کے بارے میں لاء منسٹر صاحب نے وضاحت کر دی ہے اور میرا خیال ہے کہ ان کی وضاحت کے بعد آپ کو بھی مطمئن ہونا چاہئے۔ میں اس بات سے متفق ہوں کہ ایک آدمی جو سپیکر رہا ہو اور قائم مقام صدر رہا ہو، لامحالہ اگر کسی شخص نے ان کی ذاتی طور پر وہاں جیل میں توہین کی ہے تو اس کا ضرور نوٹس لیا جائے۔ باقی جیسے انھوں نے وضاحت کی ہے تو اس وضاحت میں یہ واضح ہو گیا ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی ایسی پالیسی نہیں۔ اگر کسی آدمی نے ذاتی طور پر کوئی ایسی حرکت کی ہو تو اس کے بارے وہ انکوائری کرائیں گے اور اگر وہ واقعی ثابت ہو جائے تو وہ میں بھی کہوں گا کہ ایسے لوگوں کو اس چیز سے باز رکھنا چاہئے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! 3۔جون کو آئی۔جی جیل خانہ جات کی سٹیٹمنٹ آئی ہے کہ ہم prisoners کی ملاقاتیں 9 بجے کروائیں گے۔ میں صبح اخبار میں یہ پڑھ کر جیل میں ملاقات کے لئے چلا گیا

تو میں وہاں دو گھنٹے تک ہاؤس کا ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے ٹھہرا رہا اور دو گھنٹے میں بیٹھنے کے لئے مجھے وہاں پر کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ یہ جون کا مہینہ ہے اور میں دو گھنٹے تک وہاں پر کھڑا رہا۔ اس پر میری تحریک استحقاق آ رہی ہے۔ جس دن یہ سٹیٹمنٹ آئی۔ جی جیل خانہ جات کی آئی ہے اس دن 11 بجے میری سپرنٹنڈنٹ جیل سے ملاقات ہوئی اور سپرنٹنڈنٹ جیل نے کہا کہ یار وہ 12 بجے تو اٹھتے ہیں، ایک دو بجے وہ آتے ہیں، آپ کو اور بھی کام ہوں گے۔ میں نے کہا سپرنٹنڈنٹ صاحب! میں کوٹ ادو سے آیا ہوں تو میں ملاقات کرنے کے لئے آیا ہوں، مجھے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اس حیل وحجت کے بعد انھوں نے ایک رکن اسمبلی کی ملاقات کرائی ہے۔ آپ اس سے اندازہ کریں کہ وہ عام لوگوں کی ملاقاتیں کس طرح کرواتے ہوں گے؟

جناب سپیکر! باقی راجہ صاحب جو کیس کی بات کرتے ہیں تو ان پر الزام یہ ہے کہ انھوں نے اسمبلی کے اندر recruitment کی ہے یا تو وہ recruitments انھوں نے ضرورت سے زائد کی ہیں یا پھر recruit انھوں نے نااہل لوگوں کو کیا ہے۔ انھوں نے تو تین سال وہ recruitment رکھی ہے اور اس کے بعد دس سال گزر گئے ہیں ایک بھی فرد کو زائد سمجھ کر نہیں نکالا گیا۔ اگر وہ تین سال ان کی recruitment کی وجہ سے ہمارے خزانے سے زائد رقم گئی ہے تو دس سال میں تو اسی زائد عملے کو ہمارے موجودہ سپیکر اور موجودہ گورنمنٹ جو ہے انہیں تنخواہیں دے رہی ہے۔ دوسرا issue یہ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے نااہل لوگوں کو بھرتی کیا ہو۔ موجودہ سپیکر اور گورنمنٹ نے تمام کے تمام افراد کو promote کیا ہے۔ یقین کیجئے کہ recruitment میں نااہل لوگوں کو لے کر آنا یہ چھوٹی غلطی ہے جتنی کہ recruitment کے بعد لوگوں کو promote کرنا ہے۔ اگر انھوں نے recruitment زائد کی ہے یا recruitment نااہل لوگوں کی، کی ہے تو پھر موجودہ سپیکر کو بھی جیل کے اندر رہونا چاہئے۔ اگر آپ کیس کی بات کرتے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ یہ غلط بات کرتے ہیں۔ This is no way. آپ اپنے point پر رہیں۔ دیکھیں ناں۔ You should not discuss the Speaker as such. آپ یہ بات غلط کر رہے ہیں۔ Speaker is honourable آپ یہ بات غلط کر رہے ہیں۔ آپ کی جو بات صحیح تھی وہ میں نے allow کر دی ہے۔

I will not allow this. This is the degradetion of the office of the Speaker. I will not allow this. Please sit down.

دیکھیں! جو بات تھی وہ آپ نے کی ہے اور اس کا لاء منسٹر صاحب نے جواب بھی دے دیا ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ گورنمنٹ اس میں victimization نہیں کر رہی۔ اگر ان کو سزا ہوئی ہے تو وہ ہائیکورٹ سے ہوئی ہے۔ Appeal is lying with the Supreme Court. اگر سپریم کورٹ نے ان کو بری الذمہ قرار دیا تو انشاء اللہ وہ باعزت بری ہو جائیں گے لیکن اگر کسی آدمی نے ذاتی طور پر ان سے زیادتی کی ہے تو وہ میں نے پہلے ہی لاء منسٹر صاحب سے کہا ہے کہ جو سپیکر رہے ہیں اور قائم مقام صدر رہے ہیں کم از کم اس آدمی کو ان کے ساتھ کوئی ایسی ذاتی طور پر زیادتی نہیں کرنی چاہئے۔ اس کی وہ انکوائری کروالیں گے۔ میں ایک particular بات کر رہا ہوں، جو میں نے کہہ دی ہے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! وہ پانچ سال سے جیل میں ہیں۔ اب جو ان کے vision میں ہے وہ اس کو عوام تک لانا چاہتے ہیں۔ وہ مواد ان سے لے لیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب دیکھیں ناں کہ اگر ہائی کورٹ نے ایک decision دے دیا ہے تو اسمبلی اس کو undo نہیں کر سکتی۔ اس کو سپریم کورٹ ہی undo کر سکتی ہے۔

بجٹ پر بحث کے لئے مختص ایام میں اضافہ

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے budget speech کے حوالے سے point اٹھایا تھا اس بارے میں وزیر قانون صاحب وضاحت فرما دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ budget speech کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ انھوں نے پہلے بھی کہا تھا کہ جب ممبران کی تعداد 80 تھی تو اس وقت بھی چار دن بحث کے لئے دیئے جاتے تھے اب ممبران کی تعداد 371 ہے اور اب بھی چار دن ہی رکھے ہوئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ ہر چیز کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔ جب ہم ہاؤس کے بزنس سے متعلقہ امور طے کر رہے تھے تو محترم ممبر وہاں تشریف لاتے اور یہ مطالبہ کرتے کہ چار کی بجائے پانچ دن کر دیئے جائیں تو اس پر بات ہو سکتی تھی۔ اب جبکہ اپوزیشن کے ساتھ مل بیٹھ کر ہم نے شیڈول طے کر لیا ہے اور ہاؤس میں آ کر معزز رکن یہ کہہ دیں کہ چار کی بجائے پانچ دن ہونے چاہئیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ ہر چیز کے لئے ایک proper forum ہوتا ہے۔ وہیں بیٹھ کر یہ باتیں

طے کی جاتی ہیں۔ ہم نے آپ سے request کی تھی کہ اس میں تشریف لائیں۔ وہاں آپ کے نمائندے موجود تھے ان کی موجودگی میں شیڈول طے ہوا ہے، تاریخیں طے ہوئی ہیں، بزنس طے ہوا ہے پھر اس بات کو دوبارہ ہاؤس میں آکر اٹھانا میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: میں بڑے احترام کے ساتھ کہوں گا کہ راجہ صاحب اس وقت حزب اقتدار میں ہیں۔ ہمارے پاس یہی فورم ہے۔ اسی اسمبلی میں ہم نے آکر بات کرنی ہوتی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: وہاں پر آپ کی لیڈر شپ موجود تھی۔ گزارش یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک طریق کار ہوتا ہے، یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب راجہ صاحب! میں نے آپ کی بات تحمل سے سنی ہے اب آپ بھی میری بات سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کر رہا ہوں کہ ہر چیز کا ایک طریق کار ہوتا ہے اور وہی ایک مناسب فورم تھا کہ جہاں پر بیٹھ کر ہم یہ بات طے کر سکتے تھے۔ دوسرا فورم وہ ہے جو ارشد محمود بگو صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے جس کمیٹی نے رولز اینڈ پروسیجر میں ترامیم تجویز کرنی ہیں تو یہی دونوں فورمز ہیں جن پر اس بات کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ اب جبکہ آپ کے قائدین وہاں پر موجود تھے، آپ کے پارلیمانی لیڈر صاحبان وہاں پر موجود تھے ان کی موجودگی میں معاملات طے ہوئے ہیں تو اس مسئلہ کو پھر نئے سرے اٹھانا مناسب نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! جیسا کہ ارشد محمود بگو صاحب نے point out کیا ہے میری چیئرمین شپ میں ایک کمیٹی بنی ہوئی تھی۔ سپیکر صاحب نے ہمیں کہا تھا کہ آپ رولز اینڈ بزنس کو اس کمیٹی میں discuss کریں۔ اس میں ہم نے سیر حاصل بحث کی ہے اور کافی زیادہ ترامیم ہم نے تجویز کی ہیں۔ اب وہ ترامیم ہم نے جناب سپیکر صاحب کو put up کی ہیں۔ انھوں نے محکمہ قانون کو بھجوائی ہیں جیسے ہی وہ vet ہو کر آتیں ہیں انھیں زیر غور لایا جائے گا۔ ان ترامیم میں آپ کی رائے بھی شامل ہے۔ اس میں کیلنڈر بھی ہے اور دوسری بہت سی چیزیں ہیں۔ ان ترامیم کے منظور ہونے سے بہت بہتری ہو جائے گی۔

سید ناظم حسین شاہ: میں نے آپ سے درخواست کی ہے۔ اس پر راجہ صاحب بات کر رہے تھے۔ جناب والا! ارباب اقتدار کو کسی دوسرے کی بات اچھی نہیں لگتی۔ صرف اپنی ہی بات اچھی لگتی ہے، اپنی ہی آواز

بڑی خوش کن اور سحر انگیز لگتی ہے، دوسروں کی بات اچھی نہیں لگتی۔ بات یہ ہے کہ میں نے اس بات کو پچھلے سال بھی point out کیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ I am not a member of that Committee میں نے پچھلے سال بھی یہی بات point out کی تھی۔ ساہی صاحب یہاں پر موجود تھے۔اس وقت بھی یہی کہا گیا تھا۔ جب کوئی بھی غلط بات ہو تو ہر ممبر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کو آپ کے نوٹس میں لائے۔اس میں صرف میری ذات کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔یہ سب ممبران کا مسئلہ ہے۔ حکومتی بنچز اور حزب اختلاف کے بنچز پر بیٹھے ہوئے تمام ممبران کا یہ مسئلہ ہے۔آپ خود سوچیں کہ 371 ممبران کے لئے چار دن میں کس طریقے سے participation کرنا ممکن ہے یہ ایک طریقے سے ممبران کے خلاف سازش ہے۔ان کو حق نمائندگی سے محروم کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ آپ صرف چار دن میں بجٹ پر بحث کریں۔آپ حزب اختلاف کو چھوڑ دیں، مجھے بتائیں کہ چار دن میں آپ حزب اقتدار کے ممبران کو کیسے ٹائم دے سکتے ہیں؟ بجٹ میں ہر ممبر کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقے کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے علاقے کے مسائل بیان کرے۔ گو اس پر کچھ عمل ہوتا ہے یا نہیں ہوتا That is another issue. مگر وہ اپنے مسائل point out کر کے اپنے حلقے کی عوام کے سامنے کم از کم سرخرو تو ہو جاتا ہے۔ تو ہمیں یہ اس حق سے بھی محروم کر رہے ہیں۔ابھی تو بجٹ نہیں آیا لہذا اس بابت اب بھی ترمیم ہو سکتی ہے۔ میں نے پچھلے سال اور اس سے پہلے بھی یہ point out کیا تھا۔آج پھر میں نے آپ سے درخواست کی ہے۔ You are the Custodian of this House. مجھے امید ہے کہ آپ اس مسئلے کو حل کریں گے۔

جناب والا! ارباب اختیار کی سخاوت وہ ہوتی ہے جو بن مانگے دی جائے اگر کہا جائے اور پھر بھی نہ ملے تو اسے کنجوسی کہتے ہیں۔ لہذا ان کو کنجوسی کا شاہکار نہیں بننا چاہئے بلکہ اپنی سخاوت دکھانی چاہئے تاکہ ممبران بجٹ میں participate کرنے کے حق سے محروم نہ ہوں۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! جیسے آپ فراخ دل ہیں اسی طرح یہ ہاؤس بھی فراخ دل ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! رولز میں ترامیم کے حوالے سے جو آپ کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے میری درخواست یہ ہے کہ شاہ صاحب کو بھی اس کمیٹی میں بطور ممبر شامل کیا جائے تاکہ وہ اپنی تمام تجاویز دے دیں۔اس بات کے یہی محرک ہیں، پہلے بھی یہ point out کرتے رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: چونکہ اب رپورٹ جناب سپیکر صاحب کے پاس پہنچ چکی ہے۔جب سپیکر صاحب آئیں گے تو پھر ان سے اس بارے میں عرض کریں گے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی فرمائیے!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! کل مری میں 11/12 پارلیمنٹیرین گئے۔وہاں میثاق جمہوریت کے حوالے سے ایک فنکشن تھا۔ جس میں امین فہیم، راجہ پرویز اشرف،ایم این ایز، قائد حزب اختلاف، بابر اعوان صاحب اور میں بھی شامل تھا۔وہاں پر میثاق جمہوریت کے حوالے سے جلسہ ہوا اور مقامی انتظامیہ نے حکومت کے ایماء پر ان ممبران کے خلاف فوجداری مقدمہ درج کیا جو کہ 148/149 کے تحت درج ہوا ہے۔اس ایف آئی آر میں الزامات یہ لگائے گئے ہیں کہ یہ لوگ ملک میں بیروزگاری، مہنگائی، جمہوریت کی بحالی کے حوالے سے حکومت پر تنقید کر رہے تھے۔یہ تنقید تو ہم یہاں ہاؤس میں بھی کرتے ہیں۔ حکومت پر تنقید کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔اپوزیشن کا تو کام ہی یہی ہے کہ حکومت پر تنقید کر کے اس کی رہنمائی کی جائے۔ جمہوریت کے حوالے سے جو ایک بہت بڑا accord sign ہوا ہے پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ میں 1973 کے آئین کے بعد دو بڑی سیاسی قوتوں کے درمیان یہ دوسری بڑی دستاویز پر دستخط کئے گئے ہیں۔اس حوالے سے کل سینیٹ کے چیئرمین نے بھی نوٹس لیا اور انھوں نے فرمایا ہے کہ ہم معلوم کریں گے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ میری آپ سے بھی گزارش ہے کہ وہاں پر ممبران پارلیمنٹ تھے جن میں قائد حزب اختلاف اور میں خود بھی موجود تھا۔ ہمارے خلاف غلط الزامات کے تحت جھوٹی ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔ہاں وہاں پر جمہوریت کے حوالے سے نعرے ضرور لگائے گئے ہیں جو کہ زوردار اور گونج دار تھے کہ حکومت اور انتظامیہ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ فائرنگ ہے۔یہ بالکل بے بنیاد الزام ہے۔ میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ راجہ بشارت صاحب اس بابت وضاحت کریں کہ ان 12 پارلیمنٹیرین کے خلاف جھوٹی ایف آئی آر کیوں درج کی گئی ہے، آیا وہ اس کو واپس لیتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں غیر جانبدار طریقے سے انکوائری کروائی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میرے بھائی جس طرح فرما رہے ہیں یہ غلط ہے ایسا نہیں ہوا۔ ہم verify کر رہے ہیں۔آج تھوڑی دیر بعد ہمیں اس حوالے سے رپورٹ مل جائے گی۔ میری اطلاع کے مطابق صرف اور صرف فائرنگ کے حوالے سے ایف آئی آر درج ہوئی ہے۔ میرے بھائی خود یہ فرما

رہے ہیں کہ نعروں کی گونج کو فائرنگ سمجھ لیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی اتنا پاگل نہیں ہوتا، نعرے اور فائرنگ میں فرق ہوتا ہے۔ لہذا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں پر کی گئی تقاریر کے حوالے سے کوئی ایف آئی آر درج نہیں ہو گی، جلسے کے حوالے سے کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی لیکن اگر فائرنگ ہوئی ہے تو پھر کارروائی ضرور ہو گی۔ بہر حال political activities کے حوالے سے قطعی طور پر کوئی مقدمہ قائم کیا گیا ہے اور نہ ہی اس میں آگے پیشرفت ہو گی لیکن اگر فائرنگ ہوئی ہے اور اس کے گواہان موجود ہیں تو پھر کارروائی ہو گی۔ میں اپنے بھائی سے بھی بات کر لوں گا، میرے پاس ایف آئی آر آنے دیں تو میں ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کر لوں گا۔ میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ political activities کے حوالے سے کسی کو victimize نہیں کیا جائے گا ہاں اگر فائرنگ ہوئی ہے تو پھر کارروائی ضرور ہو گی۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ایف آئی آر نمبر 189، اصغر علی SI نے درج کی ہے جس میں 337H1/148,149 کے تحت دفعات لگائی گئیں۔ جن میں سارے ممبران کے نام بھی شامل ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ راجہ صاحب بھی جلسے کرتے ہیں، باقی لوگ بھی جلسے کرتے ہیں ان کے خلاف تو کوئی کارروائی نہیں ہوتی۔ ہمارے خلاف صرف ایف آئی آر کاٹی گئی کیا یہ سیاسی انتقام نہیں تو پھر ایف آئی آر کاٹنے کا مقصد کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یقین دلاتا ہوں کہ کسی political activities کے حوالے سے کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی لیکن اگر فائرنگ ہوئی ہے تو وہ ایک علیحدہ issue ہو گا۔ میں صرف فائرنگ کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ آپ حلفاً یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ فائرنگ نہیں ہوئی۔ آپ حلفاً کہہ دیں کہ وہاں فائرنگ نہیں ہوئی۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): اگر وہاں پٹاخے چلے ہیں تو اسے فائرنگ تو نہ بنائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہاں فائرنگ ہوئی ہے اور صرف فائرنگ کی ایف آئی آر درج ہوئی ہے۔ یہ وہاں موجود تھے اگر یہ حلفاً کہہ دیں تو میں ان کی بات ماننے کے لئے تیار ہوں۔ یہ تو جھوٹ بول رہے ہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): انھوں نے مخدوم امین فہیم، راجہ پرویز اور دوسرے پارلیمنٹیرین کے خلاف ایف آئی آر کاٹی۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں پھر دہرا دیتا ہوں کہ ہم کسی بھی سیاسی رہنما کے خلاف political victimization نہیں کریں گے لیکن فائرنگ والوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہمارے لئے سب سیاسی رہنما قابل احترام ہیں اور کسی کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں ہو گی لیکن فائرنگ کرنے والوں کے خلاف ضرور کارروائی ہو گی۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! ان میں قائد حزب اختلاف قاسم ضیاء، امین فہیم، راجہ پرویز، مہرین راجہ، فوزیہ حبیب، بابر اعوان، سلیم حسنین ہیں۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک آدمی نے ایک پٹاخہ تک نہیں چلایا اور وہاں پر کوئی فائرنگ نہیں ہوئی۔

جناب قائم مقام سپیکر: عباسی صاحب! لا منسٹر صاحب آپ کی حد تک کہتے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہیں ہو گی۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! میری گزارش ہے کہ وہ ایف آئی آر واپس لی جائے۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ انھوں نے ایک پٹاخہ بھی نہیں چلایا لہذا وہ ایف آئی آر کینسل کی جائے۔

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی، اب میں محترمہ نسیم لودھی صاحبہ کو مجلس قائمہ برائے دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کے لئے کہوں گا۔

مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب لوکل گورنمنٹ مصدرہ 2006 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

وزیر بہبود آبادی: جناب سپیکر! میں

The Punjab Local Government (Amendment) Bill 2006 (Bill No 5 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش

کرتی ہوں۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری جاوید احمد صاحب مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب، قانون نمبر 27 مصدرہ 2004، مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب قانون نمبر 28 مصدرہ 2004 اور مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب، قانون نمبر 3 مصدرہ 2005 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): میں

1. The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill 2004 (Bill No. 27 of 2004) moved by Rana Sana Ullah Khan.
2. The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill 2004 (Bill No.28 of 2004) moved by Mrs. Shaheena Asad sahiba.
3. The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill 2005 (Bill No. 3 of 2005) moved by Rana Sana Ullah Khan.

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب قائم مقام سپیکر: ملک نذر فرید کھوکھر مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

تحاریک استحقاقات کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! میں تحریک استحقاق نمبر 5 بابت سال 2003 پیش کردہ جناب جہانزیب امتیاز گل ایم پی اے، تحریک استحقاق نمبر 53 بابت سال 2004 پیش کردہ جناب فیصل حیات جبوآنہ ایم پی اے، تحریک استحقاق نمبر 60 بابت سال 2004 پیش کردہ سید محمد رفیع الدین بخاری ایم پی اے، تحریک استحقاق نمبر 53 بابت سال 2005 پیش کردہ جناب محمد آجاسم شریف ایم پی اے، تحریک استحقاق نمبر 55 بابت سال 2005 پیش کردہ مہر اشتیاق احمد ایم پی اے، تحریک استحقاق نمبر 59 بابت سال 2005 پیش کردہ بابو نفیس احمد انصاری ایم پی اے، تحریک استحقاق نمبر 13 بابت سال 2006 پیش کردہ ملک جلال الدین ڈھکو ایم پی اے، تحریک استحقاق نمبر 56 بابت سال 2006 پیش کردہ سید محمد رفیع الدین بخاری ایم پی اے، تحریک استحقاق نمبر 62 بابت سال 2006 پیش کردہ ملک جلال الدین ڈھکو ایم پی اے اور تحریک استحقاق نمبر 66 بابت سال 2006 پیش کردہ جناب محمد وقاص ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم Call Attention Notice take up کرتے ہیں۔ First one is from Rana Aftab Ahmad Khan - 662

صادق آباد پولیس کے ہاتھوں دو بے گناہ شہریوں کا قتل

رانا آفتاب احمد خان: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 19۔ مئی 2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق صادق آباد ٹول پلازہ سے اے ایس پی صادق آباد نے شہزاد ٹیپو اور نوید انجم کو صادق آباد جاتے ہوئے گرفتار کر لیا؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ ان دونوں کو گرفتار کرنے کے بعد پولیس نے اے ایس پی صادق آباد کے حکم پر احمد پور لمہ روڈ پر ایک بھٹہ کے قریب ان کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا؟

(ج) کیایہ بھی درست ہے کہ اس جعلی پولیس مقابلہ کی ایک اخباری فوٹو گرافر نے تصویریں بھی بنائیں جو کہ اس اخبار کے صفحہ اول پر شائع ہوئیں جس میں مقتولین کو پولیس کی منتیں کرتے ہوئے دکھایا گیا اوران کو گولیاں مارنے سے منع کرتے ہوئے بھی دکھایا گیا؟

(د) کیایہ بھی درست ہے کہ پولیس اس جعلی مقابلہ کے گواہان کو تنگ کر رہی ہے اوران کو بھی بیان نہ بدلنے پر قتل کی دھمکیاں دے رہی ہے؟

(ہ) کیاحکومت اس جعلی پولیس مقابلہ کی تحقیقات ہائی کورٹ کے جج سے کروانے اوراس کے ذمہ دار اے ایس پی صادق آباد اور دیگر پولیس ملازمین کے خلاف کارروائی کرنے کاارادہ رکھتی ہے۔اگر نہیں تواس کی وجوہات کیاہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) یہ درست نہ ہے۔ایس پی صادق آباد نے شہزاد ٹیپو اور نوید انجم کو صادق آباد جاتے ہوئے گرفتار نہ کیا بلکہ انھیں ناکے پر روکا گیا تھا وہ ایک کار جس کا نمبر FSK 5577 برنگ مٹیالہ ماڈل 2005 ہنڈا سوک پر چار مشکوک افراد سوار تھے جو واردات کی نیت سے جارہے تھے۔اس اطلاع پر موضع واحد بخش نزد بھٹہ خشت دیگر ملازمین کے ہمراہ ناکہ بندی کی گئی جبکہ انسپکٹر رانا محمد ریاض ایس ایچ او تھانہ سٹی صادق آباد نے عزیز گارمنٹس فیکٹری کے نزدیک احمد پور لمہ روڈ پر ناکہ بندی کی۔دریں اثنا اے ایس پی صادق آباد کی جانب سے دوبارہ پیغام موصول ہوا کہ ایک کار صادق آباد بائی پاس سے احمد پور لمہ روڈ پر آرہی ہے جسے انسپکٹر رانا محمد ریاض نے روکا اور کار میں سے ایک شخص کو اتار کر تلاشی شروع کی جس کا نام رانا محمد آصف رضا ولد ارشاد احمد قوم راجپوت سکنہ پبلک کالونی صادق آباد معلوم ہوا۔ تلاشی کے دوران تین کس کار میں موجود اشخاص نے کانسٹیبل نذیر احمد C-1500 جو کہ کار کی تلاشی لے رہا تھا کو زبردستی کار میں ڈال لیا اور فرار ہو گئے۔یہ اطلاع وائرلیس پر نشر ہوئی۔تھوڑی دیر بعد ہی کار متذکرہ تیز رفتاری سے آتی ہوئی دکھائی دی جس کو ناکہ بند پارٹی نے رکاوٹیں کھڑی کر

کے روکنا چاہا تو پولیس پارٹی کو دیکھ کر کار میں سوار ملزمان نے فائرنگ شروع کر دی۔ انسپکٹر محمد یوسف کی اطلاع کے مطابق کار میں پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دو کس نامعلوم ملزمان نے نصیر احمد کانسٹیبل C-1500 کو فائر کر کے شدید زخمی کیا اور خود کار سے نکل کر فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ پڑے۔ ان میں سے ایک کس فائرنگ کرتا ہوا بھٹہ خشت کی اوٹ میں چلا گیا اور اسی اثنا میں اے ایس پی صادق آباد اور ایس ایچ او تھانہ سٹی صادق آباد بھی مع دیگر ملازمین موقع پر پہنچ گئے۔ دوسرے آدمی نے چار فائر کئے اور اس کے بعد گرفتاری پیش کر دی جبکہ وارننگ دینے کے باجود بھٹہ خشت کی اوٹ میں جانے والے شخص پولیس پارٹی پر سیدھی فائرنگ کرتے رہے۔ اس طرح فائرنگ کا مقابلہ ہوتا رہا اور اسی کے نتیجے میں وہ اموات ہوئیں۔

(ب) یہ غلط ہے۔ صحیح حقیقت پہلے سوال کے جواب میں بیان کی جا چکی ہے۔

(ج) یہ بھی درست نہ ہے۔ پولیس مقابلہ کی روداد جو سوال نمبر ایک کے جواب میں تحریر کی گئی ہے۔ در اصل حقیقت وہی ہے۔

(د) جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ سوال نمبر چار میں کہا گیا ہے کہ پولیس جعلی مقابلہ کے گواہان کو تنگ کر رہی ہے، یہ درست نہ ہے۔ جعلی پولیس مقابلہ نہ تھا بلکہ اصلی پولیس مقابلہ تھا اور پولیس کسی گواہ کو تنگ نہیں کر رہی۔

(ہ) حکومت اس جعلی پولیس مقابلہ کی تحقیقات ہائی کورٹ کے جج سے کروانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس سلسلے میں پہلے سے بحکم جناب سیشن جج جوڈیشل انکوائری ہو رہی ہے اور سینئر سول جج اس کی جوڈیشل انکوائری کر رہے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! میرا یہ انتہائی اہم سوال تھا اور میں ذاتی طور پر یہ چاہتا ہوں کہ جو بدمعاش لوگ ہیں ان کے خلاف ضرور قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہمارا judicial system fail ہو گیا ہے کہ پولیس مقابلے کئے جاتے ہیں؟ آپ کے علم میں اضافہ ہو گا کہ اسی طرح سے فیصل آباد میں بھی ایک دو بندے پولیس مقابلے میں مارے گئے ہیں۔ اگر وہاں پر کوئی on oath کہہ دے کہ وہاں پر پولیس مقابلہ ہوا ہے تو میں اپنی سیٹ سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب عدالتوں سے انصاف ختم ہو جاتا ہے اور آپ ان کو extra judicial killings کی طرف لے کر

جاتے ہیں۔یہ جو لڑکے ہیں جو بھی کوئی ہے یہ اگر گرفتار ہو گئے تھے تو پھر ان کو کیوں مارا گیا؟ میرے پاس اس سلسلے میں پوری فائل موجود ہے اور وہاں کے وزیر جناب اعجاز شفیع صاحب بیٹھے ہوئے ہیں یہ on oath کہہ دیں کہ وہاں پر پولیس مقابلہ ہوا ہے تو میں ان کی بھی بات مان لوں گا۔وہاں پر پورے صادق آباد کے لوگ احتجاج کر رہے ہیں کہ یہ کیا ہوا ہے؟ان کے آپ فوٹو دیکھیں اور ان کے ماں باپ کو داد دیں یہ جو نوید کو مارا گیا ہے اگر وہ criminal تھا، بدمعاش تھا تو اس کو گرفتار کر کے قانون کے مطابق کارروائی کرتے۔آپ اس کی فوٹو کو دیکھیں تو وہ ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا ہے کہ مجھے چھوڑ دو اور پولیس والے اس کو گولی مار رہے ہیں۔ یہ کوئی sadist ڈی ایس پی ہے جس کے خلاف پہلے ہی چھ جوڈیشل انکوائریاں چل رہی ہیں اور اس نے کم از کم سولہ آدمیوں کو مارا ہے۔

جناب والا! میرا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے میں تو چاہتا ہوں کہ good governance ہو اور آپ لوگوں کو انصاف مہیا کریں۔راجہ صاحب میں نے 2002 میں بھی یہ کہا تھا کہ آپ نے پولیس کو بالکل مادر پدر آزاد کر دیا ہے۔آپ نے تھانے میں ڈی ایس پی بٹھا دیا ہے اور دو تھانوں پر ایس پی بٹھا دیا ہے اور یہ جو بدمعاش پل رہے ہیں انہوں نے کل کو آپ کو بھی تنگ کرنا ہے۔آپ خود دیکھیں یہ پولیس کتنی طاقتور ہے کہ یہی اسمبلی تھی اور جب عوام آئی تو جس بزدلی سے یہ بھاگ رہے تھے میں اور بریگیڈئر حسن صاحب یہاں پر موجود تھے۔اگر حقیقت میں پولیس مقابلہ ہو، شہادت ہو تو ان کو انعام بھی دیا جائے مگر یہ تو جعلی پولیس مقابلے کر رہے ہیں اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔میں یہ چاہوں گا کہ راجہ صاحب آپ اس ہاؤس میں تین ممبران کی ایک کمیٹی بنا دیں اس میں، میں بھی اس کے متعلق ریکارڈ پیش کرتا ہوں، ان کے وارثوں کو بھی بلا لیتے ہیں، یہ پولیس والوں کو بھی بلا لیں اور اس کی ایک رپورٹ پھر ہاؤس میں پیش کی جائے۔جو لوگ غلط ہیں ان کو قانون کے مطابق سزا دی جائے اور جو لوگ جعلی پولیس مقابلہ کرتے ہیں ان کا پتا چل سکے۔آپ تو ان کو جعلی پولیس مقابلے پر 50 لاکھ انعام دے کر آ جاتے ہیں۔سب کو پتا ہے کہ ایک آرمی والے نے مارا ہے اس کے بعد پولیس والے آ گئے کہ یہ فلاں نے کیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ یہ پولیس مقابلہ ضرور کریں لیکن آپ اگر criminal کو پکڑ کر جعلی پولیس مقابلے میں مارتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالتوں سے آپ کو انصاف کی توقع نہیں ہے، وہاں سے بھی یہ لوگ بچ کر آ جاتے ہیں تو آپ اپنے ملک کا، صوبے کا جوڈیشل سسٹم ٹھیک کریں۔ یہ جو extra judicial killings ہیں یہ بالکل غلط ہیں۔میں راجہ صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ اس سلسلے میں انہوں نے وہاں پر ایک اور بندہ بھی پکڑا ہوا ہے، آصف ہے یا کیا نام ہے۔یہ شہزاد نذیر جو ہے اس کو

پہلے مارا ہے اور یہ گاڑی پر گر گیا ہے اس کے بعد اس کو گاڑی پر بٹھایا گیا ہے اور اس سلسلے میں میرے پاس پورا ریکارڈ ہے اور وہاں کی بار کونسل کا بھی ریکارڈ ہے، انجمن شہریاں کا بھی ریکارڈ ہے، آپ کے ڈسٹرکٹ ناظم کا بھی ہے، وہاں کے سٹی ناظم کا بھی ہے سب نے اس پر اعتراض کیا ہے اس لئے میں راجہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ ہاؤس کے دو تین ممبران کی اس پر کمیٹی بنادیں جو اس سارے معاملے کی چھان بین کرے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ رانا صاحب کن لوگوں کی وکالت فرما رہے ہیں اور کس انکوائری کی بات کر رہے ہیں؟ یہ جو شہزاد نذیر عرف ٹیپو جو پولیس مقابلے میں ہلاک ہوا ہے اس کے خلاف ڈکیتی کے 12 مقدمات ہیں اور میرے پاس اس کی فہرست موجود ہے۔۔۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! Point of personal explanation.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میرا پورا جواب تو پہلے سن لیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! یہ فرما رہے ہیں کہ میں ان کی وکالت کر رہا ہوں مجھے اس پر اعتراض ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پھر آپ کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! یہ وکالت کی بات کر رہے ہیں، میں کسی کی وکالت نہیں کر رہا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ مقابلہ جعلی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: آپ پہلے میری بات تو سن لیں۔

رانا آفتاب احمد خان: میں تو پولیس والوں کی نشاندہی کر رہا ہوں کہ یہ خود They are decoits in uniform اور یہ جعلی پولیس مقابلہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ صحیح معنوں میں لوگوں کو پکڑیں تو آپ کے لاہور میں ہی بتیس چونتیس ڈکیتیاں روز ہوتی ہیں ان میں سے کتنے لوگ آپ نے پکڑ لئے ہیں؟ یہاں جوہر ٹاؤن میں ایک پروفیسر کے گھر واردات ہوئی ہے اور وہ واپس پیسے دے کر گئے ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! ان سب باتوں کا Call Attention Notice کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ پہلے میری بات سن لیں کہ اس میں جو لوگ ملوث ہیں ان کا کردار آپ دیکھ لیں اور پھر اگر پولیس ایسے لوگوں کو گرفتار کرتی ہے یا پولیس مقابلہ ہوتا ہے تو آپ کس ثبوت کی بنیاد پر یہ فرما سکتے ہیں کہ یہ تو

بڑے شریف لوگ تھے پولیس زبردستی پکڑ کر لے گئی اور ان کو ہلاک کر دیا۔12 مقدمات شہزاد نذیر عرف ٹیپو کے خلاف تھے اور نوید کے خلاف چار مقدمات اغوا برائے تاوان اور ڈکیتی کے درج تھے۔ محمد آصف ولد دلشاد احمد کے خلاف چار مقدمات 392 کے ڈکیتی کے درج ہیں، اس کے بعد صابر حسین ولد محمد صدیق کے خلاف بھی 13 مقدمات اغواء برائے تاوان اور ڈکیتی کے درج ہیں۔ رانا صاحب فیصل آباد میں جس پولیس مقابلے کی بات کر رہے ہیں وہاں پر وزیر اعلیٰ خود تشریف لے کر گئے اور پولیس کو 50 لاکھ روپے انعام بھی دیا اور شہریوں نے پولیس کے اس کردار کو سراہا اور کہا کہ اس گینگ سے لوگوں کی جان چھوٹی ہے۔ اگر ہم اس طرح سے پولیس کو discourage کرنا شروع کر دیں کہ یہ جعلی پولیس مقابلہ تھا۔ جعلی پولیس مقابلہ وہاں ہوتا ہے جہاں آگے کوئی شریف شہری ہو۔ یہ تو criminal لوگ ہیں جو فیصل آباد سے بھاگ کر رحیم یار خان گئے اور ناکے پر روکا گیا تو وہاں سے ایک پولیس کانسٹیبل کو اغواء کر کے لے گئے۔ پولیس مقابلہ ہوا تو یہ پھر جعلی کیسے ہو گیا؟ آپ خود اندازہ لگا لیں کیا انہوں نے پولیس کانسٹیبل کو اغواء نہیں کیا اور کیا پولیس کانسٹیبل ان کی گاڑی میں زخمی نہیں ہوا اگر ان کی گاڑی میں پولیس کانسٹیبل زخمی ہوا ہے اس کو ناکے پر سے اغواء کیا گیا ہے یہ آج خود سوچیں کہ پولیس مقابلہ جعلی ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں اپنے بھائی کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ خدا کے لئے ہمیں اس قسم کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے پولیس کو اس لحاظ سے condemend نہیں کرنا چاہئے۔ اگر کوئی اچھا کام ہوا ہے تو We must appreciate it. ۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا آفتاب احمد خان!

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! میرا مسئلہ یہ نہیں ہے بلکہ extra judicial killings سے ہے یا تو آپ ایک legislation کروالیں کہ آپ نے جس criminal کو دیکھنا ہے مار دینا ہے۔ That is some thing different. مجھے تو یہ پتا بھی نہیں کہ یہ کون ہے، کس نے کیا ہے، کیس بھی بن جاتے ہیں۔ میرا issue یہ ہے کہ پورے رحیم یار خان کی جو رپورٹ ہے اس کو دیکھیں آپ one sided دیکھ رہے ہیں criminal کی بات نہیں ہے۔ پولیس والوں نے اسے صادق آباد ٹول پلازہ سے گرفتار کیا ہے پھر کچے کی طرف لے گئے ہیں وہاں پر ان کو مارا گیا ہے۔ اگر تو صحیح پولیس مقابلہ ہو اس پر اعتراض نہیں ہے۔ اگر یہ ان سے گرفتار ہو گیا ہے تو اس کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرتے۔ اب یہ غلط وقوعہ بنا رہے ہیں۔ ابھی بھی آپ دیکھیں کہ ان کے وارثوں نے ہائی کورٹ میں کیس کیا ہے کہ ان کے بچوں کو اغواء کر لیا ہے اور یہ کہہ رہے ہیں

کہ کیس واپس لیں۔راجہ صاحب مجھے ایس پی کے ذریعے سے approach کیا گیا ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں آپ کو approach کرنے کی background سے بھی آگاہ ہوں لیکن میں ایوان میں وہ بات نہیں کرنا چاہتا۔

رانا آفتاب احمد خان: آپ ان کو relief دیتے ہیں تو دیں۔ میں نے ان کو کیا relief دینا ہے I don't need it.I dont know anybody. اس وقت ایم پی اے شفیق صاحب تشریف نہیں رکھتے انہوں نے بات کی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا موقف یہ ہے کہ اگر آپ نے ان بدمعاشوں کو مارنا ہے تو پھر یا تو کوئی executive order کریں کہ عدالتوں میں نہیں جانا اور ان کو ایسے ہی مار دینا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر پولیس والے مجرم کو پکڑ لیتے ہیں تو ان کا کورٹ میں ٹرائل کریں۔ اگر آپ کورٹ میں ٹرائل نہیں کریں گے تو یہ ماورائے عدالت قتل ہوں گے۔ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ اس کے خلاف 137 کیس ہوں گے مگر جب وہ گرفتار ہو گیا ہے اور اس کی تلاشی لینے کے بعد اس کو مار دیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں صرف مختصراً یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ رانا صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کے لواحقین کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ میں نے categorically اس بات سے انکار کیا ہے کہ ان کو دھمکیاں نہیں دی جا رہیں۔ میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ اس سلسلے میں ایک جوڈیشل انکوائری ہو رہی ہے سینئر سول جج صاحب جوڈیشل انکوائری کر رہے ہیں اگر کسی کو ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے تو وہ سینئر سول جج صاحب جو جوڈیشل انکوائری conduct کر رہے ہیں ان کے نوٹس میں لائیں اور پھر جوڈیشل انکوائری کی رپورٹ آ جانے دیں۔ اگر پولیس کی high-handedness ثابت ہوئی تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! میں یہ نہیں کہہ رہا بلکہ یہ کہہ رہا ہوں We are bringing every thing on record.Tomorrow there could be change of record this way or the other. یہ ریکارڈ بن جائے گا۔ ہم نے یہ کہا تھا اور ہم نے یہ نوٹس دیا ہے کہ آپ پولیس کو اتنا اختیار نہ دے دیں۔ شریف شہریوں کی گاڑیوں میں جس طرح یہ کرتے ہیں آپ کو پتا ہے۔ یہ میرا پوائنٹ تھا یہ کوئی میرا ذاتی مسئلہ تو نہیں تھا۔ آپ نے مزید بھی لوگوں کو مارنا ہے۔ آپ ماریں ان کو مگر کسی طریقے سے۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! تشریف رکھیں۔Let the judicial enquiry report come اس کے بعد اس کو پھر دیکھیں گے۔Till that time this is disposed of اس کے بعد جناب ارشد محمود بگو!

راولپنڈی میں اغواء برائے تاوان
اور بعد از وصولی رقم معنوی اور تاوان دہندہ کا قتل

666جناب ارشد محمود بگوا اور جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 18۔مارچ2006 کو مخدوم تنویر قریشی کے دس سالہ بھانجے ولید کو مسلم ٹاؤن راولپنڈی سے اغواء کیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اغواء کاروں نے بذریعہ ٹیلی فون پچاس لاکھ روپے تاوان کا مطالبہ کیا اور مذاکرات کے بعد معنوی کا پھوپھا مورخہ 23۔مارچ2006 کو باہمراہ پولیس کی چھ گاڑیوں کی نفری پر مشتمل فورس اور اپنے دو رشتے داروں 25لاکھ روپے کی رقم بطور تاوان ادا کرنے مریڑ حسن ریلوے پل راولپنڈی پہنچا تو اغواء کاروں نے رقم لینے کے بعد مخدوم تنویر قریشی پر کلاشنکوفوں سے اندھا دہند فائرنگ کر دی جس سے وہ موقع پر ہلاک ہو گیا اور پولیس صرف ملزمان کی نگرانی کرتی رہی؟

(ج) اگر جز(الف) اور(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو پولیس کی تفتیش کے مطابق خرم بھٹی سمیت کل کتنے ملزمان کی تاحال گرفتاری عمل میں لائی گئی، مزید برآں اب تک ہونے والی مقدمہ میں پیشرفت سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ مورخہ 21-03-2006 کو سید نعمان ولد سید اشفاق احمد قوم سید پتا مکان نمبر B-11/284 مسلم ٹاؤن راولپنڈی نے تحریری درخواست بخدمت ایس ایچ او تھانہ صادق آباد راولپنڈی دی۔ چونکہ بہت تفصیل کے ساتھ رپورٹ دی گئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں مختصر صورتحال یہ ہے کہ واقعتاً ایک بچہ جس کی عمر 10/9 سال تھی اس کو اغواء کیا گیا۔ اس کے لواحقین نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ پہلے تھانے میں دی اور اس کے بعد انہوں نے اس شک کا اظہار کیا کہ ہمارے فلاں رشتہ دار نے ہمیں یہ اطلاع دی ہے کہ چند دن تک بچے کو رہا کر دیا جائے گا اور ہمیں شک ہے کہ ہمارے کچھ رشتہ دار جس کا نام ذیشان ہے اس نے ہمارے بچے کو اغواء کیا ہے تو پولیس نے ذیشان کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن اسی دن ملزم ذیشان کا تھانہ صدر کے علاقہ میں پولیس سے encounter ہوا اور وہ وہاں پر

اس encounter میں گرفتار ہو گیا۔ گرفتار ہونے کے بعد اس نے اس بات کا انکشاف کیا کہ اس نے بچے کو اغواء کیا تھا اور بچے کو اغواء کرنے کے بعد اس کے لواحقین سے 50 لاکھ روپیہ تاوان مانگا تھا۔ جب اس کے لواحقین نے تاوان دینے میں لیت ولعل کیا تو اس نے بچے کو قتل کر دیا، اس نے بچے کی نعش کو برآمد بھی کروایا۔ اس کے بعد اس نے مزید برآں یہ کیا کہ بچے کو قتل کرنے کے بعد اس کے قتل کی لواحقین کو اطلاع نہیں دی بلکہ اس نے ان سے یہ مطالبہ جاری رکھا کہ تاوان ادا کیا جائے اور ایک دن بچے کا ماموں تنویر قریشی جب تاوان دینے کے لئے آیا تو اس کو بھی اس نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ لہذا اس ملزم ذیشان نے اپنے والد کے ساتھ مل کر اور اپنے چند اور عزیزوں کے ساتھ مل کر پہلے اغواء برائے تاوان کیا۔ اس کے بعد بچے کو قتل کرنے کے بعد اس نے بچے کے ماموں کو قتل کیا اور اسی دوران جب پولیس کے ساتھ اس کا encounter ہوا تو ایک پولیس کانسٹیبل کو بھی اس نے قتل کیا۔ اس مقدمہ میں تمام ملزمان ماسوائے خرم بھٹی گرفتار ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد خرم بھٹی کو بھی گرفتار کر لیا جائے گا لیکن اس مقدمے کے تمام مرکزی کردار گرفتار ہو چکے ہیں۔ ان کے متعلق نامکمل چالان بھی عدالت میں پیش کیا جا چکا ہے اور اس مقدمے کی آئندہ پیشی 18۔ جون ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ملزم خرم بھٹی کو بھی جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ہم سب لوگ عوام کے نمائندگان ہیں۔ میں ایمانداری اور پورے وثوق سے کہتا ہوں اور میری اس بات کی میرے یہ دوست بھی تائید کریں گے کہ اس وقت صرف پنجاب نہیں بلکہ پورے پاکستان کا جرائم کے حوالے سے جو حال ہے میں آپ کو بتا دوں۔ سیالکوٹ میں اس وقت تھانہ بڑیانہ اور صدر سیالکوٹ میں ایک بچہ اور ایک جوان آدمی اغواء ہوا تھا۔ ڈیڑھ سال ہو گیا ہے ابھی تک وہ جوان نہیں ملا۔ بچے کو اغواء ہوئے ڈیڑھ مہینہ ہو گیا ہے ابھی تک وہ بھی نہیں ملا۔ روزانہ سینکڑوں کے حساب سے ڈاکے ہو رہے ہیں اور سینکڑوں کے حساب سے لوگ مارے جا رہے ہیں اور لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ سامنے بیٹھا ہوا ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے۔ اس کیس کے حوالے سے دیکھیں کہ جتنے اغواء برائے تاوان کے کیس ہیں میں نے پچھلے سال بھی اسمبلی میں یہ کہا تھا کہ سیالکوٹ میں بچے کو اغواء کیا گیا، 50 لاکھ تاوان مانگا گیا۔ جب وہ تاوان دینے گئے پولیس خود پیسے لے کر گئی۔ وہ تاوان لے کر بھاگ گئے۔ بچہ لواحقین نے خود پکڑ لیا۔ باقی سارے ملزمان پکڑے گئے ہیں لیکن جس ملزم کے پاس پیسے تھے دو سال ہو گئے ہیں وہ ابھی تک نہیں پکڑا گیا اور

میرا خیال ہے کہ وہ قیامت تک نہیں پکڑا جائے گا۔ سارے کیسوں میں ایسا ہو رہا ہے۔ میں اس floor پر یہ assurance لینا چاہتا ہوں کہ خرم بھٹی اصل culprit ہے اور یہ آزاد پھر رہا ہے۔ اس کو پولیس پکڑتی بھی نہیں ہے۔ وزیر قانون مجھے by name یہ بتادیں کہ کن کن لوگوں کو پکڑا ہے؟ دوسرا on the floor of the House مجھے یہ assurance دلائیں کہ خرم بھٹی کو جلد از جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس مقدمہ میں ذیشان عرف شانی ولد علی شان، شاہد، زرولی، سربلند خان، ناصر خان کو اب تک گرفتار کیا گیا ہے اور میں اپنے معزز رکن کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اصل ملزم خرم بھٹی کی گرفتاری کے لئے خصوصی طور پر انتظامات کئے جائیں گے اور اس کو جلد گرفتار کر لیا جائے گا اور میں ذاتی طور پر بھی انہیں یقین دلاتا ہوں کیونکہ پہلے سے یہ بات میرے نوٹس میں ہے، راولپنڈی کا مسئلہ تھا اور بزرگوں نے بھی مجھے حکم دیا تھا کہ اس میں خصوصی دلچسپی لیں، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: اب Privilege Motions شروع کی جاتی ہیں۔ پہلی motion مہر اشتیاق احمد صاحب کی ہے۔ یہ 07-03-2006 کو move ہو چکی ہے۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے کیونکہ یہ پچھلے اجلاس سے pending چلی آ رہی ہے۔ میرے پاس صرف fresh جوابات ہیں۔ اگر اسے کل کے لئے pending فرما لیں تو میں کل اس کا جواب دے دوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے، کل تک pending کی جاتی ہے۔ next ہے۔ سید احسان اللہ وقاص۔ یہ بھی move ہو چکی تھی اور ابھی تک pending ہے۔ لاء منسٹر صاحب! اس کا جواب بھی آپ نے دینا ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ بھی پچھلے اجلاس سے pending چلی آ رہی ہے۔ اس کو بھی کل تک pending کر دیں، کل اس کا جواب آ جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ کب سے pending ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: یہ 07-03-2006 کو move ہوئی تھی اور ابھی 08-06-2006 ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں پہلے بھی گزارش یہ کر رہا تھا کہ تحاریک استحقاق جو پہلے ہی pendings ہیں ان میں سے کسی کا بھی میرے پاس اس وقت جواب نہیں ہے میرے پاس fresh کے جواب موجود ہیں۔ اگر کل تک pending کر لیں تو میں کل اس کا بھی جواب دے دوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے، اسے بھی کل تک pending کر دیتے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! ہم اسمبلی کے عملے پر probe کرنے کے لئے بات نہیں کر سکتے تو ہم کس سے بات کریں؟ اگر اس سے ہمارا استحقاق مجروح نہیں ہوتا تو کسی انسپکٹر کے ساتھ تلخ کلامی ہو جائے، کسی اے ایس آئی کے ساتھ تلخ کلامی ہو جائے، وہ تحریک استحقاق accept کر لی جاتی ہے لیکن پوری اسمبلی کی عمارت کے اوپر حملہ ہوا ہے اور چار مہینے ہو گئے ہیں، ہر دفعہ اس کی date ڈال دی جاتی ہے۔ میری درخواست یہ ہے کہ آپ نے پہلے رولنگ دی ہوئی ہے کہ یہ ہر صورت استحقاق کمیٹی کے پاس جائے گی۔

آپ بسم اللہ پڑھ کر اس کو وہاں بھیج دیں۔ میری کسی کے ساتھ کوئی personal بات نہیں ہے۔ لاء منسٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ آپ نے فلاں کا نام لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کا نام لکھا ہوا انہیں پسند نہیں آ رہا تو اس کو بے شک نکال دیں لیکن اس کو استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجیں۔ میں ان کے گلے میں کوئی پھندا نہیں ڈلوانا چاہتا لیکن میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اس کو probe کیا جائے کہ اسمبلی کے ساتھ یہ اتنا بڑا واقعہ ہوا ہے اور اس کو کسی طرف لگنا چاہئے۔ میری تو صرف یہی درخواست ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں احسان اللہ وقاص صاحب کی بات کا جواب دینا چاہتا ہوں اور گزارش یہ ہے کہ جیسا کہ احسان اللہ وقاص صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اس معاملے کو probe کریں اور اگر کوئی ذمہ دار ہے تو اس کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے۔ ہماری منشا بھی یہ ہے کہ جو بھی تحقیقات ہو رہی ہیں اس کا کوئی نتیجہ نکل آئے اور جو بھی ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے تو ان کے خلاف کارروائی کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں جہاں تک میری اطلاع ہے کہ اس معزز ایوان کی ایک کمیٹی پہلے سے probe کر رہی ہے۔ کمیٹی نے شاید پولیس افسران کو بھی بلایا تھا اور باقی محرکات بھی دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو اس وقت تک pending کر لیا جائے کہ جو کمیٹی پہلے ہی اس پر کام کر رہی ہے۔ اس کی رپورٹ نہ آ جائے

اس رپورٹ کی روشنی میں ہم آگے کچھ کر سکتے ہیں۔ایک کمیٹی پہلے سے اپنا کام کر رہی ہے اس پر ایک اور کمیٹی اپنا کام شروع کر دے تو یہ ٹھیک نہیں ہو گا۔

سید احسان اللہ وقاص: یہ تحریک استحقاق، استحقاق کمیٹی کو بھیج دیں یا اسی کمیٹی کو ہی refer کر دیں، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: ٹھیک ہے۔یہ تحریک استحقاق اس کمیٹی کے پاس بھیج دیں۔اس کمیٹی میں بھی سید احسان اللہ وقاص صاحب موجود ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔اس تحریک کو اس کمیٹی کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ جو پہلے ہی اس پر کام کر رہی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس کی رپورٹ اسمبلی میں پیش کی جائے۔

(اذان مغرب)

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس کمیٹی کو بھیجنے پر مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن وہ فنانس کمیٹی کی سب کمیٹی ہے اور وہ اپنی findings فنانس کمیٹی کو پیش کرے گی۔یہ بھی ساتھ کہا جائے کہ ان کی جو بھی findings ہوں وہ ہاؤس میں بھی پیش کی جائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ کل کا دن دے دیں، پھر ہم فیصلہ کر لیں گے۔جی، بی بی!

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ جو تحریک استحقاق سے متعلقہ مسئلہ ہے جو کہ ہم نے دو دفعہ جمع کرائی تھی لیکن وہ reject ہو کر واپس آ گئی اور ہمیں اس کی وجہ بھی نہیں بتائی گئی۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ محکمہ داخلہ حکومت پنجاب نے اپنے نوٹیفکیشن مورخہ 14۔دسمبر 2005 کے ذریعے 12 اراکین پر مشتمل صوبائی پبلک سیفٹی اینڈ پولیس کمپلینٹس کمیشن کا قیام کیا تھا اس محکمہ نے پولیس آرڈر 2002 کے آرٹیکل 73 کے تحت صوبائی اسمبلی پنجاب کے چھ اراکین کو نامزد کیا ہے۔ جن میں سے چار اراکین حکومتی بنچوں سے اور دو اراکین اپوزیشن سے ہیں تاکہ وہ پنجاب اسمبلی کو represent کر سکیں اور پولیس

شکایات کو وصول کر کے ان مسائل کا حل دیکھیں۔

جناب سپیکر! پولیس آرڈر 2002 کے آرٹیکل 83 کے تحت کم از کم ایک اجلاس ہر مہینے میں بلانا بہت ضروری ہے۔

83(4): Members shall attend meetings of the Commission as and when required for which at least a week's notice, with agenda shall be given. There shall be minimum of one meeting in a month, provided an emergency meeting may be held at a short notice not exceeding twenty-four hours.

جناب والا! چار مہینے ہو گئے ہیں اس کی ابھی تک کوئی میٹنگ ہوئی اور نہ اس کا کوئی آفس بنایا گیا ہے۔آفس کے لئے لکھا ہوا ہے کہ

84(1) The Government shall establish a permanent secretariat of the Provincial Public Safety [and Police Complaints] Commission.

جناب والا! اگر اتنا صاف رولز میں ہے اور پولیس آرڈر 2002 میں یہ لکھا ہے تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ میٹنگ call نہ کر کے تو ایک طرف آپ دیکھیں کہ آج کل لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال سامنے ہے۔اس کے باوجود میٹنگ call نہ کی جائے تو لگتا ہے کہ گورنمنٹ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو کنٹرول کرنے میں سنجیدہ نہیں ہے شاید وہ اس کو as it is رہنے دینا چاہتی ہے اس پر لاء منسٹر صاحب فرمائیں کہ ابھی تک میٹنگ call کیوں نہیں کی گئی جبکہ monthly meeting mandatory ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ رولز کی خلاف ورزی ہو رہی ہے کہ جو جنرل مشرف صاحب نے کوششیں کی تھیں ان کو یہ خود ہی ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اس میں دوسرا اہم پوائنٹ ہے جو میں چاہتی ہوں کہ لاء منسٹر صاحب اس کا جواب دے دیں کہ اس کی composition ہے کہ کون اس کا ممبر ہونے کے لئے eligible ہو گا؟ میں آپ کو یہاں پڑھ کر سنا دیتی ہوں کہ آرٹیکل 79 میں ہے کہ "کوئی بھی ممبر جو کہ political activist ہو وہ اس کا ممبر نہیں ہو سکتا" لیکن ان بارہ ارکان میں سے شاید مسلم لیگ (ق) کی صدر شاہانہ فاروقی صاحبہ بھی اس کی ممبر ہیں، ان کو

ممبر کیسے بنایا گیا ہے ؟اگر آج اس کا جواب دے دیں تو بڑی مہربانی ہو گی کیونکہ اس کو دو دفعہ reject کر کے بھیج دیا گیا ہے۔یہ بڑا اہم نوعیت کا مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!اس کی وضاحت تو میں ریکارڈ دیکھنے کے بعد ہی کر سکتا ہوں۔ محترمہ نے اسمبلی میں یہ دیا تھا اور یہ دو دفعہ reject ہوا ہے تو ایک بات جو پہلے ہی آپ نے reject کر دی ہے وہ ساری انھوں نے پیش کر دی ہے۔میں جواب بھی دے دوں گا تو آپ کے reject کرنے کا مقصد تو فوت ہو جاتا ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: ہمیں reject کرنے کی وجہ نہیں بتائی گئی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: یہ اسمبلی سیکرٹریٹ بتا سکتا ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: اس بات کو تو پھر گول کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب 20 منٹ کے لئے وقفہ نماز مغرب کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے لئے 20 منٹ کا وقفہ کیا گیا)

(نماز مغرب کے وقفہ کے بعد جناب قائم مقام سپیکر 7 بج کر 50 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

پوائنٹ آف آرڈر

سٹینڈنگ کمیٹیوں کے الیکشن کروانے کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!اس اسمبلی کی میعاد ختم ہونے میں ایک سال یا سوا سال رہ گیا ہے۔اس اسمبلی کی constitutional requirement یہ ہے کہ تمام پارلیمانی کمیٹیوں کے الیکشن مکمل ہوں لیکن تین کمیٹیاں ایسی ہیں جن کا حکومت نے ابھی تک الیکشن کروایا ہے اور نہ ہی ان کے کوئی چیئرمین مکمل کئے گئے

ہیں۔ان تین کمیٹیوں میں ایک کمیٹی کامرس اینڈانویسٹمنٹ، کمیٹی آف سپیشل ایجوکیشن اور کمیٹی آف پروفیشنل ڈویلپمنٹ ہے۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر قانون سے کہوں گا کہ ان کے کئی فاضل ممبر نئے آئے ہیں تو جو تین کمیٹیاں رہ گئی ہیں ان کے الیکشن کروائیں،ان کے چیئرمین مقرر کرائیں تاکہ وہ کمیٹیاں اپنا کام شروع کریں لیکن ابھی تک حکومت اتنی اہم constitutional duty پر غفلت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں یہ التماس کروں گا کہ حکومت کو ہدایات دیں کہ ان تینوں کمیٹیوں کے الیکشن within time مکمل کروا کر ہاؤس کو اس کی رپورٹ پیش کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!تین کمیٹیاں تو وہ ہیں جن کے الیکشن نہیں کروائے گئے اور بے شمار کمیٹیاں ایسی ہیں جن کی ایک بھی میٹنگ نہیں ہوئی اس لئے اس کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔آپ کی سربراہی میں رولز آف پروسیجر کی ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے اس میں suggest ہوئی تھی اس لئے رولز آف پروسیجر میں جو amendments ہیں اس اسمبلی کی مدت پوری ہونے سے پہلے پہلے ان کے بارے میں کچھ متفقہ چیزیں تیار ہوئی ہیں ان کو بھی approve کر دینا چاہئے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر

جناب قائم مقام سپیکر: جی!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو تین کمیٹیاں جن کے الیکشن نہیں ہوئے ان کے الیکشن بالکل نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ پہلے جو الیکشن ہوئے اور کمیٹیاں بنیں جیسا کہ شاہ صاحب نے کہا کہ بہت سی ایسی کمیٹیاں ہیں جن کی ابھی تک ایک بھی میٹنگ نہیں ہوئی لیکن ان کے چیئرمین گاڑیاں لے کر پھر رہے ہیں،ان کے جانوروں کا چارہ بھی ان سرکاری گاڑیوں میں آتا ہے۔یہاں پر بہت سے ایسے پارلیمانی سیکرٹری ہیں جن کا کوئی کام نہیں ہے صرف ان کا گاڑیاں اور تنخواہ لینا مقصد ہے۔یہاں راجہ بشارت صاحب صرف ایک دن اجلاس میں نہ آئیں،انہیں عمرے پر بھیج دیں اگر یہ سارے وزیر مل کر اجلاس چلا کر دکھا دیں تو میں استعفیٰ دے دیتا ہوں۔ پنجاب حکومت پر جتنا بڑا بوجھ یہ ہیں اگر یہ ختم ہو جائیں تو پنجاب حکومت کا خسارہ ختم ہو سکتا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ پنجاب کے عوام پر جو تین کمیٹیوں کا احسان کیا ہوا ہے یہ مہربانی کریں کہ کوئی الیکشن کی ضرورت نہیں بلکہ سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین جن کے ابھی تک اجلاس نہیں ہوئے ان کے خلاف ایکشن ہونا چاہئے۔ اگر انہوں نے آج تک اجلاس نہیں بلایا تو وہ تین سال سے کس چیز کی تنخواہ لے رہے ہیں؟ میری

آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیا جائے اور چودھری اقبال صاحب کھڑے ہوئے ہیں میں ان سے گزارش کروں گا کہ چودھری اقبال صاحب!آپ ہمارے بڑے بھائی بھی ہیں، بہت محترم ہیں، میں دل سے آپ کی عزت کرتا ہوں لیکن جس بری طرح سے اس دفعہ پنجاب میں گندم کا سکینڈل ہوا ہے اور جس طرح پنجاب میں-/370روپے سے اوپر زمیندار کو نہیں ملے۔ میں یہاں پر چیلنج کے ساتھ کہہ رہا ہوں آپ نے بڑی باتیں کی ہوں گی اور ابھی بہت کچھ floor پر کہیں گے کہ ہم نے یہ تیر چلایا، وہ تیر چلایا میں یہاں اس ہاؤس میں یہ ثابت کروں گا کہ یہ آپ کے ساتھی بیٹھے ہیں یہ خدا کو حاضر ناظر جان کر کہیں کہ کیا زمیندار کو-/370روپے سے زیادہ ملے ہیں؟ مجھے یہ ثابت کر دیں میں استعفیٰ دینے کے لئے تیار ہوں۔ چودھری اقبال صاحب!آپ کا بہت احترام ہے لیکن اس دفعہ آپ بیوروکریسی کی نذر ہوئے ہیں اور آپ کی پالیسی کی وجہ سے پنجاب کا غریب کاشتکار کا قتل عام ہوا ہے۔آپ قابل احترام ہیں لیکن خدا کے لئے ان کے قتل عام کو روکیں۔اب وقت ختم ہو چکا ہے اور خریداری مکمل ہو چکی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر!راجہ ریاض صاحب نے بڑی مدلل باتیں کی ہیں اور انہوں نے اس ہاؤس میں پوری دہشت گردی پھیلائی ہوئی ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ یہ کرتے کیا ہیں؟ان کی بڑی دہشت ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ پورا ہاؤس ان سے بڑا ڈرتا ہے اور ان کی کارکردگی کیا ہے میں بڑی معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ انہوں نے ساری کیبنٹ کو بھی ایسے کر دیا ہے کہ یہ سب بے کار لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ایم ایم اے والے میرے بھائی ہیں، ان سے میری کوئی رشتہ داری نہیں ہے میں کام کی بات کرتا ہوں اگر یہ ہاؤس میں نہ ہوں تو یہ اپوزیشن مفت کی تنخواہ لے رہی ہے، ان کا یہاں کوئی کام نہیں ہے، یہ کوئی کام نہیں کرتے۔ راجہ ریاض کی کیا contribution ہے اور باقیوں کی کیا ہے؟اس طرح کے ریمارکس دینے سے پتا نہیں چلتا کہ کیا کام ہو رہا ہے؟انہوں نے گندم کی بات کی ہے میرا فرض بنتا ہے کہ میں جواب دوں اور جو یہ عزت کرتے ہیں وہ تو مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ یہ بڑی عزت کرتے ہیں اور میں بھی ان کی دل سے بڑی عزت کرتا ہوں، مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر!بات یہ ہے کہ اس دفعہ گندم کے اتنے بُرے حالات تھے آپ اس کے گواہ ہیں کیونکہ آپ بھی زمیندار ہیں کہ پچھلا سٹاک ہمارے پاس کوئی چودہ لاکھ ٹن پڑا ہوا ہے جو dispose

of نہیں ہو سکا اس کے باوجود میں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں وزیر اعلیٰ پنجاب کو کہ جب ہم نے یہ ساری صورتحال واضح کی کہ گندم کی یہ صورتحال ہے اس کا کیا کیا جائے تو انہوں نے بڑی ہمت اور جرأت مندی کے ساتھ کہا کہ آپ میرا نعرہ دوبارہ دہرائیں کہ ہم نے آخری دانہ تک گندم خریدنی ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو بھی زمیندار ہمارے پاس گندم لے کر آیا اگر اس کو -/415 روپے فی من نہ ملے ہوں تو میں on the floor of the House استعفیٰ دے دوں گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

ان کو ویسے ہی عادت ہو گئی ہے سب کو ڈرانے کی لیکن یہ میرے سے چھوٹے ہیں اس لئے میں ان سے کیوں ڈروں گا؟ ویسے میں ان کو مشورہ دوں گا کہ یہ دہشت گردی پھیلانے کی بجائے آج کل بڑے اچھے ڈاکٹر آ گئے ہیں جو سر پر بال لگاتے ہیں یہ ذرا وہ لگوالیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! وہ بال میں نے لگوالئے ہیں یہ ذرا غور سے دیکھیں اور دو مہینے تک مکمل بال آپ کی طرح آ جائیں گے۔ جس طرح ان کو میرے بال نظر نہیں آئے اسی طرح ان کو پنجاب میں غریب کاشتکار کا قتل ہوا ہے وہ بھی ان کو نظر نہیں آ رہا۔ جس طرح پنجاب کا غریب کاشتکار جو آپ کا ساتھی ہے، میرا ساتھی ہے اور سپیکر صاحب کا ساتھی ہے اور ہمارے سپیکر صاحب ہمارے لئے قابل احترام ہیں لیکن یہ ذرا وزراء کا ساتھ دے جاتے ہیں۔ آج یہ سپیکر صاحب جو اس معزز ہاؤس کے نمائندے ہیں اور ایک معزز سیٹ پر بیٹھے ہیں یہ اگر کہہ دیں کہ غریب کاشتکار کو -/370 روپے فی من گندم سے زیادہ ملے ہیں تو جو مجھے سزا تجویز کریں گے وہ میں بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔

چودھری محمد عظیم گھمن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، گھمن صاحب!

چودھری محمد عظیم گھمن: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے راجہ ریاض صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ زمیندار کو -/370 روپے سے زیادہ پیسے نہیں ملے اور انہوں نے کہا کہ اگر ثابت کر دیں کہ -/370 روپے سے زیادہ پوری قیمت ملی ہے تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے ڈسٹرکٹ میں یہ چیک رکھا ہے۔ یہ کسی کی صفائی دینے والی بات نہیں ہے اور حکومت کی تعریف کرنے والی بات نہیں ہے۔ میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ کسی کاشتکار کو -/415 روپے سے کم ملے ہوں تو میں استعفیٰ دینے کے لئے تیار ہوں۔ صرف باتیں ہی نہیں کرنی چاہئے جو حقیقت بات ہے اس کو مان لینا چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، قاسم نون صاحب!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ محترم راجہ صاحب نے جس طرح گفتگو فرمائی ہے میرا خیال ہے کہ کاشتکاری سے ان کا تعلق ہے نہ ان کا کوئی کاروبار ہوگا، ملیں ہوں گی یا کارخانے ہوں گے۔ گزارش یہ ہے کہ اس دفعہ جب گندم کی فصل آئی تو شروع میں ہر crop پر ہوتا ہے بلکہ یہ all over the world trends ہیں کہ man middle درمیان میں آجاتے ہیں اور exploiters آجاتے ہیں لیکن آپ یقین کیجئے کہ جب یہ صورتحال کی نشاندہی ہوئی تو پھر محترم وزیر اعلیٰ پنجاب نے خریداری کا ٹارگٹ 20 لاکھ ٹن سے 30 لاکھ ٹن تک بڑھا دیا اور آخری دانے تک۔ اسی طرح سے شروع میں بار دانے کی شکایت آئی تو اس پر بھی پوری طرح توجہ دے کر کاشتکار کو بچایا۔ یہ نہیں ہے کہ -/350 روپے ریٹ ملے ہیں یہ کہیں ان کے ہاں ہوا ہوگا تو I am sorry for that جہاں سے گندم آتی ہے اور جہاں اگتی ہے، جہاں surplus produce ہے وہاں پر کاشتکار کو صحیح قیمت -/415 روپے فی من ملی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! قاسم نون صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ راجہ صاحب شاید زمیندارہ سے وابستہ نہیں ہیں۔ میرا تعلق تحصیل چنیوٹ سے ہے میرا خیال ہے کہ راجہ صاحب چنیوٹ تحصیل میں حالانکہ ان کا تعلق فیصل آباد سے ہے لیکن تحصیل چنیوٹ میں ان کا نام چند ایک بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا ہے۔

آوازیں: یہ جاگیردار ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: اچھا تو یہ جاگیردار ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جی، ہاں یہ جاگیردار ہیں۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ راجہ صاحب اور اقبال صاحب کی جو بحث تھی اس میں ایک جو فائدہ ہوا ہے وہ آج تک ہم یہ کہتے آئے ہیں کہ ایم۔ایم۔اے جو ہے وہ ملا، ملٹری الائنس ہے وہ واضح ہو گیا ہے کہ انھوں نے خود کہا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو ہماری حکومت نہیں چل سکتی تھی۔ یہ انہی کے بل بوتے پر اور انہی کے سر پر چل رہے ہیں۔ تیسری بات راجہ صاحب کی یہ ہے کہ مہربانی فرمائیں اور ان کی قابلیت دیکھنے کے لئے انہیں دس دن کے لئے عمرہ پر بھیج دیں۔ پتا چل جائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔ یہ واقعی

حقیقت ہے کہ راجہ بشارت کے علاوہ یہ اسمبلی نہیں چل سکتی۔ دو ہی چیزیں ہیں، ایم۔ایم۔اے ہے یا راجہ بشارت صاحب ہیں۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: ٹائم کو ایک گھنٹے کے لئے extend کیا جاتا ہے۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! میری بھی ایک استدعا ہے۔ محترم فاضل ممبر صاحب نے ابھی floor پر بولا ہے کہ راجہ ریاض صاحب کا وہاں پر چنیوٹ میں بہت بڑا فارم ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب نے اپنے assets میں یہ declare نہیں کیا تو یہ چنیوٹ والا فارم کہیں ان کے لئے کوئی problem نہ ہو جائے؟

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر: Anyhow، اب تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ تحریک التوائے کار نمبر 833۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔جناب سپیکر! تحریک پیش کرنے سے پہلے میں تھوڑی سی clarification چاہوں گی۔ وہ یہ ہے کہ پچھلے اجلاس کے آخر پر میں نے آپ سے request کی تھی اور میں نے آپ کو ایک slip پر بھی لکھ کر بھیجا تھا کہ میری کچھ اہم تحاریک التوائے کار ہیں ان کو pending کر دیا جائے اور آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے مقصود صاحب کو اور مجھے بھی اس وقت چیئر پر سے کہا کہ وہ دے دی گئی ہیں لیکن بقول مقصود صاحب کے یہ صرف ایک pending کرنے کے لئے دی گئی تھی لیکن جس تحریک کو میں نے pending کرنے کے لئے request کی تھی وہ بہت important Adjournment Motion تھی۔ وہ شوگر کرائسس جو تھا اس کے بارے میں تھی، محکمہ اوقاف کے بارے میں ایک بہت important Adjournment Motion تھی تو ان کو kill کر دیا گیا۔ میں آپ سے کہوں گی کہ سیکرٹریٹ کے اوپر یہ تھوڑی سی obligation ہونی چاہئے کہ جس کا آرڈر آپ دیں، جو آرڈر آپ فرمائیں اس کو پوری طرح implement ہونا چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، مجھے جو put up کی گئی ہیں وہ میں نے approve کر دی ہیں اور جو مجھے put up نہیں ہوئیں اس کا مطلب ہے کہ وہ انھوں نے put up نہیں کی ہوں گی۔ اب اگر آپ کہہ رہی ہیں تو میں

معلوم کروں گا۔اس وقت جو آ رہی ہیں ان کو آپ take up کر لیں۔

محکمہ اولڈ ایج بینیفٹ کے ریجنل اور ذونل دفاتر بند کرنے سے سینکڑوں ملازمین بے روزگار اور پنشنروں کو مشکلات کا سامنا

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جی۔ میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" مورخہ 29۔نومبر 2005 کی خبر کے مطابق محکمہ اولڈ ایج بینیفٹ نے 6 ریجنل اور 10 زونل دفاتر کو بند کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے جس سے تقریباً 400 ملازمین بے روزگار ہو جائیں گے۔ ان 16 دفاتر کے بند ہونے پر نیم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے بزرگ پنشنروں اور پنشنروں کی بیواؤں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ان دفاتر کے بند ہونے کی خبر کی اشاعت سے عوام میں اضطراب اور بے چینی پائی جانے لگی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر فار لیبر!

وزیر محنت: جناب سپیکر! یہ جو اولڈ ایج بینیفٹ کا محکمہ ہے یہ وفاقی حکومت کے محکمہ لیبر اینڈ مین پاور کے زمرے میں آتا ہے۔اس کا محکمہ محنت پنجاب سے کوئی تعلق نہ ہے لیکن اس کے باوجود کیونکہ یہ مسئلہ ہاؤس میں اٹھایا گیا ہے اس لئے وفاقی حکومت سے اس بارے میں ہاؤس کی اطلاع کے لئے اور محترمہ کی اطلاع کے لئے اور محترمہ کے ان شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے کہ 400 ملازمین جو ہیں انہیں ملازمتوں سے فارغ کر دیا جائے گا میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا ہے تو انھوں نے بتایا ہے کہ اس میں ہرگز کسی ملازم کو برطرف نہیں کیا جائے گا بلکہ پنشنروں کی پنشن کو بہتر اور اچھے انداز میں اور 45 دنوں کی بجائے 30 دنوں میں ہم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کسی ملازم کو بالکل برطرف نہیں کیا جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جی، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنی information کے لئے منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہوں گی کہ انھوں نے یہ تو کہہ دیا کہ وہ ملازمین برطرف نہیں ہوں گے لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ دفاتر بند ہو رہے ہیں یا نہیں ؟اگر بند ہو رہے ہیں تو پھر یہ ملازمین کیسے بے روزگار نہیں ہوں گے ؟اس کی

وضاحت فرمادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

وزیر محنت: جناب سپیکر! پہلے تو میں نے یہ عرض کیا ہے کہ یہ محکمہ صوبائی محکمہ نہیں ہے۔اس کے باوجود میں اس ہاؤس میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ کسی ملازم کو بالکل نہیں نکالا جائے گا۔یہ میری مرکز میں بات ہو چکی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے جی؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جی، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر صاحب کی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے پہلے بات کی ہے۔میں نے آتے ہی پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا جو کہ صورتحال یہاں گول ہو گئی ہے۔ ہمارا کام ہے، آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں کہ اس ہاؤس کو رولز اینڈ ریگولیشنز کے مطابق چلایا جائے۔ میرا point بڑا relevant تھا کہ اس اسمبلی کی مدت ختم ہونے والی ہے اور اس حکومت نے تین کمیٹیوں کے ابھی تک الیکشن نہیں کروائے۔یہ پوچھ لیں کہ یہ کروانا چاہتے ہیں یا نہیں کروانا چاہتے؟ میں اس پر تحریک استحقاق لے آتا ہوں۔یہ تو قانون کی بات ہے۔لاء منسٹر اس پر جواب دے دیں کہ کیا آئین کے مطابق یہ ان کمیٹیوں کے الیکشن کروانے کے پابند نہیں ہیں؟ اگر یہ نہیں کروانا چاہتے تو یہ اس floor پر بتادیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ ذرا اس کو take up کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اس میں یہ ہو جائے گا کہ پھر کوئی اور مسئلہ شروع ہو جائے گا، اور کوئی بحث شروع ہو جائے گی۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ آخری سوال کرنے دیں۔اس کے بعد میں پھر لاء منسٹر صاحب سے پوچھتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: جی، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا ان کی تحریک التوائے کارdispose ofہوتی ہے۔جناب سمیع اللہ خان، محترمہ فائزہ احمد، عظمیٰ زاہد بخاری تحریک التوائے کار نمبر233ہے۔

گنگارام ہسپتال کی جانب سے غریب اور نادار مریضوں کو ایکسرے، الٹراساؤنڈ اور ٹیسٹوں کی مفت سہولیات کا واپس لیا جانا

محترمہ فائزہ احمد: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ ایک موقر اخبار مورخہ 24۔مارچ 2006کی خبر کے مطابق گنگارام ہسپتال کی انتظامیہ نے نادار اور غریب مریضوں کے مفت ایکسرے اور دیگر ٹیسٹوں کی سہولت واپس لے لی ہے۔گنگارام ہسپتال کے بورڈ آف مینجمنٹ نے غریب مریضوں کے لئے ایکسرے، الٹراساؤنڈ اور دیگر ٹیسٹوں کی مفت فراہمی کی سہولت واپس لے لی ہے۔حکومت پنجاب کی طرف سے پنجاب کے تمام ہسپتالوں میں غریب اور مستحق مریضوں کو ایکسرے، الٹراساؤنڈ اور دیگر ٹیسٹوں کی سہولت مفت فراہم کی گئی ہے مگر گزشتہ روز گنگارام ہسپتال کی انتظامیہ نے احکامات جاری کئے کہ کسی بھی غریب یا مستحق مریض کا کوئی بھی ٹیسٹ مفت نہ کیا جائے بلکہ ہر ٹیسٹ کی فیس وصول کی جائے۔غریب اور مستحق مریضوں نے اس فیصلے پر شدید احتجاج کیا ہے۔اس صورتحال کے پیش نظر خصوصاً لاہور کے لوگوں میں حکومت کے خلاف شدید نفرت اور غصہ پایا جارہا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر فار ہیلتھ !

آوازیں: وہ موجود نہیں ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!اس سلسلے میں، میں گزارش کروں گا کہ ایک اخباری خبر کو بنیاد بنا کر یہ تحریک التوائے کار پیش کی گئی ہے۔اصل صورتحال یہ ہے کہ گنگارام ہسپتال لاہور میں نادار اور غریب مریضوں سے ایکسرے، الٹراساؤنڈ اور دیگر ٹیسٹوں کی فیس نہیں لی جاتی بلکہ ایکسرے، الٹراساؤنڈ اور دیگر ٹیسٹ غریب اور نادار مریضوں کے مفت کئے جاتے ہیں۔مزید برآں میں یہ بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مینجمنٹ

نے اس قسم کا کوئی حکم جاری نہیں کیا اور آج بھی یہ تمام ٹیسٹ مفت ہو رہے ہیں۔ شکریہ

محترمہ فائزہ احمد: جی، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر234 محترمہ فرزانہ راجہ!

راولپنڈی میں اغواء برائے تاوان اور بعد از وصولی رقم معنوی اور تاوان دہندہ کا قتل

محترمہ فرزانہ راجہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 18۔مارچ2006 کو منہاج القرآن انٹرنیشنل سپریم کونسل کے ممبر اور پاکستان عوامی تحریک کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل مخدوم تنویر قریشی کے دس سالہ بھانجے ولید کو اغواء کاروں نے اس وقت اغواء کر لیا جب وہ سکول سے واپسی پر محلے کی دکان سے ٹافیاں خریدنے گیا۔ مورخہ 19۔مارچ2006 کی شام اغواء کاروں نے رابطہ کیا اور پچاس لاکھ روپے تاوان کا مطالبہ کیا جن سے 20۔مارچ2006 کی علی الصبح تک مذاکرات جاری رہے۔ 25لاکھ روپے بطور تاوان ادا کرنے کے بعد معنوی کی رہائی کا معاہدہ طے پایا گیا۔ مورخہ 23۔مارچ2006 کو معنوی کا ماموں مذکور باہمراہ اپنے دو رشتے داروں 25لاکھ روپے لے کر مقررہ جگہ مرید چوک حسن ریلوے پل راولپنڈی پہنچا تو اغواء کاروں نے تاوان کی رقم لینے کے بعد مخدوم تنویر قریشی پر کلاشنکوفوں سے اندھا دھند فائرنگ کر دی جس سے وہ موقع پر جاں بحق ہو گیا۔ صوبہ میں آئے روز اغواء برائے تاوان کے بڑھتے ہوئے واقعات سے صوبہ کے عوام میں خوف و ہراس اور شدید بے چینی پائی جا رہی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہوں گا کہ یہ discuss ہو چکی ہے، میں Call Attention Notice میں پہلے اس کا جواب تفصیل کے ساتھ دے چکا ہوں۔ اس لئے اب اس کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چونکہ یہ issue پہلے Call Attention Notic میں take up ہو چکا ہے۔اس کا جواب وزیر قانون صاحب دے چکے ہیں، Its a repetition of the same question.

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! کچھ حقائق کا مجھے علم ہے۔چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے،اس میں کوئی انا کا مسئلہ نہیں ہے کہ اس سے میرے points score ہو جائیں گے یا ان کے ہو جائیں گے۔آپ نے جو کچھ پہلے بتایا ہے میں معذرت خواہ ہوں کہ میں وہ سن نہیں سکی۔اس میں حقائق یہ ہیں کہ جن لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے کہ یہ اس میں involve ہیں،ان کو گرفتار نہیں کیا جارہا۔ پورے گروہ کا جو سرغنہ ہے اس کا تعلق راولپنڈی سے ہے۔ صرف ان دو لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے جو تاوان حاصل کرنے کے لئے پشاور سے ٹیلیفون کالز کرتے رہے ہیں۔اس میں سے ایک آدمی پر الزام لگا کر اسے ڈھال بنا کر استعمال کیا جارہا ہے اور پورے گروہ کو بچایا جارہا ہے۔یہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے،وزیر قانون صاحب کا تعلق بھی راولپنڈی شہر سے ہے۔اس وقت وہاں پر اس بارے میں لوگ بہت زیادہ بے چین ہیں۔وزیر قانون صاحب مجھے یہ بتادیں کہ انھوں نے کس کو گرفتار کیا ہے۔ جن لوگوں کا بچہ ہلاک ہوا ہے ان کی مجھے دن میں چار چار کالز آرہی ہیں۔وہ بہت پریشان ہیں،وہ چاہتے ہیں کہ ان کے مسئلہ کا حل ہو۔وہ کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان کے باقی لوگوں کی زندگیوں کو بھی ان سے خطرہ ہے کیونکہ وہ ان کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ اگر آپ ہمارا پیچھا کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ لوگ بھی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔اس وقت جو لوگ اس خاندان کے زندہ ہیں انھیں بھی اپنی جانوں کا ان ملزمان سے خطرہ ہے۔وزیر قانون صاحب کی مہربانی ہو گی،اگر وہ بتادیں کہ انھوں نے اب تک کس کس کو گرفتار کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: although رولز اس کی اجازت نہیں دیتے لیکن انسانی ہمدردی کی بناء پر میں وزیر قانون صاحب سے کہوں گا کہ وہ اس کی تھوڑی سی وضاحت فرمادیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ Call Attention Notice پر اس کا جواب دیا تھا لیکن اس وقت محترمہ تشریف نہیں رکھتی تھیں۔اس وقت غالباً ارشد محمود بگو صاحب نے بھی یہ سوال کیا تھا،انھوں نے باقاعدہ نام پوچھے تھے کہ اس وقت کن کن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے تو میں نے وہ سارے نام ہاؤس میں بتائے تھے۔ محترمہ نے فرمایا ہے کہ اس بچے کے گھر والوں کے ان کو ٹیلیفون آرہے ہیں اور انھیں تشویش ہے۔اصل میں یہ ان کا within family ہی ایک معاملہ تھا۔ ذیشان جو کہ اس سارے

واقعے کےmajor کردار ہے وہ ان کا اپنا ہی عزیز ہے۔ وہ ایک عادی مجرم ہے، اس نے ایک پولیس کانسٹیبل کا بھی قتل کیا ہوا ہے، اس کے علاوہ بھی وہ دیگر دوسری وارداتوں میں ملوث ہے۔ اس کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ زرداد، زرولی، سربلند خان وغیرہ کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ابھی اس وقت مجھے سارے نام زبانی یاد نہیں ہیں۔ خرم بھٹی کے علاوہ باقی سارے ملزمان اس مقدمے میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ جناب! جو بچہ قتل ہوا تھا اس کے لواحقین کے ذہن میں اب اس سلسلے میں کوئی ابہام نہیں ہے کیونکہ اصل قاتلوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! لواحقین کے مطابق اس وقت صرف ایک آدمی گرفتار ہوا ہے۔ باقی سب لوگوں کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ جو دو لوگ گرفتار کئے گئے تھے ان میں سے بھی ایک کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ خرم بھٹی کو بھی گرفتار کرنے کے بعد چھوڑا گیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہاں CIA کے جو اے ایس پی تھے انھیں علم تھا، جب یہ تاوان دینے جا رہے تھے تو انھیں یہ سب علم تھا۔ انھوں نے کہا کہ آپ ہمیں پرائیویٹ گاڑیاں مہیا کریں تاکہ ان ملزمان کو شک نہ ہو کہ ہم آپ کے ساتھ آ رہے ہیں۔ ان لواحقین نے ان پولیس والوں کو چھ گاڑیاں مہیا کیں جن میں CIA کا سٹاف تھا۔ اگر چھ گاڑیوں میں پولیس ساتھ گئی ہے تو ان کے سامنے ڈاکو پیسے لے کر سب کو ہلاک کرتے ہوئے، فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے کیسے نکل گئے؟ راولپنڈی مرید حسن چوک اتنا مصروف اور رش والا علاقہ ہے کہ وہاں آدھ گھنٹے سے پہلے ٹریفک سے نکلا ہی نہیں جا سکتا۔ وہ لوگ پیسا چھیننے کے بعد کیسے نکل گئے؟ وزیر صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ یہ ان کا خاندانی مسئلہ تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ ساری ملی بھگت تھی۔ میں کوئی الزام نہیں لگانا چاہ رہی لیکن مرید حسن چوک میں سے ڈاکوؤں کا اس طرح سے بھاگنا، سی آئی اے کے اہلکاران کا وہاں چھ گاڑیوں میں موجود ہونا باعث تشویش اور لمحہ فکریہ ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! چونکہ اس وقت میرے پاس وہ Call Attention Notice والی فائل موجود نہیں ہے، میں نے وہ آفس میں بھجوا دی ہے۔ پولیس کی طرف سے جو رپورٹ آئی ہے اس میں باقاعدہ پوری تفصیل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ وہ میں محترمہ کو دکھا دیتا ہوں اور اگر ان کے کوئی خدشات ہیں یا یہ اسے کسی اور اینگل سے دیکھنے کی بات کرتی ہیں تو ہم اسے بھی welcome کہیں گے اور انشاء اللہ اس حوالے سے بھی تفتیش کی جائے گی۔ میں تھوڑا سا اتنا بتا دوں کہ جس وقت وہ شخص تاوان کی رقم دینے کے لئے گیا تھا تو وہ پولیس کو ساتھ نہیں لے کر گیا۔ اس نے صرف اس لئے پولیس کو اطلاع نہیں دی کہ اگر ملزمان کو اس

بات کا علم ہو گیا تو وہ خدانخواستہ کہیں بچے کو نقصان نہ پہنچادیں لیکن بچے کو تو وہ پہلے سے ہی قتل کر چکے تھے۔ بہر حال یہ ساری تفصیل میں نے Call Attention Notice میں بتائی ہے اور ان ساری رپورٹس کی کاپی میں محترمہ کو دے دیتا ہوں۔ان کی اگر کوئی observation ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بھی دور کیا جائے گا۔

محترمہ فرزانہ راجہ : جناب سپیکر!اس کے لواحقین سے میری کل شام بات ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ چھ پرائیویٹ گاڑیاں ہم نے پولیس کو ہائر کر کے دی تھیں۔اس کا مطلب ہے کہ پولیس وہاں موجود تھی اور انھیں پہلے سے علم تھا۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون صاحب سے یہی درخواست کروں گی کہ اس معاملے میں probe کریں اور دوسرے اینگل سے اس کی تفتیش بھی کریں اور جو لوگ ذمہ داران ہیں ان کو گرفتار کیا جائے۔اگر لوگوں کے ساتھ دن دہاڑے اس طرح کی واردات ہو گی تو پھر لوگوں کی کیا حالت ہو گی؟ عوام کا اعتماد تو پہلے ہی اٹھ چکا ہے۔امن وامان کی صورتحال آپ کے سامنے ہے اس طرح تو پولیس پر سے بھی لوگوں کا اعتماد ختم ہو جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ!آپ اس حوالے سے وزیر قانون صاحب کو تھوڑا guide کریں وہ بھی آپ کی اس سلسلے میں مدد کریں گے۔آپ ان کے چیمبر میں انھیں مل کر اس بارے میں بات کر لیں۔

محترمہ فرزانہ راجہ:جناب سپیکر!میں یہ کہتی ہوں کہ وزیر قانون صاحب اس حوالے سے انکوائری اپنی نگرانی میں کروائیں اور اس کی رپورٹ اس ایوان میں پیش کریں۔ پہلے جو رپورٹ وزیر صاحب نے پیش کی ہے وہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔اس کا مطلب ہے کہ یہ سب اچھا کی رپورٹ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون صاحب نے کہا ہے کہ اگر آپ اس کیس کی کسی اور direction میں تفتیش کروانا چاہتی ہیں تو آپ وزیر قانون صاحب کو مل کر guide کریں وہ آپ کی اس معاملے میں پوری مدد کریں گے۔

محترمہ فرزانہ راجہ : جناب والا!یہ علاقے کی بہتری اور عوام کی بھلائی کے لئے ہے۔ ان کو خود ہی اس بابت probe کرنا چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر:لامحالہ یہ اچھی بات ہے اور وزیر قانون صاحب بھی اس میں مدد کرنا چاہتے ہیں۔

محترمہ عابدہ جاوید:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ عابدہ جاوید: جناب سپیکر! میری بہن فرزانہ راجہ کچھ اور کہہ رہی ہیں اور وزیر صاحب کچھ اور فرما رہے ہیں۔ میں آپ سے آئین کی بات کرنا چاہتی ہوں۔ آئین کی بالادستی کی بات کرنا چاہتی ہوں۔ آئین میں عادلانہ اسلام کا ذکر ہے۔ اگر اسلام کا عادلانہ نظام رائج ہو، کسی کو پکڑنے سے پہلے اس کی تفتیش ہو، حقائق واضح ہوں تو انصاف ملنے میں تاخیر نہیں ہوتی۔ ہمارا آئین کیا کہتا ہے، ہم نے حلف کیا اٹھایا ہے، شق 2 کیا ہے، شق 227 کیا ہے، یہ آپ کو پتا ہے پھر آپ لوگ خوف زدہ کیوں ہوتے ہیں؟ آپ اندر سے گھبراتے ہیں، آپ اندر سے ڈرتے ہیں۔ میں آپ کو یہ کہنا چاہتی ہوں اگر آئین کی بالادستی چاہتے ہیں، امن چاہتے ہیں تو انصاف صحیح پیمانے پر کیا جائے۔ اسلام نے کہا ہے کہ پہلے تفتیش کی جائے اس کے بعد پکڑا جائے، پھر آپ خوف زدہ نہیں ہوں گے، آپ گھبرائیں گے نہیں۔ جو جھوٹ بولے اسے چوراہوں میں الٹا لٹکایا جائے۔ آپ اندر سے ڈرتے ہیں۔ سچ میں بہت طاقت ہے اور جب بات سچائی پر ہو گی تو پھر امن بھی اسی وقت آئے گا۔ براہ مہربانی! سچائی کو اہمیت دی جائے۔ انصاف کا تقاضا دیکھا جائے۔ جھوٹوں پر تو اللہ کی لعنت ہے ہی۔ میں نہیں کہتی بلکہ میرے رب کے قرآن میں بات واضح ہے۔ آپ سچائی پر آئیں اور ہم نے عہد کیا ہوا ہے کہ ہمارا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے اس لئے اس میں اسلام کا عادلانہ نظام لاگو کیا جائے تب آپ کو انصاف ملے گا ورنہ آپ تو چکروں میں ہی رہیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔

محترمہ عابدہ جاوید: اس لئے آپ سچے دل سے پاکستان کی خدمت کریں، عوام کی خدمت کریں اور امن کا خیال کریں تو پھر آپ کو سب کچھ مل جائے گا۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔

محترمہ عابدہ جاوید: یہ نعرہ تکبیر اس لئے لگوایا ہے کہ اس میں انصاف کی طاقت ہے اور میں انصاف کی بات چاہ رہی ہوں۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ زاہدہ سرفراز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب!آپ ذرا بیٹھیں۔جی،بی بی!

محترمہ زاہدہ سرفراز: شکریہ ۔جناب سپیکر!میری بہن نے تقریباً دس منٹ تک غلط حقائق بیان کئے ہیں۔انھوں نے فرزانہ راجہ کو غور سے سنا ہے اور نہ راجہ بشارت صاحب کو سنا ہے۔ حقائق کیا ہیں؟ وہ تو اس وقت حکومت ہی جانتی ہے۔ جو اپوزیشن میں ہیں یا عام آدمی ہیں وہ نہیں جانتے۔ فرزانہ راجہ نے بیان کیا کہ پولیس کی چھ گاڑیاں گئی تھیں جبکہ میرے وزیر صاحب کہتے ہیں کہ پولیس ساتھ نہیں گئی اور حقائق بھی یہی ہیں۔ بچہ پہلے قتل کیا جا چکا تھا۔ راجہ صاحب بالکل درست فرماتے ہیں جس کا بچہ اغوا ہو جاتا ہے وہ کبھی پولیس ساتھ لے کر نہیں جاتا۔اس کو اپنا بچہ اپنی جان سے بھی پیارا ہوتا ہے وہ تو کہتا ہے کہ میں خود جا کر بچہ لے آتا ہوں۔ آپ کیسے کہتی ہیں کہ راجہ صاحب نے غلط حقائق بیان کئے ہیں؟آپ کو تو اسمبلی کا وقت ضائع کرنے کا شوق ہے اس لئے کہ ہم نے آپ کے لیڈران کو باہر نکالا ہوا ہے جو غدار وطن ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے جی۔ تحریک التوائے کار محترمہ زیب النساء قریشی!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ان کے بعد میں آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔جی، محترمہ!

ننکانہ صاحب میں مسلح افراد کی کم سن لڑکی سے اجتماعی زیادتی

محترمہ زیب النساء قریشی: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ''آواز'' مورخہ 25۔مارچ 2006 کی اشاعت میں یہ خبر جلی حروف سے شائع ہوئی کہ ''ننکانہ صاحب 6 مسلح افراد کی باپ اور بھائی کے سامنے کم سن لڑکی سے رات بھر اجتماعی زیادتی'' تفصیلات کے مطابق تھانہ ڈوگراں کے گاؤں رسولاں کے صوبہ باجوہ کے گھر چھ افراد زبردستی گن پوائنٹ پر داخل ہو گئے اور مجرمان نے باپ بیٹے کو باندھ کر گھر میں موجود کمسن لڑکی فاخرہ کو ساری رات گینگ ریپ کا نشانہ بنایا اور مجرمان فاخرہ کو خون میں لت پت بیہوشی کی حالت میں چھوڑ کر موقع واردات سے فرار ہو گئے۔اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام میں شدید غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے اور حکومت کے خلاف نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔مزید حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ملزمان کو جلد از جلد گرفتار کیا جائے اور سخت سے سخت سزا دلوائی جائے تاکہ آئندہ کسی درندے کو ایسی حرکت

کی جرأت نہ ہو۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! چونکہ ابھی اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے اس لئے آپ اسے کل تک کے لئے pending فرمالیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ بی بی! کل تک اسے pending کر لیا جائے؟

محترمہ زیب النساء قریشی: جی، درست ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ آج کے اجلاس کا اگلا آئٹم اس معزز ایوان کے سابق رکن جناب محمد طاہر محمود (مرحوم) کے بارے میں وزیر قانون تعزیتی قرارداد پیش کریں گے۔

قرارداد

سابق رکن اسمبلی حاجی محمد طاہر محمود (مرحوم) کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> ''یہ معزز ایوان جناب محمد طاہر محمود (مرحوم) سابق رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ایک عظیم نقصان تصور کرتا ہے۔ مرحوم نہایت شریف النفس انسان تھے ان کی سیاسی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہ ایوان دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔'' آمین

جناب قائم مقام سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

> ''پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان جناب محمد طاہر محمود (مرحوم) سابق رکن صوبائی اسمبلی

پنجاب کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ایک عظیم نقصان تصور کرتا ہے۔ مرحوم نہایت شریف النفس انسان تھے ان کی سیاسی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہ ایوان دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔" آمین

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ :

" پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان جناب محمد طاہر محمود (مرحوم) سابق رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ایک عظیم نقصان تصور کرتا ہے۔ مرحوم نہایت شریف النفس انسان تھے ان کی سیاسی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہ ایوان دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔" آمین

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: اب اجلاس کی کارروائی کل صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

129

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،9۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سوالات (محکمہ جات آبکاری ومحصولات،امور پرورش حیوانات)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

مسودات قانون (جو متعارف ہوئے)

i۔ مسودہ قانون (ترمیم) کینال اینڈ ڈرینج مصدرہ2006

ii۔ مسودہ قانون نظر ثانی طبی سہولیات عوامی نمائندگان پنجاب مصدرہ2006

iii۔ مسودہ قانون (ترمیم) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد مصدرہ2006

iv۔ مسودہ قانون (ترمیم) سول سرونٹس پنجاب مصدرہ2006

v۔ مسودہ قانون علی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ2006

vi۔ ہنگامی قانون (ترمیم) امتناع پتنگ بازی پنجاب مجریہ2006

vii۔ ہنگامی قانون (ترمیم) تحفظ صارفین پنجاب مجریہ2006

viii۔ ہنگامی قانون (ترمیم) شہری ترقی پنجاب مجریہ2006

ix۔ ہنگامی قانون (ترمیم) مقامی حکومت پنجاب مجریہ2006

رپورٹیں (جو پیش ہوئیں)

i۔ بیت المال کی سالانہ رپورٹ بابت سال2004

ii۔ پالیسی کے اصولوں پر پابندی اوران پر عملدرآمد کی سالانہ رپورٹ سال2004

8۔جون2006کے ایجنڈا کی بقیہ کارروائی

آئینی قرارداد

مسودہ قانون ایمرجنسی سروس پنجاب مصدرہ2005

131

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک،9۔جون2006

(یوم الجمع،12۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10بج کر5منٹ پر زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر سردار شوکت حسین مزاری منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلۡبَيۡعَۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٩ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَٱبۡتَغُواْ مِن فَضۡلِ ٱللَّهِ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرٗا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ۝١٠

سورۃ الجُمُعَۃ آیات 9تا10

مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور خرید وفروخت ترک کردو اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے o پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو اور خدا کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ o

وماعلینا الا البلاغo

پوائنٹ آف آرڈر
صحافیوں پر تشدد کے حوالے سے حکومتی کارروائی سے ایوان کو آگاہ کرنے کا مطالبہ

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی توجہ چاہوں گا کہ کل صحافیوں پر تشدد اور ہلاکت سے متعلق معاملہ یہاں discuss ہوا تھا تو اس پر لاء منسٹر صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ جو مفصل ایکشن ہوا ہے یا جو گورنمنٹ اس بارے میں کرنا چاہتی ہے اس کے بارے میں وہ کل ایوان کو آگاہ کریں گے۔ میری یہ گزارش ہے کہ وقفہ سوالات شروع کرنے سے پہلے اس پر بات کر لی جائے کیونکہ پھر اس طرح کا ٹائم وقفہ سوالات سے منہا ہوتا ہے تو پھر کافی سوالات رہ جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رات نو بجے اجلاس ختم ہوا ہے۔ میں نے آج صبح ڈی پی او لاہور سے رابطہ کر کے کہا ہے اور پریس گیلری کے بھائیوں سے بھی اس سلسلے میں co-ordinate کروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ آج کسی وقت ہم آپس میں بیٹھ کر اس مسئلے کا حل نکالیں گے اور ان کے grievances سنیں گے اور جس چیز کا انہوں نے کل مطالبہ ہمارے وزراء صاحبان کے سامنے کیا تھا اس پر بھی بات کریں گے۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس مسئلے کی طرف کل انہوں نے نشاندہی کی تھی اور جو اپنے grievances بتائے تھے انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تسلی کے مطابق اس مسئلے کو حل کیا جائے گا اور جن افسران کے خلاف انہوں نے کارروائی کی بات کی ہے ایک دفعہ بالمشافہ انتظامیہ کے ساتھ بیٹھ کر بات ہو جائے پھر اس مسئلے کا حل نکل آئے گا لیکن رات نو بجے اجلاس ختم ہوا تھا اور آج صبح نو بجے سے میں اسمبلی میں موجود ہوں۔ آج کسی وقت بھی ہم آپس میں بیٹھ جائیں گے، میں پریس گیلری کے عہدیداران سے رابطہ کروں گا اور آج ہی انشاء اللہ اس مسئلے کا حل نکالیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! کل راجہ بشارت صاحب نے اس floor پر یہ بات کہی تھی کہ صحافیوں کے ساتھ میری بات ہو گئی ہے اور جو ہمارے دائرہ اختیار میں ہے اور جو ہم کر سکتے ہیں وہ ضرور کریں گے۔ کرنا کیا ہے کہ جن لوگوں نے صحافیوں پر بے جا تشدد کیا ہے ان کے خلاف یہ پرچے درج کریں، ان کو پکڑیں، ان کو معطل کریں، بس پنجاب گورنمنٹ نے اور کرنا کیا ہے؟ یہ اتنا سارا یلیف ان لوگوں کے لئے جو ہماری بات کرتے ہیں، اس ملک کے غریبوں کی بات کرتے ہیں اور اس ملک کے مفادات کی بات کرتے ہیں، ان کو مارنے والوں کے خلاف کم از کم اتنی تو کارروائی ہونی چاہئے۔ آج اس floor پر راجہ بشارت صاحب کہیں کہ ہم نے ان کو معطل کر دیا ہے اور ان کے خلاف پرچہ درج کر دیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بگو صاحب! چونکہ اجلاس ابھی شروع ہوا ہے اور لاء منسٹر صاحب نے ابھی کہا ہے کہ وہ ان کو بلا رہے ہیں اور ان سے بات چیت کریں گے اور اس کے بارے میں آپ کو اسی سیشن کے دوران آگاہ کر دیں گے۔ اگر آج نہیں تو پیر کو آگاہ کر دیں گے کہ انہوں نے ایکشن لے لیا ہے لیکن آج انہیں بات تو کرنے دیں کیونکہ کل ہی ان کے علم میں یہ بات آئی ہے۔ لامحالہ ان کو ایک دن دیں کیونکہ وہ ان کو بھی بلا رہے ہیں اور صحافیوں کو بھی بلائیں گے پھر جو فیصلہ ہو گا وہ ہاؤس کو پیر والے دن آگاہ کر دیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میری اس سلسلے میں تجویز ہے کہ ایک تو لاء منسٹر صاحب کوئی ٹائم بتا دیں کہ آج یہ کتنے بجے میٹنگ کرنا چاہتے ہیں اور اس میٹنگ میں ہماری اپوزیشن کی طرف سے بھی ایک دو ممبران کو شامل کر لیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آج تین بجے کا وقت رکھ لیتے ہیں اس وقت ہم آپس میں مل بیٹھ کر بات کر لیں گے۔

سوالات

(محکمہ جات آبکاری و محصولات،امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب قائم مقام سپیکر: بعد از نماز جمعہ بات ہو جائے گی۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ جات آبکاری و محصولات،امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے۔پہلا سوال نمبر 4233 سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

ماڈل ٹاؤن اور علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں شراب کے پرمٹ ہولڈرز کی تفصیل

*4233۔ **سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ماڈل ٹاؤن اور علامہ اقبال ٹاؤن کے کن افراد کو کتنے یونٹس ماہانہ پر شراب حاصل کرنے کے لئے پرمٹ جاری کئے گئے ہیں ان کے مکمل کوائف مع ماہانہ آمدنی بیان کئے جائیں؟

(ب) جن افراد کو شراب کے پرمٹ جاری کئے گئے ہیں ان کی طرف سے فراہم کردہ ماہانہ آمدنی کی تصدیق کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا جاتا ہے اور شراب کے منظور شدہ یونٹس کے تعین کا کیا طریق کار ہے؟

(ج) محکمہ اس کا کیا اہتمام کرتا ہے کہ جن افراد کے لئے شراب کا پرمٹ منظور کیا گیا ہے وہ اسے دوبارہ فروخت نہ کریں؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ کی متعلقہ برانچ کے افسران نہایت غریب اور مفلوک الحال مسیحی برادری کے افراد کے نام استعمال کر کے ملی بھگت سے شراب کے پرمٹ جاری کرتے ہیں اور بعد میں پرمٹ پر حاصل کردہ شراب دوبارہ بھاری منافع حاصل کر کے فروخت کر دی جاتی ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) ماڈل ٹاؤن اور علامہ اقبال ٹاؤن میں جن افراد کو شراب کے پرمٹ جاری کئے گئے ہیں ان کے مکمل کوائف جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

(ب) اس سلسلے میں عرض ہے کہ شراب کے پرمٹ دو قسم کے ہیں:۔

1۔ PR-I غیر مسلم پاکستانی شہریوں کو جاری کیا جاتا ہے جن کی عمر 21 سال سے کم نہ ہو۔

2۔ PR-II غیر مسلم غیر ملکی شہریوں کو جاری کیا جاتا ہے جن کے پاس valid پاسپورٹ ہوتا ہے۔ Under Rule12 Prohibition (Enforcement of Hadd) Ordinance 1979 کے تحت جاری کئے جاتے ہیں۔(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے PR-I,II (پرمٹ جاری کرنے کا طریق کار یہ ہے کہ ایک فارم پر درخواست دہندہ اپنی ماہانہ آمدن اور دیگر کوائف تحریر کرتا ہے۔اس کی ماہانہ آمدن کی تصدیق محکمہ کے جاری کردہ ہدایات نمبری 1036-90/376-Ex(P)III مورخہ 26-05-1990 کے مطابق کی جاتی ہے، جس کے مطابق درخواست دہندہ اپنی آمدن کے بارے میں Income Tax Certificate یا کوئی تحریری ثبوت مہیا کرتا ہے اور محکمہ ان کی آمدن کے مطابق اس کو یونٹس جاری کرتا ہے جو کہ زیادہ سے زیادہ چھ یونٹس ماہانہ ہوتے ہیں۔

(ج) اس بارے میں پرمٹ ہولڈر اس امر کا پابند ہے کہ وہ ذاتی استعمال کے لئے خرید کردہ شراب کو کسی دوسرے فرد کو فروخت یا تحفہ نہ دے سکتا ہے، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا پرمٹ قابل منسوخی ہے اور فروخت کنندہ اور خریدار دونوں Prohibition Order کے تحت قابل مواخذہ ہیں۔ محکمہ کے علم میں ایسا کوئی واقعہ آنے کی صورت میں قانون شکن افراد کے خلاف مقدمہ قائم کیا جاتا ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! جز (الف) میں، میں نے یہ درخواست کی تھی کہ ماڈل ٹاؤن اور علامہ اقبال ٹاؤن کے کن افراد کو کتنے یونٹس ماہانہ پر شراب حاصل کرنے کے لئے پرمٹ جاری کئے گئے ہیں ان کے مکمل کوائف مع ماہانہ آمدنی بیان کئے جائیں۔اس جز کے جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ماڈل ٹاؤن اور علامہ اقبال ٹاؤن میں جن افراد کو شراب کے پرمٹ جاری کئے گئے ہیں ان کے مکمل کوائف جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ مجھے جو فہرست دی گئی ہے اس

میں کوئی کوائف موجود نہیں ہیں۔اسی طرح میں نے جز(د) میں پوچھا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ محکمہ کی متعلقہ برانچ کے افسران نہایت غریب اور مفلوک الحال مسیحی برادری کے افراد کے نام استعمال کر کے ملی بھگت سے شراب کے پرمٹ جاری کرتے ہیں اور بعد میں پرمٹ پر حاصل کردہ شراب دوبارہ بھاری منافع حاصل کر کے فروخت کر دی جاتی ہے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ درست نہ ہے۔میں وزیر موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ چلیں، میں ان کو دکھاتا ہوں کہ کہاں پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔جو بیچارے سویپرز ہیں، غریب اور مفلوک الحال ہیں وہ اپنی روٹی نہیں خرید سکتے شراب کہاں سے خریدیں گے ؟ان کے نام پر پرمٹ لئے ہوئے ہیں اور کھلے عام وہاں پر شراب فروخت ہوتی ہے۔یہ کہتے ہیں کہ یہ درست نہ ہے۔یہ ڈھٹائی کے ساتھ غلط جواب ہمیں دے دیا گیا ہے۔ایک تو مجھے فہرست فراہم کریں تاکہ میں دیکھوں کہ کون سے اتنے دولت مند مسیحی افراد ہیں، ہمارے حلقے میں مسیحی رہتے ہیں۔ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ بیچارے دوپہر کی روٹی کھاتے ہیں تو رات کی روٹی کے پیسے ان کے پاس نہیں ہوتے۔وہاں پر گاڑیوں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں اور لوگ شراب خرید رہے ہوتے ہیں۔اس کی فہرست کیوں نہیں فراہم کی گئی اس کے بارے میں ذرا منسٹر صاحب بتادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر ایکسائز!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! جہاں تک فہرست کا تعلق ہے محکمہ نے اسمبلی سیکرٹریٹ کو جمع کروادی ہے۔میرے پاس اس کی کاپی ہے میں ان کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں لیکن مختصراً یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے پوچھا ہے کہ ماڈل ٹاؤن اور علامہ اقبال ٹاؤن میں کتنے افراد کو شراب کے پرمٹ جاری کئے گئے ہیں، ماڈل ٹاؤن میں 56 اور علامہ اقبال ٹاؤن میں 51 افراد کو یہ پرمٹ جاری کئے گئے ہیں۔جہاں تک ان کا یہ کہنا ہے کہ وہ کس حالت میں رہ رہے ہیں اور انہوں نے لفظ ڈھٹائی کا استعمال کیا تو میں یہ عرض کروں گا کہ وہ بھی اپنے ظالمانہ رویے پر تھوڑی سی نظر ثانی کرتے ہوئے قوانین کو تفصیل کے ساتھ پڑھ کر آئیں۔حدود آرڈیننس کو پڑھیں، رولز کو پڑھیں، پالیسی کو پڑھیں اس کے بعد ان کو سوال کرنے میں آسانی ہو گی۔ میرے خیال میں ایک legislator کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس یہ تمام knowledge ہونا چاہئے۔جہاں تک محکمے میں خرابی کا تعلق ہے اور اگر وہ سمجھتے ہیں کہ کسی جگہ پر کوئی بھی ہمارا اہلکار اس میں ملوث ہے وہ جہاں، کہیں جس جگہ کہیں میں ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں اور فوری طور پر سخت ترین

ایکشن لینے کے لئے بھی ہم تیار ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!اس ہاؤس میں پچھلے ساڑھے تین سال میں متعدد بار اس بات پر بحث ہو چکی ہے کہ کیا شراب مسیحی برادری کے لئے بھی حلال ہے اور یہاں پر ہمارے فاضل ممبران جن کا تعلق اقلیت سے ہے، ایک دفعہ جوزف حاکم دین یہاں پر کتاب انجیل لے کر آ گئے تھے اور انہوں نے کتاب انجیل کو لہلہا کر کہا تھا کہ اس انجیل میں کوئی ثابت کر دے کہ مسیحیوں کے لئے شراب حلال ہے تو ہم انہیں انعام دینے کے لئے تیار ہیں۔اگر کسی مذہب کے لئے، مسلمانوں کے لئے، عیسائیوں کے لئے حلال نہیں ہے تو پھر یہ پرمٹ کیوں allow کرتے ہیں، کیوں اس اسلامی مملکت میں جس کا آئین یہ کہتا ہے کہ اسلام سے ہٹ کر کوئی قانون یہاں پر نہیں بنایا جا سکتا اور یہ ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ شراب کے پرمٹ عیسائیوں کو دیتے ہیں۔ میرا ان سے سوال یہ ہے کہ کیا یہ آئین کی پاسداری کرتے ہوئے، قرارداد مقاصد کی پاسداری کرتے ہوئے جو پرمٹ عیسائی بھائیوں کو دیتے ہیں کیا یہ پرمٹ منسوخ کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس کے لئے کوئی قوانین بنانے کے لئے تیار ہیں؟ یہ بتادیں۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر!جہاں تک آئین کا تعلق ہے تو اس کی پالیسی کے اندر واضح طور پر کہا گیا ہے کہ minorities کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا اور یہ جو قانون بنا ہے یہ غیر مسلموں کے لئے بنا ہے۔اگر عیسائی بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ exclusively ان کے لئے قانون بنایا گیا ہے تو یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔یہ تمام غیر مسلموں کے لئے ہے اور دوسرا یہ اختیاری فعل ہے، اگر کوئی چیز مانگتا ہے تو اس کو ملتی ہے۔ محکمہ ایکسائز یا حکومت پنجاب ان کے گھروں تک اس کی ترسیل کا اہتمام نہیں کرتی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!سوال کے جواب جز(ب) میں کہا گیا ہے کہ ایک فارم پُر کروایا جاتا ہے اس میں درخواست دہندہ کی انکم اور دیگر کوائف لئے جاتے ہیں اور اس کے بعد پرمٹ allow کیا جاتا ہے۔میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس پرمٹ کو جاری کرنے کے لئے ماہانہ انکم کی حد کیا ہے اور یہ جو چھ یونٹس کا ذکر کیا گیا ہے ان چھ یونٹس کی اس وقت قیمت کیا ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر!اگر کسی کی آمدن -/1500 روپے ہو تو اس کو ایک یونٹ دیا جاتا ہے، -/2500 روپے کی انکم پر دو یونٹس اور -/3500 روپے کی انکم پر تین یونٹس، اسی طرح

سے چھ ہزار سے زیادہ آمدن ہو تو چھ یونٹس دیئے جاتے ہیں۔یہ رولز پنجاب گورنمنٹ نے خود بنائے ہیں۔ جو اصل قانون ہے اس میں اس قسم کی کوئی قدغن نہیں ہے۔اس کے بعد جہاں تک قیمت کا تعلق ہے تو شراب کی مختلف اقسام ہیں،بیئر کی قیمت -/73 روپے ہے،جہاں تک مہنگی شرابیں ہیں جیسے وہسکی، وڈکا وغیرہ-/454 روپے فی یونٹ سے لے کر-/1078 روپے فی یونٹ تک کی قیمت ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! جس آدمی کی انکم دو ہزار روپے ہے وہ چھ ہزار روپے کی یہ ڈرنک کیسے خرید سکتا ہے،دوسرا یہ بتائیں کہ بیئر کے ایک یونٹ میں کتنی بوتلیں ہوتی ہیں؟

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! بیئر کے ایک یونٹ میں بیس بوتلیں ہوتی ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ یہ رولز ہم نے خود بنائے ہیں۔آپ دیکھیں کہ جس آدمی کی ماہانہ انکم پندرہ سو روپے ہے تو وہ چودہ سو ساٹھ روپے کی شراب پیئے گا،یہ کس طرح سے انہوں نے رولز بنائے ہیں؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! ہمارے فاضل وزیر صاحب نے داڑھی رکھی ہوئی ہے اور میری طرح شریف آدمی ہیں۔ان کے جوابوں سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں باقی چیزوں کی طرح اس کا حصہ بھی تو ان کو پہنچنا شروع نہیں ہو گیا؟ گزارش یہ ہے کہ وزیر صاحب میرے ساتھ ابھی چلیں وہاں جا کر دیکھیں کہ لائن میں جو لوگ کھڑے ہوتے ہیں وہ مفلوک الحال قسم کے لوگ ہیں اور جو بیچ رہے ہوتے ہیں وہ بے چارے شراب پینا تو کیا اس بوتل کو باہر سے چاٹ بھی نہیں سکتے،ان کی اتنی بھی حیثیت نہیں ہوتی۔یہ سارے کا سارا محکمہ مل کر شراب کا کاروبار کر رہا ہے۔ایک شریف آدمی کو آپ نے شراب کے محکمے کا وزیر بنا دیا ہے۔یہ پورا کاروبار محکمے کے زیر سایہ ہو رہا ہے وہ کر سچیئن بے چارے ہرکارے ہیں۔اس لئے میں جناب وزیر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا محکمہ تبدیل کروالیں کیونکہ بہت سارے ایسے وزیر ہیں جن کو یہ محکمہ بڑا suit کرے گا۔اگر یہ وزارت تبدیل نہیں کروا سکتے تو براہ مہربانی اس میں اصلاحات کا کام کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! احسان اللہ وقاص صاحب نے جو سوال کیا ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مجھے اس بات سے اعتراض ہے کہ شرافت کا اور داڑھی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔

وزیر آبکاری و محصولات: یہ کوئی ضمنی سوال تو نہیں ہے لیکن میں یہ مانتا ہوں کہ شرافت کے اندر داڑھی ہے، داڑھی کے اندر شرافت نہیں ہوتی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کسی بھی ضمنی سوال کا یہ تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔ اگلا ضمنی سوال جو کہ انتہائی اہم سوال ہے۔ انہوں نے last میں یہ کہا ہے کہ کوئی آدمی جو کہ پرمٹ ہولڈر ہے وہ نہ تو شراب فروخت کر سکتا ہے، نہ تحفہ دے سکتا ہے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا پرمٹ قابل منسوخ ہے۔ وزیر صاحب یہ فرمائیں کہ انہوں نے اب تک کتنے پرمٹ منسوخ کئے ہیں؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! وزیر صاحب اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیں کہ کتنے لوگوں کے خلاف مقدمات درج کروائے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: یہ نیا سوال بنتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! مقدمات کے حوالے سے یہ نیا سوال بنتا ہے لیکن میرے سوال کا جواب دیں۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! جہاں تک قانون کا تعلق ہے اس میں شراب رکھنا، بیچنا ممنوع ہے۔ جیسے آپ سرخ اشارے پر گاڑی کراس نہیں کر سکتے لیکن گاڑیاں کراس ہوتی ہیں، فٹ پاتھ پر آپ گاڑیاں کھڑی نہیں کر سکتے لیکن خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اسی طرح قانون موجود ہے لیکن ہماری جو shops ہیں جو کہ فائیو سٹار ہوٹلوں میں ہیں وہاں سے جب شراب باہر چلی جاتی ہے تو اس کا تعلق ہم سے ختم ہو جاتا ہے پھر وہ پولیس کی حدود میں چلی جاتی ہے اس سلسلے میں ہمیں کوئی شکایت موصول ہوئی اور نہ ہی ہم نے کوئی مقدمہ درج کیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ اس سے متعلقہ ان کو کوئی شکایت ہی موصول نہیں ہوئی۔ ان کے اس جواب سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ محکمہ ایکسائز محکمہ شراب ہے اور اس محکمہ کی سرپرستی میں شراب کا کاروبار ہوتا ہے۔ اگر آج تک انہوں نے کسی پرمٹ ہولڈر کا لائسنس اس بنیاد پر منسوخ نہیں کیا کہ وہ شراب فروخت کرتا ہے تو پھر اس کے علاوہ کوئی دوسرا نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: بدقسمتی سے ایکسائز میں شراب کا کام اس محکمہ میں آ گیا ہے ورنہ ایکسائز تو اچھا محکمہ ہے اور اگر شراب اس میں آ گئی ہے تو اس میں وزیر صاحب کا کیا قصور ہے کیونکہ اس میں

اقلیتوں کو اجازت ہے اس لئے وہ مجبور ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے جو فی یونٹ قیمت بتائی ہے کہ بیئر سب سے سستی ہے اور اس کی قیمت -/1460 روپے فی یونٹ ہے۔ یہ کم از کم ایک یونٹ کا پرمٹ allow کرتے ہیں جو کہ چھ بوتلوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ وزیر صاحب کو چاہئے کہ یہ اپنے رولز میں تبدیلی لائیں اور جہاں پر انہوں نے انکم کی حد -/1500 روپے رکھی ہے وہاں پر چھ ہزار رکھیں، وہاں پر یہ شرط بھی رکھیں کہ جو آدمی انکم ٹیکس ادا کرتا ہو اس کو پرمٹ issue کریں۔ یہ رولز پنجاب گورنمنٹ نے بنائے ہیں وزیر صاحب یہ فرمائیں کہ کیا یہ ان رولز میں تبدیلی لانے کے لئے تیار ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ رولز غریب اور امیر کے لئے ایک ہی ہیں۔ امیر کے لئے ہوں اور غریب کے لئے نہ ہوں تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اقلیتوں میں سے کوئی غریب آدمی within the range شراب لینا چاہتا ہے تو وہ اس کو کیسے روک سکتے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر اس آدمی کی ماہانہ انکم کے حساب سے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: انہوں نے ایک مدر رکھی ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس حساب سے لیتے ہوں، ہو سکتا ہے وہ اس سے کم لیتے ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پھر اس بات کو روکنے کے لئے یہی طریقہ ہے کہ یہ رولز میں بہتری لائیں۔ اس وقت minimum wages چار ہزار روپے ہیں۔ جو آدمی چار ہزار روپے کماتا ہے وہ بھی شراب نہیں پی سکتا۔ وہ محکمے کے ٹاؤٹ کے طور پر کام کرے گا۔ میری تجویز یہی ہے کہ ان رولز میں تبدیلی کی جائے، کیا یہ رولز میں تبدیلی کے لئے تیار ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! رانا صاحب کو شاید کوئی دشواری پیش آ رہی ہے تو میں ان کی سہولت کے لئے محکمے سے کہوں گا کہ ہم اس کو revise کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں تو شراب پیتا ہی نہیں۔ یہ اگر پیتے ہیں تو۔۔۔ کیونکہ داڑھی میں شرافت نہیں ہے بلکہ شرافت میں داڑھی ہو سکتی ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ جو کاروبار ہو رہا ہے اور محکمہ ایکسائز کاروبار کر رہا ہے اگر تو ان کو اس میں حصہ آ رہا ہے تو پھر بے شک یہ رولز میں ترمیم نہ کریں اور اگر ان کو حصہ نہیں آ رہا تو یہ کم از کم اس جواب کے بعد کہ -/1500 روپے ماہانہ انکم والے کو

پرمٹ جاری کرتے ہیں اور شراب کی کم از کم قیمت -/1460 روپے ہے تو اس کے بعد میرا خیال ہے کہ ان کو رولز revise کرنے چاہئیں جبکہ آپ نے فرمایا ہے کہ رولز آپ نے بنائے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال نمبر 5544 ملک اصغر علی قیصر کا ہے۔

ضلع فیصل آباد میں محکمہ امور پرورش حیوانات کی منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیلات

***5544 ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ امور پرورش حیوانات ضلع فیصل آباد میں منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل گریڈ اور اسامی وار فراہم کی جائے۔

(ب) ویٹرنری ڈاکٹر کی منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل ویٹرنری ہسپتال اور ڈسپنسری وار فراہم کی جائے۔

(ج) ویٹرنری ڈاکٹروں کی خالی اسامیوں پر تقرری کی مجاز اتھارٹی کے عہدہ اور گریڈ کی تفصیل نیز کب تک خالی ویٹرنری ڈاکٹر کی اسامیاں پر کر لی جائیں گی؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) محکمہ امور پرورش حیوانات، فیصل آباد میں منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل گریڈ اور اسامی وار ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ویٹرنری ڈاکٹر کی منظور شدہ اور خالی اسامیاں، ویٹرنری ہسپتال اور ڈسپنسری وار ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع فیصل آباد میں ویٹرنری ڈاکٹر کی اسامی خالی نہ ہے سیکرٹری لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے سفارش کردہ ویٹرنری ڈاکٹر کی تقرری کی مجاز اتھارٹی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! اس حوالے سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب میں 11 ویٹرنری، 9 اسسٹنٹ کی اسامیاں خالی بتائی گئی ہیں اور یہ سوال 2004 کا ہے تو بتایا جائے کہ وہ

اسامیاں fill کر دی گئی ہیں، اگر کر دی گئی ہیں تو کب کی ہیں اور ان کا میرٹ کیا تھا؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر لائیو سٹاک!

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سوال 2004 میں ہوا تھا تو اب recently میں بتانا چاہوں گا کہ فیصل آباد پنجاب کا ایک اہم ترین شہر ہے اور وہاں پر ہسپتال ٹھیک نہیں تھے اور عملہ بھی پورا نہیں تھا۔ میں یہاں پر یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ نے 2003 کے اندر ایک سروسز پراجیکٹ launch کیا تھا جو پہلے پائلٹ پراجیکٹ ضلع مظفر گڑھ، اوکاڑہ، جھنگ اور ساہیوال پر شروع کیا گیا تھا جس کے تحت ہر تحصیل سطح پر ایک موبائل ٹیم اور ہر یونین کونسل سطح پر ڈسپنسری اور اسی طرح ہم نے اس پائلٹ پراجیکٹ کے فیز۔III کے اندر ضلع فیصل آباد کو شامل کیا ہے جس کے تحت 96 نئی ڈسپنسریاں جو کہ ہر یونین کونسل کی سطح پر ہوں گی جبکہ ہر تحصیل کی سطح پر موبائل ٹیمیں بھی ہوں گی اور ہر یونین کونسل میں تین موٹر سائیکل بھی دیئے جائیں گے۔ ان ڈسپنسریوں میں ڈاکٹرز ہوں گے، ویٹرنری اسسٹنٹ، اے۔آئی ٹیکنیشن ہوں گے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں نے جو سوال پوچھا ہے اس کا جواب چاہئے کہ فیصل آباد کو یہ سب سے بڑا ضلع کہتے ہیں اور وہاں سے جتنا دودھ حاصل کیا جاتا ہے وہ شاید کسی اور ضلع سے نہ ہوتا ہو لیکن اس کے باوجود تین، ساڑھے تین سال گورنمنٹ کو بنے ہوئے ہو گئے ہیں اور یہی الاپ سن رہے ہیں کہ شامل کر لیا گیا ہے، اس کو رکھ لیا گیا ہے، اگر وہ اتنا اہم ضلع ہے تو اس کو priority basis پر وہاں کی ڈسپنسریوں میں عملہ پورا کیوں نہیں کیا گیا اور میں نے جو مختصر سا سوال کیا ہے اس کا جواب دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر لائیو سٹاک!

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! ابھی انہوں نے میری پوری بات نہیں سنی اور میں ابھی بتا ہی رہا تھا کہ اس وقت ہمارے ویٹرنری ڈاکٹرز پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کئے جاتے ہیں اور الحمد للہ ابھی تک یہ پراسیس میں ہے اور آدھے سے زیادہ مکمل ہو چکا ہے۔ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ اگر اس وقت آپ اکنامک سروے آف پاکستان دیکھیں کہ سب سے زیادہ گروتھ لائیو سٹاک ڈیپارٹمنٹ میں ہوئی ہے اور اس کی گروتھ 8.8 فیصد ہوئی ہے اور

میرے خیال میں85فیصد کے قریب لائیو سٹاک ڈیپارٹمنٹ پنجاب کے اندر ہے اور اس کیincreaseہونے کیmain causeیہ ہے کہ ہم نے سپورٹ سروس پروگرام شروع کیا ہے کہ 850ملین روپے فیصل آباد کاapprovedہو گئے ہیں جس کے تحت نئے ڈاکٹرز بھرتی کئے جائیں گے۔اگر آپ دیکھیں کہ میں بتارہا ہوں کہ ویٹرنری آفیسر ہر یونین کونسل کی سطح پر ہو گا اور 96ڈسپنسریاں ہیں تو96نئے ویٹرنری آفیسرز آئیں گے۔ ویٹرنری اسسٹنٹ بھی96نئے آئیں گے،اے۔آئی ٹیکنیشن96نئے آئیں گے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: منسٹر صاحب!وہ پوچھ رہے ہیں کہ فیصل آباد میں کتنے بھرتی کر لئے ہیں یا نہیں کئے تو اس کا جواب دیں۔

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر!وہ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی ہونے ہوتے ہیں اور ہم نے وہ دے دیئے ہیں اور وہapprovedہو گئے ہیں۔۔۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر!ویٹرنری اسسٹنٹ کی اسامیاں پبلک سروس کمیشنfillنہیں کرتا۔ میں نے ان 11اسامیوں کے متعلق پوچھا ہے جو جواب میں لکھا ہے کہ وہ خالی ہیں کیونکہ یہ2004کا سوال ہے?what about thatان کے متعلق میں نے پوچھا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر لائیو سٹاک!

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر!میں یہی بات کہہ رہا ہوں کہ وہ2004کا سوال ہے اور اب تک یہاں پرlatest positionمیں بھرتیاں مکمل ہو چکی ہیں بلکہ ہم تو اس کے اندر نئی بھرتیاں بھی کر رہے ہیں۔ میں انہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ یہ سوال2004کا ہے اور ہر سال اسامیاںfillہو رہی ہیں اور جیسا کہ حکومت کی پالیسی ہے کہ 50فیصد کے حساب سے ہر سالfillہو رہی ہیں اور اب تک تقریباً20اسامیاںfillہو چکی ہیں اور اس کے علاوہ میں جو بات بتانا چاہ رہا ہوں کہ 96نئے ویٹرنری آفیسرز، ویٹرنری اسسٹنٹ اور اے۔آئی ٹیکنیشن آئیں گے اورapprovedہو گئے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،فرمائیں!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم 50 فیصد fill کریں گے تو کیا انہوں نے 50 فیصد ہمیشہ vacant رکھنی ہیں۔ اس کا جواب دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر لائیو سٹاک!

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: معاف کیجئے، ایک دفعہ repeat کر دیں۔

رانا آفتاب احمد خان: معاف کر دیں جی۔

جناب قائم مقام سپیکر: معاف نہیں بلکہ repeat کر دیں۔

رانا آفتاب احمد خان: میں سمجھا کہ شاید آپ نے کہا کہ معاف کر دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! Chair نے متعدد بار وزراء صاحبان کو یہ ڈائریکشن دی ہے کہ وہ سوالوں کے جواب کے لئے تیاری کر کے آیا کریں۔ آپ یہ دیکھیں کہ سارے ہاؤس نے دیکھا ہے کہ مختصر سا سوال تھا اور انہیں چٹ آئی ہے جسے دیکھ کر انہوں نے پڑھ کر سوال کا جواب دیا ہے۔ اگلے ضمنی سوال کا ان کے پاس جواب نہیں ہے۔ دیکھیں ایک ایک محکمے کو تین تین جگہ پر تقسیم کر کے ایک ایک منسٹر لگایا گیا ہے یعنی جہاں پر کوئی 10/15 منسٹر ہوتے تھے وہاں پر کوئی 40 کے قریب منسٹر ہیں اور پھر یہ حال ہے کہ وہ ہاؤس میں بھی تیاری کر کے نہیں آتے۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! منسٹر لائیو سٹاک میرا بھتیجا ہے اسے confuse کر رہے ہیں۔ وہ ایک بات کی تو وضاحت کر دیں کہ ان کی منگنی ہوئی ہے تو یہ دعوت کب کر رہے ہیں؟ (قہقہے) یہ بھی نہیں بتایا اور اسی طریقے یہ جواب بھی گول کر رہے ہیں۔ ان سے وضاحت مانگ لیں کہ پورے ہاؤس کو کب یہ دعوت دے رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! جب آپ جیسے بزرگ موجود ہوں تو انہیں دعوت دینے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ان کی طرف سے دعوت دیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!آپ اور میں پھر مشترکہ دے سکتے ہیں۔آپ بھی بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ہم بھی دے سکتے ہیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر!ہم دعوت نہیں دینا چاہتے کیونکہ بازار میں دودھ اور گوشت کی کمی آجائے گی۔(قہقہے)

سید احسان اللہ وقاص: ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آج کل نئی نئی بیماریاں آجاتی ہیں، کبھی برڈ فلو کا سن لیتے ہیں اور کبھی کچھ تو اب پنجاب کے اندر ویٹرنری یونیورسٹی بھی قائم ہو چکی ہے تو ویٹرنری ڈاکٹرز کو سپیشل کورسز کروانے،نئے سرے سے کوئی ٹریننگ کروانے یا ریفریشر کورسز کروانے کا محکمہ نے کوئی اہتمام کیا ہے اور اس کا کیا شیڈول بنایا ہے؟

MR. ACTING SPEAKER: It is a fresh question.

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر!ویسے تو یہ fresh question ہے لیکن میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں کہ ہم نے already ویٹرنری یونیورسٹی کے ساتھ مل کر کورسز شروع کروالئے ہیں اور یہاں پر ہمارا V.R.I ویکسین بھی produce کر رہا ہے اور یہاں پر ریسرچ بھی ہو رہی ہے۔ میں یہاں یہ بھی بتا دوں کہ تقریباً ساڑھے آٹھ لاکھ کے قریب پورے پنجاب کے اندر ویکسین لگ بھی چکی ہے اور فارمرز کے پاس پہنچ گئی ہے۔

ڈاکٹر اسد معظم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،فرمائیں!

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر!وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ موجودہ دور میں لائیو سٹاک میں جو گروتھ ہوئی ہے تو میں اس بارے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ لائیو سٹاک کی انڈسٹری کاٹیج انڈسٹری ہے اور اس کو دو دو،چار چار،چھ چھ بھینسیں رکھ کر فارمرز،کسان یا گوالے اپنے طور پر پالتے ہیں اور اس میں حکومت کی کوئی بڑی contribution نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسے ابھی پولٹری میں برڈ فلو آیا ہے تو کیا ان کے پاس کوئی ٹیسٹنگ کے لئے جیسے این۔ ایچ5 وائرس کی ٹیسٹنگ کے لئے آئندہ کے لئے کوئیarrangement ہے کیونکہ اب تو نہیں تھا اور انہیں وہsample برطانیہ بھجوانے پڑے تو آئندہ کے لئے کوئی arrangement کر رہے ہیں اور اگر کر رہے ہیں تو کب تک کا یہplan ہے؟

MR. ACTING SPEAKER: I think it is a Fedral subject

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ویسے ہے تو صوبائی معاملہ کیونکہ اگر لیبارٹریاں بنالی جائیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: مطلب یہ ہے کہ اس کے اوپر it has come for the first time and it has to be discussed at that level وہیarrangement کریں گے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہProvincial subject ہے، آپ اس کو لائیو سٹاک میں نہ لے کے جائیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ لیبارٹری بنانے میں کیا قباحت ہے، کیا آپ نے فیڈرل گورنمنٹ سے پیسے لینے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ اگر فیڈرل level پر اس کا تجربہ کیا جائے گا تو پھر اس کو لے آئیں گے اور پھر at the Provincial level میں بھی لے آئیں گے۔ وہ لیبارٹری کی بات کر رہے ہیں. Because this is something which has come for the first time.

RANA AFTAB AHMAD KHAN: Mr. Speaker! Because we are not prepared for it. We should be ready for it now.

MR. ACTING SPEAKER: Rana Sahib!The entire world was not prepared for that.

RANA AFTAB AHMAD KHAN: Mr. Speaker! We are not concerned with the world, we should be concerned with ourselves.

ہمارا issue یہ ہے کہ کیا یہ لیبارٹریاں بنانا چاہتے ہیں کہ نہیں تو اس بارے میں یہاں پر بتادیں۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! کیا آپ اس کو فیڈرل یونیورسٹی کے پاس بھیج دیں گے یا فیڈرل انسٹی ٹیوشنز کے پاس بھیج دیں گے؟ ultimately یہ لاہور کا issue ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: کیونکہ اب یہ چیز سامنے آئی ہے تو لامحالہ اس کی طرف بھی توجہ دی جائے

گی۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ یہ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہ رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں بتانا چاہوں گا جیسا کہ میرے معزز ممبر بھائی نے سوال کیا کہ آپ لوگ کیا support کرتے ہیں؟ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ door-step پر ہم جو services provide کر رہے ہیں free vaccine اور insemination یہ services تو نہیں ہیں کہ جس کی وجہ سے اس کی پوری کی پوری health care کی جا رہی ہے اور یہ بہت بڑی services ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ برڈ فلو کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں اسی پر آ رہا تھا۔ یونیورسٹی کے اندر WTO کے تحت اس کے standard کے مطابق ہماری لیبارٹری بن گئی ہے اور اس پر کام بھی شروع ہے۔ میں ایک اور بات یہاں پر ضرور clear کرنا چاہوں گا کہ ہمارے VRI کے اندر ہمارے پاکستان میں اس وائرس کو چیک کرنے کے لئے پورے کا پورا نظام ہے اور یہاں پر یہ چیک ہو رہا ہے۔ پوری مکمل لیبارٹری ہے اور ڈبل چیک کرنے کے لئے انگلینڈ گیا تھا، ڈبل اینڈ ٹرپل چیک کرنے کے لئے گیا تھا۔ یہاں وائرس چیک کرنے کا پورا انتظام موجود ہے۔ شکریہ

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! کل جانور دیکھے جائیں اور کل دودھ دیکھا جائے تو شاید آدھا لیٹر بھی اوسط نہیں آتی۔ کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ دودھ کی پیداوار زیادہ ہو جانے کے لئے کیا اقدامات کر رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! ویسے یہ fresh question بنتا ہے لیکن میں ایک چیز ضرور بتانا چاہوں گا کہ پاکستان اس وقت پانچواں بڑا milk producing country ہے۔ میرے خیال میں اس وقت یہاں پر دودھ صرف 30 فیصد استعمال ہو رہا ہے جس

کے لئے ہم no profit no loss پر چارز بھی لے کر آئے ہیں۔ insemination service programme ہے اور Buffalo Reasearch Institute ہے اس میں بھی اس کی ڈویلپمنٹ کے لئے سارا کچھ کیا جا رہا ہے۔ ویسے یہ اگر fresh question کریں تو میں سارا کچھ explain کر دوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: well done اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 4234 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ عمارات کے کوورڈ ایریا اور دیگر مسائل کی تفصیل

*4234 **سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے ایسے ذاتی رہائشی گھر جس کی سالانہ تشخیص -/1800 روپے اور ایسی عمارت جس کی سالانہ تشخیص -/1200 روپے ہے، اسے پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے؟

(ب) اگر یہ درست ہے تو جس گھر کی سالانہ تشخیص -/1800 روپے ہے اور جس عمارت کی سالانہ تشخیص -/1200 روپے ہے وہ کتنے covered area پر مشتمل ہو گی، ایسے تشخیص کردہ گھر / عمارت کی تفصیل سے مطلع فرمائیں؟

(ج) کیا پرائیویٹ سیکٹر کے غیر منافع بخش ادارے / سکول / ہسپتال کی عمارات جنہیں سنٹرل بورڈ آف ریونیو نے ان کے حسابات کے مکمل آڈٹ کرنے کے بعد غیر منافع بخش ادارے کا مقام دیا ہو وہ بھی پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔ اگر جواب نہیں میں ہے تو کیوں؟

وزیر آبکاری و محصولات

(الف) درست ہے۔

(ب) مندرجہ ذیل category E, F&G میں واقع ایسے گھروں و عمارات کی تفصیل درج

ذیل ہے۔

مجموعی سالانہ تشخیص-/1800روپے	مجموعی سالانہ تشخیص-/1200روپے
والاذاتی رہائشی گھر	کی دیگر عمارات
کیٹیگری E (off road) F& g	F (off road)& g
کل رقبہ پانچ مرلے	پانچ مرلے
کل تعمیر شدہ رقبہ 1125مربع فٹ	1125مربع فٹ

(ج) پراپرٹی ٹیکس ایکٹ کی دفعہ(5)4 کے تحت غیر منافع بخش ادارے پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے اور سنٹرل بورڈ آف ریونیو سے اس معاملے کا تعلق نہ ہے۔عمارات اور اراضی یاان کا کوئی حصہ جو قطعی طور پر عوامی عبادت ، عوامی فلاح و بہبود وبشمول مساجد، چرچ، دھرم شالا، گوردوارے، ہسپتال، ڈسپنسری،یتیم خانے، پینے والے پانی کے تالاب، جانوروں کے علاج اور حفاظتی شفا خانے اور قبرستان، شمشان گھاٹ یادوسری ایسی جگہیں،مزید یہ کہ درج ذیل عمارات اور اراضی یاان کا کوئی حصہ قطعی طور پر عبادت گاہ، عوامی فلاح و بہبود اس سیکشن کے معانی میں متصور نہ ہوگا۔

I۔ عمارتیں یااراضی جن پر کوئی پیشہ یاکاروبار چلایا جاتاہے جن سے آنے والاکرایہ قطعی طور پر مذہبی ضروریات یاایسی ہی عوامی فلاح و بہبود کے ادارے کے لئے استعمال نہ ہوتاہو۔

II۔ عمارتیں یااراضی جن سے کرایہ آتا ہے اور کرایہ قطعی طور پر مذہبی ضروریات یا عوامی فلاح و بہبود کے اداروں پر استعمال نہیں ہوتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!اس میں جواب کے جز(ج) کے نمبرI پر یہ فرمایا گیاہے کہ ایسی عمارتیں یااراضی جن پر کوئی پیشہ یاکاروبار چلایا جاتاہے جن سے آنے والاکرایہ قطعی طور پر مذہبی ضروریات یاایسی ہی عوامی فلاح و بہبود کے ادارے کے لئے استعمال نہ ہوتاہو۔یعنی ایسے اداروں پر پراپرٹی ٹیکس عائد نہیں ہوتا۔توکیاایسے اداروں میں سکولز بھی شامل ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیرایکسائز!

وزیرآبکاری و محصولات: جناب سپیکر!سکول شامل نہیں ہیں،صرف گورنمنٹ سکولز کی بلڈنگ

اور بورڈنگ ہاؤسز شامل ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!انہوں نے ایک ایسا فارمولہ بتایا ہے کہ ایسی عمارتیں جن کو مذہبی ضروریات کے لئے استعمال کیا جاتا ہو یا عوامی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جاتا ہو اگر ایسا سکول جس کا استعمال سو فیصد عوامی فلاح و بہبود کے لئے ہو اس کو یہ کیوں شامل نہیں کرتے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر موصوف!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر!جہاں تک پراپرٹی ٹیکس کا تعلق ہے یہ ٹیکس پراپرٹی سے وصول کیا جاتا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پراپرٹی کی آمدنی کہاں لگ رہی ہے اور کون لگا رہا ہے۔اگر تو گورنمنٹ کا سکول ہے تو پھر صاف ظاہر ہے لیکن اگر پرائیویٹ سکول ہے جیسا کہ تعلیم اس وقت کاروبار بن چکی ہے اور کروڑوں روپے کے حساب سے وہاں پر فیسیں موصول ہو رہی ہوں اور کروڑوں روپے کا منافع ہو رہا ہو تو اس پر پراپرٹی ٹیکس ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!میں یہ عرض کر رہا ہوں جو کروڑوں روپے وصول کر رہے ہیں ان سے آپ کروڑوں روپے لیں لیکن اگر کسی سکول کی آمدنی سو فیصد عوامی فلاح و بہبود کے لئے ہو اور وہ سکول اس کو ثابت کر دے کہ اس کی آمدنی،لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے سکول ہیں یہ انجمن سو سال پہلے قائم ہوئی تھی اور سو سال سے اس کے ادارے کام کر رہے ہیں۔لاہور میں اسلامیہ کالج ہیں اور خواتین کے کالج ہیں اور مختلف ادارے ہیں جو کام کر رہے ہیں جن کی سو فیصد آمدنی تعلیمی مقاصد اور عوامی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کی جاتی ہے اور یہ جواب comparison کر رہے ہیں سکولوں کے ساتھ جو کمرشل سکول ہیں حالانکہ میں کمرشل سکول کی بات ہی نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں جو ادارے سو فیصد اس بات کو ثابت کر دیں کہ ہمارے سکول کی آمدنی خالصتاً عوامی فلاح و بہبود کے کاموں پر خرچ ہوتی ہے تو ان کو یہ کیوں exemption نہیں دیتے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر موصوف!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر!charity کے مقصد کے لئے جو صرف اور صرف charity تک محدود ہو وہاں تک معافی مل سکتی ہے لیکن وہ ادارے جو charity کی تعریف میں نہ آتے ہوں وہاں پر یہ سہولت extend نہیں کی جا سکتی۔

سید احسان اللہ وقاص: charity اور عوامی فلاح و بہبود میں کیا فرق ہے؟ جو لکھا ہوا ہے اس کا یہ

سیدھا جواب کیوں نہیں دیتے۔ جو عوامی فلاح و بہبود کے لئے سکول قائم کئے گئے ہیں ان کو بھی اس سے exemption ملنی چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: charity انگلش لفظ ہے اور عوامی فلاح و بہبود اُردو لفظ ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: عوامی فلاح و بہبود ہی رکھیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب آپ اس کو جیسے بھی سمجھیں۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب والا! معزز ممبر کے لئے میں یہ عرض کر دوں کہ یہ legal phrases کی ڈکشنری ہے اور میں اس کی تیاری کر کے آیا تھا اور مجھے امید تھی کہ شاہ صاحب ضرور یہ سوال پوچھیں گے تو یہاں جو definition دی گئی ہے میں اس کو پڑھ دیتا ہوں۔

"An institution for the charitable benefit of a large and important body of poor persons in a public charity."

جہاں پر فیس پندرہ سو یا دو ہزار روپے ہو گی وہ charity کی تعریف میں نہیں آتی۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ جہاں ٹوٹل فری ہو، فیس نہ ہو اس میں آتا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! فیس تو گورنمنٹ کے سکولوں میں بھی نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ان کا مقصد یہ ہے کہ جہاں charity دی جاتی ہے وہاں free of cost تعلیم ہو۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر: charity وہ ہے جس کی آمدنی سے کوئی آدمی منافع نہ لیتا ہو۔

جناب قائم مقام سپیکر: لیکن اگر اس کی فیس ہو گی تو پھر وہ charitable تو نہیں ہو گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! دیکھنا ہے کہ وہ فیس کس کام پر لگا رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: لیکن انکم تو آتی ہے پھر جو انکم ہو گی اس پر ٹیکس لگے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! اگر یہ انکم کسی کے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال ہو رہی ہو تو پھر بالکل اس سے ٹیکس لینا چاہئے لیکن اگر انکم مزید فلاحی ادارے بنانے پر استعمال ہوتی ہے تو میں اس کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! گورنمنٹ سکول میں کوئی فیس نہیں دی جاتی بلکہ کتابیں بھی مفت دی جارہی ہیں

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر کا ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 6527 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لائیو سٹاک ایکسپیریمنٹ سٹیشن بھونیکی قصور کے رقبہ، اغراض و مقاصد، سٹاف اور آمدن و خرچ کی تفصیل

***6527 ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لائیو سٹاک ایکسپیریمنٹ سٹیشن بھونیکی ضلع قصور کتنے رقبہ پر کب قائم کیا گیا تھا؟

(ب) اس ایکسپیریمنٹ سٹیشن کے قائم کرنے کے مقاصد کیا تھے؟

(ج) اس ایکسپیریمنٹ سٹیشن میں کس کس قسم کے جانور رکھے گئے تھے؟

(د) اس سٹیشن پر اس وقت جو ملازمین کام کر رہے ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ہ) اس سٹیشن کی 2003 سے آج تک سالانہ آمدن اور اخراجات کی تفصیل فراہم کی جائے۔

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) لائیو سٹاک ایکسپیریمنٹ سٹیشن بھونیکی ضلع قصور 1974 میں 438۔ایکڑ رقبہ پر قائم کیا گیا تھا۔1984 میں اس سٹیشن کو مزید 1452۔ایکڑ رقبہ دے دیا گیا، جس میں سے 2002 میں 811۔ایکڑ رقبہ ویٹرنری یونیورسٹی لاہور کو دے دیا گیا۔اس وقت اس سٹیشن کے پاس 1079۔ایکڑ رقبہ ہے۔

(ب) 1974 میں یہ فارم بنیادی طور پر کٹے اور بچھڑے فربہ کر کے گوشت کی پیداوار بڑھانے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ لیکن 1985 سے اس فارم پر ولائتی نسل (فریزین و جرسی) کی گائے پالی جا رہی ہیں جن سے سیمن حاصل کرنے کے لئے بچھڑے پیدا کئے جاتے ہیں۔

(ج) اس سٹیشن پر اس وقت فریژین اور جرسی نسل کی گائے رکھی گئی ہیں۔

(د) اس سٹیشن پر اس وقت کام کرنے والے ملازمین کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) اس سٹیشن کی 2003 سے اپریل 2005 تک آمدن اور اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	آمدن	اخراجات
2002-03	112.27لاکھ	201.89 لاکھ
2003-04	68.05لاکھ	174.81لاکھ
2004-05 (up to 30.04.2005)	37.94لاکھ	140.74لاکھ
	218.26لاکھ	517.44لاکھ

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو فارم لائیو سٹاک ایکسپیریمنٹ سٹیشن بنایا گیا تھا اس کی آمدنی اور اخراجات کی تفصیل دی گئی ہے اس میں آمدنی سے تقریباً دو یا تین گنا زیادہ اخراجات ہیں۔ کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ وہاں پر جو انہوں نے گائے رکھی ہوئی ہیں اور انہوں نے جواب میں بتایا ہے کہ جو سیمن حاصل کرتے ہیں ان میں سے کہاں کہاں کے لوگ استفادہ حاصل کرتے ہیں؟ کیا اس میں سے یہ کوئی نئی نسل پیدا کر سکے ہیں کہ اتنے اخراجات اور 11 سو ایکڑ پر مشتمل فارم جو 1974 سے کام کر رہا ہے اس میں ان کی achievement کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ سوال 2004 کا ہی ہے جو انہوں نے کیا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ 1985 میں امریکہ سے 187 فریژین اور جرسی گائے منگوائی گئی تھیں اور اس سے ہمارا جو پلان تھا وہ ہر سال تیس تیس بچھڑے ہر نسل سے لینے کا تھا جو ہم نے یہ ہدف پورا کیا ان کی insemination کے لئے breed improvement کے لئے ہمارے ہاں ایک الگ ونگ ہے وہاں پر بھیجنا اور artificial insemination کے لئے وہ سارے کام آتے تھے لیکن اب اس کو ہم نے یہاں سے شفٹ کر کے قادر آباد ضلع ساہیوال کے فارم پر منتقل کر دیا ہے اور ہم یہاں پر ایک نیا پراجیکٹ لے کر آئے ہیں جو Buffalo Research

Institute کے نام سے ہے جس میں ہم نے نیلی راوی کی نسل رکھی ہے جو دنیا میں بہت زیادہ مشہور ہے جو دودھ دینے والی نسل میں پہلے نمبر پر ہے اور اس کو FO کے تحت black bull of Pakistan بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارا اس پراجیکٹ کا جو اصل مقصد ہے وہ یہ ہے کہ ہم یہاں سے اعلیٰ نسل کے سانڈ پیدا کریں۔ دوسرا بھینسوں کے دودھ کی پیداوار میں فی کس اضافہ ہو اور بچے دینے کی جو مدت ہوتی ہے اس کو کم کیا جائے۔ نئی نئی اچھی نسلوں کی بھینسیں پورے پنجاب میں سے ڈھونڈیں۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ ہم رجسٹرڈ کرائیں تاکہ ہم بین الاقوامی سطح پر اس کو رجسٹرڈ کر سکیں۔ اس کا ہمارا جو main target ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے تین سال کے اندر چار سو بھینسوں کی پرورش W.T.O کے تحت printed کروانی ہے۔ اس فارم میں اس وقت ہم نے almost سو بھینسیں فارم پر پہنچا دی ہیں اس سے ہم تین سال کے اندر چار سو نئے اعلیٰ نسل کے کٹے لیں گے۔ تین سال میں ہم پندرہ ہزار اعلیٰ نسل کی بھینسوں کو دودھ کے لئے دس ضلعوں میں رجسٹرڈ کریں گے۔ اس کے اندر یہ جو main بات کر رہے تھے کہ اتنا زیادہ خرچہ ہو رہا ہے اور اس کی آمدن نہیں ہے۔ یہ مکمل طور پر ریسرچ پر تھا۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! وزیر موصوف پتا نہیں کہاں کہاں سے گھوم کر جا رہے ہیں۔ میں نے صرف یہ سوال کیا تھا کہ جیسے ایگریکلچرل یونیورسٹی یا ایگریکلچرل ریسرچ انسٹیٹیوٹ ہے، انہوں نے اپنے تجربے کر کے چاول کی قسمیں اری چھ وغیرہ یا گندم پر یا انھوں نے اور چیزوں پر تجربات کر کے ایک نیا بیج دریافت کیا کہ اس میں یہ یہ qualitative seed ہے۔ میں یہ سوال پوچھنا چاہتا تھا کہ 1974 سے وہ فارم وہاں پر کام کر رہا تھا۔ 1985 سے انھوں نے وہاں پر گائے رکھیں تو 1985 کے بعد کوئی cross breeding یا کوئی experiment اس فارم کا جو سپیشل انھوں نے کیا ہو، کوئی ایسی نسل تیار کی گئی ہو کہ جس کو ہم qualitative کہہ سکتے ہیں، جو دودھ دینے میں اچھی ہو، جو بچے دینے میں اچھی ہو، جو آگے اس کی نسل ہے اس میں بھی وہ اعلیٰ qualities پیدا کی جا سکیں تاکہ ہم دودھ اور گوشت کی ہر طرح کی پیداوار بڑھا سکیں، یہ کسی ایسی چیز کا نام بتا دیں کہ جو اس experiment کی وجہ سے انھوں نے کوئی cross breed تیار کی ہو؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا مطلب ہے کہ کسی ایسی breed کا نام بتائیں جو انھوں نے پیدا کی ہو؟

ملک اصغر علی قیصر: جی۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے اس میں سے کوئی ایسا نیا breed پیدا کیا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں پھر وہی بات کر رہا ہوں کہ یہ بھائی اس کو mix-up کر رہے ہیں۔ جس چیز کے لئے ہم نے یہ شروع کیا تھا اس کے اندر ہمیں سانڈ چاہیئں تھے، جو ہم نے وہاں سے عوام کے لئے 602 سانڈ مہیا کئے اور اس کے ساتھ 250 ہم نے artificial insemination کے لئے آگے بھجوائے۔ دوسرا اس کے آگے جو ملک پروڈکشن تھی، جو یہ ملک پروڈکشن کی بات کر رہے ہیں تو ہم نے اس کے اندر یومیہ 920 لٹر ملک پروڈکشن لی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، وہ breed کا پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ کون سی breed آپ نے نئی پیدا کی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: یہ cross breed کے اندر۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا کوئی نام ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جرسی اور فریژن کے اندر ہم نے کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے اس کا کوئی نام رکھا ہے؟

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! انھوں نے جو ابھی کہا ہے اس کا نام ذرا بتا دیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: میں وہی ان سے پوچھ رہا ہوں۔

راجہ ریاض احمد: جی، وہ ذرا پوچھ لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ جو cross breed آپ نے تیار کی ہے اس میں اس کا کوئی نیا نام رکھا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: cross breed کے اندر میں بالکل یہاں پر کہوں گا کہ یہ experimental stage پر تھا۔۔۔

راجہ ریاض احمد: cross breed کا نام بتا دیں۔

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میری بات سن لیں۔ میرے خیال

میں، میں نےon the floor of the Houseایک دفعہ ایک چیز پہلے کہی تھی کہ میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ ہر فارم کے اندر... profitable

جناب قائم مقام سپیکر: وہ آپ کی بات بجا ہے لیکن اس cross breed کے لئے کوئی نام تجویز کیا گیا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! cross breed کے اندر ویسے تو فریزین کو F-1 کے نام سے تجویز کیا گیا ہے جو کہ اتنا خاص successful نہیں رہا جس کی وجہ سے میں نے کہا ہے کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا کوئی نام تو آپ نے رکھا ہو گا ناں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ: اس cross breed کا نام F-1 ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔اس breed کا نام F-1 ہے۔

شیخ اعجاز احمد: ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ وزیر موصوف نے اب تک جتنے بھی یہاں سوالوں کے جواب دیئے ہیں اس میں صرف یہ کہا ہے کہ رکھ دیئے گئے ہیں، کر لئے جائیں گے، اب ان کی منسٹری کے اندر انہیں جو specific period ملا تھا اس میں صرف یہ بتا دیں کہ ساڑھے تین سالوں میں انھوں نے کیا کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہے کہ ہم نے اس کو اب ساہیوال میں شفٹ کر دیا ہے اور نیلی بار کی جو بھینسیں ہیں وہ دنیا بھر میں مشہور ہیں اور ہم اس کو یہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ کرنا چاہتے ہیں۔ صرف یہ بتا دیں کہ جب سے انھوں نے یہ فارم جو کہ 1079 ایکڑ رقبہ پر مشتمل ہے جس کو انھوں نے شفٹ کر دیا ہے اور پوری وزارت اس کے تحت چلا رہے ہیں، یہ صرف یہ بتا دیں کہ ان کی جو وزارت تھی، اس کے under جب انھوں نے وہاں پر کام کروایا ہے، ساڑھے تین سال میں انھوں نے کیا وہاں پر developments کی ہیں؟ اس ہاؤس کو، صوبہ پنجاب کے عوام کو بتائیں، پچھلا period بے شک چھوڑ دیں، صرف یہ بتا دیں کہ ساڑھے تین سال میں انھوں نے وہاں پر کون سی ایسی developments کی ہیں، کون سے ایسے اقدامات کئے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! آپ اس پر fresh question دے دیں۔ اس کی تفصیل

پھر آپ کو آگے دوسرے fresh question میں دے دی جائے گی۔ یہ اس سے متعلقہ نہیں ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! یہ اس سے relevant ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، یہ lengthy question ہے۔ آپ fresh question دے دیں۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! آپ ان کی منگنی کی خوشی میں ہر معاملہ pass on کئے جا رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آخر جوان بچہ ہے۔ اس نے جوانی میں کی ہے۔ سب کو خوش ہونا چاہئے۔ ایسی بات نہیں ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جوان بچہ ہے تو جواب بھی تو دینے چاہئیں۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! اگر آپ ان کے اعداد و شمار جو آمدن اور اخراجات کے ہیں ان کو دیکھیں تو 03-2002، ایک سو بارہ لاکھ آمدن اور دو سو ایک لاکھ اخراجات۔ اسی طرح یہ اخراجات 05-2004 میں سینتیس لاکھ اور ایک سو چالیس لاکھ ہیں۔ اس کے بعد 06-2005 کے اعداد و شمار ہیں جس میں دو سو اٹھارہ لاکھ اور پانچ سو سترہ لاکھ ہیں۔ پہلا میرا سوال یہ ہے کہ ہر سال اخراجات میں اتنی fluctuation اور variation کیوں ہے؟ دوسرا یہ کہ ان کے بقول وہاں پر insemination کی جاتی ہے جو کہ عوام کی بھینسیں ہیں ان کو vaccination سے inseminate کیا جاتا ہے۔ میرا ان سے سوال یہ ہے کہ اس کی یہ cost charge کرتے ہیں اور اگر اس کی یہ price charge کرتے ہیں تو پھر یہ budget deficit کیوں ہے؟ شکریہ

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! پہلے تو میں ایک چیز بتا دوں۔ اگر آپ ایک سانڈ باہر سے اچھا منگوائیں تو آپ کو ایک کروڑ روپے تک کا یہاں پاکستان میں پڑ جاتا ہے اور یہ کوئی کم بات نہیں۔ یہاں پر ہم لوگ اس کی insemination صرف nominal prices پر پچاس پچاس روپے کے حساب سے، پچیس روپے کے حساب سے کرتے ہیں، ویسے یہ ایک اچھا fresh question ہے، میں یہاں پر ایک چیز ضرور clear کرنا چاہوں گا کہ یہ experiment farm ہے اور experiment farm کے اندر ہمیشہ خرچ زیادہ ہوتا ہے اور آمدنی کم ہوتی ہے۔

میں اپنے معزز ممبر بھائی کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ میں منسٹر فوڈ نہیں، منسٹر لائیو سٹاک ہوں۔ دوسرا یہ کہ ایک سال سے یہاں پر کام شروع ہو گیا ہے اور یہاں پر سو بھینسیں پہنچ چکی ہیں۔ انھوں نے میرے خیال میں میری بات کو مکمل سنا نہیں ہے۔ یہ 401 ملین کا پراجیکٹ ہے۔ شکریہ

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ جو ریسرچ آرگنائزیشنز ہوتی ہیں دنیا میں کہیں بھی ان کے margin سب سے زیادہ ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نئی چیز develop کر کے مارکیٹ میں دیتی ہیں جس کی higher price charge کی جاتی ہے۔ دوسرا انھوں نے فرمایا ہے کہ سو بھینسیں آ گئی ہیں، اگر سو بھینسیں آ گئی ہیں تو یہ 05-2004 میں اپنی آمدن دیکھیں تو یہ صرف 37 لاکھ ہے جبکہ 06-2005 کی آمدن 218 لاکھ ہے۔ اسی طرح expenditure میں بھی فرق آ رہا ہے۔ میرا سوال یہ تھا کہ یہ relevant question ہے کہ یہ expenditure میں فرق ہر سال کیوں آتا ہے، اس کی کیا وجوہات ہیں؟ آمدن کی تو ہمیں سمجھ آتی ہے کہ آمدن میں یہ فرق آ گیا لیکن expenditure میں کیوں آیا؟ ڈیڑھ ڈیڑھ سو گنا ہر سال فرق آ رہا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! اس میں یہ ہے کہ ابھی ہم جو bulls وغیرہ آگے دیتے ہیں تو اس کی آمدن کے ابھی اس کے اندر پیسے include نہیں ہیں کیونکہ یہ totally experimental based farm ہے۔ یہاں پر اس کے اندر وہ add نہیں کیا گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جوابوان کی میز پر رکھے گئے)

ڈی۔جی۔خان،2003-04،گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس اور رجسٹریشن فیس کی وصولی سے متعلقہ تفصیلات

*5061 **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیاوزیر آبکاری ومحصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈی۔جی۔خان سے ٹوکن ٹیکس اور گاڑیوں کی رجسٹریشن سے 2003 اور 2004 میں کتنی رقم وصول ہوئی؟

(ب) اس عرصہ میں ان ٹیکسوں کی وصولی پر حکومت کی طرف سے کتنے اخراجات ہوئے؟

(ج) موٹر رجسٹریشن برانچ میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان فرمائیں؟

(د) گاڑیوں کی رجسٹریشن پر کس حساب سے فیس وصول کی جاتی ہے؟

(ہ) گاڑیوں کی جعلی رجسٹریشن کرنے پر ملازمین کے خلاف کیا محکمانہ اور قانونی کارروائی کی گئی؟

وزیر آبکاری ومحصولات:

(الف)

2002-03	25,618,800/- روپے
2003-04	32,424,700/-روپے

(ب)

2002-03	2,41,760/- روپے
2003-04	2,15,056/- روپے

(ج)

1۔	منیر احمد خان	جونئیر کلرک	BPS-5	بی۔اے
2۔	خلیل احمد خان	جونئیر کلرک	BPS-5	میٹرک
3۔	اعجاز احمد بھٹی	جونئیر کلرک	BPS-5	میٹرک
4۔	سعد علی شاہ	کانسٹیبل	BPS-1	مڈل

(د) 1تا1000 سی سی کی گاڑیوں کی مالیت کا 1 فیصد

1000تا2000 سی سی کی گاڑیوں کی مالیت کا2 فیصد

2000سی سی سے زائد کی گاڑیوں کی مالیت کا4فیصد

(ہ) اس عرصہ کے دوران ایسا کوئی واقعہ رونمانہ ہوا ہے اس لئے کوئی کارروائی نہ کی گئی ہے۔

LPEپراجیکٹ اور ورلڈ بنک سے ملنے والی امداد سے متعلقہ تفصیلات

*6575انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں:کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) LPEپراجیکٹ کب شروع ہوا تھا؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس پراجیکٹ کے لئے ورلڈ بنک نے70کروڑ روپے فراہم کئے تھے؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو یہ 70کروڑ روپے کس مقصد کے لئے فراہم کئے گئے اور کس مقصد کے لئے خرچ کئے گئے ہیں، کیا ان 70کروڑ روپے میں کوئی خورد برد بھی ہوئی تھی، اگر ہوئی تو اس کے ذمہ داران کے خلاف جو کارروائی کی گئی ہے اس کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) LPEپراجیکٹ کے تحت کتنے افراد کو کس کس عہدہ اور گریڈ میں بھرتی کیا گیا ہے، ان کے نام بیان فرمائیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) لائیوسٹاک پروڈکشن اینڈ ایکسٹینشن پراجیکٹ92-1991میں شروع ہوا۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ اس پراجیکٹ کے لئے ورلڈ بنک نے 70کروڑ فراہم کئے ہیں۔ البتہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک اور حکومت پنجاب کے اشتراک سے یہ پراجیکٹ شروع ہوا جس کے لئے602.005ملین روپے مختص کئے گئے۔

(ج) اس پراجیکٹ کے لئے602.005ملین روپے مختص کئے گئے اور545.936ملین روپے خرچ کئے گئے۔ یہ رقم جن مقاصد کے لئے فراہم کی گئی اور جس مقصد کے لئے خرچ ہوئے، تفصیل درج ذیل ہے:۔

کام	مختص رقم ملین روپے	خرچ رقم ملین روپے
سول ورکس	64.182	81.018

مشینری،آلات اور جانور	88.372		185.589
خرید گاڑیاں	74.681		85.131
تنخواہیں عملہ	144.047		145.936
تربیت عملہ / فیس ماہرین	27.180		48.262
اتفاقی ضروریات		203.542	--
کل رقم	602.005		545.936

خورد برد کی گئی رقم کے بارے میں ذمہ دار افراد کی انکوائری کی گئی جن کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) LPE پراجیکٹ کے تحت جتنے افراد جس عہدے اور گریڈ میں بھرتی کئے گئے ان کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ڈی۔جی۔خان، 2004، 2003 میں پراپرٹی ٹیکس کی وصولی سے متعلقہ تفصیلات

*5062 **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈی۔جی۔خان سے پراپرٹی ٹیکس کی وصولی کا سال 2003 اور 2004 کا ٹارگٹ کیا مقرر کیا گیا تھا؟

(ب) اس عرصہ کے دوران سال وار کتنا پراپرٹی ٹیکس وصول ہوا؟

(ج) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی وصولی پر کتنے اخراجات آئے؟

(د) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی وصولی کے لئے متعین ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ہ) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی صحیح تشخیص نہ کرنے پر کتنے ملازمین کے خلاف محکمانہ کارروائی کی گئی؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) ڈی۔جی۔خان سے پراپرٹی ٹیکس کی وصولی کا سال 2003 اور 2004 کا ٹارگٹ درج ذیل ہے۔

سال	ٹارگٹ
2002-03	16,500,000/-روپے

2003-04	-/17,325,000روپے
میزان	-/33,825,000روپے

(ب) ڈی۔جی۔خان سے جتنا پراپرٹی ٹیکس وصول ہوااس کی تفصیل سال وار درج ذیل ہے۔

سال	وصولی پراپرٹی ٹیکس
2002-03	-/15,909,740روپے
2003-04	-/15,270,265روپے
میزان	-/31,180,005 روپے

(ج) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی وصولی پر اخراجات درج ذیل ہیں:۔

سال	اخراجات
2002-03	-/707,259روپے
2003-04	-/854,806روپے
میزان	-/1,562,065روپے

(د) تفصیل جھنڈی(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی تشخیص صحیح نہ کرنے پر کسی ملازم کے خلاف کوئی شکایت موصول نہ ہوئی اس لئے کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

ریسرچ انسٹیٹیوٹ رکھ بھونیکے،اغراض ومقاصد،گرانٹس اور اسامیوں سے متعلقہ تفصیل

*6576انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں:کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) رکھ بھونیکے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کب اور کن مقاصد کے لئے قائم ہوا تھااور اب تک اس ریسرچ سنٹر میں جن جن مقاصد کے لئے ریسرچ ہوئی،ان کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ب) سال2004سے آج تک اس ریسرچ سنٹر کو کتنی مالیت کی گرانٹ کن کن مقاصد کے لئے فراہم کی گئی ہے؟

(ج) اس ریسرچ سنٹر میں منظور شدہ اسامیوں کی تعداد کتنی ہے اور اس وقت کتنی خالی ہیں؟

(د) اس ریسرچ سنٹر کے کتنے ملازمین کس کس جگہ، کس کس گریڈ اور عہدہ پر کتنے عرصہ سے کام کر رہے ہیں، نیز ان کو اس ریسرچ سنٹر میں ان عہدوں پر تعینات کرنے سے اس ادارہ کی کارکردگی پر جو اثرات مرتب ہوئے اس کے تدارک کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) رکھ بھونیکے ریسرچ انسٹیٹیوٹ 1982 میں جانوروں کی جنسی اور تولیدی بیماریوں کی تحقیق کے لئے قائم ہوا۔ اب تک اس ریسرچ سنٹر میں ہونے والی ریسرچ کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سال 04-2003 سے 05-2004 تک حکومت پنجاب نے سالانہ بجٹ کے تحت 17.553 ملین روپے فراہم کئے۔ اس کے علاوہ کسی قسم کی گرانٹ نہیں ملی۔

(ج) اس ریسرچ سنٹر میں منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 63 ہے اور اس وقت 14 اسامیاں خالی ہیں۔

(د) اس ریسرچ سنٹر کے جتنے ملازمین جس جگہ، جس گریڈ اور عہدے پر اور جتنے عرصہ سے کام کر رہے ہیں ان کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے نیز ان ملازمین کو اس ریسرچ سنٹر میں ان عہدوں پر تعینات کرنے سے اس ادارے کی کارکردگی پر کوئی منفی اثرات مرتب نہیں ہوئے ان کی کارکردگی تسلی بخش ہے۔

گوجرانوالہ، سال 2004 تاحال، پراپرٹی ٹیکس سے آمدن اور اس سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*6939 لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 2004 سے آج تک گوجرانوالہ میں محکمہ ہذا نے مکانات، دکانات اور رہائشی آبادیوں سے پراپرٹی ٹیکس کی مد میں کتنا ریونیو اکٹھا کیا، کم از کم کتنے رقبہ کے مکانات پر ٹیکس معاف ہے اگر کسی بھی مکان پر ٹیکس معاف نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

(ب) گوجرانوالہ شہر کے کتنے پلازوں سے پراپرٹی ٹیکس کی مد میں کتنا ٹیکس وصول ہوا اور جن

پلازوں سے ٹیکس وصول نہیں کیا گیا ان پلازوں کے نام، مالکان کے نام اور مقام بیان فرمائیں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) سال2004 سے اپریل2005 تک گوجرانوالہ میں محکمہ ہذا نے مکانات، دکانات اور رہائشی آبادیوں سے پراپرٹی ٹیکس کی مد میں آٹھ کروڑ پچیس لاکھ بیالیس ہزار ایک سو چالیس روپے ریونیو اکٹھا کیا۔ کم از کم جتنے رقبہ کے مکانات پر ٹیکس معاف ہے تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ پانچ مرلہ تک کا ایک ذاتی مکان جو رہائشی مقاصد کے لئے استعمال میں ہو۔

2۔ ایک کنال رقبہ تک کا ایک رہائشی مکان جو وفاقی یا صوبائی گورنمنٹ کے ریٹائرڈ ملازم کی ملکیت اور ذاتی تصرف میں ہو۔

3۔ پانچ مرلہ رقبہ تک کا ذاتی رہائشی مکان جو کہ کچی آبادیوں سے متعلق قانون کے تحت حکومت کی اعلان کردہ کچی آبادی میں واقع ہو۔

اگر کسی بھی مکان پر ٹیکس معاف نہیں تو اس کی وجہ اس مکان کی سالانہ تشخیص ایک ہزار چھ سو بیس روپے سے زیادہ ہے۔

(ب) گوجرانوالہ شہر کے تین پلازوں سے کلی طور پر اور تین پلازوں سے جزوی طور پر پراپرٹی ٹیکس کی مد میں چار لاکھ تیس ہزار سات سو اٹھتر روپے ٹیکس وصول ہوا اور جن پلازوں سے ٹیکس وصول نہیں کیا گیا۔ ان پلازوں کے نام، مالکان کے نام اور مقام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام پلازہ	مالک کا نام	مقام	ریمارکس
1	دین پلازہ	خواجہ نعمت اللہ و چودھری محمد سلیم	جی ٹی روڈ	حکم امتناعی ازاں لاہور ہائی کورٹ
2	جی ڈی اے پلازہ	جی ڈی اے	ماڈل ٹاؤن	حکم امتناعی ازاں لاہور ہائی کورٹ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر ہے۔
3	جی ڈی اے پلازہ	جی ڈی اے	سول لائن حکم	امتناعی ازاں لاہور ہائیکورٹ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر ہے۔
4	بھٹہ پلازہ	اعتزاز رؤف	سیٹلائیٹ ٹاؤن	----
5	جلیل پلازہ½	چودھری جلیل احمد	سول لائن	----
6	حسین پلازہ	غلام دستگیر خان	جی ٹی روڈ	----

ضلع گوجرانوالہ، 2003تاحال ویٹرنری ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی عمارات، ادویات کے بجٹ اور جانوروں کے علاج و معالجہ سے متعلقہ تفصیلات

*7002چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں ویٹرنری ہسپتالوں / ڈسپنسریوں میں سال2003سے آج تک کتنے بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا؟

(ب) ادویات کی مد میں کتنی رقم رکھی گئی اور کتنی خرچ ہوئی؟

(ج) ویٹرنری ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی بلڈنگز کی صورتحال کیا ہے اور یہ کتنے کتنے رقبے پر مشتمل ہیں۔ تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) سال04-2003 کے دوارن ضلع گوجرانوالہ میں4,33,665بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا جبکہ سال05-2004 کے دوران ماہ مئی2005تک3,98,058بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا۔

(ب) سال04-2003میں ادویات کی خریداری کے لئے-/8,50,000روپے کی رقم مختص کی گئی جس میں سے-/7,99,205روپے خرچ کئے گئے جبکہ سال 05-2004میں -/14,00,000روپے مختص کئے گئے جس میں سے-/1399610روپے خرچ کئے گئے۔

(ج) ویٹرنری ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے کیونکہ ضلعی حکومت بننے کے بعد کسی بھی ویٹرنری ہسپتال / ڈسپنسری کی بلڈنگ کی مرمت ہوئی اور نہ ہی اس مد میں ضلعی حکومت کی طرف سے پیسے رکھے گئے ہیں۔ ویٹرنری ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کے نام اور ان کے رقبے کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع گوجرانوالہ، سال2004تاحال، ٹوکن فیس ادا نہ کرنے والی گاڑیوں سے متعلقہ تفصیل

*6940لالہ شکیل الرحمٰن(ایڈووکیٹ):کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں سال2004تاحال کتنی گاڑیوں کو ٹوکن فیس ادا نہ کرنے پر محکمہ ایکسائز نے بند کیا؟

(ب) ٹوکن ادا نہ کرنے والی جو گاڑیاں چھوڑی گئیں ان کی تعداد اور وجہ بیان فرمائیں؟

(ج) اس عرصہ کے دوران ٹوکن ادا نہ کرنے کی وجہ سے کئے گئے جرمانہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں سال2004تاحال کل 363 گاڑیوں کو ٹوکن فیس بروقت ادا نہ کرنے پر بند کیا۔

(ب) دفتر ہذا نے ٹوکن ادا نہ کرنے والی کوئی گاڑی بلا وصولی ٹیکس نہ چھوڑی ہے۔

(ج) دفتر ہذا نے اس عرصہ میں ٹوکن ادا نہ کرنے پر کل-/4,76,210 روپے جرمانہ وصول کیا ہے۔

چوک سرور شہید ملتان۔ویٹرنری ہسپتال کے خاتمے سے متعلقہ تفصیل اور حکومتی اقدامات

*7298محترمہ زیب النساء قریشی:کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ویٹرنری ہسپتال چوک سرور شہید ملتان کی چار دیواری ختم ہو چکی ہے، قبضہ گروپ ہسپتال کی جگہ پر قبضہ کر کے مکانات اور دکانیں بنا رہے ہیں اور پٹواریوں سے ساز باز کر کے جعلی الاٹمنٹ کروا رہے ہیں؟

(ب) کیا حکومت نے اس سلسلے میں کوئی کارروائی کی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) ویٹرنری ہسپتال چوک سرور شہید ملتان میں نہ ہے بلکہ مظفر گڑھ میں ہے۔اس

ہسپتال کی چار دیواری ختم نہیں ہوئی کیونکہ چار دیواری پہلے سے تعمیر ہی نہ تھی۔ یہ درست ہے کہ قبضہ گروپ ہسپتال کی جگہ پر قبضہ کر کے دکانیں بنا رہے ہیں اور پٹواریوں سے ساز باز کر کے جعلی الاٹمنٹ کروا رہے ہیں۔

(ب) ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر مظفر گڑھ نے فوری کارروائی کر کے قبضہ گروپ کی تعمیر شدہ دکانیں گرادیں۔ قبضہ گروپ نے ایک دعویٰ استقرار حق بر خلاف صوبہ پنجاب بذریعہ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر مظفر گڑھ، ڈسٹرکٹ آفیسر، ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو، ڈسٹرکٹ آفیسر لائیو سٹاک، تحصیلدار وغیرہ، بعدالت سینئر سول جج مظفر گڑھ مورخہ 15-10-03 کو دائر کیا جو کہ اس وقت عدالت میں زیر سماعت ہے۔

آفس ڈی جی ایکسائز لاہور، جنوری2004تاحال بھرتی سے متعلقہ تفصیل

*7197 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری2004 سے آج تک دفتر ڈی۔جی ایکسائز لاہور میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا، ان کے نام، عہدہ، ولدیت، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومی سائل اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ان میں سے کتنے افراد کو میرٹ پر اور کتنے کو بغیر میرٹ بھرتی کیا گیا ہے؟

(ج) میرٹ کس طریق کار کے تحت تشکیل دیا گیا، میرٹ بنانے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(د) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کے بعد کی گئی تو ان اخبارات کے نام اور تاریخ مع نقل فراہم کی جائے؟

(ہ) جن افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا ہے۔ ان کے نام، عہدہ، گریڈ، ولدیت، تعلیمی قابلیت، ڈومی سائل اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) یکم جنوری2004 سے آج تک دفتر ڈی جی ایکسائز لاہور میں بھرتی کئے گئے افراد کی

فہرست مطلوبہ مکمل کوائف کے ساتھ جھنڈی(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا۔

(ج) میرٹ گورنمنٹ آف پنجاب کی منظور شدہ پالیسی کے تحت تشکیل دیا گیا۔ میرٹ بنانے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فہرست جھنڈی(ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) بھرتی کی تشہیر روزنامہ "جنگ"اور روزنامہ "دن"میں مورخہ 03-12-18 کو کی گئی۔ نقل فوٹو کاپی جھنڈی(ج)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کسی بھی فرد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی نہ کیا گیا۔

ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ غازی روڈ لاہور۔تیار کی جانے والی ادویات اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*7375 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور میں جانوروں کی کن کن بیماریوں کے علاج کے لئے ادویات تیار کی جارہی ہیں اور ان ادویات کے نام کیا ہیں؟

(ب) سال 2003، 2004 اور 2005 کا اس انسٹیٹیوٹ کا بجٹ کتنا تھا؟

(ج) ان سالوں کے دوران اس بجٹ سے کتنی رقم ریسرچ کے مقاصد پر خرچ ہوئی اور کتنی رقم تنخواہوں، ٹی اے، ڈی اے اور پٹرول وغیرہ کی مدوں میں خرچ ہوئی؟

(د) اس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں تعینات ریسرچ فیلوز کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور میں جانوروں کی بیماریوں کے علاج کے لئے ادویات تیار نہیں کی جاتیں بلکہ جانوروں کی مختلف بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے اور ان سے بچاؤ کے لئے حفاظتی ویکسین تیار کی جاتی ہے۔ جن کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سال2002-03،2003-04اور2004-05کا اس انسٹیٹیوٹ کا بجٹ درج ذیل ہے۔

سال	بجٹ(روپے)
2002-03	5,14,56,300/-
2003-04	5,24,18,000/-
2004-05	5,62,42,000/-

(ج) 2002-03،2003-04اور2004-05سالوں کے دوران اس بجٹ سے جتنی رقم ریسرچ، تنخواہوں، ٹی اے اور پٹرول وغیرہ کی مدوں میں خرچ ہوئی، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	ریسرچ	تنخواہیں	الاؤنس	پٹرول	مرمت	بجلی	گیس	ادویات	دیگر	ٹوٹل
2002-03	6782000	32230000	224000	636000	1179000	1426000	532000	174,000	8373300	51456300
2003-04	7141000	32388000	201000	994000	881000	2161000	582000	350000	7220000	52418000
2004-05	752400	36535000	167000	1157000	1157000	1805000	680000	1950000	7146000	56242000

(د) ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں تعینات ریسرچ فیلوز کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع قصور، ٹوکن فیس ور جسٹریشن سے آمدن، سٹاف اور تعیناتی سے متعلقہ تفصیل

*7468 سردار پرویز حسن نکئی: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گاڑیوں کی رجسٹریشن اور ٹوکن فیس سے ضلع قصور میں گزشتہ دو مالی سالوں اور رواں مالی سال میں کتنی آمدن حاصل ہوئی؟

(ب) ضلع ہذا میں ٹیکس ریکوری کے لئے کتنے افسران اور اہلکاران کب سے تعینات ہیں، ان کے نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت اور پتاجات کیا ہیں؟

(ج) گزشتہ تین سالوں میں کتنے افسران اور اہلکاران کے خلاف کرپشن اور اختیارات کے غلط استعمال پر کیا کیا کارروائی کی گئی؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) ضلع قصور میں گاڑیوں کی رجسٹریشن اور ٹوکن فیس کی مد میں آمدن کی تفصیل جھنڈی

(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع ہذا میں ٹیکس ریکوری کے لئے تعیناتی افسران اور اہلکاران کی تفصیل جھنڈی(ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) افسران اور اہلکاران کے خلاف کرپشن اور اختیارات کے غلط استعمال پر کی گئی کارروائی کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نام اہلکار مع عہدہ	تاریخ فیصلہ	الزامات	سزا
1۔ندیم احمد چودھری E.T.I ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن انسپکٹر	24-03-05	1۔شکایات از طرف ایفون پرمٹ ہولڈر بابت غلط تقسیم گولیاں 2۔نامکمل ریکارڈ تقسیم ایفون گولیاں 3۔ ہدایات کے باوجود ریکارڈ مکمل نہ کرنا 4۔ بروقت ریکارڈ مہیا نہ کرنے سے شکایت میں لگائے گئے الزامات کا ثابت ہونا	جبری ریٹائرڈ بحکم ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن (ریجن سی) مورخہ 24-03-05
2۔منظر خالد E.T.I (ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر)	1-12-05	غیر حاضری (Misconduct)	Dismissal from Service بحکم جناب ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن (ریجن سی)لاہور مورخہ 01-12-05

ٹوبہ ٹیک سنگھ / تحصیل گوجرہ۔ویٹرنری ڈسپنسرز کلاسز کے اجراء سے متعلقہ تفصیل

*7463چودھری اظہر ندیم گجر: کیاوزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کن کن مقامات پر ویٹرنری ڈسپنسرز کی کلاسز ہو رہی ہیں؟

(ب) تحصیل گوجرہ جو کہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی سب سے بڑی تحصیل ہے،اس میں ویٹرنری ڈسپنسر کی کلاسز نہ ہونے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(ج) کیاپیر محل میں جہاں پر کلاسز ہو رہی ہیں کو تحصیل کا درجہ دیا گیا یا پھر تحصیل گوجرہ کا حق غصب کیا گیا ہے؟

(د) اگر حکومت پنجاب تحصیل گوجرہ میں ویٹرنری ڈسپنسرز کی کلاسز کے اجراء کا ارادہ

رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں محکمہ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کے زیر نگرانی ویٹرنری ڈسپنسرز کی کوئی کلاس نہیں ہو رہی ہے۔

(ب) ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کسی جگہ پر ویٹرنری ڈسپنسرز کی کلاس نہیں ہو رہی ہے، اس لئے تحصیل گوجرہ میں بھی نہیں ہو رہی ہے۔

(ج) سب تحصیل پیر محل میں اس وقت کوئی ویٹرنری ڈسپنسر کی کلاس نہیں ہو رہی ہے۔

(د) حکومت پنجاب کی طرف سے فی الحال تحصیل گوجرہ میں کوئی ویٹرنری ڈسپنسرز کی کلاس کا پروگرام نہ ہے۔

فیصل آباد میں گزشتہ دو سالوں کے دوران گاڑیوں کی بوگس رجسٹریشن سے متعلقہ تفصیلات

*7579: رانا ثناء اللہ خان: کیا وزیر آبکاری و محصولات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع فیصل آباد میں گزشتہ دو سالوں کے دوران نان کسٹم پیڈ اور مسروقہ گاڑیاں (Non custom paid & stolen) غیر قانونی بلا کسٹم ڈیوٹی و رجسٹریشن فیس جمع کروائے رجسٹرڈ کئے جانے کے متعدد کیسز کی نشاندہی ہوئی ہے جس میں مقامی عملہ ملوث ہے مکمل تفصیل مع نام متعلقہ اہلکاران ایوان میں پیش کی جائے؟

(ب) کیا حکومت اس بے ضابطگی کے تدارک اور ذمہ دار اہلکاران و آفیسران کے خلاف کوئی کارروائی کر رہی ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، مکمل تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) جی، ہاں! سال 04-2003 میں ایسے کیسوں کی نشاندہی کی گئی جس میں اس وقت موٹر برانچ میں تعینات عملہ کے ارکان بھی ملوث پائے گئے ان کے نام اور عہدے درج ذیل ہیں:۔

نام اہلکار	عہدہ
فرمان مسعود صاحب	ETO
محمود احمد بٹ	AETO

بشیر محمود	انسپکٹر
غلام رسول	انسپکٹر
جاوید اقبال بابر	کلرک
عمر سلیم علوی	کلرک
عاصم یوسف	کلرک
محمد یوسف گجر	کلرک
رانا شاہد	کلرک
الطاف حسین	کلرک
محمد ندیم	کلرک
شیخ محمد سعید	کلرک
محمد آصف بھٹی	کلرک
نصر اللہ بیگ	کلرک
ظہور احمد	کلرک

(ب) جز(الف)میں دیئے گئے اہلکاروں کو معطل کر کے ان کے خلاف Punjab Removal From Service (Special Powers)Ordinance 2000 کے تحت کارروائی عمل میں لائی گئی اور ڈپٹی سیکرٹری ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن پنجاب لاہور کو انکوائری آفیسر مقرر کیا گیا ہے جو انکوائری کر رہے ہیں جو کہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

ضلع قصور، ویٹرنری ہسپتالوں / ڈسپنسریوں میں ادویات کی خرید اور جانوروں کے علاج معالجہ کی تفصیل

*7512 رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر امور پرورش حیوانات اور ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع قصور میں ویٹرنری ہسپتالوں / ڈسپنسریوں میں سال 2003 سے آج تک کتنے بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا؟

(ب) گزشتہ دو مالی سالوں میں کتنی رقوم ادویات کی خریداری کے لئے رکھی گئیں اور کتنی خرچ ہوئیں؟

(ج) یہ ادویات کون کون سی کمپنیوں / فیکٹریوں سے کتنی کتنی مالیت کی خرید کی گئیں اور ادویات خرید کرنے کے لئے کیا طریق کار اپنایا جاتا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) ضلع قصور میں ویٹرنری ہسپتالوں / ڈسپنسریوں میں سال2003سے31۔دسمبر 2005تک2,57,592بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا۔

(ب) گزشتہ دو مالی سالوں04-2003اور05-2004میں49,05,000روپے ادویات کی خریداری کے لئے رکھے گئے اور48,54,468روپے خرچ ہوئے۔

(ج) یہ ادویات جن کمپنیوں / فیکٹریوں سے جتنی مالیت کی خریدی گئیں،ان کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ادویات کی خرید حکومت پنجاب کے پرچیز مینوئل کے مطابق قواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے کی جاتی ہے۔ ضلعی حکومت میں6لاکھ کی مالیت سے زائد خرید کرنے کا اختیار ضلعی سپیشل پرچیز کمیٹی کو حاصل ہے جو مندرجہ ذیل ممبران پر مشتمل ہے:۔

ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر	چیئرمین
ای ڈی او(زراعت)	سینئر پرچیز آفیسر
ای ڈی او(فنانس اینڈ پلاننگ)	ممبر
ای ڈی او(کمیونٹی ڈویلپمنٹ)	ممبر
ڈسٹرکٹ لائیوسٹاک آفیسر	ممبر / پرچیز آفیسر

فیصل آباد، محکمہ ایکسائز کی موٹر رجسٹریشن وآبکاری برانچز میں تعینات عملہ اور عرصہ تعیناتی سے متعلقہ تفصیل

*7485رانا ثناء اللہ خان: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن فیصل آباد کی برانچز موٹر رجسٹریشن،آبکاری میں تعینات عملہ کی تعداد، عرصہ تعیناتی موجودہ، سابقہ اگر ہو اور عہدہ جات کی تفصیل ایوان میں پیش کی جائے؟

(ب) جن ملازمین کا عرصہ تعیناتی زائد از تین سال ہے کیا حکومت انہیں ٹرانسفر کرنے کا ارادہ

رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن فیصل آباد کی موٹر رجسٹریشن برانچ میں تعینات عملہ کی تعداد 22 اور آبکاری برانچ میں تعینات عملہ کی تعداد 10 ہے۔ عملہ کی عرصہ تعیناتی موجودہ وسابقہ اور عہدہ جات کی تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جن ملازمین کا عرصہ تعیناتی زائد از تین سال ہے۔ مجاز اتھارٹی انہیں ٹرانسفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن فی الوقت حکومت پنجاب نے پوسٹنگ / ٹرانسفر پر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ البتہ جیسے ہی حکومت پنجاب پوسٹنگ / ٹرانسفر پر پابندی کو ختم کرتی ہے تو مجاز اتھارٹی اس معاملہ پر غور کرے گی۔

ضلع بھکر، جانوروں کے علاج معالجہ، ادویات کے فنڈز اور موبائل ڈسپنسریوں سے متعلقہ تفصیل

*7526 جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع بھکر میں 2003 سے آج تک سرکاری ڈسپنسریوں سے کتنے جانوروں کا علاج کیا گیا؟

(ب) ادویات کی مد میں کتنی رقم رکھی گئی اور کتنی خرچ ہوئی؟

(ج) پی پی۔49 بھکر میں کتنی ڈسپنسریوں کی ضرورت ہے، اس حلقے میں کل کتنی ڈسپنسریاں ہیں؟

(د) کیا حکومت دوسرے اضلاع کی طرح ضلع بھکر میں موبائل ڈسپنسریاں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) ضلع بھکر میں 2003 سے 31۔دسمبر 2005 تک سرکاری ڈسپنسریوں سے 5,79,068 جانوروں کا علاج کیا گیا۔

(ب) ان سرکاری ڈسپنسریوں میں ادویات کی مد میں جتنی رقم رکھی گئی اور جتنی خرچ ہوئی

ہے۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	مختص کردہ رقم(روپے)	خرچ شدہ رقم(روپے)
2003-04	20,00,000/-	20,00,000/-
2004-05	15,00,000/-	12,49,958/-
2005-06	17,40,000/-	13,90,000/-

(دسمبر2005ء تک)

(ج) پی پی۔49 بھکر میں 3 ہسپتال، 11 ڈسپنسریاں اور 10 ویٹرنری سنٹر ہیں۔ مزید 6 ڈسپنسریوں کی ضرورت ہے جو ضلعی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے۔

(د) جی ،ہاں! حکومت دوسرے اضلاع کی طرح ضلع بھکر میں بھی موبائل ڈسپنسریاں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

ضلع بھکر، محکمہ ایکسائز کے عملہ کی تعداد اور 05-2004 میں گاڑیوں کی رجسٹریشن اور آمدن سے متعلقہ تفصیل

*7525 جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع بھکر میں محکمہ ایکسائز کے کل عملے کی تعداد کیا ہے ان کے نام، عہدہ، تعلیم، عرصہ تعیناتی کی تفصیل بیان کریں؟

(ب) مالی سال 05-2004 میں ضلع بھکر میں کل کتنی گاڑیوں کی رجسٹریشن ہوئی، اس سے کتنی رقم وصول ہوئی؟

(ج) گاڑیوں کی رجسٹریشن فیس کس حساب سے وصول کی جاتی ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) ضلع بھکر میں محکمہ ایکسائز کے کل عملے کی تعداد 28 ہے جس کی تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مالی سال 05-2004 میں ضلع بھکر میں جو گاڑیاں رجسٹرڈ ہوئیں ان کی تعداد 1053 ہے اور کل رجسٹریشن فیس مبلغ -/25,11,953 روپے وصول ہوئی۔

(ج) گاڑیوں کی رجسٹریشن درج ذیل حساب سے وصول کی جاتی ہے۔

1۔ موٹر سائیکل رجسٹریشن فیس 1 فیصد

2۔ ٹریکٹر 1 فیصد

3۔	ٹرک	1فیصد
4۔	کمرشل وہیکلز / منی بس ویگن وغیرہ	1فیصد
5۔	موٹرکار1000تا1800سی سی	2فیصد
6۔	پجارو، لینڈکروزر	4فیصد
7۔	موٹرکار1000سی سی	1فیصد

لاہور۔سال2005کے دوران ہوٹلوں کو فراہم کردہ شراب کی تفصیل

*7664سید حسن مرتضیٰ: کیاوزیرآبکاری ومحصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا پنجاب میں فور سٹار یا فائیو سٹار ہوٹلوں کو شراب فروخت کرنے کی اجازت ہے، اگر ہاں تو ان ہوٹلوں کے نام کیا ہیں؟

(ب) یکم جنوری تا31۔دسمبر2005لاہور کے فوراور فائیو سٹار ہوٹلوں کو دی گئی اور ان کے ذریعہ فروخت کی گئی شراب کی مقدار کیا ہے، ہوٹل وار اور مہینہ وار تفصیل بیان کی جائے؟

وزیرآبکاری ومحصولات:

(الف) صوبہ پنجاب میں صرف وہ فور یا فائیو سٹار ہوٹل جن کو محکمہ کی طرف سے لائسنس برائے فروخت شراب جاری کیا گیا ہو شراب فروخت کر سکتے ہیں، ہوٹلوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

1۔ پرل کانٹینٹل ہوٹل، لاہور
2۔ کانٹینٹل ہوٹل، راولپنڈی
3۔ پرل کانٹینٹل ہوٹل بھوربن مری
4۔ ہالی ڈے ان ہوٹل لاہور
5۔ ہالی ڈے ان ہوٹل ملتان
6۔ آواری ہوٹل لاہور
7۔ ایمبیسیڈر ہوٹل لاہور
8۔ فلیش مین ہوٹل راولپنڈی
9۔ سرینا ہوٹل فیصل آباد

(ب) لاہور کے وہ ہوٹل جن کو شراب فروخت کرنے کا لائسنس دیا گیا ہے ان کی خرید و

فروخت ہوٹل وار مہینہ وار تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

باغبانپورہ، مغل پورہ اور ٹاؤن شپ لاہور میں شراب کے پرمٹ ہولڈرز کی تفصیل

*7690 جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شراب نوشی کے پرمٹ غیر مسلموں کے نام پر محکمہ کے افسران اپنے کارندوں کے ذریعے منظور کر لیتے ہیں۔ درخواست دہندہ جو کوائف درخواست میں درج کرتا ہے، وہ بیشتر جعلی ہوتے ہیں اور محکمہ کے متعلقہ شعبہ کے افسران کوائف کے recheck کا اہتمام نہیں کرتے؟

(ب) باغبانپورہ، مغلپورہ، ٹاؤن شپ لاہور کے جن رہائشی غیر مسلم حضرات کو شراب کے پرمٹ جاری کئے گئے ہیں ان کی فہرست مع نام، پتا اور منظور شدہ یونٹس کی مقدار مہیا کی جائے؟

(ج) کیا اگر کوئی پرمٹ ہولڈر شراب فروخت کرے تو محکمہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کا کوئی اختیار رکھتا ہے، اگر ہاں تو گزشتہ سال کتنے افراد کے خلاف کارروائی کر کے ان کے پرمٹ منسوخ کئے گئے ہیں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف)

Punjab Prohibition (Enforcement of Hadd) Rules 1979 کی شق نمبر 12 کے تحت اور اس میں عائد کی گئی شرائط اور ضابطہ کے مطابق غیر مسلم پاکستانیوں کو پرمٹ شراب جاری کئے جاتے ہیں۔ درخواست میں جو کوائف درج ہوتے ہیں ان کی پڑتال، درخواست دہندہ کے شناختی کارڈ میں درج کوائف سے کی جاتی ہے جو متعلقہ شخص درخواست کے ساتھ مجاز آفیسر کو ذاتی حیثیت میں پیش کرتا ہے؟

(ب) مطلوبہ فہرست جھنڈی (الف) ایوان کی میز رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اگر پرمٹ ہولڈر شراب فروخت کرے تو Prohibition order کی دفعہ 3 کا مرتکب ہوتا ہے اور ایسے جرم کے ارتکاب پر محکمہ کے مجاز افسران کارروائی کر سکتے ہیں۔ سال 05-2004 کے دوران کوئی پرمٹ ہولڈر اس جرم کا مرتکب نہ پایا گیا۔

آواری ہوٹل کے کوٹا شراب اور لاہور میں ٹیکس کی آمدن کی تفصیل

*7691 جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آواری ہوٹل لاہور کو 2005 میں کوٹا کے تحت کتنی شراب جاری کی گئی۔ جس اتھارٹی نے جاری کی اس کا نام، عہدہ اور گریڈ سے آگاہ کریں مذکورہ ہوٹل کو کوٹا سے زائد جاری ہونے والی مقدار کی تفصیل سے آگاہ کریں؟

(ب) محکمہ کو 2005 میں پراپرٹی ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی پر لاہور شہر سے کتنی آمدنی ہوئی اور کتنے اخراجات ہوئے؟

(ج) لاہور شہر میں کتنے ایکسائز انسپکٹر ایک ہی علاقہ میں عرصہ تین سال سے زائد ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں، اس کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(د) مذکورہ عرصہ کے دوران ایریا وائز ان انسپکٹرز نے حکومت کی انکم میں جو اضافہ اور اخراجات کئے ان کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) قانون کے مطابق آواری ہوٹل لاہور یا کسی اور ہوٹل کو جاری کردہ لائسنس برائے فروخت شراب کے تحت سالانہ یا ماہانہ کوٹا مقرر نہ ہے کیونکہ لائسنس میں ایسی کوئی شق یا گنجائش نہ ہے۔ تاہم سال 05-2004 (از یکم جولائی 2004 تا 30۔جون 2005) کے دوران آواری ہوٹل کو 124,000 لیٹر بیئر اور 25,100 گیلن (PMFL) شراب کے حصول کے پرمٹ مجاز ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر (ایکسائز) گریڈ 17 لاہور جناب رضوان اکرم شیروانی نے جاری کئے۔

(ب) محکمہ کو 2005 میں پراپرٹی ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی پر لاہور شہر سے آمدن اور اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔	آمدن پراپرٹی ٹیکس	809,291,415.00
2۔	آمدن ایکسائز ڈیوٹی	393,962,685.00
3۔	پراپرٹی ٹیکس کی مد میں اخراجات	51,798,362.00
4۔	ایکسائز ڈیوٹی کی مد میں اخراجات	12,606,281.00

(ج) لاہور میں 52 ایکسائز انسپکٹر ایک ہی علاقہ میں عرصہ تین سال سے زائد ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں جس کی بڑی وجہ حکومت کی جانب سے تقرری وتبادلہ پر پابندی ہے اس کی تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) مذکورہ عرصہ کے دوران ایریا وائز افسران انسپکٹرز نے حکومت کی انکم میں جو اضافہ اور اخراجات کئے ان کی تفصیل جھنڈی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جنوری تا مارچ 2005، پی سی ہوٹل لاہور میں شراب کی فروخت کی تفصیل

*7695 محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی سی ہوٹل لاہور میں جنوری تا مارچ 2005 پرمٹس پر جاری کرنے کے لئے کتنی مقدار شراب جاری کی گئی اور کس اتھارٹی کے آرڈر پر، اتھارٹی کا نام، عہدہ اور گریڈ سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) پی سی ہوٹل لاہور میں ایک سال میں شراب کی کتنی مقدار جاری کرنے کا کوٹا مقرر کیا گیا ہے؟

(ج) مذکورہ ہوٹل میں سال 2005 میں کوٹا سے زائد کتنی شراب فروخت کی گئی اور کیوں؟

(د) جس اتھارٹی کی اجازت سے کوٹا سے زائد شراب فروخت کی گئی اس کا عہدہ، نام اور گریڈ سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) پی سی ہوٹل لاہور کو جنوری تا مارچ 2005 کے دوران ہوٹل کی درخواست پر 34,950 لیٹر بیئر اور 14,000 گیلن شراب جناب رضوان اکرم شیروانی ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر (ایکسائز) لاہور (گریڈ 17) کے حکم پر جاری ہوئی۔

(ب) پی سی ہوٹل لاہور یا کسی دوسرے لائسنس یافتہ ہوٹل کے لئے سالانہ کوٹا مقرر ہے نہ ایسا کوئی قانونی تقاضا ہے۔

(ج) جز (ب) کے جواب کی روشنی میں یہ سوال غیر متعلقہ ہے۔

(د) جز (ج) کے جواب کی روشنی میں سوال غیر متعلقہ ہے۔

شیخوپورہ/اوکاڑہ۔ محکمہ آبکاری و محصولات کے سٹاف اور آمدن و خرچ کی تفصیل

*7696 محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع شیخوپورہ و اوکاڑہ میں ایکسائز و ٹیکسیشن کا کتنا سٹاف تعینات ہے تفصیل سے آگاہ کریں؟

(ب) مذکورہ ضلعوں میں محکمہ نے سال 2005 میں کتنا پراپرٹی ٹیکس وصول کیا؟

(ج) مذکورہ ضلعوں میں محکمہ کو کتنی آمدنی ہوئی اور کتنے اخراجات ہوئے آگاہ کریں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ اضلاع میں پراپرٹی ٹیکس کی آمدن از 05-01-01 تا 31-12-05 حسب ذیل ہے۔

اوکاڑہ	2,19,80,460/-
شیخوپورہ	2,68,19,000/-

(ج) مذکورہ اضلاع میں ہونے والی آمدن اور اخراجات حسب ذیل ہیں۔

اوکاڑہ	آمدن	6,59,20,591/-	اخراجات	33,73,426/-
شیخوپورہ	آمدن	8,07,49,800/-	اخراجات	54,37,000/-

ڈائریکٹر ایکسائز لاہور کے دفتر میں عرصہ تین سال سے زائد تعینات سٹاف کی تفصیل

*7717 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ آبکاری و محصولات کے دفتر ڈائریکٹر ایکسائز فرید کورٹ ہاؤس میں کلرک، اسسٹنٹ اور ای ٹی او عرصہ دراز سے حکومت کی پالیسی کے برعکس تعینات چلے آرہے ہیں؟

(ب) مذکورہ سٹاف میں سے جو عرصہ تین سال سے زائد لاہور میں تعینات ہیں، ان کے نام، عہدہ، گریڈ سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) دفتر ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن فرید کوٹ ہاؤس لاہور میں کوئی کلرک، اسسٹنٹ یا ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر حکومت کی پالیسی کے برعکس تعینات نہ ہے۔

(ب) فہرست سٹاف دفتر ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن فرید کوٹ ہاؤس لاہور مع نام، عہدہ، گریڈ زائد تین سال جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے، تاہم مذکورہ تعیناتی حکومتی پالیسی سے متصادم نہ ہے۔

ڈی جی وڈائریکٹر ایکسائز لاہور، ڈیپوٹیشن پر تعینات سٹاف اور کارکردگی

*7718 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ڈی جی ایکسائز/ڈائریکٹر ایکسائز لاہور کے دفاتر میں کتنے افسران/اہلکاران ڈیپوٹیشن پر تعینات ہیں اور کتنے عرصہ سے، تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) ڈیپوٹیشن پر تعینات افراد نے محکمہ کو کونسے انقلابی پروگرام دیئے جن سے محکمہ کی آمدن میں اضافہ ہوا اور کرپشن میں کمی آئی ہو۔ان اقدامات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) ڈائریکٹر جنرل ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے دفتر میں دو افسران/اہلکاران ڈیپوٹیشن پر تعینات ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

	نام	عہدہ	تاریخ تعیناتی
1۔	میاں محمد اکرم	اسسٹنٹ ڈائریکٹر انفورسمنٹ/آڈٹ	01-10-04
2۔	میاں آصف حمید	سینئر آڈیٹر	26-12-05

(ب) مندرجہ بالا دونوں صاحبان کی تعیناتی انٹرنل آڈٹ کا کام سرانجام دینے کے لئے کی گئی ہے، یہ ایک ٹیکنیکل اور مخصوص کام ہے، جو مخصوص اہلکاران/افسران سرانجام دے سکتے ہیں، مزید برآں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی تعیناتی جس سیٹ پر کی گئی ہے، وہ ڈیپوٹیشن پر آنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔

رپورٹیں

(توسیع)

مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب قائم مقام سپیکر: سردار پرویز حسن نکئی صاحب مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔

سردار پرویز حسن نکئی: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Punjab Prevention of Domestic Violence Bill, 2003(Bill No.29 of 2003) moved by Dr Anjum Amjad, MPA(w-312)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی2006تک توسیع کر دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Punjab Prevention of Domestic Violence Bill, 2003(Bill No.29 of 2003) moved by Dr Anjum Amjad, MPA(w-312)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی2006تک توسیع کر دی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"The Punjab Prevention of Domestic Violence Bill, 2003(Bill No.29 of 2003) moved by Dr Anjum Amjad, MPA(w-312)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی2006تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مجلس استحقاقات کی رپورٹیں

ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب قائم مقام سپیکر: ملک نذر فرید کھوکھر صاحب تحاریک استحقاقات کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔

ملک نذر فرید کھوکھر: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ :

"تحاریک استحقاق نمبر71 اور 72 بابت سال 2004 تحاریک استحقاق نمبر 38,47,50اور58 بابت سال2005تحاریک استحقاق نمبر 1,2,8,9 10,11,12,14اور57بابت سال2006کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر2006تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر71 اور 72 بابت سال 2004 تحاریک استحقاق نمبر 38,47,50اور58 بابت سال2005تحاریک استحقاق نمبر 1,2,8,9 10,11,12,14اور57بابت سال2006کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر2006تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر71 اور 72 بابت سال 2004 تحاریک استحقاق نمبر 38,47,50اور58 بابت سال2005تحاریک استحقاق نمبر 1,2,8,9 10,11,12,14اور57بابت سال2006کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر2006تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

رپورٹ

(جو پیش ہوئی)

مجلس قائمہ برائے تحفظ ماحولیات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ لبنیٰ ملک صاحبہ مجلس قائمہ برائے تحفظ ماحولیات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتی ہیں۔

محترمہ لبنیٰ ملک: جناب سپیکر! میں

The Punjab Prohibition on use of Rubber and Plastic Can for keeping Victuals Bill 2003 (Bill No.21 of 2003) moved by Mrs Maha Raja Tareen, MPA (W-320)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تحفظ ماحولیات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔

تحاریک استحقاق

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق شروع کرتے ہیں۔ مہر اشتیاق صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 3 ہے یہ move ہو چکی ہے، جواب آنا تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ محرک کی جو یہ تحریک استحقاق ہے یہ NHA سے pertain کرتی ہے، یہ National Highway Authority سے متعلقہ ہے لیکن سیکرٹریٹ کی غلطی کی وجہ سے یہ تحریک استحقاق لوکل گورنمنٹ کو mark ہو گئی ہے۔ آج لوکل گورنمنٹ کی طرف سے ہمیں جو جواب موصول ہوا ہے اس میں یہی لکھا گیا ہے کہ یہ تحریک ان سے متعلقہ نہ ہے۔ چنانچہ آج ہم نے اس تحریک کو National Highway Authority کو بھیجا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پیر تک اس کا جواب ہمیں موصول ہو جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: تو کیا اسے Monday تک pending کر دیا جائے؟

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! جب میں نے یہ تحریک استحقاق ہاؤس میں پڑھی تھی تو اس وقت راجہ صاحب نے فرمایا تھا کہ اس آفیسر کے خلاف وہاں پر انکوائری ہو رہی ہے، اسے معطل کیا جا چکا ہے لہذا اس تحریک کو آج pending کر لیں تاکہ انکوائری رپورٹ آ جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! مجھے لوکل گورنمنٹ کی طرف سے آج یہ جواب موصول ہوا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ کل جب یہ ایوان میں پیش ہوئی تھی تو میں نے کہا تھا کہ اس کا جواب مجھے موصول نہیں ہوا۔ آج لوکل گورنمنٹ کی طرف سے جو جواب مجھے دیا گیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ یہ تحریک لوکل گورنمنٹ سے متعلقہ نہ ہے۔ میں چیک کر لیتا ہوں اگر NHA کا interim جواب

آیا ہے تو میں Monday کو پیش کر دوں گا۔

مہر اشتیاق احمد: جناب والا! یہ پچھلے اجلاس کی بات ہے۔ وزیر قانون صاحب نے فرمایا تھا کہ اس آفیسر کو معطل کر دیا گیا ہے اور انکوائری ہو رہی ہے لہذا اسے اگلے اجلاس تک pending کر دیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: آج میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اس آفیسر کو معطل کیا جا چکا ہے تو تب بھی یہ ریکارڈ پر موجود ہو گا۔ جو میں نے جواب دیا ہے وہ بھی ریکارڈ پر موجود ہو گا۔ میں اسی لئے عرض کر رہا ہوں کہ آپ اسے Monday تک pending کر لیں۔ میں Monday کو ریکارڈ دیکھ کر جواب دے دوں گا۔

ضلع ناظم اور پولیس انتظامیہ کی غفلت اور نااہلی کی وجہ سے شر پسندوں کا اسمبلی بلڈنگ کو نشانہ بنانا

(۔۔۔جاری)

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ یہ تحریک Monday تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک سید احسان اللہ وقاص صاحب کی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ آپ اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں یا وہ جو ایک خصوصی کمیٹی probe کر رہی ہے اس کے سپرد کرنا ہے تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کی پھر رپورٹ اسمبلی میں آنی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! مناسب رہے گا کہ اسی کمیٹی کو refer کر دیجئے جو already یہ کام کر رہی ہے اور اس کی رپورٹ ہم ایوان میں پیش کر دیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے اس تحریک استحقاق کو اسی کمیٹی کو refer کیا جاتا ہے اور اس کی رپورٹ ہاؤس میں پیش کی جائے۔

سید احسان اللہ وقاص: مہربانی، شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلی تحریک استحقاق نمبر17 بھی سید احسان اللہ وقاص اور چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب آپ کی ایک تحریک استحقاق ہو چکی ہے لہذا ابھی دوسری نہیں ہو سکتی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب! آپ اسے pending فرمادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے یہ تحریک Monday کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر18 ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید احسان اللہ وقاص اور چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: اس کو بھی pending فرمادیں۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔ ایک ممبر نے تحریک استحقاق دی جسے move ہونے کے بعد آپ نے Special Committee کے سپرد کیا ہے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ کیا رولز اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ تحریک استحقاق کو آپ کسی Special Committee کے سپرد کر دیں، استحقاق کمیٹی کے سپرد نہ کریں۔ اس بارے میں آپ اپنی رولنگ دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ ان کی خواہش کے مطابق ایسا کیا گیا ہے۔

راجہ ریاض احمد: کیا رولز اس کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ اس پر رولنگ دے دیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: اس بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے آپ تشریف رکھیں۔ چونکہ میں نے اس بارے میں فیصلہ کر دیا ہے لہذا یہی میری رولنگ ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 18 کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک جناب یاسر عرفات خان جتوئی کی طرف سے ہے۔ تشریف نہیں رکھتے، اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق بھی یاسر عرفات خان جتوئی صاحب کی ہے۔ یہ بھی dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک استحقاق محترمہ نور النساء ملک صاحبہ کی طرف سے ہے۔ ان کی طرف سے اسے pending کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ لہذا اسے پیر تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق چودھری عبدالغفور صاحب کی ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک محترمہ لبنیٰ ثاقب ملک صاحبہ کی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ان سے میری بات ہوئی ہے اور ان کے

grievances resolve ہو گئے ہیں اس لئے وہ اپنی تحریک کو پیش نہیں کرنا چاہتیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے، اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک پرویز رفیق صاحب کی طرف سے ہے۔ ان کی طرف سے بھی درخواست کی گئی ہے کہ ان کی تحریک کو pending کر لیا جائے تو اسے Tuesday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک سید عبدالعلیم شاہ صاحب کی ہے۔

سیکرٹری صحت کا معزز رکن اسمبلی سے توہین آمیز سلوک

سید عبدالعلیم شاہ: جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی۔ میں تقریباً تین سال کے بعد اس اسمبلی میں پہلی مرتبہ تحریک استحقاق پیش کر رہا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق صرف میری نہیں بلکہ حقیقت میں پورے پنجاب اسمبلی کے ارکان کی تحریک استحقاق بنتی ہے۔

جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں اپنے حلقہ کے توسیع منصوبہ برائے ہسپتال کے لئے سیکرٹری صحت کے پاس گیا تو اس وقت وہ ایک میٹنگ میں مصروف تھے۔ جب میں نے اپنا کارڈ بھیجا تو انھوں نے کہا کہ پندرہ منٹ انتظار کریں۔ مجھ سے قبل ہماری ایک معزز خاتون ممبر اسمبلی وہاں دو گھنٹے سے سیکرٹری کا انتظار کر رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد سیکرٹری صحت ایک فرد کے ہمراہ جس کے ساتھ وہ میٹنگ کر رہے تھے کمرے سے باہر آئے اور جب میں نے ان سے اپنے حلقہ کے ہسپتال کی اپ گریڈیشن کی بات کی اور کہا کہ آپ اس کو ملتوی کیوں کر رہے ہیں جبکہ پنجاب اسمبلی اور وزیر اعلیٰ 06-2005 کے بجٹ میں ہسپتال کی اپ گریڈیشن منظور کر چکے ہیں۔ اس پر سیکرٹری صاحب نے کہا کہ ہم وزیر اعلیٰ اور ارکان اسمبلی سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ منصوبہ قابل عمل نہیں ہے اور ہم بہتر جانتے ہیں کہ کیا چیز بہتر ہے اور کیا چیز بہتر نہیں ہے۔ سیکرٹری صحت نے نہ صرف موجودہ اسمبلی کی توہین کی بلکہ پنجاب اسمبلی کے ارکان کا استحقاق مجروح کیا۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں نے اس تحریک میں وہ الفاظ استعمال نہیں کئے جو سیکرٹری صحت نے

اس وقت میرے ساتھ استعمال کئے تھے۔06-2005کا بجٹ یہاں پر موجود ہو گا اس میں ڈیرہ غازی خان کے ہسپتال کی upgradation کا منصوبہ نہ صرف منظور کیا گیا تھا بلکہ وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اسے پاس کیا۔ اسمبلی کے پچھلے بجٹ میں بھی وہ منصوبہ ongoing سکیم کے طور پر آیا لیکن جب سے موجودہ سیکرٹری صحت آئے ہیں انھوں نے آتے ہی اس منصوبے کی نہ صرف مخالفت شروع کر دی بلکہ اس دن انھوں نے میرے ساتھ جو رویہ رکھا میں اسے بیان بھی نہیں کر سکتا۔ اس واقعہ کے بعد جب سیکرٹری صحت ڈیرہ غازی خان گئے اور خود جا کر اس ہسپتال کی صورتحال کو دیکھا تو اب کہتے ہیں کہ میں غلط تھا اور علیم شاہ ٹھیک تھا۔ اس ہسپتال کو تو اڑھائی سو بیڈ کا نہیں بلکہ پانچ سو بیڈ کا ہونا چاہئے۔ نہ صرف میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ ایک چیز جو اسمبلی سے بجٹ کی صورت میں پاس ہوئی ہو اسے سیکرٹری صحت کیسے تبدیل کر سکتے ہیں؟ میں تو وزیر صحت کی برداشت کو داد دیتا ہوں کہ انھوں نے موجودہ سیکرٹری صحت کو کتنی دیر سے برداشت کیا ہوا ہے اس لئے میری آپ سے اور معزز اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں پہلے وزیر صحت سے جواب تو لے لوں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! مجھے بات کر لینے دیں وہ اکٹھا جواب دے دیں گے اس طرح ٹائم بھی ضائع نہیں ہو گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! پچھلے بجٹ میں حکومت پنجاب کا چار ہسپتالوں کو upgrade کرنے کا منصوبہ تھا۔ ان میں ایک خانیوال، ایک ڈیرہ غازی خان، ایک شیخوپورہ اور ایک گوجرانوالہ کا تھا چونکہ میں بجٹ کو پڑھتا ہوں اور جب میں تفصیل میں گیا ممکن ہے میرے بھائی علیم شاہ صاحب نے تفصیل نہیں پڑھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ جب سال کا اختتام ہو گا تو شیخوپورہ کے ہسپتال کا 98 فیصد کام مکمل ہو چکا ہو گا۔ گوجرانوالہ کے ہسپتال کا بھی سو فی صد کام مکمل ہو چکا ہو گا لیکن سال کے اختتام پر ڈیرہ غازی خان اور خانیوال کے ہسپتالوں کا دو دو فیصد مکمل ہو گا۔

جناب والا! میری دوسری عرض ہے کہ آپ جب ہیلتھ سیکرٹری تھانیدار گروپ /

ڈی ایم جی کلاس سے لائیں گے جسے ڈاکٹروں کا پتا ہے نہ مریض کا پتا ہے اور نہ ہی مسائل کا پتا ہے۔ وہ بندہ صحت کے صحیح رزلٹ نہیں دے سکتا۔ وزیر صحت اس بارے میں ضرور غور کریں کہ وہ بندہ جسے ہیلتھ کا تجربہ ہو، جس کا بطور ڈاکٹر بیس پچیس یا تیس سال کا صحت کے بارے میں تجربہ ہو اگر آپ اسے سیکرٹری صحت لگائیں گے تو اسے معاملات کا بھی پتا ہو گا اور ممبران سے بھی عزت کے ساتھ پیش آئے گا اور نتیجہ بھی بہتر ہو گا۔ لہذا میں اس معاملے میں علیم شاہ صاحب کی بھرپور حمایت کرتا ہوں چونکہ یہ ڈیرہ غازی خان سے تھے اس لئے ان کے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا گیا۔ اگر فیصل آباد یا شیخوپورہ سے کوئی ممبر ہوتا تو وہیں اس کا حساب کتاب برابر کر دیتا۔ ہم شریف لوگ ہیں اس لئے وہ جرأت کر جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق ابھی مجھے ملی ہے۔ محکمے نے ابھی اس کا جواب نہیں دیا۔ ہمارے لئے علیم شاہ صاحب اور جاوید صدیقی صاحب بڑے معزز ممبر ہیں لیکن میں اتنی گزارش کروں گا کہ مجھے ایک دو دن دے دیجئے تاکہ میں محکمے سے جواب لے لوں پھر اس کے بعد اسے take up کر لیں۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے پوچھوں گا کہ میں نے جو بات کہی ہے کیا یہ غلط ہے، کیا یہ بات ان کے علم میں نہیں ہے کہ سیکرٹری صحت نے اس منصوبے کا بیڑا غرق کرنے کی پوری کوشش کی؟ اس وقت ہماری معزز ممبر نہیں بیٹھیں وہ دو اڑھائی گھنٹے سے ان کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ممبران اسمبلی کا رویہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ مجھے اس منصوبے کے پیچھے لگے ہوئے ساڑھے تین سال ہو گئے ہیں اور میں ان ساڑھے تین سالوں میں اس منصوبے کے لئے جتنا بھی کر سکتا تھا کیا۔ یہاں پر راناثناء اللہ صاحب اور احسان الحق نولاٹیا صاحب سے بھی میری بحث ہوئی اور اسی بات پر وزیر اعلیٰ صاحب نے اسے بجٹ میں بھی رکھا۔ موجودہ سیکرٹری صحت سے میں نے پوچھا کہ آپ نے ڈیرہ غازی خان کے ہسپتال کی فائل پڑھی ہے؟ I can't study the file but I know everything میں نے کہا کہ آپ اس کو پڑھ کر دیکھیں۔ آپ کہتے ہیں کہ منصوبہ ناقابل عمل ہے۔ پنجاب اکنامک ریسرچ ڈیپارٹمنٹ سے آپ منصوبے کی سٹڈی کراتے ہیں۔ پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ نے اس منصوبے کی ریسرچ کرائی اور یہاں سے چار ڈائریکٹرز ڈیرہ غازی خان گئے اور انھوں نے اپنی سٹڈی رپورٹ میں کہا کہ یہ ہسپتال آج سے دس سال پہلے

upgrade ہونا چاہئے تھا اور اسے بننا چاہئے تھا۔ میں نے سیکرٹری صحت سے کہا کہ آپ نے پڑھا نہیں، آپ نے دیکھا نہیں، آپ نے فائل نہیں دیکھی تو آپ پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ کو کیسے لکھ کر دے رہے ہیں کہ یہ منصوبہ قابل عمل نہیں ہے۔ اب بیس دن پہلے سیکرٹری صحت نے میرے حلقے کا دورہ کیا اور وہاں اعلان کر کے آئے کہ اس ہسپتال کو 500 بیڈ کا ہونا چاہئے۔

جناب والا! ہماری عزت کا معاملہ ہے۔ اگر اس قسم کی صورتحال رہے گی کہ وزیر صحت معاملے کی تحقیقات کریں گے تو پھر ہم بھی معاملے کی بہت سی تحقیقات کیا کریں گے۔ وزیر صحت کی یہ بات غلط ہے۔ میں غلط نہیں کہہ رہا بلکہ بڑی ذمہ داری کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور میں نے ساڑھے تین سال کے اندر پہلی تحریک اس ایوان میں پیش کی ہے۔ میں نے یہ تحریک استحقاق اپنے حلقے کے عوام کے لئے دی ہے اور اس اسمبلی کے استحقاق کے لئے دی ہے کہ بجٹ میں آئی ہوئی ایک چیز کو سیکرٹری صحت بغیر اسمبلی کی منظوری حاصل کئے کیسے تبدیل کر سکتا ہے؟ اس نے اراکین اسمبلی کے ساتھ جو رویہ رکھا ہے ہم اس کے چپڑاسی نہیں ہیں۔ ہم اس کے چوکیدار نہیں ہیں بلکہ ہم عوام کے نمائندے ہیں اور ہمارا آئینی حق ہے اس لئے میں وزیر صحت سے درخواست کروں گا کہ اس تحریک کو مجلس استحقاقات میں جانے دیں پھر معاملے کی تحقیق کر لیں۔ استحقاق کمیٹی میں جانے کے بعد کوئی بم بلاسٹ نہیں ہو گا۔ سیکرٹری صحت ان کے ساتھ کیا کریں گے؟ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ یہ ہمت کریں اور بتائیں کہ سیکرٹری ہیلتھ ان کے ساتھ کتنا co-operate کرتے ہیں یا ان کی محکمہ صحت میں کیا پوزیشن ہے؟

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں علیم شاہ صاحب کا انتہائی مشکور ہوں کہ آج سے ایک سال پہلے جب اسی ایوان میں اسی موضوع پر یہ بات چل رہی تھی تو انھوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔ اس وقت میرا مؤقف تھا کہ حکمران جنوبی پنجاب کے معاملے میں جو اعداد و شمار دیتے ہیں ان پر عملدرآمد کے معاملے میں اتنی سستی اختیار کرتے ہیں کہ اس پر عملدرآمد ہو ہی نہیں پاتا لیکن یہ اعداد و شمار دکھا دیتے ہیں کہ ہم نے جنوبی پنجاب کو یہ دے دیا وہ دے دیا۔ جب پنڈی بھٹیاں سے فیصل آباد موٹر وے بنتا ہے تو ایک سال میں مکمل ہوتا ہے اور جب فیصل آباد سے ملتان موٹر وے کی بات ہو تو پانچ سالوں میں feasibility complete نہیں ہو پاتی۔ آج سے ڈیڑھ سال

پہلے میں نے اسی ہسپتال کا معاملہ اٹھایا تھا۔ میں علیم شاہ صاحب کی فراخ دلی اور وسیع سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا مشکور ہوں کہ انھوں نے بڑے کھلے دل کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ میں نے ڈیڑھ سال پہلے بات کی تھی کہ یہ ہسپتال کا منصوبہ صرف دکھاوے کے لئے ornamental کے طور پر رکھا گیا ہے اور اسے کرنے کا حکومت کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ ڈیرہ غازی خان یونیورسٹی کی بات کرتے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس وقت تحریک استحقاق پر بات ہو رہی ہے۔آپ یہ بات بجٹ کے دوران کریں اور آپ کو پورا موقع ملے گا۔جی، وزیر صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں علیم شاہ صاحب کی بات کی مکمل حمایت کرتی ہوں کیونکہ کسی بھی سول سرونٹ کا یہ حق نہیں بنتا کہ ہمارے کسی معزز ممبر کی توہین کرے۔ چاہے وہ کسی بھی میٹنگ میں بیٹھے ہوں۔ حکومتی بنچز سے معزز ممبران جائیں یا اپوزیشن سے They are public servants اس لئے میں بھرپور سفارش کرتی ہوں اور وزیر موصوف سے بھی گزارش کرتی ہوں کہ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور اس سے سختی سے نمٹا جائے۔

راناثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

راناثناء اللہ خان: جناب والا! اس سلسلے میں سرکاری مؤقف آ چکا ہے تو اب اس تحریک استحقاق کو آپ استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں کیونکہ پارلیمانی سیکرٹری نے سرکاری مؤقف ہی بیان کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں۔ میں ابھی اس پر فیصلہ دینے والا ہوں۔ I am just getting opinion. جناب لنڈ صاحب!

جناب جاوید اختر: جناب والا! ایک معزز رکن اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ میرے خیال میں اس مسئلے پر پورے ایوان کو اس کی حمایت کرنی چاہئے کہ ایک معزز رکن کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس لئے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا!میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی افسوسناک صورتحال ہے کہ بات ابھی مکمل نہیں ہوتی تو ہم اس کو غلط پیرائے میں لے جاتے ہیں کہ ممبر کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ کس نے کہا ہے کہ ممبر کا استحقاق مجروح نہیں ہوا لیکن گزارش صرف اتنی ہے کہ ہمارے معزز منسٹر صاحب موجود ہیں ان کو سنا جائے کیا پتا وہ خود اس بات پر کوئی ایکشن لینا چاہتے ہوں لیکن ان کو پہلے سن تو لیا جائے۔ان کو سنے بغیر اگر ہم کہیں گے کہ کمیٹی کو بھیج دیں تو مناسب نہیں ہوگا۔ کم از کم محکمے کا موقف تو آ جائے۔محکمے کا موقف انہوں نے ہی deal کرنا ہے۔اس لئے پہلے ان کو سن لیں پھر وہ جو فرمائیں اس کی روشنی میں آپ کوئی فیصلہ فرمائیں۔ جو آپ حکم دیں گے اس کی تعمیل ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔جناب سپیکر!جب معزز رکن علیم شاہ صاحب نے بات کی کہ وہ وہاں پر گئے اور ان کو respectable طریقے سے deal نہیں کیا گیا۔ کوئی بھی آفیسر چاہے وہ سیکرٹری ہو یا کوئی جونیئر آفیسر ہو اسے اچھی طرح سے پیش آنا چاہئے وہ تو پھر اس اسمبلی کے معزز رکن ہیں اور ان کا یہ حق ہے اور استحقاق ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ ہو یا گورنمنٹ کا کوئی بھی ڈیپارٹمنٹ ہو ہماری پالیسی یہ ہے کہ ممبر کی respect کی جائے،State کا کوئی بھی organ ہو کوئی بھی آفیسر ہو respect اس کی ذمہ داری ہے کیونکہ بہت سارے معاملات میں ہمارے ممبران سیکرٹریوں کے پاس،ایڈیشنل سیکرٹریوں کے پاس، ڈائریکٹر جنرلز کے پاس جاتے ہیں۔آج تک میرے محکمے میں خواہ وہ ایم ایس ہو، پرنسپل ہو، کسی بھی ممبر کے ساتھ چاہے وہ اپوزیشن کا ممبر ہو، حکومتی بنچوں کا ممبر ہو اگر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ اس ممبر کے ساتھ کسی قسم کی بھی زیادتی ہوئی ہو تو گورنمنٹ اس کو برداشت نہیں کرتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ علیم شاہ صاحب نے یہ بات کل پارلیمانی کمیٹی کی میٹنگ میں بھی raise کی تھی اور وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اس کا سختی سے نوٹس لیا تھا۔ جس طرح راجہ صاحب نے کہا ہے ہم اس پر کوئی debate نہیں کرنا چاہ رہے تھے۔ میں تو خود چاہتا ہوں اور آج تک کوئی تحریک استحقاق جو کسی ممبر کی عزت کے بارے میں آئی ہے کوئی disrespect کے بارے میں آئی ہے تو I have never opposed that. میں نے ہمیشہ وہ استحقاق کمیٹی کو refer کی ہے اور اگر ہمارے معزز رکن محسوس کرتے ہیں جن کے ساتھ یہ

incidentہوا ہے کہ یہ زیادتی ہوئی ہے تو میں اس تحریک استحقاق کی حمایت کرتا ہوں اور It should be referred to the Privileges Committee.(نعرہ ہائے تحسین)

MR ACTING SPEAKER: After hearing from Mr Aleem Shah Sahib and from the House, it's a unanimous opinion that this case should be referred to the Privilege Committee.

SYED ABDUL ALEEM SHAH: Thank you House and thank you Mr Speaker, sir.

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر: اس کے بعد تحریک التوائے کار کو take upکرتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا!اس میں ایسے ہے کہ میری کل بھی وزیر قانون صاحب سے بات ہوئی تھی اور آج صبح بھی ہوئی ہے۔ ہم چاہتے یہ ہیں کہ آج کا جو وقفہ تحریک التوائے کار ہے اس میں وہ تمام تحاریک التوائے کار جو فیصل آباد کے سانحہ سے متعلق ہیں۔ پینے کے پانی میں سیوریج واٹر شامل ہو کر وہاں پر بڑی تباہی مچی ہے اس پر ہم بات کرنا چاہتے ہیں۔ وزیر قانون نے میرے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر Chairاس بات کو allowکرے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ وہ تمام تحاریک التوائے کار جو اس سے متعلقہ ہیں ان کو out of turnلے لیا جائے اور اس میں فیصل آباد سے جو ممبران تعلق رکھتے ہیں ان کو موقع دیا جائے اور اس کے علاوہ بھی اگر کوئی بات کرنا چاہے تو کر لے۔ لہذا ہم اس مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا!رانا ثناء اللہ صاحب نے درست فرمایا ہے کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں اگر پانی سے متعلقہ فیصل آباد میں جو incidentہوا ہے اور ناقص پانی پینے کی وجہ سے واقعہ رونما ہوا ہے اس کے متعلق دوست اس معزز ایوان میں بات کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جس طرح سے یہ طے ہوا تھا کہ گورنمنٹ بزنس کو exhaustکر لیں۔ گورنمنٹ بزنس اتنا زیادہ بھی نہیں ہے کچھ تو اس میں صرف

introductionہے، کچھlayingہے اور اس کے بعدایک ہمارا بل ہے اور اس بات پر یہconsensusہوا تھا کہ اس کے فوری بعد پانی کے مسئلے کوtake upکیا جائے گا۔اگر وقت کی کمی ہوئی تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔اس بحث کو آپcontinueکر کے سوموار تک لے جائیں۔ہم اس معزز ایوان کو اس مسئلے پر بات کرنے کے لئے پورا ٹائم دینا چاہتے ہیں۔معزز ممبران اس پر کھل کر بات کریں لیکن میری صرف استدعا ہے کہ جس طرح سے یہ طے ہوا ہے کہ پہلے قانون سازی کا بزنس جو کہ بڑا مختصر سا ہے اس کو لے لیا جائے اور اس کے بعد پانی پر بحث کا آغاز کیا جائے۔سارے دوستوں نے اس بات سے اتفاق کیا تھا اور جس بات پر اتفاق ہوا تھا وہ یہی بات تھی۔اگر آپ مناسب سمجھیں تو پہلے میں گورنمنٹ بزنس کوtake upکرتا ہوں تو اس کے بعد آپ تحاریک التوائے کار کو لے لیں۔شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: راناثناء اللہ خان!

راناثناء اللہ خان: جناب والا! بات یہ ہوئی تھی کہ اگر تو تحاریک التوائے کار کے لئے جو آدھے گھنٹے کا وقفہ ہے اسی میں ہی یہconcludeہو جائے تو میرے خیال میں پھر اس کو اگلے دن پر لے جانے میں یا گورنمنٹ بزنس کے بعد میں لے جانے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔میرا خیال ہے کہ جتنے ممبران یہاں پر بیٹھے ہیں چاہتے ہیں کہ in futureاس قسم کا سانحہ وہاں پر نہ ہو۔اس میں کوئی لمبی چوڑی بات نہیں ہے۔میرا خیال ہے کہ اسی آدھے گھنٹے میں یہ باتconcludeہو جائے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! نہیں ہو گی، مجھے بھی پتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آج جمعہ ہے اور جمعہ کی نماز کا وقت ہو جائے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! ہم تو پانی کے مسئلے پر کھل کر بات کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم کہہ رہے ہیں کہ اگر وقت کم ہو تو سوموار کو بھی اس پر بات کر لیں۔آپ کھل کر بات کریں اور صرف آپ کی طرف سے ہی دوستوں نے بات نہیں کرنی ہماری طرف سے بھی دوستوں نے بات کرنی ہے اور جو ایک بات طے ہوئی تھی وہ یہی تھی۔راناصاحب سے آج صبح بھی میری بات ہوئی ہے اور صبح بھی اسی بات پرconsensusہوا ہے کہ پہلے ہم گورنمنٹ بزنس لے لیں گے جو کہ انتہائی مختصر ہے اور اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تحاریک التوائے کار پر بحث کر لیں گے۔شکریہ

راناثناء اللہ خان: جناب والا! جب گورنمنٹ بزنس ہو جائے گا تو اس کے بعد پھر وقفہ نماز ہو جائے

گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: ابھی تو ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں تو عرض کر رہا ہوں کہ ہم تو اس پر بحث سوموار کو بھی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آج جتنی چاہیں بحث کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! بحث تو جلدی conclude ہو جائے گی۔ قانون سازی کے لئے ان کو کتنا وقت چاہئے یہ بتا دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! ہم پہلے قانون سازی کرنا چاہتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس کو ہم پہلے ختم کر لیں اور اس کے بعد جتنا وقت آپ چاہیں بات کریں۔ جب آپ فیصل آباد کا issue highlight کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس کو وقت کے حوالے سے آدھے گھنٹے تک کیوں محدود کرنا چاہتے ہیں؟ آدھا گھنٹہ تو ہمارے وزیر صاحب نے لینا ہے جنہوں نے سارے اقدامات جواب تک ہوئے ہیں وہ سارے بیان کرنے ہیں گورنمنٹ نے وہاں پر صورتحال کو بہتر کرنے کے لئے کروڑوں روپیہ دیا ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اپنا point of view دینا ہے اس لئے آدھا گھنٹہ تو ہمارے وزیر صاحب نے تقریر کرنی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس میں پھر ایسے کر لیں discussion جو ہے آج اگر ٹائم بچے گا تو ہو جائے گی لیکن اس میں یہ ہے کہ ہماری جو تحاریک التوائے کار ہیں ان کو out of turn take up کر کے پڑھ لیا جائے اور اس کے بعد اس پر بحث قانون سازی کے بعد کر لیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: عرض یہ ہے کہ بزنس ہمیں ختم کرنے دیں اس کے بعد ان ساری تحاریک التوائے کار کو اکٹھا کر کے ایک move کریں اور اس کے بعد پھر discussion کا آغاز ہو جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: ایک تحریک التوائے کار کو ہم move کر لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: ٹھیک ہے۔ ایک تحریک کو move کرنے کی اجازت دے دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب والا! میں move کر دیتا ہوں اور اس کا نمبر 442 ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! اس سلسلے میں ہماری بھی تحاریک التوائے کار ہیں ہمیں بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: وہ ساری اکٹھی ہو کر ایک ہی تحریک التوائے کار بنتی ہے اور یہ presume کر لیا جائے کہ سب کی طرف سے وہ اکٹھی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کو joint تصور کر لیا جائے اور تمام گروپس کو اس میں شامل سمجھا جائے۔ جی، شیخ اعجاز احمد!

فیصل آباد میں پینے کے پانی میں گندے پانی کی آمیزش کی وجہ سے ہیضہ کی وباء اور چار بچوں کی ہلاکت

شیخ اعجاز احمد: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور مورخہ 19۔ مئی 2006 کی شائع ہونے والی اخبار کے مطابق " فیصل آباد شہر میں واسا کی طرف سے سپلائی کئے جانے والے پانی میں گٹروں اور فیکٹریوں کے خطرناک کیمیکلز کی ملاوٹ سے شہر میں ہیضہ کی وباء پھوٹ پڑی ہے۔ جس سے غلام محمد آباد کے علاقہ میں چار بچے ہلاک ہو گئے جبکہ گندے پانی سے متاثر ہونے والے 400 کے قریب افراد کو ہسپتال لایا گیا جن میں سے 70 افراد کی حالت انتہائی تشویشناک ہے جبکہ جنرل ہسپتال فیصل آباد میں 46 مریضوں کو داخل کرنے کا انتظام ہے۔ "غلام محمد آباد میں گندے پانی سے چار بچوں کی ہلاکت پر نہ صرف اہلیان غلام محمد آباد بلکہ پورے شہر کے باسیوں میں واسا کے خلاف زبردست اشتعال اور خوف وہراس پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

سرکاری کارروائی

مسودات قانون

(جو متعارف ہوئے)

مسودہ قانون (ترمیم) کینال اینڈ ڈرینج مصدرہ 2006

MR. ACTING SPEAKER: Minister for law.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS:

Sir, I move to introduce Canal and Drainage (Amendment) Bill 2006.

MR. ACTING SPEAKER: The Canal and Drainage (Amendment) Bill 2006, has been introduced in the House under Rule-91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Irrigation and Power for report up to 31st july 2006. Minister for law!

مسودہ قانون نظر ثانی طبی سہولیات عوامی نمائندگان پنجاب مصدرہ2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to introduce The Punjab Revision of Medical Facilities of Public Representatives Bill 2006.

MR. ACTING SPEAKER: The Punjab Revision of Medical Facilities of Public Representatives Bill, 2006 has been introduced in the House under Rule-91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs for report up to 31st July 2006.

MR. ACTING SPEAKER: Minister for law!

مسودہ قانون(ترمیم)زرعی یونیورسٹی فیصل آباد مصدرہ2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to introduce University of Agriculture Faisalabad (Amendment) Bill 2006.

MR. ACTING SPEAKER: The University of Agriculture Faisalabad (Amendment) Bill 2006has been introduced in the House under Rule-91(5) of the Rules of Proceedure of the

Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is refered to the Standing Committee on Agriculture for report up to 31st july 2006. Minister for law!

مسودہ قانون(ترمیم)سول سرونٹس پنجاب مصدرہ2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to introduce The Punjab Civil Servants (amendment) Bill, 2006.

MR. ACTING SPEAKER: The Punjab Civil Servants (amendment) Bill, 2006 has been introduced in the House under Rule-9(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Services and General Administration for report up to 31st July 2006. Minister for law.

مسودہ قانون علی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to introduce The Ali Institute of Education Lahore Bill, 2006.

MR ACTING SPEAKER: The Ali Institute of Education Lahore Bill, 2006 has been introduced in the House under Rule-91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is refered to the standing committee on Education for report up to 31st July 2006. Minister for law.

ہنگامی قانون

(جو متعارف ہوئے)

ہنگامی قانون(ترمیم)امتناع پتنگ بازی پنجاب مجریہ2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS:

Sir, I move to introduce The Punjab Prohibition of Kite Flying (Amendment) Ordinance2006.

MR. ACTING SPEAKER: The Punjab Prohibition of Kite Flying (Amendment) Ordinance 2006 has been laid on the table of the House it is deemed to be a Bill introduced in the House under Rule-91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Local Government and Rural Development with the direction to submit his report up to 31st July 2006. Minister for law!

ہنگامی قانون(ترمیم)تحفظ صارفین پنجاب مجریہ2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to introduce The Punjab Consumer Protection (Amendment Ordinance 2006.

MR. ACTING SPEAKER: The Punjab Consumer Protection (Amendment) Ordinance 2006 has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under Rule-91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Industries with the direction to submit his report up to 31st July 2006. Minister for law!

ہنگامی قانون(ترمیم)شہری ترقی پنجاب مجریہ2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to introduce The Punjab Development of Cities (Amendment) Ordinance 2006.

MR. ACTING SPEAKER: The Punjab Development of Cities (Amendment Ordinance2006 has been laid on the table of the House. It is deemed to be a bill introduced in the House in the

Rule-91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee in House on Urban Development and Public Engineering with the direction to submit hisreport up to 31st July 2006. Minister for law.

ہنگامی قانون (ترمیم) مقامی حکومت پنجاب مجریہ 2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to introduce The Punjab Local Government (Amendment) Ordinance 2006.

MR. ACTING SPEAKER: The Punjab Local Government (Amendment) Ordinance 2006 has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under Rule-91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Local Government and Rural Devlopment with the direction to submit his report up to 31st July 2006.

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں ایک رہنمائی چاہتا ہوں۔ آپ نے لوکل گورنمنٹ کا آرڈیننس سٹینڈنگ کمیٹی کو refer کیا ہے۔ پریذیڈنٹ کی منظوری کے بغیر لوکل گورنمنٹ آرڈیننس میں اس ہاؤس سے کوئی amendment ممکن ہی نہیں ہے تو سٹینڈنگ کمیٹی اس میں کیا کرے گی؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ ایک Constitutional requirement ہے جس کو ہم پورا کر رہے ہیں اور ہم نے یہ amendment with the approval of the government move کی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! amendment Bill کے ساتھ نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ اگر

کل کو پریذیڈنٹ صاحب کا موڈotherwiseہو جائے وہ کہیں کہ جناب! یہ آپ نے کیوں کیا ہے تو یہ فوری طور پرwithdrawکر کے بھاگ جائیں گے یا کہیں گے کہ اس کو سٹینڈنگ کمیٹی میں دبا رہنے دیا جائے تو یہ اس ہاؤس کیprestigeکا مسئلہ ہے۔ان کو وہ referenceاس کے ساتھ لگانا چاہئے تھا۔انہوں نے اس سے پہلے جبamendmentکی تھی تو ایسا ہی ہوا تھا۔

MR. ACTING SPEAKER: This point can be raised in the Standing Committee as well. (Interruption)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جب تک ہمیںprior permmissionنہ ہو تب تک ہم amendment moveہی نہیں کرتے۔ ہمprior permissionلے کر اس کو moveکر رہے ہیں اور یہ پہلے بھی اسی طرح ہوا تھا اور اب بھی اسی طرح ہو رہا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہprior permissionکے بغیر کوئی amendmentدے ہی نہیں سکتے۔اب جنamendmentsکی انہیںprior permission مل گئی ہے اس کے مطابق یہamended Billلے آئے ہیں۔ اب اس میںStanding Committeeکیا کرے گی، اب اس میں یہ ہاؤس کیا کرے گا؟ یعنی یہ تو ہمارے اس سسٹم کی بدبختی ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ ان کا کام نہیں ہے اور فائل پر باقاعدہapproval موجود ہے۔ میں وہ بھی انہیں دکھا دوں گا لیکن کمیٹی نے کیا کرنا ہے وہ اس وقت discuss نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کمیٹی ہی اپنی میٹنگ میںdiscussکر سکتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہpermissionانہیں مل گئی ہے کہ آپ یہ amendments کر سکتے ہیں۔ یہ فرمائیں کہ یہ ان سے آگے پیچھے جا سکتے ہیں؟ جب یہ نہیں جا سکتے تو سٹینڈنگ کمیٹی اس میں کیا کرے گی، یہ ہاؤس اس میں کیا کرے گا؟

جناب قائم مقام سپیکر: سٹینڈنگ کمیٹی اس کو دیکھے گی اور اس میںimprovementsکرے گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کمیٹی اس میںimprovementsکر ہی نہیں سکتی۔ کمیٹی تو اس میں ایک ''coma'' یا ''full stop'' کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ جب کمیٹی سے ہو کر ہاؤس میں آ جائے گا تو پھر اس کو دیکھا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! تو پھر بات یہ ہے کہ یہ اس ہاؤس کے ساتھ مذاق کے مترادف نہیں ہے؟ انہوں نے خود کو تو جنرل مشرف کے پاس گروی رکھا ہوا ہے تو اب انہوں نے اس پورے ہاؤس کو گروی رکھ دیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب تو وہ سٹینڈنگ کمیٹی کو refer ہو چکا ہے، سٹینڈنگ کمیٹی نے اس پر اپنے views دینے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کمیٹی اس پر views دے ہی نہیں سکتی۔ ہاؤس بھی views نہیں دے سکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس میں آپ لوگ بھی ہوں گے، ادھر اپنے views دے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس پر کچھ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس صورتحال میں یہ ہاؤس بے بس ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ یہ views کمیٹی میں دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ کو چاہئے کہ جو وردی کے حق میں قراردادیں پاس کرتے رہے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے اپنے views دینے ہیں تو کمیٹی میں دے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ کر ہی نہیں سکتے۔ ان کا اختیار ہی نہیں ہے۔

وزیر خواندگی و غیر رسمی بنیادی تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں حیران ہوں کہ ہمارے معزز رکن رانا ثناء اللہ خان بہت سینئر پارلیمنٹیرین ہیں۔ جس point کی طرف یہ بار بار refer کر رہے ہیں تو legislation is ongoing process اور یہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یہ prior approval کی بات کر رہے ہیں تو کسی issue میں یا کہیں پر کوئی کمزوری ہوتی ہے یا improvement کی ضرورت ہوتی ہے تو اس میں issue کی prior approval ہوتی ہے۔ اس کو قانونی شکل دینا اور اس کے خدوخال کس طرح سے ہوں گے اور کس طرح عملدرآمد ہو گا۔ یہ کام سٹینڈنگ کمیٹی نے ہی کرنا ہوتا ہے اور سٹینڈنگ کمیٹی ہی اس کو بنا کر دے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور :پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ انھوں نے پہلے بات کی کہ کیا صدر صاحب کی approval موجود ہے یا نہیں؟اس کا میں نے جواب دیا کہ فائل پر approval موجود ہے۔اب یہ سٹینڈنگ کمیٹی کے role پر آ گئے ہیں کہ اس نے اس پر کیا کرنا ہے؟اس کو سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس جانے دیں،اس مسئلے کو اٹھانے کا کام سٹینڈنگ کمیٹی کا ہے کہ انھوں نے اس پر کیا کرنا ہے،کیا کر سکتے ہیں یا کیا کچھ وہ نہیں کر سکتے؟اگر سٹینڈنگ کمیٹی اس پر اپنی کوئی رائے دینا چاہتی ہے یا کوئی ترمیم دینا چاہتی ہے تو That can be reffered to Fedral Government again کہ ہم یہ کرنا چاہتے ہیں اس کی permission لی جا سکتی ہے۔آپ کیوں سارے Constitutional process کو block کرنا چاہتے ہیں اور یہ stage ہی نہیں ہے کہ اس بات کو discuss کریں کہ سٹینڈنگ کمیٹی نے کیا کرنا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر:جی،ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو چیز شیڈول۔VI میں شامل ہے۔ہم یہاں پر اس کو discuss نہیں کر سکتے،ہم اس کو ہاتھ تک نہیں لگا سکتے سوائے اس کے کہ جب تک ہم صدر سے اس کی approval نہیں لیتے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:ہم نے approval لے لی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو:میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ ہاؤس میں پیش کریں۔انھوں نے صدر سے approval لی ہے تو یہ ہاؤس میں پیش کریں،یہ دکھائیں کہ ہم نے approval لی ہے۔اس وقت تک ہاؤس میں یہ بل یا ترمیمی بل پیش ہی نہیں ہو سکتا جب تک صدر کی prior approval ہاؤس میں پیش نہ کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب سپیکر!جو کام گورنمنٹ کا کرنے والا ہے وہ کام بگو صاحب کروا رہے ہیں۔کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ہم approval کے بغیر یہ بل آپ کے سامنے لے آئے ہیں اور ایک Constitutional requirement تھی اس کو ہم نے violate کر دیا ہے۔میرے پاس فائل موجود ہے اور میں یہ ایوان کی میز پر رکھتا ہوں آپ اس کا ملاحظہ فرمالیں۔اس پر گورنمنٹ نے پہلے approval لی ہے اور پھر ہم ترمیم پیش کر رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو:اگر approval موجود ہے تو ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آج کے ایجنڈے کا اگلا آئٹم آئین کے آرٹیکل 144 کے تحت ایک قرارداد ہے۔ وزیر متعلقہ اپنی قرارداد پیش کرنے کی تحریک پیش کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں میری گزارش یہ ہے کہ یہ قرارداد ہم سوموار کو لانا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے میری استدعا ہے کہ ہم legislation لینا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ قرارداد ہم سوموار کو لے کر آئیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے، اس کو pending کیا جاتا ہے۔

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا گیا)

مسودہ قانون ایمرجنسی سروس پنجاب مصدرہ 2005

MR ACTING SPEAKER: Now we take up the Punjab Emergency Service Bill 2005. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

> "That the Punjab Emergency Service Bill 2005, as recommended by the Standing Committee on Health, be taken into consideration at once."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Punjab Emergency Service Bill 2005, as recommended by the Standing Committee on Health, be taken into consideration at once."

Since there is no amendment in it, the motion moved and the question is:

> "That the Punjab Emergency Service Bill 2005, as recommended by the Standing Committee on Health be, taken into consideration at once."

(The motion was carried)

MR ACTING SPEAKER: Now we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE - 3

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 4

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That clause 4 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 5

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 6

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 6 of the Bill is under consideration. There is an amendment in it. The amendment is

from Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move -

> "That in Clause 6 of the Bill, as recommended by Standing Committee on Health, in sub-clause (91), para (b) shall be omitted and the subsequent paras be renumbered accordingly."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

> "That in Clause 6 of the Bill, as recommended by Standing Committee on Health, in sub-clause (91), para (b) shall be omitted and the subsequent paras be renumbered accordingly."

The amendment moved and the question is -

> "That in Clause 6 of the Bill, as recommended by Standing Committee on Health, in sub-clause (91), para (b) shall be omitted and the subsequent paras be renumbered accordingly."

(The motion was carried.)

MR ACTING SPEAKER: The question is -

> "That Clause 6 of the Bill, as amended, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 7

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

> "That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 8

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 9

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 10

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 11

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 11 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 12

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 13

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 14

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 14 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 15

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 15 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 16

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 17

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 17 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 17 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 18

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 18 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 18 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 19

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 19 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 19 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 20

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 20 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 20 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 21

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 21 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 21 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 22

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 22 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 22 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 23

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 23 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 23 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 24

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 24 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is;

"That Clause 24 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 25

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 25 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 25 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 26

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 26 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Clause 26 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 27

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 27 of the Bill is under consideration. There is an amendment in it. The amendment is from Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

"That in Clause 27 of the Bill, as recommended by Standing Committee on Health, for the words "carrying

out or giving effect to this Act", occurring at the end, the words "carrying out the purposes or giving effect to the provisions of this Act" be substituted."

MR ACTING SPEAKER: The motion was moved is:

"That in Clause 27 of the Bill, as recommended by Standing Committee on Health, for the words "carrying out or giving effect to this Act", occurring at the end, the words "carrying out the purposes or giving effect to the provisions of this Act" be substituted."

The amendment moved and the question is:

"That in Clause 27 of the Bill, as recommended by Standing Committee on Health, for the words "carrying out or giving effect to this Act", occurring at the end, the words "carrying out the purposes or giving effect to the provisions of this Act" be substituted."

(The motion was carried.)

MR ACTING SPEAKER: The question is:

"That Clause 27 of the Bill, as amended, do stand part of the Bill."

(The motion was carried)

CLAUSE 2

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried)

CLAUSE 1

MR ACTING SPEAKER: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried)

PREAMBLE

MR ACTING SPEAKER: Now the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR ACTING SPEAKER: Now Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR ACTING SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move that the Punjab Emergency Services Bill, 2005 be passed.

MR ACTING SPEAKER: The motion moved and the question is:

"That the Punjab Emergency Services Bill, 2005 be passed."

(The Bill was passed.)

رپورٹیں
(جو پیش ہوئیں)

بیت المال کی سالانہ رپورٹ بابت سال2004
کا ایوان میں پیش کیا جانا

MR ACTING SPEAKER: Now Annual Report of the Punjab Bait ul Mal for the year 2004. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to lay the Annual Report of the Punjab Bait ul Mal for the Year 2004.

MR ACTING SPEAKER: The Annual Report of the Punjab Bait ul Mal for the Year 2004 has been laid.

پالیسی کے اصولوں پر پابندی اوران پر عملدرآمد کی سالانہ رپورٹ
بابت سال2004کا ایوان میں پیش کیا جانا

MR ACTING SPEAKER: Now Annual Report on the Observance and Implementation of Principles of Policy for the Year 2004. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move to lay the Annual Report on the Observance and Implementation of Principles of Policy for the Year 2004.

MR ACTING SPEAKER: The Annual Report on the Observance and Implementation of Principles of Policy for the Year 2004 has been laid.

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ جو بل ابھی پاس ہوا ہے اس میں ہم نے 15 ترامیم دی ہوئی تھیں لیکن جناب وزیر قانون کی اس یقین دہانی پر کہ وہ ہماری ساری مثبت باتیں اس میں شامل کریں گے اور انہوں نے کی ہیں اس لئے ہم نے یہ ترامیم واپس لے لیں۔ وزیر قانون جب ایک سال بعد پریس کانفرنس کرتے ہیں تو اس میں یہ فرما دیتے ہیں کہ اپوزیشن کی کوئی کارکردگی نہیں ہے اور کوئی ترامیم move نہیں کرتے۔ اگر ہماری 15 ترامیم یہاں پر move ہوتیں تو 15 دن میں یہ بل پاس نہ ہوتا۔ یہ ایک بہت مثبت ادارہ ہے اور بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ ہم اس کے ساتھ مثبت قانون سازی کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم نے ان ترامیم کو move نہیں کیا اور سب کو واپس لے لیا۔ میری اسی سلسلے میں یہ بھی گزارش ہو گی کہ پنجاب اسمبلی اور بلوچستان اسمبلی کا اجلاس نہ بلانے کے معاملے میں آپس میں مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس مقابلے کو بھی ختم کرنا چاہئے۔ چار چار مہینے پنجاب اسمبلی کا اجلاس نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قانون سازی میں بھی delay ہوتی رہتی ہے۔ ہم جب دیکھتے ہیں کہ سندھ اسمبلی اور سرحد اسمبلی کا اجلاس سارا سارا سال چلتا رہتا ہے اور ہم بڑی مشکل سے، بھاگ دوڑ کر، پیچھے سے پکڑ کر جیسے کسی جانور کی دم کو پکڑتے ہیں اسی طرح ہم پارلیمانی دن جو آئین میں لکھے گئے ہیں ان دنوں کو پورا کرنے کے لئے بمشکل چھٹیاں ڈال کر پورا کرتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہم کوئی اچھی روایت قائم نہیں کر رہے۔ اسمبلی کا اجلاس بلایا جانا چاہئے اور اس کے اندر مختلف issue کو زیر بحث لانا چاہئے۔ اسمبلی کے اجلاس کے لئے بے شمار مختلف چیزیں اپوزیشن کی طرف سے ہم پیش کرنے کے لئے تیار ہیں تاکہ ان کو زیر بحث لا کر پنجاب حکومت کی انتظامی صورتحال کو بہتر کیا جا سکے۔ بہت بہت شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ابھی احسان اللہ وقاص صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے میں اس پر تھوڑا سا عرض کرنا چاہوں گا کہ ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے چیف منسٹر پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کے ایک initiative کو جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ صحیح معنوں میں ایک عوامی مفاد کا بل تھا اس کے پاس کرنے میں انہوں نے تعاون کیا اس کے لئے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ آج تک ہم جو بھی قانون سازی لے کر آتے ہیں ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ عوامی مفاد کی قانون سازی ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے ہماری

اپوزیشن کو اس بات سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ یہ موجودہ اسمبلی ایک واحد اسمبلی ہے جس میں ہم نے یہ روایت ڈالی ہے کہ اپوزیشن کی ترامیم کو بھی ہم نے شامل کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ کے لئے اپوزیشن کی طرف سے جو بھی مثبت ترامیم آئیں گی، اگر ہم آپس میں مل بیٹھ کر اس پر بات کر لیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کو accommodate کیا جائے گا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں ایک دفعہ پھر پورے معزز ایوان کی طرف سے چودھری پرویز الہیٰ صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس initiative پر ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں نے کل بھی بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں یہ گزارش کی تھی کہ یہ ایک ایسا initiative ہے جس سے ایک عام آدمی کو فائدہ ہوا ہے اور آج جس آدمی کے گھر کوئی ایمرجنسی ہوتی ہے وہ اگر 1122 پر ٹیلیفون کرتا ہے تو اس کو response ملتا ہے۔ کسی کی جان بچتی ہے اس کی دعائیں گورنمنٹ آف پنجاب کو جاتی ہیں اور آئندہ بھی ایسے initiative آئیں گے۔ اجلاس بلانے کے سلسلے میں بھی کل ہم نے آپس میں بات کی ہے لیکن کسی سے ہمارا comparison نہیں ہے۔ آج میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس معزز ایوان میں کھڑے ہو کر یا کسی دوسری جگہ ایک ریکارڈ لیجسلیشن کی بات کرتے ہیں تو اس کا کریڈٹ پوری اسمبلی کو جاتا ہے۔ اس لئے کارکردگی کے حوالے سے پنجاب اسمبلی کا کسی دوسری اسمبلی سے موازنہ کرنا مناسب نہیں ہو گا کیونکہ ہماری کارکردگی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے لیکن اجلاس بلانے میں جو تاخیر تھی وہ میرے بھائیوں کو پتا ہے کہ اس کی بھی ایک وجہ تھی جس بناء پر اجلاس نہ بلا سکے۔ ہمارے اسی ایوان کا وفد جو کہ پچاس معزز ممبران پر مشتمل تھا جس نے انڈیا جانا تھا ان کے پروگرام کی وجہ سے یہ کنفیوژن پیدا ہوئی، نہیں تو آئندہ کے لئے میں نے کل بھی اتفاق کیا ہے کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ مل بیٹھ کر آئندہ کے شیڈول طے کر لیں گے۔ شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے جو فرمایا ہے کہ ہمارا کسی سے comparison نہیں ہے اور ہم نے ریکارڈ لیجسلیشن کی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ پچھلے تین سالوں میں اس ہاؤس کی sittings پچاس سے اوپر نہیں ہوئیں۔ ایک سال میں 53 ہیں، ایک سال میں 49 ہیں اور ایک سال میں غالباً 51 کے قریب ہیں اور باقی جو 70 دن والی آئینی limit ہے اس کو ہم نے اس طرح سے پورا کیا کہ ہفتہ اور اتوار کو بھی شامل کر لیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی مناسب عمل نہیں ہے کہ آپ 70 دنوں کی جو کم از کم limit ہے اس میں بھی چھٹیوں کو شامل کر کے پورا کریں۔ جہاں تک لیجسلیشن کا تعلق ہے تو آپ جو بھی لیجسلیشن لائیں گے جس سے عوام کو فائدہ ہو گا ہم اس میں

پہلے بھی تعاون کرتے ہیں اور اب بھی کریں گے۔یہ جو1122ایمرجنسی کا بل ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک سروس ہے اور یہ 15 کی continuation ہے جو کہ میاں شہباز شریف صاحب کے دور میں شروع ہوا تھا اس کا لوگوں کو بہت فائدہ ہوا تھا یہ بل بھی اسی کی continuation ہے اور میں وزیر قانون صاحب سے کہوں گا کہ اس 15 کا کریڈٹ آپ کو بھی جاتا ہے کیونکہ آپ نے اسی کو follow کیا اور اس کا آئیڈیا بھی وہی ہے۔آپ اس نام سے کیوں گھبراتے ہیں؟15 جس کابینہ کی میٹنگ میں پاس ہوا اور اس کی منظوری دی گئی اس میں آپ بھی شامل تھے اس کا کریڈٹ آپ کو بھی جاتا ہے وہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کو اس سے بڑی مشکل ہوتی ہے جیسا کہ کل لاء منسٹر صاحب پولیس مقابلوں کو defend کر رہے تھے جبکہ پچھلے دو سال یہ یہی کہتے رہے ہیں کہ اب یہ وہ دور نہیں ہے کہ جس میں پولیس مقابلے ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ ریکارڈ لیجسلیشن میں یہ بات بہر حال ہے کہ گورنر کی جگہ پر وزیر اعلیٰ کا نام شامل کر لینے سے اور four کی جگہ five کا نام شامل ہو جانے سے ریکارڈ لیجسلیشن نہیں ہوتی۔ ریکارڈ لیجسلیشن اسی طرح سے ہو سکتی ہے کہ آپ اس ہاؤس میں عوامی اہمیت کے معاملات کو discuss کریں۔ پچھلے پورے ایک سال سے لاء اینڈ آرڈر پر کوئی بحث نہیں ہوئی۔ زراعت پر کوئی بحث نہیں ہوئی، تعلیم پر کوئی بحث نہیں ہوئی۔ جتنے بھی اہم محکمے ہیں ان پر کوئی بحث نہیں ہوئی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! رانا صاحب غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ہاؤس کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں کہ ماسوائے گزشتہ اجلاس کے ہم نے ہر اجلاس میں لاء اینڈ آرڈر پر عام بحث کی ہے اور زراعت پر بھی ہم نے بعض اوقات بحث کی ہے اور ابھی پھر موجودہ اجلاس میں ہم نے کل آپ کے ساتھ commit کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ لاء اینڈ آرڈر پر عام بحث ضرور ہو گی۔اس لئے اگر ایک issue ختم ہو گیا ہے تو اس پر بحث نہیں کرنی چاہئے اس میں وقت آپ کا ضائع ہو رہا ہے۔ ساڑھے بارہ بجے تک اجلاس کا وقت ہے اگر آپ اپنے issue کو take up کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ کریں۔ آپ نے اگر بحث کا آغاز ادھر سے کروانا ہے تو ادھر سے کروا لیں۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ میں غلط بیانی کر رہا ہوں۔ یہ پارلیمانی سال 25۔نومبر سے شروع ہوا ہے اور آج تک آدھا گزر چکا ہے۔اس پورے پارلیمانی سال میں مجھے ایک دن دکھا دیں کہ انہوں نے لاء اینڈ آرڈر، زراعت یا تعلیم پر بحث کی ہو اور اس

کے بعد انہوں نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم اس سال کا شیڈول دیں گے اور pre-budget اجلاس ہوگا اس میں ہم پورے ہاؤس کو اس بات کی دعوت دیں گے کہ وہ بجٹ سے متعلق اپنی تجاویز دیں اور ان کو ہم بجٹ میں شامل کریں گے۔اب ہوا یہ ہے کہ انہوں نے جب اجلاس کا وقت رکھا میری ان سے بات ہوئی تو پتا چلا کہ بش صاحب آ گئے ہیں اس لئے اجلاس نہیں ہوگا۔فلاں کا دورہ آ گیا اجلاس نہیں ہوگا، محرم آ گیا اجلاس نہیں ہوگا یعنی ان کو تو کوئی نہ کوئی بہانہ چاہئے کہ اجلاس کو ختم کرنا ہے۔اس طرح سے اس پارلیمانی سال میں اب تک صرف 17 دن اجلاس ہوا ہے اور اس میں بھی تقریباً پانچ چھٹیاں ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ اس رویہ کو انہیں درست کرنا چاہئے اور on the floor of the House انہیں چاہئے کہ اس دفعہ باقی پارلیمانی سال کا شیڈول دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ آج جو بل متفقہ طور پر پاس ہوا ہے اس میں جہاں پر ٹریژری بنچز نے یہ بل پیش کیا ہے وہاں آپ نے بھی تعاون کیا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اکثر اوقات اس ہاؤس نے متفقہ طور پر بل پیش کئے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھا ماحول ہے اور اس کا کریڈٹ سارے ہاؤس کو جاتا ہے۔آپ کی جو مثبت تجاویز ہیں ان پر عمل ہوگا اور ہونا بھی چاہئے۔میں سمجھوں گا کہ اس پر ضرور عمل ہوگا۔ہمیں اس ہاؤس میں جو ماحول ملا ہوا ہے وہ مثبت ماحول ہے۔اس مثبت رویہ سے ہم پنجاب کے عوام کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔اگر تضاد اور جھگڑے پیدا کریں گے تو اس سے ہم کوئی خدمت نہیں کر سکتے۔جو ماحول آپ نے پیش کیا ہوا ہے اس کے لئے میں آپ سب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ the credit goes to the entire House ان الفاظ کے بعد میں اس بحث کو take up کروں گا کہ جس کا فیصلہ ابھی ہم نے کیا ہے کہ فیصل آباد کے پانی کے issue کے حوالے سے بات کی جائے۔میں رانا صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔

عام بحث

فیصل آباد میں پینے کے پانی میں گندے پانی کی آمیزش سے متعلقہ تحاریک التوائے کار پر بحث

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! گزشتہ دنوں فیصل آباد میں جو سانحہ ہوا ہے جس میں سیوریج کا پانی پینے کے پانی کے پائپوں میں شامل ہوا اور اس کے نتیجے میں فیصل آباد کا ایک بہت بڑا علاقہ ہے جس

کی تقریباً کوئی دس پندرہ لاکھ کی آبادی ہے وہاں پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ متاثر ہوئے اور اس میں ہلاکتیں روزانہ ہو رہی ہیں۔ابھی پرسوں کی خبر ہے کہ ایک اور مریض ہلاک ہو گیا۔متعدد لوگ اس کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔اس پر باقی دوست بھی بات کریں گے میں مختصراً عرض کروں گا کہ واسا کا جو سیوریج کا نظام ہے اس میں پانی کے پائپ لائنز کے آپریشنل سسٹم میں نقص آنے کی وجہ سے یہ ساری صورتحال سامنے آئی۔یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ ایسا کیوں ہوا کہ ان پائپوں کی آپریشنل کنڈیشن اتنی بری تھی کہ جس کی وجہ سے یہ سانحہ پیش آیا۔میں محترم وزیر ہاؤسنگ سے on the floor of the House پورے دعوے سے یہ بات کہتا ہوں کہ جب سے یہ devolution plan آیا ہے۔ہم نے تو پہلے بھی کئی بار کہا کہ یہ devolution plan لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے نافذ نہیں کیا گیا۔ایک ریٹائرڈ جنرل کی ڈیوٹی اس لئے لگائی گئی تھی کہ وہ ایک ایسا سسٹم introduce کرے جو پوری قوم کو confuse کر دے۔کسی کو یہ خبر ہی نہ ہو کہ اس کا اختیار کیا ہے، کس نے کیا کرنا ہے اور کس کی کیا ذمہ داری ہے؟ اوپر جنرل صاحب بیٹھے رہیں نیچے کنفیوز قوم ہو، کسی کو کچھ پتا نہ چلے اور وہ آرام سے اپنا اقتدار چلاتے رہیں۔پچھلے چار سال سے جب سے یہ devolution plan آیا ہے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ واسا کا سارا سسٹم ضلعی حکومتوں کے پاس چلا گیا ہے اب ان کے پاس ماسوائے پالیسی لائن دینے کے اور کوئی کام نہیں ہے۔پچھلے چار سال سے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ ، تحصیل گورنمنٹ یا ٹاؤن گورنمنٹ نے ایک پائی بھی واسا کو Operational maintenance اور اس کی ڈویلپمنٹ کے لئے نہیں دی۔آپ دیکھیں کہ فیصل آباد اتنا بڑا شہر ہے کہ جس کی کم از کم پچیس تیس لاکھ کی آبادی ہے اور اس شہر میں واسا کا پینے کا پانی اور سیوریج کا سسٹم ہے اب اس کو اگر تین چار سال سے operational expenses بھی نہ دیں تو پھر اس کے بعد ایسا سانحہ نہیں ہو گا تو پھر کیا ہو گا؟

جناب سپیکر!اب وزیر اعلیٰ صاحب نے وہاں تشریف لے جا کر فرمایا کہ یہ 40 سال سے پائپ پڑے تھے اور اب ہم پہلی بار کیونکہ یہ ہر کام پہلی بار کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ تاریخ ساز کرتے ہیں تو انہوں نے وہاں پر 22 کروڑ کی امداد کا اعلان کیا ہے جبکہ 22 کروڑ روپے فیصل آباد کے شہریوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کے لئے بالکل ہی ناکافی ہیں۔اس سے تو پورے شہر کے پائپوں کی replacement بھی نہیں ہو سکتی۔اب اگر صرف اس particular area میں یہ پائپوں کو تبدیل کر دیں گے تو باقی علاقوں سر سید ٹاؤن، ناظم آباد، خالد آباد، سمن آباد، نشاط آباد اور

دیگر علاقوں میں بھی پینے کے پانی کے پائپوں کی یہی صورتحال ہے اور وہاں پر سیوریج سسٹم کا پانی لوگوں کے گھروں میں بھر رہا ہے اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ایک تو میری یہ گزارش ہے کہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اس وقت 87 کروڑ روپے کی deficit میں ہے۔انہوں نے پہلے ہی خرچ کیا ہوا ہے۔اب جنرل مشرف وہاں پر گئے تو انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ ہم اس deficit کو پورا کریں گے لیکن اب تک وہ رقم ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو نہیں ملی۔ٹاؤنز کے پاس ڈویلپمنٹ کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں تو جو پیسا ان کو یہاں سے جانا ہے کم از کم فیصل آباد میں سیوریج کے سسٹم کو develop کرنے کے لئے اور پینے کے پانی کے پائپوں کی تبدیلی کے لئے جتنا فنڈ درکار ہے تو میرا یہ مطالبہ ہے کہ پنجاب حکومت اسے فوری طور پر مہیا کرے۔یہ صرف 22 کروڑ روپے دینے سے اور یہ سمجھنے سے کہ اس particular علاقے میں اس سے بہتری آ جائے گی اور دوسرے علاقے اب اس صورت میں رہیں کہ وہاں پر بھی اس قسم کا سانحہ ہو، وہاں پر بھی لوگ مریں تو پھر جا کر اس سسٹم کو improve کیا جا سکے۔ہمارا ایک تو یہ مطالبہ ہے کہ اس کے لئے جتنے بھی فنڈز درکار ہیں، یہ اس سال بلٹ پروف گاڑیاں نہ خریدیں، نئی گاڑیاں نہ خریدیں اور لوگوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کے لئے جتنے فنڈز فیصل آباد کو چاہئے وہ سارے فنڈز اس سال مہیا کئے جائیں۔

جناب سپیکر! میں واسا کی mismanagement سے متعلق ایک انتہائی اہم معاملہ وزیر موصوف کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ واسا کا ہیڈ ایم ڈی ہوتا ہے اور اس کے نیچے آپریشنل اتھارٹی ڈائریکٹر اور ڈپٹی ڈائریکٹرز کے پاس ہے یعنی واسا کے ایم ڈی نے جا کے معاملات کو مانیٹر کرنا ہے اور آپریشنل اتھارٹی ڈائریکٹر اور ڈپٹی ڈائریکٹرز کے پاس تو صورتحال یہ ہے کہ وہ ڈائریکٹر اور ڈپٹی ڈائریکٹرز وہاں پر پچیس پچیس سال سے بیٹھے ہیں۔یعنی ایک ہی آدمی پچیس سال سے ایک ہی سیٹ پر بیٹھا ہے وہ ڈائریکٹر آپریشنل ہے، وہ ڈائریکٹر کنسٹرکشن ہے یا کسی کا اور کام ہے۔وہ آدمی وہاں پر پچیس سال سے بیٹھا ہے اور اس کا نیچے سیوریج مین تک ڈیلی ویجز پر رکھے ہوئے لوگوں اور ٹھیکیداروں تک نیٹ قائم ہے اور وہ ایک مافیا بنا ہوا ہے۔اب ان کے اوپر ایم ڈی جاتا ہے تو اس کا tenure زیادہ سے زیادہ چھ ماہ یا ایک سال ہوتا ہے تو اس عرصہ کے دوران وہ اس کو obey ہی نہیں کرتے۔اس کو بالکل ہی اہمیت نہیں دیتے کیونکہ انہیں پتا ہے کہ ہم تو یہاں پر بیس سال سے بیٹھے ہیں اور یہ بندہ آیا ہے تو سال چھ ماہ بعد چلا جائے گا اور بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اگر آپ ایم ڈی کو فون کر کے یہ کہیں کہ جناب فلاں علاقے میں یہ مسئلہ ہے تو وہ نیچے اپنے عملہ کو کہتا ہے تو وہ response

ہی نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ یہ معاملہ پچھلی گورنمنٹ میں لاء منسٹر صاحب کے علم میں ہو گا اور انہیں یاد ہوگا کہ اس وقت بھی یہ معاملہ پیش آیا تھا کہ اس mismanagement کو کس طرح سے حل کیا جائے تو میری یہ تجویز ہے کہ تمام ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی ایک سروس create کی جائے اور ان پوسٹوں کو بھی transferable بنایا جائے کیونکہ اتنا لمبا عرصہ وہاں پر جب یہ لوگ بیٹھ جاتے ہیں تو ایک مافیا کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور اس وجہ سے پھر وہ response نہیں کرتے اور یہ کوئی حل نہیں ہے کہ آج اگر اتنا بڑا سانحہ ہو اور اس پر آپ دو تین یا چار آدمیوں کو جو اسسٹنٹ ڈائریکٹر اور اوور سیئر level کو suspend کر دیں اور اس کے بعد آپ سمجھیں کہ کارکردگی بہتر ہو جائے گی۔ کارکردگی اسی وقت بہتر ہو گی جب آپ اس کا کوئی سروس سٹرکچر بنائیں گے اور اس سٹرکچر کے مطابق لوگ کام کریں اور معاملات حل ہوں۔

جناب سپیکر! میری دوسری گزارش یہ ہے کہ وہاں پر ہلاک ہونے والوں کو میرا خیال ہے کہ ایک لاکھ روپے معاوضہ دیا گیا ہے اور غالباً کوئی بیس پچیس کے قریب ہلاکتیں ہوئی ہیں لیکن متاثر ہونے والوں کی امداد نہیں کی گئی تو یہ بھی ہمارا مطالبہ ہے کہ اس سانحہ میں جو لوگ متاثر ہوئے ہیں اور انہوں نے خود سے اپنا علاج کروایا ہے کیونکہ وہاں پر حکومت علاج کی کوئی سہولت مہیا نہ کر سکی اور حالت یہ رہی ہے کہ پہلے چار پانچ دن تو وہاں پر مقامی لوگوں اور این جی اوز وغیرہ نے جا کر کام کیا اور سیاسی جماعتوں نے وہاں پر جا کر کام کیا اور تین چار دن تک حکومت کی طرف سے کوئی کسی قسم کی امداد وہاں پر نہیں پہنچ سکی اور لوگ کھلے میدانوں میں پڑے رہے اور drips باہر درختوں سے لٹکا کر مریضوں کو لگائی جاتی رہیں تو اس صورتحال میں کوئی چار پانچ دن بعد چودھری ظہیر الدین صاحب اور پھر باقی منسٹرز نے فوٹو سیشن کروائے لیکن اس وقت تک کافی سارے متاثرہ لوگ گھروں کو جا چکے تھے تو میری ایک گزارش یہ ہے کہ متاثرین کو بھی چلئے لاکھ نہیں تو 10/15 ہزار کے حساب سے ان کی مدد ہونی چاہئے کیونکہ اس سے زیادہ پیسا تو میرا خیال ہے کہ انہوں نے فوٹو سیشن پر خرچ کیا ہے۔

جناب سپیکر! آخر میں آپ کو یاد دہانی کراؤں گا کہ during Business Advisory Committee اس بات پر اتفاق ہوا تھا کہ وہاں پر واسا کو فنڈز کی فراہمی، وہاں پر mismanagement جس کی میں نے نشاندہی بھی کی تو ان تمام معاملات کا احاطہ کرنے کے لئے اور اس کو probe کرنے کے لئے اگر اس میں کسی کی کوئی آپریشنل غفلت ہے تو تب بھی اور اگر اس

میں کوئی ایسے معاملات ہیں جو وہاں پر مقامی سطح پر نہیں بلکہ صوبے کی سطح پر حل ہونے والے ہیں تو اس jurisdiction کے ساتھ اس ہاؤس کی پارلیمانی کمیٹی بنائی جائے اور میری یہ بھی تجویز ہے کہ فیصل آباد شہر سے تعلق رکھنے والے کیونکہ یہ مسئلہ پورے شہر میں ہے، یہ صرف ایک علاقے میں ٹھیک ہے ہلاکتیں ہوئی ہیں لیکن یہ معاملہ کسی اور علاقے میں بھی ہو سکتا ہے تو ان ممبران کو جن کا فیصل آباد شہر سے تعلق ہے تو اس کمیٹی کا انہیں ممبر رکھا جائے اور اس کو کم از کم ہاؤسنگ منسٹر head کریں تاکہ وہ کمیٹی جو سفارشات approve کرے تو ان پر عمل درآمد بھی ہو سکے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ اعجاز احمد!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج جو تحریک التواء یہاں پر پیش کی گئی اور اس کے علاوہ فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے دیگر معزز ممبران کی جانب سے یہاں پر پیش کی جانے والی تحاریک التوائے کار کو take up کیا جا رہا ہے تو اس سلسلے میں رانا ثناء اللہ خان صاحب نے کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ فیصل آباد کے اندر affected areas میں particularly ملک نواز صاحب کا حلقہ 71 اور میرا حلقہ 72، غلام محمد آباد کا ایریا زیادہ affect ہوا ہے اور جنرل ہسپتال غلام محمد آباد میں جب مریضوں کو لایا گیا تو اس وقت عالم یہ تھا کہ وہاں پر چالیس پینتالیس مریضوں کو داخل کرنے کی capacity ہے اور جب وہاں پر سینکڑوں لوگ آئے تو زلزلہ زدگان کی حالت سے بھی بری حالت فیصل آباد میں گیسٹرو ٹربل کے مریضوں کی تھی۔

جناب سپیکر! اب ہم نے فیصل آباد کے حوالے سے یا پنجاب کے حوالے سے اور ان علاقوں کے حوالے سے جہاں پینے کے پانی کی سہولیات میسر نہیں ہیں، اسمبلی floor پر بارہا اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا اور مجھے یاد ہے آپ اسمبلی ریکارڈ ملاحظہ فرمالیں کہ پچھلے سال اپریل کے مہینے میں یہاں پر اس معاملے پر بھرپور discussion ہوئی اور ہم نے یہاں پر یہ بات رکھی کہ فیصل آباد جو کہ پاکستان کا مانچسٹر ہے اور ریونیو دینے میں پاکستان کا دوسرا بڑا شہر ہے اور ٹیکسٹائل انڈسٹری سے لے کر چھوٹے تاجر تک فیصل آباد کے عوام پاکستان کی معیشت میں ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے نمائندوں نے یہاں پر واویلا کیا، چیخ و پکار کی کہ خدا کے واسطے فیصل آباد میں ہیپاٹائٹس سی اور بی کی basic reason وہاں پر drinkable water دستیاب نہیں ہے حکومت پنجاب اس پر کوئی کارروائی کرے اور لوگوں کو facilitate کرے۔ عالم یہ ہے کہ فیصل آباد میں دودھ سستا ہے اور پانی مہنگا ہے کیا یہ سٹیٹ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو صاف پانی مہیا

کرے، کیا سٹیٹ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ لوگوں کو مفت ادویات فراہم کرے، کیا یہ سٹیٹ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ پانی جوایک natural resource ہے یہ حکومت نے کہیں انڈیا یا انگلینڈ سے نہیں منگوانا ہے ہم چیختے رہے ہیں کہ پانی کو درست کر لیں، واسا کے نظام کو درست کر لیں لیکن وہی ہوا ہم نے تحقیقات کی ہیں اور جو ڈسٹرکٹ level پر تحقیقات سامنے آئی ہیں کہ ایک Director Water Resource چودھری مجید صاحب ہیں انہوں نے ایک پلان تشکیل دیا without any intimation to concerned Authority انہوں نے یہ کہا کہ چونکہ ضرورت پوری نہیں ہو رہی اس لئے پانی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں انہوں نے شہر کو east اور west میں تقسیم کیا اور east area میں انہوں نے چار روز پانی مہیا کیا اور west area کو بالکل block کر دیا اب پرانی پائپ لائنز بچھائے جانے کی وجہ سے جو وہاں پر چالیس سال پرانی پائپ لائنیں بچھی ہوئی ہیں اس کی وجہ سے ہوا یہ کہ انہوں نے اس معاملے کو mismanage کیا اور چاہئے تو یہ تھا کہ اگر انہوں نے east کو پانی سپلائی کرنا ہے تو west والوں کو جب انہوں نے واٹر سپلائی کرنا تھا تو انہیں چاہئے تھا کہ کم از کم وہاں proper intimation دیتے اس میں عوامی نمائندوں کو دعوت دی جاتی، اخبارات میں اشتہار دیا جاتا کہ اگر یہ پانی آپ پئیں گے جب پائپ لائن میں سیپج ہو گی تو اس سے پانی mix up ہو گا اور ایک خلا پیدا ہو گا اس کی وجہ سے جب وہ گندگی ملا پانی آپ کے گھروں میں آئے گا تو technically واسا والوں کو چاہئے تھا کہ یہ ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے اور اس کو باقاعدہ announce کرتے اور باقاعدہ مساجد میں اس کا اعلان کراتے لیکن ہوا یہ کہ جب چار روز بعد وہاں پر پانی چھوڑا گیا تو اس پانی کے گندہ ہونے کی وجہ سے اور سیپج کی وجہ سے اور آلودہ پانی mix ہونے کی وجہ سے جب وہ گھروں کو پہنچا تو آپ محسوس کریں یہاں پر ہماری مائیں بہنیں بیٹھی ہوئی ہیں یہ محسوس کریں اس ماں کا دکھ کہ جس کا بچہ، میرے حلقے میں ایک بچہ آکاش تھا وہ چھ بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا اور اس کی عمر صرف ڈیڑھ سال تھی جب اس بچے نے پانی پیا تو وہ جاں بحق ہو گیا اور اس کی بہنیں اور ماں بے پردہ حالت میں گلیوں میں بین کر رہی تھیں۔ وہاں پر 17 کے قریب ہلاکتیں ہو چکی ہیں میں نے کل EDO ہیلتھ کا دستخط شدہ ڈیلی رپورٹ کا پیپر جب منگوایا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ جو still admitted persons کی تعداد ہے وہ صرف 16 ہے جبکہ ابھی بھی۔۔۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرپرسن محترمہ شاہینہ اسد ایم پی اے

کُرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

میں محترمہ شاہینہ اسد کو چیئر پر بیٹھنے کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کو welcome کرتا ہوں۔

محترمہ چیئر پرسن: بہت شکریہ

شیخ اعجاز احمد: محترمہ چیئر پرسن! وہاں ہوا یہ کہ جو بچے مارے گئے اور واسا کی غفلت کی وجہ سے جو نقصان ہوا تو اگلا عالم یہ تھا کہ چار روز تک کوئی rescue operation وہاں پر نہیں کیا گیا، ہم نے خود وہاں پر جا کر بچوں کو گھروں سے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔ ملک نواز صاحب کے بھائی وہاں پر جناح ٹاؤن سے ٹاؤن ناظم ہیں انہوں نے اور ان کی پوری ٹیم نے وہاں پر کام کیا اور چار روز کے بعد وہاں پر گورنمنٹ آپریشنل ہوئی اور میں آپ کی وساطت سے یہاں پر یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ پانچ روز تک جناب وزیر ہاؤسنگ یہ on record بات ہے کہ پانچ روز تک ہمیں وہاں پر حکومت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آئی اور وہاں پر کوئی حکومتی ذمہ دار وزیر نہیں پہنچا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کو جب یہ پتا چلا کہ وہاں پر ابھی تک ہمارا کوئی صوبائی وزیر اور متعلقہ فرد نہیں پہنچا تو پھر وہ ایک ہفتہ بعد وہاں پر گئے پھر وہاں پر وصی ظفر صاحب رات کو پینٹ کوٹ پہن کر آ رہے ہیں، پھر کوئی منسٹر صاحب آ رہے ہیں اور ساتھ کیمرہ مینوں کی ٹیم ہے۔ اموات ہوئیں لوگوں کی اور ماؤں کی گودیں چھن گئیں، بچے مر گئے اور ہمارے وزراء وہاں صرف فوٹو سیشن تک محدود رہے۔

محترمہ چیئر پرسن! گزارش یہ ہے کہ ابھی وزیر اعلیٰ صاحب 25 کروڑ روپے announce کر کے آئے ہیں ہم اس کو appreciate کرتے ہیں لیکن جیسے میرے فاضل ممبر نے مجھ سے پہلے بات کی کہ فیصل آباد میں جو پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے اور ریونیو کے اعتبار سے دوسرا بڑا شہر ہے وہاں پر اس ادارے پر آپ کا بھرپور فوکس ہونا چاہئے اور جو اتنی زیادہ اموات ہوئی ہیں اور چالیس پچاس ہزار کے قریب وہاں پر افراد متاثر ہوئے ہیں اتنے بڑے سانحے کے بعد ان کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ وہاں جن کے بچے مرے ہیں ان کو ایک ایک لاکھ روپیہ دیا گیا، میرا مطالبہ یہ ہے کہ اس رقم کو enhance کیا جائے وہ انتہائی غریب لوگ تھے ان کے معاوضے میں اضافہ کیا جائے اور جو لوگ متاثر ہوئے ہیں ان کو بھی امداد دی جائے اور واسا کے ذمہ داران کا تعین کیا جائے کہ جب ان کو یہ پتا تھا کہ اتنی پرانی پائپ لائنیں پڑی ہیں اور چار روز سے ہم نے پانی روک کر رکھا ہوا ہے جب ہم پانی کو چھوڑیں گے تو اس سے ہلاکتوں کا خدشہ ہو سکتا ہے تو اس ذمہ داری کا تعین کرنے کے لئے چونکہ یہ براہ راست purview حکومت پنجاب کا بنتا ہے جیسا کہ رانا صاحب نے devolution

plan کے بارے میں بات کی تو وزیر ہاؤسنگ جو اس ہاؤس میں کمیٹی بنے وہ اس کی صدارت کریں اور اس کمیٹی کو وہاں بھیجا جائے جو وہاں جا کر ذمہ داروں کا تعین کرے۔ محض ایم ڈی واسا یا واسا ڈیپارٹمنٹ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانا بھی میں سمجھتا ہوں کہ درست نہیں ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم root causes پر اپنا فوکس کریں اور جو بچے مرے ہیں وہ کسی غیر کے نہیں بلکہ ہمارے اپنے بچے ہیں اور فیصل آباد کے عوام صوبہ پنجاب کے اس اعلیٰ ایوان پر اپنی نظریں جمائے بیٹھے ہیں کہ ان بچوں کی ہلاکتوں کی ذمہ دار حکومت پنجاب ہے اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس غفلت کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے اور فیصل آباد میں کوئی کام نہیں کر رہے ہیں۔ جب اس کمیٹی کو وہاں بھیجا جائے گا تو ذمہ داروں کا تعین کیا جائے گا اور ہم on the floor of the House اس بات کا صوبہ پنجاب کی عوام سے اور بالخصوص فیصل آباد کی عوام سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کی روشنی میں یہ matter investigate کر کے ذمہ داروں کو سزا دی جائے گی۔ بہت شکریہ

محترمہ چیئرپرسن: جی، ڈاکٹر اسد معظم!

ڈاکٹر اسد معظم: محترمہ چیئرپرسن! آج جس مسئلے پر ہم لوگ بحث کر رہے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن: دس منٹ کے لئے ٹائم میں توسیع کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر اسد معظم: جس مسئلے پر آج ہم بحث کر رہے ہیں وہ ایک ایسا disaster تھا جو کہ مئی کے دوسرے ہفتے فیصل آباد میں شروع ہوا اور یہ تیسرے اور چوتھے ہفتے prolong ہوا۔ مجھ سے پہلے دوستوں نے واضح کیا کہ وہاں پر کیا حالات اور مشکلات متاثرین کو پیش آئیں مگر میں کچھ ground realities پر بات کرنا چاہوں گا، operational mismanagement پر بات کرنا چاہوں گا جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ واسا کے account میں جاتی ہے۔ سب سے پہلے میں آپ کی توسط سے ایوان میں ایک رپورٹ پیش کرنا چاہوں گا جو کہ NIBGI کی ہے اور انہوں نے 19۔ مئی کو پانی کے ٹیسٹ کئے۔ اس رپورٹ کے مطابق چار سیمپل 19۔ مئی کو انہیں موصول ہوئے۔ میں ایوان کی توجہ چاہوں گا اور خاص طور پر چودھری ظہیر صاحب اور ڈاکٹر شفیق صاحب کی توجہ چاہوں گا کیونکہ ان کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب اپنی میٹنگ سے فارغ ہو جائیں تو بات سن لیں۔ ڈاکٹر صاحب اگر اپنی مصروفیات سے فارغ ہو جائیں تو بات سن لیں۔ 19۔ مئی کو NIBGI کو samples receive ہوئے جو کہ واسا کے کسی آفیسر آفیشل نے وہاں

deliver کئے۔ان samples کا جب analysis کیا گیا، میں آپ کو تھوڑی سی background بتانا چاہوں گا کہ according to World Health Organization and Pakistan Standard and Quality Control Authority for Drinking Water جو پینے کا پانی ہے اس میں total microbial count کو zero ہونا چاہئے، جسے وہ CFU کہتے ہیں اور جو کلورین contents according to Pakistan standard should be lower than 0.005ppm ہیں جبکہ World Health Organization کے مطابق It should be lower than 0.004ppm ہے تو یہ جو 19 تاریخ کو NIBGI کو sample receive ہوا اس میں total microbial counts were zero اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں کسی قسم کا کوئی بیکٹریا یا وائرس موجود نہیں تھا مگر اس sample کو جب کلورین contents کے لئے ٹیسٹ کیا گیا تو chlorine contents have to be lower than .005ppm according to Pakistan water standards تو وہ 1.77 ppm تھا۔اب میں یہاں یہ elaborate کرتا چلوں کہ جو toilet cleaning کے standards ہیں ان میں جو ہوٹلوں میں ٹائلٹ کے لئے پانی استعمال ہوتا ہے تو اس میں 1ppm کلورین ہوتی ہے۔ Which can almost kill to all bacterias and even human beings تو اس پانی کو اتنا highly chlorinate کر دیا گیا کہ اس میں 1.77 ppm of chlorine موجود تھی۔اس کے بعد NIBGI نے یہاں کام کو نہیں روکا۔ میں نے ان سے request کی کہ آپ کے اپنے نلکے میں جو پانی آ رہا ہے آپ اس کو بھی چیک کریں تو انھوں نے اس کے چار samples test کئے۔ان چار samples کے مطابق اس میں جو total CFU microbial count تھا جو NIBGI نے اپنے premises سے واسا کے نلکے سے پانی کے samples لئے تو اس میں جو total microbial counts تھے which were 1000 اس کا مطلب کیا ہوا کہ غلام محمد آباد کا جو reservoir ہے، جہاں سے غلام محمد آباد میں پانی deliver ہو رہا ہے اس کو chlorinate کر دیا گیا اور highly chlorinate کر دیا گیا۔Which was again poisonous اور on the contrary جو باقی کا شہر تھا وہاں جو واسا کے نلکوں میں پانی آ رہا تھا اس کو chlorinate نہیں کیا گیا اور اسی وجہ سے اس میں وہ بیکٹیریا اور micro organisms موجود تھے۔انھوں نے یہ چار samples لئے اور ان کا تجزیہ کیا تو چاروں میں ہی 1000 کے قریب CFU پائے گئے۔اس

کے بعدNIBGIنے خود غلام محمد آباد سے چارsamples collectکئے جن کے انھوں نے پتے بھی دیئے ہیں۔ان چارsamplesکے مطابق23تاریخ کو جوsample collectہوااس میں جو chlorine contentsتھے۔Which were 1.77 mili gram per litre.اس کے بعد25تاریخ کو جوsample collectہوا اس میںppm 1.05 تھے۔ 29 تاریخ میں 98.ppmاور31تاریخ میںppm .88 تھے جبکہcontrol sampleمیںppm 005. ہونا چاہئے۔میں یہاں آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہinitiallyاگر آپ down the trendدیکھیں کہ 23تاریخ کو 1.77 ہے اور31تاریخ کو.88 ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابتدائی طور پر انھوں نے تمامvolves chlorineکے کھول دیئے اور پانی almost 2 part per millionپر چلا گیا جس کو005. part per million.ہونا چاہئے تھا اس سے دوبارہ فیصل آباد جیسے شہر میں ایک حادثہ جنم لے سکتا تھا۔آپ کو معلوم ہے کہ chlorine highly affect کرتی ہے جب وہbody کے اندرgastro intestinal trackہے اور یہاں جو بندے مرے they died of gastro-enteritisتو this chlorine could be one of the causes of gastro-enteritis or the micro orgnisms were initially present in the water دونوں صورتوں میں یہ بیماری جوprolongہوتی ہے after introduction of chlorine to waterتو ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی جوcause ہے وہ بھی واسا کیnegligenceہو کہ انھوں نے تمام voles without keeping in view any of international standardsکھول دیئے۔اس کے بعد واسا نے ایک قومی اخبار "ایکسپریس"کوایکletterلکھا اس میں انھوں نے لکھا کہ ہم نے19 تاریخ کو samples that delverکئے تھےand according to the reports of NIBGIوہ جو پانی ہے was drinkable water and it was completely free of any microbial growthجس کو29تاریخ کوNIBGIنے ایکletterکے ذریعے کہا کہ واسا جوclaimکر رہا ہے وہ خبر غلط ہے میں اس میں یہ بات کہوں گا کہ یہ پاکستانی عوام کے ساتھ malafideہے، یہ دھوکا دہی ہے اور ان لوگوں کی فیملی سے چشم پوشی کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ اس پانی کو پی کر وفات پا گئے ہیں۔ان لوگوں کے خاندانوں کو اور پاکستانی قوم کو اسintentionکے ذریعے دھوکا دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ آپ خود ایک پریس ریلیز دے رہے ہیں اور پانی کو بالکلclearکہہ رہے ہیں کہ اس میں کسی طرح کی کوئیmicrobial growthنہیں اور وہ پانی drinkableتھا

جبکہ NIBGIاس کوdenyکر رہا ہے جس کے ریفرنس سے وہ جا رہے ہیں۔

میں یہاں یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ تو پانی میںproblemsآئے تھے جن کی وجہ سے ہلاکتیں ہوئیں۔اس کے علاوہ فیصل آباد میں پانی کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ شہر کے اندر ملیں موجود ہیں۔وہ ملیںground water useکرتی ہیں۔جہاںlevelآج سے دس سال پہلے دس فٹ پر تھا وہ آج تیس یا چالیس فٹ پر چلا گیا ہے اور بعض علاقوں میں ایک سو فٹ پر چلا گیا ہے۔آپ مجھے بتائیے کہ آج سے دس سال بعد فیصل آباد کےground levelکا کیا حال ہو گا، کیا وہ ایک صحرا میں تبدیل نہیں ہو گا؟ سب سے پہلے ہمیںrestrictionsرکھنی چاہئیں کہ کوئی بھی مل کتناground water extractکر سکتی ہے۔وہاں پر ٹیکسٹائل ملیں ہیں، وہاں پر بلیچنگ ہوتی ہے جس میںdetergents useہوتے ہیں، جن میں سوڈیم ہائیڈرو آکسائیڈ جسے آپ کاسٹک کہتے ہیں وہuseہوتا ہے، جس میں کرموسولfinishingمیںuseہوتے ہیں۔یہ ہڈیوں کے کیلشیم کوdisolveکر دیتا ہے۔آپ کے علم میں ہو گا کہ قصور میں یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ وہاں جو مریض ہیں ان کی ہڈیاں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں تو اس پانی کو جب نکالا جاتا ہے تو اس کوcontaminateکر کے نالوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔رانا صاحب اور ڈاکٹر صاحب مجھے secondکریں گے کہ نشاط آباد کے علاقے میں پچھلے دو سال سے وہاں تقریباً چار چار فٹ پانی کھڑا رہا ہے اور وہ ملوں کا پانی تھا جو کہwith all sort of chemicals contaminated تھا۔میں آپ کے توسط سے یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمیں نہ صرف پانی کی ترسیل کو دیکھنا ہے بلکہ ہمیں سیوریج کے نظام کو بھی کنٹرول کرنا ہے کہ یہ جوcontaminatedپانی ہے اس کو ہم properly dispose ofکر سکیں اور یہ ہمارے پینے کے پانی میںmixنہ ہو سکے اس کے لئے ایک تو process of chlorinationہے۔دوسراsedimentationہے۔وہاں پر فیصل آباد کی حدود میںunfortunatelyتقریباً350ٹیکسٹائل processing unitsکام کر رہے ہیں اور وہاں پر ایک بھیWater Purification Unitنہیں ہے، Waste Water Treatment Unitنہیں ہے، جن لوگوں نے لگا رکھے ہیں وہ ان کو چلاتے نہیں ہیں کیونکہ اس کی costآتی ہے۔پوری دنیا میںwaste water managementکا ایک سسٹم ہے جس کے تحت ہوتا یہ ہے کہ آپ کےaffluentکا جہاں سےout flowہو رہا ہے وہاں پر باقاعدہ میٹر لگائے جاتے ہیںBODs, CODs and chemical contentsکو countکیا جاتا

ہے کہ آپ کے سیوریج میں، آپ کے waste water میں مل یا ادارہ کتنا پھینک رہا ہے مگر unfortunately ہمارے وزیر ماحولیات نے یا ہماری منسٹری نے ابھی تک اس پر کوئی کام نہیں کیا اور کسی بھی جگہ پر کوئی بھی میٹر affluent پر installed نہیں ہے۔ یہ ایک exercise ہے جس میں تین چار منسٹریوں کو مل کر اسے کنٹرول کرنا پڑے گا اور کرنا چاہئے، نہیں تو اس سے کوئی بڑا حادثہ مستقبل قریب میں خدانخواستہ نہ ہو جائے۔ بہت بہت شکریہ

محترمہ چیئرپرسن: آج کے اجلاس کا وقت ختم ہوا۔ اب اجلاس مورخہ 12۔جون 2006 بروز سوموار، سہ پہر تین بجے منعقد ہو گا۔

231

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،12۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سوالات

(محکمہ زکوٰۃ وعشر)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جوزیر غورلایا گیا)

مسودہ قانون(ترمیم)کوآپریٹو سوسائٹیز مصدرہ2005

آئینی قرارداد

عام بحث

فیصل آباد میں پینے کے پانی سے حالیہ پیٹ کی متعدی بیماریوں پر بحث

233

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

سوموار،12۔جون2006

(یوم الاثنین،15۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 36 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾
يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً
مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

سُوْرَۃُ الفَجر آیات25تا30

تو اس دن نہ کوئی خدا کے عذاب کی طرح کا (کسی کو) عذاب دے گا (25) اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا (26) اے اطمینان پانے والی روح! (27) اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی (28) تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا (29) اور میری بہشت میں داخل ہو جا (30)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج محکمہ زکوٰۃ و عشر سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اوران کے جوابات دیئے جائیں گے۔

تعزیت

رکن اسمبلی محترمہ ریحانہ جمیل کی مرحومہ والدہ صاحبہ
اورابو مصعب زرقاوی شہید کے لئے دعائے مغفرت

حاجی محمد اعجاز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ہماری معزز ممبر محترمہ ریحانہ جمیل صاحبہ کی والدہ کا پچھلے دنوں انتقال ہو گیا تھا میری درخواست ہے کہ ان کے لئے فاتحہ خوانی کر لی جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اس میں ایک دعا اور شامل کر لی جائے۔تین دن پہلے ابو مصعب زرقاوی کو امریکہ کے داشتوں نے شہید کیا ہے۔ہم کہتے ہیں کہ وہ مجاہد نہیں لیکن ایک مسلمان ہے لہذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ دعا میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: اس معزز ایوان میں جتنے بھی دوست بیٹھے ہیں ان کے جو عزیز واقارب فوت ہوئے ہیں سب مسلمان بھائیوں کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جناب بگو صاحب نے زرقاوی صاحب کے لئے فاتحہ کا کہا تھا۔۔۔

جناب سپیکر: فاتحہ ہو گئی ہے۔جی، تشریف رکھیں۔پلیز! تشریف رکھیں۔

سوالات

(محکمہ زکوٰۃ وعشر)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

جناب سپیکر: وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے پہلا سوال ملک اصغر علی قیصر کا ہے۔جی، ملک صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: سوال نمبر5237اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی،اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد، 2002تا2004، تعلیمی وظائف کے لئے فنڈز اور ادائیگی کی تفصیلات

*5237ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر زکوٰۃ وعشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال03-2002اور04-2003 میں تعلیمی وظائف کی مد میں ضلع فیصل آباد کو کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) تعلیمی وظائف کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں؟

(ج) کتنے افراد کی امداد کی گئی؟

(د) کتنے افراد کی درخواستیں مسترد ہوئیں؟

(ہ) ان کی منظوری دینے والی اتھارٹی کا نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(و) اس مد سے مالی امداد کے لئے کن کنdocumentsاور ان کی تصدیق درخواست دہندہ کو کروانا ضروری ہے؟

وزیر زکوٰۃ وعشر:

(الف) ضلع زکوٰۃ کمیٹی فیصل آباد کو مالی سال03-2002 میں-/2,01,41,675روپے جبکہ سال04-2003 میں-/2,71,46,012روپے تعلیمی وظائف کی مد میں موصول ہوئے۔

(ب) تعلیمی وظائف کے لئے17256درخواستیں موصول ہوئیں۔

(ج) 17256درخواست گزار طلباء کو ہی امداد فراہم کر دی گئی۔

(د) کوئی درخواست مسترد نہیں ہوئی۔

(ہ) تعلیمی وظائف کے لئے درخواست پر سب سے پہلے مقامی زکوٰۃ کمیٹی استحقاق کا تعین کرتی ہے۔اس کے بعد تعلیمی ادارہ کے سربراہ سینئر استاد اور ممبر ضلع زکوٰۃ کمیٹی پر مشتمل تعلیمی وظائف کمیٹی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ ضلعی زکوٰۃ کمیٹی 7۔ایسے ممبران پر مشتمل ہوتی ہے جو ضلع میں مسلمہ معاشرتی و معاشی حیثیت رکھتے ہیں۔ کمیٹی میں ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)اور ضلع زکوٰۃ آفیسر بحیثیت عہدہ ممبر ہوتے ہیں۔ یہ کمیٹی اسی طرح صوبائی زکوٰۃ کونسل سے ادارہ وار مستحق طلباء کی سالانہ گرانٹ کی منظوری کی سفارش کرتی ہے۔ صوبائی زکوٰۃ کونسل کا چیئرمین جو ہائی کورٹ کا جج ہوتا ہے ممبران صوبہ بھر میں احسن معاشرتی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں ان میں چند علماء کرام بھی شامل ہوتے ہیں۔ سیکرٹری زکوٰۃ، سیکرٹری سوشل ویلفیئر، سیکرٹری لوکل گورنمنٹ اور سیکرٹری خزانہ اس کونسل کے سرکاری ممبران ہوتے ہیں۔ یہ کونسل بمطابق منظور شدہ درخواستیں اور شرح وظیفہ تمام تعلیمی اداروں کی سالانہ گرانٹ کی منظوری دیتی ہے۔

(و) وزارت مذہبی امور زکوٰۃ و عشر کے وضع کردہ فارم پر درخواست دی جاتی ہے،اس فارم کو مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی کی منظوری کے بعد چیئرمین دستخط کرتا ہے اور کمیٹی کے اجلاس کی کارروائی کی نقل بھی فراہم کرتا ہے، فارم پر تعلیمی وظائف کمیٹی کے ممبران کی تصدیق کروانا بھی ضروری ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر!انھوں نے جواب میں لکھا ہے کہ جتنی درخواستیں موصول ہوئیں سب کو تعلیمی وظائف دے دیئے گئے حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔اسی طرح زکوٰۃ میں جو شادی کا فنڈ آتا ہے اس میں بھی لوگ مارے مارے پھرتے ہیں اس کا طریق کار اتنا complicated کر دیا گیا ہے کہ عام بندے کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

ملک اصغر علی قیصر: میرا سوال یہ ہے کہ جناب وزیر موصوف حلفاً کہہ دیں کہ جتنی درخواستیں موصول ہوئی تھیں ان سب کو وظائف دے دیئے گئے ہیں تو میں مطمئن ہو جاؤں گا۔

جناب سپیکر:منسٹر صاحبon the floor of the House بات کر رہے ہیں۔

ملک اصغر علی قیصر:جناب سپیکر!یہ جواب غلط ہے۔اس پر میریreservations ہیں۔

جناب سپیکر:اگر جواب غلط ہے تو پھر اس کا کوئی ثبوت لے کر آئیں۔جی،وزیر زکوٰۃ وعشر!

وزیر زکوٰۃ وعشر:جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے فاضل ممبر کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بہت سی ایسی مدات ہیں جہاں ہم لوگوں کو پورے پیسے نہیں دے سکتے۔اگر درخواستیں زیادہ ہوں اور پیسے کم ہوں تو ہم درخواست پر صاف طور پر لکھ دیتے ہیں کہ ہم ان کو پیسے نہیں دے سکتے۔آگے آپ دیکھیں گے کہ ہم سارے لوگوں کو تقسیم نہیں کر سکے کیونکہ رقم تھوڑی ہے اور مستحقین زیادہ ہیں۔اس لئے ایسی کوئی بات نہیں کہ ہم نے غلط اعداد و شمار پیش کئے ہیں۔آگے ہم نے کافی سوالوں میں لکھا ہے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں تھے اس لئے ہم سب مستحقین کو پیسے نہیں دے سکے۔

ملک اصغر علی قیصر:جناب سپیکر!جو جواب دیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ہم نے بارہا اسfloor پر نشاندہی کی ہے کہ یہ جن گورنمنٹ ملازمین سے جواب لیتے ہیں وہ سوال کے مطابق جواب نہیں دیتے۔

جناب سپیکر:ملک صاحب!ان کا جواب یہ ہے کہ جتنی درخواستیں آئی تھیں انھوں نے سب کو entertain کیا ہے۔اگر آپ کے علم میں کوئی ایسی درخواست ہے کہ ادھر جمع ہوئی تھی لیکن اسے entertain نہیں کیا گیا تو آپ اسے پیش کریں۔

ملک اصغر علی قیصر:جناب سپیکر!منسٹر صاحب نے میری بات کی تائید کی ہے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہوتے اس لئے ہم پیسوں کے مطابق لوگوں کوentertain کرتے ہیں۔

جناب سپیکر:انھوں نے کہا ہے کہ جہاں ہم تمام درخواستیںentertain نہیں کر سکتے وہاں ہم لکھ دیتے ہیں کہ اتنی درخواستیں آئی تھیں۔اتنیentertain کر دی ہیں اور یہ ہم نہیں کر سکے۔اس سوال میں آپ نے جو درخواستوں کا ذکر کیا ان کا جواب یہ ہے کہ ہم نے تمام درخواستیں entertain کی ہیں۔انھوں نے اس سوال کے حوالے سے جواب دیا ہے۔

ملک اصغر علی قیصر:جناب سپیکر!ایسا نہیں ہے کیونکہ مجھے ذاتی تجربہ ہے وہاں پر جو ممبر بٹھائے گئے ہیں میں نے ان کے پاس ایک لڑکے کو دس دفعہ بھیجا ہے اور وہ بہت زیادہdeserve کرتا تھا لیکن کسی ممبر نے بھی اس کی درخواست پر دستخط نہیں کئے۔انھوں نے کہا کہ ہم نے جتنے پیسے دینے

تھے وہ پہلے ہی دستخط کر چکے ہیں اب ہم آپ کی درخواست entertain ہی نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! یہ ایک واحد مد ہے جہاں پر ہمیں پیسے surrender کرنے پڑتے ہیں کیونکہ ہر سال اس مد میں درخواستیں پوری نہیں ہوتیں اور ہمیں پیسے واپس فیڈرل زکوٰۃ کونسل کو بھیجنے پڑتے ہیں۔ باقی تمام مدات میں پیسے خرچ ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: اس مد میں سو فیصد درخواستیں entertain ہوئی ہیں۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انھوں نے جواب کے جز(ہ) میں یہ بتایا ہے کہ ایک اتھارٹی ہے جو یہ منظوری دیتی ہے اور اس کے سات ممبر ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کمیٹی میں شامل سات افراد کے عہدے کیا ہیں؟ کیا ان میں کوئی پنجاب اسمبلی کا ممبر بھی شامل ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! زکوٰۃ کمیٹی کے سات بندے ہیں۔ اس میں تین ممبر ادارے کے ہوتے ہیں۔ اگر وہاں کوئی سکول ہے تو اس کا سینئر ہیڈ ماسٹر اس کا ممبر ہو گا۔ اس کا سینئر سٹاف آفیسر ہو گا اور ایک زکوٰۃ کا نمائندہ ہو گا۔ سات بندے کمیٹی کے ہیں جن میں ایک چیئرمین اور دو خواتین ممبر ہیں۔

جناب سپیکر: وہاں عام پبلک کے ممبر ہوتے ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جی، یہ لوکل زکوٰۃ کمیٹی کے ممبر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: ان کا status کیا ہے؟

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! جو سرکاری لوگ ہیں وہ کون سے گریڈ کے ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: ان میں سینئر ہیڈ ماسٹر، ماسٹر اور زکوٰۃ کا ایک بندہ ہوتا ہے۔ باقی سات بندوں پر لوکل زکوٰۃ کمیٹی مشتمل ہے۔ اس میں چیئرمین میٹرک پاس ہوتا ہے باقی اس کے ممبران ہوتے ہیں جو کہ الیکشن کے ذریعے منتخب کئے جاتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میں نے آپ کی وساطت سے وٹو صاحب سے یہ درخواست کی تھی کہ اس میں جو سرکاری ملازم شامل ہیں ان کا status کیا ہے اور جو سول کے لوگ شامل ہیں ان کا status کیا ہے؟ میں نے دوسرا سوال پوچھا تھا کہ کیا اس کمیٹی میں کوئی پنجاب اسمبلی کا ممبر شامل

ہے اگر شامل نہیں تو آئندہ کسی ممبر پنجاب اسمبلی کو اس میں شامل کرنے کے لئے تیار ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! سرکاری بندوں میں متعلقہ سکول کا سینئر ہیڈ ماسٹر اور اس کا سینئر سٹاف آفیسر اور زکوٰۃ کا کوئی آفیسر۔ کمیٹی میں چیئرمین سمیت سات بندے ہوتے ہیں اور یہ محلے کی کمیٹی ہوتی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جی، اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انھوں نے فرمایا ہے کہ 17256 لوگوں کو وظائف دیئے گئے۔ یہ category-wise بتادیں کہ ان طلباء کو کن categories میں تقسیم کیا گیا، میرا دوسرا سوال ہے کہ یہ وظائف دینے میں کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! سال میں دو دفعہ رقم آتی ہے ہم اسے چھ ماہ بعد تقسیم کرتے ہیں بعض اوقات سال بعد بھی دیتے ہیں۔ تقسیم کا طریق کار یہ ہے کہ فیڈرل زکوٰۃ کونسل نے ہر کلاس کے لئے -/75 روپے سے لے کر -/800 روپے تک پیسے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ہم نے تو سارے بچوں کو وظائف دیئے ہیں اس لئے اس میں تو کوئی ایسا سوال ہے ہی نہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: سوال نمبر 5238 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد، 2002 تا 2004، میرج گرانٹ اور ادائیگی کی تفصیلات

*5238 **ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 03-2002 اور 04-2003 میں میرج گرانٹ کی مد میں ضلع فیصل آباد کو کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) میرج گرانٹ کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں؟
(ج) کتنے افراد کی امداد کی گئی؟
(د) کتنے افراد کی درخواستیں مسترد ہوئیں؟
(ہ) ان کی منظوری دینے والی اتھارٹی کا نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟
(و) اس مد سے مالی امداد کے لئے کن کن documents کی تصدیق درخواست دہندہ کو کروانا ضروری ہے؟

وزیر زکوٰۃ وعشر:

(الف) ضلع زکوٰۃ کمیٹی فیصل آباد کو مالی سال 03-2002 میں -/59,67,804 روپے جبکہ سال 04-2003 میں -/60,32,332 روپے میرج گرانٹ کی مد میں موصول ہوئے۔
(ب) میرج گرانٹ کے لئے 1199 درخواستیں موصول ہوئیں۔
(ج) 1199 درخواست گزاروں کی مدد کی گئی۔
(د) کوئی درخواست مسترد نہیں ہوئی۔
(ہ) درخواست گزار کے استحقاق کا اختیار مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے پاس ہے جبکہ ضلع زکوٰۃ کمیٹی فنڈز منظور کر کے مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے ذریعے مستحق درخواست گزار کو ادا کرتی ہے۔
(و) شادی گرانٹ کے لئے مرکزی زکوٰۃ کونسل کے منظور کردہ فارم پر درخواست دی جاتی ہے جس پر چیئرمین مقامی زکوٰۃ وعشر کمیٹی دستخط اور مہر لگا کر تصدیق کرتا ہے۔ فارم کے ساتھ مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے اجلاس کی کارروائی کی نقل اور درخواست گزار کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لف کی جانی ضروری ہے۔

وزارت مذہبی امور زکوٰۃ وعشر کے وضع کردہ فارم پر درخواست دی جاتی ہے، اس فارم کو مقامی زکوٰۃ وعشر کمیٹی کی منظوری کے بعد چیئرمین دستخط کرتا ہے اور کمیٹی کے اجلاس کی کارروائی کی نقل بھی فراہم کرتا ہے، فارم پر تعلیمی وظائف کمیٹی کے ممبران کی تصدیق کروانا بھی ضروری ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں اسی sequence میں بات کرنا چاہوں گا کہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے بھی میں نے نشاندہی کی تھی کہ زکوٰۃ کمیٹی میرج گرانٹ کی مد میں جو پیسے دیتی ہے

اس کے لئے نکاح نامہ ہونا ضروری ہے۔ یعنی شادی گزر جائے پھر نکاح نامہ ساتھ لگے اور باقی formalitiesپوری ہوں تو اس کے بعد کہیں پانچ ہزار روپیہ ملتا ہے۔ پھر جو پانچ ہزار روپیہ ملتا ہے، وہ مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے پاس جاتا ہے اور وہاں پر وہ پریس والوں کو بلاتے ہیں، لوگوں کو اکٹھے کرتے ہیں کہ ہم یہ زکوٰۃ تقسیم کر رہے ہیں۔ یہ کسی بھی اور مجبور و بے کس آدمی کی تضحیک ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا سوال کیا ہوا؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا! میرا اس سلسلے میں سوال یہ ہے کہ اس وقت جو طریق کار ہے اس کو تبدیل کیا جائے۔

جناب سپیکر: یعنی پانچ ہزار روپے پہلے ملنے چاہئیں۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا! وزیر موصوف نے حامی بھری تھی کہ ہم اس کو reviewکریں گے۔ اگر شادی سے پہلے کسی کی امداد کی جائے تو بہتر ہے۔ آپ اس کی تصدیق کے لئے اس سے شادی کارڈ لے لیں یا محلے سے کوئی اور گواہیاں لے لیں۔ میرا یہ مطلب ہے کہ جو چار پیسے ملتے ہیں شادی سے پہلے ملنے چاہئیں تاکہ ان کو پیسے بروقت مل جائیں۔ انہوں نے جو وعدہ فرمایا تھا یہ اتنا بتا دیں کہ اس کے متعلق کوئی کوشش ہوئی ہے یا کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: ہماری حکومت کے آنے سے پہلے یہ تھا کہ گرانٹ کے پیسے بچی کو ملتے تھے اس کے والدین کو نہیں ملتے تھے۔ ہم نے دونوں چیزیں پوائنٹ آؤٹ کیں اور زکوٰۃ کونسل کو یہ سفارش کی کہ بچی کی بجائے اس کے وارث کو پیسے ملنے چاہئیں۔ اس میں اس کا باپ بھی آ سکتا ہے، اس کی ماں بھی آ سکتی ہے۔ ہماری یہ requestتو انہوں نے مان لی لیکن نکاح کی شرط فیڈرل زکوٰۃ کونسل کو نہیں بھیجی۔ ہم دوبارہ پھر بھیج دیتے ہیں، ہمارا کام تو لکھنا ہے، ہم دوبارہ لکھ دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ نے کس کو لکھنا ہوتا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: فیڈرل زکوٰۃ کونسل کو لکھنا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب ٹھیک ہے؟ یہ سفارش کر دیتے ہیں آگے پھر فیڈرل گورنمنٹ کا مسئلہ ہے انہوں نے کرنا ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا! اس بات کی بھی سفارش کر دیں شادی کے لئے جو گرانٹ ملتی ہے وہ بہت کم ہے اس کو بڑھانے کے لئے بھی خصوصی طور پر مہربانی فرمائیں تاکہ جس کی شادی ہو رہی ہے اس کو جہیز میں کوئی فائدہ حاصل ہو سکے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! میں آپ کے توسط سے عرض کروں گا کہ دن بدن زکوٰۃ کی کٹوتی میں کمی واقع ہو رہی ہے لیکن اس کے باوجود معزز رکن کے فرمان کے مطابق ہم اس بات کی سفارش کر دیں گے۔

جناب سپیکر: آپ نے تو سفارش ہی کرنی ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: ٹھیک ہے۔ ہم اس کو بڑھانے کے لئے بھی لکھ دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ وٹو صاحب!

سید حسن مرتضٰی: جناب والا! جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ 1199 لوگوں کو ہم نے گرانٹ دے دی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس مد میں کل کتنی رقم رکھی گئی تھی اور میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ دوسری شادی کرنے پر بھی یہ پانچ ہزار روپے کی رقم مل سکتی ہے؟

جناب سپیکر: وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! ہم کل بجٹ کا 4 فیصد میرج گرانٹ کے لئے رکھتے ہیں یعنی ضلع میں جو بجٹ ہوتا ہے اس کا چار فیصد اس مد میں رکھتے ہیں۔

سید حسن مرتضٰی: جناب والا! بجٹ کا چوتھا حصہ مجھے تو نہیں پتا کہ کتنا بنتا ہے۔ یہ کل بجٹ کتنا ہے پہلے یہ تو بتائیں؟

جناب سپیکر: وہ مختلف اضلاع کا مختلف ہو گا یا پورے صوبے کا آپ پوچھ رہے ہیں؟

سید حسن مرتضٰی: جناب والا! میں فیصل آباد ضلع کا پوچھ رہا ہوں۔ اس کا پورا بجٹ کتنا تھا؟ اس کا ایک چوتھائی پھر میں خود نکال لوں گا۔

جناب سپیکر: آپ کا جھنگ سے تعلق ہے۔ آپ جھنگ کا پوچھیں۔ آپ فیصل آباد کا پوچھ رہے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میں آپ کے لئے پوچھ رہا ہوں کیونکہ آپ پوچھ نہیں سکتے۔

جناب سپیکر: وزیر زکوٰۃ و عشر۔ فیصل آباد کو اس سال کتنا پیسا دیا گیا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! یہ تو جواب میں بھی لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: جواب میں لکھا ہوا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جی، ہاں۔

جناب سپیکر: سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! اس کی پہلے منظوری مقامی زکوٰۃ کمیٹی دیتی ہے۔ جب تک اس کی منظوری مقامی زکوٰۃ کمیٹی نہ دے اس کی درخواست اوپر نہیں جاتی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مقامی زکوٰۃ کمیٹی کو کتنی درخواستیں recommend کرنے کا اختیار ہے؟

جناب سپیکر: وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! میں سمجھ نہیں سکا، دوبارہ ارشاد فرمادیں۔

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ مقامی زکوٰۃ کمیٹی شادی کے لئے کیس کی سفارش کرتی ہے۔ مقامی کمیٹی کو کتنے cases recommend کرنے کا اختیار ہے۔ اس کا اختیار محدود ہے یا لامحدود ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! بجٹ کا چار فیصد حصہ کے مطابق انہوں نے کرنا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: چار فیصد بجٹ تو ٹوٹل ضلع کو مل گیا۔ آگے وہ رقم کمیٹیوں کو کیسے تقسیم ہوتی ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! اس سلسلے میں وہ جتنی مرضی درخواستیں recommend کر سکتے ہیں۔ آگے فیصلہ کرنا ڈسٹرکٹ زکوٰۃ کمیٹی کا کام ہے۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ ایک مقامی زکوٰۃ کمیٹی کتنے لوگوں کی سفارش کر سکتی ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! مقامی کمیٹی سب کی سفارش کر سکتی ہے ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ لامحدود deserving cases کو وہ recommend کر سکتی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میرے اگلے سوال کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: جب وہ سوال آئے گا پھر دیکھ لیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! چونکہ رکاوٹ اسی کام میں ہوتی ہے۔ ضلعی زکوٰۃ کمیٹی نے کچھ اپنے مخصوص مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمین رکھے ہوتے ہیں اور وہ ان کی درخواستیں recommend کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے سب کو فائدہ نہیں پہنچتا۔

جناب سپیکر: وہ جب اگلا سوال آئے گا تو اس وقت دیکھ لیں گے۔ محترمہ! آپ فرمائیں۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب والا! ابھی وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ میرج گرانٹ کے لئے جتنی بھی درخواستیں آئیں مقامی کمیٹی ان سب کو recommend کر سکتی ہے۔ میرا یہ سوال ہے کہ ان کے پاس جو فنڈز ہوتے ہیں وہ بہت کم ہوتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ تین چار بچیوں کو یہ گرانٹ دے سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں دے سکتے، کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ کسی بھی زکوٰۃ کمیٹی نے اگر بیس درخواستوں کی سفارش کی ہو تو انہوں نے بیس لوگوں کو یہ گرانٹ دی ہو؟

جناب سپیکر: وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! کوئی پابندی نہیں ہے یعنی قانون میں کوئی قدغن نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال۔ جناب انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں!

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب والا! On his behalf سوال نمبر 5626 (معزز رکن نے انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 5626 دریافت کیا)

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے؟

ضلع رحیم یار خان، 2002تا2004، صحت کے ادارہ جات کی مالی امداد سے متعلقہ تفصیلات

*5626 انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 03-2002 اور 04-2003 میں صحت کے ادارہ جات کی مالی امداد کی مد میں ضلع رحیم یار خان کو کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) مذکورہ امداد کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں؟
(ج) کتنے ادارہ جات کی اس مد میں امداد کی گئی؟
(د) کتنے ادارہ جات کی درخواستیں مسترد ہوئیں؟
(ہ) ان کی منظوری دینے والی اتھارٹی کا نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟
(و) اس مد سے مالی امداد کے لئے کن کن documents اور ان کی تصدیق درخواست دہندہ کو کروانا ضروری ہے؟

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): نہیں جناب! اس کا جز (ب) جو ہے اس کا جواب پڑھا جائے۔ سوال تھا کہ "مذکورہ امداد کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں۔" وزیر موصوف اس کا جواب پڑھ دیں۔

جناب سپیکر: جواب لکھا ہوا ہے۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب والا! وزیر موصوف اس کو پڑھ دیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) ضلع رحیم یار خان کو صحت کے ادارہ جات کی مد میں مالی سال 03-2002 کے دوران 52,01,710/- روپے جبکہ مالی سال 04-2003 کے دوران 52,57,954/- روپے فراہم کئے گئے۔
(ب) ہر ضلع اپنے موصولہ بجٹ کا چھ فیصد صحت عامہ کے لئے ضلعی ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں اور بنیادی دیہی مراکز میں تقسیم کرتا ہے۔ ہسپتال امداد کے لئے اپنی demand سے ضلع زکوٰۃ کمیٹی کو آگاہ کرتے ہیں۔ لہذا دونوں مالی سال کے دوران ضلع رحیم یار خان کے تین تحصیل ہیڈ کوارٹرز اور ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال کی طرف سے demand موصول ہوئی۔
(ج) مذکورہ بالا چاروں ادارہ جات کی دونوں مالی سالوں میں امداد کی گئی۔
(د) کوئی درخواست مسترد نہیں ہوئی۔
(ہ) ضلع زکوٰۃ کمیٹی کسی بھی صحت کے ادارہ کے لئے فنڈز کی منظوری دیتی ہے۔ مذکورہ مدت کے دوران صحت کے ادارہ جات کے لئے فنڈز کی منظوری دینے والی اتھارٹی کی مطلوبہ تفصیل درج ذیل ہے:۔

جناب سپیکر!اس سوال میں ابہام ہے۔ یہ سوال انہوں نے پہلے کیا ہے کہ صحت کے ادارہ جات کی مالی امداد کی مد میں ضلع رحیم یار خان کو کتنی رقم فراہم کی گئی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کے سوال میں ابہام ہے انہوں نے اس مد میں پوچھا ہی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میرا جواب یہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک ضلع میں پانچ ادارے ہیں۔

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ مذکورہ امداد کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ اس کا جو جز(الف) ہے اس سے ہی یہ متعلقہ سوال ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: نہیں ۔جناب والا! پہلے یہ لکھا ہے کہ مالی سال 04-2003 میں صحت کے ادارہ جات کی مالی امداد کی مد میں ضلع رحیم یار خان کو کتنی رقم فراہم کی گئی ہے۔انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ انہیں اتنی رقم موصول ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: درست ہے۔ یہ جز(ب) بھی اسی سے link کرتا ہے۔ مذکورہ امداد کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں؟ پہلے وہ ٹوٹل رقم پوچھ رہے ہیں کہ ضلع رحیم یار خان میں کتنی رقم دی گئی ہے؟اب یہ درخواستیں پوچھ رہے ہیں کہ کتنی درخواستیں اس سلسلے میں موصول ہوئی ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا!اس میں تھوڑا سا ابہام پیدا ہوا میری اس سلسلے میں اپنے محکمے سے بھی کافی بحث و تمحیص ہوئی۔ محکمہ یہ کہہ رہا تھا کہ معزز رکن نے یہ جواب مانگا ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: محکمے نے تو جواب دے دیا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا!آگے آپ دیکھیں جز(ج) ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا!سوال یہ ہے کہ مذکورہ امداد کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں؟اس کا جواب یہ نہیں ہے کہ موصولہ کا کچھ فیصد ہوتا ہے یا 9 فیصد ہے۔ یہ بڑا clear سوال ہے کہ کتنی درخواستیں موصول ہوئی ہیں؟اس کا یہ جواب دے دیں اس میں تو کوئی لمبی چوڑی بات ہے ہی نہیں۔

جناب سپیکر: وزیر زکوٰۃ و عشر یہ بتادیں کہ کتنی درخواستیں موصول ہوئی ہیں؟

وزیر زکوٰۃ وعشر:جناب والا!یہ میرا اپنا idea ہے کہ:

آوازیں:نہیں۔idea نہیں۔

وزیر زکوٰۃ وعشر:جناب والا!آگے آپ جز(ج)پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ سوال صحیح طرح سے کر نہیں پائے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا!میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!آپ تشریف رکھیں۔میں نے وزیر موصوف کو floor دیا ہے۔آپ ان کی بات سن لیں۔

وزیر زکوٰۃ وعشر:جناب والا!میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو پوچھنا چاہتے تھے پوچھ نہیں سکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کتنے ادارہ جات کو اس مد میں امداد دی گئی۔محکمے نے تفصیل سے بتایا ہے کہ چار ہسپتالوں کو رقم دی گئی لیکن پھر میں نے جب اس کے اعداد وشمار لئے تو پانچ ہزار لوگ ایسے تھے جو اس مد میں مستفید ہوئے لیکن سوال کے ساتھ میں ابھی بھی agree نہیں کرتا جس طرح سے یہ پوچھا گیا ہے۔

جناب سپیکر: ابھی مسئلہ حل نہیں ہوا۔وٹو صاحب!آپ صرف یہ بتا دیں کہ ٹوٹل کتنی درخواستیں موصول ہوئیں،آپ کو اس کا کوئی اندازہ ہے؟

وزیر زکوٰۃ وعشر:جناب والا!میں یہ عرض کروں گا کہ جب میرے پاس یہ سوال آیا اور محکمے کے ساتھ اس پر discussion ہوئی۔ابھی بھی متعلقہ افسران لابی میں بیٹھے ہوئے ہیں،میں نے ان سے کہا کہ ممبر کی یہ خواہش نہیں کہ ہسپتال کو کتنے پیسے ملے ہیں وہ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر:آپ یہ بتادیں کہ درخواستیں کتنی آئی ہیں؟ان کا تو بڑا سادہ سا سوال ہے۔

وزیر زکوٰۃ وعشر:جناب والا!تقریباً پانچ ہزار بندوں نے درخواستیں دیں۔ابھی میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔پانچ ہزار بندوں کو رحیم یار خان میں رقم دی گئی ہے۔

جناب سپیکر:چلیں،آپ ایسا کریں کہ ایک ہفتے کے اندر اندر درخواستوں کی جو exact تعداد ہے وہ جاوید اکبر ڈھلوں صاحب کو بتادیں۔

وزیر زکوٰۃ وعشر: ویسے ان کو سوال بھی دوبارہ کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ یہ medical base پر کتنی رقم بطور امداد زکوٰۃ فنڈ میں سے دیتے ہیں؟

وزیر زکوٰۃ وعشر: جناب سپیکر! 50 ہزار روپے تک زکوٰۃ فنڈ میں سے علاج کرایا جا سکتا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جز(ج) میں جواب فرمایا ہے کہ مذکورہ بالا چاروں ادارہ جات کو دونوں مالی سالوں میں امداد کی گئی اس سلسلے میں یہ صرف فرمادیں کہ ان کی demand کتنی تھی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ وعشر!

وزیر زکوٰۃ وعشر: جناب سپیکر! زکوٰۃ کی تقسیم آبادی کے حساب سے تھی۔ زکوٰۃ فنڈ میں سے 10 فیصد رقم میڈیکل الاؤنسز کے لئے رکھی جاتی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں نے پوچھا ہے کہ ان کی ڈیمانڈ کیا تھی؟ بس چھوٹی سی بات ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ وعشر!

وزیر زکوٰۃ وعشر: جناب سپیکر! زکوٰۃ فیڈرل زکوٰۃ کونسل سے آبادی کے حساب سے صوبوں کو آتی ہے۔

جناب سپیکر: وہ تو آبادی کے حساب سے 10 فیصد مل گیا لیکن ڈیمانڈ کتنی تھی۔ 10 فیصد ہی تھی، کم تھی یا زیادہ تھی؟

وزیر زکوٰۃ وعشر: جناب سپیکر! وہ ڈیمانڈ نہیں کرتے۔ چونکہ automatically ان کے پاس آ جاتی ہے اس لئے ان کی کوئی ڈیمانڈ نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جاوید اکبر ڈھلوں صاحب!

انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: جناب سپیکر! وزیر صاحب فرمائیں گے کہ ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کتنی مدت کے لئے بنائی جاتی ہے اور موجودہ ضلعی کمیٹی سے استعفیٰ لینے کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ وعشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! کمیٹی کی میعاد تین سال ہوتی ہے۔ یہ جو سوال کر رہے ہیں اس کے بارے میں fresh question پوچھیں میں اس کا جواب دے دوں گا۔

انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: جناب سپیکر! رحیم یار خان کی نئی ضلعی زکوٰۃ کمیٹی جو بنی تھی اس کو ایک یا ڈیڑھ سال کے بعد ہٹا دیا گیا ہے۔ اس پر کرپشن کے الزامات تھے یا کوئی اور وجہ تھی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! اس کے لئے fresh question دیں میں اس کا جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔ Next question سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! سوال نمبر 5891 ہے۔

سال 03-2002 اور 04-2003 زکوٰۃ کی رقوم میں خُورد بُرد کے کیسز سے متعلقہ تفصیلات

*5891 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 03-2002 اور 04-2003 میں زکوٰۃ کی ہر سال کل کتنی رقم کے خُورد بُرد ہونے کے کیسز محکمہ کو رپورٹ کئے گئے، ان میں سے کتنی رقوم وصول کی گئیں، ہر سال کی الگ الگ تفصیل سے مطلع فرمائیں؟

(ب) رقم خُورد بُرد کرنے کے الزام میں کتنے مقدمات درج کئے گئے، کتنے افراد گرفتار ہوئے، کیا خُورد بُرد کرنے والے افراد میں سرکاری ملازمین بھی شامل ہیں؟

(ج) زکوٰۃ کی رقوم کی خورد برد کے کتنے کیسز گزشتہ ایک سال میں زکوٰۃ آڈٹ ڈائریکٹوریٹ نے پکڑے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) مالی سال 03-2002 اور 04-2003 میں 150 کے قریب خُورد بُرد کے کیس رپورٹ کئے گئے۔ جن میں مالی سال 03-2002 میں -/23,75,142 روپے جبکہ 04-2003 میں -/47,49,440 روپے خورد برد ہوئے، جن میں سے اول الذکر

مالی سال میں-/4,64,650روپے اور مؤخر الذکر مالی سال میں-/14,88,270 روپے وصول کئے گئے اور بقیہ رقم کی ریکوری کے لئے محکمہ کوشاں ہے۔

(ب) رقم خُورد بُرد کرنے کے الزام میں 88 مقدمات درج ہوئے 2 افراد گرفتار ہوئے تاہم ان میں کوئی بھی سرکاری ملازم شامل نہ تھا۔

(ج) زکوٰۃ آڈٹ ڈائریکٹوریٹ نے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں صرف ایک کیس کی نشاندہی کی جس میں-/46,264روپے خُورد بُرد ہوئے تھے۔ یہ رقم وصول کر کے ضلع زکوٰۃ فنڈ میں جمع کروادی گئی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے جز(الف) میں یہ سوال کیا تھا کہ ہر سال زکوٰۃ کی کتنی رقم خُورد بُرد ہوئی ہے اور اس کے کتنے cases محکمے کو رپورٹ کئے گئے ہیں؟ اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ پہلے سال 03-2002 میں -/23,75,142 روپے خُورد بُرد ہوئے اور 04-2003 میں-/47,49,440روپے خورد برد ہوئے یعنی ہر سال زکوٰۃ کی خُورد بُرد میں کمی ہونے کی بجائے محکمے کی کارکردگی کی وجہ سے اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے اور اس خُورد بُرد کو روکنے کے لئے محکمے نے کیا اقدامات کئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ وعشر!

وزیر زکوٰۃ وعشر: جناب سپیکر! اس کے لئے ہم نے سخت اقدامات کئے ہیں، رقم recover کی گئی ہے اور ان کے خلاف پرچے درج کروائے گئے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! آپ اس سے محکمے کی کارکردگی کا اندازہ لگائیں کہ انہوں نے خود جواب میں لکھا ہے کہ اول الذکر مالی سال میں 23 لاکھ میں سے 4 لاکھ روپیہ recover ہوا ہے۔ اگلے سال 47 لاکھ میں سے 14 لاکھ روپے recover ہوا ہے۔ 88 مقدمات درج کئے گئے تھے جن میں صرف 2 افراد گرفتار ہوئے ہیں۔اس سے تو ہمارے اوپر خدا کا غضب نازل ہو گا کہ زکوٰۃ کے پیسوں کی بھی اس طرح لوٹ کھسوٹ ہو رہی ہے تو مہربانی کر کے ہمیں بتائیں کہ زکوٰۃ جیسے محکمے کے اندر بھی اس طرح لوٹ مار مچی ہوئی ہے اس کو روکنے کے لئے یہ کیا اقدامات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ وعشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر:جناب سپیکر!ہماری کوشش سےrecoveryہوئی اور زیادہ مقدمات اس وجہ سے درج نہیں کرواتے کہ جو کیسlitigationمیں چلا جائے اس پرrecoveryمشکل ہو جاتی ہے۔اس وجہ سے ہم تھوڑے تھوڑے پیسےrecoverکر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر:آپrecoveryبھی کریں اور کوشش کریں کہ انہیں زیادہ سے زیادہ سزاملنی چاہئے۔جناب ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ خُورد بُرد ہوئی ہے تواس خُورد بُرد کی نوعیت کیا ہے؟

جناب سپیکر:جی،وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر:جناب سپیکر!اس میں زیادہ شکایات یہ آئی ہیں کہ چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی زیادہ زکوٰۃ اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر!وزیر صاحب نے اپنے جواب میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ خُورد بُرد کے الزام میں88 مقدمات درج ہوئے۔2افراد گرفتار ہوئے تاہم کوئی بھی سرکاری ملازم نہ ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب کوئی مقدمہ درج ہوتا ہے تو ایک آدمی کے خلاف ضرور درج ہوتا ہے۔کم از کم 88افراد کے خلاف مقدمات درج ہوئے ہیں۔2افراد گرفتار ہوئے ہیں تو کیا باقی86 آدمیوں کے خلاف مقدمات جھوٹے ثابت ہوئے، وہdischargeہوئے یا وہ گرفتار ہی نہیں ہوئے اور اگر گرفتار ہی نہیں ہوئے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر:جی،وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر:جناب سپیکر!وہ زکوٰۃ کمیٹی کے بندے ہوتے ہیں اس میں سرکاری ملازم کوئی نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر:ان کا سوال یہ ہے کہ اس کرپشن میں جو ٹوٹل88آدمیinvolveتھے لیکن صرف دو افراد گرفتار ہوئے ہیں،باقی86آدمیوں کے بارے میں محکمہ کیا سوچ بچار کر رہا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:جناب سپیکر!میں عرض کر رہا تھا کہ سب سے پہلے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم پیسے وصول کریں۔جن لوگوں نے پیسے واپس کر دیئے ہیں ان کے خلاف پرچہ درج نہیں ہوا۔یہ وہی بندے ہیں جنہوں نے پیسے واپس نہیں کئے تو ان کے خلاف پرچے درج ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شیخ اعجاز صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! ابھی تک جتنے بھی سوالات کئے گئے ہیں وہ آپ نے Chair پر بیٹھ کر بارہا یہ direction دی ہے کہ وزراء صاحبان گھر سے تیاری کر کے آیا کریں تو وزیر صاحب نے جو تیاری کی ہوئی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ ممبر کی طرف سے Chair نے جو جواب پوچھا ہے کہ 86 لوگوں کے خلاف مقدمات کدھر گئے ہیں؟ وزیر صاحب ان کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔ دوسری بات یہ کہ میرا ضمنی سوال ہے کہ جن لوگوں کے خلاف انہوں نے ایف آئی آر درج کروائی ہیں وہ ذرا ایف آئی آرز کے نمبرز ہاؤس کو بتادیں۔

جناب سپیکر: یہ تو fresh question بنتا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! یہ fresh نہیں ہے یہ تو اس سے related ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انہوں نے اپنے سوال کے جواب میں بتایا کہ 2 افراد گرفتار ہوئے، چلیں ان دو کے بارے میں بتادیں کہ ان سے کوئی recovery ہوئی اور اس وقت ان کا status کیا ہے۔ کیا وہ bail out ہو چکے ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! ان کے خلاف انٹی کرپشن میں پرچہ ہوا ہے جو زیر سماعت ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ bail پر ہیں یا گرفتار ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: وہ bail پر ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: recovery ہو گئی ہے یا نہیں ابھی؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: recovery نہیں ہوئی۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! یہ بڑا اہم سوال ہے اس کا جواب انھیں categorically دینا چاہئے۔ اگر انھوں نے غریبوں کی اس مد میں رکھے گئے پیسوں میں لوٹ کھسوٹ کی ہے۔ اس پر حکومت پنجاب کا اچھا خاصا روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ اگر انھوں نے ان کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی ہے تو یہ انتہائی relevant question ہے۔ اگر ان کے خلاف ایف آئی آر درج ہو گئی ہے اس کے بعد ان کی گرفتاری عمل میں آ گئی۔ یہ بڑا سادہ سا سوال ہے کہ کیا وہ جیل کے اندر ہیں، کیا وہ judicial

lock up میں ہیں، اگر وہ judicial lock up میں ہیں تو ان کی کیا پوزیشن ہے؟

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ bail پر ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! وہ کس bail پر ہیں؟ کیا ان کی interim bail چل رہی ہے یا ان کی bail grant ہو گئی ہے اور وہ bail after arrest کروانے کے بعد باہر آ چکے ہیں۔ اگر وہ باہر آ چکے ہیں تو کس طرح آ گئے ہیں اور محکمے نے کیا کارروائی کی ہے، کیا کوئی recovery ہوئی ہے یا نہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! آئندہ سوالوں میں یہ ساری بات واضح ہو جائے گی۔ آئندہ جو سوال پورے پنجاب سے متعلقہ ہیں ان میں آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے خلاف پرچے درج ہوئے ان سے recovery نہیں ہوئی اور جن کے خلاف پرچے درج نہیں ہوئے ہیں ان سے رقم کی recovery ہو گئی ہے۔ یہ لوگ bail پر ہیں۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ یہ جو دو آدمی ہیں کیا وہ interim bail پر ہیں یا bail confirm ہو گئی ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: اس بارے میں، میں محکمے سے پوچھ کر جواب دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نے جز (ج) میں سوال کیا تھا کہ گزشتہ ایک سال کے دوران اس محکمے میں انہی چیزوں پر نگرانی کے لئے ایک زکوٰۃ آڈٹ ڈائریکٹوریٹ موجود ہے جو اس کا آڈٹ کرتے ہیں۔ میں نے یہ سوال کیا تھا کہ انھوں نے کتنے کیس پکڑے ہیں؟ اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ صرف ایک کیس کی نشاندہی جس میں -/46,264 روپے خُورد بُرد ہوئے۔ محکمے کے اندر 46 لاکھ روپے سے زیادہ غبن ہوا اور زکوٰۃ آڈٹ ڈائریکٹوریٹ نے پورے سال میں صرف ایک کیس پکڑا ہے۔ اس کی کارکردگی کیا محل نظر نہیں ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! محکمے کی کارکردگی بہتر ہوئی ہے۔ اگر دو کیس ہوتے تو وہ بھی بتا دیتے۔ صرف ایک ہی کیس تھا جسے پکڑ لیا گیا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر5997

پی پی۔154 لاہور میں زکوٰۃ کمیٹیوں کی تعداد اور حلقہ بندی کے طریق کار کی تفصیل

*5997 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔154 لاہور میں زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کی تعداد کیا ہے؟

(ب) کیا ان کی حلقہ بندی آبادی کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ اگر درست ہے تو کیا تمام زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کے دائرہ کار (Area of Operation) میں آبادی کا بہت بڑا تفاوت پایا جاتا ہے۔ کیا محکمہ اس تفاوت کو ختم کرنے کو تیار ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) حلقہ پی پی۔154 لاہور میں 22 زکوٰۃ کمیٹیاں ہیں۔

(ب) زکوٰۃ و عشر آرڈیننس 1980 کی دفعہ 18(1) کے مطابق مقامی زکوٰۃ کمیٹیاں درج ذیل حد بندی پر قائم کی گئی ہیں۔

1۔ Settled دیہی علاقہ میں ہر ریونیو اسٹیٹ پر ایک کمیٹی

2۔ Unsettled علاقہ میں ہر دیہہ اور گاؤں پر ایک کمیٹی

3۔ شہری علاقہ میں ہر وارڈ میں ایک کمیٹی۔

ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث مذکورہ بالا حدود میں قائم کی گئی کمیٹیوں میں آبادی کا تفاوت پیدا ہو گیا ہے۔ محکمہ اس پہلو پر کام کر رہا ہے۔ مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کی تشکیل کی ذمہ داری صوبائی زکوٰۃ کونسل کے پاس ہے۔ کونسل نے انتہائی غور و خوض کے بعد تین ہزار نفوس کی آبادی پر ایک مقامی زکوٰۃ کمیٹی کی تشکیل کا فیصلہ کیا اور تمام ضلع زکوٰۃ کمیٹی ہائے پنجاب کو اس بابت ہدایات جاری کر دی ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نے جو سوال کیا تھا محکمے نے اس سے اتفاق کا اظہار کیا ہے کہ جو مقامی زکوٰۃ کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں، کسی جگہ پر آبادی پانچ ہزار ہوتی ہے اور کسی جگہ پر ایک لاکھ ہوتی ہے لیکن زکوٰۃ تو سب کو ایک جتنی ملتی ہے۔ انھوں نے اس کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ محکمے نے یہ طے کر دیا ہے کہ تین ہزار نفوس کی آبادی پر ایک مقامی زکوٰۃ کمیٹی تشکیل کی جائے گی۔ اس کی

تشکیل کب سے شروع ہو گی اور اس کی کیاprogress ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! جب زکوٰۃ کمیٹی کا الیکشن شروع ہوا تو تمام الیکشن سے پہلے حلقہ بندیاں ہوتی ہیں۔ جب الیکشن شروع ہوئے ہیں تو اس وقت چیئرمین زکوٰۃ کو لکھا گیا کہ آپ اپنی آبادی کے حساب سے اس کی درستی کریں۔ اس میں پانچ ضلعوں یعنی جہلم، خانیوال، وہاڑی، راولپنڈی اور ساہیوال کی اطلاع واپس پہنچی کہ انھوں نے آبادی کے حساب سے کمیٹیوں کی درستی کر لی ہے، باقیوں نے نہیں کی ہے جو آئندہ الیکشن میں ہوں گی۔

جناب سپیکر: ابھی جو تین ہزار نفوس پر مشتمل ایک کمیٹی ہو گی یہ آپ نے جواب میں لکھا ہے۔ اس پر ان کا سوال یہ ہے کہ تین ہزار نفوس والی کمیٹیوں پر عملدرآمد کب شروع ہو گا؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! میں نے یہی عرض کیا تھا کہ جب الیکشن شروع ہوئے تو اس وقت محکمے نے پورے اضلاع میں چیئرمینوں کو لکھا کہ اپنی کمیٹیوں کی حد دیکھیں۔ اس میں ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ پورے پنجاب میں 25257 کمیٹیاں ہیں ہم انھیں بڑھا نہیں سکتے صرف rationalize کر سکتے ہیں۔ اس پر صرف پانچ اضلاع سے رپورٹ واپس آئی ہے کہ وہاں پر انھوں نے rationalize کر لی ہے باقی آئندہ الیکشن پر ہی ہو سکتا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اس وقت practically بہت مسئلہ ہے کہ کسی جگہ پر تو تین ہزار پر واقعی کمیٹی بنائی ہوئی ہے اور کسی جگہ پر ایک لاکھ آبادی پر بنائی ہوئی ہے۔ اس محلے والوں کو پتا ہی نہیں ہے کہ کہاں سے پکڑ کر چیئرمین لے آتے ہیں اور لا کر بنا دیتے ہیں اور کسی مسجد میں بیٹھ کر پروگرام کرتے ہیں اور وہیں سے اپنے لوگوں کو پکڑ کر لے آتے ہیں۔ جس علاقے کے لئے کمیٹی بنی ہوتی ہے اس کو اس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس پر موثر عملدرآمد ہونا چاہئے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! جب الیکشن شروع ہوا تو اس وقت دیہاتوں میں پٹوار سرکل اور شہروں میں وارڈ کے حساب سے کیا ہے۔ اب آبادی میں جو فرق ہے تو محکمہ آہستہ آہستہ اس کو کروانے کی کوشش کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: یہ کب تک ہو جائے گا؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: آئندہ الیکشن سے پہلے تمام پنجاب میں آبادی کا خیال رکھا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال سید مجاہد علی شاہ صاحب کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو:On his behalf سوال نمبر6920(معزز رکن نے سید مجاہد علی شاہ کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر6920دریافت کیا)

پاکپتن،چیئرمین ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی تعلیمی قابلیت
اور دیگر متعلقہ تفصیلات

*6920 سید مجاہد علی شاہ: کیاوزیر زکوٰۃ وعشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ ضلعی چیئرمین زکوٰۃ وعشر ایک شخص ایک ہی بار منتخب ہو سکتا ہے؟

(ب) ضلع کا چیئرمین منتخب ہونے کے لئے تعلیمی معیار کیا ہے؟

(ج) ضلع پاکپتن کے چیئرمین زکوٰۃ وعشر کا تعلیمی معیار کیا ہے اور وہ کتنے عرصہ سے چیئرمین منتخب ہوتے آرہے ہیں آگاہ فرمائیں؟

وزیر زکوٰۃ وعشر:

(الف) جی نہیں۔قانون میں ایسی کوئی پابندی نہ ہے۔

(ب) ضلع زکوٰۃ کمیٹی کا چیئرمین منتخب ہونے کے لئے کوئی تعلیمی معیار مقرر نہ ہے۔

(ج) ضلع زکوٰۃ کمیٹی پاکپتن کے چیئرمین کا تعلیمی معیار میٹرک ہے وہ02-07-2004 کو پہلی مرتبہ اس عہدہ پر فائز ہوئے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر اس میں ضلع کے چیئرمین کے تعلیمی معیار کے متعلق پوچھا گیاہے اور فرمایا یہ گیاہے کہ "جی ہاں تعلیمی معیار مقرر نہ ہے۔"

جناب سپیکر!اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ابھی وزیر موصوف نے فرمایاہے کہ زکوٰۃ کے فنڈ میں اتنی کرپشن ہوئی ہے اور اتنی لوٹ مار ہوئی ہے۔وہ اسی لئے ہوئی ہے کہ ہم نے ضلعی چیئرمین کے سلسلے میں کوئی معیار مقرر نہیں کیا۔میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا یہ مقامی چیئرمین سے لے کر ضلع چیئرمین کے لئے کوئی تعلیمی معیار مقرر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر!لوکل زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین کا میٹرک ہونا لازمی ہے اور ضلعی چیئرمین کا کوئی اندراج نہیں ہے۔اس کے لئے ہم کوشش کریں گے اور فیڈرل زکوٰۃ کونسل کو لکھتے ہیں کہ اس کا تعلیمی معیار مقرر کریں۔

جناب سپیکر: کیا مقامی کمیٹی کے چیئرمین کے لئے میٹرک معیار ہے اور ضلعی چیئرمین کے لئے کوئی معیار نہیں ہے؟۔

وزیر زکوٰۃ وعشر: نہیں، کوئی معیار نہیں ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح ایم پی اے بننے کے لئے بی۔اے ہونا ضروری ہے اور ڈسٹرکٹ ناظم میٹرک ہو سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: کیا حکومت اس بارے میں کوئی سوچ بچار کر رہی ہے کہ ضلعی چیئرمین کے لئے کوئی تعلیمی معیار مقرر کر دیا جائے۔

وزیر زکوٰۃ وعشر: جناب سپیکر! جس طرح فاضل ممبران کی آراء آ رہی ہیں۔ ہم اسی طرح فیڈرل زکوٰۃ کونسل کو لکھیں گے کہ ضلعی چیئرمین کے لئے تعلیمی معیار مقرر کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ عابدہ جاوید!

محترمہ عابدہ جاوید: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ان کا جو چناؤ ہو گا اس کا معیار کیا صرف میٹرک تعلیم ہو گی یا کیا اخلاق و کردار کو بھی مدنظر رکھا جائے گا؟

وزیر زکوٰۃ وعشر: جناب سپیکر! ہم مسلمان ہیں اور یہ ایک اسلامی فریضہ ہے۔ اس کے لئے بندے کو مکمل مسلمان ہونا چاہئے۔ اس کے لئے صوم وصلوٰۃ کا پابند ہونا چاہئے۔

جناب ارشد محمود بگو: انھوں نے فرمایا ہے کہ مسلمان ہو۔ ہم مسلمان تو سب ہی ہیں لیکن مسلمانوں میں چور بھی ہوتے ہیں۔ باجی کا یہ سوال بہت اچھا ہے۔

جناب سپیکر: انھوں نے کہا ہے کہ جو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔

وزیر عشر وزکوٰۃ: جناب سپیکر! محکمہ زکوٰۃ کا انحصار لوکل زکوٰۃ کمیٹیوں پر ہوتا ہے۔ اس کے لئے یہ شرط لازم ہے کہ لوکل زکوٰۃ کمیٹی کا چیئرمین میٹرک ہو، نماز کا پابند ہو، وہ شریعت کا پابند ہو۔ یہ قانون میں درج ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال سید مجاہد علی شاہ صاحب کا ہے۔

جناب محمد وقاص: On his behalf سوال نمبر 6921 (معزز رکن نے سید مجاہد علی شاہ کے ایماء پر طبع شدہ سوال 6921 دریافت کیا)

سال05-2004زکوٰۃ فنڈز میں وفاقی حکومت کی گرانٹ، تقسیم اور آڈٹ سے متعلقہ تفصیل

*6921 سید مجاہد علی شاہ: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب کو05-2004میں کل کتنی رقم وفاقی حکومت سے زکوٰۃ کی مد میں موصول ہوئی؟

(ب) 05-2004میں زکوٰۃ کی رقوم کن کن مدات میں خرچ ہوئیں؟

(ج) ضلعی زکوٰۃ کمیٹیوں کی طرف سے زکوٰۃ کی تقسیم کے نظام میں آڈٹ کا کیا طریق کار ہے، بیان فرمائیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) صوبہ پنجاب کو مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی طرف سے مالی سال05-2004میں -/4,14,77,31,000 روپے موصول ہوئے۔

(ب) 05-2004میں زکوٰۃ کی رقوم درج ذیل مدات میں خرچ ہوئیں۔

1۔	گزارہ الاؤنس	2۔	تعلیمی وظائف
3۔	دینی مدارس	4۔	شادی الاؤنس
5۔	صحت	6۔	سماجی بہبود / بحالی
7۔	ٹیکنیکل تعلیمی وظائف	8۔	مستقل بحالی سکیم
9۔	انتظامی اخراجات		

(ج) ضلع کی سطح پر زکوٰۃ کی تقسیم کا انٹرنل آڈٹ کرنے کے لئے ایک آڈٹ آفیسر، ایک آڈٹ اسسٹنٹ اور ہر دو سو مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں پر ایک آڈیٹر تعینات کیا گیا ہے۔ یہ آڈٹ سٹاف زکوٰۃ کی تمام مدات میں فنڈز کی ادائیگیوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور کسی بھی بے ضابطگی کی صورت میں متعلقہ ضلع زکوٰۃ کمیٹی کو آگاہ کرتا ہے جہاں قواعد و ضوابط کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ڈویژنل آڈٹ سٹاف بھی تعینات کیا گیا ہے جو ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کا آڈٹ کر کے براہ راست رپورٹ چیف ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ پنجاب کو ارسال کرتا ہے۔ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی طرف سے بھی تمام زکوٰۃ کمیٹیوں کا آڈٹ کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جز(الف) کا جواب دیا گیا ہے کہ صوبہ پنجاب کو ایک سال کے مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی طرف سے 4۔ارب 14 کروڑ 17 لاکھ روپے وصول ہوئے ہیں جبکہ پنجاب کی آبادی سات کروڑ سے متجاوز ہے اور اس میں دو اڑھائی کروڑ افراد ایسے ہوں گے جو غربت کی لائن سے نیچے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو 4۔ ارب روپے ایک سال میں ملے، خود وزیر صاحب نے ایک ضمنی سوال میں کہا کہ ہم surrender کر دیتے ہیں تو اس میں سے کتنے surrender کئے گئے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! شیخ اعجاز صاحب کا پہلے سوال تھا کہ عید کے موقع پر لوگوں کو زکوٰۃ تقسیم نہیں کی گئی۔ اسی سوال میں انہوں نے یہ پوچھا کہ اس وقت زکوٰۃ عشر فنڈ میں کتنی رقم میسر ہے تو اس کا جواب تھا کہ زیادہ رقم جو surrender ہوئی وہ تعلیمی مد سے ہوئی اور پنجاب زکوٰۃ کونسل کو اس کے پیسے دوسری جگہ پر تقسیم کا حق نہیں ہے۔ وہ پیسے فیڈرل زکوٰۃ کو واپس جائیں گے، فیڈرل زکوٰۃ کونسل کو یہ حق ہے کہ وہ کسی دوسری مد میں پیسے بھیجیں۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ یہ amout جو 4۔ ارب 14 کروڑ ہے ان میں سے کتنی رقم واپس ہوئی ہے اور کتنی آپ نے استعمال کی ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: یہ جو پیسے واپس ہوئے ہیں یہ صرف تعلیم کی مد سے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ تعلیم اور وظائف کی مد میں ہوئے ہیں۔ جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہی توجہ دلانا چاہتا تھا کہ ہمارے پاس اگر زکوٰۃ کے تھوڑے بہت resources ہوتے بھی ہیں تو زکوٰۃ سسٹم یا ہماری انتظامیہ میں اتنی اہلیت نہیں ہے کہ لوگ وہاں تک پہنچ سکیں بلکہ وہ واپس چلے جاتے ہیں۔ خدارا! اس سسٹم کو ایسا بنائیں کیونکہ 4۔ارب روپے ایک reasonable amount ہے اور اگر یہ پنجاب میں صحیح طریقے سے خرچ ہو تو اس سے بہت زیادہ نہیں تو تھوڑا بہت لوگوں کو ریلیف مل سکتا ہے لیکن یہ پیسے واپس چلے جائیں تو پھر وہ نقصان ہوتا ہے اس لئے اس سسٹم کو بہتر بنایا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ مرکزی حکومت سے پنجاب حکومت جو زکوٰۃ کا فنڈ کس ratio سے لیتی ہے، آبادی کے ratio سے، ریونیو کے ratio سے یا کس فارمولے پر ان سے پیسے لیتا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: آبادی کے فارمولے پر پیسے ملتے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، شیخ اعجاز صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! سوال کے جز(ج) میں جواب دیا گیا ہے کہ ضلع کی سطح پر زکوٰۃ کی تقسیم کا انٹرنل آڈٹ کرنے کے لئے ایک آڈٹ آفیسر، ایک آڈٹ اسسٹنٹ اور ہر دو سو مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں پر ایک آڈیٹر تعینات کیا گیا ہے۔ یہ آڈٹ سٹاف زکوٰۃ کی تمام مدات میں فنڈز کی ادائیگیوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور کسی بھی بے ضابطگی کی صورت میں متعلقہ ضلع زکوٰۃ کمیٹی کو آگاہ کرتا ہے۔ جہاں قواعد و ضوابط کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف یہ بتا دیں کہ یہ جو جواب میں آڈٹ آفیسر اور اسسٹنٹ آڈٹ آفیسر کی یہاں پر تفصیل بیان کی گئی ہے اور اس کا جو procedure بتایا گیا ہے یہ کس rule کے تحت ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر عشر زکوٰۃ!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! یہ ذرا سوال دھرا دیں۔

شیخ اعجاز احمد: میرا سوال یہ ہے کہ ضلع کی سطح پر زکوٰۃ کی تقسیم کا جو آپ نے انٹرنل آڈٹ کا اہتمام کیا ہے اس میں آڈٹ آفیسر، اسسٹنٹ آڈٹ آفیسر اور دو سو مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں پر ایک آڈیٹر تعینات کیا گیا ہے یہ کس rule کے تحت آپ نے تعینات کیا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: یہ سٹاف کے مطابق ہی کیا گیا ہے۔ جو ہمیں اس وقت سٹاف میسر ہے اس کے مطابق تقسیم کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ یہ کوئی محکمے کے by laws ہیں یا کیا ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: ہمارے پاس زکوٰۃ کے ملازمین ہیں اور 200 سے زیادہ ہم کر نہیں سکتے اور ابھی ہم نے لکھا ہے کہ ان کی سیٹیں بڑھائی جائیں تاکہ ہم زیادہ بندوں کی تعیناتی کر سکیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میرا جو سوال ہے وہ بڑا clear ہے۔ میں نے صرف یہ پوچھا ہے کہ یہ کس رول کے تحت ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کے خزانے سے اس کو تنخواہ مل رہی ہے جو آپ نے انٹرنل آڈٹ کرنے کے لئے ایک آڈٹ آفیسر، ایک آڈٹ اسسٹنٹ اور 200 مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں پر پھر ایک آڈیٹر تعینات کیا گیا ہے تو یہ ذرا متعلقہ رولز پڑھ کر بتادیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! یہ تمام رولز فیڈرل زکوٰۃ کونسل بنا رہی ہے۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ تمام رولز فیڈرل زکوٰۃ کونسل بناتی ہے اور اس rule کے مطابق انہوں نے کرنا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ مقامی زکوٰۃ کمیٹی تین سال کے لئے قائم کی جاتی ہے کیا یہ جو آڈیٹر ہیں یہ تین سال کے عرصے میں ایک دفعہ بھی اس کا مکمل طور پر آڈٹ کرتے ہیں یا اس طرح کی کوئی practice ہے کہ ایک دفعہ مکمل اس کا آڈٹ ہو جاتا ہو؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! یہ ہر سال کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: سال میں ایک دفعہ ہر کمیٹی کا آڈٹ ہوتا ہے۔ اگلا سوال سید محمد رفیع الدین بخاری صاحب کا ہے۔

سید محمد رفیع الدین بخاری: سوال نمبر 7363۔

ضلع لودھراں میں 2003 تا حال، زکوٰۃ فنڈز اور تقسیم سے متعلقہ تفصیل

*7363۔ سید محمد رفیع الدین بخاری: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 2003 سے آج تک محکمہ زکوٰۃ و عشر ضلع لودھراں کو کتنی رقم زکوٰۃ کی مد میں ادائیگی کے لئے ملی، تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

(ب) موجودہ مالی سال کے دوران آج تک مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں میں کتنی کتنی رقم کس کس مد میں تقسیم کی گئی ہے، تفصیل کمیٹی وار فراہم کی جائے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) 2003 سے آج تک ضلع زکوٰۃ کمیٹی لودھراں کو سال وار ملنے والی رقم درج ذیل ہے۔

سال2003-04	-/6,68,63,032روپے
سال2004-05	-/7,73,17,740 روپے
سال2005-06	-/1,63,38,128روپے

(ب) مالی سال2005-06(پہلی قسط)کے دوران اب تک ان مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو -/1,24,72,000روپے کی رقم مختلف مدات میں فراہم کی گئی۔ مدوار اور کمیٹی وار تفصیل تتمہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید محمد رفیع الدین بخاری: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز(ب)میں بیان کیا گیا ہے کہ ان مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو 2005 اور 2006 کے درمیان مختلف مدات میں ایک کروڑ چوبیس لاکھ بہتر ہزار روپے دیئے گئے ہیں۔ کیا یہ فرمانا پسند کریں گے کہ ہر کمیٹی کو کس کس مد میں کتنے کتنے پیسے دیئے گئے ہیں؟

جناب سپیکر: یہ تو fresh question بنتا ہے۔ اتنی تفصیل زبانی تو نہیں بتائی جا سکتی۔

سید محمد رفیع الدین بخاری: یہ اسی میں سے ہی ہے۔ تحصیل وار بتا دیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: یہ fresh question بنتا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی سید محمد رفیع الدین بخاری صاحب کا ہے۔

سید محمد رفیع الدین بخاری: سوال نمبر 7364 ہے۔ وزیر موصوف اس کا جواب پڑھ دیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر زکوٰۃ و عشر! سوال نمبر 7364 کا جواب پڑھ دیں۔

ضلع لودھراں میں مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کے تقرر کا طریق کار اور فہرست سے متعلقہ تفصیل

*7364۔ سید محمد رفیع الدین بخاری: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین کے انتخاب کا طریق کار اور اہلیت کیا ہے؟

(ب) ضلع لودھراں کی مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کے تقرر کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا گیا تھا؟

(ج) ضلع لودھراں کی مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کے نام مع اہلیت، تحصیل وار اور کمیٹی وار فراہم کی جائے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) زکوٰۃ و عشر آرڈیننس 1980 دفعہ 18(4) کے تحت ضلع زکوٰۃ کمیٹی ایک گزیٹڈ افسر، ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کے ایک ممبر یا اس کا نمائندہ اور ایک عالم دین پر مشتمل سہ رکنی چناؤ کمیٹی تشکیل دیتی ہے جو ہر علاقے میں جا کر 7 مرد اور 2 خواتین ممبران پر مشتمل مقامی زکوٰۃ کمیٹی کا چناؤ کرتی ہے۔ مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے ایک مرد ممبر کو اکثریت رائے سے بطور چیئرمین منتخب کرتی ہے۔ چیئرمین مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے لئے ضروری ہے کہ وہ میٹرک پاس ہو دن میں پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہو اور رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہو۔

(ب) ضلع لودھراں میں بھی جز (الف) میں بتائے گئے طریق کار کے مطابق مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمین صاحبان کا تقرر کیا گیا۔

(ج) ضلع لودھراں کے مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمین صاحبان سے متعلق مطلوبہ معلومات تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! آپ مطمئن ہیں۔

سید محمد رفیع الدین بخاری: جی۔

جناب محمد وقاص: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے محترم وزیر زکوٰۃ و عشر کے نوٹس میں ایک بات لانا چاہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے اور یہی طریق کار ہے لیکن مجھے اپنے حلقے کا بھی تجربہ ہے اور جس طرح رفیع الدین بخاری صاحب نے سوال کیا ہے کہ کہیں پر بھی یہ process ہوتا نہیں ہے بلکہ ایک آفس میں بیٹھ کر یہ تین افراد ایک لسٹ بنا لیتے ہیں اور انہی کا نوٹیفکیشن کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں ان سے یہی عرض کر رہا ہوں کہ یہ صرف کاغذی procedure ہے عملاً ایسا نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہیں تو میں اپنے حلقے کے ڈیڑھ سو مساجد کے affidavit پیش کر سکتا ہوں کہ وہاں کوئی الیکشن نہیں ہوا، کوئی ایسا کام نہیں ہوا اور کوئی لسٹ نہیں بنی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! یہ ہمیں اس بات پر پوائنٹ آؤٹ کریں ہم اس کی انکوائری کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال حاجی محمد اعجاز صاحب کا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: سوال نمبر 7383۔

زکوٰۃ فنڈز کے اجراء میں تاخیر کی وجوہات اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*7383۔ حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 7۔نومبر 2005 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق صوبائی زکوٰۃ کونسل کی طرف سے صوبہ کی مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو زکوٰۃ فنڈز ریلیز نہ ہونے کی وجہ سے لاکھوں غریب اور مساکین عید کی خوشیوں میں شامل نہ ہو سکے؟

(ب) عید پر زکوٰۃ فنڈز ریلیز نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) کتنی رقم اس وقت صوبائی زکوٰۃ کونسل کے فنڈ میں پڑی ہوئی ہے؟

وزیر زکوٰۃ وعشر:

(الف) روزنامہ نوائے وقت نے مورخہ 7۔نومبر 2005 کی اشاعت میں اس موضوع پر ایک خبر شائع کی تھی تاہم اس خبر میں کوئی صداقت نہ ہے کہ صوبائی زکوٰۃ کونسل نے فنڈز ریلیز نہ کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی طرف سے صوبائی زکوٰۃ کونسل کو فنڈز تاخیر سے ملے تھے جنہیں طریق کار کے مطابق عید سے قبل مستحقین کے اکاؤنٹوں میں منتقل کرنا ممکن نہ ہو سکا۔

(ب) جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی طرف سے ہی محکمہ زکوٰۃ پنجاب کو عید فنڈ تاخیر سے موصول ہوا تھا۔ مزید یہ کہ صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ سے مستحق تک رقم پہنچنے کے عمل میں ایک ماہ سے زیادہ عرصہ درکار تھا اسی وجہ سے مذکورہ عید الاؤنس بروقت مستحقین تک نہ پہنچ سکا تاہم عید کے فوراً بعد یہ رقم مستحقین تک پہنچ چکی ہے۔

(ج) صوبائی زکوٰۃ فنڈ میں اس وقت -/13,51,94,166 روپے موجود ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! آپ تھوڑا سا ملاحظہ فرمائیں کہ میرا سوال کیا ہے اور جواب کیا دیا گیا ہے۔ سوال میں یہ ہے کہ "کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 7۔نومبر 2005 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق صوبائی زکوٰۃ کونسل کی طرف سے صوبہ کی مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو زکوٰۃ فنڈز ریلیز نہ ہونے کی وجہ سے لاکھوں غریب اور مساکین عید کی خوشیوں میں شامل نہ ہو سکے؟" اس کا جواب دیکھئے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ "روزنامہ نوائے وقت نے مورخہ 7۔نومبر 2005 کی اشاعت میں اس موضوع پر ایک خبر شائع کی تھی تاہم اس خبر میں کوئی صداقت نہ ہے۔" بات یہ ہے کہ یہ خبر بھی چھپی تھی اور ان کا جواب ٹھیک نہیں ہے۔ اگلے جز میں انہوں نے خود ہی تسلیم کیا ہے "جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی طرف سے ہی محکمہ زکوٰۃ پنجاب کو عید فنڈ تاخیر سے موصول ہوا تھا۔" ہم بھی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ محکمہ نے عید پر غریبوں اور مسکینوں کو فنڈ release نہیں کیا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جواب غلط دیا ہے۔ دوسرا جز (ب) میں یہ خود ہی تسلیم کر رہے ہیں کہ یہ درست ہے کہ واقعی عید پر زکوٰۃ نہیں دی گئی بلکہ بعد میں دی گئی ہے اس تاخیر کی کیا وجہ ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! ہم نے اس خبر کی اس حد تک تردید کی ہے کہ یہ فنڈز پنجاب زکوٰۃ کونسل نہیں دیتی۔ یہ فنڈز فیڈرل زکوٰۃ کونسل سے آتے ہیں وہاں سے یہ فنڈز دیر سے آنے کی وجہ سے اور procedure کو مکمل کرنے میں دیر لگی ہے۔ ہم نے وہ تمام طریق کار بتایا ہے۔ یہ بات نہیں کہ یہ فنڈز پنجاب زکوٰۃ کونسل میں موجود تھے اور انہوں نے دینے تھے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ان کے جواب کا مقصد یہ ہے کہ وہ رقم خورد برد نہیں ہوئی تھی بلکہ مرکزی ریکارڈ کونسل سے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے بروقت نہیں مل سکی لیکن عید کے بعد انہوں نے تقسیم کر دی تھی۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! یہ جو فرما رہے ہیں وہ درست ہے لیکن یہ اس کو بھی تسلیم کریں جو انہوں نے جواب کے جز (الف) اور (ب) میں لکھا ہے۔ ان کا جواب (الف) ٹھیک ہے یا (ب) ٹھیک ہے۔ ہم کس جواب کو درست تسلیم کریں؟

جناب سپیکر: بعد والا جواب درست ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے یہ ذمہ داری پنجاب کونسل پر ڈالی ہے جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ پنجاب زکوٰۃ کونسل میں فنڈز نہ تھے۔ فیڈرل زکوٰۃ کونسل سے فنڈز آنے کے بعد ہم نے تھوڑی سی دیر بھی نہیں کی اور تقسیم کر دیئے۔ یہ تمام فنڈز فیڈرل زکوٰۃ کونسل سے آئے تھے اور اس کا تمام طریق کار ہم بتا سکتے ہیں کہ اس پر کتنا وقت لگتا ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے غلط اس لئے لکھا ہے کہ اخبارات نے تمام ذمہ داری پنجاب زکوٰۃ کونسل پر ڈال دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ مرکز کی وجہ سے زکوٰۃ میں تاخیر ہوئی اس وجہ سے بروقت تقسیم نہ ہو سکی۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! یہ انتہائی relevant بات ہے جو کہ اس سوال میں پوچھی گئی ہے۔یہ سوال بڑا اہم ہے۔وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ فیڈرل زکوٰۃ کونسل فنڈز بھجواتی ہے تو اس کے بعد صوبائی زکوٰۃ کونسل اس کو تقسیم کرتی ہے۔چلیں!اس composition یا formation کا تو ہمیں پتا ہے کہ ایسے ہی ہوتا ہے لیکن وزیر صاحب یہ بتادیں کہ کیا صوبائی حکومت کو یہ بات پتا نہیں تھی کہ فلاں تاریخ اور فلاں دن کو عید آ رہی ہے اور پنجاب میں ایک زکوٰۃ کونسل بنی ہوئی ہے،۔جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ عید سے قبل ان سے زکوٰۃ کی مد میں رقم draw کروائے گی اور عید سے پہلے لوگوں کو مہیا کی جائے گی اور کیا وزیر موصوف بتانا پسند کریں گے جو دیر ہوئی ہے اس حوالے سے انہوں نے کیا اقدامات کئے تھے کہ وہ دیر نہ ہو سکے، کیا یہ ان کی ذمہ داری نہ تھی یہ وزارت کس بات کی چلا رہے ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! آئندہ اس بات کا اہتمام کیا جائے گا کہ بروقت تحرک کیا جائے۔ہم ان سے request کر سکتے ہیں کہ وہ بروقت زکوٰۃ دیں اور ہم آگے تقسیم کر سکیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

لاہور۔زکوٰۃ کمیٹیوں کی تعداد، فراہم کردہ فنڈز اور تقسیم سے متعلقہ تفصیل

*7384 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میں کل کتنی زکوٰۃ کمیٹیاں ہیں؟

(ب) یکم جنوری 2005 سے آج تک کتنی رقم صوبائی زکوٰۃ کونسل کی طرف سے ان کمیٹیوں کو دی گئی ہے؟

(ج) فراہم کردہ میں سے کتنی رقم غرباء میں تقسیم کے لیے فراہم کی گئی اور کتنی رقم ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کے لیے فراہم کی گئی؟

(د) اس عرصہ کے دوران جن مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے خلاف رقم کی خُوردبُرد کرنے پر تحقیقات کی گئیں،ان کے نام اوران کے چیئرمینوں کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیرزکوٰۃ وعشر:

(الف) لاہور میں اس وقت 1282 زکوٰۃ کمیٹیاں ہیں۔

(ب) صوبائی زکوٰۃ کونسل براہ راست مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو رقم فراہم نہیں کرتی بلکہ ضلع زکوٰۃ کمیٹی کو رقم دی جاتی ہے۔ یکم جنوری2005 سے آج تک ضلع زکوٰۃ کمیٹی لاہور نے صوبائی زکوٰۃ کونسل سے ملنے والی-/23,95,82,746روپے کی رقم مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو جاری کی۔

(ج) فراہم کردہ رقم میں سے-/22,97,88,546روپے فیصد غرباء میں تقسیم کے لئے جبکہ-/97,94,200روپے انتظامی اخراجات غیر ترقیاتی اخراجات کے لئے فراہم کئے گئے۔

(د) مذکورہ عرصہ کے دوران ضلع لاہور کی دو مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے خلاف رقم کی خُوردبُرد پر ایکشن لیا گیا، تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔ -/1,35,000روپے کی خوردبرد کی اور اس کا کیس انٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ کے پاس زیر سماعت ہے، کوئی ریکوری نہ ہوئی ہے۔

2۔ محمد ندیم(چیئرمین مقامی زکوٰۃ کمیٹی پکانسبت روڈ) نے-/33,500روپے کی رقم قواعد کے خلاف تقسیم کی۔ تحقیقات کی روشنی میں رقم واپس کرنے کا حکم دیا گیا اب تک-/25,000روپے وصول کر لئے گئے ہیں جبکہ-/8500 روپے کی ریکوری باقی ہے۔

موضع پوٹھی، گوجر خان، معذور نوجوان کے لئے
زکوٰۃ فنڈز سے دستیاب سہولیات

*7479 بریگیڈئر (ریٹائرڈ) محمد حسن: کیا وزیر زکوٰۃ وعشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محمد رفیق ولد کرم الٰہی مرحوم موضع پوٹھی یونین کونسل ساہنگ عمر32 سال ایک بیماری میں مبتلا ہے۔ جس سے وہ تقریباً مفلوج اور اپاہج ہو چکا ہے؟

(ب) اس کی گزر اوقات اور علاج کے لیے کچھ بندوبست ہو سکتا ہے؟

(ج) زکوٰۃ کی مد میں اسے متواتر کیا دیا جا سکتا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) محمد رفیق ولد کرم الٰہی مرحوم موضع پوٹھی یونین کونسل ساہنگ کا رہائشی ہے اس کے دونوں بازو انتہائی کمزور ہیں اور وہ رعشہ کے مرض میں مبتلا ہے۔

(ب) اس کی گزر اوقات کے لئے-/500 روپے ماہانہ کے حساب سے تین ہزار روپے گزارہ الاؤنس کی مد میں جاری کر دیئے گئے ہیں۔ گزارہ الاؤنس کی رقم آئندہ ہر ماہ اسے باقاعدگی سے ملتی رہے گی۔ مزید برآں علاج کی بابت اسے ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ جب بھی کسی سرکاری ہسپتال میں زیر علاج ہو گا تو اسے قواعد و ضوابط کے مطابق مفت علاج معالجہ کی سہولت فراہم کر دی جائے گی۔

(ج) زکوٰۃ کی مد سے اسے-/500 روپے ماہوار گزارہ الاؤنس ہی متواتر دیا جا سکتا ہے۔

تحصیل پتوکی کے ضلع قصور۔ زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں، فنڈز اور تقسیم سے متعلقہ تفصیل

*7507 رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل پتوکی ضلع قصور میں اس وقت کتنی زکوٰۃ و عشر کمیٹیاں کام کر رہی ہیں ان کی یونین کونسل وائز تفصیلات بیان فرمائیں؟

(ب) ان کمیٹیوں کو 2003 سے آج تک کتنی رقوم کمیٹی وائز فراہم کی گئیں؟

(ج) ان کمیٹیوں سے زکوٰۃ حاصل کرنے والے مستحقین کے نام اور پتا جات فراہم کئے جائیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) تحصیل پتوکی ضلع قصور میں اس وقت 257 مقامی زکوٰۃ کمیٹیاں کام کر رہی ہیں، ان کی

یونین کونسل وائز تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ کمیٹیوں کو 2003 سے آج تک -/8,22,53,832 روپے کی رقم فراہم کی گئی، کمیٹی وائز تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان کمیٹیوں سے زکوٰۃ حاصل کرنے والے مستحقین کے نام اور پتا جات کی تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع قصور، سال 2003تا2005، شادی و خود انحصاری گرانٹس کی مالیت اور تقسیم سے متعلقہ تفصیل

*7508 رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 2004,2003 اور رواں مالی سال 2005 میں شادی گرانٹ کی مد میں اور خود انحصاری پروگرام کی مد میں ضلع قصور کو کتنی مالیت کی گرانٹ فراہم کی گئی؟

(ب) یہ گرانٹس جن اشخاص کو دی گئیں، ان کے نام اور پتا جات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے نیز ان گرانٹس کی منظوری کس اتھارٹی نے دی؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) مالی سال 2004,2003 اور 2005 میں شادی گرانٹ اور خود انحصاری پروگرام (مستقل بحالی سکیم) کی مد میں ضلع قصور کو -/14,08,35,000 روپے کی رقم فراہم کی گئی۔

(ب) یہ گرانٹ حاصل کرنے والے مستحقین کے نام و پتا جات کی تفصیل تتمہ "الف" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ شادی گرانٹ کی منظوری ضلع زکوٰۃ کمیٹی قصور اور خود انحصاری پروگرام (مستقل بحالی سکیم) کی منظوری ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی سفارش پر صوبائی زکوٰۃ کونسل نے دی۔

جنوری 2001تا اکتوبر 2005، زکوٰۃ فنڈز اور تقسیم سے متعلقہ تفصیل

*7518 محترمہ فرزانہ راجہ: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب میں محکمہ زکوٰۃ کے پاس یکم جنوری2001تا31۔اکتوبر2005 سالانہ کتنے فنڈز تھے، کس کس سال میں کتنے پیسے انتظامی اخراجات کی مد میں اور کتنے مستحقین زکوٰۃ میں تقسیم کی صورت میں خرچ ہوئے؟

(ب) مستحقین کو زکوٰۃ کی تقسیم کس شرح سے کی جاتی ہے، ایک مستحق کو کس معیار پر کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ امداد تقسیم کی جاتی ہے؟

(ج) کیا موجودہ مہنگائی کے تناسب اور زکوٰۃ کی وصولی کی شرح کے اعتبار سے اس میں کوئی اضافہ کیا جا سکتا ہے، نیز کیا جس شرح سے مستحقین کو زکوٰۃ تقسیم کی جا رہی ہے، اس میں مستحقین کا کوئی بجٹ بنایا جا سکتا ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر زکوٰۃ وعشر:

(الف) پنجاب میں محکمہ زکوٰۃ کے پاس یکم جنوری2001تا31۔اکتوبر2005، -/18,02,64,21,500روپے کے فنڈز موجود تھے، جس میں سے-/77,15,13,000 روپے انتظامی اخراجات جبکہ -/17,25,49,08,500روپے مستحقین زکوٰۃ کے لئے مختص کئے گئے تھے، مستحقین زکوٰۃ اور انتظامی اخراجات پر خرچ کی گئی مدوار رقم کی سال وار تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام مستحقین کو ایک مقرر شرح سے امداد دی جاتی ہے، گزارہ الاؤنس کی شرح -/500روپے ماہوار، بچی کی شادی کے لئے-/10,000روپے یک بار، چھوٹی بحالی کے لئے-/5000روپے یک بار اور فنی تربیتی اداروں کے طلباء کو-/500روپے ماہوار وظیفہ دیا جاتا ہے۔ دیگر کالجوں اور دینی مدارس کے طلباء کو بھی ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے، جس کی شرح کلاسوں کی درجہ بندی کے مطابق -/75روپے ماہوار سے -/874روپے ماہوار تک ہے۔

تاہم مستقل بحالی پیکج کے لئے صوبائی زکوٰۃ کونسل نے 78پیکج منظور کئے ہیں، ہر پیکج کے لئے مختلف رقم کا تعین کیا گیا، جو10ہزار سے50ہزار روپے تک ہے۔ یہ پیکج مستحق کی طلب اور اہلیت کے مطابق دیئے جاتے ہیں۔

(ج) محکمہ زکوٰۃ پنجاب تقسیم زکوٰۃ کی شرح میں اضافے کا مجاز نہ ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی مدات اور

زکوٰۃ فنڈ کی شرح کا تعین زکوٰۃ کونسل کرتی ہے۔
محکمہ زکوٰۃ کی کٹوتی حکومت پاکستان بنکوں کے ذریعے یکم رمضان المبارک کو کرتی ہے، چونکہ زکوٰۃ کی کٹوتی کم ہو رہی ہے،اس لئے مستحقین کی رقم میں اضافہ ممکن نہ ہے۔

ضلع گجرات، گزارہ الاؤنس کی رقم اور تقسیم کی تفصیل

*7675 محترمہ طلعت یعقوب: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) ضلع گجرات کو گزارہ الاؤنس کی مد میں مالی سال 04-2003 اور 05-2004 میں کتنی رقم فراہم کی گئی؟
(ب) کیا گزارہ الاؤنس کے لئے باقاعدہ درخواستیں موصول ہوئی تھیں،اگر ہاں تو کتنی اور کتنے افراد کو اس مد سے امداد دی گئی؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:
(الف) ہر ضلع کو آبادی کی بنیاد پر رقوم مہیا کی جاتی ہیں۔ ضلع گجرات کو گزارہ الاؤنس کی مد میں فراہم کی گئی رقم کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال 04-2003 -/3,97,68,176 روپے
سال 05-2004 -/3,66,29,636 روپے

(ب) گزارہ الاؤنس کے حصول کے لئے مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو 11,077 درخواستیں موصول ہوئی تھیں جبکہ 10,359 مستحقین کو گزارہ الاؤنس جاری کیا گیا۔

ضلع گجرات، دینی مدارس کی زکوٰۃ فنڈز سے امداد کی تفصیل

*7676 محترمہ طلعت یعقوب: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) ضلع گجرات کو دینی مدارس کی امداد کے لئے مالی سال 04-2003 اور 05-2004 میں کتنی رقم فراہم کی گئی؟
(ب) کیا دینی مدارس کو امداد دینے کے لئے کوئی درخواستیں طلب کی جاتی ہیں،اگر ہاں تو مذکورہ عرصہ میں کتنی درخواستیں موصول ہوئیں اور ان میں کتنی درخواستیں مسترد کر دی گئیں، نیز امداد دی جانے والے دینی مدارس کے نام کیا ہیں، تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر

(الف) ضلع گجرات کو دینی مدارس کی امداد کے لیے فراہم کی گئی رقم کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے۔

سال2003-04 -/45,65,120روپے

سال2004-05 -/41,46,636روپے

(ب) محکمہ زکوٰۃ سے رجسٹرڈ دینی مدارس مالی امداد کے حصول کے لئے باقاعدہ درخواست جمع کرواتے ہیں۔ مالی سال2003-04 کے دوران کسی دینی مدرسہ نے زکوٰۃ فنڈ کے لئے درخواست جمع نہ کروائی تھی۔ اسی طرح مالی سال2004-05 میں ایک مدرسہ جامعہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست موصول ہوئی قواعد و ضوابط کے مطابق جب مدرسہ کی انسپیکشن کی گئی تو مدرسہ کی انتظامیہ کوئی ریکارڈ نہ پیش کر سکی اور نہ ہی مدرسہ میں طالبات موجود تھیں لہذا اسے مالی امداد کا اجراء نہ کیا گیا۔

حویلی لکھا و تحصیل دیپال پور، شادی گرانٹس اور تقسیم کی تفصیل

*7726 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال2004-05 میں شادی گرانٹ کی مد میں تحصیل دیپال پور کو کتنی گرانٹ دی گئی؟

(ب) مذکورہ گرانٹ میں سے حویلی لکھا میں کتنے لوگوں کو شادی کے لئے رقم دی گئی اور کتنی کتنی؟

(ج) جن لوگوں کو شادی گرانٹ سے فنڈز فراہم کیا گیا، کیا وہ اس فنڈ کے حق دار تھے؟

(د) حویلی لکھا میں جتنے لوگوں نے شادی گرانٹ کے لئے درخواستیں دیں کیا ان سب کو فنڈز دیئے گئے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) مالی سال2004-05 میں شادی گرانٹ کی مد میں تحصیل دیپالپور کو -/13,10,000 روپے کی گرانٹ دی گئی۔

(ب) مذکورہ گرانٹ میں سے حویلی لکھا کے 20 مستحقین کو -/10,000 روپے فی مستحق کے تناسب سے -/2,00,000 لاکھ روپے کی رقم دی گئی۔

(ج) جی ہاں شادی گرانٹ سے زکوٰۃ فنڈ کا اجراء قواعد و ضوابط کے مطابق مستحقین زکوٰۃ کو ہی

کیا گیا۔

(د) جی ہاں اس تحصیل کے تمام درخواست گزاروں کو زکوٰۃ فنڈ کا اجراء کیا گیا۔

چک شاہ نواز پاکپتن، 2005 میں تقسیم کردہ زکوٰۃ کی تفصیل

*7748 جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) چک شاہ نواز (پاکپتن شریف) 2005 میں جن لوگوں کو زکوٰۃ فراہم کی گئی، ان کے ناموں سے آگاہ کریں؟

(ب) مذکورہ چک کے کتنے لوگوں نے زکوٰۃ لینے کی درخواست دی اور کتنی درخواستوں کو مسترد کیا گیا ان کے ناموں سے آگاہ کریں؟

(ج) جن لوگوں کی درخواستیں مسترد کی گئیں، کس قانون اور قاعدے کے تحت مسترد کی گئیں؟

(د) کتنے افراد ایسے تھے جو مستحق نہ تھے لیکن ان کو زکوٰۃ فنڈ سے زکوٰۃ دی گئی۔ سفارش کی بناء پر زکوٰۃ لینے والے افراد کی لسٹ فراہم کی جائے؟

(ہ) غیر مستحق افراد کو جس اتھارٹی کی اجازت سے زکوٰۃ دی گئی اس کا نام اور عہدہ تحریر کریں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) مقامی زکوٰۃ کمیٹی شاہ نواز کے 15 مستحقین کو 2005 میں مختلف مدات میں زکوٰۃ کی رقم فراہم کی گئی۔ مستحقین کے ناموں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

	نام مع ولدیت	مدات	رقم
1۔	محمد فرید احمد ولد محمد شاکر	مستقل بحالی سکیم	20,000
2۔	محمد اشرف ولد محمد دین	۔ایضاً	15,000
3۔	قادر بخش ولد منظور	۔ایضاً	15,000
4۔	روشن دین ولد سراجدین	بحالی فنڈ	5000
5۔	احمد دین ولد باغ علی	۔ایضاً	5000
6۔	غلام بی بی بیوہ محمد صادق	گزارہ الاؤنس	6000
7۔	اللہ جیوائی بیوہ بخشایا	۔ایضاً	۔ایضاً

8۔	محمد اسلم ولد اللہ دتہ	۔ایضاً	۔ایضاً
9۔	محمد نواز ولد انور شاہ	۔ایضاً	۔ایضاً
10۔	سکینہ دختر محمد علی	۔ایضاً	۔ایضاً
11۔	منظور احمد ولد موسیٰ	۔ایضاً	۔ایضاً
12۔	منظور احمد ولد غلام محمد	۔ایضاً	۔ایضاً
13۔	علی گوھر ولد جلال دین	۔ایضاً	۔ایضاً
14۔	محمد حنیف ولد ولایت شاہ	۔ایضاً	۔ایضاً
15۔	ارشاد بیگم بیوہ نظام دین	۔ایضاً	500

نوٹ:۔ گزارہ الاؤنس بمطابق -/500روپے ماہانہ دیا جاتا ہے۔

(ب) مذکورہ چک کے 18 مستحقین نے زکوٰۃ لینے کے لئے درخواستیں جمع کرائی تھیں۔15 کو مالی امداد جاری کی گئی جبکہ 3۔افراد کی درخواستیں فنڈز کی عدم دستیابی کے باعث زیر التواء ہیں۔فنڈز آنے پر ادائیگی کر دی جائے گی۔

(ج) جز(ب) میں واضح کر دیا گیا ہے کہ کسی مستحق کی درخواست مسترد نہ کی گئی ہے۔

(د) زکوٰۃ حاصل کرنے والے تمام افراد مستحق تھے اور انہیں قواعد و ضوابط کے مطابق زکوٰۃ فنڈ جاری کیا گیا کسی شخص کو کسی کی سفارش پر فنڈ جاری نہ کیا گیا۔

(ہ) جواب جز(د) میں دے دیا گیا ہے۔فاضل ممبر اگر کسی خاص کیس کی نشاندہی کریں تو اس کی انکوائری کروادی جائے گی۔

چک شاہ نواز پاکپتن، 2005 کے لئے زکوٰۃ کی کل رقم اور تعلیمی وظائف

*7749 جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) چک شاہ نواز پاکپتن شریف 2005 میں کل کتنی زکوٰۃ فراہم کی گئی؟

(ب) محکمہ، مذکورہ گاؤں کے لوگوں کی فلاح کے لیے زکوٰۃ فنڈ سے کیا اقدامات کر رہا ہے، تفصیل بتائیں؟

(ج) کیا محکمہ، مذکورہ گاؤں میں غریب بچوں کو تعلیم فراہم کرنے کے لئے زکوٰۃ فنڈ سے مدد فراہم کرنے کو تیار ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) چک شاہ نواز کو2005میں-/1,13,000روپے کی زکوٰۃ فراہم کی گئی۔

(ب) محکمہ زکوٰۃ و عشر فنڈ سے مستحقین زکوٰۃ لوگوں کو حسب استحقاق گزارہ الاؤنس، تعلیمی وظائف، بچیوں کی شادی اور علاج معالجہ کی مفت سہولت کی مدات میں مالی اعانت کر رہا ہے۔ چک شاہ نواز میں-/500روپے ماہانہ گزارہ الاؤنس کی صورت میں10 مستحقین کو مالی امداد فراہم کی جارہی ہے، اسی طرح چھوٹے کاروبار شروع کرنے کے لیے مذکورہ مدت کے دوران مستحقین کو-/5000روپے سے لے کر-/20000روپے تک کی رقم دی گئی تاکہ وہ اپنا کاروبار کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں اور باعزت زندگی بسر کر سکیں۔

(ج) جی ہاں اگر گاؤں کے غریب اور نادار طلباء تعلیمی وظائف کے لئے درخواست جمع کروائیں تو قواعد و ضوابط کے مطابق انہیں وظائف فراہم کئے جائیں گے۔

چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی و ممبران کا طریقہ انتخاب اور راولپنڈی میں کمیٹیوں کی تعداد و تفصیل

*8222 محترمہ عذرا بانو: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) راولپنڈی میں بنائی گئی زکوٰۃ کمیٹیوں کی تعداد کیا ہے نیز کتنی آبادی میں ایک زکوٰۃ کمیٹی بنائی جاتی ہے؟

(ب) صوبہ میں زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمین اور ممبران کے چناؤ کا طریق کار کیا ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) ضلع راولپنڈی میں مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کی تعداد1166 ہے نیز ایک کمیٹی اوسط3000 کی آبادی پر بنائی گئی ہے۔

(ب) زکوٰۃ و عشر آرڈیننس1980 دفعہ(4)18 کے تحت ضلع زکوٰۃ کمیٹی ایک گزٹیڈ افسر، ضلع زکوٰۃ کمیٹی کے ایک ممبر یا اس کا نمائندہ اور ایک عالم دین پر مشتمل سہ رکنی چناؤ کمیٹی تشکیل دیتی ہے جو ہر علاقے میں جا کر7 مرد اور2 خواتین ممبران پر مشتمل مقامی زکوٰۃ کمیٹی کا چناؤ کرتی ہے۔ مقامی زکوٰۃ کمیٹی ایک مرد ممبر کو اکثریت رائے سے بطور چیئرمین

منتخب کرتی ہے۔چیئرمین مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے لئے ضروری ہے کہ وہ میٹرک پاس ہو، غیر سیاسی ہو، مضبوط مالی حیثیت رکھتا ہو، دن میں پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہو، رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہو اور باکردار ہو۔

زکوٰۃ کی منصفانہ تقسیم کے لئے حکومتی اقدامات

*8223 محترمہ عذرا بانو: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ زکوٰۃ پالیسی پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم خُورد بُرد ہو رہی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ زکوٰۃ کی رقم حق داروں کی بجائے استحقاق نہ رکھنے والوں میں تقسیم کی جارہی ہے جس کی وجہ سے بیوہ، یتیم اور نادار لوگوں کی حق تلفی ہو رہی ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت زکوٰۃ کی موجودہ پالیسی پر نظر ثانی کرنے کو تیار ہے تاکہ زکوٰۃ کی رقم اس کے صحیح حق داروں تک پہنچ سکے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) حکومت پنجاب زکوٰۃ و عشر آرڈیننس 1980 اور تقسیم زکوٰۃ کے قواعد و ضوابط پر سختی سے عملدرآمد کروا رہی ہے۔بے قاعدگی یا خُورد بُرد کا کوئی کیس جب بھی محکمہ کے علم میں آتا ہے اس پر قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے بروقت کارروائی کی جاتی ہے۔زکوٰۃ کی رقم بھی قواعد و ضوابط کے مطابق مستحقین تک پہنچائی جارہی ہے۔محکمہ کے پاس ایسی کوئی اطلاع نہ ہے جس کے مطابق زکوٰۃ فنڈ میں معمول کی شکایات کے علاوہ مجموعی طور پر خُورد بُرد ہو رہی ہو۔فاضل خاتون ممبر اسمبلی اگر کسی ایسے کیس کی نشاندہی کریں تو محکمہ اس پر فوری تادیبی کارروائی کرے گا۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔تقسیم زکوٰۃ کے لئے مرکزی کونسل نے قواعد و ضوابط مرتب کر رکھے ہیں جن کے مطابق غریب، مسکین، بیوہ اور بے روزگار مستحق افراد میں ہی زکوٰۃ فنڈ تقسیم کیا جاتا ہے۔صوبہ کے ہر گاؤں، دیہہ اور وارڈ کی سطح پر 25 ہزار سے زائد مقامی زکوٰۃ کمیٹیاں ہیں، یہ کمیٹیاں ہر درخواست گزار کا استحقاق مقرر کرتی ہیں اور انہی کمیٹیوں

کے ذریعے مستحقین کو بذریعہ کراس چیک ادائیگی کی جاتی ہے۔
زکوٰۃ وصول کنندگان کا باقاعدہ ریکارڈ مرتب کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ فنڈ صحیح مستحقین تک پہنچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ایسے مستحقین جن کی حق تلفی ہوتی ہے ان کی بروقت دادرسی کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے جاتے ہیں۔اگر فاضل ممبر کے علم میں ایسا کوئی مستحق ہے جسے کوئی شکایت ہو تو اس کی نشاندہی کرے، محکمہ اس کی داد رسی کے لئے ہر ممکن اقدامات کرے گا۔

(ج) ملک میں غربت کی شرح بہت زیادہ ہے،40 فیصد لوگ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہر غریب آدمی اپنے آپ کو حد سے زیادہ مستحق سمجھتا ہے۔ زکوٰۃ فنڈ کی رقم نہایت محدود ہے جس سے تمام مستحقین استفادہ نہ کر سکتے ہیں، لہذا وہ شکایت کرتے ہیں تاہم محکمہ نے اس بارے میں ایک پرفارما تیار کیا ہے جس پر مستحق کے مکمل کوائف، معذوری اور مجبوری کی کیفیت درج ہے اور ہر مجبوری یا معذوری کے علیحدہ علیحدہ نمبر درج کئے گئے ہیں۔اس طرح تمام نمبروں کو جمع کرنے کے بعد جس مستحق کے سب سے زیادہ نمبر آئیں گے وہ سب سے زیادہ مستحق تصور ہو گا۔اس طریق کار پر عملدرآمد کے بعد اقرباء پروری اور ذاتی پسند پر استحقاق کے تعین کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔

شیخوپورہ میں 06-2004 کے دوران زکوٰۃ فنڈز اور تقسیم

*8252 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر زکوٰۃ وعشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 05-2004 اور 06-2005 کے دوران ضلع شیخوپورہ کو صوبائی زکوٰۃ کونسل کی طرف سے کتنی رقم دی گئی؟

(ب) ان سالوں کے دوران زکوٰۃ سے کتنی رقم غرباء، طالبات اور دیگر مدات میں تقسیم کی گئی؟

(ج) کتنی رقم ان سالوں کے دوران انتظامی اخراجات پر اور کتنی ملازمین/افسران کی تنخواہوں اور ٹی اے/ڈی اے پر خرچ ہوئی؟

(د) کتنی رقم ان سالوں کے دوران اس ضلع میں محکمہ زکوٰۃ کی سرکاری گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول/ڈیزل پر خرچ ہوئی؟

وزیر زکوٰۃ وعشر

(الف) صوبائی زکوٰۃ کونسل نے ضلع زکوٰۃ کمیٹی شیخوپورہ کو مذکورہ مدت کے دوران -/28,55,80,741روپے کے فنڈز فراہم کئے جس کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

مالی سال	رقم
2004-05	-/18,04,64,340روپے
2005-06	-/10,51,16,401روپے

(ب) ان سالوں کے دوران غرباء وطالبات اور دیگر مدات میں-/25,94,03,030روپے تقسیم کئے گئے۔

(ج) ان برسوں کے دوران-/1,61,69,600روپے خرچ کئے گئے جس میں سے -/95,06,600روپے (3.33فیصد) عاملین زکوٰۃ کے طور پر فرائض انجام دینے والے زکوٰۃ پیڈ سٹاف کو بطور تنخواہ دیئے گئے جبکہ افسران کی تنخواہوں اور ٹی اے/ڈی اے کے طور پر زکوٰۃ فنڈ سے کوئی رقم خرچ نہ کی جاتی ہے۔

(د) مالی سال 05-2004 کے دوران سرکاری گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول/ڈیزل پر 25,25ہزار خرچ کئے گئے۔

چودھری زاہد پرویز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر! پبلک سیفٹی کمیشن پنجاب کو قائم ہوئے تقریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں۔ یہ دسمبر 2005 میں بنا تھا، میں بھی اس کا ممبر ہوں۔ قانون کے مطابق ہر ماہ اس کی ایک میٹنگ ہونا ضروری ہے لیکن چھ ماہ میں ایک نشت بھی نہیں ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اس کو چیک کر کے بتا سکتا ہوں کہ یہ کب performہوا تھا اور اس کے ممبر کون کون ہیں اور اس کے اجلاس کی کیا صورتحال ہے؟

پوائنٹ آف آرڈر
سٹینڈنگ کمیٹیوں کے الیکشن کروانے کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے پرسوں پوائنٹ آف آرڈر پر حکومت کی توجہ اس جانب مبذول کروائی تھی کہ ابھی تک تین سٹینڈنگ کمیٹیوں کے الیکشن نہیں ہوئے جبکہ یہ آئینی ضرورت ہے کہ یہ تین کمیٹیاں میں نے اس دن کہیں تھیں، یہ کمیٹی کامرس اینڈ انوسٹمنٹ، کمیٹی برائے سپیشل ایجوکیشن اور کمیٹی برائے پروفیشنل ڈویلپمنٹ ہیں۔ حکومت نے ابھی تک ان کمیٹیوں کے الیکشن نہیں کروائے میں سمجھتا ہوں کہ یہ آئین اور قانون کی خلاف ورزی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کب تک اس کے الیکشن کروائے گی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ درست بات ہے کہ جناب ارشد محمود بگو صاحب نے یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا اور ان کے اس پوائنٹ آف آرڈر کے نتیجے میں ہم نے ٹریژری بنچز کی طرف سے جو ممبران نامزد ہونے تھے ان کے نام مکمل کر لئے ہیں۔ آج انشاء اللہ تعالیٰ میں ان کے ساتھ بیٹھ کر اپوزیشن کی طرف سے جو ممبران ہیں ان کے نام لے کر ہاؤس میں اسی اجلاس میں بتادوں گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میں راجہ صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال ہم کل discuss کریں گے۔ میرا پوائنٹ یہ ہے کہ ماشاء اللہ وزراء، مشیر، سپیشل اسسٹنٹس، ایڈوائزرز جب مختلف اضلاع میں جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ پولیس لوگوں کو سکیورٹی دے وہ ان کے اسکواڈ کے طور پر کام کرتی ہے۔ آپ یا تو ایسا کریں کہ ان کے لئے سپیشل اسکواڈ دیں اور ان کے لئے علیحدہ گاڑیاں آ جائیں۔ جب تھانے کی گاڑیاں ان کے اسکواڈ پر لگ جاتی ہیں تو جو چور ڈاکو ہوتے ہیں وہ آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہ پرسوں کی بات ہے کہ گورنر صاحب فیصل آباد گئے ہوئے تھے۔ میرے حلقے میں ایک دن میں ایک ہی سڑک پر چھ ڈکیتیاں ہوئیں۔ میں نے

ایس ایچ او سے رابطہ کیا، بات نہیں ہوئی، ڈی ایس پی سے کیا، ایڈیشنل آئی جی سے کیا، آئی جی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، سیکرٹری ٹو سی ایم سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر کوئی رابطہ نہ ہو سکا۔ میری گزارش ہے کہ اگر ان کو ڈر ہے اور دیکھا جائے تو آئین کے آرٹیکل 25 میں There is equal quality of citizens or equal protection of law دینا ہے۔ آپ عام شہری کو تو نہیں دے رہے ہیں مگر وزراء کو اتنا جان و مال کا تحفظ چاہئے ان کو آپ سپیشل الاؤنس دے دیں تاکہ یہ اپنی حفاظت کریں۔ پولیس کو ان کی حفاظت پر نہ لگائیں ان کو کچھ نہیں ہو۔ اگر ان کو کچھ ہوا بھی تو صرف ان کی سیاسی موت ہو گی۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔ توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 676 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری اور جناب سمیع اللہ خان صاحب کی طرف سے ہے۔

ہڈیارہ لاہور کے نواحی گاؤں سے سکول ٹیچر کا اغواء و تشدد

جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 31۔ مئی 2006 کی ایک موقر اخبار کے مطابق ہڈیارہ لاہور کے نواحی گاؤں پڑھے کے سکول ٹیچر حافظ عثمان کو ملزمان سعید، آصف، موج خان نے بچوں کو پڑھاتے ہوئے تاوان کے لئے اغواء کر لیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملزمان اس حافظ قرآن اور ٹیچر پر بے جا تشدد کرتے رہے اور اس سے تاوان رہائی کے بدلے مانگا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملزمان نے اس پر پندرہ روز تشدد کرنے کے بعد بے ہوشی کی حالت میں اسے گھر کے نزدیک پھینک کر فرار ہو گئے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کا مقدمہ نمبر 63/06 تھانہ ہڈیارہ میں درج رجسٹرڈ ہوا؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ پولیس ان ملزمان کو گرفتار نہیں کر رہی بلکہ مدعی کو تھانہ میں بلوا کر ملزمان سے صلح کے لئے پریشر ڈالا؟

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملزمان، مدعی کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں اور علاقے مین دندناتے پھر رہے ہیں؟

(ز) کیا حکومت ملزمان کو گرفتار کرنے اور ان کے سرپرست ایس ایچ او اور دیگر عملہ کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) یہ درست نہ ہے۔ ملزمان سعید احمد، آصف، موج خان نے حافظ عثمان ٹیچر کو اغواء نہ کیا ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔

(د) یہ درست ہے۔ حافظ عثمان کے اغواء کا مقدمہ نمبر 63/2006 بجرم 365/109 تھانہ ہڈیارہ لاہور درج ہوا۔

(ہ) یہ درست نہ ہے۔ پولیس ملزمان موج خان وغیرہ مقدمہ ہذا میں بے گناہ پائے گئے ہیں اور اس لئے گرفتار نہیں کر رہی ہے۔

(و) یہ بھی درست نہ ہے۔ دوران تفتیش مدعی مقدمہ ہذا جان سے مار دینے کے متعلق کوئی وضاحت نہ کی ہے۔

(ز) دوران تفتیش ملزمان کے خلاف کوئی ٹھوس شہادت یا ثبوت سامنے نہ آیا ہے۔

جناب سپیکر! اصل واقعات یہ ہیں کہ حافظ عثمان کے خلاف آصف سعید وغیرہ نے ایک مقدمہ نمبر 44/2006 مورخہ 06-03-22 کو درج کروایا جو کہ 148/149/227h2 اور 337/f582 درج ہوا۔ حافظ عثمان کی یہ کوشش تھی کہ جن لوگوں نے اس کے خلاف مقدمہ درج کروایا ہے وہ بھی کسی نہ کسی مقدمے میں ان کو ملوث کرے اور اسی بناء پر مقدمہ نمبر 44/2006 کے گواہ اور مدعی کے خلاف پہلے ایک cross version مقدمہ درج کروانے کی کوشش کی جو درج ہوا جس میں ایک انگلی ٹوٹنے کی میڈیکل رپورٹ دی گئی جو بعد میں غلط ثابت ہوا اور وہ مقدمہ خارج ہوا۔ حافظ عثمان اس بات پر بضد تھا کہ اس کے خلاف جو مقدمہ درج ہوا ہے، کے گواہان اور مدعی کو کسی نہ کسی طرح کسی مقدمہ میں ملوث کرے۔ اسی کے نتیجے میں ایک اغواء کا مقدمہ انہی ملزمان کے خلاف درج کروایا اور انگلی ٹوٹنے کے مقدمہ میں ملوث ملزمان کو دوبارہ پھر اغواء کے مقدمہ میں ملزم ٹھہرایا اور پھر بعد میں تقریباً 17 دن کے قریب غائب رہنے کے بعد وہ خود ہی "گھر کی ہسپتال"

میںadmitہو گئے۔ ہسپتال سے پولیس کو اطلاع ملی کہ حافظ عثمان ہسپتال میں داخل ہیں تو پولیس نے وہاں جاکر ان کا بیان لیااور انہوں نے بیان دیا کہ مجھے فلاں فلاں اشخاص نے اغواء کیا تھا۔ اب اس مقدمہ کی بھی تفتیش کی گئی ہے اور اس مقدمہ میں بھی یہ بات سامنے آرہی ہے کہ جس طرح پہلے انگلی ٹوٹنے کا مقدمہ cross versionپیدا کرنے کے لئے درج کروایا گیا تھا اور یہ دوسرا مقدمہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی اور یہ بھی بے بنیاد طور پر درج کروایا گیا۔ دونوں مقدمات کی تفتیش مکمل ہو چکی ہے اور دونوں مقدمے بے بنیاد پائے گئے ہیں اس لئے یہ اغواء برائے تاوان کا مسئلہ کسی طور پر نہیں تھا اور نہ ہی اس کو اس رنگ میں لیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! یہاں کال اٹینشن نوٹس کے حوالے سے جب بھی جواب آتا ہے تو یقینی بات ہے کہ پولیس اپنے آپ کوdefendکرنے کے لئے ایک بالکل من گھڑت اور جھوٹی سٹوری بنا کر اپنے ڈیپارٹمنٹ اور لاء منسٹر کو دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ یہ مقدمہ اغواء کا درج ہوا۔ اب اس کے پیچھے پولیس نے کہا کہ وہ غلط ہے، وہ مصنوعی ہے، وہ ہسپتال میں داخل ہو گیا ہے، یہ تو ہماری پولیس کے روز مرہ خصوصاً میں کہوں گا کہ چونکہ یہ لاہور کاissueہے تو لاہور میں حالت یہ ہے کہ یہاں کے ڈی پی او کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ as a personاس کی ڈیوٹی کیا ہے اور ادارے کے سربراہ کے طور پر اس کی ڈیوٹی کیا ہے۔ وہ یعنی اپنی ذاتی کارکردگی کا تو جواب دہ بنتا ہے لیکن ادارے کی کارکردگی کا وہ جواب دہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس میں شہادتیں نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب ڈی پی او لاہور یہاں پر اس اسمبلی ہال پر حملہ ہوتا ہے تو خواجہ سعد رفیق یا دیگر اراکین یہاں موجود نہیں تھے، ان کے لئے تو شہادتیں مل جاتی ہیں لیکن ایک مظلوم اور حافظ قرآن کے لئے جواب ہے کہ کوئی شہادت نہیں ملی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کال اٹینشن نوٹس کے ذریعے میں لاہور کی پولیس کا وہ کردار بے نقاب کرنا چاہتا ہوں کہ جس میں وہ مطمئن کرنے کے لئے ہمارے لاء منسٹر کو ایک جھوٹی، سچی اور بالکل مصنوعی کہانی گھڑ کے اس ایوان میں پیش کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سچی یا جھوٹی کہانی کا معاملہ نہیں ہے۔ معزز رکن نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ان کے ذاتی خیالات ہو سکتے ہیں تو

میں اس بحث میں نہیں جانا چاہتا لیکن میں ریکارڈ کے حوالے سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ کیا وہ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ اگر صرف اخباری خبر پڑھ کر انہوں نے Call Attention Noticeدے دیا تو پھر ایک علیحدہ چیز ہے لیکن حقائق یہ ہیں کہ انہی دو مقدمات سے پہلے حافظ عثمان کے خلاف کیا مقدمہ نمبر44/2006کا06-03-22 کو اندراج نہیں ہوا؟ اگر درج ہوا ہے تو پھر اس کے cross versionدینے کے لئے پہلے انگلی توڑی گئی۔ انگلی توڑنے کے بارے میں ڈی پی او لاہور نے نہیں کہا کہ یہ خود ساختہ ہے بلکہ میڈیکل رپورٹ کے مطابق وہ خود ساختہ ثابت ہوئی ہے۔ اسی طرح دوسرے مقدمے میں انہوں نے اغواء برائے تاوان کا لکھا حالانکہ ان کا پہلے سے فوجداری مقدمہ چل رہا ہے۔ جن کے مقدمہ میں یہ ملزم ہیں۔ کیا وہ ان کو اغواء برائے تاوان کے لئے اغوا کریں گے، کسی اور مقصد کے لئے یا جان سے مار دینے کے لئے اغواء کر سکتے ہیں؟ وہ تو بات سمجھ آ سکتی تھی لیکن ایک مخالف فریق دوسرے مخالف فریق کو جس کے ساتھ اس کے فوجداری مقدمات چل رہے ہیں اور اغواء برائے تاوان کے لئے اس کو اغواء نہیں کر سکتا تو اس لئے ان کی معلومات درست نہیں ہیں۔ میں یہی عرض کرنا چاہتا تھا کہ صرف اخباری خبر کو بنیاد بنا کر یہ نوٹس انہوں نے دیا تھا۔ اگر حقائق کو دیکھ لیتے تو شاید کبھی یہ Call Attention Noticeنہ دیتے۔ شکریہ

جناب سپیکر: اگلا Call Attention Notice No.680 **ملک اصغر علی قیصر** اور سید حسن مرتضیٰ صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، ملک اصغر علی قیصر صاحب!

جی ٹی روڈ مرید کے، کے قریب ڈاکوؤں کے ہاتھوں ٹیکسی ڈرائیور کی ہلاکت

ملک اصغر علی قیصر: شکریہ جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 7۔جون2006 کی ایک موقر اخبار کے مطابق مرید کے میں مسافروں کے روپ میں ڈاکوؤں نے کار کرایہ پر لی اور جی ٹی روڈ پر آ کر عبدالرؤف بٹ سے اس کی کار چھیننے کی کوشش کی تو مزاحمت پر اس کو قتل کر کے اس کی نعش جی ٹی روڈ مرید کے کے قریب ویران جگہ پر پھینک دی؟

(ب) کیا پولیس نے اس قتل اور ڈکیتی کی واردات کا مقدمہ درج کیا ہے تو کن دفعات کے تحت؟

(ج) کیاپولیس نے واردات کے ملزموں کا سراغ لگالیا ہے، ملزموں کو گرفتار کرنے کے لئے اب تک کیااقدامات اٹھائے ہیں، ایوان کو آگاہ کریں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ ۔جناب سپیکر!

(الف) یہ درست ہے کہ مقدمہ نمبر344/2005 مورخہ 05-06-2006 بجرم 302ت پ تھانہ صدر مرید کے درج ہوا۔ یہ مقدمہ سید منظور حسین کی رپورٹ پر درج ہوا جس نے اطلاع دی کہ مورخہ 05-06-2006 بوقت صبح سات بجے محمد امین کی فصل کھیت میں ایک نعش جس کا نام اور پتا معلوم نہ ہے، پڑی ہوئی پائی گئی ہے۔ پولیس نے موقع پر پہنچ کر نعش کو قبضے میں لیا۔ جاں بحق ہونے والے کی عمر تقریباً30/35 سال تھی جس کے سر کے بائیں طرف فائر کا نشان تھا جسے نامعلوم اشخاص نے قتل کر دیا۔ مقدمہ ہذا درج ہو گیا تو تفتیش عمل میں لائی گئی۔ نعش کی شناخت کے لئے منادی کروائی گئی تو مسمی غلام رسول حقیقی بھائی مقتول نے آکر اپنے بھائی کی نعش کو شناخت کیا اور اس کا نام عبدالرؤف بتایا۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ عبدالرؤف بٹ ٹیکسی ڈرائیور مورخہ 4-6-2006 کو 9 بجے رات آزادی چوک لاہور سے دو نامعلوم اشخاص کو کرائے پر ٹیکسی دے کر ان کے ساتھ مرید کے کی طرف گیا لیکن واپس نہ آیا۔ اسی دوران ٹیکسی کے مالک نے ایک مقدمہ 06/451 مورخہ 05-06-2006 بجرم 420ت پ تھانہ لاری اڈہ لاہور درج کروایا اور یہ کہا کہ میری گاڑی کوئی شخص لے گیا ہے اس لئے مقدمہ درج کیا جائے۔ اس کی اطلاع پر پہلے سے گاڑی کی گمشدگی کا مقدمہ درج تھا اسی پر اس کے بھائی کا بیان لیا گیا اور اس کے بعد لاہور والے مقدمہ میں 392 کا اضافہ کیا گیا۔

(ب) پولیس نے اس وقوعہ کی بابت جرم302/392 مقدمہ درج کیا ہے اور اس مقدمے میں اس وقت تک تین اشخاص کو حراست میں لیا گیا ہے جن کے نام بشارت علی، عبدالمجید اور غلام مصطفیٰ ہیں جو کہ اس وقت تک پولیس کے قبضہ میں ہیں۔ ایک ملزم بقایا ہے جس کی گرفتاری کے لئے کوشش کی جارہی ہے چونکہ یہ واقعہ 5/6۔ جون کا ہے انشاء اللہ تعالیٰ بقایا ملزمان کو گرفتار کر کے اس مقدمے کا چالان عدالت میں پیش کر دیا

جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،ملک اصغر علی قیصر!

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر!میں اس میں یہی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جی ٹی روڈ بڑا مصروف روڈ ہے جہاں رات دن گاڑیوں کی آمدورفت رہتی ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے جو ریسکیو ٹیمیں بنائی ہیں وہ بھی روڈ پر گشت کرتی ہیں اور ان کی موجودگی میں بھی ایسے واقعات ہو رہے ہیں اور لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پر ہمارے دوست جو اپنے تحفظات کا اظہار کر رہے ہیں۔ سنٹرل پنجاب کا علاقہ گوجرانوالہ، لاہور، فیصل آباد اور شیخوپورہ میں بہت سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے تاکہ گورنمنٹ اور کچھ نہیں تو جان اور مال کا تحفظ دے سکے اور اس سلسلے میں مزید اور انتہائی سخت اقدام اٹھانے چاہئیں اور ایماندار آفیسرز کو لگانا چاہئے تاکہ جو جرائم کی شرح بڑھ رہی ہے وہ کم ہو سکے۔

جناب سپیکر: شکریہ،اب Call Attention Notice کا وقت ختم ہوتا ہے۔

محترمہ عابدہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ عابدہ جاوید: جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ صوبے میں جو قتل وغارت، چوری ڈاکے کی واردات عام ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ!آپ تشریف رکھئے یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

محترمہ عابدہ جاوید: یہ قانون کی بے بسی ہے جب تک عملدرآمد نہیں ہو گا کچھ بھی نہیں ہو گا۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: تشریف رکھئے۔اب ہم تحریک استحقاق take up کرتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 3 مہر اشتیاق احمد کی طرف سے ہے یہ پیش ہو چکی ہے۔اس کا جواب آنا تھا۔جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!اس میں تھوڑا سا confusion تھا یہ لوکل گورنمنٹ کو mark ہو گئی تھی میں نے پرسوں گزارش کی تھی اس کو صرف دو تین دن کے لئے pending کر لیں تاکہ جواب آجائے اور میں اس کا جواب دے سکوں۔

جناب سپیکر:اس کو پھر Monday تک pending کر لیا جائے؟

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر!میں اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

مہر اشتیاق احمد:جناب سپیکر!یہ پچھلے اجلاس کی بات ہے اس میں بھی محترم راجہ بشارت نے ہاؤس میں کہا تھا کہ ہم نے انکوائری کروائی ہے اور مہر صاحب اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے اور ہم نے وہ آفیسر معطل کر دیا ہے تو جب تک وہ رپورٹ نہیں آتی اس وقت تک یہ pending کی جاتی ہے۔اب میں حیران ہوں کہ وہ گم ہی ہو گئی ہے کہ وہ انکوائری کہاں گئی اور اس میں جو جواب دیا گیا تھا اس کا کیا بنا؟یہاں پر کوئی بات نہیں ہے اور اس کو تین بار ہم ملتوی کر چکے ہیں اور جب میں یہاں پر نہیں ہوں گا تو اس وقت آپ اس کو dispose of کر دیں گے۔

جناب سپیکر: چلیں،اس کو Monday تک pending کر لیتے ہیں۔راجہ صاحب!Monday تک اس کی رپورٹ منگوالیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ میں صرف ریکارڈ کی درستی کے لئے اس کو دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے ایک بات کی تھی لیکن اگر معزز رکن بہتر سمجھتے ہیں کہ جواب آنے پر یہ بات محسوس کی گئی کہ آپ کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو میں اس کو oppose بھی نہیں کروں گا اگر آپ اس کو as it is بھجوانا چاہتے ہیں تو مجھے تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔مہر صاحب!اس کو Monday تک pending کر لیتے ہیں۔

مہر اشتیاق احمد:جناب سپیکر!اس پر ابھی مہربانی کر دیں تو کیا حرج ہے؟اگر آپ کہیں تو جو لیٹر اس نے مجھے لکھا ہے وہ میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: مہر صاحب!آپ نے سارا بیان دیا ہوا ہے اس پر Monday کو بات کر لیں گے۔یہ تحریک Monday تک pending کی جاتی ہے۔

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ):پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر:جی،چودھری صاحب!

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!تھانہ فیروز والا میں دو وقوعے ہوئے ہیں۔ایک

وقوعہ میں ملک تنویر صاحب کی تین بھینسیں چوری ہو گئیں، وارث علی بھٹی اس کے تفتیشی افسر ہیں انہوں نے پچیس بھینسیں مختلف آدمیوں سے قبضہ پولیس میں لیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب!آپ لاء منسٹر صاحب کے چیمبر میں چلے جائیں اور ان کے نوٹس میں لے آئیں۔اس کا ٹائم صرف آدھ گھنٹہ ہے اور بہت اہم قسم کی تحاریک ہیں۔

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!صرف ایک منٹ بات سن لیں۔ یہ پچیس بھینسیں ایک امیر آدمی کی چوری ہوئی تھیں وہ پچیس بھینسیں پولیس نے قبضہ میں لے لیں۔ دوسرا ایک شخص ہے جس کی تین بھینسیں چوری ہوئی ہیں بلکہ ڈکیتی ہوئی ہے اس کو پکڑا گیا ہے، بند کیا گیا ہے اور زیورات اتارے گئے ہیں اور ڈاکو لے گئے ہیں۔ وہ پچھلے ماہ کی پانچ تاریخ کو پولیس کے پاس گیا ہے آج ایک مہینہ اور سات دن ہو گئے ہیں وہ پولیس کے پاس بار بار جا رہا ہے کیونکہ پرچہ درج نہیں ہو رہا،اس سلسلے میں میں بھی گیا ہوں اور وہ ڈی آئی جی کے پاس بھی گیا ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب!چودھری مشتاق صاحب آپ کے چیمبر میں آپ سے ملیں گے آپ ان کی بات سن لینا اور پولیس کو کہہ دیں۔ چودھری صاحب!آپ تشریف رکھیں آپ لاء منسٹر کو چیمبر میں مل لیں وہ پولیس کو کہہ دیں گے شکریہ۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 17 سید احسان اللہ وقاص اور چودھری اصغر علی گجر کی طرف سے ہے۔ جی، سید احسان اللہ وقاص!

اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ عبوری رپورٹ بابت سال 2003 اور 2004 ایوان میں پیش کرنے میں تاخیر

سید احسان اللہ وقاص: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ آئین کے آرٹیکل 230(4) قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب کے قاعدہ 131 کے مطابق Council of Islamic Ideology کی سالانہ عبوری رپورٹ اسمبلی میں پیش کی جانی ضروری ہے تاکہ اسمبلی اس پر بحث کر کے رپورٹ ہذا کی روشنی میں قوانین مرتب کر سکے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سال 2003 اور سال 2004 کی رپورٹ اسمبلی میں پیش نہ کر کے نہ صرف میرا بلکہ اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا مجھے یہ تحریک ایوان میں پیش کرنے کی

اجازت دی جائے اور اس کو باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر!اس سے پہلے بھی میری ایک اور تحریک استحقاق تھی وہ پرسوں pending ہوئی تھی وہ میں نے پیش کر دی تھی جو کہ این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے تھی اس کا نمبر اس سے پہلے تھا۔

جناب سپیکر: میرے پاس تو یہی ہے۔ وہ جو آپ فرما رہے ہیں وہ اس سے آگے ہے۔ کیا آپ اس پر اپنی short statement دینا چاہیں گے ؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری short statement یہ ہے کہ آئین کے مطابق جو چیزیں اس اسمبلی میں پیش کی جانی ضروری ہیں وہ بھی یہاں پر پیش نہیں ہوتیں کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی ایک آئینی ادارہ ہے اور بہت اہم ہے۔اس کی عبوری رپورٹ ہر سال اس اسمبلی میں پیش کی جانی چاہئے اور 2003اور 2004 کی دونوں رپورٹیں یہاں پر پیش نہیں ہوئی ہیں۔ میں اس لحاظ سے سمجھتا ہوں کہ ایسی رپورٹیں جن کا آئین کے اندر ذکر کیا گیا ہے وہ ان سے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں جو صرف ہمارے قواعد انضباط کار کے تحت آتی ہیں اس لئے ان کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور پیش کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، چودھری اقبال صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر!کل اجلاس شروع ہوا ہے، مجھے یہ موصول نہیں ہوئی تھی، آج ہی ملی ہے اس کو کل تک pending کر دیں، میں اس کا جواب کل تک دوں گا۔

جناب سپیکر:اس کو کل take up کریں یا Monday کو کریں؟

وزیر خوراک: ٹھیک ہے،اس کو Monday کو کر لیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!اسے Monday کو take up کر لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر17 اب monday تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر18 ہے۔ یہ سید احسان اللہ وقاص، چودھری اصغر علی گجر اور ڈاکٹر وسیم اختر کی طرف سے ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!اس کو بھی pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اس کو بھی Monday تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک استحقاق نمبر 22 محترمہ نورالنساء ملک صاحبہ کی ہے۔جی، محترمہ!

ایس پی انوسٹی گیشن فیصل آباد کا معززرکن اسمبلی کا فون سننے اور حقائق بتانے سے انکار

محترمہ نورالنساء ملک: شکریہ۔جناب سپیکر!میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کیلئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے ایس پی انوسٹی گیشن، فیصل آباد سے ٹیلی فون پر بات کرنا چاہی۔ ریڈر، ذکاء اللہ کو اپنا تعارف کروایا اور کہا کہ ایس پی صاحب سے میری بات کروائیں۔ ریڈر نے وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ مجھ سے میرا نام پوچھا اور میں نے بتایا۔آخر کار میری ایس پی صاحب سے بات ہوئی اور اپنا مسئلہ پیش کرنے کی کوشش کی مگر اس نے میری بات سننے کی بجائے اپنی بات شروع کر دی اور مجھے کہا کہ اس وقت میرے پاس فرصت نہیں کہ میں آپ کو کچھ بتا سکوں آپ بعد میں کسی اور روز رابطہ کریں۔ دو روز بعد میں نے پھر ریڈر صاحب سے فون پر رابطہ کیا اور اپنا تعارف کروایا اور کہا کہ ایس پی صاحب سے میری بات کروائیں مگر اس نے کہا کہ صاحب نے کہا ہے کہ اس خاتون سے میری بات ہو چکی ہے۔ اب مجھے دوبارہ بات کرنے کی ضرورت نہ ہے۔ میں نے متعدد بار ریڈر صاحب سے درخواست کی کہ آپ میری بات تو کروائیں مگر اس نے بھی صاف انکار کر دیا اور غصہ سے receiver زور سے نیچے رکھ دیا۔کافی دیر تک کوشش کرتی رہی کہ ایس پی صاحب سے بات ہو جائے مگر کسی نے ٹیلی فون ہی attend نہ کیا عوامی نمائندہ ہونے کے ناتے ایس پی صاحب اور ریڈر کا فون نہ سننا اور حقائق نہ بتانے سے میرا ہی نہیں بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا مجھے اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں request یہ کروں گا کہ اگر محترمہ مہربانی فرمائیں، تو اس کو pending کر لیں۔ میرے ساتھ بات کر لیں تو میں انشاء اللہ تعالیٰ کوشش کروں گا کہ ان کے جو grievances ہیں ان کو دور کیا جا سکے کیونکہ اس کے contents سے ہی آپ دیکھ لیں کہ

استحقاق والی اس میں بات ہے ہی نہیں کہ کسی نے بدتمیزی کی ہو۔ صرف ایک misunderstandingہے کہ اس نے بات نہیں کروائی، محترمہ نے کہا ہے کہ ریڈر۔ مجھے جو جواب آیا ہے اس میں یہ ہے کہ ریڈر کا ٹیلیفون کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ وہ آپریٹر ہوتا ہے جو وہ کرتا ہے یا تو آپریٹر کے خلاف ہو، ریڈر وہ شخص ہے کہ جس کا ٹیلیفون سے کوئی تعلق ہی نہیں، نہ اس نے کال ملانی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ ایس۔پی کے دفتر میں ٹیلیفون والی جگہ پر بیٹھتا ہے۔ یہ تھوڑا سا confusionہے، اگر محترمہ مجھے مل لیں، میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اس پر فیصلہ فرمائیں، میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس کو pendingکر لیں، میں محترمہ سے بات کر لیتا ہوں۔ اگر ان کی تسلی ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ جیسے آپ حکم دیں گے اس کی تعمیل ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ نورالنساء ملک: جناب سپیکر! میں اس پر یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ بالکل تحریک استحقاق بنتی ہے کیونکہ ایک تو انھوں نے میرا فون نہ سنا اور دوسرا جس مدعی کو میں نے وہاں بھیجا تھا اس کو ایس۔پی صاحب نے کہا کہ کیا تم لوگ عورتوں کی سفارشیں لے کر آ جاتے ہو۔ میں یہاں پر یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ عورت ایم۔پی۔اے اور مرد ایم۔پی۔اے کی اتھارٹی میں اور اختیارات میں کیا تفریق ہے تو کیا یہاں ہم نے خواتین کو صرف اسمبلی سجانے کے لئے بٹھایا ہے کہ ہمارے اختیارات میں تفریق کی جا رہی ہے؟ میں یہاں پر یہ کہوں گی کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور اس سے نہ صرف میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ وہ مدعی کہ جس کی یہ زمین کا مسئلہ ہے اس کے اس کیس کو خارج کر دیا گیا ہے اور اس کی زمین کو بااثر افراد نے غصب بھی کر لیا ہے۔ میں اس کے لئے یہ کہوں گی کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: نہیں، محترمہ! لاء منسٹر صاحب اس کو کوئی oppose نہیں کر رہے۔ وہ فرما رہے ہیں کہ اس کو pendingکر لیں، mean whileاگر آپ مطمئن ہو جائیں جو misunderstandingہوئی ہے، آپ کی تسلی ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر اس کو سوموار کو take upکر لیں گے۔

محترمہ نورالنساء ملک: جناب سپیکر! اس میں مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ کونسا ایسا مسئلہ ہے کہ جو لاء منسٹر صاحب کو سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ یہ کھلم کھلا ایک تحریک استحقاق ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔بنتی ہے یا نہیں بنتی وہ تو بعد میں دیکھ لیں گے۔ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ جوmisunderstandingہوئی ہے، اگر اس کوpendingکرتے ہیں تومean whileآپ کا معاملہ طے پاجاتا ہے تو پھر تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں پاتا تو پھر آگے ہے کہ یہ بنتی ہے یا نہیں بنتی؟

محترمہ نورالنساء ملک: معاملہ طے پانے کی بات نہیں ہے۔یہ میرا جو استحقاق مجروح ہوا ہے یہ اس کا مسئلہ ہے۔میں اس کے لئے یہ چاہتی ہوں کہ اس کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، جناب ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ خواتین کے جو حقوق ہیں یا خواتین کو جو مقام دینے کے لئے اس حکومت کاmotoہے وہ سب سے بلند ہے۔وزیر قانون نے جو فرمایا ہے کہ انھوں نے فون سنا ہی نہیں ہے۔انھوں نے پوری بات ان کی سنی ہی نہیں ہے۔یہ خود مل کر آئی ہیں اور ملنے کے بعد پھر ایس۔پی نے کہا کہ دو دن کے بعد ٹیلیفون پر بات کر لیں۔پھر جب انھوں نے آپریٹر سے کہا کہ میں فلاں ایم۔پی۔اے بول رہی ہوں تو اس نے کہا کہ مجھے ایس۔پی صاحب نے منع کیا ہے کہ اگر فلاں ایم۔پی۔اے کا ٹیلیفون آئے تو میری بات نہیں کروانی کیونکہ میں ان سے بات کر چکا ہوں۔میں سمجھتا ہوں کہ ایک طرف تو ساری قوم پیچھے لگ جاتی ہے کہ اگر کوئی خاتون کوئی بات کہتی ہے اور ایک طرف میرا خیال ہے کہ جب سے یہ اسمبلی بنی ہے، ساڑھے تین سال کے بعد یہ خاتون بیچاری بولی ہیں اور صرف اپنے استحقاق کے لئے اور پھر یہ ان کا استحقاق نہیں ہے بلکہ یہ اس پورے ہاؤس کا استحقاق ہے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب نے کوئیopposeتو نہیں کیا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں اس میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ کیا فرق پڑتا ہے کہ اگر ان کی جو تحریک استحقاق ہے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔یہ آپ کا استحقاق ہے اور اس ہاؤس کا استحقاق ہے۔آپ ہاؤس سے رائے لے لیں اگر ہاؤس اس کی اجازت دیتا ہے تو پھر اس کو کمیٹی کو بھجوا دیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قان و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کبھی بھی یہاں پر تحریک استحقاق کو oppose نہیں کیا لیکن میں تو صرف مہلت چاہ رہا ہوں کہ اگر سوموار تک آپ مہلت دے دیں تو کم از کم ایک بے گناہ بندہ جس کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ بچ جائے گا، وہ ریڈر ہے اور یہ معزز اسمبلی اب اس ریڈر کو معطل کروائے گی۔ خدا کے لئے اس پر کوئی تھوڑا سا ہم خیال کر لیں۔ کیا اب اس اسمبلی کا معیار یہ رہ جائے گا کہ ہم ریڈروں کے خلاف تحریک استحقاق لے کر آئیں، میں اس کو oppose نہیں کر رہا، میں تو صرف یہ چاہ رہا ہوں کہ مجھے آپ مہلت دے دیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! راجہ صاحب بات کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب oppose تو نہیں کر رہے، وہ صرف ٹائم مانگ رہے ہیں، meanwhile معاملات سُلجھ جاتے ہیں تو پھر ضرور اس کو take up کرنا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے پاس چلی جائے گی تو پھر کونسا طوفان آ جائے گا؟ استحقاق کمیٹی نے اس کو پھانسی تو نہیں دینی۔ استحقاق کمیٹی نے بھی بات سننی ہے۔ سننے کے بعد اس کی بات بھی سن کر اور ان کی بات بھی سن کر پھر فیصلہ دینا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ریڈر کا بار بار راجہ صاحب فرما رہے ہیں کہ ریڈر نے کیا ہے۔ ریڈر نے نہیں کیا بلکہ ایس۔پی انوسٹی گیشن نے کیا ہے۔ وہ خود فرما رہی ہیں کہ انھوں نے ایسا کیا ہے۔ یہ کمیٹی کے پاس جانے دیں یا پھر آپ ہاؤس سے رائے لے لیں۔ اگر ہاؤس کہتا ہے کہ یہ معاملہ کمیٹی کے پاس چلا جائے تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش صرف یہ کرنا چاہتا ہوں کہ معزز رکن فرما رہے ہیں کہ کوئی آسمان نہیں گرے گا۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میں اپنے سارے بھائیوں سے انتہائی مودبانہ طریقے سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج تک میں نے کسی بھی تحریک استحقاق کو oppose نہیں کیا اور میرے اس lenient view کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہماری آدھی سے زیادہ ایڈمنسٹریشن استحقاق کمیٹی کے باہر بیٹھی ہوتی ہے۔ پھر مجھ پر criticism یہ آتا ہے کہ

unwordly ہمیں سن لیا کریں اور اس کے بعد آپ جو فیصلہ کریں ہم مان لیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جتنا میرا فرض بنتا ہے، اتنا آپ کا بھی بنتا ہے کہ کسی کے خلاف کوئی فیصلہ دینے سے پہلے کم از کم اس پر ایک بار سوچ لیں۔اب یہاں ریڈر ذکاء اللہ کی بات کی جا رہی ہے جس کے متعلق تحریری طور پر آیا ہے کہ وہ فون attend ہی نہیں کرتا۔اس کا علیحدہ دفتر ہے۔ پھر درمیان میں مقدمہ ڈسچارج کی بات آ گئی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ میں اس تحریک استحقاق کو سوموار تک pending کرتا ہوں۔

معزز ممبران حزب اختلاف: کل تک کر لیں۔

جناب سپیکر: جی، کل تک کے لئے یہ تحریک استحقاق pending کی جاتی ہے۔ شکریہ اگلی تحریک استحقاق نمبر 28 ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں دس منٹ سے کھڑی ہوں۔اب یہی تو استحقاق کی بات ہے۔آپ اس ہاؤس کا attitude دیکھ لیں کہ یعنی میں بگو صاحب سے پہلے اس بات پر بات کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہوں اور آپ مسلسل مجھے دیکھتے رہے اور آپ مجھے ignore کرتے رہے۔

جناب سپیکر: آپ کس پر؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! آپ نے مجھے ٹائم نہیں دیا۔ یہی بات ہے۔ یہی attitudes ہیں، یہی attitude ہے جو اس اسمبلی کے اندر بھی ہے اور اس اسمبلی کے باہر سوسائٹی کے اندر بھی ہے۔

محترمہ طاہرہ منیر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ، آپ تشریف رکھیں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ فرمائیں۔

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم صاحب کے لئے یہ عرض کر رہی ہوں کہ ایک نصاب میں پاکستانی کہانیوں کے نام پر ایک ایسی کتاب شامل کر دی گئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ جناب محمد اقبال چنڑ صاحب!

اے ڈی جی ایل اور ڈی سی او بہاولپور کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز رویہ

ملک محمد اقبال چنڑ: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مجھے 05-2004 کے ترقیاتی فنڈز مبلغ 25لاکھ روپے allocate ہوئے۔ میں نے جناب محمد بشارت راجہ، وزیر لوکل گورنمنٹ پنجاب کے توسط سے A.D.L.G، بہاولپور بشارت علی ندیم کو چٹھی بھجوائی کہ پی پی ۔272 بہاولپور کے ترقیاتی منصوبہ جات تخمینہ لاگت 25لاکھ روپے کے تعمیر پنجاب پروگرام کے تحت جاری کئے جائیں تاکہ عوام کی فلاح و بہبود کے یہ منصوبے مکمل ہو سکیں۔ اس چٹھی کے بعد اے ڈی ایل جی، بہاولپور سے رابطہ کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ وزیر لوکل گورنمنٹ کی طرف سے کوئی چٹھی مجھے وصول نہیں ہوئی۔ میں نے دوبارہ ایک ہفتہ بعد جناب محمد بشارت راجہ، وزیر لوکل گورنمنٹ سے لاہور میں رابطہ کیا تو میری استدعا پر وزیر صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے اے ڈی ایل جی، بہاولپور کو فون پر کہا کہ میرے حلقہ پی پی۔272 کے ترقیاتی منصوبہ پر فوری عمل کیا جائے اور فنڈز جاری کئے جائیں۔ جب دوبارہ میں نے اے ڈی ایل جی، بہاولپور بشارت علی سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے حلقہ کے ترقیاتی منصوبہ جات کی فائل ڈی سی او، بہاولپور چودھری محمد اکرم نے منگوالی ہے۔ میں اس سلسلہ میں ڈی سی او ہذا کے دفتر گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کی ترقیاتی منصوبہ جات کی فائل نہیں منگوائی۔ میں نے اس سلسلہ میں پانچ/چھ چکر اے ڈی ایل جی اور ڈی سی او، بہاولپور کے کاٹے لیکن ان دونوں افسران نے مجھے رولنگ سٹون بنایا۔ آخر کار میں مورخہ 3۔ جون2006 کو ڈی سی او آفس بہاولپور گیا۔ مجھ سے پہلے اے ڈی ایل جی، بہاولپور مسٹر بشارت علی وہاں پر موجود تھا۔ میں نے دونوں کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں افسران سے گزارش کی کہ آج آپ اتفاق سے اکٹھے مل گئے ہیں۔ میری

فائل کا مسئلہ حل کریں تاکہ میرے حلقہ کے لوگوں کی فلاح کے کام ہو سکیں۔ڈی سی او نے کہا کہ آپ ایم پی اے صاحبان میرے دفتر میں بغیر پوچھے جب چاہتے ہیں منہ اٹھائے آ جاتے ہیں اور مجھے distrub کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ذاتی کام کے سلسلہ میں نہیں آیا۔ میں عوام کا منتخب نمائندہ ہوں اور ان کے حقوق کی خاطر جدوجہد کر رہا ہوں جو میرے فرائض میں شامل ہے۔ میری فائل کو تلاش کیا جائے۔ جس پر یہ افسران طیش میں آ گئے اور مجھے کہا کہ ہم نے آپ جیسے کافی ایم پی اے دیکھے ہیں، ہماری کرسیاں مضبوط ہیں۔آپ لوگ عارضی ایم پی اے ہیں اور آتے جاتے رہتے ہیں۔ ہم نے آپ جیسے سینکڑوں ایم پی اے دیکھے ہیں۔اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی میرے خلاف نازیبا باتیں کیں اور کہا کہ ہم وزیر لوکل گورنمنٹ کو بہتر جانتے ہیں اور ان سے خود بات کر لیں گے اور مجھے ڈی سی او نے اپنے دفتر سے باہر جانے کا کہا۔اس طرح ان دونوں افسران نے نہ صرف میرا بلکہ معزز وزیر لوکل گورنمنٹ کے احکامات کا بھی مذاق اڑا کر ان کا بھی استحقاق مجروح کیا لہذا مجھے اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کوئی short statement دینا چاہیں گے؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جی ہاں، جناب سپیکر! راجہ صاحب میری بات کی تائید کریں گے کہ میں کوئی پانچ چھ مرتبہ ان کے پاس حاضر ہوا اور ان سے گزارش کی کہ میری فائل DCO کو بھجوا دی جائے۔ انھوں نے میرے سامنے DCO اور ADLG بہاولپور کو فون کیا لیکن اس کے باوجود میری فائل آج تک نہیں مل سکی۔ DCO نے نہ صرف میرا استحقاق مجروح کیا ہے بلکہ وزیر صاحب کے احکامات کا بھی مذاق اڑایا ہے لہذا میری گزارش ہے کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! مجھے یہ تحریک ابھی موصول ہوئی ہے، آپ اس کو دو تین دن کے لئے pending فرمالیں تاکہ جواب آ جائے۔

جناب سپیکر: چنڑ صاحب!ابھی اس تحریک کا جواب وزیر قانون صاحب کو موصول نہیں ہوا تو کیا اس کو Monday تک pending کر لیں؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جی، بہتر ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اس تحریک استحقاق کو Monday تک pending کیا جاتا ہے۔ تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر236، محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کی طرف سے ہے۔یہ move ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔

ننکانہ صاحب میں مسلح افراد کی کم سن لڑکی سے اجتماعی زیادتی

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!اس کا ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا۔انشاء اللہ تعالیٰ میں کل اس کا جواب دوں گا۔ میں نے ٹیلیفون پر اس کا جواب منگوایا ہے۔ آپ کل تک اسے pending فرمادیں، میں کل جواب دوں گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، تحریک التوائے کار نمبر236 کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

شیخ محمد اعجاز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ محمد اعجاز: جناب سپیکر!میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔آپ کی غیر موجودگی میں جب سردار شوکت حسین مزاری صاحب صدارت کر رہے تھے تو اس وقت یہ طے ہوا تھا اور اس سے پہلے بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں بھی طے ہوا تھا کہ فیصل آباد میں پانی کے حوالے سے، گیسٹرو کے باعث جو ہلاکتیں ہوئیں، جو ہزاروں لوگ متاثر ہوئے اس بابت تحریک التوائے کار کو out of turn take up کیا جائے گا جو کہ ہو چکی ہے۔اب اس کی continuty میں ممبران بات کریں گے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! یہ بات میرے علم میں ہے، آج ایجنڈے پر یہ موجود ہے۔اس پر بات ہو گی۔

شیخ محمد اعجاز: جی، بہتر ہے۔ میں نے صرف یاد دہانی کروانی تھی کہ آج فیصل آباد کے اراکین کو اس بارے میں بات کرنے کے لئے وقت دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، بالکل آپ کو ٹائم دیں گے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر240جناب محمد وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔اب وقفہ نماز ہوتا ہے اور ہاؤس آدھ گھنٹہ کے لئےadjournکیا جاتا ہے۔

(اذان عصر)

جناب سپیکر:اب وقفہ نماز عصر ہوتا ہےاور ہاؤس آدھ گھنٹہ کے لئےadjournکیا جاتا ہے۔

(نماز عصر کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر5.58پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی،وقاص صاحب! تحریک پیش کریں۔

صوبہ میں برڈفلو کے وائرس کی تصدیق

جناب محمد وقاص: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 22۔مارچ2006 کے اخبارات کے مطابق پاکستان بھر خصوصاًصوبہ پنجاب میں برڈ فلو کے وائرس کی موجودگی کی تصدیق کر دی گئی ہے جس سے عوام بے چینی اور اضطراب کا شکار ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے لائیوسٹاک!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لائیوسٹاک: شکریہ۔جناب سپیکر!اس ضمن میں عرض ہے کہ برڈفلو H-5 N-1وائرس سے پھیلنے والی انتہائی مہلک وبائی مرض ہے جو2003 میں جنوبی ایشیاء پر چھائی رہی ہے۔یہ غالباً ہجرت کرنے والے پرندوں کی وجہ سے روس، کرغستان اور کروشیا میں پہنچی جس کی وجہ سے300 ملین مرغیاں اور109انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔یہ وبائی مرض سال ہی

میں ہمارے ہمسایہ ممالک ایران اور بھارت میں رپورٹ ہوئی۔اس کے بعد برڈ فلوایبٹ آباد، چار سدہ، صوبہ سرحد، سہالہ، ترلائی، اسلام آباد اور صوبہ پنجاب کے اضلاع راولپنڈی، اٹک، چکوال اور حافظ آباد میں بھی رپورٹ ہوئی۔

جناب سپیکر! برڈ فلوایک وبائی مرض ہے جو کہ پرندوں میں پائی جاتی ہے۔شدید متاثرہ پرندوں میں ناک سے اخراج، قلغی کا رنگ اڑنااور چونچ کے نیچے لٹکے ہوئے گوشت کی سوجن جیسی علامات ظاہر ہوتی ہیں اور تنفس بگڑنے کے باعث چوبیس گھنٹے کے اندر اندر پرندہ مر جاتا ہے۔پرندوں میں اس کی منتقلی ایک ساتھ کھانے، ایک ہی برتن استعمال کرنے اور اکٹھے پانی پینے سے ہوتی ہے۔ابھی تک یہ بیماری ایک انسان میں سے دوسرے انسان میں منتقل نہیں ہوئی۔اس سلسلہ میں لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ پنجاب میں ستمبر 2005 سے مسلسل صورتحال کی نگرانی کر رہا ہے اور پنجاب بھر میں بیماری کی نشاندہی اور وبائی کی صورت میں پھیلنے سے روکنے کے لئے surveillianceانتظام قائم کر دیا ہے۔مرض کی تشخیص کے بارے میں لٹریچر لائیو سٹاک افسران کو رپورٹ کے لئے مہیا کر دیا گیا ہے، دو تحقیقاتی ادارے ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ لاہور اور پولٹری ریسرچ انسٹیٹیوٹ راولپنڈی کو ضروری سامان مہیا کر دیا گیا ہے تاکہ وہ کسی بھی مرنے والے پرندے میں H-5, N-1وائرس کی موجودگی کا پتا چلا سکیں۔ڈائریکٹر جنرل ریسرچ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ پنجاب لاہور کو تفصیلی رپورٹ کرنے اور احتیاطی اقدامات کے لئے محکمہ کا spokesmanمقرر کیا گیا ہے۔ڈائریکٹر پولٹری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راولپنڈی کو برڈ فلو بیماری کے متعلق اطلاعات اکٹھی کرنے اور باقاعدگی سے اعداد و شمار اکٹھے کرنے کے لئے focal personمقرر کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! محکمہ لائیو سٹاک متعلقہ دیگر محکموں داخلہ ہیلتھ، فارسٹ، وائلڈ لائف اور ماہی پروری سے مسلسل رابطہ میں ہیں۔ محکمہ لائیو سٹاک نے نومبر 2005 میںAnimal Husbandry Commissioner، منسٹری آف فوڈ ایگریکلچر اور لائیو سٹاک گورنمنٹ آف پاکستان سے پرندوں کے شکار پر پابندی لگانے کی درخواست کی تھی۔ محکمہ لائیو سٹاک نے وفاقی سیکرٹری منسٹری آف ہیلتھ کی تجویز پر آٹھ surveillianceٹیمیں برڈ فلو کی نگرانی اور اس کا پتا لگانے کے لئے تشکیل دی تھیں جبکہ چیف سیکرٹری پنجاب نے ڈی سی اوز کی سربراہی میں بھی ٹیمیں تشکیل دی تھیں جو اپنی حدود میں ہجرت کر کے آنے والے پرندوں کی نقل و حرکت

اور مرغیوں میں کسی بھی بیماری کی موجودگی کی رپورٹ کریں گی۔ محکمہ لائیو سٹاک نے تمام ڈسٹرکٹ ناظمین سے درخواست کی ہے کہ وہ برڈ فلو وباء کی صورت میں محکمہ لائیو سٹاک سے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں، فوری ردعمل کرنے والی پانچ ٹیمیں کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے تشکیل دے دی گئی ہیں۔ محکمہ لائیو سٹاک نے ایک معیاری طریق کار کے تحت بیماری کو کنٹرول کرنے کے لئے وضع کیا ہے اور تمام ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسرز سے استدعا کی ہے کہ وہ ضلعی ایجنسیوں کو بیماری کا پتا لگانے اور کنٹرول کرنے کے لئے متحرک کریں۔ ڈی سی اور اولپنڈی کو اسلام آباد سے راولپنڈی اور راولپنڈی سے پنجاب کے دوسرے حصوں تک پرندوں کی نقل و حرکت پر پابندی لگانے کے لئے بھی کہا گیا ہے۔

جناب والا! حکومت پنجاب نے پولٹری ریسرچ انسٹیٹیوٹ راولپنڈی کو برڈ فلو بیماری سے نمٹنے کے لئے آلات کی خریداری کے لئے 1.8 ملین روپے فراہم کئے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت نے برڈ فلو H-5, N-1 پر ریسرچ کے لئے یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور کے تعاون سے 20 ملین روپے کی ایک سکیم کو 2006-07 ADP کے لئے شامل کیا ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ نے پنجاب گورنمنٹ کو برڈ فلو سے نمٹنے کے لئے 10 ملین روپے کی تلافی کے لئے 6 ملین روپے متاثرہ پولٹری فارمرز کے لئے اور دیگر حفاظتی اقدامات کے لئے 11 ملین روپے کی ویکسین فراہم کی ہے۔ میں فخر سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے شروع کئے گئے موثر surveilliance، مانیٹرنگ اور بہتر حکمت عملی کی بنیاد پر ہمارے پاکستانی سائنٹسٹس نے VRI میں اس وائرس کی ویکسین تیار کی ہے جس کا نام لینے سے لوگ ڈرتے تھے اور مرغی کو کھانا بھی لوگوں نے چھوڑ دیا تھا۔ اب تک تقریباً 18 لاکھ کے قریب مرغیوں کو اس کی doses دے دی گئی ہیں جس کی وجہ سے بیماری پر کنٹرول ہو گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ادارہ اس کارکردگی کی بنیاد پر مبارکباد کا مستحق ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ وقاص صاحب! کافی تفصیل کے ساتھ جواب آ گیا ہے۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے اس پر تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جب 2002 اور 2003 میں اس وباء کے بارے میں اخبارات اور میڈیا پر آیا اور پھر حالیہ گزشتہ برس بھی آیا تو اس کا ایک ڈائریکٹ اثر پولٹری انڈسٹری پر ہوا اور وہ تقریباً crash کر گئی۔

لوگوں نے مرغیاں اور انڈے کھانا چھوڑ دیئے جس کے نتیجے میں ہزاروں لاکھوں لوگوں کا روزگار تباہ ہوا اور عوام کے اندر ایک بے چینی اور پریشانی آ گئی اور شادی بیاہ و دیگر تقریبات کے موقع پر جو گوشت استعمال ہوتا ہے اس حوالے سے یہ فضا ایسی بن گئی لیکن اس کو reverse کرنے کے لئے حکومت فوری طور پر آگے نہیں آ سکی اور حکومت نے اس کے لئے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ میں دوسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح اس وباء کا تذکرہ میڈیا اور اخبارات کے اندر آیا، جن اقدامات کا ذکر محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کیا یہ بھی میڈیا پر آنا چاہئے تھا اور لوگوں کو بتانا چاہئے تھا کہ ہم نے یہ کیا ہے۔ انہوں نے ایک بہت اچھی بات کہی کہ ہمارے سائنسدانوں نے اور ہمارے ریسرچرز نے ایک ویکسین ایجاد کی اور مجھے یہ بتایا گیا کہ اگر وہ ہم امپورٹ کریں تو ایک piece ہمیں سات روپے کا پڑتا ہے اور ہمارا اس پر اپنا خرچہ پچیس پیسے آتا ہے یعنی اتنا foreign exchange ہمارے ریسرچرز نے ہمارے لئے بچایا اور بہت اچھی ویکسین ایجاد کی لیکن اس کا کسی کو نہیں پتا، پاکستان کے عوام اس سے بے خبر ہیں حالانکہ یہ تو deserve کرتا ہے کہ ان سائنسدانوں کو آپ میڈیا پر لے آئیں تاکہ لوگوں کو پتا چلے۔ ان کو ایوارڈ دیں اور ان کو encourage کیا جائے اور اس کا انہیں صلہ دیا جائے لیکن ہم اس طرف آگے نہیں بڑھے۔ میں partially اتفاق کرتا ہوں کہ اب تو یہ مسئلہ under control ہے اور اس کے لئے یہ انتظامی کام کر رہے ہیں لیکن مستقبل میں بھی ایسی جو بھی افواہیں پھیلیں یا ایسی وباء ہوں تو اس کو counter کرنے کے لئے میڈیا پر اسی تیزی کے ساتھ لایا جائے جس تیزی سے اس کی خبر پھیلتی ہے اور میڈیا پر بتایا جائے کہ اس کا ہمارے پاس علاج ہے، یہ counterable ہے اس کو قابو کیا جا سکتا ہے اور قابو میں ہے تاکہ لوگ پریشان نہ ہوں۔ خاص طور پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کا روزگار اس سے وابستہ ہے، محترم لاء منسٹر صاحب، فنانس منسٹر صاحب یہاں موجود ہیں ان تک یہ بات پہنچائی جانی چاہئے کہ جو پولٹری انڈسٹری تباہ ہوئی ہے اگلے بجٹ میں ان کے لئے کوئی ریلیف رکھا جائے اور ان لوگوں کو بحال کرنے کے لئے ان کے کاروبار کو آگے بڑھانے کے لئے کچھ اقدامات کئے جائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! یہ اچھی proposal ہے اسے بھی consider کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لائیو سٹاک:جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کے فارم تباہ ہوئے ہیں یا جن کا نقصان ہوا ہے گورنمنٹ ان کو مارکیٹ ریٹ کے مطابق 70 فیصد ان کے نقصانات pay کر رہی ہے۔

جناب سپیکر:بہت اچھا۔اگلی تحریک ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب کی ہے۔ان کی request آئی ہے کہ اسے کل تک کے لئے pending کر لیں۔لہذا یہ تحریک کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔اگلی تحریک بھی ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب کی ہے۔اس کے لئے request نہیں آئی لہذا یہ dispose of کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر:شکریہ۔جناب سپیکر!میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ برڈ فلو کے حوالے سے ابھی بات ہو رہی تھی۔یہ بات بھی اخباروں میں بڑی شائع ہوئی کہ مرغیوں کے لئے باہر سے جو feed منگوایا گیا اس میں سور کی چربی شامل تھی اس پر بڑی پریشانی ہوئی اور پورے پاکستان کے جو اہل ایمان ہیں انہیں اس پر تشویش ہوئی اور یہ کافی عرصے سے ہو رہا ہے۔میں یہ عرض کروں گا کہ اس حوالے سے ڈیپارٹمنٹ کی جو چشم پوشی ہے وہ قابل گرفت ہے اور منسٹر صاحب اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو اس کا نوٹس لینا چاہئے کہ یہ غلط حرکت ہو رہی ہے اور اس طرح کی یہ چیز پاکستان میں آئی ہے۔

جناب سپیکر:انہوں نے سن لیا ہے وہ چیک کر لیں گے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 250 لالہ شکیل الرحمٰن،چودھری زاہد پرویز صاحب کی ہے۔جی،چودھری زاہد پرویز صاحب!

اربن روٹوں کے کرایہ میں اضافہ

چودھری زاہد پرویز:جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ ایک موقر اخبار کی خبر مورخہ 26۔مارچ 2006 کے مطابق اربن روٹوں پر کرایوں میں دو روپے کا اضافہ،محکمہ ٹرانسپورٹ نے نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔4۔کلو میٹر حسب سابق -/6 روپے، آٹھ کلو میٹر تک -/8 روپے اور چودہ کلو میٹر فاصلے کا کرایہ -/10 روپے اور 22 کلو میٹر کا کرایہ -/12

روپے کر دیا گیا۔ مزید فاصلے پر-/14 روپے کر دیا گیا ہے۔ عوام کا پرزور اصرار تھا کہ کرایہ نہ بڑھایا جائے لیکن محکمہ ٹرانسپورٹ نے عوام کے اعتراضات کو مسترد کر دیا اور ٹرانسپورٹروں سے ملی بھگت کر کے کرایہ بڑھا دیا۔ جس سے عوام میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! یکم اکتوبر 2005 کو ڈیزل کی قیمت میں دو روپے نو پیسے کا اضافہ ہوا۔ محکمہ ٹرانسپورٹ نے کرایوں میں اضافہ کے تمام پہلوؤں کے حوالے سے پرکھا کہ کرایوں میں اضافہ سے عوام پر بوجھ پڑے اور نہ ٹرانسپورٹر کے لئے یہ ناقابل عمل ہوں۔ محکمہ نے یہ معاملہ صوبائی وزراء ٹرانسپورٹ، خزانہ، قانون و لوکل گورنمنٹ پر مشتمل کابینہ کمیٹی کے سامنے مورخہ 7/12/2005 کو رکھا اور کرایوں کی stage کو پانچ سے سات کرنے کی تجویز کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت کی کہ صرف ڈیزل کی قیمت میں اضافہ ہی گاڑی کے چلنے کی لاگت پر اثرانداز نہیں ہوتا بلکہ اس میں کئی دوسرے عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں یعنی موبل آئل اور دوسرے لبریکنٹس ٹائرز، سپیئر پارٹس، لیبر اور تنخواہوں میں اضافہ وغیرہ اس سے مجموعی طور پر فی کلومیٹر لاگت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کمیٹی نے اس سے اتفاق کیا کہ محکمہ ٹرانسپورٹ نے کرایوں میں اضافے کے حوالے سے عوام کی تجاویز اور اعتراضات بذریعہ پریس ریلیز طلب کئے اور تمام حقائق کا جائزہ لینے کے بعد بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر 06-2002 مورخہ 25-03-2006 کو مندرجہ ذیل اضافہ کیا۔ جو کہ نہ صرف اربن روٹس پر چلنے والی بسوں بلکہ ویگنوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ اس میں پہلے پانچ stages مقرر تھیں، کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں اس کو سات stages تک کر دیا گیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جو پہلے stages تھیں وہ کم کلومیٹروں میں تھا اور بعد میں جو سٹیج مقرر کئے ان کا فاصلہ زیادہ کلومیٹروں میں کر دیا گیا۔ اس کا جو پہلا stage ہے وہ زیرو سے چار کلومیٹر تک ہے اس کا کرایہ چھ روپے ہے۔ اس میں تقریباً 70/75 فیصد مسافر سفر کرتے ہیں اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد چار کلومیٹر سے آٹھ کلومیٹر تک آٹھ روپے اس میں ایک روپیہ اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آٹھ تا چودہ کلومیٹر تک دس روپے، چودہ تا بائیس کلومیٹر بارہ روپے اور بائیس کلومیٹر سے زائد جتنا بھی کوئی سفر کرے گا اس کو چودہ روپے کرایہ ادا کرنا پڑے گا۔ روٹ کا زیادہ سے زیادہ فاصلہ 32 کلومیٹر مقرر کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،چودھری صاحب!کافی تفصیل کے ساتھ جواب آگیا ہے۔

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر!پبلک ٹرانسپورٹ غریب لوگوں کے لئے ہے۔ ہمارے صدر صاحب بھی اس چیز کا اعلان کرتے ہیں، وزیر اعظم صاحب بھی اعلان کرتے ہیں کہ جو چیزیں بھی غریب لوگوں کے استعمال میں آتی ہیں ان کی قیمتیں ہم کم کریں گے۔ مگر یہاں پر تو ہر پندرہ دن بعد یا مہینے بعد ڈیزل کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ وزیر موصوف صاحب نے بھی کرایوں میں اضافے کی یہی وجہ بتائی ہے ڈیزل تمام پبلک ٹرانسپورٹ اور کاشت کار بھی ٹریکٹروں وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں۔ ڈیزل آج تقریباً چالیس روپے لیٹر مل رہا ہے۔ تین سال پہلے اس کی قیمت -/27 روپے تھی۔ آپ دیکھیں کہ قیمت کتنی بڑھ چکی ہے۔ جیسا کہ دوسری چیزوں کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں۔ چینی -/40 روپے فی کلو تک فروخت ہو رہی ہے۔ یوٹیلٹی سٹورز کا بڑا واویلہ کیا جا رہا ہے۔ یہ سٹورز ملک کے 5 فیصد لوگوں کی ضروریات کو بھی پورا نہیں کرتے۔ جہاں تک ٹرانسپورٹ کی بات ہے تو دیہاتوں سے شہروں میں مزدوری کرنے جو لوگ آتے ہیں وہ روزانہ دس سے پندرہ روپے کرایہ ادا کر کے آتے ہیں، جاتے وقت بھی اتنا ہی کرایہ لگتا ہے۔ بعض اوقات ان کو مزدوری ملتی ہے اور بعض اوقات مزدوری نہیں ملتی۔ میری استدعا ہے کہ پبلک ٹرانسپورٹ کا کرایہ کم ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ زیرو کلو میٹر سے چار کلو میٹر تک ان کے سروے کے مطابق 75 فیصد لوگ سفر کرتے ہیں، ان کے کرایوں میں اضافہ نہیں ہوا۔

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر!اگر ڈیزل کی قیمت نہ بڑھے تو بھی یہ کرایہ مناسب سطح پر رہ سکتا ہے۔ اس پر آپ کنٹرول کریں اور وفاقی حکومت کو لکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!میں بھی اس سلسلے میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر ٹرانسپورٹ نے بڑا اچھا فرمایا ہے کہ 32 کلو میٹر تک کرایہ نہیں بڑھا لیکن دوسری طرف ٹرانسپورٹرز نے کیا کیا ہے کہ اگر سیالکوٹ سے لاہور فلائنگ کوچ آتی ہے تو اس میں 20 آدمیوں کی جگہ ہے تو انہوں نے وہاں پر تیس بٹھانے شروع کر دیئے ہیں۔ اب حالت یہ ہوتی ہے کہ جہاں خواتین بھی بیٹھتی ہیں وہاں پر مردوں کو بھی ساتھ بٹھا دیتے ہیں۔ جس وین میں بیس کی گنجائش

ہوتی ہے وہاں پر 30/35 سواریاں زبردستی بٹھادیتے ہیں۔ میں وزیر ٹرانسپورٹ سے گزارش کروں گا کہ وہ اس سلسلے میں بھی کچھ کریں۔ گرمیوں میں بڑا بُرا حال ہوتا ہے۔ میں دو دفعہ خود فلائنگ کوچ پر سیالکوٹ سے بیٹھ کر آیا ہوں۔ آپ ان کو روک ہی نہیں سکتے کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ لہذا میری وزیر ٹرانسپورٹ سے گزارش ہے کہ سیٹوں کی جتنی پابندی ہوتی ہے اتنے ہی لوگوں کو بٹھایا جائے اور اگر زائد لوگ بیٹھیں تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلی تحریک 252 چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن کی ہے۔

خانقاہ ڈوگراں میں ڈاکوؤں کی بھائی اور باپ کے سامنے دوشیزہ سے اجتماعی زیادتی

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ''خبریں'' کی اشاعت مورخہ 26۔مارچ 2006 میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ خانقاہ ڈوگراں میں چھ ڈاکوؤں نے باپ اور بھائی کو باندھ کر دوشیزہ سے زیادتی کر ڈالی۔ تفصیل کچھ یوں ہے کہ رسولاں بھٹیاں کا صوبے خان اہلخانہ کے ہمراہ سو رہا تھا۔ رات کے آخری پہر ضیغم اور اس کے ساتھی حویلی کا دروازہ توڑ کر اندر آئے سامان سمیٹتے ہوئے (ف) پر نظر پڑی تو نیت خراب ہو گئی۔ صوبے اور اس کے بیٹے نے مزاحمت کی تو انہیں زخمی کر کے باندھ دیا۔ (ف) کی حالت غیر ہونے پر نقدی، زیورات سمیت غائب۔ واقعہ کے خلاف عوام میں اشتعال، ملزموں کی جلد گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ پولیس نے ابھی تک کوئی کارروائی کی اور نہ پرچہ درج کیا گیا۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ مورخہ 19-03-2006 کو رات دس بجے مسمی محمد صوبہ ولد نبی بخش قوم باجوہ سکنہ رسولاں بھٹیاں کے گھر رہائشی، بمقام ڈیرہ پر مسمیاں ثمر عباس، قمر عباس پسران فلک شیر، ضیغم عباس ولد نصر اللہ قوم بھٹی اور ابرار حسین ولد ابراہیم سکنہ ساہیاں والا نے مسماۃ فوزیہ دختر محمد صوبہ کے ساتھ باری باری زیادتی کی اور جاتے ہوئے پارچات، نقدی اور زیورات بھی لے گئے اس اطلاع پر مقدمہ مندرجہ بالا درج رجسٹر ہوا۔

اس کی تفتیش چودھری احمد نواز سرکل آفیسر سانگلہ ہل خود کر رہے ہیں۔اس وقت تک اس مقدمہ میں چار ملزمان ثمر عباس، قمر عباس، ضیغم عباس اور ابرار حسین کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور چالان مکمل کر کے عدالت میں پیش کیا جا رہا ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ اس کو affectively prosecute کر کے ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔ شکریہ

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ یہ جو واقعہ تھا اس کے مطابق یہ انسداد دہشت گردی کا کیس بنتا ہے کیونکہ گینگ ریپ بھی کیا گیا اور ڈکیتی بھی کی گئی۔ تین ماہ گزرنے کے باوجود ابھی تک چالان عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔ صرف چار ملزمان کی گرفتاری show کی گئی ہے باقی ملزمان کی گرفتاری کے لئے کسی قسم کی کوششوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔جناب وزیر صاحب کیا اس بات کی یقین دہانی کرائیں گے کہ اس مقدمہ کا چالان جلد از جلد خصوصی عدالت میں پیش کیا جائے گا تاکہ مظلوم خاندان کے ساتھ انصاف ہو اور ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔ کتنی دیر تک اس مقدمہ کا چالان بھیج دیا جائے گا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! انشاء اللہ تعالیٰ 15 دن کے اندر اندر اس مقدمہ کو یکسو کر کے چالان عدالت کو بھیج دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: 15 دن تک چالان عدالت میں پہنچ جائے گا۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 256 چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن کی ہے۔

میاں چنوں میں 6 سالہ بچی زیادتی کے بدلے ونی کا شکار

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق میاں چنوں میں چھ سالہ بچی ونی کا شکار، پنچائتیوں نے 18 سالہ نوجوان سے نکاح پڑھوا دیا۔ تفصیلات یوں ہیں کہ میاں چنوں کے نواحی گاؤں L-153/15 میں شاہ نواز کی بیٹی انیلہ الطاف حسین بھٹی کی بیٹی کو بہلا پھسلا کر لیاقت اور عمر کے پاس لے گئی۔ جس کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ جب اس واقعہ کا علم اہل علاقہ کی پنچائیت کو ہوا تو ملزموں کی جانب سے 6 سالہ بچی کا رشتہ بطور ونی پیش کیا گیا جو الطاف حسین نے اپنے 18 سالہ بیٹے

سے نکاح پڑھوادیا لیکن پولیس تاحال کوئی کارروائی کر رہی ہے اور نہ ہی 6 سالہ بچی کے لواحقین نے کوئی کارروائی عمل میں لانے کے لئے درخواست دی ہے حالانکہ ونی کے خاتمے کے لئے اسمبلی کی قرارداد منظور ہو چکی ہے۔ اب تک کوئی مناسب قانون سازی نہ ہونے کے باعث دن بدن ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ یہ معاملہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر اسمبلی میں زیر بحث لایا جائے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا۔ اس کو کل تک pending فرمادیں کیونکہ آج ہم نے پتا کیا تھا تو وہاں سے بندہ لے کر آ رہا ہے۔

جناب سپیکر: جواب موصول نہ ہونے پر اس کو کل تک pending کیا جاتا ہے۔ Next ہے نمبر 267 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ، محترمہ فائزہ احمد صاحبہ اور جناب سمیع اللہ خان صاحب! جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری!

حافظ آباد کے نواحی گاؤں ونیکے تارڑ میں خوانچہ فروش کے جواں سال بیٹے کا قتل

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 27۔مارچ 2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق حافظ آباد کے نواحی گاؤں ونیکے تارڑ میں رہائش پذیر خوانچہ فروش ریاض احمد کے جواں سال بیٹے فیاض کو اسی گاؤں کے چودھری شفیع تارڑ کے بیٹے ناصر تارڑ نے اپنے ساتھیوں سمیت ادھار کی رقم مانگنے پر قتل کر دیا۔ یہ رقم انہوں نے مقتول کو بیرون ملک بھجوانے کے لئے لی تھی۔ رقم واپس مانگنے پر ایک دن شام کو ناصر تارڑ نے اپنے ساتھیوں سمیت فیاض کو اپنے ڈیرے پر بلا کر اسے تشدد کا نشانہ بنایا اور اس کے سر میں گولیاں مار کر قتل کر دیا۔ چودھری کے بیٹے نے SHO رائے صفدر کو بھاری رقم دے کر مقتول کو ایک اشتہاری ملزم قرار دلوایا اور اس کے قتل کے جرم میں اپنے "نوکر" اقبال کو گرفتار کروادیا اور اس طرح اصل قاتلوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی۔ مقتول سے اس کی ماں، بہنوں اور چھوٹے بھائیوں

کو بے شمار توقعات تھیں۔ مقتول نے قاتلوں کو جو رقم دی تھی وہ اس کی بہنوں کے جہیز کے لئے اس نے اور اس کے والدین نے جمع کر رکھی تھی۔ مقتول نے چودھریوں سے اپنا غصب شدہ مال واپس مانگا تھا جس کی جہ سے اسے قتل کر دیا گیا۔ مقتول کے والدین نے SSP,DSP اور متعلقہ دیگر افسران کو حقائق بیان کئے مگر انہوں نے بھی کوئی ایکشن نہ لیا جس کی وجہ سے یہ قاتل ابھی تک علاقہ میں کھلے عام پھر رہے ہیں جبکہ مقتول کے والدین اپنے حواس کھو بیٹھے ہیں، ان کی پکار سننے والا کوئی نہیں ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! محترمہ نے جس امر کی نشاندہی کی ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور اس واقعہ کا مقدمہ درج ہوا اور مقدمہ درج ہونے کے بعد تفتیش مقامی پولیس عمل میں لائی اور دوران تفتیش 11-03-2005 کو ریاض احمد ولد محمد حیات مدعی نے ضمنی بیان تحریر کروایا کہ اس نے اپنے بیٹے فیاض احمد مقتول کا مقدمہ درج کروایا تھا جس میں دو کیس نامعلوم درج کروائے تھے جو کہ اب اس کو پتا چلا ہے کہ وہ نامعلوم نعیم اختر عرف اعجاز احمد، افضال احمد عرف دھپڑی پسران ماسٹر سیف اللہ تارڑ سکنہ ہائے بیری والا ہیں، کو مقدمہ میں نامزد کر کے بطور FIR کا حصہ تصور کیا جائے۔ مورخہ 12-03-2005 کو افضال احمد کو گرفتار کیا گیا اور اس کی نشاندہی پر بندوق 12 بور ڈبل بیرل 2 ضرب کارتوس برآمد کی گئی اور اس کو حوالات جوڈیشل بھجوایا گیا۔ دوران تفتیش افضال احمد ولد اللہ دتہ گنہگار پایا گیا اور امان اللہ ناصر نعیم اختر عرف نج اور افضال احمد عرف دھپڑی بے گناہ پائے گئے۔ جرم 148/149 حذف کیا گیا۔ مقدمہ ہذا کی تفتیش DSP اور SDPO راجہ محمد ریاض صدر سرکل نے بھی کی۔ مورخہ 12-04-05 کو چالان مرتب ہوا جس میں بے گناہ ملزمان امان اللہ ناصر نعیم اختر، افضال احمد اور سیف اللہ کو خانہ نمبر 2 میں رکھ کر چالان کیا گیا۔ حسب الحکم سیشن جج صاحب تفتیش مقدمہ انوسٹی گیشن سیل حافظ آباد منتقل ہوئی جو آئندہ بحکم جناب ڈی ایس پی، انوسٹی گیشن صاحب تفتیش مقدمہ غلام رسول ایس آئی، انوسٹی گیشن نے عمل میں لائی اور انہوں نے بھی پہلی تفتیش سے اتفاق کیا۔ اب اس مقدمہ میں latest position یہ ہے کہ مقتول کے والد کی درخواست پر مقدمہ ہذا برائے تبدیلی تفتیش بحوالہ حکم نمبر 632-33R مورخہ 19-12-05 ڈی آئی جی گوجرانوالہ رینج گوجرانوالہ

سٹینڈنگ بورڈ حافظ آباد میں مورخہ 30-12-05 کو پیش ہوا۔ غور کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کی انوسٹی گیشن کرائم برانچ گوجرانوالہ کے سپرد کی جائے۔ وہاں پر بھی اس کی تفتیش مکمل ہو چکی ہے جو ملزمان پہلے بے گناہ پائے گئے تھے وہ بے گناہ ہی رکھے گئے ہیں اور ایک آدمی جس کو گنہگار پایا گیا تھا اس کا چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً تین دفعہ اس مقدمہ کی انوسٹی گیشن مدعی فریق کی request پر change ہوئی ہے اور پھر یہ کہ ضلع سے باہر کے افسران سے بھی ریچ کرائم سے اس کی تفتیش کروائی گئی ہے اور اس میں اصل حالات یہی ہیں کیونکہ پہلے مدعی فریق نے نامعلوم افراد لکھائے تھے اور بعد میں انہوں نے ضمنی بیان میں دو افراد کو نامزد کیا تھا لیکن ان میں سے ایک گنہگار پایا گیا ہے باقی ملزمان بے گناہ پائے گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کسی پولیس آفیسر کی کوئی بدنیتی نہیں ہے کیونکہ تین stages پر پولیس نے اس کو investigate کیا ہے۔ different range میں investigate ہوئی ہے۔ اس کے باوجود میں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اگر کہیں کسی پولیس ملزم کی بدنیتی پائی گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں کہ راجہ صاحب کا بیان پہلے Call Attention Notice کے جواب کا تسلسل ہے اور یہ بات اس چیز سے واضح ہے کہ مدعی فریق کی طرف سے تین دفعہ اس کی انوسٹی گیشن تبدیل کروائی گئی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مدعی فریق کی بات نہیں سنی جا رہی، اس کی شنوائی نہیں ہو رہی اور وہ اپنے لئے انصاف ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہماری پولیس کا ایک وتیرہ اور trend ہے اور پہلے بھی بات ہوئی تھی کہ راجہ صاحب کو جو جھوٹ سچ لکھ کر بھیج دیتے ہیں وہ کرنا پڑتا ہے اور ہائی کورٹس خود اس بات کو admit کر چکی ہیں اور انہوں نے اس بات کے اوپر فیصلے دیئے ہیں کہ انوسٹی گیشن میں اوپر سے نیچے تک تمام پولیس افسران ملوث پائے جاتے ہیں۔ میں راجہ صاحب کی اس بات پر توجہ چاہوں گی کہ یہ صرف اس بات پر پولیس ڈیپارٹمنٹ میں فلاں تحریک التوائے کار یا ایک Call Attention Notice پر یہ جواب دے دیا It's not enough اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مظلوم کو انصاف مل رہا ہے یا مظلوم کی دادرسی ہو رہی ہے۔ اس ملک کے اندر عذاب یہی ہے کہ پولیس کو پوچھنے والا کوئی

نہیں ہے۔پولیس اس وقت اس شتر بے مہار کی طرح پھر رہی ہے اور اس کا کوئی قبلہ ہے نہ کعبہ اور نہ ہی اسے کوئی پوچھنے والا ہے اور اس کی یہ مثال ہے کہ اس تحریک التوائے کار میں جو بات میں نے کہی ہے کہ مدعی نے 3/4 جگہوں پر انصاف کے لئے دروازہ کھٹکھٹایا ہے لیکن پھر وہی بات ہے کہ بااثر افراد چونکہ اس گاؤں کے چودھری کا بیٹا اس میں ملوث ہے اور پیسے لے کر اسے بے گناہ کر دیا جاتا ہے اور اس کے نوکر اور دوسرے لوگوں کو اس کیس کے اندر involve کیا جا رہا ہے۔یہ کیس اتنا سیدھا نہیں ہے جتنا سیدھا اس کو پولیس نے بنا کر پیش کیا ہے تو میں راجہ صاحب سے request کروں گی کہ کسی اچھے اور صحیح پولیس آفیسر کی جس کی reputation اچھی ہو ، مجھے تو نہیں لگتا کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں کوئی ملے گا، لیکن اس کو اس کیس کی investigation mark ہونی چاہئے تاکہ مدعی کے grievances کو redress کیا جا سکے۔شکریہ

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔جناب سپیکر! میں نے گزارش کی ہے کہ اس مقدمہ کی تفتیش تین دفعہ تبدیل کی گئی ہے اور یہ تفتیش کورٹ کے کہنے پر out of district ہوئی ہے اور اس کا رزلٹ بھی یہی آیا ہے تو اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ محترمہ کے خدشات کو کس طرح دور کر سکتا ہوں لیکن کورٹ کی involvement کے باوجود رزلٹ وہی رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جس طرح میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ انہوں نے تو نا معلوم کہا تھا اور بعد میں انہوں نے بندے nominate کئے تھے، ان کو بھی غلطی ہو سکتی ہے اگر انہوں نے ملزمان کو پہلے پہچان لیا تھا تو انہوں نے nominate کیوں نہیں کیا؟ ابہام اس میں اول دن سے تھا اس لئے کوئی غلط فہمی ہو سکتی ہے لیکن اس کے باوجود میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر مدعی فریق کی تسلی نہیں ہوئی ہے تو ہم اس کو مطمئن کرنے کے لئے تیار ہیں اور جس طرح تین دفعہ پہلے ہو چکی ہے اگر آپ حکم دیں گے تو اس کی مزید تسلی کروائی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ٹھیک ہے محترمہ۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! گو تحاریک التوائے کار کا وقت تو ختم ہو چکا ہے لیکن ایک انتہائی اہمیت کا حامل معاملہ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر: اس کو کل کر لیں گے۔

راناثناء اللہ خان: اس کو کل کیا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر: جی ہاں۔ بجٹ کے بعد نہیں ہو سکتا، اس کو کل کر لیں گے۔

راناثناء اللہ خان: جی، بہت شکریہ۔

رپورٹ
(توسیع)
مجلس قائمہ برائے مال، بحالی واشتمال کی رپورٹ
ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: میاں ماجد نواز مجلس قائمہ برائے مال، بحالی و اشتمال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

میاں ماجد نواز: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003 (Bill No.24 of 2003) moved by Mrs Humaira Awais Shahid, MPA
>
> کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال، بحالی واشتمال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 21-جولائی2006 تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

> Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003 (Bill No.24 of 2003) moved by Mrs Humaira Awais Shahid, MPA

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال، بحالی واشتمال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 21-جولائی2006تک توسیع کردی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003 (Bill No.24 of 2003) moved by Mrs Humaira Awais Shahid, MPA

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال، بحالی واشتمال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 21-جولائی2006تک توسیع کردی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا گیا)

مسودہ قانون(ترمیم)کوآپریٹو سوسائٹیز مصدرہ2005

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں اور The Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005 کو take up کرتے ہیں۔جی،وزیر قانون!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS : Sir, I move:

"That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005 as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be taken into consideration at once."

MR. SPEAKER: The motion moved is:

"That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005 as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be taken into consideration at once."

There are three amendments in this motion. The first amendment is from:

1. Rana Aftab Ahmad Khan
2. Rana Sana Ullah Khan
3 Mr. Sami Ullah Khan
4. Syed Nazim Hussain Shah
5. Malik Asghar Ali Qaiser
6. Raja Muhammad Shafqat Khan Abbasi
7. Raja Riaz Ahmad
8. Ch. Zahid Pervaiz
9. Syed Hassan Murtaza
10. Lala Shakeel-ur-Rehman
11. Mr Ahsan ul Haq Ahsan Noulatia
12. Sh. Ejaz Ahmad
13. Dr. Asad Ashraf
14. Ch. Javed Hassan Gujjar
15. Rao Ijaz Ali Khan
16. Mr. Muhammad Yar Mammunka
17. Ms. Azma Zahid Bokhari
18. Mrs. Faiza Ahmad
19. Mr. Ejaz Ahmad Samma
20. Mr. Tanveer Ashraf Kaira
21. Dr. Asad Muazzam
22. Mirza Muhammad Afzaal
23. Mr Ishtiaq Ahmad Mirza
24. Mrs. Farzana Raja
25. Mr. Amir Fida Piracha

26. Mr. Ali Hassan Raza Qazi
27. Rana Mashhood Ahmad Khan
28. Mr. Tahir Akhtar Malik
29. Ch. Asghar Ali Gujjar
30. Dr. Syed Waseem Akhtar
31. Syed Ihsan Ullah Waqas
32. Ch Muhammd Waqas
33. Ch. Muhammad Shaukat
34. Syed Ijaz Hussain Bokhari
35. Mr. Arshad Mehmood Baggu
36. Mrs. Tahira Munir
37. Miss Zaib-un-Nisa Qureshi.

رانا آفتاب احمد خان! تشریف نہیں رکھتے اس کو ارشد محمود بگو صاحب move کریں گے۔

MR ARSHAD MEHMOOD BAGGU: Sir, I move:

> "That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005 as recommended by Standing Committee on Cooperatives, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 31 July 2006."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005 as recommended by Standing Committee on Cooperatives, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 31 July 2006."

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr. Speaker! I oppose it.

جناب سپیکر: لاء منسٹر اس کو oppose کرتے ہیں۔جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جیسا کہ اخبارات میں ہر روز کوآپریٹو سوسائٹیوں کے حوالے سے جو role آتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو پبلک کی opinion کے لئے مشتہر کیا جائے۔یہاں پر جتنے پچھلے قانون پیش ہوئے ہیں ان میں ایسی صورتحال پیدا ہو گئی کہ ہمیں ان میں ترمیم کرنے کی ضرورت پیش آ گئی یہ اس لئے ہوا کہ ہم نے اس کو وسیع پیمانے پر circulate نہ کیا، اس میں پبلک کو شامل نہ کیا، لوگوں کی رائے اس میں شامل نہ کی جس کی وجہ سے ہمیں دوبارہ دقت کا سامنا کرنا پڑا اور پھر ہمیں یہاں amendment لانا پڑی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوآپریٹو سوسائٹی چونکہ خالصتاً لوگوں سے متعلقہ بل ہے یہ بہت اچھا ہے کہ اس میں یہ ترمیم لا رہے ہیں اور حکومت اچھا کام کر رہی ہے اس میں میری صرف یہ رائے ہے کہ اس کو پبلک کے لئے circulate کیا جائے تاکہ پبلک کی رائے بھی اخبارات میں آئے اور یہ کمیٹی کو وصول ہو جائے اور پھر کمیٹی اس کو بہترین اور خوبصورت شکل میں ہاؤس میں پیش کرے تاکہ کل کلاں ہمیں اس میں کوئی amendment نہ کرنی پڑے۔شکریہ

جناب سپیکر: راناثناء اللہ خان، جناب سمیع اللہ خان، تشریف نہیں رکھتے۔سید ناظم حسین شاہ صاحب، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی، راجہ ریاض احمد، چودھری زاہد پرویز۔کوئی دوست جن کے نام میں نے پکارے ہیں ان میں سے بات کرنا چاہتا ہے؟

شیخ اعجاز احمد: جی، جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جی، شیخ اعجاز احمد صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! جیسے ہمارے فاضل دوست ارشد محمود بگو نے کہا ہے کہ اس بل کو ہاؤس میں لانے سے پہلے عام لوگوں میں publish کیا جانا چاہئے تھا اور اس میں public opinion آ جانی چاہئے تھی تاکہ اس پر ہم بہتر legislation لا سکتے۔ہم نے اس میں جو amendment propose کی ہے اس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم گورنمنٹ کے ساتھ اس حوالے سے negotiate بھی کریں اور اپنی amendments بھی دیں تاکہ بہتر سے بہتر law making کر سکیں۔آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک شاید کیبنٹ decision ہوا ہے جس کے حوالے سے یہاں جب پچھلے اجلاس میں یا اس سے پچھلے اجلاس میں لینڈ مافیا کے حوالے سے

بات ہوئی اور جو لوگ پنجاب کے اندر زمینیں خرید رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اعجاز صاحب! آپ بل کے حوالے سے بات کریں اور relevant رہ کر بات کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ اگر یہ موقع دیا جاتا کیبنٹ decision آیا کہ کہ آپ ایسا کریں کہ جو کوآپریٹو سوسائٹیز ہیں یا اس کے علاوہ جو ایک رقبے پر جتنی کالونی بنتی ہے اس رقبے کی کیا requirement ہونی چاہئے اس میں انہوں نے یہ کر دیا کہ کم از کم بیس ایکڑ رقبہ ہونا چاہئے پھر اجازت ملنی چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اور کوئی معزز رکن بات کرنا چاہتا ہو۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ پاکستان میں اور پنجاب میں جو سوسائٹیز کی تاریخ ہے وہ کوئی اچھی نہیں ہے۔ مختلف محکمہ جات کی سوسائٹیز ماضی میں بنتی رہی ہیں اور پبلک کے ساتھ بڑے بڑے فراڈ ہوتے رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے جب میں 1990 سے 1993 میں اسمبلی میں تھا تو کوآپریٹو سکینڈل ہوا اور اس کے اندر کوئی 22/23۔ارب روپے کو چند ایک لوگ ڈکار گئے اور اب تک عوام بے چارے پائی پائی کے لئے پھرتے ہیں اور بڑی مشکل سے ان کا کچھ نہ کچھ وصول ہو پایا ہے اور اس میں بڑی رقم ڈوب گئی ہے۔ پھر اسی طرح ماضی میں مختلف ہاؤسنگ سوسائٹیز وجود میں آئیں اور انہوں نے لوگوں کو سبز باغ دکھائے اور لوگ اس میں invest کر بیٹھے اور ان کے کروڑوں اور اربوں روپے سوسائٹیز میں ڈوب گئے اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک ایسی چیز جس سے براہ راست پبلک متاثر ہوتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اگر ایک قانون سازی اسمبلی کر رہی ہے تو اس کی اخبارات میں تشہیر کی جائے اور بالآخر قانون کی زد کے اندر یا قانون کا جو غلط استعمال ہے اس سے پبلک نے ہی متاثر ہونا ہے تو انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ چیزیں اس میں آ رہی ہیں تاکہ وہ بھی اپنی opinion اس میں شامل کر سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہاؤس کے اندر بلاشبہ آپ بھی اور ہم سب بھی یہاں ممبر بیٹھے ہیں لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ بڑی اکثریت ممبروں کی ایسی ہے کہ جو لاء گریجوایٹ نہیں ہے، عوام کے مسائل کو تو بیان کر سکتے ہیں لیکن لاء کے اندر جو باریکیاں ہوتی ہیں ان کے بارے میں زیادہ آگاہ نہیں ہوتے اور بڑی

تعداد کے اندر وکلاء ایسے موجود ہیں جو قانون کو جانتے ہیں تو اس لئے میری درخواست ہے کہ اگر یہ پریس کے اندر آ جائے گا تو ظاہر ہے کہ جو قانون جاننے والے ماہر قوانین ہیں اور وکلا ہیں وہ اس کے بارے میں بہت اچھی تجاویز دے سکیں گے۔ اس کے نتیجہ میں ایک اچھا قانون اسمبلی سے پاس ہو سکے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔اور کوئی معزز رکن؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوآپریٹو ایکٹ ایک بہت اہم ایکٹ ہے۔اس سے پہلے لوگوں کا کوآپریٹو فنانس کارپوریشنوں میں سترہ ارب روپے کے قریب ڈوبا ہے۔ ابھی تک لوگ اس کی سزا بھگت رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی طرف سے ایک اچھا اقدام ہے کہ اس ایکٹ میں ترامیم کی گئی ہیں لیکن اس ایکٹ کے نامکمل ہونے کی وجہ سے اور اس ایکٹ کے اندر خامیاں ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اتنا بڑا نقصان پہلے اٹھایا اور اب پھر اس وقت کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں نے اس ایکٹ کی خامیوں کی وجہ سے فائدہ اٹھا کر گزشتہ ایک ڈیڑھ سال کے عرصے میں پھر ایک بڑی لوٹ مار کی ہے۔اس کے نتائج جب سامنے آئیں گے اور کچھ نہ کچھ آ رہے ہیں تو وہ انتہائی بھیانک ہوں گے۔اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایکٹ کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے کے لئے اس میں مزید موثر ترامیم کو شامل کرنے کے لئے اس کو public opinion کے لئے مشتہر کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔کوئی معزز رکن؟

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، جناب محمد وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! شکریہ۔میں آپ کے توسط سے پہلے تو گورنمنٹ میں appreciate کرنا چاہتا ہوں کہ 1925 کے ایکٹ کو 80 سال بعد ہم ترامیم کرنے چلے ہیں۔دیر آئے درست آئے، یہ بڑی اچھی بات ہے۔قانون سازی میں revision ہونی چاہئے اور اس میں مفید addition ہونی چاہئے لیکن یہ جو ایکٹ ہے اس کا براہ راست تعلق صوبہ پنجاب کے حوالے

سے،آپ خود زمیندار ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ہماری 65 فیصد آبادیوں کا تعلق زمینوں سے ہے، ان کی کاشت سے ہے، زراعت سے ہے۔ وہی زرعی یا غیر زرعی زمینیں آج کل سونے کے بھاؤ بک رہی ہیں اور وہ ایک قسم کا سونا بنی ہوئی ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ دو سالوں میں انہی زمینوں کی وجہ سے اور انہی پراپرٹی کے کاروبار کی وجہ سے کچھ لوگ کروڑ پتی بن گئے اور کچھ لوگ بالکل ہی دیوالیہ ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے قانون میں کچھ ایسے سقم تھے اور ہمارے ہاں کچھ ایسے مسائل تھے کہ جن لوگوں کی وہ زمینیں تھیں ان کو پتا بھی نہیں چلا اور لوگوں نے وہاں پر سوسائٹیاں بنالیں اور بیچ دیں اور مالک کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی۔ لہذا اس اہم ایکٹ میں تبدیلی و ترمیم بہت ضروری ہے لیکن اس کے لئے یہ چاہئے کہ گورنمنٹ اس میں تھوڑا سا وقت لے۔ اس میں جلد بازی کا مظاہرہ ہمیں نہیں کرنا چاہئے۔ اس کو بہت سارے فورم پر discuss کرنا چاہئے۔ وکلاء کے فورم پر اس کو discuss کرنا چاہئے، اسی طرح پارلیمنٹیرین کے فورم پر اور عوام میں اس کو مشتہر کرنا چاہئے۔ عوام کو یہ موقع دینا چاہئے کہ وہ feedback کے ساتھ آئیں اور وہ بتائیں کہ ہمارے ساتھ کیا کیا problems ہیں۔ ایک کوآپریٹو سوسائٹی ہمیں کن کن جگہوں پر بلیک میل کرتی ہے اور کہاں کہاں ہمارے لئے وہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے اور کہاں کہاں وہ ہمارے حقوق کو کھا جاتی ہے۔ جب تک عوام کی طرف سے feed back نہیں آئے گا اور ان لوگوں کی طرف سے feedback نہیں آئے گا جو ڈسے جا چکے ہیں، جن کو نقصان پہنچایا جا چکا ہے، ہم اس ایکٹ کو بہتر نہیں بنا سکتے تو یہ بہت اچھا اقدام ہے لیکن اس میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس میں ہمیں ٹائم لینا چاہئے اور 80 سال بعد ہم اس کو improve کرنے چلے ہیں تو کم از کم اس feed back کے process میں اگر سال چھ مہینے لگ گئے تو کوئی زیادہ دیر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، اور کوئی معزز رکن بات کرنا چاہیں گے؟۔۔۔ وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! شکریہ ۔ میں مشکور ہوں جناب بگو صاحب کا، احسان اللہ وقاص صاحب کا اور دیگر دوستوں کا جنھوں نے اس بل کو ایک مفید بل قرار دیا اور میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس بل میں جن مقاصد کے حصول کے لئے یہ amendments لائی جا رہی ہیں ان کو achieve کیا جائے گا۔ میں گزارش یہ کرنا چاہوں گا کہ کوآپریٹو ایکٹ 1925 میں بنا اور 1925 کے بعد موجودہ حکومت اس کو update کرنے کے لئے اور اس کو موجودہ وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے جا رہی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے آپ

نے دیکھا کہ ہمارے صوبہ میں کوآپریٹو کا سکینڈل آیا، اس کے بعد اب جتنا پراپرٹی کا ایک دھوم آیا ہوا ہے تو کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ نے بڑی محنت کے ساتھ، میرے دوست یہ فرمارہے ہیں کہ اس میں کوئی وقت دیا جائے۔ یقین کیجئے کہ گزشتہ تین سال سے کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ اس پر کام کر رہا ہے اور کام صرف اس حوالے سے کر رہا ہے کہ ہمارے جو سابقہ تلخ تجربات ہیں ان کی بنیاد پر ہم اس قانون میں ایسی تبدیلیاں لائیں کہ آئندہ کے لئے کوئی اس قسم کے واقعات رونما نہ ہو سکیں۔اس قانون کے تحت اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ جو ممبران ہیں ان کے حقوق کا زیادہ سے زیادہ تحفظ کیا جا سکے اور جو بھی سوسائٹی بنتی ہے اس کو باقاعدہ ایک legal cover ملے اور وہ legal cover ملے جس کے تحت اس کے جو تمام ممبران ہیں یا شراکت دار ہیں ان کے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔

جناب سپیکر!آپ کو یاد ہو گا اور آپ کے علم میں ہے کہ تین سال سے سابقہ کوآپریٹو سوسائٹیز جو ایک زمانے میں چلی آ رہی تھیں ان کے تحت لوگوں کے قرضے ڈوبے۔ ڈیپارٹمنٹ گزشتہ تین سال سے اس کوشش میں ہے کہ لوگوں کو ان کی رقوم واپس دلائی جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ڈیپارٹمنٹ نے گزشتہ تین سال کے دوران تلخ تجربات کی بنیاد پر لوگوں کی رائے لے کر حکومت سے مشورہ کر کے اور جو مختلف عدالتوں میں ان کے کیس مختلف کوآپریٹو سوسائٹیز کے ساتھ، مختلف مالی اداروں کے ساتھ ان کے زیر التواء مقدمات تھے ان تمام کے تجربات کی روشنی میں جو باتیں سامنے آئی ہیں ان کو بنیاد بنا کر یہ ترامیم لے کر آئے ہیں اور یہ میں سمجھتا ہوں کہ تین سال کی ڈیپارٹمنٹ کی محنت ہے۔ میں اپنے دوستوں سے اس بات کی استدعا کروں گا کہ اس کو جتنا جلد از جلد ہم legislate کر لیں اتنا ہی بہتر ہے تاکہ عام آدمی تک اس کا فائدہ پہنچنا شروع ہو۔ اب اس stage پر اس کو مشتہر کرنا مناسب نہیں ہو گا کیونکہ اس کی پہلے سے بہت زیادہ تشہیر ہو چکی ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ

The amendment moved and the question is:-

> That the Cooperative Societies (Amendment) Bill, 2005 as recommended by the Standing Committee on Cooperative, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 31July 2006.

(The motion was lost)

MR. SPEAKER: The second amendment is from Rana Aftab Ahmed Khan, Rana Sana Ullah Khan, Mr Sami Ullah Khan, Syed Nazim Hussain Shah, Malik Asghar Ali Qaisar, Raja Mohammad Shafqat Khan Abbasi, Raja Riaz Ahmed, Ch. Zahid Pervaiz, Syed Hassan Murtaza, Lala Shakil UR Rehman, Mr Ihsan-Ul- Haq, Mr. Ihsan Ul Haq Noulatia, Sheikh Ejaz Ahmed, Dr. Asad Ashraf, Ch. Javed Hassan Gujjar, Rai Ejaz Ali Khan, Mr. Mohammad Yar Mammunka, Ms Azma Zahid Bokhari, Mrs Faiza Ahmad, Mr Ejaz Ahmad Samma, Mr Tanvir Ashraf Kaira, Dr Asad Muazzam, Mirza Muhammad Afzaal, Mr Ishtiaq Ahmad Mirza, Mrs Farzana Raja, Mr Amir Fida Piracha, Mr Ali Hassan Raza Qazi, Rana Mashood Ahmad Khan, Mr Tahir Akhtar Malik and Rana Sana Ullah Khan may move it.

RANA SANA ULLAH KHAN: Sir, I move

> "That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005 as recommended by the Standing Committee on Cooperatives be referred to a Select Committee consisting of the following members with instructions to report up to 15 August 2006."

جناب! کیا میں نام بھی پڑھ دوں؟

جناب سپیکر: جی نام بھی پڑھ دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! Select Committee کے ممبران کے نام ہیں:۔

Mr Sibghat Ullah Chaudry, Mr Afzal Sultan Dogar, Ch Abdul Ghafoor Khan, Mr Arshad Mehmood Baggu, Mr Najaf Abbas Sial, Malik Ibrar Ahmad, Malik Muhammad Arshad Rana,

Malik Ahmad Yar Hinjra, Mian Saif Ullah Owaisi, Mr Muhammad Aslam, Advocate, Miss Shaheen Atiq-ur-Rehman, Miss Samina Naveed and Mrs Tahira Munir!

MR. SPEAKER: The motion moved is:-

> "That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be referred to a Select Committee consisting of the following members with instructions to report up to 15th August 2006:-
>
> 1. Mr Sibghat Ullah Chaudry, MPA
> 2. Mr Afzal Sultan Dogar, MPA
> 3. Ch Abdul Ghafoor Khan, MPA
> 4. Mr Arshad Mehmood Baggu, MPA
> 5. Mr Najaf Abbas Sial, MPA
> 6. Malik Ibrar Ahmad, MPA
> 7. Malik Muhammad Arshad Ran, MPA
> 8. Malik Ahmad Yar Hinjra, MPA
> 9. Mian Saif Ullah Owaisi, MPA
> 10. Mr Muhammad Aslam, Advocate, MPA
> 11. Miss Shaheen Atiq-ur-Rehman, MPA
> 12. Miss Samina Naveed, MPA
> 13. Mrs Tahira Munir, MPA

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I oppose it.

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب نے اس کو oppose کیا ہے۔ جی، راناثناء اللہ صاحب !

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!ابھی وزیر قانون صاحب جب پہلی ترمیم کے بارے میں بیان فرما رہے تھے تو انھوں نے کہا کہ Cooperative Department کی تین سال کی محنت کے بعد یہ بل ہاؤس میں آیا ہے۔ یہ Cooperative Department کی تین سال کی محنت نہیں ہے دراصل یہ پچھلے تین سال کی لینڈ مافیا کی وہ لوٹ مار ہے کہ جس نے اس معاملے کو اتنا آگے بڑھایا، لوگوں کا اس حد تک concern ہوا کہ پھر حکومت کو اس بارے میں کچھ سوچنا پڑا۔اس ہاؤس میں اس بارے میں تحاریک التوائے کار پیش ہوئیں، اس بارے میں قرار دادیں پیش ہوئیں اور ان پر بڑی lengthy discussion ہوئی جس کے جواب میں وزیر قانون صاحب نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ فرمایا کہ ہم اس پر legislation لا رہے ہیں۔اس کے بعد پھر جا کر یہ ممکن ہوا کہ یہ اس قانون کو لائے ہیں۔ ورنہ موجودہ regime سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ یہ اس مافیا کے خلاف کوئی قانون سازی لے کر آئیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس regime کا جو سب سے بڑا کارنامہ ہے، ویسے تو یہ اپنے بہت سے کارنامے سناتے ہیں۔ہر کام کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ کام ہم پہلی مرتبہ کر رہے ہیں اور تاریخ ساز کر رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ کارنامہ ہے کہ انھوں نے مافیاز میں بھی specialization کر دی ہے۔ پہلے ایک مافیا ہوتا تھا جسے قبضہ مافیا کہتے ہیں۔اب پلاٹ مافیا علیحدہ ہے، یہ جو رنگ روڈ بن رہی ہے اس کے ارد گرد زمین خریدنے والا مافیا علیحدہ ہے، جو امرتسر سے ننکانہ تک روڈ بن رہی ہے اس سڑک کا نقشہ جن لوگوں کے پاس ہے اس کے ارد گرد زمین خریدنے والا مافیا علیحدہ ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب!آپ اپنی ترمیم تک محدود رہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ انھوں نے مافیاز میں specialization کر دی ہے۔ جیسے تقسیم کار ہوتا ہے انھوں نے ہر مافیا کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے۔ لینڈ مافیا میں رنگ روڈ کا مافیا بالکل علیحدہ ہے۔ وہ علیحدہ سے کام کر رہا ہے۔ وہ علیحدہ سے لوگوں کے مکانوں کو bulldoze کر رہا ہے اور ارد گرد کی زمین سستے داموں خرید رہا ہے۔ جو امرتسر سے ننکانہ کی طرف یہ سڑک نکال رہے ہیں اس کے ارد گرد زمین خریدنے والے بندے کی علیحدہ ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے، وہ ایک علیحدہ مافیا ہے۔[**********]

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں حذف کرنے والی کون سی بات ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ relevant رہ کر بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ بالکل relevant ہے۔ وزراء کا مافیا علیحدہ ہے، دال مافیا علیحدہ ہے، سیمنٹ مافیا علیحدہ ہے یعنی انھوں نے تو ہر چیز کا مافیا بنا دیا ہے۔ سیمنٹ مافیا نے اس ملک کے غریبوں کی جیب کے اوپر تقریباً سات ارب روپے کا ڈاکا ڈالا ہے۔ دال مافیا انھوں نے علیحدہ بنا دیا ہے۔ اب import مافیا یہ علیحدہ بنا رہے ہیں۔ اس کو یہ subsidy دے رہے ہیں کہ دالیں باہر سے منگواؤ۔ کتنی بد قسمتی ہے کہ یہ ملک ایک زرعی ملک ہے لیکن دالیں، سبزی، پیاز باہر سے منگوا رہے ہیں، ہر چیز یہ باہر سے منگوا رہے ہیں۔ یہاں پر صرف اور صرف مافیاز سرگرم ہیں۔ تو یہ وہ صورتحال تھی جس صورتحال کے پیش نظر یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ Cooperative department ایک ایسی قانون سازی سامنے لے کر آئے جس سے ان مافیاز کا کوئی سدباب ہو سکے۔

اب وزیر قانون صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ اس پر محنت بڑی ہوئی ہے۔ اس پر محنت کس نے کی ہے؟ اس پر محنت ان کے محکمہ نے کی ہو گی، سیکرٹریز نے کی ہو گی یا وہاں پر جو سیکشن آفیسرز ہیں انھوں نے کی ہو گی۔ بات یہ ہے کہ اس ہاؤس کی اس میں کیا contribution ہے؟ یہاں پر ساری بات ہوتی رہی ہے، تحاریک التوائے کار پر بحث ہوئی ہے، قرار دادیں آئی ہیں۔ اس ہاؤس میں یہ بل 17۔نومبر 2005 کو introduce ہوا ہے۔ بقول وزیر قانون کے اس پر جتنی محنت ہوئی ہے وہ ساری کی ساری ان کے محکمہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ اس میں اس ہاؤس کے کسی ممبر کی کوئی input نہیں ہے اس ہاؤس کی کوئی input نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اپوزیشن کی طرف سے تحاریک التوائے کار پیش کیں، قرار دادیں پیش کیں، یہاں پر بحث میں حصہ لیا، جو بار بار وزیر قانون سے کہتے رہے کہ اس پر legislation لے کر آئیں۔ وزیر قانون صاحب ان کو بار بار یقین دہانی کراتے رہے کہ اگلے اجلاس میں ہو گا۔ ان میں سے کسی ممبر کو بھی اگر ان کے محکمہ نے مشاورت کے لئے بلایا ہے تو مجھے بتا دیں۔ محکمہ کی طرف سے کسی ممبر کو consult نہیں کیا گیا۔ وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ ہم نے تمام لوگوں کی رائے لی ہے۔ انھوں نے کن سے پوچھا ہے؟ انھوں نے پٹواریوں سے پوچھا ہو گا؟ مافیاز کے جو ممبر ہیں، جن کے ذمے انھوں نے ڈیوٹیاں لگائی ہوئی ہیں کہ وہ حکمرانوں کے لئے ہر قسم کے پلاٹ اور disputed property خریدنے کی informations

مہیا کریں۔انھوں نے ان لوگوں سے تو ضرور پوچھا ہو گا کہ کون سی clause کو کس طرح سے رکھا جائے تاکہ دیکھنے میں، لوگوں کو بتانے میں یہ بھی ہو جائے کہ ہم اتنی بڑی قانون سازی لے کر آئے ہیں لیکن اس میں ایسے loopholes بھی رکھے جائیں تاکہ بعد میں یہ اپنا کام بھی چلاتے رہیں۔وزیر قانون صاحب جب میری اس amendment کے جواب میں بولیں گے تو مجھے بتادیں کہ ہاؤس کے کسی ایک ممبر کو انھوں نے اس بارے میں consult کیا ہے، کیا ان ممبران کو انھوں نے consult کیا، بلوایا کہ جنھوں نے اس بارے میں تحاریک التوائے کار یا قرار دادیں پیش کیں؟ میں نے خود اس بارے میں تحریک التوائے کار پیش کی تھی لیکن مجھے تو کسی نے نہیں بلوایا۔میں دعوے سے کہتا ہوں کہ نہ صرف اپوزیشن بلکہ حکومتی بنچز کے کسی ممبر کو بھی ان کے محکمہ نے نہیں بلوایا ہو گا بلکہ ان کے وہ ممبران جنھوں نے سوسائٹیز بنائی ہوئی ہیں ان میں سے بھی کسی ممبر کو نہیں پوچھا ہو گا۔

جناب سپیکر!اب آپ دیکھیں کہ جس مجلس قائمہ نے اس بل پر غور کر کے اسے ہاؤس میں refer کیا ہے اس نے کیا کام کیا ہے؟ میں کیوں کہہ رہا ہوں کہ اس بل کو Select Committee کے حوالے کیا جائے۔جس مجلس قائمہ کو یہ بل refer ہوا ہے آپ ذرا غور سے اس کی کارکردگی دیکھ لیں۔17۔نومبر 2005 کو یہ بل اس کمیٹی کو refer ہوا۔اس کے بعد کمیٹی نے اس بل کو 5 اور 14 دسمبر 2005 کی میٹنگز میں consider کیا یعنی انھوں نے اس حوالے سے صرف دو میٹنگز کی ہیں۔اب یہ جو بل ہے، جس کو بیوروکریسی نے اپنی تین سال کی محنت سے تیار کیا ہے، جس میں پٹواریوں کی input ہے، لینڈ مافیا کی input ہے اور باقی سب لوگوں کی input ہے۔اس میں اس ہاؤس کی، جس سے آج اس بل کو پاس کروایا جا رہا ہے، جس کا آج انگوٹھا لگوایا جا رہا ہے اس کی input کیا ہے؟ کمیٹی نے اپنی صرف دو میٹنگز میں اس پر غور مکمل کر لیا۔میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ دو میٹنگز میں تو یہ اس کو go through بھی نہیں کر سکتے تھے۔اس کو پوری طرح سے دیکھ بھی نہیں سکتے تھے، پڑھ بھی نہیں سکتے تھے۔اب کمیٹی نے اس میں کیا کیا ہے؟ کمیٹی نے اس بل کو with these amendments, refer back کیا ہے۔اب آپ اس سے اندازہ لگا لیں کہ Standing Committee نے اس بل پر کتنی محنت کی ہے۔ Standing Committee نے اس بل میں کتنی input دی ہے۔Standing Committee کی input، محنت ہی اس ہاؤس کی contribution ہے اس کے علاوہ تو ہاؤس کا کوئی حصہ نہیں ہے تو یہ input آپ دیکھ لیں

اور میں چاہوں گا کہ راجہ صاحب بھی ذرا اس کو دیکھ لیں۔Standing committee نے cluuse-1میں کہا ہے کہ:

CLAUSE-1

The figures 2005, appearing at the end of line 2 of sub-clause 1, be substituted by the figures 2006.

یہ amendmentہے۔آگے آجائیں۔

Clause 2 for the words "said Act" appearing in line 1, the expression "Cooperative Societies Act, 1925 (VII of 1925) hereinafter referred to as the said Act," be substituted.

جناب والا!دیکھیں کہ انھوں نے کتنی محنت کی ہے اور اس ہاؤس کا اس میں کتناinputہے کہ انھوں نے ایک جگہ 2005کی بجائے2006کر دیا ہے اور ایک جگہ پر Actکو said Actکر دیا ہے۔اب آگے آجائیں۔

Clause 11 in the proposed sub section 4 of the Section 18-A of the Principal Act, the words "on" appearing in line 2, be substituted by the word "in"

یہ دیکھیں کہ کتنی بڑیcontributionہے جو محترم راجہ صاحب کہیں گے کہ یہ سٹینڈنگ کمیٹی کوreferہو گیا تھا اور سٹینڈنگ کمیٹی نے بڑا کام کیا۔اس پر اس نے بڑا غور و خوض کیا ہے اور اس نے بڑیinputدی ہے اس لئے اسے سلیکٹ کمیٹی کے حوالے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔انھوں نے کہا ہے کہ appearing in line 2میں جوonہے اسےinکر دیا جائے۔اس کے بعد Clause-13ہے اس میں the word "auditor" occurring for the second time be substituted by the word "auditors" اس میں بھی انھوں نے"S"کا اضافہ کر دیا ہے۔میرے خیال میں ڈیپارٹمنٹ والوں سے کہیں clerical mistake

ہوئی ہو گی کہ ان سے ''آڈیٹرز'' کی بجائے ''آڈیٹر'' لکھا گیا تو انھوں نے ''S'' کا اضافہ کر دیا۔ اسی طرح آگے آ جائیں Clause-13,15 میں بھی ایک ایک اضافہ ہے۔ کلاز 18 میں بھی اسی طرح اضافہ ہے۔

Clause 24 before the word "the" appearing in the beginning of line 1, the word "in" be added.

Clause 26 the word "Revenue" appearing in line 2 be deleted.

جناب والا! دیکھیں یہ بھی کتنی بڑی input ہے۔ اسی طرح آگے ہے

Clause 28 (a) in the proposed new clause (e) of Section 60 of the Principal Act, between the words "fraudulent" and "activities" the words " corrupt" be inserted;

میرے خیال میں پہلے ڈیپارٹمنٹ والوں نے ان سے گھبراتے ہوئے corrupt کا لفظ شامل نہیں کیا تاکہ ان کو محسوس نہ ہو تو انھوں نے کہا کہ اس کو شامل کر دیا جائے۔ اسی طرح

b) in the marginal heading to the proposed new clause (g) of Section 60 of the Principal Act, after the word "Making", the words "a false" be added.

جناب سپیکر! محترم لاء منسٹر صاحب تین سال کی محنت گنوا رہے ہیں اور اس اسمبلی سے اس ایکٹ کو پاس کروانا چاہتے ہیں لیکن اس اسمبلی کا، اس ہاؤس کا اس میں یہ contribution ہے یہ input ہے کہ on کو in کر دو 2005 کو 2006 کر دو یہ لفظ delete کر دو، یہ لفظ add کر دو، اگر میں سٹینڈنگ کمیٹی کی اس input پر باعث شرم کا لفظ استعمال نہ کروں تو کم از کم یہ کہنے کی جسارت ضرور کروں گا کہ یہ insufficient ہے۔ یہ نامناسب ہے۔ یہ اس ہاؤس کے تقدس اور اتھارٹی کے خلاف ہے اس لئے میری گزارش ہے کہ یہ ایک بہت affective اور لوگوں کے مفادات کے متعلقہ ایکٹ ہے اس میں وہ جلدی نہ کریں۔ انھوں نے جہاں پہلے تین ساڑھے تین سال گزار دیئے ہیں اب ایک مہینے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے لئے سلیکٹ کمیٹی بنائیں اور اس سلیکٹ کمیٹی میں اپوزیشن کی طرف سے وہ تمام ممبران جنھوں نے by motion, by resolution or

by 1discussion حصہ لیا ہے ان کو ممبر رکھیں۔اسی طرح سے حکومتی بنچز سے جو انتہائی قابل ممبر ہیں یا جن کا اس کاروبار سے تھوڑا بہت تعلق بنتا ہے جو ان معاملات کو سمجھتے ہیں ان کو ممبر رکھیں اور ان سے پوری طرح input لے کر پھر اس بل کو ہاؤس میں لائیں تاکہ بعد میں انھیں کسی قسم کی شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نوانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب والا! میری گزارش ہے کہ رانا صاحب نے شروع میں فرمایا کہ اس سٹینڈنگ کمیٹی نے اس بل کو بالکل دیکھا ہی نہیں پھر اس بل کی پوری کلاززکو کچھ نہ کچھ تبدیل کیا۔اب یہ ضروری نہیں کہ اس بل سے پوری سٹینڈنگ کمیٹی کو اختلاف ہو اور اسے پورا تبدیل کریں تب تو ان کی کوئی contribution ہے۔انھوں نے دیکھا کہ اس بل میں اس طرح کی کوئی ترمیم نہیں ہے اور اس بل کو public requirement کے مطابق سمجھتے ہوئے ہاؤس کو refer کیا ہے۔اگر کوئی clerical mistake تھی تو اسے دور کیا تو وہ اس بات کو indicate کرتی ہے کہ انھوں نے پورے بل کو study کیا اور اس پر consensus کیا۔میں اس بات کو اس طرح لیتا ہوں کہ انھوں نے پورے بل کو پڑھا۔اگر کسی clause سے رانا صاحب کو اختلاف ہے لیکن کمیٹی کو اختلاف نہیں ہے اور وہ سمجھتی ہے کہ یہ clause بہتر ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اس میں ترمیم کرنے سے ہی ان کی contribution ہوتی۔رانا صاحب بل کو clausewise پڑھ رہے تھے ان میں سٹینڈنگ کمیٹی کے ممبران کی contribution شامل ہے اور انھوں نے جو مناسب سمجھا اسے add کیا۔یہ ضروری نہیں کہ وہ پورے بل کو amend کر دیں تب ان کی contribution ہوتی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

وزیر جیل خانہ جات: رانا صاحب نے بڑے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں کہ معزز ممبران کمیٹی کی contribution قابل مذمت ہے۔میں رانا صاحب کی اس بات سے اتفاق نہ کرتے ہوئے یہ بات on the floor of the House کہتا ہوں کہ کمیٹی نے اس پورے بل کو study کر کے پاس کیا اور اس ہاؤس کو refer کیا۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جو معزز اراکین پہلے بات کر چکے ہیں اگر ان کے علاوہ کوئی بات کرنا چاہیں تو۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ تو first amendment میں mover تھے۔ آپ کے علاوہ کوئی معزز رکن بات کرنا چاہتا ہے؟

وزیر جیل خانہ جات: کوئی بھی محرک اگر اسی بل میں کسی ترمیم پر بولیں گے تو پھر دوسری ترمیم پر نہیں بول سکتے۔

جناب سپیکر: جی، میں نے اسی لئے کہا ہے کہ بگو صاحب پہلے بات کر چکے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جو ترمیم پہلے move ہوئی تھی وہ public opinion کے لئے تھی تو دونوں میں سے ایک پر ہی بات کر سکتے ہیں چونکہ بگو صاحب eliciting public opinion پر بول چکے ہیں اس لئے اب اس پر نہیں بول سکتے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ اس کو مشتہر کیا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ نوانی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ کمیٹی نے اس بل کو go through کیا ہے۔ یہاں پر ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ کمیٹی کی کوئی میٹنگ نہیں ہوئی لیکن بل پاس ہو کر ہاؤس میں آ گیا۔

وزیر جیل خانہ جات: یہ نہیں ہو سکتا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہاں پر ایسی مثالیں موجود ہیں اور آپ کے علم میں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ کوئی اور معزز رکن بات کرنا چاہتا ہے؟۔۔۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں انتہائی افسوس کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں لیکن دوسرے ہر شخص کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معزز ایوان کے جتنے اراکین بھی یہاں بیٹھے ہیں

وہ سب کے لئے قابل احترام ہیں۔یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی میں اتنی زیادہ فہم وفراست اور قابلیت نہ ہو جتنی راناثناء اللہ صاحب میں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ راناثناء اللہ صاحب کا یہ کسی طرح بھی حق نہیں بنتا کہ اپنے ساتھی جو ان کے ہم منصب ہیں، حکومتی بنچز سے نہ سہی لیکن جن کا تعلق اپوزیشن سے ہے اور ان کی اپنی پارٹی کے لوگ اس کمیٹی میں شامل ہیں ان کے متعلق یہ کہہ دینا کہ باعث شرم یا انھوں نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں۔۔۔

راناثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راناثناء اللہ خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ شاید میں محترم لاء منسٹر صاحب کو اپنی بات صحیح طرح سمجھا نہیں سکا۔ میں نے قطعی طور پر کسی ممبر کی قابلیت پر اس کی فہم وفراست پر سوال نہیں اٹھایا۔ یعنی ایک آدمی کو فہم و فراست ہے۔ ایک آدمی کو سمجھ ہے لیکن اگر وہ اس کا استعمال نہ کرے تو وہ اور بات ہے۔ یہ کہنا کہ اس کو فہم وفراست نہیں ہے اور بات ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

راناثناء اللہ خان: ہم لاء منسٹر صاحب کے پوری طرح معترف ہیں۔ یعنی کسی آدمی کو جواب بھی نہ دینا اور کام بھی نہ کرنا یہ جتنی ability لاء منسٹر صاحب کی ہے ہم تو چاہتے ہیں کہ یہ دوسروں میں بھی تقسیم کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بڑی بات ہے کہ کم از کم انھیں اس بات کا احساس تو ہو گیا ہے کہ انھوں نے غلط بات کی تھی اور اب اس کی تشریح میں دائیں بائیں نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں پھر اس بات کو دہرانا چاہوں گا کہ سب ممبران کی عزت برابر ہے اور کسی کی عزت کے ساتھ کھیلنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ ہم آپس میں colleague ہیں۔ ٹھیک ہے آپ بہت قابل ہوں گے لیکن میں آگے چل کر اسی بل پر بات کروں گا کہ جو انہوں نے اپنی فہم وفراست سے ترامیم دی ہیں جس میں پورے لاء کو change کرنے کا انہوں نے آگے concept دیا ہے اس کو بھی آپ دیکھ لیں گے۔ انہوں نے بھی if and but کی ہی بات کی ہوئی ہے۔ چونکہ قانون میں ہوتا ہے۔ آگے ترامیم آ رہی ہیں جس وقت ان ترامیم پر بات ہو گی

تو میں اس وقت اس پر بات کر لوں گا کہ انہوں نے کون سا اس total concept کو change کیا ہے جس کو گورنمنٹ لانا چاہ رہی ہے اس کو یکسر تبدیل کرنے کے لئے انہوں نے ترامیم دی ہیں۔آگے جب ترامیم پر بات ہو گی میں وہاں پر point out کروں گا۔

جناب سپیکر!انہوں نے فرمایا کہ سٹینڈنگ کمیٹی تو قانون سازی کا بھی ایک طریق کار ہے۔ حکومت بل لے کر آتی ہے، سٹینڈنگ کمیٹی کو refer ہوتا ہے، سٹینڈنگ کمیٹی اسے دیکھتی ہے اس کے بعد یہ ہاؤس میں آتا ہے پھر ہاؤس میں اس پر بحث کی جاتی ہے کیا اس سارے process سے ہم نے deviate کیا ہے؟ کیا اس سے بہتر کوئی اور process ہو سکتا ہے؟ کوئی اور process نہیں ہے بلکہ یہی ایک process ہے جو قانون کے مطابق ہمیشہ قانون سازی کے لئے اختیار کیا جاتا ہے لیکن اگر اب ہم اس process میں یہ کہنا شروع کر دیں کہ جن لوگوں کے پاس یہ گیا تھا وہ اتنے قابل نہیں تھے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی مناسب بات نہیں ہے۔انہوں نے فرمایا ہے کہ باہر سے کس کو لیا گیا ہے؟یہاں پر ریکارڈ اس بات کا شاہد ہے کہ جس کمیٹی نے اس پر غور کیا ہے اس کمیٹی نے on invitation جو رانا صاحب نے فرمایا کہ اس مسئلے کو ایوان میں اٹھایا جاتا رہا ہے اور جو مسائل اس بل سے متعلقہ، اس محکمے سے متعلقہ اٹھائے جاتے رہے ہیں وہ ہمیشہ سید احسان اللہ وقاص صاحب اٹھاتے رہے ہیں اور کمیٹی نے on invitation ان کو بلایا اور دونوں میٹنگوں میں وہ تشریف بھی لائے یا ایک میں تشریف لائے بہر حال ان کا نام اس میں موجود ہے۔ظاہری بات ہے جب وہ اس کمیٹی کی میٹنگ میں تشریف لائے ہوں گے contribute بھی کیا ہو گا۔ایک میٹنگ میں آئے ہیں یاد و میں آئے ہیں ان کا رپورٹ میں نام موجود ہے۔لہذا ان کو بلایا گیا ہے اگر وہ نہ آئیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک الگ بات ہے لیکن ان کا نام اس میں موجود ہے ان کو باقاعدہ بلایا گیا ہے وہ میٹنگ میں تشریف بھی لائے ہیں ان کی اس میں contribution بھی ہے۔انہوں نے اس پر تجاویز بھی دی ہوں گی۔اب اس سے آگے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔اب جو رانا صاحب نے نام دیئے ہیں کہ ایک سلیکٹ کمیٹی بنا کر یہ معاملہ ان کو دے دیا جائے تو یہ بھی اسی معزز ایوان کے اراکین ہیں وہ بھی باہر سے کوئی سکالر درآمد نہیں کر رہے۔اپنا نام پھر بھی انہوں نے نہیں لکھا اگر یہ اپنا نام لکھ دیتے تو شاید ہم مان لیتے کہ شاید کوئی سپر قسم کی تجویز ہمیں یہاں پر موصول ہو جائے گی۔جو عام آدمی کے ذہن میں نہیں ہے وہ رانا صاحب یہاں پر ڈال دیں گے لیکن انہوں نے پھر بھی انہی اراکین کے نام ہی لئے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ جب کل اس کی رپورٹ آئے گی تو پھر یہ کہیں گے

کہ اس پر اچھی طرح سے غور نہیں کیا گیااس لئے میری آج ان سے گزارش یہ ہے کہ کم از کم ہمیں تھوڑا سااس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔یہ کہتے ہیں کہ ڈیپارٹمنٹ نے جو کچھ دیا وہ انہوں نے یہاں پر کہہ دیا ہے۔میں نے قطعی طور پر یہ نہیں کہا کہ اس پر میں نے کام کیا ہے۔میں نے سارا کریڈیٹ محکمے کو دیا تھااور منسٹر انچارج۔۔۔

(اذان مغرب)

جناب سپیکر:آپ ایک آدھ منٹ میں اپنی بات ختم کرلیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب والا!بے شک آپquestion putکر دیں۔آگے چل کر میں اس پر مزید بات کرلوں گا۔

جناب ارشد محمود بگو:جناب والا!نماز کا وقت ہو گیا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ نماز کے لئے وقفہ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر:تشریف رکھیں۔میںquestion putکر لوں اس کے بعد نماز کا وقفہ کر دیتے ہیں۔اس میں صرف ایک منٹ لگے گا۔

جناب ارشد محمود بگو:ٹھیک ہے۔

MR SPEAKER: The amendment moved and the question is -

"That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005,as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be referred to a Select Committee, consisting of the following members with instructions to report up to 15 August 2006:-

1. Syed Ihsan Ullah Waqas, MPA
2. Ch Asghar Ali Gujjar, MPA
3. Dr Anjum Amjad, MPA
4. Miss Talat Yaqub, MPA
5 Mian Iftikhar Hussain Chhachhar, MPA

6. Chaudhry Faisal Farooq Cheema, MPA
7. Mian Ghulam Haider Bari, MPA."

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! یہ سلیکٹ کمیٹی جس کا آپ ذکر فرما رہے ہیں اس سے آگے ایک اور amendment ہے اس میں یہ سلیکٹ کمیٹی ہے۔

جناب سپیکر: آپ درست فرما رہے ہیں۔ Sorry۔

1 Mr Sibghat Ullah Chaudhry, MPA
2. Mr Afzal Sultan Dogar, MPA
3. Ch Abdul Ghafoor Khan, MPA
4. Mr Arshad Mehmood Baggu, MPA
5. Mr Najaf Abbas Sial, MPA
6. Malik Abrar Ahmad, MPA
7. Malik Muhammad Arshad Ran, MPA
8. Malik Ahmad Yar Hinjra, MPA
9. Mian Saif Ullah Owaisi, MPA
10. Mr Muhammad Aslam, Advocate, MPA
11. Miss Shaheen Atiq-ur-Rehman, MPA
12. Miss Samina Naveed, MPA
13. Mrs Tahira Munir, MPA."

(The motion was lost.)

اب وقفہ نماز مغرب ہوتا ہے اور ہاؤس آدھے گھنٹے کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(نماز مغرب کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 7 بج کر 54 منٹ پر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

MR.SPEAKER: Now we take up third amendment. It is from Ch Asghar Ali Gujjar, Dr. Syed Waseem Akhter, Syed Ihsan Ullah Waqas, Mr. Muhammad Waqas, Ch. Muhammad

Shaukat, Syed Ijaz Hussain Bukhari, Mr. Arshad Mehmood Baggu, Mrs. Tahira Munir, Miss Zaib-un-Nisa Qureshi,

Since this amendment is substantially identical to the amendment which has been lost, therefore, the same is inadmissible under Rule 106(D) and 198(4) it is ruled out of order.

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

کورم کی نشاندہی

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! شکریہ مہربانی۔ جناب سپیکر! کورم نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کورم کی نشاندہی کی گئی ہے گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہیں ہے لہذا پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں۔)

جناب سپیکر: دوبارہ گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہیں ہے۔ لہذا اجلاس کل مورخہ 13۔ جون 2006 صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

467

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،14۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

1۔ سالانہ میزانیہ بابت سال2006-07

2۔ ضمنی میزانیہ بابت سال2005-06

3۔ مسودہ قانون مالیات پنجاب بابت سال2006

469

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

بدھ،14۔جون2006

(یوم الاربعاء،17۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11 بج کر 23 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾

سُوْرَةُ بنیٓ اسرآئیل آیات26تا30

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔ اور فضول خرچی سے مال نہ اُڑاؤo کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار (کی نعمتوں) کا کفران کرنے والا (یعنی ناشکرا) ہےo اور اگر تم نے اپنے پروردگار کی رحمت (یعنی فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہو ان (مستحقین) کی طرف توجہ نہ کر سکو اُن سے نرمی سے بات کہہ دیا کروo اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا (یعنی بہت تنگ) کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی دے ڈالو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ

جاؤo بے شک تمہارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور (جس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور (ان کو) دیکھ رہا ہےo

وما علینا الا البلاغo

پوائنٹ آف آرڈر

اسمبلی میں پیش ہونے سے قبل بجٹ کی اخبارات میں اشاعت

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب قاسم ضیاء صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی، فرمائیے!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ آج کے اخبارات کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے آج کے اخبارات دیکھے ہوں تو ان میں وہ بجٹ جو ابھی وزیر خزانہ صاحب پڑھیں گے، پیش کریں گے پہلے ہی چھپ چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس پر ہم تحریک استحقاق بھی لائیں گے۔ اصول تو یہ ہے کہ جب تک یہاں وزیر خزانہ صاحب کی تقریر نہ ہو جائے اس وقت تک نہ یہ دستاویز اور نہ ہی اس کے figures باہر جا سکتے ہیں۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ اس صوبے کا وزیر اعلیٰ خود پریس کانفرنس کر کے اس بجٹ کی figures کابینہ کی منظوری سے پہلے، بجٹ تقریر سے پہلے عوام تک پہنچا رہا ہے۔ جب وزیر اعلیٰ خود یہ کرے گا تو پھر اس بجٹ اور ہاؤس کی sanctity کہاں رہ جاتی ہے؟ آج ٹیلی ویژن پر ذوالفقار علی کی رپورٹ میں یہ دستاویز دکھائی گئی ہے۔ میں نے خود یہ دیکھا ہے۔ بجٹ کی کابینہ سے منظوری سے بھی پہلے انھوں نے ٹیلی ویژن پر یہ پوری رپورٹ چلائی ہے۔ میں چاہوں گا کہ آپ اس پر رولنگ دیں کیا ان کے اس act سے پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر! میں دوسری بات یہ کہنا چاہوں گا کہ اس دن بھی ہمارے صحافی بھائیوں نے تشدد کے باعث walk out کیا تھا، کل پھر الفلاح بلڈنگ میں ایک فوٹو گرافر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ تشدد کیا گیا ہے۔ ہم چاہیں گے کہ اس حوالے سے جو بھی ذمہ داران ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اس سے پہلے کہ کارروائی آگے چلے میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ کیا وزیر اعلیٰ صاحب کے اس act سے ہمارے اس ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں کیونکہ نہ تو کابینہ نے منظوری دی تھی اور نہ ہی ابھی بجٹ ہاؤس میں پیش ہوا ہے۔ اس سے پہلے ہی وزیر اعلیٰ صاحب نے خود پریس کانفرنس کر کے بجٹ کے figures out کئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ معاملہ بڑا واضح ہے کہ کسی سوال یا کسی تحریک التوائے کار کا جواب ہاؤس کی پراپرٹی ہوتا ہے۔ پہلے وہ ہاؤس میں پیش کیا جاتا ہے اور اس کے بعد پبلک کیا جاتا ہے، پریس کو دیا جاتا ہے۔اس سلسلے میں ایسے تمام documents پر لکھا ہوتا ہے کہ ہاؤس میں پیش کرنے تک یہ خفیہ ہیں۔ کل وزیر اعلیٰ صاحب نے جو پریس کانفرنس کی ہے اس میں انھوں نے تقریباً تمام تفصیلات دے دی ہیں۔یہ میرے ہاتھ میں ایک قومی اخبار ہے اس میں سب کچھ درج ہے، کوئی چیز باقی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہے۔اس میں لکھا ہوا ہے کہ بجٹ کا حجم 274۔ارب ہو گا، ایک کھرب کا ADP ہو گا، 124۔ارب تعلیم، صحت اور پینے کے صاف پانی کے لئے دیئے جائیں گے۔ یعنی تمام جزئیات پریس کو جاری کر دی گئی ہیں۔تو میرا خیال ہے کہ آپ اس بجٹ کو آج taken as read تصور کر لیں۔وزیر خزانہ صاحب کو اب اسے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر صحافی حضرات پریس گیلری سے واک آؤٹ کر گئے)

محترم چودھری صاحب نے کل ساری چیزیں بتا دی ہیں۔ماشاء اللہ سوٹ میں ملبوس تھے اور آج بھی اسی سوٹ کو پہن کر آئے ہیں۔تو میرا خیال ہے کہ یہ بھی اس چیز کو تقویت دیتی ہے کہ اس بجٹ کو آپ taken as read لے لیں اور ہمیں اس پر اظہار خیال کا موقع دیں۔ عام بحث کا موقع دیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ایک اور بات عرض کرنی چاہتا ہوں کیونکہ صحافی دوست پریس گیلری سے واک آؤٹ کر گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ نہ تو یہ آپ چاہیں گے اور نہ ہی حکومتی بنچز کے دوست چاہیں گے کہ بجٹ تقریر کا بائیکاٹ ہو جائے۔ایک دن پہلے یہ point out ہوا تھا کہ سروسز ہسپتال میں جاوید ہاشمی صاحب کی تصاویر بنانے پر کیمرہ مین اور دوسرے صحافیوں کے ساتھ جن پولیس والوں نے بد تمیزی کی تھی، تشدد کیا تھا ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔اس پر وزیر قانون صاحب نے کہا تھا کہ ہم ان کے خلاف مقدمات درج کریں گے۔ چونکہ اس واقعے کے بارے میں کوئی کارروائی مؤثر طریقے سے نہیں کی گئی اور اسی سے حوصلہ پا کر کل عرفان چودھری جو کہ On line کے فوٹو گرافر ہیں، طاہر نواز اور محمد ندیم کے آفس میں الفلاح بلڈنگ کے ایڈمنسٹریٹر اور کچھ سادہ کپڑوں میں ایجنسیوں کے لوگ آئے جو کہ ان کو فون پر بھی دھمکیاں دیتے رہے۔انھوں نے ان پر تشدد کیا۔اس کے بعد ان کا کیمرہ چھین لیا گیا، ان کے دفتر کو مقفل کرنے کی کوشش کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس جانب توجہ دینی چاہئے، اس کا

تدارک کرنا چاہئے۔ باقی لینڈ مافیا کی activities کو ذرا کم کر دیں اور اس جانب تھوڑی سی توجہ دیں۔

جناب سپیکر!آپ چیئر پر بیٹھے ہیں ہمارا briefly version یہ ہے کہ کیا بجٹ document کابینہ کی منظوری کے بعد ہاؤس میں پیش ہونے سے پہلے secret ہے یا non secret؟اس پر آپ رولنگ فرمادیں۔

جناب سپیکر: جی، کیانی صاحب!آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر!کیا آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر ایک اور پوائنٹ آف آرڈر کرنے کی اجازت دی ہے؟کیا آپ نے راناصاحب کو تقریر کرنے کی اجازت دی ہے؟ Can he pass any derogatory remarks about the leader of the House کہ وہ سوٹ پہن کر آئے ہیں۔ راناصاحب!آپ کو کیا تکلیف؟ کبھی ہم نے بھی کہا ہے کہ آپ نے یہ پہنا ہے، وہ پہنا ہے۔ خدا کے لئے اپنے لیڈروں کی عزت کرنا سیکھو otherwise آپ سیاست دانوں کی عزت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ ہمیں اپنے بڑوں کی عزت کرنی چاہئے۔ Kindly don't permit ایک پوائنٹ آف آرڈر پر دوسرا پوائنٹ آف آرڈر نہ کرنے دیں۔ I am very obliged. بہت شکریہ

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں نے کوئی derogatory remarks نہیں دیئے۔

جناب سپیکر: راناصاحب!تشریف رکھیں۔اب اس پر کوئی debate تو نہیں کرنی۔

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں صرف اتنی بات کرنی چاہوں گا کہ میں نے یہ کہا ہے کہ چودھری صاحب سوٹ پہن کر آئے ہیں اس پر محترم کیانی صاحب شاید یہ سمجھے ہیں کہ میں نے یہ کوئی توہین کی ہے یا derogatory remarks دیئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بات بالکل نہیں ہے۔ وہ سوٹ میں بڑے اچھے لگتے ہیں اور انھیں زیادہ پہننا چاہئے۔ اس میں کوئی derogatory remarks کی بات نہیں ہے۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نوانی صاحب!

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر!میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ on the day of

budget کوئی پوائنٹ آف آرڈر accommodate نہیں کیا جا سکتا اور یہ روایت ہے کہ بجٹ والے دن صرف بجٹ تقریر ہوتی ہے۔ باقی دنوں میں جتنی بھی باتیں ہیں وہ discussion میں آ جاتی ہیں۔آپ روایات دیکھ لیں کہ کبھی بھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں لیا جاتا۔اسی لئے دو دن کا وقفہ دیا جاتا ہے اور پھر عام بحث میں تمام باتیں کی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر!یہ بھی روایت ہے کہ چیف ایگزیکٹو بجٹ کے خد و خال اور ترجیحات کے حوالے سے بجٹ پیش کرنے سے ایک دن پہلے پریس کانفرنس کرتے ہیں۔وہ بجٹ نہیں بتاتے بلکہ اپنی priorities بتاتے ہیں کہ ہماری اس صوبے کے لئے کیا کیا ترجیحات ہیں۔ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اپنی priorities بتائی ہیں کہ ہمارا ترقیاتی بجٹ کتنا ہے، ہم غریب لوگوں کے لئے کیا کر رہے ہیں، ہم رورل ایریاز کے لئے کیا کر رہے ہیں، ہم اربن ایریاز کے لئے کیا کر رہے ہیں انھوں نے بجٹ نہیں بتایا بلکہ اپنی priorities بتائی ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!نوانی صاحب نے پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ بجٹ سے پہلے پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا جبکہ اس اسمبلی کی روایات ہیں کہ پوائنٹ آف آرڈر ہوتے رہے ہیں اور وہ ہو رہے ہیں۔

دوسری بات، جیسا کہ رانا صاحب اور قاسم ضیاء صاحب نے فرمایا ہے کہ بجٹ ایک secret دستاویز ہوتی ہے۔اسمبلی میں جو چیز پیش ہونی ہوتی ہے وہ اس وقت تک secret رہتی ہے جب تک کہ وہ اسمبلی میں پیش نہیں ہو جاتی۔پریس کانفرنس کی جاتی ہے لیکن بجٹ کے بعد وزیر اعلیٰ،چیف ایگزیکٹیو یا وزیر خزانہ پریس کانفرنس کرتے ہیں۔بجٹ سے پہلے کبھی یہ نہیں ہوتا کہ figures بھی بتا دیئے جائیں۔حکومت کی جو ترجیحات یا اہداف ہیں وہ یہ پچھلے ساڑھے تین سال سے بتا رہے ہیں۔لہذا آپ اس بارے میں اپنی رولنگ دیں کہ کیا بجٹ سے پہلے بجٹ کے جو figures ہیں انھیں عوام میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ شکریہ

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر!اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں قائد ایوان کو floor دیتا ہوں۔جی،فرمائیں!

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! چونکہ ابھی بات کی گئی ہے لہذا میں آپ کی اجازت سے کچھ کہنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے تو میں آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ 25 سال کے بعد یہ واحد اسمبلی ہے جو کہ چوتھا بجٹ پیش کر رہی ہے۔اس سے پہلے جتنے بجٹ پیش ہوئے ہیں، ان سے متعلق بجٹ سے تین دن یا ایک دن پہلے ہمیشہ میری policy statements آتی رہی ہیں۔اصل جو secretcy ہوتی ہے وہ taxes کے حوالے سے ہوتی ہے اور میں نے ٹیکس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی، بجٹ بالکل secret ہے اور آج ہی کابینہ نے اس کی منظوری دی ہے۔جب وزیر خزانہ صاحب بجٹ تقریر پڑھیں گے تو خود بخود یہ بات عیاں ہو جائے گی۔ہماری جو medium term policy کی statement ہے اس حوالے سے ہم نے پریس کانفرنس کی ہے۔بجٹ کے حوالے سے جو secret ہے اس بابت میں نے پریس کانفرنس میں کوئی بات نہیں کی، میں نے taxes کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: میں سعید اکبر نوانی اور روکھڑی صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ پریس گیلری کے صحافی حضرات بائیکاٹ کر گئے ہیں۔پلیز! آپ جائیں اور انھیں واپس لے آئیں۔

(اس مرحلے پر وزیر جیل خانہ جات، سعید اکبر نوانی اور وزیر مال، گل حمید خان روکھڑی صحافیوں سے بات چیت کے لئے تشریف لے گئے)

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پریس نے آج تیسری دفعہ بائیکاٹ کیا ہے۔راجہ صاحب نے یہ floor پر کہا تھا کہ ہم ان سے مل کر ان کا مسئلہ حل کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔راجہ صاحب کی ان سے بات ہو گئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اگر بات ہو گئی ہوتی تو آج پریس والے حضرات واک آؤٹ نہ کرتے۔

جناب سپیکر: آج پریس گیلری والوں نے کسی اور issue پر بائیکاٹ کیا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے بجا فرمایا ہے کہ وہ policy statement دے سکتے ہیں لیکن یہاں تو معاملہ دوسرا ہے۔یہاں آپ کے میڈیا پر، ایک ٹیلی ویژن چینل نے دو گھنٹے پہلے اپنی ایک رپورٹ کے ذریعے پورے figures بتا دیئے ہیں اور اس میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ کوئی taxes نہیں آ رہے بلکہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلہ کے تحت کچھ taxes

reduce کئے جارہے ہیں۔یہ سب چیزیں میڈیا پر آ گئی ہیں تو اس کے بعد کیا secret رہ جاتا ہے؟ یہ بجا فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنی policy statement کے حوالے سے پریس کانفرنس کی ہے۔ مگر یہ document جتنی دیر تک ہاؤس میں پیش نہیں ہو جاتا اس وقت تک اس کی تشہیر نہیں ہو سکتی، یہ چھپ نہیں سکتا۔آپ مہربانی فرما کر اس بارے میں ضرور رولنگ دیں تاکہ آئندہ کے لئے اس کا سدباب ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہو سکے کہ یہ کس نے leak out کیا ہے۔جناب!اس پر آپ کی رولنگ ضروری ہے۔

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ گزارش کرنی چاہوں گا کہ اب تک جتنے بھی دوستوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی ہے وہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتے، جو بات میں نے کرنی تھی نوانی صاحب نے پہلے کر دی اور پھر وزیر اعلیٰ صاحب نے خود بھی فرما دیا ہے کہ taxes کے حوالے سے انھوں نے اپنی پریس کانفرنس میں بات نہیں کی ہے۔پہلی چیز یہ ہے کہ ہاؤس کے اندر جو مسئلہ زیر غور یا زیر بحث ہو اسی پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جا سکتا ہے۔ابھی تو صرف قرآن پاک کی تلاوت ہوئی ہے اور اس کا ترجمہ بیان ہوا ہے۔اس کے علاوہ ابھی کوئی کارروائی نہیں ہوئی، نہ ہی ابھی بجٹ پیش ہوا ہے۔آگے بحث کے دوران ہر دوست کو کھل کر بات کرنے کا موقع دیا جائے گا۔نوانی صاحب کا یہ کہنا کہ بجٹ تقریر سے پہلے پوائنٹ آف آرڈر کئے جانے کی پہلے کوئی روایت نہیں ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ روایت پہلے رہی ہے کہ بجٹ پیش ہونے سے پہلے اپوزیشن کی طرف سے کچھ دوست بات کرتے رہے ہیں اور اسی روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے آج موقع دیا ہے۔بجٹ پیش ہونے کے بعد ہی یہ بات عیاں ہو گی کہ بجٹ پہلے بتا دیا گیا ہے یا نہیں۔بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ نے یہ فرمایا ہے کہ محترم قائد ایوان نے اس سلسلے میں وضاحت کی ہے۔ میں انھیں پر یہ بات چھوڑتا ہوں، اس سے پہلے تین بجٹ پیش ہوئے ہیں اور ہر بجٹ سے پہلے ان کی policy statement آتی رہی ہے۔وہ خود ہی فرما دیں کہ پچھلی کسی policy statement میں بجٹ کا حجم، اے ڈی پی کے figures یا باقی محکموں کے figures انھوں نے بیان کئے تھے۔یہ access ہوا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ان کے تشخص میں اضافہ ہو گا کہ اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لیں کہ کل کی ان کی جو پریس کانفرنس ہے اس میں policy statement تو انھوں نے بیان کی ہے، ٹھیک ہے لیکن اس میں access ہوا ہے۔پچھلے تین سالوں میں بجٹ کے حوالے سے

انھوں نے جو policy statements دی ہیں وہ میں نے ساری پڑھی ہیں ان میں سے کسی میں بھی انھوں نے بجٹ کے figures نہیں بتائے اگر بتائے ہیں تو وہ فرمادیں۔

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ٹیلی ویژن پر تو دستاویز بھی دکھادی گئی ہے کہ یہ دستاویز ہے جو ابھی ہاؤس میں پیش ہونی ہے۔ مجھے اس پر آپ کی رولنگ چاہئے۔

جناب سپیکر: میں اس پر اپنی رولنگ reserve رکھتا ہوں، بعد میں تفصیل سے دے دوں گا لیکن میں یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! چلیں آپ particular بات نہ فرمائیں۔ ہم صرف اس پوائنٹ پر آپ کی رہنمائی چاہیں گے کہ کیا کوئی بھی دستاویز، کسی موشن یا سوال کا جواب ایوان میں پیش ہونے سے پہلے secret ہوتا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: بجٹ پیش ہو گا تو پتا چلے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: وہ تو کل ہی پیش ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں ابھی پیش ہونا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: وہ تو taken as read لے لیں۔

جناب سپیکر: پلیز رانا صاحب تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! آپ تو ہماری کسی بات کا جواب نہیں دے رہے، آپ حکومت کے کہنے پر ہر چیز کو bulldoze کرنا چاہ رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی کہہ دیا کہ جی میں نے figures نہیں دیئے حالانکہ سارے figures اخبارات میں چھپے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ بجٹ پیش ہو لینے دیں اس کے بعد بات کر لیں گے، تین چار دن اسی پر بحث ہونی ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ اس پر تو رولنگ فرما دیں کہ آیا بجٹ ایوان میں پیش ہونے سے پہلے secret ہوتا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: ہاں sercet ہونا چاہئے۔ رانا صاحب اب تشریف رکھیں۔ راجہ صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ قاسم ضیا صاحب پلیز تشریف رکھیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج کا دن جناب

گورنر پنجاب نے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ(1)134 کے تحت بجٹ پیش کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ لہذا میں وزیر خزانہ سردار حسنین بہادر دریشک کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ تقریر کا آغاز کریں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! ہم آپ کے اس رویے کے خلاف احتجاجاً ایوان سے واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے معزز اراکین ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

سرکاری کارروائی

وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر بابت سال 07-2006

وزیر خزانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کا سر آج فخر سے بلند ہے۔ 25 سال میں یہ پہلی حکومت ہے جو اپنا چوتھا بجٹ پیش کر رہی ہے۔ یہ ملک میں پائے جانے والے سیاسی استحکام کی روشن دلیل ہے۔ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی دور اندیش قیادت میں ہم نے نہ صرف سیاسی استحکام کو یقینی بنایا بلکہ وزیر اعظم جناب شوکت عزیز کی جاں فشاں محنت کے باعث اقتصادی استحکام اور ترقی کی بھی ایک نئی فضا قائم کی۔ اس سیاسی اور اقتصادی استحکام کا بھرپور اثر پنجاب کے سماجی ترقیاتی پروگرام پر بھی اجاگر ہوا۔ عوام کی خدمت کے جذبے سے بھرپور حکومت پنجاب نے عوام الناس کے لئے خدمات کا دائرہ وسیع تر کر دیا۔ ہمارے قائد وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے اپنے Pre-Budget پالیسی بیان میں اپنی حکومت کی تین سالہ کارکردگی کا جائزہ پیش کیا ہے۔ انہی اوراق سے چند ایک نمایاں پہلو آپ کی وساطت سے اس ایوان میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

جناب والا!

2۔ جس دن سے ہماری حکومت نے عوام کی خدمت کا بیڑا اٹھایا اسی دن سے ایوان میں موجود اپوزیشن نے ہمارے ہر عزم کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔ نیشنل فنانس کمیشن کی بات سامنے آئی تو الزام تراشی ہوئی کہ پنجاب کی موجودہ حکومت نے صوبے کے مفادات کا سودا کر دیا۔

جناب سپیکر!

3۔ آج میں اس ایوان میں پورے اعتماد سے کھڑا ہوں اور بانگ دہل کہتا ہوں کہ حالات اور واقعات نے ان شکوک و شبہات کو دفن کر دیا ہے جو ہمارے مخالفین، مخالفت برائے مخالفت، کے طور پر کر رہے تھے۔ صدر پاکستان نے نئے NFC ایوارڈ پر صدارتی فرمان جاری کر دیا ہے جس میں پنجاب کا مؤقف کہ صوبوں کے درمیان Divisible Pool کے ٹیکسوں کی تقسیم آبادی کے فارمولے کی بنیاد پر ہونی چاہئے، اسے من وعن قبول کیا ہے۔ ہم محترم صدر پاکستان کی فہم وفراست کی داد دیتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف پنجاب کے موقف کو تسلیم کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے صوبوں کے مالی وسائل میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا۔

جناب والا!

4۔ جب وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنا وژن2020 پیش کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ 2020 تک صوبہ پنجاب مکمل طور پر خواندہ، معاشی طور پر خوشحال، سماجی طور پر مضبوط اور ثقافتی طور پر ایک مہذب معاشرے کے روپ میں ابھرے گا جس کی تمام تر آبادی صحت کی کی سہولتوں اور روزگار کی فراہمی سے مستفید ہوگی، تو پھر شکوک و شبہات کا ایک شور وغل برپا کیا گیا۔ طرح طرح کے بیان داغے گئے جن میں قدر مشترک صرف ایک تھی کہ ایسا نہ کبھی پہلے ہوا نہ آئندہ ہوگا۔

جناب والا!

5۔ قرآن پاک کی آیت ہے وتعز من تشآء وتذل من تشآء یعنی "عزت اور ذلت خدا کے ہاتھ میں ہے"۔ اس لئے میں اپنی حکومت کی تین سالہ کارکردگی کے بنیادی خدوخال پیش کرتے ہوئے نہایت عجز وانکسار کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہماری کارکردگی میں اللہ تعالیٰ کی برکت اور مدد شامل حال رہی۔ ہماری تو صرف ایک لگن تھی، ایک کوشش ہی تھی اور خدمت کا ایک جذبہ تھا جس میں اپنی ذات کی نمائش قطعاً مقصود نہ تھی۔

جناب سپیکر!

6۔ میں نہایت انکساری کے ساتھ چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ کون سی حکومت ہے جسے یہ توفیق حاصل ہوئی کہ اس نے:

* پنجاب کی شرح نمو میں مسلسل تین سال 7تا8 فیصد کا اضافہ کیا؟
* دو سالوں کے قلیل عرصہ میں 35لاکھ روزگار کے نئے مواقع فراہم کئے؟
* تین سال کے عرصہ میں غربت کی لکیر کی سطح میں 11 فیصد کی کمی کو ممکن بنایا؟
* 70لاکھ نفوس غربت کی سطح کی لکیر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوئے؟

جناب سپیکر!

7۔ چند اور نمایاں حقائق بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔وہ کون سی حکومت ہے جس نے:

* ساڑھے بارہ ایکڑ تک زرعی اراضی کے مالکان کو زرعی ٹیکس سے چھوٹ دی؟
* پانچ مرلہ تک کے مالکان مکان کو پراپرٹی ٹیکس سے چھوٹ دی؟
* ایک لاکھ ایکڑ زرعی اراضی کو غیر مالک مستحق کاشتکاروں میں تقسیم کیا؟
* کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی کے لئے زرعی اجناس کی بنیادی قیمت خرید میں مسلسل اضافہ کیا؟
* زرعی قرضوں کے مارک اپ میں 5 فیصد کی کمی کی؟
* زرعی قرضہ جات کی فراہمی کو نہ صرف یقینی بنایا بلکہ ان میں خطیر اضافہ بھی کیا؟
* حصول روزگار اور آمدنی کے ذرائع میں اضافے کے لئے لائیو سٹاک سیکٹر میں 2.5۔ارب روپے کے سستے قرضہ جات فراہم کئے؟
* چھوٹی اور گھریلوں صنعتوں کی افزائش کے لئے 1.5۔ارب روپے کے کم مارک اپ پر قرضہ جات فراہم کئے؟
* زکوٰۃ کے 8۔ارب روپے کی تقسیم سے پانچ لاکھ مستحقین کی مستقل بحالی کی؟
* 6۔ارب روپے کی خطیر رقم دو لاکھ زکوٰۃ مستحقین میں بطور ماہانہ گزارہ الاؤنس تقسیم کی؟
* 2۔ارب روپے کا مائیکرو کریڈٹ تقسیم کیا جس سے غریب عوام کے روزگار میں اضافہ ہوا؟

جناب سپیکر!

8۔ یہ کس حکومت کا اعزاز ہے کہ اس کے دور میں:

* میٹرک تک تعلیم مفت کی گئی؟
* تعلیم کے شعبے کا بجٹ تین سال میں دُگنا کیا گیا؟
* 25ہزار سرکاری سکولوں کو 9۔ارب روپے کی لاگت سے تمام تر سہولیات سے مزین کیا گیا؟
* تین لاکھ پچاس ہزار طالبات کو 200روپے ماہانہ وظیفہ دیا گیا تاکہ ہماری بچیوں کی شرح خواندگی میں اضافہ ہو سکے؟
* KGکلاس سے کلاس دہم تک ایک ارب 83کروڑ روپے کی لاگت سے کتب کی مفت فراہمی عمل میں لائی گئی؟
* جناب والا! اور یہ کس کا اعزاز ہے کہ دو سال کے قلیل عرصے میں پنجاب ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کے ذریعے صوبے کے سرکاری پرائمری سکولوں میں 18لاکھ طلباء وطالبات کا ریکارڈ اضافہ عمل میں آیا؟

جناب والا!

9۔ ثانوی تعلیم اور Higher Educationکا شعبہ عدم توجہ کا شکار رہا۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ:

* وہ کون سی حکومت ہے جس نے ثانوی تعلیم کے لئے ایک مربوط پروگرام مرتب کیا اور پہلے ہی سال میں ایک ارب چالیس کروڑ روپے مختص کئے؟
* خود مختار Punjab Examination Commissionکس نے قائم کیا؟
* ایک ارب روپے سے فاضل رقم پر مبنی سائنس ایجوکیشن پراجیکٹ کس نے جاری کیا؟ اور اس پروگرام کے تحت 600لیبارٹریاں اور ریاضی کے Resource Roomsکا قیام کس طرح عمل میں آیا؟
* چھ نئی پبلک سیکٹر یونیورسٹیوں کا قیام کس نے کیا؟
* پندرہ پرائیویٹ سیکٹر یونیورسٹیوں کو چارٹر کس نے عطا کیا؟

* School of Mathematical Sciences کی پذیرائی کس نے کی؟
* خوارزمی انسٹیٹیوٹ آف کمپیوٹر سائنسز کا اجراء کس نے کیا؟
* School of Biological Sciences اور School of Physical Sciences کی مسلسل مالی معاونت کا فرض کون ادا کر رہا ہے؟
* نئی یونیورسٹیوں کے قیام کے لئے 2600 ایکڑ اراضی کس نے فراہم کی؟
* وہ کون سی حکومت ہے جس نے یونیورسٹیوں کی ترقی کے لئے 2۔ارب کی گرانٹ اپنے جاری بجٹ سے فراہم کرنے کا اعادہ کیا؟
* جناب والا! اور وہ کون سی حکومت ہے جس نے سیرت اکیڈمی اور قرآن محل کے منصوبے کا آغاز کیا اور ضعیف قرآنی اوراق کو محفوظ کرنے اور انہیں نئے سرے سے قرآن پاک کی چھپائی میں استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا؟

جناب سپیکر !

10۔ میں بڑی عاجزی کے ساتھ یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ وہ کون سی حکومت ہے جس نے :

* پنجاب ایمرجنسی ایمبولینس سروس (Rescue 1122) کا اجراء کیا؟
* ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا قیام کس نے کیا؟
* یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج یونیورسٹی کا قیام، رحیم یار خان میں شیخ زید میڈیکل کالج کا اجراء اور سروسز انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز کا قیام کس حکومت نے کیا؟
* نشتر میڈیکل کالج ملتان میں کالج فار نرسنگ کا قیام کس نے کیا؟
* وہ کون سی حکومت ہے جو کینسر جیسے موذی مرض کے علاج کے لئے ایک State of the Art Cancer Hospital بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟
* اور وہ کون سی حکومت ہے جس نے میڈیکل ریسرچ کے فروغ کے لئے تمام ٹیچنگ ہسپتالوں کو ایک کروڑ روپے سالانہ کی گرانٹ کا اعلان کیا؟

جناب سپیکر !

11۔ ان سب سوالوں کا جواب صرف ایک ہے کہ یہ تمام ترقیاتی عمل اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا نتیجہ ہے اور پنجاب کی مسلم لیگی حکومت اس کام کو خوش اسلوبی سے آگے بڑھانے میں ایک وسیلہ بنی۔

جناب والا!

12۔ ہماری حکومت اللہ سے ڈرنے والی اور اس کے بندوں سے محبت کرنے والی حکومت ہے۔اپنی حکومت کی کارکردگی پیش کرتے ہوئے مجھے احساس ہے کہ انجانے میں بھی کہیں تکبر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کر بیٹھوں۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ہماری حکومت کی collective wisdomاور ٹیم ورک کی بدولت عوامی فلاح و بہبود کی نہ صرف جامع منصوبہ بندی کی گئی بلکہ انتظامی ڈھانچہ میں بھی انقلابی تبدیلیاں کی گئیں۔ تاکہ ہماری حکومت عملی پر عملدرآمد یقینی بنایا جا سکے۔ اس حوالے سے ہماری حکومت نے مانیٹرنگ کا ایک جامع نظام وضع کیا جس کی وجہ سے جو کل کہا جاتا تھا کہ ممکن نہ ہو گا آج اللہ کے فضل سے ممکن کر دکھایا گیا۔

جناب والا!

13۔ میں حکومت پنجاب کی ان دستاویزات کا ذکر کرنا چاہوں گا جو مینجمنٹ کی بہترین مثال ہیں۔اس ضمن میں:

* پنجاب وژن2020کا2004میں اجراء۔
* پنجاب اکنامک رپورٹ کی2005میں اشاعت
* Multiple Indicator Cluster Surveyکا جاری کرنا
* Medium Term Budgetary Frameworkکی تشکیل(2005)
* Medium Term Development Frameworkکا اجراء(2006)قابل ذکر ہیں۔

14۔ اس کے ساتھ ساتھ مانیٹرنگ کے نظام پر بھی بھرپور توجہ دی گئی اور پروگرام کے متعدد مانیٹرنگ یونٹس قائم کئے گئے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

* Chief Minister's monitoring unit for mega projects and programmes.
* Education Sector Reform Programme Monitoring Unit.
* Health Sector Reform Programme Monitoring Unit.
* Southern Punjab Basic Urban Services Reform Unit.

جناب والا!

15۔ ہماری حکومت ماضی کی کارگزاری پر اکتفا کرنے کی بجائے صوبے کے عوام کے روشن مستقبل کے لئے کوشاں ہے۔آپ جانتے ہیں کہ ترقی کے سفر کا آغاز سب سے پہلے صوبے کے بجٹ میں مختص شدہ رقوم سے ہوتا ہے۔ میرے لئے یہ امر باعث افتخار ہے کہ مالی سال07-2006 کے ریونیو بجٹ کا حجم 274۔ارب روپے سے زائد تجویز کیا گیا ہے۔ جو مالی سال 06-2005 کے ریونیو بجٹ سے 22.13 فیصد زیادہ ہے۔ ریونیو اخراجات کا تخمینہ 191۔ارب روپے سے زائد ہے۔اس طرح مالی سال 07-2006 میں پنجاب حکومت کا ریونیو سرپلس 82۔ارب روپے سے زائد ہوگا۔آپ کو یاد دلاتا چلوں کہ مالی سال 2000-1999 میں صوبے کا ریونیو سرپلس صرف 2۔ارب تھا اور یہ بھی کرنٹ کیپٹل بجٹ اور پبلک اکاؤنٹ کے خسارے کی نظر ہو گیا۔

16۔ ہمارے 82.7۔ارب کے فاضل وسائل، 8۔ارب سے زائد کیپٹل، پبلک اکاؤنٹ کی فاضل رقوم اور 8.8۔ارب کے بیرونی قرضہ جات، ہمارے ترقیاتی پروگرام 07-2006 کے لئے مختص کئے جارہے ہیں۔

جناب سپیکر!

17۔ میں اس ایوان میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ مالی سال 07-2006 میں صوبہ پنجاب کا ترقیاتی بجٹ 100۔ارب روپے کا ہوگا۔ ترقیاتی پروگرام کا یہ حجم صوبے کے عوام کے لئے یقیناً ایک نوید مسرت ہے۔ روشن مستقبل کا وعدہ جو ہم نے تین سال قبل کیا تھا آج

اس کا نتیجہ اور ثمر آپ کے سامنے ہے۔ بطور وزیر خزانہ میرا عزم تھا کہ پنجاب کے بجٹ میں متواتر fiscal space پیدا کرنا ہمارا اولین ٹارگٹ ہو گا۔ اللہ کے فضل و کرم سے آج ہم اپنے عہد سے سر خرو ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر!

18۔ معزز ایوان کو یاد دلاتا چلوں کہ ہماری حکومت نے ہر شعبے کی طرح مالی شعبے میں بھی اصلاحات کا ایک جامع پروگرام مرتب کرنے اور اس پر عمل کرنے کا عزم کیا تھا۔ اس مالی اصلاح کا ایک بنیادی مقصد ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کے باہمی تناسب میں بہتری لانا تھا۔ ایک وہ وقت تھا۔ جب ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کا باہمی تناسب 18 فیصد تک سکڑ چکا تھا۔ یہ اعزاز بھی ہماری حکومت کو حاصل ہوا کہ ایک منظم اور مربوط مالی ریفارم پروگرام پر عمل کرتے ہوئے آج یہ تناسب 36 فیصد تک پہنچ چکا ہے۔ اس طرح نہ صرف وسائل میں مجموعی طور پر اضافہ ہوا ہے بلکہ مستقبل میں ترقیاتی وسائل کے حجم کو مزید بڑھانے کی راہ بھی ہموار ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر!

19۔ آپ کی وساطت سے میں معزز ممبران صوبائی اسمبلی کی خدمت میں ترقیاتی پروگرام 2006-07 کے مختلف شعبہ جات کے لئے مختص رقوم اور ان کے پیچھے کار فرما ہماری حکمت عملی پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ 100۔ارب کے ترقیاتی پروگرام میں سے 12۔ارب روپے کی خطیر رقم مقامی حکومتوں کے ترقیاتی پروگرام کے لئے مختص کی گئی ہے جو رواں مالی سال کے مقابلے میں 2۔ارب سے زائد ہے۔ 65۔ارب روپے core provincial development programme کے لئے مختص کئے گئے ہیں اور 23۔ارب روپے special infrastructure programme کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔

20۔ special infrastructure programme میں لاہور رنگ روڈ، سیالکوٹ لاہور موٹروے اور rapid mass transit system قابل ذکر ہیں۔ آپ کو یاد دلاتا چلوں کہ وژن 2020 میں صوبے کی ترقی کے لئے ایک cluster development approach کا ذکر کیا گیا تھا۔ جس میں ایک لائحہ عمل کے طور پر پنجاب کے مختلف

اقتصادیclustersکو ایک مربوط ترقیاتی نظام میں منسلک کرنا تھا۔ اس ضمن میں light engineering triangleکو ترقی کے ایک ماڈل کی طرح پیش کیا گیا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ triangleلاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات اور شیخوپورہ پر محیط ہے۔ ہم نے اس عزم کا اعادہ کیا تھا کہ اس triangleکو ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کی بہترین سہولیات بہم پہنچائیں گے۔ آج ہمارا یہ خواب سچا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ہماری کوششوں کے باعث جرمنی کی یونیورسٹی آف برلن، حکومت پنجاب اور وفاقی Higher Eduction Commissionکے اشتراک سے دو نئی انجینئرنگ یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ جو مجوزہ سیالکوٹ لاہور موٹروے پر قائم کی جائیں گی۔ ان میں سے ایک یونیورسٹی تدریسی اور دوسری research and developmentکے فرائض انجام دے گی۔ تاکہ engineering triangleمیں موجود صنعت کار اور فیکٹریاں اس سہولت سے مستفید ہو سکیں۔ سیالکوٹ لاہور موٹروے کو گجرات، گوجرانوالہ اور لاہور رنگ روڈ سے بھی ملایا جائے گا تاکہ ایک جامع اور مربوط ترقی کا عمل جاری کیا جا سکے۔

جناب سپیکر!

21۔ صوبائی حکومت کے core programmeمیں28۔ارب سے زائد رقم سوشل سیکٹرز بشمول تعلیم، صحت، فراہمی آب ونکاسی پر خرچ کی جائے گی جو گزشتہ مالی سال کے مقابلے میں تقریباً36فیصد زیادہ ہے۔infrastructure developmentکے شعبے بشمول شاہرات ونظام آبپاشی کے لئے25۔ارب سے زائد رقم مختص کی گئی ہے۔ جو رواں مالی سال کی نسبت 12.7 فیصد زائد ہے۔

جناب سپیکر!

22۔ production sectorsبشمول زراعت اور صنعت پر رواں مالی سال کے مقابلے میں 26 فیصد سے زائد کا اضافہ تجویز کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ services sector بشمول Development and Labour, Commerce, IT, Human Resourceمیں 81 فیصد کے اضافہ کی تجویز ہے۔

جناب سپیکر!

23۔ ترقیاتی پروگرام 07-2006 کے بنیادی خدوخال اس طرح ہیں:

* جاری سکیموں کے لئے 70 فیصد رقوم مختص کی گئی ہیں۔
* نئی سکیموں کے لئے 30 فیصد رقوم رکھی گئی ہیں۔
* وہ تمام سکیمیں جو مالی سال 07-2006 میں مکمل کی جاسکتی ہیں ان کے لئے پوری رقوم رکھی گئی ہیں۔
* مالی سال 07-2006 میں 2430 سکیموں میں سے 60 فیصد مکمل ہو جائیں گی۔
* اس کے ساتھ ساتھ پسماندہ علاقہ جات کا بھی خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر!

24۔ ہماری حکومت پہلے دن سے ہی عوام کی خدمات کی فراہمی پر بھرپور توجہ دے رہی ہے۔ صوبائی حکومت کا اولین فرض بھی یہی ہے کہ تعلیم، صحت، آب رسانی اور نکاسی کے اہم سوشل سیکٹرز کو زیادہ سے زیادہ وسائل مہیا کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وسائل کے مکمل استعمال اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج کے تناظر میں ترجیحات کا تعین کیا جائے۔ میں یہاں یہ بات کہتا چلوں کہ ہماری پہلی حکومت ہے جس نے targets and outcomes پر توجہ دی ہے اور اسے شائع بھی کیا ہے تاکہ حکومتی کارکردگی کو monitor اور evaluate کرنے میں آسانی ہو۔

جناب والا!

25۔ تعلیم کے شعبے میں تقریباً ساڑھے بارہ ارب روپے کے ترقیاتی فنڈز مختص کئے گئے ہیں جو رواں مالی سال کے مقابلے میں تقریباً 36 فیصد زیادہ ہیں۔

* پرائمری تعلیم کے شعبے میں سال 02-2001 میں پنجاب کے 47 فیصد بچے پرائمری سکولوں میں داخل تھے۔
* ہماری کوششوں کے باعث سال 06-2005 میں یہ شرح 68 فیصد تک جا پہنچی ہے۔

* اگر ہم انہی پالیسیوں پر گامزن رہے تو اس شرح کا100 فیصد حصول 2015 کی بجائے 2013 میں ہو جائے گا۔
* اسی طرح پنجاب میں100 فیصد شرح خواندگی کا حصول 2020 کی بجائے 2015 ہی میں ہو جائے گا۔

جناب سپیکر!

26۔ Special Education کے شعبہ میں رواں مالی سال میں مختص شدہ رقم کو 20 فیصد کے اضافے سے 60 کروڑ تک پہنچایا گیا ہے۔ یاد رہے کہ ہماری حکومت سے پہلے اس شعبے میں صرف 2 کروڑ 30 لاکھ روپے مختص کئے گئے تھے۔ خصوصی تعلیم پر ہماری حکومت کی توجہ اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ ہم ایک مہذب معاشرے کی طرح ابھرنا چاہتے ہیں۔ ہماری نظر میں کسی بھی معاشرے کی ترقی کا پیمانہ کمزوروں، معذوروں اور بے سہارا بچوں کی نگہداشت پر مبنی ہوتا ہے۔

جناب سپیکر!

27۔ صحت کا شعبہ ایک کلیدی شعبہ ہے اور اس شعبے میں اخراجات کرنے کا فائدہ صوبے میں رہنے والے تمام لوگوں کو ہوتا ہے۔ مالی سال 07-2006 میں اس شعبے میں 4۔ارب 30 کروڑ روپے ترقیاتی اخراجات کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ جو رواں مالی سال کے مقابلے میں 30 فیصد زیادہ ہیں۔ حکومت نے ایک جامع اور مربوط health sector reform programme مرتب کیا ہے۔ جس میں صحت کے پرائمری، سیکنڈری اور tertiary تمام شعبوں پر توجہ دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ preventive health کو بھی خصوصی طور پر مدنظر رکھا گیا ہے۔

جناب والا!

28۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ تمام BHUs اور RHCs میں تمام بنیادی سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ ان مراکز میں ڈاکٹر، نرسیں، دیگر سٹاف اور طبی آلات 100 فیصد ضرورت کی بنیاد پر تعینات اور فراہم کئے جا رہے ہیں۔ تمام tertiary ہسپتالوں میں ایمرجنسی سروسز مفت فراہم کی جا رہی ہیں۔ آئندہ سالوں میں یہ نظام ضلع، تحصیل اور نچلی سطح تک پھیلایا جائے گا۔

جناب سپیکر!

29۔ صحت کے شعبے میں ہماری بھرپور توجہ کے باعث خاطر خواہ نتائج سامنے آئے ہیں۔ سال 02-2001 میں صرف 57 فیصد بچے حفاظتی پروگرام سے مستفید ہو رہے تھے۔ سال 06-2005 میں یہ شرح بڑھ کر 73 فیصد ہو گئی ہے اور انشاء اللہ ہم اپنا ٹارگٹ 2015 کی بجائے 2011 میں ہی حاصل کر لیں گے۔ اسی طرح نوزائیدہ اور پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات اور زچگی کے دوران خواتین کی اموات کی شرح میں بھی خاطر خواہ کمی واقع ہوئی ہے۔

جناب سپیکر!

30۔ ماضی میں نکاسی و فراہمی آب کا شعبہ عدم توجہ کا شکار رہا ہے۔ مقامی حکومتوں کے قیام کے بعد یہ فرائض TMAs کو سونپ دیئے گئے۔ ان اداروں کی انتظامی صلاحیت اس قابل نہ تھی کہ زندگی کے اس اہم ترین شعبے میں بہتری لا سکیں۔ ہماری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان اداروں کی نہ صرف صلاحیت بڑھائی جائے بلکہ صوبائی حکومت بھی از سر نو اس شعبے میں اپنا رول ادا کرے۔ سال 03-2002 میں صوبائی حکومت کے بجٹ میں اس شعبے کے لئے صرف 60 کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے۔ ہماری حکومت نے اس شعبے میں نمایاں مالی اضافہ کیا۔ رواں مالی سال میں 4.5۔ارب روپے مختص کئے گئے اور اگلے مالی سال میں 5.2۔ارب روپے تجویز کئے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت نے ایک تین سالہ منصوبہ مرتب کیا ہے جس کے تحت اس شعبے میں 45۔ارب روپے خرچ کئے جائیں گے۔ ہماری حکومت کی ترجیحات میں یہ شعبہ ایک کلیدی حیثیت اختیار کر گیا ہے تاکہ پنجاب کے عوام کو جلد از جلد آب رسانی، نکاسی اور پینے کے صاف پانی کی سہولت میسر ہو سکے۔ یہ رقوم شہری اور دیہی نکاسی و آب رسانی کی سکیموں پر صرف کی جائیں گی۔

31۔ اس کے ساتھ ساتھ پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ existing water supply schemes جو اب خستہ حال ہو چکی ہیں اور جن کی پائپ لائینوں کو از سر نو بچھایا جانا ضروری ہے ان کے لئے صوبے کے current expenditure budget میں 5۔ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ جناب وزیر اعلیٰ کے اعلان کے مطابق جب تک

پنجاب میں پانی کی فرسودہ پائپ لائینوں کو نئے سرے سے بچھایا نہ جائے گا اس وقت تک صوبائی بجٹ سے رقوم مستقبل میں بھی فراہم کی جاتی رہیں گی۔

جناب سپیکر!

32۔ ہمارے پروڈکشن سیکٹر کا دارومدار مجموعی طور پر پرائیویٹ سیکٹر کی کارکردگی پر ہے۔ زراعت اور انڈسٹری کے شعبے میں ہمارے کسان اور فیکٹری مالکان پرائیویٹ سیکٹر کا حصہ ہیں۔ حکومت زراعت اورانڈسٹری کے شعبوں میں ایک معاون کا کردار ادا کرتی ہے۔ حکومتی پالیسیوں کا اثر ان دونوں شعبوں میں بہت گہرا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حکومت پر یہ بھی لازم ہے کہ زراعت کے شعبے میں ریسرچ، ایکسٹینشن اور مارکیٹینگ کی سہولیات فراہم کرے۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ مالی سال 2006-07 کی A.D.P مرتب کرتے ہوئے اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ ہر شعبے کی پالیسی، ترجیحات اور اہداف کو واضح طور پر قلم بند کیا جائے۔ اس ضمن میں White Paper on Budget میں شائع A.D.P کا باب نہایت توجہ طلب ہے۔

جناب سپیکر!

33۔ میں آپ کی وساطت سے تمام ممبران سے گزارش کروں گا کہ وہ اس باب کا تفصیلی مطالعہ کریں تاکہ بجٹ کے دوران بامعنی اور تعمیری بحث ہو سکے۔

34۔ مالی سال 07-2006 کے ترقیاتی پروگرام میں:

* زراعت کے شعبہ میں ایک ارب 10 کروڑ روپے تجویز کئے گئے ہیں جو رواں مالی سال کے مقابلے میں 18.9 فیصد زائد ہیں۔
* فارسٹری وائلڈلائف اور فشریز کے شعبہ میں 57 کروڑ 50 لاکھ روپے تجویز کئے گئے ہیں۔
* لائیو سٹاک کے شعبہ میں 60 کروڑ روپے تجویز کئے گئے ہیں جو رواں مالی سال کے مقابلے میں 20 فیصد سے زائد ہیں۔
* انڈسٹریز، TEVTA اور معدنیات کے شعبہ میں ایک ارب سے زائد رقم مختص کی گئی ہے جو رواں مالی سال کے مقابلے میں 38 فیصد زیادہ ہے۔

* اس کے ساتھ ساتھ environment کے شعبہ میں رواں مالی سال کے مقابلے میں100 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر!

35۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کے ہمارے اقلیتی بہن بھائی ہمارا بیش قیمت سرمایہ ہیں اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے 30 کروڑ روپے کی اضافی گرانٹ صوبے کے جاری بجٹ میں مختص کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے Gender Reform Action Programme مرتب کیا گیا ہے جس میں آئندہ مالی سال کے جاری بجٹ میں 20 کروڑ روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ سوشل ویلفیئر کے فنڈز کا ایک بہت بڑا حصہ صوبے کی خواتین کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر!

36۔ حکومت پنجاب نے انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ کے حوالے سے نمایاں قدم اٹھائے ہیں۔ نئی سڑکوں کی تعمیر پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔2000 میں صوبہ پنجاب میں صرف 40 ہزار کلومیٹر سڑکیں موجود تھیں۔ 2005 کے آخر تک پنجاب کی سڑکوں کا جال 67 ہزار کلومیٹر پر محیط ہے۔ اس سیکٹر میں 14۔ارب روپے مختص کئے جا رہے ہیں جبکہ 06-2005 میں 12.5۔ارب روپے مختص کئے گئے تھے۔

جناب سپیکر!

37۔ آبپاشی کے سیکٹر میں اگلے مالی سال میں 8.5۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جبکہ مالی سال 06-2005 میں 7۔ارب روپے مختص کئے گئے۔یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اربوں روپے کے منصوبہ جات پنجاب میں وفاقی حکومت کی امداد سے بھی روبہ عمل ہیں جن میں خاص طور پر ہمارے بیراجز کی بحالی اور نہروں کی لائننگ سر فہرست ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آبپاشی کے لئے میسر ہونے والے پانی کو بہتر طریقے سے استعمال کرنے کے لئے صدر پاکستان کا پکے کھالوں کا منصوبہ بھی رواں دواں ہے۔ پنجاب کے لئے مختص شدہ 28۔ارب روپے میں سے ساڑھے سات ہزار پکے کھالے تعمیر ہو چکے ہیں اس کے ساتھ ساتھ حکومت پنجاب کا لیزر لینڈ لیولنگ پروگرام بھی زور و شور سے جاری ہے۔ ہر یونین کونسل پر کم از کم ایک Laser Land Levelling Unit کی فراہمی کو یقینی

بنانا ہمارا ٹارگٹ ہے۔ جن میں سے 650 یونٹ فراہم کئے جا چکے ہیں اور 500 اگلے مالی سال میں فراہم کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر!

38۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر دیگر سرکاری شعبہ جن میں سپورٹس، اربن ڈویلپمنٹ، ایمرجنسی سروسز، ٹورازم، سوشل ویلفیئر، ریجنل پلاننگ، لوکل گورنمنٹ، پبلک بلڈنگز، فوڈ، انفارمیشن ٹیکنالوجی، لیبر، انفارمیشن کلچر اینڈ یوتھ افیئرز، مذہبی امور اور اوقات، سب کے لئے A.D.P میں رقوم فراہم کی گئی ہیں تاکہ ہر شعبہ عوام کے لئے بہتر سہولیات فراہم کر سکے۔

جناب سپیکر!

39۔ اس موقع پر Law & Order کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ہماری حکومت نے پولیس، جیل خانہ جات اور Access to Justice کے شعبہ جات میں نمایاں اقدامات کئے ہیں۔ پولیس کا بجٹ جو چند سال قبل صرف 8۔ارب تھا اسے بڑھا کر اب 20۔ ارب سے زائد کر دیا گیا ہے۔ حکومت کو احساس ہے کہ عوام کے جان و مال کی حفاظت اس کا اولین فرض ہے جس کے لئے وسائل کی فراہمی میں بخل اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ پنجاب میں پولیس پٹرولنگ پوسٹس کا قیام شاہرات پر سفر کرنے والے عوام کی حفاظت کا ضامن ہے۔

40۔ عوام کو بہتر Criminal Prosecution مہیا کرنے کے لئے ہم نے Prosecution service کا علیٰحدہ محکمہ قائم کیا ہے تاکہ جرائم پیشہ لوگوں کو قانون کے مطابق کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔ اس کے علاوہ تھانوں کی اصلاح کا ایک جامع منصوبہ بھی تیار کیا گیا ہے جس پر مالی سال 07-2006 کے دوران عملدرآمد ہو گا۔ جیل خانہ جات کی بہتری اور اصلاح کے لئے ایک ارب 68 کروڑ روپے کے جاری اخراجات مختص کئے گئے ہیں تاکہ پنجاب کی جیلوں میں مقید افراد سزا کاٹنے کے دوران اپنی بنیادی ضروریات زندگی سے محروم نہ رہیں۔ Access to Justice کے شعبہ میں عدالتوں کے انفراسٹرکچر اور انتظامی صلاحیت میں اضافہ کے لئے 60 کروڑ روپے کا ڈویلپمنٹ بجٹ بھی تجویز کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر!

41۔ مقامی حکومتیں جو پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس مجریہ 2001 کے تحت قائم کی گئیں صوبائی حکومت کا ایک Operational Arm ہیں جنہیں فعال رکھنا، انتظامی صلاحیت فراہم کرنا اور صوبائی فنانس کمیشن کے ایوارڈ کے تحت وسائل کی تقسیم و ترسیل صوبائی حکومت کی ایک اہم ترین ذمہ داری ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ سالوں میں مقامی حکومتوں کو وسائل کی فراہمی ایک Interim Award کے تحت کی جاتی رہی۔ یہ اعزاز ہماری حکومت کو ہی حاصل ہوا ہے کہ مقامی حکومتوں کے لئے ایک Permanent ایوارڈ تشکیل دیا گیا جو تین سال پر محیط ہوگا۔ اس طرح مقامی حکومتیں بھی Medium Term Budgetary Framework اور Medium Term Development Framework مرتب کر سکیں گی۔ تاکہ درمیانی مدت کے لئے وسائل، اخراجات اور ترقیاتی منصوبہ جات کی نشاندہی ہو سکے۔

جناب سپیکر!

42۔ مالی سال 03-2002 میں مقامی حکومتوں کے لئے صوبائی بجٹ میں 58۔ارب 22 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی اور مالی سال 07-2006 میں مقامی حکومتوں کو 112۔ارب روپے کے وسائل مہیا کئے جانے کی تجویز ہے۔ اس طرح چار سال کے عرصے میں مقامی حکومتوں کے وسائل تقریباً دگنا کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!

43۔ ملک میں اشیائے خورد و نوش کی بڑھتی ہوئی قیمتیں حکومت اور عوام دونوں کے لئے تشویش کا باعث ہیں۔ گرانی کی اس لہر کی ایک بنیادی وجہ بین الاقوامی منڈی میں تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں، جو حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں لیکن اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے وفاقی حکومت نے بجٹ 07-2006 میں کئی مراعات کا اعلان کیا ہے جس سے ملک بھر میں قیمتیں بھی کم ہوں گی اور آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ اسی جذبہ کے ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب 13۔جون 2006 کو محنت کشوں کی کم از کم اجرت میں اضافے کا اعلان کر چکے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ غیر ہنر مند محنت کشوں کی کم از کم اجرت میں اضافہ وفاق کے دائرہ اختیار میں آتا ہے اور نیم ہنر مند اور ہنر مند محنت کشوں کی کم از کم

اجرت میں اضافہ کا اختیار صوبوں کو تفویض کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب نے مہنگائی پر قابو پانے کے لئے اپنےPre-Budgetایڈریس میں دوررس اقدامات کا ذکر کیا ہے اور مجھے بطور وزیر خزانہ یہ بھی حکم دیا کہ وفاق کی طرف سے سرکاری ملازمین کی مراعات میں اضافہ من وعن حکومت پنجاب بھی اپنے سرکاری ملازمین کو میسر کرے۔ بجٹ07-2006 میں 10۔ارب روپے کی اضافی رقم 191۔ارب کے اخراجات جاریہ میں شامل کی گئی ہے تاکہ سرکاری ملازمین کو مہنگائی الاؤنس اور پنشن وغیرہ میں اضافہ اسی شرح سے دیا جائے جس کا اعلان وفاقی بجٹ میں کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر!

44۔ مہنگائی اور گرانی کی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پنجاب نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ پیش کئے جانے والے بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جائے گا اور نہ ہی ٹیکسوں کی شرح میں ردوبدل کی کوئی تجویز پیش کی جائے گی۔ ہم جانتے ہیں کہ اس سے حکومت کے وسائل پر کس قدر دباؤ آئے گا لیکن عوام کی بہتری اور ان کی سہولیات کے مدنظر پیش کئے جانے والے بجٹ میں کسی قسم کا کوئی ٹیکس تجویز نہ کیا گیا ہے۔

جناب والا!

45۔ ہماری تو یہ خواہش تھی کہ مالی سال07-2006 کے ساتھ کوئی فنانس بل سرے سے منسلک ہی نہ کیا جائے لیکن چند قانونی ضروریات کے پیش نظر فنانس بل2006 کو بجٹ دستاویزات کا حصہ بنانا ضروری سمجھا گیا لیکن یہ امر واضح رہے کہ اس فنانس بل میں جو تینItems شامل ہیں وہ سب یا تو موجودہ ٹیکس کی شرح کو کم کرنے یا اس سے مستثنیٰ کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوItems وفاقی حکومت کی خواہش کے مطابق فنانس بل میں رکھے گئے ہیں اور تیسراItem عدالت عالیہ لاہور کے فیصلے کے مطابق مروجہ کورٹ فیس میں کمی سے تعلق رکھتا ہے۔

سالانہ بجٹ بابت سال 07-2006 کا پیش کیا جانا

وزیر خزانہ:

جناب سپیکر! میں مالی سال 07-2006 کا ٹیکس فری، خدمات سے بھرپور فاضل بجٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: سالانہ بجٹ بابت سال 07-2006 پیش کر دیا گیا ہے۔اب وزیر خزانہ ضمنی بجٹ بابت سال 06-2005 پیش کریں۔

ضمنی بجٹ بابت سال 06-2005 کا پیش کیا جانا

وزیر خزانہ: میں ضمنی بجٹ بابت سال 06-2005 پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ضمنی بجٹ بابت سال 06-2005 پیش کر دیا گیا۔جی، منسٹر فنانس!

مسودہ قانون مالیات پنجاب بابت سال 2006 کا پیش کیا جانا

MINISTER FOR FINANACE: Sir, I introduce the Punjab Finance Bill 2006.

MR SPEAKER: The Punjab Finance Bill 2006 has been introduced.

مجھے لاء منسٹر صاحب کی طرف سے ایک چٹ ملی ہے۔ابھی ان کی صحافی حضرات سے بات چیت ہوئی ہے جنہوں نے بائیکاٹ کیا تھا تو لاء منسٹر صاحب کا کہنا ہے کہ الفلاح بلڈنگ کے واقعہ کی جوڈیشل انکوائری کی جائے گی اور جو افسر ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے ان کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔اب اجلاس بروز ہفتہ 17۔جون 2006 سہ پہر تین بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

495

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 17۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث

497

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

ہفتہ، 17۔ جون 2006

(یوم السبت، 20۔ جمادی الاول 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 21 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ
اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾
وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ
عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾

سُوْرَةُ حٰمٓ السجدة آیات 33 تا 35

اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں o اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے o اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں۔ اور ان ہی کو نصیب ہوئی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں o

وماعلینا الا البلاغo

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

پوائنٹ آف آرڈر

صحافیوں پر ہونے والے تشدد کے حوالے سے رپورٹ
اور اس پر حکومتی کارروائی کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کرنے کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آج چونکہ بجٹ سیشن کی بحث کا آغاز اپوزیشن کی طرف سے ہونا ہے۔ ہم نے یہ فارمولا طے کیا ہے کہ آج بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف قاسم ضیاء صاحب کریں گے، پرسوں مسلم لیگ (ن) کے پارلیمانی لیڈر کریں گے اور ترسوں ایم ایم اے کے جو بھی نمائندے ہوں گے وہ کر لیں گے۔

جناب سپیکر! دوسرے نمبر پر میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب نے اس سے پہلے والے اجلاس میں صحافیوں پر جو تشدد ہوا تھا اس کے حوالے سے یہ کہا تھا کہ میں رپورٹ بھی بتاؤں گا اور یہ بھی بتاؤں گا کہ ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب نے انکوائری کے آرڈر کر دیئے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب! یہ ذرا floor of the House پر بتا دیں۔

جناب سپیکر: میں کہہ رہا ہوں۔ میرے پاس آرڈر پہنچ گئے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ اس انکوائری میں انہوں نے کسی کو suspend بھی کیا ہے یا صرف انکوائری کی حد تک ہی ہے؟

جناب سپیکر: وہ تو انکوائری رپورٹ آنے پر ہی پتا چلے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! وہ آفیسر suspend بھی ہو چکا ہے اور جوڈیشل انکوائری کے آرڈر بھی ہو چکے ہیں جو میں نے کاپی دی ہے۔

تعزیت

قتل ہونے والے صحافی عصمت اللہ کے لئے فاتحہ خوانی

حاجی محمد اعجاز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں آپ کی اور اس معزز ایوان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کل صحافی عصمت اللہ کو قتل کر دیا گیا ہے جنہیں چھ ماہ پہلے اغواء کیا گیا تھا۔ ان کے لئے فاتحہ خوانی کر لی جائے۔

جناب سپیکر: وہ فوت کب ہوئے ہیں؟

حاجی محمد اعجاز: وہ پرسوں فوت ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: ان کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر عصمت اللہ صحافی کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی)

سرکاری کارروائی

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث

جناب سپیکر: اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 07-2006 پر بحث شروع کرتے ہیں۔ بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف قاسم ضیاء صاحب کی تقریر سے ہوگا اس سے پہلے کہ میں ان کو تقریر کی دعوت دوں، جملہ اراکین اسمبلی سے میری گزارش ہے کہ جو معزز اراکین اسمبلی بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام کی چٹیں مجھے بھجوادیں۔ جی، قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے آج مجھے اس پُر فریب اور نقاب پوش بجٹ کو بے نقاب کرنے کے لئے موقع دیا ہے۔ [********]

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے؟

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ کافی ڈھکا چھپا اور عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے ہے۔ شاید اسی لئے مشتاق احمد یوسفی صاحب جو ہمارے ایک مشہور طنز نگار ہیں انہوں نے کہا تھا کہ جھوٹ تین قسم کا ہوتا ہے، ایک سفید جھوٹ، دوسرا کالا جھوٹ اور تیسرا سرکاری اعداد و شمار۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ طنز و مزاح ہے لیکن جب ان کا بجٹ دیکھا، ابھی میں اس کی طرف آؤں گا اور مکمل explain کروں گا، اس میں پتا لگا کہ ان کی یہ بات کچھ حقیقت کے قریب بھی ہے۔ میں شروع کرنا چاہوں گا کہ بجٹ میں پنجاب حکومت کو دو طرح کے فنڈز مہیا ہو رہے ہیں، پہلے وہ جو فیڈرل گورنمنٹ سے ان کو مل رہے ہیں اور دوسرے وہ جو ان کے اپنے ٹیکس اور نان ٹیکس ریونیوز ہیں۔ یہ بات دیکھنے کی ہے کہ 73 فیصد ان کے بجٹ کا حصہ فیڈرل گرانٹس پر dependent ہے اور اس میں اگر CBR کسی طرح کوتاہی کرے اور کل کو ان کو وہ فنڈز نہ مل سکیں تو جو اس میں کمی بیشی آئے گی وہ ساری اس پنجاب میں affect کرے گی۔ بہر حال اگر ہم مان بھی لیں کہ وہ اپنا کام پورا کریں گے تو وہ ایک 73 فیصد ان کے بجٹ کا حصہ ہے جو ان کو فیڈرل گورنمنٹ سے ملنا ہے۔ اس کے بعد جو ٹیکس tax resource revenue ہے اس میں، میں کہوں گا کہ انہوں نے پچھلے سال 25.7 بلین روپے کی بات کی تھی جو کہ خوشی کی بات ہے کہ انہوں نے 26 بلین روپے collect کئے۔ میں صرف مخالفت برائے مخالفت نہیں کرنا چاہتا لیکن چونکہ انہوں نے 26 بلین روپے collect کئے جو کہ ایک اچھی بات ہے لیکن یہاں اس سال کے لئے، آئندہ آنے والے سال کے لئے 30 بلین روپے سے اوپر رقم اس head میں رکھی ہے تو میں پوچھنا چاہوں گا کہ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ یہ ٹیکس فری بجٹ ہے، ہم نے کوئی ٹیکس نہیں لگایا تو پھر یہ ٹیکس کس مد میں کیسے بڑھے گا اور دوسری بات یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر انہیں پتا ہے کہ یہ ٹیکس بڑھ سکتا ہے تو پھر یہ ان کی bad governance ہے جو اس سال اکٹھا نہیں کیا جا سکا۔ پھر ان کو پہلے ہی 30 بلین روپے کے قریب اکٹھا کرنا چاہئے تھا بہر حال آئندہ مالی سال میں آگے چل کر پتا چلے گا کہ یہ ان کی کوتاہی تھی کیونکہ کوئی ٹیکس تو نیا نہیں لگا اور اگر یہ اس کو increase کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ان کی governance میں کوتاہی ہے۔

جناب سپیکر! دوسری طرف ان کے non tax revenue کی طرف آپ کی توجہ دلانی چاہوں گا کیونکہ پچھلے سال جب بجٹ پیش ہوا تھا تو اس میں بھی ان کی non tax revenue

collection،16بلین روپے کے قریب تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم31بلین روپے recoverکریں گے لیکن اس سال تو یہ 17بلین روپے recoverکر سکے اور اب ٹارگٹ 42بلین روپے کاfixکر دیا ہے۔اس حکومت کیgood governanceکہوں،governance کہوں یاbad governanceکہوں کہ 31کی جگہ 17بلین روپےcollectکرتے ہیں اور پھر ایساٹارگٹ قوم کے سامنے رکھتے ہیں کیونکہ اسی ٹارگٹ کا جوdifferenceہوگا جو رقم ان کو حاصل ہو گی،اس میں پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم اپناڈویلپمنٹ بجٹ بڑھائیں گے اور ہمارا surplus budgetہوگا جبکہ یہاں پر 25بلین روپے کی شارٹ فال مجھے نظر آ رہی ہے اور جب میں آخر میں wind upکرنے لگوں گا تو اس وقت reflectکروں گا کہ اس کا کیا اثر پڑے گا؟

جناب سپیکر!آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے سال بھی میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ پنجاب گورنمنٹ اپنے بجٹ میںnon tax revenueمیںclaimکرتی ہے کہ پچھلے سال3.5۔ارب روپے تھااور اس دفعہ 7.5۔ارب روپے ہو گیا ہے کہ انہیں غازی بروتھا کی رائلٹی ملے گی۔ میں نے پچھلے سال بھی کہا تھا کہ یہ نہیں ملے گی اور اس سال بھی نہیں ملی اور یہ آئندہ بھیclaimکر رہے ہیں لیکن میں اس ایوان میں حکومت سے پوچھنا چاہوں گا کہ اب تو مرکز میں بھی آپ کی حکومت ہے اور صوبہ میں بھی ہے تو یہ رقم حاصل کرنے کے لئے کتنی میٹنگز کی گئی ہیں،صوبہ اور مرکز میں کتنی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں، کتنی دفعہ طے کیا گیا ہے کہ ہمارے پنجاب کا حصہ ہمیں دیں۔ میں سمجھتا ہوں بات یہ ہے کہ صرف لفاظی کرنے سے یاfiguresدکھا دینے سے ہمارا بجٹ مکمل نہیں ہوتا۔ میں چاہوں گا کہ وزیر خزانہ یا چیف منسٹر صاحب اپنی بات کریں تو ہمیں بتائیں کہ غازی بروتھا کی royaltyجو پچھلے سال3.5۔ارب روپے تھی اور اگلے مالی سال میں7.5۔ارب روپے جا پہنچی ہے اس کے لئے پنجاب حکومت کی طرف سے کیا عملی اقدامات کئے گئے ہیں کہ ہمارا یہ پیسا ہمیں کب ملے گا؟

جناب سپیکر!یہ تو ٹیکس اور نان ٹیکس ریوینو کے حوالے سے بات کی گئی ہے اور اب میں ان کے کرنٹ بجٹ کی طرف آتا ہوں اور پہلے میں کرنٹ ریونیو بجٹ کی طرف آؤں گا۔ کتنی خوشی کی بات ہے کہ پہلے انہوں نے 157بلین روپے رکھا اور 160بلین روپے خرچ کیا اور اب اس کو بڑھا کر191بلین روپے پر لے آئے ہیں۔دیکھنے کی بات یہ ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال آپ کے سامنے ہے۔اس میں 20بلین روپے پولیس کے لئے اس سال رکھنا، میں

سمجھتا ہوں کہ یہ پولیس کے نام پر اس صوبے میں ڈاکوؤں کی پرورش کی جارہی ہے۔ جس صوبے میں لاء اینڈ آرڈر کی یہ حالت ہو کہ لاہور جیسا شہر چھوٹی ڈکیتی اور چوری میں نمبرون پر آجائے کہ جس میں کم از کم 300 موبائل روزانہ پنجاب ہی نہیں صرف لاہور سے چھینے جارہے ہیں اور مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے حکومت پنجاب پولیس کی آڑ میں ان موبائل کمپنیوں کی sale promotion کر رہی ہے کہ جن کے موبائل چھینے جائیں اور لوگ نئے خریدیں۔ علاوہ ازیں لاوارث عوام کے لئے، پولیس کے اقدامات کے لئے، مزید 20 بلین روپے دے دینا جبکہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال ہر روز خراب ہو رہی ہے۔ اگر آپ ان کے اپنے اعداد و شمار اٹھالیں اور کرائم کنٹرول چارٹ اپنے سامنے رکھ لیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ اس میں کس حد تک اضافہ ہوا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ اس پیسے میں سے جو پڑھے لکھے ہمارے نوجوان جو اپنی ڈگریوں کو آگ لگا کر نظریہ ضرورت کے تحت ڈاکے مار رہے ہیں ان کے لئے کچھ رقم مختص کر دی جاتی تو شاید اس سے کچھ بہتری آسکتی ہے میں اسی کے ساتھ link کرتے ہوئے Judiciary کی طرف آؤں گا کہ جس نے آپ کے اس ملک میں توازن قائم کرنا ہے۔ ایک غریب آدمی کو ریلیف دینا ہے، Lower Courts سے لے کر ہائی کورٹ تک کے لئے تو صرف 2 بلین روپے رکھتے ہیں۔ ججز کم ہیں، لوگوں کو انصاف نہیں ملتا ہے لیکن ان کی تو یہ خواہش ہے کہ یہ ملک پولیس سٹیٹ بنے، لوگ پولیس کو پیسے دیں اور لوگوں کو انصاف ملے نہ ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پولیس کے پیسے میں سے Judiciary کو زیادہ دے دیں تو ہمارے صوبے پر احسان ہو گا۔

جناب سپیکر! آج کے اخبارات میں آپ نے پڑھا ہو گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے حافظ آباد میں کل اپنی تقریر میں کہا ہے کہ ہم environment بڑا improve کریں گے۔ اس حوالے سے ہم درخت لگائیں گے، ہم لوگوں کو آلودگی سے پاک کریں گے لیکن میں کہنا چاہوں گا کہ جو حکومت سیاسی آلودگی کو پروان چڑھاتی ہو وہ ماحولیاتی آلودگی کا کیا ذمہ اٹھائے گی۔ ان کے figures منہ بولتا ثبوت ہیں کہ پچھلے بجٹ میں 822 ملین روپے ماحولیات کے لئے رکھے تھے لیکن صرف 2 کروڑ روپے خرچ کر سکے۔ یہ ان کی حالت ہے اور ان کی seriousness ہے کہ ماحولیات کو بہتر کرنے کے لئے ان کی ترجیحات کیا ہیں۔ ان کی ترجیحات تو ہیں کہ پارکس اور گراؤنڈز کو پلازوں میں تبدیل کریں۔ ڈونگی گراؤنڈ گلبرگ آپ کے سامنے ہے اور یہاں پر میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ہماری Judiciary کو بھی شاید بڑے عرصے کے بعد اب خیال آیا ہے اور وہ بھی شاید اس حکومت کی

کارکردگی سے تنگ آچکی ہے کہ جو اونے پونے پارک اور پلاٹ جہاں پڑا ہے یہ اس کو پلازوں میں تبدیل کر رہے ہیں۔یہاں درخت کاٹے جاتے ہیں اور عوام کو آکسیجن سے بھی محروم کیا جارہا ہے۔

جناب سپیکر!میں یہاں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ایک طرف تو یہ پالیسی بناتے ہیں کہ پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمیں بنیں گی تو اس میں جو پلاٹ پارکس کے لئے یا پبلک سروسز کے لئے استعمال ہوں گے ان کو تو آپ convert نہیں کر سکتے لیکن دوسری طرف حکومت پنجاب اپنی جگہوں اور عوام کی جگہوں کو اس طرح بلڈنگ اور پلازوں میں تبدیل کر کے ماحول کو آلودہ کر رہی ہے۔

جناب سپیکر!آپ کے سامنے ہے کہ جہاں بھی پارکس ہیں اور ابھی میں نے گلبرگ کی مثال آپ کے سامنے دی ہے اور ماڈل ٹاؤن کے پارک کو دیکھ لیں۔ماڈل ٹاؤن کی پڑی ہوئی زمین کے ساتھ کیا حشر ہونے والا ہے لیکن شکر ہے کہ Judiciary نے شاید stay دیا ہے اور اللہ کرے ہماری Judiciary آزاد ہو اور ایسے فیصلے کرے کہ جن سے عوام کا تحفظ ہو سکے۔اسی طرح حکومت کی طرف سے شروع کئے گئے سٹیل ملز کے گھپلے سے متعلق Judiciary میں آج کل کیس چل رہا ہے۔

جناب سپیکر!ہاؤسنگ کی طرف جاؤں تو allocation،128 ملین روپے کی تھی جو پچھلے سال 136 ملین روپے انہوں نے خرچ کی۔اچھی بات ہے کہ ہاؤسنگ کو اور پیسا دینا چاہئے لیکن 136 ملین روپے خرچ کرنے کے بعد کیا وجہ ہے کہ اگلے سال پھر انہوں نے کم کر کے 131 ملین روپے کر دیا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ خرچے ہیں جن کی طرف ہمارے وزیر خزانہ غور کریں اور اس بجٹ کو پاس ہونے سے پہلے اس میں ترامیم کریں۔

جناب سپیکر!ستم ظریفی دیکھئے کہ وزیر اعلیٰ کو 50 سال بعد یاد آیا کہ پانی کے ناقص پائپوں کی وجہ سے عوام مر رہی ہے۔مجھے لگتا ہے کہ اس حکومت کو مسائل کی طرف توجہ دلوانے کے لئے مرنا ضروری ہے۔ان کے اپنے figures یہ کہہ رہے ہیں کہ پچھلے سال انہوں نے واٹر سپلائی کی مد میں دو بلین روپے رکھے تھے لیکن شرم کی بات ہے کہ صرف 800 ملین روپے اس میں سے خرچ کر سکے۔۔۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجنیئرنگ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،کیانی صاحب!

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے 4.5۔ارب روپے واٹر سپلائی سکیم کے لئے دیا تھا جس میں سے 814 واٹر سپلائی سکیموں پر 80 فیصد کام مکمل ہو چکا ہے اور on record I want to tell you (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چار سالہ پراجیکٹ پنجاب کمیونٹی واٹر سپلائی اینڈ سینی ٹیشن پروگرام کی ساڑھے سات سو واٹر سپلائی سکیموں پر کام ہو چکا ہے بلکہ پیسے ہم نے وقت سے پہلے خرچ کر دیئے ہیں۔

This is the project which has been appreciated even by the Asian Development Bank. So in three years we have provided 1600 Water Supply Schemes

پچھلے 55 سال میں 5 ہزار واٹر سپلائی سکیمیں لگیں جس میں سے majority of them بند پڑی ہوئی ہیں۔

Sir, this is just to correct that we are leading in the right direction. First person who created task force to do the pipe line's survey was telecasted on TV. We are alive to the problems so please appreciate what we do.

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بجٹ تقریر ہے جب بجٹ تقریر ہو رہی تھی تو کسی نے interrupt نہیں کیا اگر کیانی صاحب نے کوئی facts & figures اکٹھے کئے ہوئے ہیں تو اپوزیشن لیڈر کی تقریر ہونے دیں جب ان کو موقع ملے گا تو پھر یہ بتائیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: یہ ان کی اپنی بجٹ statement کے figures ہیں میں نے ان سے یہ نہیں کہا کہ انہوں نے سولہ سو سکیمیں نہیں کی ہوں گی میں نے تو یہ کہا کہ ٹوٹل پیسا پچھلے سال 2 بلین روپے رکھا گیا تھا جس میں سے یہ صرف آٹھ سو ملین روپے خرچ کر سکے ہیں۔ اگر 200 بلین روپے رکھا گیا تھا اور 1600 سکیموں پر ایک سال میں صرف 800 ملین روپے خرچ کر سکے ہیں جبکہ ٹاسک فورس بھی بنی ہے، کیانی صاحب نے بھی دن رات محنت کی ہے تو پھر جب ایک سال میں 800

ملین روپے خرچ کر سکے ہیں تو پھر اگلے سال میں کس طرح 550 بلین روپے خرچ کریں گے ؟ میرا ان سے صرف یہ سوال ہے میں ان سے debate نہیں کرتا کہ انہوں نے کوئی کام نہیں کیا ہو گا لیکن انہوں نے دن رات کی محنت کے بعد بڑی مشکل سے 800 ملین روپے کو touch کیا ہے تو یہ مجھے بتائیں کہ ان کے پاس کون سی جادو کی چھڑی ہے کہ جس کے ساتھ یہ اب 550 بلین روپے خرچ کر لیں گے۔ میں ان کے کام کرنے پر اعتراض نہیں کرتا لیکن ان کی good governance کی تعریف کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو 200 کروڑ روپیہ ملا تھا اور یہ صرف 8 کروڑ روپیہ خرچ کر سکے ہیں یہ good governance ہے ٹاسک فورس اور ان کے محکمے کی۔

جناب سپیکر! اگر میں ہیلتھ کی بات کروں تو پچھلے سال 5.97 بلین روپے allocate ہوا تھا اور انہوں نے اس پر 6.1 بلین روپے خرچ کیا اور اب اس کو گھٹا کر 5.8 بلین روپے کر دیا ہے۔ آپ خود دیکھئے کہ ایک طرف تین فیصد آبادی ہر سال بڑھ رہی ہے اور inflation دس فیصد بڑھ رہی ہے اگر میں صرف 13 فیصد وہی لگا دوں تو کیا آئندہ ہیلتھ میں ہمیں مزید ڈاکٹروں کی ضرورت نہیں ہے ؟ آبادی زیادہ ہو گی تو کیا ڈاکٹروں کی ضرورت نہ ہو گی ؟ مجھے پتا ہے کہ ان کی تنخواہوں، بلڈنگ اور سہولیات کے لئے پیسا رکھا گیا ہے تو جو اس سال 6.1 بلین روپے خرچ ہوا ہے کیا اگلے سال 5.8 بلین روپے میں وہ پورا ہو جائے گا ؟ یہ وہ figures ہیں جو عوام کو کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کی بنیادی سہولتیں بڑھانے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ میں انہی کے figures انہی کے بجٹ statement سے quote کر رہا ہوں اور میں آخر میں بتاؤں گا کہ ultimately ان کے پاس ڈویلپمنٹ کرنے کے لئے بچے گا کیا؟

جناب سپیکر! میں ایجوکیشن کی مد میں رکھے گئے اضافی پیسا کی تعریف کرنا چاہتا ہوں کہ اچھی بات ہے کہ ایجوکیشن میں پیسا بڑھایا ہے لیکن ساتھ ساتھ دیکھنے کی بات یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو مفت تعلیم کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن دوسری طرف ہر بچے سے سات روپے کے حوالے سے ماہانہ فروغ تعلیم کے نام پر ٹیکس لیا جاتا ہے۔ یہ انہوں نے compulsory tax لگایا ہوا ہے جو ہر بچے سے یہ وصول کرتے ہیں تو کہاں گیا مفت تعلیم کا نعرہ؟ میں دوسری بات یہ کہنا چاہوں گا کہ اس پنجاب میں پہلے ہی لوگ ڈگریاں لے کر گھوم رہے ہیں ان کو نوکریاں نہیں ملتیں۔ اب bulk allocation دے کر یا سکول کی upgradation کر کے، بلڈنگیں بہتر کر کے اور بچوں کو سہولتیں دینا اچھی بات ہے لیکن مجھے بتائیے کہ کہاں انہوں نے ٹیچرز کی فلاح کے لئے جنہوں نے

ان بچوں کو تیار کرنا ہے اور آنے والی نسل کو تیار کرنا ہے۔ان کے لئے کیا فلاح ہے ؟ان کی تو حالت یہ ہے کہ پچھلے تین سال میں جو پچاس ہزار کنٹریکٹ پر انہوں نے ٹیچرز بھرتی کئے ہوئے ہیں شرم سے کہنا پڑتا ہے کہ ہر سال فیڈرل گورنمنٹ بھی اور پنجاب گورنمنٹ بھی یہ کہتی ہے کہ ہم تنخواہوں میں اضافہ کر رہے ہیں لیکن وہ جو پچاس ہزار ٹیچرز بی اے، بی ایڈ اور ایم اے، ایم ایس سی پچھلے چار سال سے کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے ہیں ان کی تنخواہ آج بھی -/4200 روپے ہے جو کہ آج کے peon سے بھی کم ہے ان کو کوئی مراعات نہیں دی جاتیں۔جناب!آپ کی نظر سے وہ اخبار گزرا ہو گا کہ عید کے موقع پر ایک ٹیچر نے جب peon کو 100 روپے عیدی دی تو اس نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ جناب!آپ کی تنخواہ تو مجھ سے بھی کم ہے میں یہ پیسے آپ سے نہیں لیتا۔آپ expect کریں کہ جب چار ہزار روپے ایک ٹیچر کو دیں گے اور ان کو regularize بھی نہیں کرتے آپ نے regularization کی پالیسی ڈاکٹروں پر تو لاگو کی ہے اور میں اس پر بھی بات کرنا چاہوں گا لیکن ٹیچرز کے حوالے سے کوئی مراعات نہیں دی گئیں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم نے ہنر مند نوجوان پیدا کرنے کے لئے کوئی ایسی سکیمیں نہیں رکھیں میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کی پالیسی ہونی چاہئے اس میں جو پیسا دیا گیا ہے ان کو چاہئے کہ جو ہمارے allocated areas ہیں اور غریب areas ہیں جیسے کہ کینوں growing areas ہیں انہیں چاہئے کہ وہاں پر انسٹیٹیوٹ بنائیں جو کینوں کی growing میں ہنر مند لوگوں کو ٹریننگ دیں، وہاں پر ٹریننگ انسٹیٹیوٹ بنائیں ان کو چاہئے کہ ملتان کی طرف mango growing انسٹیٹیوٹ بنائیں اور mango سے جو related انڈسٹری ہے اس کو promote کریں اور میں انڈسٹری کے حوالے سے بعد میں بات کروں گا۔مرید کے کی طرف ایریا ہے جہاں ہم باسمتی چاول پیدا کرتے ہیں وہاں پر انسٹیٹیوٹ بنائیں۔ہمیں اب کلرکوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں اب ہنر مندوں کی ضرورت ہے۔آپ کو یاد ہو گا کہ second world war جاپان کے بادشاہ نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ My dear countrymen! Throw the arms and pick up the tools لیکن کل ہی چیف منسٹر صاحب نے اعلان کر دیا ہے ان کو تو وردی اور arms کی ضرورت ہے ان کو تو tool کی ضرورت نہیں ہے ان کو تو ہنر مندوں کی ضرورت نہیں ہے۔میں چاہوں گا کہ جو ایجوکیشن کا بجٹ ہے اس میں پہلے ٹیچرز اور پھر ایسے institutions قائم کئے جائیں کہ جن سے ہمارے ہنر مند نوجوان آگے آ کر قوم اور ملک کی

خدمت کر سکیں۔

جناب سپیکر!اب میں یہاں پر بات کرتا ہوں ایگریکلچر، فوڈ، لائیو سٹاک، کوآپریٹو، ٹورازم ڈیپارٹمنٹ، فارسٹری، فشریز کی تو ان سب کے لئے انہوں نے صرف 3.3 بلین روپے رکھا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت کم ہے۔ میں یہاں پر خاص طور پر ایگریکلچر کی بات کرنا چاہوں گا کہ 274۔ارب روپے کے بجٹ میں ایگریکلچر کو صرف دو بلین روپے دیا گیا ہے جو کہ ایک فیصد سے بھی کم بنتا ہے۔ اگر آپ مطالعہ کریں تو یہاں پر 26 فیصد جی ڈی پی کا ایگریکلچر سے آتا ہے اور 40 percent employment ایگریکلچر سے آتی ہے اس لئے میں پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے جو اتنے کم پیسے رکھے ہیں اس سے ہم یہ ساری چیزیں کیسے promote کر سکیں گے۔ ایگریکلچر میں آج تک مجھے حکومت بتا دے کہ پچھلے پندرہ سال میں کوئی ایسا بیج یا ایسی crop جس کی enhancement ہو سکے اس میں انہوں نے کہیں فائدہ کیا ہے اور انہوں نے ایگریکلچر کو کون سی ایسی مراعات دی ہیں کہ جس سے ایگریکلچر ہمارے ملک میں value added addition ہو سکے اگر Mango کا ایریا ہے اور وہاں پر Mango چٹنی کے لئے استعمال ہو سکے تو انہوں نے وہاں پر کیا مراعات دی ہیں، انہوں نے کون سا incentive اور کون سا package دیا ہے؟ جو package فیڈرل گورنمنٹ نے دیا ہے انہوں نے وہی من و عن تسلیم کر لیا ہے لیکن مجھے بتائیے کہ اگر میں investor ہوں تو میں کیوں پنجاب میں invest کروں کیونکہ بلوچستان، سندھ اور فرنٹیر سب کے لئے فیڈرل گورنمنٹ نے ایک جیسا package دے دیا ہے۔ پنجاب حکومت نے کون سا ایسا کام کیا ہے کہ ایک investor پنجاب میں آ کر invest کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مد میں ان کو سوچنا چاہئے اور کام کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر!اب میں آپ کی توجہ ڈویلپمنٹ بجٹ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ان کے بقول یہ 100 بلین روپے کا تاریخی بجٹ ہے لیکن آپ دیکھیں ستم ظریفی کہ کہنے کو ہم devolution of power کر رہے ہیں، کہنے کو ہم نے لوکل گورنمنٹ بنائی ہے لیکن اس لوکل گورنمنٹ کو سو میں سے صرف 12 بلین روپے دے رہے ہیں جس میں سے 35 ڈسٹرکٹ اور 144 ٹی ایم اے ہیں۔ عام عوام کی حالت کو سدھارنا لوکل گورنمنٹ کا کام ہے ان کی وہاں پر ڈویلپمنٹ کرنا لوکل گورنمنٹ کا کام ہے لیکن میں سمجھ سکتا ہوں کہ 12 بلین روپے صرف اس لئے دیا گیا ہے تاکہ باقی رقم چیف منسٹر ظل سبحانی بن کر خود کہیں کہ پنجاب یہ کر رہا ہے، پنجاب وہ کر رہا

ہے۔ میں انہیں کہنا چاہتا ہوں کہ جناب! جب پنجاب میں ڈویلپمنٹ ہو گی تو نام آپ کا ہی ہو گا لیکن اس کو through proper channel کیجئے۔ جب لوکل باڈیز بنائی ہیں اور جنرل پرویز مشرف نے لوکل باڈی میں devolution کے نام پر کوئی اختیارات نیچے ٹرانسفر کر ہی دیئے ہیں تو آپ کیوں اس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیف منسٹر صاحب کی اور پنجاب گورنمنٹ کی غلط پالیسی ہے کہ 100۔ارب روپے میں سے صرف 12۔ارب روپے ٹی ایم ایز کو ٹرانسفر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد روڈز کی مد میں، میں بعد میں آتا ہوں مجھے حکومت کی misplace priorities نظر آتی ہیں وہ یہ ہے کہ 37 بلین روپیہ جو روڈز کے لئے رکھا ہے اس میں سے 23 بلین روپے صرف دو پراجیکٹ کے لئے ہے ایک رنگ روڈ اور ایک سیالکوٹ لاہور موٹروے۔ ہمیں تو یہ کہا گیا تھا کہ موٹروے میں بھی سیالکوٹ کے لوگ اپنا حصہ ڈالیں گے تاکہ ان کے مال کو لاہور لا کر ائیر لفٹ کیا جا سکے لیکن اب چونکہ سیالکوٹ کا ائیر پورٹ تقریباً پورا ہونے کو ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ موٹروے دو سال انتظار کر سکتی ہے لیکن کیوں انتظار کریں جب بڑا پراجیکٹ ہو گا اور بڑی کمیشن ہو گی اس لئے سب سے زیادہ پیسا انہوں نے سڑکوں کی مد میں رکھا ہے جس میں کمیشن زیادہ ملتی ہے۔

جناب سپیکر! میں پروڈکشن سیکٹر کی بات کروں تو انہوں نے 3.9 بلین روپیہ ایگریکلچر کو دیا ہے۔ انہوں نے پچھلے سال ریسرچ میں 432 ملین روپیہ رکھا تھا اور خرچ کر سکے ہیں صرف 186 ملین روپے۔ 432 ملین روپے میں سے صرف 186 ملین روپے ان سے ایگریکلچر کے ریسرچ پر خرچ ہو سکا ہے اور اب ہمیں یہ خوش فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں کہ ہم 831 ملین روپے خرچ کر لیں گے۔ یہ وہی بات ہے کیانی صاحب والی کہ پیسے زیادہ تھے خرچ کر نہیں سکے۔ صرف یہ تھا کہ سکیمیں زیادہ کر رہے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں تو پوچھنا چاہوں گا کہ جو حکومت اپنی bad governance کی وجہ سے ایک سال میں 432 ملین روپے خرچ نہیں کر سکتی وہ 831 ملین روپے کیسے خرچ کرے گی؟

جناب سپیکر! میں نے آپ سے انڈسٹری کی بات کی تو انڈسٹری کے لئے 984 ملین روپے آئندہ مالی سال کے لئے رکھے گئے ہیں جس میں ڈویلپمنٹ صرف 403 ملین روپے کی ہے اور گورنمنٹ بلڈنگز بنانے کے لئے انہوں 581 ملین روپے رکھ دیئے ہیں۔ یہ کیسی

industrialization ہے کہ جس میں گورنمنٹ بلڈنگز کے لئے ان کو 581 ملین روپے چاہیئں؟ بجائے اس کے کہ لوگوں کو کوئی industrial land مہیا کرتے یا انڈسٹری کے لئے جیسے میں نے پہلے کہا کہ core areas میں incentives دیتے .جہاں mango growing ہے یا کینوں growing ہے .جہاں ہماری زراعت کی پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انڈسٹری کو بھی انھوں نے سوائے بلڈنگز بنانے کے اور کوئی پیسا اس میں مختص نہیں کیا۔

جناب سپیکر! میں infrastructure میں عرض کر چکا ہوں کہ 37 میں سے 23 تو grow products کو دے دیا جس کی آج تک alignment ہی کا نہیں پتا، ابھی تک نہیں پتا، جہاں جہاں زمین ملے گی وہاں وہاں alignment ہو جائے گی۔ ابھی تک alignment ہی عوام کے سامنے نہیں آئی کہ اس موٹروے کی alignment کیا ہے؟ اس کے لئے پیسے تو رکھ دیئے گئے ہیں۔ دوسری طرف پورے پنجاب کے لئے جو سڑکیں بنانا چاہتے ہیں اس میں صرف 14 بلین روپے خرچ کرنا چاہتے ہیں میں یہ بھی گوش گزار کرنا چاہتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر misplace priorities کو ٹھیک کر لیں اور موٹروے کو فی الحال ترک کر کے عوام کی زندگی کی ضروریات پر توجہ دیں تو وہ اس سے زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر! اب ایک بہت بڑا قوم کے ساتھ مذاق ہے جو اس حکومت نے کیا ہے۔ کہنے کو rural and urban development کے نام پر انھوں نے واٹر سپلائی کے لئے لوکل گورنمنٹ کو پچھلے سال 4.4 بلین روپے دیئے تھے اس میں سے بھی پورا spend کیا۔ اگلے سال یہ 5.19 بلین روپے دینا چاہتے ہیں لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ جو 5.19 بلین روپے ہیں یہ کس مد میں دیئے جا رہے ہیں، یہ تو Local کو Local Government loan کو Government loan دیا جا رہا ہے، وہ لوکل گورنمنٹ کا تو debt بڑھایا جا رہا ہے۔ یہ کیا مذاق ہے کہ ایک طرف loan دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ڈویلپمنٹ بجٹ ہے۔ کیا وزیر خزانہ صاحب مجھے یہ سمجھائیں گے کہ loan کی مد میں دیئے ہوئے پیسے کو ہم کیسے ڈویلپمنٹ کی مد میں استعمال کر سکتے ہیں؟ اس سے کیا ہو گا کہ لوکل گورنمنٹ کو پہلے ہی جو پیسا کم ملا ہے اس کو loan دے کر اور بیمار کریں گے، جب وہ ریکوری کے لئے جائیں گے تو پھر وہاں پر واٹر ٹیکس لگائیں گے اور عوام پر اس کا بوجھ پڑے گا تو یہ گورنمنٹ آف پنجاب کا 5.19 بلین روپے جو انھوں نے پانی کی سکیموں کے لئے دیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ۔۔۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! یہ جھوٹ ہے۔ یہ misguide ہو گا، اخباروں میں جائے گا۔ یہ loan نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب! وزیر خزانہ جب wind up کریں گے تو پھر اس کا جواب دیں گے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! معزز اپوزیشن لیڈر صاحب یہ سمجھ لیں کہ گورنمنٹ پنجاب 5.2 بلین روپے کی جو سکیمیں بنا رہی ہے یہ کوئی loan نہیں ہے۔ یہ سکیمیں ٹی۔ ایم۔ ایز چلائیں گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! اگر یہ loan نہیں ہے تو پھر کیا وزیر خزانہ صاحب بتائیں گے کہ جو بجٹ statement ہے اس میں اس کو loan کی مد میں کیوں show کیا گیا ہے۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ میں جتنے figures quote کر رہا ہوں یہ سارے کے سارے ان کی بجٹ statement میں سے ہیں۔ اگر یہ بجٹ غلط ہے اگر ان کے figures غلط ہیں تو میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ نقاب پوش بجٹ ہے۔ اس کو نقاب پہنا کر عوام کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ اگر کیانی صاحب کو نہیں پتا تو پھر وہ اپنی بجٹ statement دیکھیں کہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ یہ as a loan دیا جا رہا ہے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: رواں مالی سال۔۔۔

جناب سپیکر: کیانی صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب! یہ تقریر ہے۔ کیانی صاحب! آپ بجٹ statement دیکھئے۔ بجٹ statement میں یہ loan کی مد میں لکھا ہوا ہے۔ انھوں نے یہ پیسے loan کی مد میں رکھے ہوئے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اربن ڈویلپمنٹ کے نام پر ایک اور مذاق بھی اس ہاؤس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ آپ دیکھئے کہ اربن ڈویلپمنٹ کے نام پر جو پیسا لوکل گورنمنٹ کو دیا جا رہا ہے وہ بھی loan کی مد میں دیا جا رہا ہے۔ پچھلے سال اس ایوان نے بجٹ میں یہ پاس کیا تھا کہ یہ رقم 611 ملین روپے ہو گی لیکن ستم ظریفی دیکھئے، اس ایوان کے ربڑسٹیمپ ہونے کی مثال دیکھئے حالانکہ two third majority ان کے پاس ہے، جو ضمنی بجٹ اگلے سال لائیں گے وہ یہ پاس کر لیں گے لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ اس ہاؤس کو پوچھے بغیر اس میں چھ گنا اضافہ کر دیا گیا، 611 ملین روپے کی جگہ 3.69 بلین روپے خرچ کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کس سے پوچھ کر خرچ کئے؟ کس نے اس کی

اجازت دی؟ یہ ہاؤس مقدم ہے،اس ہاؤس کا یہ اختیار ہے کہ کم از کم اس سے پوچھا جائے، ضمنی بجٹ آتے ہیں، 25،30 فیصد اور 40 فیصد تک آپ اضافی خرچہ کر کے اگلے سال ہاؤس سے پاس کرواتے ہیں لیکن چھ چھ گنا خرچہ کر کے تو ہاؤس کے پاس نہیں لاتے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ ان کی good governance کی مثال ہے۔

جناب سپیکر! ڈویلپمنٹ کے حوالے سے ایجوکیشن پر انھوں نے پچھلے سال 809 بلین روپے رکھے تھے لیکن خرچ تو صرف اڑھائی بلین روپے کیا۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ کیسا پڑھا لکھا پنجاب بنانا چاہتے ہیں کہ ڈویلپمنٹ کی مد میں پچھلے سال انھوں نے 8.9 بلین روپے رکھے اور صرف 2.5 بلین روپے خرچ کر سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری نظر میں تو ایک ہی بات آتی ہے کہ بڑے بڑے اشتہارات جو اخباروں میں آئے ہیں، ٹی۔ وی پر جو advertisement آئی ہے یہ شاید اسی کا خرچہ ہو گا جو کہ 2.5 بلین روپے قوم کا ضائع کیا گیا ہے۔ باقی تو ان سے 6 بلین روپے spend ہی نہیں ہوا اور اب اسی بجٹ کو اٹھا کر 12 بلین روپے کر دیا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم نے تعلیم کی مد میں ڈویلپمنٹ پر بڑا اضافہ کیا ہے۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ جو حکومت 8 بلین روپے میں سے 2.5 بلین روپے خرچ کر سکی وہ اب اگلے سال میں 12 بلین روپے کیسے خرچ کرے گی؟ یہ صرف لفاظی ہے، یہ قوم کو بیوقوف بنانا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس سے آگے اور ستم ظریفی دیکھئے کہ bulk allocation میں 4۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔ پھر bulk allocation کس لئے استعمال ہو گی ہارس ٹریڈنگ کے لئے یعنی کہ لفافے دینے کے لئے یا ادھر سے وفاداریاں تبدیل کروانے کے لئے؟ یہ چار بلین روپے جو bulk allocation رکھی گئی ہے اس کا کس کو فائدہ ہو گا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے پاس نہ کوئی vision ہے، حکومت کے پاس نہ کوئی پروگرام ہے کہ پیسے رکھ دیئے ہیں، جہاں ضرورت پڑے گی، جب ایم۔پی۔ایز کو خریدنے کی ضرورت پڑے گی، جہاں اپنے ایم۔پی۔ایز کو روکنے کی ضرورت پڑے گی تو پھر ان کو بریف کیس دیئے جائیں گے، ان کو پیسے دیئے جائیں گے، ان کو مراعات دی جائیں گی۔ یہ گھوڑوں کی تجارت کے لئے 4۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔ ان ساری باتوں کے بعد میں ان کے 100 بلین روپے ڈویلپمنٹ پروگرام کی ایک summary پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جیسے پہلے عرض کیا کہ 100 میں سے 12۔ارب روپیہ انھوں نے لوکل گورنمنٹ کو دینا ہے، 23۔ارب روپیہ انھوں نے رنگ روڈ اور موٹر وے کو دینا ہے، بقیہ ہمارے پاس

65۔ارب روپیہ بچے گا اور شروع میں اگر آپ کو یاد ہو تو میں نے کہا تھا کہ non tax revenure کی collection میں ان کا 25۔ارب روپے کا shortfall ہے۔اگر وہ میں اس میں سے نکال دوں تو بقیہ ان کے پاس 40۔ارب روپیہ بچتا ہے۔ اس 40۔ارب روپے میں سے 4۔ارب روپیہ انھوں نے bulk allocation ہارس ٹریڈنگ کے لئے رکھی ہے، پیچھے 36۔ارب روپیہ بچتا ہے۔اس 36 میں سے جو یہ Local Government کو Local Government loan دے رہے ہیں وہ 19.05 بلین روپے ہے۔اگر میں حقیقی طور پر دیکھوں تو ان کے پاس 16.5 بلین روپے حقیقت میں سال کے آخر میں کیش بچے گا۔ یہ خود کہہ چکے ہیں کہ 100 بلین روپے میں سے 70 فیصد ہم نے on going schemes پر خرچ کرنا ہے۔اگر میں ان کا 70 فیصد لگاؤں تو وہ 70۔ارب روپیہ بنتا ہے۔ پھر 70۔ارب روپے میں سے ان کے پاس ہے کیا 16.5 بلین روپے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی scheme ongoing اس سال میں پوری ہو گی اور نہ کوئی نئی سکیم شروع ہو سکے گی۔اگر کرنا ہو گا تو پھر ہیلتھ، ایجوکیشن جو پہلے یہ خرچ نہیں کر سکے وہیں سے نکالیں گے اور ڈویلپمنٹ کی مد میں خرچ کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں یہ حکومت کی کارکردگی دکھانا چاہتا ہوں جو یہ surplus budget 100 بلین روپے کا کہتے ہیں، اصل میں ان کے پاس شاید 16.5 بلین روپے بچے گا وہ بھی تب جبکہ سی۔بی۔آر اپنی پوری recovery کرے اور جو انہیں پیسے کہیں وہ ان کو مل جائیں۔ ان کی اپنی کارکردگی تو یہ ہے کہ ان کا اپنا non tax revenue میں 25 بلین روپے کا shortfall ہے۔

جناب سپیکر! یہ تو figures کے حوالے سے میں نے بات کی ہے۔ میں اب چند اور چیزوں پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ سستا بازار کی رٹ ہمارے منسٹر صاحب نے لگائی، چیف منسٹر صاحب نے لگائی۔ یہ سستا بازار کب لگے گا؟ کہاں لگے گا؟ یوٹیلٹی سٹورز کی یہ بات کرتے ہیں، کیا ان کے پاس مانیٹرنگ کے لئے اتنے لوگ ہیں جو اس کو سنبھال سکیں؟ جہاں مانیٹرنگ کی بات آتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب نئی سکیم سامنے آنے والی ہے کہ جو ریٹائرڈ صوبیدار اور اس سے نچلے rank کے لوگوں کو آٹھ ہزار روپے تنخواہ پر یہ بھرتی کرنے والے ہیں، ایک ایک نئی موٹر سائیکل بھی دینے والے ہیں تاکہ وہ جا کر ایجوکیشن کی مانیٹرنگ کر سکیں۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایک ٹیچر جو ایک بچے کو پڑھاتا ہے اس کو تو آپ چار ہزار روپیہ دیتے ہیں، اس کی تو enhancement کی کوئی بات آپ نہیں کرتے لیکن ان کو مانیٹر کرنے کے لئے آپ 8000,8000 روپے دے کر، موٹر

سائیکل دے کر ریٹائرڈ فوجی افسروں کو ان کے اوپر لگانا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہماری prioritiesکدھر جارہی ہیں؟ ہم اس پنجاب کی عوام کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں؟اس سے آگے چلیں کل ہی وزیر خزانہ صاحب نے اپنی پوسٹ بجٹ تقریر میں subsidyکی بات کہی ہے، میں بھی subsidyکی طرف آنا چاہتا ہوں۔انھوں نے کہاہے کہ ہم گندم کی subsidyپر 7.5 کروڑ روپیہ لگائیں گے۔ جوان کی بجٹ statementہے اس میں توانھوں نے950 ملین روپے کہے تھے اوراب انھوں نے 750 ملین روپے announceکیا ہے تو اس میں سے کون سا figureدرست ہے یہ ذرا مجھے بتا دیں دوسری طرف انھوں نے figuresدیئے ہیں کہ 5 لاکھ 65 ہزار ایسے خاندان ہیں جو کہ زکوٰۃ کے مستحقین ہیں اور ان میں یہ subsidy تقسیم کی جائے گی۔ اگر میں انہی کے دیئے ہوئے figures کو اپنے سامنے رکھوں اور ایک فیملی کو صرف پانچ لوگوں کی فیملی تصور کروں تو یہ پنجاب کے 28 لاکھ 25 ہزار لوگ بنتے ہیں۔ اگر میں ان سب میں ان کی دی ہوئی subsidy کو تقسیم کروں تو یہ 92 پیسے فی دن کے حساب سے بنتے ہیں۔ کیا ایک غریب آدمی کو 92 پیسے میں ایک روٹی بھی ملے گی، یہ کیسی subsidyہے؟ پولیس کو تو آپ 20 ملین روپے دے دیں جو امن وامان کو بھی کنٹرول نہ کر سکے اور ایک غریب جو کہ زکوٰۃ کا مستحق ہے اسے 92 پیسے ایک دن کے لئے دیں۔ دوسری طرف شوگر کی subsidyکی بات کرتے ہیں۔اس کے لئے 2.5 کروڑ روپیہ رکھتے ہیں۔اگر میں اسی فارمولے سے calculateکروں تو 24 پیسے فی دن فی آدمی کو ملتے ہیں۔ 24 پیسے میں کیا وہ ایک چمچ چینی کا لے گا؟اس پر مزید یہ کہ انھوں نے جو اپنی تقریر میں اڑھائی کروڑ روپے کی subsidyدینے کی بات فرمائی ہے پورے بجٹ میں اس کی کہیں بھی provisionنہیں ہے۔ آج کل اخبارات میں آپ نے پڑھا ہوگا، ہم تو پہلے سے کہہ رہے تھے کہ وزیروں کی ملکیتی فیکٹریوں نے چینی کو stockکیا ہوا ہے۔ آج یہ بات سامنے آگئی ہے۔ اب چونکہ سٹیٹ بنک نے کہا ہے کہ اپنے اپنے loansواپس کریں تو اب سب کو مصیبت پڑ گئی ہے کہ ہم اس سٹاک کو کسی نہ کسی طرح بیچیں یا پھر حکومت ہم سے خرید لے۔ جب بین الاقوامی مارکیٹ میں شوگر سستی تھی اس وقت تو ہماری چینی کے مالکان نے یہ نہیں کہا کہ حکومت ہم سے اسی قیمت پر چینی خرید لے۔ اب جب انٹرنیشنل مارکیٹ چڑھ گئی ہے تو اب یہ حکومت کو کہہ رہے ہیں کہ جس قیمت پر آپ ان سے importکر رہے ہیں اسی قیمت پر ہماری چینی خرید لیں تاکہ ہم سٹیٹ بنک کے پیسے واپس کر

سکیں۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ hoarding ہوئی ہے۔میں چاہوں گا، بلکہ یہ پورا ایوان وفاقی حکومت کو اس بات کی سفارش کرے کہ اب ان سے چینی نہ خریدی جائے بلکہ administrative measures لے کر اس چینی کو بازاروں میں لایا جائے تاکہ عوام کو ریلیف مل سکے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ regarding interest rates on the agriculture چند claims وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ صاحب نے کئے ہیں۔پنجاب بنک، پنجاب کا بنک ہے۔آج بھی اس کا rate of interest، 15.5 فیصد ہے تو میں پوچھنا چاہوں گا کہ وہ 5 فیصد رعایت کہاں دی گئی ہے؟دوسری طرف ان کا یہ بھی claim تھا کہ بنک آف پنجاب اور پنجاب حکومت outlay of loan کو plan کر رہی ہے جس سے بہتری آئے گی لیکن جب میں figures دیکھتا ہوں تو 130 بلین روپے میں سے بنک آف پنجاب صرف 5.5 بلین روپے دے رہا ہے وہ تو 4 فیصد بنتا ہے تو یہ کہاں سے بہتری لائیں گے؟ مجھے بتائیں کیوں عوام کو بے وقوف بناتے ہیں، کیوں ہمیں بے وقوف بناتے ہیں؟140 میں سے آپ کے پاس صرف کل حصہ ہی 5.5 ملین روپے کا ہے تو آپ عوام کو کتنا ریلیف دے دیں گے؟ یہ تو ان کے claims تھے۔

جناب سپیکر!انھوں نے جو غیر ملکی سرمایہ کاری کے حوالے سے بازار میں پراپرٹی ڈیلر شپ کا، پنجاب گورنمنٹ پراپرٹی ڈیلر شپ کا بورڈ لگایا ہوا ہے۔نہر سے لے کر جی او آر تک، ماڈل ٹاؤن کی گراؤنڈ ہو یا کوئی پارک یہ ہر چیز کو غیر ملکی سرمایہ کاری کے نام پر اونے پونے لوگوں کو بیچنا چاہتے ہیں۔رنگ روڈ کے پراجیکٹ کو بھی غیر ملکی سرمایہ کاری کی مد میں لا کر لوٹ گھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔انھوں نے غیر ملکی سرمایہ کاری کے نام پر ایک لوٹ مار شروع کی ہوئی ہے۔اب اس کی کیا پالیسی ہے؟اگر کوئی لوکل سرمایہ کار ان سے زیادہ پیسے دے کر وہ چیز لینا چاہے تو کیا یہ اس کو فراہم کریں گے، یہ لوکل سرمایہ کار کو کیا مراعات دیں گے؟ غیر ملکی سرمایہ کاری میں تو ان کے لئے شاید کمیشن زیادہ ہو گی تو میں چاہوں گا کہ براہ مہربانی عوام کو اس طرح بے وقوف نہ بنایا جائے۔

جناب سپیکر!اس کے بعد بڑے دکھ کے ساتھ ایک بات عرض کروں گا۔وہ یہ ہے کہ ابھی ان کی جو حالیہ کابینہ کی میٹنگ ہوئی ہے۔اس میں جو کچھ ہوا اس پر میرے یہاں بیٹھے ہوئے کچھ وزراء بھائیوں کو شرم آئی ہو گی۔قائداعظم جو کہ فادر آف دی نیشن ہیں ان کی تصویر اور ایک جرنیل کی تصویر کو ساتھ ساتھ لگایا گیا ہے۔[*********]

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے؟

جناب سپیکر: یہ تمام الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! اس ملک کی کیا اچھی روایت ہے کہ جو اس ملک کے محسن ہیں ان کی تصویر آپ آمروں کے ساتھ لگائیں۔ جنھوں نے اس ملک کو ایٹمی ٹیکنالوجی دی اسے پھانسی پر چڑھائیں، جو اس ملک میں ایٹمی ٹیکنالوجی کو ظاہر کرے، جو آپ کو میزائل سسٹم دے ان کو آپ جلا وطن کریں لیکن جرنیلوں کو آپ اپنے سروں پر بٹھائیں۔ اگر ہم نے ایسا ہی کرنا ہے تو پھر میں چاہوں گا کہ پانچ ہزار روپے کا جو نیا کرنسی نوٹ نکالا گیا ہے اس پر جنرل مشرف کی تصویر لگائیں۔ ایک اور دس ہزار روپے والا نوٹ چھپوائیں اور اس پر جنرل ضیاء الحق کی تصویر لگائیں اور اس قوم کا جو بڑا محسن ہے، جنرل یحییٰ خان اس کی تصویر پچاس ہزار روپے والے نوٹ پر لگائیں تاکہ دنیا کو پتا چلے کہ ہم کتنی جمہوری قوت ہیں، ہمارے ملک میں کتنی جمہوریت ہے اور ہم کتنا جمہوریت کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہوں گا کہ جب تک حقیقی جمہوریت نہیں آتی اس وقت تک ہیرا پھیری نہیں رکے گی۔ جب تک جمہوریت کے نتیجے میں عوام کی عوامی حکومت قائم نہیں ہوتی یہ ہیرا پھیری نہیں رک سکے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہوگا، عوامی حکومت آئے گی۔ موجودہ حکومت نے پردہ پوشی کر کے، نقاب پوشی کر کے جو یہ بجٹ پیش کیا ہے اس کے لئے ابراہیم لنکن نے بڑی اچھی بات کہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ ''تم ایک شخص کو ساری عمر کے لئے بے وقوف بنا سکتے ہو، دھوکے میں رکھ سکتے ہو، تم چند لوگوں کو کچھ عرصے کے لئے دھوکے میں رکھ سکتے ہو لیکن تم تمام عوام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔'' اسی کے ساتھ میں اجازت چاہوں گا۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ سامیہ امجد صاحبہ!

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

پوائنٹ آف آرڈر
آئین کی دفعہ 160(5) کے تحت این ایف سی
ایوارڈ کا اسمبلی میں پیش نہ کیا جانا

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں جو بجٹ کی دستاویزات دی گئی ہیں اس میں این ایف سی ایوارڈ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے ہمارے آئین کی دفعہ 160(5) کے تحت یہ ہے کہ این ایف سی ایوارڈ جو ہو گا وہ صوبائی اسمبلی کے اندر پیش کیا جائے گا۔ میں نے اس بارے میں تحریک استحقاق بھی دی ہوئی ہے۔ میں آپ کی رولنگ اس بارے میں چاہتا ہوں کہ اگر بجٹ پیش کر دیا گیا ہے اور این ایف سی ایوارڈ اسمبلی میں پیش ہی نہیں کیا گیا تو اسے بعد میں پیش کرنے کی کیوں ضرورت ہو گی اور کیا ضرورت ہو گی؟ این ایف سی ایوارڈ قانونی طور پر بجٹ پیش کرنے سے پہلے اس اسمبلی میں پیش کرنا چاہئے تھا اور اس این ایف سی ایوارڈ کی بنیاد پر ہی انھیں بجٹ بنانا چاہئے تھا۔ چونکہ انھوں نے بجٹ سے پہلے این ایف سی ایوارڈ اسمبلی میں پیش نہیں کیا تو مجھے اس بارے میں آپ کی رہنمائی اور رولنگ درکار ہے کہ کیا جب یہاں اسمبلی میں این ایف سی ایوارڈ پیش نہیں کیا گیا اس پر جو بجٹ بنایا گیا ہے وہ قانونی طور پر درست ہو گا یا نہیں؟

(اس مرحلہ پر پریس گیلری سے صحافی حضرات واک آؤٹ کر گئے)

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

پریس گیلری سے صحافیوں کا واک آؤٹ

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! پریس گیلری سے صحافی دوست واک آؤٹ کر گئے ہیں اس لئے کہ ان کا ایک سٹاف رپورٹر اپنی ڈیوٹی کے سلسلے میں جیل روڈ پر اپواء کالج کے سامنے جا رہا تھا تو غلط سمت سے آتی ہوئی ایک پولیس کی گاڑی نے اسے ٹکر مار کر زخمی کیا۔ جس میں ان کی ٹانگوں کا نقصان ہوا ہے، وہ زیر علاج ہیں۔ اس بارے میں پولیس کوئی کارروائی نہیں کر رہی جس پر پریس گیلری کے

دوست بائیکاٹ کر کے چلے گئے ہیں۔پولیس کی گاڑی نے ون وے پر جاتے ہوئے ایک صحافی کو زخمی کیا لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ ہمارا اور پریس کے حضرات کا مطالبہ ہے کہ ملزمان کو فوراً گرفتار کیا جائے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب اس بابت کچھ کہنا چاہیں گے ؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اجلاس شروع ہونے سے پہلے میری صحافی دوستوں سے بات ہوئی تھی اور ابھی ابھی مجھے ان کی طرف سے ایک چٹ بھی موصول ہوئی ہے کہ ڈیلی نیشن کے رپورٹر ہدایت اللہ کی ہلاکت کے خلاف پریس گیلری اپوزیشن لیڈر کی تقریر کے بعد ٹوکن بائیکاٹ کر رہی ہے۔ مجھے انھوں نے اطلاع دی ہے۔ میں نے ان سے گزارش کی تھی کہ ہم آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور میں ساری تفصیل ان سے لیتا ہوں۔

جناب والا! آپ کے علم میں ہے کہ اس سے پہلے بھی جو واقعات ہوئے ان پر حکومت نے مکمل طور پر صحافیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا اور جو لوگ اس میں قصور وار پائے گئے ہم نے ان کے خلاف کارروائی کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب بھی کارروائی کریں گے۔ میں صحافی دوستوں سے گزارش کروں گا کہ وہ واپس تشریف لائیں اور میں ابھی ان کے ساتھ بیٹھ کر ہر قسم کی بات کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں آپ کے توسط سے ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی جو بھی شکایات ہیں ان کا ازالہ کیا جائے گا۔ شکریہ

جناب سپیکر: میں چودھری محمد اقبال صاحب وزیر خوراک سے گزارش کروں گا کہ وہ صحافی حضرات کو واپس لے آئیں۔

(اس مرحلہ پر وزیر خوراک چودھری محمد اقبال صحافیوں کو واپس
لانے کے لئے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرے پوائنٹ آف آرڈر پر ruling فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ صاحب! سید احسان اللہ وقاص صاحب نے جو پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے اس کا جواب دیں۔

آئین کی دفعہ (5)160 کے تحت این ایف سی ایوارڈ کا اسمبلی میں پیش نہ کیا جانا

(۔۔۔جاری)

وزیر خزانہ: جناب سپیکر!احسان اللہ وقاص صاحب نے بالکل صحیح point out کیا ہے۔ ہم ensure کریں گے کہ نیشنل فنانس کمیشن کے interim award کو بجٹ اجلاس کے دوران اسمبلی میں circulate کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!بجٹ اجلاس کے دوران ہی یہ پیش کر دیا جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!انھیں یہ بجٹ اجلاس سے پہلے پیش کرنا چاہئے تھا ہمیں تو بتایا ہی نہیں گیا کہ پنجاب کو کن بنیادوں پر ایوارڈ ملا ہے اس لئے یہ پہلے پیش کرنا چاہئے تھا بعد میں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سارا بجٹ غیر قانونی طور پر پیش کیا گیا ہے تو ہم اس بجٹ کو سن کر اور اس پر تقاریر کر کے کیا کریں گے ؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ !

وزیر خزانہ: جناب سپیکر!ایوارڈ کا ٹیکسٹ پبلش ہو چکا ہے جو ایوان کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا اور پریس میں multiple times پرنٹ بھی ہو چکا ہے۔ ہم ایوان کے اندر بھی قانونی شکل پوری کریں گے اور بجٹ اجلاس کے دوران ہی اسے circulate کیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب !

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! فنانس منسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ ابھی وہ publish اور press کے مراحل سے گزر رہا ہے۔آپ ان کی حالت دیکھیں کہ وہ ابھی پرنٹ کے مراحل سے گزر رہا ہے اور ان کے پاس پہنچا نہیں کہ وہ اس کی کاپیاں کروا کر اس ایوان میں پیش کر سکیں۔آپ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ یہ بجٹ تقریر میں کیا فرما رہے تھے ؟کہ آج میں اس ایوان میں پورے اعتماد سے کھڑا ہوں۔ جو کہ کبھی ان کو حاصل ہی نہیں ہوا اور بانگ دہل کہتا ہوں حالانکہ ان کو یہ پتا ہی

نہیں کہ اس لفظ کے معنی کیا ہیں؟ کہ حالات و واقعات نے ان شکوک و شبہات کو دفن کر دیا ہے جو ہمارے مخالفین مخالفت برائے مخالفت کے طور پر کر رہے تھے۔ صدر پاکستان نے نئے این ایف سی ایوارڈ پر صدارتی فرمان جاری کر دیا ہے جس میں پنجاب کا موقف کہ صوبوں کے درمیان divisible pool کے ٹیکسوں کی تقسیم آبادی کے فارمولے کی بنیاد پر ہونی چاہئے اسے من و عن قبول کر لیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! جب ابھی تک ان کے پاس کاپی ہی نہیں آئی وہ ابھی پرنٹ ہو رہی ہے پریس میں پڑی ہے تو یہ سارا کچھ ان کو کیسے معلوم ہو گیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ واقعی یہ تقریر کسی بیوروکریٹ نے ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھ کر لکھی ہے جس میں سارا جھوٹ ہے اور حقائق کے برعکس لکھا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس میں date and time mention کیا ہوا ہے کہ اس date تک یہ پیش ہو جانا چاہئے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے فرمایا ہے کہ وہ پریس میں گئی ہے اور ابھی پرنٹ ہو رہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ابھی اس کی کاپی حکومت پنجاب کو نہیں ملی تو جب ان کو کاپی ہی نہیں ملی تو ان کو کیسے پتا چل گیا کہ ان کا موقف من و عن قبول کر لیا گیا ہے اور یہ بہانگ دہل اور پتا نہیں کس اعتماد کے ساتھ کھڑے ہیں۔ یہ کیسے ہو گیا ہے؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں point of personal explanation پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں ایک دفعہ پہلے بھی رانا صاحب کے متعلق بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ کمال دیا ہے۔ شاید یہ لفظوں کو سمجھ تو لیتے ہوں گے لیکن اظہار اس طرح کرتے ہیں جیسے نہیں سمجھے۔ میں جو document پیش کروں گا وہ printed بھی ہو گا اور اس پر تاریخ بھی لکھی ہو گی اور میں نے قطعاً اس قسم کی کوئی statement نہیں دی کہ وہ ابھی کسی پرنٹنگ پریس میں پھر رہا ہے بلکہ میں نے یہ کہا ہے کہ اخبارات میں اس کا ٹیکسٹ شائع ہو چکا ہے۔ ایک بار نہیں بلکہ بارہا ہمارے ملک کے تمام اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اور ہم اسے ایوان کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!شاہ صاحب نے جو بات کی ہے۔(5)160میں دیکھ لیں اور ہم جناب کی رولنگ چاہتے ہیں کہ کیا فنانس کمیشن کی رپورٹ اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے بجٹ اسمبلی میں پیش کیا جاسکتا ہے؟

جناب سپیکر:160کی کون سی سب کلاز ہے؟

جناب ارشد محمود بگو:160کی سب کلاز5ہے۔

سید احسان اللہ وقاص:جناب سپیکر!سب کلاز(4)میں اور اس سے پہلے نیشنل فنانس کمیشن کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے اور سب کلاز(5)میں اس کے فیصلے کے بعد اس کاactionبتایا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ:

(5) The recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and Provincial Assemblies.

اب اگر صوبائی اسمبلی میں بجٹ پیش کرنے کے بعد اسے پیش کیا جائے تو اس کا کیا جواز ہو گا؟اس کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔یہ تو بجٹ پیش کرنے سے پہلے پیش کرنا چاہئے تاکہ ہمیں پتا چلے کہ اوپر سے ہمارا کیا حصہ آنا ہے وفاقی حکومت نے ہمیں کیاgrantsدینی ہیں اور ہمارا کیاshareمقرر کیا گیا ہے اور اس کی بناء پر یہ بجٹ بنایا گیا ہے۔چونکہ یہ پہلے پیش نہیں کیا گیا اس لئے مجھے تو بجٹ کی ساری کارروائی غیر قانونی لگتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!میری تجویز ہے کہ کچھ وقفہ کر دیا جائے تاکہ یہ سارے مل کر جواب تیار کر سکیں۔

جناب سپیکر:جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ اس میں دو چیزیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ معزز رکن نے کہا کہ نیشنل فنانس کمیشن کے ایوارڈ کو پہلے circulate کیا جائے اور اس کے بعد بجٹ پیش کیا جانا ضروری تھا۔ یعنی نیشنل فنانس کمیشن کا ایوارڈ ہاؤس میں آنا ضروری تھا۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پھر انھوں نے Constitutional requirement یہ بتائی کہ جب تک وہ نہیں آتا ہمارا بجٹ unconstitutional ہو گا۔ میں آپ کی توجہ آرٹیکل 254 کی طرف مبذول کروانا چاہوں گا۔

> 254. When any act or thing is required by the constitution to be done within a particular period and it is not done within that period, the doing of the act or thing shall not be invalid or otherwise inaffective by reason only that it was not done within that period.

جناب والا! اگر ہم نے کوئی چیز آئین کے تحت ایک خاص مدت میں کرنی ہے تو وہ اس خاص مدت میں نہ ہو تو یہ قطعاً تصور نہیں کیا جائے گا کہ وہ غیر قانونی ہے۔ جیسے فنانس منسٹر صاحب نے بتایا ہے کہ اس میں جو ترمیم آئی ہے وہ اسے پیش کر دیں گے۔ میں دوسری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں تھوڑا سا misconception ہے۔ یہ پورا این ایف سی ایوارڈ نہیں ہے۔ این ایف سی ایوارڈ کے لئے جو کمیشن قائم کیا گیا تھا۔ ابھی تک اس کمیشن نے اپنی سفارشات نہیں دیں یہ تو صدر پاکستان نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے existing award میں ایک ترمیم کی ہے اور اس کے ٹیکسٹ کے بارے میں فنانس منسٹر صاحب نے بتایا ہے کہ وہ ہاؤس میں پیش کر دیا جائے گا اور جب نیشنل فنانس کمیشن in toto award کرے گا تو وہ بھی اس ہاؤس میں پیش کر دیا جائے گا۔ ابھی تو ایک ترمیم ہے جو صدر پاکستان نے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے existing award میں کی ہے اس لئے یہ پورا ایوارڈ نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محترمہ سامیہ امجد صاحبہ!

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

اسمبلی میں پیش کئے بغیر بجٹ کی کسی مد پر نظر ثانی کرنا

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں محترم وزیر خزانہ کی رہنمائی چاہوں گا کہ عرف عام میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ جب بھی کسی ڈیپارٹمنٹ یا کسی demand کے حوالے سے کسی amount کی بجٹ estimation ہوتی ہے تو اسے یہ ہاؤس منظور کرتا ہے۔ اس کے بعد اس ہاؤس نے ہی گورنمنٹ کو revise کی power دی ہوئی ہے کہ اگر اس میں کوئی unforeseen expenses ہو جائیں یا pricehike ہو جائے تو حکومت اسے revise کر کے اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی کر سکتی ہے تو وزیر خزانہ کی یہ رہنمائی چاہوں گا کہ اگر کسی مد میں کوئی تجویز ہی نہ رکھی گئی ہو، کوئی رقم سرے سے منظور ہی نہ کی گئی ہو تو اس میں revise کا خانہ create کیا جا سکتا ہے اور کیا اس انداز سے رقم خرچ کی جا سکتی ہے، کیا ایسا کرنے سے ہاؤس کی powers میں مداخلت تصور نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ بہت مناسب ہو گا کہ جس طرح پرسوں رانا صاحب نے بجٹ پر اپنی بحث کا آغاز کرنا ہے۔ اس میں ان کے جو جو خدشات اور چیزیں ہیں وہ یہ پوائنٹ آؤٹ کریں۔ میں ensure کروں گا کہ خاص طور پر جو قائد حزب اختلاف نے آج بجٹ پر جو تنقید کی ہے۔ ان کا بھی point by point جواب آئے اور جو ممبران مثبت تنقید کریں گے ان کا بھی جواب آئے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے جو Annual Budget Statement دی ہے۔ اس کے صفحہ 45 کو یہ ملاحظہ کر لیں۔ اس میں block allocation میں ہے کہ جو بجٹ 06-2005 ہے۔ اس میں کوئی رقم نہیں ہے اور revise میں 19۔ارب روپے اور 92 کروڑ روپے کی رقم انھوں نے خرچ کی ہوئی ہے۔ انھوں نے یہ کہاں سے خرچ کر دی ہے۔ جب کوئی تجویز بجٹ میں سرے سے

پیش ہی نہیں ہوئی تو پھر یہ کیسے کر سکتے ہیں۔اسی طرح 3۔ارب روپے کی رقم اس کے علاوہ ہے۔ انھوں نے یہ رقم کہاں سے خرچ کر لی ہے اور یہ رقم کہاں سے آئی ہے؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرے سامنے آئین ہے۔انھوں نے جو بات ارشاد فرمائی ہے کہ صدر نے ایگزیکٹو آرڈر کے تحت این ایف سی ایوارڈ کے اندر ترمیم کر دی ہے۔صدر نے آئین کی کس دفعہ کے تحت کیا ہے؟

جناب سپیکر: آپ نے آرٹیکل 254 پڑھا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! 254 تو اس بارے میں ہے کہ اگر آئین کی کسی بات پر کسی وجہ سے delay ہو جائے۔

جناب سپیکر: یہ بھی delay ہی ہوئی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! این ایف سی ایوارڈ کا اعلان ہے۔کہا یہ جاتا ہے کہ چاروں صوبوں نے صدر صاحب کو اختیار دیا تھا کہ آپ خود فیصلہ کر لیں۔انھوں نے این ایف سی ایوارڈ کا اعلان کیا ہے۔یہ ایگزیکٹو آرڈر این ایف سی ایوارڈ ہے۔آج سندھ کی طرف سے تازہ باتازہ یہ بیان بھی آگیا ہے کہ ہم اس ایوارڈ کو نہیں مانتے اور ہم اپنا حصہ بڑھانے کے لئے بات کریں گے اس لئے یہ بات کہنا کہ وہ این ایف سی ایوارڈ نہیں ہے بلکہ وہ کوئی ایگزیکٹو آرڈر ہیں۔یہ بات درست نہیں ہے، یہ بالکل غیر آئینی ہے۔انھیں یہ بجٹ سے پہلے پیش کرنا چاہئے تھا۔آپ اس بارے میں رولنگ دے دیں کہ یہ پیش کرنا درست ہے تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر کیا کہ enviroment کے لئے جو رقم مختص تھی وہ خرچ نہیں ہو سکی۔ میں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ پچھلے بجٹ میں ہم نے Disaster Management Plan کے لئے پیسا رکھا تھا کہ اگر کوئی ناگہانی صورتحال آ جائے جیسے سیلاب آ جائے یا زلزلہ آ جائے جس طرح آیا۔اس کو ہم study کر رہے ہیں جو ابھی تک مکمل نہیں ہے۔اسی طرح ملتان میں ایک لیبارٹری بنائی تھی۔اس لئے زمین لے لی گئی ہے۔دیر ہو گئی ہے لیکن اندھیر نہیں ہے۔ہم پیسا غبن نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر: جی،وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ راناصاحب نے جو صفحہ نمبر 45 کا پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ ہم بجٹ میں کچھ ایسی allocation propose کرتے ہیں جو block کی شکل میں رکھی جاتی ہیں اور اس سے وہ کسی ایک خاص مد پر جب خرچ کی جائیں تو وہ اس block میں reflect نہیں ہوتیں بلکہ اس خاص مد میں revise estimates میں آ جاتی ہیں۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ہاؤس کا بہت قیمتی وقت ہے۔ ہمیشہ سے رواج یہی رہا ہے کہ تمام معزز ممبران اپنا نقطہ نظر بناتے ہیں۔

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہاؤس کسی تجویز پر دس روپے منظور کر لے تو اس پر حکومت کو اختیار ہے کہ وہ بارہ خرچ کر دے یا پندرہ خرچ کر دے اور پھر revise budget میں جا کر منظوری لے لے لیکن جو مد سرے سے ہی نہیں ہے۔ اس کو اپنے طور پر نئے سرے سے create نہیں کر سکتے۔ اگر گورنمنٹ کو یہ اختیار دے یا جائے تو پھر ہاؤس میں بجٹ کی یہ exercise بالکل فضول ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر: جی،وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہی ہاؤس block allocation منظور کرتا ہے۔ اسی ہاؤس سے اجازت لی جاتی ہے۔ یہ دو مدات کا بتا رہے ہیں تو اس block allocation میں پیسا revise estimates میں reflect کیا گیا ہے اس کی اجازت ہاؤس نے پہلے دی ہے۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ ہاؤس نے پہلے جو اجازت دی تھی۔ آپ نے ایک مد میں خرچہ صفر رکھا ہے تو کیا مد کے لئے میں revise estimate خرچہ ہو سکتا ہے۔

وزیر خزانہ: یقیناً ہو سکتا ہے۔

راناثناء اللہ خان: اگر ہاؤس میں کوئی grant یا کوئی خرچہ پیش ہی نہیں ہوتا اور ہاؤس اس کو منظور ہی نہیں کرتا تو پھر اس میں یہ اضافہ کس طرح کر سکتے ہیں، یہ نئے سرے سے کیسے create کر سکتے ہیں؟ اگر یہ کر سکتے ہیں تو یہ بتا دیں اور فلاں rule آرٹیکل ہے جس کے ذریعے یہ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب آپ آرٹیکل 126 پڑھ لیں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر!میں نے آپ کے حکم کے مطابق صحافی بھائیوں سے requestکی ہے۔وہ سارے تشریف لے آئے ہیں۔وہ وزیر قانون سے تھوڑی سی assuranceچاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: اگر راناصاحب کو کسی figure پر اعتراض ہے تو وہ اپنی بجٹ تقریر میں اس کو پوائنٹ آؤٹ کریں گے تو وزیر خزانہ اس کا جواب دیں گے۔اگر راناصاحب کوئی ایسی غلطی سمجھتے ہیں جو کہ constitutionalہے تو اس کے لئے اور طریقے موجود ہیں۔یہ تحریک استحقاق لے آئیں تو اس کا جواب دے دیں گے۔اس کے لئے اور کوئی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں۔ فنانس منسٹر نے on the floor of the House admitکیا ہے کہ یہ misprintہوا ہے تو جب وہ wind upکریں گے تو detailکے ساتھ بتائیں گے اگر کوئی ابہام رہ گیا تو اس پر بعد میں بات ہو سکتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں اعتراض کی بات نہیں کر رہا تھا میں وزیر خزانہ سے رہنمائی چاہتا تھا کہ یہ 19921ملین روپے اور اس کے بعد 3299ملین روپے، یہ اتنی بڑی amountہے اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کسی block allocationسے اس کو یہاں لا کر خرچ کر دیا تو جتنا بھی یہ budget statementہے اس میں جتنے بھی اخراجات ہوئے ہیں وہ جہاں سے بھی ہوئے ہیں ان کے باقاعدہ اکاؤنٹس لکھے ہوئے ہیں،036 ,038اس کے نتیجے میں اس اسمبلی نے expenditure authorizeکیا تھا اور اس میں سے ہم نے اتنی رقم یہاں پر خرچ کی ہے، اتنی رقم فلاں جگہ پر خرچ کی ہے۔یہاں پر کوئی ایسی بات نہیں ہے۔اب اگر میں نے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ یا لوکل گورنمنٹ کے اخراجات کے حوالے سے جو بات کرنی ہے تو میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں ان سے یہ رہنمائی چاہوں گا کہ آپ نے 19921ملین روپے اور 3299ملین روپے کی جو رقم خرچ کی ہے یہ آپ نے budget estimateمیں کوئی پیسا نہیں رکھا، revisedمیں آپ نے اتنی بڑی رقم رکھی ہے تو آپ نے یہ اتنی بڑی رقم کہاں سے خرچ کی ہے؟ یہ رقم actuallyموجود تھی یا نہیں تھی اور جب اس ہاؤس نے اس مد میں آپ کو پیسا خرچ کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں دیا تو آپ نے اسے revise کیسے کر لیا؟ اس طرح سے آگے 1000ملین روپے ایک ہیں، 1100ملین روپے ایک ہیں، 200ملین روپے ایک ہیں اور 1855ملین روپے اور ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ بہتر یہ ہو گا کہ راناصاحب speech فرمالیں اور ان کی نظر میں بجٹ پر جو جو اعتراضات ہیں وہ بیان فرمادیں تاکہ وزیر خزانہ صاحب نوٹ فرمالیں اور بعد میں اس کا جواب دے دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو دوسرے دوستوں کا حق مارنے والی بات ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس speech میں، میں نے جو بات conclude کرنی ہے کہ اتنی رقم انہوں نے خرچ کی ہے اور اس سے یہ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ budget statement میں مجھے یہ ہی نہیں پتا چلے گا کہ یہ رقم آئی کہاں سے ہے؟ یہ رقم actually موجود بھی تھی یا نہیں تھی۔ جیسے راجہ صاحب فرمارہے ہیں کہ یہ speech فرمائیں، میں کیا speech فرماؤں گا۔ پھر یہ ہے کہ سیاسی باتیں ہوں گی، پھر یہ کہیں گے کہ بجٹ facts and figures پر بات نہیں کر رہے۔ اگر انہوں نے کسی سے پوچھنا ہے تو آپ ان کو 10 منٹ دے دیں، ہاؤس کی کارروائی چلتی رہے اور یہ پوچھ کر مجھے بتادیں۔

جناب سپیکر: آپ نے کل speech کرنی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ مجھے آج بتادیں تاکہ کل facts and figures پر بات ہو سکے۔ میں آج ہی یہ چاہتا ہوں ورنہ پھر آپ کو بار بار مداخلت کرنی پڑے گی۔ یہ مجھے 10/15 منٹ میں بتا دیں۔

سالانہ میزانیہ بابت سال 2006-07 پر بحث

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: فنانس منسٹر سن رہے ہیں۔ ڈاکٹر سامیہ امجد!

DR. SAMMIA AMJAD: Thank you Mr Speaker, for giving me an opportunity to express my views on the budget for the year 2006-07. I express my congratulations and jubilations to the entire Assembly because for the first time in the history of Pakistan, the 4th budget has been presented by this Assembly which was never done before by any other Assembly. This is in

fact an indication of the growing integrity of the political system in Pakistan. It is a proof that continuity of tenure of an elected government is the most important part which ensures that this government has been able to come forward with the 4th budget.

The President of Pakistan, Gen. Pervaiz Musharraf vehemently declared that the Assemblies will be dissolved over his dead body when he first addressed the MPAs at Governor House in 2002. Today we see that he has upheld his "word of honour" and the history has been laid.

Mr. Speaker! sir, I want to say that this is indeed not just one incident in the history of Pakistan, it should be laid as tradition and it should be ensured in future that yes; an Assembly can sit till the end of its tenure because it is the only thing in which the salvation of the people of Pakistan exists. It was because of the patience, able and open hearted leadership of Ch. Parvez Elahi that today thousands of small fragments of political parties have aggregated under one flag of Pakistan Muslim League. This difficult job was brought about by discussion, dialogue and resolving of small misgivings, forgoing false egos to reach a political consensus that will ensure political stability and sustainability. It's head off to the determination of a true and a brave heart Ch. Parvez Elahi.

Mr. Speaker! Sir, the budget 2006-2007 will realize and achieve the goals and initiatives that were made in the past. It will be in keeping with the Vision 2020 of the Chief Minister enunciated on June 15, 2000 and will ensure a more prosperous,

a better educated, a healtheir and an enlightened Province with the enhancement of quality of life of the citizens.

A special congratulation is also for the new transition of the budgetary statements into the New Account Model which merits a special word of praise. The hard work done by the present bureaucracy and the Ministry for Finance in achieving the international targets needs credit. Sir, I shall now only touch on the health sector programme today. It is a revolution which is going to take place and which has already started in the Health Department. The Millenium Development goals had special focus on streamlining the Health Department which is highly commendable. First, the health Care Delivery Project Management (HCDP) speaks of its way forward by the improvement of 4 important health indicators that show that the health of this country is the first and the prime concern of the Government of Punjab. 43 percent of Trained Birth Attendants as compared to 24 percent which were in 2004; 74 percent of children fully immunized as compared to 57 percent that were in 2002; the infant mortality rate of 72/1000 live births as compared to 82 infant mortality rate in 2002; and the maternal mortality rate of 257 as compared to 350 in the year 2004 are improving indicators. Sir, these indicators show that definitely the health reforms are going to be successful and are on way to success. Second, the major strategic programme by the health sector reforms programme has been implemented and made comprehensive in the health sector at the cost of 2100 million rupees. Sir, I would like to emphasize that this huge amount of

money was not taken by some donor agency but was made available purely from the Government resources and, Sir, I would like to give all credit to Ch. Parvez Elahi. We are very proud of him that he has managed it all from the Government resources and not gone with the begging bowl to some donor agency. The Additional Director of the Project and the Director of the health sector reforms programme certainly need a recognition and a token of appreciation for the entire sound planning and insight and know how of problems. That is the reason this health sector reforms programme was so excellently planned and I would like to mention that the Health Minister has taken a very keen interest in strategizing what is to be done and where the money is to be spent. In the infrastructure, we have got a long list of a very sound planning which is going to uplift the Basic Health Units and the Rural Health Services. The missing facilities of the B.H.Us, the R.H.Cs, the T.H.Qs hospitals and the tertiary hospitals are being provided to save themselves from falling to shambles and this includes revival, replacement and repair of buildings, roads, equipments, electricity, sewerage and others. The availability of adequate standardized essential medicines has been ensured and school health services and preventive measures have also been ensured. Sir, this is a time for doctors that there has been a great restoration in their dignity. The pay has been increased from Rs.25000/- to Rs.30,000/- in the BHUs under tehsil headquarters; 25 marks for the Public Service Commission exams have been given after two years of service under this

programme; no gender discrimination in the appointment of M.Os and S.M.Os levels; availability of transport and vehicles, capacity building, motivation of medical staff; and the emergency care system is unique. The expensive injection streptokinase which costs about Rs.3500/- is being provided free of cost in all emergency hospitals and this is an example which is not even present in the emergency care systems of the U.S.A. So, another applaud and a vote of congratulations to the Health Minister. Sir, I would like to take this opportunity to point out to the Health Reform Sector Programme a very important aspect which needs more revival and strengthening and this is my only purpose of making and focusing on the health sector reforms programme. Sir, the very important focus is on the human resource, the doctors who are going to carry out this infrastructure to life. You cannot construct and reconstruct, but just repair every thing and expect the health system to improve. Sir, what I would like to say is that this Assembly with the will of the Chief Minister and a unanimous vote will go for the Punjab College of Family Physicians. I have put the draft bill on your table right now for your observation with the comments of the Health Department supported with the credibility of a unanimous vote of this very sitting Assembly. Some how, sir, under clause 126(2) in the Rules of Procedure, this Bill or this Resolution should have been carried forward and answered in a period of six months but after a passage of two and a half years we are still waiting for this. Sir, I would like to tell you that the Family Physicians comprising 40000

doctors are present in the rural areas or the reuote areas of the Punjab. These are the people who are upholding the rural health services in every 7 kilo meters and are self employed. Until or unless we do not bring these people into the Health Reforms Sector Programme, this programme will be jeopardized. If you go through these pages which I have given to you, you will see that the Health Department agrees to create this college of Family Physicians. It has been created in USA thirty years ago i.e. the Royal College of England or now Sri Lankha, Bangladesh and Australia have adopted it. Until or unless family physicians are not given a formal identity you can never make any research in tele-medicine, tele-education or any rural health services, without the involvement of these 40000 doctors in the Punjab and 125000 doctors in whole Pakistan. Therefore, sir, with very due respect I would request you to give a ruling to make a Special Committee which will ensure that it is expedited and the project which is the life breath of the Health Sector Reforms Programme is ensured, initiated and implemented because it is not only view of the Assembly, but also the Chief Minister to reach to the grass root levels. Sir, I need your ruling and it will be very kind of you if today in answer to the budget speech I may get your favour. In fact it is for the success of the Health Sector Reforms Programme that I appeal you on the floor of the House kindly to make a Committee which will ensure that this Bill is carried forward through proper channel and implemented. Thank you so much.

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے اس عجیب و غریب بجٹ پر بحث کرنے کی اجازت دی ہے۔

جناب سپیکر! میں بحث کرنے سے پہلے ایک شعر آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں کیونکہ ڈاکٹر سامیہ امجد مجھ سے پہلے تقریر کر چکی ہیں ان کے لئے پیش کرتی ہوں کہ:

قسم ہے زمانے کی رب نے کہا
کہ انسان بے شک خسارے میں ہے
سنی جب یہ آیت تو دل نے کہا
ہاں ہمارے بجٹ ہی کے تو بارے میں ہے

جناب سپیکر! وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے بالکل شروع میں انھوں نے کچھ ایسے انقلابی اقدامات کا ذکر کیا جو ابھی تک یا تو کاغذوں میں ہیں یا ابھی under process ہیں اور اس کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے بھی ایک list بنائی ہے جسے میں سمجھتی ہوں کہ شاید وزیر خزانہ صاحب اپنی list میں شامل کرنے سے بھول گئے ہیں۔ میری گزارش ہو گی کہ وہ اس کو شامل کر لیں جن میں گنجان آباد علاقوں میں سیوریج کی صورتحال، زیر زمین ریلوے لائن کا منصوبہ، رنگ روڈ کے التواء کی بات، غربت میں اضافہ، درمیانے طبقے میں کمی، اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں اضافہ، لوڈ شیڈنگ کا عذاب، تعلیم کے لئے فنڈز کا غیر شفاف استعمال، بوگس entries، پرائیویٹ یونیورسٹیوں کو غلط NOC's، صاف پانی کا مسئلہ، شوگر اور سیمنٹ سکینڈل، لینڈ مافیا کی سرپرستی، گینگ ریپ، معصوم بچیوں سے زیادتی میں اضافہ اور پنجاب کی تاریخ میں جرائم میں ریکارڈ اضافہ بھی اس گورنمنٹ کے کریڈٹ میں جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب اپنی تقریر میں ان چیزوں کو شاید بھول گئے تھے۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں سمجھتی ہوں کہ بجٹ پر بات کرنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا اور میرا خیال نہیں ہے کہ پنجاب کے حکمران بنیادی مسائل سے آگاہ ہوں کہ پنجاب کے مسئلے کیا ہیں اور پنجاب کے عوام کن مشکلات سے دوچار ہیں۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے مہنگائی کی صورتحال پر بات کروں گی۔ اس بجٹ میں

بڑے خوبصورت طریقے سے گول مول کر کے ایک عجیب قسم کا خوبصورت محل تعمیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ دوررس اقدامات کا ذکر ضرور کیا گیا ہے لیکن اس حکومت کے چار سالہ دور میں نظر نہیں آتا۔

جناب والا!یوٹیلٹی سٹورز کی بات کی گئی ہے کہ اس وقت ہمارے پنجاب میں365 یوٹیلٹی سٹورز ہیں۔ جن کو اگر تحصیل کی سطح پر لے جایا جائے، جیسا کہ ان کے اقدامات کی بات کی جائے تو چھ سو اور یوٹیلٹی سٹورز قائم کئے جائیں گے جو بیس سے پچیس لاکھ افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوں گے۔ میں بتانا یہ چاہتی ہوں کہ شاید ہمارے پنجاب کے حکمرانوں کو پتا نہیں کہ پنجاب کی آبادی اس وقت آٹھ کروڑ سے زیادہ ہے اور بیس سے پچیس لاکھ افراد کی ضروریات کو پورا کر کے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مہنگائی کا مسئلہ حل ہو جائے گا تو وہ احمقوں کی جنت میں رہنے والی بات ہے۔اس کے بعد یہ یوٹیلٹی سٹورز اب ریٹائرڈ فوجیوں کو ایک اور پرکشش ملازمت دینے کی کوشش ہے۔اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میں کہنا چاہوں گی اور میں اس بات کی عینی شاہد ہوں کہ ہر یوٹیلٹی سٹور پر ایک ہزار روپے کی خریداری پر پانچ کلو چینی پر رعایت دی جاتی ہے۔ جس بندے کے پاس ایک ہزار روپے کی خریداری کی گنجائش نہیں ہے تو کیا وہ چینی نہیں لے سکتا۔ یہ چینی سکینڈل اس ایوان میں بیٹھے ہوئے انہی کے وزراء کا اور بااثر افراد کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے آج اس صوبے کے لوگ چینی سکینڈل کا شکار ہیں۔

جناب سپیکر!ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ غربت میں کمی کر دی گئی ہے۔ ہمیں غربت میں کمی وفاقی بجٹ میں بھی سنائی گئی اور ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے یہاں بھی کہا کہ غربت میں کمی آ گئی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ورلڈ بنک، ایشین ڈویلپمنٹ بنک اور جو پاکستان ڈویلپمنٹ انسٹیٹیوشن ہے اس کی رپورٹس کے مطابق پاکستان میں 32 سے 37 فیصد غربت کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ کون سی غربت کی بات کرتے ہیں جس میں انھوں نے کمی کر دی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کے حکومتی اقدامات کی وجہ سے جو متاثرین غربت کی لکیر سے اوپر آئے ہیں،ان کی یہ ایک list شائع کر دیں تاکہ ہمیں پتا چلے کہ کون سے لوگ ان حالات میں جب مہنگائی اور بے روزگاری کی یہ صورتحال ہے تو کون سے لوگ غربت کی لکیر سے اوپر آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر!میں بالکل سمجھتی ہوں کہ کچھ لوگوں کو مہنگائی اور بے روزگاری کا بڑا اثر ہوا ہے۔ کچھ لوگوں کی غربت میں کافی اضافہ ہوا ہے جن میں ہمارا گورنر ہاؤس ہے،اس کے لئے پچھلے

سال ایک کروڑ 87 لاکھ روپیہ مختص کیا گیا تھا لیکن ان کی غربت کا یہ عالم ہے کہ ان کو اپنی غربت مٹانے کے لئے اس میں دو کروڑ 73 لاکھ روپے کا خرچہ کرنا پڑا۔ اسی طرح ایک اور غریب ہمارے پنجاب کا وزیر اعلیٰ ہے، جس کے سیکرٹریٹ پر 9 کروڑ 57 لاکھ روپے کا estimate دیا گیا تھا اور انھوں نے 20 کروڑ 8 لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔ ایک طرف اندازہ لگائیں کہ ہمارے ملک میں غریب کو کھانے کے لئے روٹی نہیں ملتی اور دوسری طرف ہمارے ملک کے یہ جو غریب ہیں یہ کروڑوں روپے کا خرچہ کر کے اس ملک میں کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ ہمیشہ بجٹ گورنمنٹ کی پالیسیوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ بجٹ line of action متعین کرتا ہے کہ اس گورنمنٹ کا line of action کیا ہے یہ ملک میں اور اپنے صوبے میں کس طرح سے اپنی پالیسیوں کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمیشہ اس ملک کی بدقسمتی رہی ہے اور آج میں سمجھتی ہوں کہ اس ملک اور پنجاب کے عوام کی بدقسمتی ہے کہ آج بھی پرائس کنٹرول کمیٹی جس کو کہا گیا کہ وہ مہنگائی کو چیک کرے گی اور یہ قیمتوں میں استحکام لانے کی کوشش کرے گی لیکن اس کا چیئرمین خواجہ طاہر ضیاء صاحب کو بنایا گیا ہے جو (ق) لیگ کے financier ہیں اور میاں عامر محمود کے بزنس ایسوسی ایٹ ہیں اور ان کو پرائس کنٹرول کمیٹی کا چیئرمین بنایا ہوا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ افسوسناک بات یہ ہے کہ جو لوگ خود اس کرپشن میں مبتلا ہیں، جن لوگوں کے سکینڈلز ہیں اور جن کی وجہ سے آج غریب لوگ روٹی کھانے سے لاچار ہیں ان لوگوں کو اس صوبے کی مانیٹرنگ کمیٹیوں کا سربراہ بنا دیا گیا ہے۔ دوسری بات میں کہنا چاہوں گی کہ اس وقت ہمارا concentration کیا ہے کہ ہم اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں اضافہ کو کنٹرول کریں۔ چینی کی قیمت میں اضافہ کر دیا گیا، چالیس سے پینتالیس روپے کا اضافہ کیا گیا اور اب اس کو صرف پانچ روپے کم کیا گیا ہے۔ یعنی اگر ایک طرف آپ دو، اڑھائی سو فیصد اضافہ کرتے ہیں اور اس میں آپ decrease کتنا کرتے ہیں یہ میں سمجھتی ہوں کہ عوام کو دھوکا دینے کی باتیں ہیں اور اس پنجاب گورنمنٹ کا یہ کریڈٹ ہے کہ یہ عوام کو دھوکا دہی میں مبتلا رکھنا چاہتی ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں کہنا چاہوں گی کہ اس بجٹ میں کہا گیا کہ یہ ٹیکس فری بجٹ ہے اور اس میں کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ ٹیکس جو ہے وہ ریونیو اکٹھا کرنے کا ایک source ہے اور وہ ریونیو ان لوگوں سے اکٹھا کیا جاتا ہے جو ریونیو دے سکتے ہیں، جو ٹیکس دے سکتے ہیں اور ان لوگوں سے ٹیکس اکٹھا کر کے غریبوں اور پنجاب کے مختلف لوگوں میں

تقسیم کیا جاتا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو شوگر مافیا میں مبتلا تھے جن کا شوگر سکینڈل ہے ان کو ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔کیوں ان لوگوں کی دولتوں پر ٹیکس نہیں لگایا گیا؟ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ جو لوگ سیمنٹ کے سکینڈل میں ملوث تھے انہوں نے جتنا روپیہ کمایا ان کے روپے پر ٹیکس کیوں نہیں لگایا گیا، یہ لوگ کتنی دیر تک غریب کا خون چوستے رہیں گے ؟اب جو لینڈ مافیا ہے جس کے سربراہ ہماری کیبنٹ میں موجود ہیں یہ لوگ ناجائز آمدنی کما رہے ہیں جو غریبوں کا خون چوس رہے ہیں ان پر ٹیکس کیوں نہیں لگایا جاتا؟ اس گورنمنٹ کا مقصد غریب کو ریلیف دینا ہے نہ یہ پنجاب گورنمنٹ غریب کو کوئی سکھ کا سانس دینا چاہتی ہے۔ان کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ عوام کا خون چوستے ہیں ان کو وزراء اور ایڈوائزر بنادیا جاتا ہے اور [*******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ شوگر مافیا میں جو لوگ ملوث ہیں، جو سیمنٹ بحران میں ملوث ہیں، جو لینڈ مافیا ہے ان کے اوپر ٹیکس لگا کر ان کی ناجائز آمدنی سے پیسا کھینچ کر غریب کی فلاح و بہبود کے لئے کیوں نہیں استعمال کیا جا سکتا؟ ایک بات جو اہم ہے وہ یہ ہے کہ ابھی میرے بعد بہت سی بہنیں تقریر کریں گی اور ڈاکٹر سامیہ امجد نے میرے سے پہلے پنجاب گورنمنٹ کی بہت زیادہ تعریف کی کہ بہت انقلابی اقدامات ہو رہے ہیں۔ میں صرف ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں کہ آج ہم خواتین اس ہاؤس میں جس عورت کی نمائندگی کرنے بیٹھی ہیں اس عورت کو آج پچھلے چار سال سے اس ہاؤس نے کیا دیا؟ کبھی سپورٹس سٹیڈیم کے نام پر ٹرخایا گیا۔ پچھلے سال grap programme کی بات کی گئی تھی۔ میں نے پچھلے سال کی بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ یہ grap programme ٹوٹل فراڈ ہے جس کو 2020 کے ویژن کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے اور اگر اس grap programme کی بات کی بھی جائے تو پچھلے سال جو فنڈز grap programme کو دیئے گئے تھے وہ lapse کر گئے ہیں۔ اس گورنمنٹ نے grap programme کے اوپر ایک آنہ خرچ نہیں کیا کیونکہ یہ ان کی priority نہیں ہے۔ میں آج ٹریژری بنچز پر بیٹھی ہوئی اپنی خواتین سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا آج ہم سب خواتین کے لئے یہ افسوسناک مقام نہیں ہے کہ جس عورت کی نمائندگی کرنے ہم بیٹھے ہیں اس کے لئے 20 کروڑ روپیہ اگر میں مان بھی لوں کہ مختص کیا گیا ہے تو اس grap programme میں عورت کی پولیٹیکل empowerment بھی ہو گی، اس میں سوشل اکنامک بھی بہتر کی جائے گی، اس میں ان کی تمام

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے؟

زندگی کے حالات تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔اگر میں اس20کروڑ روپیہ کو4.5کروڑ عورت پر تقسیم کروں تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ 46پیسے ایک مہینے کے اور پانچ روپے سالانہ ایک پنجاب کی عورت کو ملیں گے۔ میں آج ٹریژری بنچز پر بیٹھی ہوئی عورتوں سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ ہم جن کے نام پر تنخواہ لیتے ہیں، جو یہاں پر پارلیمانی سیکرٹریز اور منسٹرز بیٹھی ہیں، جو عورتوں کے نام پر یہاں نمائندگی کرنے آئی ہیں، اپنی ہزاروں کی تنخواہ کو آپ کیسے justify کریں گے جبکہ آپ پنجاب کی عورت کو پانچ روپے سالانہ دے رہے ہیں۔ کیا پانچ روپے سالانہ سے ایک عورت کے حالات زندگی بہتر کئے جا سکتے ہیں؟ اس وقت عورت کے خلاف جو کرائم ریٹ ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور اس کے اوپر جس طرح عورت کو نظر انداز کیا گیا ہے میں آج کہنا چاہوں گی کہ ہم تمام خواتین کو اس ہاؤس میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر ہم اس عورت کی نمائندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے تو ہمیں ان ہاؤسز میں بطور نمائشی بیٹھنے کا جو حق ہے اسے withdraw کرنا چاہئے اور ہمیں اس حق کو ادا کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ میں نے جو بجٹ کی تمام allocations پڑھی ہیں اور تعلیم پر کہا گیا کہ اتنے ملین روپے اور بلین روپے دے دیئے، ڈویلپمنٹ فنڈز پر اتنے بلین روپے دے دیئے۔

چودھری خضر الیاس ورک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ورک صاحب!

چودھری خضر الیاس ورک: جناب سپیکر! معزز خاتون بڑی اچھی تقریر کر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ خواتین نمائشی طور پر اسمبلی میں بیٹھی ہوئی ہیں تو میں ان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ نمائشی طور پر اس ملک نے ان کو سر محل دے دیا اب نمائشی طور پر ان کو اور بہت سی چیزیں انگلینڈ میں مل رہی ہیں۔ یہاں جو لوگ ملک کے لئے کام کر رہے ہیں تو کچھ نہ کچھ ان کا بھی خیال کر لیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ پلیز کارروائی چلنے دیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے عورتوں کے بارے میں بات کی تھی پتا نہیں

میرے بھائی کو تکلیف کیوں ہوئی؟ دوسری بات یہ ہے کہ پنجاب بجٹ میں جتنا بھی ہیلتھ اور ایجوکیشن کے لئے allocate کیا گیا ہے اگر میں صرف ایجوکیشن کو لوں اور اگر میں ایجوکیشن کا آبادی کے حساب سے comparison کروں تو ایک بچے کے لئے 53.7 روپے سالانہ بنتے ہیں۔ اس 53.7 روپوں میں ڈویلپمنٹ بھی ہو گی اس میں اساتذہ کی تنخواہیں بھی جائیں گی، اس میں بچوں کے لئے جو پنجاب کے اندر 65 ہزار سے زیادہ سکول ہیں جس میں انفراسٹرکچر کی اتنی بُری حالت ہے اس کو بھی ٹھیک کیا جائے گا تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں خود فریبی میں رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔ یہ پنجاب کے حکمران خود فریبی میں بہت آگے جا چکے ہیں کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ ان لوگوں کی کوئی پولیٹیکل back نہیں ہے، یہ عوام کے ووٹ سے آئے ہیں، ان کو عوام کے بارے میں کسی ریلیف سے تعلق ہے اور نہ ہی انہیں اگلی دفعہ عوام کے ووٹوں سے آنا ہے۔ ان کا اسمبلیوں میں بیٹھنے کا مقصد صرف ایک فوجی جمہوریت کو دوام دینے کی کوشش ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جس اسمبلی میں فوجیوں اور ان کی وردی کے لئے جو آج کل کہا جا رہا ہے اور اب میرا خیال ہے کہ [*********]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ جب تک اس ملک میں باشعور عوام زندہ ہیں۔ جو اس بجٹ میں جس قسم کی خود فریبی شامل کی گئی ہے میں آج کہنا چاہوں گی کہ اس کا خمیازہ پنجاب کے حکمرانوں کو بھی اور تمام ایسے فوجی آمروں کو بھی جو عوام کے مقدر کے ساتھ کھیل رہے ہیں، ان کو بھگتنا پڑے گا اور انشاء اللہ عوام کی عدالت ان کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ نگہت سلیم صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب کرنل سلطان سرخرو صاحب!۔۔۔ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ جناب کرنل (ر) محمد عباس چودھری صاحب! وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ جناب احسان الحق نولاٹیا صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بروقت بولنے کا موقع دیا۔ وزیر خزانہ نے جو بجٹ پیش کیا ہے جس کا حجم 274۔ارب روپے ہے جو کہ سابقہ بجٹ سے تقریباً 30 فیصد زائد ہے۔ اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ جو 30 فیصد زائد بجٹ دے رہے ہیں کیا انہوں نے recoveries میں کوئی اچھائی پیدا

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے؟

کی ہے جس کی وجہ سے یہ بجٹ بڑھا ہے چونکہ انہوں نے کوئی نیا ٹیکس تو نہیں لگایا جبکہ ہم ان کی revenue receipts کو دیکھتے ہیں تو ان میں کسی میں دو فیصد، کسی میں چار فیصد اور کسی میں بمشکل پانچ فیصد recoveries میں بہتری دیکھی گئی ہے۔ ہم گزشتہ چار سالوں سے ایک ہی رٹ سن رہے ہیں کہ حکومت نے پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ فلاں فلاں کام کئے۔ آج میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کچھ حکومت نے پنجاب کی تاریخ میں اور بھی نئے کام کئے ہیں۔ اس حکومت سے پہلے کبھی بھی صوبائی حکومتیں غیر ملکی قرضے لینے کی اہل نہ تھیں۔ یہ کریڈٹ موجودہ حکومت کو جاتا ہے کہ انہوں نے amendment کر کے صوبوں کو یہ اجازت دی کہ وہ بھی غیر ممالک سے ڈائریکٹ قرضے لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! حکومت کو دوسرا کریڈٹ یہ بھی جاتا ہے کہ انہوں نے پہلی دفعہ جو capital receipts ہیں۔ جو چیزیں privatize کر کے یا اثاثے بیچ کر رقم حاصل کی جاتی ہے ،اس کے بارے میں آئین اور قانون یہ کہتا ہے کہ اس رقم کو نیا اثاثہ بنانے پر ہی خرچ کیا جا سکتا ہے، تو یہ کریڈٹ بھی اس حکومت کو جاتا ہے کہ انہوں نے ترمیم کر کے اس رقم کو بین الاقوامی قرضے ادا کرنے کی اجازت حاصل کی۔ capital receipts کے ذریعے بین الاقوامی قرضوں کی ادائیگی amendment لانے کے بعد انہوں نے فوری طور پر تمام قرضے ری شیڈول کر دیئے اور تین سال تک ہم نے کسی ملک کو کوئی اصل زر نہیں دینا بلکہ ان قرضوں پر سود ادا کرنا ہے۔ اب وہ رقم جو انہوں نے amendment کر کے سرکاری قرضوں کی ادائیگی میں لانا تھا۔ اس کو A.D.P میں شامل کر کے 53۔ارب روپے سے یکدم اسے 100۔ارب روپے تک لے گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پنجاب کی ساٹھ سالہ تاریخ میں یہ تین کریڈٹ ہماری موجودہ حکومت کو جاتے ہیں کہ انہوں نے اس کو تبدیل کیا۔

جناب سپیکر! ہم اپنے بجٹ کے تیس فیصد حجم کو دکھاتے ہوئے یہ چیز بھول جاتے ہیں کہ ہم 274۔ارب روپے کا بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ ہماری قوم تین سو ارب روپے کی مقروض ہے یہ میں پنجاب کی بات کر رہا ہوں۔ ہم نے اس سال آٹھ ارب روپے صرف اس قرض پر سود ادا کرنا ہے اور بارہ ارب روپے صرف وہ رقم ہے جو ہم نے اصل زر اس سال کے دوران ادا کرنا ہے۔ میں یہ

کہوں گا کہ بہتر بجٹ یہ نہیں کہ آپ نیا ٹیکس نہ لگائیں اور نیا ٹیکس نہ لگا کر یہ بات کریں کہ ہم نے ٹیکس فری بجٹ دیا ہے بلکہ آپ اس میں یہ بتائیں کہ ہم نے قرضوں کو کتنا کم کیا ہے۔ قرضہ لینے کے کلچر کو کتنا کم کیا ہے اور اپنے ملک کو کتنا مضبوطی کی بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وائٹ پیپر میں ہماری حکومت نے قرضوں کی ادائیگی کے بارے میں ایک چارٹ پیش کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری قوم کے ساتھ یہ سب سے بڑا مذاق ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تین کھرب قرضے ادا کرنے ہیں۔ جس رفتار کے ساتھ یہ قرضے واپس ادا کر رہے ہیں۔ اس چارٹ کے مطابق اگر ہم یہ قرضے ادا کریں تو 2044 تک ہماری قوم قرضوں کے بوجھ سے نجات پا سکے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا ہے کہ آنے والی ایک نسل تک ہم نے قرضوں سے نجات حاصل نہیں کرنا۔ ہماری اس حکومت کی یہ Vision ہے۔ جسے کبھی 2020 کا نام دے لیتے ہیں اور کبھی کوئی اور نام دے لیتے ہیں۔ یہاں پر ان قرضوں کی صورتحال جو وائٹ پیپر میں انہوں نے دی ہے وہ 180۔ارب روپے بیرونی ہے اور 121۔ارب روپے اندرونی ہے۔ قرضوں کی بنیاد پر بجٹ کے حجم کو بڑا کر کے اگر ہم یہ کہیں کہ ہم غریب کو کچھ دے رہے ہیں تو یہ ایک دھوکے سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بجٹ کے basic principles آئین اور financial rules کی بنیادی روح کے ساتھ اس سے بڑا کوئی اور مذاق نہیں ہو سکتا۔ البتہ آپ یہ کہیں کہ ہم نئے ٹیکس نہیں لگاتے تو اس میں آپ کو یہ دینا چاہئے کہ ہم recoveries کو کیسے بہتر کریں گے۔ میں آج on the floor of the House دعوے اور چیلنج کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں اور جو پچھلے بجٹ میں بھی میں نے کی تھی کہ فنانس منسٹر کم از کم میری اس بات کا جواب اپنی wind up speech میں ضرور دیں۔ پچھلے سال انہوں نے نہیں دیا تھا لیکن اب میں توقع رکھتا ہوں کہ سینئر منسٹر اور فنانس منسٹر یہ بات ضرور کہیں گے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ رجسٹری اور سٹیمپ ڈیوٹی کی مد میں ہمارے ہاں 30 فیصد ریونیو اکٹھا ہوتا ہے اور 70 فیصد چوری کیا جاتا ہے۔ کیا تین تین کروڑ روپے کی کوٹھیاں ہمارے ہاں تین لاکھ میں رجسٹری نہیں ہوتیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ لاہور کے گرد و نواح میں گزشتہ دو سالوں کے دوران بکنے والی زمینیں جو چالیس پچاس ایکڑ میں پرائیویٹ لوگ بیچتے، خریدتے ہیں اور اس کی رجسٹری چھ یا سات لاکھ میں ہوتی ہے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب رنگ روڈ بنا تو وہی غریب لوگ جن کی مارکیٹ میں زمین پچاس لاکھ کا ایکڑ ہے لیکن ہماری حکومت نے ظالمانہ اوسط بیج کی وجہ سے چھ یا سات لاکھ میں غریب لوگوں سے acquire کی۔ آپ کبھی بھی اس بجٹ کو اچھا بجٹ نہیں کہہ

سکتے جب تک recoveries کے خانوں میں سابق recoveries اور نئی recoveries کو برابر کھڑا کر کے آپ یہ نہیں بتاتے کہ ہم نے recoveries کو 30 فیصد، 40 فیصد یا 80 فیصد improve کیا ہے۔اب میں وہ recoveries جن کو وزیر خزانہ نے بجٹ میں پیش کیا ہے میں ان کی صرف دو تین مدات کا حوالہ دوں گا۔ لینڈ ریونیو کی مد میں انہوں نے کہا ہے کہ تقریباً 5۔ارب روپے collect کریں گے۔ گزشتہ انہوں نے 3.5۔ارب روپے estimate کئے تھے اور انہوں نے دو فیصد زائد recovery کی ہے یہ وہ ریکوری ہے جو غریب کاشتکاروں سے حاصل کی جاتی ہے۔اس کا رزلٹ بہت اچھا ہے کہ غریب سے revenue لینا بہت آسان ہوتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں ایک صنعتکار جس نے دو اکاؤنٹ رکھے ہوئے ہیں ایک انکم ٹیکس کو ادائیگی کرنے کے لئے اور ایک مل کو چلانے کے لئے ہے۔ جب کوئی صنعتکار دو ٹیکسٹائل ملیں پانچ سال چلاتا ہے تو انکم ٹیکس کی مد میں وہ خسارے میں ہوتی ہیں لیکن پانچ سال چلنے کے بعد مزید پانچ ملیں لگ چکی ہوتی ہیں۔ غریب ترین بندہ ٹیکس دیتا ہے اور امیر ترین بندہ اس ٹیکس کو انجوائے کرتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج کے اے ڈی پی میں سڑکوں کی مد میں 419 سکیمیں ہیں جس میں ضلع مظفر گڑھ جو کہ پنجاب کی 6 فیصد آبادی ہے وہاں پر صرف دو سکیمیں ہیں۔ جن کی ٹوٹل مالیت 28 لاکھ روپے کے قریب بنتی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج بھی اپر پنجاب میں دو نئی یونیورسٹیوں کا اعلان کیا گیا ہے جو کہ 50 فیصد اپر پنجاب میں پہلے بھی پرائیویٹ اور سرکاری 28 یونیورسٹیاں چل رہی ہیں جبکہ جنوبی پنجاب میں صرف تین یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج بھی 45 میں سے 38 کالج اپر پنجاب کو اور چھ کالج جنوبی پنجاب کو دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اپر پنجاب کی ترقی کو دیکھ کر خدانخواستہ دل میں دکھ محسوس نہیں کرتا لیکن میں ڈرتا ہوں اس دن سے جب بلوچستان کی طرح جنوبی پنجاب کے لوگ بھی اپنے حقوق کی بات کریں۔ اور میرے منہ میں خاک کہ جب مشرقی پاکستان کی طرح لوگ اپنے حقوق کی بات کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آپ کا دیا ہوا اے ڈی پی جو یہاں پر calculations دے رہا ہے۔ میں چار سالوں میں ایک کام بتا سکتا ہوں کہ جس میں اپر پنجاب سے ہٹ کر جنوبی پنجاب کو فائدہ دیا گیا ہے۔ میں اس کے لئے حکومت کا مشکور ہوں اور وہ کیا ہے کہ انہوں نے جب یہاں پر اعلان کیا کہ ہم آبیانہ کاشت پر نہیں بلکہ ملکیت پر لگائیں گے۔ اپر پنجاب کی ساری زمینیں آباد ہیں، ان لوگوں کو فائدہ ہوا کہ جہاں وہ تین سو دیتے تھے اب انہیں 85 روپے دینے پڑتے ہیں لیکن جنوبی پنجاب کے اندر

تین مربعوں کا مالک 10ایکڑ کاشت کرتا ہے اور 65ایکڑ اس کا بنجر پڑا ہوا ہے تو 10ایکڑ کاشت کرنے والا بندہ 75ایکڑ کا آبیانہ دے رہا تھا۔ میں مشکور ہوں سعید اکبر خان نوانی، وارث کلو، چودھری اصغر گجر صاحبان اور قائد ایوان چودھری پرویز الہیٰ کا بھی کہ جب ہم نے یہ کیس ان کے سامنے put up کیا تو انہوں نے ہمیں ریلیف دیا لیکن ذرا سوچیں کہ چار سالوں کے اندر جنوبی پنجاب کو ایک مد کے اندر ریلیف ملا ہے لیکن جب پنڈی بھٹیاں سے فیصل آباد موٹروے بنتا ہے تو ایک سال میں مکمل ہوتا ہے، جب لاہور سے گجرات جاتا ہے تو ڈیڑھ سال میں مکمل کرنے کا پروگرام ہے اور جب فیصل آباد سے ملتان موٹروے کی فزیبلٹی بنتی ہے تو پانچ سالوں میں مکمل نہیں ہو پاتی اور جب ملتان سے ڈی جی خان موٹروے کی بات آتی ہے تو اسے خوابوں کے اندر رکھ دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! ترقی دیکھ کر دل کو خوشی ہوتی ہے لیکن وہ calculations جو اس میں دی ہوئی ہیں ان کے اندر علیم شاہ صاحب نے ہاؤس کے اندر کہا کہ وہ چھ سکیمیں جو ڈی جی خان کے لئے announce کی گئیں ان پر عمل نہیں ہوا۔ وہ اپوزیشن سے نہیں ہیں۔ یقین کیجئے گا کہ اس کو اپوزیشن یا حکومت کا issue مت بنائیے۔ آبادی کے اعتبار سے یہاں پر میں بات رکھتا ہوں۔ ابھی تو میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی وہ تمام سکیمیں بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا مکمل چارٹ جو ہمارے وائٹ پیپر کے اندر دیا گیا ہے۔ 03-2002 کے اندر انہوں نے 48۔ارب روپے رکھا، 04-2003 میں 54۔ارب روپے، 05-2004 میں 60۔ارب روپے، 06-2005 میں 71۔ارب روپے اور موجودہ بجٹ کے اندر 91۔ارب روپے رکھا۔ اگر آبادی کے اعتبار سے دیکھیں تو مظفر گڑھ ایک بڑا ضلع اور 11 ایم پی ایز کا علاقہ ہے۔ پہلے سال اس کا حصہ 2.5۔ارب روپے بنتا ہے لیکن ایک ارب روپے دیا گیا، دوسرے سال اس کا حصہ تقریباً 2.5۔ارب روپے سے کچھ زیادہ بنتا تھا لیکن ایک ارب روپے دیا گیا، تیسرے سال اس کا حصہ تقریباً 2.75۔ارب روپے بنتا تھا تو اس کو 1.20۔ارب روپے دیا گیا۔ اسی A.D.P اور اسی وائٹ پیپر کے صفحہ نمبر 97 پر Provincial Finance Award کے principles میں صفحہ 97 پر لکھا ہوا ہے۔

> Therefor the Provincial Finance Commission reccomended the following principles for the Provincial Finance Award

اس کے اندر شق نمبر 12 دی ہوئی ہے اور یہاں کہا گیا ہے کہ Provincial Finance

Awardکے تحت اضلاع کو پیسے کس طرح تقسیم کریں گے۔یہ لکھا ہوا ہے کہ:

> Development grant for Districts to be distributed on the basis of 50 percent Population and 50 percent under developed index based on MICS.

جناب سپیکر!50 فیصد کی بات میں کروں تو میرا3.75۔ارب روپے بنتا ہے اور اگر یہ 50 percent under developedکی بات کریں تو میرا6۔ارب روپے بنتا ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ ضلع مظفر گڑھ کو انہوں نے اس دفعہ کیا دینا ہے۔انہوں نے1.75۔ارب روپے دینا ہے۔ یہ بھی وعدہ ہے کیونکہ وہاں اپوزیشن کی گورنمنٹ ہے،اس کی بھی کوئی توقع نہیں کہ اکتوبر سے لے کر آج تک

> Not a single penny was distributed to the District Government for development budget

یہ وہ حقائق ہیں جن کے متعلق میں امید رکھتا ہوں کہ سینئر منسٹر اور فنانس منسٹر اپنی wind up speechکے اندر ضرور جواب دیں گے کہ یہ ایسی حقیقت کیوں چل رہی ہے۔

جناب سپیکر!میں یہاں پر پھر وہی بات کرتا ہوں کہ جنوبی پنجاب کا تذکرہ میں اس لئے نہیں کرتا کہ میں باقی پنجاب کی باتوں سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہاں ترقی کیوں ہوتی ہے لیکن آبادیbackwardness, under developاور ٹیکس even returns ٹیکس returns مظفر گڑھ کا دیکھیں کہ وہ اتنی کمزور ہسٹری نہیں ہے جس کو انہوں نے Provincial Finance Commissionکے اندر کوئی تذکرے کے طور پر نہیں لیا لیکن اس کی بنیاد پر بھی اگر دیکھیں تو ہمارا حصہ اس سے بہت زیادہ بنتا ہے جو انہوں نے announceکیا ہے۔

جناب سپیکر!پاکستان کے اندر سب سے آسانی کے ساتھ اور ریکوری کی percentage کے اعتبار سے ٹیکس غریب لوگ کا شتکار ادا کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کی سہولت کے لئے ہمارے 100۔ارب روپے میں سے زراعت کے لئے صرف ایک ارب روپے رکھے گئے ہیں۔یہ A.D.Pکا پیپر میرے سامنے پڑا ہوا ہے اس کے اندر وزیر خزانہ دیکھ لیں کہ انہوں نے زراعت کے لئے ایک ارب روپے10 کروڑ روپے رکھا ہے اور صحت کے لئے 4۔ارب 30 کروڑ روپے رکھا ہے۔زراعت جو ہمارے صوبے کی80 فیصد آبادی کی بنیاد بنتی ہے،اس کے لئے اگر ہمارے پاس ایک

ارب روپیہ ہے تو آپ اس ایک ارب روپے کے ذریعے سے کیسے اس کو ترقی دینا چاہتے ہیں اور شرمناک بات یہ ہے کہ اس ایک ارب روپے میں سے 30 کروڑ روپیہ سرکاری ملازمین کے دفاتر، ان کی رہائش گاہیں، ان کی گاڑیاں اور مزید عمارتوں کی تعمیر کے لئے رکھے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مظلوم ترین طبقہ ہمارے یہاں کا کاشتکار ہے اور وہی ہے جو زیادہ سے زیادہ ٹیکس دیتا ہے۔ ٹیکس ریکوری کے اندر دو طبقے ٹیکس سب سے زیادہ دیتے ہیں ایک سرکاری ملازمین اور دوسرا یہاں کا کاشتکار۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں، میں چھوٹے سے چھوٹے ملازم سے لے کر اوپر تک بتانا چاہتا ہوں کہ لاہور کا ایک peon ہاؤس رینٹ 400/500 روپے لیتا ہے۔ میں وزیر خزانہ سے استدعا کرتا ہوں کہ ذرا وہ اس کی اکاموڈیشن کا تو انتظام کریں کہ وہ کس طرح سے یہاں پر زندگی گزارتا ہوگا۔

جناب سپیکر! میں ان ایجوکیٹرز کی بات کرتا ہوں جنہیں 15 سال سے کوئی مہنگائی الاؤنس یا ان کی تنخواہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تو وہ کس طرح سے گزارہ کرتے ہوں گے۔ اس A.D.P کے اندر 4۔ارب روپیہ ہیلتھ کے لئے رکھا ہے تو ساڑھے آٹھ یا نو کروڑ روپیہ آبادی پر میں نے اس کو تقسیم کیا تو فی فرد سالانہ 2.5 روپے بنتے ہیں جس کے ذریعے یہ ان کو ادویات مہیا کریں گے۔

جناب سپیکر! یہ وہ بجٹ ہے جس کے بارے ہم سن رہے ہیں کہ یہ ایک غریب دوست بجٹ ہے، ٹیکس فری بجٹ ہے اور اس نے آتے ہی پورے صوبے کے اندر عوام کی اکانومی کے اندر ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا ہے جس سے شاید پاکستان اور پنجاب کی تاریخ کے اندر پہلی دفعہ اتنا بڑا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں ان اشتہاروں کی بات کرتا ہوں جو گزشتہ دس دنوں سے یہاں جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے 7.5۔ارب روپے کے نام سے بار بار آ رہے ہیں۔ یہ ان واٹر سپلائیوں کا پیسا ہے جو ایشئین ڈویلپمنٹ بنک کا پیسا ہے اور وہ میچنگ گرانٹ ہے۔ 30 فیصد عوام ادا کریں گے اور 70 فیصد گورنمنٹ کی گرانٹ جائے گی تو پھر اس پر عمل درآمد ہوگا۔ اس سے بڑا کیا مذاق ہے کہ جو لوگ روٹی سے تنگ ہوں یا جو لوگ چھوٹی سے چھوٹی سہولیات سے محروم ہوں۔ کیا کسی کو اس بات کا نہیں پتا کہ جنوبی پنجاب کے sandy areas کے اندر کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں لوگ دوپہر کو باہر نہیں نکلتے چونکہ ان کے پاس پہننے کو جوتا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! اب اس 7.5۔ارب روپے میں سے مجھے وزیر خزانہ یہ بتائیں کہ اتنی رقم پہلے بھی پڑی ہوئی تھی، ان کے پہلے چار بجٹس کے اندر، میں ابھی یہ دعویٰ کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ

پہلے بجٹ کے اندر 10 فیصد رقم استعمال ہوئی اور 90 فیصد واپس ہوئی۔ میں یہ ایشئین ڈویلپمنٹ بنک کی بات کر رہا ہوں اور ہم نے اس پر 27 فیصد انٹر نیشنل بنک کو سود دینا ہے جو 10 سے لے کر 27 فیصد تک ہے۔اس سے بڑا جنوبی پنجاب سے اور کیا مذاق ہو سکتا ہے کہ ان کو وہ گرانٹ دی جائے جو میچنگ گرانٹ ہو جس پر عملدرآمد نہ ہو سکتا ہو اور وہ پھر واپس جائے گی اور پھر یہاں پر مجھ جیسے اور علیم شاہ جیسے کیا تحریک استحقاق دیں گے کہ کہاں گئے وہ منصوبے جو تین سال پہلے، دو سال پہلے یا ایک سال پہلے انہوں نے announce کئے تھے۔

جناب سپیکر! ایک چیز کا حوالہ دے کر میں اپنی اس بات کو wind up کروں گا کہ انہوں نے Provincial Finance Commission میں بتائی گئیں recommendations میں ایک بڑی دلچسپ بات انہوں نے کی ہے اور میں لوکل گورنمنٹ کے پیسوں کی بات کرتا ہوں کہ ہم یہ بجٹ need base پر دیں گے اور دوسرا اس کے results اس کے لئے انہوں نے ایک لفظ دیا ہے کہ ایک تو ہم need base پر دیں گے کہ کس ضلع کی کتنی need ہے اور دوسرا اس میں performance base پر دیں گے۔performance base یہ ہے کہ کس ضلع میں کتنی اچھائی کے ساتھ کتنا پیسا صرف کیا ہے۔ایک ایسا ضلع جس میں خوش قسمتی سے حکومت مخالف ضلع ناظم بن چکا ہو اور وہاں تمام سرکاری عملہ وہ بھیج دیا جائے جس کو کہا جائے کہ ایک penny بھی آپ نے استعمال نہیں ہونے دینی اس سے بڑا اور کیا مذاق ہو سکتا ہے کہ مظفر گڑھ میں اکتوبر سے لے کر آج تک ڈویلپمنٹ کی مد میں ایک روپیہ بھی نہیں لگا تو need کی base پر بھی ہم نہیں آتے اور اس base پر بھی نہیں آتے۔

جناب سپیکر! اب میں فنانس منسٹر کو وہ تجاویز دینا چاہتا ہوں کہ کن تجاویز کی بنیاد پر آپ صوبے میں ایک ترقی یافتہ اور ایک بہتر اکانومی والا set up لا سکتے ہیں یقین کیجئے کہ آج بھی ہمارا کاشتکار جو انیس بیس گھنٹے کام کرتا ہے جو ساری رات سردیوں میں بغیر ہیٹر ملے اور گرمیوں میں AC ملے اور ان تپتے ہوئے صحراؤں میں کام کرتا ہے اگر آپ ان کو سبسڈی دیں۔انڈیا میں پانی کی طرح اور USA میں پٹرول ڈیزل کی طرح اگر ان کو سبسڈی دیں اگر ان کو facilitate کریں اور ان کے اندر یقین کی قوت کو اوپر لے کر آئیں تو یہی چراغ ہیں، یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی۔جب تک ہمارا کاشتکار اوپر نہیں آتا لیکن کاشتکار کے بارے میں جب ہماری حکومت یہ کہتی ہے کہ کاشتکار بڑا خوشحال ہے تو مجھے وہ احمد ندیم قاسمی کی بات بڑی اچھی طرح یاد آتی ہے کہ:

تیری نظروں میں تو دیہات ہیں فردوس مگر
میں نے فردوس میں اجڑے ہوئے گھر دیکھے ہیں
تو جنہیں رستم و سہراب کہا کرتا ہے
وہ جواں میں نے یہاں خاک بسر دیکھے ہیں
میں سمجھتا ہوں مہاجن کی تجوری کے راز
میں نے لتھڑے ہوئے کیچڑ میں قمر دیکھے ہیں

جناب سپیکر!بہت بہت شکریہ

(اذان عصر)

جناب سپیکر:اب وقفہ نماز ہوتاہےاور ہاؤس آدھ گھنٹے کے لئےadjourn کیاجاتاہے۔

(اس مرحلہ پر نماز عصر کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 6بج کر2منٹ پر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر:جی، محترمہ شہلاراٹھور صاحبہ!

محترمہ شہلاراٹھور:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!میں خود بھی بہت اعزاز سمجھ رہی ہوں کہ آج پنجاب اسمبلی میں چوتھا جمہوری بجٹ پیش ہواہے اس پر بحث کرنے کاآپ نے مجھے موقع دیاہے اور یہ ایک بہت عرصے بعد بلکہ شاید پہلی بار ایسا ہواہے کہ چوتھاconsecutive بجٹ کسی ایک حکومت نے پیش کیاہو۔

جناب سپیکر!اس دفعہ بھی جو پنجاب کا بجٹ آیاہے حسب روایت گزشتہ تین بجٹ کی طرح یہ بھی ٹیکس فری ہے اس لئے اس کے کئی ایسے فیچر سامنے آتے ہیں جن کی ہم سمجھتے ہیں کہ جتنی بھی تعریف کریں کم ہے۔کیونکہ جب پاکستان مسلم لیگ نے حکومت سنبھالی اس وقت GDP کاratio 0.06 تھااور یہ اس وقت کی باتیں ہیں کہ جب وزیراعظم ہاؤس میں گھوڑوں کے اصطبل کے اندر بھی ایئر کنڈیشنر لگتے تھےاور گھوڑوں کو بھی سیبوں کے مربے کھلائے جاتے تھے۔اس وقت قوم کا کیا حال تھاوہ بھی ہم جانتے ہیں کیونکہ یہ کوئی پرانی بات نہیں ہے۔اللہ کے فضل وکرم سے یہ ہماری بڑی خوش بختی ہے کہ اگراب ہم GDP کو دیکھتے ہیں توتقریباً8فیصد اس میں اضافہ ہوچکاہے اور عوام کے معیار زندگی میں بہت بہتری آئی ہے۔ٹیکس فری بجٹ ہونے کے علاوہ جو100۔ارب روپے کا ترقیاتی فنڈ اس کے لئے رکھا گیاہے یہ بھی ایک تاریخ کا حصہ ہے اور وزیراعلیٰ صاحب کا

emphasis رہا ہے کہ میگا پراجیکٹس زیادہ سے زیادہ launch کئے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ عوام مستفید ہو سکیں۔ کیونکہ ہماری حکومت کی یہ بات بڑی منفرد ہے کہ وہ عوام کی بہتری کو زیادہ مقدم رکھتی ہے بجائے کہ خواص کی بہتری کو، جو کہ گزشتہ حکومتوں میں ایک روایت چلی آ رہی تھی۔ اس لئے یہ بہت بہتر روایت ہے اور اللہ کرے کہ آئندہ آنے والے وقتوں میں بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔ جہاں ایجوکیشن اور ہیلتھ سیکٹر ریفارم کی بات ہوتی ہے یا اس طرح کے دیگر میگا پراجیکٹس کی بات ہوتی ہے تو مجھے سب سے اچھی بات جو اس بجٹ میں بھی mention ہوئی اور اس کے حوالے سے ہم خود بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ اتنا خطیر ترقیاتی بجٹ رکھنے کے ساتھ ساتھ چیک اینڈ بیلنس کا بہت اچھا سسٹم وضع کیا گیا ہے اور ان تمام میگا پراجیکٹس کے لئے بھی مانیٹرنگ کا باقاعدہ سسٹم ہے کہ جس میں جمع اور خرچ کے اعداد و شمار اور کس معیار کے یہ پراجیکٹس بنائے جا رہے ہیں؟ معیار پر کوئی compromise نہیں ہے۔ حکومت اس پر اتنا خرچ کر رہی ہے تاکہ بہترین سہولت سامنے آ سکے۔ اس حوالے سے میں حکومت پنجاب اور خصوصی طور پر وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے بہترین مانیٹرنگ کا سسٹم بھی وضع کر رکھا ہے۔ پراسیکیوشن کا ایک نیا ڈیپارٹمنٹ جو معرض وجود میں آیا ہے یقیناً وہ Access to Justice پروگرام کے تحت سامنے آ رہا ہے اور اس سے یقیناً عوام کو بہتر انصاف کی سہولیات میسر آئیں گی اور جیسا کہ خواتین کے لئے علیحدہ عدالتوں کا قیام ابھی ہمارے لئے خواب ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ پراسیکیوشن کا محکمہ علیحدہ کر دینے سے انصاف کی فراہمی میں بہت بہتری آ سکتی ہے۔ کورٹ فیس اور سٹیمپ ڈیوٹی میں جو کمی کی گئی ہے یہ بھی ایک بہت خوش آئند بات ہے۔ سیالکوٹ چونکہ میرا اپنا ضلع ہے اور یہ کم از کم ہمارے علاقے کے عوام کے لئے بہت ہی بڑی خوشخبری ہے کہ ایک خطیر رقم سے موٹروے بنائی جا رہی ہے اور اس سے بہتر سہولیات میسر آئیں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس کے علاوہ 22 نئے ہسپتال اور ایک جدید کینسر ہسپتال کا قیام بھی صحت کی بہتر سہولیات فراہم کرنے کے لئے ایک اچھی پیشرفت ہے۔ اس کے علاوہ دو انجینئرنگ یونیورسٹیوں کا قیام اس بات کا مظہر ہے کہ جن میں سے ایک یونیورسٹی ریسرچ کے لئے استعمال ہو گی اور اس میں بہتر طور پر ریسرچ کے شعبے کو پروموٹ کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے میں ان کی خدمت میں کچھ گزارشات بھی پیش کرنا چاہوں گی۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے صحت افزاء تجاویز کو ہمیشہ welcome کہا

ہے اور وہ اس بات کو ہمیشہ خیر مقدم کرتے ہیں کہ بہتر تجاویز اس بحث کے دوران آئیں بجائے اس کے کہ مخالفت برائے مخالفت یا تعریف برائے تعریف ہو۔ اس روایت سے ہٹ کر ہمیں یہ بات ضرور کرنی چاہئے۔ پولیس کے محکمے کے لئے یقیناً 20۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے جس میں پٹرولنگ پوسٹیں اور پانچ ہزار نئی بھرتیاں بھی ہیں یقیناً اس کا مقصد یہی ہے کہ عوام کو تحفظ کی سہولیات بہتر طور پر دی جا سکیں۔ لیکن جب ہم اس کا comparison زراعت سے کرتے ہیں تو اس کے لئے ایک ارب روپے اور کچھ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ زراعت کی حد تک یہ رقم بہت ہی ناکافی ہے۔ زراعت کا شعبہ ایک ایسا اہم شعبہ ہے اور پنجاب کے نقطہ نظر سے میں نہیں سمجھتی کہ زراعت سے اہم کوئی اور محکمہ ہے۔ کیونکہ پاکستان کی معیشت میں نہ صرف پنجاب کی زراعت بلکہ پورے پاکستان کی زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس حوالے سے میں یہ عرض کروں گی کہ اگر 20۔ارب روپیہ پولیس کی ریفارمز کے لئے رکھا گیا ہے، اگر اسی کو کٹ کر کے 10۔ارب روپیہ بھی زراعت کے لئے رکھا جاتا تو وہ بھی کم تھا اور اس سے وہ انقلاب آ سکتا تھا جو میں سمجھتی ہوں کہ 15 فیصد اضافہ اگر ہم سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں کر بھی رہے ہیں تو اس کی ضرورت نہ پیش آتی۔ یہ 10۔ارب روپیہ اگر ہم سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کے لئے رکھ رہے ہیں اور اگر یہی زراعت کے شعبے پر مزید رقم رکھی جاتی جس کے لئے کسانوں کو بیج، سبسڈی دی جاتی یا انہیں کھاد میں subsidize کیا جاتا اور پنجاب حکومت بھی اپنی طرف سے کسانوں کو سبسڈی دیتی تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بہتر انقلاب برپا ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ میں زراعت کے حوالے سے یہ ضرور کہوں گی کہ فارمرز فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آنا چاہئے، آج ہم پنجاب اسمبلی میں بیٹھ کر کسان کی بات تو کرتے ہیں لیکن اس سے ہٹ کر کوئی ایسا بہتر فورم نہیں ہے جہاں پر کسان کی بہتری کے لئے کوئی بات ہو سکے یا کوئی issues سامنے لا سکیں۔ اس لئے کسان فاؤنڈیشن کا قیام بہت ضروری ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کو مضبوط طریقے سے سامنے آنا چاہئے۔ اس کے علاوہ corporate farming کا بھی ضرور ایک trend promote کیا جانا چاہئے کیونکہ اگر farming کے اندر corporate کو مضبوط کیا جائے گا تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے زراعت مستحکم ہو گی اور دوسرے لفظوں میں اس کا یہی مطلب ہے کہ پاکستان مضبوط ہو گا اور پنجاب مضبوط ہو گا۔ اس کے علاوہ میں زراعت کے حوالے سے یہ ایک suggestion ضرور دوں گی کہ ہمیں ایک slogan کے اوپر سوچنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ حکومتوں کے لئے پیسا بنانا یقیناً آسان

ہو لیکن پیسے کو کیسے بہتر طور پر خرچ کرنا ہے اس کے لئے بہت بہتر planning کی ضرورت ہے۔اب ہم اگر اپنا بیشتر زر مبادلہ باہر کے ممالک سے اشیائے خورد و نوش خریدنے کے لئے ضائع کریں، بہتر ہے کہ ہم اپنے صوبے اور اپنے ملک کے اندر پیداوار میں اضافہ کریں اور میں سمجھتی ہوں کہ اس کے لئے ایک slogan ضرور ہونا چاہئے کہ ہم وہ کھائیں گے جو خود اگائیں گے، بجائے اس کے کہ ہم کسی چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں تو ہم کبھی انڈیا سے منگواتے ہیں اور یہ کتنی شرم کی بات ہوتی ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ بکرے بھی انڈیا سے آئیں اور ہم وہ کھائیں۔ میں اس حوالے سے سمجھتی ہوں کہ اگر لائیو سٹاک کے لئے رقم رکھی جاتی ہے یا کسی بھی مد میں اور باغوں کے لئے سبسڈی دی جاتی ہے تو یہ ایسی کوئی بڑی چیزیں نہیں ہیں۔ اگر ہم ایٹم بم بنا سکتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ تو بالکل ایک چھوٹی سطح کی چیزیں ہیں کہ جن کو ہم خود بھی ملک کے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ میں اپنی اس debate میں ایک چھوٹی سی بات مزید add کرنا چاہوں گی کہ 20 کروڑ روپیہ خواتین کی development کے حوالے Grap میں دیا جا رہا ہے اس کے بارے میں میں خاص طور پر کہوں گی کہ میری بہن عظمیٰ بخاری نے جو ذکر کیا کہ خواتین کے لئے 20 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت ہی خام خیالی کی بات ہے اگر 100۔ارب روپے کا ترقیاتی فنڈ مختص کیا گیا ہے تو وہ specify نہیں کیا گیا کہ یہ 100۔ارب روپیہ مردوں کی بہتری کے لئے رکھا گیا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! ابھی محترمہ نے اپنی تقریر کے دوران specifically میرا نام لے کر ذکر کیا کہ میں نے جو 20 کروڑ روپے کے فنڈ کی بات کی ہے تو ترقیاتی فنڈز کو کبھی عورتوں کے لئے specifically نہیں سمجھا جاتا۔ بات یہ ہے کہ اس وقت عورتوں کا مسئلہ سڑکیں، گلیاں، نالیاں نہیں ہے۔اس وقت پنجاب کی عورت کا جو مسئلہ ہے میرا خیال ہے کہ شاید میری بہن اس سے واقف نہیں ہیں اور انہیں پتا نہیں ہے کہ اس وقت پنجاب کی عورت کے مسائل کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ شہلا راٹھور:جناب سپیکر!میں یہ ضرور سمجھتی ہوں کہ عورت کا مسئلہ education ضرور ہے، عورت کا مسئلہ healthضرور ہے، اگر education sector reformsمیں اور healthمیں بہتری لائی جارہی ہے تو کیا وہ عورت کا مسئلہ نہیں ہے؟ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ خطیر رقوم جو education and healthمیں رکھی گئی ہیں یہ تمام عورتوں کے لئے ہیں۔ عورت کا کبھی کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہوا، وہ ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ اس کے خاندان کے لئے بہتری ہو اور اس کے معاشرے کے لئے بہتری ہو۔20کروڑ روپیہ اگر مختص کیا گیا ہے تو وہ gender reform action programmeہے اس لحاظ سے میں سمجھتی ہوں کہ اگر عورتوں کو فنڈ ملا ہے تو اس کو ایک اضافی فنڈ ضرور کہہ سکتے ہیں لیکن اس کو اس طرح specifyنہ کریں کہ اس20کروڑ روپیہ کے علاوہ جو فنڈز ہیں ان سے عورتوں کے لئے بہتری نہیں ہو سکتی۔ میرا خیال ہے کہ اس حوالے سے مرد ضرور اعتراض اٹھا سکتے ہیں کہ عورتوں کو تو20کروڑ روپیہ دے دیا، مردوں کو تو ایک روپیہ نہیں دیا۔ بہر حال میں آپ کے حوالے سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں اور حکومت بھی اس بات کو بہتر طور پر جانتی ہے کہ محکمہ سماجی بہبودwomen developmentسے بالکل الگ محکمہ ہے اور گزشتہ تین سالوں میں اور یہ چوتھا بجٹ دیکھ کر بھی کم از کم مجھے ذاتی طور پر یہ مایوسی ہوئی ہے کہ سماجی بہبود کے لئے ایک پیسا بھی نہیں رکھا گیا، نہ گزشتہbudgetsمیں رکھا گیا تھا۔ آپ Grapکو 20کروڑ روپیہ دے دیتے ہیں کہ سماجی بہبود کے لئے ہے حالانکہ وہ Women Developmentکا پروگرام ہے، سماجی بہبود کا نہیں ہے یا کبھی آپ Child Protection Bureauکے نام پر پیسا دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سماجی بہبود کا پیسا ہے۔ نہ Child Protection Bureauسماجی بہبود کا ہے اور نہ Grapسماجی بہبود کا محکمہ ہے۔ یقیناً حکومت کا over all programmeسماجی بہبود ہے۔۔۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری:جناب سپیکر!Child Protection Bureauبھی اگر سماجی بہبود نہیں ہے، عورتوں کے بارے میں کام کرنا بھی اگر سماجی بہبود نہیں ہے اور ابھی یہ فرمارہی ہیں کہ مردوں کو کچھ نہیں ملا، میرا خیال ہے کہ محترمہ آج اپنےpointکے اوپر شاید clearنہیں ہیں یعنی آپ نے اقلیتوں کے ساتھ عورتوں کے فنڈز رکھے ہیں جو میں نےGrap Programmeکی ہی

بات کی تھی جس کے لئے20کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ Grap Programme محترمہ کےknowledgeمیں نہیں ہے کہ اس میں انقلابی اقدامات ہوں گے جن سے عورتوں کی زندگی میںchangeآنا ہے۔ اس میں socially, economically, politicallyبھی ہر طرح کے انقلابی پروگرام ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ شہلا راٹھور: جناب سپیکر! میں ہاؤس کیinformationکے لئے بتاتی چلوں کہ سماجی بہبود کے زیر اثرparticularlyبہت سارے ایسےsegmentsچل رہے ہیں کہ جس میں mentally retarded Children، بے گھر افراد، بے گھر بچے اور اس کے علاوہ بیوہ عورتیں، یہ ایسےprojectsہیں جو سماجی بہبود کے محکمے کے ساتھ attachہیں۔otherwiseتو میں سمجھتی ہوں کہ حکومت کا پورا ایجنڈا ہی سماجی بہبود ہے لیکن میں محکمے کی حد تک بات کروں گی تو میں یہ ضرور کہوں گی کہ سماجی بہبود کو محکمے کے حوالے سے ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ہے جو کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ محکمے کے ساتھ زیادتی ہے۔محکمے کو کسی وزیر کی ضرورت ہے اور نہ کسی مشیر کی ضرورت ہے،اس کو ترقیاتی کاموں کے لئے فنڈز کی ضرورت ہے،اس کو ذرائع اور وسائل کی ضرورت ہے۔ میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ سے ضرورrequestکروں گی کہ براہ مہربانی محکمہ سماجی بہبود کے لئے کوئی بہترprojectsکے لئے فنڈز ضرور مختص کئے جائیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جناب حسن مرتضیٰ صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب ملک اصغر علی قیصر صاحب!۔۔۔وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! بجٹ خوبصورت الفاظ کا گورکھ دھندا ہے۔غریب غریب تر ہو جائیں گے۔ پنجاب کا سب سے بڑا مسئلہ مہنگائی ہے۔ گزشتہ پانچ سالوں میں پٹرول اور ڈیزل کی قیمت میں46مرتبہ اضافہ ہوا ہے۔ بجلی کے نرخ چار مرتبہ بڑھائے گئے ہیں۔ پنجاب میں ایک تہائی سے زیادہ لوگ غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اور یہ لوگ وہ ہیں جن کی روزانہ آمدنی ایک ڈالر یعنی-/60روپے ہے کیا وہ لوگ آٹا سولہ روپے کلو دالیں-/70تا-/80روپے،چھوٹا گوشت-/250روپے اور بڑا گوشت-/150روپے خریدنے کی سکت نہیں رکھتے ہیں۔اس مہنگائی کا علاج تو یہ تھا کہ پیداوار میں اضافہ کیا جاتا لیکن اس کے لئے زراعت پر زیادہ خرچ کرنے کی

ضرورت تھی۔2.5۔ارب روپے جو زراعت کے لئے رکھے گئے ہیں کل بجٹ کا بمشکل ایک فیصد بنتا ہے۔سب سے زیادہ بجٹ پولیس کو دیا گیا ہے اور سب سے کم زراعت کے لئے رکھا گیا ہے۔جناب یہاں کی زیادہ آبادی زراعت سے منسلک ہے۔Cost of production کم کرنے پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔بجلی کے ریٹ کسانوں کے لئے نصف کر دیئے جاتے تو کسان کو خاطر خواہ فائدہ ہو جاتا۔کسان کو بیج مافیا کے حوالے کر دیا گیا ہے۔امریکہ میں ان لوگوں کو شاباش دی گئی اس لئے کہ انھوں نے سب سے مہنگا بیج پاکستان میں فروخت کیا تھا۔زراعت ریسرچ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی گندم کی مثال لے لیں۔انقلاب 91 کے بعد کوئی نئی قسم متعارف نہیں کروائی گئی۔اب یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ قسم کاشت نہ کریں۔فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں تحقیق کے شعبے کو ترقی دی جانی چاہئے یعنی اس کے لئے زیادہ فنڈز رکھے جاتے۔ملتان،ڈی جی خان اور بہاولپور میں نئے زرعی کالج کے لئے فنڈ مختص کر دیئے جاتے تو زراعت بہت ترقی کرتی۔Pesticides کے لئے حکومت کو ایسے اقدامات کرنے ہوں گے کہ ملک میں کارخانے لگیں اور کسانوں کو سہولت ہو ابھی تمام pesticides باہر سے آ رہے ہیں۔یہاں جو فیکٹریاں ڈیل کر رہی ہیں وہ filling plants ہیں۔Pesticides تیار نہیں کرتیں اس طرح ملک کا سرمایہ باہر جا رہا ہے۔

ہیلتھ کا بجٹ پہلے سے بڑھایا گیا ہے یہ خوش آئند ہے لیکن اس کو تین گنا کیا جانا چاہئے تھا۔شوکت خانم کینسر ہسپتال کا بجٹ 1.4 بلین روپے ہے یعنی ایک ہسپتال اور یہاں پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کے لئے صرف 6۔ارب روپے کا بجٹ ہے۔3۔ارب روپے گاڑیوں کی خریداری کے لئے اور ہیلتھ کے لئے صرف 6۔ارب روپے ہے۔ہیلتھ ورکرز خواتین جو میٹرک کے بعد چند ماہ کی ٹریننگ کر کے وہاں دیہاتوں میں کام کر رہی ہیں۔ٹی وی اشتہارات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صحت میں کوئی انقلاب لے آئیں گی۔یہ تو مستقبل ہی بتائے گا کہ اندھا دھند فیملی پلاننگ کی دوائیاں کھلانے سے کل کو کتنی خواتین کو کس قسم کی بیماریاں لاحق ہو جائیں گی۔اس کے لئے یونین کونسل کی سطح پر ایک لیڈی ڈاکٹر بھی تعینات کرنی چاہئے۔بے شک وہ روزانہ نہیں تو ماہانہ وہاں کا چکر لگائیں۔دوائیوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں،خیال تھا کہ اس سلسلے میں کچھ کیا جائے گا لیکن اس میں کچھ بھی نہیں کیا گیا۔پاکستان میں دوائیاں دوسرے ممالک کی نسبت بہت مہنگی فروخت کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر!تعلیم کے شعبے کا بجٹ بھی کم رکھا گیا ہے۔ہزاروں سکول اور کالج ایسے ہیں

جہاں اساتذہ کی کمی ہے۔اعلیٰ تعلیم یافتہ لاکھوں افراد ہاتھ میں ڈگریاں لئے پھر رہے ہیں اور وہ اساتذہ جو کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے تھے۔اگر ان کو مستقل کر دیا جاتا تو یہ بہت بہتر ہوتا لیکن بجٹ اس کی اجازت دے گا تو پھر ایسا ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر!کشکول توڑنے کی باتیں کی جارہی ہیں لیکن اب غیر ملکی قرضے 12.5۔ارب روپے ڈالر ہیں۔ہمارے بجٹ کا46 فیصد قرضوں اور سود کی مد میں چلا جاتا ہے۔بیرونی قرضے 36.4 بلین روپے ڈالر سے بڑھ کر 38.1 بلین روپے ڈالر ہو چکے ہیں۔جنوبی کوریا میں بارہ سٹیل ملیں ہیں اور ہم سے ایک بھی نہیں سنبھالی جارہی۔ہمارے قرضے بڑھ رہے ہیں اور اثاثے کم ہو رہے ہیں۔ بیچو اور اڑاؤ والی پالیسی چل رہی ہے۔قوم کل کو پوچھے گی کہ 350۔ارب روپے ڈالر جو نجکاری سے حاصل ہوئے ہیں ان کو کہاں خرچ کیا گیا ہے۔جنرل مشرف صاحب حکومت اور ان کی اقتصادی ٹیم نے جو پالیسیاں بنائی ہیں ان میں طاقت ور گروہوں اور طبقوں کو مراعات دی گئی ہیں جو کہ ملک کی آبادی کے 10 فیصد لوگ ہیں اور باقی 90 فیصدی عوام پر بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔اسی وجہ سے غربت اور بے روزگاری بڑھی ہے۔جب حکومت خود ایک لٹر پٹرول پر -/25 روپے ٹیکس وصول کرے گی تو افراط زر اور مہنگائی کہاں سے کم ہو گی۔سٹیٹ بنک کی رپورٹیں حکومتی دعوؤں کی تردید کر رہی ہیں۔ 1999 میں افراز ر 6.2 فیصد تھا اور اب یہ بڑھ کر 8 فیصد ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر!تجارتی خسارہ 1.5۔ارب روپے ڈالر تھا پچھلے سال 6.2۔ارب روپے ڈالر تھا جو پاکستان کی تاریخ کا سب سے زیادہ خسارہ تھا۔اس سال 10۔ارب روپے ڈالر تک پہنچ رہا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ غیر ترقیاتی اور انتظامی مصارف پر کم از کم 30 فیصد کٹ لگایا جائے۔

جناب سپیکر!جس طرح مرکز میں بھی وزارتیں ہیں اور صوبے میں بھی وزارتیں ہیں۔ ان کو بھی کم کیا جا سکتا ہے اسی طرح ہمارے پنجاب میں ایک وزارت کے تحت تین تین وزیر کام کر رہے ہیں۔اس خرچ کو بھی کم کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح سادہ طرز زندگی اپنا کر وزیر اعلیٰ اور گورنر ہاؤس میں بھی سادگی کو رواج دیا جا سکتا ہے۔جتنی رقم گزشتہ سات سالوں میں حکومت نے وزیر اعلیٰ ہاؤس اور گورنر ہاؤس پر خرچ کی ہے۔اتنی پاکستان بننے سے لے کر آج تک کسی اور حکومت نے خرچ نہیں کی۔اس کا پھل عوام کو آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی کی شکل میں ملا ہے۔

جناب سپیکر!تنخواہوں میں اضافہ اچھی بات ہے لیکن صرف 15 فیصد اضافہ ہوا ہے اور مہنگائی سو فیصد بڑھی ہے۔اس سے تو بہت بہتر تھا کہ افراط زر میں کمی کی جاتی،جب تک افراط زر میں

کمی نہیں آتی اس وقت تک تنخواہیں بڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ایک تجویز یہ ہے کہ زکوٰۃ کے دس یا12۔ارب روپے سالانہ تقسیم کرنے کی بجائے سرمایہ کاری کر کے غریبوں کو مستقل روزگار دیا جاسکتا ہے اور خاص طور پر عورتوں کی فلاح و بہبود کے لئے یہ کام بہت فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر!سب سے زیادہ بجٹ لاء اینڈ آرڈر کے لئے رکھا گیا ہے اور اس کی حالت سب سے زیادہ خراب ہے۔آپ دیکھیں کہ لاہور میں دن دہاڑے چوریاں ہو رہی ہیں اور ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں۔آج کل لاہور میں تیس سے چالیس ڈاکے پڑ رہے ہیں اور عورتوں کے زیور سر راہ چلتے ہوئے اتروائے جا رہے ہیں اور پرس چھینے جا رہے ہیں۔خود میرا پرس بھی اسی طرح چھینا گیا ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کی یہ حالت ہے کہ اس پر جتنا خرچ کرتے جا رہے ہیں لیکن بہتری نہیں ہے۔

جناب سپیکر!ریسکیو کا کام حکومت نے بہت اچھا کیا ہے۔میں اس کی تعریف کرتی ہوں کہ یہ نہایت اچھا کام ہوا ہے لیکن اس شعبے پر بہت زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ان کی صرف تنخواہیں بڑھانے سے کام نہیں بنے گا ان کے لئے کوئی پالیسی بنانی چاہئے کہ یہ اس طرح کام کریں کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر ہو جائے۔شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔اب اپوزیشن کی طرف سے میرے پاس کوئی نام نہیں ہے۔اگر کوئی معزز رکن یا کوئی محترمہ بجٹ پر بات کرنا چاہتی ہیں تو وہ کر سکتی ہیں۔محترمہ روبینہ سلہری صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹیوٹا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔میں سب سے پہلے پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کو اپنا چوتھا بجٹ پیش کرنے پر اور کامیابی کا چوتھا سال گزارنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں اور یہ مسلسل ہمارا چوتھا بجٹ ہمارے سیاسی استحکام کی روشن دلیل ہے۔

جناب سپیکر!ہم صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے بھی مشکور ہیں کہ جن کی دور اندیش قیادت اور وزیر اعظم شوکت عزیز کی جان فشاں محنت کی وجہ سے آج اقتصادی استحکام اور ترقی کی نئی فضا قائم ہوئی ہے۔اس کے ساتھ ہی میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی، وزیر خزانہ جناب حسنین دریشک اور پوری کابینہ کو ایک بھرپور فاضل، غریب عوام دوست بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر!ہماری پنجاب حکومت کا ویژن2020 جس میں پنجاب حکومت نے امید ظاہر کی تھی کہ صوبہ پنجاب مکمل طور پر خواندہ، معاشی طور پر خوشحال، سماجی طور پر مضبوط اور ثقافتی

طور پر ایک مہذب معاشرہ بن کر ابھرے گا۔ میں آج فخر کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ ہماری یہ امید کامیابی سے اپنی منازل طے کرتے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ ہمارا پچھلے تین سال کا بجٹ اور آج چوتھا بجٹ واضح طور پر یہ ثابت کر رہا ہے کہ ہماری پنجاب حکومت کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ اس کا کسان معاشی ترقی کرے اور پست حالی سے باہر نکلے۔ اس کے لئے مسلسل تین سالوں سے اور اس بجٹ میں بھی کسانوں کو جو ریلیف دیا گیا ہے وہ آج سے پہلے کسی حکومت کے دور میں دیکھنے کو نہ ملا۔ ساڑھے بارہ ایکڑ زرعی اراضی پر زرعی ٹیکس کی چھوٹ، پانچ مرلہ کے مکان پر پراپرٹی ٹیکس پر چھوٹ اور غیر مالک مستحق کاشتکاروں میں زرعی اراضی کی مالکانہ تقسیم، زرعی اجناس کی قیمت خرید میں مسلسل اضافہ اور زرعی قرضوں کے مارک اپ میں کمی سے اور قرضہ جات کی آسان فراہمی کے جو اقدامات حکومت نے کئے ہیں۔ اس سے ہمارا کسان نہ صرف پست حالی سے باہر نکلا ہے بلکہ اسے مالی اور اقتصادی خوشحالی بھی نصیب ہوئی ہے۔ آج یہی وجہ ہے کہ ہمارا ہر کسان دعا گو ہے اور آئندہ بھی اس کی یہی خواہش ہے کہ یہی حکومت بر سر اقتدار آئے۔

جناب سپیکر! اس کامیابی کے لئے میں وزیر زراعت، وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ جنھوں نے کسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے بھرپور کام کئے۔ ہمارے پنجاب میں ایجوکیشن کا فقدان تھا، شرح خواندگی بہت کم تھی لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت پنجاب کے خواب ''پڑھا لکھا پنجاب'' میں شرح خواندگی کو بڑھانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور اس کے لئے وزیر تعلیم کی کوششوں کو بھی میں سراہوں گی جن کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے یہ خواب تکمیل تک پہنچا۔ آج ہمارے پنجاب کا ہر بچہ اور بچی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ ہماری حکومت پنجاب نے میٹرک تک تعلیم مفت کر کے غریب عوام کے بچوں کے لئے تعلیم کو آسان کر دیا ہے اور ان کے والدین پر بچوں کا مالی بوجھ کم کیا ہے۔ ان اقدامات کی وجہ سے آج ہر سرکاری پرائمری سکولوں میں 18 لاکھ طلباء و طالبات کا ریکارڈ اضافہ ہوا ہے۔ ملک میں بڑھتے ہوئے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد نے طلباء و طالبات کو تعلیم کے حصول میں آسانی دی ہے۔ اس لحاظ سے میں اس بجٹ کو ایجوکیشن کا بجٹ کہوں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر ہم ایجوکیشن کے ساتھ ساتھ صحت کو بھی دیکھیں تو اس میں بھی پنجاب حکومت نے بہت اہم اقدامات کئے ہیں اس لحاظ سے اگر ہم اس بجٹ کو صحت کا بجٹ کہیں تو یہ بالکل صحیح

ہوگا۔وزیراعلیٰ پنجاب کی ٹیم اور وزیر صحت کی دن رات کوششوں کی وجہ سے آج صحت کی سہولیات ہر آدمی تک پہنچی ہیں اور وہ لوگ جو بیماریوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے تھے اور میں نے خود دیکھا ہے کہ کئی غریب گھرانوں میں جب کوئی موذی مرض لاحق ہو جاتی ہے تو لوگ اس کے علاج کے لئے اپنے گھر تک بیچ دیتے تھے لیکن آج آپ دیکھیں کہ ہر ہسپتال میں ایمرجنسی فری ہے، تمام موذی امراض کا علاج کافی حد تک فری ہے یا سستا کر دیا گیا ہے۔ پنجاب حکومت نے کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹس قائم کئے ہیں اور اب کینسر جیسے موذی مرض کے علاج کے لئے ہسپتال بنایا جارہا ہے اس کی وجہ سے ایک غریب اور عام انسان کو بہت ریلیف ملا ہے اور ان کے اوپر ادویات اور علاج کا بوجھ کم ہوا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پنجاب حکومت اور خاص طور پر وزیر خزانہ کی توجہ دلانا چاہوں گی اور میری یہ خواہش ہوگی کہ وہ میری اس تجویز کو اپنے ضمنی بجٹ میں ضرور شامل کریں۔ جس طرح سے ہم نے موذی امراض کے علاج کو سستا کیا، کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹس قائم کئے، ایمبولینس کے نظام کو فری کیا، ریسکیو ایمبولینس سروس مہیا کی اور کینسر ہسپتال قائم کیا اسی طرح میں یہ چاہتی ہوں کہ لاہور جنرل ہسپتال میں انسٹیٹیوٹ آف نیورو سائنسز بھی قائم کیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

میری وزیر خزانہ سے دوبارہ درخواست ہے کہ اگر وہ میری اس تجویز کو نوٹ کر لیں اور اپنے ضمنی بجٹ میں اس کو ضرور شامل کریں تو میں اور اس پنجاب کے عوام ان کے بڑے مشکور ہوں گے۔ ملک میں بڑھتے ہوئے حادثات کی وجہ سے جب سڑکوں پر کوئی حادثہ ہو جاتا ہے یا کوئی بچہ چھت سے گر جاتا ہے اور اس کو ہیڈ انجری ہوتی ہے تو اس کے علاج کے لئے ہمارے پورے پنجاب میں کہیں بھی کوئی ایسا یونٹ قائم نہیں ہے جہاں پر ان کا صحیح اور بروقت علاج ہو سکے۔ایک تو brain کو ویسے ہی سائنس ابھی تک 20 فیصد سمجھ سکی ہے اور 80 فیصد ابھی تک اس پر ریسرچ ہی نہیں ہوئی۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جس میں تقریباً 90 فیصد اموات ہو جاتی ہیں اور 10 فیصد لوگوں کو دوبارہ زندگی ملتی ہے۔اس لئے میری خواہش ہے کہ انسٹی ٹیوٹ آف نیورو سائنسز کا قیام بہت ضروری ہے اس کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ ہیڈ انجری سے متاثرہ لوگوں کو بروقت طبی امداد مل سکے اور ان کا صحیح علاج ہو سکے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ جس طرح ہماری حکومت مختلف شعبہ جات میں کام کر

رہی ہے جیسے ایجوکیشن اور صحت کا سیکٹر ہے اسی طرح سے ہماری حکومت کی یہ خواہش ہے کہ وہ دن رات اپنی عوام کی خدمت کرے اور وہ اس کے لئے دن رات محنت کر بھی رہی ہے۔ ماضی میں نکاسی آب کا شعبہ ہمیشہ عدم توجہ کا شکار رہا اور اسی وجہ سے آج ہمارے جو پرانے تاریخی شہر ہیں وہاں پر جو پائپ لائینیں بچھی ہوئی ہیں ان کی حالت اتنی خستہ ہو چکی ہے کہ آج وہاں کے لوگوں کو گیسٹرو جیسی بیماری کا سامنا کرنا پڑا۔ پچھلے ادوار کی حکومتیں اگر اس پر توجہ دیتیں تو آج شاید ہم اس مرض سے بچ سکتے تھے لیکن ہماری پنجاب حکومت نے اس پر بھی توجہ دی اور جن شہروں میں از سر نو اس کا جال بچھایا جانا ضروری تھا اس کے لئے 5۔ارب روپے کا بجٹ مختص کیا ہے جس کے لئے عوام ان کی مشکور ہے۔

جناب سپیکر! اگر ہم اپنے اس بجٹ کو ٹیکس فری بجٹ کہیں تو یہ ہمارے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔ پنجاب کے عوام وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے عوام کے اوپر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا اور ایک ٹیکس فری بجٹ پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ملازمین اور پنشنر حضرات کی مراعات میں اضافہ کر کے انہوں نے پنجاب کے عوام کے دل جیت لئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس ایوان میں بیٹھے ہوئے تمام ممبرز بھی جانتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں کہ کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے سڑکیں اور صنعتیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں اور ہماری حکومت نے پچھلی حکومتوں کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے عوام کو روشن مستقبل دینے کی کوشش کی ہے اور حکومت کی یہ خواہش ہے کہ وہ عوام کو ایک روشن مستقبل دے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پنجاب حکومت کی کوششوں کی وجہ سے پنجاب میں غربت کی لائن میں 11 فیصد کمی ہوئی ہے۔ ہماری حکومت نے نہ صرف پنجاب میں سڑکوں کا جال بچھایا بلکہ صنعتی میدان میں بھی بے شمار اقدامات کئے۔ انڈسٹریل سٹیٹس قائم کیں اور اب جیسا کہ میری بہن نے بھی اپنی debate میں کہا کہ موٹروے گوجرانوالہ سے سیالکوٹ، گجرات اور پھر لاہور بنائی جا رہی ہے یہ جو triangle بنایا جا رہا ہے اس کے اوپر جرمنی کی مدد سے صنعتوں کا جال بچھانا اور پھر ریسرچ اور ٹیچنگ انسٹیٹیوٹس قائم کئے جا رہے ہیں اس سے ہماری صنعتوں کو بہت زیادہ ترقی اور فروغ ملے گا اور ملک کے اندر جب صنعتی ترقی ہو گی تو انشاء اللہ ہمارا ملک بھی ترقی کرے گا۔ اس کے لئے میں وزیر صنعت کو مبارکباد دیتی ہوں جن کی دن رات کی کوششوں کی وجہ سے ہماری صنعتی ترقی پستہ حالی سے باہر نکلی ہے۔ اس لحاظ سے اگر ہم اس کو صنعتی ترقی کا بجٹ کہیں تو یہ بجا ہو گا لیکن صنعتوں کی ترقی کے ساتھ ساتھ

میں آپ کے توسط سے یہ تجویز وزیر خزانہ کو ضرور دینا چاہوں گی کہ ہمارا T.E.V.T.A جس کا مطلب ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی ہے اس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جہاں پر صنعتی ترقی ضروری ہے وہاں پر ٹیکنیکل ایجوکیشن کو بھی ترقی دینا ضروری ہے۔ میری درخواست ہے کہ جس طرح دوسری تعلیم پر بھی ہم توجہ دے رہے ہیں اور ان کو وافر مقدار میں بجٹ دے رہے ہیں اسی طرح سے اگر ٹیکنیکل ایجوکیشن اور ووکیشنل ایجوکیشن کو بھی ہم بجٹ دیں تو ملک میں جو ہنر مند کاریگر اور ڈپلومہ انجینئرز ہیں ان سے صنعتوں کی کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ میں نے خود کئی شہروں کے دورے کئے اور میں صنعتکاروں سے ملی بھی ہوں تو انہوں نے کہا کہ ہمیں پڑھے لکھے ہنر مندوں کی سخت ضرورت ہے، ہمیں ڈپلومہ ایسوسی ایٹس انجینئرز کی ضرورت ہے، ہمیں ہنر مند افراد کی ضرورت ہے اور لاکھوں کی تعداد میں ہماری صنعتیں ان لوگوں کی منتظر ہیں کہ وہ ان کی صنعتوں میں آئیں اور کام کریں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بچوں کو خود ٹرینڈ کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے ہمیں بڑا وقت درکار ہوتا ہے۔ اگر پنجاب حکومت ٹیکنیکل ایجوکیشن کے لئے فنڈز مہیا کرے، ان کو سپیشل ووکیشنل فنڈز دیئے جائیں اور ہنر مند افراد کو تیار کیا جائے تو صنعتوں میں اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے میری پنجاب حکومت اور وزیر خزانہ سے درخواست ہے کہ وہ ضمنی بجٹ میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کے لئے بجٹ کا ضرور اعلان کریں تاکہ ملک میں بڑھتی ہوئی صنعتوں میں ہنر مند افراد کی کمی کو پورا کیا جا سکے اور لوگوں کو باعزت روزگار فراہم کیا جا سکے۔ اس سے ہم غربت کی لائن میں 50 فیصد تک کمی ضرور لا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! ابھی امن و امان کا ذکر ہو رہا تھا اور کہا گیا کہ پنجاب میں امن و امان کی صورتحال بڑی خراب ہے۔ جب میں ایم پی اے بنی تھی تو سب سے پہلے میرے گھر میں ڈکیتی ہوئی تھی اور اس وقت ڈکیتیوں کی یہ صورتحال تھی کہ تقریباً ہر دوسرے دن ڈکیتی ہوتی تھی اس وقت پنجاب حکومت کو برسر اقتدار آئے ہوئے ایک دو ماہ ہوئے تھے لیکن پنجاب حکومت نے مسلسل امن و امان اور پولیس کے لئے جو اقدامات کئے ہیں۔ آج میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ پنجاب میں 80 فیصد امن کی صورتحال بہتر ہوئی ہے۔ ڈکیتیوں میں کمی ہوئی ہے اگر کہیں پر کوئی چھوٹا موٹا واقعہ ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ پنجاب میں امن و امان کی صورتحال خراب ہے۔ مسائل کبھی بھی سو فیصد حل نہیں ہوتے ان کو مسلسل محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح پنجاب حکومت پولیس کے لئے اقدامات کر رہی ہے مجھے یقین ہے کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا

کہ امن امان کی صورتحال سو فیصد بہتر ہو جائے گی۔ ہمارے اپوزیشن کے دوست بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ پٹرولنگ پوسٹوں کے قیام سے کافی حد تک امن و امان بحال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ پراسیکیوشن سروس کا قیام، جیل خانہ جات کے شعبہ جات میں جو نمایاں اقدامات کئے گئے ہیں اس سے صوبے کے لوگوں میں تحفظ کا احساس ملا ہے اور ان کو چین کی نیند نصیب ہوئی ہے۔ اس کے لئے میں وزیر اعلیٰ اور وزیر قانون کی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی دن رات کوششوں کی وجہ سے صوبہ کے عوام کو تحفظ اور سکون کی نیند میسر کی ہے۔

جناب سپیکر! گو کہ ہمارا بجٹ ٹیکس فری بجٹ، غریب عوام دوست بجٹ ہے اور یہ ایسا بجٹ ہے کہ اگر ہم اس کے فوائد لوگوں تک پہنچانا شروع کریں تو شاید اس کے لئے مجھے ایک دن اور ایک رات درکار ہوں گے لیکن میں چند اہم چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کروں گی۔ میں نے ریڈیو اور ٹی وی پر کافی پروگرام کئے ہیں وہاں پر اپوزیشن والوں نے میرے ساتھ بیٹھے ہوئے یہ تسلیم کیا ہے کہ پنجاب حکومت کا یہ بجٹ بہت مثبت بجٹ ہے اور پنجاب میں پہلی دفعہ ایسا بجٹ پیش ہوا ہے اور ہم اس بجٹ کو تسلیم کرتے ہیں لیکن چونکہ ہم اپوزیشن میں ہیں اس لئے تھوڑی بہت تنقید کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ بجٹ تمام لوگوں کا بجٹ ہے، غریب عوام دوست بجٹ ہے، تعلیم، صحت، صنعت، امن وامان کا بجٹ ہے، ملازمین کی ترقی و بحالی کا بجٹ ہے اور ملکی استحکام و ترقی کا بجٹ ہے۔ پاکستان زندہ باد

جناب سپیکر: شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! محترمہ نے یہاں پر کہا ہے کہ جب یہ ممبر بنی تھیں تو سب سے پہلے ان کے گھر میں ڈکیتی ہوئی تھی۔ راجا صاحب کو تو پولیس نے نئی گاڑی دے دی تھی۔ محترمہ صرف یہ بتادیں کہ کیا ان کی جو ڈکیتی ہوئی تھی اس کا مال برآمد ہو گیا تھا تاکہ ہم ان کو مبارکباد دے سکیں کہ ان کے ڈکیتی کے ملزم مل گئے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹیوٹا: جناب سپیکر! جب میرے یہاں ڈکیتی ہوئی تھی تو پولیس پہلے کے بگڑے ہوئے نظام کے تحت چل رہی تھی اسی کی وجہ سے میرے گھر میں ڈکیتی ہوئی تھی لیکن

پنجاب حکومت نے جب پولیس پر توجہ دی اور پولیس کے اعمال کو صحیح کیا۔ میں ان کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میری ڈکیتی کی برآمدگی ہو گئی تھی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ فیصل حیات جبوانہ!۔۔۔وہ تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ نگہت سلیم صاحبہ!

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں ٹریژری بنچز سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج ان کی طرف سے صرف خواتین ممبروں نے ہی تقریر کرنی ہے کوئی مرد تقریر کرنے کے لئے تیار نہیں ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ نگہت سلیم صاحبہ!

محترمہ نگہت سلیم: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے بجٹ 07-2006 پر بات کرنے کا موقع دیا۔ مسلم لیگی حکومت مبارکباد کی مستحق ہے کہ 25 سال میں یہ پہلی حکومت ہے کہ جس نے اپنا چوتھا ٹیکس فری بجٹ پیش کیا جو کہ عوامی امنگوں آرزوؤں اور توقعات کا بجٹ نظر آتا ہے۔

جناب والا! صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں نہ صرف ملک کو استحکام نصیب ہوا ہے بلکہ پاکستان معاشی ترقی کی طرف گامزن ہوا ہے۔ وزیراعظم شوکت عزیز کی محنت کے باعث ملک میں ترقی کی نئی فضا قائم ہوئی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں صرف آپ کی رولنگ چاہوں گی کہ کیا ہاؤس میں لکھی ہوئی تقریر پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: وہ نوٹس دیکھ رہی ہیں لکھی ہوئی تقریر نہیں پڑھ رہیں۔ نوٹس تو سب دیکھتے ہیں۔ جی محترمہ نگہت سلیم صاحبہ!

محترمہ نگہت سلیم: جناب سپیکر! وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی اور ان کی کابینہ مبارکباد کی مستحق ہے کہ جنہوں نے ٹیکس فری بجٹ پیش کیا اور اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے عوام دوست اور کسان دوست بجٹ پیش کیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی کارکردگی کو نہ صرف پاکستان کے معاشی ماہرین سراہتے ہیں بلکہ عالمی ادارے بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ

غیر ملکی نشریاتی ادارے سی این این نے اپنی رپورٹ میں پنجاب کو ایک ترقیاتی ماڈل کے طور پر پیش کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی دستیاب وسائل کے اندر رہتے ہوئے خواب دیکھنے کا حوصلہ کر لیتے ہیں اور ان کی تعبیر بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جناب سپیکر!2000-1999 میں جب بجٹ پیش کیا گیا تھا تو اس کا ریونیو حجم 93۔ارب روپے تھا جو کہ تمام کا تمام تنخواہوں اور جاری اخراجات پر خرچ کیا گیا۔بجٹ میں ترقیاتی اخراجات کے لئے ایک روپیہ بھی نہیں بچا تھا چند ضروری منصوبوں کے لئے 13۔ارب روپے مہیا کئے گئے لیکن یہ اندرونی اور بیرونی قرضوں کی صورت میں تھے اس وقت سالانہ فی کس 169 روپے ترقیاتی کاموں پر خرچ ہوئے۔اب ریونیو بجٹ 274۔ارب روپے رکھا گیا جس میں سے ایک 100۔ارب روپے ترقیاتی اخراجات پر خرچ کئے جائیں گے اس حساب سے آئندہ مالی سال میں فی کس سالانہ ترقیاتی اخراجات -/1152 روپے ہو جائیں گے جو کہ سابق وزرائے اعلیٰ کے ادوار کے مقابلہ میں 582 فیصد زیادہ ہیں۔

جناب سپیکر!بجٹ میں سب سے اہم شعبہ تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دی گئی۔وزیر اعلیٰ کی ویژن2020 میں پنجاب میں سو فیصد خواندگی کا حدف رکھا گیا ہے۔63 ہزار سرکاری سکولوں میں 25 ہزار سکیمیں مکمل کی گئیں جن پر 9۔ارب روپے خرچ کئے گئے، مفت کتابیں، ماہانہ وظائف، کمپیوٹر ٹیچر ٹریننگ، سائنس کی لیبارٹریاں بھی قائم کی گئیں۔وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر تعلیم کی وابستگی کی وجہ سے 44 فیصد enrollment میں اضافہ ہوا۔

جناب سپیکر!بجٹ میں دوسری اہم ترجیح صحت کو دی گئی۔اس میں ہر یونین کونسل کی سطح پر ایک ہیلتھ یونٹ قائم کیا جائے گا۔جس میں ابتدائی علاج معالجے کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ملتان اور فیصل آباد میں کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹس قائم کئے گئے اور اس کے علاوہ دیہی علاقوں میں کام کرنے والے ڈاکٹرز کو زیادہ مراعات دی گئیں۔ان کی تنخواہ 25 ہزار روپے مقرر کی گئی اور اس کے علاوہ جب وہ پبلک سروس کمشن کا امتحان دیتے ہیں تو ان کو 25 نمبر دیئے جاتے ہیں جو کہ ان کے لئے بہتر اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔

جناب والا!فیصل آباد میں پینے کے ناقص پانی کی وجہ سے صوبے میں جو وباء پھیلی اس سے عوام کو پتا چلا کہ ہمارے شہروں میں پینے کے پانی کا نظام فرسودہ ہو چکا ہے اور جب تک اس کو

بہتر نہیں بنایا جائے گا ہیپٹ کی بیماریوں پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ حالیہ بجٹ میں اس کے لئے تین سالہ منصوبہ بنایا گیا ہے اور اس کے تحت پورے پنجاب میں صاف پانی فراہم کیا جائے گا اور اس منصوبہ کے لئے 45۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ سی این جی رکشاؤں کے بارے میں جو سکیم لاہور میں شروع کی گئی فیصل آباد، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور راولپنڈی میں بھی اس کا اجراء کیا جائے گا اور 30ہزار روپے مالکانہ حقوق پر اور بنک کے قرضے فراہم کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر! گزشتہ دو سالوں کے دوران 35لاکھ نئی اسامیاں پیدا کی گئیں جس میں 60فیصد ایگریکلچر میں 20فیصد سرکاری محکموں میں، 14فیصد صنعت میں6فیصد تعمیرات سے منسلک ہوں گی۔ 2001 سے 2005 کے عرصہ میں 11 فیصد غربت میں کمی آئی ہے 70لاکھ افراد خط غربت سے اوپر آ گئے ہیں۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو کافی سنجیدگی سے لیا گیا۔ اس ضمن میں تھانہ کلچر، مویشی چوری اور پولیس کی اجارہ داری پر غور کیا گیا۔ ٹریفک کا مسئلہ حل کرنے کے لئے پانچ بڑے شہروں میں پٹرولنگ پوسٹیں قائم کی گئیں۔ جیل خانہ جات میں بچوں اور خواتین کو میڈیکل سہولیات فراہم کی گئیں۔

جناب سپیکر! 07-2006 میں مقامی حکومتوں کو 112۔ارب روپے فراہم کئے گئے اس سے گراس روٹ لیول تک لوگوں کے مسائل حل ہوں گے اور ملک ترقی کی طرف گامزن ہو گا۔ مہنگائی کے پیش نظر موجودہ بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس عائد نہیں کیا گیا اور نہ ہی ٹیکس میں کوئی ردوبدل کیا گیا۔ حکومت پنجاب کی طرف سے پیش کئے جانے والے بجٹ کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ صوبائی حکومت نے وزیر اعلیٰ کی قیادت میں عوامی بہبود سے متعلق ہر شعبے کو فعال اور متحرک بنانے کی کوشش میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

جناب سپیکر! مجموعی طور پر وسائل اور ذرائع آمدنی علاوہ ازیں ریونیو میں اس قدر ہی متوازن بجٹ ترتیب دیا جا سکتا ہے تاہم نیت کا نیک ہونا بہت سے منصوبوں کو لے کر چلتا ہے۔ حکمرانوں سے اچھی توقعات بہت احسن ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "تم جیسے ہو گے تم پر ویسے ہی حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے۔" لہذا اچھی امید کے لئے ہر شعبہ ہائے زندگی کے فرد کو پوری دیانتداری سے اپنا فرض پورا کرنا ہو گا۔ خوشحالی دو ہاتھوں کی تالی ہے۔ اگر ترقی ہو رہی ہے، قیمتیں نیچے آ رہی ہیں تو تسلیم کرنا چاہئے محض تنقید نہیں کرنی چاہئے۔ تعمیری سوچ نئے در کھول دیتی ہے۔

جناب سپیکر!میں یہ بات دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے دور میں موجودہ صوبائی حکومت کے دور میں جتنی ریکارڈ ڈویلپمنٹ ہوئی ہے اور پنجاب اسمبلی میں قانون سازی ہوئی ہے کسی بھی دور میں اتنی ریکارڈ توڑ قانون سازی اور ڈویلپمنٹ نہیں ہوئی۔

جناب والا!میں آخر میں پھر وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ اور ان کی کابینہ کو عوام دوست،کسان دوست، ٹیکس فری اور اپوزیشن دوست بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر:جناب سعود حسن ڈار صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔اب کسی معزز رکن کی طرف سے میرے پاس کوئی نام نہیں ہے جو بجٹ پر تقریر کرنا چاہتا ہو۔لہذا میری گزارش ہے کہ اس معزز ایوان میں اگر کوئی معزز رکن خواہ اس کا تعلق اپوزیشن سے ہے یا حکومت کی طرف سے ہے اگر وہ بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہے تو وہ کر سکتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان:جناب سپیکر!اس مرحلے پر جب آپ نے یہ بات دو تین مرتبہ دہرائی ہے اور اس بات سے یہ impression سامنے آ رہا ہے اور اس میں کوئی دوسری بات نہیں ہے کہ شاید اس معزز ہاؤس کے اراکین کی بجٹ میں دلچسپی مناسب حد تک نہیں ہے تو اسی مرحلے میں،میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کر دوں کہ اس ہاؤس میں اپوزیشن کی طرف سے متعدد بار اس بات کا مطالبہ کیا گیا کہ بجٹ میں ممبران کی دلچسپی اسی وقت ہو گی جب اس process میں آپ ان کو شامل کریں گے۔آپ اگر اس process کو بیوروکریٹ کے ذریعے مکمل کر کے ایک پورا بستہ بنا کر ان کے سامنے رکھ دیں گے جس کو پڑھنے اور go through کرنے کے لئے چار دن بھی کم ہیں تو اس کے کوئی اچھے نتائج نہیں نکلیں گے۔میں یہ بات on record کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے متعدد بار اس بات کی یاد دہانی کرانے کے،آپ کو بھی میں نے ایک letter لکھا تھا اور آپ نے یہ جواب دیا تھا کہ میں نہیں بلا سکتا۔حکومت نے جو 10 روز کا پری بجٹ سیشن بلانے اور سب سے تجاویز لینے کا جو وعدہ کیا تھا۔اس مرتبہ وہ اس کوشش میں ناکام رہی ہے۔

جناب سپیکر:شکریہ۔رانا صاحب!آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔اب اجلاس مورخہ 19۔جون

2006 بروز سوموار تین بجے سہ پہر تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

563

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،19۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 07-2006 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

565

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

سوموار،19۔جون2006

(یوم الاثنین،22۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 38 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِىۡ
هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِيۡنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾
قُلۡ اِنَّمَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ‌ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾
فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ عَلٰى سَوَآءٍ‌ؕ وَاِنۡ اَدۡرِىۡۤ اَقَرِيۡبٌ اَمۡ بَعِيۡدٌ
مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾
وَاِنۡ اَدۡرِىۡ لَعَلَّهٗ فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ
رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَـقِّ‌ؕ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

سُوۡرَةُ الأنبيَاءِ آیات105تا112

اور ہم نے نصیحت (کی کتاب یعنی تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گےo عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) تبلیغ ہےo اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہےo کہہ دو کہ مجھ پر (خدا کی طرف سے) یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود خدائے واحد ہے۔ تو تم کو چاہئے کہ فرمانبردار بن جاؤo اگر یہ لوگ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ میں نے تم سب کو یکساں (احکام الٰہی سے) آگاہ کر دیا ہے۔ اور مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ (عن) قریب (آنے والی) ہے یا (اس کا وقت) دور ہےo اور جو بات پکار کر کی جائے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اس سے بھی واقف ہےo اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے آزمائش ہو اور ایک مدت تک (تم اس سے) فائدہ (اٹھاتے رہو)o پیغمبر نے کہا کہ اے میرے پروردگار حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔ اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہےo

وماعلینا الا البلاغo

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

پوائنٹ آف آرڈر
صحافی کے قتل پر قرارداد مذمت لانے کا مطالبہ

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ہمارے صحافی بھائی حیات اللہ خان کا قتل ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک مشترکہ قرارداد کے ذریعے اس کو condemn کریں کہ صحافت ہمارے سسٹم میں سب سے اہم piller ہے اور صحافیوں کے ساتھ اس طرح کی قتل و غارت شروع ہو گئی ہے تو میں راجہ بشارت صاحب سے درخواست کروں گا کہ ہم اس کو مشترکہ طور پر condemn کریں اور اس پر ایک Resolution لائیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں اور جو بھی آپ decide کریں گے وہ کر لیں گے۔ ویسے تو اس کی جوڈیشل انکوائری وزیراعظم صاحب نے۔۔۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! اس کو condemn کرنے میں تو کوئی problem نہیں ہے کیونکہ یہ صحافیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر طے کر لیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے عہدیداران کے قتل کا نوٹس لینے کا مطالبہ

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب سے بات نہیں ہو سکی تو میں ان کے علم میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی ڈسکہ کے سٹی صدر رانا انعام اور وہاں پر ہمارے ایڈیشنل سیکرٹری ملک صاحب کو پرسوں قتل کر دیا گیا اور ابھی تک اس پر کوئی پیشرفت نہیں ہوئی ہے۔ یہ ٹارگٹ کلنگ ہے تو میں اس بارے میں راجہ صاحب سے چاہوں گا کہ وہ خصوصی طور پر دلچسپی لیں تاکہ اس ٹارگٹ کلنگ کا نوٹس لیا جائے۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔اب ہم تحاریک استحقاقtake up کرتے ہیں۔یہ پہلی تحریک استحقاق نمبر3 مہر اشتیاق احمد صاحب کی ہے جو کہ 7۔مارچ 2006 کوmoveہو چکی ہے اور آج کے لئے pendingہوئی تھی اور لاء منسٹر صاحب نے اس کا جواب دینا ہے۔جی،لاء منسٹر صاحب!

ڈائریکٹر(Maint)M-2 نیشنل ہائی وے کی جانب سے جاری کردہ مراسلہ میں معزز رکن اسمبلی پر الزام تراشی

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! معزز رکن نے جب یہ تحریک استحقاق دی تھی تو میں نے اس بارے میں یہ گزارش کی تھی کہ NHA کی طرف سے اس وقت موصول ہونے والے جواب میں یہ کہا گیا تھا کہ متعلقہ آفیسر کو معطل کر کے اوایس ڈی بنا دیا گیا ہے اور اس کے بعد انہوں نے یہ ہمیں کہا تھا کہ ہم اس کے خلاف انکوائری بھی کر رہے ہیں۔آج سے پہلے جب یہ تحریک استحقاق ایوان میں آئی تو میں نے اسےpending کرنے کے لئےrequest اس بنیاد پر کی تھی کہ NHA سے دوبارہ پوچھ لیا جائے کہ جو انکوائری ہو رہی ہے اس کےoutcomes کیا ہیں تو NHA نے ابھی جو رپورٹ بھیجی ہے تو ان کے مطابق متعلقہ آفیسر کے خلاف انکوائری کی گئی ہے اور وہ گنہگار ثابت ہوا ہے اور وہ till to date معطل ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف انضباطی کارروائی بھی ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ معزز رکن اور کیا چاہیں گے کہ تقریباً دو ماہ پہلے کی بات ہے اور وہ آج تک OSD ہے اور اس کو کوئیposting نہیں دی گئی ہے۔اس لئے میں معزز رکن سے درخواست کروں گا کہ alreadyاس کو سزا مل چکی ہے تو یہ مہربانی فرما کر تحریک استحقاق کوpress نہ فرمائیں کیونکہ ہم اسے پہلے سے ہی سزا دے چکے ہیں۔

جناب سپیکر: مہر اشتیاق احمد صاحب!

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! میں محترم راجہ صاحب سے پوچھوں گا کہ جس آفیسر کو انہوں نے معطل کیا ہے اس کا نام کیا ہے؟

جناب سپیکر: مہر صاحب! ادھر جو نام آپ نے لکھا ہوا ہے وہی ہو گا۔

مہر اشتیاق احمد: نہیں جناب سپیکر!انہوں نے کسی چھوٹے آفیسر کو معطل کر دیا ہے۔ جس نے مجھے یہ لیٹر issue کیا ہے اسے تو کیا ہی کچھ نہیں اور اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں لیٹر پڑھ کر پورے ہاؤس میں سنا دوں کہ اس کی کتنی جرأت ہے کہ by name اس نے مجھے یہ لیٹر لکھا ہے اور اس کے بعد جب میں نے فون پر اس سے بات کی تو اس کے باوجود اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں محترم راجہ صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون سا آفیسر ہے جس کو انہوں نے معطل کیا ہے کیونکہ وہ تو بدستور وہاں پر ہیں۔

جناب سپیکر: جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!اسسٹنٹ ڈائریکٹر مجید کے متعلق بات کی تھی۔ میں بھی اسسٹنٹ ڈائریکٹر مجید کی بات کر رہا ہوں۔

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! جس نے یہ مجھے لیٹر لکھا ہے وہ شوکت حیات صاحب ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے ڈائریکٹر لکھا ہوا ہے اور لاء منسٹر صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی بات کر رہے ہیں۔

مہر اشتیاق احمد: نہیں جناب سپیکر!اسسٹنٹ ڈائریکٹر نے کہا تھا ان کے کہنے پر یہ جو مجھے لیٹر لکھا ہے وہ تو شوکت حیات صاحب نے اور جن کے ساتھ میری بات ہوئی وہ ڈائریکٹر صاحب ہیں۔یہی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کو تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ لیٹر پڑھ کر سنا دوں۔آپ مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔تشریف رکھیں۔جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جو جواب ان کی طرف سے ہمیں موصول ہوا ہے وہ میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

The charges made against Mr. Mehar Ishtiaq Ahmad MPA were not true.

جناب سپیکر: راجہ صاحب!ان کا کہنا ہے کہ جس آدمی کو سزا دی گئی ہے۔ان کی Motion تو کسی اور آدمی کے خلاف ہے۔ ٹھیک ہے یہ کمیٹی کو بھیج دیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: ٹھیک ہے۔جناب! بھیج دیں۔

جناب سپیکر: یہ Motion میں in order قرار دیتا ہوں اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 17 جو کہ سید احسان اللہ وقاص صاحب اور چودھری اصغر علی گجر صاحب کی ہے۔ جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص :جناب سپیکر!آپ اس کو pending فرما لیں میں تحریک استحقاق نمبر 18 پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!17 کو pending کر لیں؟

سید احسان اللہ وقاص: جی، جناب! مہربانی فرما کر اس کو کل تک pending کر دیں۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر 17 کو 24۔جون تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 18 سید احسان اللہ وقاص صاحب کی ہے۔

آئین کی دفعات 160(5) اور 160(6) کے تحت
نیشنل فنانس کمیشن کی سفارشات کا اسمبلی میں پیش نہ کیا جانا

SYED EHSAN ULLAH WAQAS: I raise a question of privilege involving breach of privilege of this august House. The question is that under Article 160(5) the recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies. Accordingly neither the sixth award nor the seventh award formally notified by the President under Article 160(6), confirming the modified distribution formula between the Federal Government and the Provinces through the promulgation of the Distribution of Revenues and Grants-in-Aid (Amendment) Ordinance 2006 has been laid before the Assembly. If the award is not presented before the Assembly, it would not be possible for the Government to prepare and

present the Punjab Budget 2006-07 before the Assembly. By violating the provisions of the Constitution, the privilege of this august House has been infringed. Therefore, this privilege motion may be referred to the Privilege Committee for report.

جناب والا! میں اس میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ پرسوں بھی میں نے اس پر پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی تھی اور اس کے جواب میں محترم لاء منسٹر نے یہ فرمایا تھا کہ یہ ابھی ایوارڈ نہیں ہوا ابھی صرف اس کا ایک Presidential Order جاری ہوا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سلمان شاہ جو وفاقی مشیر خزانہ ہیں ان کا کل ڈان اخبار میں بالکل دوٹوک بیان تھا کہ Award is finally changed by consensus only چھٹا ایوارڈ 2002 میں ختم ہو گیا تھا اب ساتواں ایوارڈ Distribution of Revenues and Grants-in-Aid (Amendment) Ordinance 2006 کے تحت lay ہو چکا ہے۔ ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ایوارڈ صدر کی طرف سے اس آرڈ نینس کے تحت پیش کر دیا گیا ہے اور پنجاب اسمبلی میں یہ ایوارڈ پیش نہیں کیا گیا بجٹ بنا لیا گیا اور بجٹ میں دس جگہوں پر اس ایوارڈ کے حوالے موجود ہیں لیکن اس ایوان کو شاید اس قابل نہیں سمجھا گیا اور ایوارڈ کو پیش نہ کر کے آئین کی خلاف ورزی کی گئی۔ بد قسمتی یہ ہے کہ یہ مالیاتی ایوارڈ کے آرڈ ینس ہو جانے کے باوجود عدم اعتماد کی یہ صورت ہے کہ کچھ دن پہلے صوبہ سندھ کے وزیر خزانہ نے اس پر ٹوٹل عدم اعتماد کا اظہار کیا اور کل صوبہ سرحد کے وزیر خزانہ کی طرف سے بھی یہ کہا گیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب ایوارڈ پیش ہو گا اس پر discussion رکھی جائے۔ جو مختلف صوبائی حقوق آئین کے اندر موجود تھے بجائے اس کے کہ صوبوں کو مزید مالیاتی طور پر مستحکم کیا جائے وہ آہستہ آہستہ بہت سارے حقوق وفاق نے چھین لئے ہیں میں اس میں ہائر ایجوکیشن کمیشن کی مثال دیتا ہوں۔ تمام یونیورسٹیاں جو پنجاب حکومت کے ماتحت ہیں ان کے تمام فنڈز وفاق نے چھین لئے ہیں اور وہ سارے اختیارات وفاقی حکومت اپنے پاس لے گئی ہے ہمارے وزیر تعلیم صاحب کو ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی اس کارروائی کے حوالے سے اس بارے میں جس طرح سٹینڈ لینا چاہئے تھا مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے اس پر کتنا سٹینڈ لیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایوارڈ ہر صورت انہیں بجٹ سے پہلے پیش کرنا چاہئے تھا اور انہوں نے وہ پیش نہ کر کے پورے ہاؤس کا استحقاق مجروح کیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر!سب سے پہلے میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کوrecommendationکیdefinitionبتانا چاہوں گا۔ جب فنانس کمیشن تشکیل دیا گیا اس میں Constitution یہ کہتا ہے کہ پانچstakeholders جس میں چاروں صوبائی حکومتیں اور وفاقی حکومت شامل ہے اگر کسیconsensus پر پہنچیں گی تو وہconsensusایکrecommendation کی شکل اختیار کرے گا وہrecommendationصدر مملکت کی خدمت میں پیش کی جائیں گی اور پھر وہ اس ایوارڈ کو جاری کریں گے۔ اب میں ٹیکسٹ پڑھ رہا ہوں اسی Privilege Motionسے جوابھیhonourableاحسان اللہ وقاص صاحب نے پڑھا ہے۔یہ آرٹیکل160کی کلازنمبر5ہے it read.

> "The recommendations of the National Finance Commision, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies.

جناب والا!اب جسPresidential Orderکاذکر میں نے پرسوںBudget discussion کے دوران کیا تھااس کے دوپیرا گرافس ہیں جو میں پڑھ رہا ہوں۔

> "And whereas, the Commission could not submit its recommendations with regard to the said distribution and the matter being of urgent and national importance, cannot be further delayed. Presidential Order."

یہ کہہ رہا ہے کہ کمیشن میں کسی قسم کیrecommendationنہیں ہوئی۔اس سے اگلے پیرا گراف کی لائین ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ:

> "And whereas, it is expedient further to amend the Distribution of Revenues and Grants-in-Aid Order 1997 for the purposes, hereinafter appearing."

تو جناب والا! جو existing award ہے اس کے اندر amendments کی گئی ہیں۔ کمیشن نے کسی سم کا consensus نہیں کیا اگر وہ consensus کرتا تو recommendations بنتیں، recommendations پر President صاحب ایوارڈ کو تشکیل دیتے اور وہ پھر آرٹیکل 161 کے کلاز۔5 کے تحت حکومت پر binding تھا۔ اس میں کوئی وقت mention نہیں ہے۔ وہ binding تھا کہ وہ پیش کیا جاتا اس معزز ایوان کے سامنے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی ضرور گزارش کرنا چاہوں گا کہ انشاء اللہ جب میں wind up کروں گا تو میں زیادہ تفصیل سے اور پوری detail میں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ احسان ہے جس طرح کل رانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ میں اعتماد سے اور بہانگ دہل کہہ رہا ہوں تو آج بھی میں پُر اعتماد ہوں اور بہانگ دہل repeat کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو پورا نہیں کیا بلکہ ان کی کچھ ایسی بھی بلکہ ہماری اپوزیشن کی کچھ ایسی بھی پارٹیز ہیں جو یہاں پر population کو agitate کر رہی ہیں اور باقی صوبوں میں مختلف باتیں کر رہی ہیں۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اس میں صورتحال یہ ہے کہ واقعی آج میں اور رانا صاحب کہہ رہے تھے کہ آج حکومت تیاری کر کے آئی ہے۔ پرسوں راجہ صاحب نے ہی ان کو بچا لیا تھا ورنہ ان کی بچنے والی صورتحال نہیں تھی۔ جو نیشنل فنانس ایوارڈ ہے وہ تو announce ہوا ہی نہیں ہے اس لئے کہ صوبے اس پر متفق نہیں ہیں اگر صوبے متفق ہوتے تو وہ ایوارڈ announce ہو جانا تھا اور پیش ہو جانا تھا۔ اب چونکہ صدر نے ایوارڈ announce نہیں کیا تو صدر نے ایک آرڈیننس جاری کر دیا۔ اصولی طور پر یہ آرٹیکل 160 اور اس کا کلاز 5 یہ کہتا ہے کہ جب کوئی بھی صورتحال ہو تو اس کو دونوں ایوانوں میں اور جو صوبے ہیں وہاں پیش کر دیں۔ ان کو یہ بھی پیش کرنا چاہئے تھا انہوں نے وہ بھی نہیں کیا۔

جناب سپیکر! اس حکومت کو پانچ سال ہو گئے ہیں پنجاب حکومت نے اپنا موقف بلکہ موقف نہیں انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ کر صدر صاحب کو دے دیئے اور سارے صوبوں نے بقول ان کے کہ صوبہ سرحد نے اور صوبہ بلوچستان کے سوائے سندھ کے کہ اس نے یہ کہا کہ ہم ریونیو کی بنیاد پر ایوارڈ وصول کریں گے۔

میری گزارش یہ ہے کہ یہ کیسی حکومت ہے جو اپنے سر پر کس بات کا سہرا لے رہی ہے نیشنل ایوارڈ کمیشن announce ہی نہیں ہوا۔اس پر اتنا بڑا آئینی بحران پیدا ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ یہ اس کو نہیں کر سکے۔ بہر حال میں داد دوں گا راجہ بشارت صاحب کو کہ ماشاء اللہ یہ ذہین بھی ہیں فتین بھی ہیں اور میں نے ان کو خطاب دیا تھا افلاطون کا تو یہ میں نے بالکل درست خطاب دیا تھا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ صوبائی وزیر خزانہ اس ایوارڈ کے متعلق مختلف explanation دے رہے ہیں economic affairs کے فیڈرل ایڈوائزر ہیں ان کی بالکل مختلف explanation ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! وہ تو آپ نے اخبار میں پڑھا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اخبار میں جو کچھ چھپتا ہے وہ کیا ایسے ہی چھاپ دیتے ہیں۔ ایک تحریر فنانس کے حوالے سے ہے کوئی چوری ڈکیتی کی خبر کے حوالے سے نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، اخبار کے حوالے سے اور بات ہے یہاں وزیر خزانہ کا کہنا اور بات ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! Constitution کے اندر اس کی کوئی بات نہیں ہے یہ دو ٹوک بات ہے ڈاکٹر سلمان شاہ نے یہ کہا ہے کہ یہ ایوارڈ ہوا ہے Constitution کے اندر صدر کے پاس ایوارڈ میں amendment کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ نے جو کہا ہے وہ آپ نے سنا ہے؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری گزارش سن لیں یہ جو این ایف سی ایوارڈ ہے یہ 2002 کا اس میں صدر کے پاس اس کو amend کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے جب تک consensus نہ ہو جائے اب اگر consensus نہیں ہوا تو انہوں نے اس کا کیسے اعلان کیا ہے اب چونکہ یہ اختیار صدر کو دیا گیا تھا کہ وہ اس ایوارڈ کو issue کر دے۔اس پر انھوں نے یہ آرڈیننس جاری کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ چلیں ان کے موقف کو میں یہ کہہ دوں کہ ایوارڈ نہیں ہوا، انھوں نے دس دفعہ اس کا بجٹ کے اندر ریفرنس دیا ہے اور اس کو اسمبلی کے اندر پیش نہیں کیا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اس میں میری بات بھی آ جائے۔ پھر یہ اکٹھا اس کا جواب دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، میں نے فنانس منسٹر صاحب کو floor دیا ہے۔ میں آپ کو بعد میں سنتا ہوں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر!میں گزارش کرتا ہوں کہ احسان اللہ وقاص صاحب نے جو فرمایا ہے کہ پریذیڈنٹ صاحب اس میں amendment نہیں کر سکتے۔ میں آپ کی خدمت میں اور اس معزز ایوان کی خدمت میں آئین کے آرٹیکل 160 اور کلاز نمبر 6 کو پڑھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ ذرا دیکھ لیں۔ آئین کے آرٹیکل 160 کلاز نمبر 6 کو۔

MINISTER FOR FINANCE:

> Article 160(6):- At any time before an Order under clause 4 is made, the President may, by Order, make such amendments or modifications in the law relating to the distribution of revenues between the Federal Government and the Provincial Governments as he may deem necessary or expedient.

جناب سپیکر!اس میں یہ بالکل واضح ہے کہ اگر این ایف سی کمیشن کی recommendations نہ ہوں تو پریذیڈنٹ صاحب اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اس میں ترمیم کر سکتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ ٹھیک ہے؟

سید احسان اللہ وقاص: جی۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اس میں جو وضاحت اس وقت وزیر خزانہ فرما رہے ہیں یہ درست ہے اور اس سے ایک روز قبل جو لاء منسٹر صاحب نے فرمایا تھا وہ بھی درست تھا۔ دراصل بات ان کے اعتماد اور وہ جو بانگ دہل یہ فرما رہے ہیں، یہ جو انھوں نے تقریر کہیں سے لکھوائی ہے اس میں

دیکھیں انھوں نے کیا فرمایا ہے۔ وہاں سے بات confusion کا شکار ہوئی ہے ورنہ جو یہ وضاحت دے رہے ہیں یہ بات درست ہے لیکن انھوں نے اس تقریر میں فرمایا ہے کہ صدر پاکستان نے نئے این۔ایف۔سی ایوارڈ یہاں پر کوئی amendment نہیں ہے، ایوارڈ پر صدارتی فرمان جاری کر دیا ہے اور آگے فرمارہے ہیں کہ ہم محترم صدر پاکستان کی فہم و فراست کی داد دیتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف پنجاب کے موقف کو تسلیم کر لیا، یعنی adhoc, interim ہوا ہے ناں، یعنی پریذیڈنٹ نے ایڈہاک آرڈر کر کے، amendment کر کے معاملے کو وقتی طور پر resolve کیا ہے لیکن انھوں نے اس تقریر میں یہ کہا کہ ایوارڈ بھی جاری ہو گیا ہے، فرمان بھی جاری ہو گیا ہے اور ہمارا موقف بھی تسلیم ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محرک چونکہ مزید اپنی تحریک کو press نہیں کرنا چاہ رہے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔

ایس پی انوسٹی گیشن فیصل آباد کا معزز رکن اسمبلی کا فون سننے سے انکار

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق نمبر 22 محترمہ نور النساء ملک صاحبہ کی ہے۔ یہ پیش ہو چکی ہے اور آج کے لئے pending تھی۔ وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہ تحریک استحقاق کلی طور پر غلط فہمی کی بنیاد پر دی گئی ہے۔ میں نے اس دن ہاؤس میں یہ گزارش کی تھی کہ یہ چونکہ ایک ہماری معزز رکن نے پیش کی ہے اس لئے میں اس کو oppose نہیں کرتا لیکن اگر وہ مہربانی فرمائیں اور میرے ساتھ بیٹھ جائیں تو میں اس معاملے کو انشاء اللہ تعالیٰ حل کروانے کی کوشش کروں گا۔ اس میں پھر ہفتہ کے لئے وقت ڈیڑھ بجے کا طے ہوا تھا اور میں نے most probably جمعہ والے دن خود فون کر کے محترمہ سے گزارش کی کہ ہفتہ والے دن ڈیڑھ بجے میں نے متعلقہ پولیس افسر کو اپنے دفتر میں بلایا ہوا ہے۔ آپ بھی تشریف لائیں بلکہ یہاں پر اس دن محترمہ نے جو کچھ فرمایا اس کی تائید جناب ارشد محمود بگو صاحب نے بھی کی، میں نے ان سے بھی سیالکوٹ میں فون کر کے گزارش کی کہ آپ بھی تشریف لے آئیں۔ پھر میں، ارشد بگو صاحب اور متعلقہ افسر اس دن انتظار کرتے رہے لیکن محترمہ تشریف نہیں لائیں۔ اب بھی میری ان سے استدعا ہے کہ اگر وہ وقت نکالیں، میرے ساتھ بیٹھ جائیں میں ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں میرٹ پر بات نہیں کرنا

چاہتاکیونکہ میرا یہ فرض بنتاہے کہ محترمہ کی تسلی کرواؤں اور اگر ان کی تسلی نہیں ہوتی تو پھر وہ جو حکم دیں گی اس کی تعمیل ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ نورالنساء ملک: شکریہ۔جناب سپیکر!سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑرہاہے کہ لاء منسٹر صاحب بار بار اسی بات پر اصرار کرتے جارہے ہیں کہ شاید میری ایس۔پی صاحب سے بات نہیں ہوئی اور ان کے جو ریڈر ہیں انھوں نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ لاء منسٹر صاحب نے میری اس تحریک کو غور سے نہیں پڑھا۔ اس میں، میں نے واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ میری بات ایس پی انوسٹی گیشن سے بذات خود ہوئی ہے۔اس نے نہ صرف میرے ساتھ بدتمیزی کی بلکہ میرا فون سننے سے بھی انکار کیااور جو مدعی میری سفارش لے کر وہاں گیا تھااسے نہ صرف دفتر سے نکالا گیا بلکہ اس کے سامنے عورتوں کے بارے میں سخت غلط ریمارکس استعمال کئے گئے۔

جناب سپیکر!یہاں پر میرا تحریک پیش کرنے کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ یہاں پر میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔یہاں پر ساری اراکین اسمبلی جو اس ایوان میں بیٹھی ہیں یہ ان سب خواتین کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور لاء منسٹر صاحب نے جو ابھی کہا کہ میرا ٹائم ان کے ساتھ طے ہوا تھا کہ وہاں پر ارشد بگو صاحب اور میں تشریف لاؤں گی اور وہاں پر settlement ہو گی۔ میں نے ہی ان کو یہ کہا تھا کہ میں ارشد بگو صاحب سے بات کرتی ہوں اگر میری ان کے ساتھ کوئی settlement ہو جاتی یا میں آنا چاہوں گی تو میں ایک دن پہلے ان کو اطلاع کروں گی۔ان سے یہ پوچھا جائے کہ کیا میں نے ان کو فون کر کے کہا تھا کہ میں ڈیڑھ بجے آ رہی ہوں اور میری یہ settlement کروائی جائے۔یہاں پر میں یہ ہمیشہ سے دیکھتی آ رہی ہوں کہ ایک تو پولیس اراکین اسمبلی سے بدتمیزی کرتی ہے اور دوسرا راجہ صاحب ہمیشہ ان کو defend کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اراکین اسمبلی کو ہی جھوٹا گردانتے ہیں۔ یہ تو اراکین اسمبلی کا ڈبل استحقاق مجروح کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: بی بی!ایسا کرتے ہیں کہ آج کوئی ٹائم رکھ لیتے ہیں۔آپ بتادیں کہ کون سے ٹائم پر ایس۔پی کو بلالیا جائے؟

محترمہ نورالنساء ملک: جناب سپیکر!میں نے یہ تحریک ایوان میں پیش کی ہے اور مجھے یہیں پر اس

کا جواب چاہئے۔آپ مہربانی فرما کر اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔ وہاں پر سارے حقائق سامنے آجائیں گے کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے ؟

جناب سپیکر: جی،ارشد محمود بگو صاحب کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!اگر محترمہ نورالنساء صاحبہ اس پرagreeہوتی ہیں کہ یہ معاملہ ہاؤس میں ہی آنا ہے۔ان کو یہ تسلی ہونی چاہئے کہ جو بات بھی ہو گی،ایس۔پی کے یالاء منسٹر کے آفس میں ہو گی وہ بھی ہاؤس میں ہی آنی ہے۔یہ نہیں ہے کہ باہر بیٹھ کر کوئی مک مکا ہو جانا ہے،وہ نہیں ہونا۔ میرا خیال ہے کہ اگر یہ مناسب سمجھیں تو ان کو ایک موقع دے دینا چاہئے۔وہ آجائیں، میں بیٹھ جاؤں گا،راناآفتاب احمد خان بیٹھ جائیں گے،راناثناءاللہ خان بیٹھ جائیں گے۔ہم بیٹھ کر اس مسئلے کوsettleکر لیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔بی بی!ایس پی کو کب بلالیں ؟

محترمہ نورالنساء ملک: پرسوں بلالیں۔

جناب سپیکر: پرسوں کتنے بجے ؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!پرسوں اجلاس تو 11 بجے ہے۔اس کے لئے 10 بجے کا ٹائم رکھ لیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ پرسوں 10 بجے ان کو بلالیں۔اس کو پھر ابھیdispose ofکر دیں؟ محترمہ!چونکہ مزید اس پر بات نہیں کرنا چاہ رہیں لہذا تحریکdispose ofہوئی۔اگلی تحریک استحقاق ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی ہے۔یہmoveہو چکی ہے اور یہ بھی آج کے لئے pendingتھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں گزارش کروں گا کہ اس کو ابھیpendingفرما لیں۔ میں آج چنڑ صاحب سے بات کر لوں گا۔اس کا جواب میرے پاس آچکا ہے۔ میں ان سے بات کر لوں گا۔اس کوpendingکر لیں۔

جناب سپیکر: چنڑ صاحب!یہ24تاریخ تک کے لئےpendingکی جاتی ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق جناب مدثر قیوم ناہرہ صاحب کی ہے۔۔۔ان کیrequestآئی

ہے لہذا یہ بھی24تاریخ تک کے لئےpendingکی جاتی ہے۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 07-2006 پر بحث(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: اب ہم سالانہ بجٹ 07-2006 پر بحث شروع کرتے ہیں اور اب میں دعوت دیتا ہوں رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ یہ جو بجٹ موجودہ حکومت نے 07-2006 کا پیش کیا ہے اس میں انھوں نے آنے والے الیکشن کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک تو یہ انتہائی محنت کے ساتھ ایک سیاسی تقریر تیار کروائی ہے اور یہ بجٹ پر تقریر کم اور ان کا یعنی حکومتی پراپیگنڈہ زیادہ لگتا ہے۔ اس میں انھوں نے کہا ہے کہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت جو ہے اس کا سر آج فخر سے بلند ہو گیا ہے۔ انھوں نے اس میں تین دعوے کئے ہیں۔ ایک تو انھوں نے یہ کہا ہے کہ اس بجٹ کا حجم جو ہے وہ بہت بڑا ہے اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ ریکارڈ بجٹ ہے اور اس کا حجم اتنا بڑا ہے کہ اس سے ہر طرف ہریالی اور خوشحالی آ جائے گی۔ دوسرا اس میں انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ترقیاتی بجٹ بہت زیادہ ہے، وہ ریکارڈ ہے، unprecedented ہے اور پچھلے سالوں میں اتنا پیسا ترقیاتی کاموں پر خرچ ہی نہیں ہوا تو اس لئے بھی یہ بجٹ ایک انوکھی چیز ہے اور تیسرا انھوں نے کہا ہے کہ جو عوامی فلاح سے متعلقہ محکمے ہیں جن میں زراعت، رورل ڈویلپمنٹ، تعلیم اور Health Services ہیں ان میں ہم نے پہلے سے زیادہ رقوم مختص کیں ہیں۔ اب اگر تو ان کے یہ تینوں دعوے آج یہاں پر میں غلط ثابت کر دوں تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر انھیں فخر کی جگہ پر ندامت ہونی چاہئے اور بلندی کی جگہ پر جھکا ہوا ہونا چاہئے۔ اگر ان کے یہ دعوے سچ ثابت ہو جائیں تو پھر ان کو اس پر فخر بھی ہونا چاہئے اور بلندی بھی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! پہلے آپ حجم پر آ جائیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے 274۔ارب روپے کا بجٹ پیش کر کے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اس سے پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ سرانجام دیا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ یہ صرف ہمارا ہی کام ہے کہ ہم نے 274۔ارب روپے کا بجٹ پیش کر دیا ہے۔ اب میں وزیر موصوف کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ 274۔ارب

روپے کی رقم اگر تو واقعی اتنی بڑی ہے کہ پچھلے سالوں میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی تو پھر ٹھیک ہے اور اگر پچھلے سال بھی آپ نے قوم کا اتنا ہی پیسا ضائع کیا ہے، اتنے پیسے کے قریب قریب ہی آپ نے رقم خُورد بُرد کی ہے، ادھر ادھر کی ہے۔ جس سے قوم کا کوئی پر سان حال نہیں عام آدمی کی حالت نہیں بدلی، زراعت کی حالت نہیں بدلی، رورل ڈویلپمنٹ بہتر نہیں ہوئی تو پھر آپ 274۔ارب روپے میں کس طرح سے بہتری لے آئیں گے ؟ یہ بڑی سیدھی سی بات ہے کہ پچھلے سال کے بجٹ کا حجم 224۔ارب روپے تھا۔ 45 point something انھوں نے ضمنی بجٹ پیش کیا ہے یہ تقریباً270۔ارب روپے بنتے ہیں۔ اب یہ فرمائیں کہ 270اور 274۔ارب روپے میں کتنا زیادہ فرق ہے کہ جس کی بنیاد پر قوم یہ سمجھے کہ جو یہ کارنامہ پچھلے سال نہیں کر سکے تھے وہ اس سال یہ کر دیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے تین سالوں میں انھوں نے جو بجٹ پیش کئے ہیں ان میں پچھلے سال یعنی 06-2005 کا بجٹ 224۔ارب روپے تھا، اس سے پہلے 181۔ارب روپے اور اس سے پہلے 149۔ارب روپے بجٹ کا حجم تھا۔ ان کے ساتھ ضمنی بجٹ ہیں اور اگر یہ کل رقم ملائی جائے، ضمنی بجٹ اور سالانہ بجٹ دونوں ملا کر تقریباً آٹھ، ساڑھے آٹھ سو ارب روپے کے قریب رقم بنتی ہے۔ جو حکمران تین سال کے عرصے میں، ساڑھے آٹھ سو ارب روپے کے ساتھ اس صوبے کی حالت کو نہیں بدل سکے۔ وہ اب کیا کریں گے ؟ تین سال کے بعد صورتحال یہ ہے کہ لوگ بھوک کے مارے خودکشیاں کر رہے ہیں، ہسپتالوں میں لوگوں کو ادویات نہیں ملتیں، لوگوں کو روزگار نہیں مل رہا، مہنگائی کا یہ عالم ہے کہ ہر آدمی کے لئے جسم اور جان کا رشتہ قائم رکھنا ناممکن ہوتا جا رہا ہے تو پھر جب یہ تین سال کے عرصے میں، آٹھ، ساڑھے آٹھ سو۔ارب روپے کے ساتھ یہ کارنامہ سرانجام نہیں دے سکے تو پھر ایک سال کے عرصے میں، 274۔ارب روپے کے ساتھ کس طرح سے یہ تبدیلی لائیں گے ؟ یہ بتائیں کہ ان کے اندر کون سی تبدیلی آ گئی ہے ؟ وہ کون سی بے راہ روی ہے جو پچھلے تین سالوں میں انہوں نے کی تھی اور اب انھوں نے وہ چھوڑ دی ہے اور اب یہ صحیح ہو گئے ہیں۔ جو کچھ یہ سارا سال کرتے رہے ہیں میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ ان میں وہ کون سی تبدیلی آ گئی ہے جس کی بنیاد پر ہم یہ سمجھیں کہ ہم یہ اچھے بچے بن گئے ہیں اور اب یہ آئندہ سال صحیح کام کریں گے جس سے اس صوبے کی حالت بدل جائے گی ؟

جناب سپیکر! ان کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ انھوں نے بہت بڑا ترقیاتی بجٹ پیش کیا ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ترقیاتی بجٹ ایک کھرب یعنی سوارب روپے کا ہے۔اس کے بعد خود ہی کہتے ہیں کہ جی اس میں سے 12۔ارب روپے نکال دیں۔وہ کیوں نکال دیں؟ چونکہ وہ ہم نے ضلعی حکومتوں کو دے دیئے ہیں۔اس کے بعد آگے چل کر کہتے ہیں کہ 23۔ارب روپے اس میں سے اور نکال دیں۔وہ کہاں گئے؟ کہتے ہیں کہ جی ہم نے اس سے رنگ روڈ بنانی ہے۔ٹھیک ہے رنگ روڈ لاہور کی ضرورت ہو گی لیکن لاہور میں پہلے کون سی سارا دن ٹریفک stuck ہوئی رہتی ہے کہ رنگ روڈ کے بننے سے کاروباری معاملات بہت زیادہ تیز ہو جائیں گے۔رنگ روڈ کا اگر فائدہ ہو گا تو انھی لوگوں کو ہو گا جن لوگوں کے گھروں پر پٹواری بستے تھامے ہر شام کو بیٹھے ہوتے ہیں۔جن کے رنگ روڈ کے ارد گرد پلازے بننے ہیں۔جنھوں نے رنگ روڈ کے ارد گرد پہلے سے پراپرٹی خرید لی ہے۔ان کو تو رنگ روڈ سے بہت زیادہ فائدہ ہو گا اور ان میں بہت زیادہ خوشحالی آ جائے گی لیکن رنگ روڈ کے بننے سے میں نہیں سمجھتا کہ لاہور بہت زیادہ خوشحال ہو جائے گا اور اگر لاہور کو کوئی پانچ دس فیصد فرق پڑ بھی جائے گا تو کم از کم باقی پنجاب میں اس سے کوئی بہت بڑی تبدیلی نہیں آئے گی۔اب باقی 65۔ارب روپے بچتے ہیں۔اب 65۔ارب روپے میں سے کہتے ہیں کہ جی 70 فیصد مزید نکال دیں۔وہ ہم نے جو on going سکیمیں ہیں ان پر خرچ کرنے ہیں، جو پہلے ہم نے تختیاں لگائی ہوئی ہیں کہ یہاں پر 5۔ارب روپے خرچ کریں گے، یہاں پر 10۔ارب روپے خرچ کریں گے ہم نے ان کو دے دیا ہے۔ باقی صرف 16 point something بچتا ہے۔یعنی انھوں نے اس سال جو کل ترقیاتی بجٹ خرچ کرنا وہ 16۔ارب روپے کے قریب بنتا ہے اور یہ بھی ان کا دعویٰ اسی طرح سے ہے جیسا کہ حجم کا تھا کہ جناب ہم نے اس مرتبہ بہت بڑا ترقیاتی بجٹ پیش کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! اب ان کا تیسرا دعویٰ لیجئے۔یہ کہتے ہیں کہ وہ محکمہ جات کہ جن کا اس صوبے کی ترقی، اس صوبے کی عوام کی خوشحالی سے تعلق ہے ہم نے ان میں بہت زیادہ رقوم مختص کی ہیں۔اب اس میں پہلے نمبر پر زراعت کو لے لیتے ہیں۔ویسے تو تمام محکمہ جات کی صورتحال اس سے مختلف نہیں ہے لیکن یہ کہا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سچ بھی ہے کہ 70 فیصد آبادی زراعت کے شعبہ سے منسلک ہے اور 35 سے 40 فیصد تک افرادی قوت، working class بھی اسی شعبہ زراعت سے وابستہ ہے۔یہ کہتے ہیں کہ ہم نے زراعت کے شعبہ میں بہت زیادہ رقم مختص کی ہے۔ میں محترم وزیر خزانہ سے یہ کہوں گا کہ وہ Annual Budget Statement 2006-07 کے صفحہ نمبر 45 کو ملاحظہ فرمائیں۔اس میں Estimates of Development Expendingiture

ہے۔اس میں زراعت ہے اور زراعت میں انھوں نے اس سال 1185.602 ملین روپے کی رقم رکھی ہے جو کہ ایک ارب، ایک لاکھ 85 ہزار روپے بنتی ہے۔اب صفحہ نمبر 47 پر انھوں نے اس کو further explain کیا ہے۔اب Agriculture Development میں اس سال یعنی 2006-07 میں یہ 1185.602 ملین روپے خرچ کریں گے۔ جس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ پچھلے سال ہم نے 925.346 ملین روپے رکھے تھے جبکہ اس سال اس سے یہ زیادہ رقم رکھی گئی ہے۔انھوں نے اس رواں مالی سال میں Agriculture Development کے لئے 925 ملین روپے رکھے تھے۔پہلی بات یہ ہے کہ اس دفعہ جو انھوں نے 1185.602 ملین روپے رکھے ہیں اس کا یہ ذرا حساب لگالیں کہ یہ کتنے فیصد بنتا ہے۔وہ حجم جس کے متعلق یہ پورے صوبے میں بتاتے نہیں تھکتے۔274۔ارب روپے کا حجم اور اس میں انھوں نے زراعت کے لئے ایک ارب روپے رکھا ہے۔اگر 100۔ارب روپے ہوتا تو وہ ایک فیصد بنتا، اگر 200۔ارب روپے ہوتا تو وہ 5 فیصد بنتا اور اب 274۔ارب روپے ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ 07. فیصد کے قریب بنے گا۔پچھلے سال انھوں نے 925 ملین روپے رکھے تھے یعنی ایک ارب روپے سے کم رقم تھی۔اب اگر انھوں نے وہ 925 ملین روپے اس سال میں خرچ کر لئے ہیں تو پھر ٹھیک ہے یہ ایک ارب روپے بھی خرچ کریں گے لیکن انھوں نے ایسا کیا کہ اس کو بعد میں revise کیا اور revise کر کے Agriculture Development بجٹ کے لئے جو 925 ملین روپے تھا اسے 787 ملین روپے کر دیا۔یہ جناب آپ دیکھ لیں کہ یہ 138 ملین روپے کی انھوں نے غریب کسان پر چھری چلائی ہے۔یہ غریب کسان جو agriculture کی development کے لئے interested ہے ۔ جو چاہتا ہے کہ میرے کھیت میں ایسا بیج ہو جس سے میری زیادہ فصل برداشت ہو۔جو چاہتا ہے کہ مجھے اچھی کھاد ملے۔جو چاہتا ہے کہ ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ ہو اور ڈویلپمنٹ کی بنیاد پر میری بھی خوشحالی ہو۔یہ اسے 925 ملین روپے سے 787 ملین روپے پر لے آئے یعنی انھوں نے اس رواں مالی سال میں ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ میں 138 ملین روپے کا cut لگایا ہے۔

جناب والا!آپ اس بات سے محظوظ ہوں گے کہ میں نے سوچا کہ انھوں نے غریب کسان پر 138 ملین روپے کا جو cut لگایا ہے۔انھوں نے ایگریکلچر کا بجٹ جو 138 ملین روپے کم کیا ہے۔ان کو کون سی ایمرجنسی آئی ہے؟ یا ان کو کون سی مصیبت پڑی کہ انھوں نے ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ پر رکھی ہوئی رقم میں سے 138 ملین روپے کم کر دیا تو میں نے کہا کہ میں ضمنی بجٹ میں

دیکھوں کہ یہ رقم کہاں کہاں خرچ ہوئی ہے ؟انھوں نے ضمنی بجٹ میں کہیں دس کروڑ روپے خرچ کیا کہیں 100 ملین روپے خرچ کیااور کہیں کتنا خرچ کیا لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ 138 ملین روپے کی رقم ملنی چاہئے۔ جیسے کہتے ہیں کہ چوری کا "مال سگواں" اصل حقیقی برآمد ہونا چاہئے۔اس کا نقصان پورا نہیں کرنا چاہئے چور کے پکڑنے کا مزا اسی میں ہے کہ چور سے "سگواں" مال لیا جائے تو میں نے یہ دیکھنا شروع کیا کہ انھیں اس سال کون سے معاملات درپیش آئے جس وجہ سے ان کو 138 ملین روپے غریب کسانوں سے کاٹنا پڑا۔

جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ ضمنی بجٹ کے صفحہ 35 پر مجھے 138 ملین روپے کی exact figure مل گئی کہ انھوں نے غریب کسان کے حق پر ڈاکا مارتے ہوئے 138 ملین روپے اٹھایا اور یہاں پر خرچ کیا۔ جب میں نے اس کے مقابل پڑھا کہ یہ کہاں پر خرچ کیا ہے تو وہاں پر لکھا ہے کہ:

Funds for purchase of transport and other items for Ministers, Advisors and Parliamentary Secretaries.

(اپوزیشن کی طرف سے شیم شیم کے نعرے)

جناب والا! یہ ان کا trend ہے کہ ایگریکلچر سے 138 ملین روپے کو cut کرتے ہیں اور اسی سال میں 138 ملین روپے کی کاریں منگواتے ہیں اور وہ منسٹرز اور پارلیمانی سیکرٹریز کو دیتے ہیں۔انھوں نے پچھلے سال بھی کاریں منگوائیں۔انھوں نے اس سے پچھلے سال بھی کاریں منگوائیں۔ جب یہ پہلے سال منسٹر بنے تھے تو انھوں نے کہا تھا کہ ہم نے پرانی کاروں پر نہیں چڑھنا ہمیں نئی کاریں منگوا کر دیں تو انھوں نے اس سال بھی نئی کاریں منگوائیں۔یعنی یہ ہر سال نئی کاریں منگواتے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ وہ کاریں کہاں جاتی ہیں؟ کیا یہ چوری کروا دیتے ہیں؟ بیچ دیتے ہیں؟ کہاں جاتی ہیں؟ کیونکہ ایک سال میں کار ضائع تو نہیں ہو جاتی۔ انھوں نے اس سال ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ پر 138 ملین روپے خرچ کرنا تھا وہ نہیں کیا بلکہ اس کی کاریں منگوائیں ہیں۔

جناب والا! next item is Agriculture Improvement and Reserarch اس دفعہ انھوں نے کہا کہ ہم نے اس پر 831 ملین روپے رکھ رہے ہیں۔اب اگر آپ 831 ملین روپے کی ratio ان کے حجم کے ساتھ نکالیں تو وہ تقریباً 007. بنتی ہے اور ویسے بھی یہ حکومت اپنی حرکات کے حساب سے 007 ہی لگتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہ ایگریکلچر کی

improvementکا معاملہ ہے ۔ ریسرچ کا معاملہ ہے۔ یہ اس پروفیشن، اس ڈیپارٹمنٹ کی ریسرچ کا معاملہ ہے جس سے اس صوبے کی70 فیصد آبادی وابستہ ہے۔70 فیصد سے مراد یہ ہے کہ 5کروڑ روپے 70لاکھ روپے آدمی اس پیشہ سے وابستہ ہیں یعنی اس صوبے کی overwhelming majorityاس پروفیشن سے وابستہ ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم فی ایکڑ پیداوار میں سب سے پیچھے ہیں بلکہ انڈیا سے بھی پیچھے ہیں۔ ہم ساریpesticidesباہر کی دنیا سے منگواتے ہیں۔ ہم یہاں پر پوری کھاد پیدا نہیں کر رہے اور اس میں ہمیں ٹیکنالوجی اور ریسرچ کی اتنی ضرورت ہے جس کی کوئی انتہا نہیں لیکن ہم نے اس میں صرف 831ملین روپے رکھا ہے۔ جناب!میں ان کے اس دعوے کو بھی قبول کر لوں کہ ہم نے ہر چیز میں بہت رقم مختص کی ہے۔ انھوں نے پچھلے سال کیا کیا تھا؟اگر لودھی صاحب سو نہیں رہے تو وہ میری بات کو ذرا غور سے سن لیں کہ انھوں نے پچھلے سال 432ملین روپے ریسرچ پر رکھے۔ اگر انھوں نے 432ملین روپے خرچ کر دیا ہو تو میں مان لوں کہ یہ 831ملین روپے بھی خرچ کر دیں گے لیکن ہوا یہ کہ لودھی صاحب سارا سال سوئے رہے اور انھوں نے اس میں سے 146ملین روپےcutکر دیا اور اسے reviseکر کے 186ملین روپے کر دیا۔ یہ آپ کی بک میںfiguresلکھے ہوئے ہیں میں خود سے کوئی نوٹ تیار کر کے نہیں لایا۔ یہAgriculture Improvement and Researchہے آپ نے اس کے لئے بجٹ 06-2005میں 432.183ملین روپے رکھا تھا لیکن اس کے بعد لودھی صاحب کی غفلت کی وجہ سے یہ186 ملین روپے رہ گیا۔انھوں نے اس میں سے 146ملین روپےcutکر لیا۔۔۔

وزیر زراعت:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،لودھی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔آرڈر پلیز۔

وزیر زراعت:جناب سپیکر!اس کے باوجود ہم نے ایک کروڑ بارہ لاکھbalesپیدا کی ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان:جناب سپیکر!میں رانا ثناء اللہ خان سےagreeنہیں کرتا یہ وزیروں کی بات کر رہے ہیں۔اگر تو اس بجٹ میں وزراء کا کوئی عمل دخل ہوتا تو یہ ضرور ان سے پوچھتے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: یہ ادھر جو کلرک بیٹھے ہیں ان سے پوچھا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرے بھائی رانا آفتاب احمد خان صاحب نے بالکل صحیح نشاندہی کی ہے لیکن ان figures پر جھوٹ بولنے اور انھیں جھوٹا defend کرنے کی ذمہ داری تو انہی کی ہے۔

وزیر زراعت: رانا صاحب! اصل figures پڑھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ اصل figures لکھا ہے 432 اور اس کے آگے 186 لکھا ہے میں نے کوئی غلط کہا ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! پلیز آگے چلیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس حکومت کا کیا رجحان ہے؟ وہ ایک طرف کہتی ہے کہ ہم نے ہر چیز میں بہت رقم مختص کر دی ہے۔ ہم نے یہ کر دیا ہے۔ بھائی! ایگریکلچر آپ کا basic department ہے۔ صوبے کی 70 فیصد آبادی اس سے منسلک ہے۔ آپ نے پچھلے سال اس کی مد میں ڈویلپمنٹ کے لئے 925 ملین روپے رکھا پھر اس میں سے 138 ملین روپے کاٹ کر اس کی کاریں خرید لیں۔ پھر 432 ملین روپے رکھا جو 186 ملین روپے رہ گیا یعنی انھوں نے اسے revise کر کے مزید نیچے کر دیا۔ اب یہ فرما رہے ہیں کہ اس کے باوجود ہم نے اتنے کروڑ bales پیدا کی ہیں۔ وہ اس زمیندار کو داد دیں، اس کسان کو داد دیں جو آپ کے ان اللوں تللوں کے باوجود کہ آپ اس کی جیب پر اس کے حق پر کس طرح قبضہ کر کے بیٹھے ہیں کہ آپ اسے 07. فیصد دیتے ہیں جبکہ وہ 70 فیصد ہے اور اس میں سے بھی کاٹ لیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ کھیت میں محنت کرتا ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی bales پیدا کیں۔ آپ نے کیا پیدا کیا؟ اگر آپ نے پیدا کی ہوتیں تو یہاں پر 432 ملین روپے کی بجائے آگے پڑھنے کے لئے مجھے 832 ملین روپے ملتا یا 2432 ملین روپے ملتا اور 432 ملین روپے کے مقابلے میں 186 ملین روپے نہ ملتا اور 925 ملین روپے کے مقابلے میں 787 ملین روپے نہ ملتا۔

جناب والا! اب آگے ایگریکلچر کے متعلق ہی لیتے ہیں۔ رورل ڈویلپمنٹ کو لے لیتے ہیں۔ انھوں نے دیہی ترقی کا بہت چرچا کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے اتنی زیادہ رقم مختص کر دی ہے کہ اب

اس میں کسی قسم کی گنجائش نہیں رہی۔ میں محترم وزیر خزانہ کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا اور میں ان سے یہ بھی کہوں گا کہ میں جب تک figures پڑھ رہا ہوں اگر میں کوئی figure غلط پڑھوں تو آپ مجھے اسی وقت روک دیں۔ یہ رورل ڈویلپمنٹ پروگرام ہے اور اس کے نیچے ڈویلپمنٹ لکھا ہوا ہے اور اس کے آگے آپ نے لکھا ہے ایک ہزار سات سو پچانوے ملین روپے اور ساتھ ہی کالم سال 06-2005 کا ہے وہاں پر لکھا ہے پانچ ہزار ایک سو چودہ ملین روپے۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ پانچ ہزار ایک سو چودہ ملین روپے خرچ کئے ہیں رورل ڈویلپمنٹ پر وہ زیادہ تھے یا جو آپ اس سال ایک ہزار سات سو پچانوے ملین روپے خرچ کرنا چاہتے ہیں یہ زیادہ ہیں؟ یہ آپ کس طرح سے کہتے ہیں کہ آپ basic departments پر زیادہ پیسے خرچ کر رہے ہیں۔ اگر آپ اس کی تفصیل دیکھیں تو ان کا کوئی اور معاملہ سامنے آتا ہے یہ دیکھیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ یہ ڈویلپمنٹ کا estimate of charged expenditure ہے اس میں صفحہ 559 ہے یہ صفحہ آگے 577 تک چلتا ہے اس میں انہوں نے کسی سکیم کے لئے کوئی پیسا نہیں رکھا۔ یہ آپ دیکھ لیں 07-2006 کا کالم بالکل خالی ہے اب ان کے پاس یہ بک ہے نہیں ورنہ یہ اس کو دیکھ لیتے اس میں جو صفحہ 1566 ہے اس کے against چار جگہوں پر رقم رکھی ہوئی ہے اور وہ رقم exact اتنی ہی بنتی ہے جتنی یہ ہے 1795، اور وہ کیا ہے block allocation ہے for upgrading of village as model village in Punjab اب دیکھیں یہ کتنی بڑی زیادتی ہے اس سیاسی نظام کے ساتھ بھی، ان اسمبلیوں کے ساتھ بھی اور ان ممبران سے بھی کہ بجٹ میں ایک block allocation رکھ دیا ہے اور اس block allocation کا کہا یہ گیا ہے کہ یہ ہم upgrading کریں گے model villages بنائیں گے اور کہاں بنائیں گے، پنجاب میں۔ آپ پنجاب میں کہاں بنائیں گے؟ اگر آپ کا دِل چاہے تو آپ سارے گجرات کے villages ہیں ان کو model بنا دیں اور آپ کا دِل چاہے تو آپ لاہور کے ارد گرد بنا دیں۔ اگر آپ نے Budget document کو اس معزز ہاؤس کو پاس کروانا ہے اور اس کو discuss کرنا ہے تو کم از کم آپ اس کی تفصیل دیں۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کس ضلع میں اور ضلع وائز ایک ایک گاؤں کو upgrade کرنا چاہتے ہیں آپ فلاں فلاں گاؤں کو upgrade کرنا چاہتے ہیں اب اسی میں کسی گاؤں میں نالی بن رہی ہے، کسی سکول میں کمرہ بن رہا ہے، کسی سکول میں سائنس لیبارٹری بن رہی ہے جب ایک لیبارٹری کے کمرے کی تفصیل یہاں پر دی جا سکتی ہے، جب ایک سکول کے گیٹ کی تفصیل یہاں پر دی جا سکتی ہے تو یہاں پر پھر block

allocation for upgrading of villages as model village in Punjab کی تفصیل بھی دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح سے اس میں ایک اور بڑی amount ہے جو 693 ملین روپے ہے وہ ہے پنجاب میونسپل سروسز اور یہ پراجیکٹ ورلڈ بنک کی طرف سے assisted ہے یہ رقم جو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے رورل ڈویلپمنٹ میں بہت زیادہ مختص کر دی ہے اور ہم اس میں بہت زیادہ پیسا خرچ کر رہے ہیں تو یہ جو ایک ہزار سات سو پچانوے ملین خرچ کر رہے ہیں اور اس میں سے بھی 693 ملین روپے کی رقم ان کو funded ہے اور باقی رقم جو انہوں نے دی ہے اب آپ ایک ہزار سات سو پچانوے ملین میں سے چھ سو ترانوے ملین نکال دیں تو یہ تقریباً گیارہ سو ملین کے قریب رہ جاتی ہے۔ یہ رورل ڈویلپمنٹ میں بھی جو فرما رہے ہیں کہ ہم اس سال اتنے پیسے خرچ کریں گے ان کے اپنے estimate کے مطابق پچھلے سال سے تقریباً 1/4 ہے یعنی 1100 جو ہے وہ پانچ ہزار ایک سو چودہ کا 1/4 بنتا ہے۔ یہ رورل ڈویلپمنٹ کا حال ہے کہ اس میں یہ کس طرح سے رقم خرچ کریں گے۔ اس میں انہوں نے ایک اور کام کیا ہے آپ ان کی budget speech جس میں ان کا سر فخر سے بلند ہوا تھا میرا خیال ہے کہ اب شاید نہ رہا ہو۔ یہ جو یہاں پر figures دیتے ہیں یہ غلط اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ ان کو جان بوجھ کر confuse کرنے کے لئے تاکہ لوگوں کو سمجھ نہ آسکے اور لوگ ابہام میں پڑ جائیں اور ہمارا جھوٹ پکڑا نہ جائے۔ اب ان کا صفحہ نمبر 9 کا پیرا 30 ہے اس میں انہوں نے کہا ہے کہ رواں مالی سال میں 4.5۔ارب روپے مختص کئے۔ یہ انہوں نے کہا کہ ماضی میں نکاسی و فراہمیِ آب کا شعبہ عدم توجہ کا شکار رہا ہے لہذا ہماری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب اس پر پوری توجہ دیں گے اور ہماری حکومت نے اس شعبے میں نمایاں، یعنی ہر جگہ پر نمایاں کا لفظ ضرور ہے، نمایاں مالی اضافہ کیا ہے۔ رواں مالی سال میں 4.5۔ارب روپے مختص کئے اور اگلے مالی سال میں 5.2۔ارب روپے تجویز کئے یہ رقوم شہری اور دیہی نکاس و آب رسانی کی سکیمیوں پر صرف کی جائیں گی۔ اب یہ صفحہ 45 ہے جس پر لکھا ہوا ہے "واٹر سپلائی "اور اس کے کالم کے آگے لکھا ہے 06-2005 کے لئے 45 سو ملین یعنی 4.5۔ارب روپے جو انہوں نے کہا نہ کہ ہم نے 4.5۔ارب روپے مختص کئے تھے یہ وہی ہے اور اس سال انہوں نے کہا ہے کہ اس سال ہم نے 5.2۔ارب، یعنی بات یہ ہوئی کہ انہوں نے پچھلے سال 06-2005 کی annual statement ہے اس کے صفحہ 45 پر لکھا ہے "رورل واٹر سپلائی "اور آگے لکھا ہے 4.5۔ارب یعنی جو سال 06-2005 ہے اس میں یہ 4.5۔ارب رورل واٹر

سپلائی کے تھے جو کیانی صاحب نے خرچ کئے ہیں۔کیانی صاحب سے میں نے پوچھا کہ کیانی صاحب !جو اس دفعہ بجٹ آیا ہے اس کے estimate of development expenditure میں آپ کی رورل سپلائی ہے ہی نہیں تو یہ مجھے کہنے لگے نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو ہے، میں نے کہا کہ یہ آپ پڑھ لیں اس میں کہیں رورل سپلائی نہیں ہے۔اب انہوں نے کیا کیا ہے انہوں نے یہ کیا ہے کہ اب فیصل آباد میں جو دوسرے شہروں میں شہری علاقہ ہے وہاں پر ناقص واٹر سپلائی کی وجہ سے پرابلم پیدا ہوا وہاں پر لوگ متاثر ہوئے اور لوگ مرے تو پچھلے سال انہوں نے اربن واٹر سپلائی کے معاملے میں کوئی رقم مختص نہیں کی تھی اور انہوں نے تمام رقوم ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو اور TMAs کو بھیجی تھیں اب انہوں نے یہ کیا کہ جتنی رقوم انہوں نے وہاں پر block allocation کے طور پر بھیجی تھیں وہ انہوں نے تمام کی تمام غیر ترقیاتی اخراجات میں صرف کر لی اور کسی جگہ پر بھی واٹر سپلائی یا کوئی development کا کام نہیں ہوا۔اب انہوں نے یہ کہا کہ اب اگر ہم اس مرتبہ بھی اس کے لئے کوئی رقم علیحدہ سے مختص نہیں کرتے تو پھر تو بڑا شور پڑے گا کہ آپ نے واٹر سپلائی پر کوئی رقم مختص نہیں کی تو انہوں نے 2005-06 میں رورل واٹر سپلائی میں سے لفظ رورل کو کاٹ دیا یعنی ان کی کاریگری دیکھیں کہ لفظ رورل کو کاٹ کر صرف واٹر سپلائی رہنے دیا اور اسی 4.50۔ارب روپے کا 5.20۔ارب روپے بنا دیا اور یہ بات کر دی کہ ہم نے بہت بڑی رقم مختص کر دی ہے حالانکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر پچھلے سال رورل واٹر سپلائی کے لئے 4.5۔ارب روپے تھا اور اس سال آپ نے تمام شہروں کو بیچ میں شامل کر لیا ہے تو یہ رقم پہلے سے کم ہو گئی یعنی یہ رقم پہلے سے زیادہ نہیں ہوئی۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! پریس گیلری والے باہر جا کر حیات اللہ خان کے حوالے سے مظاہرہ کر رہے ہیں تو میرا خیال ہے کہ آپ کوئی وزراء کرام کے ذمے لگائیں کہ وہ انہیں واپس لے آئیں۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! انہوں نے واک آؤٹ نہیں کیا۔پریس گیلری کی طرف

سے مجھے یہ چٹ موصول ہوئی تھی کہ آج اسمبلی کے باہر پی۔یو۔ جے نے مظاہرہ کرنا ہے اور وہ ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کے طور پر گئے ہیں اور وہ واپس تشریف لے آئیں گے۔انہوں نے واک آؤٹ نہیں کیا۔

رانا تجمل حسین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

رانا تجمل حسین: جناب سپیکر!وہ سیڑھیوں پر بیز زلے کر کھڑے ہیں اور ایک صحافی کے قتل پر احتجاج کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں پنجاب اسمبلی کی سیڑھیوں پر صحافی برادری بیٹھی ہے تو ہمیں یکجہتی کے لئے ان کے پاس جانا چاہئے۔

جناب سپیکر: انہوں نے واک آؤٹ نہیں کیا۔ لاء منسٹر صاحب کی بات ہو گئی ہے وہ واپس آ رہے ہیں۔پلیز تشریف رکھیں آپ۔ جی، راناثناء اللہ صاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انہوں نے رورل ڈویلپمنٹ اور رورل واٹر سپلائی کے لئے رواں مالی سال میں جو 4.5۔ارب روپے رکھا تھا اس میں انہوں نے تھوڑا سا اضافہ کر کے 5.2۔ارب روپے کیا اور اس کے ساتھ سے رورل کا لفظ کاٹ کر اس کو واٹر سپلائی بنا دیا، اب یہ پتا نہیں چلے گا کہ گیلانی صاحب کے پاس کیا ہے اور کیانی صاحب کے پاس کیا ہے۔انہوں نے ان دونوں میں معاملے کو گڑبڑ کر دیا ہے جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ رورل واٹر سپلائی کے لئے 4.5۔ارب کی بجائے 5/6۔ارب روپے ہونے چاہئے تھے اور ان کو چاہئے تھا کہ اربن ایریاز کے لئے علیحدہ سے رقم مختص کرتے لیکن ایک لفظ رورل کاٹ کر انہوں نے یہ سوچا ہے کہ ہم اس طرح سے اس بات کو برابر کر دیں گے کہ ہم نے اس سلسلے میں بہت زیادہ رقم خرچ کی ہے۔

جناب سپیکر!اس کے بعد آپ ایجوکیشن پر آ جائیں۔ اب یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے ایجوکیشن پر بہت زیادہ رقم خرچ کی ہے۔اس سال کے جو Estimate of Development Expenditure ہیں اس میں Education affairs پر یہ 9312 ملین روپے خرچ کر رہے ہیں۔ پچھلے سال انہوں نے یہاں پر 7586 ملین روپے رکھا تھا۔اب اگر اس چیز کو دیکھا جائے کہ پچھلے سال انہوں نے ایجوکیشن کی development side پر 7586 ملین روپے رکھا تھا اور اس سال 9312 ملین روپے رکھ رہے ہیں یعنی 7۔ارب روپے کی بجائے 9۔ارب روپے رکھ رہے ہیں

تو پھر تو ٹھیک ہے کہ انہوں نے اضافہ کیا ہے اور ان کا سر فخر سے بلند ہونا چاہئے لیکن اگر یہ بیچ والا کالم پڑھیں جس میں یہ revised estimate ہے کہ پچھلے سال انہوں نے 7۔ارب روپے رکھا تھا بعد میں revise کر کے اسے 1379۔ارب روپے کر دیا تو جناب! جب انہوں نے revise کر کے اس 7۔ارب 58 کروڑ روپے کی رقم کو ایک ارب اور 37 کروڑ روپے کر دیا تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح سے کہہ رہے ہیں کہ ہم development side پر بہت زیادہ رقم خرچ کر رہے ہیں۔ یہ انہی کے دیئے ہوئے figures ہیں، یہ 06-2005 کا 7۔ارب روپے کا estimated figure ہیں، یہ ایک ارب روپے کا revised figure ہے اور اس کے بعد یہ دوبارہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس پر 9۔ارب روپے خرچ کریں گے۔ جب آپ نے پچھلے سال 7۔ارب روپے اور something رکھا اور اس کے بعد اسے آپ development side پر خرچ نہیں کر سکے اور اس کے بعد آپ کی اس بات پر کون یقین کرے کہ اس رواں سال میں تو آپ ایک ارب خرچ کر رہے ہیں اور اب کہہ رہے ہیں کہ ہم 7۔ارب کریں گے تو انہوں نے یہاں بھی بالکل غلط اعداد و شمار سے کام لیا ہے، جو facts and figures books میں بتاتے ہیں وہ یہی ہیں کہ انہوں نے پچھلے سال تقریباً 6۔ارب روپیہ ایجوکیشن کی development side پر کم خرچ کیا ہے جو انہوں نے پچھلے مالی سال میں مختص کیا تھا۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے انہوں نے بڑے دکھ کے ساتھ یہ بات کی ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بڑی خراب ہے اور کہہ رہے ہیں کہ اس موقع پر لاء اینڈ آرڈر کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور ہماری حکومت نے پولیس اور جیل خانہ جات میں بڑی نمایاں خدمات سرانجام دینے اور بہت زیادہ بڑی رقم مختص کرنے کا ارادہ کیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ پہلے 8۔ارب روپے تھا اب اسے بڑھا کر 20۔ارب روپے سے زائد کر دیا گیا ہے اور کیوں کر دیا گیا ہے یہ فرماتے ہیں کہ حکومت کو احساس ہے کہ عوام کے جان و مال کی حفاظت اس کا اولین فرض ہے اس کے لئے وسائل کی فراہمی میں بخل اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے تو اس لئے انہوں نے کہا ہے کہ ہم اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی نہیں ماریں گے اور ہمیں اس بات کا بڑا احساس ہے اس لئے ہم نے اس رقم کو 20۔ارب روپے کر دیا ہے۔ اگر یہ بک ہی بتائے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں انہوں نے کوئی اضافہ نہیں کیا بلکہ اس میں کمی کی ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ویسے تو وزیر خزانہ بڑے شریف آدمی ہیں اور میں ذاتی طور پر ان کی قدر کرتا ہوں لیکن یہ بد قسمتی ہے کہ ان اعداد و شمار کو defend کرنے کی

ان کی ڈیوٹی ہے اور اس لئے مجھے پھر انہیں مخاطب کرنا پڑتا ہے ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ by nature ایسے نہیں ہیں کہ وہ اس قسم کے غلط معاملات کو defend کریں۔ اگر یہ document یہ ثابت کر دے کہ [*****]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: کون سے جناب!

جناب سپیکر: یہ [**] والا غیر پارلیمانی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: اچھا، ٹھیک ہے۔ غلط بیانی کی ہے۔ جناب سپیکر! اگر یہی ثابت ہو جائے کہ انہوں نے یہ غلط بیانی کی ہے تو پھر ان کا سر فخر سے بلند ہونے والا کہاں گیا اور کہاں گیا ان کا عوام کے جان و مال کی حفاظت کرنے والا فرض۔ میرا خیال ہے کہ ایک تو محترم وزیر خزانہ صاحب کے پاس بجٹ کی بکس کوئی نہیں ہیں۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ page 41 پر Current Expenditure 2006-07 ہیں۔ اس میں آپ اوپر سے نیچے کوئی figure 30 پر Police آتا ہے۔ آپ نوٹ فرمائیں کہ انہوں نے Budget Estimate 2005-06 17۔ارب روپے کا کیا تھا۔ انہوں نے رواں مالی سال میں پولیس پر 20.407۔ارب روپے خرچ کئے ہیں یعنی 20۔ارب 46 کروڑ روپے انہوں نے اس سال خرچ کئے ہیں اور اب انہوں نے 20۔ارب 27 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ اب یہ مجھے بتا دیں کہ 20۔ارب 46 کروڑ روپے زیادہ ہوتے ہیں یا 20۔ارب 27 کروڑ روپے زیادہ ہوتے ہیں اور اگر واقعی 20۔ارب 46 کروڑ روپے زیادہ ہیں تو پھر انھوں نے یہ کیسے کہا ہے۔ ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے یعنی ان کو اس بات کا کوئی احساس نہیں ہے کہ بجٹ تقریر ہم تیار کریں اور اس میں جو مرضی ہو جھوٹ لکھ دیں، جو مرضی ہو کہہ دیں، جہاں سے مرضی ہو بات لا کر درج کر دیں ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے رانا صاحب کی تصحیح کرنا چاہوں گا۔ میری

خواہش تھی کہ میں جب wind up کروں تب ہی ان کے تمام پوائنٹس پر بات کروں لیکن چوتھی یا پانچویں دفعہ بدستور یہ ایک غلطی کو دہرا رہے ہیں۔ جو budget estimates ہیں، ان کو بجٹ ہی کے ساتھ compare کریں۔ We can compare apple to an apple یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم revised estimate کو budget estimate کے ساتھ کریں۔ اگر ہم 2005-06 کے figures دیکھیں اور ان کا موازنہ کریں تو ان کی بات زیادہ بہتر ہو گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے بالکل بجٹ کا بجٹ سے ہی موازنہ کیا ہے۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ جو 2005-06 Budget estimate کا تھا، اس میں انھوں نے 17۔ارب 17 کروڑ روپیہ پولیس کے لئے رکھا تھا۔ اب اس کو revise کر کے انھوں نے 20۔ارب 46 کروڑ روپے کیا ہے۔ یعنی 20۔ارب 46 کروڑ روپے انھوں نے خرچ کیا۔ اگر خرچ نہیں کیا تو revise کیوں کیا ہے۔ اب یہ بات تو نہیں ہے کہ میں revise کا معنی نہیں سمجھتا یا محترم دریشک صاحب نہیں سمجھتے۔ Revise کیوں کیا گیا ہے۔ جب آپ revise کر کے کم کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کم خرچ کرتے ہیں، جب آپ revise کر کے زیادہ کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ نے اس سال بھی 20۔ارب 46 کروڑ روپے خرچ کیا ہے اور اس کے باوجود نہ آپ ڈاکے روک سکے ہیں، نہ آپ چوری روک سکے ہیں اور نہ آپ لوگوں کو جان و مال کی حفاظت دے سکے تو پھر آپ اگلے سال میں 20۔ارب روپے میں کیسے کر سکیں گے۔ یعنی بات تو سوچنے کی یہ ہے پچھلے سال میں یعنی اس رواں مالی سال میں آپ نے 20۔ارب 46 کروڑ روپے خرچ کیا ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ اب آپ نے تجویز 20۔ارب 27 کروڑ روپے کیا ہے۔ اب آپ یہ کہیں کہ ہم نے تجویز تو کر دیا ہے لیکن ہم پھر دوبارہ revise کر لیں گے۔ Revise تو ایمرجنسی حالات میں ہوتا ہے کہ جب ایسے حالات ہوں کہ ان حالات میں کوئی unforeseen اخراجات آ جائیں، کوئی ایسے معاملات آ جائیں۔ اگر آپ آج ہی جب آپ بجٹ تجویز کر رہے ہیں اور آپ نے دل میں رکھا ہوا ہے کہ ہم نے 20۔ارب روپے نہیں ہم نے 21۔ارب روپے کرنا ہے تو یہ غلط ہے۔ یہ ان اصولوں کے خلاف ہے۔ اگر آپ نے آج 20۔ارب 27 کروڑ روپے رکھا ہے تو پھر آپ نے اس میں ہی گزارا کرنا ہے۔ اگر کوئی unforeseen circustances آ جائیں گے اور ان کی justification ہو گی تو آپ

revise کریں گے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہاں پر اتنا بڑا دعویٰ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ حسنین بہادر دریشک جیسا شریف اور پڑھا لکھا آدمی اتنی غلط بیانی پر مبنی تقریر تیار نہیں کر سکتا۔ یہ تقریر ان کو تیار کر کے دی گئی ہے لیکن میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ کم از کم آپ ان سے یہ تو کہیں کہ جو تم لکھ کر بھیج دیتے ہو، اس پر کچھ خدا کا خوف کرو کہ اتنا جھوٹ لکھتے ہو اور اتنا غلط لکھتے ہو اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ ہم نے اتنی رقم زائد کر دی ہے اور اتنی رقم بڑھا دی ہے کیونکہ ہمیں احساس ہو گیا ہے کہ جان و مال کی حفاظت کرنی ہے اور ہم نے یہ اس لئے کیا ہے کہ ہم اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں مارنا چاہتے تو پھر یہ کلہاڑی تم نے کیا ماری ہے۔ اس سال تم نے 20۔ارب 46 کروڑ روپے خرچ کر رہے ہو اور اگلے سال تم 20۔ارب 27 کروڑ روپے خرچ کرنا چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم زیادہ خرچ کر رہے ہیں۔ پولیس میں بھی انھوں نے رقم کم خرچ کرنی ہے۔

جناب سپیکر! زراعت پر میں by figure ثابت کر چکا ہوں کہ انھوں نے جو estimate دیا تھا اور تجویز کیا تھا اس سے انھوں نے کم خرچ کیا ہے۔ میں رورل ڈویلپمنٹ پر یہ بات by figures ثابت کرتا ہوں کہ اس میں انھوں نے کم خرچ کیا ہے اور پولیس پر انھوں نے دو جمع دو چار ہے کہ اس رواں سال میں بھی 20۔ارب روپیہ خرچ کیا ہے اور آگے بھی یہ 20۔ارب روپے خرچ کرنا چاہتے ہیں جو اس سال ہوتا رہا ہے۔ اس سال جتنی حفاظت، جتنا جان و مال کا تحفظ رہا ہے۔ اسے لوگوں کو پھر یہی تاثر ملے گا کہ اگلے سال بھی اتنا ہی تحفظ ملے گا۔

جناب سپیکر! ان کو اضافے کی بات کرنی چاہئے لیکن جو چیز صحیح ہے اس کو figure out کریں۔ میں اس معزز ایوان کے ہر رکن کی توجہ چاہوں گا کہ اضافہ اس کو کہتے ہیں۔ آپ Current Expenditure 2006-07 کا کالم دیکھیں۔ اس میں جنرل ایڈمنسٹریشن پر جو کل رقم ہے۔ اس میں 06-2005 میں انھوں نے 5 ہزار 835 ملین روپے تجویز کیا تھا یعنی 5۔ارب 83 کروڑ روپے تجویز کیا تھا۔ اب انھوں نے 6۔ارب 55 کروڑ روپے کیا ہے۔ اس کے بعد اب 13 ہزار 848 ملین روپے یعنی 13۔ارب 84 کروڑ روپے تجویز کر رہے ہیں۔ محترم وزیر خزانہ یہ اضافہ ہے کہ 6۔ارب سے 13۔ارب روپے پر لے کر گئے ہیں۔ اگر آپ بجٹ کا بجٹ سے موازنہ کریں تو 06-2005 کے کالم میں آپ کی figures میں 5 ہزار 835 ملین روپے لکھا ہے اور 07-2006 میں 13 ہزار 848 ملین روپے لکھا ہے۔ اب یہ فرق نکال لیں کہ یہ 1:2 کا فرق ہے یا اس سے کم فرق ہے۔ یہ اضافہ ہے۔ اس قسم کا اضافہ آپ لوگ کرتے ہیں۔ اس قسم کا اضافہ حکمرانوں نے کیا ہے۔

جناب سپیکر!صحت کا جو معاملہ ہے۔اگر ہم پرانی بات کو لے کر چلیں گے کہ پچھلے سال میں یہ ہوا، سرکاری ہسپتالوں سے دوائی نہیں ملتی، لوگ آپریشن کے لئے کئی کئی مہینے انتظار کرتے ہیں تو یہ کہا جائے گا کہ آپ نے یہ پرانی بات کی ہے۔ میرے پاس آج کا قومی اخبار ہے۔ میں اس سے دو خبریں پڑھ دیتا ہوں۔اس سے آپ کو پتا چل جائے گا کہ اس ملک میں، اس صوبے میں صحت کی کیا صورتحال ہے۔"سرگودھا: طبی سہولیات نہ ملنے پر خاتون نے ہسپتال کے گیٹ پر بچے کو جنم دے دیا۔ ہسپتال میں خانہ بدوش عورت کو عملہ نے مارکیٹ سے مہنگی ادویات خریدنے کے لئے لسٹ تھما دی، جو اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔"یہ سرکاری ہسپتال ہے اور خبر کی تفصیل ہے کہ اس خاتون کے پاس پیسے نہیں تھے اور وہ دوائی نہ لا سکی۔اخبار نے باقاعدہ تصویر شائع کی ہے۔اس کے بعد ہم لوگوں کو بتائیں کہ ہم اتنے ارب روپے خرچ کریں گے۔ یہ تو اعداد و شمار کا ہیر پھیر ہے کہ ہم اتنے ارب روپے خرچ کریں گے، اتنے ارب روپے ادھر لے جائیں گے اور اتنے ارب روپے ادھر لے جائیں گے لیکن بات یہ ہے کہ لوگوں کا کیا حال ہو گا۔آپ یہ دیکھیں کہ آج ہی کے اخبار میں ہے کہ ایک طرف تیرہ تیرہ کروڑ روپے کی گاڑیاں اور دوسری طرف چھ خودکشیاں ہیں۔ محنت کش کے چار بچے بھوک سے ملکتے رہے، بے بس ماں نے زہر کھالیا۔

جناب سپیکر!اس ملک کا المیہ آپ دیکھیں کہ ایک طرف لوگ بھوک کے خوف سے موت کو گلے لگا رہے ہیں اور دوسری طرف اس ملک کے حکمران موت کے خوف سے بلٹ پروف گاڑیاں خرید رہے ہیں جو دس، دس کروڑ روپے کی ایک گاڑی ہے۔ یہ اسی ملک میں ہو رہا ہے یعنی کچھ لوگ بھوک کے خوف سے موت کو گلے لگا لیتے ہیں اور چند لوگ جو اس ملک پر قابض ہیں وہ موت کے خوف سے دس، دس کروڑ روپے کی بلٹ پروف گاڑیاں منگواتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان گاڑیوں میں جب ہم بیٹھ جائیں گے تو عزرائیل ہماری جان نہیں نکال سکے گا۔ان حکمرانوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عزرائیل بلٹ پروف گاڑی کے اندر بھی داخل ہو سکتا ہے اور بلٹ پروف گاڑی اس کو روک نہیں سکتی اور ابھی تک امریکہ نے اور ہمارے ان حکمرانوں کے حکمران بش نے ایسی کوئی گاڑی نہیں بنائی جس میں عزرائیل داخل نہ ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو حکمران ایک طرف کروڑوں روپے کی گاڑیوں میں بیٹھیں اور دوسری طرف لوگ دوائی کے لئے خودکشی کریں۔ یہ ایک خبر ہے کہ ایک باپ کہتا ہے کہ میں ادھار لینے کے لئے دربدر پھرتا رہا اور بیٹی کے جہیز کے لئے ادھار نہ ملا تو اس نے خودکشی کر لی۔

جناب سپیکر! جب حکمرانوں کا یہ رجحان ہو تو اس کے بعد آپ دیکھیں کہ ہمارے حکمران کر کیا رہے ہیں، میں اس کی تفصیل میں زیادہ نہیں جاتا لیکن ایک دو چیزیں ضرور آپ کے نوٹس میں لانا چاہوں گا۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ ایک طرف ایگریکلچر ہے اور ایگریکلچر سے اس صوبے کی پونے چھ کروڑ کی آبادی وابستہ ہے، اس پر ریسرچ میں 186 ملین روپے خرچ کرتے ہیں اور اس کی ڈویلپمنٹ پر 787 ملین روپے خرچ کرتے ہیں۔ یہ 787 اور 186 کو جمع کر لیں تو یہ تقریباً ایک ہزار ملین روپے بنتا ہے۔ یہ دیکھ کر اور پڑھ کر کتنا دکھ ہوتا ہے کہ اس ملک کے صرف اور صرف گورنر ہاؤس اور چیف منسٹر ہاؤس کا خرچہ ایک ہزار ملین روپے سے زیادہ ہے۔ یعنی ایگریکلچر کی ریسرچ اور اس کی ڈویلپمنٹ پر جو کل رقم خرچ ہو رہی ہے اس کے برابر رقم صرف دو شہزادے پالنے پر ہم خرچ کر رہے ہیں۔ یعنی جس ملک کا یہ حال ہو تو اس ملک میں پھر پیاز کہاں سے ملے گا، اس ملک نے پھر سبزیاں باہر سے ہی امپورٹ کرنی ہیں، اس ملک میں پھر شوگر مافیا نے ہی جنم لینا ہے، اس ملک میں گندم بھی باہر سے منگوانی پڑے گی، دالیں بھی باہر سے منگوانی پڑیں گی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایگریکلچر پر base کرتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ ہماری ستر فیصد آبادی زراعت سے وابستہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہماری 35 فیصد افرادی قوت زراعت سے وابستہ ہے۔ اس کے باوجود ہم ایک طرف چھ کروڑ لوگوں کی ڈویلپمنٹ کے لئے ایک ہزار دو ملین روپے خرچ کرتے ہیں اور صرف گورنر ہاؤس اور چیف منسٹر ہاؤس پر ہم ایک ہزار اکیس ملین روپے ایک سال میں خرچ کرتے ہیں۔ جب یہ ملک کا حال ہو گا تو پھر یہ کس طرح سے کہتے ہیں کہ ہمارے سر فخر سے بلند ہو گئے ہیں۔ جس بات کا میں آگے حوالہ دینے والا ہوں، میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم! جب میں بجٹ کی کتابیں دیکھ رہا تھا تو اس کے آگے میں نہیں دیکھ سکا یعنی اس سے میرا سر شرم سے جھک گیا ہے۔[******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب ان کے پاس اگر ضمنی بجٹ کی کتاب ہے تو یہ اس کا صفحہ 129 نکال لیں۔ اس میں ہے کہ:

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

Funds for the payment of the cost of two falcons presented by the Government of Punjab to H.H.

Sheikh Khalifa Bin Zaid-ol-Nayhan

اور رقم 27لاکھ روپے ہے۔ جس ملک میں ہسپتال کے گیٹ پر ایک ماں کے پاس دوائی کی پرچی اس کے ہاتھ میں ہو اور وہ بچے کو جنم دے، جس ملک میں باپ بیٹی کے لئے جہیز نہ لا سکے اور وہ خودکشی کر لے، جس ملک میں ماں چار بچوں کو بلکتا دیکھ کر زہر کھا لے، جس میں خودکشیاں ہوتی ہوں اور اس ملک کے حکمران اپنے ہاؤسز کے اوپر ایک ایک ارب روپے جہاں خرچ کرے وہ تو کریں اور اس کے بعد 27,27لاکھ روپے کے falcons خرید کر تحفے میں دیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک مثال ہوتی ہے کہ ایک آدمی فضول خرچ ہوتا ہے جو فضول خرچی کرتا اور بے پناہ پیسے اجاڑتا ہے، ایک آدمی وہ ہوتا ہے جو بے رحم قسم کا فضول خرچ ہوتا ہے یعنی جو پیسے بے رحمی سے خرچ کرتا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا یا تو کوئی بڑا فوت ہو گیا ہو اور ان کے ہاتھ رقم لگ جاتی ہے یا وہ احمقانہ طریقے سے فضول خرچی کرتے ہیں تو ان کو پنجابی زبان میں ہمارے گاؤں میں کہتے ہیں کہ [*****]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ رانا صاحب! پلیز ذرا relevant رہ کر بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ پنجابی میں کہتے ہیں کہ "ڈھڈوں بھکھی تے ناں دولت بی بی" یعنی بات یہ ہے کہ یہ پنجاب کے حکمران جو ہیں کہ "جیب وچ دھیلا نئیں تے شوق امیری دا" کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمارے پاس ایگریکلچر ریسرچ پر خرچ کرنے کے لئے پیسا نہیں ہے، ہمارے پاس ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ پر خرچ کرنے کے لئے پیسا نہیں ہے، ہمارے پاس لوگوں کو سوشل سروس دینے کے لئے پیسا نہیں ہے اور ہم دوسرے ملکوں کے بادشاہوں سے یاریاں پال رہے ہیں اور ان کو تحفے دے رہے ہیں اور تحفے بھی falcons خرید کر دے رہے ہیں جسے پنجابی میں "شکرا" کہتے ہیں۔ یعنی 27لاکھ روپے کے دو "شکرے" خرید کر ہم نے ان حکمرانوں کو دیئے ہیں۔ اب جب اس ملک کا کسان صبح پڑھے گا تو وہ کیا کہے گا کہ [******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے 27لاکھ روپے کے دو falcons خرید کر دیئے ہیں۔

اب اس کے بعد لکھا ہے کہ Funds for purchase of two falcons یہ اور فالکن ہیں، وہ پہلے والے اور تھے۔ لکھا ہے کہ:

Funds for purchase of two falcons presented by the Govt. of Punjab to His Highness Abdullah bin Abdul Aziz

یہ 36 لاکھ روپے کے ہیں۔ اب میرا خیال ہے کہ لاء منسٹر صاحب کو چاہئے کہ وہ اس بات کی انکوائری کریں کہ آپ نے خود ہی ایک دفعہ دو شکرے یعنی دو فالکن 27 لاکھ روپے میں خریدے ہیں اور دوسری دفعہ آپ نے 36 لاکھ روپے میں خریدے ہیں۔ آپ اس قوم اور اس ملک کے ساتھ کر کیا رہے ہیں کہ ایک طرف آپ صحت پر جو رقم رکھتے ہیں وہ پوری خرچ نہیں کرتے، پولیس کے اوپر جو رکھتے ہیں وہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قاسم نون صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! محترم رانا ثناء اللہ صاحب نے بڑی databased گفتگو کی ہے یہ بڑا علم رکھتے ہیں، عبور حاصل ہے اور سینئر پارلیمنٹیرین ہیں اور ہم ان کا احترام بھی کرتے ہیں لیکن میری گزارش ہے کہ یہ ایک فقرے کا استعمال بے دریغ کر رہے ہیں حالانکہ یہ falcon جو ہوتا ہے یہ "شکرا" نہیں ہوتا یہ باز ہوتا ہے۔ ان کو شکرے اور باز میں فرق کا پتا ہونا چاہئے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! ذرا مختصر کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرے محترم بھائی رانا قاسم نون صاحب کا تعلق بھی گاؤں سے ہے۔ باز کو انگریزی میں falcon کہتے ہیں، اردو میں باز کہتے ہیں اور پنجابی میں شکرا ہی کہتے ہیں اور جن لوگوں کی حرکتیں ایسی ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! پلیز مختصر کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جن لوگوں کی حرکتیں ایسی ہوں جیسے تحفے کے طور پر دیئے جا رہے

ہیں ان کو بھی لوگ شکرا ہی کہتے ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف آپ کے پاس ایگریکلچر ریسرچ کے لئے پیسے نہیں ہیں، صحت کے لئے نہیں ہیں، پولیس کے لئے آپ پیسے زیادہ نہیں رکھ سکتے، آپ جھوٹ بول رہے ہیں، غلط بیانی کر رہے ہیں، غلط اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں اور دوسری طرف جیسے یہ فرما رہے ہیں کہ میں اپنی طرف سے تقریر کر رہے ہیں۔ میں تو facts and figures پڑھ رہا ہوں میں نے اپنے پاس سے تو کوئی بات نہیں کی۔ یہ دیکھ لیں کہ

Funds for purchase of two falcons presented by the Govt. of Punjab to His Highness Abdullah Bin Abdul Aziz.

اس کے 36 لاکھ روپے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ تو آپ نے پہلے ہی پڑھ لیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ 36 اور 27 جتنے بھی لاکھ روپے بنتے ہیں اس سے کم از کم ایک لاکھ آدمی خودکشی سے بچ سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں interruption کے لئے معذرت چاہتا ہوں لیکن میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ بعض اوقات حکومتوں کے درمیان جو تعلقات ہیں وہ افراد کی ذمہ داری نہیں ہوتی بلکہ ممالک کی حکومتوں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جب ہم حکومت کی طرف سے ایک good gesture دوسری حکومت کے لئے بات کریں تو تھوڑا سا احتیاط سے بات کرنی چاہئے۔ آپ 27 لاکھ روپے کی بات کر رہے ہیں اور جن لوگوں پر آپ اعتراض کر رہے ہیں، انہی لوگوں کی وجہ سے آپ کے پاس 27۔ارب روپے کا یہاں پر شیخ زید ہسپتال لاہور میں موجود ہے، بہاولپور، رحیم یار خان میں ان کی طرف سے اربوں روپے کی انوسٹمنٹ عام آدمی کے حالات زندگی بہتر بنانے کے لئے موجود ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں تھوڑا سا جذبات میں آکر شخصیات کے حوالے سے بات نہیں کرنی چاہئے بلکہ حکومتوں کے درمیان جو تعلقات ہیں ان کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

جناب نجف عباس سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب نجف عباس سیال: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں وضاحت کرتا جاؤں کہ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی بات کر رہے ہیں۔ پانچ سال تک انہی کے لیڈر کو انہوں نے ہی سنبھالا ہوا ہے۔ ان کے اخراجات، ان کے سری پائے، ان کی خوراک بھی وہی برداشت کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں اور براہ مہربانی مختصر کر دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے لیڈر تو ہمارا سنبھالا ہوا ہے اور تحفے یہ دے رہے ہیں یہ کیا بات ہے؟ بات یہ ہے کہ دراصل میں اس trend کی بات کر رہا ہوں جو ان حکمرانوں کا ہے۔ میں نے پنجابی کی مثال دی ہے کہ احمقانہ فضول خرچی، لبڑ گٹوں والی بات، ان کا trend بھی وہی ہے۔ اب یہ کہہ رہے ہیں کہ جی ہم ان سے دوستی بڑھا رہے ہیں۔ میں آپ کی دوستی کی بھی بات کرتا ہوں کہ آپ ان سے دوستی بڑھا کر کیا لے رہے ہیں؟ کیا آپ pesticides کی فیکٹری لگوا رہے ہیں، آپ کوئی کھاد فیکٹری لگوا رہے ہیں؟ آپ تو یہاں پر پلازے بنوا رہے ہیں، آپ یہاں پر لیک سٹی بنا رہے ہیں، آپ یہاں پر ان کے سرمائے سے عیاشی کا سامان بنانا چاہتے ہیں۔ جب یہاں پر اتنی بھوک ہو گی، جب یہاں پر لوگ خودکشیاں کر رہے ہوں گے، لوگوں کو کھانے کو کچھ نہیں ملے گا۔ جس ملک کی بنیاد ہی زراعت پر ہو اور زراعت پر جو کچھ آپ خرچ کر رہے ہیں وہ میں نے آپ کو عرض کیا ہے کہ آپ جتنی رقم مختص کرتے ہیں اتنی بھی خرچ نہیں کر پاتے۔ پھر اس کے بعد جب آپ ان کو اس قسم کے تحفے پیش کرتے ہیں اور ان کو تحفے پیش کرنے کے بعد آپ نے ان کو میرے خیال میں راوی کے کنارے کوئی اراضی الاٹ کی ہے، وہاں پر کوئی لیک سٹی بنانا چاہتے ہیں۔ اس قسم کا کاروباری منصوبہ یعنی لینڈ مافیا والا معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ موجودہ حکمرانوں کا قبلہ درست نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ انہوں نے پچھلے تین سالوں میں آٹھ نو سو روپے کا خرچہ کیا ہے اور اسی طرح کے الل تللے کئے ہیں اور اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ پورے ملک میں نہ تو پینے کا صاف پانی ہے، نہ پورے ملک میں لوگوں کو روزگار میسر ہے، مہنگائی کی صورتحال یہ ہے کہ اب دالیں بھی لوگوں کی پہنچ سے باہر ہیں، یعنی کہ ہر چیز باہر سے منگوا رہے ہیں۔ پہلے ایک مافیا ہوتا تھا جس کو قبضہ مافیا کہتے تھے۔ اب انہوں نے اس مافیا میں مختلف قسم کی برانچیں کھول لی ہیں۔ اب لینڈ مافیا علیحدہ ہے، اب سیمنٹ مافیا علیحدہ ہے، اب دال مافیا علیحدہ ہے، اب چینی مافیا علیحدہ ہے، چینی مافیا نے پچھلے ایک مہینے میں غریبوں کی جیبوں پر 7۔ارب روپے کا ڈاکا ڈالا ہے۔ سیمنٹ کے کارخانے ہمارے

اتنے قیمتی اثاثے تھے کہ ہمارے [***] حکمرانوں نے مفت میں بیچ دیا۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

رانا ثناءاللہ خان: جناب سپیکر! ان سیمنٹ کے کارخانوں کو انہوں نے اس طرح بیچا کہ ان کارخانوں میں جو حاضر سٹاک تھا اسے بیچ کر انہوں نے اس کی قیمت ادا کر دی۔ اب سٹیل مل کو انہوں نے بیچ دیا مگر سپریم کورٹ نے معاملے کو روکا ہوا ہے ورنہ وہ بھی یہ بیچ کر کھا جاتے۔ یعنی ایک طرف یہ سارے اثاثے بیچ رہے ہیں دوسری طرف اس ملک کی basic industry کو کوئی سنبھالا نہیں دیا جارہا۔ انہوں نے زراعت کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ کسان کو pesticide چاہئے، مجھے یہ بتائیں کہ یہ ان کا پورا بجٹ پڑا ہے اور اس میں انہوں نے کوئی ایسا کام کیا ہے، کوئی ایسی فیکٹری لگانے کے لئے پیسا خرچ کیا ہے، جیسا کہ انہوں نے رنگ روڈ کے لئے 23۔ارب روپے رکھے ہیں۔ کوئی 10۔ارب روپے pesticide کی فیکٹری لگانے کے لئے بھی رکھ دیتے، کھاد کی قلت ہے اس کی فیکٹری لگا دیتے۔ ڈیزل کے بارے میں میں کہوں گا کہ جس کے پاس 80 لاکھ روپے کی پجارو ہے اور جس کی ماہانہ انکم ایک کروڑ روپے ہے وہ بھی -/38 روپے لٹر لے رہا ہے اور جو کسان ہے جس نے اپنے کھیت میں ٹریکٹر چلانا ہے وہ بھی -/38 روپے لٹر لے رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جناب ہم ڈیزل سستا کر رہے ہیں یعنی کوئی تو ریلیف دیتے۔ نہ زراعت کی ترقی کے لئے کوئی ریلیف، نہ کسان کے لئے کوئی ریلیف، نہ صحت کے لئے کوئی زیادہ پیسا رکھا گیا ہے، نہ تعلیم میں ہیں یعنی کسی شعبہ میں بھی نہیں ماسوائے ایک جھوٹی تقریر تیار کر دی ہے اور بعد میں جو یہ خود کرتے رہے ہیں کہ کروڑوں روپے کی گاڑیاں خریدی ہیں اور لاکھوں روپے کے تحفے دیئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب ہم اپنے تعلقات بنا رہے ہیں۔ میں یہاں پر ان حکمرانوں کی خدمت میں یہی عرض کروں گا کہ عرب کے جو شیخ ہیں وہ کسی زمانے میں اونٹوں پر سفر کیا کرتے تھے تو اونٹوں والوں کی یاری ان کے وارے میں نہیں آئے گی۔

(اذان عصر)

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناءاللہ خان: جناب سپیکر! میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ میں ان دلائل اور arguments کی بنیاد پر حکومت پنجاب کا یہ بجٹ مسترد کرتا ہوں اور میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ بجٹ غلط

اعداد و شمار پر پیش کیا گیا اور انہوں نے کسی بھی بنیادی عوامی فلاحی کام کے لئے کوئی زیادہ رقم مختص نہیں کی بلکہ وہ پہلے سے کم مختص کی ہے اور دوسرا اس ملک کا اصل مسئلہ governance کا ہے جس طرح سے پہلے پیسا ضائع ہوا ہے اسی طرح سے یہ پیسا بھی ضائع ہو گا اور اس وقت تک اس صوبے کے حالات اور عوام کے حالات نہیں بدل سکتے جس وقت تک اس ملک میں عام آدمی کی قیادت اور جمہوریت اور جمہوری پراسس کے لئے حکومت اوپر نہیں آتی۔ جب تک خواص کا قبضہ رہے گا اس وقت تک یہ ملک ترقی نہیں کر سکے گا۔ اس وقت یہ موجودہ دور ایک فرد واحد کی ابن الوقتی اور مفاد پرستی پر مبنی ہے اور جب تک یہ ملک پر مسلط رہیں گے اس وقت تک اس ملک کے حالات نہیں بدل سکتے۔ میں اس مقدس ایوان کے اس فلور سے اس صوبے کے عوام کو بالخصوص اور اس ملک کے عوام کو بالعموم یہ درخواست کرتا ہوں اور مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ان حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اس جدوجہد کے نتیجے میں اس ملک اور قوم کی ان حکمرانوں سے جان چھڑائیں جو لاکھوں کروڑوں روپیہ اپنی عیاشیوں پر خرچ کر رہے ہیں اور لوگوں کو بھوکے مرنے کے حالات پیدا کر رہے ہیں۔ شکریہ

سید عبدالعلیم شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید عبدالعلیم شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں محترم رانا صاحب کو اتنا خوبصورت [**] پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ لفظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب سپیکر! اگر شکرا کا لفظ بولا جا سکتا ہے تو پھر [**] کا لفظ بھی بولا جا سکتا ہے۔ میں دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ ہم حکومتی لوگ پانچ سے دس فیصد کوئی چیز بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں لیکن آج جس طریقے سے رانا ثناء اللہ صاحب نے سب کے ریکارڈ

---

* بحکم جناب سپیکر لفظ کارروائی سے حذف کیا گیا۔

توڑ دیئے میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے جو دوسری بات یہاں پر کی کہ ابوظہبی کے شہزادوں کو 63 لاکھ روپے کے تحفے دیئے گئے۔

جناب سپیکر!انہوں نے 63لاکھ روپے کی بات کی ہے۔یہی شیخ فیملی رحیم یار خان کے بعد ڈیرہ غازی خان میںGubara Foundationکے نام سے ایک تنظیم چلا رہی ہے جو پورے صوبے میں چلتی ہے۔ مسلم لیگ (ن) کے صوبائی صدر کے بیٹے دوست محمد کھوسہ جو ضلع کے نائب ناظم ہیں باقاعدہ اسGubara Foundationکے تنخواہ دار ملازم ہیں۔ان کا ضلعی جنرل سیکرٹری بھی اس کا تنخواہ دار ملازم ہے۔ ہم نے ڈی جی خان شہر کے لئے 2.5کروڑ روپے کی واٹر سپلائی سکیم دی جس کے لئے انہوں نے پیسے دیئے اور مکمل بھی ہو گئی جبکہ اس کے عوض ان کا کردار یہ ہے کہ انہوں نے شکار کے نام پر ان لوگوں سے 40ہزار آٹے کے تھیلے لیتے رہے۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!تشریف رکھیں۔اپنی بجٹ تقریر میں آپ کر لینا۔اب وقفہ نماز کے لئے ہاؤس آدھے گھنٹے کے لئےadjournکیا جاتا ہے۔اب نماز عصر کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز عصر کی ادائیگی کے لئے آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا گیا)

(اس مرحلہ پر نماز عصر کے وقفے کے بعد 6بج کر 2منٹ پر
جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، جوئیل عامر سہوترا صاحب!

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر!میں آپ کا بہت ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 07-2006پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں اس موقع پر وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب اور وزیر خزانہ کو ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی دفعہ اس بجٹ میں ترقیاتی سکیموں کے لئے 100۔ارب روپے کی ریکارڈ رقم رکھی گئی ہے۔اس بجٹ میں تعلیم پر تقریباً تین گنا زیادہ بجٹ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرا تعلق مینارٹی کمیونٹی سے ہے اس لئے میرے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کی وساطت سے ان مسائل کو جو میری کمیونٹی کو درپیش ہیں اس ہاؤس میں گوش گزار کر سکوں۔ پیشتر اس کے کہ میں بجٹ کے حوالے سے کچھ گوش گزار کروں میں آپ کی اجازت سے تاریخ کے چند ایک حقائق اسfloorپر بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جناب والا!یہی پنجاب اسمبلی کا ایوان تھا جس میں جناب دیوان بہادر ایس پی سنگھا صاحب سپیکر تھے اور جب قرار داد پاکستان پاس کرنے کا موقع تھا تو قائداعظم کو پنجاب ہی کے بارے میں

سب سے زیادہ فکر تھی۔تاریخ اس بارے میں بتاتی ہے کہ اس وقت پنجاب میں یونینیسٹ پارٹی کی حکومت تھی جو کہ پاکستان بنانے کے خلاف تھی۔اسی اسمبلی میں اس قرار داد پر ووٹنگ ہوئی تو دونوں اطراف سے ووٹ برابر تھے اور اس وقت کے سپیکر جناب دیوان بہادر ایس پی سنگھا نے اپنا کاسٹنگ ووٹ قرار داد پاکستان کے حق میں ڈال کر اسے منظور کروایا تھا اور یہ قرار داد صرف ایک ووٹ کی اکثریت سے منظور ہوئی تھی۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرار داد پاکستان پاس کروانے اور اس ملک کو بنانے میں جتنا کردار کسی مسلمان لیڈر کا تھا اتنا ہی اہم کردار ہمارے لیڈران کا تھا لیکن میں یہ بات بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں کہ شاید ان تاریخی حقائق کو چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ کسی طریقے سے یہ حقیقتیں تاریخ کے صفحات سے مٹ جائیں۔

جناب والا!تقریباً55/60 سال سے ہم لوگ اس بات کا یقین دلاتے آرہے ہیں کہ ہم اس ملک کے شہری ہیں۔میں اس بات کو بڑے فخر سے کہنا چاہوں گا کہ موجودہ حکومت نے یقیناً اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے بے شمار کام کئے ہیں۔ہمارے مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے موجودہ حکومت ہمیں قومی دھارے میں لے آئی لیکن اس سلسلے میں ابھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے تو میں اس ایوان کی وساطت سے وفاقی اور صوبائی حکومت سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہم سکولوں اور کالجز میں جو نصاب پڑھاتے ہیں ان میں ہمارے مسیح لیڈران کا ذکر ضرور شامل کیا جائے جن کی کاوشوں سے یہ ملک معرض وجود میں آیا اور قرار داد پاکستان پنجاب اسمبلی سے پاس ہوئی۔میں آپ کے سامنے ایک بہت تکلیف دہ حقیقت رکھنا چاہتا ہوں جو اقلیتوں کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔میں اپنے قائد چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا کہ انھوں نے موجودہ کیبنٹ میں ایک اقلیتی منسٹر appoint کی اور انھیں اقلیتی وزارت کا قلمدان دیا گیا لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہماری منسٹری جس سے ہمیں بہت زیادہ توقعات تھیں اسے independent نہیں کیا گیا اور آج بھی اقلیتی امور اور مذہبی امور کی وزارتیں اکٹھی کام کر رہی ہیں۔اقلیتی امور کا تو مذہبی امور کے ساتھ دور دور کا واسطہ نہیں تو ہم یہ کوشش کیوں کر رہے ہیں کہ مذہبی اور اقلیتی امور کو اکٹھا رکھیں۔جب تک آپ اقلیتی وزارت کو independent نہیں کریں گے اور مذہبی امور کے معاملات سے علیحدہ نہیں کریں گے اس وقت تک اس معاشرے میں ہمارے personal laws disturb ہوتے رہیں گے۔میں یہاں پر مثال دینا چاہتا ہوں کہ جب ہماری شادی شدہ لڑکیوں کو اغواء کر لیا جاتا ہے اور بغیر طلاق لئے بغیر

عدت کے دن پورے کئے صرف ایک فتویٰ دے کر اس کی دوسری شادی کروادی جاتی ہے۔ وہاں ہم اپنے آپ کو بہت بے بس محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ جو واردتیں ہو جاتی ہیں اور ہماری بچیوں کے ساتھ ظلم ہوتا ہے ہمارے پاس ایسا کوئی طریق کار نہیں کہ ہم فرسودہ رسومات کو روک سکیں۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ ہماری وزرات کو independent کیا جائے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ مسیح نکاح ناقابل تنسیخ ہوتا ہے لیکن یہاں پر ایک فتویٰ کے ذریعے طلاق دے دی جاتی ہے اور پورے کے پورے خاندان disturb ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر تو مسلم قانون وراثت بھی زبردستی غیر مسلموں پر لاگو کیا جاتا ہے جبکہ مسیحی personal law بالکل اس سے مختلف ہے۔ لہذا میں پھر گزارش کرتا ہوں کہ اقلیتی وزارت کو independent کرنا بہت ضروری ہے تاکہ ہم اپنے بنیادی مسائل حل کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کر سکیں۔

جناب والا! ہمیں بجٹ کے ساتھ ایک بک Report on observation and implementation of principles of policy دی گئی ہے جس میں ہر محکمے نے اپنی اپنی رپورٹ پیش کی ہے۔ پاکستان کے آئین میں ایک آرٹیکل 36 ہے جس میں protection of minorities کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ہر ڈیپارٹمنٹ نے اسی آرٹیکل کا سہارا لے کر اپنے اپنے محکمے کے متعلق minorities کی ذمہ داریوں سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کی ہے لیکن کسی بھی محکمہ نے کوئی نئی تجویز نہیں دی انھوں نے ان حقائق کو سامنے نہیں رکھا کہ ان کے محکمے کے پاس اقلیت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو کیا protection دے رہے ہیں۔ یہاں پر سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کے حوالے سے ایک provision کا ذکر کیا گیا ہے کہ:

The Punjab Civil Servants Recruitment & Relaxation of Upper Age Limit Rules 1976.

اور انھوں نے یہ protection of minorities کے حوالے سے کہا ہے جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر relaxation of age کے حوالے سے کسی کو کوئی فائدہ ہوتا ہے تو وہ صرف اقلیت سے تعلق رکھنے والے کسی بھی فرد کو نہیں بلکہ پورے معاشرے میں رہنے والے افراد کو اس بات کا فائدہ ہوتا ہے۔ میں اس ہاؤس کی وساطت سے عرض کرنا چاہوں گا کہ اس محکمہ میں اقلیتوں کے لئے کم از کم پانچ فیصد کوٹا مختص کیا جائے۔

جناب والا! یہ بھی ایک بہت تلخ حقیقت ہے کہ آج بھی صوبہ پنجاب میں PCS or

CSS کا کوئی بھی اقلیتی آفیسر موجود نہیں ہے۔یہاں پر سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن نے اپنے محکمے کے حوالے سے بتایا ہے کہ ہم نے اقلیتوں کو special concessions دی ہیں کہ وہ جس job میں آنا چاہیئں تو ہم ان کو concessions دیتے ہیں۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ محکمہ اپنی ان concessions کی وضاحت بھی اس بک میں کر دیتا تاکہ ہمیں بھی پتا ہوتا کہ وہ کون سا طریقہ ہے جسے اختیار کر کے ہم بھی PCS اور CSS سروسز میں جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ہم موجودہ حکومت کے بہت شکر گزار ہیں کہ انھوں نے موجودہ کیبنٹ میں ایک اقلیتی امور کی وزارت قائم کی۔ میں وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ جنھوں نے تیسری دفعہ اس بجٹ میں اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے 30 کروڑ روپے کی خطیر رقم کا اعلان کیا ہے لیکن میں آپ کی وساطت سے ان سے عرض کرنا چاہوں گا کہ جب وہ اپنی تقریر کو wind up کریں تو اس 30 کروڑ روپے کی رقم کو باقاعدہ ADP میں شامل کریں تاکہ ہمیں بھی پتا ہو کہ ہم نے ان رقوم کو اپنی minorities کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرنا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ جب یہ رقم minorities کی فلاح و بہبود کے لئے دی جائے تو اسے P&D کے ذریعے خرچ کیا جائے۔ میں نے اسی بک میں پڑھا کہ زکوٰۃ و عشر ڈیپارٹمنٹ نے بہت اچھے عملی اقدامات کئے ہیں یقیناً انھیں کرنے بھی چاہیئں۔ وہ قرآن بورڈ کا قیام عمل میں لائے جس کا مقصد publication of Holy Quran ہے distribution among deserving peoples ہے۔علما اکیڈمی مذہبی سکالرز کی ٹریننگ کر رہی ہے اور انھوں نے اسلامک لائبریری کا قیام بھی کیا ہے۔ لہذا میری بھی آپ کی وساطت سے اپنے محکمے سے یہ عرض ہو گی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جو 30 کروڑ روپے کی رقم اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے دی ہے اس سے ایسے ادارے ضرور قائم کئے جائیں، جن میں minorities کے مذہبی لوگوں کی تعلیمات کے فروغ کے لئے، minorities کے طالب علموں کے لئے اور وہ تمام بورڈز جو کسی بھی طریقہ سے minorities کی فلاح و بہبود کا وسیلہ بن سکتے ہیں۔

جناب سپیکر!اوقاف ڈیپارٹمنٹ نے جہیز کمیٹیاں بھی قائم کی ہیں۔ میری آپ کی وساطت سے وزیر اقلیتی امور سے گزارش ہو گی کہ minorities سے تعلق رکھنے والی غریب بچیوں کے لئے جہیز کمیٹی کا قیام ضرور عمل میں لائیں۔ وہ پچھلے دو سال سے یہ کام نہیں کر سکیں لیکن ابھی مجھے یقین ہے اور میں نے وزیر خزانہ صاحب سے بھی عرض کیا تھا اور انھوں نے کہا کہ یہ پیسے باقاعدہ آپ

کو دے دیئے گئے ہیں لہذاایسی کمیٹیاں ضرور قائم کریں تاکہ مینارٹی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو سہولتیں فراہم کی جا سکیں۔ میں یہاں پر مینارٹی ایڈوائزری کمیٹی کا ذکر کرنا چاہوں گا اور میں نے یہ بات راجہ بشارت صاحب کے گوش گزار بھی کی تھی اور میں ان کا بڑا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہمیشہ کی طرح بڑے تحمل کے ساتھ ہماری بات کو سنا۔ میں نے ان سے یہ گزارش کی تھی کہ مینارٹی ایڈوائزری کمیٹی جو کہ پنجاب لیول پر ہوتی ہے اس کی نمائندگی پنجاب بھر سے ہونی چاہئے نہ کہ ہم دو تین اضلاع سے ممبر اکٹھے کر کے اسے پنجاب کی کمیٹی کا نام دے دیں۔ میں اس کے لئے راجہ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہماری اس بات کو مانا اور مجھے امید ہے کہ اس کمیٹی میں یقیناً تبدیلیاں لائی جائیں گی۔ میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مینارٹی ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگز کو regular کیا جائے اور کمیٹی کی سفارشات پر عمل کیا جائے۔

جناب والا! وزیر اعلیٰ پنجاب نے کرسمس کے موقعہ پر 25لاکھ روپے کا اعلان کیا ہوا ہے جو پچھلے تین سال سے ہر کرسمس کے موقع پر غریب مسیحوں میں تقسیم کی جاتی ہے اس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں لیکن میں ان سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس رقم میں اضافہ کیا جائے تاکہ کرسمس کے موقع پر زیادہ لوگ مستفید ہو سکیں۔ یہاں پر لوکل گورنمنٹ اینڈ رورل ڈویلپمنٹ کے محکمہ کی طرف سے مینارٹی کے حوالے سے ایک رپورٹ ہے کہ آبادی کی بنیاد پر لوکل کونسلز میں اقلیتوں کو نمائندگی دی گئی ہے یقیناً یہ بات صحیح ہے اور میں اس کے لئے موجودہ حکومت کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا لیکن میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم 1985 سے 2002 تک کے الیکشن دیکھتے ہیں تو اقلیتوں کے لئے 1985 میں جو نشستیں مخصوص تھیں وہی تعداد 2002 کے الیکشن میں بھی تھی۔ میں اس ہاؤس کی وساطت سے وفاقی حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں میں آبادی کی بنیاد پر اقلیتوں کی نمائندگی کو بڑھایا جائے اور سینیٹ میں بھی مسیحیوں کی نمائندگی کو یقینی بنایا جائے۔

جناب سپیکر! یقیناً ہماری حکومت نے ایجوکیشن کے حوالے سے خطیر رقم رکھی ہے اور بیش بہا کام کیا ہے۔ حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب کی بہترین پالیسوں کی وجہ سے طالب علموں کی تعداد 8/9لاکھ زیادہ ہوئی ہے۔ وہ علاقے جو کرسچئن کمیونٹی کے ہیں ان میں missing facilities کی مد میں اور upgradation کی سکیموں میں ہمارے سکولز کو شامل کرنے پر میں چودھری پرویز الہیٰ صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔ میں ان سے یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ

ہمارے جو سکولز نیشنلائز کئے گئے تھے اور وہ ابھی تک واپس نہیں کئے گئے اگر ان میں کوئی محکمانہ کوتاہی ہے تو اسے دور کیا جائے اور ان تعلیمی اداروں کو بھی ان کے مشنری مالکان کو واپس کیا جائے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ پنجاب بھر کے تعلیمی اداروں میں اقلیتی امیدواران کے لئے کوٹا مختص کیا گیا ہے لیکن ground realities یہ ہیں کہ پنجاب بھر میں ایسا کوئی کوٹا نہیں ہے۔ ہاں! اگر محکمہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے اور اس نے رپورٹ میں یہ بات لکھی ہے تو میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ تمام تعلیمی اداروں میں اقلیتی امیدواران کا برابر کوٹا رکھا جائے۔ ہم نے یہاں پر ایک قرار داد بھی پیش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کن وجوہات کی بناء پر اسے منظور نہ کیا گیا۔ ہم نے اس قرارداد میں لکھا تھا کہ جس طرح کسی بھی ادارے میں اگر کوئی مسلمان امیدوار نوکری کے لئے جاتا ہے تو جو حافظ قرآن ہوتا ہے اسے اضافی نمبر دے دیئے جاتے ہیں۔ جس امیدوار کو اضافی نمبر دے دیئے جائیں اس کی پوزیشن مستحکم ہو جاتی ہے لہذا میری گزارش ہو گی کہ وہ تمام امیدواران جو کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں انھیں بھی اسی طرح اضافی نمبر دیئے جائیں جس طرح حافظ قرآن کو دیئے جاتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز آپ ایک منٹ میں wind up کر لیں۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں دو گزارشات اور کرنا چاہوں گا۔ یہاں بورڈ آف ریونیو کے حوالے سے بھی وہی آرٹیکل 36 کا حوالہ Protection for Minorities کا دیا گیا۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وہ تمام مسیحی آبادیاں جنہیں کسی بھی وجہ سے یا اگر وہ 1985 کے سروے میں نہیں بھی آ سکیں ان کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں تاکہ minorities میں کسی قسم کا کوئی ایسا تاثر نہ جائے کہ ہمارے ساتھ کوئی زیادتی ہو رہی ہے۔ میں یہاں پر ایکسائز کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہوں گا اور مجھے یاد ہے کہ دو سال پہلے بھی اس ہاؤس میں بحث ہوئی تھی اور محکمہ ایکسائز کے حوالے سے شراب کے مسئلہ پر صرف ایک ہی جواب آتا ہے کہ یہ Non-Muslims کو ان کی مذہبی رسومات ادا کرنے کے لئے شراب مہیا کی جاتی ہے جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ مسیحیت بھی ایک الہامی مذہب ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ پر مسلمانوں کا بھی اتنا ہی عقیدہ ہے۔ ہمارے مذہب میں بھی شراب اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ مذہب اسلام میں اس چیز کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ آپ سے میری یہ گزارش ہو گی کہ آئندہ محکمہ کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اس چیز کی ہسٹری کو دیکھیں کہ کن چیزوں اور کن واقعات اور معاملات کو دیکھ کر کس minority

community کو شراب کی اجازت دی گئی ہے۔اس کمیونٹی میں تمام کمیونٹیز کو رکھنا اور یہ کہہ دینا کہ مذہبی رسومات کی وجہ سے شراب دی جاتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بھی کمیونٹی کو letdown کرنے والی بات ہے۔آپ کا بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،جناب جاوید حسن گجر!

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر!بجٹ پر بہت بحث ہو چکی۔ رانا صاحب نے کافی سارے معاملات طے کر دیئے لیکن اس کے باوجود بھی Treasury Benches کی طرف سے کوئی ایسا اقدام نہیں ہوا کہ ان کی تعریف میں کچھ کلمات کہے جاتے۔

جناب سپیکر!جیسے کہ وزیر خزانہ صاحب نے یہ کہا کہ ہم نے 2006-07 کے لئے 274۔ارب روپے مختص کئے اور پچھلے سال کے لئے 224۔ارب روپے تھے لیکن یہ 22.10 فیصد کی increase کے بارے میں یہ نہیں بتا سکے کہ یہ کہاں سے پوری کریں گے۔ٹیکسوں کی مد دیکھیں تو نئے ٹیکس لگے نہیں ہیں۔انہوں نے اپنے الفاظ کے اتار چڑھاؤ میں سب مد پورے کر دیئے ہیں لیکن محکوم قومیں جب بھی آزادی لیتی ہیں وہ اپنے حقوق کے لئے آزادی لیتی ہیں۔ ہمیں یہ نہیں پتا تھا کہ ہم آزادی لینے کے باوجود بھی بجٹ کے معاملے میں پابند رہیں گے۔ ہم نے ایجوکیشن کے لئے 13.7 بلین روپے رکھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بتایا گیا کہ ہم نے پرائیویٹ سکول اور 6 پبلک سیکٹرز کی یونیورسٹیز اور 15 پرائیویٹ میڈیکل کالج اور پرائیویٹ یونیورسٹیز کو introduce کیا لیکن میں یہ کہتا چلوں کہ اس میں اتنی کمی بیشی ہے کہ غریب آدمی وہاں پر آسانی سے تعلیم حاصل نہیں کر سکیں گے۔ میں یہ کہوں گا کہ انہوں نے ایجوکیشن کے لئے بہت اچھا بجٹ رکھا لیکن میں اس کے ساتھ ساتھ یہ کہوں گا کہ پولیس کے 20۔ارب روپے کے بجٹ میں سے کٹوتی کر کے تھوڑا بہت بجٹ ایجوکیشن میں مزید دیا جائے تاکہ اس سے ایجوکیشن میں زیادہ بہتری ہو سکے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ چاہوں گا کہ پولیس کے بجٹ سے کٹوتی کر کے ایجوکیشن اور ایگریکلچر میں ڈالا جائے اور پولیس نے جو بقایا ڈکیتیاں ڈالنی ہیں ان سے ہمیں تھوڑا سا چھٹکارا دیا جائے۔

جناب سپیکر!ابھی سی ایم صاحب نے announce کیا کہ جنوبی پنجاب کے لئے 7.5۔ارب روپے رکھا ہے انہوں نے ہر ڈسٹرکٹ کو bifurcate کیا لیکن میرا ضلع رحیم یار خان جو انتہائی پسماندہ ہے اس میں انہوں نے ایک کروڑ روپے بھی announce نہیں کیا اور انتہائی افسوسناک بات ہے کہ ضلع رحیم یار خان کے تین چار منسٹرز ہیں، انڈسٹریل منسٹر ہیں اور گورنمنٹ

کی طرف بہت سارے ایم پی ایز بیٹھے ہوئے ہیں۔ان میں سے کسی نے ضلع رحیم یار خان کے لئے کوئی اہتمام نہیں کیا کہ کم از کم 10 کروڑ روپے دے دیا جائے تاکہ رحیم یار خان کی ترقی کے لئے کام کیا جائے۔ انہوں نے ایک کام ضرور کیا ہے کہ انہوں نے چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو جو پیسے دیئے ہیں اس میں انہوں نے 20 سڑکیں بہاولپور کو دی ہیں اور رحیم یار خان کو صرف دو یا چار کلو میٹر کی 5 سڑکیں دی ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ انہیں چاہئے کہ رحیم یار خان کے لئے کچھ اور زیادہ پیسے دیئے جائیں اور اس کو re-announce کیا جائے۔

جناب والا!ایگریکلچر سیکٹر میں 2.5 بلین روپے بجٹ announce کیا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ جس محکمے کے ریسرچ انسٹیٹیوٹس علیحدہ ہیں،ان کی اپنی گاڑیوں کی requirements ہیں،اس کے بعد سیڈ کارپوریشن کی اپنی requirements ہیں تو میں یہ سفارش کروں گا کہ جہاں پر انہوں نے 2.5 بلین روپے ایگریکلچر کے لئے رکھے ہیں، خدارا!اس کو بڑھایا جائے اور کم از کم اس کو 6 بلین روپے پر لایا جائے تاکہ ایگریکلچر کی اپنی requirements پوری ہو سکیں۔ میں یہ کہوں گا کہ جہاں پر انہوں نے ریسرچ انسٹیٹیوٹس ایگریکلچر کے لئے رکھے ہیں، رحیم یار خان کاٹن ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں ریسرچ آفیسر کی 6 اسامیاں ہیں اس کے لئے کوئی announcement نہیں کی گئی۔ وہاں کا ریسرچ ڈائریکٹر Faisalabad based ہے جبکہ اس کی ڈیوٹی رحیم یار خان میں ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر زراعت سے یہ request کروں گا کہ اس کا بجٹ بھی رحیم یار خان کے لئے علیحدہ allocate کیا جائے اور ریسرچ ڈائریکٹر کو بھی رحیم یار خان میں لگایا جائے تاکہ ہمارے علاقے میں زیادہ سے زیادہ ریسرچ ہو سکے اور ہمارا علاقہ پسماندگی سے نکل سکے۔اس کے بعد انہوں نے Pesticides Research میں کوئی پیسا نہیں رکھا۔ میں یہ request کروں گا کہ یہ Pesticides Laboratory کے لئے پیسا دیں۔انتہائی افسوس ناک بات ہے کہ یہاں بہت سارے farmers بیٹھے ہوئے ہیں اور cotton growing areas کے لوگ بیٹھے ہوئے، cotton growing areas میں sugarcane areas کیوں بڑھایا جا رہا ہے؟ وہاں پر شوگر انڈسٹریز کو enhancement دی جا رہی ہے۔ خدارا!ایسا نہ کریں کیونکہ cotton سے ہی آپ بیرونی سرمایہ لے کر آتے ہیں اس لئے زرمبادلہ کمانے کا سب سے بڑا ادارہ کاٹن ہے۔ اگر انہوں نے شوگر انڈسٹریز کنٹرول نہ کی تو ہمارا کاٹن ایریا بالکل تباہ ہو جائے گا۔ اگر انہوں نے بڑے بڑے industrialists کو مزید امیر بنانا ہے تو کم از کم mini suger mills کی بھی اجازت دی

جائے تاکہ چھوٹے فارمرز اپنا بزنس کر سکیں۔اس کے بعد انہوں نے لائیو سٹاک کے لئے0.60 بلین روپے رکھے ہیں یہ بہت اچھا اقدام ہے لیکن میں ایک تجویز دوں گا کہ ہر ڈسٹرکٹ لیول پر milk diseases کے لئے ایک لیب قائم کی جائے جس میں جانوروں کے دودھ کے لیبارٹری ٹیسٹ کئے جائیں تاکہ اس کی بیماریوں سے بچا جا سکے کیونکہ دودھ میں 80 فیصد ٹی بی پائی جاتی ہے تو میں لائیوسٹاک والوں سے یہ کہوں گا کہ مہربانی کر کے ڈسٹرکٹ لیول پر لیبارٹریز کو introduce کروایا جائے۔اس کے بعد چیمہ صاحب اریگیشن میں 8.5 بلین روپے لے کر بہت خوش ہو رہے ہیں لیکن انہیں یہ نہیں پتا کہ انہوں نے پچھلے سال ان کے لئے جو پیسا رکھا تھا اس میں سے یہ ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کر سکے۔یہ انتہائی شرمناک بات ہے کہ اتنا بجٹ دیا جا رہا ہے اور پچھلے پیسے ویسے کے ویسے پڑے ہوئے ہیں اور نیا بجٹ ڈالا جا رہا ہے۔میں اریگیشن ڈیپارٹمنٹ کے لئے ایک تجویز دوں گا کہ انہوں نے جہاں پر بڑے بڑے ڈیم بنانے ہیں وہاں پر بارانی اور میدانی علاقوں یا ایریاز میں منی ڈیم بنائے جائیں تاکہ وہاں پر مختلف ایریاز میں falls بنا کر پانی کو ذخیرہ کیا جائے اور چھوٹے فارمرز کو بوقت ضرورت پانی وہاں سے دیا جائے۔

جناب والا!انتہائی افسوس کی بات ہے کہ لوکل گورنمنٹ میں 87.3 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں لیکن اس میں سے لوکل گورنمنٹ نے آج تک اپوزیشن کو کوئی پیسا نہیں دیا۔انھوں نے خاص طور پر ڈسٹرکٹ رحیم یار خان کے چاروں ایم پی ایز کو ایک روپیہ بھی ڈویلپمنٹ کے لئے نہیں دیا۔انھوں نے ڈویلپمنٹ بجٹ میں 23 بلین لاہور رنگ روڈ اور لاہور سیالکوٹ موٹروے کے لئے رکھا ہے۔میں یہ کہتا ہوں کہ غریب عوام بھوکی مر رہی ہے،لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں۔ان کو اپنی موٹروے کی پڑی ہے۔یہ 23 بلین میں سے کچھ پیسا تو اربن اور رورل ایریاز کی ڈویلپمنٹ کے لئے رکھا جائے،غریب لوگوں کو پانچ مرلہ سکیم کے پلاٹ دیئے جائیں یا ان کو کم از کم شیلٹر دیا جائے اور ان کے لئے پانچ مرلہ سکیم کے کوارٹر متعارف کرائے جائیں اور ان کو مالکانہ حقوق پر دیئے جائیں۔

جناب والا!جہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب کہتے ہیں کہ ایک لاکھ روپے ایکڑ اراضی ہم نے مزارعوں کو دی ہے یا دینے کی تجویز ہے۔میں یہ کہتا ہوں کہ میرے ضلع رحیم یار خان کے چک 95 کے کسان جو 70 سال سے وہاں پر بیٹھے ہیں۔ان کی تیسری نسل چل رہی ہے۔یہاں پر شیخ زید کے کچھ لوگ ہیں جو کہ امیر ہیں اور پنجاب حکومت کو چلا رہے ہیں۔انھوں نے چک 95 کو خرید کیا

ہے۔ جس میں شرم والی بات ہے اور شاید رانا صاحب کو بھی ابھی تک نہیں پتا ہے کہ ان 66 مربعوں میں سے 22مربعے وزیر اعلیٰ کو gift کئے گئے ہیں۔ وہ کس مد میں جائیں گے۔یہ انتہائی افسوسناک بات ہے، حکومتی بنچوں کو بھی سوچنا چاہئے اور اپوزیشن والوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ وہاں پر جو مزارعے 70 سال سے بیٹھے ہیں۔ان کو بے دخل کیا جارہا ہے۔یہ کتنی شرمناک بات ہے۔ لہذا مہربانی کر کے جہاں پر ایک لاکھ روپے ایکڑ اراضی مزارعوں کو تقسیم کی جائے وہاں پر چک 95 کے زمینداروں کو۔۔۔

وزیر کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانجھا صاحب!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب وہ 66 مربعے زمین انہی مزارعین کو رعائیتی ریٹ پر دے رہے ہیں۔ جو وہاں پر قابض ہیں۔ان کی اطلاع غلط ہے۔وزیر اعلیٰ صاحب کے خصوصی احکامات کے مطابق یہ زمین انہی کو دی جارہی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ محترم وزیر رانجھا صاحب کو اس معاملے کی حقیقت کا نہیں پتا۔ان 66 مربعوں میں سے 22 مربعے کی رجسٹری چودھری مونس الٰہی کے نام ہے۔اس کی کاپی میرے پاس پڑی ہے۔اگر یہ کہیں تو میں کل لاکر پیش کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: کیا وہ state land تھی۔

رانا ثناء اللہ خان: جی، state land تھی۔انہی 66 مربعوں کی یہ بات کر رہے ہیں اور جن کا یہ جواب دے رہے ہیں۔ان میں سے 22 مربعوں کی رجسٹری چودھری مونس الٰہی کے نام ہے۔اس رجسٹری کی کاپی ان لوگوں نے مجھے فراہم کی ہے۔ میں اسے کل ہاؤس میں پیش کر دوں گا۔

وزیر کالونیز: ابھی تو اس زمین کے مالکانہ حقوق ان مزارعین کو بھی نہیں ملے تو رجسٹری کہاں سے ہو گئی۔

رانا ثناء اللہ خان: میں نے کوئی مستقبل کے صیغہ میں بات نہیں کی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ رجسٹری کی فوٹو کاپی میرے پاس ہے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! میں وہ گزارش کر رہا ہوں جو حقائق ہیں۔ابھی پچھلے دنوں سمری پر approval ہوئی ہے کہ ان کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔ یہ کسی اور زمین کی بات کر رہے ہوں

گے۔میں جس کی بات کر رہا ہوں اس کا معاملہ ابھی تک pending ہے۔

وزیر بیت المال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، اعجاز شفیع صاحب!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! جس رقبے کی یہ بات کر رہے ہیں وہ government land نہیں ہے بلکہ پرائیویٹ ہے۔ وہ رابرٹ فارم تھا، ان کی یہ زمین تھی۔ ان لوگوں نے یہ زمین بیچی ہے۔ اس میں تین چار پارٹنر ہیں، جن لوگوں نے یہ زمین خریدی ہے۔ اس میں گورنمنٹ کی ایک مرلہ زمین بھی نہیں ہے۔ یہ ساری زمین پرائیویٹ ہے۔ جس کو مختلف لوگوں نے خریدا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ راناصاحب آپ جس زمین کی رجسٹری کی بات کر رہے ہیں وہ state land نہیں ہے وہ پرائیویٹ ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ فرما دیں کہ ان میں سے چودھری مونس الٰہی کے نام کتنی زمین ہے۔

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! اگر کوئی پرائیویٹ land بیچ رہا ہے تو وہ چودھری منیر خریدے یا کوئی A,B,C خریدے تو اس کو خریدنے سے کوئی بندہ نہیں روک سکتا۔

جناب سپیکر: جاوید حسن گجر صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب نجف عباس سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، سیال صاحب!

جناب نجف عباس سیال: جناب سپیکر! جیسا کہ راناصاحب نے فرمایا ہے کہ ان کے پاس رجسٹری کی کاپی موجود ہے۔ اگر state land جیسے مناظر رانجھا صاحب نے فرمایا ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

جناب نجف عباس سیال: سر! انھوں نے ایوان میں کہا ہے کہ میرے پاس رجسٹری موجود ہے۔ اگر مونس الہٰی کے نام state land کی کوئی رجسٹری ہے تو یہ پیش کریں یا معافی مانگیں۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہر بات پر جو مرضی ہو بولتا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جاوید حسن گجر صاحب!

جناب جاوید حسن گجر:جناب سپیکر!میرے محترم بھائی اعجاز شفیع صاحب نے ایک شخص چودھری منیر کا نام لیا ہے۔ میں نے اس کا نام نہیں لیا اور نہ ہی میں نام لینا چاہتا تھا لیکن انھوں نے نام خود لے لیا ہے کیونکہ یہ ان کے بہت قریب ہیں۔

جناب سپیکر!یہ state land نہیں تھی۔یہ رابرٹ فارم تھا،اس کے چار پارٹنر تھے۔اس میں مزے کی بات یہ ہے کہ اس میں اور پھڈا پڑا ہوا ہے۔رانجھا صاحب کو اس چیز کا پتا ہو گا اور ان کے علم میں ہو گا رابرٹ کی ایک پارٹنر تھی۔۔۔

جناب سپیکر:آپ بجٹ پر رہیں۔

جناب جاوید حسن گجر:جناب سپیکر!جہاں پر انھوں نے ڈویلپمنٹ بجٹ 100۔ارب روپے رکھا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ میں تجویز یہ دوں گا کہ جہاں پر ہم نے اربن ایریا کو ڈویلپمنٹ کے لئے پیسا دیا ہے۔ میں وزیر صاحب سے آپ کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ رورل ایریا کو بھی ڈویلپمنٹ کے لئے پیسا دیں۔ وہ ڈویلپمنٹ ایسے ہونی چاہئے کہ ہر شہر کے دس پندرہ کلو میٹر کے بعد وہاں پر گرلز کالج،بوائز کالج اور سکول کی پوری سہولیات ہونی چاہئیں تاکہ رورل ایریاز کا رش اربن ایریاز کی طرف کم ہو اور اربن ایریاز کی جو environmental situtation کو damage ہونے سے بچایا جا سکے۔انھوں نے environment کے لئے جو پیسا دیا ہے۔ وہ انتہائی کم ہے۔اس کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ ہم نے environment کی ڈویلپمنٹ کے لئے سی این جی رکشا سسٹم جاری کیا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ environment صحت کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

جناب سپیکر!میں یہ تجویز کروں گا کہ جہاں پر انھوں نے امیر لوگوں کو امیر سے امیر تر بنانے کی تجویز دی ہے وہاں پر میں یہ کہوں گا کہ کسانوں کی سطح پر ہر کسان کو درخت لگانے کے لئے ایک incentive دیا جائے تاکہ environment کے لئے بھی وہ اچھے ثابت ہو سکیں۔

جناب والا!جہاں پر انھوں نے سی این جی رکشا Green Punjab کے تحت سکیم دی ہے۔وہاں پر انتہائی غریب ٹانگے والے کو کم از کم easy loan دیا جائے تاکہ وہ بھی اپنا رکشا چلا سکیں۔انھوں نے جو پیسا چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لئے رکھا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ پیسا بہت کم ہے۔ بہاولپور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لئے بھی پیسا بہت کم ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ اس بجٹ میں کٹوتی کر کے پیسا ادھر دیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر:شکریہ

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت:جناب سپیکر!یہ رحیم یار خان کی ڈویلپمنٹ کارونارو رہے تھے تو میں ان کو ابھی ایک فگر دیتا ہوں کہ یہ ایک ہزار 34 ملین روپے ان کے سیوریج،واٹر اینڈ سینی ٹیشن اور واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ کے لئے allocate کئے ہیں اور پچھلے سال جو رحیم یار خان کو فنڈز دیئے گئے تھے وہ southern پنجاب میں سب سے زیادہ دیئے گئے تھے۔

جناب سپیکر:شکریہ۔جناب فیصل حیات جبوآنہ صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔

جناب جاوید حسن گجر:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،گجر صاحب!

جناب جاوید حسن گجر:جناب سپیکر!میں اپنے بھائی سے کہوں گا کہ انہوں نے شاید میری بات سنی نہیں ہے میں نے کہا ہے کہ رحیم یار خان میں جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف دس بارہ سڑکیں دی ہیں اور وہ بھی صرف تحصیل لیاقت پور میں جو ان کے پڑوس میں ہے۔اس کے علاوہ باقی تینوں کی تینوں تحصیلیں خالی پڑی ہیں یہ ریکارڈ پر ہے۔ساری سکیمیں اسی طرح پڑی ہیں۔اگر انگلش نہ پڑھنی آئے تو میرے پاس آجائیں۔

جناب سپیکر:اگلے سپیکر رائے احسن رضا صاحب ہیں۔تشریف نہیں رکھتے۔

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،ارشد بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!آپ کا شکریہ کہ آپ نے بڑی اہم بات جو میں نے تین دن پہلے بھی کہی تھی اور آج پھر اس کو دہرا رہا ہوں اس لئے کہ ہمارے ایجوکیشن منسٹر جو چاکلیٹ منسٹر بھی ہیں۔بقول ہماری بہن کے پتا نہیں کہ یہ ماڈلنگ منسٹر بھی ہیں۔جب بچہ سکول سے فارغ ہو جاتا ہے تو ماں باپ اسے نئی کتابیں لے کر دے دیتے ہیں کیونکہ وہ اگلی کلاسوں کی پڑھائی شروع کر دیتا ہے سکول لگے یا نہ لگے۔اپریل میں بچوں نے امتحان پاس کئے ہیں،اپریل،مئی،جون،جولائی،اگست، ستمبر یعنی یہ کہتے ہیں کہ پانچ مہینے تک ہم نے بچوں کو کتابیں نہیں دینی۔اب ظلم یہ ہے کہ لوگ کتابیں خود خرید لیں۔انہوں نے جو کتابیں مفت دینی ہیں وہ انہوں نے سنبھال کر رکھ لی ہیں اور وہ

دو دو، چار چار روپے کی کتابیں ہیں، زیادہ قیمتی بھی نہیں ہیں۔ ہمارا ایجوکیشن کا سسٹم یہ ہے کہ یہ غریب لوگوں کو کتابیں دے رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ چھ مہینے نہ پڑھیں ہم نے چاروں صوبوں نے بیٹھ کر یہ پالیسی بنالی ہے کہ چھ مہینے بچے نہیں پڑھیں گے۔ میں آپ کی وساطت سے ایجوکیشن منسٹر سے تو نہیں لیکن راجہ صاحب اور دوسرے منسٹروں سے درخواست کروں گا کہ یہ چیف منسٹر صاحب سے request کریں۔ مجھے غریب لوگوں نے کہا ہے کہ خدا کے لئے ہمیں کتابیں تو لے کر دیں یا ہمیں بازار میں provide کر دیں۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ کہوں گا کہ وہ اس ضد پر نہ رہیں کہ ہم نے بچوں کو پڑھنے نہیں دینا۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب نے سن لیا ہے اور ایجوکیشن منسٹر صاحب نے بھی سن لیا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں اس میں آپ کی رہنمائی بھی چاہوں گا کیونکہ آپ کسٹوڈین ہیں اور آپ ان سے کہیں کہ یہ چیف منسٹر صاحب سے request کریں کہ جو بچے چھ مہینے کتاب کو ہاتھ نہیں لگائیں گے تو پھر وہ کیا کریں گے ؟ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ ایجوکیشن منسٹر کے بس کی بات نہیں ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: راجہ صاحب! نوٹ کر لیں کیونکہ ان کی طرف سے یہ اچھی proposal ہے۔ اگلے سپیکر چودھری طالب حسین سندھو صاحب ہیں۔

وزیر تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ایجوکیشن منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ میں تو بڑی خاموشی سے ساری باتیں سن رہا تھا but I am forced کہ بگو صاحب کا جواب ضرور دوں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ یہاں پر الزام تراشیاں اتنی فراوانی سے ہوتی ہیں کہ جس کا نوٹس چیئر کو لینا چاہئے۔ ابھی معزز ممبر نے چیف منسٹر کی ذات پر اتنا بڑا الزام لگا دیا کہ state land کو انہوں نے فلاں فلاں پر convert کر دیا۔

جناب سپیکر: وہ تو clear ہو گیا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! clear ضرور ہو گیا ہے۔ آپ نے بھی clear کر دیا ممبر نے بھی کر دیا۔ یہ چیئر پر بھی پابندی آتی ہے کہ اگر کسی بھی معزز ممبر پر اس طرح الزام تراشی کی جاتی ہے تو Chair should protect the honour of the member اس طرح اٹھا کر ایک دم الزام تراشی

کی بھرمار کر دینااور پھر ایک دم peak پر لے جانااور ایک دم اس کو ختم کر دینا۔

جناب والا! یہ اپنی بات میں stick کریں اور رجسٹری لے کر آئیں اس پر بات ہو گی۔اب اس کے بعد بگو صاحب نے پھر ایک دفعہ ابہام پیدا کر دیا، confusion پیدا کر دیتے ہیں اور کل کو خبریں لگ جاتی ہیں اور بچوں کے ماں باپ پریشان ہو جاتے ہیں۔کتابوں کے معاملے میں ہم نے ٹیکسٹ بک بورڈ کو ایک تاریخ دی تھی کہ ستمبر میں ہمارا نیا academic session شروع ہو گا تو اس وقت تک آپ ساری کتابیں تیار کر دیں۔10.7 ملین طلباء کے گھر تک ہم نے یہ کتابیں چھاپ کر پہنچانی ہیں یہ کام آسان نہیں ہے۔ ہم اس بات پر سوچ رہے ہیں کہ کیوں نہ ہم ان کی چھپائی اور پرنٹنگ کو جلدی کر دیں اور ان بچوں تک یہ کتابیں پہنچا دیں۔ پہلے تو یہ مفت کتابوں کی سپلائی کو مانتے ہی نہیں تھے لیکن آج اللہ کی مہربانی سے انہوں نے ماننا شروع کیا کہ مفت کتابیں مل رہی ہیں اور یہ ڈیمانڈ کر رہے ہیں کہ بچوں کو مفت کتابیں دوبارہ پہنچائی جائیں۔

جناب سپیکر! ہم کوئی confusion پیدا نہیں کرنا چاہتے لیکن ان کی ذرا سی غلط بات سے ذرا سی الزام تراشی سے پورا ماحول خراب ہو جاتا ہے۔ براہ مہربانی! الزام تراشیاں مت کیجئے اور ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے معاملے پر آپ میرے ساتھ بعد میں ڈسکس کر لیں میں آپ کو مطمئن کر دوں گا۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ بے چارے بات کچھ کرنا چاہتے تھے اور بات کچھ اور کر گئے ہیں۔انہوں نے بات اپنے ڈیپارٹمنٹ کی کرنی تھی انہوں نے چیف منسٹر صاحب کو خوش کرنے کے لئے باتیں شروع کر دی ہیں۔ حالانکہ چار دن پہلے میں نے اس فلور پر ان سے درخواست کی تھی کہ کتابیں ضلع میں پہنچ چکی ہیں۔ مجھے وہاں کے ای ڈی او نے کہا کہ وہ کتابیں ہم تک پہنچ چکی ہیں لیکن ہمیں سختی سے یہ آرڈر دیا گیا ہے کہ آپ نے بچوں کو کتابیں تقسیم نہیں کرنی بلکہ ان کو کتابیں ستمبر میں کرنی ہیں۔ میں نے تو چیف منسٹر پر کوئی الزام نہیں لگایا، اگر الزام لگایا ہو گا تو جاوید صاحب یا رانا صاحب نے لگایا ہو گا کیونکہ ان کے پاس ثبوت ہے میں نے تو اس پر بات بھی نہیں کی۔ میں نے تو ایجوکیشن پر بات کی ہے۔اگر یہ مہربانی کر رہے ہیں تو یہ ان کی مہربانی ہے۔ جو اچھی باتیں حکومت کی ہوتی ہیں ہم انہیں مانتے بھی ہیں اور تسلیم بھی کرتے ہیں اور ان کو appreciate بھی کرتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہم جب حلقے سے آتے ہیں تو لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہمیں کتابیں لے کر دیں۔

ہمارا ایک طریق کار ہے کہ غریب لوگوں میں سے جب کوئی بچہ امتحان پاس کر لیتا ہے تو اس کے ہاتھ میں دوسرے سیکشن کی کتاب پکڑا دیتے ہیں۔اس پر ابھی تک وہ تڑپ رہے ہیں اور اسی پر وہ سیخ پا ہو رہے ہیں۔ میں نے ان سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ مہربانی کریں جس ضلع میں کتابیں پہنچ چکی ہیں وہاں آپ تقسیم کرنے کا آرڈر دے دیں۔ یہ کہتے ہیں کہ کتابیں نہیں چھپیں۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ ضلع سیالکوٹ میں ساری کتابیں پہنچ چکی ہیں لیکن انہوں نے ای ڈی اوز کو لیٹر لکھا ہے کہ آپ نے ستمبر میں یہ کتابیں تقسیم کرنی ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی،ایجوکیشن منسٹر صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! بات پھر ادھوری رہ گئی اور کنفیوژن کا شکار ہو گئی۔ معاملہ یہ ہے کہ یہ ساری بات کو سمجھنا پڑے گا کہ academic session ستمبر میں شروع ہو رہا ہے۔ بچوں نے فائنل امتحان دے دیئے ہیں اور تین مہینے کی چھٹی پر چلے گئے ہیں، تین مہینے بعد وہ نئی جماعت میں پروموٹ ہوں گے اور نیا academic session شروع ہو گا۔ اب جب academic session شروع ہی نہیں ہوا تو میں کتابیں کس طرح دے دوں۔ نہ ٹیچر ہے وہ کیا پڑھیں گے، وہ چھٹیوں پر گئے ہوئے ہیں۔ ہم سوچ رہے ہیں اور یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ بچوں کا ٹائم تین مہینے ضائع ہوتا ہے جو پڑھا کو بچے ہیں وہ مارکیٹ سے کتاب خرید کر پڑھنا شروع کر دیں گے۔ جن ماں باپ کو پڑھانے کا شوق ہے وہ ان کو ایڈیشنل جنرل نالج بھی پڑھا سکتے ہیں لیکن ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ ہے کیونکہ academic session شروع ہی نہیں ہوا تو ہم کتابیں کس طرح دیں لیکن ان کی بات کو ہم consider کریں گے بلکہ ہم خود بھی سوچ رہے تھے۔ باقی چاروں صوبوں سے مل کر ہم نے ایک نیا سسٹم شروع کیا ہے تو پہلے سال میں ہمیں تھوڑے بہت مسائل بھی آتے ہیں کیونکہ نیا تجربہ ہے اور ہم سیکھ رہے ہیں۔ لہذا کتابیں کچھ اضلاع میں پہنچ گئی ہیں اور کچھ اضلاع میں ابھی جانے والی ہیں۔ میں ایک لیٹر لکھ کر تو نہیں کہہ سکتا کہ آپ 34 اضلاع میں تمام کتابیں بھیج دیں۔ ابھی تو پوری کتابیں چھپی ہی نہیں ہیں۔ ہمارا ٹارگٹ ہے کہ ہم شروع سال سے ہی اگلے سال کے لئے کتابیں چھاپنا شروع کر دیں۔ کچھ اضلاع میں پہنچ گئی ہیں میں خود دیکھ کر آیا ہوں یہ ہم ساری سپلائی اور پروویژن کو مانیٹر کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ میں پنجاب کے ہر سکول میں ابھی کتابیں دے دوں تو یہ ہمارے لئے مشکل ہو گا۔ شکریہ

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے موقع دیا۔ یہ جو academic session ستمبر سے شروع کیا جا رہا ہے یہ تو ویسے ہی زیادتی ہے۔ academic year اپریل سے شروع ہونا چاہئے تھا، گرمیوں میں امتحان لیا جاتا ہے اور اکثر دیہاتوں میں بجلی ہوتی نہیں ہے بلکہ جہاں بجلی ہے وہاں اکثر بند رہتی ہے تو ان بچوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ حالانکہ سردیوں میں بچے زیادہ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں، پڑھ سکتے ہیں اور محنت کر سکتے ہیں نہ کہ گرمیوں میں۔ یہ سالانہ امتحان مارچ میں شروع ہونے چاہئیں۔ نہ کہ جون / جولائی میں تاکہ بچے نہ پڑھ سکیں اور نہ ہی امتحان دے سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ غریب لوگوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ امیر بچے تو کتابیں لے سکیں گے مگر غریب بچے حکومت کی طرف دیکھیں گے کہ حکومت کب ان کو کتابیں دیتی ہے اور کب وہ تعلیم جاری کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: ارشد محمود بگو صاحب نے جو پوائنٹ آف آرڈر ریز کیا تھا جو proposal انہوں نے دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی حد تک وزیر تعلیم نے اس proposal کو تسلیم کیا ہے کہ ہم اس پر غور و فکر کر رہے ہیں۔ ان کی بات تو ٹھیک ہے کہ جب تک کلاس بیٹھتی نہیں تین چار مہینے پہلے کتابیں کیسے تقسیم کر دی جائیں۔ بہر حال وہ on the floor of the House فرما رہے ہیں اور انہوں نے commit کیا ہے کہ ہم اس پر بھی سوچ بچار کر رہے ہیں کہ کیسے اس کو facilitate کیا جائے۔ باقی وزیر تعلیم نے الزام تراشیوں کا ذکر کیا کہ ہاؤس میں الزام تراشیاں ہوتی ہیں اور چیئر کو اس کا ایکشن لینا چاہئے۔ میری حتی المقدور کوشش ہوتی ہے کہ اگر کوئی الزام تراشی کرتا ہے تو اس کو ضرور گزارش کرتا ہوں کہ آپ قانون اور ضابطے کے اندر رہ کر اس معزز ایوان میں بات کریں۔ جو بات آج ہوئی اور جس حوالے سے وزیر تعلیم نے بھی بات کی۔ پہلی گزارش میں یہ کروں گا کہ اس ایوان میں جو بات کی جاتی ہے جس وزیر کے متعلقہ ہو پہلے تو اسے بتانا چاہئے، اس معزز وزیر کو بتانا چاہئے کہ کیا یہ جو point raise کیا گیا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں۔ کیونکہ سپیکر کوئی نجومی تو نہیں ہے کہ ایک آدمی اپوزیشن کی طرف سے بات کرتا ہے یا حکومت کی طرف سے بات کرتا ہے تو وہ خود ہی سمجھ جائے کہ یہ حقیقت پر مبنی ہے یا یہ غلط بیانی ہو رہی ہے۔ جب اس کا جواب آئے گا تو پھر بات سامنے آئے گی کہ اصلیت کیا ہے۔ جیسے بات ہوئی کہ فلاں کے نام رجسٹری ہوئی۔ اس میں misunderstanding تھی کہ رانا صاحب یا جاوید حسن صاحب کا خیال تھا کہ جس زمین کی

رجسٹری ہوئی ہے وہ سٹیٹ لینڈ ہے۔اس کی وضاحت اعجاز شفیع صاحب نے کر دی کہ وہ سٹیٹ لینڈ نہیں ہے اور پرائیویٹ لینڈ کی رجسٹری کروانا میں سمجھتا ہوں کہ کوئی جرم نہیں ہے یہ ہر آدمی کا حق ہے خواہ وہ صدر پاکستان ہے، پرائم منسٹر ہے، عام آدمی ہے اس پر زمین کی خرید وفروخت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جہاں تک گورنمنٹ کی زمین ہے وہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک سرسائی بھی رجسٹری کروانا خواہ کوئی منسٹر ہو یا عام آدمی ہو غیر قانونی طریقہ ہے۔لہذاایک حقیقت سامنے آگئی کہ جو پوائنٹ raise ہوااس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھاوہ پرائیویٹ لینڈ ہے جوانہوں نے خریدی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر ایکشن کیا لینا کہ ایک بات معزز ایوان کے سامنے آگئی۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ رجسٹری ہوئی ہے مگر یہ رجسٹری پرائیویٹ لینڈ کی ہوئی ہے۔

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کرتاہوں کہ اس میں کوئی خفاہونے والی، ناراض ہونے والی یاالزام والی بات نہیں ہے بات یہ ہے کہ جاوید حسن گجر صاحب نے جو بات کی ہے، کچھ آدمی آج سے ایک ہفتہ قبل مجھے ملے تھے اور انہوں نے مجھے کچھ دستاویزات دیئے تھے میں یہ بات غلط نہیں کر رہابلکہ وہ دستاویزات میرے پاس پڑے ہیں کہ واقعی رجسٹری ہے اور وہ چودھری مونس الٰہی کے نام ہے۔اب انہوں نے کہا کہ وہ رجسٹری کروائی ہے اس کے بعد اعجاز شفیع صاحب نے اس کی تصدیق کر دی کہ جی واقعی رجسٹری ہوئی لیکن پرائیویٹ لینڈ ہے۔ میں یہاں پر آپ کی خدمت میں اور ان کی خدمت میں بھی یہ عرض کروں گا کہ دیکھیں بات یہ ہے کہ سٹیٹ لینڈ کو حکمران اپنے نام کبھی بھی نہیں کروایا کرتے۔ہوتا یہ ہے کہ disputed properties پر کچھ لوگ قابض ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق بنتا ہے۔ اس بنیاد پر وہ قبضہ نہیں چھوڑتے اور اکثر ہوتا یہ ہے کہ معاشرے میں طاقتور لوگ یا جو لوگ طاقت رکھتے ہیں اس متنازعہ پراپرٹی کو ایسے لوگ ایک روپے کی پراپرٹی کو وہ چار آنے میں خرید لیتے ہیں۔ میں صرف اتنی عرض کروں گا کہ اچھے حکمرانوں کو ایسے کام نہیں کرنے چاہئیں۔

جناب سپیکر: یہ پراپرٹی جو سامنے آئی ہے اس کا کوئی dispute نہیں ہے۔اب میں جناب طالب حسین سندھو صاحب کو دعوت دیتاہوں۔

چودھری طالب حسین سندھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!میں آج بجٹ 2006-07 پر بحث کاآغاز کرتاہوں۔ میں یہ بتاناچاہتاہوں کہ ہماری لیڈرشپ ایک visionary لیڈرشپ ہے۔ شروع سے لے کراب تک انہوں نے 2020 کاویژن دے کر پنجاب کو ایک مقصد

دیااور وہ مقصد تھا"پڑھا لکھا پنجاب، خوشحال پنجاب" یہ بجٹ جو اس وقت ایوان میں پیش ہوا ہے وہ اسی ویژن کی عکاسی کرتا ہے۔ ہمیں پنجاب کو پڑھا لکھا اور خوشحال بنانا ہے۔ چودھری پرویزالٰہی اپنے ویژن کی بدولت ہمیں ایک منزل کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ اس بجٹ میں پہلے سے کہیں زیادہ شروع میں 20۔ارب روپے، پھر40۔ارب روپے، پھر60۔ارب روپے اور اب 100۔ارب روپے کا ڈویلپمنٹ فنڈ ہے جس سے پنجاب میں خوشحالی آ رہی ہے لوگوں کو سہولتیں مل رہی ہیں۔ میں ان کا باری باری ذکر کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے سوشل سیکٹر کا ذکر کروں گا کہ اس میں جو اقدامات حکومت کر رہی ہے وہ قابل تحسین ہیں۔ جس میں تعلیم، صحت، پینے کا پانی، نکاسی آب جیسے منصوبوں پر بڑے احسن طریقے سے کام کر رہے ہیں جس میں اب 36 فیصد زیادہ بجٹ مختص کیا گیا ہے۔ جس سے لوگوں کو یہ سہولتیں میسر آئیں گی۔ اسی طرح environment کے لئے پہلے سے سو فیصد زیادہ بجٹ مختص کیا گیا ہے جس سے ہمارے environment میں جو رکاوٹیں اور پریشانیاں آئی ہیں وہ دور ہوں گی خاص طور پر لاہور میں کہ جہاں پر درخت بڑے کم ہوئے ہیں اور درختوں کی کمی ہوئی ہے۔ مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ چودھری پرویزالٰہی نے لاہور میں خصوصی طور پر ڈیڑھ لاکھ بڑے پودے لگانے کا حکم دیا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ میں آپ کی خدمت میں گوش گزار کروں گا کہ دیہی آبادی کو بنیادی مرکز صحت اور رورل ہیلتھ سنٹر کے ذریعے وہ تمام سہولتیں مہیا کرنے کا اس بجٹ میں وعدہ کیا گیا ہے جو پہلے موجود نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ لاہور کی رنگ روڈ ترقی کی طرف نشان راہ ہے۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ دیہاتی علاقے شہر کے ساتھ اس طرح منسلک ہو گئے ہیں کہ فاصلے بہت کم ہو چکے ہیں۔ لاہور پورے پنجاب کی ماں ہے جو کہ ہر کسی پر شفقت رکھتی ہے۔ یہاں پر ہمارے کئی فاضل دوست رنگ روڈ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ رنگ روڈ ہمارے لئے وہ رابطہ پیدا کر رہی ہے جو سارے پنجاب کو ایک دوسرے سے منسلک کرتی ہے۔ اسی کے ساتھ سیالکوٹ سے لاہور تک جو موٹروے بنایا جا رہا ہے یہ حکومت کا ایک اچھا قدم ہے۔ اس سے ضلع گجرات، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور لاہور سے اس طرح منسلک ہو جائے گا کہ اس سے تجارتی اور اقتصادی سرگرمیاں بڑھ جائیں گی جس سے لوگوں کو روزگار ملے گا۔ اس طرح لوگوں کی اقتصادی حالت بہتر ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! لاہور میں سٹیٹ آف آرڈر، کینسر ہسپتال بنانا چودھری پرویزالٰہی کا عظیم

کارنامہ ہو گا جو اس بجٹ میں بیان کیا گیا ہے۔ میں آپ کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہوں گا کہ میرا حلقہ جو واہگہ بارڈر اور دیہات پر مشتمل ہے مجھے امید ہے کہ وہاں پر دیہاتوں کو ملانے کے لئے رابطہ سڑکیں بھی بنیں گی اور پینے کا صاف پانی بھی میسر آئے گا اور جلو موڑ پر گرلز کالج کا مجھ سے جو وعدہ کیا گیا ہے انشاء اللہ تعالی پنجاب حکومت اس بجٹ میں دے گی۔ وہاں پر ہسپتالوں کی بھی اشد ضرورت ہے اور مجھے امید ہے کہ وہاں پچاس بیڈ پر مشتمل ایک ہسپتال بھی بنایا جائے گا جس سے شہر سے دور دیہاتوں کے باسیوں کو اپنی دہلیز پر طبی سہولتیں ملنے سے ان کے اندر یہ احساس بڑھے گا کہ چراغ تلے اندھیرا نہیں۔ پرویز الہیٰ کا وژن ہر جگہ پہنچتا ہے اور اس کا فائدہ ہر کسی کو ہو گا۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ چودھری پرویز الہیٰ نے جب سے حکومت سنبھالی ہے انہوں نے اپنے اس وژن کو سچ کر دکھانے کے لئے "پڑھا لکھا پنجاب، خوشحال پنجاب" کے لئے دن رات محنت کی ہے، ان کی ٹیم نے ان کے ساتھ محنت کی ہے۔ میں اس کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں کہ چودھری پرویز الہیٰ نے پنجاب کو ایک باعزت، باوقار اور خوشحال صوبہ بنا دیا ہے اور ان کے وژن کی تعریف کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ شکریہ جی۔

جناب سپیکر: محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ہم کو شاہوں کی عدالت سے توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

(اس مرحلے پر حکومتی بنچز سے "ہم نہیں کہتے" کی آوازوں پر محترمہ نے کہا کہ آپ سے تو میں نے پوچھا بھی نہیں بلکہ سپیکر صاحب سے پوچھا ہے)

جناب سپیکر! بجٹ پر تقریر کرنے کے لئے موقع دینے پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ جو بجٹ اس اسمبلی میں پیش کیا گیا یہ چوتھا عوام دوست بجٹ ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے تکلیف ہو رہی ہے کہ اس چوتھے بجٹ میں بھی عوام کی تقدیر نہیں بدل سکی۔ آج بھی اس بجٹ سے وہی سسکیوں اور آہوں کی آوازیں آ رہی ہیں (اپوزیشن بنچز سے شیم شیم کے نعرے) جو کسی غریب کی ہیں، کسی مزدور کی ہیں یا ان لوگوں کی ہیں جنہوں نے مہنگائی اور بے روزگاری سے تنگ آ کر خود کشیاں کی ہیں۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب سے میں یہ عرض کروں گی کہ انہوں نے بجٹ پیش

کرتے وقت جس حوصلے اور ہمت سے [*****] اس پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! کاش اس بجٹ کی تقریر کو پڑھنے سے پہلے وہ اپنے ضمیر کو تھوڑا سا جھنجھوڑتے تو شاید یہ لفظ جو جھوٹ کا پلندہ ہیں، بولنا مشکل ہو جاتا۔ آپ میرے بیٹوں کی طرح ہیں اور میرے بھتیجے بھی ہیں۔ مجھے افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ تمام بجٹ سیکرٹریوں، بیوروکریٹوں اور ان لوگوں کا بنایا ہوا ہے جو ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر غریبوں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ انہیں کیا پتا کہ ایک غریب آدمی بل کیسے ادا کرتا ہے۔ ایک غریب آدمی اپنے پیٹ کا ایندھن کیسے بھرتا ہے۔ ایک غریب آدمی جب بیمار ہوتا ہے تو وہ لاچار کس طرح سرکاری ہسپتالوں میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے دعویٰ کیا کہ غربت کی شرح میں 11 فیصد کمی کر دی گئی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اگر غربت کی شرح میں 11 فیصد کمی کر دی گئی ہے تو مہنگائی کی شرح میں 100 فیصد اضافہ کس طرح کیا گیا۔ دال ماش جو -/45 روپے کلو تھی وہ -/90 روپے کلو کر دی گئی، دال چنا -/30 روپے سے -/60 روپے کلو کر دی گئی، گوشت -/120 روپے سے -/270 روپے کلو کر دیا گیا۔ اسی طرح تنخواہیں 15 فیصد کی بجائے 100 فیصد تک بڑھائی جانی چاہئیں تھیں تاکہ غریبوں کو ریلف ملتا۔

جناب سپیکر! یہاں پر وزیر خزانہ نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے ٹیکس فری بجٹ پیش کیا ہے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ میرے بیٹے یہ ٹیکس فری بجٹ کن وسائل سے پیش کیا گیا ہے۔ آپ کے پاس ایسے وسائل کہاں سے آئے یا کوئی جادو کی چھڑی ہے یا کوئی جادو کے نگ آپ کے پاس ہیں۔ یہ ٹیکس ان غریب لوگوں سے وصول کئے جاتے ہیں جو ایک ٹوتھ پیسٹ سے لے کر ایک بلب، ایک ماچس کی ڈبیا اور وہ تمام بل جو ہمیں ٹیلی فون اور بجلی کے ملتے ہیں، ان پر اور ہر چیز کے اوپر ٹیکس لیا جاتا ہے۔ کاش! یہ ٹیکس آپ ان بڑے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے لیتے تو میں واقعی مانتی کہ آپ نے غریبوں کا بہت احساس کیا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "والعصر ان الانسان لفی خسر" ترجمہ "قسم ہے زمانے کی بے شک انسان خسارے میں ہے"۔ اسی پر ایک شاعر نے فرمایا ہے کہ:

قسم ہے زمانے کی رب نے کہا

کہ انسان بے شک خسارے میں ہے
سنی جب یہ آیت تو دل نے کہا
ہمارے ہی بجٹ کے بارے میں ہے
ہمارے ہی بجٹ کے بارے میں ہے

جناب سپیکر!وزیراعلیٰ صاحب نے یہ کہا کہ غربت میں کمی آئی ہے۔پانچ کروڑافراد۔۔۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج اگر خوش قسمتی سے ہمارے وزراء کی فوج ظفر موج تشریف رکھتی ہے تو ان سے صرف یہ کہہ دیں کہ اپوزیشن کی طرف سے آنے والی بجٹ تجاویز کو غور سے سن لیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔شیخ صاحب!جی، محترمہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: شکریہ۔جناب سپیکر!جہاں تک مہنگائی کی بات ہے تو مہنگائی کو اس حد تک کم کیا گیا ہے کہ گوشت غریب کے خواب کی دسترس سے بھی باہر ہے۔متوسط طبقہ تو اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔موجودہ حکومت نے غلط پالیسیوں کی وجہ سے غریبوں کو چینی، دال اور آٹے اور گھی جیسی ضروریات زندگی سے بھی محروم کر دیا ہے اور اس پر انہیں یوٹیلٹی سٹور کی نوید سنا دی گئی۔کبھی آپ ان یوٹیلٹی سٹور کی طرف جا کر دیکھیں کہ ایک لمبی لائن اور اس پر دھکم پیل اور وہ چیزیں جو کہ بالکل ہی غیر معیاری ہیں۔میں ذاتی تجربے کی بناء پر بول رہی ہوں کہ میں نے خود وہاں سے چینی منگوائی۔زردہ بنانے کے لئے ایک لیول چینی کا ڈالتے ہیں جبکہ میں نے ڈیڑھ گنا چینی ڈالی تو پھر بھی وہ میٹھی نہ بنی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چینی اس قدر باریک ہے اور پتا نہیں وہ کس چیز کی بنی ہے کہ اس میں مٹھاس نہیں ہے۔براہ مہربانی اگر یوٹیلٹی سٹوروں کا خواب دکھایا ہے تو اسے بہتر اور معیاری بھی بنایا جائے۔

جناب سپیکر!اس وقت 356 یوٹیلٹی سٹورز میں سے 89 دیہات میں جبکہ باقی شہری حلقوں تک محدود ہیں۔اگر حکومت انہیں تحصیل کی سطح پر لے جانے کا سوچے تو مزید 600 یوٹیلٹی سٹورز بنانے پڑیں گے اور کیا اس طرح 20/25 لاکھ افراد کی ضروریات یوٹیلٹی سٹور پوری کر سکیں

گے۔

جناب سپیکر!ایسا کرنا دراصل بالکل ہی ناممکن ہے اور اس پر بھی بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ ان پر پھر ان ریٹائرڈ فوجیوں کو دوبارہ ملازمتیں دی جائیں گی جبکہ اس ملک کا پڑھا لکھا نوجوان طبقہ ڈگریاں ہاتھوں میں لے کر بے کار پھر رہا ہے،انہیں نوکریاں کیوں نہیں دی جائیں گی؟کیوں دوبارہ ان ریٹائرڈ فوجیوں کو نوکریاں دی جائیں گی۔

جناب سپیکر!اگر میرے بس میں ہو تو میں یہ دعا کرتی ہوں کہ:

خدایا بھیج دے خمینی اس ریاست میں
کروں میں سارے پیش ریٹائرڈ فوجی ان کی ضیافت میں

جناب سپیکر!مجھے دکھ اس بات پر ہوا کہ جب ہم اپنے ملک کے صحت مند جانوروں کا گوشت باہر کے ملکوں میں بھیجتے ہیں اور انڈیا سے بیمار اور جھٹکے والا گوشت، ادرک اور سبزیاں منگواتے ہیں تو کیا اس بات پر ہمیں اس وقت شرم نہیں آتی کہ ہم انڈیا سے کیا منگواتے ہیں۔دکھ اس بات پر ہے کہ ہم جب بھی مثال دیتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ جی ہماری چیزوں کی قیمت انڈیا اور بنگلہ دیش سے کم ہے۔کیا کبھی آپ نے آج تک اس بات پر غور کیا کہ انڈیا کا وزیراعظم اپنے ملک کی بنی ہوئی گاڑی پر سفر کرتا ہے ہمارے وزیراعظم کی طرح نہیں کہ جس کا روزانہ خرچ 14لاکھ روپے ہے۔یہ میں نے غریب ملک کے وزیراعظم کا خرچہ بتایا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ!ایک منٹ میں تقریر ختم کریں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر!میں تعلیم کے بارے میں بات کرنا چاہوں گی۔مجھے اچھا لگا ہے کہ وزیراعلیٰ نے ایجوکیشن کے بارے میں جو تشہیر کی اس پر عوام کے کروڑوں روپے خرچ ہوئے اس وقت ایجوکیشن منسٹر یہاں سے اٹھ کر جا چکے ہیں مجھے ان کے رویئے پر بھی دکھ ہوا میں راجہ بشارت کی اس وقت تعریف تو نہیں کر رہی ہوں لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ وہ تمام ایوان کے سوالوں کے جواب انتہائی تحمل مزاجی سے دیتے ہیں آپ اپنے ان نوجوانوں کو سمجھائیں کہ یہ عوام کے خادم ہیں ان کو اس طریقے سے بات کرنا زیب نہیں دیتا جس طریقے سے یہاں پر ایجوکیشن منسٹر نے بات کی ہے۔انہیں تو پالیسیاں بنانی نہیں آتی یہ تیرہ دن پہلے حکم صادر فرما دیتے ہیں کہ امتحان کا طریق کار تبدیل کر دیا جائے۔مجھے بتائیں پرائمری سکول کے بچوں کا 15۔اپریل کو امتحان ہوا اور ان کا رزلٹ جو دینا تھا وہ 30۔اپریل کو دینا تھا۔پورا اپریل گزر گیا، مئی گزر گیا اور جون بھی گزر گیا ابھی

تک نتیجہ نہیں آیا جس صوبہ پنجاب کا وزیر تعلیم اپنی پالیسیاں بنانے میں یہ حال کرے تو وہ کیا کر سکتا ہے۔آپ کی وساطت سے میں عرض کروں گی کہتے ہیں کہ کسی قوم کا مستقبل دیکھنا ہو تو اس کی درسگاہوں کا مشاہدہ کریں کیونکہ اس میں بچوں کی اخلاقی، معاشرتی، روحانی اور سماجی تربیت ہوتی ہے۔

وزیر خزانہ! میں آپ کی توجہ چاہوں گی پاکستان میں او لیول اور اے لیول کے نصاب میں پاکستانی کہانیوں کے نام سے پڑھائی جانے والی کتاب لاہور کے ایک معروف ناشر نے کیمبرج یونیورسٹی کے نظر ثانی شدہ نصاب کے مطابق اس کتاب میں کپاس، ماتارانی، بھگوان داس، تشتی اور مانگ۔ان کہانیوں میں ایسی غلط تحریریں شامل ہیں جن کے مطالعہ سے ایک شریف النفس انسان کو بھی گھن آتی ہے۔اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارے حکمران اور محکمہ تعلیم کے ذمہ داران ذہنوں اور دلوں میں روشن خیالی کی کون سی قسم سرایت کر چکی ہے۔

(اذان مغرب)

جناب سپیکر: محترمہ!ایک منٹ میں wind up کر لیں پھر نماز کا وقفہ کرنا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر!میں وزیر اعلیٰ کی خدمت میں یہ عرض کروں گی کہ استاد ایک ایسا دیا ہے جس سے ہزاروں دیئے جلتے ہیں جو قوم کے معمار ہیں اور ان کو پروان چڑھانے میں پورا رول ادا کرتا ہے ان کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا جائے تاکہ کم از کم وہ اس کرب سے اور اس مہنگائی کے دور میں سے وہ جس اذیت سے گزر رہے ہیں اس سے نکل سکیں۔پاکستان کی تاریخ میں عوام نے پہلی بار یہ تماشا دیکھا کہ وردی کے سائے میں عوام شوگر ملوں کے مالکوں کے ہاتھوں دن دہاڑے لٹ گئے چینی چوروں نے عوام کے 60۔ارب روپے لوٹ لئے۔صدر اور وزیر اعظم آنکھیں بند کر کے خاموش بیٹھے رہے۔سرمایہ دار اور بڑے تاجر حکومت کی سرپرستی میں بڑے پیمانے پر لوٹ مار کر رہے ہیں شوگر ملوں، سیمنٹ فیکٹریوں اور بنکوں کے مالکان اور پراپرٹی مافیا اور سٹاک بروکرز نے ظالمانہ لوٹ مار کر کے عوام کی جمع شدہ پونجی بھی لوٹ لی ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔اب وقفہ برائے نماز مغرب ہوتا ہے ہاؤس آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد جناب ڈپٹی سپیکر 7بج کر46منٹ پر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب میں غلام حیدر باری صاحب کو تقریر کی دعوت دیتاہوں۔ باری صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ قدسیہ لودھی صاحبہ!

وزیر خصوصی تعلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر!میں بجٹ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے as a wholeتو نہیں لیکن دوڈیپارٹمنٹس پر روشنی ڈالنا چاہوں گی سپیشل ایجوکیشن بطور خاص اور اس کے ساتھ ایجوکیشن۔ایک وقت تھا جب پنجاب میں لوگ فرسودہ توہمات پر یقین کرتے ہوئے سپیشل بچوں کو ولی اللہ قرار دیتے تھے یا پاگل کہہ کر معاشرے میں چھوڑ دیا کرتے تھے اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ یہ کریڈٹ چودھری پرویز الہیٰ صاحب کی حکومت کو جاتا ہے کہ انھوں نے 18لاکھ 26ہزار روپے مختص کر کے 623 سپیشل افراد کی ضروریات اور تعلیمی سہولیات کا خیال کیا اور ان کے لئے ایک الگ ڈیپارٹمنٹ تشکیل دیا جو یکم اکتوبر 2003 کو معرض وجود میں آیا۔ ''پڑھا لکھا پنجاب'' یا تعلیم سب کے لئے ''عام'' کے حوالے سے ایجوکیشن کے ساتھ سپیشل ایجوکیشن نے بھی اپنے اس پراجیکٹ پر بھرپور کام کیا جو6لاکھ بچوں کے لئے بطور خاص تھا جو school going ageکے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے سکولوں سے باہر ہیں۔ خصوصی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے04-2003 میں صرف 23ملین روپے بجٹ تھا05-2004میں اسے بڑھا کر 400ملین روپے کیا گیا۔ 06-2005 میں یہ بجٹ 600ملین روپے تھا اور اب موجودہ بجٹ میں یہ 700ملین روپے ہے۔ جس میں60کروڑ روپے ڈویلپمنٹ سائیڈ اور10کروڑ روپے non-development sideکے لئے ہے۔ حکومت پنجاب کی خصوصی دلچسپی کے باعث 2004سے لے کر اب تک کے انتہائی مختصر عرصے میں سپیشل ایجوکیشن کے 111سنٹرز قائم کئے گئے ہیں جن میں 91اور جو ابھی نئی تحصیلیں بنی ہیں ان میں 20نئے سنٹرز قائم ہو رہے ہیں۔ خصوصی بچوں کے والدین کو اس طرف مائل کرنے کے لئے کہ وہ ان بچوں کو مذکورہ بالا سنٹرز میں بھیجیں جہاں بہت ساری مفت سہولتیں فراہم کی گئی ہیں جس کے بعد ان اداروں میں 160فیصد تکenrollmentبڑھی ہے۔ جو چیزیں مفت فراہم کی جا رہی ہیں وہ continuous projectsہیں جو ہر سال چلتے رہیں گے ان میں-/200روپے ماہانہ وظیفہ ہر بچے کے لئے ہے چاہے وہ کسی بھی categoryسے belongکرتا ہے۔ ہر بچے کو کتابیں اور مکمل یونیفارم فری، ہر بچے

کو سکول لانے اور چھوڑنے کے لئے ٹرانسپورٹ کا بندوبست کیا گیا ہے۔ خصوصی تعلیم کے اداروں میں آنے والے ہر بچے کے لئےnutrition programmeشروع کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق دوپہر ایک بجے دودھ کا ایک گلاس 250ملی لیٹر کا دیا جاتا ہے۔خصوصی تعلیم کے اداروں میں کام کرنے والے تمام عملہ کی تنخواہیں دُگنی کر دی گئی ہیں اور جسمانی معذور بچوں کو wheel chairsاور ایسی بیساکھیاں ضرورت کے مطابق فراہم کی جاتی ہیں۔

ٹیویٹا کے حوالے سے میں عرض کرتی چلوں کہ ٹیویٹا کے تعاون سے خصوصی بچوں کی پیشہ ورانہ تربیت کے لئے وو کیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کا قیام بھی عمل میں آرہا ہے۔ جو 2006-07 کے بجٹ میں واضح طور پر موجود ہے۔اس کے علاوہ ہم ذہنی طور پر معذور بچوں کے اداروں کو اپ گریڈ بھی کر رہے ہیں۔ پہلے صرف تین تعلیمی ادارے ہوا کرتے تھے۔جو لاہور، سرگودھا اور ملتان میں تھے لیکن اب ان کو مختلف اضلاع میں جس میں گوجرانوالہ، فیصل آباد اور راولپنڈی بھی ہے۔ان تمام جگہوں پر بھی یہ ادارے کھولے جارہے ہیں۔اس کے علاوہ پہلا ڈگری کالج لاہور میں قائم کر دیا گیا ہے اور دوسرا ڈگری کالج جس کے لئے 2006-07 کے بجٹ میں رقم مختص کی گئی ہے وہ بہاولپور میں قائم کیا جائے گا۔اس کے علاوہ جو hearing loss assessmentکے لئے لاہور، فیصل آباد، ساہیوال، ملتان اور اوکاڑہ میں جوaudiological clinicsقائم کئے گئے ہیں اور شیخوپورہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرانوالہ، چکوال، سرگودھا، راولپنڈی، جہلم اور بہاولپور میں مزید قیام بھی عمل میں آرہا ہے۔ جسمانی معذوری والے بچوں کے لئے فزیوتھراپی یونٹس بھی قائم کئے جارہے ہیں۔اسی طرح سےlow vision centresبھی قائم کئے جا رہے ہیں۔ اسی سلسلے میں ایک سکیم جو ہم نے پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ سے باقاعدہ discussionکر کے منظور کروائی ہے وہlow assesmentکے حوالے سے ہے۔ جن بچوں میں دیکھنے کی معذوری ہوتی ہے جیسے کچھstone blindہوتے ہیں کچھpartially blind ہوتے ہیں اور ہمارے معاشرے میں ایسےافراد ایسے ماں باپ موجود ہیں جو اپنےنارمل بچے کو تو سکول چھوڑنے کے لئے دس کلو میٹر کا سفر طے کر کے چلے جاتے ہیں لیکن ایسے بچوں کے لئےاگر کوئی پاس ہی ادارہ ہو گا تو وہاں تک بھی ان کیassessmentکروانے نہیں جائیں گے کہ اس بچے کو کس بہترcategoryمیں داخل کیا جا سکتا ہے۔ اب ایسی ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں جو گھروں میں جا کر لوگوں کے بچوں کیlow vision assessmentکے تحت

assessmentکریں گی۔اس حوالے سے ایک پہلا پراجیکٹ ضلع گجرات میں شروع ہو چکا ہے۔ آج تک خصوصی بچوں کو عام سکولوں کا نصاب مناسب طریقے سے پڑھایا جاتا تھا۔لیکن اب ڈائریکٹوریٹ آف سپیشل ایجوکیشن اس حوالے سے نیانصاب بنا رہا ہے جواکیسویں صدی کے تقاضوں کے مطابق ہوگا۔ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کی مدد سے Punjab Devout Social Services Programmeکے تحت خصوصی تعلیم کے اساتذہ کی جدید سائنسی خطوط پر تربیت کا پروگرام شروع کیا گیا ہے جو پنجاب کے چیف منسٹر کے ٹیچرز ٹریننگ پروگرام کے تحت کیا گیا ہے جو اس کا ایک اہم حصہ ہے۔اسی طرح خصوصی بچوں کی تعلیم و تربیت کے علاوہ ان کی کھیل کود کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے خصوصی تعلیمی اداروں میں آئندہ مالی سال میں 13.32 فیصد ملین روپے رقم مختص کی گئی ہے تاکہ ہم سپورٹس کمپلیکس کواور ایسے جو سپورٹس سٹیڈیم ہیں وہ ان کو مختلف اضلاع میںutilizeکر سکیں۔کمیونٹی ڈویلپمنٹ چونکہ ڈسٹرکٹ لیول پر جو سپیشل ایجوکیشن کا انچارج ہے جو اس سیکٹر کوcoverکرتے ہیں وہ(EDO(CDہیں۔اسی طرح ہماری جو آئندہ آنے والی سکیمیں ہیں میں ان کو ضرورhighlightکرنا چاہوں گی جس میں strengthening of pick and drop facilityبھی شامل ہے۔جس کا کل تخمینہ 90.772ملین روپے ہے۔اس سے160 منی بسیں خریدی جائیں گی اور یہ تین سال کے لئے continuous processہے۔یہ پراجیکٹ2006-07 سے لے کر2008-09تکcontinue کرے گا۔اسی طرح out reach programme for assesment of hearing lossجس طرح سےvisualکا میں نے بتایا ہے اس طرح سےhearing lossکا بھی شروع کیا ہے اور اس پر2.848ملین روپے لاگت آ رہی ہے اور اس کے بعد out reach programme for assesment of low vision of visually impaired students of our institutionsجن پر ہماری ٹوٹل لاگت 2.375ملین روپے آ رہی ہے اسی طرح سے ہم بہاولپور میں ایک ڈگری کالج قائم کرنے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ establishment of Training Institutes for Mentally Retarted Childrenجو پورے پنجاب میں پہلے تین تھے اب ان کے علاوہ گوجرانوالہ،روالپنڈی، فیصل آباد،بہاولپور اور ڈی جی خان میں قائم ہوں گے اور ان پر 25ملین روپے خرچ آئے گا۔یہ وہ سارے اقدامات ہیں جو سپیشل ایجوکیشن کے حوالے سے کئے گئے ہیں۔حکومت پنجاب یہاں پر بھی عوام کی بہتری کے لئے اپنا فریضہ سر انجام دے رہی ہے۔ سپیشل ایجوکیشن کے حوالے سے میں

وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی صاحب کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے فیڈرل پبلک سروس کمیشن سے باقاعدہ اپنی جرأت اور عزم کے ساتھ ایک مقدمہ لڑا۔کیونکہ جو سی ایس ایس کے امتحانات ہوتے تھے اس میں کبھی بھی معذور افراد کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔وہ فارم میں ہی پوچھ لیتے تھے کہ آپ کو کوئی معذوری ہے تو آپ امتحان میں ہی نہیں بیٹھ سکتے انٹرویو تو بہت بعد کی بات ہے۔ اب اگست 2005 میں جو سی ایس ایس کے امتحانات ہوئے ہیں اس میں 21 سپیشل طلباء سی ایس ایس کے امتحان میں بیٹھے ہیں اب آگے ان کے لئے یہ راستہ بھی کھل گیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ We will see special people in our socity as CSP Officers.۔یہ سارا سلسلہ جاری ہے لیکن میں یہاں پر یہ ضرور کہنا چاہوں گی کہ صوبائی حکومت نے جو مختلف important initiatives in various sectors لئے ہیں اس کا objective ہی یہی ہے to improve the service quality اور خاص کر وہ service extend کی جائے to remote and far-flung areas جس طرح ہمارے اپنے سپیشل ایجوکیشن کے لئے urban areas سے زیادہ rural areas important ہیں۔اس کے علاوہ ہمارے سامنے ایک vision ہے to meet millennium development goals by the Year 2015

جناب سپیکر! سپیشل ایجوکیشن کے ساتھ ساتھ میں تھوڑی سی بات میں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے متعلق ضرور کرنا چاہوں گی کیونکہ یہاں پر ہمارے انتہائی معزز اراکین اسمبلی نے ایجوکیشن پر اپنی ماہرانہ اور طائرانہ نگاہ ڈالی ہے۔پنجاب نے ایک وہ وقت بھی دیکھا ہے جب یہاں کے ایک سابق وزیر اعلیٰ قصور تشریف لے گئے تو قصور کے ایک سرکاری سکول میں بھی گئے وہاں جاکر جب انہوں نے بچے سے پوچھا کہ پاکستان کا دارالخلافہ کہاں ہے تو بچہ ان کا منہ دیکھنے لگا۔اس کے بعد انہوں نے پوچھا کہ قائداعظم محمد علی جناح کون ہیں تو بچہ اور زیادہ پریشان ہو گیا۔پھر انہوں نے اپنے بھائی صاحب کے بارے میں پوچھا کہ نواز شریف کون ہیں تو بچے نے فوراً جواب دیا کہ بابرہ شریف کا بھائی۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ پنجاب کے ایجوکیشن سسٹم کا یہ حال تھا اور اب وہی۔۔۔

محترمہ خالدہ منصور: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا! میں اس پر اعتراض کرتی ہوں نواز شریف کا یہاں پر کیا ذکر آ گیا ہے۔دوسرا میں ان سے یہ بھی پوچھنا چاہوں گی کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ تشریف رکھیں جب آپ کی باری آئے گی تو آپ اس میں اس بات کا جواب دے دیں۔ایسے تو پھر کسی کو بھی ٹائم نہیں ملے گا۔آپ کو ٹائم دوں گا اس وقت آپ اپنی بات کر لیجئے گا۔آپ کی بھی باری آ رہی ہے۔

وزیر خصوصی تعلیم: شکریہ۔جناب سپیکر!ایجوکیشن کے حوالے سے میں فرق بتانا چاہ رہی تھی کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔آپ پنجاب ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کو ہی دیکھ لیجئے جس میں Government of Punjab is investing over 21 billion rupees اور یہ over and above all the budgetary allocations ہے اس میں 20.6 فیصد پنجاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ based line enrollment میں اضافہ ہوا ہے۔اس میں لڑکیوں کی 51.2 فیصد آبادی cover ہو رہی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: توجہ فرمائیں۔ Time is extended for an hour and it can be further extended even.

آوازیں: کب تک۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں۔ May I continue for the night as well. آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

وزیر خصوصی تعلیم: جناب سپیکر!اسی حوالے سے ایجوکیشن پر بات کرتے ہوئے عرض کروں گی کیونکہ میری اس طرف بات پوری طرح سنی نہیں گئی۔میں نے اپنی تقریر کے آغاز میں ہی یہ عرض کر دیا تھا کہ میں بجٹ کو as a whole لینے نہیں جا رہی بلکہ میں صرف دو محکموں پر ہی emphasis کروں گی اور وہ ہوں گے ایجوکیشن اور سپیشل ایجوکیشن۔ سپیشل ایجوکیشن کی بات میں کر چکی اب ایجوکیشن کی بات میں کر رہی ہوں۔اس میں پنجاب گورنمنٹ نے پچھلے سالوں سے جو missing facilities provide کی ہیں وہ 63882 سکولوں میں دی گئی ہیں جو کہ ایک ریکارڈ ہے اور وہ اس طرح سے دی گئی ہیں کہ جو پہلا سال تھا وہ 04-2003 کا تھا اس میں 5 بلین روپے تمام اضلاع کو دیئے گئے۔یعنی 147 ملین روپے ہر ضلع کو دیا گیا۔اس کے بعد جب دوسرا سال 05-2004 کا آیا اس میں assessment مقرر کر دی گئی کہ 30 فیصد تو performance-cum-need basis پر دیا جائے گا اور باقی 70 فیصد دیا جائے گا جو پنجاب فنانس کمیشن کے مطابق 70 فیصد need of the district پر دیا جائے گا۔اس کے بعد ہمارا پچھلا

بجٹ06-2005 آیا اس میں 70فیصد related to the performance of the district اورweightبھی بڑھادیا گیا کہ وہ need of the district ہوگا۔اسی طرح ہم آگے دیکھیں تو distribution of free text books یہ لوگوں میں بہت زیادہ ابہام پایا جاتا ہے کہ پہلے کتنی دی گئیں،اب کتنی دی جارہی ہیں، پہلے کتنے پیسے کی دی گئیں اور اب کیا ہو رہا ہے۔ پہلے class first to class eight تک 11 ملین روپے سٹوڈنٹس کو دی گئی ہیں اور اس پر ٹوٹل700 ملین روپے لاگت آئی تھی۔اب10 classتک دی جارہی ہیں جس سے سٹوڈنٹس کی تعداد24 ملین سے زیادہ ہو جائے گی اور اس پر 780 ملین روپے لاگت آئے گی۔ ہم آگے چلیں تو لڑکیوں کو جنرل ایجوکیشن میں بھی-/200روپے ماہانہ دیا جارہا ہے جس کی وجہ سے 15فیصد low literacy رکھنے والے ڈسٹرکٹس میں کتنی تعداد بڑھ گئی ہے کہ پہلے ان ڈسٹرکٹس میں لڑکیوں کی تعداد 175000 تھی اب وہاں پر لڑکیوں کی تعداد بڑھ کر254000 ہو گئی ہے اور پہلے دو سالوں میں اس کا بجٹ 350اور 450 ملین روپے تک لایا گیا، اب آپ کا بچیوں کے لئے-/200 روپے مہینے والا جو بجٹ جارہا ہے اور ان کی attendance 80 فیصد بھی ہونی چاہئے وہ980 ملین روپے کو touch کر رہا ہے۔ میں پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن پر ضرور بات کرنا چاہوں گی کہ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن وہ واحد ادارہ ہے جو ایک تو private sector partnership کو enhance کر رہا ہے دوسرے 70فیصد of its funds are utilized in rural and far flung areas اور اس کے تحت پورے پنجاب میں 54 foundation assisted schools ہیں اور ان سکولوں میں جو بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کی ٹیوشن فیس تک پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن ادا کر رہی ہے۔ by the end of May 2006 Ministery of General Education has recruited over 50 thousand well qualified Teachers. جو ان remote areas میں جائیں گے اور اپنی سروسز دیں گے۔ حکومت ٹیچرز ٹریننگ پروگرام کو بہت زیادہ importance دے رہی ہے کیونکہ اگر پرانے tools اپناتے ہوئے طلباء کو صرف پرانی کتابوں کے رٹے مارنا سکھاتے رہیں گے تو یہ بات آگے نہیں چلے گی۔ According to the modern time it is computer and information technology scientific age اس کے مطابق ٹیچرز ٹریننگ پروگرام شروع کیا گیا ہے جس کا ٹوٹل ٹارگٹ 150000 ٹیچرز ہے جن میں سے 90 ہزار ٹیچرز اس وقت ٹیچرز ٹریننگ پروگرام سے مستفید ہو چکے ہیں۔ revitalization of school councils بھی ہے جس پر پہلے

کوئی اتنا زیادہ as such emphasis نہیں تھا۔

MR DEPUTY SPEAKER: Please try to cut short.

وزیر خصوصی تعلیم: Sir, I am finishing it. اس میں پہلے revitalization of school system پر کوئی اتنا emphasis نہیں تھا، then teachers and students relationship پر بھی کوئی توجہ نہیں دی جاتی تھی جو اب دی جا رہی ہے۔ monitoring evaluation بھی اس حوالے سے کی جا رہی ہے۔ in the end, I would like to say that یہاں پر صرف ایجوکیشن دینا حکومت کا مقصد نہیں ہے بلکہ ایک ایسی کلاس پیدا کرنی ہے جو intellectual education رکھے جو ہماری اس کلاس کو represent کر سکے جو کہ معاشرے میں decency لا سکے تو میں یہاں پر اس بات پر end کروں گی کہ چیف منسٹر پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کا اور ہمارا main purpose یہی ہے کہ:

> The main part of intellectual education is not the accusation of facts but learning how to make facts alive. Thank you, sir.

MR. DEPUTY SPEAKER: Next speaker is Mohtarma Azra Bano.

محترمہ عذرا بانو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آج کی اس پروقار اور باوقار بجٹ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ملک میں خوشحالی اور روشن خیالی، مہنگائی اور بے روزگاری میں کمی کے بلند و بانگ دعوے کئے جا رہے ہیں۔ اب عوام پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں گے اور انہیں پینے کے لئے صاف ستھرا پانی میسر ہو گا اور ان کو رات کو سونے کے لئے فٹ پاتھ کی بجائے جھونپڑے کی چھت نصیب ہو گی، انہیں سستی دوائیں میسر ہوں گی، ان کے بچے بھی صاف ستھرے لباس میں تعلیم حاصل کر سکیں گے اور ان کے ماتھے سے ٹپکتے ہوئے پسینے کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا جائے گا۔ ان کے جھونپڑے میں اب کوئی بچہ بھوک سے نہیں تڑپے گا اور پنجاب کے یہ غیرت مند پردھان منتری ملک میں پھیلی ہوئی چوری، ڈکیتی اور اغواء کی وارداتوں کو کنٹرول کر سکیں گے۔

میں سنتی ہوں ہر سو سویرا ہے یا رب
لیکن سویرے میں اندھیرا ہے یا رب

آج کے ان حکمرانوں کی غلط معاشی پالیسیوں کی بدولت ضروریات زندگی غریب انسان کی پہنچ سے بہت دور ہو گئیں ہیں۔ مہنگائی اور بے روزگاری میں انتہائی حد تک اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ملک میں امن وامان کی صورتحال انتہائی سنگین ہے اور لوگوں نے ڈر کے مارے عبادت گاہوں کا رخ کرنا چھوڑ دیا ہے اور ان حالات کی وجہ سے لوگ بالکل عبادت گاہوں کی طرف نہیں جاتے ہیں۔ ہمارے ملک کے وزیر خزانہ عوام کو طلسماتی دنیا میں سہانے خواب دکھا کر ان کو بیوقوف بنارہے ہیں اور یہ انسانیت کے منہ پر طمانچا ہے۔ میں وزیر خزانہ، وزیر اعلیٰ اور آپ کی خدمت میں گزارش کرتی ہوں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اپنی صلاحیتوں کی بدولت چھپے ہوئے قومی خزانے کو باہر لائیں اور عوام کو بتائیں جس کے وہ صحیح حقدار ہیں۔ بصورت دیگر بچت کا ماتم کرنے والے مجبور اور بے کس، ڈرپوک اگر دلیر ہو گئے تو ان نام نہاد عوامی معاشی ٹھیکے داروں کے اس بجٹ کو تختہ دار پر لٹکا دیں گے اور ان کی روشن خیالی بھی ان کے کام نہیں آئے گی۔ اس بجٹ کے حوالے سے میں یہی کہوں گی۔ روح تو ہے جسم نہیں آرام تو ہے سکون نہیں، لذت تو ہے مسرت نہیں اور بصارت تو ہے بصیرت نہیں۔

جناب سپیکر! جب خزانہ خالی تھا تو ضروریات زندگی سستے داموں دستیاب تھیں، اب جبکہ خزانہ بھرا ہوا ہے اور ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے تو اس وقت ضروریات زندگی انسان کی پہنچ سے بہت زیادہ دور ہیں اور یہ لمحہ فکریہ ہے۔ شکریہ

MR. DEPUTY SPEAKER: Next is Mohtarma Sabiha Saeed.

محترمہ صبیحہ سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔14۔جون کو ہمارے وزیر خزانہ نے 07-2006 کا ٹیکس فری اور عوام دوست بجٹ پیش کیا جس کے بعد حکومتی اکابرین جا بجا بجٹ کی تعریف میں ربط اللسان نظر آتے ہیں۔ الفاظ اور ہندسوں کی جادوگری سے بے نیاز وہ یہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ یہ بجٹ ان کی آئندہ الیکشن میں جیت کی ضمانت بن کر آیا ہے تاہم جیسے جیسے بجٹ کے خدوخال واضح ہوتے جارہے ہیں لگتا ہے کہ یہ خوش گمانیاں جلد ہی ہوا میں تحلیل ہونے والی ہیں۔ غربت کی لکیر کے نیچے رہنے والوں کی تعداد میں کمی کی نوید سنائی گئی ہے مگر کیا کیجئے کہ اگر حکومتی اعداد وشمار کا بھروسہ کر بھی لیا جائے تو ملک عزیز میں کوئی چار کروڑ عوام غریب کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ گویا یورپ کے کئی ممالک کو ملا کر ان کی ساری کی ساری آبادی کے برابر لوگ محض نان ونفقہ پورا نہیں کر پارہے ہیں۔ سات سال کا عرصہ کافی وقت تھا عوام کی حالت بدلنے کے لئے مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ عوام کی حالت محض

بجٹ کاغذات کی حد تک ہی ہر سال بدل جاتی ہے۔ ہمارے ہاں بد دیانتی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پچھلے دس پندرہ یا بیس سال کے تمام ہی بجٹ عوام کی حالت بدل دینے کی نوید سناتے ہیں اور عوام کی حالت میرے اور آپ سب کے سامنے ہے۔ جب تک ملک میں سماجی انصاف قائم نہیں ہو گا، نئی انڈسٹری نہیں لگے گی، نئی سرمایا کاری نہیں ہو گی، روزگار کے نئے مواقع پیدا نہیں ہوں گے، ہنر مند افراد کی تعداد میں اضافہ نہیں ہو گا، معیشت چند ہاتھوں میں قید رہے گی۔اس وقت تک عوام کی حالت بدلنا محض ایک دیوانے کی بڑ ہے۔

محترمہ لبنیٰ طارق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ تقریر کر رہی ہیں یا کوئی سبق پڑھ رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ میں آپ کو تحریری تقریر پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں۔

محترمہ صبیحہ سعید: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس وقت ہماری قوم کا سب سے بڑا مسئلہ غربت، مہنگائی اور بے روزگاری ہے۔ غریب کا بچہ تعلیم و صحت کی سہولتوں سے محروم ہے۔ غریب آدمی اپنے قابل ترین بچے کو جو تمام کلاسوں میں ٹاپ کرتا چلا آ رہا ہے کسی اچھے پروفیشنل کالج میں داخلہ نہیں دلوا سکتا۔ اس وجہ سے وہ خون کے آنسو روتا ہے۔ اسی طرح ایک ایسے دور میں جب گونگے اور اندھے بھی پڑھتے ہیں اور ذہنی طور پر معذور افراد کے لئے بھی تربیتی مراکز ہیں۔ ہماری قوم کے ذہین بچوں کے لئے پڑھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے اور وہ ناخواندہ گلی کوچوں میں پھرتے ہیں۔

جناب سپیکر! ہمارے ملک کے ہر محکمے میں کرپشن ہے۔ جس کی وجہ سے کسی بھی پراجیکٹ کے لئے منظور کی گئی رقم میں سے 50 فیصد خُورد بُرد ہو جاتی ہے۔ جب آپ -/100 روپے کا کام -/50 روپے میں کریں گے تو وہ -/50 روپے بھی ضائع ہو جائیں گے۔

جناب والا! ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ سیاسی جماعتیں غربت، مہنگائی اور بے روزگاری کے ساتھ ساتھ کرپشن کے خاتمہ کے لئے آپس میں معاہدہ کر لیں اور مل جل کر احتساب کا شفاف نظام تشکیل دیں تاکہ کوئی کرپٹ آدمی آگے نہ آ سکے۔

جناب سپیکر! سرکاری اور عوامی سطح پر کسی قسم کے محاسبے کا کوئی خدشہ نہ ہونے کا یہی نتیجہ ہے کہ گزشتہ دنوں پہلے چینی کے نرخوں میں اس قدر ہوش ربا اضافہ ہوا کہ اس کے نرخ

26/25روپے سے بڑھ کر-/45روپے فی کلو تک جا پہنچے پھر سیمنٹ کی قیمت میں برق رفتار چڑھاؤ کا منظر دیکھنے میں آیا اور اس کے ایک تھیلے کی قیمت-/380روپے سے لے کر-/400روپے تک جا پہنچی۔اسی طرح چنے اور معاش کی دالیں جو مقامی طور پر بھی وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہیں۔ان کے نرخ بھی-/65روپے سے-/80روپے فی کلو تک جا پہنچے لیکن ہمارے ارباب اختیار یہ سب کچھ کھلی آنکھوں سے دیکھتے اور ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے فشار میں گرفتار رہے اور اب انھوں نے اس بحران کا حل یہ تلاش کیا ہے کہ عوام کو یہ اشیاء یوٹیلٹی سٹورز پر کسی قدر کم قیمت پر فراہم کرنے کا اہتمام کیا جائے۔اس صورتحال میں موجودہ حکومت نے پاکستان پیپلز پارٹی کے یوٹیلٹی سٹورز کے پروگرام کا سہارا لیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یوٹیلٹی سٹورز کے نظام کو پارٹی نے قیمتوں پر کنٹرول رکھنے کے لئے نہیں بنایا تھا۔اس وقت ملک کی آبادی تقریباً16کروڑ ہو چکی ہے اور400یوٹیلٹی سٹورز مہنگائی پر قابو نہیں پا سکتے اور نہ ہی یہ عوام کو کوئی ریلیف دے سکیں گے۔اس تیز رفتار زندگی کے دور میں ہر شہری کے پاس اتنا فالتو وقت ہے کہ وہ یوٹیلٹی سٹورز کے سامنے طویل قطاروں میں گھنٹوں کھڑا ہو سکے اس لئے کرنے والا اصل کام یہی ہے کہ حکومت اپنی اتھارٹی اور اختیارات کو بروئے کار لائے اور ذخیرہ اندوزوں اور ناجائز منافع خوروں پر اس طرح گرفت کرے کہ وہ عوام کی زندگی کو اجیرن کر کے اپنی تجوریاں نہ بھر سکیں۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔جناب محمد وقاص خان، تشریف نہیں رکھتے۔جناب نفیس احمد انصاری صاحب!

بابو نفیس احمد انصاری: شکریہ۔جناب سپیکر! میں سب سے پہلے زراعت پر بات کروں گا۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج کی ابتدائی تقریر میں میرے پارلیمانی پارٹی کے لیڈر رانا ثناء اللہ خان صاحب نے زراعت کے متعلق کچھ خدشات کا اظہار کیا اور کچھ باتیں بتائی ہیں۔میں اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ ملتان میں ایک اتنا بڑا سکینڈل ہوا جو کہ تاریخ کا سب سے بڑا سکینڈل ہے۔ملتان میں پاک عرب فرٹیلائزر فیکٹری تھی جو کہ چھ ہزار افراد کو روزگار فراہم کرتی تھی اور 1.5۔ارب روپے خالص منافع دیتی تھی۔وہ فاطمہ گروپ آف انڈسٹری کو صرف 14۔ارب روپے میں فروخت کر دی گئی۔اس کے لئے بہتر تو یہ ہوتا کہ جہاں زراعت میں اور بہت کچھ ہو رہا ہے وہاں پر اس کو حکومت پنجاب خرید لیتی۔جس سے چھ ہزار لوگوں کا روزگار بھی بچتا اور منافع بھی ملتا لیکن کیا ہوا وہ فیکٹری ایک ایسے گروپ نے خریدی ہے جس کے اپنے چیئرمین کو بلیک لسٹ کر دیا گیا ہے اور

اس کا نام ECL میں آ گیا ہے۔

جناب والا! یہ ہمارے جنوبی پنجاب کا ایک اثاثہ تھا۔ جس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔اس کے باوجود کہ 56 ہزار بوریاں کھاد روزانہ اس میں بنتی تھی اور جب یہ بکی تو موقع پر 6۔ارب روپے کی کھاد موجود تھی۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ اس معاملے میں جہاں اور بھی معاملات سپریم کورٹ میں pending ہیں، وہاں حکومت پنجاب اس مسئلے کو اٹھائے اور جس طرح سپریم کورٹ نے سٹیل مل کے حوالے سے suo-moto نوٹس لیا گیا ہے۔ یہ اس سے بھی بڑا سکینڈل ہے۔ یہ ایک کھرب روپے مالیت کی جائیداد تھی جس کو صرف 14۔ارب روپے میں بیچ دیا گیا ہے۔

جناب والا! میری دوسری گزارش یہ ہو گی کہ ملتان شہر اس وقت واسا کے رحم و کرم پر ہے۔اس وقت ملتان شہر کی 70 فیصد گلیاں اور سڑکیں گندے پانی میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ جس سے گیسٹرو اور دوسری بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ظلم یہ ہوا ہے کہ جب وزیر اعلیٰ صاحب نے ملتان کا دورہ کیا تو تین دن پہلے واسا نے پانی کی سپلائی بند کر دی۔اس لئے کہ نہ پانی ہو گا اور نہ پانی گلیوں میں کھڑا ہو گا۔اس کے علاوہ واپڈا والوں کو یہ ہدایت کر دی کہ آپ ان علاقوں کی بجلی بند رکھیں تاکہ لوگ پرائیویٹ پمپوں سے بھی پانی نہ لے سکیں۔ یہ ظلم اب تک چل رہا ہے۔

جناب سپیکر! میری اس میں گزارش ہو گی کہ میں نے جہاں تک بجٹ پڑھا ہے تو صرف پندرہ فیصد کے قریب رقم جنوبی پنجاب کو دی گئی ہے جبکہ آبادی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کا حصہ 40 فیصد کے قریب بنتا ہے۔ واسا کو خصوصی طور پر فنڈز ملنے چاہئے تاکہ ملتان شہر جو گندے پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔اس کے مسائل حل ہو سکیں۔

جناب والا! میری اس کے بعد یہ گزارش ہو گی کہ جوڈیشل کمپلیکس کے لئے بجٹ میں تقریباً تین کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے لیکن جو پرائیویٹ لوگ ہیں جن کی زمینیں اس میں متاثر ہو رہی ہیں۔اگر ان کے معاوضے کو دیکھا جائے تو وہ تقریباً 17 کروڑ روپے تک بنتا ہے۔ میری وزیر قانون صاحب سے یہ گزارش ہو گی کہ یہ مسئلہ پچھلے پانچ سال سے pending ہے۔ اس مسئلے پر خصوصی طور پر توجہ دیں اور ملتان میں باقاعدہ جوڈیشل کمپلیکس کا آغاز کیا جائے۔

جناب والا! اس کے بعد میری یہ گزارش ہو گی کہ ملتان میں ایک اور تاریخی اثاثہ قلعہ قاسم باغ ہے۔ جس پر کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ہے۔ یہ ہمارا ایسا اثاثہ ہے، جس پر خصوصی توجہ دینی

چاہئے اور اس کے لئے سپیشل فنڈز مختص کرنے چاہیئں۔ سپیشل فنڈز بھی صوابدید سے آ سکتے ہیں۔ میں نے تین دن پہلے وزیر اعلیٰ بلوچستان کی ایک تقریر سنی، جس میں وہ کہہ رہے تھے کہ بلوچستان کا جتنا بجٹ ہے وزیر اعلیٰ پنجاب کا صوابدیدی فنڈ اس سے زیادہ ہے تو اتنے بڑے صوبے میں صوابدیدی فنڈ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ پہلے تو صوابدیدی فنڈ ہونا ہی نہیں چاہئے اور اگر ہیں تو وہ خصوصی طور پر ان علاقوں میں ایمانداری کے ساتھ اور fair طریقے سے استعمال ہونے چاہیئں جہاں ان کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد آج کل جو کچھ ہو رہا ہے خصوصی طور پر ضلعی بلدیاتی نظام کے متعلق بعض خدشات ہیں، کرپشن کے گڑھ بن چکے ہیں، چار چار جگہ پر payments ہو رہی ہیں، نائب ناظم علیحدہ payment لے رہا ہے، ناظم علیحدہ لے رہا ہے اور ایم پی اے کے فنڈز کے بل بھی جعلی طور پر issue ہو رہے ہیں۔ وزیر قانون صاحب بھی موجود ہیں اور خوش قسمتی سے بلدیات کا محکمہ بھی ان کے پاس ہے یہ خصوصی طور پر آڈٹ ٹیمیں بنائیں جو بغیر کسی اثر کے موقع پر جائیں اور دیکھیں کہ فنڈز کی صورتحال کس طرح ہے، کروڑوں روپے کا غبن اس عوام میں ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہو گی کہ پنجاب اسمبلی میں پچھلے دنوں ہم نے ایک قرارداد دی تھی کہ نشتر میڈیکل کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے لیکن اس سلسلے میں کچھ قباحتیں آ گے آ گئیں، مسائل آ گئے جس کی وجہ سے یہ نہیں ہوا۔ نشتر میڈیکل کالج ملتان کا سب سے پرانا ادارہ ہے اور پاکستان کا سب سے پہلا میڈیکل کالج ہے جو کہ انگریزوں کے بعد بنا تھا۔ میری گزارش ہو گی کہ فوری طور پر اسے یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔ اس کے بعد ہمارے طالبعلموں کو جو جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب ہم ایف ایس سی کا امتحان دیتے ہیں تو ہمارے کچھ خدشات ہیں بجائے اس کے کہ پیپر لیک ہو جاتے ہیں جو کہ انٹری ٹیسٹ کے متعلق ہیں تو میری یہ گزارش ہو گی کہ ریجنل سطح پر جنوبی پنجاب کے کالجوں میں ہمارے اپنے ہی طالبعلموں کو داخلہ دیا جائے تاکہ تعلیم کا معیار بڑھ سکے۔

جناب سپیکر! میری اگلی گزارش یہ ہو گی کہ میرا فنڈز ریلیز نہیں ہوا اس سلسلے میں میری وزیر قانون سے گزارش ہے کہ وہ کم از کم ضرور چیک کریں کہ میرے اور جاوید صدیقی صاحب کے فنڈز کس کھاتے میں گئے ہیں اور انہیں کس طریقے سے اور کہاں استعمال کیا گیا ہے؟ میں یہ کہوں گا کہ موقع پر کچھ نہیں ہوا، ایک فیصد لوگوں کو جس کا کوئی تعلق نہیں تھا فنڈ ان کے حوالے کر دیا گیا کسی کو لاکھ، کسی کو دو لاکھ روپے دے دیئے گئے۔ یہ وہاں پر لوٹ سیل لگی ہوئی ہے اور وہاں پر موقع پر

کوئی ڈویلپمنٹ نہیں ہوئی۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری تقریر سنی اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے ان مسائل پر خصوصی طور پر توجہ دی جائے گی۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلے سپیکر جناب محمد یار مونکا صاحب ہیں۔ جی!

جناب محمد یار مونکا: جناب سپیکر! پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب کا یہ چوتھا بجٹ ہے اور پچھلے تین سال کے بجٹ میں اپوزیشن نے بڑی سنجیدگی سے بجٹ پر بحث کی ہے اور اچھی اچھی تجاویز دی ہیں۔ ان کا جتنا اثر یا عمل ہوا ہے وہ عیاں ہے۔ آج یہ trend دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہو رہا ہے کہ ٹریژری بنچز والے جو ہمارے بھائی، بہنیں اور بیٹیاں ہیں ان سب کی بحث کا aggressive اور ایک ہی طریقہ رہا اور فوکس بھی رانا ثناء اللہ صاحب تھے۔ کیا رانا ثناء اللہ صاحب نے اسمبلی میں یہ facts تبدیل کر دیئے ہیں کہ اس اسمبلی میں 274۔ارب روپے کا بجٹ پیش نہیں کیا گیا ہے، کیا رانا صاحب نے اس بات سے انحراف کیا ہے کہ آپ نے جس جس مد میں جتنے پیسے رکھے ہیں اور انہوں نے اس سے deny کیا ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے جو رونا رویا جا رہا ہے وہ کسان اور کھیت مزدور کی زبوں حالی کا ہے۔ رانا صاحب نے پچھلے تین سال کے بجٹ کا حجم ملا کر بھی یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اتنا کچھ خرچ کرنے کے باوجود اس چیز کا impact کاشتکار اور کھیت مزدور پر کیا ہوا ہے؟ اپوزیشن کو اس بات پر بھی کوئی اعتراض نہیں کہ آپ رنگ روڈ نہ بنائیں، آپ ضرور بنائیں، ٹرائیکا جو آپ نے بجٹ میں فوکس کیا ہے، گجرات، فیصل آباد، سیالکوٹ، شیخوپورہ، گوجرانوالہ۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ آپ اس میں ساہیوال کو شامل کر لیں۔ لیکن جو ہم گزارش کر رہے ہیں کہ کیا پنجاب کے کاشتکار کی حالت بہتر ہوئی ہے، کیا اس میں کھیت مزدور کے لئے بہتری ہوئی ہے؟ کیا یہ غلط ہے کہ ایگریکلچر سیکٹر کا contribution in the Punjab GDP ستائیس فیصد ہے، کیا یہ بھی غلط ہے کہ contribution in the National GDP ایگریکلچر سیکٹر کا حصہ اس میں 24 فیصد ہے، کیا foreign exchange from agriculture sector is not more than 65 percent of your GDP. جبکہ 68 فیصد سے زیادہ آبادی کا انحصار زرعی شعبہ پر ہے۔ یہ شعبہ 46 فیصد سے زیادہ مزدوری کرتا ہے۔ آپ کی انڈسٹری کا raw material ایگریکلچر سیکٹر سے آ رہا ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ دونوں طرف سے more than 60 percent جو میرے بھائی تشریف رکھتے ہیں، ان کا میرا اور آپ کا تعلق بھی زراعت سے ہے تو اس کے لئے اتنی قلیل رقم مختص کی گئی ہے اور میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ آپ جو 8 فیصد شرح نمود

یاgrowth rate کی بات کرتے ہیں تو اس کا بھی سہرا پنجاب سیکٹر کو ہی جاتا ہے جو کہ میرے خیال میں اس وقت 8 فیصد نہیں رہی ہے۔ اس بات پر ہمیں سوچنا چاہئے کہ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ پنجاب کے مزدور کی قسمت کیا ہے اتنے بڑے بجٹ کے اس حجم میں کاشتکار کو ڈیزل مہنگا مل رہا ہے، کھاد مہنگی مل رہی ہے اور اس کی ضروریات بجلی، ٹریکٹر یہ سب چیزیں اسے مہنگی مل رہی ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ آبیانہ کی شرح کم کرنے کی بات کی گئی ہے تو کاشتکار کو ریلیف دینے کے لئے چند تجاویز ہیں کہ جتنا پیسا آپ ڈویلپمنٹ پر رکھ رہے ہیں اس کا main focus آپ نے ریسرچ پر رکھا ہے۔ ریسرچ کس چیز پر ہو گی، پھولوں، سبزی اور citrus پر؟ کیا پنجاب کا موسم تبدیل ہو گیا ہے کہ یہاں روایتی فصلوں کے علاوہ آپ یہاں پھول اگانا شروع کر دیں گے؟ کیا سبزی کا حال آپ نے نہیں دیکھا کہ کاشتکار نے کئی دفعہ آلو کی فصل سرپلس دی ہے تو اس کا کیا حال ہوا ہے؟ اس میں صرف اور صرف آپ نے جو incentive دینا ہے وہ مارکیٹنگ کا ہے۔ جب کاشتکار اپنے خون پسینے کی کمائی سے اپنی فصل بازار میں لاتا ہے تو مارکیٹ کا ایک مثبت اور اچھا نظام نہیں ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ مارکیٹ کمیٹیوں کو زیادہ allocate کیا جائے تاکہ کاشتکار کی فصل جب شہر میں جاتی ہے تو اس کا ایک رول ہو اور ان کو صحیح قیمت مل جائے۔ اس سال اسی اسمبلی میں wheat crop سے پہلے رونا رویا گیا تھا کہ ہمارے کاشتکار کو خدشہ ہے کہ ان سے گندم صحیح ریٹ پر اور صحیح بھاؤ پر نہیں خریدی جائے گی۔ میں بڑے افسوس سے کہتا ہوں کہ وہی کچھ ہوا جو خدشہ تھا اور میں on the floor of the House یہ ببانگ دہل اور وثوق سے بات کر رہا ہوں کہ کوئی سنٹر ایسا بتا دیں کہ جس سے کاشتکار کو ایک بوری بغیر رشوت کے مل گئی ہو۔ کاشتکار کی گندم جیسے لائی گئی ہے وہ اس سے وصول کر لی گئی ہو، میں ایسے کئی واقعات بتا سکتا ہوں کہ کاشتکار سنٹر پر بوریاں لے کر گیا ہے تو سنٹر انچارج نے وہ بوریاں اس سے نہیں لیں بلکہ وہی بوریاں اسی حالت میں ایک تاجر سے یا ایک بیوپاری سے لی گئی ہیں جو کہ کاشتکار کے ساتھ ظلم ہے۔ ایوب ریسرچ سنٹر ایک بہترین اور بڑا مضبوط سنٹر تھا۔ ایوب ریسرچ سنٹر فیصل آباد کی حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ وہاں کوئی قابل ذکر ورائٹی آپ کاشتکار کو نہ دے رہے ہیں اور اس کی وجوہات کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ دوسری بات agriculture کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ کاٹن یا گندم کی جگہ پر آپ پھول اگانے کی بات کریں گے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ crop zonning کا agriculture sector میں ایک بہت بڑا فیکٹر ہے۔ میں بارڈر ایریا کا رہنے والا ہوں آپ وہاں پر سروے کروالیں۔ ہم نے اپنے بارڈر کے ساتھ

انڈیا میں گندم کا ایک ایکڑ بھی نہیں دیکھا۔ وہ وہاں پر صرف oil seeds یعنی کم پانی والی فصلیں کاشت کرتے ہیں۔آپ یہاں پر ریسرچ کے لئے جو پیسے رکھ رہے ہیں کہ جو ایریا کاٹن سے نکل گیا ہے اس کو واپس لانے کے لئے ،آپ پھر کاٹن اگانے کے لئے وہ پیسے مختص کر رہے ہیں۔آپ کاٹن کو improve کرنے کے لئے یا ریسرچرز کو incentive دیں جو کہ زیادہ تر گورنمنٹ سیکٹر کو چھوڑ کر پرائیویٹ سیکٹر میں جا رہے ہیں۔short term crops کاٹن کی وہ ورائٹی جو چھ مہینے کی بجائے تین مہینے میں پک جائیں، گنے کی وہ ورائٹی کیونکہ مل مالکان نے سازش کے ذریعے گنے کا سیزن چھ مہینے سے تین مہینے پر محیط کر دیا ہے۔اس لئے لازم ہے کہ آپ ایسی ورائٹیوں کے لئے فنڈز رکھیں جو کم عرصے میں پک کر تیار ہو جائیں اور وہ کاشتکار کو اچھی فصل اور رقم دے سکیں۔ہمارے ہاں مناسب پانی کا ذریعہ صرف نظام آبپاشی ہے اور پاکستان اور پنجاب کا نظام آبپاشی دنیا میں بہترین نظام ہے اس کے لئے معقول رقم رکھی گئی ہے لیکن اس کی implementation یا utilization کے متعلق گزارش یہ کروں گا کہ بیراجوں اور نہروں میں بہتری لانا حکومت پنجاب کی ذمہ داری ہے۔ ڈیمز کو maintain کرنا وفاق کا مسئلہ ہے ۔ ان کے لئے جو آپ lining strengthen وغیرہ کر رہے ہیں اس پر میں عرض کروں گا کہ ہمارے ضلع میں کم از کم وہ نہریں لی جا رہی ہیں جو ششماہی نہریں ہیں یا جو non perennial نہریں ہیں۔ ریتلے علاقے میں جو نہریں ہیں وہاں کے ایسے واقعات بتا سکتا ہوں کہ اس چھ مہینے کے عرصے میں تیرہ cuts پڑے ہیں، نہروں کی تیرہ breaches ہوئی ہیں۔ وہ علاقے جو خطرناک ہیں ان کے لئے خاص طور پر توجہ سے رقم رکھی جائے تو اس علاقے کے کاشتکار کے لئے بہتری ہو سکتی ہے۔پختہ کھالوں کا ایک اچھا منصوبہ ہے لیکن اس کی بدحالی یا اس پر implementation کی جو قباحتیں ہیں ان پر بھی خاص طور پر غور کیا جائے کہ اچھے اور ترقی پسند کاشتکار اگر اپنا کھالہ پکا کرنا چاہتے ہیں تو ان کو رقم فراہم نہ کی جاتی ہے اور اس پروگرام کے تحت آپ جو نئے کھالے بنا رہے ہیں تو آپ سے 25 فیصد کے نام پر دو چار مربعے ایک کھال پکا کرتے ہیں۔اس کے لئے یہ طریق کار تبدیل کیا جائے کہ اگر پرانے کھال کو بھی کوئی پختہ کرنا چاہتا ہے تو یہ رقم جو اس سیکٹر میں ہے ان کو بھی دینی چاہئے۔laser land leveller کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ ہماری ہی تجویز تھی اور ہم دے رہے تھے۔اس کی شرائط بھی سخت ہیں۔ 25 ایکڑ کا مالک ہونا اور 25 ایکڑ کا مالک 60 ہارس پاور سے اوپر کا ٹریکٹر رکھتا ہو تو اس کو یہ laser land leveller ملتا ہے۔آپ اندازہ کریں کہ 25 ایکڑ کا مالک کیا 40 ہارس پاور کا ٹریکٹر رکھنے کی اسطاعت

رکھتا ہو تو وہ 60 ہارس پاور یا 85 ہارس پاور یا سو ہارس پاور کا ٹریکٹر کہاں سے لے گا۔آپ کو یہ شرط بھی نرم کرنی چاہئے اور اس میں liberally ہر یونین کونسل کی سطح پر laser land leveler سپلائی کرنے کا انتظام کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! واٹر سپلائی کے متعلق جو رقم 5.2 بلین روپے رکھی ہے اس میں پچھلے تین بجٹوں میں اپوزیشن کی طرف سے یہ تجاویز آئیں تھیں کہ آپ ٹی ایم ایز کو جو پیسا دے رہے ہیں یہ فضول خرچی ہے، ضائع ہوتا ہے۔جب ان کے پاس انفرا اسٹکچر بھی نہیں ہے، جب وہ دیکھ ہی نہیں سکتے۔ایک تحصیل ناظم زیادہ سے زیادہ اپنی تحصیل کے معاملات یا جس شہر میں وہ مقیم ہوتا ہے وہ وہاں کے پانی کے مسائل حل نہیں کر سکتا تو وہ دیہاتی علاقے کو کیسے پانی پہنچا سکتے ہیں۔میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ میرے حلقہ میں 13 واٹر سپلائی کی سکیمیں ٹی ایم اے کی زیر نگرانی بنی ہے اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ اس وقت ان میں سے ایک بھی نہیں چل رہی۔یہ پیسے کا ضیاع ہے یہی بات رانا ثناء اللہ صاحب نے آپ کو آئینہ دکھانے کے لئے کی ہے جس پر میرے تمام بھائی سیخ پاء ہو رہے تھے۔بجٹ کے حوالے سے میڈیا میں دن رات جو تذکرے ہو رہے ہیں تو کیا یہ رانا ثناء اللہ کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔یہ ایک حقیقت ہے اور یہ بہتری کے لئے تنقید ہے۔آپ سننے کے لئے حوصلہ پیدا کریں۔ میں اپنے تمام بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ آپ زراعت کے شعبے کے لئے stand لیں اور جب یہ سیکٹر تباہ ہو جائے گا تو کیا آپ کے کارخانے چل پائیں گے۔آپ دیکھیں کہ یہ agro based ملک ہے، آپ industrial-based economy کی طرف جا رہے ہیں۔ہم اپنے ٹریژری بنچز کے بھائیوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ industrial-based economy پاکستان میں چل نہیں پائے گی۔آپ کے کارخانے دن رات بند ہو رہے ہیں اور آپ پھر بھی زراعت کو جو کہ انڈسٹری کو چلانے کے لئے سب سے بڑا ذریعہ ہے، کو مار رہے ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ واٹر سپلائی کے لئے جو بھی پیسا ہے چلیں آپ نے انجینئرنگ ونگ بنا ہی لیا ہے تو یہ پیسا اس کے ذریعے خرچ کیا جائے۔تاکہ غریب آدمی کو پانی مل سکے۔غریب کسان اور مزدور کی حالت نہ تو آپ اسے پیسے دے کر حل کر سکتے ہیں اور نہ ہی آپ اس کا الاؤنس بڑھا سکتے ہیں۔اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سستے بھاؤ کھاد یں، ڈیزل کے لئے کوئی تجویز اور ان کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولیات دیں، جو دن رات محنت کر کے اندھیرے گاؤں میں رہتے ہیں ان کو بجلی پہنچانے کا مثبت انتظام اور واٹر سپلائی کریں۔

جو پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب کا نعرہ تھا "پڑھا لکھا پنجاب" تعلیم سب کے لئے، آپ اس سیکٹر میں حال دیکھ لیں کہ میں آپ کو چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ ضلع بہاولنگر میں اس وقت 32 کروڑ روپے unspent پڑے ہیں اور اس میں وہ تین حلقے جو پیپلز پارٹی کے ایم پی ایز کے ہیں ان کو سکیمیں سرے سے دی ہی نہیں گئی ہیں۔ تو پھر آپ کیسے پڑھا لکھا پنجاب کے تحت پورے پنجاب میں تعلیم دے لیں گے۔ آپ ہیلتھ سیکٹر ریفارمز کی بات کر رہے ہیں میں آپ سے گزارش یہ کروں گا کہ آپ نے "پانی سب کے لئے" نعرہ لگا دیا ہے۔ آپ صرف ایک نعرہ لگا دیں کہ "مفت پانی سب کے لئے" کاشتکار، مزدور اور دیہاتیوں کو آپ مفت پانی پہنچا دیں تو یہ آپ کا کارنامہ لکھا جائے گا ورنہ جیسا کہ راناثناء اللہ صاحب نے فرمایا ہے بلکہ صحیح تنقید کی ہے اور آئینہ دکھایا ہے کہ آپ جو پیسے خرچ کر رہے ہیں ان کا affect ہی نہیں ہے کیونکہ آدھا خُورد بُرد ہوتا ہے اور آدھا خرچ ہوتا ہے۔ آپ جو پڑھا لکھا پنجاب، صحت مند پنجاب، فلاں پنجاب، فلاں پنجاب کیسے بنالیں گے۔

جناب والا! آخر میں، میں یہ گزارش کروں گا کہ وزیر خزانہ صاحب کا وہ جارحانہ انداز اپنی تقریر میں فرمایا اور ایک بڑی لمبی لسٹ ہے اور اس میں یہ سوال کیا کہ یہ کس نے کیا، یہ کس نے کیا؟ اس کے متعلق صرف یہ گزارش کروں گا کہ یوٹیلٹی سٹور کا جو نظام آپ لانے جا رہے ہیں میں پوچھنا چاہوں گا کہ یہ کس نے دیا تھا، یہ چینی، سیمنٹ اور کھاد کے کارخانے، قاسم پورٹ، پسنی اور گوادر کی بندرگاہیں، پاور پراجیکٹس، آئل ریفائنری کس نے قائم کی تھی۔ سینڈک پراجیکٹ، Mara Navel Base، شاہراہ قراقرم یہ کس نے بنائے تھے، ہیوی انجینئرنگ فیکٹری، ہیوی مکینیکل کمپلیکس اور سٹیل مل جس کے آج کل چرچے ہیں یہ کن حکومتوں کے کارنامے تھے۔ جو بھی حکومت آتی ہے اپنے حساب سے ڈویلپمنٹ کرتی ہے۔

جناب والا! سب سے آخر میں، میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ کے ملک کو نیوکلیئر پاور کس نے بنایا تھا۔ آپ کے ملک کو آئین کس نے دیا تھا، آپ کے اس پنجاب میں میرٹ پر نوکریاں دینے کا رواج کس نے قائم کیا تھا۔ میں یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ اس پنجاب میں امتحانات میں بوٹی مافیا کو کس نے ختم کیا تھا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اس طرف سے جو تجاویز لینے کے بجائے ہمیں گھورا جا رہا ہے۔ میں نے پورا بجٹ پڑھا ہے، سارے دستاویزات دیکھے ہیں۔ میں معذرت سے کہتا ہوں کہ میرے پنجاب میں جس میں میرا گھر ہے وہاں غربت، بے روزگاری، لوٹ مار، ڈکیتی، چور بازاری، اقرباء پروری، لاقانونیت، ناانصافی سمیت وہ سب کچھ وافر مقدار میں ہے جس کی

انسان توقع بھی نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر!آخر میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ ہمارا طریقہ:۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: وارث کلو صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: Excuse me, sir. اگر میرا نام کل کے لئے رکھ لیں تو مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔next is ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب!

(ایوان سے ''کل'' کی آوازیں)

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر!ایوان کی ڈیمانڈ ہے کہ کل کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: next is چودھری زاہد پرویز صاحب!

(ایوان سے ''کل'' کی آوازیں)

چودھری زاہد پرویز: شکریہ۔جناب سپیکر!پچھلے سال06-2005دا بجٹ پیش کیتا گیا سی تے اج چوتھا بجٹ اسمبلی وچ پڑھیا گیا۔پچھلے سال وی میں ایہہ گل کیتی سی کہ 06-2005دے بجٹ دی میں تعریف کراں یا نہ کراں، جس طراں بجٹ مکن والا ہووے گا جس طراں 10دن بعد ایہہ مک جاناں فیر پتا کراں گے کہ ایہہ چنگا یا ماڑا سی۔

جناب سپیکر!سب توں پہلے جیہڑے بجٹ پیش کیتے جاندے نیں میں سمجھدا واں کہ عوام دی بھلائی لئی پیش کیتے جاندے نیں، عوام دا معیار زندگی بلند رکھن واسطے کیتے جاندے نیں یا اونہاں نوں ضروریات زندگی ملدی رئے،اوہدے واسطے پیش کیتے جاندے نیں۔

جناب سپیکر!کسے وی بندے نوں جیہڑا دنیا تے آندا اے اوہ ماڑا ہووے، تگڑا ہووے اونہوں روٹی، کپڑے تے مکان دی ضرورت ہوندی اے۔اگر ایہہ چیزاں کسے نوں اوہدی کمائی دے وچ لبھدیاں رہن تے فیر بجٹ وی سب کچھ ٹھیک اے تے جے ناں لبھن تے فیر اس بجٹ نوں کیہہ کرنا ہوندا اے۔

جناب والا!اگر تسی قیمتاں دا موازنہ کرو2005توں جون2006تک تے پچھلے سال آٹا -/500روپے من توں وی مہنگا ویکیا، گوشت جیہڑا-/200روپے سی اس ویلے ڈھائی پونے-/300 روپے سیر ہویا اے، جیہڑیاں سبزیاں یا دالاں دی قیمت وی تقریباً50فیصد ودھ چکی اے تے خاص طور تے جیہڑا چینی مافیا اے، پچھلے سال چینی دی قیمت -/27روپے کلو سی اس ویلے شہراں تے پنڈاں وچ-/40توں لے کے-/45روپے کلو تک ملدی اے۔

جناب سپیکر!ایس گل دا بڑا واویلہ یا بڑا شور پیا اے کہ چینی یوٹیلٹی سٹوراں توں سستی لبھے گی اول تے ساڈے ملک دی ضروریات دے مطابق یوٹیلٹی سٹور ہے ای نئیں تے جے کوئی500ہے نیں تے15/16کروڑ آبادی نوں پورے نئیں آوندے۔ لمیاں لمیاں لیناں لگیاں ہوندیاں نیں دوسرے روز اخباراں وچ ایہہ گل لکھی ہوندی اے کہ جیہڑیاں چیزاں یوٹیلٹی سٹوراں توں ملدیاں نیں اوپوریاں خالص وی نئیں ہوندیاں تے لوکاں نوں جواب ای مل جاندا اے۔ میں ایتھے اک تجویز پیش کراں گا وزیر اعلیٰ پنجاب نوں اور حکومت پنجاب نوں کہ جس طراں پہلے ڈپو سسٹم سی ایس طراں سارے پنجاب دے وچ ہر محلے محلے وچ ڈپو بنا دتے جان او تھے، چینی ملے، او تھے ہور ضروریات زندگی ملن تاکہ ہر بندے دی دسترس وچ چیز ہووے۔

جناب سپیکر!ساڈے جیہڑا مزدور طبقہ لوگ نیں یا تنخواہ دار لوگ نیں جدوں او نہاں دا مہینہ ہوندا اے کئیاں وچاریاں کول پیسے مک جاندے نیں۔ اگر کوئی دیہات وچ یا او نہاں دے اپنے علاقے وچ کوئی ڈپو یا دکان ہووے تے او تھوں لوکی ادھار وی لے سکدے نیں۔ یوٹیلٹی سٹور والیاں نیں کسی نوں ادھار نئیں دیناں تے میری ایہہ تجویز ذرا راجہ بشارت صاحب، وزیر خوراک صاحب یا باقی وزیر اعلیٰ پنجاب تک پہنچان۔ اگر ایہہ کم کرن تے بہتری ہووے گی۔

جناب سپیکر!باقی رہ گئی قیمتاں دی گل تے تسی ایہہ ویکھ لوؤ کہ مکان بنانا اج کسے ماڑے بندے دے وس دی گل نئیں۔ اوہ اک حاطہ زمین جیہڑا4/5لکھ دی نئیں لے سکدا اگوں ایٹاں کڈیاں مہنگیاں نیں، سیمنٹ کڈا مہنگا، سریا کڈا مہنگا ایہہ کسے غریب بندے دی دسترس وچ رہ ای نہیں گیا ماسوائے اوہ بندا جنہوں دو نمبر کمائی لبھدی ہووے اوہ بے شک اپنی کوٹھی بنالوے، اپنا محل بنالوے جو کجھ مرضی بنالوے۔ ماڑے لوکاں دی دسترس وچ نئیں رہ گیا کوئی مکان ہی بنالین یا کوئی ایسی چیز خرید کے کھالین۔ ایتھے ساڈا پنجاب جیہڑا اے ایتھے سارے لوک جیہڑے جتھے دیسی زیادہ نیں جنہاں دی خوراک چنگی یا اپنے ونگوں دودھ، لسی، گھیو جیہڑے پیاندے نیں۔ تسی اے ویکھو

کہ پچھلے سال دودھ دی قیمت 20/25روپے سی اج 35/40روپے کلو تک ہو گئی اے۔جناب ایہہ جیہڑیاں چیزاں ایڈیاں مہنگیاں لوکی کس طراں کھان گے، کس طراں اپنے آپ نوں تگڑا رکھن گے، کس طراں صحت مند رہ سکدے نیں۔ایہہ چیزاں دودھ دی اگر میں تہانوں تھوڑا جیا اینہوں کنٹرول رکھن دی گل کراں تے ساڈے ایتھے پنجاب دی منڈیاں وچ تقریباً70/80ہزار یا لکھ روپے دی مج وک دی اے پئی تے جے اینہی مہنگی کوئی بندہ مج لوے، ونڈا لوے، توڑی دواڑھائی سو روپے من وکدی اے تے اوہ کس طرح چیزاں جیہڑیاں سستیاں ہون گئیاں۔اگر تے گورنمنٹ خاص خیال رکھے کہ چیزاں سستیاں ہون تے فیر لوکاں نوں ایہہ جیہڑی چیز اے میسر آسکدی اے۔

جناب سپیکر!ساڈا جیہڑا صوبہ پنجاب اے ایتھے لوکاں نوں بڑا شوق کشتی کھیڈن دا یا کبڈی کھیڈن دا لیکن ایہہ ساڈیاں گیماں جیہڑیاں تقریباً ساڈے پنجاب وچوں مک ای گئیاں نیں۔ایہنیاں رہیاں نئیں۔جیہڑے کھاڑے سن بڑے بڑے آباد رہے تے ساڈے پنجاب نے، اس خطے نے وڈے وڈے پہلوان پیدا کیتے نیں رستم ہند، رستم زماں، ستارہ پاکستان لیکن اج کوئی بندے کھاڑیاں وچ جاندے نیئں صرف گل اے کہ مہنگائی بڑی اے تے کھان پین دیاں ساریاں چیزاں اونہاں دی دسترس وچ نئیں رہیاں۔اگر ماضی قریب وچ جائیے اج توں 20/30سال پہلاں لاہور منٹو پارک وچ ہر ہفتے کشتیاں ہوندیاں سن۔اک صحت مند معاشرے وچ سارے بندیاں نوں شوق ہوندا سی اپنے پتراں نوں پالن دا، تگڑا کرن دا تے اج ایہہ جیہڑی چیز اے سانوں نظر نئیں آوندی۔

جناب سپیکر!ایہہ جیہڑیاں چیزاں تسی ہن مہنگائی دی گل کر دے او وزیر اعظم تے صدر پاکستان نے بڑی ہدایت کیتی اے۔میں صوبائی حکومتاں نوں بڑی ہدایت کرناں کہ قیمتاں کنٹرول رکھن لیکن ایہناں اپنے ناں صدر دی گل اتے کوئی عمل ہو یا ناوزیر اعظم صاحب دی گل تے کوئی عمل ہو یا اے۔اج وی قیمتاں اوسے طراں نیں جس طراں دو مہینے یا تین مہینے پہلاں سی جدوں دے صدر تے وزیر اعظم کلپن ڈئے نیں کوئی قیمتاں جیہڑیاں کٹ نئیں ہوئی۔ایہہ جیہڑا بجٹ 2006-07پیش کیتا گیا ایہدا وی اگلے سال ہی جا کے موازنہ ہووے گا کہ آیا اے۔بجٹ غریب عوام واسطے یا پنجاب دی عوام واسطے ایک نعمت اے یا زحمت اے۔اگر قیمتاں کنٹرول ہو یاں تے لوکاں دی دسترس وچ ہر چیز خریدنی ہوئی تے فیر تے بجٹ دی تعریف کر چھڈاں گے اگر جے ایسے طراں قیمت ودی ری تے فیر اساں بجٹ نوں اساں کیہہ چنگا آکھناں۔

جناب سپیکر!ہن میں لاء اینڈ آرڈر دی طرف آواں گا کہ ساڈے ایس بجٹ دے وچ

20۔ارب روپیہ پولیس واسطے رکھیا گیا، اونہاں دی ریفارم واسطے ، اونہاں دی بہتری واسطے تے، اونہاں دے سارے کماں واسطے لیکن تسی روز اخباراں چک کے ویکھ لوَ کہ سویرے تہانوں لاہور ورگے شہر دے وچ کوئی 15/20 ڈکیتیاں ہون گئیاں، گوجرانوالہ وچ بے شمار ہو گئیاں، سیالکوٹ جیہڑا سنٹرل پنجاب اے ایتھے اینج اے جیویں آخر آئی اے، ڈکیتیاں، قتل، چوریاں، اغواء، ڈاکے، زنا دیاں وارداتاں ہوندیاں نیں۔

جناب سپیکر! اینا روپیہ پولیس واسطے رکھن دے باوجود اوہدی کارکردگی کی اے۔ میرے نالوں زیادہ تہانوں پتا ہونا ایہہ کہ پنجاب وچ کینیاں ڈکیتیاں ہوئیاں نیں، سارے سال دے وچ ہور کتنے جرائم ہوئے نیں تے میں سمجھدا واں کینیاں ڈکیتیاں جیہڑیاں برآمد ہوئیاں نیں یا کینیاں چوریاں برآمد ہوئیاں نیں، کنے ملزم پھڑے گئے نیں یا کنا مال برآمد ہو کے اصل مالکاں نوں ملیا۔ میں ایتھے گل کرداں واں تہاڈی ای مسلم لیگ حکومت دا اک وزیر اعلیٰ شہباز شریف سی جدے وقت دے وچ جتھے کوئی وڈا henious crime ہوندا سی، کوئی وڈا جرم، کوئی گینگ ریپ ہونا یا ڈاکہ پینا تے اوہ آپ موقعے تے لگا جاندا سی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! تے جا کے اوتھے موقعے تے ڈی آئی جی وی آ جاندا سی تے ایس پی وی آ جاندا سی تے اونہاں نوں ہدایت کیتی جاندی سی کہ تیناں چوؤں دناں یا ستاں دناں وچ بندے پھڑو تے اونہاں دے جاں نال لو کی ڈر دے سن تے جرائم جیہڑا زیرِ زمین گیا۔ میں ایتھے تجویز دیاں گا راجہ بشارت صاحب بڑے چنگے بندے نیں اگر ایہہ وی اونہاں دی تقلید کر دیاں کا پی کر لین جیتھے کوئی ایہڈا جرم ہووے اوتھے جایا کرن تے میرا خیال اے کہ جرائم وچ ضرور کمی آئے گی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نوں آپ جانا چاہیدا اے۔ اوجٹ پتر اے اونہوں آپ جانا چاہیدا بلکہ راجہ بشارت یا ہور کوئی جاوے تے ایس کم وچ بہتری پیدا ہو سکدی اے۔

جناب سپیکر! ہیلتھ دی بڑی گل ہوئی تے ہیلتھ واسطے 4۔ارب روپے رکھا گیا لیکن میں سمجھناں واں کہ غریباں لوکاں نوں ایہدا کوئی ایہڈا فیدا نہیں ہوندا جیہڑے ساڈے ملک دے یا ساڈے صوبے دے سپیشل ڈاکٹر ساریاں نوں ترغیب ایہہ ای دیندے کہ ساڈے پرائیویٹ کلینکاں تے آوَ۔ جیہڑا بندا پرائیویٹ کلینک تے جاندا اے اودھے کولوں ہزار روپیہ فیس باقی ٹیسٹ وغیرہ پا کے چار پانچ ہزار تے سرے چڑھ جاندا اے تے پنج ست سو دی دوائی ہو جاندی اے تے ماڑے بندے نوں اونج ای آرام آ جاندا اے۔ ماڑے بندے واسطے ایہہ ڈاکٹر شاکٹر جیہڑے نیں کوئی ایہڈا

کوئی کم نئیں کر دے۔ تے ایسے لئی اونہاں نوں عطائی ڈاکٹراں دے کول جاناں پیندا جیہڑے 20/30روپے لے کے ٹیکہ وی لا چھڈ دے نیں تے دوائی وی دے چھڈ دے نیں۔ایہہ پابند کیتا جانا چاہیدا اے جیہڑے وڈے ڈاکٹر نیں اوہ صرف 100/200روپیہ فیس لین۔اگر اینھی فیس لین تے فیر ماڑے بندے وی اونہاں کولوں اپنا علاج کرا سکدے نیں۔ایہہ صرف تگڑیاں بندیاں واسطے ڈاکٹر نیں ماڑیاں واسطے کوئی نئیں۔

جناب سپیکر! تعلیم دی گل ہوئی اے تے وزیر اعلیٰ پنجاب نے یا اس حکومت نے تعلیم دسویں تک مفت کر چھڈی اے۔جناب !میں یاد کراواں گا تے ساریاں دا ریکارڈ درست کراں کہ شہید ذوالفقار علی بھٹو دے دور دے وچ اوہدوں تعلیم دسویں تک مفت ہو گئی سی، طالبعلماں نوں فری آنا جانا لبھ گیا سی۔ایہہ اوس ویلے دی گل اے جدوں بھٹو صاحب نے آج توں 30سال پہلے کر چھڈیا سی ایہہ اج کرن دئے نیں تے بڑا احسان جتان ڈئے نیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!ایہہ گل چل نکلی اے تے میں سمجھناں کہ بھٹو دے ساڈی اس قوم تے اوہ احسان سن جیہڑے ساری زندگی نئیں بھلا سکدے۔بھٹو دا ایہہ وی احسان سی کہ 90ہزار مسلح فوجی جیہڑے ہندوستان دی قید وچ سن اوہ چھڑا کے لیاندے جنہاں وچ جرنیل وی سن، بریگیڈیر وی سن، کرنیل وی سن، میجر وی سن ہور فوجی وی سن۔ تے جرنیلاں نے پٹو صاب نوں احسان دا بدلا دتا کہ انہاں پھائے لا چھڈیا۔اے ساڈے ملک دے جرنیلاں نے کم کیتا۔اونے فوجی چھڈا کے لیاندے ہندوستان توں تے اوناں نے اینوں پھائے لا چھڈیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔شکریہ۔

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر!گل تے کر لین دیو۔ویلا نیئں کیا گل تے کر لین دیو کوئی بھیڑی گل تے میں نئیں کر دلپیاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا ٹائم ہو گیا ہے۔اب میں شیخ علاؤالدین کو فلور دیتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!میں کل بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا نام آیا ہوا ہے۔

شیخ علاؤالدین: میں جانتا ہوں لیکن میرے پاس کوئی ایسی تجاویز ہیں کہ میں انہیں کل پیش کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے، اگلے ہیں محمد لطیف عاقل!

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب سپیکر! میں بھی کل تقریر کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی بہتر، اگلی ہیں۔ محترمہ عابدہ جاوید صاحبہ! (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ عابدہ جاوید: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب سے پہلے تو میں اپنے رب کا شکر ادا کرتی ہوں اس کے بعد جناب ڈپٹی سپیکر! آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ آج میرے بھائیوں نے تقاریر کیں اور بجٹ پر بہت سی باتیں کیں میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتی میں اب وہ باتیں کہوں گی جو اس سے ذرا مختلف ہیں اور صوبہ پنجاب کے استحکام اور اس کی ترقی کے لئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں بی بی! آج آپ بجٹ پر بحث کریں گی۔

محترمہ عابدہ جاوید: جناب سپیکر! میں بجٹ پر ہی بات کروں گی تنقید بھی کروں گی اس کی اصلاح کے لئے تجاویز بھی دوں گی اور تقریر بھی کروں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بجٹ کے مطابق۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! حکومتی بنچز سے یہ ensure کروائیں کہ وہ بڑے غور سے ان کی تقریر سنیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل بڑے غور سے سنیں گے، سب غور سے سنیں گے۔

محترمہ عابدہ جاوید: میری ہر بات صوبے اور پاکستان کے استحکام اور اس کی ترقی کے لئے ہے۔ بجٹ تو 58 سال سے آ اور جا رہے ہیں یہ باتیں جو میں کہنا چاہ رہی ہوں ایسی باتیں آپ نے کم ہی سنی ہوں گی۔

وزیر ہاؤسنگ اینڈ اربن ڈویلپمنٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر ہاؤسنگ اینڈ اربن ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں on behalf of the Treasury Benches اس بات کی assurance دینا چاہتا ہوں کہ ہم آنٹی کی بات کو غور سے سنیں گے۔

محترمہ عابدہ جاوید: جناب سپیکر! میں پندرہ منٹ ٹائم لوں گی پہلے آپ پندرہ منٹ announce

کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی!آپ پندرہ منٹ کیا میں آپ کو آدھ گھنٹہ دوں گا لیکن اس کے بعد بیگم فرزانہ نذیر کو اجازت دوں گا۔

محترمہ عابدہ جاوید: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر!پنجاب حکومت نے آئندہ مالی سال 07-2006 کے لئے دو کھرب 74۔ارب دس کروڑ روپے کا بجٹ پیش کر دیا ہے۔اللہ کرے کہ اس پر دیانتداری سے عمل ہو سکے۔بجٹ عوام کے لئے ہوتا ہے اور عوام فوری ریلیف چاہتی ہے انہیں لفظوں کی ہیرا پھیری اور خوشنما وعدوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی عوام چاہتی ہے کہ اسے روزمرہ زندگی میں بہتر سے بہتر سہولیات سستی اور آسانی سے مل سکیں۔مگر انصاف سے دیکھا جائے تو غربت، مہنگائی، بے روزگاری، کرپشن، انصاف کا فوری نہ ملنا، صحیح خطوط پر احتساب کا نہ ہونا عوام کے اہم مسائل ہیں۔یہ مسائل انصاف جو کہ سب کو ایک جیسا ملے اور معیشت کو ترقی دینے سے حل ہو سکتے ہیں جیسا کہ میاں نواز شریف کے پہلے دور میں جو محترمہ بے نظیر کی حکومت کے بعد اقتدار میں آئی تھی اس میں سب سے پہلے ملکی معیشت کی طرف توجہ دی تھی اس کی وجہ سے ملک میں بیرونی سرمایہ کاری کی آمد شروع ہو گئی، معیشت کی رفتار میں تیزی آئی اور اسی دور حکومت میں زراعت پر توجہ شروع ہوئی اور اسی سلسلے میں پنجاب میں غلام حیدر وائیں صاحب کے دور میں نہروں سے بھل صفائی کا کام شروع کیا تاکہ زراعت کے لئے ہر ایک کو مناسب مقدار میں پانی ملے اور پانی نہر کے آخری سرے یا کھالوں کے آخری ٹیل تک پہنچ سکے۔یہ ان کی سوچ تھی جو معیشت کو ترقی دینے کے لئے، ملک کو اور پنجاب کو ترقی دینے کے لئے کی تھی۔اسی دور میں بند فیکٹریوں کے کھلنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔چھوٹے قرضوں کے لئے دروازے کھلے۔سمال انڈسٹری کی طرف توجہ دی گئی، بنکوں نے چھوٹی انڈسٹری کے لئے قرضے دیئے۔آپ ذرا میری بات سن لیں اس میں میاں نواز شریف یا کسی کی تعریف کی بات نہیں اس میں پاکستان اور صوبہ پنجاب کے استحکام کی بات ہے اگر کسی حکومت نے کوئی اچھے اقدامات کئے ہیں پاکستان کی ترقی کے لئے تو اس کو appreciate کرنا چاہئے اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔آنے والا وقت آپ کو بتائے گا اگر تنقید برائے تنقید نہ ہو تنقید اصلاح کے لئے ہو تو اس کے رزلٹ آپ کو دکھائی دیں گے،انشاء اللہ۔یہ تو میں وہ بات بتا رہی ہوں جو حقائق ہیں میاں نواز شریف کے دور میں جو ترقی ہوئی وہ بتانے کا میں حق رکھتی ہوں اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔بجٹ کے ساتھ ساتھ ان باتوں کو کہنا کوئی ایسی بات نہیں ہے۔میں

حق کی بات کرتی ہوں کیا آپ اس بات کو نہیں مانیں گے کہ میاں نواز شریف نے جو ایٹمی دھماکہ اندونی اور بیرونی دباؤ کے باوجود کروایا کیا یہ اپنے وطن کے دفاع کے لئے قابل تحسین نہیں ہے ؟آپ اس کو دیکھیں، آپ اس پر غور کریں اور آپ اس کو مانیں۔ کیا میاں شہباز شریف نے سڑکوں کا جال نہیں بچھایا؟ آپ مانتے ہیں کہ نہیں مانتے، گوادر پورٹ، ساحلی شاہراہ، مکران تا کراچی، جاپان سے آب دوزوں کی تیاری اور چین سے JF-17 طیارہ سازی کے معاہدے کئے گئے کہ نہیں کئے گئے ؟(نعرہ ہائے تحسین)

آوازیں: کئے گئے۔۔۔

محترمہ عابدہ جاوید: شکریہ۔اور اگر 12۔اکتوبر کو ہماری حکومت قائم ہوتی تو کالا باغ ڈیم کی تعمیر شروع ہو چکی ہوتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کونسی خوش قسمت حکومت ہے جس کے حصے میں کالا باغ ڈیم بنانے کا موقع آتا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ اس وقت صدر محترم کے پاس بہت اچھا ٹائم تھا وہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے لئے اعلان کر سکتے تھے۔چھ سالوں سے وہ کہہ رہے ہیں لیکن کیا وجوہات ہیں؟ کیا وہ جرأت مندانہ فیصلہ نہیں کر سکتے آخر کیا وجہ ہے ؟ باقی تمام فیصلے وہ کر سکتے ہیں کیا ڈیم بنانے کا وہ فیصلہ نہیں کر سکتے ؟

وزیر ہاؤسنگ اینڈ اربن ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔

محترمہ عابدہ جاوید: آپ کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے آپ نے تو ایل ڈی اے کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! آپ جاری رکھیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: آپ نے تو ٹاؤن شپ کے مسائل کو مسائلستان بنا دیا۔بجٹ میں تعلیم کے لئے 12.5۔ارب روپے رکھے گئے ہیں جو کم ہیں۔

وزیر مال: جناب سپیکر! آپ ذرا آواز آہستہ کرا دیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: آپ میری بات ذرا غور سے سنیں آپ نے بہت سی بجٹ پر تقریریں سنی ہیں میری بھی ذرا سن لیں۔ میں بات دل سے کہتی ہوں میں زبانی کلامی نہیں کہتی۔ میں واقعی عوام کا درد رکھ کر بات کہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹائم مزید پندرہ منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ عابدہ جاوید: جناب سپیکر! میں تعلیم کے بارے میں بات کروں گی کہ تعلیم حیات انسانی کا وہ تجربہ ہے جس پر اس کے وجود اور بقاء کا انحصار ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں نازل ہونے والی آیات تعلیم اور علم پر ہے اور انسان کی تخلیق کا بتایا گیا ہے۔ تعلیم کے ذریعے ہی ایک نسل کے تجربات۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔۔۔

محترمہ عابدہ جاوید: نعرہ تکبیر۔۔۔

آوازیں: اللہ اکبر

محترمہ عابدہ جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! تعلیم کے ذریعے ہی ایک نسل کے تجربات دوسری نسل تک پہنچتے ہیں۔ کسی بھی قوم کے نظام تعلیم میں رائج نصاب تعلیم اس قوم کی تاریخی، نظریاتی، ثقافتی، اخلاقی اور سماجی اقدار ظاہر کرتی ہیں۔ نصاب تعلیم فہم، احساسات، تعصبات اور تفاکر سے خالی نہیں ہو سکتا لہذا ہمیں جدید علوم کے ساتھ تمام تعلیمی اداروں میں خواہ وہ انگلش میڈیم ہوں یا اردو میڈیم، شعبہ قرآن و سنت اور اس کے اسلامیات اور اخلاقیات کے مضمون کو لازمی کیا جائے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! اذان ہو رہی ہے۔۔۔

(اذان عشاء)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بی بی! فرمائیے۔ She is the last speaker اس کے بعد اجلاس adjourn کرتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! بس یہ last ہی ہو گا اور انہیں interrupt نہ کریں ورنہ وہ دوبارہ شروع کر دیتی ہیں۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: last ہے۔ Please don't interrupt let her complete جی، بی بی! فرمائیے۔

محترمہ عابدہ جاوید: میں دوبارہ وہیں سے شروع کرتی ہوں کہ تمام تعلیمی اداروں میں خواہ وہ انگلش میڈیم ہوں یا اردو میڈیم شعبہ قرآن و سنت، اسلامیات اور اخلاقیات کا ایک مضمون ایسا ہو جو بی اے تک لازمی ہو۔ جب تک اخلاق و کردار اندر سے اور باہر سے مضبوط نہیں ہو گا، آپ چاہے تعلیم پی۔ ایچ۔ ڈی کریں، ڈاکٹر بنیں، انجینئر بنیں، آپ جو مرضی بنیں، جب تک آپ کا کردار مضبوط نہیں ہو گا آپ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اس کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں

اسلامیات کا مضمون ایک ایسا بنایا جائے جو کہ بی۔اے تک لازمی قرار دیا جائے تاکہ طلباء کی تعلیم کے ساتھ عمل و کردار پر توجہ دی جا سکے۔ انشاء اللہ اس تربیت سے سیاست اور تمام اداروں میں میرٹ پر سلیکشن میں آسانی ہو گی۔ یہ بڑی اہم بات ہے۔اس سے معاشرے پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ دوسرا آٹھویں کلاس کے بعد طلباء کا تعلیمی رجحان دیکھ کر ان کی رہنمائی کی جائے تاکہ وہ صحیح معنوں میں اپنے مضامین کی سلیکشن کر سکیں تاکہ والدین کا پیسا اور وقت ضائع نہ ہو سکے۔ وہ آپ کا انداز ہے، یہ ہماری عوام کے درد کا انداز ہے کہ ہم اپنے وطن کے ساتھ اور اپنی عوام کے ساتھ کتنے مخلص ہیں۔(قطع کلامیاں)

ایک آواز: وقت بڑھا دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ وقت کو رہنے دیں۔آپ انہیں بات کرنے دیں۔

آوازیں: وہ پڑھ کر تقریر کر رہی ہیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: میں اپنی تقریر ہمیشہ زبانی کرتی ہوں۔آپ کو اس چیز کا اندازہ ہو گا۔آپ کو اندازہ ہو گا کہ میں ہمیشہ زبانی کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی!آپ کو اجازت مل گئی ہے،آپ کریں۔(قطع کلامیاں)
آرڈر پلیز،آرڈر پلیز،جی،بیٹھئے۔بی بی کو بولنے دیں۔بی بی!تقریر کیجئے۔

محترمہ عابدہ جاوید: بچوں کا وقت ضائع نہ ہو اور آنے والے وقت میں انہیں روزگار کو حاصل کرنے میں آسانی ہو سکے۔ غریب اور مستحق قابل طلباء کے لئے پنجاب کے تمام شہروں میں ایسے ادارے بنائے جائیں جنہیں حکومت اور نیم حکومت چلائے۔ ان کا معیار اعلیٰ ترین ہو، ان میں امیروں کے بچوں کو فیس کے ساتھ داخلہ دیا جائے۔ان کا معیار ایسا ہو کہ حکومت اور نیم حکومتی اداروں کی سرپرستی میں وہ چلائے جائیں تاکہ غریب بچوں کی تعلیم کے ساتھ اعتماد سازی میں بھی اضافہ ہو سکے۔ان اداروں میں کھیلوں کے میدان، سوئمنگ پول اور دوسری تمام سہولیات وغیرہ ہوں۔ اس طرح سالانہ رزلٹ آنے کے بعد تعلیمی میدان میں انقلاب آ سکتا ہے۔ علماء سے مشاورت کے بعد زکوٰۃ فنڈ سے ایسے ادارے تعمیر کئے جا سکتے ہیں۔

آوازیں: ٹاؤن شپ۔

محترمہ عابدہ جاوید: ٹاؤن شپ ابھی نہیں۔ میں کرپشن کی بات کرتی ہوں کہ زراعت کا محکمہ کتنا

اہم ہے۔ میں نے اس کے لئے ڈیمز کی بات کی ہے۔ آبپاشی کا جو محکمہ ہے اس میں جو کرپشن ہوئی ہے، اس میں آپ دیکھیں۔۔۔

وزیر تحفظ ماحولیات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں پہلے بھی عرض کر رہا تھا کہ آنٹی کی خدمت کے لئے ہم ٹاؤن شپ میں ایک مشین لگا رہے ہیں جو کہ ماحول کو صاف ستھرا رکھے گی۔(شور وغل)

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! وزیر ماحولیات ماحول کو خراب کر رہے ہیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: بات سنیں، میں نے آپ کو ہمیشہ کہا ہے کہ مجھے کبھی کسی بندے کا ڈر نہیں ہوا۔ کسی ادارے میں سے کسی کا ڈر نہیں ہوا۔ میں صرف اپنے رب سے ڈرتی ہوں اور حق بات، سچ بات کہنے سے کبھی نہیں گھبراتی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کریں، کریں۔ بی بی! کریں۔

محترمہ عابدہ جاوید: میں اس لئے کہتی ہوں کہ اگر اداروں سے کرپشن ختم ہو گی تو پاکستان ترقی کرے گا، صوبے ترقی کریں گے۔ آپ لوگوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔(قہقہے)

اگر آپ عوامی نمائندے ہیں تو عوام کی سوچیں، ان کا درد رکھیں۔ ان کے لئے بات کریں۔ انصاف کی بات کریں۔ انصاف تو ہمیں ملتا ہی نہیں۔ جنگل کا قانون ہے۔ یہ دیکھ لیں، کیا کچھ ہو رہا ہے۔ کسی کی بات نہیں سنی جاتی۔ میں ٹاؤن شپ کی بات کرتی ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

آوازیں: آنٹی ٹاؤن شپ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! آپ بات کریں۔

محترمہ عابدہ جاوید: پہلے ان کو تو چپ کرائیں، پھر میں بات کروں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! آپ بات کریں۔

محترمہ عابدہ جاوید: جناب سپیکر! یہ بات میں ہمیشہ ہی کہتی ہوں کہ جس ملک میں انصاف ہو گا، جس ملک میں احتساب ہو گا اور جس ملک میں ایک دوسرے کا اس لحاظ سے خیال رکھا جائے گا کہ اگر ایک آدمی سچے دل سے کام کر رہا ہے تو اس کی ٹانگیں مت کھینچی جائیں۔ دوسری بات جو میں

یہاں کہنا چاہ رہی ہوں کہ جب سب کو انصاف ایک جیسا ملے گا تو پھر اس سے امن بھی آئے گا اور سکون بھی آئے گا۔ لوگ چین و امن سے زندگی گزار سکیں گے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ انصاف ملے کیونکہ انصاف ملے گا تو امن آئے گا۔ یہ لازم ہے۔ اس کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں اب ٹاؤن شپ کی طرف آتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

شکریہ کہ آپ اتنا خوش ہوتے ہیں کہ جب میں ٹاؤن شپ کی بات کرتی ہوں۔ وہ جو ایشیا کا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا منصوبہ تھا، شاید آپ کو نہیں پتا، میں آپ کو بتا دوں اس کے ساتھ ظلم کتنا ہے کہ اسے مسائلستان بنایا گیا اور اس کے لئے ہم بات نہ کریں۔ کیا میں دوسروں کے لئے بات تو کر سکتی ہوں اور اپنے علاقے کی بات نہ کروں۔ بالکل میں بات کر سکتی ہوں۔ وہاں پر سڑکوں پر گندے پانی کا سیوریج کا، غیر قانونی گیٹوں اور وہاں پر لائٹوں کا مسئلہ اور آپ یہ دیکھیں کہ ایک ایم۔پی۔اے کو جتنی تکلیف دے سکتے ہیں وہاں کے بلدیاتی نظام کا جو انچارج ہے وہ مجھے دے رہا ہے۔ یہ آپ دیکھیں۔ (شیم، شیم)

وزیر قانون و پارلیمانی امور جو یہاں بیٹھے ہیں میں انہیں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ کیا آپ نے آج تک میری باتوں کو غور اور سنجیدگی سے نہیں لیا؟

آوازیں: نہیں لیا۔

محترمہ عابدہ جاوید: نہیں لیا، نہیں لیا۔ اگر آپ نے ان کو سنجیدگی سے لیا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا بلکہ اب تو میرے گھر کے باہر بھی گیٹ لگا دیا گیا ہے جو چوبیس گھنٹے بند رہتا ہے۔ کیا یہ عوام کے لئے اچھائی میں جا رہا ہے؟ مجھے جو تکلیف ہے، مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ میں حق کی بات کروں گی اور سچ کی بات کروں گی۔ جھوٹے پر تو خدا کی لعنت ہو گی۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے (شور وغل)

جناب والا! کیا عوامی نمائندے عوام کے لئے آواز نہیں اٹھا سکتے؟ ہمیں کیا اختیارات دیئے گئے ہیں؟ صدر محترم نے خواتین کو 33 فیصد نشستیں تو دی ہیں لیکن اختیارات کوئی نہیں دیئے۔ میں آپ کو چیلنج کرتی ہوں کہ اگر میرے پاس اختیارات ہوں تو میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مہینے میں پورے پاکستان کے اندر سب حالات ٹھیک کر دوں گی، پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ ہمارے ہاں ایسا معاشرہ تشکیل پائے جہاں پر انصاف ہو، غریب اور امیر سب کو یکساں انصاف میسر آئے۔ یہ نہ ہو کہ برائی پھیلانے والے تو دھندناتے پھریں اور جو حق کی بات کریں، حق کی آواز بلند کریں ان کے لئے مشکلات پیدا کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کی بات کرنے کا موقع دیا ہے، جب تک مجھے موقع ملتا رہے گا میں انشاء اللہ حق کی اور سچی بات ہی کروں گی، پاکستان کی فلاح کی بات کروں گی، امن کی بات کروں گی اور انصاف کی بات کروں گی۔ نعرہ تکبیر، اللہ اکبر۔ آپ لوگوں کو خوشی ہونی چاہئے کہ میں حق سچ کی بات کہہ رہی ہوں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اب اجلاس کل بروز منگل مورخہ 20۔ جون 2006 صبح 10.00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

655

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،20۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال07-2006پر بحث

657

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

منگل،20۔جون2006

(یوم الثلاثہ،23۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 5 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾ لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۶۴﴾

سُوۡرَۃُ یُونس آیات62تا64

سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے o (یعنی) جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار رہے o ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ خدا کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے o

وما علینا الا البلاغ o

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سالانہ بجٹ بابت سال 07-2006 پر 17۔جون کو بحث کا آغاز ہوا تھا۔اسی کو جاری رکھتے ہوئے میں ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ ۔جناب سپیکر!سب سے پہلے میں اجلاس بروقت شروع کرنے پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔انشاء اللہ اسی طرح آپ کریں گے تو یہ ہاؤس ریگولر بھی ہو گا اور اس کا وقار بھی بلند ہو گا۔

جناب سپیکر: شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!سب سے پہلے تو میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ سازی کیا ہے اور یہ ایوان جو اس کو منظور کرے گا در حقیقت بجٹ سازی میں اس ایوان کا قطعاً یعنی صفر حصہ بھی نہیں ہے لیکن چونکہ قواعد و ضوابط بنے ہوئے ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہے اس لئے کلرک صاحبان اور افسر شاہی بجٹ کو بناتی ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وزراء صاحبان کو بھی اپنے محکمے کے بجٹ کی تفصیلات کا علم نہیں ہوتا۔ یہ جب چھپ کر آ جاتا ہے اور ایوان میں پیش ہونے سے پہلے کابینہ اس کی منظوری دیتی ہے تو بہت سارے وزراء کو اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے محکمے کا بجٹ ہے۔ ہمارے وزیر خزانہ ماشاء اللہ پڑھے لکھے نوجوان اور محنت کرنے والے ہیں۔انھیں بجٹ کی تقریر لکھی ہوئی دے دی جاتی ہے وہ یہاں پر اسے اچھے طریقے سے پیش کر دیتے ہیں۔اس کے بعد جو بحث ہوتی ہے۔اس میں حکومتی ارکان کی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ جو کچھ اس کے اندر لکھا ہے اس کی تعریف کرتے رہیں اور اپوزیشن کے ارکان کی طرف سے بھی یہی کچھ ہوتا ہے کہ اگر کوئی اچھی باتیں بھی ہوں گی تو وہ اس کے اندر سے کیڑے ہی نکالتے رہیں گے اور یہ ایک قسم کا ٹوپی ڈرامہ چار پانچ دن چلے گا۔اس کے بعد یہ بجٹ من و عن سابقہ روایات کی طرح ایک ٹیڈی پیسے کی بھی کمی اس کے اندر نہیں ہو گی اور اسی طرح منظور کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! میں یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال جب محترم وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ تقریر فرمائی تھی تو انھوں نے کہا تھا کہ یہ 224۔ارب روپے کا بجٹ ہم پیش کر رہے ہیں۔ تمام محکموں کی طرف سے چار پانچ مہینے کی محنت کے بعد جو تجاویز افسروں کو ملتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں budget estimate بنتا ہے جو وزیر خزانہ صاحب ایوان کے اندر پیش کر دیتے ہیں لیکن اس پر عملدرآمد کی جو صورتحال ہے۔ وہ یہ ہے کہ پچھلا ریگولر بجٹ جو انھوں نے پیش کیا تھا۔ وہ 224۔ارب روپے کا تھا لیکن ضمنی بجٹ اس سال انھوں نے پیش فرمایا ہے وہ 44۔ارب 84 کروڑ 19 لاکھ 65 ہزار روپے کا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ بجٹ تو پاس ہو جاتا ہے لیکن کوئی بھی محکمہ اوپر سے نیچے تک کوئی اس کی پابندی نہیں کرتا اور مرضی سے اخراجات ہوتے ہیں اور سال کے آخر میں جمع خرچ کر کے ایک ضمنی بجٹ کے نام سے یہاں پیش کر دیا جاتا ہے اور اسے اکثریت کی بنیاد پر منظور کر دیا جاتا ہے۔ اس پر کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ آپ کو یہ estimate دیا گیا تھا اور آپ کو اس کے اندر رہنا تھا۔ یہ جو 44/45۔ارب روپے زائد خرچ ہوئے ہیں یہ کوئی چھوٹی رقم نہیں ہے اگر دو، چار، پانچ یا دس کروڑ روپے کی بات ہوتی تو ٹھیک ہے نظر انداز کیا جا سکتا تھا لیکن 44/45۔ارب روپے کے زائد اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ میں اس پر احتجاج بھی کرتا ہوں اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے یہ بجٹ اس قابل نہیں کہ اسے منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے Financial management and expenditure کے حوالے سے کچھ باتیں کروں گا کیونکہ رسم ہے تو بجٹ کے حوالے سے بھی دو چار باتیں کروں گا۔ گزارش یہ ہے کہ اوپر سے صدر صاحب، شوکت عزیز صاحب، ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب اور باقی حکومتی اہلکار و وزراء بھی قوم کو کفایت شعاری کا درس دیتے ہیں لیکن آپ یہ دیکھیں کہ ہمارے [******]

جناب سپیکر: آپ پنجاب تک ہی رہیں۔ میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: اسی طرح وزیر اعظم ہاؤس 122 ایکڑ کے اندر ہے۔ اس حوالے سے پھر کروڑوں روپے کے اخراجات ان پر ہوتے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر!میں نے ابھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ یہ جو زائد خرچ ہوا ہے۔اس پر میں آپ کی اور وزیر خزانہ صاحب کی توجہ چاہتا ہوں۔اس میں انھوں نے جو estimates of charged expenditures and demandsکا گراف دیا ہے۔ اس میں جنرل ایڈمنسٹریشن کے حوالے سے والیمIاور صفحہ 271 کے اوپر آپ دیکھیں کہ گورنر ہاؤس کے لئے انھوں نے پچھلی دفعہ جو بجٹ منظور کیا وہ68لاکھ 67ہزار روپے کا تھا لیکن جو عملاً خرچ کیا وہ 99لاکھ 67ہزار روپے تھااور اب جو تجویز کیا ہے وہ88لاکھ 67ہزار روپے ہیں۔اگلے سال ضمنی بجٹ میں پھر پتا نہیں کتنا مانگیں گے۔اسی طرح گورنر سیکرٹریٹ ہے۔ گورنر صاحب صوبے کے آئینی سربراہ ہیں ان کو اسی تک محدود رہنا چاہئے لیکن آپ دیکھیں کہ ایک آئینی سربراہ جو ایک آدمی ہے جس نے تھوڑی سی ضابطے کی کارروائی کرنی ہے تو ظاہر ہے کہ جب گورنر ہاؤس کے اندر 500/600ملازم رکھے جائیں گے تو آپ اخراجات دیکھیں کہ انھوں نے ایک کروڑ87لاکھ 9ہزار روپے پچھلے بجٹ کے اندر رکھا تھا لیکن عملاً گورنر صاحب نے جو اخراجات کئے ہیں وہ دو کروڑ 73لاکھ 69ہزار روپے کے ہیں۔اب انھوں نے دو کروڑ19لاکھ 6ہزار روپے مانگے ہیں یعنی وہاں کے اخراجات دیکھیں اور دوسری طرف گورنمنٹ کی اور وزیر خزانہ کی تلقین یہ ہے کہ جو ہمارے اسمبلیوں میں اہلکار ہیں،چھوٹے اہلکار جو کاغذ ادھر ادھر پہنچاتے ہیں یہ پانچ چھ ہزار روپے ماہوار میں گزارا کریں۔ان کی پندرہ فیصد تنخواہ بڑھا کر ہماری حکومت نے بہت بڑا تیر مارا ہے کہ ہم نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔اسی طرح دیکھیں کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے پچھلے سال نو کروڑ 57لاکھ 52ہزار روپے منظور ہوا لیکن عملاً20کروڑ18لاکھ 53روپے خرچ کیا گیا ہے۔آپ دیکھیں کہ یہ صد فیصد سے بھی زائد اضافہ ہے۔اس سال انھوں نے14کروڑ روپے 62لاکھ 22ہزار روپے مانگے ہیں کہ آئندہ ہمیں دیئے جائیں اور پھر ضمنی بجٹ میں پندرہ بیس کروڑ روپے کا آرام سے اضافہ کر دیا جائے گا۔اسی طرح وزراء صاحبان کے لئے پچھلے سال17کروڑ72لاکھ 65ہزار روپے رکھے گئے تھے لیکن عملاً انھوں نے18کروڑ63لاکھ 45ہزار روپے خرچ کئے ہیں۔اب ان کی demand 19کروڑ64لاکھ 29ہزار روپے کی ہے۔

جناب سپیکر!میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جو بجٹ آپ کے سیکرٹریٹ کے لئے منظور کیا گیا تھا اس میں آپ نے کم خرچ کیا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ آپ نے کفایت شعاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ دوسری طرف دیکھیں کہ لاء منسٹر صاحب کے تحت لاء اینڈ پارلیمنٹری افیئرز

ڈیپارٹمنٹ ہے۔ان کے محکمے کے لئے 2کروڑ 24لاکھ 43ہزار روپے منظور ہوئے تھے لیکن انھوں نے عملاً 3کروڑ 5 لاکھ 77 ہزار روپے خرچ کئے۔ اب انھوں نے جو تجویز کروائی ہے وہ 3کروڑ 28لاکھ 31ہزار روپے کی ہے۔اس حوالے سے جو محکمے کی کارروائی ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے اور اس میں جو ڈنڈی ماری گئی ہے۔اس میں سے کچھ چیزیں میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ consumer protection کے حوالے سے ایک بل اسمبلی نے منظور کیا تھا۔اس حوالے سے گراؤنڈ پر کوئی establishment نظر نہیں آ رہی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں ڈاکٹر صاحب سے معذرت کے ساتھ یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ڈاکٹر صاحب کفایت شعاری کی بات بھی کر رہے ہیں۔انھوں نے پہلے ابتدا میں یہ فرمایا کہ یہ بجٹ سیکرٹریوں نے بنایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس جماعت کی حکومت ہوتی ہے،اس کا vision ہوتا ہے اور حکومت اس کے مطابق چلتی ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارا دہرا معیار ہے جس کو ہم کبھی ختم نہیں کرتے۔ یہ اتفاق ہے کہ صوبہ سرحد میں ان کی حکومت ہے۔ کیا وہاں پر بجٹ ان کے سیکرٹریوں نے نہیں بنایا۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ گورنر صاحب سینکڑوں ایکڑ پر رہ رہے ہیں۔ کیا سرحد کا گورنر ہاؤس خالی کر دیا گیا ہے؟ کیا سرحد کے وزیر اعلیٰ مسجد میں رہ رہے ہیں؟ انھوں نے ملازمین کی تنخواہوں کی بات کی ہے تو 15 فیصد آپ نے نہیں بڑھائی بلکہ 15 فیصد وفاقی حکومت نے بڑھائی ہے اور صوبے اس کو follow کر رہے ہیں۔ یہ جو غریبوں کے ہمدرد ہیں، کیا انھوں نے اپنے صوبے میں 15 سے بڑھا کر 20 فیصد کر دیا ہے۔ یہ ساری باتیں ہوتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان جب حکومت میں ہوتا ہے تو پھر حکومتی معاملات کو اسی کے مطابق لے کر چلنا پڑتا ہے۔ حکومت اور اپوزیشن میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہاں آپ اپوزیشن میں ہیں، یہاں آپ کا فرمانا اور ہے۔ سرحد میں آپ حکومت میں ہیں وہاں آپ کا عمل اور ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری اصغر علی گجر!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں نے صرف اتنی گزارش کرنی ہے کہ اگر ایوان کے اندر صوبہ سرحد کی بات ہو سکتی ہے تو میں آپ سے یہ گزارش کروں گا اور آپ اطمینان سے سن بھی

سکتے ہیں کہ ایوان صدر کی بات بھی یہاں پر ہو گی۔

جناب سپیکر: انھوں نے حوالہ دیا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: یہ لازمی ہو گی اور پھر یہ سننی پڑے گی۔ وہ بھی آپ کا صدر ہے۔ آپ کے ملک کا جرنیل ہے۔ آمر مطلق ہے۔ آپ اس کی بات کیوں نہیں سنیں گے۔ میں صرف اتنی بات کروں گا کہ آپ کو سننی پڑے گی۔ ہم کریں گے اور آپ سنیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ راجہ صاحب بڑے اچھے موڈ میں بیٹھے تھے لیکن ایک دم ان کا موڈ خراب ہو گیا ہے اور یہ بے چارے صوبہ سرحد پر برس پڑے ہیں۔ صوبہ سرحد نے تو ان کو راستہ دکھایا ہے۔ میٹرک میں کتابیں اور دارالکفالہ یہ پہلے ان کی سکیمیں تھیں۔ انھوں نے شروع کی تھیں تو پھر پنجاب نے شروع کیں۔ پنجاب نے اس وقت جتنی اصلاحات کی ہیں۔ میٹرک کی تعلیم مفت کی ہے، انھوں نے دارالکفالہ بنائے۔ یہ ساری صوبہ سرحد نے سکیمیں شروع کی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ یہ اپنی بجٹ تقریر میں کہئے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ان کا جواب تو ہمیں دینے دیں۔ اللہ کے فضل سے وہاں پر سراج الحق وزیر خزانہ ہیں۔ میں ان کی صرف ایک بات سناتا ہوں کہ وہ جرمنی میں سرکاری دورے پر گئے۔ ائرپورٹ پر نیچے اترے تو سیکرٹری سے اس وزیر خزانہ نے پوچھا کہ یہ جو آٹھ دن کا دورہ ہے۔ اس پر کتنے اخراجات ہوں گے۔ اس نے کہا کہ 60 سے 70 لاکھ روپیہ خرچ ہو گا اس پر انھوں نے کہا کہ ہم کسی ہوٹل میں نہیں رہیں گے بلکہ مسجد میں رہیں گے وہ شخص وہ وزیر خزانہ صوبہ سرحد سات دن تک ایک مسجد میں رہائش پذیر رہا۔ وہ ہوٹل میں نہیں رہا اور وہ 60,70 لاکھ روپے جو اس کے صوبے کے تھے اور اس کی قوم کے تھے تو وہ اس نے بچائے۔ یہاں کوئی اس کی مثال تو پیش کرے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سرکاری دورے پر گیا ہی نہیں۔ میں نے ان سے زیادہ کفایت کی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ پچھلے سال ابتدا میں اسلام آباد میں ایک میٹنگ میں صوبہ سرحد کے وزیر خزانہ جناب سراج الحق تشریف لائے ہوئے تھے۔ان سے بات ہو رہی تھی تو انھوں نے بتایا کہ اس سال رواں مالی سال کے اندر کوئی 18۔ارب روپے مرکز نے صوبہ سرحد کا دینا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مئی کی آخری تواریخ آ گئی ہیں اور ابھی تک کچھ نہیں ملا۔انھوں نے بتایا کہ پچھلے دنوں میں اور وزیر اعلیٰ سرحد اسلام آباد گئے اور وزیر اعظم سے ملاقاتیں کیں اور کافی کوشش کے بعد انھوں نے 6۔ارب روپے مانا کہ ہم دو مہینے میں دیں گے۔ وہ بتا رہے تھے کہ اس میں سے بمشکل چند کروڑ روپے ہمیں ملے گا اور باقی یہ ہڑپ کر جائیں گے تو وہاں پر عملی صورتحال یہ ہے۔ جس طرح صوبہ سرحد کی حکومت کو مرکز اور مشرف strangulate کرنا چاہتا ہے۔

جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ consumer protection کے حوالے سے ہم نے ایک بل منظور کیا تھا۔آپ بھی گواہ ہیں اور یہ سارا ایوان جانتا ہے کہ گراؤنڈ کے اوپر ابھی کوئی چیز اس حوالے سے نظر نہیں آ رہی۔اس میں ہوا کیا ہے کہ پچھلے سال کے بجٹ میں Punjab Consumer Protection Council کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی۔ درمیان میں انھوں نے ایک کروڑ ایک لاکھ اور 19 ہزار روپے کے اخراجات دکھا دیئے ہیں۔اب انھوں نے دو کروڑ 54 لاکھ 17 ہزار روپے مانگ لئے ہیں۔ اسی طرح District Consumer Protection Councils ہیں، ہمیں تو نہیں معلوم کہ کون سے ڈسٹرکٹ کے اندر یہ کونسلیں بنی ہیں۔ پچھلے سال کوئی خرچہ نہیں رکھا گیا تھا۔اس سال انھوں نے دو کروڑ 15 لاکھ 45 ہزار روپیہ خرچ کر دیا ہے اور اب دو کروڑ 40 لاکھ 30 ہزار روپیہ دوبارہ مانگ لیا ہے۔اسی طرح District Consumer Protection Courts بنانے کا کہا گیا تھا۔اس میں پہلے تو کچھ نہیں رکھا گیا تھا۔اب اس میں تین کروڑ 13 لاکھ 29 ہزار روپے کے اخراجات انھوں نے کر دیئے ہیں۔اس میں کوئی جج مقرر ہوا، کوئی کیس پہنچا اور نہ کوئی سماعت ہوئی لیکن اس پر 3 کروڑ 13 لاکھ 21 ہزار روپیہ خرچ کر دیا ہے اور 5 کروڑ 31 لاکھ 54 ہزار روپے اس سال کے لئے مانگ لئے ہیں۔اس میں عملی صورتحال یہ ہے کہ ہاؤس نے بل پاس کیا تھا کہ سیشن ججز اس کے لئے لگائے جائیں گے۔ابھی محکمہ میں یہ بحث چل رہی ہے کہ سیشن ججز نہ لگائے جائیں، ایڈیشنل سیشن ججز لگائے جائیں۔ میں یہ تجویز دوں گا کہ ایسا نہ کریں۔

پہلے ہی جولوئر جوڈیشری ہے وہ اپنے آپ کو deprived feel کرتی ہے۔آپ لوگ ہائیکورٹ کے ججز اور سپریم کورٹ کے ججز اپنے بغل بچوں کو بناتے ہیں تاکہ آپ جو غیر آئینی کام کریں اس کو یہ سپریم جوڈیشری protect کر دیتی ہے اس لئے اگر اسمبلی نے لوئر جوڈیشری کے لئے کوئی outlet نکالی ہے تو میری راجہ صاحب سے یہی استدعا ہو گی کہ وہ ایڈیشنل سیشن ججز کے حوالے سے سمری کو drop کریں اور سینئر ایڈیشنل سیشن ججز کو promote کر کے انھیں ڈسٹرکٹ کورٹس کے اندر لگائیں۔

جناب والا! فنانس ڈیپارٹمنٹ کی صورتحال دیکھیں۔ میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ اگر انھوں نے کوئی محنت کی ہے تو وہ ضرور کی ہو گی لیکن ان کی کل کارکردگی یہ 20/25 کلو کا تھبہ ہے جو یہاں پر ہمارے حوالے کر دیا گیا ہے۔ یہ اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ ہے۔اس تھبے سے اور اس کے اندر جو اعداد و شمار ہیں اس سے غریب عوام کا پیٹ نہیں بھرنا لیکن محکمہ خزانہ کی صورتحال دیکھیں کہ ان کے لئے 3۔ارب 19 کروڑ 29 لاکھ 23 ہزار روپیہ رکھا گیا ہے۔انھوں نے دوران سال جو خرچ کیا وہ 2۔ارب 68 کروڑ 42 لاکھ 44 ہزار روپیہ ہے۔ یہ ان کے اپنے figures ہیں۔ اس سال کے لئے انھوں نے 10۔ارب روپے مانگا ہے۔ پچھلے سال 3۔ارب روپے رکھا گیا اور 2۔ارب روپے خرچ ہوا اور اب 12۔ارب 12 کروڑ 41 لاکھ 50 ہزار روپے انھوں نے مانگے ہیں اور دوسری طرف budget document میں لکھا ہے کہ ہم نے N.A.M کو adopt کیا ہے۔ اس کے لئے جو demand ہے وہ 3 سے 10۔ارب روپے تک پہنچ گئی ہے۔

جناب والا!اس سال کے دوران انھوں نے اربوں روپیہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کو دیا ہے۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ سارا ایوان بھی جانتا ہے کہ پورے پنجاب کے اندر کوئی ایک تھانہ لاء منسٹر صاحب مجھے دکھا دیں کہ جہاں پر چٹی نہ چلتی ہو۔ کسی تھانے میں کوئی واردات ہوتی ہے تو محکمے اور تھانے کی چاندی ہو جاتی ہے۔ابھی حاصل پور میں قرآن کریم کے اوراق جلانے کا واقعہ ہوا ہے۔پولیس نے دونوں طرف سے پرچہ دیا ہے۔ ایک پرچے کے اندر دو سو سے زائد نامعلوم افراد لکھ لئے ہیں۔اب یہ پرچہ ان کے لئے سونے کی چڑیا ہے۔وہ 302 کا پرچہ ہے تو یہ بندے پکڑتے جائیں گے اور ایک ایک، ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہر بندے سے لیتے رہیں گے۔ یہ سارا کام اور دھندہ ہر تھانے کے اندر چل رہا ہے اور اربوں روپیہ اس حوالے سے ان کو دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر اس کے علاوہ میں نے سارا budget document دیکھا ہے۔ ہر ڈیپارٹمنٹ کے لئے جو allocation دی گئی ہے۔ کوئی ایک ڈیپارٹمنٹ میں سے دکھا دیں کہ گاڑیاں نہ لکھی گئی ہوں یعنی گاڑی کے بغیر تو کوئی کام چلتا ہی نہیں ہے اور اس پر ظلم یہ دیکھیں کہ پچھلے سال بھی نئی گاڑیاں خریدی گئی تھیں، پچھلے سال ہر سیکرٹری کے پاس نئے ماڈل کی گاڑی تھی۔ جیسے ہی نیا ماڈل آتا ہے اور پچھلی گاڑی پتا نہیں کدھر جاتی ہے اور نئے ماڈل کی گاڑیاں ان کے پاس آ جاتی ہیں۔ حالانکہ زیرو میٹر کی گاڑی اگر خریدی جائے تو کم از کم وہ پانچ سال چلتی ہے لیکن یہاں اس غریب عوام کے دیئے ہوئے ٹیکسوں سے جو بجٹ آتا ہے اس سے lavishly خرچے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ چیف منسٹر صاحب کے پاس اور باقی اہلکاروں کے پاس گاڑیوں کا جو پورا fleet ہے اس پر میں مزید بحث نہیں کرنا چاہتا۔ دوسری طرف ہمارا ہمسایہ ملک ہندوستان ہے میں نے خود ٹی وی پر دیکھا کہ واجپائی صاحب بطور وزیر اعظم پارلیمنٹ ہاؤس میں اجلاس کے لئے آ رہے تھے اور ان کی اپنے ملک کی بنی ہوئی گاڑی جس کا نام ایمبیسڈر ہے، سوزوکی مہران جو سب سے نچلے درجے کی سمجھی جاتی ہے اس طرح کی گاڑی سے وہ اترے ہیں ان کے پیروں میں قینچی کی چپل تھی، دھوتی اور کرتا پہنا ہوا تھا اور کندھے پر رومال تھا اس طرح وہ پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوئے لیکن یہاں صورتحال یہ ہے کہ B.M.W سے نیچے تو بات ہی نہیں ہوتی۔ کروڑوں کی بلٹ پروف گاڑیوں میں بیٹھتے ہیں۔ ایک دفعہ ہمارے ملک کے اقتدار اعلیٰ کے مالک بہاولپور میں تشریف لائے، پہلے C-130 آیا اس میں تین مرسڈیز بلٹ پروف آئیں، ایک ہی نمبر، ایک ہی رنگ اور اس میں ڈرائیور بھی ایک ہی جیسے تھے اور وہ وہاں پر لگ گئیں، اب انہوں نے اتر کر خود فیصلہ کرنا تھا کہ کس گاڑی کے اندر انہوں نے بیٹھنا ہے۔ یعنی یہ حشر ہمارے بجٹ کا ہوتا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے پاس ماڈل کون سے ہیں، الحمد للہ ہم سب مسلمان ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ ہمارے رہنما ہیں جو خلفائے راشدین ہیں وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ میں دو تین اشارے اس حوالے سے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ نبی پاک ﷺ اس کائنات کے اشرف المخلوقات ہیں، اللہ کے بعد ان کی حیثیت سب سے بڑی ہے۔ جس سیکرٹریٹ کے اندر انہوں نے دس سال سے اوپر کام کیا وہ ایک حجرہ ہے، اس کا رقبہ 6 by 6 ہے۔ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ جب ہم سیدھے لیٹ جاتے تھے تو سر ایک دیوار سے اور پیر دوسری دیوار سے ٹکراتا تھا۔ یہ حجرہ تھا جو مسجد نبوی کے ساتھ ملحق تھا۔ تمام سیکرٹریٹ کا کام، تمام سیاسی معاہدے، تمام جنگی منصوبہ بندیاں

اسی مسجد اور حجرہ سے ہوتی تھیں لیکن آج کے ہمارے حکمرانوں کی جو کیفیت ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اماں!آپ کھایا کیا کرتے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے گھر میں تین تین مہینے چولہا نہیں جلتا تھا۔پوچھا اماں!اگر چولہا نہیں جلتا تھا تو زندگی کیسے گزرتی تھی تو فرمایا کہ دو کالی چیزوں پر گزر ہوتی تھی۔پوچھا وہ دو کالی چیزیں کیا ہیں تو ارشاد فرمایا کہ کھجور اور کالا پانی، کھجور کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے اور سارا دن اسی لگن میں لگے رہتے تھے کہ سسٹم ٹھیک ہو جائے، مخلوق خداfacilitate ہو جائے۔ایسا نظام آ جائے جو ظالموں کے ہاتھ کو توڑ سکے اور مظلوموں کی خبر گیری کر سکے۔

جناب سپیکر!میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت تک آنے والے جتنے بھی مسلمان اور انسان ہیں آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاک پاہ کے برابر بھی نہیں ہیں۔آپ خلیفہ بن گئے اور اگلے دن صبح تجارت کا سامان کندھے پر رکھ کر بازار جانے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک لیا اور کہا کہ آپ کدھر کو جا رہے ہیں آپ نے اتنا بڑا خلافت کا علاقہ اور سلطنت کو سنبھالنا ہے یہ کام آپ نہیں کر سکتے اس کے لئے آپ قفاف مقرر کر لیں تو انہوں نے کہا کہ اچھا یہ قفاف میں خود مقرر کروں گا۔انہوں نے معلوم کر کے جو اس زمانے میں مزدور کی کم از کم اجرت تھی وہ انہوں نے اپنی قفاف کے لئے لی۔آج کی کیفیت دیکھ لیں، کیا ہمارے حکمران ان سے بڑھ گئے ہیں؟حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دینے کھڑے ہوئے وہ کوئی چھوٹے سے علاقے کے حاکم نہیں تھے، پاکستان سے سترہ گنا بڑے علاقے پر حاکم تھے۔یہ نہیں ہے کہ اس زمانے میں یہ کمخواب اور ریشم نہیں ہوتے تھے، قالین نہیں ہوتے تھے اس زمانے میں بھی ایران، روم کی سلطنتیں تھیں، بڑے بڑے تختوں پر ان کے بادشاہ بیٹھتے تھے، ہیرے جواہرات لگے ہوتے تھے اور کمخواب اور ریشم کے لباس پہنا کرتے تھے یہ سب کچھ اس زمانے میں بھی موجود تھا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خطبہ جمعہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک صحابی نے لکھا کہ سترہ پیوند میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کے کرتا مبارک پر دیکھے۔جب آدمی سامنے کھڑا ہوتا ہے تو سامنے کا ہی حصہ نظر آتا ہے، یہ سترہ پیوند جو تھے یہ اس زمانے کے اہلکاران کے لئے 17۔آرڈیننس تھے۔سب جانتے تھے کہ جب ہمارا بادشاہ، خلیفہ، وزیر اعظم یا صدر اس طرح رہتا ہے کس کو جرأت ہو گی کہ بے دردی کے ساتھ قومی خزانہ لٹا سکے۔راتوں کو گشت کرتے تھے، قحط پڑا، دستر خوان پر زیتون آیا تو اسے اٹھا دیا کہ یہ میں نہیں کھاؤں گا جب تک کہ میرے تمام لوگوں

کو روعن نہیں مل جاتا۔ قطعہ نظر اس کے کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا انہوں نے موقوف کر دی۔ آج یہاں ہمارے حاکموں نے گشت کیا کرنے ہیں یہ تو بلٹ پروف گاڑیوں کے اندر پھرتے ہیں۔ ابھی یہاں یوم پاکستان کے موقع پر مینار پاکستان میں جلسہ ہوا تھا اور ہمارا حاکم اعلیٰ بلٹ پروف گاڑی میں آیا، بلٹ پروف جیکٹ پہنی ہوئی تھی، بلٹ پروف ڈائس کے آگے کھڑے ہو کر قوم کو چیلنج کر رہا تھا، اپوزیشن کو چیلنج کر رہا تھا۔ انہوں نے کیا گشت کرنا ہے ان کے لئے سارا نظام گشت کر رہا ہے کہ یہ حفاظت کے ساتھ اپنے گھروں میں رہ سکیں۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلفائے راشدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ بیٹھے شام کو کام کر رہے ہیں، ایک سائل آ گیا، اپنے کام کو کرتے رہے جب اپنے کام کو مکمل کیا اور چراغ کو بجھا دیا اور پھر سائل سے کہا کہ اب آپ اپنی بات کریں۔ سائل نے کہا کہ حضرت! ابھی تو آپ اپنا کام کر رہے تھے جب میں نے بات شروع کی تو آپ نے یہ چراغ بھی بجھا دیا۔ جواب آیا کہ اے بندے، اے دوست! جب تک میں یہ کام کر رہا تھا یہ سرکاری کام کر رہا تھا۔ اب تو مجھ سے ملاقات کے لئے آیا ہے تو اپنی ذاتی بات کر رہا ہے اس لئے اس چراغ کے اندر جو تیل ہے وہ ایک ذاتی ملاقات کے لئے نہیں جلایا جا سکتا۔ یہ ہمارے ماڈلز ہیں۔ یہ قصہ کہانیاں ہوں گی، دقیانوسی باتیں ہوں گی۔ میں اس زمانے کی مثالیں بھی ان کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ پچھلے دنوں محکمہ زراعت کے کچھ افسر امریکہ کے کسی سٹڈی یا کسی کورس tour پر گئے تھے، واپسی پر ایک افسر سے ملاقات ہوئی بہاولپور سے اس کا تعلق ہے۔ اس نے بتایا کہ اتوار والے دن انہوں نے پروگرام رکھا تھا کہ آپ نے وائٹ ہاؤس کو دیکھنا ہے۔ ایک سینیٹر کو انہوں نے depute کیا جو کہ پروٹوکول آفیسر کے طور پر ہمیں گائیڈ کر رہا تھا، اس نے کہا کہ وہ ہمیں وائٹ ہاؤس میں صدر کی لائبریری میں لے گیا اور وائٹ ہاؤس کا رقبہ صرف اٹھارہ ایکڑ ہے جس میں اس کے دفاتر بھی ہیں اور رہائش بھی ہے اور انہوں نے بتایا کہ جب ہم لائبریری میں گئے 6 by 6 کا کمرہ ہے، وہاں پر ایک میز اور ایک کرسی رکھی ہوئی ہے۔ کرسی کی کیفیت یہ تھی کہ اس کی سیٹ کے درمیان والے حصے کا رنگ بیٹھ بیٹھ کر fade ہو چکا تھا لیکن انہوں نے اس کو تبدیل نہیں کیا۔ پھر بتایا کہ جب ڈیڑھ بجے کھانے کا ٹائم ہوتا ہے تو وائٹ ہاؤس کا جتنا عملہ ہے، بہت بڑی میز ہے آٹومیٹک کچن ہے اور وہاں سے trays خود بخود ہی میز پر آ جاتی ہیں سب اہلکار وہیں کھانا کھاتے ہیں اور وہیں صدر بھی کھاتا ہے۔ صدر اگر سمجھتا ہے کہ میں نے کھانا اسی میز پر کھانا ہے تو وہ کھڑے ہو کر کھاتا ہے۔ اگر وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے کمرے میں کھاؤں گا تو کوئی اہلکار اس کے پاس نہیں ہوتا وہ خود

tray کو اٹھا کر لے جاتا ہے اور اپنی میز پر کھانا کھاتا ہے اور اس کے بعد وہ tray واپس رکھتا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ٹونی بلیئر جو ہماری حکومت کا آقا ہے جس کے نقش قدم پر یہ چل رہے ہیں۔ 10-Downing Street پوری دنیا کے اندر مشہور ہے کہ انگلینڈ کا پرائم منسٹر اس کے اندر رہتا ہے۔اس دفعہ پرائم منسٹر بلیئر صاحب نے ہاؤس آف کامنز کو درخواست کی کہ یہ جو 10-Downing Street ہے یہ two-bed room House ہے اور میری فیملی ذرا بڑی ہے اور میرے والدین بھی زندہ ہیں تو مجھے 10-Downing Street کے اندر شفٹ ہونے کی اجازت دی جائے کیونکہ یہ three-bed room House ہے۔آپ کو اس بات پر اچنبہ ہو گا کہ ہاؤس آف کامنز نے پرائم منسٹر کی یہ درخواست رد کر دی اور کہا کہ جیسے بھی ہے تم نے 10-Downing Street میں دو بیڈ روم ہاؤس میں ہی گزارا کرنا ہے۔

جناب سپیکر!اسرائیلی وزیر اعظم گولڈا نے امریکہ کو ایک بلین کا کوئی منصوبہ دیا۔امریکہ کے سیکرٹری برائے فنانس نے کہا کہ میں خود آ کر تم سے بات کروں گا۔یہ طے پایا کہ پرائم منسٹر کے گھر جا کر گفت وشنید کریں گے۔امریکہ کے سیکرٹری برائے فنانس اسرائیلی وزیر اعظم کے گھر آئے۔ اس کا گھر ایک گلی میں تھا ایک اہلکار نے دروازہ کھٹکھٹایا۔وزیر اعظم نے خود دروازہ کھولا اور اس نے کہا کہ gentleman please wait آپ نے کہا تھا کہ تین آدمی آئیں گے جبکہ آپ چار آدمی ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد اس نے دوبارہ دروازہ کھولا تو وہاں پر ایک میز کے گرد پانچ کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔اس نے چاروں کو بٹھایا اور کہا کہ آپ مجھے پانچ منٹ دیں۔وہ کچن میں چلی گئی جب وہ باہر آئی تو ایک ٹرے میں پانچ کافی کے مگ تھے چار ان کے سامنے رکھے اور ایک اپنے سامنے رکھ لیا۔اس کے بعد اس نے کہا کہ gentleman let us come and do business امریکہ کے سیکرٹری فنانس نے کہا کہ Mam the business is over اس نے دیکھا کہ اتنی کفایت شعار خاتون ہے تو کیسے معاملہ چلے گا۔ ہمارے بہاولپور میں اسلامیہ یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر چودھری شفیق صاحب نے کہا کہ جب میں پی ایچ ڈی کے لئے انگلینڈ گیا۔ایک دن چھٹی تھی کلاس نہیں تھی ساتھ ہی "Hyde Park" ہے جہاں پر سیاسی جلسے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آج میں وہاں جاتا ہوں۔ ٹریفک رُک گئی اور میں فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا۔انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ گاڑیوں کی جو لائن ہے ان میں سے ایک گاڑی رُکی ہے۔ دونوں سائیڈ کے پچھلے دروازے کھلے ان میں سے ایک آدمی برآمد ہوا وہ اس وقت کا انگلینڈ کا وزیر اعظم تھا دوسری طرف سے اس کا کوئی انڈر

سیکرٹری ہو گا۔ دونوں نے گاڑی کے اوپر اپنی کہنیاں رکھیں اور discussion شروع کر دی۔ اس نے کہا کہ بیس منٹ ٹریفک رُکی رہی جب کھلی نہ تو کوئی ہیلی کاپٹر آیا، نہ کوئی ٹین ٹاں والی گاڑی منگوائی اور بیس منٹ کے بعد وہ آرام سے بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! ایک منٹ میں وائنڈاپ کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں wind up کرتا ہوں۔ یہاں کیفیت یہ ہے کہ ایک دفعہ یہ بھی ہوا ہے کہ جب ہمارا حاکم اعلیٰ یہاں مال روڈ سے گزرنے لگا تو پولیس کے اہلکاران نے راہ گیروں سے کہا کہ اپنے منہ دیوار کی طرف کر لو۔ تم نے سڑک کی طرف منہ نہیں کرنا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ اس وقت یہ صورتحال ہے کہ غیر جانبدار ذرائع کے مطابق ملک کی 35 فیصد آبادی غربت کی انتہائی سطح سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے جبکہ حکومتی ذرائع کہتے ہیں کہ یہ شرح 25.6 ہے۔ اگر حکومتی ذرائع کو صحیح سمجھ لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چوتھا آدمی بمشکل ایک وقت کی روٹی کھاتا ہے دو وقت کی روٹی اس کو میسر نہیں۔ اس میں جتنے بھی economic indicators ہیں وہ ہماری معیشت کے زوال کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہمارے foreign reserves تیرہ بلین ڈالر پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ کہاں سے آئے ہیں جبکہ ملک میں کوئی economic activity نہیں ہے۔ اگر یہ پیسا آیا ہے یہ افغانستان کے معصوموں کا، طالبان کا خون ہے جو کہ ہم نے بیچا ہے اور جو بیرون ممالک سے ترسیلات ہیں، وہاں پر جو ہمارے محنت کش پاکستانی بھائی ہیں یہ وہ بھیج رہے ہیں اس سے ہمارے reserves اوپر ہوئے جبکہ چھلانگیں یہ مار رہے ہیں۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ پچھلے سال بجٹ تقریر میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے 15 ہزار ملازمتیں create کیں۔ اس سال کے بجٹ میں انہوں نے اس فگر کو بڑھا کر 35 لاکھ کے قریب کر دیا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ 35 لاکھ ملازمتیں کہاں ہیں۔ مجھے ڈیپارٹمنٹ وائز پرائیویٹ اور گورنمنٹ سیکٹر میں دکھا دیں تو میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ تھوڑی بہت جو نوکریاں دی بھی گئیں، ابھی پولیس میں بھرتی ہوئی ہے اس کا پراسس اچھا بھلا میرٹ پر چل رہا تھا مگر درمیان میں کٹ لگا دیا گیا۔ اس بات کے سارے گواہ ہیں کہ پانچ پانچ سپاہی ان کو دے دیئے گئے۔ جس کا زیادہ زور لگا وہ زیادہ لے گا۔ آپ نے اس طرح بھرتیاں کرنی ہیں۔ خدا کے لئے معاشرے میں انتشار پیدا نہ کریں۔ میرٹ کو violate نہ کریں، بے انصافی نہ کریں۔ وقت آ جائے گا کہ نوجوان نکلے گا اور ماضی کے وقت جب ایک وقت آیا تھا کہ "Chevrolet" گاڑیوں کو لوگ پتھر

مارتے تھے وہ وقت یہاں بھی آ جائے گا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں اس بات کی تحسین کرتا ہوں کہ محکمہ آبپاشی میں بھرتیاں ہوئیں۔ سیکرٹری صاحب بہاولپور میں تشریف لائے۔ ان کے ایک کام کو دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ انہوں نے مکمل طور پر میرٹ پر کام کیا۔ لوگ کام کرنے والے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی پذیرائی نہیں ہے۔ میں آخر میں یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت غریبوں کی بات کرتی ہے۔ آخر میں صرف ایک منٹ میں آپ کی خدمت میں تھوڑے سے اعداد و شمار رکھتا ہوں کہ 1999 کی سہ ماہی میں پٹرول -/24 روپے فی لیٹر ملتا تھا، ڈیزل 9.65 روپے فی لٹر ملتا تھا، چینی 18.20 روپے فی کلو ملتی تھی، آٹا آٹھ روپے فی کلو تھا، گھی -/270 روپے میں 5 کلو آتا تھا اور بڑا گوشت -/60 روپے فی کلو تھا۔ اپریل 2006 میں پٹرول کی قیمت 57.70 روپے فی لٹر ہے، ڈیزل -/39 روپے فی لٹر ہے، چینی 42.50 روپے فی کلو ہے، آٹا -/16 روپے فی کلو ہے، گھی -/395 روپے کا 5 کلو ہے اور بڑا گوشت -/130 روپے فی کلو ہے جبکہ چھوٹا گوشت تو اس سے بھی اوپر ہے اور برڈ فلو مافیا نے مرغی کا جو حشر کیا ہے اس کو سنبھالنے میں حکومت بری طرح ناکام رہی اس میں بھی اربوں روپے کا جو کاروبار کرنے والے تھے ڈوب گئے۔ قوم سے ڈنڈی اس طرح ماری جاتی ہے کہ ہماری حکومت جو تیل کی قیمت لگاتی ہے، لیبیتی خلیجی ممالک سے ہے جس میں کیرج کم ہے لیکن ریٹ ٹیکساس امریکہ کا لگتا ہے۔ پاکستان میں 27 فیصد تیل اپنی ضروریات کے لئے نکلتا ہے اس کا ریٹ بھی ٹیکساس کے ریٹ کے مطابق لگایا جاتا ہے۔ اس طرح ایک ہی بیرل پر فیلڈ میں آنے سے پہلے ہی 12 سے 13 ڈالر فی بیرل کی ڈنڈی حکومت مار لیتی ہے۔

جناب سپیکر! ایک دفعہ میں ایکسئن واپڈا سے ملنے گیا اس نے باتوں باتوں میں مجھ سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کے گھر کون سا میٹر لگا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ جناب! میرے گھر کا لا میٹر لگا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! میری بات سن لیں۔ یہ میٹر اگر جل بھی جائے، خراب ہو جائے تو واپڈا کو اس کو ہاتھ نہیں لگانے دینا۔ آپ نے اس کو خود ٹھیک کروانا ہے۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ یہ میٹر ٹھیک کام کر رہے ہیں۔ ہم نے اب جو کراچی سے سفید میٹر منگوائے ہیں۔ ہم نے اسے پہلے ہی ہدایت دی ہے کہ اس کی سپیڈ 40 فیصد زیادہ رکھ دی جاتی ہے۔ چونکہ میٹر باہر لگا دیئے گئے تھے، میرا پرانا میٹر بارش کی وجہ سے جل گیا تو گھر والوں نے فون کیا۔ ایس ڈی او صاحب نے کارکردگی دکھانے کے لئے فٹافٹ ایک گھنٹے میں ہی نیا میٹر لگا دیا۔ شام کو میں گھر آیا تو گھر والوں

سے کہا کہ یہ کیا ظلم کر دیا اور اب ہم اس کو بھگت رہے ہیں۔یہ وہ زیادتیاں ہیں جو اس قوم کے ساتھ حکومت خود پلاننگ کے ساتھ کرتی ہے اور جو lavish expenditure کی ایک لمبی چوڑی داستان ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

جناب سپیکر!ابھی آخری بات یہ ہے کہ قیمتوں میں سو فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا ہے اور تنخواہ میں اضافہ 15 فیصد کیا گیا ہے۔پتا نہیں پنشنرز کے لئے کیوں ڈنڈی ماری ہے شاید اس لئے کہ ان کے کوئی یار بیلی ہوں گے۔اس میں لکھا ہے کہ 1977 سے پہلے والوں کو 20 فیصد دیا جائے گا اور بعد والے 15 فیصد اضافہ لیں گے۔یعنی کہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کیا جو بعد میں ریٹائرڈ ہوئے ہیں ان کی ضروریات پہلے والوں سے کوئی کم ہیں۔اس لئے میرا مطالبہ ہے کہ اس فرق کو ختم کیا جائے اور تمام پنشنرز کا اضافہ 20 فیصد کیا جائے اور تنخواہوں میں بھی 20 فیصد اضافہ کیا جائے اور میں آخری گزارش یہ کروں گا کہ یہ جو بجٹ کی 20/20 کلو کی کتابیں تقسیم کی گئی ہیں اس پر عمل تو ہونا نہیں اس لئے مہربانی کر کے باہر کسی چھکڑے پر ان کو لاد دیں اور جاتے ہوئے وزیر خزانہ صاحب کی گاڑی کے پیچھے باندھ دیں۔شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ فرح اقبال صاحبہ!

محترمہ فرح اقبال: جناب سپیکر!میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بحث کرنے کا موقع عنایت کیا۔ساتھ ہی میں محترم وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔جن کی رہنمائی میں وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک نے شب و روز انتھک محنت سے ایک ایسا ٹیکس فری بجٹ تجویز کیا جو عوامی امنگوں،توقعات اور ان کی آرزوؤں کی تکمیل کا باعث بنے گا۔

جناب سپیکر!آئندہ مالی سال 2006 کے لئے دو کھرب 74۔ارب 10 کروڑ روپے کا یہ ٹیکس فری بجٹ محترم وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے اس خواب کی تعبیر کی جانب چوتھا قدم ہے جو عہد جدید کی تمام سہولیات عوام کو ان کے دروازوں پر پہنچانے کا باعث بنے گا جب صحت کے مسائل نہ ہوں گے،جب لاوارث بچے سڑکوں پر بھوکے نہیں ہوں گے بھیک نہیں مانگ رہے ہوں گے،جب انصاف کے لئے دربدر کی ٹھوکریں نہیں کھانا پڑیں گی،جب لڑکیاں ان پڑھی کے عالم میں دنیا سے دردر کی ٹھوکریں نہیں کھائیں گی۔تعلیم مفت اور عام ہو گی،نوجوان بے روزگار نہ ہوں گے۔پنجاب کی زراعت پروان چڑھے گی۔یہی وہ قدم ہے جو بڑھ رہا ہے چمکتے دمکتے ترقی یافتہ پنجاب کی جانب اور میں یہ دعویٰ کے ساتھ کہتی ہوں کہ انشاء اللہ ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ کر ہی دم

لیں گے۔ پنجاب اور پاکستان کے لئے آئندہ آنے والے برسوں سے ہمارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے بھلے کوئی کتنا ہی زور لگائے:۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر بجٹ کا بغور جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنا جامع اور واضح بجٹ ہے جس میں کسی طبقے اور شعبے کے ساتھ کسی صورت ناانصافی نہیں کی گئی۔ کسی بھی ملک کی ترقی میں پڑھا لکھا معاشرہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اور اس سلسلے میں آج سے پہلے کسی حکومت نے تعلیم پر خاص توجہ نہ دی تھی۔ یہ بھی وزیر اعلیٰ محترم پرویز الہیٰ اور وزیر تعلیم کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ تعلیم کے شعبے میں ایک انقلاب آیا، مفت کتابیں فراہم کی گئیں اور لڑکیوں کو وظیفہ دیا گیا جس سے لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی گئی اور جو لوگ لڑکیوں کو تعلیم دلوانا بے کار سمجھتے تھے یا غربت کی بناء پر لڑکیوں کو ان پڑھ رکھتے تھے آج اپنی بچیوں کو تعلیم دلوا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبے میں 4.3۔ارب روپے کی رقم مختص کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحت کے شعبے میں بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور پنجاب خاص طور پر زرعی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے اور اس میں زرعی تحقیق کے لئے 83 کروڑ روپے کی رقم زراعت میں روشن مستقبل کی نوید دیتی ہے۔ یہاں پر میں اتنا کہنا چاہوں گی کہ ہمارے کسان بھائیوں کو ٹیوب ویل کے لئے سستی بجلی فراہم کی جائے تاکہ وہ اپنی زمینوں کو زیادہ سے زیادہ پانی دے کر ہرا بھرا کر سکیں۔

جناب سپیکر! تنخواہوں میں اضافہ غریب کے لئے ایک ریلیف ہی تو ہے۔ امن وامان کی صورتحال انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور پولیس اس سلسلے میں فعال کردار ادا کر رہی ہے۔ پولیس کے لئے 20۔ارب روپے کے فنڈز ایک انتہائی اہم اور بہت بڑا قدم ہے جس سے پولیس کو ریلیف ملا ہے اور کارکردگی میں نمایاں فرق آئے گا۔

جناب سپیکر! سڑکوں کے جال بچھائے گئے اور مزید رقم ترقیاتی پروگراموں کے لئے مختص کی گئی جو کہ کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے ایک اہم دلیل ہے۔ کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے انفراسٹرکچر پر توجہ دینا بہت ضروری ہے اور جناب پرویز مشرف کی رہنمائی میں فیڈرل اور تمام

صوبے مل کر کام کر رہے ہیں جس کی بدولت ہم انشاء اللہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کریں گے۔

جناب سپیکر! صاف پانی کا مسئلہ پچھلے کئی برسوں سے توجہ کا منتظر تھا اور اس پر کوئی حکومت توجہ نہیں دے رہی تھی۔ پہلی مرتبہ اس حکومت نے اس مسئلے پر خاص توجہ دی اور صاف پانی کی فراہمی کے منصوبوں کے لئے 45۔ارب روپے اور پرانی اور خستہ پائپ لائنوں کی تبدیلی کے لئے 5۔ارب روپے کی رقم مختص کرنا ایک قابل ستائش قدم ہے جس کا سہرا وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کو جاتا ہے اور اس کا اعتراف سب کو کھلے دل سے کرنا چاہئے۔(نعرہ ہائے تحسین) گویا کہ کوئی بھی شعبہ چاہے وہ تعلیم کا ہو یا صحت کا، خواتین ہوں یا معذور بچے، ڈیم ہوں یا سڑکیں کسی کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے دوسری جانب بیٹھے بہن اور بھائیوں سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ بیرونی ہاتھوں کا آلہ کار بن کر عوامی ترقی کے پروگراموں میں رکاوٹ مت ڈالیں گو کہ تعمیری تنقید ان کا حق ہے مگر محض عناد اور کینہ کی وجہ سے مخالفت برائے مخالفت سے ذاتی فوائد تو شاید حاصل ہوں مگر عوام کو ان کی بنیادی ضروریات اور ان کے حق سے دور کرنے کی بنیادی وجہ ضرور بن سکتی ہے اس لئے میں ان سے درخواست کرتی ہوں کہ آئیے مل کر عوام کی تعمیر و ترقی کے لئے کام کریں۔ عوام، پنجاب اور پاکستان کو اولین ترجیح دیں۔ میں ان سے التجا کرتی ہوں کہ آئیں اور اس قافلے میں شریک ہو جائیں جن کا مقصد صرف پاکستان کی ترقی اور عوام کی فلاح و بہبود ہے۔ میں یہ دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ یقیناً یہ لوگ اپنے جوش اور ولولے کے باعث اس قافلے کے صف اول کے سپاہیوں میں شریک ہوں گے۔ اس وقت ان کی رہنمائی غلط طریقے سے کی جا رہی ہے۔ ان کے جوش اور ولولے کو صرف اپنے مقاصد اور ذاتی فوائد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ خدارا! پاکستان کا احساس کیجئے، آئیں اور جناب پرویز الٰہی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں اور پاکستان کی عوام کو یقین دلوائیں اور ان کا اعتماد بحال کریں کہ ایک روشن مستقبل ان کا انتظار کر رہا ہے۔ پنجاب زندہ باد، پاکستان پائندہ باد۔ شکریہ جی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جناب جہانزیب امتیاز گل!

جناب جہانزیب امتیاز گل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! جس ترقی میں پنکھوں، بلبوں، ٹیوب ویلوں اور روزمرہ کی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے بجلی نہ ہو، گاڑیوں کے

لئے سڑکیں اور پارکنگ نہ ہو، زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی نہ ہو، بچوں کے لئے سکول نہ ہوں، بیماروں کے لئے شفاخانے نہ ہوں، بھوکوں کے لئے غذا نہ ہو، پیاسوں کے لئے پانی نہ ہو، گندگی کے لئے نکاس نہ ہو، خونی رشتوں کے لئے جذبات نہ ہوں، محبتوں اور دوستیوں کے لئے وفا نہ ہو تو وہ کیسی ترقی ہے۔ وہ زوال ہے۔ حکمران جتنا چاہیں بلند بانگ دعوے کر لیں، زندگیوں کو چلانے کے لئے ٹھوس معاشرتی منصوبہ بندیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشرے میں چین اور استحکام نہیں آ سکتا لیکن مسئلہ یہ بھی ہے کہ اعداد و شمار کے کرتب دکھانے والے یہ مداری، سیاسی ہیرا پھیریوں کے پیلے زرد آسمان کے یہ اداکار کب تک ہمیں اپنے ڈراموں کے تماشائی بنانے رکھیں گے۔ یہ کب تک ہماری روح، ہمارے احساس، ہمارے خیالات، ہماری اخلاقیات کو اپنے قبضے میں لے کر ان کو جھوٹ اور مکاری کی بیڑیاں پہنائے رکھیں گے۔ دعوے تو یہ کئے گئے کہ پنجاب کی شرح نمود میں مسلسل تین سال میں 7/8 فیصد اضافہ ہوا۔ کہاں سے، کس شعبے سے، کون سی تجارت بڑھی، کون سے ملک کو نئی چیز درآمد کی گئی، نئی صنعتیں وجود میں آئیں؟ شرح نمود میں اضافہ کا ایک ثمر قیمتوں میں کمی ہے۔ اس حقیقت کو دہرانے کی ضرورت نہیں کہ جب سے یہ حکومت آئی ہے مہنگائی میں کئی سو گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ روزمرہ کے استعمال کی اشیاء میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ وہ اشیاء جن کا استعمال غریب آدمی سے منسوب تھا اب درمیانے طبقے کی پہنچ سے بھی باہر ہے مگر اس حکومت کا سر فخر سے بلند ہے کہ اس نے عوام کے شور مچانے پر چیزوں کو سستا کرنے کے لئے جو اقدامات اٹھائے وہ پھر سے ان کے مراعات یافتہ طبقوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوئے۔ ایک شاعر کے بقول:۔

کوڑی جسم نوری جامے
روگی ذہن پیچ امامے
بیٹھے ہیں اپنی مٹھی میں تھامے
ہم مظلوموں کی تقدیر کے ہنگامے

جناب سپیکر! دو سالوں میں 35 لاکھ افراد کو روزگار فراہم کرنے کے نئے مواقع فراہم کئے گئے لیکن غریب، بے روزگار خودکشیوں پر مجبور ہوئے۔ 70 لاکھ نفوس غربت کی لکیر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ جناب وزیر خزانہ بتائیں کہ کتنے لوگ اس غربت کے ہاتھوں موت کا شکار ہوئے اس کا کون ذمہ دار ہے کتنوں نے اپنی جانیں لیں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنی عورتیں

نہروں میں کودیں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنے بیمار علاج اور دوا کے بغیر لقمہ اجل بن گئے اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنے بچے پڑھائی سے محروم رہ گئے اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنی عورتیں عصمت کی منڈیوں میں فروخت ہو گئیں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنی بچیوں کے ہاتھ پیلے نہ ہو سکے؟ اس صورتحال میں پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کا سر فخر سے بلند ہے جبکہ بقول ایک پنجابی شاعر صورتحال یہ ہے کہ:

اج کھڈونے دو دو آنے وک گئے نیں
بڈھی کاغذ دی تے بندہ گتے دا

جناب سپیکر! پنجاب حکومت کے دعوؤں میں جس کا سب سے زیادہ شور مچایا جاتا ہے وہ میٹرک تک تعلیم کا مفت کیا جانا، ساتھ ہی تعلیمی بجٹ کو تین سال میں دگنا کئے جانے کا غلغلہ۔ سوال یہ ہے کہ عام سکول جنہیں ٹاٹ سکول کہا جاتا ہے، میں کتنی بہتری آئی؟ اکثر کی عمارتیں ہی نہیں اور موجود بھی ہیں تو اتنی ٹوٹی پھوٹی اور خستہ حالت، گرمیوں میں پنکھے کا تصور نہیں، اکثر سکولوں میں اساتذہ تعینات نہیں اگر ہیں بھی تو اپنے فرائض سرانجام دینے سے قاصر۔ ہر سال تعلیم میں نئے نئے تجربات، برائٹ آئیڈیاز بجائے اس کے کہ تعلیم کو بہتری کی طرف لے جائیں اسے اور تباہی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ لوگ اپنے بچوں کو سرکاری سکولوں میں داخل کروانے سے کتراتے ہیں۔ پنجاب حکومت کے دماغ اتنی ذہانت نہیں رکھتے کہ اعلیٰ تعلیم۔۔۔

جناب سپیکر: موبائل فون کس کا آن ہے پلیز بند کر لیں۔ گل صاحب! آپ کا ہے پلیز بند کر لیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! میں نے سائیڈ پر رکھ دیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں اس کو بند کر دیں۔ بات جاری رکھیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! پنجاب حکومت کے دماغ اب اتنی ذہانت نہیں رکھتے کہ اعلیٰ تعلیم اور اس کی اہمیت کا ادراک کر سکیں۔ خود بجٹ تقریر میں کئی ایسے نام نہاد اداروں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں شاید ان کے چیلوں چانٹوں کو نوکریاں تو مل جائیں مگر تعلیم کا معیار بالکل بہتر نہیں ہو گا۔ فائلوں کے پیٹ بھریں گے، میٹنگیں ہوں گی شاید تعلیم سے یہ مذاق ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کی ترقی کے لئے صرف 2۔ارب روپے کی گرانٹ فراہم کی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس سے بڑا مذاق اور کیا ہو سکتا ہے کہ میڈیکل ریسرچ کے لئے تمام میڈیکل کالجوں کو ایک ایک کروڑ

روپیہ دیا جارہا ہے۔آج کل کے ترقی یافتہ دور میں آپ مجھے بتائیں کہ ایک کروڑ روپے سے کون سی ریسرچ ممکن ہے۔ جو جی ڈی پی کے نمبر کو fudge کیا گیا ہے وہ پچھلی دفعہ بھی میں نے بتایا تھا اس دفعہ میرا خیال ہے کہ وزیر خزانہ پچھلے نوٹس دیکھ لیں تو اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں اور شاید بہتری کے لئے اقدام کریں۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ اپنی تقریر میزانیہ 05-2004 کے صفحہ نمبر 4 پر فرماتے ہیں کہ debt management، یہ swap کریں گے اور 10۔ارب روپے کی سالانہ بچت ہو گی۔ 10۔ارب روپے کی سالانہ بچت fiscal space create کرنے کا انہوں نے 2004 میں دعویٰ کیا تھا تین سال کے اندر۔ وزیر خزانہ پنجاب کی تقریر میزانیہ 2005 کے صفحہ نمبر 3 میں دیکھیں debt management strategies کو رائج کرنے کا اعلان کیا تھا، fiscal space مہیا ہو گی اس پالیسی کے تحت مستقبل میں حکومت پنجاب تقریباً 15۔ارب روپے کی fiscal space مہیا کرے گی۔ 2004 میں 10۔ارب روپے کا دعویٰ کیا گیا، 2005 میں 15۔ارب روپے کا دعویٰ کیا گیا۔ اس بجٹ تقریر میں اس بات کو گول کر دیا گیا۔ اب آئیے وائٹ پیپر 2003، صفحہ نمبر 84 پر 146 بلین روپے کی debt liabilities، 2004 جس میں دعویٰ کیا گیا کہ 10۔ارب روپے کی fiscal space create کی جائے گی۔ 153 بلین روپے کی debt liabilities صفحہ نمبر 82 ہے۔ 06-2005 وائٹ پیپر آن بجٹ، صفحہ نمبر 50 پر ہے debt liabilites ہے 162 بلین روپے، اور اس سال کا کارنامہ دیکھیں جہاں پر انہوں نے کلیم کیا تھا کہ یہ 15۔ارب روپے کی fiscal space create کریں گے اس سال وہ رقم بڑھ کر 171 بلین روپے پر پہنچ گئی۔ اگر دیکھیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ weighted average cost of interest کم ہو رہی ہے اس دفعہ کم ہو کر 6.72 فیصد پر چلی گئی ہے لیکن میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ ان کا دعویٰ تھا کہ آج سے دو تین سال پہلے کہ 10۔ارب روپے کم کریں گے پھر 15۔ارب روپے کی fiscal space create کریں گے۔ یہ 146۔ارب سے بڑھ کر 171۔ارب روپے ہو گئی ہے اور کب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اس دفعہ انہوں نے debt strategy management میں یہ اقدام اٹھایا ہے کہ انہوں نے اپنی تقریر میں اس کا ذکر ہی نہیں کیا دوسری طرف دیکھئے کل کے Dawn اخبار میں موٹروے کو 6 بلین روپے میں plug کرنے لگے ہیں یہ ہماری fiscal management ہے یہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم loan نہیں لیں گے، ہم نے کشکول کو

دفن کر دیا ہے دوسری طرف یہ 650 بلین ڈالرز ملنے پر خوشی مناتے ہیں جب کشکول کو دفن کر دیا ہے تو 500 ملین ڈالرز جو انہیں ADP کی طرف سے مل رہا ہے، USA کی طرف سے 500 مل رہا ہے ADP کی طرف سے 6 بلین ڈالرز مل رہا ہے تو اس کے بارے میں کیا شاعر نے خوب کہا ہے کہ :

[**********]

شکریہ۔جناب سپیکر!

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ میاں غلام حیدر باری صاحب تشریف نہیں رکھتے، جناب محمد وارث کلو صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔جناب سپیکر! آپ نے مجھے اجازت دی۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی اور وزیر خزانہ جناب حسنین بہادر دریشک اور ان کی ٹیم کو ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! ہم من حیث القوم ابھی تک جمہوری اقدار اور جمہوریت کے تقاضوں پر عمل پیرا نہیں ہو سکے۔ آداب جمہوریت جو ہے ان کو ابھی تک آنے میں اپوزیشن کا اپنا رویہ جو کہ جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اس بجٹ پر جس انداز سے جو انہوں نے طریق کار اپنایا ہے وہ جناب کے سامنے ہے۔ آداب جمہوریت کا تقاضا تو یہ تھا کہ این ایف سی ایوارڈ پر وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی کاوشوں کو سراہتے اور مستقبل کے لئے اچھی تجاویز پیش کرتے مگر انہوں نے طعن و تشنیع کے نشتر چلانے اور تنقید برائے تنقید کے تیر برسانے کو ہی اپنا مروجہ طریق کار سمجھا انہوں نے اسی کو بہتر سمجھا مگر اس کے باوجود میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کو بیک اپ کروں گا اور عرض کروں گا کہ وہ اپنا سفر جاری رکھیں۔

جناب سپیکر! یاد ش بخیر، اسی ایوان میں این ایف سی ایوارڈ کے حوالے اپوزیشن نے ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کے بارے میں کتنا منفی طرز عمل اپنایا کیا کیا الزام تراشیاں کیں۔ پنجاب کے مفاد کا سودا کر دیا گیا ہے مگر اس وقت وزیر اعلیٰ پنجاب نے نہ ان کی الزام تراشیوں کا کوئی جواب دیا نہ کوئی پالیسی سٹیٹمنٹ جاری کروائی بلکہ چپ چاپ اپنے موقف اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے مگر آج وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب کا مقدمہ کس خوبصورت انداز

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

سے لڑا اور آج جب اس وقت صدر پاکستان نے این ایف سی ایوارڈ پر اپنا فرمان جاری کر دیا ہے تو اس

وقت یہ میرے دوست کبھی سندھ کے وزیر اعلیٰ کی سٹیٹمنٹ لے کر یہاں لہراتے ہیں تو کبھی سرحد کے وزیر اعلیٰ کی سٹیٹمنٹ یہاں پر لہراتے ہیں میں ان سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ وہ شیر اور جنگل والا لطیفہ آپ نے سنا ہے کہ اس نے اپنے ساتھی کو کہا تھا کہ تم پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم شیر کے ساتھ ہو یا میرے ساتھ ہو۔ تو میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ کبھی تو پنجاب کی بات کرتے ہیں اور کبھی سندھ اور سرحد کی بات کرتے ہیں، کل کلاں اگر کوئی وقت آئے گا تو یہ جوش رقابت میں ہندوستان کی بات کریں گے ؟

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر یہ غلط بات کر رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! میں محترمہ سے عرض کروں گا کہ یہ میری تقریر سنیں ہم بڑے صبر کے ساتھ ان کی تقاریر سنتے رہے ہیں۔ یہ کبھی if اور but کی بات کرتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں، پلیز انہیں بات کرنے دیں آپ نے بھی ابھی بات کرنی ہے پھر انہوں نے آپ کو بھی بات نہیں کرنے دینی۔ پلیز! ان کو بات کرنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: یہ اپنے اپنے مفاد کی بات ہوتی ہے ہم پنجاب کی بات کر رہے ہیں کل یہ پنجاب کی بات کرتے تھے آج آپ سندھ کی بات کرتے ہیں۔ آج آپ اور بات کریں۔ کالا باغ ڈیم کی بات کریں۔ ہم کالا باغ ڈیم بنائیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! بہترین ایڈمنسٹریٹر وہ ہوتا ہے جو موجودہ حالات کے ساتھ اور available resources کے ساتھ اپنی بہترین ترجیحات مقرر کرتا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے بارے میں یہ کہوں گا کہ انھوں نے اپنی انتہائی محنت اور اپنا سکھ چین اور صحت داؤ پر لگا کر، پورے تین، ساڑھے تین سال سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی پوری محنت اور کوشش کر رہے ہیں اور پورے خلوص نیت کے ساتھ پنجاب کے عوام کے دکھوں کا مداوا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں یہ قطعاً نہیں کہتا کہ انھوں نے سب دکھ درد دور کر دیئے ہیں یا میں یہ نہیں کہتا کہ انھوں نے مہنگائی ختم کر دی ہے، امن وامان مثالی بنا دیا ہے، تقسیم دولت مبنی بر انصاف ہو گئی ہے، سماجی انصاف مثالی ہو رہا ہے، تعلیم و صحت سب لوگوں کو یکساں مل رہی ہے لیکن یہ میں ضرور کہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب آج ساڑھے تین سال سے پوری تندہی کے ساتھ، پوری کاوشوں کے ساتھ

یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔عرصہ دراز سے اور پچھلے کئی ادوار سے آپ سب لوگ گواہ ہیں کہ یہ جو آج جمہوریت اور میثاق جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، نہ یہ جمہوریت پر عمل پیرا تھے اور نہ صرف انھوں نے کبھی بھی ملک کے لئے اور ملک کے عوام کے لئے تعلیم، صحت اور سب کچھ کو نظر انداز کیا بلکہ صرف اور صرف اپنے مفادات کی جنگ جاری رکھی۔انھوں نے اس ملک میں مراعات یافتہ طبقات کو مزید نوازنے کی ریت ڈالی۔اس کے ساتھ اپنے آپ کو مضبوط کرنا چاہا۔میں یہ ضرور کہتا ہوں اور یہ لفظ کہتے ہیں کہ بہانگ دھل، میں بہانگ دھل کہتا ہوں کہ آج کم از کم اس سارے کلچر، اس سارے رواج اور اس ریت کو آج یو ٹرن مل گیا ہے اور اگر آج یہ کوشش جاری ہے تو کم از کم ملک کے عوام کے بارے میں بھی سوچا جائے۔

جناب سپیکر!اب میں اس بجٹ کی طرف آؤں گا کہ یہ 274۔ارب روپے کا بجٹ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ 2000-1999 میں یہ تقریباً99۔ارب روپے کا تھا۔اس میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگا اور نہ ہی عوام پر کوئی اور زیادہ بوجھ ڈالا گیا ہے بلکہ اُنہی وسائل میں رہتے ہوئے محصولات کو بڑھایا گیا ہے اور اس کا عزم کیا گیا ہے کہ محصولات بڑھائی جائیں گی اور 274۔ارب روپے کے بجٹ میں ریکارڈ 100۔ارب روپیہ ترقیاتی کاموں کے لئے رکھا گیا ہے۔آج ہم جب دیکھتے ہیں تو ہر طرف ترقیاتی کام ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں بھی ہوں گے۔

جناب سپیکر! تعلیم کو ایک دفعہ پھر وزیر اعلیٰ پنجاب نے نمبر ون اپنی ترجیحات میں رکھا ہے اور اس کے لئے 79۔ارب روپے کا پیکج ہے۔اس میں آپ دیکھیں کہ پچھلے تین سال سے یہ سکولوں کی بات کرتے ہیں تو میں یہ عرض کر دوں کہ سکولوں کا برا حال ہو گیا تھا، نہ فرنیچر تھا، نہ عمارتیں تھیں، بالکل یہ بات صحیح کرتے ہیں لیکن اب ان تین سالوں میں اربوں روپے خرچ کر کے پوری missing facilities جو ہیں وہ سکولوں کی ساری ختم کر دی گئی ہیں اور پوری طرح ان کو develop کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر!اب دوسری ترجیح پر جس طرح تعلیم کے بارے میں ریفارمز پروگرام وزیر اعلیٰ پنجاب نے چلایا تھا اسی طرح ہیلتھ کو نمبر دو ترجیح پر رکھا گیا ہے۔اسی طرح پانی کے بارے میں جس طرح گیسٹرو کی بیماری کا پتا چلا تو وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ حکم صادر کر دیا کہ پنجاب پورے میں جہاں جہاں پانی گہرائی میں ہے وہاں تمام فرسودہ پائپوں کو تبدیل کر دیا جائے کیونکہ یہ بہت پرانی ہو چکی ہیں۔یہ ایک اکیلے آدمی کی بات نہیں ہوتی۔اصل مسئلہ نیت کا ہے اور وہ نیتاً اپنی پوری کوشش

کر رہے ہیں، پوری کاوشیں کر رہے ہیں کہ کسی طریقے سے یہ سارا کام مکمل ہو جائے۔

جناب سپیکر! مواصلات و تعمیرات کے شعبہ کو اگر دیکھیں تو پنجاب میں ایک انقلاب آ چکا ہے۔ ایک موٹر وے اور دو انڈر پاسز پر اترانے والوں کو کئی موٹر وے اور کئی انڈر پاسز، رنگ روڈ اور دیگر عالی شان تعمیرات پر بھی توصیفی کلمات ضرور کہنے چاہئیں نہ کہ ان پر تنقید کرنی چاہئے۔ یہ سب وزیر اعلیٰ پنجاب کی شبانہ روز محنت کا ثمر ہے جو دن رات وہ انتھک محنت کے ساتھ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ملازمین کو مہنگائی الاؤنس دینے اور کم از کم اجرت کی حد چار ہزار روپے مقرر کرنے کو نہ سراہنا بھی زیادتی ہو گی۔

جناب سپیکر! ترقیاتی حوالے سے جنوبی پنجاب احساس محرومی کا شکار تھا لیکن آج وسائل کی جو بارش وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ نے جنوبی پنجاب پر کر دی ہے اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی حالانکہ جنوبی پنجاب کے کئی حکمران پاکستان پر حکمرانی کرتے رہے ہیں لیکن اس سے پہلے اتنے وسائل وہاں نچھاور نہیں کئے گئے۔ جب وسطی پنجاب پر نظر پڑتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فیصل آباد سے سرگودھا، سیالکوٹ، گوجرانوالہ ہر جگہ ترقیاتی کاموں کی بھرمار ہے۔ اسی طرح شمالی پنجاب پر بھی صوبہ اور وفاق کے وسائل نچھاور ہو رہے ہیں اور سب کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔ ہر جگہ پر کام ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں تھوڑا سا عرض کروں گا کہ میں اپنے تھل کے اضلاع خوشاب اور بھکر کے بارے میں اور بالخصوص اپنی تحصیل نور پور تھل، منکیرہ اور چوبارہ کے بارے میں یہ عرض ضرور کرنا چاہوں گا کہ ہم بھی ادھر ہیں۔ میری آج یہاں وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ سے یہ استدعا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں تھل کو آباد کرنے کے لئے ٹی ڈی اے، تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنائی گئی تھی تو میں آج عرض کرتا ہوں کہ کم از کم یہ جو تھل کی انتہائی پسماندہ درمیان میں جو بیلٹ بفر زون رہ گئی ہے اس پر ایک ٹی۔ ڈی۔ اے، تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنائی جائے اور تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی خصوصی فنڈز لے کر وہاں پر کام کرے ورنہ اس طرح ہمیں حصہ میں جو وسائل ملتے ہیں ان سے ہمارا تھل آباد نہیں ہو سکتا۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ پچھلے سال کے بجٹ میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے مجھے میری تحصیل میں خاصا پیکج دیا لیکن اس حوالے سے جتنی پسماندگی وہاں پر ہے وہ ناکافی تھا تو ابھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں پر گریٹر تھل شروع کرائی گئی ہے۔ اللہ کرے کہ

وہ گریٹر تھل بن جائے اور ہمارے تھل کو بھی آباد کرے اور وہ لوگ بھی ہریالی دیکھ سکیں۔

جناب سپیکر! میں اس ہاؤس میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے مجھ ناچیز پر ایک خصوصی شفقت فرمائی۔ انھوں نے فلیٹ ریٹ آبیانہ کا جو فیصلہ کیا تھا اس سلسلے میں، میں نے اسی ہاؤس میں عرض کیا تھا کہ ہمارے جو تھل ڈویژن کے پانچ اضلاع ہیں، میانوالی، بھکر، خوشاب، مظفر گڑھ اور لیہ وہاں کے لئے یہ فلیٹ ریٹ آبیانہ ہمیں suit نہیں کرتا کیونکہ ہمارے پچاس ایکڑ اگر چک بندی میں ہیں تو پانچ ایکڑ یا دس ایکڑ irrigate ہوتے ہیں تو اس سلسلے میں چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے ایک ہائی پاور کمیٹی بنادی تھی اور اس کے فیصلے کے بعد میں چودھری پرویز الہیٰ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے کیبنٹ فیصلہ کو بدل دیا۔ یہاں تو یہ ریت رہی ہے کہ جو کوئی بولتا تھا تو اس کو اٹھا کر باہر پھینکوا دیا جاتا تھا لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس فیصلے کو میں نے چیلنج کیا اور بجائے اس کے کہ وہ مجھ سے ناراض ہوتے انھوں نے اس فیصلے پر عملدرآمد کیا اور میری بات کو مانا، میں اس کے لئے ان کا انتہائی شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر: پلیز، آپ ایک منٹ میں وائنڈ اپ کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! اس سلسلے میں چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے جو ساڑھے بارہ ایکڑ تک ٹیکس مستثنیٰ کیا ہے، پانچ مرلے تک ٹیکس میں معافی کی ہے، انکم ٹیکس کی جو چھوٹ دی ہے یہ عوام دوستی کے سارے اقدامات ہیں۔ میں اس سلسلے میں ایک عرض کرنا چاہوں گا اور میں آپ کے توسط سے اور آج اس ایوان کے حوالے سے ایک گزارش کرنا چاہوں گا اور تجویز دوں گا کہ اس ملک میں جتنے بھی وسائل attribute کئے جائیں، جتنے بھی وسائل دے دیئے جائیں۔ اس ملک کے دو اہم مسئلے ہیں جن میں نمبر 1 مسئلہ کرپشن کا ہے۔ میں یہ استدعا کروں گا کہ کرپشن کو روکا جائے۔ کرپشن کو روکنے کے جو مروجہ طریق کار ہیں وہ ناکافی ہیں۔ حکومت کی طرف سے عوام کی فلاح کے لئے جتنے بھی کام کروائے جاتے ہیں وہ زیادہ تر کرپشن کی نظر ہو جاتے ہیں اور کرپٹ لوگ اس کو eat up کر جاتے ہیں۔ میری دوسری عرض یہ ہے کہ وسائل کی تقسیم، disparity of wealth ہمارے ملک میں انتہائی imbalanced ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں میری استدعا ہے کہ اس بابت کوئی ایسا سسٹم بنایا جائے کہ جس کے تحت طاقت ور لوگ ہی سب کچھ eat up نہ کر جائیں۔ 95 فیصد لوگ دیکھتے رہ جاتے ہیں جبکہ 5 فیصد لوگ تمام وسائل کو eat up کر جاتے ہیں، اپنی تجوریاں بھر لیتے ہیں۔ میں اس حوالے سے حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب

سے عرض کروں گا کہ کوئی ایسا سسٹم devise کریں کہ جس سے سب لوگوں کو یکساں مواقع میسر ہو سکیں اور دولت کی جو غیر مساویانہ تقسیم ہمارے ملک میں ہو چکی ہے وہ ختم ہو سکے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔لالہ شکیل الرحمٰن صاحب!

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ پنجاب کا بجٹ 274۔ارب روپے سے زائد ہو گیا ہے لیکن یہ لمحہ فکریہ ہے کہ پنجاب حکومت پر اس وقت قرضوں کا بوجھ تقریباً 169۔ارب روپے ہے جن میں سے وفاق کا حصہ 67.5۔ارب روپے ہے جو کل قرضوں کا 41.40 فیصد بنتا ہے اور اس پر شرح سود 14.4 فیصد ہے۔ غیر ملکی قرضوں کی مد میں 81.4۔ارب روپے کے قرضے ہیں جن پر شرح سود 1.9 فیصد ہے۔ Punjab Loan نامی قرضہ 7.5۔ارب روپے کا ہے جس پر شرح سود 17.5 فیصد ہے۔ جی پی فنڈ کے قرضے لگ بھگ 14۔ارب روپے ہیں جن پر شرح سود 14.13 فیصد ہے۔ جس کی وجہ سے رواں مالی سال میں حکومت کو تقریباً 10۔ارب 36 کروڑ روپے سود کی مد میں ادا کرنا پڑے اور تقریباً اسی رقم کے برابر اس سال بھی اسی شرح سے ادا کرنا پڑیں گے اس لئے میری حکومت پنجاب سے گزارش ہے کہ وہ کم شرح سود پر جو غیر ملکی قرضے ہیں وہ لے کر ان بھاری سود والے قرضوں سے جان چھڑائے جس سے صوبے کے وسائل میں مزید اضافہ ہو گا، صوبے کے مسائل کم ہوں گے اور صوبہ ترقی کرے گا۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا کہ عوام کے لئے بہت زیادہ مراعات رکھی گئی ہیں لیکن اس صوبے کی غریب عوام کو اس بجٹ میں کسی قسم کا کوئی ریلیف نہیں دیا گیا۔ جس طرح کہ پچھلے سال کے بجٹ میں کم از کم پانچ مرلہ کے مکان پر ٹیکس میں چھوٹ دی گئی اس دفعہ یہ کہا گیا کہ چونکہ ملک میں اشیاء خورد و نوش کی بڑھتی ہوئی قیمتیں حکومت اور عوام دونوں کے لئے تشویش کا باعث ہیں۔ گرانی کی اس لہر کی ایک بنیادی وجہ تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں جو حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں۔ وفاقی حکومت نے بجٹ میں کئی مراعات کا اعلان کیا ہے جس سے ملک بھر میں قیمتیں کم ہوں گی اور آمدنی میں اضافہ ہو گا۔ اسی جذبے کے ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب نے 13۔جون 2006 کو محنت کشوں کی کم از کم اجرت میں اضافے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب نے مہنگائی پر قابو پانے کے لئے اپنے pre-budget address میں دور رس اقدامات کا ذکر کیا ہے۔

جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ وفاقی بجٹ میں سرکاری ملازمین کو

15 فیصد مہنگائی الاؤنس دیا گیا، اسی شرح کے حساب سے صوبے میں بھی 15 فیصد مہنگائی الاؤنس دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جناب والا! میں اس موقع پر وزیر تعلیم صاحب کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانا چاہوں گا جو کہ اس وقت باتوں میں مصروف ہیں۔ میری وزیر تعلیم صاحب سے عرض ہے کہ وہ میری گزارشات کو غور سے سنیں۔ مہنگائی الاؤنس کے علاوہ اساتذہ کو خصوصی پیکیج دینے کا اعلان کیا گیا ہے جو ان کی اہلیت کے مطابق پانچ سو سے ایک ہزار روپے تک دیا جائے گا لیکن اساتذہ کا ہی ایک طبقہ جو ایجوکیٹرز کے نام سے 03-2002 میں بھرتی ہوا، ہر بجٹ میں اس قسم کے ریلیف سے محروم رہا ہے۔ مہنگائی الاؤنس صرف ریگولر ملازمین کو دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ایجوکیٹرز اور کنٹرکٹ ملازمین پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کیا مہنگائی ایجوکیٹرز اور کنٹرکٹ ملازمین پر اثر انداز نہیں ہوتی، کیا ضرورت کی اشیاء انھیں سستے داموں ملتی ہیں اگر نہیں ملتیں تو پھر ایجوکیٹرز کو مہنگائی الاؤنس اور خصوصی پیکیج سے محروم رکھنے میں کیا حکمت عملی ہے، کیا حکمران انھیں مفلس رکھ کر پڑھا لکھا اور خوشحال پنجاب بنانے کا جو خواب دیکھ رہے ہیں وہ پورا ہو سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔

جناب سپیکر! یہ کسی ایک خاندان کا مسئلہ نہیں بلکہ پچاس ہزار خاندانوں کا مسئلہ ہے۔ 2005 میں اکاؤنٹنٹ جنرل نے کنٹریکٹ ملازمین کو پنشن کی جگہ Social Security Allowance اور حکومت کی طرف سے وقتاً فوقتاً جاری ہونے والی مراعات دینے کا اعلان کیا لیکن ایجوکیٹرز کو اس سے بھی محروم کر دیا گیا۔ اگر استاد خوشحال ہو گا تو قوم کا مستقبل بہتر ہو گا اور جس معاشرے میں استاد بدحالی سے دو چار ہوں تو وہ معاشرہ تباہ ہو جایا کرتا ہے۔ خواہ جتنی مرضی عمارتیں بنالیں، جتنی مرضی مفت کتابیں تقسیم کر لی جائیں اگر استاد خوش حال نہیں تو یہ سب بے کار ہے۔

جناب سپیکر! اس پر ایک ستم اور کہ سکولوں کی monitoring کے لئے ریٹائرڈ فوجیوں کو لگا دیا گیا ہے جنھیں 8000 ہزار روپے ماہوار تنخواہ کے علاوہ نئی موٹر سائیکلیں، پٹرول اور دیگر مراعات بھی دی جا رہی ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ ایجوکیٹرز کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا جاتا، انھیں مزید مراعات دے کر اس کام کے لئے لگایا جاتا۔

جناب سپیکر! یہ کہا جاتا ہے کہ اس سال کے بجٹ میں سب سے زیادہ، ریکارڈ فنڈز ترقیاتی

پروگراموں کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ اس میں سے 12۔ارب روپے مقامی حکومتوں کو دیئے جائیں گے اور یہ رقم صوبے کے 35اضلاع میں تقسیم کی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس رقم کوcategorically تقسیم کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ کئی اضلاع میں زیادہ رقم چلی جائے اور کئی میں کم رقم دی جائے۔ اسی طرح65۔ارب روپے کے فنڈز Core Provincial Development Programmeکے لئے رکھے گئے ہیں۔

جناب والا! Core Development Programmeکیا ہے؟ Core means the most inner part of the earthاس65۔ارب روپے میں سے 28۔ارب روپے سوشل سیکٹر بشمول تعلیم، صحت، فراہمی آب ونکاسی پر خرچ کئے جائیں گے۔ 23۔ارب روپے Special Infrastructure Programmeکے لئے رکھے گئے ہیں جس میں لاہور رنگ روڈ، سیالکوٹ موٹروے وغیرہ شامل ہیں۔

جناب سپیکر: پلیز ایک منٹ میںwind upکرلیں کیونکہ دس منٹ ہو چکے ہیں۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! تعلیم کے لئے تقریباً ساڑھے 12۔ارب روپے کے ترقیاتی فنڈز مختص کئے گئے ہیں۔ میں نے متعدد بار وزیر تعلیم صاحب کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ گوجرانوالہ میں کم از کم دس ایسے ہائی سکولز ہیں جن کی بلڈنگز کو dangerous declareکیا جا چکا ہے لیکن اس پر ابھی تک ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا گیا۔ گوجرانوالہ میں کسی کو بھی مفت کتابیں تقسیم نہیں کی گئیں۔

جناب سپیکر! صحت کے لئے4۔ارب30کروڑ روپے رکھے گئے ہیں لیکن اس میں ضلع گوجرانوالہ کے لئے کوئی گرانٹ شامل نہیں ہے۔ گوجرانوالہ کے عوام کا سب سے بڑا مسئلہ نکاسی آب اور پینے کے پانی کی فراہمی کا ہے جو اس وقت شدت اختیار کر چکا ہے۔ گوجرانوالہ میں پرسوں بھیGastroکی وجہ سے دو اموات ہوئی ہیں اس سے پہلے بھی اسی وجہ سے تقریباً دس اموات ہوئی ہیں اور55آدمی ہسپتال میں چلے گئے۔ وہاں کی عوام کو کسی قسم کی ہیلتھ کی بنیادی سہولت میسر نہیں ہے۔ لہذا میں وزیر ہاؤسنگ اینڈ پلاننگ سے گزارش کروں گا کہ گوجرنوالہ میں نکاسی آب کے فرسودہ پائپوں کو جلد از جلد بدلا جائے تاکہ عوام کو بہتر سہولیات میسر آ سکیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں صرف دو منٹ میںwind upکر رہا

ہوں۔پولیس کے لئے تقریباً20۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ سپیشل برانچ کے لئے تقریباً635 ملین روپے رکھے گئے ہیں لیکن اس کا ہمارے صوبے میں کوئی خاص کردار نظر نہیں آتا اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس پر اتنی بڑی رقم کیوں ضائع کی جارہی ہے۔پولیس کا انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ جو کہ بہت اہم ہے اس کے لئے صرف 256 ملین روپے ہیں۔ اس کے برعکس لوکل پولیس کے لئے 16۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ پچھلے سال یہ رقم 13۔ارب روپے کے قریب تھی لیکن بعد میں اسے revise کر کے 15۔ارب روپے کر دیا گیا لیکن ہمیں اس کے کیا نتائج حاصل ہوئے؟ جو ہمارے محافظ ہیں وہی عوام کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک 18 سالہ لڑکے ابوذر کو موٹر سائیکل نہ روکنے کے جرم میں گوجرانوالہ پولیس کے ایک اہلکار نے گولی مار کر قتل کر دیا لیکن ابھی تک اس کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔ایسے پولیس والوں کے خلاف کسی قسم کے کوئی اقدامات نہیں کئے جا رہے بلکہ ان کے خلاف تو مقدمات بھی درج نہیں کئے جا رہے۔ لا اینڈ آرڈر کی صورتحال انتہائی ناگفتہ بہ ہے اسے بہتر بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ ایگریکلچر پر صرف 2۔ارب روپے رکھے گئے ہیں جو نہ ہونے کے برابر ہیں لہذا میری گزارش ہے کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ پر جو اتنے زیادہ پیسے رکھے گئے ہیں اس میں کٹوتی کر کے ایگریکلچر کو دیئے جائیں کیونکہ وہ ہمارے صوبے کا 70 فیصد ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ مہربانی۔ محترمہ سجیلہ انصر باجوہ صاحبہ! تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب محمد وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں کوشش کروں گا کہ اپنی بجٹ تقریر میں سخت جملے استعمال کرنے کی بجائے جذبہ خیر خواہی کے ساتھ چند باتیں کروں اور یہ توقع رکھوں گا کہ ان پر غور بھی کیا جائے گا۔ پنجاب کا موجودہ بجٹ گزشتہ تین بجٹوں کا تسلسل ہے اس لحاظ سے یہ بات بجا ہے کہ پچھلے 25 سال میں یہ واحد حکومت ہے جسے چار بجٹ پیش کرنے کا موقع ملا ہے۔ یہ جہاں پر فخر کرنے کی بات ہے وہاں بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے کہ 25 سال میں یہ واحد حکومت ہے جسے اتنا کام اور خدمت کرنے کا موقع ملا ہے اس لئے اسے زیادہ output بھی دکھانی چاہئے اور بہت ساری تبدیلیاں بھی بتانی چاہئیں۔آپ اور سارا معزز ایوان اچھی طرح جانتا ہے کہ بجٹ کے دو حصے ہوتے ہیں۔ایک آمدن اور دوسرا اخراجات۔یہاں پر ابھی تک ساری بحث اس بات پر ہوئی کہ ہمارے اخراجات کس مد میں ہیں اور کس مد میں ہونے چاہئیں اور کس مد میں نہیں

ہونے چاہیئں۔ میں بھی اس پر بات کروں گا لیکن میں وزیر خزانہ صاحب کی توجہ حاصل کر کے آمدن کے ذرائع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔اس وقت صوبہ پنجاب کی آمدن کے جو ذرائع ہیں اس میں 66 فیصد حصہ مرکز کے divisible pool سے حاصل ہوتا ہے اور ہمارے پنجاب کے اپنے لوکل وسائل سے 21 فیصد حاصل ہوتا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ہم نے گزشتہ برس مرکز سے 98۔ارب روپے وصول کرنے تھے لیکن ہمیں صرف 66۔ارب روپے وصول ہوئے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ 30/32۔ارب روپے کم کیوں وصول ہوئے اور اس کے لئے ہماری حکومت نے کیا کام کیا؟

جناب والا! میں دوسرا سوال یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آئندہ سال میں کیا گارنٹی ہے کہ ہم نے جو 102۔ارب روپے کا تخمینہ لگایا ہے کہ ہم نے مرکز سے وصول کرنے ہیں کیا وہ پورے ملیں گے جس طرح گزشتہ سال 30۔ارب روپے کم ملے اس سال بھی کوئی ایسا حادثہ ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر! میں دوسری بات این ایف سی ایوارڈ پر کرنا چاہتا ہوں کہ صدر مملکت نے اس میں ترمیم کی ہے اور وہ ترمیم یہ ہے کہ 45 فیصد سے 50 فیصد تک درجہ وار اس میں اضافہ کیا جائے گا۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

جناب محمد وقاص: محترم کیانی صاحب سے گزارش ہے کہ ذرا میری بات سن لیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جی، میں سن رہا ہوں۔آپ فکر نہ کریں۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے عرض کر رہا تھا کہ یہ کلیم کیا جا رہا ہے کہ یہ 50 فیصد ہے حالانکہ یہ 45 فیصد سے 50 فیصد بتدریج بڑھے گا لیکن چلیں اچھی بات ہے ہم اسے اچھا سمجھتے ہیں۔وزیر خزانہ اس بات پر توجہ دیں کہ مرکز میں یہ بات کی جا رہی ہے کہ ہم این ایف سی ایوارڈ کے ذریعے صوبوں کو 45 فیصد دیں گے لیکن Public Sector Development Programme (PSDP) جو کہ مرکز کا پروگرام ہے اس میں جو صوبوں کا حصہ ہے وہ نہیں دیں گے۔اگر یہ بات صحیح ہے جس طرح مرکز میں کہی جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ مرکز ہمیں ایک ہاتھ سے کم روپیہ دے رہا ہے اور دوسرے ہاتھ سے ہم سے زیادہ واپس لے رہا ہے لہذا اس پر ہماری نظر رہنی چاہئے۔۔۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے اور سمیع اللہ خان صاحب نے کیانی صاحب کو کہا تھا کہ آپ گفتگو کی بجائے ادھر دھیان کریں تو وہ ناراض ہو کر واک آؤٹ کر گئے ہیں لہذا میری گزارش ہے کہ ان کو منانے کے لئے دو وزیر بھیجیں۔

جناب سپیکر: وہ واک آؤٹ کر کے نہیں گئے۔ وہ ساری بات سن رہے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! وہ ہمارے بڑے اہم وزیر ہیں انھیں بلایا جائے۔

جناب سپیکر: وقاص صاحب! اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ہم این ایف سی اور پی ایس ڈی پی کے حوالے سے وزیر خزانہ سے کہتے ہیں کہ وہ bold stand لیں اور مرکز میں پنجاب کے موقف کو پورے طریقے سے پیش کریں انشاء اللہ ہم ان کے ساتھ ہیں چونکہ یہ ہمارا صوبہ ہے اور اس کا مفاد ہمیں عزیز ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اخراجات کی طرف آتا ہوں۔ اخراجات کی دو قسمیں ہیں ایک جاری اخراجات اور دوسرے ترقیاتی اخراجات۔ جاری اخراجات میں سب سے بڑی مد پولیس کے لئے رکھی گئی ہے۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ پولیس کے بارے میں ہمارا اور ذرائع ابلاغ کا کیا خیال ہے؟ ہمارا موقر روز نامہ ''نوائے وقت'' 16۔جون کی اشاعت میں اپنے ایڈیٹوریل میں ہمارے بجٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ محکمہ پولیس کے لئے 20۔ارب روپے کا بجٹ دیا گیا ہے۔ محکمہ پولیس کی بہتری اور اسے upgrade کرنے پر حکومت گزشتہ کئی برس سے بہت زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ پولیس ملازمین کی مراعات اور سہولتوں میں اتنا اضافہ کیا گیا ہے کہ کسی اور محکمے کے لئے نظر نہیں آتا مگر اس کے باوجود پولیس کے محکمے کی کارکردگی انتہائی قابل افسوس ہے۔ پنجاب کے شہروں اور دیہاتوں میں عوام کی جان و مال عزت و آبرو بالکل محفوظ نہیں ہے۔ چند دن قبل مریدکے کے قریب دو دیہات میں چودہ ڈاکوؤں نے بارات کو لوٹ لیا اور خواتین کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی۔ دارالحکومت لاہور میں روز درجنوں وارداتیں ہو رہی ہیں۔ اخبارات میں صرف وہ خبریں اور وارداتیں اشاعت پذیر ہوتی ہیں جن پر پولیس پرچے درج کرتی ہے اور سینکڑوں افراد ہر

روز وزیر اعلیٰ، پولیس افسروں کے دفتروں اور عدالتوں کے چکر کاٹتے ہیں۔متعلقہ تھانوں میں ان کی رپورٹیں بھی درج نہیں ہوتیں۔"

جناب والا!ایک اور موقر روز نامہ ''ایکسپریس'' کی 16۔جون کی اشاعت کی بھی دو تین سطریں آپ کے سامنے رکھتا ہوں "پولیس کا بجٹ 8۔ارب سے بڑھا کر 20۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔پولیس کا شعبہ انتہائی اہمیت کا حامل ہونے کے باوجود عوامی تنقید بلکہ نفرت کا شکار ہے۔اس پر تنقید اور نفرت میں عوام سو فیصد سچے ہیں اور اس سچائی پر آئے روز عدالتیں بھی مہر تصدیق ثبت کرتی رہتی ہیں۔ حکومت نے بجٹ میں پولیس کے لئے 12۔ارب روپے کا اضافہ کر کے اس کی طرف بہتر کارکردگی کے دعوے تو بہت کئے ہیں لیکن عوام قطعاًاس سے مطمئن نہیں ہیں کیونکہ یہی کچھ سن سن کر نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے اور بجائے اصلاح ہونے کے امن وامان کے حالات خاصے بگڑ چکے ہیں۔ میں اپنی بات کو آگے بڑھاؤں گا کہ پولیس کا یہ جو محکمہ ہے اس پر زیادہ توجہ دی جانی چاہئے اور عوام کی جو عزت و آبرو اور جان مال کا جو تحفظ ہے اس کے لئے موثر اقدامات کرنے چاہئیں۔

جناب سپیکر! جاری اخراجات میں دوسری مد تعلیم ہے۔ تعلیم پر توجہ مناسب ہے اور اس پر مزید توجہ دی جانی چاہئے۔اس سلسلے میں ایجوکیٹرز کے حوالے سے بات کروں گا کہ ان کی ایک دردمندانہ اپیل ہے کہ جس طرح سب ملازمین کی تنخواہوں میں آپ اضافہ کرتے ہیں یہ مہنگائی الاؤنس ایجوکیٹرز کو بھی ملنا چاہئے۔ صحت کے متعلق بھی میں بات کروں گا کہ صحت کے شعبے میں 4۔ارب روپے رکھے گئے ہیں جو پنجاب کی سات کروڑ روپے کی آبادی کے لئے بہت کم ہے اس میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ میں ترقیاتی اخراجات کی بھی بات کروں گا۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں اس کے لئے 100۔ارب روپے رکھے گئے ہیں لیکن جس طرح تین چار دن سے بات ہو رہی ہے درحقیقت نئے منصوبوں کے لئے صرف 16۔ارب روپے میسر ہیں۔23۔ارب روپے صرف تین شہروں کو دیئے گئے ہیں لاہور گوجرانوالہ سیالکوٹ کا جوtriangle بنایا گیا ہے یہ باقی پنجاب کے ساتھ بہت زیادتی ہے۔ پنجاب کے اندر 35 اضلاع ہیں اس کو اس طرح سے تقسیم کیا جائے کہ جو شمالی پنجاب، جنوبی پنجاب اور وسطی پنجاب ہے اس کو یکساں وسائل ملیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اس میں حکومت چند خاص شہروں پر توجہ دے رہی ہے۔

جناب سپیکر! اے ڈی پی کے حوالے سے یہ بات بھی سامنے آنی چاہئے۔ صدر پاکستان نے گزشتہ حکومتوں پر یہ تنقید کرتے ہوئے ایک دفعہ کہا تھا کہ انہوں نے ایک ہزار ارب روپے اے ڈی پی میں خرچ کئے لیکن عملاً کچھ نظر نہیں آیا لیکن ہم اس حکومت کی کارکردگی بھی مرکز میں بھی اور صوبوں میں دیکھتے ہیں ویسی ہی ہے۔ گزشتہ چار سال میں تقریباً ڈیڑھ کھرب روپیہ اس مد میں خرچ کیا گیا ہے لیکن بر سر زمین کیا ہے؟ اس کو بھی claim کرنا چاہئے۔ میں ایک تجویز اور دے کر اپنی بات کو ختم کروں گا کہ یہ جو ای او بی آئی ہے یعنی old age benefits والا جو ادارہ ہے اس کے بارے میں تھا کہ جو کم از کم پنشن ہے اسے سات سو سے ایک ہزار روپے کر دیا گیا ہے۔ کم سے کم پنشن میں تین دفعہ اضافہ ہو چکا ہے لیکن اس کی زیادہ سے زیادہ پنشن شاید چودہ سو روپے ہوتی ہے اس میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ اس میں مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص نے تیس سال ملازمت کی ہے اسے ریٹائرمنٹ پر چودہ پندرہ سو روپے ملتے ہیں اور جس نے چار پانچ سال ملازمت کی ہے اسے چھ سات سو روپے پنشن ملتی ہے۔ اگلے تین چار سال میں تیس سال کی پنشن اور پانچ سال کی پنشن برابر ہو جائے گی۔ لہذا حکومت کو یہ چاہئے کہ جو باقی پنشن ہے اس پر بھی تھوڑا بہت اضافہ کرتے رہنا چاہئے تاکہ ان کے مسائل بھی حل ہو سکیں کیونکہ ملک میں غربت اور مہنگائی بہت زیادہ ہے۔

جناب سپیکر! آخری بات کہہ کر میں اپنی بات کو ختم کروں گا اور وہ ہے میرا حلقہ انتخاب۔ یہ میں آپ کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہوں کیونکہ آپ اس ہاؤس کے Custodian ہیں۔ یہ اس اسمبلی کا چوتھا سال ہے چار بجٹ پیش ہو چکے ہیں لیکن میرے حلقہ انتخاب میں میرے ترقیاتی فنڈز میں ایک دھیلہ بھی موصول نہیں ہوا۔ میں آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے محافظ ہیں آپ ہمارے Custodian ہیں کہ مجھے کس بات کی سزا دی جا رہی ہے۔ کیا اس لئے کہ میں نے ضمنی انتخاب میں الیکشن جیتا تھا اور حکومت کے امیدوار کو شکست دی تھی۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے میرے حلقے کے ساتھ، ان کے عوام کے ساتھ کیونکہ انہوں نے جو ضمیر کا فیصلہ کیا تھا اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ میں یہ یقین رکھوں گا اور یہ توقع رکھوں گا کہ آپ اس میں خصوصی دلچسپی بھی لیں گے اور interfere کرتے ہوئے اس معاملے کو بھی سدھاریں گے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں تھوڑا سا ایک بات کا جواب دینا چاہتا ہوں ابھی اپوزیشن کی طرف سے میرے ایک بھائی نے "ڈان" اخبار دکھایا ہے کہ حکومت نے

موٹروے کوpledge کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔بہتر تو یہ تھا کہ ہمارے محترم وزیر خزانہ اس کا جواب دیتے لیکن میں چونکہ حکومتی بنچوں سے ہوں اور وہ صاحب جنہوں نے یہ بات کہی ہے مجھے معلوم ہے کہ وہfinancial matters کو سمجھتے بھی ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ accrued income پرایکproposal گئی ہے اورaccrued income پر کسی بھی قسم کیloaning کوئی زیادتی نہیں ہے وہ کوئیnon productive loaning نہیں ہے۔یہ میں نے اس لئے جواب دیا ہے کہ یقیناً یہ بات آئی ہے لیکن یہ عرض کر دوں کہ non productive loaningنقصان دہ نہیں ہے۔وہaccrued ہے اور ابھی صرفproposal ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!ناجائز تعریف واقعی قتل کی طرح ہے۔لیکن میں جنرل پرویز مشرف صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے پنجاب کا مقدمہ این ایف سی میں جو ان کے سامنے تھااور جس کو وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے بہت ہی اچھے طریقے سےrepresent کیا۔پنجاب کے حق میں اس کا فیصلہ فرما کر نہ صرف ہمارا حق ادا کیا بلکہ دوسرے صوبوں کو بھی ان کا حق دیا۔وہ ایک دوسری بات ہے کہ دوسرے صوبے اس پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں لیکن اس کی چونکہ کوئی بنیاد نہیں ہے۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ایک ایسی جائز بات جس میں پنجاب کا حق اس کو دیا جائے اس کو دونوں طرف سےappreciate کیا جاتا لیکن اس پر تنقید برائے تنقید کی گئی جو نہیں کی جانی چاہئے۔اگر کوئی اچھا کام ہوا ہے تو اس کی تعریف کرنی چاہئے۔ چاہے وہ اس طرف سے ہو یا اس طرف سے ہو۔اب اے ڈی پی میں ایک کھرب روپے رکھے گئے ہیں جو تقریباً پچھلے سال سے دگنے ہیں۔اس لحاظ سے آبپاشی میں بھی پیسا دیا گیا ہے صحت کے لئے بھی دیا گیا ہے تعلیم کی مد میں بھی جو دیا گیا ہے یہ ایک ریکارڈbudgetting ہے۔اس میں جتنا بھی حکومت کو سراہا جائے وہ کم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ معاملات ایسے ہیں جن پر بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ جس میں mainمسئلہ ان رقومات کی صحیح طریقے سے مانیٹرنگ کا ہے۔اگر صحیح مانیٹرنگ کی جائے تو چالیس سے پنتالیس فیصد کی بچت ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر!میں حکومت کا شکر گزار ہوں کہ میرے حلقے میں میریrequest پر وزیر اعلیٰ صاحب نے تقریباً تیس کروڑ روپے کی مالیت سے چھانگا مانگا اوور ہیڈ برج کو منظور کیا ہے جس کی تعمیر بہت جلد شروع ہو جائے گی۔اس کے ساتھ ساتھ چونیاں کے تحصیل ہیڈ کوارٹر کے

لئے بھی انہوں نے کہا ہے کہ اس کو upgrade کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ اکثر جو سکول ہیں ان کے اندر اساتذہ نہیں ہیں اور خاص طور پر سائنس ٹیچرز نایاب ہیں۔ جب سائنس پڑھائی ہی نہیں جا رہی تو نتیجہ یہ آ رہا ہے کہ جب رزلٹ آتا ہے تو ان سکولوں کا رزلٹ اچھا نہیں ہوتا اس لئے یہ سکول صرف اور صرف کلرک پیدا کر رہے ہیں۔ اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے اور تعلیمی طور پر یہ بھی دیکھا جا رہا ہے کہ ٹیچرز مقامی سیاست میں ملوث ہیں۔ کوئی ایسا قانون بننا چاہئے کہ ٹیچرز کو سیاسیات سے علیٰحدہ کر دیا جائے تاکہ وہ ہر وقت اپنے من پسند اپنے گھر کی دہلیز پر سکولوں میں ٹرانسفر کے لئے کوشش میں نہ لگے رہیں بلکہ بچوں پر توجہ دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جو اہم مسئلہ ہے جس پر ہمیں سب کو توجہ دینی چاہئے وہ قوم کو بچت کی عادت کی طرف لانا ہے۔ میرے خیال میں ایک پانچ سالہ بچت پروگرام سکیم بھی شروع کی جانی چاہئے اور قوم کو ان فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹس سے اور اس قسم کی late night hotelling سے بچانے کے لئے بھی اقدامات کرنے چاہئیں۔

جناب والا! یہ لاہور جیسے شہر میں بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے لوگوں کی food habits خراب ہو گئی ہیں بارہ ایک بجے کے بعد 50 فیصد پر junk food ملتا ہے اور خاص طور پر young generation وہ کھاتی ہے اور ساری رات جاگتی ہے اور صبح کو سوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ جو بات آج ہم دیکھ رہے ہیں جگہ جگہ پر فوڈ سٹریٹس کھل رہی ہیں اگر ان کو discourage نہ کیا گیا تو لاہور میں اس وقت booming business ہی صرف فوڈ کا رہ جائے گا۔ جہاں تک لوگوں کو خوراک مہیا کرنا ہے اس کے لئے میں نے یہ تجویز دی تھی کہ ہر ایم پی اے کو پچاس لاکھ سے لے کر ایک کروڑ روپے قطع نظر اس کی پارٹی کے اس حلقے کے لئے دیا جائے۔ جو کہ returnable ہو اور اس کی مدت 90 دن ہو جیسے بنک financing کرتا ہے۔ 90 دن کے اندر وہ سستی قیمت پر وہ اپنے حلقے کے اندر دالیں اور چینی اپنی مانیٹرنگ میں بھیجے تاکہ نچلی سطح پر لوگوں کو سستی چیزیں مل سکیں لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ہم ایک جعلی کنزیومر سوسائٹی کا حصہ بن چکے ہیں اور اس میں بنکوں کا کردار negative ہے۔ اس وقت حالات یہ ہیں اور یہ ایک المیہ ہے کہ بنک اپنی رقومات کا 76 فیصد کنزیومر آئٹمز پر خرچ کر چکے ہیں، lucidity کا بحران ہے اور لوگوں کو سامان تعیش میں ڈال دیا گیا ہے۔ اس صورتحال کی وجہ سے ہم پورے ایشیا میں ایک کنزیومر سوسائٹی ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس وقت 90 فیصد گاڑیاں لیز پر دی جا رہی ہیں۔ کسی کو کچھ پتا نہیں ہے کہ اس

کی قسطیں کہاں سے ہوں گی لیکن بنک اپنے bumping business کر رہے ہیں۔آپ حیران ہوں گے کہ پانچ سال پہلے بنکوں کا منافع صرف 7۔ارب روپے تھا آج 90۔ارب روپے یعنی ایک کھرب پر پہنچ چکا ہے تو وزیر خزانہ سے میری گزارش ہے کہ اگر ہم پنجاب کی طرف سے ان بنکوں پر ایک سکیورٹی سٹیمپ ڈیوٹی صرف 20 فیصد لگائیں، ہم ٹیکسیشن تو نہیں کر سکتے کیونکہ پھر یہ federal subject پر چلا جائے گا لیکن اگر ہم یہ سٹیمپ ڈیوٹی لگائیں تو پنجاب کو صرف اس سے 20۔ارب روپے کی انکم ہو سکتی ہے۔یہ 20۔ارب روپے کی انکم unemployed youth پر لگنی چاہئے اور اس کا طریق کار بڑی آسانی سے نکالا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ میں جناب کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اب سے چند ماہ پہلے cheques پر 0.1 فیصد ٹیکس کے حوالے سے ایوان میں ایک Resolution لایا تھا۔حکومت کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ ہم اس کو بعد میں دیکھیں گے۔فائنلی ایک میٹنگ ہوئی اس میٹنگ میں وزیر خزانہ نے کہا کہ ہم ایک لیٹر فیڈرل گورنمنٹ کو لکھتے ہیں جس میں یہ کہا جائے گا کہ یہ ٹیکس اڑا دیا جائے لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ ٹیکس ڈگنا کر دیا گیا ہے۔مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ لوگوں کی text money کو tax کرنے کا اس کو کیا حق ہے؟ جبکہ پنجاب گورنمنٹ نے بھرپور انداز سے لیٹر بھی لکھا کہ اس کو واپس لیا جائے لیکن اس کو ڈگنا کر دیا گیا۔نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ اپنی رقوم بنکوں سے باہر رکھیں گے، ہنڈی کا کام بڑھے گا اور private money laundering بہت زیادہ ہو جائے گی جو کہ شروع ہو گئی ہے۔میری آج بھی استدعا ہے کہ اس ٹیکس کو فوری ختم کیا جائے اور میں اس معزز ایوان کی خدمت میں ایک عجیب بات آج بتانے لگا ہوں کہ اگر آپ اپنے روپے کو ڈالر یا پونڈ میں تبدیل کر کے بنک میں رکھیں تو کوئی ٹیکس نہیں ہے جو ویسے بھی بڑھ رہا ہے کیونکہ 3.3 تو لازمی بڑھ رہا ہے۔اگر آپ اس ڈالر یا پونڈ کو بنک سے نکلوائیں تو کوئی ٹیکس نہیں ہے لیکن اگر آپ روپے میں رکھ رہے ہیں تو آپ مجرم ہیں لہذا آپ اس پر 0.2 فیصد ٹیکس دیں یہ محب وطن لوگوں کے ساتھ کتنی بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر!آپ حیران ہوں گے کہ سیمنٹ ساز اداروں نے جو کچھ کیا ہے اس کی background کیا ہے میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے آپس کے پول کی وجہ سے قوم کو اربوں روپیہ دینا پڑا ہے آپ اور میرے تمام بھائی یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس میں monoply control authority دس ہزار روپے سے لے کر 40 ہزار روپے تک جرمانے

کرتی ہے۔آپ سوچ لیں کہ ایک سیمنٹ ساز ادارے کو 40ہزار کیا40لاکھ روپے بھی جرمانہ ہو جائے تو اس کو کیا فرق پڑتا ہے لیکن ہماری monoply control authority صرف 40ہزار روپے تک جرمانہ کرتی ہے۔اب میں بتاتا ہوں کہ یہ ہوا کیا ہے؟سیمنٹ کی انٹرنیشنل پرائس 60ڈالر per ton ہے۔کوئی بھی منگوالے صرف140روپے کی بوری پڑتی ہے اور اگر کسی کو اعتراض ہے تو میرا چیلنج ہے وہ منگوالے لیکن امپورٹڈ سیمنٹ بھی-/290روپے میں بیچا جارہا ہے۔کون بیچ رہا ہے اسے ہم سب کو دیکھنا چاہئے کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔اس وقت تک تقریباً9۔ارب روپیہ عوام کی جیب سے نکالا جا چکا ہے اور آج بھی سیمنٹ کے حالات ایسے ہیں کہ جو سیمنٹ locally بن رہا ہے اس کو پول کا سامنا ہے یہ چند لوگ ہیں جنہوں نے آپس میں پول کیا ہوا ہے اور یہ سیمنٹ اس قیمت پر بیچا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر!یہی سلوک چینی کے ساتھ ہوا ہے۔چینی کے بحران میں بھی اہم کردار بنکوں کا ہے۔چینی کے present stock پر بنکوں کو اندر ہی loaning کر دی گئی ہے یعنی فرض کیجئے کہ اگر ایک آدمی نے 100 من چینی بنائی ہے اور 35 من اس نے بیچی ہے باقی 65 من پر اس نے اپنی فیکٹری کے اندر ہی loan لے لیا ہے تو اس نے 35 من جو double price پر بیچی ہے اس کو تو وہ مفت میں پڑی ہے۔اب آگر جب سٹیٹ بنک نے کہا ہے کہ اس کو فوری طور پر نکالیں۔ اس کو نکالیں کہاں،اس کا تو وہ مفت کا مال ہے جب مرضی بیچ لے گا اور اگر وہ اپنے پاس سے ہی loan adjust کر دے گا تو کیا ہو گا لیکن عوام سے تو پیسا نکل گیا تو پنجاب حکومت کو چاہئے کہ بنکوں کے کردار کو چیک کرے کہ یہ ہوا کیا ہے؟

جناب سپیکر!یہ ایک عجیب مسئلہ ہے کہ پنجاب کے جو لوگ باہر رہ رہے ہیں وہ پیسے کما کر واپس آتے ہیں اور یہاں پر ریال، درہم یا پونڈ کی شکل میں وہ exchange کرواتے ہیں۔میں اس معزز ایوان کی توجہ اس طرف چاہوں گا کہ تقریباً20لاکھ ڈالر روزانہ پنجاب سے کراچی جاتا ہے اور کراچی ائیرپورٹ پر ملک کا واحد سٹیٹ بنک کا بوتھ ہے جہاں سے وہ ڈالر کی شکل میں ایکسپورٹ ہوتا ہے۔ نتیجہ کیا ہے کہ ہمارے صوبے کا انتہائی قیمتی زرمبادلہ جو ہمارے عوام خون پسینہ ایک کر کے کماتے ہیں اس کو سندھ کی آمدنی میں کاؤنٹ کیا جارہا ہے۔ میری کئی دفعہ کی گزارشات کے باوجود آج تک یہ نہیں ہو سکا کہ لاہور ائرپورٹ پر سٹیٹ بنک کا بوتھ بنے تاکہ یہ آمدنی پنجاب کے کھاتے میں آئے جو تقریباً ایک ارب روپے ڈالر بنتی ہے اور سندھ ہر بات پر بار بار کہتا ہے کہ میرا ریونیو

زیادہ ہے۔ وہ کس طرح زیادہ ہے؟ پنجاب کا پیسا ہے مجبور کیا جاتا ہے کہ پہلے وہ یہاں سے کراچی جاتا ہے، پھر کراچی سے fly کر کے باہر جاتا ہے اسے تو سیدھا پنجاب سے جانا چاہئے تاکہ لوگوں کو ان کے خون پسینے کی بہتر کمائی مل سکے۔

جناب سپیکر! ایک عجیب معاملہ ہے کہ ہمارے زیادہ تر ڈاکٹرز صرف دکھاوے کے لئے سرکاری ملازمت کرتے ہیں اور سپیشلسٹ ڈاکٹرز نے کمیشن کی انتہا کی ہوئی ہے ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس جو بھی مریض آئے وہ پرائیویٹ ہسپتال میں آ کر ان سے ملے تو میں نے ابھی پچھلے دنوں ایک Adjournment Motion بھی دی ہے اور میں ثابت کر سکتا ہوں کہ دوائیوں کی کمپنیوں کے profits کتنے زیادہ ہیں۔ قانون بنانا چاہئے کہ ہسپتالوں کے نزدیک کوئی پرائیویٹ کلینک نہ بن سکیں اس کے اندر بدترین مثال چونیاں کے ہسپتال کی ہے جس کے چاروں طرف پرائیویٹ ہسپتال ہیں اور وہاں پر سرکاری ہسپتال کے تمام ڈاکٹرز کام کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہسپتالوں میں جو سب سٹینڈرڈ ادویات مل رہی ہیں ان کا قلع قمع ہونا چاہئے۔ مفت دوائیوں کا کہا جاتا ہے لیکن وہاں دوائیاں نہیں مل رہیں۔ میں خود اس بات کا شاہد ہوں کہ میں نے مختلف ایم ایس کو فون کر کے کہا کہ باہر چار گھنٹوں سے مریض رو رہا ہے اس کو کچھ دلوا دیں تو تب جا کر کچھ حرکت ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہیپاٹائیٹس کے مریض پر تقریباً 7 ہزار روپے مہینے کا خرچ ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ ہیپاٹائیٹس اور دماغی امراض میں Zyprexa اور clozaril کا خرچہ ایک لاکھ روپے ماہانہ ہے تو ان کے لئے specially ایک پول بنایا جائے جو ان کے مریضوں کو پیسا دے یا انہیں subsidized کیا جائے۔

جناب سپیکر! میری ایک تجویز ہے کہ وزیر اعلیٰ مانیٹرنگ ٹیم کے دفتر میں تمام صوبے کے ہسپتالوں کے لئے ایک toll free نمبر رکھا جائے۔ کوئی بھی آدمی اس toll free نمبر پر اطلاع دے کہ فلاں سرکاری ہسپتال میں کیا ہو رہا ہے تو شاید ڈاکٹروں کو کچھ خوف آ جائے اور وہ اللہ سے ڈر کر کام کر سکیں۔ یہ toll free نمبر فوری طور پر چلنے چاہئیں اس سے میں سمجھتا ہوں کہ ایک ہفتے کے اندر اندر صورتحال بہت بہتر ہو سکتی ہے۔ Filteration Plants بہت ضروری ہیں میرے حلقے میں پانی کی حالت اچھی نہیں ہے اس لئے Filteration Plants فوری لگنے چاہئیں تاکہ فیصل آباد، گوجرانوالہ، شیخوپورہ جیسے حادثات سے بچا جا سکے۔

جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کی توجہ ایک اور طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اب حالات یہ

ہو گئے ہیں کہ سبزیاں بھی ملاوٹ سے نہیں بچ سکیں۔آج کل ہم گھروں میں جو ادرک کھا رہے ہیں آپ حیران ہوں گے کہ وہ تیزاب میں پکا کر آپ کو دیا جا رہا ہے کیونکہ تیزاب میں پکانے سے ادرک کا وزن بڑھ جاتا ہے اور وہ سفیدی مائل ہو جاتا ہے۔یہ جو حالات پیدا ہو رہے ہیں ان پر سخت مانیٹرنگ کی ضرورت ہے۔کوئی بھی گھر ادرک کے استعمال سے نہیں بچ سکتا اور آپ دیکھ لیں کہ ہم اور ہمارے بچوں کو اللہ ہی اس تیزاب زدہ ادرک سے بچائے۔

جناب سپیکر!سب جانتے ہیں کہ دودھ میں ڈٹرجنٹ کا استعمال ہو رہا ہے۔اب یہ جو ٹی وی پر آتا ہے کہ فلاں دودھ گاڑھا ہے اور فلاں پتلا ہے تو ڈٹرجنٹ کے بغیر دودھ گاڑھا ہی نہیں ہو سکتا۔ اس چیز کی سخت ضرورت ہے کہ ڈٹرجنٹ کے استعمال کو اس میں سے نکالا جائے۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ ڈیزل آئل کی صورتحال کے اوپر بھی غور کرنا چاہئے۔ حالات یہ ہو گئے ہیں کہ اس وقت ہمارے ملک میں دنیا کا بدترین ڈیزل ہمارے ہاں مل رہا ہے اور ترقی یافتہ ممالک نے ہمارے ملک میں "D4D" گاڑیاں بھیجنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

جناب والا!ملک میں سونے کا استعمال بے تحاشا ہے۔خواتین کو اس طرف راغب کرنا چاہئے کہ وہ سونے کا استعمال چھوڑ دیں۔یہ حقیقت ہے کہ 4/5 دفعہ میں سونا سنار کا ہو جاتا ہے اور خواتین کے پاس کچھ بھی نہیں رہتا اور یہ اس ملک کا المیہ ہے کہ خواتین کے استعمال کی سب چیزوں پر کم از کم منافع 100 فیصد ہے جو آرام سے ادا کر دیا جاتا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر!میں detail میں نہیں جانا چاہتا لیکن جو میری بہن پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں میرے سے علیحدگی میں بات کر لیں میں بتا دوں گا کہ 100 فیصد نہیں 1000 فیصد تک عورتوں کی آئٹموں میں profit ہے اور وہ مرد بیچارے کی جیب سے جاتا ہے۔

جناب والا!پنجاب بنیادی طور پر ایک زرعی صوبہ ہے اس لئے میری گزارش ہے کہ پنجاب میں تحصیل کی سطح پر ایسے کالجز یا سکول بنائے جائیں جہاں صرف زرعی information اور زرعی ایجوکیشن دی جائے تاکہ لوگ زراعت کی طرف آئیں۔اس وقت یہ المیہ ہے کہ ایک سپاہی کی نوکری کے لئے اچھے خاصے 15,15/10,10 ایکڑ کے مالک لڑکے بھاگے پھرتے ہیں لیکن وہ اپنی اس کاشت کو بہتر کرنا نہیں جانتے جہاں سے وہ بہت زیادہ آمدنی لے سکتے ہیں تو زرعی کالجز کی تعداد بہت کم ہے اس کو نچلے لیول پر لایا جائے اس سے انشاء اللہ revolution لایا جا سکتا ہے۔

جناب والا!اس کے علاوہ ملک میں جنگلات کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ especially میرے حلقے میں چھانگا مانگا کے جنگل کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ میری تجویز ہے کہ اس کے ارد گرد 3 سے 4 کلو میٹر کے radius میں تمام آرے قانونی طور پر بند کر دیئے جائیں جہاں پر لکڑی چوری نے اس جنگل کو تباہ کر دیا ہے اور اس کی روک تھام صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہاں کے تمام آرے بند کر دیئے جائیں اور اس میں کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔

جناب والا!اس کے ساتھ ساتھ میں پھر عرض کروں گا کہ ہمیں بچت کی طرف across the board کام کرنا چاہئے اور ہمیں اپنی مراعات کے لئے بات نہیں کرنی چاہئے۔ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکیں۔ میری اپنی حکومت سے استدعا ہے کہ ہمیں بچت کا ٹارگٹ کم از کم 50 فیصد رکھنا چاہئے اور اس پر سختی سے عمل کرنا چاہئے۔

جناب والا!میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری تجویز پر subsidized food کے لئے 95 کروڑ روپے رکھا ہے۔اس میں میری تجویز ہے کہ ہر ایم پی اے کو اس کے اندر involve کیا جائے اور اس 95 کروڑ روپے میں سے ایک فنڈ دیا جائے جسے متعلقہ ایم پی اے اپنے حلقے میں اپنے سامنے استعمال کرا سکے تاکہ lower level پر اس کا فائدہ ہو سکے اور اسی طرح پرچون مافیا یا ہول سیل مافیا اس کا فائدہ نہ اٹھا سکے۔

جناب سپیکر!میں یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے صحافی بھائی یہ تو لکھتے ہیں کہ ہم یہ مراعات مانگتے ہیں یا وہ مانگتے ہیں لیکن انہیں یہ بھی لکھنا چاہئے کہ ہمارے اس ایوان میں ایسے لوگ بھی بیٹھے ہیں جنہوں نے زلزلہ زدگان کے لئے پورے دو سال تک خاندانوں کی کفالت کے لئے lump sum پیسا دیا ہے، جو حکومت سے سرکاری طور پر کچھ بھی نہیں لیتے لیکن لوگوں کے کام کرتے ہیں اور اپنے پاس سے خرچ کرتے ہیں اور فیڈریشن کے تحت بھی کرتے ہیں اور حکومت کے تحت بھی کرتے ہیں۔ان کو حق ہے کہ یہ ہم پر مکمل تنقید کریں لیکن میری ان سے استدعا ہے کہ یہ ان لوگوں کا بھی ذکر کریں جو حکومت سے سرکاری طور پر کچھ نہیں لیتے اور جنہوں نے ریکارڈ پیسا دیا ہے۔بہت بہت شکریہ

جناب جہانزیب امتیاز گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، جہانزیب امتیاز گل صاحب!

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر!شیخ صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ حبیب بنک کے

consortium میں loan لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے شیخ صاحب کو عرض کروں گا کہ جہاں پر 5 بلین revenue generate ہو رہے ہیں اور اس کی maintenance cost 7 to 9 billion تک ہو تو وہ کون سا بنک ہے جو اس طرح کی financial position دیکھتے ہوئے loan دے گا۔ میرے خیال میں تو اب موٹروے کو بھی نئے طریقے سے بیچنے کی کوشش کی جارہی ہے اور پرائیویٹائز کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اگر اس کی conditions دیکھیں کہ اگر این ایچ اے default کرتا ہے تو Those banks will takeover those assets. اور وہ assets جو pledge کروائے جا رہے ہیں وہ موٹروے ہے۔ شکریہ جی

شیخ علاؤالدین: اپنے معزز بھائی سے میری گزارش یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ ان کا ایک مکان ایک لاکھ روپے مہینے پر ہے اور فرض کیجئے کہ ان کو renovation کے لئے 10 لاکھ روپیہ چاہئے اور یہ بنک کو کہتے ہیں کہ اس کی 5 سال کی آمدنی میں سے تمہیں 10 لاکھ روپیہ مل جائے گا تو بنک کیوں نہیں laoning کرے گا اور اگر یہ اس کی betterment کے لئے پیسا لینا چاہتے ہیں اور مناسب interest rate پر لینا چاہتے ہیں تو یہ inflation rate کی بات کر لیں، 9 فیصد inflation rate ہے تو اس میں کیا برائی ہے؟ دوسرا میں یہ عرض کروں گا اور یہ ابھی صرف proposal ہے، accrued income پر پیسا لینا کوئی جرم نہیں ہے، ہر آدمی لیتا ہے لوگ اپنی تنخواہوں پر لے لیتے ہیں لیکن جہاں income نہ ہو، non-productive ہو وہاں واقعی خطرہ ہے۔ موٹروے کے اوپر ابھی بھی daewoo کا loan موجود ہے تو وہ pay نہیں ہو رہا تو اس واسطے پلیز اس پر تنقید نہ کریں۔ accrued income کے against اگر گورنمنٹ loan لے گی تو اس میں خطرہ نہیں ہے۔ شکریہ

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! اگر یہ سمجھتے ہیں کہ loan دیا جا سکتا ہے تو این ایچ اے کافی دیر سے کوشش کر رہی ہے۔ ایک تو یہ legally ممکن نہیں ہے اور financially بھی این ایچ اے کی جو ہیلتھ ہے میرا خیال ہے کہ کوئی بھی بنک ایسا loan نہیں دے گا۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! اخبار میں لکھا ہوا ہے کہ legally it is not possible.

جناب ڈپٹی سپیکر: Let him make a speech. اس کا جواب wind up میں آئے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!ان کو پتا ہے کہ کیا بات ہے۔اس کے اوپر first loan Daewooکا ہے۔ جہاں پر first loan Daewooکا ہو وہاں سے دیکھنا ہوتا ہے کہ کیا اس میں بچت ہوتی ہے۔consortiumکے اندر5/5,6/6 بنک ہوتے ہیں تو6th بنک کاshareہوتا ہے اورfirst بنک کا بھیshareہوتا ہے۔یہconsortiumہے اسے یہ پڑھ لیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر!Daewooکےloanپر این ایچ اے already defaultکر چکی ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Mr. Imtiaz Gill Sahib! Are you on a point of order or you have make a speech?

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر!میں ایکpoint explainکر رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب میں فرزانہ راجہ کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر!آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے آج بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔آپ سے میں اجازت چاہوں گی کہ بجٹ پر بات شروع کرنے سے پہلے ابھی تھوڑی دیر پہلے وارث کلو صاحب نے اپنی speech کے دوران دو الفاظ کہے تھے میں یہاں ان کا ضرور ذکر کرنا چاہوں گی،اس کے بعد میں باقاعدہ اپنیbudget speechکا آغاز کروں گی۔انہوں نے کہا کہ اپوزیشن پنجاب کے علاوہ سندھ، سرحد کی بات کرتی ہیں اور اس کے بعد وہ کل بھارت کی بات بھی کرنا شروع کر دیں گے۔میں اس پر ان الفاظ کی مذمت کرتی ہوں جو انہوں نے کہا کیونکہ سندھ اور سرحد پاکستان کا حصہ ہیں اور ہماری فیڈریشن کے یونٹس میں سے دو یونٹس ہیں ان کو انڈیا کے ساتھ ملا دینے کا مطلب صوبائی تعصب کو ہوا دینے والی بات ہے اور ایسا شخص جو سینئر ہے اور قوم نے اسے ایک اہم ذمہ داری نبھانے کے لئے بھیجا ہے انہیں ایسے الفاظ کہنا زیب نہیں دیتا تھا اور میں آپ سے گزارش کروں گی کہ ان الفاظ کو کارروائی میں سے حذف کیا جائے کیونکہ انہوں نے صوبہ سندھ اور سرحد کو انڈیا کے ساتھ ملا دیا تو ان سے اس طرح کی بات نہ عوام expectکرتے ہیں اور نہ انہیں ہاؤس میں اس طرح کی بات کرنی چاہئے تھی۔

جناب سپیکر!میں ابھی بجٹ کی بات کروں گی، میرے ہاتھ میں2003-04 کے بجٹ کی تقریر،2004-05,2005-06اور2006-07 کے بجٹ تقاریر کی کاپیز موجود ہیں۔ان کو اگر غور سے پڑھ کر اور سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ان کا آپس میں کوئی تسلسل نہیں ہے۔جو وعدے پہلے

سال پہلی کتاب میں کئے گئے اس کے ثمرات دوسرے میں proper طریقے سے majority پراجیکٹس بیان نہیں کئے گئے۔اسی طرح سے تیسرا، چوتھا اور پانچواں ہوگا۔اسی لئے اس کو الفاظ کا گورکھ دھندا کہا جاتا ہے کیونکہ کسی کا بھی آپس میں کوئی تسلسل نہیں ہے۔جب ملک میں 60 فیصد سے زائد لوگ دو ڈالر فی یوم یا اس سے بھی کم آمدنی پر زندگی کا گزر بسر کر رہے ہوں، جب غربت، افلاس اور بے روزگاری نے چاروں طرف سے وطن عزیز کو گھیرا ہوا ہو، امیر اور غریب کا فرق دن بدن بڑھتا جارہا ہو، عام اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ اور اس کو غریب کی پہنچ سے دور کر دیا گیا ہو، غریب دشمن پالیسیاں مرتب کر کے غریب کو دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا ہو، یہ حالات اس سے پہلے بھی ہو چکے ہیں اور 1960 میں ہمیں یہ حالات دیکھنے میں آئے تھے۔جس کا نتیجہ پوری عوام 1971 میں دیکھ چکی ہے۔اب ہم نہیں چاہتے ہیں کہ پاکستان اور ہمارے صوبے پھر دوبارہ سے اسی جگہ پر کھڑے ہوں جو کہ ابھی نظر آرہا ہے۔پچھلے سال کی قیمتوں کا جو لیول تھا وہ کنزیومر پرائس انڈیکس کے مطابق 9.30 سے بڑھا ہے اور پچھلے تین سالوں میں تیل کی قیمتوں میں 70 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔اب یوٹیلٹی سٹورز کے متعلق کہا گیا ہے کہ 400 نئے بنائے گئے ہیں وہ ملک کی 160 ملین آبادی کے لئے ناکافی ہیں۔میں بتاتی ہوں کہ سگریٹ پر ٹیکس 6 فیصد ہے اور نسوار پر تو کوئی ٹیکس ہی نہیں ہے۔یہ نسوار اور سگریٹ کا استعمال کروڑوں لوگ پاکستان میں کرتے ہیں جس سے health hazard پیدا ہوتا ہے آپ دیکھیں کہ جو لوگوں کو لنگز کینسر اس کے علاوہ دانتوں کا کینسر اور throat کینسر جو ہے اس طرح کی موذی بیماریاں اس کے استعمال کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن ان کا سدباب کرنے کی بجائے سگریٹ پر ٹیکسز بڑھانے اور اس کے علاوہ نسوار پر ٹیکس لگانے کی بجائے عوام کو ڈائریکٹ ہیلتھ کے شعبے میں زیادہ رقم مختص کرنے سے ان مسائل کا حل نہیں ہوگا جب تک کہ بیماریوں کی جڑ کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

جناب سپیکر! یہ بار بار کہا گیا کہ ملک میں اور خصوصاً صوبہ پنجاب میں غربت کی جو شرح ہے اس سے لوگ اوپر آگئے ہیں اور ان کا معیار زندگی پہلے سے بڑھ گیا ہے۔میں آپ کے گوش گزار کروں گی، میرے پاس کچھ facts ہیں جو میں آپ کے سامنے لانا چاہتی ہوں۔یہ ضلع وار socio economic indicators ہیں جو کہ پنجاب گورنمنٹ پلاننگ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے شائع ہوئے ہیں اس میں سے میں دو پیپرز لے کر آئی ہوں، میں ڈسٹرکٹ وائز آپ کے علم میں لاؤں گی کہ ڈسٹرکٹ راجن پور جہاں سے منسٹر فنانس صاحب بھی تعلق رکھتے ہیں اور آپ کا تعلق

بھی وہیں سے ہے کہ -/750 روپے سے کم ماہانہ انکم رکھنے والے لوگوں کی تعداد 66 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ وہ بچے جن کی عمریں پانچ سال سے کم ہیں وہ 47 فیصد ہیں sanitation سے جن لوگوں کو access نہیں ہے ان کی تعداد 71 percent of the population of the district ہے، 71 فیصد لوگوں کو sanitation تک access نہیں ہے اور ایک فیصد لوگوں کو ہیلتھ ورکرز تک access ہے۔ ہیلتھ ورکرز میں جو پرائیویٹ کلینک ہیں اس میں پیرامیڈیکل سٹاف اور جس میں دائیاں وغیرہ بھی شامل ہیں یہ 8 فیصد تک لوگ شامل ہیں۔ آپ راجن پور کی حالت دیکھیں کیونکہ بار بار چیف منسٹر صاحب نے جنوبی پنجاب کو آسمان کے ساتھ ملانے کی کوششیں کی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! ضلع رحیم یار خان میں -/750 روپے سے کم آمدنی والے جو لوگ ہیں وہ 63 فیصد ہیں۔ انڈر ائر بچے 42 فیصد ہیں اور sanitation کی جہاں تک access نہیں ہے وہ 56 فیصد لوگ ہیں اور ہیلتھ ورکرز تک access صرف 28 فیصد لوگوں کو ہے۔ اسی طرح سے بہاولپور، بہاولنگر ہے جہاں پر دوبارہ سے وہی کہوں گی کہ -/750 روپے سے کم آمدنی والے 66 فیصد لوگ ہیں۔ اب میرا خیال ہے کہ جب حقائق سامنے آئے ہیں تو ممبرز اپنی گفتگو میں شروع ہو گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! وہاں پر جو وعدے کئے گئے ہیں اور بار بار claim کیا گیا کہ جنوبی پنجاب کی حالت بہت بہتر بنا دی گئی ہے، اس کے لئے بہت سے فنڈز allocate کئے گئے ہیں لیکن میرے ہاتھ میں جو پیپر ہیں یہ Government of Punjab Planning Development in collaboration with UNICEF تیار کئے گئے ہیں۔ میں آج مطالبہ کرتی ہوں کہ اسے عوام کے سامنے پبلش کیا جائے، اس کی کاپی سارے ممبرز، عوامی نمائندگان اور سارے میڈیا کو دی جائے تاکہ ان کو پتا چلے کہ پنجاب حکومت نے غربت کم کرنے اور لوگوں کا معیار زندگی بہتر کرنے کے دعوے کئے ہیں۔ اس کی قلعی میرے سامنے کھل جاتی ہے کہ لوگوں کا معیار زندگی کیا ہے اور وہ کس کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں؟ لیکن دوسری طرف میں لوکل گورنمنٹ کے حساب سے بھی بتاؤں گی اور مبینہ طور پر بتاتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ کے

احکامات ہیں کہ ایک روڈ ہے جو عارف والہ سے شروع ہوتی ہے، گکھڑ منڈی اور وہاڑی تک تقریباً چالیس پچاس کلو میٹر کی یہ روڈ ہے جو دہلی ملتان روڈ کے نام سے موسوم ہے، پچھلے دو سال سے اس روڈ کو اکھاڑ دیا گیا ہے، ٹریفک وہاں پر بند کر دی گئی ہے اور لوگوں کی زندگی تنگ آ چکی ہے کیونکہ اس کے لئے ان کو alternate روڈ سے گزرنا پڑتا ہے یہ جنوبی پنجاب میں وہاں پر ترقی کا عالم ہے اور لوگوں کے معیار زندگی کو بہتر بنایا گیا ہے۔ بجٹ ایلوکیشن اور actual expenditure میں بہت نمایاں فرق ہے کیونکہ موجودہ حکومت نے کسی بھی سال کے بجٹ میں 100 فیصد expenditure نہیں کیا ہے ہمیشہ سے اس کو اگلے بجٹ کے لئے شفٹ کر دیا جیسا کہ موجودہ بجٹ میں 70 فیصد بجٹ کو move کیا گیا۔ اب بجٹ میں رقوم مختص کرنے سے مسائل کا حل نہیں ہوتا، مسائل کا حل گڈ گورننس اور بہتری لانے کے لئے جو بہتر منصوبہ بندی کی جاتی ہے وہ بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹرز کے بغیر ہسپتالوں کا ہونا، گھوسٹ سکولز کا ہونا، سکولوں میں ٹیچرز کا نہ ہونا اور اساتذہ کو سیاسی پشت پناہی حاصل ہونا اور مختلف محکموں میں کرپشن کا بازار گرم ہونا اور اس کو روک نہ سکنا، یہ ہوتا ہے۔ ہائر ڈویلپمنٹ expenditure کے لئے فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! بجٹ کے سیشن میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا ہے کیونکہ ان کو پتا ہے کہ جب بجٹ بنایا گیا تھا تو اس میں کسی بھی معاملات میں ان کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ یہ دو بیوروکریٹس نے بجٹ بنایا ہے تو اسی لئے ان کو ملک و قوم سے دلچسپی ہے نہ اس بجٹ سے کوئی دلچسپی ہے جو صاف نظر آ رہی ہے۔ اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گی کہ جب بھی ہائر ڈویلپمنٹ expenditure کئے جاتے ہیں تو اس کے لئے اندرونی اور بیرونی قرضے لئے جاتے ہیں۔ پنجاب حکومت نے اس وقت جو قرضے لئے ہیں وہ رواں مالی سال کے آغاز پر مجموعی مالیت 148۔ارب روپے کے قرضے لئے گئے، یہ اندرونی و بیرونی قرضہ جات ہیں۔ 2006-07 کے آغاز پر یہ 157۔ارب روپے بنتا ہے جو کہ 19۔ارب روپے کا اضافہ ہے۔ آخر کار قرضے لینے کا بوجھ بھی عوام پر آتا ہے اس وقت مجموعی طور پر ویسے بھی پاکستان میں ہر بچہ اور بوڑھا۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! اگر ہاؤس in order ہو تو میں بات کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! ہاؤس in order ہے آپ بات کریں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! یہاں پر بار بار کہا جاتا ہے کہ ہم کیوں یہ ذکر کرتے ہیں کہ حکومت کے کیا کیا اخراجات ہیں، صحت کے شعبے کو، تعلیم کے شعبہ کو یا کوئی بھی شعبہ لے لیں اس کے فنڈز میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس اضافہ کو وزیر اعلیٰ ہاؤس، گورنر ہاؤس، ایوان صدر اور پرائم منسٹر ہاؤس کے فنڈز میں اضافے کی شرح عوام کے مسائل حل کرنے کے بجٹ میں جو فنڈز allocations ہوئی ہیں اس میں اضافہ اس کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ اس وقت وزیر اعلیٰ، صوبائی کابینہ، مشیران، پارلیمانی سیکرٹریزان کی کل تعداد 136 ہے اور رواں مالی سال میں جو مختص رقم 17 کروڑ 72 لاکھ روپے تھی، اخراجات 18 کروڑ 63 لاکھ روپے یعنی کہ 91 لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔ 07-2006 میں جو رقم مختص کی گئی ہے وہ 19 کروڑ 64 لاکھ روپے ہے۔ آپ اس میں دیکھیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا جو صوابدیدی فنڈ کی رقم رواں سال میں 6۔ارب روپے تھی اور اخراجات 7۔ارب روپے ہوئے۔ اخراجات میں ایک ارب روپے کا اضافہ ہوا۔ اب 07-2006 میں رقم کو 8۔ارب روپے کیا گیا یعنی کہ سابقہ کے مقابلے میں 2۔ارب روپے کا اضافہ کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں سات سو چھیاسٹھ افسران اور ملازمین کی تنخواہیں اور مراعات 9 کروڑ 57 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی تھی جبکہ اخراجات 20 کروڑ 18 لاکھ روپے ہوئے۔ 11 کروڑ 61 لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔ ابھی اس سال میں بڑھا کر 14 کروڑ 62 لاکھ روپے کر دیا گیا۔

جناب والا! بڑی مضحکہ خیز بات کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کا یوٹیلٹی بلز پر رواں سال میں مختص رقم پچاس ہزار روپے تھی لیکن اخراجات 46 لاکھ 97 ہزار روپے جبکہ اس سال 11 لاکھ 96 ہزار کر کے اس میں مزید اضافہ کر دیا گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے انتظامی اخراجات میں دو کروڑ 62 لاکھ جبکہ اخراجات آٹھ کروڑ 54 لاکھ روپے ہوئے اس دفعہ تین کروڑ 12 لاکھ روپے رکھے گئے۔ میں اسی طرح کے اضافہ کی رقم اور بتاتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے عمومی اخراجات کے لئے 68 لاکھ تیس ہزار روپے جبکہ اخراجات نو کروڑ 92 لاکھ 21 ہزار روپے ہوئے یعنی کہ یہ اضافہ آٹھ کروڑ 20 لاکھ روپے ہے۔ میں اضافے کا اس لئے بتا رہی ہوں کہ آپ دیکھیں کہ عوام کے مسائل حل کرنے کے لئے کتنا اضافہ کیا گیا اور اپنے مسائل حل کرنے کے لئے کتنا اضافہ کیا گیا۔ صوبائی اندرونی محاصل کا مقرر کردہ حدف 58.89۔ارب روپے جبکہ وصولیاں 44.01۔ارب روپے ہے یعنی کہ 14۔ارب روپے کی کمی آئی ہے۔ اگر یہ سارے facts and figures اپنے سامنے رکھے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ عام آدمی کے معیار زندگی کو بہتر کرنے کے لئے کتنا اضافہ

کیا گیا اور اس سے لوگوں کو کیا ریلیف ملے گا۔ جب ہم اپنے سیکرٹریٹ میں تو کروڑوں اور اربوں روپے کا اضافہ کرتے ہیں اور ایک غریب آدمی کی تنخواہ میں جو کہ اس کی بنیادی تنخواہ ہے اس میں 15 فیصد کا اضافہ کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے قوم کا مذاق اڑایا ہے اور اپنی مراعات میں اضافہ کرنے کے لئے ہم نے زمین اور آسمان کی حدوں کو آپس میں ملا دیا ہے۔ میں یہاں پر خواتین کی ضرور بات کروں گی جو ملک کی 52 فیصد آبادی ہیں اور کل آبادی کا نصف سے زیادہ حصہ ہیں۔

جناب والا!04-2003 میں 52 فیصد آبادی کے لئے ایک سٹیڈیم رکھا گیا تھا اس کے بعد جتنے بھی سال آئے ان میں خواتین کے لئے کچھ نہیں رکھا گیا اور اس سال ان کے لئے 20 کروڑ روپے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ میں یہ پوچھتی ہوں کہ اس 20 کروڑ روپے میں وہ خواتین جو کہ اس صوبے کی اور ملک کی آبادی کا نصف سے زیادہ ہیں یہ بتائیں کہ ان کو domestic violence سے بچانے کے لئے کتنے Burn Unit قائم کئے گئے، domestic violence میں کتنی protection دی جا رہی ہے کتنے نئے پولیس سٹیشن قائم کئے جائیں گے ؟یعنی اس 20 کروڑ روپے میں خواتین کو مضبوط کرنے کے لئے، ان کو روزگار فراہم کرنے کے لئے کس کس فیلڈ میں کیا دیا جائے گا۔ یہ رقم تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ بھی صوبے کی خواتین کے ساتھ مذاق کیا گیا ہے۔

جناب والا! میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بھی ذکر کروں گی کہ جتنی بڑی تعداد میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے پولیس کے لئے جتنی بھی رقم بڑھائی گئی ہے صوبے میں رواں سال سال پہلے پانچ ماہ میں 63 ہزار سے زائد مقدمات درج ہوئے۔ 13 سو قتل کے مقدمات تھے۔ صوبے میں عوام کو تحفظ فراہم نہیں کیا جا سکا۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ تھانہ کلچر کو پروان چڑھانے کے لئے اور ان کی support حاصل کرنے کے لئے اور یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کرائم میں اضافہ ہوا ہے اور لوگوں کو تحفظ دینے کے لئے حکومت ناکام ہو چکی ہے ان کو یہ فنڈز دیئے جا رہے ہیں۔ عوام کو ریلیف دینے کی بجائے پولیس کے ہاتھ مضبوط کئے گئے۔

جناب والا! حکومت پنجاب اور وزیر اعلیٰ کی تشہیر کے جو اخراجات ہیں میں اس کا بھی ضرور ذکر کروں گی کہ رواں اور آئندہ مالی سال کے بجٹ تخمینہ اور مختلف دستاویزات میں کسی جگہ اس مد پر صرف ہونے والے کروڑوں روپے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا حالانکہ رواں مالی سال کے دوران وزیر اعلیٰ پنجاب کا ''پڑھا لکھا پنجاب'' اور ''گرین پنجاب'' کے علاوہ پولیس اصلاحات اور صحت کے شعبے میں اصلاحات کے پروگراموں کی تشہیر پر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اشتہارات کے

ذریعے محتاط اندازے کے مطابق ایک ارب روپے سے زیادہ کی رقم خرچ ہوئی ہے لیکن جناب!ایک چیز میں ضرور پوچھوں گی جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا تھا کہ پچھلے بجٹ میں اعلان کیا جاتا مگر آگے اس کا رزلٹ یاoutput نہیں بتائی جاتی۔

جناب والا!بجٹ04-2003 میں صفحہ نمبر5 پر یہ کہا گیا کہ دس لاکھ سے کم آبادی والے شہروں کی بہبود کے لئے پنجاب میونسپل ڈویلپمنٹ فنڈ کمپنی کو فعال بنایا جارہا ہے جو میچنگ گرانٹ کی بنیاد پر انفراسٹرکچر اور دوسرے منصوبہ جات کے لئے رقوم فراہم کرے گی۔ان شہروں کے لئے پنجاب اربن ڈویلپمنٹ ایجنسی کے قیام کی تجویز دی ہے جو ماسٹر پلان کی تیاری اور عملدرآمد کے مراحل طے کرنے میں ٹی ایم ایز کی معاونت کرے گی۔جو یہ تالی بجارہے ہیں ان کو تو یہ بھی پتا نہیں کہ آج ان کے گھر میں کیا پکا تھا۔ان سے پوچھیں کہ یہ کہاں بنا ہے اور اس کو کتنے فنڈز allocate ہوئے اس کا چیئرمین کون ہے اور انہوں نے کتنے پراجیکٹس مکمل کئے ہیں اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔یہ باتیں صرف کہنے کی حد تک ہیں اور صرف یہاں پر تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح ہو تو اس کو سننا اور appreciate بھی کرنا چاہئے۔

جناب والا!اب میں لوکل گورنمنٹ کے حوالے سے بات کروں گی کہ پہلے 68۔ارب روپے، پھر 95۔ارب روپے اور اب 112۔ارب روپے رکھے گئے۔میں یہ پوچھتی ہوں کہ پچھلے سال بھی میں نے توجہ دلائی تھی کہ جو کرپٹ ناظمین ہیں جن کی آڈٹ رپورٹ، لوکل گورنمنٹ کمیشن کے تحت جن کی رپورٹس نیب کے پاس بھی جا چکی ہیں ان کی تعداد 15 تحصیل ناظمین اور 15 ضلعی ناظمین ہے کیا ان کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی کیونکہ ان کا تعلق حکومتی بنچز سے تھا۔کیا ان کے خلاف آڈٹ رپورٹ publish کی گئی، کیا ان کے خلاف کوئی ایکشن لیا گیا حالانکہ ایکشن لینے کی بجائے ان کا بجٹ 95۔ارب سے بڑھا کر 112۔ارب روپے کر دیا گیا تاکہ وہ اور زیادہ بہتر طریقے سے عوام کے فنڈز کو لوٹ سکیں اور اس کو خُورد بُرد کر سکیں۔

جناب سپیکر!یہاں پر میں ایک اور بات mention کرنا چاہوں گی کہ لوکل گورنمنٹ کے تحت الیکشن اتھارٹی کا ادارہ بنایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!آپ نے بیس منٹ سے زیادہ وقت لے لیا ہے wind up کریں۔

محترمہ فرزانہ راجہ:جناب سپیکر!لوکل گورنمنٹ کا ایک ادارہ الیکشن اتھارٹی ہے جس کی اب ضرورت نہیں ہے کیونکہ لوکل گورنمنٹ کے الیکشن، الیکشن کمیشن آف پاکستان کے تحت ہوتے ہیں

اور الیکشن ٹربیونل بھی الیکشن کمیشن آف پاکستان نے بنایا ہوا ہے۔ الیکشن اتھارٹی ایک صوبائی chapter تھا وہ پہلے تھا جس کی اب ضرورت نہیں ہے۔ ان کے پاس تین ممبر ہیں، ایک چیئرمین ہے اور اس کے علاوہ اس کا سیکرٹری اور پورا عملہ ہے جس پر کروڑوں روپے سے زیادہ کی رقم خرچ کی جاتی ہے۔ جس ادارے کے پاس نہ کوئی کام ہے، جس ادارے کی اس وقت پنجاب گورنمنٹ یا پنجاب میں کوئی ضرورت نہ ہے لیکن صرف اور صرف کسی کو نوازنے یا کسی کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے عوام کا کروڑوں روپیہ وہاں پر خرچ کیا جارہا ہے۔ میں یہاں پر یہ مطالبہ کرتی ہوں کہ اس ادارے کو ختم ہونا چاہئے۔ اس ادارے کا کوئی کام نہیں ہے۔ اگر حکومت پنجاب اپنی کارکردگی سے اتنی ہی مطمئن ہے تو وزارتوں میں اتنے بڑے پیمانے پر تبدیلی کا ذکر کیوں کیا گیا اور اس وقت majority ایسے لوگوں کی ہے جو اس وقت حکومت کی موجودہ پالیسیوں سے بہت تنگ ہیں کیونکہ ان کے پاس بات کرنے کے لئے کوئی arguments ہیں، ان کے پاس کوئی ایسا جواز ہے اور نہ کوئی ایسا issue کہ وہ اسے لے کر اپنے حلقے کے لوگوں کے پاس جاکر بتائیں کہ ہم نے آپ کے لئے یہ کیا ہے تو یہ بجٹ صرف اور صرف عوام کو دھوکا دینے، ان کا مذاق اڑانے اور عوام کے مسائل حل نہ کرنے کا ایک بہت خوب صورت پلندہ ہے اور جس کی پرنٹنگ بہت اچھی کی گئی ہے۔ یہی ایک appreciation ہے جو میں کر سکتی ہوں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی۔ Next speaker is Mrs. Shazia Chand!

محترمہ شازیہ چاند: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Thank you so much for giving me this opportunity to speak on this Budget 2006-2007. Sir, I open my speech with the verse of Holy Qur'an, Surah Luqman, Verse 17:

"اور برداشت کرو ان مصائب کو جو تم کو پہنچیں بلاشبہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔"

Mr Speaker! When our Government was formed in the year 2002 we were facing a daunting task because all the major sectors like education, health, agriculture and all other departments were sinking. Our able leadership of President Pervaiz Musharraf and honourable Chief Minister, Ch Pervaiz Ehali took the challenge of removing the hurdles coming in the

way of development of the people of the Punjab. You can see the difference from the amounts allocated to different sectors of health, education, agriculture, water supply and sanitation which was 43.6 percent. But in the present budget of 2006-2007 we are going to spent 124 billion rupees on these sectors which is almost 200 percent increase on the above mentioned sectors. This scenario of achieving the highest growth rate is due to the visionary leadership of our honourable Chief Minister with the guidance from the President of Pakistan Muslim League, Ch Shujaat Hussain Sahib.

اگر ہے جذبہ تعمیر زندہ
تو پھر کس بات کی ہم میں کمی ہے
خزاں سے رک سکا کب موسم گل
یہی اصل اصول زندگی ہے

Now, Mr Speaker, I want to analyse some important sectors of the Punjab Government with my own suggestions. Number one is education. This year, Government is focusing its full attention on the primary, secondary and higher edcuation along with great emphasis on special education for those children who are handicapped. Government's seriousness can be viewed from the allocation of the amount which is 500 billion rupees on the education sector reform programme. In the primary and secondary education, Government is planning to upgrade 200 schools and arranging training of more than 120000 Teachers. In higher education two universities are going to be established in Gujranwala Division with the collaboration of Berlin

University. These two universities will become a landmark in the development of the industrial research.

Now I want to give some suggestions. In boosting the education, we should put all our efforts to harmonize the activities with the ground realities. Teachers are the main component and we should provide them following facilities to get maximum out put:-

1. Accommodation
2. Transportation Facilities
3. Free Education of children of farmers

My second suggestion, Mr Speaker! Is that we should provide transportation facility to the girls at the tehsil and district level. We should also set up Computer Centres for the girls and boys at union council level. Now I come to the agriculture sector.

We all confess that the backbone of our economy is agriculture. Sir, 25 percent to 27 percent GDP of the Punjab is coming from this important sector. The Government is trying hard to mobilize the agriculture so that (our country) especailly these programmes can be considered as self-sufficient in the agriculture products. In this sector I also want to give some suggestion.

My first suggestion is that training should be arranged for the children of the farmers during the summer vacation and it should be free for all. Secondly, small loans should be granted to the graduates who live in the villages and who want to set up their own business like dairy farming and poultry farming etc.

Regarding loaning facility, if any female graduate in the villages want to set up their business, she should be provided training and facility. For land development, Mr Speaker, especailly in the Sourthern Punjab I would request the Government to provide bulldozers to all farmers on priority basis. I want to mention here that all loopholes in agriculture extention department should be removed. We have to make this sector more affective and workable because the backbone of our economy is based on this sector.

Now, I come to the important sector of Police Department. Government has given full facilities to this department and we have allocated a massive amount of Rs.20.3 billion for it. I want to suggest that -

1. Strict rules should be framed for this department.
2. Day to day people have no confidence on the Punjab Police.
3. The old Thana culture should be changed.
4. Dubious Police encounters should be stopped-action should be taken against the concerned SPs; and
5. Special Committees should be formed comprising the members of Parliament, Teachers, Religious Scholars and Lawyers to maintain law and order situation.

Now I come to the very important sector of Water Supply and Sanitation. I know this very well that Chief Minister Punjab is trying very hard to provide clear drinking water to all in the Punjab Province. Here, I want to mention rather to suggest that law should be framed for the upcoming of housing societies and plazas that they should have their proper

arrangements for the drinking water and sanitation and this should not only be the paper work, it should be implemented in its true spirit. Here, I want to quote example of the Judicial Housing Society. Where I am living. This society is controlled by the Honourable Judges but the pathetic situation is that the drinking water is mixed with the sanitation water and we are drinking contaminated water which can cause severe gastro problem.

Mr Speaekr! Almost every day we are facing the problems of the blocked gutters and the water flowing on the roads. Now, Mr Speaker, in the end I want to mention that our Government has taken a number of steps to reduce poverty and to give relief to the general public by providing cheap 'atta', 'dalain', sugar and other daily usable items through the Utilitity Stores. Here gratitude goes to President, Prime Minsiter and Chief Minister Punjab for taking the very speedy action for the reduction in prices of usable items. The Government has also given subsidy on urea to the farmers. Salaried class was facing hardships due to escalation in prices but now under the direciton of Federal Government, Provincial Government has taken the matter of increasing their salaries up to 15 percent and fixing minimum salary for the labour class.

Mr. Speaker! This budget in the history of Pakistan is considered to be a welfare budget because the total emphasis is on the welfare of the people of Punjab. A.D.P is totally meant for the improvement of infrastruture and providing the facilities to general public. Sir, a total amount of 100 billion rupees in

addition of 10 billion rupees are being allocated to the Local Government. This will certainly enhance the living standard of the people of Punjab and this will also create 1 million jobs for the unemployed. Sir, Sialkot-Lahore-Motorway is another milestone to be achieved by the Government of Pakistan of P.M.L. 3500 acre of industrial estate is going to be established along a Dry Port II. Mr. Speaker! This whole concept is based on the broad vision of Chief Minister Punjab who is eagerly looking forward to make the Punjab is the most developed Province of Asia.

میرے ضمیر کو عادت ہے صاف گوئی کی
میں چاہتا نہیں اندر کوئی صدا رکھنا
میرے لہو میں بغاوت نہیں محبت ہے
میرے چمن میں فضا امن کی سدا رکھنا
جو سچ تھا ہم نے زباں سے اگل دیا شہزاد
چھپا کے ہم نے کوئی ذائقہ نہیں رکھنا

Mr. Speaker! Once again I extend my gratitude and felicitations to the President, Prime Minister, Chief Minister, Ch Parvez Elahi and President of PML Ch Shujaat Hussain Sahib. Thank you so much.

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔اگلے مقرر ہیں بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن صاحب!

بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن: شکریہ۔جناب سپیکر!اللہ کے پاک نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔درود و سلام حضرت محمد ﷺ پر۔میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کو بڑی محنت لگن اور ہمت کے ساتھ تیار کیا گیا ہے۔ہمارے ینگ وزیر خزانہ نے پہلے،دوسرے،تیسرے اور چوتھے بجٹ پیش کرنے سے maturityاور تجربہ بھی حاصل کیا ہے اور بہتری کی طرف جا رہے ہیں۔جس محنت کے ساتھ یہ بجٹ تیار کیا گیا ہے اور اس بجٹ میں بجا طور پر وزیر اعلیٰ صاحب کی رہنمائی بھی نظر

آتی ہے اور مختلف وزراء نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔ میں وزیر خزانہ کو اس بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جس چیز نے مجھے زیادہimpress کیا ہے وہ ہے Vision 2020 of the Chief Minister وہ ویژن اتنی اچھی نظر آتی ہے کہ میرا دل بھی کرتا ہے، پوری اپوزیشن کا دل بھی کرتا ہے اور گورنمنٹ بنچز اور آپ بشمول سب کا دل کرتا ہے کہ اللہ کرے کہ وہ پایۂ تکمیل تک پہنچے اور یہ پاکستان اور یہ صوبہ واقعی وہ ہو جائے جو وزیر اعلیٰ صاحب نے ویژن میں دیکھا ہے یعنی100 percent employment، 100 percent literacy، 100 percent health and all facilities 100 percent social requirement ایک حقیقت میں ماڈرن خوشحال صوبہ پنجاب۔

جناب سپیکر! یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے میں ایک دفعہ مطالعتی دورے پر ایسٹ جرمنی گیا میں اس ایسٹ جرمنی کے ایک پلاننگ منسٹر کی بات آپ کو quote کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے الفاظ یہ تھے۔

East Germany is 1/7th part of Pakistan on the basis of population and 1/6th part of Pakistan on the basis of the area.

پاکستان کے پاس دنیا کے کوئی ایسے وسائل نہیں ہیں جو موجود نہ ہوں یہاں پہاڑ ہیں، ریگستان ہیں، بہتے ہوئے دریا ہیں، زرخیز زمین ہے اور ہر طرح کے منرل موجود ہیں۔ ہم war-striken country ہیں ہمارے پاس کوئی resource نہیں ہے۔

He said that literacy in our education is 100 percent but Mian Imran Masood said that the 'O' Level and 'A' Level is the literacy that we are following. We have men 100 percent employed; we have women 85 percent employed; and we have given 100 percent medical facilities to the people but we have not worked on roads and others.

کہنے کا مطلب میرا یہ ہے کہ ہمارے پاس وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے، حکومت پرویز الٰہی کی ہو یا جس کسی کی بھی ہو یہ صوبہ ہمارا ہے ہمیں اس پر محنت کرنی ہے اور ہمیں اس صوبے کو وہاں پر لے کر جانا ہے جہاں ہماری نسلیں پروان چڑھیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ2020 کا ویژن جو ہم دیکھ رہے ہیں جو ہماری موجودہ سپیڈ ہے جس پر ہم چل رہے ہیں کہ کیا ہم یکدم2020 پر سب کچھ حاصل کر لیں گے جو ہم plan کر رہے ہیں؟ آیا2020 میں ایک جن صاحب نمودار ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ

100 percent literacy has come to Pakistan and we are all literate اس وقت کوئی جن کہے گا کہ یہاں100 فیصد روزگار مل گیا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا
We have to start right from today and we have to see the record of previous 4 years that this Government has treaded ahead

ہماری اکانومی، ہمارے وسائل زیادہ تر جس چیز پر منحصر ہے وہ ایگریکلچر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں اور آپ بھی ماشاءاللہ زمیندار ہیں یہاں سارے زمیندار بیٹھے ہیں میں تو زمینداری کا تجربہ نہیں رکھتا لیکن جن لوگوں سے میری بات ہوئی وہ زمیندار طبقہ سخت مایوس ہے میں سچی بات بتاتا ہوں۔ بریگیڈیر جاوید شاید یہاں بیٹھے ہوں میں اگلے دن ان کے حلقے میں گیا وہاں کتنے ہی زمیندار مجھے ملے اور لکھ کر دیا کہ یہ ہمارے مسائل ہیں یہ حل ہونے چاہئیں۔ آپ ایگریکلچر کو ٹارگٹ کریں اس بجٹ allocation پر جو وزیر خزانہ نے دی ہے کہ ہم self-sufficiently attain کریں گے۔
Right at this time. We should be able to export our commodities and only then

آپ کا ویژن وہاں پر پہنچے گا۔ ہم نے کیا کیا ہے پچھلے چار سالوں میں۔ پچھلے سال ہم نے دس لاکھ گندم امپورٹ کی ہے ہم اس دفعہ چینی اور دالوں کے جنگل میں پھنسے ہوئے ہیں تو کیا ہم نے food grain کو واقعی ہی اس قابل کیا ہے کہ ہم self-sufficient ہوئے ہیں یا ہم 2020 تک اس کو achieve کر لیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں 2020 کی جو بات کرتے ہیں تو 42 لاکھ بچے آپ کے ہر سال پاکستان میں پیدا ہو رہے ہیں وہ 42 لاکھ بچے آپ سے پہلے سال کیا مانگتے ہیں، ڈلیوری کے وقت کیا مانگتے ہیں، میڈیکل سہولت مانگتے ہیں، دودھ مانگتے ہیں، کپڑے مانگتے ہیں۔ کل وہ عمران مسعود سے schooling بھی مانگیں گے تو کیا ہم وہ وسائل اکٹھے کر لیں گے جو ان 42 لاکھ بچوں کو بڑھتے بڑھتے 2020 تک آبادی مزید بڑھے گی یہ بہت بڑا مسئلہ ہے جو ہمیں درپیش ہے۔ ایجوکیشن کی آپ literacy کی بات کرتے ہیں۔ عمران مسعود یہاں بیٹھا ہے یہ میرا برخوردار بھی ہے، بیٹا بھی ہے میں ان سے باتیں کرتا رہتا ہوں ادھر بھی ایک بچی نے ایجوکیشن کی بات کی ہے۔ it is not fault of the Province لیکن جو کچھ بھی آپ کے اوپر سے فیڈرل گورنمنٹ سے آ رہا ہے اسی چیز کو ہم follow کر رہے ہیں۔ جن کے میری طرح سفید بال ہیں انہوں نے شاید پرانے زمانے کی ہسٹری پڑھی ہو خلجی خاندان، تغلق خاندان وغیرہ کی ہسٹری پڑھی ہو تو تغلق خاندان میں ایک

بادشاہ محمد تغلقhe was known as King of Changesجب وہ تخت پر بیٹھا تو اس نے حکومت کی ہر چیز کو تبدیل کیا حتّٰی کہ اس نے دارالخلافہ دہلی سے اٹھایا اور بمبئی لے گیا اور جب پتا لگا کہ بمبئیsuitable نہیں ہے وہ دوبارہ دہلی لے آیا اور رزلٹ اس کا یہ تھا کہ فنانس سارے ختم ہو گئے وہ دیوالیہ ہوا اور بادشاہ صاحب کو اٹھا کر انہوں نے سمندر میں پھینک دیا اور فیروز شاہ تغلق جو اس کا بھتیجا تھا وہ اس کی جگہ آ گیا۔ تعلیم کے ساتھ بد نصیبی یہ ہے کہ پچھلے چار سال سے ہم تجربے در تجربے کرتے جا رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

I am not talking in your favour and you need not to clap on this

جوfacts ہیں میں ان پر وہ بات کروں گا انہوں نے ایجوکیشن میں یہ کہا کہ آٹھ سال تک بچہ پڑھتا رہے گا آٹھویں جماعت تک کوئی امتحان نہیں ہو گا ایک دن زبیدہ جلال صاحبہ کو خواب آیا کہ نہیں اس سال امتحان لے لیں۔ آٹھ سال کوئی امتحان نہیں لیا یکدم امتحان لے لیا امتحان لینے کے بعد کسی نے کہا کہ غلطی ہو گئی ہے ہم نے تو آٹھ سال کا کہا تھا کہ بچہ خود بخود آٹھویں پاس کر لے گا تو انہوں نے کہا کہ جنہوں نے امتحان دیا ہے ان کو بھی پاس کر لو جو پاس ہوئے ہیں ان کو بھی، جو فیل ہوئے ہیں ان کو بھی پاس کر لو اور جنہوں نے امتحان نہیں دیا ان کو بھی پاس کر دو۔ اس پڑھے لکھے طبقے کو اٹھا کر آپ نویں جماعت میں اگلے سال لے جاتے ہیں۔ اگلے سال عمران مسعود صاحب کو ایک اوپر سے ہی حکم آتا ہے کہ آپ نے نویں جماعت کے کسی بچے کو بورڈ میں فیل نہیں کرنا، آپ نے اس کو اے سے زیڈ گریڈ دے دینا ہے، جس نے سو فیصد نمبر لئے گریڈ اے، جس نے 80 فیصد نمبر لئے گریڈ بی اور زیڈ تک پہنچ جائیں، زیرو نمبر والے کو زیڈ تک پہنچ کر پاس کر دیں۔ جب یہ بچہ دسویں میں پڑھتا ہے تو پھر آپ بورڈ کا امتحان لیتے ہیں، کسی کو پھر خواب آتا ہے کہ یہ کیا کیا؟ ہم نے زیرو والوں کو بھی پاس کر دیا اور وہ بچے آج بیچارے کرکٹ ہی کھیل رہے ہیں۔ نویں کے نویں میں رہے اور دسویں کے دسویں میں ہی رہے۔ پھر ان کو پتا نہیں کدھر سے ایک خواب آیا، انھوں نے کہا کہ نویں کا امتحان علیحدہ ہو گا اور دسویں کا امتحان علیحدہ ہو گا۔ ایک سال انھوں نے نویں کا امتحان علیحدہ لے لیا، ایک سال دسویں کا امتحان علیحدہ لے لیا۔ پھر ان کو یہ خیال آیا کہ نہیں یہ غلطی ہو گئی ہے۔ اب آدھا نویں بورڈ میں ہو اور آدھا دسویں بورڈ میں ہو۔ یعنی پچھلے چار سالوں سے ہم تجربوں کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔ ابھی ارشد بگو صاحب بتا رہے تھے کہ ہمارا امتحانوں کا ایک سسٹم تھا۔ بعد میں ہمارے امتحان ہوتے تھے، فرسٹ اپریل سے کلاسیں شروع ہو جاتی تھیں، اپریل تک بچے پڑھتے تھے، کتابیں لے لیتے تھے،

مئی میں پڑھتے تھے، جون میں پڑھتے تھے،ان کو چھٹیوں کے لئے کام دے دیا جاتا تھا،وہ دو مہینے جا کر چھٹیوں میں کام کرتے تھے،ایجوکیشن کے ساتھ منسلک رہتے تھے اور پھر اگست کے وسط میں کلاسیں شروع ہوتی تھیں اور یہ سلسلہ چلتا رہتا تھا۔اب یکدم ہم نے کیا کیا ہے کہ مارچ میں امتحان ختم کرواور اپریل، مئی، جون، جولائی اور اگست تک بچوں کو کرکٹ کھیلنے دو کیونکہ کرکٹ ٹیم میں بھی تو ہمیں بندے چاہیئں اور پڑھائی کچھ بھی نہیں ہو گی کیونکہ انھوں نے ستمبر میں جا کر کتابیں دینی ہیں۔وہ کتابیں ملتے ملتے اکتوبر ہو جائے گا۔پانچ سال کا پڑھا ہوا نہیں ہو گا تو تعلیم کدھر سے آئے گی اور کدھر چلے گی؟ یہ ایک مذاق ہے جو ایجوکیشن میں چلا ہوا ہے۔اگر یہی مذاق رہا تو پھر ٹُو نٹی، ٹُو نٹی کیا، کسی نتائج پر بھی آپ کو ایجوکیشن والی بات نظر نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر! یہ تو میں ایک general discussion کر رہا تھا۔میں اب کچھ points اپنے حلقے کے حوالے سے لینا چاہتا ہوں۔ ایگریکلچر منسٹر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ Agriculture is hub of our economic activity. ہماری جتنی ایگریکلچر ہے یا اکنامک ایگریکلچر گروتھ ہے وہ سنٹرل پنجاب اور جنوبی پنجاب سے آتی ہے۔آپ کا ایک بہت بڑا خطہ جس کو خطہ پوٹھوہار کہتے ہیں، یہاں خطہ پوٹھوہار کے بہت سارے لوگ بیٹھے ہیں، کافی زمین پڑی ہوئی ہے very fertile only lacking water facility اگر اس one third ملک کے حصے کو آپ کسی طریقے سے آباد کر سکتے ہیں تو باقی جو ایگریکلچر ہے اس کو یہ بہت حد تک supplement کر سکتا ہے۔ وزیر اریگیشن صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں، ہمیں صرف اتنا چاہئے، بڑے ڈیم نہیں چاہیئں، ہمیں چھوٹے چھوٹے ڈیم چاہیئں، لاکھ، دو لاکھ روپے والے، واٹر فورس وہاں پر ہے،آگے مٹی ڈال کر کوئی راہ بنادیں اور یہ ایک نہیں، دو نہیں، سو نہیں، یہ ہزاروں کی تعداد میں ہمیں چاہیئں،اس سے یہ ہو گا کہ ہمارا water level اوپر آ جائے گا۔لوگ بھیڑ بکریاں پال سکیں گے، water level اوپر آنے کی وجہ سے کھیتی باڑی سے لوگ فائدہ اٹھا سکیں گے۔ ایک تو ہماری یہ ضرورت ہے کہ ڈیم ہمارے چھوٹے چھوٹے بننے چاہیئں۔اگر اس میں خطہ پوٹھوہار کے لئے کوئی allocation کر سکتے ہیں تو ہم آپ کو سلام کریں گے اور اگر نہیں کریں گے تو پڑا رہے گا، بنجروں میں لوگ پھرتے رہیں گے۔

وزیر تعلیم: کالا باغ ڈیم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن: جی، کالا باغ ڈیم بھی بن جائے گا اور وہ بھی انشاء اللہ ہمارے خطے میں ہی بنے گا۔ میں گزارش یہ کروں گا کہ میرا خطہ پوٹھوہار سے تعلق ہے، میں اس وقت اتنی گزارش کروں گا کہ ہمارے خطہ پوٹھوہار کو اٹھانے کی جو چیز ہے وہ چھوٹے ڈیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت نصیب کرے جنرل ایوب کے زمانے میں ڈیم بنے تھے اور بے تحاشا بنے تھے۔ ان کو آج تک ہم استعمال کرتے رہے ہیں اور آج وہ silt up ہو چکے ہیں۔ میں پہلے بھی اریگیشن منسٹر سے گزارش کر چکا ہوں کہ یا تو ان کو اوپر اٹھائیے یا پھر ان کی جگہ کوئی متبادل بنائیے لیکن بے تحاشا اور جگہیں موجود ہیں۔ اگر یہ مجھے حکم کریں گے تو جہاں کہیں ان کے سٹاف کے ساتھ جا کر میں نشاندہی کر سکتا ہوں۔ وہ ڈیم اگر بنیں گے تو ہماری ضرورت پوری ہو گی۔ پانی کے ساتھ ہی میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہمارے ہاں، میرے محترم بھائی بیٹھے ہوئے ہیں، میرا حلقہ پی پی۔4 سے تعلق ہے، ان کا حلقہ پی پی۔5 سے تعلق ہے، یہ بھی وہی چیزیں face کر رہے ہیں جو میں face کر رہا ہوں۔ آج پانی کی کمی کی وجہ سے میری بیٹیاں، میری بھانجیاں، میری بھتیجیاں چھ چھ، سات سات کلو میٹر دور سے سر پر دو دو گھڑے اٹھا کر پانی بھر کر لا رہی ہیں۔ ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ اگر یہ ڈیم ہوں گے تو پھر ہمیں اس پانی کی ضرورت پڑے گی۔ یہ جو محترم واٹر سکیموں کا بتا رہے ہیں تو ہم نے واٹر سکیمیں پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ لاکھ اور کروڑ روپے کی بنا کر رکھی ہیں وہ ساری بیکار پڑی ہیں۔ They are not workable but rethink کہ ہمیں کیا کرنا ہے، وہ سارا پیساز مین کے اندر ملیا میٹ ہو چکا ہے۔ میرے پاس چالیس واٹر سکیمیں ہیں اور اس وقت صرف چھتیس واٹر سکیمیں کام کر رہی ہیں اور دو شہروں میں جیسے کام کرتی ہیں is not workable کسی چھوٹے level پر، کوئی گاؤں کی سطح پر کنواں کھود کر ان کو دے دیں جہاں پر مقامی لوگ ان کو manage کر سکیں، کوئی چھوٹی واٹر سکیم بنا دیں لیکن hugewater سکیمیں میرے علاقے میں they are not workable اور نہ ہی لوگ ان کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر! ہمارا ایریا ٹوٹا پھوٹا ایریا ہے، کرنل انور صاحب بھی وہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے سنٹرل پنجاب کے اندر جو انڈسٹری بن رہی ہے، اتنی valueable زمینیں آپ انڈسٹری میں لگا رہے ہیں، ہم offer کرتے ہیں کہ آپ وہاں پر پوٹھوہار کے علاقے میں انڈسٹری لگائیے اور اس کے لئے مندرہ اور چکوال کے درمیان بہترین جگہ ہے۔ وہاں پر پہلے ہی ریلوے لائن اکھڑی ہوئی ہے۔ میں کہوں گا کہ وہ ریلوے لائن صرف بحال نہ کی جائے بلکہ اس کو خوشاب سے ملا

کر ملتان تک لے جائیے تاکہ ایک اور متبادل ریلوے لائن آپ کو مل جائے۔ ریلوے لائن لگنے سے اس ایریا کو اگر آپ انڈسٹریل ایریا declare کریں گے تو ہمارے لوگ جو کہ ہمیشہ فوجی ہوتے تھے، آج فوج میں بھی ان کی وہ جگہ نہیں ہے، زمین بھی نہیں ہے، وہ شاید اپنی گزر اوقات آنے والے سالوں میں کر سکیں تو یہ ہمارے اس علاقے کی ضرورت ہے۔ میرے حلقہ پی پی۔4 سے چار جگہ سے قدرتی گیس نکل رہی ہے اور بد نصیبی یہ ہے کہ یہ گیس ہر جگہ مل رہی ہے لیکن پی پی۔4 کے اندر قدرتی گیس کسی کو نہیں ملی۔ میری گزارش یہ ہے کہ اگر سنٹرل گورنمنٹ اس میں آتی ہے تو اس کو آپ اس میں involve کریں۔ نہیں تو آپ فنڈ مختص کریں، اگر ان کو دے سکتے ہیں تو دے لیں ورنہ ہم نے وہاں پر احتجاج در احتجاج کر کے گیس پائپوں کو بھی اکھیڑ کر باہر پھینکا ہوا ہے اور ہر جگہ ہم روک کر بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم اس کو اس وقت تک روک کر بیٹھے رہیں گے جب تک ہمیں یہ سہولت نہیں ملے گی اور یہ سہولت جا کر آپ آگے دے دیں گے، مری کو جا رہی ہے۔ اس وقت پائپ لائن کنویں نمبر 18 سے گزر رہی ہے۔ وہ جگہ جگہ رکی ہوئی ہے اور میرے لوگوں نے روکی ہوئی ہے۔ گیس والوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے باوجود میرے لوگ بضد ہیں کہ جب تک ہمیں گیس نہیں ملے گی ہم آگے نہیں جانے دیں گے۔

جناب سپیکر! میرے حلقہ میں دو نشان حیدر آرام فرما رہے ہیں اور جو پاکستان کے سب سے پہلے نشان حیدر راجہ سرور صاحب تھے وہ بھی میرے حلقے میں ہیں۔ ان کے بیٹے نے مجھے کہا، وزیر اعلیٰ کو بھی اس نے لیٹر لکھا ہے، اس نے کہا کہ منموہن سنگھ جسلم کی کسی جگہ کا رہنے والا ہے اس کو تو وزیر اعلیٰ صاحب نے گیارہ کروڑ روپیہ دے کر اس کا تو مثالی گاؤں بنا دیا، میرے باپ نے تو پاکستان میں سب سے پہلا بندہ تھا جس نے 1948 میں خون دیا ہے اس کی بیٹیاں، بھانجیاں جو ہیں وہ تو بیچاری گوبر تھاپ رہی ہیں، ان کو آپ کیا دیں گے ؟(نعرہ ہائے تحسین)

میری گزارش ہے کہ صرف کیپٹن سرور ہی نہیں بلکہ محمد حسین بھی میرے علاقے میں سویا ہوا ہے، سات آٹھ اور بھی پنجاب کے اندر نشان حیدر ہیں، اگر آپ مہربانی فرمائیں تو جہاں جہاں، عزیز بھٹی صاحب لادیاں میں ہیں، جس جس جگہ پر نشان حیدر سو رہے ہیں ان کے گاؤں کو آپ مثالی گاؤں یا کچھ وہاں کام کریں تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ یہ لوگ ہیں جنھوں نے اس ملک کے لئے خون دیا ہے اور یہ ملک ان کے پیچھے ان کی نسلوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ یہ میری گزارشات تھیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ نشاط افزاء صاحبہ!

محترمہ نشاط افزاء: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!اس سے پہلے کہ میں بجٹ کے بارے میں کچھ عرض کروں یہاں ایوان میں ابھی ہمارے وزیر قانون تشریف فرما تھے تو جب ہماری اپوزیشن نے صدر صاحب کے متعلق بڑے باعزت طریقے سے کچھ گزارشات کیں تو انھوں نے فرمایا کہ صدر یعنی وفاق یہاں discuss نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کی وساطت سے، آپ سے ہی یہ دریافت کرنا چاہوں گی کہ آپ حکم فرمائیں کہ کیا صوبہ پنجاب وفاق سے علیحدہ ہے، کیا وفاق کے اندر پنجاب کا صوبہ نہیں آتا کہ صدر صاحب کی بات یہاں نہیں ہو سکتی؟ میں چاہتی ہوں کہ یہ بے جا قسم کی تنقید اور بے جا قسم کی باتوں پر اپوزیشن کی تنبیہہ نہ کیا کریں۔ میرے خیال میں حکومتی بنچز کے ممبران کو یا تو ہماری بات سمجھ نہیں آتی یا پھر ان کے علم میں کچھ کمی ہے کیونکہ یہاں زیادہ تر حکومتی ممبران کے پاس جعلی ڈگریاں ہیں۔

(اذان ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اب مختصر کر لیں کیونکہ نماز کا وقفہ کرنا ہے۔

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! میں عرض کروں گی کہ پھر مجھے نماز کے بعد بولنے کا موقع دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ مجھے شوگر کا مرض ہے، میں زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتی اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی تقریر ابھی مکمل کر لیں۔

محترمہ نشاط افزاء: جی، بڑی مہربانی۔ میں عرض کرتی ہوں کہ :

انسان سمجھتے ہو تو کچھ کہنے کا حق دو
پتھر ہوں اگر تو میری دیوار بنا دو
جو دکھائے گئے ہیں وہ سب خواب ہیں
جو سنائے گئے ہیں وہ افسانے ہیں

جناب عالی!اس حکومت کا یہ چوتھا بجٹ ہے جو زیر بحث لایا جا رہا ہے۔ ہر سال نیا آنے والا بجٹ پچھلے سال سے بڑھ چڑھ کر کئی گناہ زیادہ ترقی و خوشحالی کی نوید سناتا ہے۔ چنانچہ یہ بھی ویسا ہی ایک روایتی بجٹ ہے۔ وہی پرانے خواب جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوئے، وہی ترقی کے اقرار و وعدے، وہ غریب و متوسط طبقے کے معیار زندگی بلند کرنے کے سبز باغ۔ یہ مصاحبین وقت، ایوان

صدر، وزیر اعلیٰ کے نورتن شہنشاہ وقت کی غریب پروری، ترقی و خوشحالی، ان کی فلاح بہبود کے گن گانے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ مگر اب عوام اتنے باشعور اور سمجھ دار ہو چکے ہیں کہ وہ سب سمجھتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے۔

تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کیا خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے پری بجٹ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ پنجاب میں ہر شعبہ زندگی میں ریکارڈ ترقی ہوئی ہے اور ہم اس بجٹ کے بعد ترقی کی رفتار کو اور تیز تر کر دیں گے۔ واقعی وزیر اعلیٰ صاحب آپ نے بجا فرمایا ہے کہ ماضی میں ترقی کی رفتار سے آپ اس دفعہ ترقی میں چھ گناہ آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہم بھی تو یہی عرض کر رہے ہیں کہ اس دور حکومت میں ترقی کی رفتار کئی گناہ زیادہ ہو گئی ہے۔ جب آج سے سات سال پہلے حکومت کا خزانہ خالی تھا، جب حکومت نے اپنے ہاتھوں میں کشکول پکڑے ہوئے تھے تو اس وقت کی صورتحال کا اندازہ لگائیں اور اب جبکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ کشکول توڑ دیا گیا ہے، ہمارے ذخائر بڑھ گئے ہیں، ہمارے پاس اتنا زیادہ زرمبادلہ آگیا ہے تو اس کا رخ بھی دیکھیں۔ انھوں نے کشکول تو توڑے ہیں مگر عوام کے ہاتھوں میں کشکول پکڑا دیا ہے۔ اس وقت عوام خالی خزانے کے ساتھ کشکول پکڑی ہوئی حکومت کے دور میں آپ کے دور حکومت سے بدرجہا بہتر زندگی گزار رہی تھی۔ ان کو کھانے کے لئے دو وقت کی روٹی تو مل رہی تھی۔ آپ نے ان کو کیا دیا؟ اس وقت آٹا -/240 روپے من تھا اب -/640 روپے من مل رہا ہے۔ آلو -/4 روپے کلو تھے اب -/32 روپے کلو مل رہے ہیں۔ اسی رفتار سے آپ نے تمام اشیاء کی قیمتیں بڑھا کر عام آدمی کی زندگی دو بھر بنا دی ہے۔ ہاں! جناب والا! آپ نے کشکول ضرور توڑا ہے مگر کس کے لئے، آپ کے ذخائر ضرور بڑھے ہیں مگر کس کے لئے؟ اپنی مراعات، اپنی شاہ خرچیوں اور اپنی عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے لئے۔ اپنے لئے مرسڈیز گاڑیاں منگوانے کے لئے، اپنے وزیروں، وزیر اعلیٰ اور صدر صاحب کے جہازوں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے۔ اس بھرے ہوئے خزانے کا اربوں روپیہ اپنی تشہیر، اپنی ترقی کی مبالغہ آرائی پر مبنی، تشہیر پر خرچ کر رہے ہیں۔ عوام کو افلاس، تنگی، بھوک، بے کاری اور مایوسیوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔

جناب عالی!"کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں" باقی ماندہ روز مرہ کی بنیادی اشیاء ضروریات کی قیمتوں میں بھی اسی تیز رفتاری سے اضافہ ہوا ہے۔اس لحاظ سے حکومت بلند بانگ ترقی کے دعوے کرنے میں حق بجانب ہے۔حقیقتاً مہنگائی میں بلاخیز ترقی ہوئی ہے، عوام کے اوپر پریشانیوں،مایوسیوں، بھوک،ننگ،افلاس، محرومیوں اور ناکامی کا ایک تسلسل جاری ہے۔وزیر اعلیٰ پنجاب نے فرمایا غربت میں 11 فیصد کمی ہوئی اور 70 لاکھ لوگ غربت کی نچلی سطح سے اوپر آئے ہیں۔میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے ترقی،development کی defination جاننا چاہتی ہوں۔ جناب یا تو ہماری انگریزی کمزور ہے یا پھر ان کی انگریزی کمزور ہے، کہیں نہ کہیں تو کمی ہے۔میں وزیر اعلیٰ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ ترقی کس کو کہتے ہیں،آپ development کس کو کہتے ہیں؟ ترقی اس کو کہتے ہیں جب آپ کے ملک کے عوام خوشحال ہوں،جب وہ زندگی عزت سے بسر کر رہے ہوں، تحفظ میں ہوں اور سکون کی زندگی گزار رہے ہوں۔یہ ترقی نہیں ہوئی،صرف 70 لاکھ لوگ خط غربت سے اوپر آئے ہیں یعنی کہ ان کو صرف اور صرف ایک وقت کی روٹی میسر ہوئی ہے۔کیا آپ اس کو ترقی کہتے ہیں؟"شرم تم کو مگر نہیں آتی" ان کی ترقی کی رفتار یہیں نہیں رکی بلکہ عالمی بنک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کی 60 فیصد آبادی پینے کے پانی سے محروم ہے،انھیں پینے کا پانی بھی میسر نہیں ہے۔فیصل آباد میں آلودہ پانی پینے سے 20 ہزار لوگ بیمار ہوئے اور 18 افراد مر گئے۔ ڈیرہ غازی خان میں 21 لوگ اس بیماری سے مر گئے۔باقی ماندہ اضلاع میں بھی ایسا ہی حال ہے۔ترقی کے دعوے تو صرف ان کے مفروضے ہیں۔صدر محترم اپنے سات سالہ دور حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے چار سالہ دور حکومت میں عوام کو زندگی گزارنے کے لئے بنیادی اشیاء خوردنی اور پینے کا پانی تک تو دے نہیں سکے تو پھر گڈ گورنس، روشن پاکستان، ترقی و خوشحالی کے بلند بانگ دعوے کس منہ سے کر رہے ہیں؟ جہاں آپ کے عوام پانی کو ترس رہے ہیں،اپنی بنیادی ضروریات کو ترس رہے ہیں تو پتا نہیں وہ کون ساخطہ ہے جہاں آپ کہتے ہیں کہ خوشحالی آئی ہے جبکہ عوام کی بے چارگی ان دعوؤں کے بالکل برعکس اور ان کی مبالغہ آرائی پر ماتم کناں ہے۔آخر کب تک ہم اپنے عوام کے ساتھ یہ کھلواڑ کرتے رہیں گے؟

اس شہر سنگدل کو جلا دینا چاہئے
پھر اس کی راکھ کو بھی اُڑا دینا چاہئے

ملتی نہیں اماں ہمیں جس زمین پر
اک حشر اس زمین پر اٹھا دینا چاہئے

جناب سپیکر! جی ڈی پی بڑھنے کے باوجود غریبوں کی تعداد میں سالانہ 23 فیصدی اضافہ ہو رہا ہے جو خاندان پہلے دو ہزار میں ایک وقت کی روٹی کھا رہا تھا اب چار ہزار میں بھی بھوکا سونے پر مجبور ہے۔ اس بجٹ میں مہنگائی کے سد باب اور عوام کو ریلیف دینے کے لئے کوئی مثبت قدم اٹھائے ہی نہیں گئے۔ ماسواء وزیر اعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب یوٹیلٹی سٹوروں پر سستی اشیاء کی دستیابی کے ناکام اعلانات فرما رہے ہیں۔ میں چار دن پہلے کا آپ کو یوٹیلٹی سٹور کا بل دکھا سکتی ہوں۔ جہاں سے میں خود ماش کی دال -/81 روپے خرید کر لائی ہوں۔ ان اعلانات کے باجود حالت یہ ہے۔ چند سو یوٹیلٹی سٹوروں کے ذریعے متوسط طبقے کو کیا ریلیف حاصل ہو سکے گا؟ یہ ملک کی ایک فیصد آبادی کو بھی ریلیف دینے کے لئے ناکافی ہیں۔ ''اس بے حسی پر کیوں نہ کوئی مر جائے اے خدا'' آپ کس طریقے سے عوام کو ریلیف دینے کی کوشش کر رہے ہیں، آپ کی حکومت کس ترقی پر نازاں ہے۔؟

جناب سپیکر! غریبوں کا درد دل رکھنے والی حکومت کا ذرا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ملک کے غریب پرور وزیر اعظم ہاؤس کا یومیہ خرچ 14 لاکھ روپے ہے اور صدر صاحب کا خرچہ 8 لاکھ روپے ہے یعنی وزیر اعظم پر 4 کروڑ 20 لاکھ روپے ماہانہ خرچ ہو رہے ہیں۔ اب بتائیے یہ ہمارے غریب ملک کے وزیر اعظم ہیں؟ ان کا بجٹ دیکھا جائے کیا صدر اور وزیر اعظم سونے کے بسکٹ کھاتے ہیں، ان کے گھر کیا ہو رہا ہے، یہ کیا چیز کھاتے ہیں؟ جناب! اگر آپ باقیوں کی بابت سن لیں تو آپ کے ہوش اڑ جائیں۔ ہم نے آپ کو interrup نہیں کیا۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم آپ کو ایک لفظ تک نہیں بولنے دیں گے۔ پلیز آرام سے سنیں۔ غریب لوگوں کی تنخواہ چار ہزار تک بڑھا کر یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے حاطم طائی کی قبر پر لات مار دی ہے۔ ان کی محرومیوں کے اندھیروں میں خوشیوں کے چراغ جلا دیئے ہیں۔ چار ہزار میں روٹی، کپڑا، مکان کا کرایہ، بچوں کی تعلیم، مرنا جینا تمام کارہائے زندگی انجام دینا۔ (قطع کلامیاں)

روز حساب جب تیرا پیش ہو دفتر عمل
تو بھی شرم سار ہو مجھ کو بھی شرم سار کر
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے بڑے جوش و جذبے کے ساتھ پڑھے لکھے پنجاب کا نعرہ بلند کیا تھا۔اربوں روپے تشہیر کے باوجود وہ نعرہ نعرہ ہی رہااور ان کی انتظامیہ نے بڑے شکریے کے ساتھ وہ نعرہ ان کو لوٹا دیا ہے۔ان کی تعلیمی ترقی بھی مبالغہ آرائی کی نذر ہو کر رہ گئی ہے۔آج بھی 5 سے 9 سال کی عمر کے دو کروڑ بچوں میں سے ایک کروڑ بچے سکول نہیں جا رہے اور یہاں پر بڑے بڑے گھوسٹ، جھوٹے اور بے بنیاد دعوے دکھائے جا رہے ہیں کہ اتنے بچے پڑھ رہے ہیں۔پلیز مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! نماز کا ٹائم ہونے والا ہے۔پلیز! جلدی wind up کریں۔

محترمہ نشاط افزا: جناب والا! میں آپ سے گزارش کرنا چاہ رہی ہوں کہ ابھی بھی ریموٹ ایریا کے سکولوں کی یہ حالت ہے کہ نہ ٹیچر، نہ چٹائی، نہ پینے کو پانی، نہ بجلی اور نہ چار دیواری۔ میں ابھی دورہ کر کے آئی ہوں کہ شہروں کے نزدیک دیہاتوں میں رسمی تعلیمات کے جو سکول کھولے گئے ہیں ان کے ٹیچرز کی تنخواہ ایک ہزار ہے جبکہ کم از کم تنخواہ چار ہزار مقرر کی گئی ہے لیکن یہاں ایک ہزار۔ یہ دیکھیں کہ کتنے بلند و بانگ جھوٹے دعوے کر رہے ہیں۔

جناب والا! صحت عامہ کی بھی اسی طرح دگرگوں حالت ہے۔ ہسپتالوں کی ابتر حالت آپ پر عیاں ہے کہ ان چار سالوں میں کسی بھی دیہات میں کوئی ڈسپنسری نہیں بنائی گئی۔ غریب بے علاج مر رہے ہیں۔ حکومت نے ہیپاٹائٹس بی اور سی کے مریضوں کا مفت علاج کرنے کا فرمان جاری کیا تھا مگر جب کوئی غریب ڈسٹرکٹ ہسپتال جاتا ہے تو ڈاکٹر اسے دس ہزار کے ٹیسٹ کروانے کی لمبی لسٹ پکڑا دیتا ہے۔ جن غریبوں کے پاس ایک گولی خریدنے کی استطاعت نہیں ہوتی وہ گھٹ گھٹ کر بغیر علاج کے مر جاتے ہیں۔ہماری حکومت کے good governance کے سارے کارہائے عظیم کا یہی معیار ہے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ صدر صاحب وزیر اعظم کی good governance اور وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ کی ستائش کے گن گاتے ہیں۔یعنی

من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو

جناب والا! یہ یہ کر رہے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ

محترمہ نشاط افزا: جناب سپیکر! پلیز مجھے بات کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:اب آدھے گھنٹے کے لئے وقفہ نماز ہوتا ہے۔

(وقفہ نماز کے بعد جناب ڈپٹی سپیکر 2.00 بجے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر:اگلے مقرر جناب کرنل سلطان سرخرو صاحب ہیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!بجٹ کے بارے میں مختلف لوگ اپنی رائے دے رہے ہیں۔ کچھ لوگ اس کی تعریف میں باتیں کر رہے ہیں اور کچھ لوگ اس کو تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ جمہوریت کا حسن ہے کہ اس کو study کیا جائے اور جو بجٹ میں کمزوریاں ہیں ان کو highlight کیا جائے اور اچھی تجاویز دی جائیں تاکہ بہتر بجٹ پیش ہو سکے اور عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھا بجٹ ہے اس میں عوام کی بھلائی کے لئے کافی رقوم رکھی گئی ہیں اور پنجاب کی ترقی کے لئے بہت فنڈز فراہم کئے گئے ہیں۔ میں دو تین مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی تجاویز بھی دوں گا کہ دو اہم مسائل جو اس وقت عوام کو درپیش ہیں ایک مہنگائی کا مسئلہ اور دوسرا حصول انصاف کا مسئلہ سب حکومتیں دعویٰ کرتی رہی ہیں لیکن آج تک ان دونوں مسائل کو کوئی بھی حل نہ کر سکا۔ میری رائے میں یہ تجویز ہے اور وزیر خزانہ بھی تشریف فرما ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اس کو نوٹ کریں گے۔ پہلی تجویز یہ کہ یوٹیلٹی سٹورز جو اس وقت کام کر رہے ہیں ان کا بہت اچھا کردار ہے لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ ان سے ہر پاکستانی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ پسماندہ علاقوں میں تو یہ بالکل ہی ناپید ہیں۔ اب سنا ہے کہ حکومت ہر تحصیل میں ایک یوٹیلٹی سٹور قائم کر رہی ہے لیکن وہ بہت ناکافی ہے خاص کر ایسے علاقے جہاں چالیس چالیس پچاس پچاس گاؤں ہیں۔ ایک یوٹیلٹی سٹور وہاں پر پورا نہیں اتر سکتا اس لئے میری درخواست ہے کہ اگر ہر یونین کونسل میں ایک یوٹیلٹی سٹور قائم کیا جائے چاہے وہ وفاقی بجٹ کے ساتھ کیس take up کیا جائے یا حکومت پنجاب بھی یہ منصوبہ شروع کر سکتی ہے۔ ایک سٹور ہی کھولنا ہے یا ایک دکان ہی بنانی ہے لیکن اس سے عوام کو فائدہ ہو گا۔ میری دوسری درخواست حصول انصاف کے لئے ہے۔

جناب والا!ہم ہر دفعہ دیکھتے ہیں اس دفعہ بھی میں بجٹ پڑھ رہا تھا۔ بہت پیسا رکھا جاتا ہے پولیس کے لئے، ججوں کی تعداد بڑھائی جاتی ہے، ان کی رہائش پر پتا نہیں کتنا خرچ کیا جاتا ہے لیکن انصاف ناپید ہے یہ ایک حقیقت ہے اور ہمیں ماننا چاہئے۔ جب تک ہم حقیقت تسلیم نہیں کریں گے تو ہم improvement کیسے کریں گے۔ ہمیں یہاں پر صرف تعریف نہیں کرنی یا صرف تنقید نہیں

کرنی بلکہ حقائق کو دیکھنا چاہئے کہ اس کے لئے تمام methods استعمال ہو چکے ہیں لیکن آج تک انصاف ناپید رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے پاس ایک concept ہے اور وہ concept of mobile courts ہے۔ میں نے آج سے پندرہ بیس سال پہلے کہیں پڑھا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس پر عمل کریں تو انہی وسائل میں رہتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ عوام کو ان کی دہلیز پر انصاف مل سکتا ہے۔ ہر تحصیل میں جج بہت ہیں وہاں پر تقریباً دس دس بارہ بارہ ججز کام کر رہے ہیں۔ میں روزانہ دیکھتا ہوں اور عوام کے ساتھ رہتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا اور کسی کو انصاف نہیں ملتا۔ اگر وہی جج جس وقت وقوعہ ہوتا ہے اسی وقت جائے وقوعہ پر پہنچ جائے کیونکہ آج کل تو کمیونیکیشن ہے، ٹیلی فون ہیں اگر جج اسی وقت پہنچ جائے، وہاں پر ایس ایچ او اور ناظم یونین کونسل یا گاؤں کا معزز آدمی بھی ہو۔ چونکہ fresh evidence ہوتی ہے، کوئی جھوٹ نہیں بولتا اور سچی بات نظر آ رہی ہوتی۔ اگر یہ چار بندے وقوعے کے وقت پہنچ جائیں اور بیٹھ کر حقائق دیکھ کر دونوں طرف سے سن کر ایک دن لگائیں، دو دن لگائیں بیٹھ کر اگر اس کا فیصلہ کر کے اٹھ آئیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے انصاف دہلیز تک پہنچا دیا اور نہ وکیلوں کے چکر میں پڑا۔

جناب سپیکر! ہوتا یہ ہے کہ جب وقوعہ ہوتا ہے تو ایف آئی آر لکھنے میں ہفتہ لگ جاتا ہے۔ گواہان پیسا لے کر بدل جاتے ہیں، پولیس جو تفتیش کرتی ہے اس کے نتیجے میں سارا کیس خراب ہو جاتا ہے اور پھر عدالتوں میں جا کر انصاف حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس لئے اگر mobile courts بن جائیں تو اس طرح نہ تو خرچ زیادہ ہو گا انہی وسائل کے اندر رہتے ہوئے لوگوں کو انصاف مل سکے گا۔ ابتداء میں یہ ایک یاد واضلاع میں trial کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! ہمارا پوٹھوہار کا علاقہ پورے پاکستان کو مونگ پھلی کھلاتا ہے اور میں دو تین دفعہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور وزیر زرعی مارکیٹنگ جو کہ تشریف فرما نہیں ہیں یہ چکوال گئے تھے میں نے ان کو بتایا تھا اور انہوں نے ہزاروں لوگوں کے سامنے وعدہ کیا تھا لیکن اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا۔ ایک زمیندار مونگ پھلی تو پیدا کر لیتا ہے لیکن جب مارکیٹ میں جاتا ہے وہ غریب علاقہ ہے وہاں پر گاہک یا منڈی والے نہیں ہوتے ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے۔ ایک تو وہ اپنی مرضی سے ریٹ لگاتے ہیں دوسرا اس کو چٹ دے دیتے ہیں کہ آپ اگلے مہینے آئیں۔ پیسے اگلے مہینے دیں گے وہ دو دو، تین تین مہینے ذلیل ہوتا رہتا ہے اس کو قسطوں میں پیسے ملتے ہیں اس طرح وہ discourage ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھ لیں کہ سوہاوا سے لے کر چکوال تک آپ

کو مونگ پھلی نظر نہیں آئے گی جبکہ یہ مونگ پھلی کا خاص علاقہ تھا۔ لوگ discourage ہو کر اس کی کاشت چھوڑ رہے ہیں۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ جن جن علاقوں میں مونگ پھلی ہوتی ہے وہاں پر اگر دس سے بارہ purchase centres قائم کر دیئے جائیں تو اس سے کسان کو معقول معاوضہ ملے گا۔ حکومت اگر 370 مرکز گندم کی خریداری کے لئے مقرر کر سکتی ہے تو مونگ پھلی کے مرکز خریداری قائم کرنے سے عوام کو فائدہ ہو گا۔ میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا اور وزیر مارکیٹنگ نے بھی کہا ہے اس لئے امید ہے کہ وہ اس پر عمل کریں گے۔

جناب والا! ہمارے بارانی علاقے میں sub soil water بہت نیچے ہے اور ٹیوب ویل سے پانی نکالنا بڑا مشکل ہے۔ بارشیں کافی ہوتی ہیں لیکن برساتی نالوں کے ذریعے پانی بہہ کر دریاؤں میں چلا جاتا ہے اور اس طرح ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر یہ ڈیمز بنا دیئے جائیں میں یہ نہیں کہتا کہ ڈیم نہیں بن رہے۔ پچھلے سال میرے علاقے میں صرف ایک ڈیم بنا ہے جس پر ساڑھے چھ کروڑ روپے خرچ آئے ہیں۔ جونہی ڈیم بنا ہے تو تین چار میلوں میں ٹیوب ویل لگ گئے ہیں کیونکہ اس طرح sub soil water اوپر آ جاتا ہے۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ اگر بارانی علاقوں میں چھوٹے ڈیم بنا دیئے جائیں بڑے ڈیم تو آپ کو پتا ہی ہے کہ سیاست کا شکار ہو رہے ہیں کہ آدھی قوم کہتی ہے کہ بناؤ اور آدھی کہتی ہے کہ نہیں بناؤ جبکہ عوام کی اکثریت بنانا چاہتی ہے لیکن سو فیصد تو کوئی بھی راضی نہیں ہوتا۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ چھوٹے ڈیم بنا کر پانی کے ضیاع کو روکا جائے۔ چیمہ صاحب نے مہربانی کرتے ہوئے میرے علاقے میں ایک ڈیم تجویز کیا ہے اس سے بیس ہزار ایکڑ اراضی سیراب ہو سکتی ہے۔ وہ 1962 سے feasible آ رہا ہے لیکن پتا نہیں ہر دفعہ کس کی نظر ہو جاتا تھا۔ اب میں نے پڑھا ہے کہ وہ بن رہا ہے اس لئے میں وزیر خزانہ صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ وہ بارانی علاقوں میں دلچسپی لے رہے ہیں۔

جناب والا! جب آپ زمیندار کو کوئی سہولت دیتے ہیں تو وہ misuse نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کر سکتا ہے جبکہ شہروں میں، میں دیکھتا ہوں۔ میں پارلیمانی سیکرٹری تھا اور میرے پاس گاڑی تھی وہ واپس لے لی گئی۔ میں نے تین ماہ بعد دیکھا کہ وہ تلہ گنگ میں پھر رہی تھی اور چھ مہینے بعد میں نے دیکھا کہ وہ راولپنڈی میں پھر رہی تھی۔ اس پر سبز پلیٹ لگی ہوئی ہے اور یہ پتا نہیں کہ اس کو کون چلا رہا ہے۔ یہ قومی دولت کا ضیاع ہے۔ اگر ایک بیلچہ بھی لینا پڑے تو ہمیں ووچر اور اتھارٹی لینی پڑتی ہے اور میں یہاں دیکھتا ہوں کہ پچھلے تین سالہ ریکارڈ کے مطابق آدھی گاڑیوں کا پتا ہی نہیں کہ

کدھر ہیں۔پندرہ پندرہ لاکھ کی گاڑی ہے۔بندے کو مل گئی مگر پتا ہی نہیں کہ کدھر گئی اور اس کا کیا بن رہا ہے۔اس لئے میں گزارش کروں گا کہ we shlould be very economical while spending money on Ministers and others

جناب سپیکر! میرے علاقے میں ایک قصبہ ہے جس کا نام لاوا ہے یہ ایشیا کا سب سے بڑا قصبہ ہے جس کا 35 میل تک ایریا ہے اور اس گاؤں کی اپنی زمین 80 کلو میٹر from تحصیل ہیڈ کوارٹر تلہ گنگ جہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب نے وہاں پر جا کر لاوا کو تحصیل کا درجہ دینے کا اعلان کیا اور اس بات کو اڑھائی سال ہو گئے ہیں۔ میں نے فزیبلٹی بنوائی اور سارے کاغذات تیار کروا کر ضلع سے approve کروایا۔ پھر اس کے بعد بورڈ آف ریونیو سے کروایا پھر سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو سے personally request کر کے کروایا لیکن پتا نہیں وہ سیاست کی نذر ہو گیا ہے کیونکہ اس علاقے میں سیاسی مسائل ہیں اور وہ کسی صاحب نے رکوا دیا ہے جبکہ عوام پوچھتے ہیں کہ حکومت کے دعوے اور وزیر اعلیٰ کے اعلان کدھر گئے اور وہاں پر ہمارا استحقاق مجروح ہوتا رہتا ہے۔ تو مہربانی کر کے دیکھا جائے کہ اس کا کیا بنا ہے اور اس کو کیوں نہیں بنایا جا رہا جبکہ اس کے ایک سال بعد کلر سیداں اور حضرو دو تحصیلوں کا اعلان ہوا اور وہ بن بھی گئی ہیں۔ وہاں پر رہنے والے سبھی پاکستانی ہیں تو اس قسم کے کام اچھی گورنمنٹ کو زیب نہیں دیتے اور اسے گڈ گورننس نہیں کہتے اس لئے خیال کیا جائے اور لوکل گورنمنٹ منسٹر بھی بیٹھے ہیں جن سے میں درخواست بھی کرتا ہوں کہ مہربانی کریں کیونکہ یہ عوام کا مسئلہ ہے اور اس میں میرا ذاتی مسئلہ نہیں ہے جبکہ میرا تو گھر بھی اس تحصیل میں نہیں آتا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسی بجٹ میں رہتے ہوئے ہم نے گھر کا بجٹ بنانا ہوتا ہے اور سادگی کی باتیں کرتے ہیں لیکن دیکھا گیا ہے کہ on ground ہم اتنا پیسا اور وقت ضائع کرتے ہیں۔ شادی بیاہ کی رسمیں ہوں یا کوئی اور رسم ہو، ہم اس کے شوقین ہیں اور دنیا جہاں کے جتنے بھی کسی دوسری اقوام یا ملکوں کے فنکشنز کو اپنے اوپر اپنا لیا ہے جیسے آج برتھ ڈے ہے، آج ویلنٹائن ڈے ہے، آج نیو ائیر ڈے ہے، آج فادر ڈے ہے اور ان پر صرف دکھاوے اور نمود و نمائش کے نام پر ہم اتنا زیادہ پیسا خرچ کر کے سمجھتے ہیں کہ شاید اس طرح جو کر رہا ہے وہ بڑا آدمی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ چھوٹا آدمی ہے۔ وقت اور پیسے کا ضیاع کر رہا ہے، بڑی گاڑی میں ہونا یا بڑے گھر میں بیٹھنا بڑائی کا کام نہیں ہے، بڑائی کا کام یہ ہے کہ بڑا کام کریں، عوام کی خدمت کریں اور قوم کے ایک ایک دھیلے کو امانت سمجھ کر خرچ کریں لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ خاص طور پر جن افراد کے

پاس پیسا وافر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حلال کمائی والا یہ کام نہیں کر سکتا۔ یہ وہی کرتا ہے جس کا easy come easy go اور خاص کر میری بہنیں، بچیاں اس ایوان میں بیٹھی ہیں، خواتین بیٹھی ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اسمبلی میں آئی ہیں تو سادگی اپنائیں اور دوسری خواتین کو بھی کہیں اور یہ بوتیک پر جانا اور یہ بیوٹی پارلر جیسی فضول چیزوں کو کم کریں۔ پنجابی وچ آکھدے نیں "ہتھ ہولا رکھو"۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایک بوتیک میں جائیں تو اتنے خرچے سے ایک غریب آدمی مہینے کا آٹا خرید سکتا ہے لیکن وہ نہیں لے سکے گا اور وہ ادھر بوتیک میں پانچ ہزار اور پتا نہیں ایک لاکھ کا شادی کا جوڑا صرف ایک دن پہنا جاتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی کم ظرفی اور کم عقلی کی بات ہے کہ شادی کے لئے ڈیڑھ لاکھ کا جوڑا ایک گھنٹے کے لئے تیار کروانا غلط ہے اور ہمیں یہ چیزیں کنٹرول کرنی ہوں گی کیونکہ ملک کے اندر پیسا ہے لیکن اس کو حکومتی سطح پر بھی اور individual level پر کافی ضائع کیا جاتا ہے تو اس حوالے سے سادگی کے لئے درخواست ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے کہ مرد ایک کماتا ہے اور دس کھاتے ہیں اور پھر جائز و ناجائز، حرام حلال وہ سارے کرتے ہیں کیونکہ اس کو ڈیمانڈز ملتی ہیں تو پھر وہ ناجائز دولت اکٹھی کرتا ہے جبکہ مجھے اس حوالے سے ایک شعر یاد آتا ہے کہ:

زندگی کو خواہش زر میں بسر کرتے رہے
اک کفن کے واسطے کتنا سفر کرتے رہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ESR کے حوالے بڑا اچھا کام ہوا ہے اور بڑے سکولوں کی تزئین و آرائش ہوئی ہے لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ دو سال پہلے جو پیسا تھا وہ آج آدھا ہو گیا ہے۔ پہلی دفعہ میرے حلقے کے 25 سکولوں کی تزئین و آرائش ہوئی، پھر 14 کی اور اس دفعہ مجھے کہا گیا کہ صرف چار سکول دو تو میری درخواست ہے کہ 50 فیصد سکول ہمارے کھنڈر بنے پڑے ہیں۔ جب سے پاکستان بنا ہے کسی نے اینٹ نہیں لگائی تھی اور یہ پہلی حکومت ہے جس نے سکولوں کو take up کیا اور میں on the floor of the House یہ کہتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کا یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ آپ آج جدھر جائیں آپ کو سکولوں کی نئی عمارتیں نظر آ رہی ہیں، چار دیواریاں بنی ہوئی ہیں، پانی ہے، نلکے ہیں، بجلی ہے، پنکھے چل رہے ہیں جو کہ ایک اچھا قدم ہے لیکن ابھی اس میں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ میری درخواست ہے کہ ESR کے حوالے سے کہ جب تک ایک بھی سکول رہ جاتا ہے تو اس وقت تک ان

کو کام کرتے رہنا چاہئے اور اس مقصد کے لئے زیادہ فنڈز مختص کئے جائیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: Next is ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب!

(ڈاکٹر جاوید صدیقی کے نام پکارنے پر اپوزیشن بنچز سے ایوان میں نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع دیا۔ میں کوشش کیا کرتا ہوں کہ اپنی بجٹ تقریر کا آغاز اپنے معصوم، پیارے اور بھولے وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف مبذول کروا کے کروں۔ میں ان کی خدمت میں اپنی بات کا آغاز یہاں سے کرتا ہوں کہ:۔

دل من پوی تا لنگھ آویں
میڈھے گھر دا سوکھا راہ اے
میں واسی ڈکھ دے صوبے دا
ضلع غم تحصیل جفا اے
چند میل فراق دے موضعے توں
ہک ہنجواں دا دریا اے
جداں حسنین پرلی منڑھ ٹپ سیں
اگوں سامنے میڈی جھاہ اے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس شعر میں شاعر نے اپنے جنوبی پنجاب کے اس وسیب کی عکاسی کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ "کیا جنوبی پنجاب۔" "میں نے کہا "کیا ہے۔" "اونہہ آکھیا کہ "پنج آب ساہیوال تک، اگاں تک آ، اووی کئیں ویلے خشک اے تے کئیں ویلے ترائے۔" "ہم تو ایک آبی ہیں۔" خیر وہ ایک الگ بات ہے۔ اس نے پسماندگی کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں مداخلت کروں گا کہ پنج آب جا کے دریائے سندھ میں ملتے ہیں اور وہ زیادہ جنوبی پنجاب میں بہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: اگرچہ بہاؤ کے لحاظ سے آپ کی بات درست ہے لیکن میں نے بتانے کی کوشش کی ہے کہ وہاں آپ ستلج کو دیکھ لیں، آپ دریائے چناب کو جا کر دیکھ لیں۔ آپ وہیں کے رہنے والے ہیں اور پانی بیچارہ شرمندہ ہو کر نالیوں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب!پنجند بھی آپ کے جنوبی پنجاب میں ہے اور تونسہ بیراج سے بھی پانچ دریا گزرتے ہیں اور گدو بیراج سے بھی پانچ دریا گزرتے ہیں جو کہ سب آپ کے علاقے سے گزرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: میں عرض کر رہا تھا کہ جہاں سے میرا تعلق ہے وہاں ہم ڈیڑھ کروڑ روپےbale cotton produceکرتے ہیں۔ ہم تقریباًڈیڑھ کروڑ ٹن گندم produceکرتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پنجاب دی وجہ توں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: یہ جو کاٹن ہے اس کی مارکیٹ میںvalueدس ارب روپے ڈالر کے قریب ہے اور جو گندم ہم produceکرتے ہیں اس کی مالیت بھی ایک ارب روپے ڈالر کے قریب ہے۔ جب بات انویسٹمنٹ کی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ سیالکوٹ میں ریونیو بہت آتا ہے۔ میرے بھائی یہ ساری ٹیکسٹائل ملیں لاہور سے ملتان روڈ والی، لاہور سے فیصل آباد روڈ والی، لاہور سے شیخوپورہ روڈ والی ملیں بند ہو جائیں گی اور یہ سندر سٹیٹ بند ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! یہ ساری کی ساری ٹیکسٹائل ملیں اور ان کا ریونیو جنوبی پنجاب کے مرہون منت ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارا کسان گندم کو بو کر محنت، مزدوری اور کوشش سے پورے پاکستان کے 15 کروڑ عوام کو روٹی فراہم کر رہا ہے اور ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے اور الحمد للہ ہمیں اس پر فخر اور خوشی ہے لیکن یہ کاٹنproduceدینے والا، یہ لوگوں کی ٹیکسٹائل ملیں آباد کرنے والا، ٹیکسٹائل ملوں میں لاکھوں لوگوں کو نوکریاں دینے والا علاقہ، جب ریونیو کی بات ہوتی ہے تو بھئی جب بجٹ بنائے جاتے ہیں، بجٹ بنانے والے کوئی پرچون کی دکان نہیں کر کے بیٹھے ہوتے جو زیادہ محنت کرے گا اس کو زیادہ معاوضہ دیں گے۔ جو سربراہ ہوتا ہے وہ چیف منسٹر ہو یا پرائم منسٹر، اس کی نظر میں سارے برابر ہوتے ہیں اور سارے اس کی اولاد ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ جو بیٹا زیادہ کما کے آئے اس کو ماں چار روٹیاں دے اور جو کم کما کے آئے بیچارے کو نوکری نہیں ملی تو اس کو ایک روٹی دے۔ ماں کا دیکھنے کا انداز ایک جیسا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! میری اس ساری تقریر کرنے اور سارا کچھ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے سندر سٹیٹ بنایا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، اس دفعہ یہ سیالکوٹ روڈ پر انڈسٹریل ایریا بنا رہے ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ جب انڈسٹریل ایریے کو اس طرف آباد نہیں

کیاجائے گا،incentive نہیں دیئے جائیں گے ملتان، بہاول پور اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن کی طرف encouragement نہیں دیا جائے گا تو وہاں پر بے روزگاری کے بڑھتے ہوئے طوفان میں کمی نہیں آئے گی بلکہ وہ بڑھتا ہی چلا جائے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ یہاں دو چار سبجیکٹ میں جو کچھ ہوا ہے جب میں حوالے دوں گا آپ کو تو ایک بات حکومتی بنچز ذرا ذہن میں رکھ لیں۔ تقابلی جائزہ کرتے وقت میرا مقصد کوئی نفرتیں بڑھا کر اور یہ ثابت کر کے کہ بھئی آپ ظالم ہیں اور ہم مظلوم ہیں اس سے میں کوئی کریڈٹ حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ میں اگر مظفر گڑھ، بھکر یا میانوالی کی پسماندگی کا ذکر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہاں پر پسماندگی ختم ہو میں نے جا کر وہاں کوئی ووٹ نہیں لینے یا حکومت کی خوشامد یا تعریف کر کے مجھے وزیر بھی نہیں بننا مجھے مشیر بھی نہیں بننا مجھے جھنڈا بھی نہیں لگوانا میں نے اپنے بھائی کو سینیٹر بھی نہیں بنوانا اگلے دن جا کر میں نے پٹواری کا جا کر تبادلہ بھی نہیں کروانا۔ میرا تو مقصد یہ ہے کہ اس طرف جو بے چینی پیدا ہو رہی ہے اس طرف جو نفرتیں جنم لے رہی ہیں میں ان کو ختم کرنے کے لئے یہاں تجاویز دیتا ہوں میرا مین مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں لوگ ایسا سوچ رہے ہیں مثلاً میں نے تو نہیں کہا وہاں لوگ کہہ رہے ہیں کہ:

ساڈے منہ تے جندرے جبر دے
تے ساڈے ہتھ کڑیاں وچ بند

یہ میں نے نہیں کہا وہاں کا شاعر کہہ رہا ہے کہ:

اساں قیدی تخت لاہور دے
اساں قیدی تخت لاہور دے

یہ اور شاعر کہہ رہا ہے کہ

میں ترساں میری روح وی ترسے
مینوں آکھ نہ پنج دریائی

وہ کہتا ہے کہ میرے پورے چولستان کو پینے کا پانی نہیں ملتا میرا تو پورے کا پورا تھل غیر آباد ہے۔ میرے تو لوگوں کو پینے کا پانی پینے کے لئے پندرہ پندرہ، بیس بیس میل تک جانا پڑتا ہے۔ بے شمار علاقے ایسے ہیں کہ جہاں پر انسان اور جانور ایک ہی جگہ ذخیرہ کئے ہوئے پانی سے پانی پیتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بخدا یہ دیکھا ہے کہ بندہ نیچے اترا ہے وہاں کائی جمی ہوئی تھی اس نے کائی ہٹائی ہے اور دو کلیاں کی ہیں اور بعد میں پانی پینا شروع کر دیا۔ چیئرمین پی اینڈ ڈی بجٹ بنانے

والے سیکرٹری وہ لوگ بناتے ہیں ان کو کیا پتا ہے، ان کو کیا پتا کہ ترنڈا محمد پناہ میں کیا ہو رہا ہے، ان کو کیا پتا ہے کہ جتوئی میں کیا ہو رہا ہے؟ وہ تو ائر کنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھ کر یہ بجٹ بناتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا نہیں کر رہے ہیں تو میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ وہ حکمرانوں کے ساتھ بھی اچھا نہیں کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ اچھا اس لئے نہیں ہو رہا ہے کہ اگر محرومی کی بات میں دلائل سے ثابت کروں گا اگر یہ محرومی ختم ہو گی میں نے پچھلی مرتبہ بھی کہا تھا تو محرومی ختم کرنے کا سہرا تو پرویز الٰہی کے سر جائے گا میرے سر تو نہیں جائے گا۔ اگر یہ وہاں پر سڑکیں دیں گے اگر یہ وہاں پر نہریں دیں گے اگر یہ وہاں پر صنعتیں دیں گے اگر یہ وہاں پر روزگار کے مواقع فراہم کریں گے تو بول بالا تو ان کا ہو گا میرا تھوڑا ہو گا۔ میرے پاس تو الفاظ بھی نہیں ہوں گے اور میرا منہ بند ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کل جب الیکشن آئیں، کل جب انتخابات آئیں انہوں نے اتنی ہی ڈویلپمنٹ کی ہو میرے ہی مشوروں پر انہوں نے وہاں اتنی ڈویلپمنٹ کر دی ہو کہ جب میرے مقابلے پر جب یہ اپنا امیدوار کھڑا کریں تو میری ضمانت ضبط ہو جائے۔ میں اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے، اپنی سیٹ کو بچانے کے لئے اگر میری نیت خراب ہو تو مجھے چاہئے کہ میں ان کی کوتاہیوں پر آنکھیں بند رکھوں، ان کو غلطیوں پر غلطیاں کرنے دوں تاکہ ان کی غلطیوں سے فائدہ اٹھا کر میں نعرے مارتا ہوا، تقریر کرتا ہوا الیکشن میں جیت کر دوبارہ یہاں آ جاؤں لیکن میں اگر نمائندہ منتخب ہوا ہوں تو میں نمائندگی کے لئے یہاں آیا ہوں میں یہاں وزیر بننے، جھنڈے لگانے، اقتدار حاصل کرنے کے لئے یہاں نہیں آیا۔ وہ بعد کا مرحلہ ہے، سب سے پہلا میرا کام ہے کہ میں جہاں کا نمائندہ ہوں یہاں آ کر حق نمائندگی ادا کروں۔ جو کچھ ہوا میں دیکھ رہا ہوں جو کچھ بجٹ کی کتاب میں، میں نے پڑھا ہے میں آ کر یہاں پر بیان کروں۔

جناب سپیکر! صورتحال یہ ہے کہ 100۔ارب روپے کے ڈویلپمنٹ کے پروگرام میں ایک بڑا تاریخی کام ہے کہ انہوں نے 100۔ارب روپے کا پنجاب کو سالانہ ڈویلپمنٹ پروگرام دیا ہے اس پر یہ تعریف کے مستحق ہیں لیکن آپ یہ دیکھیں کہ وہ کون ہے جس نے جنوبی پنجاب کی ساڑھے تین کروڑ کی آبادی کو صرف 5۔ارب روپیہ دیا ہے اور 95۔ارب روپیہ اٹھا کر انہوں نے اپر پنجاب کو دے دیا۔ ساڑھے تین کروڑ کی آبادی ہے جنوبی پنجاب کی۔ حصے کے مطابق 40۔ارب روپیہ ہمارا حق بنتا ہے۔ 40۔ارب روپے کا جو ہمارا حصہ بنتا تھا ہمیں 5۔ارب روپے دیا گیا ہے اور وہ 35۔ارب روپے کا ڈاکا پڑا ہے ہمارے حقوق کے اوپر، اچھا اب یہ مجھے کیا کہتے ہیں جب میں احتجاج

کرتا ہوں تو مجھے کہتے ہیں ایک کھڑا ہو جائے گا جناب! ہم نے دو کروڑ روپے کی نہر دی ہے، دوسرا کھڑا ہو گا کہ ہم نے تین کروڑ روپے کا ہسپتال دیا ہے بھئی میں مانتا ہوں میں کہہ تو رہا ہوں کہ آپ نے ہمیں 5۔ارب روپیہ دیا ہے اس کا بھی اگر آپ مجھ سے شکریہ ادا کرانا چاہتے ہیں تو میں دو ہاتھ سے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ وہ بھی اگر آپ نہ دیتے تو ظاہر ہے میں کیا کہہ سکتا تھا، میں کیا کر سکتا تھا؟آپ مثال دیکھیں، میری سادگی دیکھیں، ہمارا بھولپن دیکھیں، ایم پی اے کا تین سال کا ڈویلپمنٹ بجٹ جو صوابدیدی تھا ڈیڑھ کروڑ روپے اس ڈیڑھ کروڑ روپے میں سے مجھے اگر راجہ بشارت صاحب نے ذاتی دلچسپی لے کر دیا ہے میرے حلقے کے فنڈ میں سے تو میری سادگی دیکھیں کہ میں اس پر بھی ان کا شکر گزار ہوں۔ علیحدہ بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، منہ کے اوپر بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ سوال ہی نہیں ہے کہ میرا ایک کروڑ، تیس لاکھ روپیہ میرے حق کا کس کو دے دیا گیا۔ ہماری تو صورتحال یہ ہے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ''جاگ سرائیکی جاگ'' کے نعرے یہ میرے نعرے نہیں ہیں نہ میں ان کے حق میں ہوں میں آپ کو دو چار کوائف دیتا ہوں۔

جناب والا!آپ باقی باتوں کو چھوڑ دیں اپنی پارٹی کے ساتھ تو انصاف کیا جائے چلو ہم تو اپوزیشن کے ہیں ہمیں ٹھکرایا جائے ،ہمیں مسترد کیا جائے ٹھیک ہے وہ اپنے تقاضے ہیں لیکن یہ دیکھیں یہ کوائف کی بات ہے اگر غلط ہو تو مجھے ابھی کھڑا ہو کر جھٹلا دیں اور میں معافی بھی مانگوں گا۔

جناب سپیکر!تین ڈویژن ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خاں کے 82 ایم پی اے ہیں جو حکومت کے ساتھ ہیں ان میں سے 9 وزیر ہیں اور ایک گوجرانوالہ ڈویژن 34 ایم پی اے ہیں حکومت کے ساتھ 11 وزیر ہیں۔ قصور کیا ہے؟ میں تو وزیر نہیں بنتا جب ملتان بہاولپور ڈیرہ غازی خان تین ڈویژن کے 82 ایم پی اے کی باری آتی ہے تو 9 وزیر ہیں اور ایک گوجرانوالہ ڈویژن جہاں کے چیف منسٹر صاحب بھی جس میں شامل ہیں ان کے جب ایک ڈویژن کی باری آتی ہے تو 11 وزیر ہیں۔ کیا قصور ہے لودھراں والوں کا، کیا قصور ہے بہاولپور والوں کا، کیا قصور ہے وہاڑی والوں کا، کیا قصور ہے لیہ والوں کا؟ اور ملتان کو ایک وزارت کا ٹوٹا دے دیا گیا ہے وہ اس میں بھی جھومتا پھرتا ہے۔ اندازہ کریں آپ، ہمیں تو وزارت کا ٹوٹا ایگریکلچر کا کاٹ کر دیا گیا ہے ہم تو اس پر بھی خوش ہیں کہ چلو اللہ سائیں نے جھنڈا لا دتا اے۔ میری مراد یہ ہے، چلیں آگے چلیں اس کی کوئی تردید ہے اچھا جو 9 وزیر بنائے گئے ہیں 82 میں سے یعنی یہاں 34 میں سے 11 وزیر اور کوئی 17 مشیر ہوں گے میں

ان کا ذکر نہیں کرتا یعنی ہر تیسرا بندہ وزیر ہے اور جب جنوبی پنجاب کی باری آئی ہے تو دسواں بندہ وزیر ہے اور محکمے سنیں جی، جنوبی پنجاب کے محکمے ہیں ماحولیات، بیت المال، زکوٰۃ، فشریز، لیٹریسی۔۔۔ آوازیں: فنانس بھی ہے۔۔۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: میں کہوں گا اگر دو بندوں کو اہم وزارت دی گئی ہے حسنین دریشک کو اور لودھی صاحب کو تو وہ جنوبی پنجاب کو نہیں دی گئی وہ منہ ملاحظہ ہے ان کے والد صاحب وفاق میں وزارت مانگتے تھے ان کو ٹھنڈا کرنے کے لئے صوبے میں راضی کیا گیا ہے اور ارشد لودھی صاحب کو اگر وزارت دی گئی ہے جو سینئر ان کے ساتھی تھے تو ان کے ساتھ ظلم یہ کیا ہے کہ جو اہم ٹوٹا تھا وہ اتار کر ملتان میں دے دیا ان کو بھی ادوادھ کر دیا تعلق ان کا جنوبی پنجاب سے تھا۔ اچھا گوجرانوالہ ڈویژن میں کیا ہے وزیر اعلیٰ صاحب تو کہتے ہیں کہ چلو تعلق ہے لیکن آپ دیکھیں، ایجوکیشن عمران مسعود سکنہ گجرات (قہقہے)

انڈسٹریز، اجمل چیمہ صاحب، ہیلتھ یعنی ہیلتھ، ایجوکیشن، انڈسٹریز، لیبر، بلدیات، قانون، رورل ڈویلپمنٹ، فوڈ، ٹرانسپورٹ یعنی آپ دیکھیں کوئی شے بچی ہے کسی کے لئے۔(نعرہ ہائے تحسین) کوئی نہیں بچی۔ میری مراد یہ ہے میں نے پچھلی مرتبہ بھی کہا تھا آپ اسی ایک کو دیکھ لیں اچھا گورنر اپر پنجاب، سپیکر (قابل احترام) اپر پنجاب، وزیر اعلیٰ اپر پنجاب، ڈپٹی سپیکری ساڈے حصے وچ اودا وی شکریہ (قہقہے)

جناب سپیکر! ایک میں عرض کرتا ہوں اکثر ہمارے اوپر الزام آتا ہے میرے دوست حقائق کو نہیں دیکھتے کہتے ہیں کہ ہمیشہ جنوبی پنجاب حکمران رہا ہے جنوبی پنجاب کے ہمیشہ حکمران رہے اور انہوں نے کچھ نہیں کیا اور ہم کر رہے ہیں۔ سنیں، میٹرک میں نے 1976 میں کیا ہے مجھے پہلے کا تو نہیں پتا 1977 سے لے کر آج تک 29 برس گزر گئے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ اگر میں غلط کہوں تو میری تصحیح کر دیں میں انسان ہوں۔ 29 برس میں جنوبی پنجاب سے صرف 3 سال کے لئے ایک چیف منسٹر رہا ہے جس کا نام غلام حیدر وائیں تھا وہ بھی آپ کو پتا ہے اللہ انہیں جنت میں جگہ دے۔ آپ کو پتا ہے کہ کن کا وہ ذاتی، میں نہیں کہتا وہ تو اللہ ان کو جنت میں جگہ دے وہ تو ملتان سے میاں چنوں کی سڑک بھی نہیں بنوا سکے تھے، خیر ہم پھر بھی 29 سال میں سے 3 سال کی منسٹری اور 3 سال اور چالیس دن کی گورنری۔ تین سال مخدوم سجاد قریشی، چالیس دن کھوسہ صاحب، 29 برس میں سے تین سال چالیس دن کی گورنری اور 29 برس میں سے تین سال کے لئے غلام حیدر وائیں

وزیر اعلیٰ رہے ورنہ کون رہے ہیں میاں محمد نواز شریف، میاں محمد شہباز شریف۔۔۔

آوازیں: صدر پاکستان جنوبی پنجاب کے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: میں صرف پنجاب کی بات کر رہا ہوں اگر صدر پر جائیں گے تو میں پوری ایک گھنٹے کی تقریر کر دوں گا۔ صرف پنجاب تک رہیں اس وقت پنجاب کی بات ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بجٹ پر بات کریں یہ باتیں چھوڑیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔ میں اس پر آ رہا ہوں۔ میں ایک غلط بیانی clear کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے اندر 29 برس میں سے صرف تین سال کی چیف منسٹری اور گورنری، 26 سال ہمیں اقتدار میں کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔ آپ نکئی صاحب کو دیکھ لیں، آپ وٹو صاحب کو دیکھ لیں، اب پرویز الہیٰ صاحب کو دیکھ لیں، شہباز شریف صاحب کو دیکھ لیں، نواز شریف صاحب کو دیکھ لیں، بہر حال میں clear کرنا چاہتا ہوں کہ 29 برس میں سوائے تین سال کے 26 سال سے ہمارے اوپر حکمرانی اپر پنجاب کے لوگوں کی ہی رہی ہے۔ اب میں بجٹ پر آتا ہوں۔

جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بات جو غلط ہو رہی ہے اس کی اصلاح ہو۔ کیونکہ وہاں کے لوگ یہ کہیں کہ جب ہم لاہور کی جیل روڈ پر جاتے ہیں، جب ہم لاہور کی نہر والی روڈ پر جاتے ہیں، جب ہم لاہور کی مال روڈ پر جاتے ہیں، وہ لوگ کیوں کہیں؟ میں ان کا منہ بند کرنا چاہتا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی گندم اور پٹ سن کی بو آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جیب ہماری ہے ہاتھ کسی اور کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم کماتے ہیں تو ہمارے اوپر خرچ کیا جائے۔ میں ان کی زبان بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس قسم کی جو باتیں ہیں وہ نہیں ہونی چاہئیں۔ اس قسم کی باتوں کو ختم ہونا چاہئے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ اس میں ان کو شامل کیا جائے۔ یہاں کے فوارے، یہاں کی آبشاریں، یہاں کی نہریں ہمیں عزیز ہیں۔ یہاں لاکھوں گیلن پانی آپ لوگوں کو خوبصورتی دکھانے کے لئے خرچ کر دیتے ہیں، یہاں آپ کی بیسیوں گاڑیاں پانی لے کر پودوں کو سیراب کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور ادھر پورے کا پورا چولستان پینے کے پانی کا پیاسا ہے۔ آپ کی منصوبہ بندی کرنے والے چیئرمین پی اینڈ ڈی کو میرے بس میں آئے تو میں اس کو جیل میں ڈال دوں اس لئے کہ اس کو نظر نہیں آتا۔ وہ کبھی ادھر جائے تو اس کو نظر آئے۔

جناب والا! میں اب دو تین باتیں کر کے آپ سے اجازت چاہوں گا۔ ایک ہماری طرف

بیروزگاری کا طوفان ہے۔یہاں ایک مرتبہ انھوں نے کہا کہ ہم دس لاکھ نوکریاں دیں گے، ڈیسک بجے۔دوبارہ انھوں نے کہا کہ تیرہ لاکھ نوکریاں دیں گے، ڈیسک بجے۔اس سال انھوں نے کہا ہے کہ دو سالوں میں پینتیس لاکھ نوکریاں دیں گے، ڈیسک بج رہے ہیں لیکن میں جہاں کا نمائندہ ہوں، میں کہتا ہوں کہ یہ اتنی تو مہربانی کیا کریں، اچھا وہ نوکریاں کہاں سے آنی ہیں، گورنمنٹ سیکٹر نہیں دے سکتا، گورنمنٹ سیکٹر پانچ ہزار، دس ہزار، بیس ہزار نوکریاں دے دے گا۔انھوں نے نوکریوں کی جو بات کی ہے وہ وہاں کی ہے کہ جہاں پر انڈسٹری لگے گی۔جہاں پر revenue generate ہوگا، نئے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے۔جنوبی پنجاب میں روزگار کے نئے مواقع پرائیویٹ سیکٹر میں بنانے کے لئے آپ کو یقینی طور پر ایسی پالیسی بنانی پڑے گی۔انڈسٹریلسٹ کو incentives دینے پڑیں گے، ہم مانتے ہیں کہ لوگ وہاں نہیں جانے دیتے لیکن آپ کو ان لوگوں کو اپنا بچہ، اپنا بھائی، اپنا دوست، اپنے صوبے کا حصہ، محب وطن پاکستانی سمجھتے ہوئے آپ کو یہ دینا پڑے گا تو بات بنے گی۔میری بات کو غلط سمجھا جاتا ہے۔ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دعا کرو کہ:

دعا کرو کہ سرشت بہار زندہ رہے
گلوں کی باتیں چمن کا نکھار زندہ رہے
ہزار بار میں پیوند خاک ہو جاؤں
میرا وطن میرے پروردگار زندہ رہے

جناب والا! ہم نفرتیں ختم کرنے کی بات کرتے ہیں یہ حقائق سامنے لاکر کہ بھئی یہ زیادتی ہو رہی ہے اگر آپ اس زیادتی کا تدارک کر دیں گے تو آپ کی بھی نیک نامی ہو گی اور آپس میں محبت بھی بڑھے گی اور اس میں فاصلے بھی کم ہوں گے۔اب تو تین باتیں آپ دیکھ لیں کہ 7.5۔ارب روپے کی میں نے بات کی تھی۔اخبار میں اشتہار آیا تھا۔گزارش یہ ہے کہ دو باتیں ہیں۔حکومت پنجاب نے کہا کہ یہ پیسا ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا، میں اس بحث میں نہیں پڑتا لیکن 2004 میں اعلان کیا گیا کہ 7.5۔ارب روپے کو جنوبی پنجاب کی اکیس تحصیلوں اور ملتان شہر کو حکومت پنجاب پینے کا پانی اور سیوریج فراہم کرنے کے لئے استعمال کرے گی۔پھر 2005 میں اعلان ہوا، چیف منسٹر صاحب دو، تین، چار مرتبہ ملتان تشریف لے گئے، انھوں نے بالکل یہ اعلان کیا اور سب نے appreciate کیا۔اس مرتبہ پھر اعلان کیا گیا۔میرا سوال یہ ہے، میں تو اخبار کے اشتہار کی بات کرتا ہوں، وہ اخبار میں اشتہار دینے والا جو بندہ تھا اس نے سارا ہی سچ لکھ دیا، اس نے آخری کالم میں ایک

جگہ لکھا کہ "کام کی رفتار۔"لکھا ہوا تھا کہ "تیس کروڑ روپے کے ٹھیکے دے دیئے گئے۔"یہ نہیں لکھا کہ اس کا تیس کروڑ روپے کا کیا بنے گا، پورا مالی سال ختم ہو گیا۔اس کی حقیقت کیا ہے؟اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا پیسا ہے، 2000 میں ٹیم آئی تھی، اس وقت کے جو گورنر تھے انھوں نے ڈی۔ جی (کچی آبادی) کو اس کا انچارج بنایا تھا، 2003 کو پیسا آ چکا ہے، ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے کہنے سے کنسلٹنٹ مقرر ہو گئے ہیں، بد قسمتی یہاں سے شروع ہو گئی ہے کہ کنسلٹنٹ کمپنی کا نام انڈس کنسلٹنٹ ہے اور اس کے چیئرمین وفاقی وزیر سپورٹس ہیں۔انھوں نے وہاں جاکر کوئی دفتر بنایا ہے اور نہ وہ کام کی رفتار کو بہتر کرتے ہیں۔ پھر جب میں نے ڈی جی (کچی آبادی) سے احتجاج کیا کہ یار تو کام کیوں نہیں کرواتا، تین سال ہو گئے ہیں تو اس نے کہا کہ ہم شوکاز نوٹس کر رہے ہیں تو میں نے کہا کہ بلیک لسٹ کرو اور ان کو ختم کرو تو اس نے کہا کہ جناب!جب ہم کسی کو شوکاز نوٹس دیتے ہیں تو پیچھے سے فون آ جاتا ہے، انھوں نے کہا کہ تمانوں نیئں پتا وزیر صاحب دا ہے، ذرا ہتھ ہولا رکھو۔ میرا مطلب ہے کہ اگر یہ 7.5۔ارب روپیہ لگ جائے گا، جب خوشحالی آئے گی، آپ کے حلقے کو پینے کا پانی ملے گا، حسنین کو ملے گا، بھکر والوں کو ملے گا، رانا قاسم نون کو ملے گا، ان کے نام کا بول بالا ہو گا اور یہ اگلی دفعہ منتخب ہو جائیں گے۔ حکومت نے اربوں روپے کے اعلانات کئے ہیں۔ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ اگر وہ سارے کے سارے ارب روپے ہمیں مل جاتے تو ملتان سعودی عریبیہ بن جاتا، اتنے عرب وہاں آباد ہو جاتے لیکن صرف اعلانات کئے گئے ہیں۔آپ ایک مہربانی کریں، میں اپنی تجویز میں فنانس منسٹر کو یہ کہتا ہوں کہ میری اور چیئرمین پی اینڈ ڈی کی ایک کمیٹی بنا دیں اور ایک رکن اپنا بھی دے دیں۔ تین رکنی کمیٹی بنا دیں۔ ہم بیٹھ کر اس کے کام کی رفتار کا جائزہ لیتے ہیں کہ پچھلے تین سالوں میں ہر سال جتنے ارب روپے گورنمنٹ نے دیئے ہیں ان میں سے کتنے ارب روپے خرچ ہوئے ہیں، ہوتا کیا ہے؟ میں یہاں چیف منسٹر صاحب کی نیک نیتی کہتا ہوں لیکن بیوروکریسی کی سازش کہتا ہوں۔ چیف منسٹر نے کہا کہ میں نے ملتان کو 5۔ارب روپیہ دیا اور انھوں نے دے بھی دیا، سال گزر گیا، خوش ہو گئے کہ 5۔ارب روپیہ دے دیا ہے جب سال گزرا تو اس میں سے پچاس کروڑ روپیہ خرچ ہوا، 4.5۔ارب روپیہ جو بچا اگلی مرتبہ پھر کہہ دیا کہ ہم نے جنوبی پنجاب کو 4.5۔ارب روپیہ دیا، وہ ارب ختم ہی نہیں ہوتا۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کی کہ جب بھی، جہاں بھی، جس جگہ بھی موقع ملتا ہے ایک لینڈمارک ہے، بہت بڑی بات ہے کہ ملتان کے کارڈیالوجی کا ہمیشہ ذکر کیا جاتا ہے، اس کی حقیقت سن

لیں، پھٹی لگی 2000 میں، گورنر صاحب لگا آئے، 2001 میں کچھ نہیں، 2002 میں کہا گیا، 2003 میں ایک ارب روپے کا کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کے لئے بجٹ مقرر ہو گیا، اعلانات، تقریریں سارا کچھ ہو گیا۔ سال میں 33 کروڑ روپیہ خرچ کرایا گیا، 67 کروڑ روپیہ بچا لیا گیا، چلو بھئی! دوسرے سال میں خرچ کر دو، دوسرے سال میں پھر 25 کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا، یہ بجٹ کی باتیں ہیں، 40 کروڑ روپیہ پھر بچا لیا گیا اور اس سال 40 کروڑ روپے دے دیتے، نہیں۔ وہ جس کا نام تاریخی کارناموں میں شمار کرتے ہیں میں اسی کی بات کرتا ہوں کہ اس نے پھر 40 کروڑ روپے دینے کی بجائے اس سال کے بجٹ میں اس نے 10 کروڑ روپے دے کر پھر 30 کروڑ روپے رکھ لئے کہ اگلے پانچ سال میں اس کو لگائیں گے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے ایک کام کرنا ہے تو وہ کر دیں۔ یہاں کیا ہوتا ہے؟ یہاں یہ ہوتا ہے کہ تین، تین مہینے میں 38، 38 کروڑ روپے کا انڈر پاس مکمل ہوتا ہے اور وہ سیکرٹری، اللہ اس کو راہ ہدایت دے اور جلدی جلدی ریٹائر کرے، سبطین ہمارے مگروں لوے۔ وہ کیا کہتا ہے، چیف منسٹر کے ساتھ فوٹو کھنچوا کے فیتے کٹواتا ہے، before time کام مکمل ہو رہا ہے یعنی یہاں پر before time کام مکمل ہونے کی فوٹو کھنچواتا ہے اور وہاں یہ آپ کے سامنے کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کی میں نے ایک مثال آپ کو دی ہے۔ میرے پاس تو ایسی ہزاروں مثالیں ہیں لیکن ٹائم نہیں ہے۔

جناب والا! میں اب تجاویز کی طرف آتا ہوں۔ میری دو تین تجاویز ہیں۔ ایک تو سب سے اہم ایگریکلچر کی ہے۔ ایک تجویز میں نے دے دی ہے، اگر کسی شخص کا یہ کہنا ہے، اب کھڑے ہو جائیں گے کہ ہمیں دو کروڑ روپیہ ملا ہے، بھئی، میں بھی کھڑا ہوں کہ 5۔ارب روپیہ دیا ہے، میں بھی کھڑا ہوں۔ آگے چلو، مجھے 35۔ارب روپے کا حساب دو اگر آپ کو نہیں پتا، خیر اب یہ ہے کہ ایک تجویز میں نے دے دی ہے کہ چیئرمین پی اینڈ ڈی، میں اور یہاں سے کوئی سمجھدار سا جنوبی پنجاب سے تعلق رکھنے والا جو ڈرپوک نہ ہو اور وزیر بھی نہ ہو اس کو آپ شامل کر لیں، ایک کمیٹی بنا دیں، ایک تو یہ تجویز میری ہے تاکہ ہم دودھ کا دودھ پانی کا پانی کریں، اگر ہمیں سب کچھ دیا جا رہا ہے اور ہم کھڑے ہو کر سیاسی دکانداری چمکانے، اخبار میں نمبر بازی کے لئے یہاں تقریریں شروع کر دیتے ہیں تو کم از کم مجھے یہاں کھڑے ہو کر معافی بھی مانگنی چاہئے اور جھوٹ بولنے پر کم از کم resign دے دینا چاہئے بلکہ حق تو یہ بنتا ہے کہ یہ ایک قومی جرم ہے، اس قومی جرم پر مجھے تو دس سال کے لئے جیل بھیج دینا چاہئے کہ جو قوم کو بہکا رہا ہے اور اگر میری بات سچ ہے تو میں یہ نہیں کہوں گا کہ

یہاں کسی کو کوئی تکلیف دی جائے۔ میں کہتا ہوں کہ جتنا ہمارا حق بنتا ہو اس میں سے آدھا دے دیا جائے، آدھا پھر بھی آپ اپنے پاس رکھ لیں، اتنے وسائل ہمارے پاس آ گئے تو ویسے ہم پریشان ہو جائیں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟ اب ایگریکلچر کی بات ہے، ایگریکلچر میں سیدھی بات ہے کہ ہمارا گندم اور کپاس کا ایریا ہے، ہمیں پانی چاہئے اور پانی آپ نے اتنا مہنگا کر دیا ہے کہ جس وقت -/10 روپے لٹر ڈیزل تھا، آج -/38 روپے لٹر ہے، تین چار گنا بڑھ گیا ہے تو اس وقت گندم کی قیمت اڑھائی سو روپے من تھی، آج گندم کی قیمت سوا چار سو من ہے۔ ادھر جو اخراجات ہیں کھاد، بیج، بجلی، ڈیزل ان کے ریٹ کم از کم تین سو فیصد، چار سو فیصد، دو سو فیصد بڑھ گئے ہیں لیکن گندم کی قیمت صرف ستر فیصد بڑھی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ نے اگر سبسڈی دینے ہے تو یوٹیلٹی سٹور والوں کو دینے کی بجائے آپ گندم کے کسان کو ایک سو روپے من کی سبسڈی دیں ورنہ اگلی مرتبہ وہ گندم کاشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ اس کو ضرورت ہے۔ کسان کو ایک سو روپے من کے حساب سے subsidy دی جائے۔

جناب والا! میرے بس میں ہو تو کسان کو زراعت کے لئے بجلی مفت دی جائے لیکن اگر یہ ممکن نہیں تو کم از کم کسان کو ٹیوب ویل کا کنکشن تو فوراً دیا جائے۔ کسان اپنے پیسے خرچ کر کے ٹیوب ویلز کا کنکشن لگوانے کے لئے در بدر پھر رہا ہے کیونکہ پانی سارا نیچے چلا گیا ہے۔ نہروں میں پانی آتا نہیں ہے اور وہاں ٹیوب ویلز کے سارے بور نئے کرنے پڑ رہے ہیں۔ کسان پیسے خرچ کر کے، ڈیمانڈ نوٹس جمع کروا کر بیٹھا ہوا ہے، ڈیڑھ ڈیڑھ سال گزر چکا ہے لیکن اسے کنکشن نہیں مل رہا۔ یہاں کوئی ایسی قانون سازی کی جائے کہ کسان کو ٹیوب ویلز کے لئے فوراً کنکشن مہیا کیا جائے۔ موجودہ طریق کار یہ ہے کہ یہاں سے پہلے وزیر واپڈا کو درخواست دو، ان سے priority لگواؤ پھر چیئرمین واپڈا کے پاس جاؤ۔ میں خود چیئرمین کو ملا ہوں۔ اس نے کہا کہ جی میں بہت جلدی کروں گا تو ڈیمانڈ نوٹس جمع کروانے کے تین مہینے بعد جا کر آپ کو allow کروں گا، دو مہینے وہاں مزید کام کرنے میں لگیں گے اور جب سب کچھ ہو جائے گا تو پھر واپڈا والے کہیں گے کہ ہمارے پاس ابھی ٹرانسفارمر نہیں ہیں۔ آپ پھر آنا۔

جناب والا! جو تین ہزار کا پول ہے واپڈا والے ہم سے، غریب کسان سے اس کے لئے چالیس ہزار روپے چارج کرتے ہیں۔ وہ کسان اس بجلی سے کیا کرنا چاہتا ہے؟ وہ اپنے گھر کا اے سی تو نہیں چلانا چاہتا۔ وہ پانی نکال کر اس گندم اور کاٹن کو دے گا جس سے پورے پاکستان کو کپڑا اور روٹی

فراہم ہو گی۔اگر آپ بجلی کے نرخ کم نہیں کر سکتے تو مہربانی کریں اور ان تین ڈویژنوں کے کسانوں کی مظلومیت کو دیکھتے ہوئے کم از کم اتنا تو کر دیں کہ انھیں فوراً ٹرانسفارمر مہیا کریں۔یہ پالیسی بنا دیں کہ جس دن ٹرانسفارمر کے لئے درخواست دی جائے گی اس سے اگلے ہفتے ایس ڈی او ٹرانسفارمر لگانے کا پابند ہو گا۔جس ایس ڈی او نے ایک ہفتے میں ٹیوب ویل کا کنکشن نہ لگایا اس کو suspend کر دیا جائے گا۔آپ یہ قانون بنا سکتے ہیں اور آپ پھر دیکھیں گے کہ کیسے ٹیوب ویلز نہیں لگتے اور یہ ٹیوب ویلز ہمارے قومی مفاد میں ہوں گے۔

جناب سپیکر!اب میں تعلیم کی طرف آتا ہوں۔

ساڈے بال وی پڑھ لکھ کے اک ڈیہہ حاکم بنسن
کیا احساس سرائیکیاں دے ہن آ تیکوں سمجھاواں
تے کندھی آلے ترسے رہندے کیا سوچے دریاواں

جناب والا!میں نے دیکھا ہے کہ تعلیم کے لئے 12۔ارب روپے کے بجٹ میں سے ہمیں 80 کروڑ روپیہ دیا گیا ہے۔جن میرے بھائیوں نے کام کروانے ہیں، وہ تعریف کے لئے کھڑے ہوں گے میں ان کے لئے مان رہا ہوں، تم بھی مانو کہ تین ڈویژنوں کو 80 کروڑ روپے دیئے گئے لیکن جناب 12۔ارب روپے میں سے ہمارے 80 کروڑ روپے نہیں بنتے بلکہ 12۔ارب روپے میں سے تعلیم کے اوپر ہمارا جو حصہ بنتا ہے وہ کم از کم 4۔ارب روپے بنتا ہے۔آپ نے 420 کروڑ روپے کی ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ہمارے ساتھی کہتے ہیں کہ کیا 80 کروڑ روپے نہیں دیا، کیا یہ تھوڑا ہے،اس سے پہلے کسی نے دیا؟ یہ بات کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔میرے بھائی اگر کسی نے نہیں دیا تو کیا آج بھی ضروری ہے کہ ان کی روایات پر عمل کیا جائے۔آپ اندازہ کریں کہ تین ڈویژنوں کے ساڑھے تین کروڑ روپے لوگوں کے لئے تو 80 کروڑ روپے دیئے جا رہے ہیں جبکہ صرف ایک گجرات یونیورسٹی کے لئے 700 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔یہ صرف ایک ادارہ کے لئے رقم ہے۔اسی طرح لاہور کے اندر پانچ اداروں کو 500 ملین دیئے جا رہے ہیں۔آپ سکولز کو لے لیں۔حسنین دریشک آج جا کر اے ڈی پی کی کتاب پڑھیں اس میں جنوبی پنجاب کے لئے صرف دو منصوبے ہیں۔ایک لیہ میں ہاسٹل بنانے کا ذکر ہے اور دوسرا ڈیرہ غازی خان کے کسی سکول میں بلاک بنانا ہے۔آپ بے شک کتاب اٹھا کر دیکھ لیں۔اب ہائر ایجوکیشن کی بات کر لیں۔ہائر ایجوکیشن میں تین ڈویژنوں میں صرف 78 ملین روپے کا ایک منصوبہ ہوم اکنامکس کالج ملتان کا ہے۔باقی

سارے منصوبے اپر پنجاب کے ہیں۔ تین منصوبے تو انھوں نے گوجرانوالہ میں دیئے ہیں۔ رچنا انجینئرنگ کالج گوجرانوالہ، ہوم اکنامکس کالج گوجرانوالہ، فلاں کالج گوجرانوالہ۔ بھائی یہ کیا مذاق ہے؟ کریں، یہ بھی ہمیں عزیز ہیں لیکن کچھ تھوڑی سی ہمارے اوپر بھی شفقت فرمائیں۔ ہم نے اس 80 کروڑ روپے کا بہت زیادہ شکریہ ادا کر دیا ہے۔ میں اپنے (ق) لیگ والے بھائیوں سے بھی کہتا ہوں۔ یہاں صورتحال بڑی مختلف ہے۔ میں آپ کو on oath کہہ رہا ہوں، خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہہ رہا ہوں کہ یہاں (ق) والے ساتھیوں میں سے بیشتر کے دل، جو اپنے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں، جنھوں نے وزارت بھی میرٹ پر لی ہوئی ہے ان میں سے بیشتر لوگ جب مجھے ملتے ہیں تو میرے ان جذبات کے ساتھ ہم آہنگی کرتے ہیں۔ سوائے دو، چار، پانچ کے جنھوں نے تازہ تازہ مفاد لینا ہے یا لینے کی خواہش میں ہیں یا پھر بہت بزدل ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں نیو مری بن رہا ہے لیکن فورٹ منرو کے لئے ہم چار سالوں سے قرار دادیں دے رہے ہیں۔ کچھ غور کیا جائے، مہربانی کی جائے لیکن جواب دیا جاتا ہے کہ جی ہو رہا ہے، کر رہے ہیں، ہو جائے گا۔ جناب! مہربانی کریں 10/20 کروڑ روپے فورٹ منرو کے لئے بھی دے دیں، ہمارا منہ ہی بند کروا دیں۔ 20 لاکھ سے پراجیکٹ نہیں بنتے، سیاح کہتے ہیں کہ وہاں کم از کم پینے کا پانی تو ہو۔ یہ کہتے ہیں کہ جی پائپ جا رہا ہے، ایسے نہیں۔ اس کے لئے کوئی خاطر خواہ کام کریں جو کہ لوگوں کو نظر بھی آئے۔

جناب سپیکر! سپورٹس کے حوالے سے میں آپ کو ایک بڑی خوبصورت مثال دیتا ہوں۔ کیا لاہور میں پہلے سٹیڈیم کی کوئی کمی ہے؟ اب کہتے ہیں کہ جی ہم تین ہزار ایکڑ پر ایک سپورٹس سٹی بنائیں گے۔ کیا مناسب نہیں ہے کہ آٹھ ڈویژن ہیڈ کوارٹرز پر آپ چار چار سو ایکڑ کے سپورٹس سٹی بنا دو تاکہ سب لوگوں کو یہ سہولت میسر آ سکے۔ چلیں اس کو چھوڑ دیں کیونکہ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ جی یہ بیرونی امداد ہے۔ 16 بلین یعنی ایک ارب روپے 60 کروڑ روپے سے جی ٹی روڈ پر انھوں نے ایک اور سپورٹس سٹیڈیم بنانے کا منصوبہ رکھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ ہم جنوبی پنجاب کے جلال پور پیر والا کو بھی سٹیڈیم دیں گے۔ یہ بھی اس میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کے لئے پیسے کتنے رکھے ہیں؟ جناب! تین کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جس سے سٹیڈیم کا گیٹ بھی نہیں بن سکتا یعنی یہاں کی بات آتی ہے تو ایک ارب روپے اور 60 کروڑ روپے رکھے جاتے ہیں لیکن جب جنوبی پنجاب کی بات آتی ہے تو صرف تین کروڑ روپے رکھ رہے ہیں، کیا اس سے سٹیڈیم بن سکتا ہے؟ خیر آگے

چلیں، میں آپ کو حیران کن بات بتاتا ہوں۔ میرے پیارے بھائی ہاؤسنگ اینڈ فزیکل کے وزیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ایک دن سیکرٹری ہاؤسنگ کے پاس گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے واسا پنجاب کا ڈیٹا دے دو کہ ایک کلو میٹر کی صفائی کے لئے کتنے سیور مین ہونے چاہئیں، آپ کے پاس کیا فارمولا ہے؟ انھوں نے کہا کہ لاہور میں ایک کلو میٹر کی صفائی کے لئے 10 سیور مین مقرر ہیں اور ملتان کا ڈیٹا یہ تھا کہ ملتان میں پانچ کلو میٹر کی صفائی کے لئے ایک سیور مین ہے۔ یعنی خاکروب تک تو ہمیں نہیں دیئے جا رہے۔ ملتان کے لئے 200 سیور مینوں کی اسامیاں منظور ہوئیں جس پر ایڈیشنل سیکرٹری فنانس اعتراض لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔ ہمیں [**] نہیں دیتے، صفائی کے لئے خاکروب نہیں دیتے۔ ایک ہزار میل کی ٹوٹل لائن ہے اور اس کے اوپر اڑھائی سو سیور مین ہیں۔ لاہور میں ایک کلو میٹر کے لئے 10 سیور مین ہیں جبکہ ملتان میں پانچ کلو میٹر کے لئے ایک سیور مین ہے تو صفائی کیسے ہو گی، روزانہ گٹر بند نہ ہوں تو اور کیا ہو گا؟ میری مراد یہ ہے کہ کم از کم آپ [***] ہمیں خاکروب ہی دے دیں۔ ہماری وہاں 1600 اسامیاں ہیں لیکن آپ ہمیں 200 ہی دے دیں جس کی ڈیمانڈ دو سال سے آئی ہوئی ہے ہم دونوں ہاتھوں سے آپ کو سلام کریں گے۔ میرے بھائی ہم آپ کا احسان مانیں گے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب نے اپنی تقریر میں [***] کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے اس کے لئے خاکروب کا لفظ استعمال کریں۔ [***] کا لفظ غیر اخلاقی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس لفظ کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔ انھیں سینٹری ورکرز کہا جائے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں اپنے الفاظ خود واپس لیتا ہوں، اس پر میں معذرت چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صدیقی صاحب نے اس بابت معذرت کر لی ہے لہذا ان کی معذرت کو قبول کیا جاتا ہے۔ انسانیت کی تضحیک نہ کی جائے۔ profession is something which is very sacred اگر وہ اپنے بال بچوں کے لئے محنت کرتا ہے تو اس کے لئے تضحیک آمیز الفاظ، زبان استعمال نہ کی جائے۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی معذرت کی ہے۔ میں پھر معافی مانگتا ہوں اور میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سمجھتا ہوں اور ہاؤس بھی اس بات کی تائید کرے گا کہ آئندہ اس لفظ کو استعمال کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! یہاں صحت کا بہت چرچا ہے، یہ کہتے ہیں کہ صحت کے شعبہ میں انقلاب آگیا ہے۔ اب صورتحال سن لیں۔ 160 منصوبے ہیں، ملتان کارڈیالوجی کی میں نے آپ کو حقیقت بتا دی ہے۔ چوتھے سال میں 10 کروڑ روپے دے کر ابھی بھی تیس کروڑ روپیہ حکومت پنجاب نے اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ ہر سال ارب روپے کا اعلان ہوتا ہے۔ اب پنجاب میں صحت کے لئے 160 منصوبے بنائے گئے ہیں۔ جن میں 60 منصوبے لاہور میں مکمل ہونے ہیں۔ یہ تو پنڈی والوں کے ساتھ بھی بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ یہ تو جاگتے نہیں ہیں۔ کل 160 منصوبوں میں سے 60 منصوبے لاہور میں ہیں۔ میں انھی کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے فگرز دے رہا ہوں۔ میرے پاس کوئی اپنا ڈیٹا نہیں ہے جبکہ جنوبی پنجاب میں صرف 17 منصوبے دیئے گئے ہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ آپ ہر چیز پر لاہور ہی کا کیوں حق سمجھتے ہیں۔ آپ منصوبے distribute کریں، سیالکوٹ کو دیں، گوجرانوالہ کو دیں، راولپنڈی کو دیں، بھکر، ملتان، ڈیرہ غازی خاں کو دیں۔

جناب سپیکر! میں آخری بات یہ کروں گا کہ سڑکات کے لئے انھوں نے 14۔ارب روپے کے منصوبے رکھے ہیں۔ انھوں نے ان 14۔ارب روپے میں سے ہمارے جنوبی پنجاب کے تین ڈویژنوں کو پچاس کروڑ روپے دیئے ہیں۔ یعنی جنوبی پنجاب کے تین ڈویژنوں کو تو پچاس کروڑ روپے دیئے گئے جبکہ ساڑھے 13۔ارب روپے اپر پنجاب کو دے دیئے گئے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ 215۔ارب روپے گجرات کے لئے پچاس کروڑ روپے مبارک ہو یعنی ایک ضلع اوکاڑہ کے برابر تین ڈویژن کو دیئے گئے ہیں۔ قصور کو 70 کروڑ روپے اور لاہور کی سڑکوں کے لئے 23۔ارب روپے کے چرچے سن رہے ہیں۔

جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں اور ایک اچھا شعر سنا کر اجازت چاہتا ہوں چونکہ وزیر خزانہ تو مظلوم اور معصوم ہیں ان کو کیا پتا بجٹ تو پی اینڈ ڈی نے پیش کیا ہے۔

میں سنیا ہا تیڈے در ساقی پیئے مفتے جام ونڈیدن
جہڑے ہک واری جو پی گئے ہن پیئے نال سکون دے جیندن

تیڈے در تے آ معلوم تھیا پئے دولت والے پیندن
جیندے شاکر کھیسے خالی ہین اوہ پیراں وچ لتڑیندن
(نعرہ ہائے تحسین)

اب مجھے پیراں وچ لتاڑنا بند کریں اور مجھے بھی کچھ دینا شروع کریں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں نے مناسب بھی نہیں سمجھا اور آپ اجازت بھی نہیں دے رہے تھے۔ میرے بھائی نے ایوان اقتدار کے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ سرائیکی بیلٹ اتنی بھی محرومی کی شکار نہیں رہی۔ جس علاقے سے صدر پاکستان رہے ہوں۔ وزیر اعلیٰ رہے ہوں، گورنر رہے ہوں اگر کہیں تو میں نام گن کر بتا دیتا ہوں کہ کون کون رہے ہیں۔

MR. DEPUTY SPEAKER: I will not give this floor on any point of order but I give you floor to make a speech.

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں تقریر کے موڈ میں نہیں تھا لیکن اگر آپ چاہتے ہیں تو میں بات کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں آپ کو تقریر کی اجازت دیتا ہوں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! آپ کی نوازش کہ آپ نے مجھے اجازت دی۔ میں حیران ہوں کہ جس علاقے سے صدر پاکستان رہے ہوں، غلام مصطفیٰ کھر صاحب گورنر رہے ہوں۔ ذوالفقار خان کھوسہ گورنر رہے ہوں۔ صادق حسین قریشی صاحب وزیر اعلیٰ رہے ہوں اور سجاد حسین قریشی صاحب گورنر رہے ہوں۔ اگر اس علاقے کے اندر آج بھی محرومی ہے تو کیا اس میں چودھری پرویز الٰہی کا گناہ ہے، مجھے اس بات کا جواب دیں کہ کس کا گناہ ہے؟ وہ محرومیاں ایک سال کی نہیں ہیں بلکہ جب سے پاکستان بنا ہے 50/60 سال کی ہیں۔ وہ دور کیوں نہیں ہوئیں؟ ان کو توفیق کیوں نہیں ہوئی؟ وزیر اعلیٰ پنجاب جن کا تعلق گجرات ڈویژن سے ہے۔ گجرات ڈویژن کے وزیر اعلیٰ سے اتنی تکلیف کیوں ہوئی ہے جو آج بھی سرائیکی بیلٹ کا زیادہ خیال کر رہے ہیں اور جنوبی پنجاب میں

اتنے فنڈز دیئے ہیں۔اس علاقے میں انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی نہیں تھا۔ ہمارے یہ سارے دوست گواہ بیٹھے ہیں ملتان میں کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کس نے بنایا ہے؟ یہ سارے کام کون کر رہا ہے؟اگر وہ کام کر رہے ہیں تو ان کا یہ گناہ ہے کہ وہ گجرات ڈویژن سے ہیں۔ وہاں سے وزیر بہت ہو گئے ہیں وہاں سے یہ ہو گیا ہے وہاں سے وہ ہو گیا ہے۔

جناب والا!وزیر اعلیٰ صاحب خود رحیم یار خان سے منتخب ہوئے ہیں وہ وہاں کے ایم پی اے ہیں۔ان کا حلقہ وہاں ہے اور وہ اس علاقے کا اتنا خیال کر رہے ہیں جو آج تک پنجاب کے کسی حکمران کو توفیق نہیں ہوئی لیکن اس کے جواب میں اس قسم کی منافرت پھیلانے والی تقریر اس ہاؤس میں نہیں ہونی چاہئے۔ پنجاب ایک بڑا صوبہ ہے ایک اکائی ہے۔یہ بڑا مضبوط اور بہت زیادہ آبادی والا صوبہ ہے اور پاکستان پر راج کر رہا ہے۔ پنجاب وہ صوبہ ہے جو پورے پاکستان کو بلکہ پاکستان سے باہر تک روٹی مہیا کرتا ہے۔ سب سے زیادہ گندم پیدا کرتا ہے سب سے زیادہ کاٹن پیدا کرتا ہے اس لئے پنجاب کو اس طرح division کی طرف لے جانا مناسب بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر!باقی رہی بجٹ کی بات۔ میں تقریر کرنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن آپ نے مجھے تقریر کی اجازت دے دی ہے تو میں تھوڑی سی گزارش کرتا ہوں۔ یہ بجٹ دستاویز اور تجاویز ہیں جو ہر صوبے کی بیوروکریسی بناتی ہے اور وہ تجاویز پیش کرتے ہیں۔ان تجاویز کے پیچھے کیا ہوتا ہے؟اس کے اندر عمل یہ ہوتا ہے کہ وہاں کی لیڈرشپ، سیاسی قیادت وزیر اعلیٰ اور ان کی ٹیم ہوم ورک کر کے ان تجاویز کو پاس کرتی ہے۔ وہ کیبنٹ میں آتا ہے وہ اسے پاس کرتی ہے پھر ہاؤس میں لے آتی ہے۔ پھر ان تجاویز پر پورا ہاؤس اس میں ہمارے اپوزیشن کے اراکین اسمبلی اور حکومتی بنچز کے اراکین اسمبلی اچھی تجاویز کو سراہتے ہیں اور جو اچھی نہیں ہوتیں ان کے متبادل تجاویز دیتے ہیں اور ان پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ ایک طریق کار ہے۔ میں نے بھی اس ایوان میں ایک درجن سے زیادہ بجٹ پیش ہوتے دیکھے ہیں اور پھر ان کی منظوری کے بعد یہی تجاویز قابل عمل بنتی ہیں۔ جب تک یہ منظوری نہیں دیتے اس وقت تک بجٹ پاس نہیں ہو سکتا۔اس لئے یہ کہنا کہ یہ امیروں کا بجٹ ہے۔ یہ صنعت کاروں کا بجٹ ہے۔اس میں کسی کا خیال نہیں کیا گیا یہ ساری تنقید آئینی اور قانونی تقاضے پورے نہیں کرتی۔

جناب والا!یہ ٹیکس فری بجٹ ہے اور ترقیاتی فنڈز 100۔ارب روپے کو touch کر رہے ہیں۔اس میں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس ٹیم کا اور اس ٹیم کی قیادت کا اور ہمارے سربراہ وزیر اعلیٰ

پنجاب کے وژن کا کوئی عمل دخل نہیں ہے یہ کیسے بن گیا ہے یہ سارا ان کے وژن کا عمل دخل ہے جس کی وجہ سے پنجاب کے اندر یہ بجٹ آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کی تاریخ کا بہترین بجٹ ہے۔ ٹیکس فری بجٹ ہے اور یہ جو 100۔ارب روپے تک touch کر رہا ہے پنجاب میں پہلے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی۔آپ نے وہاں سے کسی بات کی کوئی تعریف سنی ہے؟ میں ایجوکیشن کے متعلق بات کرتا ہوں کہ جس کے بچے ایچی سن کالج میں پڑھ رہے ہیں، جس کے بچے شفاء میں پڑھ رہے ہیں ان کے لئے یہ کوئی رعایت نہیں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے کیا رعایت کر دی ہے؟ مفت تعلیم کر دی ہے۔اس مفت تعلیم میں کیا ہوا ہے؟ لیکن جو بچہ میرے گاؤں کا ہے یا جو شخص دریشک صاحب منسٹر فنانس کے گاؤں میں رہتا ہے اگر اس کے پانچ بچے ہیں اگر بیس روپے بھی فیس ہو تو اس کے exchequer پر سو روپے کا بوجھ ہے اس کو احساس ہو سکتا ہے۔ جس کے بچے ایچی سن یا شفاء میں پڑھتے ہیں اس کو احساس نہیں ہو سکتا۔

جناب والا! میرے لئے سارے فاضل اراکین بڑے قابل احترام ہیں میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ انھوں نے کبھی صوبہ پنجاب، لاہور اور باقی شہروں کے اندر اس طرح کی ہیلتھ میں ایمبولینسز دیکھی تھیں جو آج لاہور میں نظر آ رہی ہیں؟ لاہور میں اگر آپ فون کریں تو وہ ایمبولینس فوراً آ جاتی ہے۔آپ نے غیر ممالک میں دیکھی ہو گی لیکن پاکستان میں ایسی ایمبولینس کبھی نظر نہیں آئی۔

جناب سپیکر! آپ میو ہسپتال میں چلے جائیں وہاں کی ایمرجنسی visit کریں۔ پانچ دس ہزار کا وہ انجکشن جو ہارٹ اٹیک کی صورت میں لگتا ہے وہ مفت ملتا نظر آئے گا اور ایک آدمی بیٹھ کر سپیکر پر announce کر رہا ہے کہ کسی کو مفت دوائی چاہئے تو میو ہسپتال کی ایمرجنسی سے لے لے۔ اگر میری بات غلط ہے تو تردید کر دیں۔یہ سارے کام غریب عوام کے لئے ہو رہے ہیں۔ یہ عام آدمی کے لئے ہو رہے ہیں اور بجٹ وہ اچھا ہوتا ہے جو عوام کی بھلائی کے لئے بنایا جائے نہ کہ وڈیروں کے لئے بنایا جائے۔اس کا احساس ایک عام آدمی کو ہوتا ہے۔آپ کسی بھی فیلڈ میں چلے جائیں ایجوکیشن میں چلے جائیں ہیلتھ میں چلے جائیں جتنی بھی اصلاحات ہو رہیں ہیں ان کے پیچھے وزیر اعلیٰ کا وژن ہے۔ان کے پیچھے ان کی ٹیم کا وژن ہے اور ہوم ورک ہے جو انھوں نے کیا ہے۔ تب جا کر یہ ساری چیزیں قابل عمل بنائی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! میں بڑی مدت سے تنقید سنتا آ رہا ہوں میں سوچ رہا تھا اور توقع کر رہا تھا کہ اپوزیشن کی طرف سے کوئی مثبت تجاویز آئیں گی کہ اس میں یہ کمی رہ گئی ہے اسے دور کریں۔ اس کے متبادل ہم یہ تجویز دے رہے ہیں آپ اسے لے کر آئیں۔ جنوبی پنجاب میں یہ محرومی رہ گئی ہے اسے دور کریں۔ وہ تو مناسب بات ہے۔ میں اس لئے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا کہ اس صوبے کے اندر منافرت پھیلانا، اس صوبے کو تقسیم کرنا یہ سرائیکی بیلٹ ہے یہ جنوبی پنجاب ہے یہ ایسٹرن پنجاب ہے یہ سنٹرل پنجاب ہے۔ یہ بہت ہی خطرناک move ہے آپ کو اور پورے ہاؤس کو اسے discourage کرنا چاہئے۔ ہمیں پورے پنجاب کی عوام نے منتخب کر کے یہاں بھیجا ہے۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں اور ہمیں ان کی نمائندگی کرنی چاہئے اور ان کی بھلائی کے لئے یہاں پر جو بھی بحث ہو وہ کرنی چاہئے۔ شکریہ

MR. DEPUTY SPEAKER: Next is Mr Abid Chattah.

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ابھی آپ کو floor دیتا ہوں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ہم آبادی کی بنیاد پر وفاق سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ وہی اصول پنجاب میں بھی adopt کرنا چاہئے۔ جس طرح انھوں نے ایک ایک شعبے کے حوالے سے تین ڈویژن کی بات کی ان کی logic بالکل درست ہے کہ ہم جس طرح سے وفاق سے اپنا حصہ آبادی کی بنیاد پر لیتے ہیں تو آگے جو پنجاب کے وسائل ہیں ان کی تقسیم بھی آبادی کی بنیاد پر ہونی چاہئے۔ چودھری اقبال صاحب کھڑے ہوئے ہیں لیکن انھوں نے اس حوالے سے کوئی بات نہیں کی۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ ان تین ڈویژن کی جو آبادی بنتی ہے اس کی بنیاد پر مختلف شعبوں میں وسائل نہیں دیئے گئے۔ اگر چودھری اقبال صاحب اس حوالے سے بات کرتے تو میں سمجھتا کہ آپ ان کے استدلال کا جواب دیتے۔ آپ نے جو باقی باتیں کی ہیں وہ ٹھیک ہے آپ کی بجٹ تقریر کا حصہ تو ہو سکتی ہیں لیکن جاوید صدیقی صاحب نے جو استدلال پیش کیا ہے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں نے وہ بات اس لئے نہیں کی کہ میں کبھی بھی اپنی حدود و قیود سے تجاوز نہیں کرتا۔ یہ حق حسنین دریشک صاحب کا ہے آبادی کی بنیاد بجٹ یا جو بھی اعتراضات ہیں کہ وہاں حصہ کم یا زیادہ ملا ہے چونکہ ان کا تعلق اسی ڈویژن سے اس لئے اس کا جواب وہی دیں گے میں اس کا جواب دیتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔ اس لئے میں نے اس پر بات نہیں کی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور:جناب سپیکر!میں سمیع اللہ خان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں He has the courage at least that he admitted it on the floor of the House کہ پچھلے دو سال سے جو slogan تھا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب، پنجاب کے اس حق کا سودا کر رہے ہیں یعنی آبادی کی بنیاد پر این ایف سی ایوارڈ لے کر نہیں آ رہے۔ میں سمیع اللہ خان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے اپوزیشن بنچز پر بیٹھ کر یہ چیز تسلیم کر لی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب کے حقوق کا تحفظ کیا اور آبادی کی بنیاد پر ایوارڈ لے کر آئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!جہاں تک ڈاکٹر جاوید صدیقی کی بات ہے۔ I am not making a budget speech. میں صرف correction of record پر آپ کی اجازت سے کھڑا ہوا ہوں۔ صرف ایجوکیشن سیکٹر میں 150 لاکھ روپے یعنی ایک کروڑ اور پچاس لاکھ روپے فی حلقہ نیابت E.S.R.P میں یعنی Education Sector Reforms Programme میں رکھے گئے ہیں۔اس سے بہتر کوئی اور division ہو ہی نہیں سکتی۔صدیقی صاحب جو bifurcation کر رہے ہیں اور کس بنیاد پر amount کی demarcation کر رہے ہیں I fail to understand کہ on the floor of the House وہ کیسے غلط figures quote کر رہے ہیں۔ اگر انہوں نے اس کی details لے لی ہیں تو میرے خیال میں جو وزیر تعلیم نے تفصیل submit کی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:ہاؤس کا وقت ایک گھنٹے کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور:اس کے اندر پورا ریکارڈ موجود ہے اس لئے جناب صدیقی صاحب کی بات غلط ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ قصور سے گلہ کرتے ہوئے انہیں تھوڑا سا خیال کرنا چاہئے اور شاید انہیں خود بھی احساس ہے کہ قصور بھی احساس محرومی کا شکار ہے۔وہاں پر لاہور کا نزدیکی ضلع ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کیا گیا۔اس لئے بہت سارے دوستوں کی ایسی باتیں ہوں گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پنجاب ایک ہے پنجاب کا لیڈر چودھری پرویز الٰہی ایک ہے جس نے پنجاب کے حقوق کا خیال کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جناب عابد حسین چٹھہ۔

جناب سمیع اللہ خان:جناب والا!.Point of personal explanation

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،فرمائیں!

جناب سمیع اللہ خان:جناب سپیکر!حسب روایت ملک صاحب کی ایک عادت ہے کہ وہ بات کر کے باہر چلے جاتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس بار بھی انہوں نے اپنی اسی روایت کو برقرار رکھا ہو گا۔

جناب سپیکر!ہمارا اپوزیشن کا وزیر اعلیٰ پنجاب پر یہ اعتراض تھااور ہے کہ ان کا کوئی موقف نہیں تھااور یہ blankکاغذ پر دستخط کر کے اس ملک کے جنرل پرویز مشرف کو دے آئے تھے۔یہ ہمارااین ایف سی پر پنجاب کے حوالے سے بنیادی اعتراض تھاکیونکہ این ایف سی کے حوالے سے انہوں نے نہ کوئی بنیادی موقف اس ہاؤس کے سامنے رکھا مجھے یاد ہے ابھی تک کہ یہاں اپوزیشن بنچز سے این ایف سی کے حوالے سے راناثناء اللہ خان نے بات کی اور اس پر اتنا ہنگامہ ہوا اور صرف اس بات پر ہوا کہ وزیر اعلیٰ نے این ایف سی ایوارڈ پر پنجاب کا کوئی موقف اپنے حوالے سے دیا اور نہ ہی یہاں ان کے behalfپر این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے پنجاب کا موقف بیان کرنے کو تیار تھا۔ پنجاب کا موقف وزیر اعلیٰ نے نہیں بلکہ اپوزیشن کے پندرہ اراکین اسمبلی نے این ایف سی ایوارڈ پر بات کرنے کے جرم میں یہاں ہمیں ہاؤس سے نکالا گیا تھا۔ یہ اپوزیشن بنچز کی کامیابی ہے کہ آج اگر آبادی کی بنیاد پر یہ فیصلہ ہوا ہے تو اس میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا کوئی کردار ہی نہیں ہے انہوں نے تو صاف کاغذ پر لکھ کر دے دیا تھا۔آج کس بات کی یہ مبارکبادیں لے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:تشریف رکھیں۔This is not a issue of budget.عابد حسین چٹھہ صاحب!

MR ABID HUSSAIN CHATTHA: Thank you. Mr Speaker for giving me time to speak on this Annual Budget for Punjab. No doubt it is an impressive Budget for the total revenue outlay which has swelled to Rs. 274 billion with a very remarkable and satisfactory Annual Development Plan that spreads over Rs.100 billion without any new tax proposals. However, I have gone through the policy statement of the Chief Minister that he gave before the presentation of the budget and the White Paper too. Sir, I am here to comment that in terms of vision of the Chief Minister and his team they are in line with all the modern trends

of governance. However, there are a few concerns and a few suggestions that I would like to concentrate on.

Mr Speaker, out of a Rs. 100 billion, Annual Development Plan, 12 billion rupees are to be distributed among the district governments. However, for the last few years, the district governments are almost in the fifth year of their working but it has been noted that the district governments lack capacity to execute the most important programmes that are entrusted to them. Example of Education Sector Reforms Programme can be quoted which is a wonderful conceived idea. But the way it has been spent in the dsitrict government is not up to the mark. The District governments lack commitment and lack capacity to execute such important programmes. Therefore, I will suggest that such important projects should be handled by the Provincial government through a specially designed execution plan so that the precious money that belongs to the people of this province is not wasted and should be spent in the same spirit as the idea is conceived.

Mr Speaker, I will suggest that there should be a total review of the local government system and the Provincial government should act more pro-actively to remove the obstacles and hindrances that come in the way of the working. I would suggest that a union infrastructure should also be developed like long before when the Britishers came and established a system of good governance. You take an example of a district. The first thing that they did was to select a suitable site and developed an infrastructure whereby on one hand they

had the Police Administration and on the other they had the Civil Administration. Likewise, I think if this system has to continue, efforts should have been made and union infrastructure should be put in place in co-ordination with other important departments such as Revenue; so that the Revenue Officer, the Police Officer and other Officers who deal with the unions should sit in one place having adequate facilities because they are the people who are going directly to deal with the inhabitants of a union. Similarly, accountability and monitoring system should be extended. It is regretted that the office of Mohtasib has not yet been established for the last 5 years and I think this should be done immediatly because once we have a Mohtasib at the district level that is the only way to ensure that the system is running in accordance with law.

Mr Speaker! The territorial limits of the Revenue Department should be in line with the territorial limits of the local government systems and that too with the Police so that a harmony and co-ordination is developed at the grass root level. Similarly there should be an end of duplication of functions and responsibilities. The Finance Minister has reported in his budget speech that due to lack of capacity of the tehsils, the Provincial government has decided to play a more active role and they have kept 6 billion rupees for public health works. This is a good initiative but I think that this should be resolved on long term basis because in present days the tehsils are also involved in the same thing; Provincial governments are also involved in the same thing; and distirct governments are also transporting

funds for the same purpose. Sir, I think this leads to duplication which should come to an end and we should have a clear demarcation of roles that who is going to provide this important service at their level of governance. Mr. Speaker! Similarly, I have noticed that all the public health schemes that are being executed they are completed and handed over to the community and the community is expected to run and maintain them. I think that this is totally flawed because the communities like in Gulberg and Defence have not been able to run it on their own and we have WASA and other authorities taking care of that. We cannot expect those innocent villagers to run it on their own. I think this precious amount will be wasted if a mechanism is not put in place whereby once these schemes are completed, they ought to be run and maintained by the concerned department; and for that purpose, probably at the district level, there should be a professional organization such as WASA in Lahore which should undertake this important task of running and maintaining such schemes. Another important aspect of this budget framework is the introduction of mid term budgetary framework and the mid term development framework. I think this is a very unique concept and for the first time introduced by this Government whereby you have an overview of a more overwhelming nature and you can understand the further projections in the years to come.

Mr Speaker! I believe that the development framework should be further extended and enhanced, and in that framework we should incorporate the execution and permanent

maintenance of those development schemes that are envisioned. For the time being I find that these development schemes are restricted to the planning aspect. I suggest that these planning aspects should be extended and the planning should be elaborated to include the execution and permanent maintenane of such development schemes.

Mr. Spekaer! Secondly the development budgetary framework and scopes should further be enhanced so that these schemes which are to be executed next year could be taken at once. I believe that in the Annual Development Plan most of the schemes that are to be executed next year are shown as unapproved and few months will be consumed on the process whereby these are ready for execution. I think the time has come that we should step up this effort so that schemes are approved and ready for tendering as soon as the next financial year begins.

Mr Speaker! In this respect, I also believe that in continuation of my argument for duplication, I think that my argument that few of the departments at the federal level should be devolved to the provinces is in full tenable. Education, Health and Local Government which are handled by the Federal Government is a total waste and I think time has come whereby such lists should be reviewed and are devolved to the provinces in full so that the provinces can have additional amounts and can monitor and execute their own plans with respect to Education, Health, Local Government, Law and Order etc., so that such duplication may end forever.

Mr Speaker! So far as law and order is concerned, increased funding has been made available in the present budget and a number of important steps have been taken by the Government such as the establishment of the Highway Petrolling Posts and few institutional level reforms. Currently they are under way like the recruitment of Traffic Wardens to control the Traffic System. However, I believe that these initiatives will not yield fruitful results unless there is a complete review and consolidation of legal substantive laws and procedural framework. I think there are too many segregated and secluded laws which are in operation. For instance, we have wasted a lot of time on resolving the issue of kite-flying. The Supreme Court involved the Provincial Government and the District Government are involved in it. Time has come that all those laws which have a criminal nature and extent, should be put in line and there should be a consolidated criminal code. There should be a simplified procedure so that it may be made understandable for the people and easy to implement for the Government.

Mr. Speaker! Secondly, I think all efforts pertaining to law and order will be futile until or unless judiciary is taken on board. There should be an impressive funding for judiciary so that the quality organization and speed of justice can be enhanced.

Mr Speaker! I was initially talking of putting in place a system of monitoring and accountability. I believe that the time has come that the Standing Committees of the Punjab Assembly

be activated in letter and spirit so that these may perform this important role of monitoring on the pattern of Public Accounts Committees. The time has also come that we should form an ongoing status a Budgetary Committee which is in other parts of the world is referred as Appropriation Committee which has further Sub-Committees on Education, Health and almost every department. It should meet regularly like Public Accounts Committee so that the Budget proposals initiated may come to these Sub-Committees so that these proposals may thoroughly be debated before budgetary proposals are finalized and presented to the Provincial Assemblies. I think that this will be an important step, if undertaken, will benefit the people and their public perception will be reflected in all the budgetary framework that is to follow because if we restrict our debate to this time of the year, nothing much can be done and a very few things can be changed but if it is an ongoing process whereby the Legislators and Parliamentarians are taken into confidence and their input is shared througout the year then probably this debate would become more meaningful and the budget will reflect the aspirations of the people.

Furthermore, Mr Speaker! there is price-hike and inflation. Well, there is no doubt that there is price-hike and inflation, but I think that in a country where growth rate is 7 to 8 percent until or unless we maintain the sustainability of this high growth rate fluctuation of prices will remain there, there will be market disorders and I think the Provinical Government and the Federal Government, more importantly, has reacted and

has offered subsidies on a number of items, including the raise in salaries of government employees but I will suggest that little more needs to be done. I also suggest that a few billion rupees out of ADP should be reserved for giving further subsidies at the provincial level. I may quote that last year or a year before the Provincial Government had subsidized their bills on their agricultural tubewells and I support this that scheme should also be extended for this year because this is one scheme where the farmers can directly benefit and this is so important in terms of rising oil prices there should be some sort of subsidy provided to the agriculture sector to lessen their agony.

Furthermore, the last section of the people who doesn't fall in any of the categories where these subsidies are offered. Interest free loans is the best option for them but interest free loans should not be restricted to one lac rupees because it is not enough even to run a shop. It should be at least 5 lac rupees so that whomsoever is given, at least he can put it to some productive use and can further employ a couple of people so that their economic miseries are alleviated.

I would also like to apprecaite the setting of a infrastructure for companies. This concept is written in the white paper and in the pre-budget address of the Chief Minister. The idea apparently as it appears that 23 billion rupees which he has reserved for the major projects such as Sialkot Motorway, Mass Transit Scheme and Ring Road, instead of spending this 23 billion rupees directly, if he forms a company with seed money of 23 billion rupees probably they can more raise rupees

75 billion from the financial institutions because each of this project is capable enough to realize the cost of its execution in the times to come. So I think that this is a wonderful concept and idea and I fully appreciate and second this idea because in this way the Chief Minister and his team can undertake a few more important projects with the same amount of money.

Another important development is the establishment of the pension fund. I would say that a small portion of money should be reserved to the pension fund until the income generators are large enough to lay off all the liabilities of the pensioners from the regular budget. May I propose, that on the same pattern, a development fund should also be established whereby a portion of Annual Development Fund should be put into this development fund and invested through an Asset Management Company owned by the Punjab Government because in such a way eventually if the exercise is done with the legal cover, after 10 to 12 years, there shall be 30 to 40 percent of the funding may come through this company which would have a beneficial effect in the long run.

Mr Speaker! In the end I would like to thank you for giving me this opportunity I hope that with the proper execution and monitoring of the precious financial resources generated by the Province will improve will not be wasted and will be fully utilized by the people of the Province. Thank you once again.

وزیر بیت المال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اعجاز شفیع صاحب!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! میرے بھائی جاوید صدیقی صاحب نے جنوبی پنجاب کی بات کی ہے، میں اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! ہم فخر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری حکومت پہلی حکومت ہے کہ چودھری پرویز الہیٰ وزیر اعلیٰ پنجاب اور صدر جنرل پرویز مشرف نے new vision دیا ہے اور ایک idea دیا ہے جس سے خاص طور پر ہمارے جنوبی پنجاب کے اندر وڈیرہ شاہی کا خاتمہ ہوا لیکن ان چیزوں کے خاتمہ کے باوجود ان کی باقیات جو تھیں جو آج یہاں بیٹھے جنوبی پنجاب کا رونا رو رہے تھے وہ ابھی بھی باقی رہ گئی ہیں۔ جو ان علاقوں کی تعمیر و ترقی نہیں چاہتے، جو ان علاقوں کی فلاح نہیں چاہتے، جو ان علاقوں کی عوام کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ آج سے پچاس سال پہلے اس جنوبی پنجاب کے اندر جو تعمیر و ترقی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر بیت المال: جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے لئے میں آپ کو بعد میں وقت دوں گا۔ جی، شیخ اعجاز صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے موجودہ بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ میں اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ حکومتی بیڑے میں سوار 42 وزراء، 42 پارلیمانی سیکرٹری، 39 چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹیز اور 18 کے قریب مشیران کی ایک فوج ظفر موج ہے۔ ان کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے محکمے کے حوالے سے کیونکہ کسی بھی سپیکر نے جو تجاویز یہاں پر دینی ہیں اور گفتگو کرنی ہے وہ کسی ایک وزارت کے معاملے یا کسی ایک خاص issue کے معاملے میں نہیں ہونی بلکہ وہ تمام وزراتوں اور محکموں کے متعلق ہونی ہے لیکن آپ ملاحظہ فرمالیں کہ سیٹوں کی position کیا ہے؟ یہ سب سے اہم issue ہے کہ آپ صوبہ پنجاب کے کروڑوں عوام کی تقدیر کا فیصلہ کرنے جا رہے ہیں لیکن تقدیر لکھنے والے یہاں سے اکثر غائب رہتے ہیں تو میری گزارش ہے کہ ان کو بلایا جائے اور اپنی سیٹوں پر بٹھایا جائے۔ آپ اس بارے میں رولنگ فرمائیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: سارے بیٹھے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!42 وزراء ہیں اور کیانی صاحب اچھے خاصے شریف آدمی ہیں۔ یہ ان کا دفاع کر رہے ہیں کہ سارے بیٹھے ہیں۔ یہ خالی سیٹیں اور ان پر لگی ہوئی چٹیں اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ یہ least interested ہیں۔ اسی طرح انھوں نے بجٹ بنایا ہے۔ میں اس پر چاہوں گا کہ آپ رولنگ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر میری رولنگ یہ ہے کہ ہاؤس میں کوئی آئے یا جائے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہاؤس آف کامن میں بھی یہی ہوتا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! کیانی صاحب فرما رہے ہیں کہ کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں۔ یہاں پر چھ چھ گھنٹے کوئی لٹک نہیں سکتا، کسی نے روٹی کھانی ہے اور کسی نے پانی پینا ہے۔

جناب سپیکر! آج سے ایک سال قبل 17۔ جون کو ہمارے معصوم اور decent وزیر خزانہ پنجاب نے یہاں پر بجٹ تقریر فرمائی اور آج 20۔ جون کو پچھلی تقریر کے جواب میں، میں دوبارہ کھڑا ہوا ہوں۔ انھوں نے چند روز قبل جو تقریر یہاں پر فرمائی۔ ان کی اس تقریر میں جو صوبہ پنجاب کے عوام کا ردعمل ہے، جو ہمارا ردعمل ہے۔ جس خوبصورتی کے ساتھ ان کو تقریر لکھ کر دی گئی اور جس طرح اعداد و شمار کا ہیر پھیر کیا گیا اس پر کسی نے کہا تھا کہ:

دامن پر کوئی داغ نہ خنجر پر کوئی چھینٹ
تم قتل کرو ہو یا کرامات کرو ہو

جناب سپیکر! انھوں نے اتنی خوبصورتی کے ساتھ صوبہ پنجاب کے محکوم اور مظلوم عوام کا قتل اس بجٹ کے اندر کیا ہے کہ شاعر اس بات کو کہنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر! انھوں نے اپنی تقریر کا جو آغاز کیا اس میں انھوں نے فرمایا کہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کا سر آج فخر سے بلند ہے۔ 25 سال میں یہ پہلی حکومت ہے جو اپنا چوتھا بجٹ پیش کر رہی ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ 25 سال میں یہ واقعی پہلی حکومت ہے جس نے اپنا چوتھا بجٹ پیش کیا۔ کیا 25 سال میں چار بجٹ پیش کر لینا کوئی اتنے فخر کی بات ہے کہ آغاز ہی اس بات سے کیا جائے بلکہ صوبہ پنجاب کے عوام کو اس وقت خوشی ہوتی اور ہم کو اس وقت خوشی ہوتی کہ جب وزیر خزانہ یہ کہتے کہ ہمیں پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کا سر آج فخر سے بلند نہیں بلکہ شرم سے جھکا ہوا ہے۔ کیونکہ جس صوبہ کے حکمرانوں کی موجودگی میں اور جس پاکستان کے حکمرانوں کی

موجودگی میں ہیرو مجرم ٹھہریں اور مجرم کابینہ میں بیٹھے ہوں تو اس حکومت کا سر شرم سے جھکنا چاہئے ناکہ فخر سے بلند ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر!ان حکمرانوں نے پاکستان کے قومی ہیرو، ایٹمی سائنسدان عبدالقدیر خان کو پابند سلاسل رکھا ہوا ہے۔ان کو ان کے گھر کے اندر بند کیا ہوا ہے۔یہ فخر کی بات کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

جناب والا!!274۔ارب روپے سے زائد کا بجٹ پیش کیا گیا ہے اور اس میں بلند و بانگ دعوے کئے گئے ہیں۔ان بلند و بانگ دعوؤں میں آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں آج اس ایوان میں پورے اعتماد سے کھڑا ہوں اور ببانگ دھل کہتا ہوں کہ حالات وواقعات نے ان شکوک و شبہات کو دفن کر دیا ہے جو ہمارے مخالفین مخالفت برائے مخالفت کے طور پر کر رہے تھے۔صدر پاکستان نے این ایف سی ایوارڈ پر صدارتی فرمان جاری کر دیا ہے۔یہ وہ[***] ہے جو کہ انھوں نے کھلے بندوں بولا ہے اور on the floor of the House [***] بولا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: [**] کے لفظ کو میں حذف کرتا ہوں اور اس کی جگہ غلط بیانی استعمال کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!انھوں نے اس بات کو اس طرح سے لیا ہے کہ جناب صدر نے صدارتی فرمان جاری کر دیا ہے اور اسی ایوان کی یہ دیواریں اور بام و در گواہ ہیں اور یہاں پر بیٹھنے والے ممبران گواہ ہیں اور پورا پریس اور میڈیا گواہ ہے کہ جب یہاں پر اپوزیشن کی طرف سے این ایف سی ایوارڈ کے اوپر ہم نے صوبہ پنجاب کے عوام کا مقدمہ لڑنا چاہا تو یہاں پر حکومت کے چند ممبران نے نشہ اقتدار میں[***] میں مخمور ہو کر ہمارے پارلیمانی لیڈر اور ڈپٹی اپوزیشن لیڈر رانا ثناء اللہ خان کے اوپر حملہ کیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں[***] کے لفظ کو حذف کرتا ہوں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!جب ان پر حملہ کیا گیا تو اس کے بعد ہمارے ساتھ کیا ہوا۔ہم نے جب صوبہ پنجاب کے عوام کا مقدمہ لڑا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب!پوائنٹ پر آئیں۔آپ بجٹ پر بات کریں۔

شیخ اعجاز احمد: میں اسی پر بات کر رہا ہوں، میں بجٹ پر ہی بات کر رہا ہوں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ این ایف سی ایوارڈ کا مقدمہ ہم نے لڑا ہے اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم اپنی قیادت میں یہ مقدمہ لڑنے جا رہے ہیں اور ہم نے وہ مقدمہ لڑا۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ بات کرتے ہیں کہ ہم نے صوبہ پنجاب کے محکوم عوام کو ریلیف دیا ہے اور ریلیف کس بات پر دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نہایت انکساری سے چند سوالات کرتا ہوں کہ پانچ مرلہ کے مکان والوں کو پراپرٹی ٹیکس میں چھوٹ کس نے دی۔ یہ پنجاب اسمبلی کا ایوان گواہ ہے کہ جب اپوزیشن کی قرارداد پر پورے ٹریژری بنچز کی طرف سے بھی ہاں کی آواز آئی تو اس وقت آپ کو یہ کریڈٹ جاتا ہے اور میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس ہاں کے اوپر چیئر کا تقدس بحال رکھتے ہوئے وہ قرارداد پاس کی اور میری آنکھیں اس ماضی کے جھروکوں میں جھانک رہی ہیں۔ اگر ایکسائز منسٹر صاحب یہاں پر تشریف فرما ہوتے تو ان کو یہ پتا چل جاتا ان کی حالت کس طرح تھی وہ کتابیں پکڑ کر کبھی ادھر بھاگ رہے تھے، کبھی ادھر بھاگ رہے تھے۔ چونکہ وہ مفاد عامہ کی قرارداد ہماری طرف سے آئی تھی تو اس لئے میں وزیر خزانہ سے یہ کہوں گا کہ آپ جو اچھے کام کر رہے ہیں اگر اس میں ہمارا حصہ ہے تو اس کو appreciate کریں اور یہاں پر یہ لکھیں کہ وہ کون سے لوگ تھے جنہوں نے پراپرٹی ٹیکس پر چھوٹ دی، وہ اپوزیشن کو کریڈٹ جاتا ہے۔

جناب سپیکر! آپ ملاحظہ فرمائیں۔ انہوں نے بجٹ تقریر میں کہا کہ یہ کس حکومت کا اعزاز ہے کہ اس کے دور میں میٹرک کی تعلیم مفت کی گئی اور فلاں کیا گیا، ایک کلاس سے دہم کلاس تک ایک ارب 83 کروڑ روپے دیئے گئے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کاش! ہمارے وزیر خزانہ یہ کہتے کہ یہ کس حکومت کا اعزاز ہے کہ اس کے دور میں سیاسی وفاداریاں خریدی گئیں، مخالفین پر جھوٹے مقدمات درج کئے گئے اور ہمیں حق بات کہنے پر پندرہ پندرہ دن کے لئے ہاؤس سے باہر نکالا گیا، ڈپٹی اپوزیشن لیڈر پر حملہ کیا گیا، ان کو اٹھا کر ویرانے میں لے جا کر ان کے جسم پر کٹ لگائے گئے۔ یہ ان کا ماضی ہے کہ انہوں نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کئے رکھا اس پر تو ہمیں شرم آنی چاہئے نہ کہ ہمارا سر فخر سے بلند ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ اس وقت کے حکمرانوں نے جو آج یہاں پر دعویٰ کر رہے ہیں۔ میں یہاں پر ایک بات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ نئی یونیورسٹیوں کے قیام کے لئے جو انہوں نے کہا ہے کہ یہ 26 ہزار ایکڑ اراضی کس نے فراہم کی ہے؟ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ کی حکومت کے زیر سایہ فیصل آباد کی جی۔ سی یونیورسٹی کا وائس چانسلر حوا کی بیٹی کے سر سے چادر چھیننے کی

کوشش کرے اور صوبہ پنجاب کا گورنر اس کی پشت پناہی کرے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی موجودگی میں، میں یہاں پر حلف اٹھا کر بات کروں کہ وہ morally بھی کرپٹ ہے اور financially بھی کرپٹ ہے اور وہ اب بھی جی۔ سی یونیورسٹی میں تعینات ہو تو پھر پڑھا لکھا پنجاب کا خواب کدھر گیا اور ویژن 2020 کا کیا بنا؟ ہمیں یہ چاہئے کہ جو بات ہم یہاں پر کرتے ہیں، ہم جن issues کی نشاندہی کرتے ہیں اس پر ٹریژری بنچز کو چاہئے کہ اس پر عملدرآمد کروائیں۔ ہمارا اس بات پر استدلال ہے کہ صوبہ پنجاب کے جو مظلوم اور محکوم عوام ہیں بلکہ موجودہ حکمرانوں نے پورے پاکستان کو گروی رکھ دیا ہے۔ آگے چل کر انہوں نے بجٹ تقریر میں یہ کہا ہے کہ ہماری حکومت پہلے دن سے ہی عوام کو خدمات کی فراہمی پر بھرپور توجہ دے رہی ہے۔ وزیر خزانہ ذرا نوٹ فرمائیں کہ صوبائی حکومت کا اولین فرض بھی یہی ہے کہ تعلیم، صحت، آب رسانی اور نکاسی کے اہم سوشل سیکٹر کو زیادہ سے زیادہ وسائل مہیا کرے۔ جب یہ خود مانتے ہیں کہ کسی بھی صوبائی حکومت کا یہ فرض اولین ہوتا ہے کہ وہ نکاسی آب اور پینے کا صاف پانی فراہم کرے، مفت ادویات فراہم کرے تو پھر مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ:

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

جناب سپیکر! جب فیصل آباد کی ماؤں کی گودیں چھن گئیں، ان کے لخت جگر گندا پانی پینے سے ہلاک ہو گئے تو پھر پندرہ روز بعد وہاں پر وزیر اعلیٰ تشریف لے گئے اور انہوں نے کہا کہ تمام پرانی پائپ لائنیں ختم کر دی جائیں اور نئی بچھائی جائیں۔ ہم نے اس سے ایک سال قبل اپریل میں یہاں پر یہ ڈھنڈورا پیٹا تھا، ہم نے یہ فریاد کی تھی اور ہم نے اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ فیصل آباد کے اندر جو پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے اور ریونیو جنریٹنگ میں پاکستان کا دوسرا بڑا شہر ہے، اس پر توجہ دی جائے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! Point of explanation

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میں آپ کو بتاتا ہوں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک سال پہلے انہوں نے یہاں پر اس بات کا رونا رویا اور بتایا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ غلط بیانی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو مسئلہ وہاں پر پائپ لائنوں کا ہے وہ آج کا نہیں پچاس سال پہلے کا ہے۔ یہ پچاس سال پہلے کیوں نہیں بولتے رہے؟ آج انہوں نے بات کی یا پچھلے سال بات کی ہے، میں یہ defend نہیں کرتا کہ ہمارے پاس کیوں کام آیا؟ مگر اس گورنمنٹ کی اور اس عوام کی خوش نصیبی ہے کہ اس topic پر پچاس سال میں پہلی دفعہ یہ کام ہونا شروع ہوا ہے اور اس پر جو تخمینہ لگایا گیا اور بجٹ میں جو فنڈ رکھا گیا ہے وہ 6۔ارب روپے ہے۔ اب یہ باتیں ایک خوشحالی کی طرف کا پیغام ہیں جس کو ہمارے اپوزیشن بھائی اتنا مروڑ کر بات کرتے ہیں جس کا لب لباب کچھ اور نکلتا ہے اور موقف یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ شاید کسی محتاجی یا کسی غلط بیانی سے کام لے رہی ہے۔ اگر ہم نے عوام کو وہاں پر سہولیات فراہم کرنے کے لئے پہلا step اٹھایا ہے تو They should have the courage to appreciate instead of کہ یہ ہمیں oppose کریں۔ میری تو صرف یہ بات ہے باقی فاضل رکن کی جو باتیں ہیں وہ ہم سن رہے ہیں۔ اگر آپ اپوزیشن کو ٹائم دیتے ہیں تو براہ مہربانی ہمیں بھی کچھ ٹائم دیجئے تاکہ ہم بھی کچھ explanation کر لیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی گزارش ہے کہ ان کو ٹائم بھی کچھ زیادہ مل رہا ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: You are alleging that I am not giving time to you but I am giving time to both sides.

جیسے سپیکر صاحب لسٹ یہاں پر بنا کر دے گئے ہیں، ایک سپیکر ٹریژری بنچز سے ایک سپیکر اپوزیشن کی طرف سے ہوتا ہے۔

Basically it is the right of every member to speak on the budget and you should not make it personal.

یہ ہر ممبر کا حق ہے، آپ کو بھی ٹائم دیا جاتا ہے ان کو بھی دیا جاتا ہے۔ I am here to give time to everybody جو لسٹ بنی ہوئی ہے اس کے مطابق ہی میں چل رہا ہوں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میری request یہ ہے کہ ٹائم زیادہ دینے اور کم دینے کی بات ہے۔ صرف گزارش یہ ہے کہ آپ ٹائم بالکل ٹھیک دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ بیٹھے ہیں تو میں یہاں ساری رات بیٹھنے کے لئے تیار ہوں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: ہم بیٹھے ہیں جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ بیٹھے ہیں تو

I am here and I will sit for the entire night and everyone will be given a chance to speak.

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جس طرح آپ خوش اسلوبی سے اس معاملے کو لے کر چل رہے ہیں تو میں گیلانی صاحب سے گزارش کروں گا کہ جس طرح بجٹ کی بحث پر طے ہوا ہے یہ اسی طرح سے چلنے دیں۔ یہاں پر فاضل ممبر جو اپوزیشن کی طرف سے بات کرتے ہیں وہ ہر محکمے کو touch کرتے ہیں۔ اگر ہر محکمے کا منسٹر اٹھ کر اپنی وضاحت کرنا شروع کر دے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ فنانس منسٹر بعد میں wind up تقریر کریں گے تو میں کہوں گا کہ جو بھی یہاں پر منسٹرز بیٹھے ہیں وہ اپنے محکمے کا سن کر فوراً کھڑے نہ ہو جائیں کہ مجھے یہ وضاحت کرنی ہے کہ گیسٹرو پر کیا ہو رہا ہے؟ ایک ممبر کا اپنا point of view ہے اس حوالے سے بعد میں فنانس منسٹر بتائیں گے۔ اگر یہاں پر ایجوکیشن پر بات کریں گے تو ایجوکیشن منسٹر کھڑا ہو جائے گا، ہاؤسنگ پر بات کریں گے تو وہ کھڑا ہو جائے گا، اریگیشن پر بات کریں گے تو اریگیشن منسٹر کھڑا ہو جائے گا۔ اس طرح تو یہ debate نہیں چل سکتی۔ میں آپ کی وساطت سے یہاں کے منسٹر صاحبان سے گزارش کروں گا کہ بحث کا جو طریقہ ہے اس کو اسی طرح چلنے دیں تاکہ کل فنانس منسٹر اس کو wind up کر سکیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نہایت احسن طریقے سے اس ہاؤس کو چلا رہے ہیں اور اس کا ثبوت ہے جس طرح سے آپ نے ہاؤس کا ٹائم بھی extend کیا ہے۔ سمیع اللہ خان صاحب دوسروں کو منع کر رہے ہیں آپ ریکارڈ چلا کر count کر لیجئے گا یہ خود چھٹی دفعہ کھڑے ہوئے ہیں ان کا کھڑا ہونے کا کیا رول ہے؟ بات صرف اتنی ہے کہ اگر طریق کار طے کیا گیا ہے کہ دس منٹ ایک سپیکر کے لئے ہیں یا تو کوئی دوسرے سپیکر surrender کر دیں کہ میں اپنا ٹائم ان کو دیتا ہوں اور میں تقریر نہیں کروں گا۔ اب اگر ایک شخص کو 45 منٹ دے دیئے جائیں

گے اور دوسرے کے لئے آٹھ منٹ کے بعد گھنٹی بج جائے گی تو یہ صرف جناب کی توجہ دلانے کے لئے گزارش کی گئی ہے۔ ہمیں آپ پر مکمل یقین ہے، آپ ایک نہایت ہی شفیق اور نہایت ہی مہربان سپیکر ہیں۔ صرف اتنی گزارش ہے کہ جو ٹائم متعین کیا گیا ہے اس ٹائم پر گھنٹی بج جائے تو اس سے heart burning نہیں ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری کوشش ہوتی ہے کہ جس کا ٹائم ہوتا ہے میں گھنٹی ضرور دیتا ہوں۔ کئی صاحبان مقرر کردہ ٹائم سے زیادہ وقت لے جاتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ They should control themselves میرے پاس کوئی ایسا ڈنڈا تو نہیں کہ میں انہیں بٹھا دوں۔ میں درخواست کر سکتا ہوں کہ دس منٹ سے زیادہ نہ لیں۔ ہر ایک کا حق ہے جب دس منٹ ہوتے ہیں یا آٹھ منٹ ہوتے ہیں تو میں گھنٹی بجاتا ہوں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! چونکہ چودھری ظہیر صاحب نے جب یہ جرنیلی حکمران ہمارے اوپر سوار ہونے کے لئے آ رہے تھے تو انہوں نے جنرل مشرف کی تصویر لگا کر سب سے پہلا پبلک سیکرٹریٹ کھولا تھا۔ ان کو ڈکٹیشن لینے اور دینے کی عادت ہو چکی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: I don't take dictation from anybody براہ مہربانی! آپ بات کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! وہ سیکرٹریٹ اب بھی موجود ہے اور رہے گا۔

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! مجھے ان کی اس بات پر بڑا اعتراض ہے کہ وہ ایک جمہوری پارٹی کے فرد ہونے کے ناتے سے، ایک جمہوری صوبے کے وزیر ہونے کے ناتے سے، ایک جمہوری جماعت کے جنرل سیکرٹری ہونے کے ناتے سے وہ یہ بات کہتے ہیں کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے جنرل کی تصویر لگائی ہوئی تھی۔ انہیں یہ الفاظ کہتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: گجر صاحب! اس وقت وہ صدر پاکستان ہیں اور ہمیں ہر لحاظ سے ان کا احترام کرنا چاہئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میری ذات کے حوالے سے بات ہوئی ہے اس لئے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے بھائی کا بڑا احترام ہے۔ یہ صرف بجٹ کے دنوں میں تشریف

لاتے ہیں اور اپنی جذباتی باتوں کے ساتھ ماحول کو گرمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جس کے ساتھ ہیں کھل کر اسی کے ساتھ ہیں۔ یہ جرنیل کی بات اور کبھی وردی کی بات کرتے ہیں۔ ہم صدر مشرف کے ساتھ ہیں وہ کسی کپڑوں میں بھی ہو اس کے ساتھ ہیں اور اس بات سے مکرتے نہیں ہیں۔ یہ کل جنرل جیلانی کے ساتھ تھے اور آج مکر رہے ہیں۔ کل پھر یہ اسی جنرل کے پاس آئیں گے ان میں سے بہت سے ایسے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جن کے ہمارے ساتھ ابھی بھی رابطے ہیں اور وہ ایک ایک کر کے آتے جا رہے ہیں یہ بھی ان میں سے ہوں گے۔ ایک دن ہو گا کہ یہ اصغر گجر ادھر ہو گا اور اس کو سلام بھی کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں اور کافی دیر ہو گئی ہے آپ wind up کریں۔ میرے پاس ایک لمبی لسٹ موجود ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میرا ٹائم تو یہ لے کر جا رہے ہیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جب حکمرانوں کے دل درد سے خالی ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس بات کو چھوڑیں اور بجٹ پر بات کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں بجٹ پر ہی آ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ اعجاز احمد: جب حکمرانوں کے دل درد سے خالی ہوں اور باتیں بصیرت سے خالی ہوں اور دعوے حقیقت سے خالی ہوں تو اس وقت عوام کی یہی حالت ہوتی ہے کہ ان کے پیٹ روٹی سے خالی ہوتے ہیں اور ان کی جیبیں پیسوں سے خالی ہوتی ہیں اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے خالی ہوتی ہیں۔ یہ وہ حکمران ہیں جن کے بارے میں مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ:۔

اس رعونت سے وہ جیتے ہیں کہ مرنا ہی نہیں
تخت پر بیٹھے ہیں ایسے جیسے اترنا ہی نہیں
یوں ماہ و انجم کی وادی میں اڑے پھرتے ہیں یہ
خاک کے ذروں پر جیسے پاؤں دھرنا ہی نہیں
ان کا دعویٰ ہے کہ سورج بھی انہی کا ہے غلام
شب جو ہم پر آئی ہے اس کو گزرنا ہی نہیں

انتہا کر لیں ستم کہ لوگ ابھی ہیں خواب میں
جاگ اٹھے جب یہ لوگ ان کو ٹھہرنا ہی نہیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ جنرل صاحب جس وردی میں بھی ہوں، جس لباس میں بھی ہوں یہ ان کے ساتھ ہوں گے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جنرل مشرف نے آج وردی اتاری تو اقتدار کا ٹائی ٹینک سمندر میں ڈوبنا شروع ہو جائے گا اور یہ ان کے ساتھ بالکل نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر! میں بات کر رہا تھا کہ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے انہوں نے فرمایا ہے کہ 8۔ارب روپے کے بجٹ کو بڑھا کر اس کو 20۔ارب روپے سے زائد کر دیا ہے۔اگر آپ 30 سالہ کارکردگی ملاحظہ فرمائیں اور اگر آپ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے یہاں پر ہونے والی گفتگو ملاحظہ فرمائیں اور اگر آپ ڈی آئی جی ہاؤسز کا، ڈی پی او ہاؤسز کا اور ہوم منسٹری کا دیا ہوا فگر ملاحظہ فرمائیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صوبے کے اندر نہ تو کوئی لاء ہے اور نہ ہی کوئی آرڈر ہے اگر کوئی ہے تو وہ صرف لاء منسٹر ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بات ذمہ داری سے کرتا ہوں اور یہ بات اس سے پہلے بھی ہوئی ہے کہ محترم لاء منسٹر صاحب اگر چار دن کے لئے مری چھٹیاں گزارنے چلے جائیں تو یہ حکومت افغانستان چلی جائے۔ان کے پلے کوئی چیز نہیں ہے۔آپ ملاحظہ فرمائیں کہ حکومت کو احساس ہے کہ عوام کے جان و مال کی حفاظت اس کا اولین فرض ہے جس کے لئے وسائل کی فراہمی میں بخل اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارنے والی بات ہے۔میں یا ہمارے اپوزیشن کے لوگ یا ٹریژری بنچز سے کوئی بھی یہ شخص نہیں چاہے گا کہ پولیس کو آپ facilitate نہ کرے، آپ شاہرات پر پٹرولنگ پوسٹیں نہ بنائیں۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے دور میں عوام بھی اس بات کے گواہ ہیں اور جو اس وقت ان کی کابینہ میں بیٹھے تھے اور آج بھی کابینہ میں بیٹھے ہیں یہ بھی گواہ ہیں کہ ایک مثالی دور تھا اور اس میں لاء اینڈ آرڈر بھرپور طریقے سے کنٹرول میں تھا اور جب کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی تھی تو وزیر اعلیٰ پنجاب کا ہیلی کاپٹر اڑ کر اس گھر کی دہلیز پر پہنچا کرتا تھا اور آج سٹریٹ کرائم میں سو فیصد اضافہ ہو رہا ہے، آج ہماری معزز ایم پی اے فائزہ ملک کو پی سی ہوٹل کے باہر ان کے خاوند کی موجودگی میں گن پوائنٹ پر لوٹ لیا جاتا ہے۔اگر میں اپنی بات کروں گا تو یہ

ہو گا کہ میں اپنی بات کا رونا رو رہا ہوں۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ میرے گھر میں جب چوری ہوئی جو آج تک trace نہیں ہو سکی۔ عام آدمی کا کیا حال ہو گا؟

جناب سپیکر! لوگ مہنگائی کے اژدھا کے منہ پر ہیں اور یہ اژدہا لوگوں کو نگل رہا ہے۔ یہاں پر آبی ذخائر بنانے کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن لوگوں کو صاف پانی میسر نہیں۔ اگر ڈاکٹر جاوید صدیقی نے کہا ہے کہ چولستان کے اندر جانور اور انسان ایک جگہ سے پانی پیتے ہیں تو یہ میں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم لوگ اقبال چنڑ صاحب کی دعوت پر چولستان گئے تھے اور ہم نے خود دیکھا کہ چولستان میں انسان اور جانور اکٹھے پانی پی رہے ہیں۔ یہ صرف بلند و بانگ دعوے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ access to justice کے لئے ہم عدالتوں کے انفراسٹرکچر اور انتظامی صلاحیتوں میں اضافہ کے لئے سات کروڑ روپے کا ڈویلپمنٹ کا بجٹ تجویز کیا ہے۔ جب تک ملک کی عدالتیں آزاد نہیں ہوتیں، کیا اسی صوبہ پنجاب کے ایک ریٹرننگ آفیسر نے انہی کی پارٹی کے نائب صدر لیفٹیننٹ جنرل عبدالمجید ملک کی سند کو مشکوک قرار نہیں دیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ بجٹ تقریر کر رہے ہیں؟ تنقید ہی نہ کریں تجویز بھی دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں تجویز ہی دے رہا ہوں۔ انہوں نے سات کروڑ روپے کی ڈویلپمنٹ کا بجٹ رکھا ہے کہ انصاف کی فراہمی کو سستا کیا جائے اور عدالتوں کے انفراسٹرکچر اور انتظامی صلاحیت میں اضافہ کیا جائے تو جب تک آپ کے ملک کی جوڈیشری آزاد نہیں ہوتی، جب تک ملک کے اندر اگر ایک بندے کی انتخابی عذرداری پر اگلا الیکشن آنے تک شنوائی نہیں ہوتی اور دوسری طرف وزیر اعلیٰ پنجاب کی خواہش کے برعکس ایک ڈسٹرکٹ ناظم بننا چاہتا ہے تو اس کی ڈگری کے لئے نئی اصطلاع نکالی جس پر واشنگٹن پوسٹ اور دنیا کے تمام اخبارات نے کالم لکھے کہ آرمی کا انٹرنل سسٹم اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ اس کا لیفٹیننٹ جنرل جنہوں نے آرمی کو serve کیا، کی ڈگری کی ایک نئی اصطلاع نکال دی کہ وہ جعلی ہے نہ اصلی بلکہ "مشکوک" قرار دے دی ہے۔ مشکوک تو عورت ہوا کرتی ہے یا بندے ہوا کرتے ہیں یا حرکات ہوا کرتی ہیں۔ کبھی سند بھی آج تک مشکوک ہوئی ہے؟ انہوں نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ ان کو سن کر شرم آتی ہے۔

جناب سپیکر! آگے ملاحظہ فرمائیں کہ ملک میں اشیائے خورد و نوش کی بڑھتی ہوئی قیمتیں عوام کے لئے تشویش کا باعث ہیں اور گرانی کی اس لہر کی ایک بنیادی وجہ بین الاقوامی منڈی میں تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں جو حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں۔ جناب! یہ چودھری صاحب پریشان

ہیں اور میں نے ان کے سیکرٹریٹ کی کیا بات کر دی کہ یہ پوری تقریر کا جواب بیٹھے بیٹھے ہی دے رہے ہیں۔ان کا یہ رویہ ملاحظہ فرمائیں کیونکہ یہ وزارت کے ایک اعلیٰ عہدے پر متمکن ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب!wind up کریں۔ میرا خیال ہے میں نے آپ کو سوا تین بجے بلایا ہے اور اب چار بج رہے ہیں جبکہ باقی لوگوں نے بھی تقریر کرنی ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!میں wind up کرنے والا ہوں۔آپ انہیں خاموش کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔جی، شیخ صاحب!آپ بجٹ پر آئیں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر!میں بجٹ پر ہی آ رہا ہوں۔انہوں نے کہا ہے کہ قیمتیں حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں جب صوبے کا وزیر خزانہ اس بات کو on the floor of the House confess کرے کہ قیمتیں حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں تو پھر ہمارا موقف درست ثابت ہو گیا ہے کہ ان کے کنٹرول میں کوئی چیز نہیں ہے۔انہوں نے صوبہ پنجاب کے عوام کے لئے سبسڈی دی ہے اور پہلے ملک کے حکمران بھکاری تھے اور اب انہوں نے قوم کو بھکاری بنا کر لائنوں میں کھڑا کر دیا ہے۔ جس ملک کے اندر کروڑوں کی آبادی پر صرف 10 فیصد غریب عوام کو یوٹیلٹی سٹور پر دالیں، گھی اور چینی میسر آئیں تو پھر آپ مجھے فرمائیں کہ روجھان گاؤں جو دور دراز کا ایک علاقہ ہے تو وہاں گاڑی پر یا گدھا گاڑی پر بیٹھ کر ان کی اس تجویز پر غریب آدمی کہاں سے جا کر چینی اور آٹا لے کر آئے گا۔انہوں نے 10 فیصد کو facilitate کر کے صوبہ پنجاب کے پسے ہوئے مظلوم عوام کے ساتھ بہت بڑا مذاق کیا ہے اور میں یہ بات ذمہ داری کے ساتھ کرتا ہوں کہ یوٹیلٹی سٹوروں پر فراہم کی جانے والی چینی انتہائی substandard ہے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ نیئر مرتضیٰ لون کی طرف سے چینی ٹھیک ہے کی آوازیں)

جناب سپیکر!یہ محترمہ جب لائن میں لگیں تو انہیں پتا چل جائے کہ بہت اچھی ہے یا بہت بُری۔یہ کبھی لائن میں نہیں لگیں اور یہ جب لائن میں لگ کر چینی خریدیں گی تو انہیں پتا چلے گا۔

جناب سپیکر!میں نے پچھلی بجٹ speech کے اندر یہ request کی تھی کہ فیصل آباد ملک کا تیسرا بڑا شہر ہے اور چودھری ظہیر صاحب کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے پہلا سیکرٹریٹ قائم کیا جو کہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔وہاں پر ڈینٹل کالج نہیں ہے۔کیا چودھری ظہیر صاحب نے یہ سوچا ہے کہ فیصل آباد ان کا اپنا شہر ہے تو وہاں پر ڈینٹل کالج ہونا چاہئے۔یہ کبھی نہیں سوچا اور ہم نے پچھلی مرتبہ on the floor of the House یہ request کی تھی۔آپ کہتے ہیں کہ تجاویز

دیں ہماری تجویز سنتا ہی کوئی نہیں۔لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے میری تجویز یہ ہے کہ فیصل آباد کا ڈی آئی جی ہاؤس جس میں وہ رہائش پذیر ہیں، راجہ بشارت صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ پنجاب کے تمام ڈی آئی جی صاحبان کے گھروں سے بڑا گھر ہے جس میں وہ براجمان ہیں تو میری حکومت پنجاب سے یہ تجویز ہے کہ یہ تعصب کی عینک لگائے بغیر میری اس تجویز پر غور کریں کہ ایران کے صدر محمود احمدی نژاد پورے امریکہ اور ان کے آقاؤں کو گھور کر بانگ دہل پکار رہا ہے وہ تین مرلہ کے فلیٹ میں رہتا ہے۔ڈی پی او ہاؤسز، ڈی آئی جی ہاؤسز اور ڈی سی او ز ہاؤسز، اور ڈی پی او فیصل آباد، ڈی سی او فیصل آباد اور ڈی آئی جی فیصل آباد سے مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن میری صرف اتنی گزارش ہے کہ ان کی اتنے بڑے حجم پر مبنی رہائش گاہوں کو، سکیڑ کر 10 مرلے پر لے آئیں اور باقی کانسٹیبلوں، سپاہیوں اور سب انسپکٹرز میں تقسیم کریں جس کے پانچ پانچ بچے ہیں اور۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔next ہے جی، میاں محمد لطیف پنوار!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں ابھی مکمل ہی کرنے والا ہوں اور آپ نے دوسروں کو 45 منٹ بھی دیئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ کو اس سے بھی زیادہ ٹائم دیا ہے۔پلیز تشریف رکھیں۔جی، لطیف پنوار صاحب!

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔شکریہ۔جناب سپیکر! بہت مہربانی۔سب سے پہلے تو میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب اور وزیر خزانہ سردار حسنین بہادر دریشک کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کی تاریخ میں ایک تاریخی بجٹ پیش کیا اور اس بجٹ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام شعبہ ہائے زندگی کو cover کیا ہے اور اس میں ہر شعبے کا پوری طرح سے خیال رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک بات بڑی واضح کرنی چاہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اپوزیشن کتنی ہی تنقید کیوں نہ کرتی رہے کہ اس چار سالہ دور کے اندر پنجاب میں جتنی ترقی کی ہے اور خصوصاً پنجاب کے اندر سڑکوں کا جو جال بچھایا گیا ہے اور اپوزیشن والے بھی جب اسمبلی سے باہر جاتے ہیں تو اس چیز کی تعریف کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے واقعی 1947 سے لے کر کسی نے بھی اتنی بڑی کوشش نہیں کی اور اتنے زیادہ ترقیاتی فنڈز نہیں دیئے۔

جناب سپیکر! جہاں حکومت اتنی محنت اور کوشش کرتی ہے اور بجٹ بناتی ہے اور عوام کو ریلیف دیتی ہے تو وہاں پر میں کچھ ایسے حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں جو کہ اس بجٹ کے ثمرات ہوتے ہیں، عوام تک جانے میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک چیز تو زراعت ہے اور سب سے پہلے میں زراعت کو لیتا ہوں کہ زراعت کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس کے main ingredients میں کھاد، پانی کے لئے ڈیزل ہوتا ہے، نہروں میں پانی ہوتا ہے اور اس کے علاوہ پیسٹی سائیڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Time is further extended for half an hour.

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب سپیکر! کھاد کی قیمتیں بجٹ کے ساتھ بغیر کسی تعلق کے ہی بڑھتی رہتی ہیں جو ایک بہت بڑا draw back ہے۔ نہروں میں اس وقت پانی بہت کم ہو گیا ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ڈیم نہ بننے کی وجہ سے پانی ختم ہو گیا ہے۔ اس کے اندر میں ایک اور چیز کی بھی وضاحت کروں گا کہ خصوصاً لوئر پنجاب کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے کہ اپر پنجاب کے اندر نہریں تقریباً سارا سال چلتی رہتی ہیں لیکن ہماری نہریں جو ہوتی ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اریگیشن منسٹر صاحب! آپ کے محکمے سے متعلق بات ہو رہی ہے۔

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب سپیکر! اپر پنجاب کی نہریں سارا سال چلتی ہیں لیکن ہمارے جنوبی پنجاب کی نہریں ششماہی ہوتی ہیں۔ اس دفعہ خاص طور پر جو بہت بڑی زیادتی کی گئی کہ نہروں کو 15۔ اپریل کو چلنا تھا لیکن 15۔ مئی تک میری سیکرٹری صاحب سے تقریباً چھ مرتبہ بات ہوئی لیکن وہ ہر دفعہ حیلے بہانے کر کے یہی کہتے تھے کہ پانی نہیں ہے پانی نہیں ہے لیکن بد قسمتی سے ہاکڑا نہر ٹوٹنے کی وجہ سے جس وقت آگے پانی گیا تو ان کو پھر مجبوراً 15۔ مئی کے بعد نہریں چلانا پڑیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب منسٹر بھی یہاں موجود ہیں یہ ہمارے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے بجائے اس کے کہ جنوبی پنجاب کو پانی دیں سیکرٹری صاحب روزانہ نئے نئے دلائل ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ کون سے ایسے دلائل دیئے جائیں جس سے یہ خاموش ہو جائیں اور جب ان کے پاس دلائل نہیں ہوتے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ میں ڈائریکٹر صاحب کو کہتا ہوں وہ آپ کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ یعنی اگر پانی نہیں ہے تو پورے پنجاب میں کہیں بھی نہیں ہونا چاہئے اگر ہے تو اس کی پورے پنجاب میں ایک جیسی تقسیم ہونی چاہئے نہ کہ اس کے اندر ایک تفریق کی جائے کہ اپر پنجاب کی نہریں سارا

سال چلتی رہے اور جنوبی پنجاب کے لئے پانی روک دیا جائے۔

جناب سپیکر!اسی طرح سے کسانوں کے ساتھ بہت بڑاظلم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ pesticide company کی رجسٹریشن کے لئے پہلے گورنمنٹ کے رولز میں تھا کہ ہر کمپنی تین ایگری گریجوایٹ رکھے گی۔ تین ایگری گریجوایٹ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کمپنی ایک گریجوایٹ کو رکھنے کے لئے تیس سے پینتیس ہزار روپے کا خرچہ ہوتا ہے۔اس کے بعد گورنمنٹ نے پچھلے سال قانون تبدیل کر دیا ہے کہ تین کی بجائے دس بندے رکھے جائیں۔اس کا مطلب ہے کہ ایک pesticide company جہاں ایک لاکھ روپے برداشت کر رہی تھی اس کو اب ساڑھے چار سے پانچ لاکھ روپے برداشت کرنا پڑ رہا ہے اور وہ کمپنی جو ساڑھے چار لاکھ روپے اضافی ادا کر رہی ہے وہ سارے کا سارا کسانوں کی طرف منتقل کر دیا جائے گا اور وہ سارے کا سارا بوجھ کسان اٹھائے گا حالانکہ اس کا کسی قسم کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہے۔ سندھ، بلوچستان اور سرحد میں جو بھی کمپنیاں رجسٹرڈ ہیں وہ تین ایگری گریجوایٹ کے ساتھ چل رہی ہیں لیکن پنجاب کے اندر ہماری بیوروکریسی نے صرف اپنی جیبیں گرم کرنے کے لئے کہ جس وقت تین ایگری گریجوایٹ تھے ہر کمپنی آسانی سے تین بندے برداشت کر سکتی تھی جس وقت دس بندے ہوں گے تو وہاں کرپٹ افسران کو ایک پوائنٹ ہاتھ آ جائے گا اور وہ ہر کمپنی سے جا کر منتھلیاں وصول کریں گے اور یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے ہمارے جنوبی پنجاب کے کسانوں کے ساتھ کہ وہ اتنے بھاری خرچے برداشت نہیں کر سکتے اور یہ ان کے ساتھ زبردستی لگا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر!اسی طریقے سے فنڈز کی allocation کے بارے میں انہوں نے بتایا ہے کہ جنوبی پنجاب کو جو فنڈز دیئے جاتے ہیں وہ صحیح طرح سے consume نہیں ہوتے تو جناب میں اس میں حکومت کو تو الزام نہیں دیتا حکومت تو اپنی طرف سے فنڈز صحیح طریقے سے allocate کرتی ہے لیکن آگے جو ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا نظام بنایا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ڈویلپمنٹ کے راستے میں یہ بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ جو چیز بہت زیادہ قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں جب بھرتیاں ہوتی ہیں تو میٹرک کوالیفکیشن یا تو نائب قاصد کے لئے رکھی جاتی ہے یا پھر کانسٹیبل کے لئے رکھی جاتی ہے اور جو ڈسٹرکٹ ناظم ہوتا ہے جس کی territory کے اندر چار ایم این ایز اور دس ایم پی ایز آتے ہیں اس کی کوالیفکیشن بھی میٹرک رکھی گئی ہے۔اب آپ خود سوچیں کہ ایک میٹرک لیول کے بندے کا مینٹل لیول کیا ہو گا اس کی سوچ کس طرح کی ہو گی اس کی وجہ یہی ہے کہ

ہمارے ڈسٹرکٹ ناظمین کے ذریعے جو ڈویلپمنٹ ہونی ہوتی ہے اس میں انہوں نےpriorities رکھی ہوتی ہیں کہ اپنے پسندیدہ بندے اور اپنے آبائی حلقوں کے اندر ڈویلپمنٹ فنڈ لگایا جاتا ہے اس کے علاوہ جو بھی ایم پی ایز ہوں یا عوامی نمائندے ہوتے ہیں جو ان کے مزاج کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے ان کے فنڈز روک دیئے جاتے ہیں اور پورا پورا سال فنڈز پڑے رہتے ہیں لیکن ان کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ میں اس میں خاص طور پر بہاولپور کی مثال دوں گا کہ وہاں بھی ایسے ہی ہو رہا ہے۔ تعلیم کے لئےmissing facilities جو دی گئی تھی پچھلے دو سال سے ان فنڈز کو وہ ایم پی ایز جو ان کے خلاف ہیں ان کو دو سال سےmissing facilities کے ہیڈ میںconsume نہیں کیا گیا یہ بھی ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ اسی طریقے سے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اور بھی ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے کہ جو بھی مخالف ہوتے ہیں ان کے ساتھ وہ زیادتی کرتے ہیں اگر جرائم پیشہ لوگ ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں تو صرف اس بنا پر کہ چونکہ وہ ان کے سیاسی طور پر مخالف ہوتے ہیں اس چیز کو ڈسٹرکٹ ناظمین سپورٹ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں بات کروں گا۔ گورنمنٹ لاء اینڈ آرڈر پر بڑی خطیر رقم خرچ کرتی ہے لیکن اس کے رزلٹ ابھی تک ویسے نہیں مل رہے ہیں جیسے ملنے چاہئیں۔ پہلے تو میں پٹرولنگ پوسٹ کی بات کروں گا کہ ابھی تک میڈیا نے ان کے بارے میں کچھ بھیmention نہیں کیا۔ میں لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں، میں لاہور شہر کے اندر کی ایک چھوٹی سی مثال دوں گا۔ پولیس اس وردی میں لوگوں کے ساتھ کتنی بڑی زیادتی کر رہی ہے۔ میں نے اس پر تحریک التوائے کار بھی دی تھی کہ بہاولپور سے ایک آدمی جو دکاندار تھا لاہور شہر میں سامان خریدنے کے لئے آیا جب وہ شاہ عالمی کے نزدیک پہنچا تو یہاں ایک گاڑی میں بیٹھے ہوئے چار پولیس کی وردی میں آدمی اترے اور اس کے پاس اڑھائی لاکھ روپے تھے وہ لے لئے اور اس سے کہا کہ تم جعلی کرنسی کا کاروبار کرتے ہو پھر انہوں نے موبائل فون کر کے ایک اور پولیس والے کو بلایا جو پولیس کی موٹر سائیکل پر آیا اور اس کو موچی گیٹ تھانہ لے گئے وہاں جا کر انہوں نے محرر کے کمرے میں بٹھا دیا اس کے بعد دونوں آدمی وہاں سے چلے گئے پھر محرر نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آئے ہو تو اس نے بتایا کہ یہ دونوں پولیس والے مجھے یہاں لے کر آئے ہیں اور انہوں نے میرا اڑھائی لاکھ روپیہ بھی لے لیا ہے اس محرر نے کہا کہ میں تو کسی پولیس والے کو نہیں جانتا۔ اب آپ سوچیں کہ اس لاہور شہر کے اندر پولیس کی وردیوں میں پولیس کے موٹر سائیکل پر لوگ کس طرح کے جرائم

کرتے پھر رہے ہیں اور میں نے اس پر تحریک التوائے کار بھی دی تھی لیکن ابھی تک کسی قسم کا کوئی reasonable جواب نہیں آ سکا۔ یہ دیکھیں کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ لوگ جن کو ہم نے اپنا محافظ بنایا ہے اور جو لوگ ہمیں تحفظ دینے کے لئے ہیں جن کے بارے میں ہم ہر سال یہی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے فنڈز بڑھا دیئے ہیں اور ان کو اتنا facilitate کر رہے ہیں وہ جرائم پیشہ بن کر اور مجرم بن کر ہمارے ان لوگوں کو جن کو تحفظ دینا تھا ان کو لوٹتے پھر رہے ہیں۔ اس وقت لاء منسٹر صاحب نہیں بیٹھے ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ اس بارے میں کچھ کریں اور ایسے جرائم پیشہ لوگوں کے خلاف ایکشن ہونا چاہئے۔ یہی میری چند ایک تجاویز تھیں جو میں نے پیش کر دی ہیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہیں محترمہ پروین سکندر گل!

محترمہ پروین سکندر گل: جناب سپیکر! میں آج نہیں بولنا چاہتی میں کل بولنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلی مقرر ہیں محترمہ فائزہ احمد!

محترمہ فائزہ احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! کہ آپ نے مجھے بجٹ 07-2006 پر بات کرنے کا صبح سے لے کر آخر میں موقع دیا۔ میں یہاں کہنا چاہوں گی کہ بجٹ اس ملک کی ایک اہم دستاویز ہوتی ہے جو صوبے کے عوام کی زندگی پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے یہ بات بڑے افسوس سے کہنا چاہتی ہوں کہ ہمارے صوبے میں یہ چوتھا بجٹ ہے جو بجٹ ممبران صوبائی اسمبلی کی تجاویز اور ان کی آراء کے بغیر ہر سال بنا کر اس صوبے کے عوام پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ہماری ممبران اسمبلی کی جو فنانس کمیٹی جو بنی ہوئی ہے، میں کہنا چاہوں گی کہ میرا خیال ہے کہ باقی ممبران کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تو کیا فنانس کمیٹی کے جو ممبران ہیں ان کی بھی رائے اس میں شامل نہیں ہوتی تو یہ بجٹ جو ہے یہ کیسا بجٹ ہے جو اس صوبہ کے عوام کو ریلیف دینے کے لئے بنایا گیا ہے اور کہا یہ جا رہا ہے، پچھلے تین دن سے یہ رونا رویا جا رہا ہے کہ یہ بجٹ جو ہے یہ ٹیکس فری بجٹ ہے۔ یہ بجٹ جو ہے یہ اس صوبہ کے عوام کی صحت کے اوپر بہت اچھا اثر ڈالے گا۔ اس صوبہ کے عوام کو روٹی فری میسر آئے گی اور اس صوبہ کے عوام کی تکالیف جادو کے زور پر دنوں میں ختم کر دی جائیں گی۔ میں یہاں کہنا چاہوں گی کہ بجٹ جو ہے جس طرح ہمارے ہمسایہ ممالک ہیں، وہاں پر بجٹ کے اوپر تقریباً گر دیکھا جائے تو پچھتر پچھتر دنوں تک بحث ہوتی ہے، یہاں پر ہمارے صوبہ میں یا ہمارے ملک میں بجٹ جو ہے یہ ایک ایسا اہم issue ہے کہ جس کو ہم تین یا چار دنوں میں نمٹا کر یہ فرض ادا کر کے فارغ ہو

جاتے ہیں کہ ہم نے اس ملک کے عوام کے لئے بجٹ پیش کر دیا ہے اور اگلے سال اسی طرح جھوٹ کا ایک ڈھیر ہم کتابوں میں چھاپیں گے اور پھر اس صوبہ کے عوام کو بیوقوف بنائیں گے۔

جناب سپیکر! میں اس بجٹ کے حوالے سے انڈسٹری کا جو شعبہ ہے اس کے بارے میں کہنا چاہوں گی کہ حکومت پنجاب نے صنعتی شعبہ میں ایک ارب روپے کی رقم مختص کی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ حکومت کی ترجیحات میں صنعتی ترقی کا سرے سے کوئی وجود نہیں بلکہ ہماری جو صنعتیں ہیں ان کو جس طرح اونے پونے داموں فروخت کیا جا رہا ہے اور نجکاری کے عمل کو تیز کر کے اسے حکمران خوفناک حد تک بڑھتے ہوئے خسارے کو پورا کرنے اور بیرونی قرضوں اور سود کی ادائیگی کے لئے استعمال کر رہی ہے مثلاً پی۔ٹی۔سی۔ایل، حبیب بنک، پاکستان سٹیل ملز اور نجکاری کے تحت قومی اثاثوں کو کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کیا جا رہا ہے۔ حکومت کی صنعتی ترجیحات کی سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صنعت کے شعبے میں ایک ارب روپیہ رکھا جاتا ہے جبکہ حکمران جن کے بیرونی دورے اور ان کے اخراجات جو ہیں وہ 92۔ارب روپے ہیں۔ ظلم کی حد یہ ہے کہ صرف 32 مرسڈیز کاروں کی درآمد پر 2۔ارب روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ اب میں یہاں کہنا چاہوں گی کہ اس وقت پاکستان کی معیشت کو consumption lead economy بنا دیا گیا ہے اور ہم بری طرح اپنے صوبے کی انڈسٹری کو بچانے میں ناکام رہے ہیں۔ پھر ہم اس صوبے میں غیر مساوی ترقی کی بات کرتے ہیں جس میں ہماری جی۔ڈی۔پی کا ریٹ آتا ہے، حکومت 6.5 فیصد شرح ترقی کو اپنی ایک نمایاں کامیابی قرار دے رہی ہے حالانکہ ورلڈ بنک کی رپورٹ کے مطابق موجودہ پالیسیوں کے تحت اگر کسی ملک کی شرح پیداوار 10 فیصد ہوتی ہے تو اس کے اثرات 0.25 بنتے ہیں۔ یعنی 10 فیصد شرح ترقی کے اثرات بالائی طبقے تک تو رہیں گے لیکن نچلے طبقے کی بڑی آبادی اس کے اثرات سے محروم رہے گی۔ اگر ہم 2005-06 میں پاکستان کی شرح ترقی لیں تو یہ 6.5 فیصد بنتی ہے جبکہ نچلے طبقے کے لئے صرف 0.14 فیصد ان کے حصے میں آتا ہے۔ اس حوالے سے آج کے "ڈان" اخبار میں ورلڈ بنک اور یو۔این۔ڈی۔پی کی رپورٹ چھپی ہے، اس سلسلے میں، میں منسٹر صاحب کو یہ بتانا چاہوں گی کہ حکومت پاکستان کے poverty rates کو یو۔این۔ڈی۔پی اور ورلڈ بنک نے غلط قرار دیا ہے جس کا پاکستانی گورنمنٹ کی طرف سے ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ جو غریب ہیں وہ کس حد تک امیر ہو چکے ہیں اور ان کے پاس ایک دن میں کھانے کے لئے دس وقت کا کھانا موجود ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ یہ جو

poverty rates ہیں ان کو آپ کے عالمی اداروں نے بھی reject کیا ہے اور یہ بات قابل تشویش اور قابل غور ہے۔

جناب سپیکر! یہاں کافی دیر سے علاقائی امتیاز کی بات ہو رہی ہے تو میں یہاں یہ کہنا چاہوں گی کہ جس طرح ہمارا جو جنوبی پنجاب ہے اور وہاں کے جو علاقے ہیں ان کو جس طرح اس بجٹ میں بھی اور پچھلے جو چار سالہ آپ کی کارکردگی ہے اس میں بھی نظر انداز کیا گیا ہے تو وہاں پر صورتحال اس وقت یہ ہے کہ وہاں کے سروے کے مطابق، وہاں چولستان کے جو لوگ ہیں وہاں پینے کا پانی نہ ہونے کی وجہ سے نقل مکانی کر رہے ہیں۔ وہ اپنے علاقے کو اور اپنے آبائی گھروں کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہم یہاں پر بات کر رہے ہیں کہ ہم نے غربت ختم کر دی اور ہماری جو ترقی ہے اور جو جی۔ڈی۔پی ریٹس ہیں وہ بہت ہائی ہو گئے ہیں تو میں یہاں پر آپ کی اجازت سے تھوڑا سا اس چیز کو لانا چاہتی ہوں کہ کراچی سٹاک ایکسچینج میں اڑھائی سو ارب روپیہ جو صرف چار بروکروں نے درمیانے اور متوسط شیئر ہولڈروں کا ہڑپ کیا اور بتایا یہ جاتا ہے کہ ان بروکروں کا تعلق بڑے حکومتی عہدیداروں سے ہے۔ یہ ان کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ جب اپوزیشن نے قومی اسمبلی میں ان سارے معاملات کو اٹھانے اور مالیاتی کمیٹی کا اجلاس بلانے کے لئے request کی تو وزیراعظم صاحب نے اس کمیٹی کا اجلاس بلانے کی زحمت نہیں کی۔ میں یہ بات یہاں اس لئے کر رہی ہوں کہ آپ جتنے زیادہ اس ملک کے نظم و نسق کو درست چلانے کے لئے serious ہیں وہ یہ جو اس قسم کی صورتحال ہے اس سے نظر آتا ہے پھر اس کے بعد ہمارے صوبے میں جس طرح چینی کا بحران پیدا ہوا اور اس میں جتنے زیادہ ہمارے حکومتی وزراء اور ہمارے جو (ق) لیگ کے اعلیٰ عہدیدار ہیں وہ جس طرح ملوث ہیں تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ غربت اور مہنگائی کا تحفہ جو ہے وہ موجودہ حکومت کا کارنامہ ہے کہ انھوں نے اس ملک کے عوام اور اس صوبے کے عوام کو ہر طرح سے اس حال تک پہنچایا ہے کہ ان کو صرف اور صرف اگر تحفہ ملا ہے تو مہنگائی اور غربت کا ملا ہے۔ میں نے جو باتیں پہلے کیں میں یہاں یہ کہنا چاہوں گی کہ موجودہ مرکزی اور صوبائی حکومتیں جو ہیں ان کے ایجنڈے میں مظلوم عوام نہیں بلکہ امراء اور وزراء ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں میں تھوڑی سی ایک quotation ریاست اور حکومت کے بارے میں آج کی ہماری جو موجودہ صورتحال ہے اس کے حوالے سے کہنا چاہوں گی:

Government is an organized violence of minority against majority.

لیکن اگر میں یہ کہوں کہ موجودہ حکومت جو ہے اس کی تعریف ان الفاظ میں ضرور کی جا سکتی ہے کہ:
Dictatorship is an organized violence and exploitation of minority against the innocent mojority.

تو یہ ہماری جو موجودہ گورنمنٹ ہے جس میں پرویز الہیٰ صاحب نے ہمیں Vision 2020 کا ایک لارا دیا جس میں، میں یہ کہوں گی کہ Vision 2020 جو ہے اس میں ابھی بہت سال پڑے ہیں۔ آپ کے سامنے تو Vision 2008-09 نہیں ہے۔ آپ کیسے 2020 کی بات کر رہے ہیں؟ آپ کو تو یہ نہیں پتا کہ 2007 اور 2008 میں آپ کے ہاتھوں آپ کے عوام کا کیا حشر ہونے والا ہے؟ میں یہ کہوں کہ ہماری خواتین جو اس وقت اراکین اسمبلی کی ایک بڑی تعداد ہماری خواتین کی یہاں اسمبلی میں موجود ہے۔ ان خواتین کی میں تعریف کروں گی کہ ان کی گزشتہ تین سالوں میں بہت اچھی ورکنگ رہی ہے کہ انھوں نے اپنے صوبے کی 52 فیصد آبادی کے حقوق کے لئے اس ایوان میں اتنی آوازیں بلند کی ہیں کہ پچھلے تین بجٹ میں یہ ان خواتین کے لئے کوئی بھی ایسا step نہیں اٹھا سکیں جو تعریف میں یاد رکھا جا سکے یا یہ ثابت کرے کہ یہ خواتین اس اہل تھیں کہ یہ اپنے چیف منسٹر کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے صوبے کی جو خواتین ہیں ان کے حقوق کی بات کر سکیں۔ ہمارے اس بجٹ میں خواتین کے لئے جو بیس کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ بی بی! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

محترمہ فائزہ احمد: جناب سپیکر! میں conclude کر رہی ہوں۔ اس 52 فیصد آبادی کے لئے جو بیس کروڑ روپے کا فنڈز رکھا گیا ہے اس کی حالت یہ ہے کہ پچھلے سال کے بجٹ میں وہ فنڈ lapse ہو چکا ہے۔ اب اس کو دوبارہ بحال کرا کے اس کو ہم utilize کریں گے اور شوشہ یہ چھوڑا جا رہا ہے کہ ہم نے بیس کروڑ روپے کی رقم اب نئے سرے سے رکھی ہے۔ میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ 20 کروڑ روپے کی رقم 52 فیصد آبادی میں کس طرح تقسیم ہو گی اور اس رقم سے صوبے کی خواتین کی کتنی ترقی ہو سکتی ہے؟ اس بات کا جواب حکومتی خواتین کو اپنے ملک اور صوبے کی خواتین کے سامنے دینا پڑے گا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ Time is extended for further half an hour.

اب میں محترمہ سعدیہ ہمایوں کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

محترمہ سعدیہ ہمایوں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی کیونکہ آپ کی اجازت سے آج میں اس ایوان میں بجٹ speech کرنے کو کھڑی ہوں۔ گزشتہ 25 سالوں کے دوران بلاشبہ موجودہ حکومت پہلی حکومت ہے جو اپنا چوتھا بجٹ پیش کر رہی ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو مبارکباد پیش کروں گی کہ جن کی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت ہم 274۔ارب روپے مالیت کا ٹیکس فری بجٹ پیش کر رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔اگر بجٹ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حکومت نے اس بجٹ کے ذریعے تمام طبقات کو relief دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔اس کے ساتھ یہ بھی کہوں گی کہ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کی پالیسیوں کی بدولت صوبوں کو جو استحکام ملا ہے اس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔اسی استحکام کی بدولت پنجاب نے تقریباً ہر بڑے سیکٹر میں کل قومی پیداوار میں 50 فیصد سے زائد حصہ ڈالا اور اس بجٹ میں ترقیاتی فنڈز 100۔ارب روپے تک بڑھا دینے سے صاف ظاہر ہے کہ اس سال صوبے میں بے شمار ترقیاتی کام مکمل ہوں گے۔

جناب سپیکر! مواصلات کے شعبے کو حکومت نے مزید فعال بنانے کے لئے سیالکوٹ لاہور موٹروے کو گجرات، گجرانوالہ اور رنگ روڈ سے بھی ملانے کا اعلان کیا ہے جس سے صوبے میں بلاشبہ سڑکوں کا جال بچھ جائے گا۔

جناب والا! صحت کے شعبے میں حکومت نے 4۔ارب 30 کروڑ روپے ترقیاتی اخراجات کے لئے مختص کئے ہیں جس میں سرکاری ہسپتالوں میں ادویات کی فراہمی، ایمرجنسی ایمبولینس سروس کا اجراء، ٹیچنگ سکول میں کام کرنے والے ڈاکٹرز اور نرسوں کی تنخواہوں میں اضافہ اسی حکومت کے انقلابی اقدامات ہیں۔اس سے پہلے کسی حکومت نے ایسے steps نہیں لئے۔پہلی دفعہ کینسر جیسے مرض کو realize کرتے ہوئے State of Art Cancer Hospital بنانے کا اعلان بھی اسی حکومت کی کامیابی کا حصہ ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم میں اس سال کے بجٹ میں ماضی کے بجٹ کی نسبت ساڑھے 12۔ارب روپے کی قابل قدر رقم رکھ کر حکومت نے ایک اور تاریخ رقم کی ہے۔25 ہزار سرکاری سکولوں کو 9۔ارب روپے مالیت کی سہولتیں، 3 لاکھ پچاس ہزار طالبات کو -/200 روپے ماہوار

وظیفہ، پہلی کلاس سے میٹرک تک مفت کتب کی فراہمی موجودہ حکومت کی تعلیم دوستی کی عام مثالیں ہیں۔ اس سے پہلے کبھی کسی حکومت کے سر پر یہ سہرا نہیں بندھا۔ اگر ہم ہائر ایجوکیشن میں اسی پالیسی کو دیکھیں تو چھ نجی یونیورسٹیوں اور دو نئی انجینئرنگ یونیورسٹیوں کا قیام اس کی شاندار مثال ہے۔ ان یونیورسٹیوں کے قیام کے لئے 2600 ایکڑ کی اراضی کی دستیابی بھی حکومت کی تعلیم دوستی کی عظیم مثال ہے۔

جناب والا!! اگر ہم حکومت کی اسلام دوستی کو دیکھیں تو سیرت اکیڈمی کا قیام اور پہلی دفعہ قرآن محل کے منصوبے کا آغاز اس کی بہترین مثال ہے۔ جس کے تحت ضعیف قرآنی اوراق کو محفوظ کرنے اور انھیں نئے سرے سے قرآن کی چھپائی میں استعمال کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے ان اقدامات کے متعلق کسی وزیر اعلیٰ نے، کسی حکومت نے نہیں سوچا۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں Special Education کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھوں گی جس کی مد میں 60 کروڑ روپے کا اضافہ کر کے حکومت نے ثابت کیا کہ وہ Special لوگوں کے لئے Special دل رکھتی ہے۔ وہیل چیئرز اور خصوصی بسوں کی فراہمی بھی وزیر اعلیٰ کے دردمند دل کی عکاس ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے اس وقت ساری توجہ پینے کے صاف پانی کی فراہمی پر مبذول کر رکھی ہے۔ پرانی پائپ لائنوں کو تبدیل کر کے نئی پائپ لائنوں کو از سر نو بچھانا ضروری سمجھا ہے جو کہ ماضی کی حکومتوں نے نظر انداز کئے رکھا۔ اس کا incentive بھی اسی حکومت نے لیا۔ اس مقصد کے لئے Current Expenditure Budget میں 5۔ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ یہ بالترتیب شہری اور دیہاتی علاقوں میں استعمال کی جائے گی۔

جناب والا!! میں ماحولیات کے حوالے سے وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کروں گی جنھوں نے ایک ارب روپے کی رقم گرین فنڈ ماحولیات کی مد میں مختص کی ہے۔ اس پروگرام کی سب سے بڑی کامیابی چار سٹروک سی این جی رکشا سکیم کو مارکیٹ میں متعارف کروانا اور دو سٹروک رکشا پر ban ہے۔ حکومت کا عزم ہے کہ دسمبر 2007 تک پنجاب کے تمام بڑے شہروں سے دو سٹروک رکشا کو ختم کر دیا جائے گا اور ساتھ ہی CNG Funding Institution بھی بنائے گئے تاکہ لوگ آسان شرائط پر رکشے حاصل کر سکیں۔ اسی فنڈ کے تحت CNG بسیں ٹرانسپورٹ سیکٹر میں متعارف کروائی جا رہی ہیں مزید اسی فنڈ کے تحت سیوریج ڈسپوزل facility اور بہتر

drainage system شہری علاقوں میں مہیا کیا جائے گا۔امید کرتی ہوں کہ اس محکمہ کو اسی طرح promote کرنے سے خوشگوار ماحولیاتی اثرات مرتب ہوں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گی کہ ابھی بھی اس محکمے کو highlight کرنے کی مزید ضرورت ہے۔ جتنا یہ محکمہ deserve کرتا ہے ابھی تک اسے اتنا highlight نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے آخر میں کہوں گی کہ ان کے علاوہ دیگر اقدامات میں وزیر اعلیٰ نے تمام صوبائی ملازمین کو وہ مراعات اور الاؤنس دینے کا اعلان کیا جن کا وفاقی حکومت نے بجٹ میں اعلان کیا تھا۔ ساتھ ہی مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ نے روزمرہ ضرورت کی دس اشیاء کو لاگت کی قیمت پر فراہم کرنے کے لئے سستا سٹور کے نام سے ایک منصوبے کا بھی اعلان کیا ہے۔

جناب والا! 35 لاکھ بے روزگاروں کو نوکریوں کی فراہمی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت سے 33 فیصد زیادہ محنت کشوں کو ماہانہ اجرت دینے کا اعلان کیا۔ سرکاری ملازمین کو ہاؤسنگ کالونی کی سہولت دی گئی۔ امن و امان میں 20۔ارب روپے کی رقم دے کر نچلی سطح پر اختیارات کی تقسیم کو آسان بنایا۔یہاں پر میں یہ بھی کہوں گی کہ ان اختیارات کی تقسیم پر چیک اینڈ بیلنس کا ہونا بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر! دو سال پہلے میں نے اپنی بجٹ تقریر میں نیازی چوک پر انڈر پاس یا fly over بنانے کی درخواست کی تھی۔ آج میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انھوں نے اسی نیازی چوک پر پنجاب کا سب سے بڑا منصوبہ رنگ روڈ کے نام سے شروع کیا ہے جو اپنی تکمیل کے آخری مراحل تک پہنچ چکا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس پراجیکٹ کا سب سے بڑا فائدہ میرے علاقے اور گردونواح کے علاقوں کو ہو رہا ہے۔اس سے بڑا پراجیکٹ شاید پنجاب میں اس سے پہلے شروع نہیں کیا گیا۔

جناب والا! میں سب سے آخر میں وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی، وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ جنھوں نے اپنی تین سالہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اس سال بھی عوام دوست، کسان دوست، تعلیم دوست، صحت دوست، محنت کش دوست اور ماحول دوست بجٹ پیش کیا۔ چونکہ بجٹ میں کوئی کسی طرح کی خامی نہیں ہے لہذا میں سمجھتی ہوں کہ اس بجٹ کو پنجاب دوست بجٹ کہا جائے تو سب سے بہتر ہے۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

پاکستان پائندہ باد۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ پروین مسعود بھٹی!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! ہر سال کی طرح اس سال کے بجٹ نے بھی عوام کو بہت مایوس کیا۔ شروع سالوں میں تو حکومت عوام کو دلاسہ دیتی رہی کہ گزشتہ حکومتیں پچھلے سالوں میں ملک کو لوٹ کر کھا گئیں، خزانہ خالی ہو گیا اور اب بجٹ عوامی بجٹ ہو گا اور عام آدمی کو ریلیف ملے گا۔ پورے بجٹ میں حکومت کا کوئی بھی ایسا کارنامہ نظر نہیں آتا جس سے ظاہر ہو کہ حکومت نے سنجیدگی سے غریب لوگوں کو مدنظر رکھا ہے۔ میں سب سے پہلے تعلیم کی طرف معزز ہاؤس کی توجہ چاہوں گی۔ پنجاب میں تعلیم پر صرف 12۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ وزیر اعلیٰ کا پڑھا لکھا پنجاب ٹی وی پر، اخبارات میں بلکہ ہر جگہ دیکھتے ہیں اور ہر جگہ اسی بات کا شور ہے کہ ہم نے تعلیم مفت کر دی اور غریبوں کو کتابیں تقسیم کر رہے ہیں۔ بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ اچھے ماحول اور بنیادی سہولتوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ وزیر تعلیم جنوبی پنجاب کے کسی ایک سرکاری سکول کی نشاندہی کر دیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت نہ تو وزیر تعلیم موجود ہیں اور نہ ہی وزیر صحت۔ یہ دونوں شعبے کسی بھی ملک اور اس کی عوام کے لئے بہت ضروری ہیں اور بنیادی سہولتیں انہی سے ملتی ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ دونوں وزراء موجود نہیں ہیں۔ شکر ہے کہ ہمارے بھولے بھالے اور سیدھے سادھے فنانس منسٹر بیٹھے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ نوٹ کریں گے۔ جناب! میں یہ کہہ رہی تھی کہ اگر وزیر تعلیم کسی ایک سرکاری سکول کی نشاندہی کر دیں کہ وہاں پر بچوں کی تعداد کے لحاظ سے کمرے پورے ہوں انھیں کنٹین، لائبریری اور دوسری بنیادی ضروریات مہیا ہوں۔

جناب والا! ابھی بھی سرکاری سکولوں کا یہ حال ہے کہ وہاں کمرے نہیں ہیں اور بچے گراؤنڈ میں بیٹھتے ہیں۔ وہ باہر ریڑھیوں سے غیر معیاری اشیاء کھاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر افسوس اس بات کا ہے کہ ان کے پینے کے لئے پانی کا بھی صحیح انتظام نہیں ہے۔ اچھے سکول میں تعلیم حاصل کرنے سے ساری زندگی بچے کے ذہن میں سکول کا ایک image رہ جاتا ہے جو بدقسمتی سے ہمارے ملک کے بچوں کو ابھی تک سرکاری سکولوں میں نہیں مل سکا۔

جناب سپیکر! انھوں نے مفت کتابیں دینے کا جو طریقہ رائج کیا ہے۔ اگر انھیں کتابیں دینی تھیں تو وہ چھٹیوں سے پہلے دی جاتیں۔ کل یہاں پر ہمارے وزیر تعلیم بڑے جوش و خروش سے فرما

رہے تھے کہ ہم نے یہ کتابیں ستمبر میں دینی ہیں تاکہ وہ بچے چھٹیوں میں enjoy کریں۔ مجھے یہ بتائیں کہ جن کی آمدن چار یا پانچ ہزار روپے ہے جو غریب لوگ تین مرلے کے گھروں میں رہتے ہیں اور گیارہ گیارہ ان کے افراد ہیں وہ کہاں کسی hill station پر جائیں گے، کیا وہ وہاں تفریح کرنے جائیں گے، ان کی تفریح کیا ہو گی؟ وہ گلی محلوں میں آوارہ پھریں گے، وڈیو فلمیں دیکھیں گے اور امیر ہونے کے چکر میں چور یا ڈاکو بنیں گے۔ اگر کتابیں دینی تھیں تو گرمی کی چھٹیوں سے پہلے دیتے تاکہ بچے نئی کتابوں کے شوق میں کچھ نہ کچھ پڑھتے۔ ماں باپ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اپنی کتابیں لے کر بیٹھیں لیکن یہ جادو کی کونسی چھڑی ہو گی کہ تین مہینے تو ان کو enjoy کروائیں گے اور ستمبر کے مہینے میں انھیں پڑھانا شروع کر دیں گے۔

جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ یہاں پر کسی منسٹر یا آفیسر کا بچہ سرکاری سکول میں نہیں پڑھتا۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں اندازہ ہی نہیں ہے وہ تو ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہیں اور ان کے پاس بڑی بڑی گاڑیاں ہیں جن کے شیشے بھی بند کر دیتے ہیں۔ ان کو کیا پتا کہ زمینی حقائق کیا ہیں اور غریبوں کے مسائل کیا ہیں؟

جناب سپیکر! ہم انگریزوں کی باتیں تو اپنا لیتے ہیں اور اندھا دھند ان کی تقلید کرتے ہیں۔ انگریز بہت ذہین ہے انھوں نے پاکستان میں جو نظام تعلیم رائج کیا اس وقت مارچ کے امتحانوں کے بعد اپریل میں نئی کلاسز کا اجراء کیا۔ اگر وہ چاہتے تو وہ بھی یہی والا ٹائم ٹیبل بنا لیتے لیکن موسم کے لحاظ سے ہمارا موجودہ نظام تعلیم اور نظام امتحانات بالکل غلط ہے۔ میں خاص طور پر ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان کی بات کروں گی کہ وہاں اتنی گرمی پڑتی ہے کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کمرہ امتحان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں پنکھے تک نہیں ہوتے حتیٰ کہ پینے کے لئے پانی بھی نہیں ہوتا۔ میں وثوق سے کہتی ہوں کہ پچھلے دنوں جب امتحانات تھے تو وہاں پر بہت سارے بچے بے ہوش ہوئے۔

جناب والا! پاکستان میں امتحان مارچ میں ہوتے تھے اور نئی کلاسوں کا اجراء اپریل میں کیا جاتا تھا۔ وزیر تعلیم عمران مسعود صاحب بہت دفعہ شہباز شریف کے ساتھ بہاولپور تشریف لاتے تھے۔ ان کو ابھی بھی یاد ہو گا کہ شاہدرہ بستی، قائداعظم کالونی، اسلامی کالونی، ٹبہ بدر شیر جہاں تین تین مرلے کے گھر ہیں اور گیارہ گیارہ، بارہ بارہ لوگ وہاں رہتے ہیں۔ چھٹیوں میں ان بچوں کو کس طرح کے تفریح کے مواقع ملیں گے؟

جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے گزارش کروں گی کہ اس امتحانی شیڈول کو سابق شیڈول پر ہی لایا جائے۔ میں یہ بھی عرض کروں گی کہ سرکاری سکولوں میں زیادہ تعداد lower middle class کی ہے جن کے ماں باپ ان پڑھ ہیں۔

جناب والا!اب میں ٹیکنیکل ایجوکیشن پر بات کروں گی۔ ہر وقت شور ہوتا ہے کہ ہم نے ٹیکنیکل ایجوکیشن کے بہت سارے مواقع مہیا کر دیئے ہیں۔ بہتر یہ ہوتا کہ بچوں کو جو ماہوار دو سو روپیہ دے کر انھیں بھکاری بنایا جا رہا ہے اگر اسی دو سو روپے سے ان چھٹیوں میں کوئی بہترین آڈیٹوریم بن جاتا، کوئی بڑا ہال بن جاتا جہاں پر لائبریری ہوتی اور ان بچوں کے لئے ایسے مواقع ہوتے جہاں پر بیٹھ کر وہ اپنی تعلیم جاری رکھتے اور انھیں تفریح کے مواقع بھی ملتے لیکن یہاں پر تو صرف یہی کہا جاتا ہے کہ حکومت نے بہت اچھا کام کیا اور دو سو روپے ماہوار دیا جا رہا ہے اور ہم ٹیکنیکل ایجوکیشن مہیا کر رہے ہیں۔ یہ جو دعوے کئے جا رہے ہیں ان پر عمل بھی ہونا چاہئے۔ آپ کو بھی یاد ہو گا اور ایوان میں بھی بہت سے ایسے ممبران بیٹھے ہیں جن کے علم میں ہے کہ میاں شہباز شریف اور میاں نواز شریف کے دور میں جو کام ہوتا تھا اس پر لازمی طور پر عمل ہوتا تھا جس وجہ سے وہ کامیابی کا مرکز بن جاتا تھا لیکن یہاں پر آئے دن کبھی تو امتحان گرمیوں میں شروع ہو جاتے ہیں، کبھی فرسٹ ایئر کا علیحدہ ہو جاتا ہے، کبھی دسویں کا امتحان علیحدہ ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر!ہم کہیں ایک جگہ پر ٹک جائیں اور بیٹھ کر mature پالیسیاں بنائیں اور ان پر عمل کریں۔ وہ پالیسیاں بنائیں جو ہماری عوام کے مفاد میں ہوں چونکہ ہماری عوام زیادہ تر غریب ہے۔ جب الیکشن ہوتے ہیں تو غریب لوگ ہی باہر نکلتے ہیں۔ وہی لوگ جن کی مدد اور دعاؤں سے آج ہاؤس میں یہ لوگ بیٹھے ہیں ان کے لئے ان کے پاس کوئی رقم نہیں ہے اور آج بھی انھیں ہی ذلیل کیا جا رہا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا!میں wind up کر رہی ہوں۔ میں نے سکول سائیڈ کا پورا بجٹ پڑھا لیکن بہاولپور شہر میں کسی سکول کے لئے ایک روپے کا فنڈ بھی نہیں رکھا گیا۔ میں بہاولپور تحصیل کی بات نہیں کر رہی بلکہ شہر کی بات کر رہی ہوں کہ شہر میں کسی کالج کی بلڈنگ، اس کی upgradation اس کے فرنیچر کے لئے کوئی فنڈز نہیں دیئے گئے۔ آج بھی سیٹلائٹ ٹاؤن کالج بہاولپور کی بلڈنگ نہیں ہے اور بچیاں باہر میدان میں بیٹھتی ہیں شاید یہ ناانصافی صرف اس لئے

ہے کہ بہاولپور شہر کے تمام ایم پی ایز کا تعلق اپوزیشن سے ہے۔

جناب سپیکر! ایک آدمی کو قومی خزانے کے بھرنے یا نہ بھرنے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اسے تو اپنے لئے ضروریات زندگی درکار ہوتی ہیں۔ مگر یہ کیسا بجٹ ہے کہ غریب آدمی اور عام آدمی کا خیال ہی نہیں رکھا گیا۔ قومی بجٹ تقریر سنی صوبائی بجٹ تقریر سنی یوٹیلٹی سٹورز کا بھی بڑا شور مچا ہوا ہے۔ آپ چار سو یوٹیلٹی سٹورز بنا رہے ہیں مجھے اور آپ سب کو پتا ہے کہ ہمارے ملک میں جو غریب آدمی ہیں جن کی آمدنی چار ہزار یا پانچ ہزار روپے ہے وہ مہینے کا اکٹھا سودا کیسے خرید سکتے ہیں۔ وہ تو ادھار پر سودا لیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ دس روپے کی دال منگوا لیتے ہیں یا بیس روپے کی سبزی منگوا لیتے ہیں۔ ان کا تو روز کا روز خرچہ ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! بہت بہت شکریہ

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا! تھوڑا سا رہ گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس ہو گئی بات۔ اب میں محترم اعجاز شفیع صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔ Time is over.

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا! میں جلدی اپنی بات ختم کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: No, time is over now. اعجاز شفیع صاحب! اب پونے پانچ ہو گئے ہیں اور کافی بات ہو گئی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: شکریہ۔ جناب سپیکر!۔۔۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا! میرے ایک دو اہم نکات رہ گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! کافی بات ہو گئی ہے۔ لوگ اب تھکے بیٹھے ہیں اور سب نے بات کرنی ہے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا میں ایک منٹ میں اپنی بات کو ختم کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ تشریف رکھیں ابھی میرے پاس ایک لمبی لسٹ پڑی ہے۔ سب سے پہلے زاہدہ سرفراز ہے اس کے بعد آپ کا ہے اور اسی طرح پھر دوسروں کا نام ہے۔ اب اعجاز شفیع صاحب پہلے بات کریں گے۔ فرمائیں!

جناب محمد اعجاز شفیع: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں کچھ زیادہ وقت نہیں لوں گا میں صرف جنوبی پنجاب کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت پانچ بجے تک کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! الحمدللہ آج یہ پہلی حکومت ہے جس میں صدر جنرل پرویز مشرف اور ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے آج ہمارے عوام کو یہ شعور دیا ہے کہ آج خاص طور پر جنوبی پنجاب کے اندر ہم نے فیوڈل سسٹم کا خاتمہ کیا۔ ہم نے وڈیرہ شاہی کا بھی خاتمہ کیا۔ آج جب یہاں جنوبی پنجاب کی بات ہو رہی تھی یہ وہ لوگ ہیں جو ان کی باقیات ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ان علاقوں کی خوشحالی اور ترقی نہیں چاہتے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج اگر وہ سسٹم ہوتا تو یہ ڈاکٹر جاوید صدیقی کبھی بلکہ اس کی آنے والی نسلیں بھی کبھی ایم پی اے نہ ہوتیں۔ آج اگر وہ سسٹم ہوتا تو رئیس اقبال کبھی ایم پی اے نہ ہوتا۔ آج اگر وہ سسٹم ہوتا تو دریا خان فیاض اور محمد اقبال چنڑ اور ہمارے دوسرے جنوبی پنجاب کے دوست 80 فیصد لوگ کبھی بھی ایم پی اے نہ بنتے۔

جناب والا! آج چیلنج کے ساتھ میں یہ کہتا ہوں کہ ہماری موجودہ حکومت کے دور میں جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں ان کی مثال ہماری 55 سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ کیونکہ 55 سالہ تاریخ کے اندر ہمارے حکمران یوسف رضا گیلانی سپیکر قومی اسمبلی رہے۔ ہمارے حکمران وہاں سے فخر امام بھی رہے۔ وہاں سے ہمارے حکمران فاروق لغاری بھی رہے وہاں سے ہمارے حکمران سجاد حسین قریشی گورنر رہے۔ وہاں سے ہمارے حکمران کھر صاحب بھی رہے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہمیشہ جنوبی پنجاب کے پاس جتنی بھی نمائندگی رہی ہے اتنی آج تک کبھی بھی اس کے پاس نہیں رہی لیکن یہ باقیات اب بھی یہ چاہتی ہیں کہ نفرت پھیلا کر، انتشار پھیلا کر اس علاقے کی ترقی جو آج ہمارے موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب کر رہے ہیں اور ہمارے علاقے کی محرومیوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں ان کی راہوں میں یہ رکاوٹ بننا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر ان علاقوں کی ترقی ہو گئی ان علاقوں کے لوگوں کو شعور آ گیا تو جاگیر دارانہ نظام کبھی واپس نہیں آئے گا اور ان کے ہاتھوں سے اقتدار ختم ہو جائے گا۔ ان لوگوں کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ ان علاقوں کی محرومیوں کے لئے، ان علاقوں کی پسماندگی کے لئے، ان علاقوں کی جہالت کے خاتمہ کے لئے کوئی ایسے اقدامات نہ کئے جائیں جس سے وہاں کے عوام کو شعور حاصل ہو۔ ہمارے پاس کوئی ایسا الہ دین کا چراغ نہیں ہے کہ جس سے آج ہم ان علاقوں کی پچاس سالہ محرومیوں کا صرف تین سالہ دور اقتدار کے اندر خاتمہ کر سکیں۔ میں بجٹ کی بات کروں گا اور میں یقین کے ساتھ کہتا

ہوں کہ اس سال بھی اور پچھلے سال بھی بجٹ کے اندر جو ہمارے جنوبی پنجاب کا حصہ تھا اس حصے سے 11 فیصد حصہ زیادہ کیا گیا تاکہ جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا خاتمہ ہو سکے۔ جنوبی پنجاب کی پسماندگی کے خاتمے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ بجٹ مختص کیا۔ کیونکہ یہ ان کی وہاں کے عوام کے ساتھ محبت ہے اور یہ جنوبی پنجاب کی عوام کے ساتھ محبت کا اظہار بھی ہے کہ وہ وہاں کی 55 سالہ محرومیوں کا خاتمہ چاہتے ہیں، پسماندگیوں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! کیا رحیم یار خان کے اندر جو میڈیکل کالج بن رہا ہے کیا آج اس کا قیام نہیں ہے، کیا رحیم یار خان کے اندر یونیورسٹی کا سب کیمپس موجود نہیں ہے، کیا رحیم یار خان کے اندر انڈسٹریل اسٹیٹ موجود نہیں ہے، کیا رحیم یار خان کے اندر ایک ہزار 34 ملین کے واٹر سپلائی اور ٹریٹمنٹ پلانٹ پر کام نہیں ہو رہا، کیا رحیم یار خان سے وزیر اعلیٰ پنجاب منتخب نہیں ہوئے ہیں، کیا بہاولنگر میں یونیورسٹی کا سب کیمپس نہیں بنا، کیا بہاولپور کے اندر زرعی کالج کا قیام نہیں ہوا، کیا ملتان کے اندر کارڈیالوجی ہسپتال کا قیام نہیں ہوا، کیا ملتان کے اندر چلڈرن کمپلیکس کا قیام نہیں ہوا، کیا ملتان میں نشتر ہسپتال میں برن یونٹ قائم نہیں ہوا، کیا ملتان کے اندر اور ہمارے جنوبی پنجاب کے اندر یہ سب کام نہیں ہوئے؟ میں جو یہ باتیں کر رہا ہوں یہ چند باتیں کر رہا ہوں باقی تفصیل جو جنوبی پنجاب کی تعمیر و ترقی کے لئے ہے وہ ہمارے وزیر خزانہ اپنی wind up تقریر میں کریں گے۔

جناب والا! اس وقت ہماری جو موجودہ اپوزیشن یا جو باقیات ہیں یہ ان علاقوں کی ترقی کو دیکھنا نہیں چاہتے اور یہ ان علاقوں کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ آج موجودہ بجٹ کے اندر جو اربوں روپے کے ترقیاتی کام ہو رہے ہیں تو ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں اور پورے دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان ترقیاتی کاموں سے ہمارے صوبے کے اندر خوشحالی آئے گی اور خاص طور پر ہمارے جنوبی پنجاب کے اندر جو ہماری محرومیاں ہیں، جو پسماندگیاں ہیں ان کا خاتمہ ہو گا اور جنوبی پنجاب جو ہمیشہ سے وڈیرہ شاہی اور جاگیر دارانہ نظام کے تسلط کا شکار رہا ہے اس کا خاتمہ ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ اسی موجودہ حکومت کے دور اقتدار کے اندر اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے Vision اور ان کی ان علاقوں کی محبت سے وہ علاقے اپنی پسماندگیوں سے نکل کر ترقی کی طرف گامزن ہوں گے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ ہماری عوام جن کے اندر یہ نفرت کا بیج بونا چاہتے ہیں ہماری عوام جن کے اندر یہ انتشار پھیلانا چاہتے ہیں ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ آج ہماری عوام ہمارے

اس پڑھے لکھے پنجاب کو جو ہم نے نیا شعور دیا ہے اس شعور سے ان کے ان اوچھے ہتھکنڈوں میں نہیں آئیں گے۔ان کی باتوں میں آکر ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ بھی نہیں بنیں گے۔ میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج ہماری جو جنوبی پنجاب کی باقی باتیں ہیں وہ ہمارے وزیر خزانہ اپنی wind up تقریر میں کر کے یہ ثابت کریں گے کہ آج ہماری حکومت ان پسماندہ علاقوں کے لئے کیا کچھ نہیں کر رہی۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ زاہدہ سرفراز!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پاپولیشن ویلفیئر: شکریہ۔جناب سپیکر! میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ میں بحث پر حصہ لینے کے لئے موقع عطا کیا ہے۔بجٹ کوئی فیشن نہیں اور نہ ہی یہ کوئی سالانہ پریڈ ہے۔یہ ہمارے عوامی مسائل کی درست نشاندہی اور ان مسائل کی مالی حکمت عملی وضع کرنے کا ایک سنجیدہ اور کٹھن مرحلہ ہے بدقسمتی سے جماعتی اور سیاسی وفاداریوں کے حوالے سے بجٹ پر تنقید کو ایک روایت بنا دیا گیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اپنی بہن فرزانہ راجہ کی کچھ باتوں کا جواب دینا چاہوں گی، گو کہ وہ یہاں سے اٹھ کر جا چکی ہیں۔ صبح انہوں نے اپنی speech میں سب سے پہلے ہمارا ایک ایم پی اے وارث کلو صاحب کی اس بات کو قابل اعتراض بنایا کہ انہوں نے صوبہ سرحد اور سندھ کے ساتھ ہندوستان کو کیوں ملا دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کی بہترین خارجہ پالیسیوں کی وجہ سے ہندوستان ہمارا ہمسایہ اور اس کے ساتھ ہمارے بہترین تعلقات ہیں۔یہ تو کوئی اعتراض والی بات نہیں تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب اپوزیشن کے ڈاکٹر وسیم صاحب نے اسرائیل کے وزیر اعظم کی کفایت شعاری کی تعریف کی تو اس وقت ان کے دل میں غیرت کا یہ مسئلہ کیوں نہیں اٹھا۔ دونوں بہنیں اس وقت اٹھ کر ان کے خلاف کیوں نہیں بولیں؟ اسرائیل تو وہ ملک ہے جو کئی سالوں سے فلسطین کی آزادی کے لئے ایک المیہ بنا ہوا ہے۔ پھر اسرائیل کی قوم جو یہودی ہے اس کی ایک عورت نے ہمارے نبی پاک ﷺ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی اور ہمارے نبی کریم نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں فرمایا تھا کہ میں آج بھی اس زہر کی تلخی اپنی زبان پر محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میری بہنوں کی غیرت یہ بات سن کر کیوں نہ جاگی۔ فرزانہ راجہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ملک میں آج کل حکومت کی ناپسندیدہ پالیسیوں کی وجہ سے فی کس آمدنی دو ڈالر سے کم ہے۔ میں فرزانہ راجہ سے پوچھنا چاہوں

گی کہ کیا وہ امریکہ میں رہتی ہیں کہ ڈالروں کی بات کرتی ہیں، کیا اسے روپے پیسے میں بات کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے؟ پھر انہوں نے کہا کہ ہماری حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے غریب کو دیوار سے لگا دیا گیا ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق کو بہت بڑھا دیا گیا ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا سویٹزرلینڈ کے بنکوں میں پیسے ہم نے جمع کروائے ہیں۔ انہوں نے سویٹزرلینڈ کے بنکوں میں پیسے جمع کروا کر غریب کو غریب تر کر دیا ہے۔ اگر وہ اس کمیشن کی رقم کو ملک کے کسی بنک میں جمع کروا دیتا تو ملک کو کچھ فائدہ ہو جاتا۔ ہمیشہ ہی یہ پارٹیاں اپنے مفادات کی بات کرتی ہیں۔ غریب کے مفاد کی بات تو کرتی ہیں لیکن ہمیشہ اپنا فائدہ مد نظر رکھتی ہیں۔ پھر فرزانہ راجہ نے کہا کہ ہمارے بجٹ میں ضلعی حکومتوں کے فنڈز کم کر دیئے گئے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے بڑی حمایتی بن کر بات کی ہے جبکہ صدر پاکستان نے جب ضلعی حکومتوں کو عوام میں روشناس کرایا تھا تو ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے صوبے کی عوام کو اس کے دروازے کے اوپر عوامی خدمات اور انصاف فراہم کیا جائے اور اس کے مسائل حل کئے جائیں۔ یہ دونوں پارٹیاں اور خاص طور پر پیپلز پارٹی اس وقت سے لے کر اب تک مخالف رہی ہے اور نواز شریف نے تو یہ بھی کہا ہے کہ پہلے ضلعی حکومت کا خاتمہ کیا جائے اور پھر الیکشن کروائے جائیں۔ یہ دونوں پارٹیاں دہرا معیار اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ ان کی منفی سوچ کا ماخذ ہے۔

جناب سپیکر! ادھر سے میرے بھائی کاروں کی بات کرتے ہیں کہ ہماری حکومتی مشینری کاریں استعمال کرتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے پوچھنا چاہوں گی کہ جس صوبے میں ان کی حکومت ہے کیا وہاں پر حکومتی مشینری سائیکلوں پر سفر کرتی ہے اور کیا وہ گدھا ریڑھیوں پر دفتروں میں جاتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ بجٹ سازی پر تنقید اور اس کا غیر جانبدارانہ تجزیہ ارکان اسمبلی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس کے لئے انہیں اپنے حلقے کے مسائل کا تو پتا ہونا ہی چاہئے اپنی قومی اور صوبائی ضرورتوں کا بھی ادراک ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! بجٹ کے غیر جانبدارانہ تجزیے سے جہاں بجٹ کی غلطیاں اور کمزوریاں واضح ہوتی ہیں وہاں اس کی خوبیاں بھی اجاگر ہوتی ہیں۔ میں آج یہاں پر اپنے وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک صاحب کو اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ 07-2006 کا بجٹ جو انہوں نے پیش کیا ہے وہ ایک عوام دوست اور ٹیکس فری بجٹ

ہے۔اس میں عوام پر کوئی ٹیکس نہیں لگائے گئے بلکہ غریب طبقوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی گئی ہیں۔ یہ عوام دوست بجٹ وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الہیٰ کا عوامی دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ صاحب خواب دیکھنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اوراس کی تعبیر بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

ان کے پیش رو وزیر اعلیٰ نے 2000-1999 میں جو بجٹ کیا تھا اس میں ریونیو کا حجم 99۔ارب روپے تھا اور یہ تمام کی تمام رقم بھاری اخراجات اور تنخواہوں پر خرچ ہوئی تھی اس میں ایک روپیہ بھی ترقیاتی اخراجات کے لئے نہیں بچا تھا۔اس حساب سے فی کس سالانہ ترقیاتی اخراجات 190 روپے تھے جبکہ اب جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں ریونیو کا حجم 274۔ارب روپے ہے جس میں 100۔ارب روپے ترقیاتی پروگراموں کے لئے رکھا گیا ہے۔اس حساب سے فی کس سالانہ ترقیاتی پروگرام پر 1152 روپے خرچ ہوں گے جو سابق وزیر اعلیٰ کے مقابلے میں 582 فیصد زیادہ یعنی 8 گنا زیادہ ہوں گے۔

جناب سپیکر!بجٹ کے خدوخال کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ بجٹ میں سب سے پہلی اور خصوصی توجہ تعلیم کی طرف دی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ نے اپنے Vision 2020 میں خواندگی حاصل کرنے کا ہدف 100 فیصد رکھا اس کے لئے انہوں نے صوبہ پنجاب میں لٹریسی کا علیحدہ سے ڈیپارٹمنٹ قائم کیا۔اس ڈیپارٹمنٹ کو قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ ڈیپارٹمنٹ بغیر کسی disturbance اور interferance کے خواندگی کی شرح کو بڑھانے کی کوشش کریں۔اگر میں اپنی حکومت پنجاب کی چار سالہ کارکردگی کا جائزہ لوں تو میرا اندازہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا Vision 2020، 2015 میں یعنی 5 سال پہلے حاصل کر لیں گے۔اس طرح سے پڑھا لکھا پنجاب وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ صاحب کا خواب ہے وہ اپنے خواب کی تعبیر حاصل کر لیں گے۔ وہ تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں۔انہوں نے پرائمری تک مفت تعلیم حاصل کرنے کی جو سکیم چلائی ہے اس پر انہوں نے اتنی خصوصی توجہ دی ہے کہ انہوں نے 900 ریٹائرڈ فوجیوں کی بھرتی کا پروگرام بنایا ہے جو موقع پر جاکر جائزہ لیں گے کہ اس سکیم پر عملدرآمد کیا جارہا ہے یا نہیں کیا جارہا۔

جناب سپیکر!ہائر ایجوکیشن کمیشن کے تعاون سے صوبے میں 6 یونیورسٹیاں قائم کرنے

کا پروگرام بنایا گیا ہے جس میں سے دو یونیورسٹیاں سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلقہ ہوں گی جو لاہور اور سیالکوٹ موٹروے پر بنائی جائیں گی۔ ان یونیورسٹیوں سے ملحقہ 35 ایکڑ رقبے میں انڈسٹریل اسٹیٹ بنائی جائے گی۔ صبح ارشد بگو صاحب یہ فرما رہے تھے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ کی پالیسیاں وزیر اعلیٰ سرحد کی پالیسیوں کی نقل ہیں یا ہم انہیں follow کر رہے ہیں۔ میں ان سے ایک سوال پوچھنا چاہوں گی کہ ہمارے وزیر اعلیٰ نے غلام اسحق خان انسٹیٹیوٹ برائے سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے 10 مستحق طلباء کو پچھلے مہینے 4 سال یعنی پورے ایجوکیشن پیریڈ کے لئے سکالرشپ دینے کا اعلان کیا ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Time is further extended for half an hour.

پارلیمانی سیکرٹری برائے پاپولیشن ویلفیئر: جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ اس یونیورسٹی کے ایک بچے کا 4 سال کا خرچہ 10 لاکھ روپے ہے اور پنجاب کے بہت سے ہونہار اور ذہین طلباء اس یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے سے معذور رہ جاتے تھے۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا آپ کے وزیر اعلیٰ نے اپنے صوبے کے دس بچوں کو یہ سکالرشپ دینے کا کوئی اعلان کیا ہے۔ آپ کس طرح سے کہتے ہیں کہ ہماری پالیسیاں آپ کی نقل ہیں۔

جناب سپیکر! بجٹ میں دوسری ترجیح صحت کو دی گئی ہے۔ ہر یونین کونسل میں ابتدائی ہیلتھ یونٹ مکمل علاج معالجہ کی سہولتوں کے ساتھ قائم کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ ملتان میں کارڈیالوجی ہسپتال تکمیل کے آخری مراحل میں ہے اور اس سال وہ کام شروع کر دے گا۔ صوبے میں دیگر اس طرح کے ہسپتال بنانے کا منصوبہ ہے۔

جناب والا! سپیکر! فیصل آباد میں ناقص پانی پینے کی وجہ سے جو وباء پھیلی اس سے صوبے کے عوام کو پتا چلا کہ پینے کے پانی کا نظام کتنا فرسودہ ہو چکا ہے۔ اس بجٹ میں ایک تین سالہ منصوبہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اس تین سال کے عرصے میں پورے پنجاب کے پینے کے پانی کے پائپ تبدیل کر دیئے جائیں گے اور اس منصوبے کے لئے بجٹ میں 50۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ اس منصوبے کے پہلے سال ہونے والے اخراجات کے لئے انھوں نے رقم کا انتظام بھی کر دیا ہے۔

جناب والا! گزشتہ دو سالوں میں صوبے میں 35 لاکھ نئی اسامیاں پیدا کی گئیں۔ جن میں سے 60 فیصد زراعت میں، 20 فیصد سرکاری محکموں میں، 14 فیصد صنعت میں اور 6 فیصد تعمیرات کے شعبے سے منسلک کی گئیں۔ اس طرح سے ہماری غربت میں گیارہ فیصد کمی آئی ہے اور ہمارے ستر لاکھ افراد خط غربت سے اوپر آ گئے۔ میرے بھائی نے ادھر سے فرمایا کہ پنجاب میں غریب عوام خودکشی کر رہے ہیں اور ہم کہہ رہے ہیں کہ خط غربت سے اوپر آ گئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ کہنا چاہوں گی کہ ترقی پذیر معاشروں کا یہ المیہ ہے کہ یہاں پر غربت بھی قائم رہتی ہے اور غربت کو ختم کرنے کے جتن بھی قائم رہتے ہیں۔ ہم پاکستانیوں پر یہ امتیاز ہے کہ ہم ایک سال میں ترقی کا جو سامان کرتے ہیں، اس سے دگنا آبادی بڑھا دیتے ہیں۔ جس وجہ سے ہماری غربت قائم رہتی ہے بلکہ آگے سے دگنا بڑھ جاتی ہے۔ میں اپنے بھائیوں سے یہ اپیل کروں گی کہ اگر ملک میں سے غربت کا خاتمہ چاہتے ہیں تو اپنی آبادی کو کنٹرول کریں۔

جناب سپیکر! بجٹ ہمیشہ خوبصورت ہوتے ہیں اور عام آدمی کی زندگی اس خوبصورتی سے اکثر محروم بھی ہوتی ہے مگر اس کے باوجود ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ کی معاشی پالیسیوں کو نہ صرف پاکستان کے معاشی ماہرین نے بلکہ عالمی اداروں نے بھی سراہا ہے۔ حال ہی میں ورلڈ بنک کے سربراہ نے سی این این کے پروگرام میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے ترقیاتی ماڈل کو بطور مثال پیش کیا ہے۔

جناب والا! جہاں تک صوبے میں امن وامان کی صورتحال کا تعلق ہے۔ اس کے لئے بھی بہت سے خوش آئند اقدامات کئے گئے ہیں۔ یہ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ کے Vision کی بات کرتے ہیں تو میں کہتی ہوں کہ ان کی نگاہیں بہت دور رس ہیں۔ وہ بڑی دور تک سوچتے ہیں۔ انھوں نے بی۔اے پاس کانسٹیبل بھرتی کرنے کا جو پروگرام بنایا ہے۔ جب ایک سپاہی گریجوایٹ ہو گا تو اس کا رویہ عام آدمی کے ساتھ مناسب ہو گا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ تھانے کے اندر جس ایس ایچ او کا رویہ لوگوں کے ساتھ نامناسب ہو گا اس کو تھانے میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس طرح کا پولیس افسر کبھی بھی کسی تھانے میں ایس ایچ او مقرر نہیں ہو سکے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلے مقرر انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں صاحب ہیں۔

انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: شکریہ۔جناب سپیکر! پنجاب کے بجٹ پر بحث کرنے کے لئے ہمیں اس چیز کا اندازہ ہونا چاہئے کہ صوبہ پنجاب جس کے بجٹ کی آج بات ہو رہی ہے۔اس کی 70 فیصد آبادی کا تعلق زراعت سے وابسطہ ہے۔یہ وہ صوبہ ہے جو اس ملک کی خوراک کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس ملک میں سب سے اہم اسی فیصد کاٹن پیدا کرنے والا یہی صوبہ ہے۔اس صوبے کے کاشتکار جو اس بجٹ سے پہلے یہ توقع لگا کر بیٹھے تھے کہ شاید وفاق کی طرف سے اس صوبے کے کاشتکار کو جو مراعات نہیں مل سکیں۔وہ شاید پنجاب حکومت کی طرف سے کسی نہ کسی شکل سے اس صوبے کے کاشتکار کو ضرور دی جائیں گی لیکن یہاں بھی اسے مایوسی ہوئی کیونکہ یہ حکومت دعوے تو کرتی ہے کہ یہاں پنجاب کی وجہ سے ہم نے bumper crop پیدا کی اور اس حکومت کے یہ کارنامے تھے اور ان کی یہ پلاننگ تھی کہ جس کی وجہ سے کاشتکار نے ریکارڈ پیداوار ہمیں دی۔کپاس میں ایک کروڑ بیس لاکھ گانٹھ کے قریب دی لیکن اس کے بدلے میں جب دیکھا جائے کہ اس حکومت کی طرف سے اس کاشتکار کو یہ پیداوار دینے کے بدلے میں کیا دیا گیا ہے۔کاشتکار کو جو ڈیزل پچھلے سال -/23 روپے میں ملتا تھا وہ اس مرتبہ -/38 روپے میں اسے ملا، جو کھاد کی بوری اسے 450/475 میں ملتی تھی وہ اسے 500/550 میں ملی۔اسی طرح pesticides کو لیا جائے تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے۔ ہم یہاں پر اربوں روپے کی pesticides import کرتے ہیں۔اگر چائنا سے موٹر سائیکل منگوا کر یہاں assemble کئے جا سکتے ہیں تو کیوں نہیں technical grade pesticides کی شکل میں منگوا کر یہاں فیکٹریاں لگا کر اس ملک کے کاشتکار کے لئے سستی pesticides فراہم کی جائیں۔

جناب سپیکر! دوسری طرف کھاد کی سبسڈی کے لئے وفاقی حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ ہم ہزار روپے کی بوری لے کر پانچ سو روپے کی کاشتکار کو دے رہے ہیں لیکن اگر دیکھا جائے تو ہمارے ملک کی جو کھاد کی فیکٹریاں ہیں۔ جیسے ایف ایف سی ہے تو انھیں کھاد کی بوری دو اڑھائی سو روپے میں بھی نہیں پڑتی لیکن وہ کاشتکار کو پانچ سو روپے کی بیچی جا رہی ہے تو اس تضاد میں جہاں حکومت تو یہ کہتی ہے کہ وہ bumper crop پیدا کرنے کے لئے کوششیں کر رہی ہے لیکن عملی طور پر اگر دیکھا جائے تو اس ملک کا جو ترقیاتی بجٹ ہے جس کا ایک 100۔ارب روپے کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو اس میں سے صرف ایک فیصد زراعت کی ڈویلپمنٹ کے لئے خرچ کیا جا رہا ہے۔اس میں بھی اگر دیکھا جائے تو تحقیق کے لئے خاص طور پر اس میں 13 کروڑ روپے کی ایسی رقم رکھی گئی

ہے اور old cotton producing areas فیصل آباد اور اوکاڑہ کے حوالے سے یہ رقم وہاں پر دوبارہ کپاس کی بحالی کے لئے رکھ رہے ہیں۔ اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو رحیم یار خان جہاں سے میرا تعلق ہے، جہاں کاٹن پیدا کرنے والی سب سے بہتر زمینیں ہیں اور اس صوبے کی 13 فیصد کپاس وہیں پر پیدا ہوتی ہے۔ وہاں پر دھڑا دھڑ شوگر ملیں لگائی جا رہی ہیں۔ وہاں جو موجودہ شوگر ملیں تھیں جو سرکاری طور پر approve شوگر مل ہے۔ جس کی capacity آٹھ ہزار میٹرک ٹن کے قریب ہوتی ہے۔ اسے ایک حمزہ شوگر مل جو جٹاں پٹاں میں ہے، اس کی capacity چوبیس ہزار میٹرک ٹن غیر قانونی طور پر کر دی گئی جہاں پر شوگر مل پر پابندی ہے وہاں ایک شوگر مل کے اندر تین شوگر ملیں لگا دی گئیں اسے کسی نے نہیں پوچھا۔ اسی طرح جمال دین والی شوگر مل جس کی capacity آٹھ ہزار میٹرک ٹن تھی اسے اب اس مرتبہ اٹھارہ ہزار میٹرک ٹن کر دیا۔ اسی طرح یونائیٹڈ شوگر مل جو صادق آباد تھی اس کی capacity بھی بڑھائی جا رہی ہے اور سونے پر سہاگہ یہ کہ وہاں پر ایک اور شوگر مل کی منظوری دے دی گئی ہے۔ میں نے چند روز قبل اخبار میں پڑھا کہ پنجاب میں شوگر ملوں سے پابندی اٹھالی گئی ہے تو یہ اس ملک اور خاص طور پر اس صوبے کے ساتھ بڑا ظلم ہو گا کہ جو کاٹن پیدا کرنے والے علاقے ہیں وہاں پر آپ گنے پیدا کرنے کے لئے incentives دے رہے ہیں۔ یہ ایسے بہت سارے علاقے ہیں جہاں پر گنا پیدا بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس مرتبہ جو ملک میں چینی کا بحران پیدا ہوا جو چینی کی کمی کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے عوامل کچھ اور تھے جو اب سامنے آ چکے ہیں کہ شوگر ملوں والے یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس سٹاک موجود ہے، گورنمنٹ ہم سے پرچیز کرے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ بحران artificial تھا۔ یہ وہ لوگ جو حکومت میں شامل ہیں انہوں نے خود یہ بحران artificially پیدا کیا اب ان کے پاس سٹاک کہاں سے آ گئے؟ ایسی صورتحال میں اگر ایک مرتبہ گنے کی پیداوار میں کمی آئی تو اس کے لئے ہمیں پلاننگ کرنی چاہئے نہ کہ دھڑا دھڑ ہم شوگر ملوں کے پیچھے پڑ جائیں اور جو کاٹن کا precious produce ہمارے پاس ہے اسے ہم ضائع کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے حکومت کی طرف سے اس فیلڈ میں کوئی سبسڈی نہیں دی گئی حالانکہ یہ توقع کی جا رہی تھی کہ پنجاب حکومت کم از کم جب پانی کی اتنی شدید قلت ہے تو ہمیں اگر ٹیوب ویل کے لئے ڈیزل سستا نہیں تو کم از کم بجلی پر سبسڈی دی جائے اور سستی بجلی کاشتکار کو فراہم کی جائے۔ اسی طرح کھاد میں بھی سبسڈی دی جا سکتی ہے، ادویات میں بھی دی جا سکتی ہے اور گورنمنٹ خود بھی چھوٹی سی فیکٹریاں لگا کر مقامی طور پر اسے formulate کیا

جا سکتا ہے لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ صحت اور تعلیم کے حوالے سے میں گزارش کروں گا کہ میرے بھائی اعجاز شفیع صاحب یہاں فرما رہے تھے کیونکہ ان کا تعلق بھی اسی علاقہ سے ہے تو جاوید صدیقی صاحب نے facts and figures پر بات کی میں ان کی مکمل تائید کرتا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی تعصب تھا یا کوئی نفرت پھیلانے کی باتیں تھیں۔ وہ تمام facts مکمل حقائق پر مبنی تھے۔ یہ اعجاز شفیع صاحب جو کارنامے وزیر اعلیٰ صاحب کے گنوا رہے تھے، انہوں نے رحیم یار خان میں میڈیکل کالج کی بات کی تو وہ تین سال سے پرائیویٹ بلڈنگ پر چل رہا ہے اس کے لئے کوئی سرکاری بلڈنگ نہیں ہے۔ ہسپتال کا جو سیمینار ہال ہے اس کے اندر کلاسیں ہوتی ہیں۔۔۔

(اذان عصر)

جناب سپیکر! یہ منصوبے اعلانات کی حد تک تو ضرور موجود ہیں لیکن اگر دیکھا جائے تو دوسری طرف اسی سال کا جو بجٹ ہے اس میں، میں نے دیکھا کہ راولپنڈی میڈیکل کالج کے لئے ایک ارب روپیہ رکھا گیا ہے تو یہ جو غیر منصفانہ تقسیم ہے یہی بات ہمارے ممبر جاوید صدیقی صاحب نے کی ہے تو یہ ایسے عمل ہیں جن کی وجہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے نہ کہ اسمبلی میں ان کی نشاندہی سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور اسے منفی سائیڈ پر نہیں لے کر جانا چاہئے۔ اگر ہم تعلیم کے حوالے سے دیکھیں تو رحیم یار خان میں جس یونیورسٹی کے کیمپس کا انہوں نے ذکر کیا وہ پچھلے ایک سال سے وزیر اعلیٰ کی تختی لگی ہوئی ہے، وہاں پر دو سو گز پر ایک gril لگی ہوئی ہے اور شاید ایک یا دو ایکڑ پر گھاس لگا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس کیمپس میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہائیر ایجوکیشن کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے ڈویلپمنٹ کا جو اعلان ہوا ہے تو ہمارے ممبرز اور وزراء صاحبان جو ضلع رحیم یار خان سے ہیں انہیں اس چیز کی نشاندہی کرنی چاہئے تھی کہ ہمارے لئے بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ضلع کے لئے کوئی ایک منصوبہ بھی نہیں ہے کہ جس میں ہم یہ کہہ سکیں کہ کسی سکول کو اپ گریڈ کیا گیا ہے یا ہمارے کسی کالج کو اپ گریڈ کیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ صحت کا منصوبہ ہے جس کا بڑا ذکر کیا جا رہا ہے اس کا حال میں بیان کر چکا ہوں اور ویسے ہی پچھلے تین سال سے کبھی کسی بلڈنگ میں کبھی کسی بلڈنگ میں چل رہا ہے، وہاں پر کوئی ٹیچنگ سٹاف ہے، نہ وہاں پر کوئی پروفیسر ہے۔ ابھی چند روز قبل اسمبلی میں ایک سوال آیا تھا تو اس میں پروفیسرز کی 28 خالی سیٹیں show کی گئی تھیں۔ وہاں پر چند ایک نئے پروفیسرز آئے ہیں لیکن ابھی تک میڈیکل کالج کاغذات میں ہے اور اس

کے لئے جو جگہ فراہم کی گئی وہ ایک ہی ضلع میں قابل ذکر سٹیڈیم تھا جو رحیم یار خان میں محمود سٹیڈیم کے نام سے تھا وہ سٹیڈیم میڈیکل کالج کی بلڈنگ کے لئے ان کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ ضلع رحیم یار خان کی 30 لاکھ آبادی کے لئے ایک بھی سٹیڈیم وہاں پر قابل ذکر نہیں ہے۔ وہ سٹیڈیم کالج بنا اور نہ ہی سٹیڈیم رہا۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر لاہور میں ہزاروں ایکڑ پر سپورٹس کمپلیکس بن رہے ہیں تو رحیم یار خان کا ایک حقیقی مسئلہ ہے کہ وہ ایک سٹیڈیم تھا جسے میڈیکل کالج کے لئے وقف کر دیا گیا ہے تو ہمارے ضلع میں اس جگہ کے بدلے ایک سٹیڈیم بنایا جانا چاہئے۔ اسی طرح جو ایگریکلچر میں اتنا اہم رول ادا کرنے والا ضلع ہے وہاں پر جو زرعی کالج ہے اور زرعی یونیورسٹی کا اعلان بھی کیا جا سکتا ہے اس طرح جنوبی پنجاب کی محرومیاں دور کی جا سکتی ہیں، نہ کہ زبردستی صرف تقریر میں کہہ دیں کہ ہم نے محرومیاں دور کر دیں اور فلاں چیزوں کا اعلان کر دیا ہے۔ اعلانات ضرور کئے ہوں گے لیکن عملی طور پر کچھ نہیں ہوا۔ اس سے پہلے جو ممبرز جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ ہم خالی یہ نہیں کہتے کہ ہمارے اعلانات کر دینے سے وہاں کے لوگ خاموش ہو جائیں گے۔ واقعی وہاں کے لوگوں کے احساسات ہیں، ہم ان کے نمائندے ہیں اور ہمارا یہ حق بنتا ہے کہ ہم ان کے مسائل اور ان کے احساسات یہاں تک پہنچائیں۔ اسی طرح روڈز کے جو projects ہیں ان میں کوئی بڑا project نہیں ہے۔ ہر بجٹ میں شاہی روڈ رحیم یار خان کا ذکر آ جاتا ہے لیکن اس کے لئے فنڈز کا وہی سلسلہ ہوتا ہے جیسے باقی جنوبی پنجاب میں ہوتا آیا ہے۔ جب تکمیل کی بات آتی ہے تو اس کے لئے فنڈز فراہم نہیں ہوتے۔ ابھی جو اعلان ہوا تو میں نے دیکھا کہ پچاس لاکھ کے قریب فنڈز دیئے گئے ہیں اور 48 کروڑ روپے کا منصوبہ ہے اور اس سال صرف پچاس لاکھ روپے دیئے گئے ہیں جو کہ صرف feasibility پر لگ جائیں گے۔ ہمارے جو باقی دیگر شعبہ جات ہیں۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے زراعت کا ذکر کیا رحیم یار خان ضلع میں کھاد کی جو تمام اہم فیکٹریاں ہیں وہ بھی اسی ایریا میں لگ رہی ہیں۔ اس کے لئے جو ٹیکنیکل لیبر چاہئے اس کے لئے وہاں پر ٹیکنیکل کالج ہونا چاہئے۔ وہاں پر پولی ٹیکنیکل کالج کے پاس جگہ موجود ہے، بلڈنگ موجود ہے مگر اس میں ٹیکنالوجی کا اضافہ کیا جانا چاہئے اس میں نشستوں میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ وہاں پر چونکہ کھاد فیکٹریاں بنائی جا رہی ہیں اس لئے وہاں پر کیمیکل ٹیکنالوجی کا شعبہ قائم کیا جا سکتا ہے اور اگر اسے انجینئرنگ کالج کا درجہ دے دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے جنوبی پنجاب کے علاقے

کی محرومیاں دور کرنے کے لئے اور خاص طور پر وزیر اعلیٰ صاحب وہاں سے منتخب ہوئے تھے اور کم از کم اس علاقے کا قرض ہی چکا دیں۔ خالی اعلانات سے وہ لوگ راضی نہیں ہوں گے۔ انہیں وہاں سے تین سال منتخب ہوئے ہو چکے ہیں۔ وہاں پر کسی بڑی پالیسی یا کسی بڑے پراجیکٹ کی تکمیل نہیں ہوئی۔ وزیر زرعی مارکیٹنگ نے بھی وہاں ایک تختی لگائی تھی کہ ہم یہاں پر بین الاقومی لیول کی غلہ منڈی بنانا چاہتے ہیں۔ تین سال ہو گئے چار دیواری بنی ہوئی ہے لیکن وہاں پر کوئی انفراسٹرکچر نہیں بنا۔ اسی طرح ابھی وزیر صاحب نے انڈسٹریل اسٹیٹ کی بات کی ہے تو اس کو بھی اعلان ہوئے ایک سال ہو چکا ہے لیکن اس کا کوئی انفراسٹرکچر شروع ہوا وہاں پر کوئی روڈز ہیں نہ اس کے لئے کوئی پانی یا کوئی دوسری سہولیات کا بندوبست کیا گیا ہے۔ خالی انڈسٹریل اسٹیٹ کا اعلان ہونے سے جنوبی پنجاب کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کچھ عملی اقدامات اٹھانے چاہئیں تاکہ یہاں پر ہم جنوبی پنجاب کے حوالے سے جو نفرت بھرے الفاظ سنتے ہیں ان کو ختم کیا جا سکے اور ان میں یہ سوچ پیدا نہ ہو۔ ہمیں تو عملی اور مثبت اقدامات اٹھانے چاہئیں نہ کہ جو لوگ یہاں پر نشاندہی کریں تو آپ ان کے خلاف بولنا شروع کر دیں کہ یہ تعصب اور نفرت پھیلا رہے ہیں۔ بہت شکریہ، مہربانی۔

وزیر بیت المال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب! آپ فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ بجٹ اجلاس ہے اور بجٹ پر تقریریں ہو رہی ہیں۔ آپ ہر تقریر کے بعد فاضل ممبر کو یہ موقع دے دیتے ہیں کہ وہ اس کا جواب دے۔ اعجاز شفیع صاحب نے آج کوئی ٹھیکہ لے لیا ہے کہ جنوبی پنجاب کے حوالے سے سارے جوابات انہوں نے ہی دینے ہیں۔ وزیر خزانہ کے لئے بھی کچھ رہنے دیں۔

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! میں اپنے فاضل دوست ڈھلوں صاحب کے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ رحیم یار خان میں جو میڈیکل کالج ہے وہاں پر تھرڈ ایئر کی کلاسز شروع ہیں اور باقاعدہ بچے پڑھ رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہماری یونیورسٹی کے کیمپس میں بھی چھ مختلف ڈیپارٹمنٹس کی کلاسز لگ رہی ہیں۔ میں ان کے علم میں یہ بھی اضافہ کرتا چلوں کہ ہمارے رحیم یار خان میں اور

آج ملک کے اندر امن سلامتی کی ایک مثال ہے کہ ہمارے ضلع میں 60۔ارب روپے کی کاٹن اور کھاد انڈسٹریز کا قیام ہو رہا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز بھی ہمارے جنوبی پنجاب کی محرومیوں کے خاتمے کا باعث بنے گا۔ شکریہ

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! انہوں نے جو رحیم یار خان کی بات کی ہے تو میں عرض کروں گا کہ وہاں پر 1034 بلین روپے سے واٹر سپلائی اور پہلی دفعہ Waste Water Plant لگا ہے جس کا ٹینڈر ہو چکا ہے اور 26 تاریخ کو وہ ٹینڈر کھلیں گے۔ یہ اتنا بڑا پراجیکٹ بھی دو اڑھائی لاکھ کی آبادی کے لئے دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ اب نماز کا وقت ہو چکا ہے اور جو مقرر رہتے ہیں میں ان کا نام پڑھ دیتا ہوں میرا خیال ہے کہ اب تمام ممبران تھک چکے ہیں۔ اپوزیشن کی طرف سے اصغر علی گجر، محترمہ نشاط افزاء، سید احسان اللہ وقاص، حاجی محمد اعجاز، محترمہ زیب النساء قریشی، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ خالدہ منصور اور حکومت کی طرف سے محترمہ گلشن ملک، جناب جوزف حاکم دین، محترمہ مصباح کوکب، شمیم اختر صاحبہ، جناب محمد اشرف بٹ، جناب عامر عثمان عادل، محترمہ صفیہ جاوید چودھری، محترمہ شاہینہ اسد، محترمہ لبنٰی طارق، نگہت میر اور ستارہ فیاض صاحبہ رہتی ہیں۔ ان سب کو کل موقع دیا جائے گا۔

اب میں اجلاس کو بروز بدھ مورخہ 21۔ جون 2006 صبح 10 بجے تک adjourn کرتا ہوں۔

797

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 21۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث مکمل

799

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

بدھ، 21۔جون2006

(یوم الاربعاء، 24۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 2 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری محمد علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمۡسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ۖ
إِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُودًا ۝ وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً
لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُودًا ۝ وَقُلۡ
رَّبِّ اَدۡخِلۡنِىۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِىۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ
وَّاجۡعَلۡ لِّىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِيۡرًا ۝ وَقُلۡ جَآءَ
الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ۚ إِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝
وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ وَلَا
يَزِيۡدُ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَإِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ
اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوۡسًا ۝ قُلۡ
كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۖ فَرَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ هُوَ اَهۡدٰى سَبِيۡلًا ۝

سُوۡرَةُ بنیٓ اسرآئیل آیات78تا84

(اے محمد ﷺ) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشا کی) نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو۔ کیوں صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجب حضور (ملائکہ) ہےo اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو)۔ (یہ شب خیزی) تمہاری لئے (سبب) زیادت ہے (ثواب اور نماز تہجد تم کو نفل) ہے قریب ہے کہ خدا تم کو مقام محمود میں داخل کرےo اور کہو کہ اے پروردگار مجھے (مدینے میں) اچھی طرح داخل کیجیو اور (مکے سے) اچھی طرح نکالیو۔ اور اپنے ہاں سے زور وقوت کو میرا مددگار بنائیوo اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نابود ہوگیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہےo اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہےo اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو روگرداں ہو جاتا اور پہلو پھیر لیتا ہے۔ اور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو ناامید

ہو جاتا ہےo کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے۔ سو تمہارا پروردگار اس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے رستے پر ہےo

وما علینا الا البلاغo

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ہم تحاریک استحقاقtake up کرتے ہیں۔ محترمہ کنول نسیم صاحبہ کی طرف سے تحریک استحقاق نمبر30 ہے۔

ضلعی زکوٰۃ آفیسر لاہور کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ

محترمہ کنول نسیم: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے ایک ضروری عوامی مسئلہ کے حل کے لئے محمد سجاد بابر ڈسٹرکٹ زکوٰۃ آفیسر لاہور کو متعدد بار فون کیا۔ مگر انھوں نے جان بوجھ کر میرا ٹیلی فون نہ سنا اور نہ ہی رابطہ کیا۔آخر کار میں نے اس کے ٹیلی فون اٹنڈنٹ کو کہا کہ اگر اب انھوں نے میری ڈسٹرکٹ آفیسر مذکور سے بات نہ کروائی تو میں اس کے خلاف اعلیٰ افسران کو لکھ کر شکایت کروں گی۔تب میرا ان کے ساتھ رابطہ ہوا۔ میں نے ان کو عوامی مسئلہ بتایا اور انھوں نے ٹیلی فون پر میرے ساتھ وعدہ کیا اور کام کرنے کی یقین دہانی کروائی۔اس کے بعد کافی دفعہ میں نے اس کام کے سلسلہ میں اس کو یاد دہانی کروائی مگر انھوں نے میرا کام نہ کیا۔آخری دفعہ جب میں نے ان کو کام کے سلسلہ میں فون کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ ایم پی اے صاحبان کو کوئی کام نہیں ہے۔ بلاوجہ ہم افسران کو ٹیلی فون کر کے تنگ کرتے ہیں۔ میں نے کبھی بھی کسی ایم پی اے کا فون نہیں سنا اور نہ ہی میں کسی سے ملاقات کرتا ہوں۔آپ عارضی لوگ ہیں ہم مستقل ہیں۔ ہم افسر ہیں جس کا چاہیں کام کریں جس کا چاہیں نہ کریں جاؤ جا کر میرے خلاف جو کرنا ہے کر لو۔ میں آپ کا کام نہیں کروں گا۔اس کے علاوہ بھی انہوں نے بدتمیزی سے میرے ساتھ فون پر بات کی۔اس کے ان ریمارکس سے نہ صرف میرا بلکہ اس ایوان کا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔چودھری محمد اقبال صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! راجہ صاحب ابھی تک پہنچ نہیں سکے اور جناب خادم حسین وٹو اس محکمے کے وزیر ہیں وہ بھی ابھی تک نہیں پہنچے اگر مناسب سمجھیں تو۔۔۔

جناب سپیکر: اس کو 24 تاریخ تک pending کر دیتے ہیں۔

وزیر خوراک: جی،اس کوpendingفرمادیں۔

حاجی محمد اعجاز: جناب والا!اس کو کمیٹی کے پاس بھیج دیں۔

جناب سپیکر: اس کا جواب تو آ لینے دیں۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث

جناب سپیکر: اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 07-2006 پر بحث شروع کرتے ہیں۔رانا آ فتاب احمد خان صاحب!

رانا آ فتاب احمد خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر!میں آپ کا بڑا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔سب سے پہلے میں نے جب اپنے محترم بھائی معصوم وزیر حسنین بہادر دریشک کی تقریر سنی تو مجھے علامہ اقبال صاحب کا شعر یاد آیا۔

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

جناب والا!میں ان کی تقریر کے ساتھ چلتے ہوئے انہوں نے جو بجٹ تقریر کی ہے پہلے اس کا ہی جواب دوں گا۔انہوں نے سب سے پہلے یہ فرمایا ہے کہ پنجاب کی شرح نمو میں مسلسل سات سے آٹھ فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔GDPکیratioکا ایک تو یہ figureغلط ہے۔دوسرا اگر آپ دیکھیں جوinflation rateہے that has crossed more than 11 percent اگر آپ کیinflationزیادہ ہو گئی ہے تو آپ کیGDPپھر کہاں رہ گئی ہے۔دوسرا انہوں نے کہا ہے کہ دو سالوں کے قلیل عرصہ میں 35لاکھ روزگار کے مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ نئی انڈسٹری تو وجود میں آئی نہیں ہے۔آپ کے پبلک سیکٹر میں بھی نوکریاں ابھی تک چل رہی ہیں تو یہ 35لاکھ کے جو مواقع فراہم کئے گئے ہیں یہ کہاں پر کئے گئے ہیں؟ انہوں نے یہاں پر کہا ہے کہ ہم نے غربت کی لکیر کی کمی کی ہے۔یہ میں نہیں کہتا یہ ورلڈ بنک اور UNDPکاdocumentہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پاکستان میںpoverty lineجو ہے

That is 28 percent۔ یہ 23فیصد نہیں ہے یہ اس کو 5فیصد کم ظاہر کر رہے ہیں۔کیا یہ poverty lineکو سمجھتے ہیں کہ جب ایک بندہ غریب آدمی داتا صاحب کے مزار پر جاکر نیاز کی دیگ کھالیتا ہے تو اس کی غربت ختم ہو جاتی ہے یا یہ سمجھتے ہیں کہ جو آدمی پر آسائش زندگی گزارنے والا پیجارو میں بیٹھ کر پاپی سی میں بیٹھ کر وہ کھانا کھا رہا ہوتا ہے تو ادھر ایک دس گیارہ سال کی بچی ان کے بچے کو کھلا رہی ہوتی ہے اور آس بھری نگاہوں سے ان کو دیکھتی ہے کیا اس طرح غربت ختم ہو جاتی ہے۔یا غربت اس کو کہتے ہیں کہ جب یہ سوچتے ہوں کہ یہاں پر قتل بڑھ گئے ہیں، ڈکیتیاں بڑھ گئی ہیں، راہزنی بڑھ گئی ہے، چوری بڑھ گئی ہے یا اس کو یہ غربت سمجھتے ہیں، غربت according to the international standard بارہ ہزار آدمی ہر روز پاکستان میں غربت کی لکیر سے نیچے جا رہے ہیں۔اگر آپ دیکھیں تو 45لاکھ سالانہ آبادی بڑھ رہی ہے۔آپ کی جو شرح افزائش آبادی ہے.That is one of the highest مجھے نہیں پتا کہ یہاں پر اس کی وزیر کون ہیں جنہوں نے پاپولیشن ویلفیئر کرنی ہے۔

جناب والا! پاکستان کا جو اس وقت سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ آبادی کا مسئلہ ہے۔اگر آپ آبادی کو کنٹرول نہیں کریں گے تو آپ کے وسائل کیسے بڑھیں گے۔آپ دیکھیں آپ کے resources کیسے بڑھیں گے۔آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم ترقیاتی کام کرنا چاہتے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ بہت اچھی بات ہے ترقیاتی کام ہونے چاہئیں آپ کے بجٹ کی ایک allocationبھی ہے لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ جو allocationہے صحیح ہے، کیا اس کا پیسا صحیح طریقے سے utilizeہوا ہے؟اس کی utilizationکا جو مسئلہ ہے یہ سب سے اہم ہے۔آپ اگر پچھلے سال کی اور اس سال کی بجٹ allocationکو دیکھیں۔آپ نے utilizationکو بڑھایا ہوگا مگر میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ utilizationکا پیسا آنا کہاں سے ہے۔آپ کے دو ریونیو resourcesہیں ایک Provincial receiptاور ایک Federal divisible poolہے۔66فیصد آپ کو فیڈرل divisible poolسے آئے گا اور انہوں نے اب جو اس کی figuresدی ہیں اس میں ساری indirect taxationہے۔اس میں جی ایس ٹی ہے، کسٹم ہے، ایکسائز ہے اگر اس میں shortfallآ جاتی ہے اور اگر آگے این ایف سی کا بھی interimاعلان ہے تو اس کو آپ کہاں سے pickکریں گے۔

دوسرا آپ نے یہاں پر پنجاب میں کون سے resources mobilization کی ہے جہاں سے آپ نے پیسے generate کرنے ہیں۔کیا آپ سکولوں میں فیسیں بڑھا سکتے ہیں، کیا آپ ہسپتالوں میں فیسیں بڑھا سکتے ہیں؟

جناب سپیکر! یہ جو پیسا ہے آپ کی debt servicing میں جائے گا۔چودھری اقبال صاحب یہاں پر تشریف فرما ہیں کیونکہ ایک ہی وزیر ہیں جن سے بات کر سکتے ہیں یہ بڑے مدبر ہیں اور سینئر ہیں۔یہاں پر ہم نے ایک wheat کا issue raise کیا تھا۔پاکستان کی تاریخ میں آج تک کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ کی 25لاکھ ٹن کی storage capacity ہے اور آپ کی normal wheat releases ستمبر میں شروع ہو جاتی ہیں۔جب آپ کے پاس اصل گندم گوداموں میں پڑی ہوئی ہے آپ کو امپورٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ٹھیک ہے اگر فیڈرل گورنمنٹ نے امپورٹ بھی کر لی ہے تو آپ کو فلور ملز کو release کرنے کی کیا ضرورت تھی؟آپ نے 63لاکھ روپیہ یومیہ اس پر مارک اپ دیا ہے۔جب یہ مارک اپ دیں گے لازمی طور پر یہ آپ کی debt servicing میں جائے گا۔

جناب سپیکر!دوسرا میں یہاں پر وزیر۔۔۔وزیر تو کوئی ہے ہی نہیں۔یہی بات ہے اور بڑے افسوس کی بات ہے یہاں پر کسی نے کہا تھا کہ جب یہ document بنا ہے اس وقت اس پر صرف proposal ہی لے لیتے تو آپ اس کو discuss کر سکتے تھے کیونکہ یہ جو بجٹ ہے جیسے کہ چودھری صاحب نے کہا تھا کہ سول بیوروکریسی بناتی ہے۔میں یہ کہوں گا کہ سول بیوروکریسی بھی نہیں بناتی۔یہ کلرک بناتا ہے۔کلرک کیسے بناتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ پیسا ہماری تنخواہوں میں جانا ہے،یہ پیسا ہمارا ongoing schemes پر جانا ہے،یہ آپ نے 4۔ارب روپے وزیر اعلیٰ کے صوابدید پر رکھ دینا ہے۔کسی بھی financial system میں کہیں آپ نے دیکھا ہے کہ 4۔ارب روپے آپ صرف اس لئے رکھ لیں کہ یہ صوابدیدی ہے۔کیا یہ الیکشن پروگرام ہے؟

جناب سپیکر!آپ دیکھیں کہ زراعت کے لئے جس کا پاکستان کے جی ڈی پی میں 25فیصد حصہ ہے جس میں آپ کی 45سے 50فیصد آبادی کام کر رہی ہے آپ کہتے ہیں کہ mechanism ہو گی جب mechanism ہو گی تو mannual labour کم ہو گی۔اس پر آپ نے 25فیصد رکھا ہے۔اس پر آپ بات کرتے کہ ہم یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔جب تیل کی قیمت ڈیزل کی قیمت یوریا کی قیمت بجلی کی اور ٹیوب ویل کی سب کی قیمت بڑھ گئی ہے۔آپ زمیندار کو پھر output کیا

دے رہے ہیں۔ جس جی ڈی پی کا حصہ 25 فیصد ہو اور اس کی 0.25 فیصد allocation ہو۔

جناب والا! دوسرا اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ جتنی دیر آپ ریسرچ کے لئے پیسا نہیں رکھیں گے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب میں پورے سال میں زرعی سائنس دانوں میں 25 پی ایچ ڈی پیدا ہوئے ہیں۔if you compare across the border ایک یونیورسٹی میں 1150 پیدا ہوئے ہیں۔ آپ ہائر ایجوکیشن کی بات کر رہے ہیں۔ ہائر ایجوکیشن میں تو آپ اس وقت جائیں گے جب آپ کی basic foundation بن جائے گی۔ آپ پڑھا لکھا پنجاب کی بات کرتے ہیں بہت اچھا ہے پنجاب کو پڑھا لکھا ہونا چاہئے۔ کیا الف انار بے بکری اور پے پنکھا سے پنجاب پڑھ جاتا ہے۔ میں یہاں پر ایک document پیش کروں گا۔ یہ صرف ایک حلقے کا ہے۔ یہاں پر وزیر موصوف موجود نہیں ہیں۔ صرف میرے حلقے میں اس وقت 510 پوسٹیں خالی پڑی ہیں۔ کتنا بڑا حلقہ ہے کتنی آبادی کا حلقہ ہے جہاں پر یہ پوسٹیں خالی ہیں۔ جس جگہ پر کوئی سکول ہے وہاں پر کوئی ٹیچر نہیں ہے جہاں پر ٹیچر ہے وہاں پر بچے نہیں ہیں جہاں پر بچے ہیں تو وہاں پر بلڈنگ نہیں ہے۔ آپ کیا ٹیچرز کو وہ مقام دے رہے ہیں کیا آپ ٹیچرز کو وہ privileges دے رہے ہیں؟ drop out اس سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کتنے لوگ یہاں پر بیٹھے ہیں مجھے ایمانداری سے بتائیں یہ ایجوکیشن کی بات کرتے ہیں کتنے لوگ یہاں پر بیٹھے ہیں جن کے بچے گورنمنٹ سکولوں میں پڑھتے ہوں۔ آپ گورنمنٹ سکول میں پڑھے ہیں اور میں گورنمنٹ سکول میں پڑھا ہوں۔ اب میرا بچہ گورنمنٹ سکول میں نہیں پڑھ رہا اور میں یہ خود کہہ رہا ہوں۔ اس سے بڑی کیا منافقت کی بات ہے کہ ہم اس پر نہیں سوچتے اور ہم غریب کے بچے کی بات کرتے ہیں۔ ایک واقعہ ہے کہ ایک آدمی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو اس کو کوئی پوچھنے گیا اس نے کہا کہ تمہارے درد تو بہت ہو گا اس نے کہا "تیری ٹٹی اے" اس نے کہا نہیں۔ دوسرا گیا تیسرا اور چوتھا گیا اس نے کہا "میری وی ٹٹی سی" اس نے کہا توبہ جاتینوں پتا اے کہ درد کی ہوندا اے۔ یہاں پر اس وقت کیا ہو رہا ہے کہ پنجاب ایجوکیشن ریفارم سیکٹر پروگرام بذات خود ٹھیک تھا۔ مگر یہ مجھے بتائیں کہ جتنے یہاں پر لوگ بیٹھے ہیں ان کے حلقے کے کسی سکول میں missing facilities آئی ہیں۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب یہاں پر بیٹھے ہیں ان کا یہاں پر ایک سوال تھا اس میں کہا گیا کہ 1650 طلباء لاہور کے ایک سکول میں ہیں لیکن وہاں پر wash room تک نہیں ہے تو پھر یہ facilities کہاں پر provide کی گئی ہیں۔ ہمیں یہ بتا دیا جائے کہ یہ کہاں پر آپ نے سہولت دی ہے۔

ایک آواز: گجرات میں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! گجرات کی بھی بات نہیں ہے۔اس کے بعد جب تعلیم کی بات ہوتی ہے تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کی پہلی دو ہزار یونیورسٹیوں میں پاکستان کا کسی میں بھی نمبر نہیں آتا ہے۔آپ کے level of education بڑے مختلف ہیں۔میرا بچہ خود او لیول میں پڑھ رہا ہے دوسرے کا بچہ عام سکولوں میں قاعدہ پڑھ رہا ہے۔آپ کے آئین میں equality کی بات ہوتی ہے۔ اگر equality نہیں ہوگی تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔یہاں پر میں ضرور سمجھوں گا۔یہاں پر ایگریکلچر کی بات ہوئی تھی کیونکہ اس سے corelated irrigation ہے۔میں کہتا ہوں کہ ترقیاتی کام ہیں یہ بڑی اچھی بات ہے، کیا اس کی utilization transparent ہے؟ نہیں، جناب! اس کی utilization transparent نہیں ہے۔ میں اس کی مثال یہ دیتا ہوں کہ سیکرٹری اریگیشن کے علم میں لایا گیا کہ ایک ایکسین نے 45 مربعے سرکاری زمین 73 ہزار روپے میں لیز پر دے دی ہے اور اس کی انکوائری کے بعد ثابت ہوا کہ اس کی سالانہ income کم از کم 1.5 کروڑ روپیہ تھی۔ سیکرٹری اریگیشن یہاں پر لکھتے ہیں۔

> In views of the facts of the case the relevant record and outcome of the personal hearing of the accused, I am of the view that the charges of inefficiency, misconduct and corruption have been proved against the accused officer.

جناب سپیکر! اس کی سزا کیا دی کہ اس کی ایک تنخواہ بند کر دی۔جب ڈیڑھ ڈیڑھ کروڑ روپے کی embezzlement ہو گئی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس ملک کو کوئی کھا گیا ہے تو سول بیوروکریسی کھا گئی ہے۔سول بیوروکریسی کی definition کیا ہے۔

This is a wild dog. You can tame them and ride them.

اب آپ دیکھیں کہ تاریخ میں آج تک یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک non-technical آدمی کو سیکرٹری اریگیشن لگا دیا جائے کیونکہ اس کا interest کوئی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! آپ زمیندار ہیں میں نے اریگیشن کی ایک سٹڈی کی کہ اس میں embezzlement کتنی ہوتی ہے۔

2001-02کی جو آڈٹ رپورٹیں تھیں اس میں

Payment made to contractor without budget 12 crore rupees; stone not carted from quarries 28 crore rupees; material short - 20 crore rupees; payment made to the contractor without technical sanction 31 crore rupees; and splitting of work 13 crore rupees.

ایک ارب 15 کروڑ روپے کا پتا ہی نہیں چلا کہ کہاں گیا ہے۔اس کا جواب نہ وزیر صاحب کے پاس ہے اور نہ کسی اور کے پاس ہے۔ جب میٹنگ میں کمیٹی نے پوچھا تو سیکرٹری صاحب انڈیا تشریف لے گئے۔ ہم نے کہا کہ اس کی اور میٹنگ رکھیں۔ جب ہم نے 13 تاریخ کی میٹنگ کی تو موصوف کینیڈا چلے گئے۔ سول بیوروکریسی کا یہ حال ہے اور میں نے بھی بحیثیت وزیر چند دن گزارے ہیں میں آپ کی وساطت سے اپنے وزراء بھائیوں کو ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس کو آپ کیسے کنٹرول کر سکتے ہیں۔ راجہ بشارت صاحب!آپ تو ماشاء اللہ two in one ہیں تو آپ یہ کریں کہ جو آپ کا Rules of Business 1974 ہے اس میں ایک چھوٹی سی ترمیم لے آئیں، وہ ترمیم یہ ہے کہ جہاں پر administrative Head سیکرٹری ہے تو وہاں پر منسٹر لے آئیں۔ جب آپ کا متعلقہ وزیر اس سیکرٹری کی اے سی آر لکھ سکے گا تو وہ آپ کے کنٹرول میں آ جائے گا جیسے میرے وزیر بھائی میرے پاس آ کر کہتے ہیں کہ سیکرٹری کام نہیں کرتا آپ اس کے خلاف Privilege Motion دے دیں۔ ہمارے privilege کا یہ حال ہے کہ وہ ہمارے ٹیلیفون نہیں سنتے۔ Mr. Speaker! are we doing justice to the society? یہاں پر آپ دیکھیں کہ کیا ہم یہ کام کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں سب سے بدنام محکمہ اگر کوئی ہے تو وہ اریگیشن ہے۔ زمین کبھی ملکیت نہیں ہوتی اصل ملکیت پانی ہوتا ہے۔ متعلقہ وزیر چیمہ صاحب نہیں ہیں تو میں یہ documents ان کو دوں گا تاکہ وہ اس کی انکوائری کر سکیں۔

جناب سپیکر!اب میں اے ڈی پی پر آتا ہوں۔ جب financial management نہیں ہوتی تو کام خراب ہو جاتا ہے۔ under the financial rules کوئی پراجیکٹ جو 5 بلین روپے سے زیادہ ہوگا that will go to the Executive Committee of the

National Economic Council رنگ روڈ کا منصوبہ 61 کلو میٹر کا ہے اس کو آپ نے 39 جگہوں میں split کر دیا ہے۔

This is not my temperament to name anybody but I would seek your permission

آپ کو پتا ہے وہ کون سی مقتدر قوتیں ہیں، وہ کون سے مقتدر اعلیٰ حکام ہیں جن کا بیٹا ہے، کون سے وفاقی وزیر ہیں جن کا بیٹا ہے، وہ کون سے بھٹی صاحب ہیں جو اس کو بناتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا آپ اے ڈی پی کا page seven hundred and something دیکھیں اس پر 8284 سکیم ہے Special Infrastructure Programme اس کو 39 حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ان کو یہاں پر رکھا گیا تاکہ اس کا راز بھی نہ جائے۔اس پر roughly hundred billion روپیہ خرچ آنا ہے۔ پہلے وہاں پر زمینیں خریدی گئیں، اس کا نقشہ نہیں بنایا گیا۔ جب وہ فائنل ہوتا گیا تو اس کو کرتے گئے۔

جناب سپیکر! افسوس کی بات ہے کہ اگر آپ اس سارے بجٹ میں دیکھیں تو کسی بھی components major کسی میں بھی Pages 714,715,716 and 717 میں sanction کے بعد یہ نہیں لکھا ہے local کیا ہے، provision کیا ہے؟ آخر میں جا کر 721 page پر وہ لکھ دیتے ہیں کہ اس کا ٹوٹل یہ ہو گا۔ اگر یہ one project presume کریں تو اس کو bifurcate کرنے کی ضرورت کوئی نہیں تھی اگر اس کو bifurcate کرنا تھا تو اس کی original allocation آپ کو دینی چاہئے تھی آپ اس کو revise کر سکتے تھے۔ So, this is the biggest financial mismanagement جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ کہتا ہوں کہ انسان کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ایک بادشاہ کا ایک وزیر بڑا منہ زور تھا۔ کسی نے کہا کہ بادشاہ! یہ وزیر قابو نہیں آتا تو اس کو کیا کیا جائے۔ اس نے کہا کہ اس کو تین سوال کرو۔ پہلا سوال کیا کہ دنیا میں سب سے بڑا سچ کیا ہے، دوسرا سوال دنیا میں سب سے بڑا جھوٹ کیا ہے اور تیسرا سوال کہ انسان کب گر جاتا ہے تو وہ وزیر بڑا پریشان ہوا۔ اس نے کہا کہ اگر تم نے جواب نہ دیا تو تمہارا گلا کاٹ دیا جائے گا۔ جب وزیر نے دیکھا کہ جواب نہیں مل رہا تو ultimately he went to a forest وہ جنگل میں جاتا ہے تو ایک بزرگ بیٹھا ہے اس سے پوچھتا ہے کہ بندیا! تم بڑے پریشان ہو۔ وزیر نے کہا کہ بادشاہ بڑا سخت ہے اگر میں نے جواب نہ

دیئے تو وہ میرا سر قلم کر دے گا۔ بزرگ نے پوچھا کہ کیا سوال ہیں۔اس نے کہا کہ دنیا میں سب سے بڑا سچ کیا ہے۔ بزرگ نے کہا کہ یہ سوال تو بڑا ہی آسان ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا سچ موت ہے۔ وزیر نے کہا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ وزیر نے کہا کہ دوسرا سوال یہ ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا جھوٹ کیا ہے۔ بزرگ نے کہا کہ سب سے بڑا جھوٹ یہ بنگلے، کاریں، پجارو، لینڈ کروزر، بی ایم ڈبلیو، زمینیں وغیرہ۔ وزیر نے پوچھا، وہ کیسے۔ بزرگ نے کہا کہ جب تم مر جاؤ گے تو یہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا اور تم خالی ہاتھ جاؤ گے۔He got very curious وزیر نے کہا کہ میرے تیسرے سوال کا جواب کیا ہے۔ بزرگ نے کہا کہ ذرا بیٹھ جاؤ۔ وزیر نے کہا کہ نہیں، نہیں، میرے پاس ٹائم بہت تھوڑا ہے۔ بزرگ کے کہنے پر وزیر بیٹھ جاتا ہے۔ بزرگ نے کتے کو دودھ پلانے والا برتن منگوایا۔ بزرگ نے برتن میں دودھ ڈلوا کر کتے سے کہا کہ دودھ پیو۔ کتا کچھ دودھ پی لیتا ہے تو کتے کو پیچھے ہٹا دیا جاتا ہے۔ بزرگ وزیر سے کہتا ہے کہ یہ اٹھا کر اب تم دودھ پیو۔ وزیر کہتا ہے کہ بابا جی! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔ بزرگ کہتا ہے کہ تمہیں سوال کا جواب نہیں چاہئے۔ وزیر اس دودھ کو اٹھاتا ہے تو بزرگ کہتا ہے کہ بس رکھ دو۔

جناب سپیکر! انسان اس حد تک گر جاتا ہے۔ یہ لوگ سوچتے نہیں ہیں کہ یہ پیسا یہاں پر رہ جانا ہے۔ آپ غریب کی بات کرتے ہیں اور آپ نے اس بجٹ میں غریب کو کیا دیا ہے۔ آپ ان ممبران کی بات دل سے سنیں۔

I am not comfortable here because I feel I am not doing justice to the society. There is social disparity.

اتنا بڑا فرق ہے۔

جناب سپیکر! میں فرنٹیئر گیا ہوں تو میں ان سے بڑا impress ہوا ہوں۔ جب ان کا کھانا آیا تو ان کے ڈرائیور نے بھی ساتھ بیٹھ کر کھایا ہے۔ ہمارا رویہ کیا ہے کہ ہم جب جاتے ہیں تو ڈرائیور سے کہتے ہیں کہ یہ -/50 روپے پکڑو اور جا کر کھانا کھا آؤ اور ہم پی سی میں کھانا کھا رہے ہیں۔ Are these social values? Is there any social justice? آپ یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی بات کرتے ہیں۔ لاء اینڈ آرڈر کیوں خراب ہوا ہے؟ میں کہتا ہوں access to justice جب justice delay ہو جاتا ہے تو justice deny ہو جاتا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب پاکستان میں آپ کو انصاف خریدنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نہیں تو میں خود بطور وکیل

کہتا ہوں کہ اگر کسی نے کسی کو وکیل کرنا ہوتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ جناب! یہ بتاؤ کہ جج کا داماد کون ہے، چیف جسٹس کا بھتیجا کون ہے؟ میں نے کہا کہ آپ نے وکیل کرنا ہے؟ اس نے کہا، نہیں جناب! ہم جج ہی کر لیتے ہیں۔ جب یہ چیزیں آ جاتی ہیں۔lack of social justice جب عدالتوں سے آپ کا اعتماد اٹھ جائے گا تو پھر رزلٹ یہ ہو گا کہ آئے دن قتل ہوں گے، وارداتیں ہوں گی، آپ کہتے ہیں کہ ہم نےemployment دے دی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے بہت employment دی ہے مگر آپ نے ذخیرہ اندوز، ڈاکو، راہزن employ کئے ہیں۔ آپ دیکھیں اور میں نے یہ بات پچھلی دفعہ بھی کی تھی کہ تین کام پولیس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتے ہیں۔ خواتین بیٹھی ہیں، ایک رنڈی کا اڈا، دوسرا شراب بیچنا اور تیسرا جوا۔ آپ کے پولیس آرڈر 2000 کے بعد آپ کی پولیس اب کسی کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ اگر آپ میں سے کسی کو غلط فہمی ہے تو آپ یہ ذہن میں رکھیں کہ پولیس کتنی شتر بے مہار اور بے لگام ہو گئی ہے کہ آپ کو پہلے ایک آدمی کو پیسا دینا پڑتا تھا۔ ایک ڈی آئی جی پولیس جس کا میں نام نہیں لیتا۔ ہم ایک شادی پر اکٹھے ہوئے تو اس نے کہا کہ سنا ہے کہ ہم کو20۔ارب روپیہ مل رہا ہے تو میں نے کہا کہ گورنمنٹ کو عقل ہی نہیں آئی وہ میرے ساتھ مشورہ کرتی کہ جو4۔ارب روپے کی ڈکیتی ہوتی ہے تو5۔ارب روپے ڈاکوؤں کو دے دیتے تو آپ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

جناب سپیکر! اس وقت آپ جو پیسا دے رہے ہیں۔ آپ 34/34 لاکھ روپے کی گاڑی دے رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ایف آئی آر فوری درج کریں۔ آپ کی ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے لیکن وہ کیا کرتے ہیں کہ چار بے گناہ آدمیوں کا لکھ دیتے ہیں تو بے گناہ کو بے گناہ کرنے کے لئے تفتیشی لے جاتا ہے۔ وہ بے گناہ تو ہوتا ہی ہے تو اس کے لئے بھی وہ تفتیشی پیسے لے لیتا ہے اور جس ایس ایچ او کا تعلق ہی اس وقت نہیں ہوتا وہ چالان عدالت میں بھیج دیتا ہے۔

جناب والا! جب ایک ملزم اٹھارہ سال سزائے موت کی کوٹھری میں رہتا ہے اور سپریم کورٹ میں جا کر پتا چلتا ہے کہ یہ بندہ بیگناہ ہے تو کیا آپ کو اس آدمی کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی تکلیف اٹھائی ہے؟

جناب سپیکر! میں آپ کو انصاف کے بارے میں بتاتا ہوں کہ چھ سال پہلے میں دبئی میں تھا۔ اس وقت اخبار میں ایک خبر آئی کہ عربی شہزادے گزر رہے تھے۔ وہ امیر تھے تو انھوں نے بس سٹاپ سے ایک انڈین لڑکی کو اٹھا لیا۔ وہ چار دن اس لڑکی کے ساتھ گینگ ریپ کرتے رہے

اوراس کے بعد اس کو پھینک گئے۔اس بچی نے گاڑی کا نمبر یاد رکھا جب وہ گاڑی پکڑی گئی تو آٹھ گھنٹے کے اندر وہ عربی گرفتار ہو گئے۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے کہا کہ یہ دبئی کے بااثر لوگ ہیں۔ ان کا ٹرائیل عجمان میں کیا جائے ؟آٹھویں دن ان کو فائرنگ سکواڈ کے حوالے کر دیا گیا۔

جناب والا!یہاں پر لوگ کیوں مر رہے ہیں۔ابھی کل ہی ایک کانسٹیبل نے تین بچوں کے قاتل باپ کو کیوں مارا ہے۔اسے پتا تھا کہ اس کا کچھ نہیں بننا ہے۔

جناب سپیکر!میں سو فیصد کہتا ہوں کہ یہاں پر ماورائے عدالت قتل کی بات ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ بالکل مجرم تھے۔ وہ ڈاکو تھے، وہ سب کچھ تھے مگر کیا اب انصاف کا اختیار پولیس کو مل گیا ہے۔ جب آپ کے ملک میں غربت اور امیری کا فرق بڑھ جائے گا، انصاف نہیں ہو گا اور آپ کو انصاف خریدنا پڑے گا تو یہ آپ کی حالت ہو گی۔

جناب سپیکر!یہاں پرenvironmentکی بات ہوئی تھی۔آج وزیر صاحب یہاں پر نہیں ہیں۔ میں ان کے لئے اتنا کہوں گا کہ [*******]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ یہ الفاظ آپ کے منہ سے نہیں جچتے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!لوکل گورنمنٹ کی بات ہے کہ یہاں پر35 اضلاع ہیں۔پہلی بات یہ ہے کہ جب آپ 12۔ارب روپے دیتے ہیں۔اس پر آپmarkنہیں کر سکتے کہ اس میں کون سا ڈویلپمنٹ اور کون سا نان ڈویلپمنٹ کے لئے ہے۔وزیر صاحب مجھ سے اتفاق کریں گے کہ یہ اس پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتے کہ اس میں سے کتنا ڈویلپمنٹ کے لئے جائے گا۔اگر آپ 35 اضلاع میں 12۔ارب روپیہ بھیجیں گے توthis is just take a drop in the oceanآپ دیکھیں کہ جو دو سسٹم لوکل گورنمنٹ اور صوبائی گورنمنٹ اکٹھے نہیں چل سکتے۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ to adhere to the policies of the Provincial Governmentآپ سیکشن 4 کا اطلاق کریں۔اس وقت سب سے زیادہ کرپشن ایسے ہو رہی ہے کہ یونین کونسل والا بھی ایک نالی بنا رہا ہے، تحصیل والا بھی نالی بنا رہا ہے، ڈسٹرکٹ والا بھی بنا رہا ہے، ایم پی اے بھی بنا رہا ہے، ایم این اے بھی بنا رہا ہے اور سینیٹر بھی بنا رہا ہے۔ مختلف ایجنسیاں ہوتی ہیں اور اتنیoverlappingہوتی ہے۔ میں تجویز کروں گا کہ آپ فوری طور پر defineکر دیں کہ انھوں نے سکول بنانے ہیں، انھوں نے ہسپتال بنانے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر!تین شعبے ایسے ہوتے تھے کہ in the history of Islamic Society جن میں تینnon profitable ہوتے تھے جو خطیب، طبیب اور معلم تھے۔اب یہ تینوں شعبے ایسے ہیں کہ جو اس وقت سب سے پیسے لے رہے ہیں۔آپ ہیلتھ کی بات کرتے ہیں تو میں سراہتا ہوں کہ آپ نے ہیلتھ سروسز میں1122 دی ہے۔اس سے لوگوں کو فائدہ ہو گا۔ مگر مجھے یہ بتائیں کہ کتنے ڈاکٹر ہیں جو ہسپتال میں بیٹھ کر پرائیویٹ آپریشن کرتے ہیں۔کوئی ایسا ڈاکٹر ہے جو رات دو بجے تک پرائیویٹ کلینک پر بیٹھے اور جب وہ رات دو بجے گھر جائے گا کیا وہ اپنی ڈیوٹی کے ساتھ انصاف کر سکے گا۔میں نے پچھلی دفعہ بھی درخواست کی تھی کہ We should formulate a policy

جناب سپیکر!اسی طرح ایجوکیشن کا حال ہے۔چودھری اقبال اور ہمارے زمانے میں کوئی ٹیویشن کا تصور نہیں ہوتا تھا۔ہم پڑھتے تھے اور چلے جاتے تھے مگر اب تصور کیا ہے کہ جب بچے سکول میں جاتے ہیں تو ان کو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ اولیول ہے۔آپ کی اکیڈمی بن گئی ہے۔یہ رانا اکیڈمی ہے، یہ جمیل اکیڈمی ہے، یہ سائنس اکیڈمی ہے۔جو ماں باپ تعلیم کی بڑی مشکل سے پانچ سات ہزار روپے فیس دیتے ہیں کیا وہ چار پانچ ہزار روپے فی مضمون ٹیوشن فیس ادا کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر!خطیب کی بات ہوتی ہے تو مولوی ہمارے لئے بڑا مقدس ہوتا تھا۔اب جتنا پیسا مولوی کما رہا ہے، میرے خیال میں کوئی اور نہیں کما رہا ہے۔آپ دیکھیں کہ they are selling the religion قرآن پاک پڑھانے کے لئے وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ٹائم نہیں ہے اور بچے کو پڑھانے کا کہتے ہیں کہ میں دو ہزار روپیہ لوں گا اور ہمارا بچہ پہلے قاعدے پر ہی رہتا ہے۔ ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!یہاں پر ٹورازم کی بات ہوئی تھی۔مختلف سیکٹرز میں ٹورازم بہت اہم ہے۔ جس میں آپ بہت ریونیو generate کر سکتے ہیں۔اس کے لئے آپ کو friendly environment بنانا پڑے گا۔

جناب سپیکر!سپورٹس ایک بہت اہم سیکٹر ہے جو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے۔جب آپ لوگوں کو اس طرح کی سہولیات مہیا نہیں کریں گے۔آپ صرف چالیس کروڑ روپیہ پورے پنجاب کے لئے دے رہے ہیں جو ایک کروڑ روپیہ فی ضلع نہیں آتا۔لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا مسئلہ روٹی کپڑے کا ہے۔میں کہتا ہوں کہ روٹی کپڑا بہت بعد کی بات ہے۔جس معاشرے میں آپ کو پینے کا پانی نہیں

ملتا وہاں آپ روٹی کی کیا بات کریں گے ؟ فیصل آباد آپ کا بھی شہر ہے۔ میں نے مارچ میں کہا تھا کہ فیصل آباد کا پانی آلودہ ہے اور اس میں کیمیکل ہیں۔ اس کو تبدیل کیا جائے۔ میں نے پی اے سی کی میٹنگ میں بھی کہا تھا۔آپ نے جو پیسا رکھا ہے۔this is a very major amountاس کے لئےyou have to make an excercise یہاں پر امریکہ کی مثالیں دے رہے تھے۔ امریکہ میںtap water is drinkable کیونکہ وہmineral waterکی طرف نہیں گئے۔ اس وقت فیصل آباد کی یہ حالت ہے بلکہ فیصل آباد ہی نہیں ٹوبہ ٹیک سنگھ کی بھی ہے اور دوسرے علاقوں میں بھی یہی حالت ہے۔This sector is quite neglected

جناب سپیکر!اب ایک نئی چیز آ گئی ہے کہ آپ نے ہمارے جو ٹاؤن بنوائے ہیں۔آپ نے ماشاء اللہ اچھا کیا کہ آپ نے اپنا علیحدہ ٹاؤن بنوا لیا مگر ہمارے ساتھ یہ ہوا ہے کہ میری9 یونین کونسلیں ایک ٹاؤن کے ساتھ آ گئی ہیں، پانچ ایک ٹاؤن کے ساتھ آ گئی ہیں اور دو ایک کے ساتھ آ گئی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ میں ruralمیں آتا ہوں اور نہ میںurban میں آتا ہوں۔ جب تحصیل کے ناظم کو کہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ آپ ruralمیں ہیں۔جب ہم ایکcoverکے نیچے آ گئے ہیں۔ اس کے لئے آپ فوری طور پر ٹاؤن کیdemarcation of roleکریں اور facilities equalityکی بنیاد پر کریں۔

جناب سپیکر!میں یہاں پرsale by private treatyکی بات کروں گا۔ میرا issueیہ ہے کہ میں نے یہاں پر یہ کہا تھا کہ stateکی ماں گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جب ماں اپنی چیزیں بیچنا شروع کر دے تو stateکا کوئی وارث نہیں رہتا۔ جس بے دریغ طریقے سے آپ state landکو sale by private treatyبیچ رہے ہیں۔ وہ بڑا اندوہناک ہے۔ میں نے یہاں پر کہا تھا کہ جو پانچ لاکھ روپے فی مرلہ میں آپ نے جگہ دی ہے۔ میں اس کے دس لاکھ روپے دینے کے لئے تیار ہوں۔ میری پہلی تجویز یہ ہے کہ آپstate property نہ بیچیں۔ آپ ریونیو generate کرنے کے لئےresource mobilizations کے دوسرے طریقے اپنائیں۔ دوسرا اگر آپ نے بیچنی ہے اور آپ نے سوچ لیا ہے کہ اس میں جیسے پاکستان میں کاغذات میں دیکھا جائے کہ جس طرح کسی کام میں مٹی پڑتی ہے تو اگر اس کوcalculate کیا جائے تو پاکستان کو اس وقت چھ فٹ اونچا ہو جانا چاہئے تھا۔ جس طریقے سے آپ اس سٹیٹ لینڈ کو بیچ رہے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے۔ مجھے اعتراض نہیں کہ رحیم یار خان میں کسی نے سٹیٹ لینڈ

لے لی ہے۔ کیااس کا یہ بھی حق پیدا ہو گیا ہے کہ 1622,1623,1624 سکیموں میں گورنمنٹ expenses پر وہاں نہریں بھی جائیں، سڑکیں بھی جائیں اور ایک سال میں مکمل ہوں۔ جب پھر کسی کا نام لیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ نام نہیں لیتے، وزیر صاحب بڑا محسوس کرتے ہیں۔آپ economic disparity مت کریں،آپ social injustice مت کریں،آپ رول آف لاء کی بات کریں۔جب آپ جو چیز اپنے لئے پسند کریں گے وہ آپ کی ہو جائے گی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری ظہیر الدین صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں نہایت ادب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے بڑی مہربانی فرمائی کہ آپ نے مجھے اجازت دی۔ یہ صحیح ہے رانا صاحب نے جو کچھ کہا you can say anything under the sun لیکن اس میں حقائق کو مدنظر رکھنا چاہئے اور اس میں غلط بیانی کا advantage نہیں لینا چاہئے۔ رحیم یار خان کے اندر انہوں نے سٹیٹ لینڈ کے بارے میں کہا ہے تو یہ بالکل غلط کہا ہے۔

جناب سپیکر: ابھی انہوں نے سٹیٹ لینڈ کا تو ذکر ہی نہیں کیا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب! انہوں نے کیا ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے سٹیٹ لینڈ کا ذکر نہیں کیا۔

رانا آفتاب احمد خان: میں کہہ رہا تھا کہ ابھی تو بٹن رکھا ہی نہیں اور یہ چلانے لگ گئے ہیں۔ میں نے تو سٹیٹ لینڈ کی بات ہی نہیں کی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ میرا حق ہے کہ میں زمین خریدوں۔ مجھے یہ حق ہے کہ ایک سرمایہ دار مجھے بیس مربعے اراضی گفٹ کر دے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ ریاض صاحب!

راجہ ریاض احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! اصل میں بات یہ ہے کہ رحیم یار خان میں پانچ سو مربع زمین خریدی گئی ہے اور اس کے لئے وہاں پر اسی سال میں سڑکوں اور نہروں کے لئے پیسے رکھے گئے ہیں اور وہ ابھی بات ہوئی ہی نہیں ہے کیونکہ اندر چور ہیں اس لئے فوراً جمپ لگے ہیں۔ ابھی ہم نے تو وہ بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! میری بات سنیں۔ زمین خریدنا تو کوئی جرم نہیں ہے۔ صرف رحیم یار خان میں نہیں بلکہ ہر ضلع میں sale purchase ہوتی ہے لیکن زمین خریدنا کوئی جرم نہیں ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! لیکن سٹیٹ لینڈ سستے داموں خریدنا تو جرم ہے۔

جناب سپیکر: نہیں کوئی سٹیٹ لینڈ نہیں خریدی گئی۔ راجہ صاحب! آپ دو تین دن تشریف نہیں لائے اس لئے آپ کو حقیقت کا پتا نہیں ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میں نے تو سٹیٹ لینڈ کی بات نہیں کی ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ نے تو بالکل نہیں کی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: میں نے صرف یہ بات کی ہے کہ جو آپ زمین خریدیں جو آپ کو بیس مربع تحفہ ملے مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن کیا state expense پر اس کی ڈویلپمنٹ جائز ہے۔ اب دو تین گزارشات ہیں کہ greater allocation for development is welcomed مگر یہ finances کہاں سے آنے ہیں؟ آپ کے ملک میں ساری indirect taxation ہے۔ اگر آپ کھانا کھاتے ہیں تو GST ہے، اگر آپ صابن خریدتے ہیں یا ہوٹل پر جاتے ہیں تو GST ہے ہر چیز اور پٹرول پر GST ہے۔ آپ کے ملک میں تیس سال میں 70 فیصد oil prices بڑھی ہیں۔ آپ دیکھیں کہ general price level measured by consumer price index is 9.30 percent جب یہ حالات ہوں گے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غریب عوام کے لئے ایک فلاحی بجٹ ہے۔ اس میں بجٹ آنے کے بعد سڑک چلنے کے ساتھ غریب کی زندگی کیا بہتر ہو جائے گی، کیا وہ ضروریات زندگی پوری کر لے گا؟ مجھے یہ بتائیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے چار ہزار روپے تنخواہ کر دی ہے۔ اس ہاؤس میں کتنے لوگ بیٹھے ہیں جو اپنے گھر پر کام کرنے والے ملازمین کو چار ہزار روپے دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ جو human child labour abuse ہے تو وہ پاکستان میں ہے اور ان کے لئے کیا جاتا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ یہ بجٹ پر دوبارہ غور کریں اور ان کی جو تجاویز اور allocations ہیں these are not sufficient اریگیشن اور اس کے جو factors ہیں اس کے حوالے سے یہ وزیر صاحب خود بتا دیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: ملک نذر فرید کھوکھر صاحب!

ملک نذر فرید کھوکھر: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔جناب سپیکر!آج بجٹ 07-2006 کی جنرل ڈسکشن میں مجھے آپ نے حصہ لینے کا موقع فراہم کیااس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔بجٹ پر اراکین اسمبلی سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اس کے حق میں اور اس کے خلاف بہت سی باتیں ہوئیں۔ دوسرے روز جس دن بحث ہو رہی تھی تو اپوزیشن سے ہمارے کسی دوست نے یہ بات کی تھی کہ سپیکر صاحب!یہ ٹریژری بنچز سے آج صرف عورتیں ہی بحث میں حصہ لے رہی ہیں،تقاریر کر رہی ہیں اور مرد حصہ کم لے رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ گھر کا بجٹ بنانے اور کاروبار چلانے میں عورتوں کا زیادہ حصہ ہوتا ہے۔ صدر پاکستان نے اس اسمبلی میں عورتیں بھیجی ہیں تو انہوں نے اپنا رول ادا کرنا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ٹیکنیکل طریقے سے اس پر جو تنقید کی گئی ہے اور اس کی جو تعریف کی گئی ہے کہ اس کی شرح اتنی کم ہو گئی، فلاں کی شرح اتنی کم ہو گئی۔چونکہ میں اکانومسٹ نہیں ہوں مجھے اتنی زیادہ سمجھ نہیں آتی۔ میں تو عام فہم بات کروں گا اور ایک عوامی انداز سے اس بجٹ کے بارے میں، میں یہ عرض کروں گا کہ ہر گھر میں جب کوئی بجٹ بنایا جاتا ہے اگر وہ گھر خوشحال ہے،اس گھر کے مالک کے پاس پیسے زیادہ ہیں تو اس کا بجٹ اچھا ہو گا وہ اپنے گھر کو خوشحالی سے چلائے گا اور میں آج یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارا بجٹ 07-2006 جس کے بارے میں ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے یہ کہا کہ 274۔ارب روپیہ اس کے لئے مختص کیا گیا ہے یہ اتنی خطیر رقم پہلی دفعہ پنجاب کے بجٹ میں اخراجات کے لئے، مختلف department کے لئے اور ڈویلپمنٹ کے لئے مختص کی گئی ہے تو اس بات پر بھی کچھ دوستوں نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بڑی مثبت بات ہے اور یقیناً یہ حکومت پنجاب کو کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے اتنی خطیر رقم اس کے لئے مختص کی ہے۔ایک اچھی بات کا کریڈٹ ہر کوئی لینا چاہتا ہے۔اس 274۔ارب روپے میں جو ہمیں divisible pool سے یہ رقم ملی ہے اس کے بارے میں ہماری گورنمنٹ کا یہ مؤقف ہے اور صدر پاکستان کو پنجاب کا مؤقف قائد ایوان چودھری پرویز الٰہی صاحب نے ایسے اچھے انداز میں پیش کیا کہ انہوں نے آبادی کی بنیاد پر divisible pool سے ہمیں ہمارا حصہ دیا۔اس پر یقیناً ہمارے اپوزیشن کے دوستوں نے بھی کریڈٹ لینا چاہا اور انہوں نے کہا کہ یہ بات درست ہے لیکن یہ بات پہلے ہم نے کی تھی۔اس لئے اس اسمبلی میں جو بجٹ پیش ہوتا ہے، جو پاس ہوتا ہے،اس میں جو تجاویز اور ترامیم آتی ہیں اس کے بعد وہ بجٹ اپنی اصلی صورت میں آتا ہے اور اس سے اس صوبے کا نظام چلایا جاتا ہے۔ یقیناً اس میں صرف حکومت

پنجاب کے اراکین کی ہی نہیں بلکہ اپوزیشن کے اراکین بھی برابر کے حصے دار ہیں۔اس لئے اگر ہماری کسی اچھی بات کو وہ یہ کہیں کہ ہم نے initiate کیا تھا اس کا کریڈٹ لینا چاہتے ہیں تو ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ بات درست ہے کہ بات کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ فارمولا پیش کرنے اور بنوانے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اس لئے میں اپنے اپوزیشن کے دوستوں سے یہ چاہوں گا کہ وہ جو اچھی بات حکومت پنجاب صوبے کے فائدے کے لئے کرتی ہے تو اس کی تعریف کر دیا کریں اس میں بخل نہ کیا کریں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہمارے معزز چیئرمین Privilege Committee ماشاء اللہ بڑے پڑھے لکھے ہیں۔ ہمیں یہ تجویز دے رہے ہیں کہ ہم تعریف کیا کریں مگر میری آپ کی وساطت سے ان سے یہ گزارش ہے کہ یہ بھی بجٹ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں ہمارا اپنا نقطہ نظر ہے۔ نہ ہم ان کو force کر سکتے ہیں اور نہ یہ ہمیں force کر سکتے ہیں اس لئے بجٹ کو یہ جس طریقے سے بیان کر رہے ہیں اس لئے ان سے کافی توقعات ہیں۔ایک آدمی جب دوسرے آدمی کی عزت کرتا ہے تو اس سے توقعات بھی وابستہ ہو جاتی ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ بہت ساری توقعات وابستہ ہیں۔یہ کوئی literary بات کریں عام بات نہ کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، کھوکھر صاحب!

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! میں زیادہ گہری باتیں یا زیادہ litrary باتیں بجٹ کے حوالے سے نہیں کرنا چاہتا یا یوں سمجھ لیں کہ میں کر نہیں سکتا۔ میں نے جو مشورہ دیا یا جو بات کہی ہے تو کہنے میں کیا حرج ہوتا ہے۔اگر وہ نہیں چاہتے تو نہ سہی۔ میں بجٹ کو جس حوالے سے دیکھتا ہوں کہ ہماری حکومت نے جب سے بجٹ پیش کرنا شروع کیا ہے تو یقیناً ہر مد میں ہر ڈیپارٹمنٹ کو زیادہ رقم دی گئی ہے وہ رقم حکومت نے arrange کی ہے۔ مجھے سارے ملک کی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ تو پہلے بڑی تفصیل سے باتیں ہو چکی ہیں۔ میرے حلقے میں مجھ سے پہلے میرے عزیز پانچ دفعہ ایم پی اے رہے۔ میں ابھی ساڑھے تین سال سے ایم پی اے ہوں۔ان ساڑھے تین سالوں میں یہاں پر بات کی گئی کہ نوکریاں جو بتائی جا رہی ہیں وہ کہاں پر دی گئی ہیں۔ میرے حلقے میں پولیس میں بہت

سے لوگوں کو بھرتی کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہیلتھ میں بہت سی بھرتیاں ہوئیں، تعلیم میں بہت سی بھرتیاں ہوئیں، سوشل ویلفیئر میں بہت سی بھرتیاں ہوئیں اور اس میں جو سب سے اچھی بات ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ایم پی اے، ایم این اے اور سینیٹر صاحبان نے ان بھرتیوں میں اس انداز سے دخل اندازی نہیں کی اور اس کو میرٹ پر ہونے دیا ہے۔ اس انداز سے میں تفصیل میں نہیں بتانا چاہتا کیونکہ اس سے کسی کی دل آزاری ہو سکتی ہے لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ان بھرتیوں کو میرٹ کی بنیاد پر کیا گیا اور بہت کم ہماری طرف سے دخل اندازی کی گئی۔ اگر ڈیپارٹمنٹ نے اس میں کچھ خرابی کی ہو تو اس کی ذمہ داری اگرچہ ہم پر ہوتی ہے لیکن وہ خرابی ہم کرنے والے نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں، میں اپوزیشن کے ساتھ ہم خیال ہوں کہ بیوروکریسی جو کہ ملک میں سب کچھ کرتی ہے، اس بجٹ کو بنانے میں بھی ہمیں ان کی معاونت حاصل کرنی پڑتی ہے یہ ایک مجبوری ہے۔ ہمیں ہائی کورٹ کے ججز منتخب کروانے کے لئے ان کی رپورٹوں پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ ان کے ذریعے ہم نے ساری معلومات اکٹھی کرنی ہوتی ہیں۔ اب یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ ایمانداری سے ملکی مفاد میں کیسی رپورٹیں کرتے ہیں۔ چونکہ اب ہماری حکومت میں ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہی جب سے پاکستان بنا ہے بیوروکریسی اپنا کردار دیانت داری سے نہیں نبھا رہی۔ اس لئے ایک سرائیکی دوست نے اپنی زبان میں کہا تھا کہ یہ بیوروکریسی نہیں بلکہ "برا کریسی" ہے اور یہ اچھا کبھی نہ کریسی، جدوں وی کریسی برا کریسی۔ تو یہ برا کریسی جب اچھا کریسی تو پھر ہمارے ملک کی حالت بہتر ہو گی۔ ہر حکومت نے کوشش کی اور ہماری حکومت نے بھی کوشش کی کہ ڈی ایم جی گروپ کو کنٹرول کیا جائے، پولیس کو کنٹرول کیا جائے، پولیس آرڈر 2002 لایا جائے لیکن ہر عمل کو انہوں نے اس طرح سے اپنی favour میں موڑا کہ وہ پہلے سے زیادہ برا کریسی کے عمل پر کام کرنے میں کامیاب رہے۔

جناب والا! میں مختصر عرض کروں گا چونکہ میں ایک زمیندار ہوں۔ ہر دوست نے ہر پہلو پر بڑی تفصیل سے بات کی میں صرف زمیندارا کے متعلق عرض کروں گا، زمینداروں کے مسائل کے بارے میں عرض کروں گا کہ ہماری حکومت کے اس بجٹ کے حوالے سے میرے پاس کچھ فگرز ہیں۔ جناب کی اجازت سے میں صرف ان کو دیکھ کر عرض کروں گا کہ زراعت کے شعبے میں ایک ارب دس کروڑ روپے تجویز کئے ہیں۔ یہ صرف ایک ارب دس کروڑ روپے نہیں ہیں بلکہ جنگلات، جنگلی حیات اور فشریز کے شعبے میں 57 کروڑ پچاس لاکھ روپے اس کے علاوہ ہیں، لائیو سٹاک میں ساٹھ کروڑ روپے ہیں، آبپاشی کے سیکٹر میں ساڑھے آٹھ ارب روپے اس طرح یہ پونے گیارہ ارب

روپے بنتے ہیں اور ان کے علاوہ اربوں روپے ہماری وفاقی حکومت نے بیراجوں کی بحالی اور نئے بیراجوں کی تعمیر کے لئے، نہروں کی لائننگ کے لئے مختص کئے جس کا بجٹ میں شمار نہیں ہے۔ صدر پاکستان نے پکے کھالوں کے منصوبہ جات کے لئے28۔ارب روپے مختص کئے ہیں جس میں سے ساڑھے سات ہزار پکے کھالے بن چکے ہیں اورlaser land levelling پروگرام کے تحت ہماری حکومت نے ہر یونین کونسل کی سطح پر ایکlaser land levellers مہیا کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ جس میں سے ساڑھے چھ سوlaser land leveller مہیا کئے جا چکے ہیں اور پانچ سو مزید دیئے جائیں گے۔اس لئے اس وقت تک جب تک تمام یونین کونسلوں میں laser land levellers مہیا نہیں کر دیئے جاتے یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

جناب سپیکر! محکمہ زراعت اور اس کے افسران نے ایک اچھا کام کیا اور ہماری حکومت کو مشورہ دیا اور حکومت نے اس محکمے کے لئے بلڈوزرز خریدے ہیں جبکہ اس سے پہلے ہمارے پاس بلڈوزر نہیں ہوتے تھے۔ جو زمینیں ٹیلوں کی شکل میں تھیں یا لیول کے بغیر تھی ان کو لیول کرنے کے لئے ہم دوسرے محکموں سے یہ بلڈوزرز لیا کرتے تھے۔اس کے لئے میں حکومت پنجاب کو اور اپنے وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! پہلے بھی ایک وقت میں جب میاں یاسین وٹو وزیر خزانہ ہوا کرتے تھے انہوں نے زمیندار کے لئے ٹیوب ویلز پر سبسڈی دے کر اس کا فلیٹ ریٹ مقرر کیا تھا جس سے بجلی کی چوری بھی رک گئی تھی اور زمیندار کو بہت سی سہولتیں بھی مل گئی تھیں اور ان کے لئے کاشتکاری کرنا آسان ہو گیا تھا۔اب میری وزیر خزانہ، اس کابینہ اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ درخواست ہے کہ کم از کم ٹیوب ویل جو کہ ہماری زراعت کے لئے بہت ضروری ہیں کیونکہ پانی کی ضرورت زیادہ ہے اور پانی کا لیول دن بدن نیچے جا رہا ہے اور نہروں میں پانی کم آ رہا ہے اور پانی میں کمی ہوتی جا رہی ہے جبکہ بیراجوں میں سلٹ جمع ہونے سے پانی کا لیول بھی کم ہوتا جا رہا ہے اس لئے زمیندار کو سستے داموں پانی مہیا کرنے کے لئے یہ گزارش کروں گا اور اس ہاؤس کی جانب سے اور اپنے سب زمینداروں کی جانب سے یہ درخواست کروں گا کہ فلیٹ ریٹ مقرر کر کے اس کے اوپر پنجاب حکومت سبسڈی زمیندار کو دے۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوست کی طرف سے آنے والی تجویز کے ضمن میں ہی ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے ابھی چند ماہ پہلے time limit جو میٹر ہیں ان کو پاس کرنے کے بعد سبسڈی بھی دے دی ہے اور رات کے وقت جو کہ peek ٹائم ہوتا ہے اس وقت جو ٹیوب ویل چلتے ہیں تو اس پر 24 فیصد ریٹ کم ہے یہ سہولت پنجاب حکومت اپنے کسانوں کو دے چکی ہے چونکہ انہوں نے یہاں پر یہ ڈیمانڈ کی ہے تو میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہتا تھا اور میں نے ضروری سمجھا اور آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے اجازت دی۔ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب، چیف ایگزیکٹو کی نظر میں زراعت ہے اور پہلے ہی وہ یہ سہولت مہیا کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر مواصلات و تعمیرات فرما رہے ہیں کہ یہ سہولت زمینداروں کو مل چکی ہے۔

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! اس کے لئے میں حکومت کا شکر گزار ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے زمینداروں کی سہولت کے لئے بڑا احسن قدم اٹھایا ہے۔

جناب والا! میں اس ایوان کی وساطت سے قائد ایوان اور کابینہ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ پولٹری کی صنعت میں بحران آنے کی وجہ سے مکئی کاشت کرنے والے زمینداروں کو اس کا صحیح ریٹ نہیں مل رہا اور فیصل آباد کی رفحان ملز اس مکئی کی سب سے بڑی خریدار ہے تو وہ اس دفعہ ہماری مکئی کو خرید کرنے کی بہت کم استطاعت اور صلاحیت رکھتی ہے۔ مکئی ہمارے ملک کی بہت بڑی crop ہے جو کہ اس وقت ملک کے بیشتر حصے میں کاشت ہوتی ہے جس پر بہت زیادہ اخراجات آتے ہیں تو جس زمیندار نے وہ فصل کاشت کی ہوئی ہے اگر اسے مکئی کا صحیح ریٹ نہ ملا یا اس کی مناسب قیمت نہ ملی تو اس سے وہ بری طرح متاثر ہوں گے تو میں قاسم نون اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے درخواست کروں گا کہ اس بارے میں بھی اقدامات کئے جائیں اور مکئی کی مارکیٹنگ کو بہتر کیا جائے۔

جناب سپیکر! بجٹ ملک کو چلانے کے لئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح ایک گھر کا بجٹ چلانے کے لئے گھر کے سربراہ کے پاس پیسے کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی گھر میں، وہ گھرانہ زمیندار کا ہے، اگر وہ گھرانہ کسی ٹھیکیدار کا ہے، اگر وہ گھرانہ کسی صنعتکار کا ہے تو ان کے ذرائع آمدن

زمیندارا، ٹھیکیداری یا وہ انڈسٹری ہے اور اس پر وہ زمیندار اپنے ملازم رکھتا ہے۔ یہ سارا کاروبار اس نے اپنی سہولت کے لئے بنایا ہوا ہے اور جب وہ اپنے ملازمین کو مراعات دیتا ہے، تنخواہیں دیتا ہے تو وہ ان کی تنخواہیں اتنی زیادہ کر دے، انہیں مراعات اتنی زیادہ دے دے اور اس پر کسی کو اعتراض نہ ہو جبکہ اپنی مراعات یا اپنی تنخواہ یا اس کی اپنی آمدن قلیل رہ جائے۔ میں ملازم رکھوں اور اگر میرا منشی فصل کی lookafter کرنے کے لئے تین چار بڑی بڑی گاڑیاں رکھ لے اور مجھے کہے کہ بھئی! چونکہ گھر کا خرچہ چلانا ہے، مہنگائی بہت ہے اور ملک صاحب آپ میرا کام چیک کرنے کے لئے میری مانیٹرنگ کرنے کے لئے سائیکل پر جایا کریں تو یہ بات مناسب نہیں ہے۔ ساری دنیا میں تمام legislators کی مراعات، ان کی تنخواہیں، ان کے ٹی اے / ڈی اے اور ہمارے اپنے ملک میں ہمارے ہم منصب ایم این اے صاحبان اور دو صوبائی اسمبلیوں کی تنخواہوں میں اور ہمارے بیوروکریٹس جو کہ ہمارے کارندے ہیں جو پبلک سرونٹ ہیں اور ہم عوامی نمائندے ہیں۔ ہماری تنخواہوں کے بارے میں جب کوئی بات آتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ بھئی! عوام مہنگائی سے پسی پڑی ہے، بڑا شور ہو گا، اپوزیشن شور مچائے گی تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت پر نہ عوام کو کوئی اعتراض ہے، نہ اپوزیشن کو ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب اس بارے میں پچھلے بجٹ سیشن میں یقین دہانی کروا چکے ہیں۔ اس دفعہ ہماری پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں وہ یقین دہانی کروا چکے ہیں اس لئے میں اس اسمبلی کے اپنے ساتھی ممبران کو یہ نوید پیش کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس جولائی سے ہماری تنخواہیں، راجہ بشارت صاحب ایم این ایز کے برابر کر دیں گے۔ پھر آپ کو یہ گلہ نہیں رہے گا کہ آپ کے پبلک سرونٹس چار چار گاڑیاں لے کر پھر رہے ہیں اور آپ کے پاس ایک گاڑی بھی نہیں ہے۔ باقی عام پارلیمنٹیرین کو 1300 سی سی کی ایک گاڑی دی جاتی ہے جبکہ ہمارے ہاں عام پارلیمنٹیرین کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ چیئرمین کو Cultus دی جاتی ہے، پارلیمانی سیکرٹری کو Baleno دی جاتی ہے، منسٹرز کو Toyota دی جاتی ہے۔ ہمیں منسٹر کی مراعات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ انہوں نے کام کرنا ہے اور ہم سے زیادہ کام کرنا ہے اور ہم سے زیادہ حلقہ cover کرنا ہے اس لئے انہیں ایک نہیں دو Toyota دیں۔

جناب سپیکر! ہمارے ایم پی ایز صاحبان نے بھی اپنے حلقوں میں کام کرنا ہے لہذا انہیں بھی کوئی سہولت دی جائے۔ ہر ایم پی اے کو گاڑی دی جائے (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!چیئرمین کوCultusکی بجائے کوئی موزوں گاڑی دی جائے۔ اس سے معیشت پر اثر نہیں پڑے گا۔پبلک سرونٹس کی گاڑیاں اگر آپ کم کر دیں،ان کی مراعات کم کر دیں، ان کی تنخواہیں ہمارے برابر کر دیں تو اس سے انشاء اللہ اس معیشت پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا اور پارلیمنٹیرین باعزت اور اچھے طریقے سے اس ملک کوserve کر سکیں گے اور پھر "براکریسی"ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اور یہ اس پر غالب آجائیں گے۔ شکریہ۔جی

جناب سپیکر: محترمہ نگہت پروین میر صاحبہ!تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ!

محترمہ زیب النساء قریشی: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

کب ٹھہرے گا درد اے دل کب رات بسر ہوگی
سنتے تھے وہ آئیں گے سنتے تھے سحر ہوگی

جناب سپیکر!پنجاب کے عوام بڑے منتظر تھے کہ شاید اس سال ہمارے حالات بدل جائیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہمارا ملک ایک تجربہ گاہ ہے جس میں ہمہ وقت بہت سے تجربے جاری ہیں۔ یہ تجربے کیا نتائج دکھاتے ہیں اس بات سے قطع نظر عوام زندگی کے دن انتہائی دردناک طریقے سے بسر کر رہے ہیں۔

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

افسران بالا روزانہ کی بنیاد پر بغیر کسی مناسب تحقیق کے فیصلے صادر کرتے ہیں جن میں ان کی ذاتی پسند ناپسند، سیاسی اور سرکاری مصلحتیں کارفرما ہوتی ہیں اور بھگتنا عوام کو پڑتا ہے۔ ہم کب تک ان نوآموز افسران کا تختہ مشق بنے رہیں گے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!میں پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے اور مسلم لیگ(ن) کی طرف سے اور ایم ایم اے کی طرف سے اور پاکستان کے عوام کی طرف سے محترمہ بینظیر بھٹو کو ان کی آج سالگرہ ہے اس موقع پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں یہ امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالی وہ پاکستان آئیں گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ جی، محترمہ! آپ اپنا بیان جاری رکھیں۔

جناب فیاض الحسن چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چوہان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر! ہم انہیں appreciate کرتے ہیں اور ویلکم کرتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی بتادیں کہ ان کی لیڈر کتنی عمر کی ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اپنی بات جاری رکھیں

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور ہمارے ملک کی معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے۔ موجودہ بجٹ میں زراعت کے شعبے کے لئے کل بجٹ کا 2.5 فیصد رقم رکھی گئی ہے جو کہ انتہائی کم ہے۔ زراعت کے شعبے میں بجٹ کا 15 فیصد رکھنا چاہئے تھا تاکہ ہم چینی، آٹا، دالوں کے مصنوعی بحران سے نکل سکیں اور وافر سستی اشیاء پنجاب کے عوام حاصل کر سکیں۔ ہمیں زراعت کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے اور ترقی کے لئے مناسب رقم رکھنی چاہئے تھی۔ جنوبی پنجاب میں زرعی کالجز قائم کئے جائیں۔ چھوٹے کسانوں کو بلاسود قرضے دیئے جانے چاہئے۔ حکومت خود ان کسانوں کو کھاد اور ادویات قرضوں کی صورت میں فراہم کرے اور پھر بعد میں ان کی فصلیں اچھی قیمت پر حکومت خود خرید لے تاکہ ان کو کچھ فائدہ ہو سکے اور حوصلہ افزائی ہو جائے۔ میں یہ کہوں گی کہ جنوبی پنجاب میں زیادہ تر کیٹل فارم بنانے چاہئے تاکہ وہاں بھیڑ بکریاں پال کر زیادہ سے زیادہ گوشت، دودھ اور گھی ہم حاصل کر سکیں پھر ہمیں دوسرے ممالک سے گوشت وغیرہ نہیں منگوانا پڑے گا۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبہ میں 4۔ارب 30 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کے لئے کم ہیں۔ ہم اتنی رقم تو دے رہے لیکن نتائج وہ نہیں مل رہے ہیں۔ میں صحت کے شعبے کے بارے میں کچھ تجاویز دوں گی۔

1۔ ایک معیاری طریقہ وضع کیا جائے جس کے ذریعے تمام سرکاری ہسپتالوں کی درجہ بندی کر دی جائے اور آڈٹ سرجیکل یا میڈیکل آڈٹ کا انتظام کیا جائے جس میں اس بات کو دیکھا جائے کہ علاج معالجے کی ان اعلیٰ سہولتوں کے نتائج کیا نکل رہے ہیں۔ چھوٹے عملے کی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ

سماجی اور معاشرتی شعور سے عاری ہیں جس کی وجہ سے وہ حکومت کی کوششوں پر پانی پھیرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

2۔ لیبارٹریوں نے اندھیر مچادیا ہے کئی غیر مستند لیبارٹریاں میدان میں آ گئی ہیں اور مناسب مانیٹرنگ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی سرگرمیاں نہ صرف شعبہ طب کے لئے پریشان کن ہیں بلکہ مریضوں کی صحت کے ساتھ بھی کھیل جاری ہے۔ تمام لیبارٹریوں کو ایک کوالٹی انشورنس نظام سے منسلک کیا جائے اور ان کی باقاعدہ طور پر accredation کی جائے۔

3۔ ہسپتالوں میں مریضوں کی منتقلی کا نظام نہایت فرسودہ اور ناقص ہے جس کی وجہ سے نہ صرف مریضوں کو جسمانی اور ذہنی صعوبت برداشت کرنی پڑتی ہے بلکہ دیکھنے والے بھی اظہار افسوس کرتے ہیں۔ مریضوں کو بیڑی سے چلنے والی آہستہ رو گاڑیوں کی سہولت فراہم کی جائے جو کہ پٹرول کے خرچ سے آزاد اور ہسپتالوں میں مریضوں کی باعزت منتقلی کا باعث بن سکتی ہیں۔ جب مریض ایمرجنسی میں آتا ہے تو اس کو ایکسرے اور ایم آر آئی اور سی ٹی سکین کے لئے دوسرے ڈیپارٹمنٹ میں بھیجا جاتا ہے ان اقدامات سے حکومت کو مناسب نتائج مل سکیں گے اور عوام حکومتی سہولت سے مکمل طور پر مستفید ہو سکے گی۔

جناب سپیکر! صنعت کی طرف پنجاب حکومت نے کوئی خاص توجہ نہیں دی جبکہ صنعت بہت اہم شعبہ ہے اس سے بہت سارے لوگوں کو روزگار ملتا ہے اور میں آپ سے یہ کہوں گی کہ جنوبی پنجاب میں بہت بے روزگاری ہے آپ زیادہ تر چھوٹی صنعتیں جنوبی پنجاب میں قائم کریں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے شعبے میں حکومت نے تقریباً 12۔ارب روپے رکھے ہیں لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ماضی کی طرح ہم شعبہ تعلیم میں مثبت نتائج حاصل نہ کر سکیں گے کیونکہ حکومت نے تعلیمی شعبے میں ایک بہت بڑی رقم اس لئے رکھی ہے تاکہ اپنے جاننے والے لوگوں کو شعبہ تعلیم میں اعلیٰ عہدوں پر سیاسی رشوت کے طور پر فائز کریں ان کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ شعبہ تعلیم کے کئی وزراء، مشیر اور ڈائریکٹرز ان کی ایک فوج موجود ہونے کے باوجود تعلیمی معیار میں پستی آئی ہے اور ہم اس کے وہ نتائج حاصل نہ کر سکے۔ میں نے سکولوں میں جا کر

خود دیکھا ہے میٹرک تک کی بچی میں وہ confidence ہوتا ہی نہیں جو کہ ہونا چاہئے اگر ان سے کوئی سوال بھی پوچھا جاتا ہے تو وہ کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیتے اور جو پرائمری کے بچے ہیں ان کو تو ٹیچرز اس طرح سے ڈیل کرتی ہیں جیسے ان کو قید کر رکھا ہے اور ان کو اس لیول کی سہولیات نہیں ہیں جو دوسرے سکولوں میں ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ سیاسی رشوت کے طور پر نااہل افراد کو شعبہ تعلیم میں مختلف عہدوں پر فائز کیا گیا ہے جس میں پراجیکٹ ڈائریکٹر چلڈرن لائبریری کمپلیکس کی اسامی جو کہ 19ویں گریڈ کی اسامی ہے اس میں ایک بی اے پاس خاتون کو تعینات کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ پنجاب ٹیچر فاؤنڈیشن کے مینجنگ ڈائریکٹر جو کہ 20ویں گریڈ کا ہوتا ہے اس عہدے پر ایسی خاتون کو فائز کیا ہے جو کہ نا تجربہ کار ایک پرائمری پرائیویٹ سکول میں پڑھاتی تھی۔ پنجاب حکومت نے شعبہ تعلیم میں ایگزیکٹو کنسلٹنٹ ہائر ایجوکیشن کے نام سے گریڈ 21 کی ایک اسامی پیدا کی جس پر اپنے ایک منظور نظر کو تعینات کیا۔ ''پڑھا لکھا پنجاب'' بنانا چاہتے ہیں تو کم پڑھے لکھے لوگوں کو اتنی اہم اسامیوں پر تعینات نہ کیا جائے۔ ملتان میں اس سال ہائر ایجوکیشن جو میں ADP کو میں نے 18 سے 33 صفحہ پر دیکھا تو وہ صرف ملتان میں ہوم اکنامکس کالج کے لئے کچھ رقم رکھی گئی ہے باقی جب میں نے دیکھا تو لاہور میں جگہ جگہ پر یونیورسٹیاں اور کالج بنائے گئے جبکہ پہلے ہی لاہور میں بہت سارے کالجز اور یونیورسٹیاں ہیں ہونا تو یہ چاہئے کہ جو پسماندہ علاقے ہیں ان پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ وہاں کے لوگ بھی اس لیول پر آ سکیں اور وہ بھی اپنی زندگی کامیابی کے ساتھ گزار سکیں لیکن ایسا نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں نے ملتان میں لڑکیوں کے کالج کے لئے پچھلے دو سال سے کوشش کی ہوئی ہے اور جبکہ سیکرٹری ایجوکیشن نے بھی کہا ہے کہ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہ بننا چاہئے میرے پاس اس کی فائل بھی پڑی ہوئی ہے لیکن اس بجٹ میں بھی اس کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا جبکہ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ جو مجھے اپنا ترقیاتی فنڈ ملتا ہے ایک کروڑ روپے دینا چاہتی ہوں۔ کہاں ہمارے پاس تعلیم کا دہرا معیار ہے ایک طرف ایچی سن کالج، صادق پبلک سکول، لارنس کالج گھوڑا گلی یہاں سے اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں جنہیں نہ ملک سے محبت ہے نہ دین سے اور جناب! دوسری طرف غریبوں کے بچے ہیں جو کہ صحیح طریقے سے تعلیم بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! اب پولیس کے محکمے پر ہم نے 20۔ارب 27 کروڑ 49 لاکھ اور 84 ہزار روپے رکھا ہے۔ حکومت کئی برسوں سے پولیس کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے ان کی مراعات

تنخواہیں اس کے باوجود پولیس کے محکمے کی کارکردگی انتہائی افسوسناک ہے۔ پنجاب کے باسیوں کی جان ومال عزت وآبرو بالکل محفوظ نہیں۔ پاکستان میں سب سے زیادہ جرائم پنجاب میں ہوئے ہیں اس کا میں آپ کے سامنے چھوٹا سا نقشہ پیش کرتی ہوں۔ پاکستان میں کل جرائم جو کہ ریکارڈ میں آئے ہیں وہ 4لاکھ 53ہزار 2سو64 ہیں جس میں سے پنجاب میں 2لاکھ 82ہزار ایک سو42 ہوئے ہیں۔ قتل کی کل وارداتیں پاکستان میں 9ہزار 6سو 31 جس میں سے پنجاب میں 5ہزار 26ہوئی ہیں۔آبروریزی کی کل وارداتیں 2ہزار ایک سو48 پنجاب میں ایک ہزار پانچ سو44 ہوئی ہیں۔اغواء کے کل واقعات 8ہزار 9سو97 ہوئے ہیں جبکہ پنجاب میں 7040 ہوئے ہیں۔اغواء برائے تاوان کے واقعات 215 ہوئے ہیں جبکہ پنجاب میں 107 ہوئے ہیں۔اس طرح آپ نقشہ دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح سے پنجاب کی پولیس کام کر رہی ہے۔ مویشی چوری کی کل وارداتیں 11854 ہوئی ہیں جبکہ پنجاب میں 11013 ہوئی ہیں۔چوری ہونے والی گاڑیوں کی کل تعداد 14640 ہے جبکہ پنجاب میں 8012 ہے

جناب سپیکر! پھر ضمنی بجٹ میں پولیس کے لئے 3۔ارب روپے کی مزید ڈیمانڈ کر دی گئی ہے۔آپ دیکھئے کہ یہاں کوئی بھی عورت اعتماد کے ساتھ سڑک پر نہیں چل سکتی۔ رات کے وقت ہم بالکل نہیں چل سکتیں یہاں تک کہ عورتیں گھروں تک بھی محفوظ نہیں ہیں ہم نے بارہا آپ کو تحاریک التوائے کار بھی پیش کی ہیں۔ پھر بھی آپ پولیس پر اتنا زیادہ خرچ کر رہے ہیں، کم از کم پنجاب کی خواتین اور بچیوں کو کوئی سکیورٹی تو ملنی چاہئے جبکہ اتنا بڑا نقشہ میں نے آپ کو پیش کیا ہے کہ یہاں پر اتنے جرائم ہیں۔اب ہم نے پولیس میں اور زیادہ بجٹ بڑھا دیا ہے تو ہمیں پولیس سے یہ ضمانت بھی لینی پڑے گی کہ وہ یہاں صحیح طریقے سے امن وامان قائم کرے۔

جناب سپیکر! خواتین کے لئے 20 کروڑ رکھا گیا ہے جو کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت ناکافی ہے۔ میں خواتین کے لئے ایک اور تجویز دوں گی کہ ہر ڈسٹرکٹ سیفٹی کمیشن کے اندر خواتین کے خلاف جرائم کے سدباب کے لئے ٹاسک فورس بنائی جائے جو خواتین کے خلاف زیادتیوں اور جرائم کے سدباب کے لئے پرچے کے اندراج، تفتیش اور مجرموں کے عدالتوں کے ذریعہ کیفر کردار تک پہنچائے جانے کے امور کی براہ راست نگرانی کرے۔اس ٹاسک فورس میں پارلیمنٹ کی خواتین ارکان کو بھی نمائندگی دی جائے۔

جناب سپیکر!1122 یہ جو آپ نے منصوبہ شروع کیا ہے اس کی میں تعریف کروں گی کہ یہ ایک اچھا منصوبہ ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!ہمارے علاقہ جنوبی پنجاب پر آپ کو خصوصی توجہ دینی چاہئے اور وہاں پر خواتین کے لئے زیادہ کام کرنا چاہئے۔آپ یہ کہیں گے کہ اس کے لئے کہاں سے فنڈ آئے گا؟ میں آپ کو یہ کہوں گی کہ ہمارے جو وزیر اعلیٰ کے کچن کے اخراجات ہیں یا ہمارے وزراء اور مشیران جو اتنی بڑی تعداد میں ہیں ہم ان کو کم بھی کر سکتے ہیں۔یہ اپنی زندگیوں کو سادہ اور آسان بھی بنا سکتے ہیں۔میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کروں گی۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امیر بنے تھے تو ان کا ایک دفعہ دل چاہا کہ وہ میٹھا حلوہ کھائیں،اب ان کی بیگم نے تھوڑا تھوڑا آٹا وہاں سے بچانا شروع کر دیا اور ایک دن حلوہ بنا کر دے دیا،انھوں نے کہا کہ یہ حلوہ کدھر سے آیا ہے؟ جواب دیا کہ میں روزانہ اتنا آٹا بچاتی رہی اور پھر آپ کو حلوہ بنا کر دے دیا۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنا ہی آٹا اپنے روزمرہ کے خرچے میں سے کم کر دیا۔وہ ایسے خلیفہ تھے۔پھر آپ دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا پر ان کی حکمرانی ہوئی۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال میں سے بہت تھوڑی سی مالیت لیا کرتے تھے لیکن جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کا سامان بیچ کر وہ بھی بیت المال میں جمع کروا دیا گیا۔ہم ایک غریب ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ہمارے غریب عوام ہیں اور جگہ جگہ ان کی ضروریات ہیں۔ہمیں اپنی زندگی کو سادہ بنانا چاہئے تاکہ ایک تو ان میں frustration نہ بڑھے اور ان کی ضروریات بھی پوری ہو جائیں۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔محترمہ گلشن ملک صاحبہ!

محترمہ گلشن ملک: شکریہ۔جناب سپیکر!آپ نے مجھے بجٹ 07-2006 پر عام بحث کرنے کا موقع دیا۔میں اپنے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ اور فنانس منسٹر حسنین بہادر دریشک کو اس عوام دوست،کسان دوست،مزدور دوست،تاجر دوست اور ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!پنجاب میں اگر پہلی مرتبہ چوتھا بجٹ پیش کرنے کا موقع ملا ہے تو یہ اعزاز ہماری گورنمنٹ کو حاصل ہوا ہے۔باقی دوسری گورنمنٹ تو محاذ آرائی اور سیاسی کشمکش میں اپنا وقت ضائع کر گئیں۔ہماری حکومت نے سارے کام کئے اسی وجہ سے چوتھا سال ہمیں نصیب ہوا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہم پانچواں بجٹ پیش کریں گے۔انھوں نے ملک کی فلاح و بہبود اور ترقی و بحالی

کے لئے کچھ نہیں کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!جب ہمارے قائد ایوان نے اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں پڑیں،وزیر اعلیٰ بننے کا موقع ملا تو انھوں نے سب سے پہلے یہی کہا کہ میں صوبہ پنجاب کو ایک مثالی صوبہ بناؤں گا۔اس نظریے کے لئے انھوں نے اپنا Vision 2020 پیش کیا۔اس Vision کے لئے وہ مکمل طور پر مستقبل میں پنجاب کو خواندہ، معاشی طور پر خوشحال، زرعی طور پر مستحکم، سماجی طور پر مضبوط اور ثقافتی طور پر ایک مہذب معاشرے کے روپ میں ابھرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تعلیم،امن وامان اور روزگار کی فراہمی، یہ ایک ایسا بجٹ ہے جو دوسرے صوبوں کے لئے پائیدان کا کام کرے گا۔یہ ایسا بجٹ ہے جو دوسرے صوبوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!!ہمارے وزیر اعلیٰ نے سب سے پہلی ترجیح تعلیم کو دی۔انھوں نے ایک پڑھے لکھے پنجاب کا خواب دیکھا اور اس خواب کو پورا کرنے کے لئے انھوں نے جو اقدامات کئے وہ ہم سب سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ میٹرک تک تعلیم مفت اور ایجوکیشن ریفارمز سنٹر بنائے گئے جن کے تحت پچھلے سال 64ہزار سکولوں کو فری کتابیں دی گئیں۔اس سال بھی پرائمری تک کتابیں مفت دی گئی ہیں اور جنوبی پنجاب میں وظائف دیئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری ایجوکیشن میں زیادہ سے زیادہ داخلے ہوئے۔ہمارے وزیر تعلیم نے missing facilities کے لئے بہت کام کئے، جن سکولوں میں پانی نہیں تھا، بجلی نہیں تھی اور دیواریں نہیں تھیں انھوں نے missing facilities میں یہ سارے کام کئے۔اس کے لئے میں اپنے وزیر تعلیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!ہمارا جتنا بڑا صوبہ پنجاب ہے اسی طرح اس کے مسائل بھی بڑے ہیں۔۔۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب!وفاقی وزیر جہانگیر قاضی صاحب نے اپنی تعلیمی کانفرنس میں فرمایا تھا کہ پاکستان کے صوبہ پنجاب میں 20ہزار سکول ایسے ہیں جن میں نہ تو چار دیواری ہے، نہ بجلی ہے اور نہ پانی ہے،50ہزار طالبعلم ایسے ہیں جو پرائمری سے پہلے ہی سکول چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ جب ان کے پیٹ میں روٹی نہیں ہوگی، تن پر کپڑے نہیں ہوں گے تو وہ کیسے تعلیم حاصل کریں گے ؟۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔جی، محترمہ!آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ گلشن ملک: ہم کوشش تو کر رہے ہیں۔انشاء اللہ ایک دن وہ ضرور آئے گا جب یہ پڑھے لکھے پنجاب کا خواب پورا ہوگا۔ہم آپ لوگوں کی باتوں پر نہیں جاتے۔آپ کے لئے ایک شعر ہے کہ:

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور اس کے مسائل بھی بڑے ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے صحت کی طرف خاص توجہ دی ہے۔ اس سے پہلے کسی گورنمنٹ نے ہیلتھ کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے گورنمنٹ کے ہر ہسپتال کی ایمرجنسی میں فری میڈیسن مہیا کی ہے۔ آپ جا کر دیکھ لیں کہ اگر کسی بھی ہسپتال کی ایمرجنسی میں فری میڈیسن نہ ملے تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہیلتھ کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ہیلتھ ریفارمز سنٹر کھولے گئے ہیں۔ پہلے سال دس ارب روپے مقرر ہوئے، پھر دوسرے سال چوبیس ارب روپے اور اب اس سے زیادہ رقم ہیلتھ کے لئے رکھی گئی ہے۔ اسی طرح بیشتر علاقوں میں ہسپتال بنائے گئے ہیں جیسے ملتان میں کارڈیالوجی سنٹر اور پاکستان کے کئی دوسرے شہروں میں، رورل ہیلتھ سنٹر کھولے گئے ہیں جہاں پر ڈاکٹروں کی تنخواہیں بہت زیادہ بڑھا کر ان کو بھیجا گیا ہے۔ پہلے ایک ڈاکٹر کی تنخواہ آٹھ سے دس ہزار روپے ہوتی تھی۔ اب بیس سے چوبیس ہزار روپے کر کے اور اعلیٰ مراعات دے کر ان کو وہاں بھیجا گیا ہے تاکہ وہ رورل ہیلتھ سنٹروں میں زیادہ سے زیادہ کام کر سکیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح 1122 کا اجراء ہماری گورنمنٹ کا بہت بڑا قدم ہے۔ اس کے لئے بھی میں اپنے ہیلتھ منسٹر کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہمارے قائد ایوان کی ترجیحات میں تعلیم، صحت، امن وامان اور روزگار کی فراہمی شامل ہیں۔ تھانہ کلچر میں تبدیلی لانے کے لئے 20 سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پر پولیس پٹرولنگ پوسٹیں قائم کی گئی ہیں۔ ایمرجنسی ہیلتھ سنٹرز جدید اسلحہ اور مواصلاتی نظام سے لیس ہیں۔ تھانوں میں آفیسرز تعینن کئے گئے ہیں اور مزید بہتری لانے کے لئے بھی مزید اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہماری ترقی کا ثبوت آپ کے سامنے ہے۔ پنجاب میں جو ترقیاتی منصوبے بنائے گئے تھے ان میں سے کچھ تو مکمل ہو چکے ہیں جبکہ باقی منصوبے مکمل ہونے کے قریب ہیں۔ پنجاب میں سڑکیں اور صنعتی کالونیاں بنانے کے لئے 100۔ ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اس

کے علاوہ آلودگی ختم کرنے کے لئے CNG گاڑیوں کا اہتمام کیا گیا ہے، سی این جی رکشے چلائے گئے ہیں جو کہ آسان اقساط پر لوگوں کو مہیا کئے جا رہے ہیں۔اس کے علاوہ پرانی بسوں اور رکشوں کو ختم کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! جس طرح خواتین کو اسمبلیوں میں اتنی زیادہ نمائندگی دی گئی ہے اسی طرح عورتوں کے لئے 20 کروڑ روپے کے فنڈز رکھے گئے ہیں جس سے ان کی فلاح و بہبود کے کام کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر! مہنگائی الاؤنس دیا گیا ہے اور پنشن میں اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام روشن اقدامات اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلم لیگ کی حکومت نے اس صوبہ کو مثالی صوبہ بنا دیا ہے۔ پہلے کبھی کسی حکومت نے اتنے زیادہ ترقیاتی کام نہیں کئے۔ یہ سب کام مسلم لیگ کی حکومت نے سرانجام دیئے ہیں۔ ہمارے قائد ایوان کے روز روشن کی طرح عیاں منصوبے پنجاب کے گاؤں گاؤں، شہر شہر ہر جگہ نظر آ رہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب ہم بہت زیادہ ترقی کریں گے اور اپنے وزیر اعلیٰ کا Vision 2020 انشاء اللہ پورا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے وزیر اعلیٰ کی مدد فرمائے، ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ ایک منٹ میں wind up کر لیں۔

محترمہ گلشن ملک :جناب سپیکر! یہ چوتھا بجٹ ہے اور میں چوتھی مرتبہ بجٹ کے حوالے سے تقریر کر رہی ہوں۔ میں نے اپنے حلقے کے بارے میں ہر سال بات کی ہے مگر آج تک پوری نہیں ہوئی۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ شاہدرہ کے رہائشیوں کے لئے راوی کا ٹول ٹیکس ختم ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ شاہدرہ میں جہانگیر اور نور جہاں کے مقبرے ہیں جو کہ دو تاریخی عمارتیں ہیں ان کے لئے بھی اسی طریقے سے بجٹ مختص کیا جانا چاہئے جیسا کہ شالامار باغ کے لئے بجٹ رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہوں گی۔ شکریہ

جناب فیاض الحسن چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چوہان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر! محترمہ گلشن ملک کی تقریر کے دوران محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ نے ایجوکیشن پالیسی پر تنقید کی ہے۔ وہ ساری بات مذاق میں چلی گئی لیکن ایک بات بالکل

واضح ہے کہ قائد پنجاب چودھری پرویزالہیٰ صاحب کے اس ساڑھے تین سالہ دور میں تعلیم کے شعبے میں جتنی ترقی ہوئی ہے آج سے پہلے کبھی نہیں ہوئی،اس کی واضح مثال یہ ہے کہ پچھلے تین سالوں میں 11 لاکھ نئے طلباء وطالبات تعلیم کے دھارے کے اندر شامل ہوئے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ پرائمری اور ہائی سکول کے بچوں کو مفت تعیم دی جارہی ہے اور مڈل تک مفت کتابوں کی فراہمی بھی پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہوئی ہے۔ اس سے پہلے تاریخ میں کسی قائد یا کسی حکومت نے ایسے اقدامات نہیں اٹھائے اور یہ وہ پالیسیاں ہیں کہ جن کوappreciate کرنا چاہئے۔ مخالفت برائے مخالفت کرتے ہوئے کم از کم کسی کی اچھی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قائد پنجاب چودھری پرویزالہیٰ کا یہ کارنامہ پاکستان اور پنجاب کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ موجودہ بجٹ پر میرے مختلف بھائیوں نے بہت تفصیلیcriticism کی ہے اور بہت facts and figures کے ساتھ اپنے نکات یہاں پیش کئے ہیں۔ چونکہ تنقید کے حوالے سے بہت تفصیلی بات ہو چکی ہے لہذا میں کچھ مثبت تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور اس نقطہ نظر کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ اپوزیشن بجٹ پر تنقید تو کرتی ہے لیکن مثبت تجاویز نہیں دیتی۔

جناب سپیکر! پاکستان کے مایہ ناز مزاح نگار مشتاق یوسفی نے ایک بڑا خوبصورت فقرہ کہا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ ''جھوٹ کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ سب سے پہلی قسم جو کم جھوٹ ہوتا ہے اسے صرف جھوٹ کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر جو جھوٹ ہوتا ہے اسے سفید جھوٹ کہتے ہیں اور سب سے جو بڑا جھوٹ ہوتا ہے اسے بیوروکریسی کے اعداد و شمار کہا جاتا ہے۔'' میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے بجٹ کے اندر جو اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں ان کی کوئی credibility نہیں ہے، ان پر کوئی اعتماد نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی proper source of management ہی نہیں ہے۔ اس حوالے سے جتنے اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں وہ سب دفتروں میں بیٹھ کر اندازے لگائے جاتے ہیں۔ statistics اکٹھے کرنے کا کوئی موثر انتظام نہیں ہے۔ جدید اکانومی کی بنیاد درست statistics پر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت

پنجاب کو چاہئے کہ زراعت کے حوالے سے، آبپاشی کے حوالے سے اور اکنامکس سروے کے حوالے سے درست اعداد و شمار اکٹھے کرنے کے لئے موثر ادارہ قائم کیا جائے اور اس کے ذریعے سے یہاں پر correct figures آنی چاہئیں۔ میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بڑا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ہم نے development کے لئے ایک بہت بڑی رقم رکھی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک کی جو بیوروکریسی ہے، ہمارے جو ادارے ہیں یہ بالکل فیل ہو چکے ہیں۔ آپ ان کو جتنے بھی پیسے دیتے چلے جائیں اس کے اثرات micro سطح پر، عام آدمی کی سطح پر نہیں پہنچتے۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں، ان میں ایک نااہلی اور دوسری کرپشن ہے۔ ہماری موجودہ management موجودہ دور، موجودہ سسٹم کے ساتھ چلنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ کرپشن آسمان کو چھو رہی ہے۔ آپ کسی سرکاری دفتر میں چلے جائیں، الا ماشاء اللہ چند ایک کو چھوڑ کر سب کرپشن میں ملوث ہیں۔ ظاہر ہے کہ بوری کے اندر سے ایک مٹھی صاف بھی نکل آتی ہے۔ الا ماشاء اللہ اگر آپ دفتروں میں جائیں تو اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سب سے بڑے لوٹنے والے ان دفتروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب! ہر معاملے میں کرپشن، لوٹ مار ہماری انتظامیہ کا حصہ بنی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! جن ملکوں نے ترقی کی ہے انھوں نے اپنی بیوروکریسی کی درست ٹریننگ کر کے، ان کی اچھی تنخواہیں مقرر کر کے، ان کی میرٹ پر تقرری کر کے اور باصلاحیت افراد کی تقرری کر کے ترقی کی ہے۔ نالائق، کرپٹ اور نااہل انتظامیہ کو آپ جتنی مرضی رقم دیں گے، 100۔ارب کیا آپ ایک ہزار ارب روپے ان کو development کا دے دیں وہ ان کی جیبوں میں تو ضرور جائے گا لیکن لوگوں کے پاس نہیں جائے گا۔ اس بجٹ کے اندر چار کروڑ روپے بیوروکریسی کی ٹریننگ کے لئے رکھے گئے ہیں۔ جناب! ان لوگوں کی ٹریننگ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ایک نیا ڈھانچہ استوار کرنے کی ضرورت ہے، نئے سرے سے انتظامیہ بنانے کی ضرورت ہے اور جب تک حکمران خود سادگی کی مثال نہیں بنیں گے اس وقت تک کبھی ترقی نہیں ہو سکتی۔ مسلمان ملکوں میں ملائشیا ہمارے لئے ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ہمارے جیسا ملک تھا لیکن وہاں کے حکمرانوں نے سادگی کو اپنایا اور اس کے نتیجے میں اپنے ملک کو جدید ترین، ترقی یافتہ ترین ملکوں میں شامل کر لیا ہے۔ گو آج کچھ لوگ اس شخص کو دہشت گرد قرار دیتے ہیں لیکن اس کا ایک فقرہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے کہ جس میں ملا عمر نے یہ کہا تھا کہ ''شاید میں اپنے ملک کے لوگوں کو وہ بہت کچھ نہ

دے سکوں لیکن میں یہ تو کروں گا کہ جو لوگ کھاتے ہیں وہی میں کھاؤں گا، جس طرح لوگ رہتے ہیں اسی طرح میں رہوں گا" اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ ایک روٹی کھاتا اور ایک چائے کی پیالی پیتا تھا۔ وہ ایک چارپائی پر سوتا تھا اور اس کا بالکل سادہ سا ایک گھر تھا۔ میں اس کی بہت ساری چیزوں سے اتفاق نہیں کروں گا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ انھوں نے جو یہ مثال قائم کی ہے یہ ہمارے حکمرانوں کو بھی پیش نظر رکھنی چاہئے۔

جناب والا! زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس میں اخراجات جاریہ کے لئے 2۔ارب 48 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور صرف ایک ارب 18 کروڑ روپیہ کا ترقیاتی بجٹ بنایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ زراعت کو اس وقت تک ترقی نہیں دے سکتے جب تک آپ اس میں موثر ریسرچ کے ادارے نہ بنائیں۔ یہاں پر آلو کبھی -/50 روپے بکنا شروع ہو جاتا ہے اور کبھی -/3 روپے کلو بکنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر کوئی ریسرچ نہیں کی جاتی اس پر کوئی پلاننگ نہیں کی جاتی۔ زرعی یونیورسٹی کا معیار بلند کیجئے جگہ جگہ پر زرعی کالجز قائم ہونے چاہئیں۔ زرعی پیداوار کی منصوبہ بندی کی جانی چاہئے اور ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ کون سی فصلیں ہمارے لئے زیادہ مفید ہیں، زیادہ نقد آور ہیں۔ ہمیں ان کی زیادہ encouragement کرنی چاہئے، کپاس پنجاب کی زراعت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے لیکن بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ جو علاقے کپاس پیدا کرتے ہیں وہاں پر شوگر ملیں لگائی جا رہی ہیں۔ ہر دور کے حکمران اس طرح کے کام کر کے اس ملک کو، اس سوسائٹی کو، اس صوبے کو لوٹتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کپاس پیدا کرنے والے علاقے کے اندر شوگر ملوں کا قیام کپاس جیسی نقد آور فصل کو جو ہماری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے ملک میں ٹریکٹر ہمسایہ ملک سے دگنی قیمت پر فروخت ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود چھ چھ ماہ تک ٹریکٹر نہیں ملتا۔ مقامی زرعی ادویات کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے انھیں protection دینی چاہئے۔ محکمہ زراعت کے اندر ایک خصوصی سیل بنایا جائے، خصوصی ڈائریکٹوریٹ بنایا جائے، ایک اتھارٹی بنانی چاہئے جو دالوں کے اوپر کام کرے۔ ہماری کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ آج اس صوبے کے رہنے والے دالوں کو ترس رہے ہیں لیکن دالیں available نہیں ہیں۔ ہمارے ملک اور ہمارے صوبے میں معیاری بیج کے لئے بھی کوئی موثر اہتمام نظر نہیں آتا۔ یوسف والا فارم جو ہمارا معیاری بیج پیدا کرنے والا ادارہ ہے جو بیج وہ پیدا کرتا ہے اس کی

پیداوار چالیس من ہے جبکہ باہر کی کمپنیوں نے جو بیج متعارف کرائے ہیں اور انھوں نے مارکیٹ میں بھی دیئے ہیں اس کی پیداوار 120 من تک ہے۔

جناب سپیکر! ڈیری فارمنگ اور لائیو سٹاک ہمارے لئے ایک بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کے لئے بہت کم رقم رکھی گئی ہے۔اس کے لئے صرف 70 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ دنیا کی سب سے بہترین بھینس ہمارے پاکستان میں ہماری نیلی راوی نسل کی ہے اور اس کا پیداواری عرصہ حیات گائے سے دُگنا ہے۔اس کا دودھ قابل ہضم اور کولیسٹرول بھی کم ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! آپ جدید ترین تحقیق پڑھیں۔ میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ میں جو کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں اور میں اس کی تحقیق کر کے آپ کے سامنے بات کر رہا ہوں کہ اس کا کولیسٹرول قابل ہضم ہوتا ہے اور اس کے مضر اثرات کم ہوتے ہیں۔ مجھے ایک جرمن ایڈوائزر ملا اس نے مجھے کہا کہ اگر آپ کٹے کا گوشت پیدا کرنا شروع کر دیں تو آپ پوری یورپ کی مارکیٹ لے سکتے ہیں لیکن اس کے لئے کوئی اہتمام نہیں ہے، کوئی کوشش نہیں ہے۔آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ سعودی عرب میں آسٹریلیا کے بکرے کا گوشت 10 ریال کلو بکتا ہے لیکن پاکستانی بکرے کا گوشت 30 ریال کلو بکتا ہے۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ ہر شہر کے باہر گوالا اور بھینس کالونیاں بنانی چاہئیں اور ایک Buffaloes Research Institute بنایا جائے۔ اگر بھینس کے لئے خصوصی کوشش کریں تو یہ نہ صرف ہمارے دودھ کی ضروریات پوری کرے گی بلکہ ایکسپورٹ کے ذریعے بھی ہم بڑی رقم کما سکتے ہیں۔

جناب والا! اب میں تعلیم کے حوالے سے ایک دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ تعلیم کے لئے 13.5۔ ارب روپے کا اخراجات جاریہ ہے اور 2۔ ارب 80 کروڑ روپیہ ترقیاتی بجٹ ہے۔ پنجاب ایک بڑا صوبہ ہے۔ یہاں تعلیم کے حوالے سے بڑا شور بھی مچایا گیا لیکن انھوں نے 100۔ارب میں سے 2۔ارب 80 کروڑ روپے کا ترقیاتی بجٹ رکھا ہے جبکہ صوبہ سرحد کا بجٹ 40۔ارب روپے سے بھی کم ہے لیکن انھوں نے اپنے ڈویلپمنٹ بجٹ کا 21 فیصد صرف تعلیم کے لئے مخصوص کیا ہے۔یہاں پر دعوے زیادہ ہیں لیکن عملی طور پر کام کم ہے۔ سکولز اور کالجز کی بلڈنگز کی تعمیر نو کے جو منصوبے بنائے گئے اس میں بہت بڑے پیمانے پر گھپلے ہوئے، پیسے کھائے گئے اور محکمے دوڑ لگاتے ہیں کہ یہ منصوبہ ہمیں ملے، وہ ہمیں ملے بالکل گھٹیا کوالٹی کی کنسٹرکشن کی گئی۔

میری گزارش ہے کہ جتنے بھی سکولزاور کالجز کی renovation ہو رہی ہے ان کے لئے ایک سکول کالج کونسل بنائی جائے جس کے ذریعے یہ کنسٹرکشن کروائی جائے۔ایک ضمنی الیکشن کے موقع پر وزیراعلیٰ پنجاب نے میرے حلقے میں خود آکر گرلز ڈگری کالج کے قیام کا اعلان کیا تھا لیکن ابھی تک وہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ میں درخواست کروں گا کہ اس وعدے کو بھی پورا کیا جائے۔

جناب سپیکر!ایجوکیٹرز کے لئے جو تنخواہیں مقرر کی گئی ہیں وہ شرمناک حد تک کم ہیں۔ بی اے، بی ایڈ کو-/4250روپے ، بی ایس بی ایڈ کو-/4500روپے اور سبجیکٹ سپیشلسٹ ٹیچر کو -/5500روپے کی fixed تنخواہیں دی گئی ہیں۔آپ ایک ہی محکمے میں دو کیڈر چلا کر اس محکمے کا بیڑہ غرق کر دیں گے۔ خدا کے لئے استاد کا احترام کیجئے تعلیم کی ترقی کے لئے جس triangle کی ضرورت ہے اس میں استاد کی عزت اور تنخواہ سب سے اہم ہے۔ ٹیچرز ٹریننگ کا اہتمام کرنا اور جدید نصاب کی فراہمی یہ تین چیزیں ایجوکیشن کی ترقی کے لئے triangle ہوتی ہیں۔ اس کے لئے خصوصی اہتمام کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایجوکیٹرز کے ساتھ جو ظلم کیا جا رہا ہے کہ اس وقت مختلف محکمے peons کے لئے جو تنخواہیں announce کرتے ہیں یہ اس سے بھی کم ہیں لہذا ان کو revise کیا جائے۔

جناب سپیکر!یہاں پر بہت دعوے کئے گئے لیکن یونیسف نے پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے تعلیمی اداروں کے حوالے سے ایک فلم بنائی ہے۔ اس فلم کو دیکھ کر پڑھے لکھے پنجاب کی ساری حقیقت سامنے آجاتی ہے۔اس میں انھوں نے ایک کلاس کا منظر دکھایا ہے کہ وہ ایک کلاس میں جا کر بچوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ بورڈ پر یہ لکھئے کہ میں پاکستانی ہوں۔ وہ چھٹی کلاس کے بچے ہیں لیکن یہ فقرہ کوئی نہیں لکھ سکا کہ میں پاکستانی ہوں اس لئے یہ پیسے اس طرح بانٹتے چلے جانا لیکن اس کے معیار کا کوئی اہتمام نہ کرنا مناسب بات نہیں ہے اس لئے اس طرف بھی توجہ کی جانی چاہئے۔ پنجاب یونیورسٹی پورے پنجاب کے اندر تمام تعلیمی اداروں کی ماں ہے اس کی طرف توجہ کیجئے۔ پچھلے پچاس سالوں میں اتنے طلباء کو وہاں سے نہیں نکالا گیا جتنا گزشتہ ایک سال میں نکالے گئے ہیں۔یونیورسٹی کی انتظامیہ وہاں کسی فیکٹری کی مالک نہیں ہے اور وہاں کے پڑھنے والے طالب علم فیکٹری لیبر نہیں ہیں۔ وہ استاد اور شاگرد کا رشتہ ہے۔شفقت اور پیار کے ساتھ اس معاملے کو چلانا چاہئے۔

جناب سپیکر!پولیس کے لئے اخراجات جاریہ کے لئے 20۔ارب روپے سے زائد دیئے جا رہے ہیں لیکن شہر کی حالت یہ ہے۔ میری بدقسمتی ہے کہ آج یہاں پر میری بہن تشریف نہیں

رکھتی سارے شہر میں جگہ جگہ پر گلیوں میں گیٹ لگا کر لوگوں نے راستے بند کر دیئے ہیں۔لوگوں نے چوروں اور ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے سارے راستوں پر گیٹ لگا دیئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام آدمی کے لئے move کرنا مشکل ہو گیا ہے۔اگر آپ نے امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنانا ہے تو اس کے لئے آپ پولیس کو دیگر کاموں سے فارغ کریں۔پولیس ہر کام کرتی ہے۔جلسہ ہو رہا ہے تو پولیس نے جا کر اسے سننا ہے کہیں اور کوئی مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے تو پولیس کو وہاں بلا لیا جاتا ہے۔ میں یہ سفارش کروں گا کہ پولیس والوں کو اچھی رہائش دیں۔ان کی ٹریننگ کے جو ادارے ہیں وہ بوگس ہیں اگر ان اداروں کے اندر کسی کی ٹرانسفر ہوتی ہے تو وہ اسے اپنے لئے سزا سمجھتا ہے۔میری گزارش ہے کہ ان کی ٹریننگ کے لئے اچھے ادارے بنائیں ان کی حالت زار کو اچھا کریں تو وہ بہتر کام کریں گے۔

جناب والا!واٹر سپلائی اور sanitation کے لئے 5۔ارب 20 کروڑ روپے رکھے ہیں میں گزارش کروں گا کہ ابھی تک نکاسی آب کے لئے جو کام شروع ہوا ہے اس میں بہت بہتری کی گنجائش ہے اسے improve کرنے کی ضرورت ہے، کوالٹی بھی بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے واٹر سپلائی کی سکیمیں چھوٹے شہروں کی سطح پر لے کر جائیں۔

جناب والا!وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے میرے حلقے میں گوالا کالونی اور باقی علاقوں کے لئے نکاسی آب کے اعلانات کئے گئے لیکن ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا میں یہ درخواست کروں گا اپنے ان محترم بھائیوں سے کہ جو چیف منسٹر کے حوالے سے یہاں چوبیس گھنٹے نعرے لگاتے ہیں وہ چیف منسٹر کے احکامات کو بھی عملدرآمد کے لئے یقینی بنائیں۔حکومت کی writ بھی اسی طرح سے قائم ہو گی۔

جناب سپیکر!ضلعی حکومتوں کو فنڈز بہت بڑی مقدار میں دیئے جا رہے ہیں۔87۔ارب روپے اخراجات جاریہ میں ہیں 9۔ارب 58 کروڑ روپے ان کو ڈویلپمنٹ میں دیئے جا رہے ہیں لیکن جتنے گھٹیا کوالٹی کے کام ضلعی حکومتیں کروا رہی ہیں ان کا کسی اور کام کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ضلعی حکومتوں کے اندر ورک چارج ملازمین کے نام پر جعلی بھرتیاں کی ہوئی ہیں۔لاکھوں کروڑوں روپے اس کے نام پر ہضم کئے جا رہے ہیں۔صفائی کی صورتحال یہ ہے کہ چھوٹے شہر تو کیا بڑے شہر بھی دنیا کے گندے ترین شہر ہیں۔شرم آتی ہے اگر ہمارا کوئی باہر کے ملک سے مہمان آ

جائے تو ہم ان کو لے کر جائیں وہ شہر کو دیکھتے ہیں ہمیں شرم آتی ہے کہ یہ ہمارا ملک ہے۔لاہور شہر کے اندر صفائی کا یہ عالم ہے کہ آپ سڑکوں سے گزر نہیں سکتے، گھوم پھر نہیں سکتے جگہ جگہ پر غلاظت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔یہ پیسے ضلعی حکومتیں وصول کرتی ہے لیکن ان کی کوئی موثر placement نہیں ہے۔

جناب والا! ضلعی حکومت سے اس فیصلے کو بہتر فیصلہ سمجھتا ہوں جو انہوں نے ضلعی حکومتوں سے کالجز کو واپس لیا ہے لیکن سکول اور دیگر تعلیمی ادارے ابھی بھی ان کے پاس ہیں۔ کارپوریشن کے سکولوں کی جو حالت زار ہے اس کے متعلق میں یہاں پر مختلف سوالات کے دوران توجہ دلاتا رہتا ہوں اور آپ نے یہ خود بھی دیکھا ہو گا کہ ان کی حالت کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر شہر لاہور کے اندر اور ہر شہر کے اندر تجاوزات کی بھرمار ہے۔ضلعی حکومتوں کو صوبائی حکومتوں کی طرف سے یہ ٹارگٹ دینا چاہئے ان کو فنڈز دیتے وقت یہ دیکھنا چاہئے کہ پورے شہر پر مختلف قبضہ گروپوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔سڑکوں پر بھی قبضہ کیا ہوا ہے، پارکوں پر بھی قبضہ کیا ہوا ہے اور باقی قبرستان رہ گئے تھے۔میانی صاحب کا قبرستان لاہور کا سب سے بڑا قبرستان ہے۔1840 کے قریب ایک صاحب نے یہ پانچ مربع زمین وقف کی تھی۔آج آپ میانی صاحب کے قبرستان کی جگہ کو دیکھئے شاید ڈیڑھ مربع زمین بھی باقی نہیں رہ گئی۔شرم آنی چاہئے ان لوگوں کو کہ جنہوں نے سڑکوں پر قبضے کئے، پارکوں پر قبضے کئے اور اب قبرستانوں پر بھی قبضے شروع کر دیئے ہیں۔یہ ضلعی حکومتوں کی پرلے درجے کی نااہلی ہے کہ وہ لوگوں کے جینے کے لئے کوئی صاف راستہ نہیں دے سکتے تو مرنے کے لئے یہ قبر بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! یہ ضلعی حکومت کی نااہلی ہے کہ لاہور کے اندر سب سے بڑی سنتوکتلہ rain water drain ہے اور سارے شہر کے گٹروں کا پانی اس میں ڈال دیا گیا ہے۔غلاظت اور تعفن نے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا ہے اور اس سنتوکتلہ ڈرین میں غلیظ پانی ڈال دیا گیا ہے۔اس طرح میاں میر ڈرین بھی ہے وہ بھی rain water drain ہے اس کے اندر بھی سارے شہر کے سیوریج کا پانی ڈال دیا گیا ہے؟

جناب والا! میرے پاس ترکی سے ایک وفد آیا ہوا تھا میں انہیں لے کر گیا اور انہوں نے اس ڈرین کی حالت دیکھی مجھے کہنے لگے کہ ستر سال پہلے ترکی آپ کے اس شہر سے بہتر تھا۔آپ نے

اس شہر کی کیا حالت بنادی ہے۔ میں انہیں کیا بتاتا کہ کون ہماری ضلعی حکومتوں پر قابض ہے اور کون ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے؟

جناب سپیکر! صنعت کا شعبہ ایک بہت اہم شعبہ ہے۔ میں خیر مقدم کرتا ہوں جو اس میں پرائیویٹ پبلک پارٹنر شپ کے ذریعے انڈسٹریل ایریا کی مینجمنٹ کمپنیاں بنائی گئی ہیں۔ ان مینجمنٹ کمپنیوں کے ذریعے سے اس کی حالت کافی بہتر ہوئی ہے لیکن میں یہ بھی درخواست کروں گا کہ صنعت کی حوصلہ افزائی کے لئے اس بجٹ میں کوئی خاطر خواہ اقدامات نظر نہیں آتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ محکمہ صنعت اپنی مینجمنٹ کو ٹھیک کرے اور one window اقدامات کئے جائیں۔ سیالکوٹ لاہور موٹر وے کے ساتھ آپ انڈسٹریل سٹی قائم کرنا چاہتے ہیں، انڈسٹریل ایریاز بنانا چاہتے ہیں تو یہ ایک اچھی بات ہو گی لیکن جو موٹر وے پہلے سے موجود ہے اس کے اوپر کسی جگہ پر کوئی انڈسٹریل ایریا ڈویلپ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمارے ملک میں ماہر ورکروں کی شدید ترین کمی ہے۔ ہمارے ملک میں اچھا ڈاکٹر مل جاتا ہے لیکن اچھا کمپاؤڈر نہیں ملتا۔ ہمارے ملک میں اچھا انجینئر مل جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ کام کرنے کے لئے کوئی اچھا اسسٹنٹ نہیں ملتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ جدید ترین نصاب مرتب کریں تاکہ ہم اچھے workers produce کریں۔ جب اچھے ورکر ملیں گے تو ہم نہ صرف اپنے ملک کی ضرورت کو پورا کریں گے بلکہ بیرون ملک بھی بھیج سکیں گے۔ اگر آئندہ کے لئے ملک میں صنعتی ترقی چاہتے ہیں اس کے لئے بھی یہ بہت ضروری ہے ورنہ صنعتی ترقی ایک خواب بن کر رہ جائے گی۔ ہمارا اگر ورکر ماہر ہو گا تو وہ بیرون ملک جا کر ہمارے لئے ایک اچھا source of income بھی بن سکے گا۔

جناب سپیکر! صحت کے لئے 6۔ارب روپے اخراجات جاریہ اور 4۔ارب 64 کروڑ روپے ڈویلپمنٹ کے لئے رکھے گئے ہیں۔ میں اس کی بھی مثال دوں گا کہ صوبہ سرحد کے اندر صحت کے لئے اپنے ترقیاتی اخراجات کا 20 فیصد کے قریب مختص کیا ہے۔ ان کا اس مد میں بہت کم ہے اور تقریباً 4 فیصد کے قریب ہے۔ یہ پورے صوبے کے لئے صحت کے حوالے سے بہت کم ہے جب لوگوں کے لئے پینے کے لئے گندہ پانی مل رہا ہو گا، سڑکیں گندی ہوں، راستے خراب ہوں گے اور تعلیم کے ادارے برباد ہو گئے ہوں گے۔ اس کے بعد جب وہ بیمار پڑتے ہیں تو علاج کے لئے ہسپتالوں میں جاتے ہیں۔ ہسپتالوں کی حالت یہ ہے کہ وہاں پر مینجمنٹ کی بدترین صورتحال

ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک ہسپتال کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے تو کسی فالتو پیسے کی ضرورت نہیں ہوتی ہماری مینجمنٹ کی یہ ناکامی ہے۔ آپ دنیا کے کسی بھی حصہ میں پبلک ہسپتال میں جا کر دیکھیں آپ کو وہ صاف ستھرے نظر آئیں گے لیکن ہمارے ہسپتالوں کا عالم یہ ہے کہ آپ کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں جناح ہسپتال ہو، میو ہسپتال ہو یا جنرل ہسپتال ہو آپ کسی ہسپتال کے باتھ روم کے اندر بھی داخل نہیں ہو سکتے۔ وہاں پر اتنا گند پڑا ہوتا ہے کہ کسی کا جانے کو دل نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ جگہ جگہ پر آپ کو medical waste پڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ڈی ایچ کیو ہسپتالوں کا تو کوئی معیار نہیں ہے۔ ڈاکٹرز کے علاوہ سینئر افراد بھی وہاں پر موجود نہیں ہیں۔ میں یہ بھی مشورہ دوں گا کہ میڈیکل کالجز کے اندر بھی یونیورسٹیوں نے ٹیچرز کے لئے جو tenure track system introduce ہوا ہے اس کو میڈیکل کالجز میں بھی متعارف کروایا جائے۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ہر شہر کے اندر medical waste کو ٹھکانے لگانے کے لئے مناسب بندوبست کیا جائے۔ یہ بھی بیماریوں کو پھیلانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی درخواست کروں گا کہ جعلی ادویات کے اشتہارات ہر اتوار والے دن مختلف اخبارات کے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوتے ہیں جو ہر بیماری کو ایک سیکنڈ میں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے دعوے کرتے ہیں۔ ان اشتہارات میں اتنی شرمناک باتیں ہوتی ہیں کہ کوئی آدمی پڑھ نہیں سکتا۔ میں یہ گزارش کروں گا اور ایک منٹ میں اپنی بات کو سمیٹتا ہوں کہ اس قسم کے جو اشتہارات آتے ہیں ان پر پابندی لگائیں اور جعلی ادویات کے خاتمے کا بھی اہتمام کیا جائے۔ ہسپتالوں کی ایڈمنسٹریشن کو بھی بہتر کیجئے اور خاص طور پر چھوٹی سطح پر جو ہسپتال ہیں جیسے ڈی ایچ کیو ان کو بہتر بنانے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ڈویلپمنٹ کے بہت سے ادارے ہیں جو یہ کام کرتے ہیں۔ لاہور شہر کی مثال لے لیجئے یہاں پر ایل ڈی اے بھی ڈویلپمنٹ کرتا ہے ضلعی حکومت کی طرف سے بھی ہوتی ہے لوکل گورنمنٹ کا محکمہ بھی ترقیاتی کام کرواتا ہے اسی طرح پھر ہائی وے ڈیپارٹمنٹ ہے محکمہ مواصلات و تعمیرات بھی موجود ہے۔ اسی طرح پبلک ہیلتھ انجینئرنگ والے ہیں یہ مختلف ادارے ہیں جو ترقیاتی کام کرتے ہیں ان کا آپس میں کوئی میل جول نہیں ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ادارہ سڑک بنا کر جاتا ہے دوسرا اس کو اکھاڑنے کے لئے آ جاتا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ان ترقیاتی کاموں کے لئے ایک سنٹرل اتھارٹی ہونی چاہئے۔

جو پبلک پرائیویٹ مینجمنٹ کے ساتھ مل کر کام کرے اور ان سارے کاموں کی supervision کرے تاکہ جو اتنے بڑے بجٹ آپ بنا دیتے ہیں جس کا نچلی سطح پر کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔اس کا بھی کوئی اہتمام ہونا چاہئے۔بہت بہت شکریہ۔وآخر دعونا عن الحمد للہ رب العلمینo

جناب سپیکر: شکریہ۔جناب محسن خان لغاری!

محترمہ خالدہ منصور: جناب والا!میں نے بھی نام دیا تھا۔

جناب سپیکر: آپ کا نام میرے پاس موجود ہے۔جب آپ کی باری آئے گی آپ کو موقع دیا جائے گا۔جناب محسن خان لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: نحمد و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Thank you, Mr. Speaker. Let me start by congratulating Sardar Hasnain Bahadur Dreshak for delivering his 4th budget speech. By the grace of Allah, this has been the longest state of uninterrupted democracy in Pakistan and Inshallah these Assemblies will complete their term. The democratic process in Pakistan will continue to a great extent and the people of Pakistan will be empowered to make their own decisions. The presentation of the annual budget is the most important time in the Parliamentary Calendar and the Budget is the most important economic document. It is the policy instrument of the Government. It tells us that how the Government is going to raise revenues and where is it going to spending them. It spells out the priorities of the Government. In simple terms it puts the money where the mouth is. It is the time to honour all the verbal commitments that have been made. The fundamental nature and responsibility of the Government is to make choices. Governing means deciding and the budget is the most important decision of the Parliament made during the year. Sir, I would ask what

course of action will be taken and how the limited resources will be allocated to meet the ever-growing demands. The budgetary process is one of the primary nature where these choices are made. I had an opportunity to attend a budget seminar where the experts had agreed what I was saying. The Legislators should be made an important part of the budget making process. The experts went on saying that the process whereby the Parliament considers and approves a budget is the essence of the democracy and the choices made are without any legitimate role of the Parliamentarians. The parliamentary role in budget making allows the peoples' representatives to provide their input into the Government choices and give their process of legitimacy. The budget speech of 2003 has informed us that a three year plan was to be put into action to meet the developmental needs of the Province. Increase in economic growth rate, poverty alleviation and eliminating regional disparities were set as the main targets. By the grace of Almighty Allah, our economy is growing. The Finance Minister told us that the growing rate is 7 to 8 percent per year. He informed that 3.5 million new jobs have been created. There has been a reduction in poverty. About 7 million people who were living below the poverty line are no more living below the poverty rupees line. Our revenue budget, this year, is in excess of 274 billion rupees which is 22.13 percent higher than the last year. By the grace of Allah, we have achieved the economic growth and they are doing a good job but let us ask ourselves, has poverty been alleviated and more importantly has the

regional disparity been redressed? I have always tried to highlight the chaos of the less-developed areas which by coincidence lie in the lower half of the Province. I won't use the word Southern Punjab becuase it is not a very popular word these days.

ملک اصغر علی قیصر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ملک اصغر علی قیصر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! معزز ممبر لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں اسی لئے وہ اوپر گئے ہیں تاکہ وہاں پر سامنے کاپی رکھ کر پڑھ سکیں تو میرے خیال میں یہ ہاؤس کی روایات کے مطابق نہیں ہے کہ لکھی ہوئی تقریر پڑھی جائے۔

جناب سپیکر: میں نے انہیں اجازت دی ہوئی ہے۔ جی ،لغاری صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

MR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Let me quote statistics that were given out during the Punjab Development Forum 2006. All of these numbers are from 2003-04 but they are very relevant. 39 percent of the people of Punjab earn less than Rs.750/- per month.

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سید ناظم حسین شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ابھی آپ نے کہا ہے کہ میں نے ان کو اجازت دی ہوئی ہے۔ جس معزز رکن نے بھی ہاؤس میں speech کرنی ہوتی ہے تو اس نے اپنے جذبات کی ترجمانی کرنی ہوتی ہے۔ اگر آپ اس طریقے سے یہ precedent create کر رہے ہیں تو پھر کسی کے جذبات کی ترجمانی نہیں ہو گی۔ ہر آدمی لکھ کر لے آئے گا اور تقریر پڑھ لے گا۔ references تو دیئے جا سکتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ پہلے ایسا کوئی precedent نہیں ہے۔ یہ آپ کے اختیارات میں ہے اور میں آپ کے اختیارات کو چیلنج نہیں کر رہا مگر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ۔ the King is a

person who makes history at every step and now you are sitting over there on the Chair. تو یہاں پر and are creating a history. تو ایک ایسا precedent create کریں کہ جس سے آنے والے وقتوں کے لئے کوئی قدغن نہ ہو بلکہ اچھی روایات پیدا ہوں اس لئے آپ سے میری یہی گزارش ہے کہ آپ ایسا precedent create کر رہے ہیں کہ جس سے جذبات کی ترجمانی ختم ہو جائے گی۔ ہر آدمی کسی سے لکھوا کر لے آئے گا اور یہاں پر وہ تقریر پڑھ دیا کرے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ شاہ صاحب! پہلے تو میں یہ گزارش کر دوں۔ (قطع کلامیاں)

شاہ صاحب! پہلے میری گزارش سن لیں۔ سب سے پہلے بجٹ پر بحث کا جب آغاز ہوا تھا تو پورا ہاؤس اس بات کا شاہد ہے کہ اپوزیشن لیڈر نے جب اپنی بحث کا آغاز کیا تو وہ بھی نوٹس دیکھ رہے تھے، یہ سارے ہاؤس نے دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ان کو ہی میں روک دیتا تو بجٹ پر بحث ہی نہ ہوتی۔ اس کے بعد بھی وقفے وقفے کے بعد کئی دوستوں نے نوٹس تیار کئے ہوئے ہوتے ہیں تو ضرورت پڑنے پر ان پر بھی نظر پڑ جاتی ہے۔ میں نے انہیں اجازت دی ہے کہ وہ دیکھ لیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہر ممبر کا استحقاق ہے کہ وہ نوٹسز اور references دیکھ سکتا ہے اور پڑھ سکتا ہے مگر لکھی ہوئی تقریر پڑھنا یہ اچھی روایات نہیں ہیں۔ نوٹس تو ہر آدمی دیکھتا ہے۔ ہم بھی پوائنٹس لیتے ہیں مگر انہوں نے اپنے پوائنٹ آف آرڈر میں یہ کہا ہے کہ وہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔ precedent ہے چاہے کوئی بھی کرے اس میں لیڈر آف اپوزیشن ہو یا لیڈر آف دی ہاؤس ہو،

Wrong is wrong and whenever it is committed no matter by whom it is committed, it should be corrected.

محترمہ شمیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔ آپ، ہاؤس کو چلنے دیں، پلیز چلنے دیں۔ جی، لغاری صاحب!

محترمہ شمیم اختر: معزز ممبر نے پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے کہ لغاری صاحب لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے لغاری صاحب صرف hints دیکھ رہے ہیں لیکن ماشاء اللہ لغاری صاحب کو انگریزی پر اتنا عبور ہے کہ ایسے لگتا ہے کہ وہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

MR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Sir, I was pointing out that 39 percent of the people of Punjab earn less than Rs.750/- per month. These numbers are very alarming if you look at the details. It is 66 percent in Rajanpur, 66 percent in Bahawalpur; and Rahim Yar Khan district Our Chief Minister is representing today, the number is 63 percent Bahawalpur, which at the time of partition was one of the richest areas of the country and which even supported financial aid to Pakistan today there are 66 percent people who are earning less than Rs.750/- per month. Out of 13 districts of the lower part of the Province, in 8 districts more than 50 percent people are earning less than Rs.750/- and out of 21 districts of the upper Punjab, Attock is 52 percent and, Okara and Kasur with 50 percent qualify for this dubious distinction. If you look at the other social indicators like child labour, it is 47 percent and Rajanpur and Bhakkar, 46 percent in Muzaffargarh, 45 percent and Dera Ghazi Khan and Lodhran, 44 percent in Bahawalpur and so on. People without access to sanitation- Rajanpur is 71 percent, Muzaffargarh is 71 percent, Layyah is 68 percent, Dera Ghazi Khan 67 percent, Jhang 64 percent and the list goes on.

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ٹھنڈ بڑی لگ رہی اے، تھوڑا جنااے سی مٹھا کرادیو، جناب!

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی، لغاری صاحب!

MR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Mr

Speaker! The fact cannot be denied that there is an economic boom. Whenever I come to Lahore, I am reminded of the social and economic gains that are taking place in this part of the country. Please don't take me wrong, I love Lahore and I am a propagator of the saying that ''نیں ریساں شہر لاہور دیاں'' but as Shakespeare said in "Julius Caesar" it is not that I love Caesar less but I love Rome more, it is not that I love Lahore less, it is just that I love Dera Ghazi Khan more. Sir, poverty is an indicator of an unequal distribution of resources. It is unjust distribution of gains. It should be the prime target of the Government to remove the inequalities by implementing developmental plans. The stated goal of poverty alleviation cannot be achieved if the large section of the society is kept away from the sources we gain but poverty can be narrated by sound economic and social policies. The Finance Minister has told us about the Punjab's point of view that population based distribution of the NFC Award has been accepted by the President. Sir, I would like to remind him that there is a Resolution by Miss Sughra Imam, Mrs Humaira Awais Shahid, Mr Abid Chattha and myself which was referred to the House Committee that demanded similar division in Punjab as well, Sir. I would also like to add that the NFC Award besides this distribution also has a provision for the backwardness of the districts and the grants that are given like 11 percent for Punjab; 21 percent for Sindh; 33 percent for Balochistan; and, 35 percent for NWFP. Sir, we have a Rs. 100 billion development

budget. Let me bring to the notice of the House that Dera Ghazi Khan, Bahawalpur and Multan Division are at least 35 percent of the population and I would like to request for our fair share. It was heartening to hear that Punjab Finance Minister informed us in 2004 that 7 billion rupees were being appropriated for Sourthern Punjab Baic Urban Services Project but two years have passed and we have yet to see a project on ground. Sir, I went to the internet and started searching on this project where I found that the loan was sanctioned in December 2003 and the project is to be completed by January 2009. It is a 5-year project of which two and a half years have already been lapsed and we do not see a project on ground, Sir. The Asian Development Bank has expressed its dissatisfaction over the slow progress of implementation by the Local Government and Rural Development Department of the Punjab Government and a Review Mission will soon be coming to Pakistan by the end of this month to see the progress on this.

Sir, water born diseases have unfortunately caused deaths all across the Province and Dera Ghazi Khan was also severely hit by it. About 950 million rupees were announced for Faisalabad and a 100 thousand for the families of each of the deceased. I would like to request that a similar package should also be announced for the victims of Dera Ghazi Khan.

Sir, we allocated billions of rupees for the New Murree Project. I pleaded the case of Fort Manru as an alternate Hill Station. The House supported me on this and we passed a unanimous Resolution. In last year's budget speech a

commitment was also made for Fort Manru's development. The 7 km road from the National Highway to Fort Manru is being improved. I appreciate it but it needs more than just 7 km of road, The Fort Manru was the Summer Headquarter of the Multan Comissioner during colonial days. It has all the basic infrastructure to be a tehsil headquarter for the tribal area which probably has only one tehsil which does not have any office and all the offices are located in Dera Ghazi Khan City. We need a Tehsil Headquarter.

A Resolution was also passed by this House to upgrade the Civil Hospital to a Tehsil Headquarter Hospital but nothing has been done so far. The whole tehsil doesn't have a college, and I would like to request a college for the tehsil. We have made great progress in infrastructure building and 27000 km of roads have been built during last six years. Sir, this year, we have allocated 14 billion rupees for roads. I want to put a question and please don't take it in a wrong context. Can we please be given a district-wise and year-wise list of these raods Sir. The Provincial Development Programme has an allocation of 65 billion rupees and out of these; 23 billion rupees have been allocated for Specail Infrastructure Programme which includes Lahore Ring Road, Lahore-Sialkot Motorway and the rapid Mass Transit System.

Mr Speaker! I would like to suggest not to allocate public funds for these massive projects which can easily and willingly be taken up by private builders on BOT basis. Karachi is an excellent example where private and in most cases foreign

companies are doing the projects worth billions.

The Government should only ensure that the contract is awarded in a transparent way. This is essential to improve the quality of the life of rural poors, sir. Let us give them clean drinking water, better health facilities, better education and even subsidy on agriculture inputs. We can all sit down and decide on this. The Cabinet should do it, but please, Sir, redress the needs of the rural people first. The gap between the "have" and the "have not" is increasing at a very alarming rate, sir.

In the end I would like to repeat what I have been saying since 2003 that the budget should not become a secret document, it should be deliberated, discussed, debated and thrashed out in this august House. We the Representatives should have a thorough discussion on the budget which is the most important document presented in the Parliamentary Calendar. The lack of interest in proceedings in this most session of the year is a proof enough that there is no ownership of the budget by the Parliamentarians, even nobody had pointed out the quorum Parliamentary Committee should be involved in the budgetary process. Let us strengthen the House Committees. They are the blocks of the parliament strength; the stronger they are, the more stronger the institution of the parliament will be. Each House Committee should work closely with the respective departments to pay their budget and oversee its implementation.

In the end Sir, I would end with Faiz Ahmad Faiz's poem 'Dua'

یہ بڑی relevant ہے اور ہم اس بارے میں سوچیں۔

آئیے ہاتھ اٹھائیں ہم بھی
ہم جنھیں رسم دعا یاد نہیں
ہم جنھیں سوز محبت کے سوا
کوئی بت کوئی خدا یاد نہیں
عرض گزاریں کہ نگار ہستی
زہر امروز میں شیریں فردا بھر دے
وہ جنھیں تاب گریباں یہ ایام نہیں
ان کی پلکوں پر شب و روز کو ہلکا کر دے
جن کی آنکھ وہ روز صبح کا یارا بھی نہیں
ان کی راتوں میں کوئی شمع منور کر دے
جن کے قدموں کو کسی راہ کا سہارا بھی نہیں
ان نظروں پہ کوئی راہ اجاگر کر دے
جن کا دین پیروی کذب و ریا ہو
ان کو ہمت کفر ملے جرأت تحقیق ملے
جن کا سر منتظر تیغ جفا ہے ان کو
دست قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق ملے
اس کا سر نہاں جانے تپا ہے جسے
آج اقرار کریں اور تپش مٹ جائے
ہر سحر دل میں کھٹکتا ہے جو کانٹے کی طرح
آج اظہار کریں اور خلش مٹ جائے
شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔جناب ملک اصغر علی قیصر صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے پنجاب کے اس معزز ایوان میں بجٹ 07-2006 پر بحث کرنے کا موقع دیا۔ میری گزارش یہ ہے کہ جب سے یہ ملک معرض وجود میں آیا ہے۔اس ایوان کے اندر بجٹ پیش ہوتے رہے، ضمنی بجٹ پیش ہوتے

رہے، منی بجٹ پیش ہوتے رہے اور تب سے ہی یہ وتیرہ رہا ہے کہ حکومتی بنچوں نے ہمیشہ ان بجٹوں کو عوام کے لئے انقلابی اقدام اور غربت کا خاتمہ اور خوش آئند قرار دیا ہے جبکہ اپوزیشن بنچوں کی طرف سے ہمیشہ سے اس کو عوام دشمن اور غریب کو مٹانے والا اور غریبوں کے لئے ایک پھندے کا نام دیا گیا۔

جناب سپیکر! جتنے بھی بجٹ اس اسمبلی کے بننے کے بعد یہاں پر پیش ہوئے۔ اگر ہم حکومتی بنچوں سے اتفاق کریں تو ہر بجٹ غریب عوام کی فلاح کے لئے تھا تو پھر غربت کیوں ابھی تک باقی ہے اور مسائل کیوں ابھی تک باقی ہیں؟ اگر ہم ان سے اتفاق کریں کہ واقعی وہ بجٹ فلاح کے بجٹ تھے تو پھر مسائل کم ہونے کی بجائے کیوں بڑھے ہیں لہذا ثابت یہ ہوا کہ حکومتی بنچوں کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جو بھی ان کو لکھ کر بنا کر دے دیا جائے۔ انھوں نے اس کا تحفظ کرنا ہے۔ بے شک ان کو اس میں خامیاں بھی نظر آتی ہوں لیکن ان کی مجبوریاں اپنی جگہ پر کہ وہ اپنی ہی پارٹی اور اپنے ہی پروگرام کے متعلق بات نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! یہ ایوان ہمیں اس بات کا حق دیتا ہے کہ ہم اپنے مافی الضمیر کے مطابق اپنے علاقوں کے اور اس صوبے کے جو مسائل ہیں ان کی نشاندہی کریں اور پردہ پوشی نہ کریں بلکہ عوام کی صحیح نمائندگی کا حق ادا کریں کہ جنھوں نے ہمیں ووٹ دے کر یہاں پر بھیجا ہے۔ ان کی نظر میں ایک شعر کرنا چاہوں گا کہ:

کتنا عجیب شخص تھا وہ آدمی قتیل
مجبوریوں کا جس نے وفا نام رکھ دیا

تو یہ اپنی اپنی مجبوریوں کے تحت حق نمائندگی ادا کرنے سے محروم لوگ ہیں اور اپنی آواز دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر! سڑکیں بننی چاہئیں، پل بننے چاہئیں، انڈر پاس بننے چاہئیں لیکن میں ایسی سڑک کا کیا کروں کہ جہاں پر دن دہاڑے مجھے چلنے میں خطرہ محسوس ہو، جہاں پر ڈکیتیاں ہوں۔ میں ایسی رنگ روڈز کا کیا کروں کہ جہاں پر لوگوں کو لوٹا جائے اور ان کی جمع پونجیاں لوٹ لی جائیں، قتل و غارت ہو، میں اس بجٹ کا کیا کروں جو پولیس کو دے کر اس کے حوصلے بڑھائے جائیں اور under-age بچیوں کے ساتھ ریپ ہوں اور پولیس کے حوصلے اتنے بڑھ جائیں کہ تھانے کے اندر ہی ایسے واقعات ہوں۔ آج میں اخبار پڑھ رہا تھا کہ ڈی آئی جی لاہور کے گن مین نے ایک شخص

جس نے اپنے بچیوں کو قتل کیا تھا،اس کو قتل کر دیا۔یہ پولیس خود ہی عدالتوں کا نظام بھی سنبھالنے لگ گئی ہے اور ایسے ہسپتالوں کو کیا کروں جہاں پر دوائیاں میسر نہ ہوں، جہاں پر مریض تڑپ تڑپ کر اپنی جان دے دیں۔آپ نے بھی دیکھا ہو گا کہ فیصل آباد کے اندر شاید پاکستان کی تاریخ میں پہلا ایسا واقعہ تھا کہ درختوں کی ٹہنیوں کے اوپر ڈرپیں لٹکا کر لوگوں کو treat کیا گیا اور دھوپ میں ان کی چارپائیاں بچھائی گئی تھیں۔کہاں گئے وہ وعدے کہ ہم نے ہیلتھ کے لئے یہ بجٹ رکھا ہے، کہاں گئے وہ ''پڑھا لکھا پنجاب'' کے وعدے کہ آج بھی اس لاہور شہر کے اندر جو صوبائی دارالحکومت ہے پچاس سے زیادہ ایسے سکول ہیں جن میں بجلی نہیں ہے، جن میں واٹر ٹینک نہیں ہیں۔

محترمہ پروین سکندر گل:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی۔

محترمہ پروین سکندر گل:جناب سپیکر!ہمارے معزز بھائی ایک بات فرما رہے ہیں کہ ٹہنیوں کے اوپر ڈرپیں لگائی گئیں، چارپائیاں باہر رکھی گئیں۔بات صرف اتنی ہے کہ اگر آپ کی گنجائش صرف تین سو سیٹوں کی ہے، جب ساڑھے چار سو ممبر آ جائیں گے تو اس کے لئے جگہ کا انتظام کرنا پڑے گا۔ اگر ایک آفت آ گئی تھی وہ کسی ایک شخص کی طرف سے تو نہیں تھی اگر وہاں گندے پانی کا مسئلہ ہو گیا تھا جیسے بھی ہوا لیکن اگر اس وقت ہسپتالوں میں جگہ 200 مریضوں کی ہے تو چار سو بندہ تو اس ہسپتال میں نہیں جا سکتا لیکن وہاں 300 کو تو بچایا جا سکتا ہے اور انہوں نے امداد تو دی ہے۔کسی جگہ ایسی بات نہیں ہوئی کہ جہاں دوائیاں نہ ملی ہوں اور کسی ہسپتال میں آج تک ایسا نہیں ہوا۔چیف منسٹر کے حکم سے سب جگہ پر دوائیاں مل رہی ہیں۔

جناب سپیکر:شکریہ۔جی،ملک صاحب!

ملک اصغر علی قیصر:جناب سپیکر!میں کہہ رہا تھا کہ [******]

ڈاکٹر سامیہ امجد:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد:جناب سپیکر!یہ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔اسے کارروائی سے حذف کیا جائے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ ملک صاحب! ایسے الفاظ کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں ایک مثال دے رہا ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ اگر کسی کے پاس پیسا آ جائے اور اس کو خرچ کرنے کے لئے اس کی جو ترجیحات ہیں جہاں پر ضرورت کے مطابق لگانا چاہئے وہاں نہ لگ سکے تو اس پیسے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہمیں mental development کے لئے کام کرنا چاہئے، ہمیں ذہنی ارتقاء کے لئے کام کرنا چاہئے، ہمیں لوگوں کی سوچ کو تبدیل کرنے کے لئے کام کرنا چاہئے تاکہ اس ملک کے اندر جرائم کم ہو سکیں اور لوگوں کو ایک سوشل ویلفیئر سٹیٹ کی طرح treat کر سکیں اور ان کو ان کی دہلیز پر وہ سہولتیں میسر ہوں جو ان کا بنیادی حق ہے کیونکہ جب سے یہ ملک پاکستان بنا ہے تب سے امراء، شرفاء اور صاحب اقتدار لوگوں نے ہمیشہ غریب کو مسئلہ قرار دیا ہے اور غریب کو ہی ہمیشہ کہا ہے کہ ہم اس کے مفاد کے لئے یہ کام کر رہے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا یہ غریب نے ہی ہمیشہ مسائل پیدا کئے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو پاپولیشن ویلفیئر کا جو فنڈ ہے وہ سارا غریب بستیوں میں لگا دیا جائے تاکہ غریب لوگوں کی اولاد بڑھ نہ سکے، وہ بچوں کو جنم نہ دے سکیں اور شرفاء، امراء اور صاحب اقتدار لوگوں کو تنگ نہ کر سکیں۔ یہاں پر facts and figures کی بات ہوئی، یہاں پر اپوزیشن لیڈر نے اور دوسری جماعتوں کے قائدین نے بڑے اچھے facts and figures پیش کئے اور پورا operation کیا۔ میں صرف ایک نکتے کو مرکوز کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک گڈ گورننس کا خواب پورا نہیں ہوتا اور گڈ گورننس کے لئے یہی میں کہنا چاہوں گا کہ آج اگر اس صوبے کے پاس وسائل ہیں تو خدارا! صرف دو چار شہروں کو فوکس بنا کر ایسا نہ کیا جائے کہ وہاں ہی تمام وسائل خرچ کر دیئے جائیں۔ باقی جو علاقے اور دیہات ہیں، میرا حلقہ شہر کے اندر ہے لیکن آج بھی اس کی گلیاں پہاڑیوں کا منظر پیش کرتی ہیں۔ اسی طرح سکولوں کو جو فنڈز دیئے گئے وہ ان علاقوں میں دیئے گئے جہاں پر صاحب اقتدار لوگوں نے ان کی سفارشات کیں۔ اگر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے پاس لسٹ ہے جہاں پر سہولیات نہیں ہیں تو ان کے مطابق priority basis پر جہاں جہاں پر ضرورت ہے اس کو خرچ کیا جانا چاہئے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میری گزارش ہے کہ اگر اس صوبے میں محرومیوں کا ازالہ کرنا ہے، اگر آپ نے لوگوں کو اچھی گورننس دینی ہے تو پھر میرٹ اپنانا ہوگا۔ جہاں پر جو چیز چاہئے اس کو پہلے provide کرنی ہوگی۔ بجٹ تقریر کے اندر وزیر خزانہ صاحب نے ایک triangle سیالکوٹ،

لاہور، گوجرانوالہ اور گجرات کا ذکر کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ triangle فیصل آباد کی طرف کیوں نہیں گئی جو مزدوروں کا شہر ہے جس کی ملوں کی چمنیوں سے آنے والا دھواں مزدوروں کے پسینے کی خوشبو سے رچا بسا ہوتا ہے۔ یہ سارا پیسا اسی triangle پر کیوں لگایا جا رہا ہے؟ اب فیصل آباد کو بھی اس میں شامل کیا جائے اور ریسرچ انجینئرنگ یونیورسٹی بنانی ہے وہ بھی اسی بائی پاس یا موٹروے کے آس پاس بنائی جائے۔ جو ملازمین کی 15 فیصد تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں اور آپ کو پتا ہے کہ مہنگائی نے اس ملک کے عوام کو چکنا چور کر دیا ہے۔ ہم لوگوں کی عزت نفس سے کھیل رہے ہیں۔ کبھی ان کو بل جمع کروانے کے لئے لائنوں میں لگا رہے ہیں، کبھی ان کو زکوٰۃ اور بیت المال کے لئے در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں اور اب یوٹیلٹی سٹورز پر جو کام شروع ہوا ہے، کیا 494 یوٹیلٹی سٹورز پورے صوبے کی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں؟ وہ نہیں کر سکتے اس کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کوئی پروگرام بنانا ہوگا اور غریب عوام کو بلوں کی صورت میں اور اشیائے ضروریات کی صورت میں subsidize کرنا ہوگا۔ گورنمنٹ ملازمین کی جو تنخواہیں بڑھی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت ناکافی ہیں۔ ان میں ان لوگوں کو ignore کیا گیا ہے جو کنٹریکٹ کی بنیاد پر بھرتی ہوئے ہیں۔ ان کی تنخواہیں نہیں بڑھائی گئیں۔ ان کی بھی اسی حساب سے تنخواہیں بڑھنی چاہئیں۔ کیا جو لوگ کنٹریکٹ پر ہیں وہ مہنگائی کی چکی میں نہیں پس رہے؟

جناب سپیکر! میں پھر قانون سازی کی بات کروں گا کہ یہاں پر جو قوانین بنائے گئے ان پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ میں ہیلتھ والوں سے بات کرتا ہوں کہ یہ جو نیم حکیم اور پریکٹشنرز ہیں جو لوگوں کو لوٹ رہے ہیں، لوگ مر رہے ہیں آپ ان کے کلینک بند کروائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو کوئی قانون نہیں ہے کہ ہم ان کو پکڑ سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان میں ایک ایسا ادارہ ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے کہ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب نے اس ملک کی ایجوکیشن کے لئے جو کام کیا ہے یہ قوم ان کا احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی لیکن انہوں نے نشاندہی کی کہ پنجاب کے اندر جو کالجز یونیورسٹی گرانٹ کمیشن سے recognize نہیں ہیں ان کو بند کیا جائے، وہ 80 سے زیادہ کالج تھے۔ کیا ہمارے پنجاب کے محکمہ تعلیم نے اس پر کوئی عملدرآمد کیا، لوگوں نے وہاں پر بھاری بھاری فیسیں دے کر داخلے لئے، سادہ لوح لوگوں کو لوٹا گیا اسی لئے میں بات کرتا ہوں کہ بات دعوؤں کی نہیں کرنی چاہئے بلکہ عملدرآمد کی کرنی چاہئے، بات گڈ گورننس کی کرنی چاہئے اور وہ بات کرنی چاہئے جو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہو۔ یہ بجٹ جو اس ایوان میں پیش

کیا گیا ہے یہ بھی سابق بجٹوں کی طرح ہے،یہاں پر اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔اصل مزہ تو تب آئے گا کہ جب اس صوبے کے پسے ہوئے غریب، محکوم اور نادار لوگوں کی خدمت کی جائے گی۔ میں تو اس بجٹ کے بارے میں یہی کہوں گا کہ:

کچھ سپنے کچھ وعدے دے کر ٹال گیا
جیون کا ایک اور سہنرا سال گیا

جناب سپیکر: شکریہ۔جناب جوزف حاکم دین!

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پرسوں بھی اخبار میں ایک خبر آئی تھی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک عدالتی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوری طور پر ٹیوٹا کے ملازمین کی پروموشن کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔ اب ٹیوٹا کے ملازمین اور اساتذہ چیئرمین کا شکریہ ادا کرنے کے لئے سیکرٹریٹ گئے لیکن پرسوں کڑی دھوپ میں گیٹ کے باہر ان کو کھڑا کر دیا گیا اور ان کو اندر نہیں جانے دیا گیا۔ جب انہوں نے کہا کہ چیئرمین کے ساتھ ہمارا رابطہ کرائیں اور سیکرٹری کے ساتھ ہمارا رابطہ کرائیں۔اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ بیوروکریسی کے منہ زور گھوڑے کو لگام دینے کی ضرورت ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک بہت اچھا قدم اٹھایا اور جن اساتذہ کی ترقی کا مسئلہ تھا ان کا نوٹیفکیشن کیا لیکن بیوروکریسی نے جان بوجھ کر ان کو کسی اور جگہ convert کرنے کے لئے ان کو گیٹ کے اندر نہیں آنے دیا۔ میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ ان افراد کے خلاف جنہوں نے فنی اساتذہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے ان کے خلاف کوئی نہ کوئی کارروائی ہونی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ بات ابھی میرے نوٹس میں لائے ہیں لیکن میں اپنے بھائی کی تھوڑی سی تصحیح کرنا چاہتا ہوں کہ چیئرمین TEVTA سیکرٹریٹ میں نہیں بیٹھتے وہ گلبرگ میں بیٹھتے ہیں اسی طرح سیکرٹری انڈسٹری بھی سیکرٹریٹ میں نہیں بیٹھتے۔ شاید اسی وجہ سے ان کو سیکرٹریٹ میں نہ جانے دیا گیا ہو کہ سیکرٹری انڈسٹری اور نہ ہی چیئرمین TEVTA سیکرٹریٹ میں بیٹھتے ہیں۔ دونوں حضرات باہر بیٹھتے ہیں اس لئے آپ مجھے یہ شکایت دے دیں

اگر ان کا کوئی نمائندہ موجود ہے۔ میں ان سے بات کر کے ان کی تسلی کروادوں گا لیکن غالباً یہ خبر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ غلط فہمی نہیں ہے۔ ان کا چیئرمین گلبرگ میں بیٹھتا ہے۔ چیئرمین بہت اچھا آدمی ہے شاید ان کو اس معاملے کا پتا ہی نہ ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے سب کچھ کیا ہے کم از کم ان کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب نے یقین دہانی کرادی ہے آپ تشریف رکھیں۔ اب میں جناب جوزف حاکم دین صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

جناب جوزف حاکم دین: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے موقع دیا کہ میں بجٹ کے بارے میں کچھ باتیں کر سکوں۔ بجٹ 07-2006 معاشی اور سیاسی استحکام کا ضامن بجٹ ہے جس میں پنجاب کے عوام کی ترقی اور اس کی خوشحالی کے لئے بات کی گئی ہے اور ایسے اقدامات اٹھائے گئے ہیں جس سے عوام کے مفاد وابستہ ہیں اور اس سے عوام کے مفاد پورے ہو سکتے ہیں۔ اس بجٹ سے عوام کی ترقی ہو گی، خوشحالی آئے گی، معاشی طور پر لوگ مضبوط ہوں گے، روزگار کی سہولتیں میسر ہوں گی اور عوام کے لئے ترقی کی راہیں کھلیں گی۔ میں سب سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تعلیم کے شعبے میں حکومت پنجاب نے جس قدر خطیر رقم رکھی ہے وہ کافی ہے اس سے لوگوں کو یہ فائدہ ہو گا کہ لوگوں کو تعلیم کی سہولتیں ملیں گی اور پڑھے لکھے پنجاب کا خواب پورا ہو گا۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ کی خطیر رقم تعلیم کے لئے رکھی ہے۔ جب لوگ تعلیم یافتہ ہوں گے تو وہ اچھے شہری بن سکیں گے، لوگوں کو سہولتیں دیں، تمام سکولوں میں missing facilities مہیا کیں، مفت تعلیم دی، مفت کتابیں دیں، یہ سب کچھ انہی کی بدولت ہوا ہے۔ آج تعلیم کے شعبہ میں 60 فیصد rate of literacy ہو چکا ہے۔ پرائیویٹ یونیورسٹیز کو جگہ دے دی گئی، ان کے بل پاس ہوئے۔

جناب سپیکر! میں ہیلتھ کے حوالے سے بات کروں گا اس شعبہ میں بجٹ کا کافی حصہ مختص کیا گیا ہے۔ ہسپتالوں میں ادویات مہیا کی گئی ہیں تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ڈاکٹروں کے لئے سہولیات، حکومت کا کام، نرسز کے لئے سکول بنانا، نرسوں کو تعینات کرنا، پچھلے دنوں چھ سو سے سات سو تک نرسیں جناب وزیر اعلیٰ کے حکم پر تعینات ہوئیں اور وہ مختلف ہسپتالوں میں گئیں تاکہ وہ لوگوں کی اور عوام کی خدمت کر سکیں۔ میں ڈاکٹر طاہر علی جاوید وزیر صحت کو خراج تحسین

پیش کرتا ہوں جنہوں نے اس شعبے میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔انہی کی وجہ سے نرسوں کی بھرتی ہوئی،ڈاکٹروں کی تعیناتی ہوئی اوران کو سہولیات ملیں۔

جناب سپیکر!میں زرعی شعبے کے بارے میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں جو بہت بڑی اہمیت کا حامل شعبہ ہے، کھاد کی قیمتیں کم ہوئیں، ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی پر ٹیکس کی چھوٹ دی گئی، ایک لاکھ سے زیادہ پلاٹ ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے گئے جن کی زمینیں نہیں تھیں،زرعی اجناس کی قیمت خرید میں مسلسل اضافہ کیا گیا۔لاہور سے سیالکوٹ تک موٹروے تعمیر کا جو عندیہ دیا گیا ہے اس کے لئے بھی چودھری پرویزالٰہی مبارکباد کے مستحق ہیں۔پٹرولنگ پوسٹیں بنائی گئیں۔یہ کس لئے؟ یہ اس لئے کہ عوام کو سہولیات ملیں، عوام کا سفر محفوظ ہو اور لوگ حادثات سے بچ سکیں یہ سب کام چودھری پرویزالٰہی وزیراعلیٰ پنجاب کی جامع منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے اور یہی منصوبہ بندی صوبہ پنجاب کے عوام کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔میں وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی اور جناب حسنین بہادر دریشک وزیر خزانہ پنجاب کو ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر!میں تو یہاں تک کہوں گا کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے ہر شعبہ زندگی میں ترقی کی راہیں استوار کیں اور پسماندہ علاقوں کے لئے خصوصی مراعات رکھی ہیں۔تین چار دن اسمبلی میں جنوبی پنجاب کی باتیں ہوتی رہیں۔ میرے خیال میں اگر آپ اے ڈی پی کو دیکھ لیں تو جنوبی پنجاب کے لئے بھی کافی رقم رکھی گئی ہے۔ میں اقلیتوں کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اقلیتوں نے پاکستان بنانے میں اپنی ذمہ داری،اپنے ووٹ کا حق استعمال کیا۔آج قومی جھنڈے کو دیکھیں کہ اس میں دو نشان اقلیتوں کے لئے اور اکثریتی لوگوں کے نشان ہیں۔اگر یہ نشان نہ ہوتے تو آج اقلیتوں کی جتنی بھی عزت ہوتی وہ ہمیں پتا ہے۔ ہم اقلیتیں پاکستان مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اسی لئے تو اقلیتوں نے اپنے فارم اسی جماعت کے لئے بھرے ہیں تاکہ یہ عوام پاکستان مسلم لیگ کو اپنے ووٹ کا حق دے کر انہیں جنرل الیکشن میں کامیاب کر سکیں۔50لاکھ روپے کی رقم ہر ممبر کو دے دی گئی جس کے لئے ہم چودھری پرویزالٰہی کے شکر گزار ہیں۔Minorityکے پچاس لاکھ اگرچہ پچیس لاکھ روپے انہوں نے خواتین کے لئے کم کر دیا لیکنMinorityکے لئے وہ نرم گوشہ اور نرم دل رکھتے ہیں اور انہوں نے پچاس لاکھ کی یہ رقم بھی ہمیں دی۔ میں اس کے لئے بھی چودھری پرویزالٰہی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اقلیتی عوام کو ہر سطح پر۔۔۔

ڈاکٹر سامیہ امجد:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!میں یہ وضاحت کرنا چاہتی ہوں کہ پچھلی دفعہ جو 25لاکھ روپے نہیں دیئے گئے تھے وہ خواتین کی طرف سے earthquake کے disaster میں کشمیری بھائیوں کے لئے یہ رقم دی گئی تھی اور یہ ہماری مرضی سے دی گئی تھی اور قطعاً ہمارے فنڈز کم نہیں کئے گئے اور اس دفعہ بھی پچاس لاکھ روپے پورے مل رہے ہیں۔

جناب جوزف حاکم دین:جناب سپیکر!میرا یہاں یہ کہنے کا مطلب نہیں تھا کہ یہ کسی کے فنڈز کم کرنے کی وجہ سے ہمیں یہ فنڈز دیئے۔اقلیتوں کے لئے خصوصی عزت،احترام اور نرم گوشہ رکھنے کی بات کر رہا ہوں،ہماری تو ہر سطح پر انہوں نے مدد کی۔جس مسئلے کے لئے بھی ہم وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ کے پاس گئے تو انہوں نے ہر وقت ہماری مدد کی ہے اور اس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ہمیں وہ نہیں کہ انہوں نے آپ کے فنڈز کو کم کیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب والا!مسیحی ادارے واپس ہوئے جو کہ موجودہ حکومت کا ایک کارنامہ ہے لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسیحی عوام تو آپ کی خدمت کر رہے ہیں،وہ پاکستان کے بہترین شہری ہیں،عزت دار شہری ہیں اور پر امن شہری ہیں۔انہوں نے پاکستان کے لئے خواہ وہ فوج میں ہوں،سکولوں میں ہوں،خواہ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں اور نرسوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہوں انہوں نے پاکستان کے استحکام،ترقی کے لئے ہر وہ قدم اٹھایا ہے جس کے لئے ان کی ضرورت تھی اور پاکستان کے عوام کو ضرورت ہے۔

جناب والا!تمام مسیحی ادارے واپس نہیں کئے گئے بلکہ کچھ ادارے رہ گئے ہیں۔گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی ڈی نیشنلائزڈ کر دیں تاکہ ہم مسیحی بھی اپنے ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں۔ان اداروں کے واپس کرنے سے میں پنجاب کی حکومت کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سے حکومت کو مالی فائدہ ہو گا اور اگر حکومت کو مالی فائدہ ہو گا تو اس سے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مالی فائدہ،وہ رقم جو ان اداروں کو چلانے میں لگ رہی ہے،خرچ ہو رہی ہے وہ کسی اور طرف خرچ کی جا سکے گی۔میں اقلیتوں کی طرف سے پاکستان اور خصوصاً پنجاب کی اقلیتوں کی طرف جناب جنرل پرویز مشرف صدر پاکستان،چودھری شجاعت حسین صدر پاکستان مسلم لیگ کی

پالیسیوں کی مکمل حمایت کرتا ہوں اور ان کے ہر اس اقدام کی حمایت کرتا ہوں جو وہ ملکی ترقی اور استحکام کے لئے اٹھا رہے ہیں اور ایسے اقدامات کی واقعی ملک کو ضرورت ہے۔

پنجاب کے حوالے سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ پورے پنجاب میں ہماری میٹرک پی ٹی سی ٹیچرز بچیاں اور بچے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جی تو چاہتا تھا کہ میں کل اس پر بات کرتا جب وزیر تعلیم بیٹھے تھے اور ان کے گوش گزار کرتا لیکن اب بھی کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کے عوام کا مسئلہ ہے۔ میٹرک اور پی ٹی سی کی تعلیم تو وہ حاصل کر چکے ہیں لیکن اب وہ گھروں میں بیٹھ کر کیا کریں۔ انہیں مڈل یا ہائی سکولوں میں کلرکوں کی اسامیوں پر تعینات کیا جائے۔ وزیر تعلیم سے ایک اور درخواست کرتا ہوں کہ آپ نے ہائر ایجوکیشن ریکروٹمنٹ کے لئے تو ایم اے، بی ایڈ، ایم ایس سی، بی ایڈ رکھا ہوا ہے وہ تو تھوڑے سے آگے گئے کیونکہ تھوڑی نوکریاں تھیں لیکن وہ جنہوں نے بی ایس سی، بی ایڈ کیا ہوا ہے اور بی اے، بی ایڈ کیا ہوا ہے ان بیچاروں نے کیا بگاڑا ہوا ہے کہ انہیں آپ نے ملازمتیں نہیں دیں۔ ایم اے / ایم ایس سی، بی ایڈ کو تو دے دیں انہیں بھی دے دی جائیں۔ بی اے / بی ایس سی، بی ایڈ کو ہائی سکولوں میں لگایا جائے اور ایف ایس سی، سی ٹی اور ایف اے، سی ٹی کو مڈل سکولوں میں لگایا جائے اور جو ایم اے، ایم ایس سی ہیں ہمارے کئی ادارے خالی پڑے ہیں۔ میں اپنی تحصیل پسرور کے متعلق بتاتا ہوں کہ وہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے ہائی سکول اور ڈگری کالجوں میں بھی خالی اسامیاں ہیں۔ آپ ایسی حکمت عملی اختیار کریں اور ان اساتذہ اور لیکچرار کی اسامیوں کو پُر کریں جو ابھی تک بیچارے ایسے ہی بیٹھے ہوئے ہیں تو انہیں ملازمتیں دینے کی وجہ سے ان اسامیوں کو پُر کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! 1987 میں ایک بورڈ بنا تھا وہاں پر اس وقت میں بھی as a lecturer in English appear ہوا تھا اور میں اس وقت ائر فورس میں وارنٹ آفیسر ایجوکیشن برانچ تھا اور لیکچرار کی ریکروٹمنٹ کے لئے ادھر آیا تھا۔ وہ بورڈ بنے تھے اور ان کی سلیکشن ہوئی تھی تو اسی قسم کے بورڈ بنائے جائیں تاکہ یہ بورڈ جلد از جلد لیکچرارز کو ریکروٹ کریں تاکہ بچوں اور بچیوں کو اس کا فائدہ ہو اور پبلک سروس کمیشن کی طرف نہ جانا پڑے۔

جناب سپیکر! پاکستان کے آئین کے مطابق ہر شہری آزاد ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی religion سے ہو وہ آزاد ہے یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے متعلق تو میری کوئی دو رائے نہیں لیکن میں آپ کے گوش گزار اتنا کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری بچیاں خواہ ان کا تعلق کسی ہندو، سکھ یا عیسائی

خاندان سے ہو، کوئی مسلم لڑکا اس کو بھگا کر لے جاتا ہے۔ پہلے تو اس کے ساتھ وہ بد فعلی کرتا ہے اور بعد میں وہ اس کو مسلم کر لیتا ہے۔ یہ اقلیتی عوام کے ساتھ زیادتی ہے اور میرے پاس ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے کئی cases آئے ہیں اس لئے مجھے آج یہ موقع ملا ہے کہ میں عوام کی یہ بات بھی کر سکوں۔ یہ نارروا سلوک بند کیا جائے اور اس زیادتی کو ختم کیا جائے۔ خواہ اس عورت کا کسی بھی علاقے سے تعلق ہے، کسی بھی مذہب سے اس کا تعلق ہے، قابل احترام ہے۔ وہ ماں ہے، بیٹی ہے اور وہ بہن ہے۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت: جناب سپیکر! ابھی معزز رکن نے بات کی ہے کہ ہماری مسیحی برادری میں سے کرسچئین لڑکیوں کو مسلمان لڑکے بھگا کر لے جاتے ہیں اور انہیں زبردستی مسلمان کرتے ہیں تو اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو بہت وسیع اور بہت ہی lenient ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی زبردستی کی اجازت نہیں ہے اور اگر کوئی لڑکی اپنی رضا سے کسی مسلمان لڑکے سے شادی کرتی ہے تو یہ بھی اہل کتاب ہیں، اسلام اس چیز کی اجازت دیتا ہے اور وہ اپنی مرضی اور رضا سے مسلمان ہوتی ہے اس میں کوئی زبردستی اور کوئی نارروا سلوک والی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، جوزف صاحب!

جناب جوزف حاکم دین: جناب سپیکر! اسلام ایک بہترین مذہب ہے اور اس کے ماننے والے، میں سب کے لئے نہیں کہتا کہ وہ دوسری قوموں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے اگر 2/3 فیصد اس طرح کا بُرا سلوک کریں تو اس سے کس کی بدنامی ہوتی ہے؟ سب کی بدنامی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا جس کے ساتھ اس لڑکی کا معاشقہ ہے drollery ہے تو وہ شادی سیدھا ماں باپ کے through کیوں نہیں کرتا۔ وہ بھگا کر کیوں لے جاتا ہے اور پھر وہ اس طرح کی بات کرتا ہے۔ یہ میرا مطلب ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! آرمی میں تو اقلیتوں کے لئے سیٹیں مختص کر دی گئی ہیں۔ میں یہ تجویز دیتا ہوں کہ جس طرح آرمی میں کوٹا ہے تو اسی طرح پولیس فورس میں بھی اقلیتوں کے لئے کوٹا ہونا چاہئے۔ باقی میں آخر میں وزیر قانون محمد بشارت راجہ کا شکر گزار ہوں کہ ہم اقلیتی لوگ جس کسی

بھی کام کے لئے ان کے پاس گئے انہوں نے وہ کام کیا میں خصوصی طور پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یہ بہترین بجٹ 07-2006 پیش کرنے پر میں دوبارہ وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر خزانہ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ افشاں فاروق صاحبہ!

جناب پرویز رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، پرویز رفیق صاحب!

جناب پرویز رفیق: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے موقع دیا۔ ہماری بہن نے کہا اصل میں جو زف صاحب explain نہیں کر سکے ہم being minority members اس چیز کے مخالف نہیں ہیں کہ کسی کو یہ آزادی نہیں ہے کہ وہ convert نہیں ہو سکتا ہم convertion کے خلاف نہیں ہے۔ جو جوزف صاحب بات کرنا چاہ رہے تھے وہ یہ تھی کہ ہم forceful convertion کے خلاف ہیں اور دوسری بات یہ کہ یہاں پر misuse of religion ہوتا ہے کہ لوگ اپنے مقاصد کے لئے لڑکیوں کو اغواء بھی کرتے ہیں، ریپ بھی کرتے ہیں اور جب ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں تو وہ سادہ سا جواب دیتے ہیں کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی ہے اور ہمارے پاس کوئی بھی قانونی پوزیشن نہیں ہوتی کہ ہم اپنی بچیوں کو، اپنی ماؤں بہنوں بیٹیوں کو واپس لے سکیں اس لئے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ پنجاب حکومت ایسی legislation کرے کہ اقلیتوں کی بچیاں یا مسلمانوں کی بچیاں ہم نے تو یہ campaign چلائی ہے کہ ماں بہن بیٹی سب کی سانجھی ہے اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی مذہب سے نہ آئے اور نہ جائے اور ہم تو یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اسلام برابری کا حق دیتا ہے خواتین کو بھی اور مردوں کو بھی لیکن یہ تو ہے کہ مسلمان مرد تو غیر مسلم سے شادی کر سکتے ہیں لیکن دوسری طرف یہ دیکھا جائے کہ مسلم عورتیں غیر مسلم سے شادی نہیں کر سکتیں تو ہم تو اس چیز پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بھی equal right نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ misuse of religion کو روکا جائے۔ صوبے میں اور ملک میں ایسی قانون سازی اور آئین سازی کی جائے جس سے تمام ملک کے شہریوں کی عزت کو تحفظ دیا جا سکے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ہمارے بھائیوں نے جو اعتراضات کئے ہیں یہ اتنا sensitive مسئلہ ہے اور ان کا اعتراض ہی بڑا بے جا ہے۔ یہ مذہب کا مسئلہ نہیں ہے ان کی لڑکیاں جو مسلمان لڑکوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں وہ مذہب کی بنیاد پر نہیں بھاگتیں وہ آوارگی کی بنیاد پر اور جو یہ میڈیا ہے اور اس میں جو کچھ دکھایا جارہا ہے اس کی بنیاد پر بھاگتی ہیں۔ پچھلے دنوں کی بات ہے کہ میں اپنے دفتر بیٹھا ہوا تھا ایک لڑکی میرے پاس آئی، میں اپنے بھائیوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کا اور کرسچئین کا مسئلہ نہیں ہے۔ وہ لڑکی کہنے لگی کہ میں نے نکاح پڑھانا ہے میں آپ کو وکیل کرنے آئی ہوں، میں وکیل بھی ہوں۔ میں نے کہا بی بی! میں اب وکالت نہیں کرتا مجھے تین سال ہو گئے ہیں میں نے وکالت چھوڑ دی ہے تو آپ کسی اور وکیل کو کر لیں۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو وکیل کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا کہ مسئلہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسلم ہوں اور میں شادی کرنا چاہتی ہوں تو میں نے کہا کہ جاؤ جا کر کرو شادی۔ اس نے کہا کہ میں ایک کرسچئین کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں اور وہ مسلمان ہو گیا ہے لہذا میں اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ یہ مسئلہ مسلم کا ہے نہ کرسچئین کا ہے۔ پچھلے دنوں کی بات ہے سیالکوٹ کی بہت اچھی پروفیسر ہے اس کی بیٹی کرسچئین ہے وہ کسی مسلمان لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی اور میں خود وہاں پر اس بچی کو لینے گیا۔ میں نے کہا کہ تمہارے شریف والدین ہیں پڑھے لکھے والدین ہیں تم ان کے سر پر مٹی ڈال کر کیوں بھاگ گئی ہو؟ اس نے کہا کہ میں نے واپس نہیں آنا ہے۔ میرے بھائی یہ مسئلہ مذہب کا نہیں ہے مسلم اور کرسچئین کا نہیں ہے یہ مسئلہ آوارگی کا ہے جو ہماری سوسائٹی میں آوارگی ہے اور جس کو حاکم دین جوزف صاحب! آپ پرویز مشرف صاحب کو کہہ رہے تھے یہ ساری ان کی پالیسیوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی سوسائٹی میں ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ ارشد محمود بگو صاحب کا پوائنٹ ٹھیک ہے۔ جی، محترمہ افشاں!

محترمہ افشاں فاروق: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے آج بجٹ پر بحث کرنے کا موقع دیا ہے۔ بجٹ دستاویز سے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ غریب آدمی کی جو معاشی حالت اور معاشرتی حالت ہے وہ بالکل درست ہو گئی ہے اور جو ہمارے حکومتی بنچز پر بیٹھے ہوئے میرے بھائی اور بہنیں ہیں انہوں نے بھی بجٹ کی تعریف میں زمین آسمان کی کلابیں ملادی ہیں کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ غریب عوام کے سارے مسائل حل ہو گئے ہیں لیکن اگر حقیقی نظر سے دیکھا جائے تو غریب تو بے چارہ ویسے ہی مہنگائی کی چکی میں پس رہا ہے اگر حکومت کے اعداد و شمار پر یقین کر لیا جائے پھر تو یوں لگتا

ہے کہ اگر معاشی ترقی کی یہی رفتار رہی تو ہم بہت جلد چین سے بھی آگے نکل جائیں گے لیکن کیا کریں کہ کسی دانا کا قول ہے کہ آدھا سچ پورے جھوٹ سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت عوام کی حالت صرف بجٹ تقریر میں ہی بدلتی ہے حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ میرے بھائی وزیر خزانہ نے اتنی زبردست بجٹ تقریر پیش کی ہے تو اس سے بھی بہترین طریقے سے اس جھوٹ کے پلندے پر سے جو پردہ اٹھایا ہے وہ راناثناء اللہ صاحب نے اٹھایا ہے تو میں ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ کہوں گی کہ:

تیری ہستی کو چند لفظوں میں سمیٹوں کیسے
تیرا کردار تو لگتا ہے مجھے آکاش کی طرح

یہ میں نے اپنے لیڈر کی شان میں کہا ہے اور انہوں نے واقعی اتنے زبردست طریقے سے جھوٹ کے پلندے پر سے پردہ اٹھایا ہے کہ جو ہمارے حکومتی بنچز پر بیٹھے ہوئے بہن بھائی ہیں اندر سے انہوں نے بھی ان کو داد دی ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت ہر وقت خوشحالی کا پرچار کرتی ہے کہ پنجاب میں بہت خوشحالی آگئی ہے۔ آج میں ان کو بتانا چاہتی ہوں کہ پنجاب میں کتنی خوشحالی آئی ہے اور میں اپنی حکومت سے یہ بھی پوچھنا چاہتی ہوں کہ خوشحالی ہے کہاں؟ روز بروز کھانے پینے کی اشیاء مہنگی ہوتی ہیں، قیمتیں بڑھتی ہے تو کیا یہ خوشحالی ہے؟ نوجوانوں کو روزگار نہیں ملتا وہ چوریاں ڈاکے مارتے ہیں کیا یہ خوشحالی ہے؟ ہمارے بہت سے نوجوان اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشیاں کرتے ہیں کیا یہ بھی خوشحالی ہے؟ میرا خیال ہے کہ ہماری حکومت کو یہ خوشحالی نظر آتی ہے اسی لئے ہماری حکومت کا سر تین سال میں فخر سے بلند ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر! گزشتہ تین سالوں میں پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں 70 فیصد اضافہ ہوا ہے اسی طرح زندگی کے تمام شعبوں میں ٹرانسپورٹ سے لے کر ضروریات زندگی کی ہر چیز میں اضافہ ہوا ہے۔ ہماری حکومت نے یہ کہا ہے کہ ہم نے تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ کیا ہے اور مہنگائی میں 100 فیصد اضافہ کیا ہے۔ یعنی ایک ملازم کی تنخواہ چار ہزار ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جو ضروریات زندگی کی اشیاء ہیں ان کی قیمتوں میں کتنی کمی ہوئی ہے۔ کیا دال جو -/90 روپے کلو بک رہی ہے وہ -/30 روپے ہو گئی ہے؟ کیا گوشت جو -/300 روپے کلو بک رہا ہے وہ -/100 روپے ہو گیا ہے؟ دودھ جو -/40 روپے کلو بک رہا ہے وہ -/20 روپے پر آگیا ہے؟ تو یہ کیسے کہتے ہیں کہ ہم نے

مہنگائی پر قابو پالیا ہے اور یہ عوام دوست بجٹ ہے، یہ غریب دوست بجٹ ہے، یہ عوام کی امنگوں پر پورا اترتا ہے۔ان کے نقطہ نظر سے تو اترتا ہو گا لیکن عوام کے نقطہ نظر سے پورا نہیں اترتا۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر: محترمہ! ایک منٹ میں wind up کر لیں۔

محترمہ افشاں فاروق: جناب سپیکر! حکومت نے مہنگائی پر قابو پانے کے لئے یوٹیلٹی سٹوروں کا سہارا لیا ہے، وہ میں بھی جانتی ہوں، آپ بھی جانتے ہیں اور ہمارے وزراء بھی جانتے ہیں کہ یوٹیلٹی سٹوروں کا کیا حال ہے، یوٹیلٹی سٹوروں پر جو چیزیں ملتی ہیں ان کا معیار کیا ہے اور وہ کس طریقے سے ملتی ہیں؟ بے چارے عوام صبح سے دھوپ میں کھڑے رہتے ہیں اور شام تک ان کی باری آتی ہے تو اس وقت بھی یوٹیلٹی سٹور کا عملہ ان کو یہ کہتا ہے کہ پہلے پانچ کلو دال لو، دو کلو فلاں چیز لو پھر ایک کلو چینی ملے گی۔ یہ جو چینی کا بحران ہے یہ حکومت کا خود کا پیدا کردہ ہے اس لئے جو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ہے اس نے بھی اپنی رپورٹ میں یہی کہا ہے کہ ہمارے وزراء اور چند امراء جو ہماری حکومت کے رفقاء کار ہیں وہ اس بحران میں شامل ہیں لیکن ان کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی بلکہ انہیں آشیر باد دی گئی ہے، سزا تو صرف عوام کے لئے ہے کیونکہ وہ سادہ لوح ہیں، انہوں نے ان پر بھروسہ کیا ہے اس لئے اس چیز کی وہ سزا بھگت رہے ہیں۔ اگر یہی چینی کے بحران میں کوئی اپوزیشن کا ممبر پایا جاتا تو حکومت پھر اس پر ڈنڈے بھی برساتی، اس پر جھوٹے کیس بھی بنواتی اور اسے نیب کے حوالے کر دیتی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ افشاں فاروق: جناب سپیکر! میری کچھ باتیں اور ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اب وقفہ نماز ہوتا ہے اور ہاؤس آدھ گھنٹے کے لئے adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد 1 بج کر 38 منٹ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب کارروائی کا آغاز کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے مقرر رانا قاسم نون صاحب!

وزیرزرعی مارکیٹنگ:جناب سپیکر!بجٹ کے حوالے سے اس august House میں Southern Punjab کے بارے میں بڑے خدشات کا اظہار کیا گیا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شومئی قسمت کہیے یا پھر حالات کی ستم ظریفی کہ Southern Punjab کے بارے میں بولنے والے یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ اس سے پہلے جنوبی پنجاب سے بہت سارے وزرائے اعلیٰ آئے، بہت سارے گورنر آئے، بہت سارے اعلیٰ منصب پر فائز لوگ آئے لیکن جنوبی پنجاب کے بارے میں عملی طور پر انہوں نے کچھ نہیں کیا۔

جناب سپیکر!پسماندگی، غربت، جہالت، بے روزگاری، یہ ایسے آسیب ہیں کہ جو ہمیں ورثے میں ملے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر پچھلے ادوار میں جو وزرائے اعلیٰ گزرے یا اعلیٰ منصب پر جو لوگ فائز رہے، کسی بھی پارٹی سے ان کا تعلق تھا تو انہوں نے غربت، پسماندگی، جہالت اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے کوئی عملی اقدامات نہیں کئے انہوں نے صرف ایڈہاک ازم پر اپنی حکومتیں چلائیں۔آج جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو اس میں ہمیں ایک کردار سب سے واضح نظر آتا ہے جو قابل افسوسناک ہے۔ کالا باغ ڈیم بن جاتا تو آج پنجاب میں غربت نہ ہوتی۔ کالا باغ ڈیم بننے سے ساؤتھ پنجاب کی محرومی ختم ہوتی۔ کالا باغ ڈیم بننے سے بجلی -/7 روپے یونٹ سے ایک روپیہ یونٹ آتی۔22لاکھ ایکڑ زرعی رقبہ زیر آب آتا اور اسی طرح بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا، خوشحالی آتی اور پھر ہم کہتے ہیں جنوبی پنجاب کے مسائل کا حل ہے لیکن افسوسناک پہلو یہ ہے کہ تین دفعہ پنجاب کے عوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کو ووٹ دیا۔ پنجاب کے غیرت مند عوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کو تین دفعہ وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز کیا لیکن آج پاکستان پیپلز پارٹی کالا باغ ڈیم کے issue پر پنجاب کے عوام کی خوشحالی اور ان کی بہتری کی مخالفت کرتی ہے۔ ہم ان کے اس رویے کی مذمت کرتے ہیں۔

راجہ ریاض احمد:پوائنٹ آف آرڈر۔

MR. DEPUTY SPEAKER: No point of order is allowed during the speech.

وزیر زرعی مارکیٹنگ:جناب سپیکر!پاکستان پیپلز پارٹی نے کالا باغ ڈیم کی مخالفت کر کے ریجنل پارٹی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ہم پاکستان پیپلز پارٹی کے اس دورخہ پن کی مذمت کرتے ہیں۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر:.I will not allow any point of order آپ پلیز بیٹھئے۔

(قطع کلامیاں)

No cross talk, no point of order during the speech.

بعد میں، میں آپ کو موقع دوں گا۔آپ بے شک بولیں۔

چودھری عبدالغفور:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں پوائنٹ آف آرڈر میں ٹائم نہیں ضائع کرنا چاہتا۔سب نے بولنا ہے۔آپ اتنا ٹائم ضائع کر رہے ہیں۔آپ بیٹھئے،آپ سب کو موقع ملے گا۔آپ اپنی باری پر بات کر سکتے ہیں۔جی،قاسم نون صاحب!آپ جاری رکھیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ:جناب سپیکر!ہم سمجھتے ہیں کہ آنے والے وقتوں میں جب الیکشن ہوں گے تو پنجاب کے عوام یہ اپنا قرض اتار دیں گے۔

جناب سپیکر!کل یہاں ہمارے ایک محترم ممبر ڈاکٹر جاوید صدیقی نےdata based گفتگو کر کے جنوبی پنجاب کی محرومی،پسماندگی اور نہ جانے کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔بدقسمتی یہ ہے کہ جب یہ اقتدار میں ہوتے ہیں تو جنوبی پنجاب ٹھیک ہوتا ہے،وہاں غریب امیر ہو جاتا ہے، فصلیں زیادہ پیداوار دیتی ہیں،ٹیلوں پر پانی پہنچتا ہے،رقبے آباد ہو جاتے ہیں لیکن جب یہ اقتدار میں نہیں ہوتے تو پھر ان کو ہر چیز موہنجو داڑو نظر آتی ہے۔

جناب سپیکر!میں آپ کے توسط سے اس ایوان میں مختلفsectoral programmes کے حوالے سے2004-05اور2005-06میں جنوبی پنجاب میں جوdevelopment ہوئی اس کے بارے میں، میں اتنا عرض کروں گا کہ ہم سب سے پہلے ہیلتھ سیکٹر لیتے ہیں۔اس میں ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا قیام ہے جو ایک ارب روپے کی مالیت کا منصوبہ ہے۔

Project was originally approved in 2004-05 and implementation period is 3 year.

اس کیprogress یہ ہے کہ یہ انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی210 beds پر مشتمل ہے اور اس کے شعبہ ایمرجنسی میں100 to 200 cardiac and 500 patients in OPD کو روزانہ بھگتایا جائے گا اور اس میں OPD has already been completed and it is functional. Similarly, work on main hospital building and

doctors' hostel is in progress. پھر اس کے بعد جنوبی پنجاب کا سب سے بڑا مسئلہ آتا ہے کہ کوئی عورت چولہے سے جل جاتی ہے یا کوئی burn ہو جاتی ہیں تو پھر Burn Unit کے لئے فیصل آباد، کھاریاں یا پنڈی کی طرف جانا پڑتا تھا تو 23 کروڑ کی لاگت سے Worthy Chief Minister Punjab نے نشتر ہسپتال ملتان میں Burn Care Centre کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ پھر آگے چلتے ہیں Kidney Plantation Dialasis Unit in BV Hospital Bahawalpur

جناب سپیکر! ہمارے ہاں دیہاتوں میں brakish water ہے۔ پینے کا صاف پانی نہیں ہے یہ عرصہ دراز سے problem ہے جو یہ حکومت resolve کر رہی ہے تو اس سے ہمارے ہاں تونسہ، ڈی جی خان، بہاولپور، ملتان میں kidney patients بہت زیادہ ہیں تو یہ credit بھی موجودہ وزیراعلیٰ پنجاب کو جاتا ہے کہ Kidney Dialasis Centre کا قیام جنوبی پنجاب بہاولپور میں لایا گیا ہے۔ اس کے بعد ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال لودھراں، وومن ہیلتھ پراجیکٹس، similarly ہیلتھ پراجیکٹ کے حوالے سے re-productive health projects, Cardialogy and Cardiac Surgery Block in BV Hospital, Bahawalpur, extention of 150 beds in Children Hospital Complex, Multan. ساتھ ہی نرسنگ ہسپتال، ڈینٹل کالج، نرسنگ کالج اور پھر جب ہم جنوبی پنجاب ڈویلپمنٹ سروسز پراجیکٹ کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو وہ آپ کو بھی پتا ہے کہ اس سے پہلے کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی، آج 13 اضلاع اور 21 تحصیلوں میں 7.5۔ارب روپے کے حوالے سے sanitation, severage, water supply, filteration plan and civic facilities are being provided. یہ credit بھی حکومت پنجاب کو جاتا ہے۔ اگر میں روڈز گنوں تو شاید ایوان کا وقت اتنا نہیں ہو گا لیکن آپ یہ یقین رکھیں کہ:

Winding improvement of Shahi Road from Chani Goth, Channi Goth to Jaid Bhutta.

یہ 53 کلو میٹر ایک روڈ ہے۔ یہ 100/100 کلو میٹر، 200/200 کلو میٹر، 60/60 کلو میٹر کے روڈز winding improvement کے حوالے سے بھی جنوبی پنجاب میں بنائے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اربن ڈویلپمنٹ سیکٹر میں جائیں تو اس میں بھی بے انتہا فنڈز provide کئے گئے ہیں۔ کچی آبادیوں کے حوالے سے بھی بلین روپے کے پراجیکٹ یہ اس وقت وہاں پر کام

ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر!Low Income Housing Schemes کے حوالے سے خانیوال، لیہ، ساہیوال، جلال پور پیر والا، لودھراں، یہ بھی جنوبی پنجاب کے حصے ہیں۔

پنجاب ایمرجنسی سروسز کے حوالے سے دیکھیں تو آج پنجاب میں جتنی major cities ہیں ملتان، بہاولپور، ڈی جی خان میں پنجاب ایمرجنسی سروسز کا آغاز ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر!similarly land revenue کے حوالے سے ڈسٹرکٹ رحیم یار خان میں کام ہو رہا ہے۔ اسی طرح جب ہم کمپیوٹرائزیشن کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو پھر ہمیں ٹیوٹا پر جانا چاہئے۔ اس میں پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ ترنڈہ محمد پناہ رحیم یار خان 150 ملین روپے کی لاگت سے بن رہا ہے۔ گورنمنٹ آف پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ راجن پور میں بن رہا ہے جو غالباً آپ کا بھی حلقہ ہے۔ similarly گورنمنٹ وومن پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ ساہیوال میں بن رہا ہے اس کی لاگت بھی 100 ملین روپے ہے۔ گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کوٹ ادو میں بن رہا ہے اس کی 172.77 ملین روپے لاگت ہے۔ اسٹیبلشمنٹ آف گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ فار وومن لیہ میں بن رہا ہے۔ یہ وہ data ہے جو اس چیز کی غمازی کرتا ہے کہ جنوبی پنجاب میں ترقی کا پہیہ آگے لے جانے میں موجودہ حکومت کا مرکزی رول ہے۔ اسی طرح چیف منسٹر accelerated programme کی طرف جائیں تو اس میں بلین روپے کے پراجیکٹس وہاں پر گئے ہیں۔ اریگیشن سیکٹر کو دیکھ لیں، ایجوکیشن کو دیکھ لیں اور باقی معاملات کو دیکھ لیں۔

جناب سپیکر! میں تھوڑی دیر میں آپ کو ایک data پیش کروں گا، اگر ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب یہاں پر تشریف رکھتے تو یہ بہت بہتر ہوتا اور ان کی عقل درست ہو جاتی تو اس میں جنوبی پنجاب کے 13 اضلاع ہیں جس میں ملتان، ساہیوال، وہاڑی، خانیوال، پاکپتن، لودھراں، ڈی جی خان، مظفر گڑھ، لیہ، راجن پور، بہاولپور، بہاولنگر، رحیم یار خان۔

جناب سپیکر!05-2004 میں 14۔ارب روپے جنوبی پنجاب کو دیئے گئے۔06-2005 میں 19۔ارب روپے جنوبی پنجاب کے پراجیکٹس کے لئے رکھے گئے۔07-2006 کے اس بجٹ میں 18۔ارب روپے جنوبی پنجاب کی ڈویلپمنٹ کے حوالے سے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح اس میں یہ دیکھیں کہ 39.11 فیصد 35 فیصد آبادی کی بنیاد پر این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے بجٹ دیا گیا ہے۔06-2005 میں 35.92 فیصد بجٹ رکھا گیا اور آج 07-2006 کے میزانیہ میں

36.90فیصد کے حوالے سے یہ بجٹ رکھا گیا۔ اس کے علاوہ29۔ارب روپے چیف منسٹر کے پروگرام میں شامل ہیں جن میں ہمارے ساتھیوں کی سکیمیں آئیں گی اور پھر ڈویلپمنٹ کا کام ہوگا۔

جناب سپیکر! میری استدعا یہ ہے کہ اس exploitation کو ختم کریں۔ ہمیں مضبوط پنجاب چاہئے۔ محفوظ پاکستان چاہئے اور اس کے لئے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آج پاکستان کو جو اندرونی اور بیرونی سازشوں کا سامنا ہے۔ اس میں ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ پاکستان کی مضبوطی اندرونی سلامتی اور سیاسی استحکام اور معاشی استحکام کے لئے ایک سسٹم کی ضرورت ہے اور وہ پاکستان مسلم لیگ کی مضبوطی ہے۔ اس کا قیام1906 میں عمل میں آیا۔ قیام مسلم لیگ سے لے کر تحریک پاکستان تک، تحریک پاکستان سے لے کر تخلیق پاکستان تک اور پھر تخلیق پاکستان سے لے کر استحکام پاکستان تک پاکستان مسلم لیگ کا مضبوط ہونا انتہائی ضروری ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ آئندہ آنے والے وقتوں میں بھی انشاء اللہ العزیز جنرل پرویز مشرف کا وردی میں رہنا پاکستان کی سلامتی، وجود، قومی یکجہتی اور یگانگت کے لئے ضروری ہے۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ خالدہ منصور صاحبہ!

محترمہ خالدہ منصور: جناب سپیکر! یہاں پر جو ناانصافی ہوئی ہے۔ میں اس کی نشاندہی ضرور کرنا چاہوں گی۔ کل جب آپ نے ہاؤس ملتوی کیا تو اس وقت جو مقرر رہ گئے تھے ان کے نام آپ نے بولے تھے۔ ان میں میرا نام بھی تھا لیکن آج صبح سے جو لسٹ چل رہی تھی، وہ کس نے تبدیل کی ہے؟ اس لئے جو کل کے مقرر تھے ان کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے۔ میں اس پر احتجاج کرتی ہوں۔ ہر سال کی طرح ایک روایتی بجٹ بیوروکریسی کا بنایا ہوا ہے۔ یہ بجٹ اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ ہے جو اس ہاؤس میں پیش کیا گیا ہے۔ بجٹ ہر سال امیروں کو دولت اور خوشحالی کی نوید دیتا ہے اور غریبوں کے لئے سوائے صبر کے کڑوے گھونٹ کے کچھ بھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا کہ اس بجٹ میں غریبوں کے لئے آسانیاں اور سہولتیں دی گئی ہیں لیکن اگر بجٹ کو صحیح طریقے سے پڑھا جائے تو میرا خیال نہیں کہ جس کی نشاندہی جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے کی ہے وہ اس بجٹ میں کہیں نظر آتی ہو۔ ہر حکومت کی بجٹ بناتے وقت کچھ ترجیحات ہوتی ہیں۔ اگر جمہوری حکومت ہو تو اس کی ترجیحات میں عوام کی فلاح و بہبود کے منصوبے، ایسے پروگرام، ایسے محکمے شامل ہوتے ہیں جس سے عوام کو سہولت ہوتی ہے۔ اس کو زیادہ بجٹ دیا جائے۔ اس بجٹ میں جو چیز نمایاں نظر آتی ہے وہ

صرف پولیس کا محکمہ ہے۔ جس کو سب محکموں سے زیادہ بجٹ دیا گیا ہے۔اس سے احساس یہ ہوتا ہے کہ یا تو پنجاب حکومت یہاں پر پولیس سٹیٹ بنانا چاہتی ہے یا پھر آئندہ آنے والے انتخاب میں پولیس کے ذریعے الیکشن جیتنا چاہتی ہے۔اگر ہم پنجاب کے امن وامان کا جائزہ لیں تو ہم سب کو یہ علم ہے کہ پچھلے سال جو بجٹ پولیس پر خرچ کیا گیا تو عوام کو اس سے کیا فائدہ ہوا۔کیا جرائم کی شرح کم ہوئی، کیا لوگوں کا جان و مال محفوظ ہوا، کیا ڈاکے، چوریاں اور قتل کم ہوئے، کیا عورتوں کے اغواء اور عورتوں سے زیادتی کے کیس کم ہوئے ؟ایک سروے کے مطابق پچھلا سال سب سے بُرا سال اس حوالے سے تھا کہ جرائم کی شرح دو سو فیصد تک بڑھ گئی۔کیا یہ چیز صحیح ہے کہ پولیس کو اتنی مراعات دی جائیں، اتنی سہولتیں دی جائیں اور اس کے بعد بھی عوام کا یہ حال ہو؟ میں نے یہ دیکھا ہے کہ غریب لوگ ایف آئی آر درج کرانے کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں اور ان سے رشوت مانگی جاتی ہے۔ میں یہاں فیصل آباد کی ایک بچی حرا کا ذکر کرتی ہوں کہ جب اس کا والد اس کی میڈیکل رپورٹ ایس ایچ او کے پاس لے کر گیا تو اس ایس ایچ او نے کہا کہ مجھے دو ہزار روپیہ دو۔یہ ریکارڈ کی بات ہے۔اس غریب آدمی کے پاس صرف دو سو روپیہ تھا۔کیا یہ جائز ہے کہ ایسی پولیس کو اتنی مراعات دی جائیں، اتنی آسانیاں دی جائیں، اتنی رعائتیں دی جائیں تاکہ عوام کا خون نچوڑیں۔اگر یہ سب کچھ پولیس کو دینا ہے تو پھر ان کا قبلہ درست کرنا پڑے گا۔حکومت کو چاہئے کہ پولیس کو وہ تمام مراعات اس وقت دیں جب وہ عوام کے لئے بہتر ہوں اور اس ملک کا امن وامان بحال ہو۔

جناب والا!میں ایک اور اہم محکمے کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گی جو کہ محکمہ صحت ہے۔ آٹھ کروڑ عوام کی صحت کے لئے 4۔ارب 30 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔پنجاب کی اس آبادی میں 49 فیصد خواتین بھی شامل ہیں۔اگر ہم جائزہ لیں تو اس میں 70 فیصد آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔اگر ہم یہ دیکھیں کہ دیہی علاقوں میں ہم کیا سہولتیں غریب عوام کو دے رہے ہیں کہ جن کے پاس ذرائع آمد ورفت ہیں، نہ ہسپتال کی سہولت ہے اور جو بی ایچ یو بنائے گئے ہیں وہ ان کے گھروں سے اتنے فاصلے پر ہیں کہ غریب عورتیں وہاں پر جا سکتی ہیں اور نہ پہنچ سکتی ہیں۔

جناب والا!میں آپ کو ایک ratio بتانا چاہوں گی کہ پاکستان میں زچگی کے دوران ایک ہزار میں سے 25 خواتین مر جاتی ہیں اور ایک ہزار میں سے 80 بچے مر جاتے ہیں۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورتوں میں خون کی کمی کی وجہ سے low birth babies پیدا ہوتے ہیں۔کیا ان اعداد وشمار سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اپنی خواتین کو صحت کی سہولتیں دے سکتے ہیں؟

جناب والا!حکومت کی prioritiesجو نظر آتی ہیں وہ بڑے بڑے ہسپتالوں، کارڈیالوجی سنٹرز کے لئے نظر آتی ہیں۔ میں اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ ہمیں ان کی بھی ضرورت ہے لیکن ان غریب عوام کو بھی دیکھیں جو دیہی علاقوں میں رہ رہے ہیں کہ جن کے پاس کوئی سہولت نہیں ہے۔ ہمیں caring preventive centresکی ضرورت ہے جہاں پر دیہی علاقوں کی خواتین کا پہنچنا آسان ہو۔ آپ کے جو سنٹرز ہیں، ان میں دوائیاں ہیں، کوئی عملہ صحیح ہے اور نہ ہی عورتوں کو وہاں سہولت ملتی ہے۔ یہاں پر وزیر صحت موجود نہیں ہیں۔ میں ایک اہم معاملے کی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ آج سے کچھ سال پہلے دیہی علاقوں میں دائیوں کا ٹریننگ پروگرام تحصیل ہیڈکوارٹرز میں ہوا کرتا تھا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہماری ستر فیصد خواتین دائیوں پر زیادہ انحصار کرتی ہیں کیونکہ وہ approachableہوتی ہیں۔ اب یہ ہو رہا ہے کہ untrainedدائیوں کے ہتھے جو خواتین چڑھ جاتی ہیں جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ میری وزیر صحت سے یہ گزارش ہے کہ پنجاب کی دیہی علاقوں کی خواتین کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے دائیوں کے ٹریننگ پروگرام تحصیل ہیڈکوارٹرز میں دوبارہ سے شروع کئے جائیں اور جو دائیاں پہلے سے trainedہیں ان کے refresherکورس ہوں تاکہ وہ خواتین کے کام آسکیں۔

جناب والا!ہمارا سب سے اہم مسئلہ زراعت کا ہے۔ کہتے ہیں کہ پاکستان کی خوشحالی زراعت کی وجہ سے ہے لیکن اگر ہم دیکھیں تو زراعت میں ہمارے ہاں کیا ہو رہا ہے؟ بیج اور جدید ٹیکنالوجی کی اس وقت زراعت کی اہم ضرورت ہے لیکن ہم وہ نہیں کر سکے۔ ایسے اداروں کی ضرورت ہے جہاں پر جدید ٹیکنالوجی روشناس کرائی جائے، ایسے بیج پیدا کئے جائیں جس سے فصل زیادہ ہو اور کسانوں کو اس میں سہولت دی جائے۔ ہم وہ چیزیں بھارت سے منگوا رہے ہیں جو ہمارے پاکستان میں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ اگر ہم اپنے کسانوں کو مراعات اور سہولتیں دیں تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمارا کسان زیادہ خوشحال ہو؟ جو چیزیں آپ باہر سے منگواتے ہیں وہی قیمت اگر اپنے کسان کو دیں تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمارا کسان خوشحال ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! ذرا مختصر کریں اور ایک منٹ میں وائنڈاپ کرنے کی کوشش کریں۔

محترمہ خالدہ منصور: میں دو منٹ میں وائنڈاپ کرتی ہوں۔ اگر ان چیزوں کی وہی قیمت اپنے کسانوں کو دیں تو میرا خیال ہے کہ پاکستانی کسان زیادہ خوشحال ہو گا۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! مجھے سپیکر صاحب نے کہا تھا کہ وقفہ کے بعد آپ کو ٹائم دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن آپ کا تو نام ہی نہیں ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! مجھے سپیکر صاحب نے اسی کرسی پر بیٹھ کر کہا تھا کہ نماز کے بعد آپ کو ٹائم مل جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو لسٹ کل سے چل رہی ہے پہلے ان کو ٹائم دوں گا پھر بعد میں آپ کو دوں گا۔ یہ تو پھر زیادتی ہو گی کہ جو آدمی کل کی لسٹ میں ہیں انہیں ٹائم نہ دوں اور جو آج آئے ہیں ان کو ٹائم دے دوں یہ تو مناسب نہیں ہے۔ آپ کل موجود نہیں تھے۔ جو کل سے بیٹھے ہیں پہلے ان کو ٹائم دوں گا پھر آپ کو بھی ٹائم دوں گا۔

راجہ ریاض احمد: لیکن جناب سپیکر! وقفے کے بعد مجھے ٹائم ملنا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب میں نے آپ کا ٹائم لکھ لیا ہے انشاء اللہ آپ کو بھی ٹائم دیں گے۔ یہ سپیکر صاحب کی لسٹ میرے سامنے موجود ہے اس میں آپ کا نام نہیں ہے لیکن اب ٹائم ملے گا۔ جی، محترمہ!

محترمہ خالدہ منصور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ذکر کر رہی تھی کہ فیصل آباد میں ایک ادارہ ایوب ریسرچ جس کا کام ہی ایگریکلچر پر ریسرچ کرنا ہے، نئے نئے بیج متعارف کرانے ہیں لیکن آج کل وہ ادارہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ میری منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ اس ادارے کو دوبارہ سے ctive کیا جائے اس کو زیادہ فنڈز دیئے جائیں تاکہ وہ اپنا ریسرچ کا کام شروع کر سکے۔ میں یہ تجویز دینا چاہتی ہوں کہ جنوبی پنجاب میں اسی طرح کے ریسرچ ادارے بنانے کی بے حد ضرورت ہے اور گوشت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کیٹل فارمنگ سکیموں کو بھی روشناس کرانا چاہئے تاکہ ہمارے ہاں گوشت کی کمی پوری ہو سکے۔ صرف ایگریکلچر میں جو کمی محسوس ہوتی ہے وہ ناقص پلاننگ کی ہے ورنہ پنجاب کو تو اناج کا گھر کہا جاتا ہے اور حکومت کا یہ فرض ہے کہ ایگریکلچر میں ایسی منصوبہ بندی کریں کہ ہم اب خود کفیل ہو جائیں اور اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے کہنا چاہوں گی کہ حکومت پنجاب کا "پڑھا لکھا پنجاب" کا نعرہ ہے لیکن میں افسوس کے ساتھ کہنا چاہوں گی کہ ابھی پچھلے دنوں جب ایف ایس سی کے پیپر ہو رہے تھے تو ایک والد نے "نوائے وقت" میں اپیل کی کہ یہاں 60 بچے لاہور کے ایک سنٹر میں

امتحان دے رہے تھے اور وہاں صرف تین پنکھے تھے۔ دو پنکھے چل رہے تھے اور ایک خراب تھا اور جو چل رہے تھے وہ بھی رینگ رہے تھے۔ یہ ہمارا "پڑھا لکھا پنجاب" کا حال ہے۔ دوسرا سب سے بڑا ظلم جس کی میں نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ ابھی پچھلے دنوں حکومت نے ایجوکیٹرز بھرتی کئے ہیں جو بی۔ایڈ ہیں اور بعض خواتین ایم۔ایڈ بھی ہیں ان کی تنخواہ صرف -/4250 روپے ہے۔ پولیس کے اہلکار اور سپاہی کی تنخواہ ساڑھے بارہ ہزار روپے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ! تشریف رکھیں۔ اگلی سپیکر محترمہ مصباح کوکب صاحبہ ہیں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ میں سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے ہمیں چوتھے مالی سال کا بجٹ پیش کرنے کا موقع دیا۔ جس طرح منسٹر فنانس خوبصورت ہیں اسی طرح بجٹ بھی بہت خوبصورت ہے۔ اگر وسائل اور مسائل کو مدنظر رکھ کر تجزیہ کیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ بجٹ بڑا آئیڈیل اور خوش آئند ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وزیر اعلیٰ پنجاب نے عوام کی تنخواہوں کو دیکھ کر ان کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ان کے دلوں کی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے بجٹ بنایا ہے۔ یہ بجٹ ٹیکس فری ہے، کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا اور نہ ہی بڑھایا گیا ہے بلکہ پچھلی حکومتوں کے لگائے گئے اور پھر بڑھائے گئے رجسٹریشن ایکٹ اور کورٹ فیسز ایکٹ میں کمی کی ہے کیونکہ اس سے پبلک میں بڑی complication پیدا ہو رہی تھیں۔ رجسٹریشن نہ کروانے کی وجہ سے کورٹ فیس کے پیسے زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگ agreement to sell پر base کرتے تھے جو صرف تین سال تک بیچنے والے کو پابند کرتا تھا کہ وہ رجسٹری کروا کر دے گا۔ اگر وہ رجسٹری نہیں کرواتا تھا تو تین سال کے بعد full payment کرنے والا حقوق ملکیت سے محروم ہو جاتا تھا جس سے گروپ مافیا بھی پروموٹ ہو رہا تھا۔ آج قبضہ گروپ مافیا کو discourage کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا میں سمجھتی ہوں کہ پولیس کے بجٹ فنڈ میں جو اضافہ کیا گیا ہے وہ بڑا خوش آئند ہے کیونکہ تھانوں میں سٹیشنری کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا، ملزمان کو عدالتوں میں لانے اور لے جانے کے لئے ٹرانسپورٹیشن کا کوئی صحیح انتظام نہیں تھا۔ white-collar crime کو کنٹرول کرنے کے لئے مار مار کر منانے والوں کا کوئی صحیح طریقہ نہیں تھا اس کے لئے ہمیں جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت تھی اور جدید ہتھیار اور ٹیکنالوجی فنڈز کے بغیر نہیں آ سکتی تھی یہ فنڈز جو بڑھائے گئے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ بہت ضروری تھے۔ اب میں پولیس سے بھی توقع کروں گی

کہ وہ عوام کے ساتھ تحکمانہ انداز کی بجائے عوامی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔ حکومتی ممبرز جو ملزمان کو defend کرتے تھے، پولیس پر دباؤ ڈالتے تھے اب ان سے بھی توقع کروں گی کہ وہ پولیس پر دباؤ ڈال کر ملزموں کو defend نہیں کریں گے۔ پولیس کے اندر پولیس والے جو قبضہ مافیا گروپ کو defend کر رہے تھے جو کار چوروں کی سرپرستی کر رہے تھے اگر وہ سرپرستی کریں گے تو ان کے خلاف بھی سخت ترین کارروائی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! تعلیم کا جو بجٹ بڑھایا گیا ہے وہ بہت ضروری تھا کیونکہ ایجوکیشن کے بغیر تعلیم حاصل کئے بغیر کوئی بھی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ یہ ہم قطعاً نہیں سوچ سکتے کہ ہم تعلیم حاصل کئے بغیر ایک قدم بھی آگے بڑھیں لیکن اس سے پہلے والی حکومتیں تعلیم کو ignore کرتی رہی ہیں۔ بہت سارے سکولوں میں لائبریری کا کوئی تصور ہی نہیں تھا بلکہ پچھلے دنوں میں اپنے حلقہ شاہدرہ میں ایک گورنمنٹ ہائی سکول شاہدرہ ٹاؤن میں گئی وہاں پتا چلا کہ اس شاہدرہ ہائی سکول کی 1935 میں بنیاد رکھی گئی تھی لیکن ابھی تک اس سکول میں کوئی لائبریری نہیں بنائی گئی تھی۔ میں نے اسی دن اپنی جیب سے بیس ہزار روپے کی کتابیں لے کر اس لائبریری کی بنیاد رکھی۔ یہ ہماری گورنمنٹ نے بہت اچھا کیا ہے کہ جس نے لائبریریاں بنانے کے لئے فنڈز رکھے ہیں۔ ایک مغربی سکالر پروفیسر Philip K. Hissy نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ اس زمانے میں جبکہ عرب علماء استنج کا مطالعہ کر رہے تھے اس وقت کتبہ کے ایک شہر میں بہت ساری لائبریریاں تھیں اور ان میں سے ایک لائبریری میں 70 لاکھ کے قریب کتابیں تھیں لیکن افسوس کہ ہم لوگ ایجوکیشن سے دور ہوتے گئے۔ آج مغرب جس کی ہم تقلید کر رہے ہیں ہمارے آباؤاجداد سے ہی انہوں نے علم حاصل کیا تھا لیکن ان کو علم دے کر ہم خود علم سے دور ہوتے گئے۔ علامہ اقبال کو بھی جس چیز کا سب سے زیادہ دکھ تھا وہ علم کی دوری ہی تھی۔

جناب سپیکر! سپیشل ایجوکیشن جس پر کسی بھی حکومت نے توجہ نہیں دی تھی بلکہ سپیشل بچوں کو چھپا چھپا کر رکھا جاتا تھا کہ یہ باہر آئیں گے تو لوگ کیا دیکھیں گے، کیا کہیں گے کہ ان کا بچہ سپیشل ہے۔ ہماری حکومت نے سپیشل ایجوکیشن پر بڑی توجہ دی بلکہ اب تو جرمنی اور فرانس نے بھی وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کے سپیشل ایجوکیشن پروگرام کو رول ماڈل تسلیم کرتے ہوئے انہیں adopt کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!ہماری حکومت ٹیکنیکل ایجوکیشن کو بھیpromoteکر رہی ہے کیونکہ ہمارے نوجوانوں میں یہی صلاحیت اور مہارت دنیا بھر میں تسلیم کی جاتی ہے۔اس وقت ہمارے نوجوان لیبیااور سعودی عرب میں ریلوے لائن بچھا رہے ہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو ٹیکنیکل ایجوکیشن کی تعلیم دینی چاہئے۔ہمارے ہاں لڑکیوں کے ٹیکنیکل کالجز بنانے کی بھی بہت ضرورت ہے اس لئے میری وزیر خزانہ سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس تجویز کو نوٹ فرمالیں۔

جناب سپیکر!ہیلتھ کے حوالے سے اگر میں بات کروں تو میں اپنی ایمرجنسی سروس 1122 کا ذکر نہ کروں تو بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ یہ پہلی دفعہ ہماری حکومت نے1122 ایمرجنسی سروس کا آغاز کیا ہے جس کا بہت اچھاresponseملا ہے۔

جناب سپیکر!میں اپنی مثال دوں کہ ڈیفنس میں ایچ کریم بخش میں ایک عورت شاپنگ کے دوران گر گئی۔ میں نے اسی وقت 1122 پر کال کی اور سات منٹ کے اندر اس سروس کی ایمبولینس پہنچ چکی تھی۔اس عورت کے گھر والے بعد میں پہنچے تھے لیکن ایمرجنسی سروس پہلے مہیا ہو گئی تھی۔access to justiceپروگرام کے تحت جوڈیشری میں جو فنڈز رکھے گئے ہیں۔ پہلے تو جوڈیشری کوignoreکیا جاتا تھا کیونکہ جوڈیشری جس نے انصاف مہیا کرنا تھا اس کے ساتھ خود ہی انصاف نہیں ہوتا تھا۔اگر ایک جج لاہور میں ٹرانسفر ہو کر آتا تھا اس کے پاس پہلے رہائش کا مسئلہ ہوتا تھا۔وہ اپنی تنخواہ کو مدنظر رکھ کر پہلے کرائے پر گھر ڈھونڈتا تھا اگر بڑی مشکل سے چھ ماہ کے اندر اسے کرائے پر رہائش مل جاتی تو پھر اس کو ٹرانسپورٹ کا مسئلہ ہوتا تھا۔ جب وہ عدالت میں آتا تھا تو اس کے پاس عدالت ہی نہیں ہے کہ جہاں بیٹھ کر وہ کام کرے۔ اہلمد کے چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جہاں پر ہمارے ججز بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس کوئی عدالت ہی نہیں ہے کہ جہاں پر بیٹھ کر انصاف کرنا ہے۔انصاف کرنے والوں کے ساتھ تو خود انصاف نہیں ہو رہا تھا وہ انصاف کیسے کرتے تو ہماری حکومت نےaccess to justiceپروگرام کے تحت جو فنڈز رکھے ہیں ان کا بڑا قابل فخر کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر!جیل ریفارمز بڑا اچھا قدم ہے۔ جیل میں قیدیوں کو ہنر سکھائے جا رہے ہیں۔ ہنر سکھانے کے بعد ان کو کام دیا جاتا ہے اس کام سے جو منافع ہوتا ہے اس میں سے ان کو حصہ دیا جاتا ہے اس طرح جب وہ جیل سے باہر آتے ہیں تو وہ اس جرم کوrepeatنہیں کرتے کیونکہ ان کے ہاتھ میں ہنر ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: براہ مہربانی!wind up کریں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!آج چونکہ بحث کا آخری دن تھا اور آپ تمام لوگوں کو صبح سے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کا موقع دے رہے تھے جو کہ آج نہیں دینا چاہئے تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں کسی کو پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کا موقع نہیں دے رہا۔ میرے پاس ایک لمبی لسٹ ہے اس لئے جلدی ختم کرنے کی کوشش کریں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!کم از کم مزدوری جو کہ تین ہزار سے چار ہزار کر دی گئی ہے جس کا اعلان 13۔اگست کو ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے کیا تھا۔ یہ قابل فخر کارنامہ ہے اس سے مزدوروں کا استحصال نہیں ہو سکے گا۔

جناب سپیکر!صدر پرویز مشرف نے عورت کے حوالے سے کئی غلط نظریات، خدشات تھے ان کا خاتمہ کیا، عورت کو ترقی کے دھارے میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا بلکہ اس کو عملی طور پر بھی کر کے دکھا دیا۔ آج میں اور میری بہنیں اس طرف اور اس طرف بیٹھی ہوئی آج صدر پاکستان پرویز مشرف کی ہی وجہ سے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں محترمہ! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ براہ مہربانی!تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!میں اس بہن کے لئے عرض کروں گی کہ ماچس کی تیلی بھی سر رکھتی ہے۔ ذرا سی رگڑ کھانے سے وہ جل اٹھتی ہے۔ انسان کا سر ہے اس میں دماغ ہے۔ ہمیں ماچس کی تیلی سے سبق سیکھنا چاہئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر!میں عرض کر رہی تھی کہ ہمارے صدر پاکستان کے vision اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی واضح ہدایات کے باوجود خواتین کے بجٹ میں آج بھی اعداد و شمار وہی ہیں جو 05-2004 میں تھے، جو 06-2005 میں تھے۔ میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتی ہوں کہ خواتین ہماری آبادی کا نصف حصہ ہیں۔ ان کے لئے ہر ایریا میں ایسا علاقہ مخصوص کر دینا چاہئے جہاں پر صرف خواتین کے شاپنگ مال ہوں، وہاں پر صرف خواتین اور بچوں کی شاپنگ ہو، وہاں لیڈیز کلب

بھی ہوں ہر علاقے میں ایسا ہونا چاہئے۔ میں اس کامیاب بجٹ پر اس پورے ایوان کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور اپنی اپوزیشن سے درخواست کرتی ہوں کہ آیئے ہم سب مل کر جمہوریت کے استحکام کے لئے، جہالت کو دور کرنے کے لئے، غربت کو دور کرنے کے لئے صدر پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے ہاتھ مضبوط کریں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلے مقرر چودھری اصغر علی گجر ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ پر بے شمار تقاریر ہو چکی ہیں اور facts and figures سے حکومتی اراکین اور اپوزیشن نے بھی باتیں کی ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ یہ تمام محنت رائیگاں جائے گی اور کسی کی بات پر کوئی کان نہیں دھرا جائے گا۔ جو کچھ لکھا گیا ہے اسے as it is پاس کر دیا جائے گا اس لئے میں مختصر سی بات کروں گا کہ یہاں پر ابھی ابھی مجھ سے پہلے مقرر نے جناب وزیر خزانہ کی جرأت کو داد دی ہے تو میں ایسے الفاظ کہنے پر ان کی لفاظی کو داد دیتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ برابری کی بنیاد پر تقسیم نہیں ہونا چاہئے جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ بجٹ کا برابری پر تقسیم کرنا بہت بڑا ظلم ہے، زیادتی ہے اس سے نفرتیں پھیلتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بجٹ کو ضرورت کی بنیاد پر تقسیم کرنا چاہئے تب یہ انصاف ہے کہ ایک شخص تو کار میں پھرتا ہے اور دوسرا شخص پیدل چل رہا ہے اور آپ بجٹ کو تقسیم کرتے ہوئے ان دونوں سے ایک جیسا سلوک کرتے ہیں۔ یہ تفاوت کب ختم ہو گا، یہ ظلم اور زیادتی کب ختم ہو گی۔ کل میرے ایک بھائی نے تقریر کی تھی اس پر اہل اقتدار میں بیٹھے ہوئے کچھ میرے بھائی سٹ پٹا اٹھے تھے۔ صدیقی صاحب کے الفاظ پر مجھے خود بھی اختلاف ہو سکتا ہے لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں، میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ چودھری اقبال صاحب میرے بڑے بھائی بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں۔ یہاں پر دوسرے ساتھی موجود نہیں ہیں، یہ اس وقت موجود تھے انہوں نے بڑا محسوس کیا۔ میں اس حد تک اس بات کو مانتا ہوں کہ ہمارے درمیان کوئی نفرت نہیں ہونی چاہئے ہمارے لئے سب چیزیں برابر ہیں۔ بلکہ میں لاہور کو اپنے پنجاب کی پہچان سمجھتا ہوں۔ اپنے لیہ سے زیادہ اس سے محبت کرتا ہوں لیکن میں ان لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ ہماری آواز پر کان کیوں نہیں دھرتے؟ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس تفاوت کو ختم کرنے کے لئے اگر سوچیں، میں صرف سمجھانے کے لئے بات کرتا ہوں کہ 1972 سے لے کر آج تک ہم نے سڑکوں پر احتجاج کیا، جلوس نکالے کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ کیا لاہور کے اندر، فیصل آباد کے اندر، کیا اوکاڑہ کے اندر، کیا گوجرانوالہ کے اندر، کیا راولپنڈی کے

اندر اس قسم کا اتنا لمبا احتجاج کیا گیا۔ میں کم از کم کچھ نہیں تو چار پانچ دفعہ احتجاج کرنے پر جیل جا چکا ہوں کہ تھل کے لئے اور ہمارے علاقے کے لئے پانی نہیں ہے۔ یہی نہیں ہے یہاں پر کوئی احتجاج نہیں ہوا۔ کسی کو کوئی تکلیف تھی اور نہ کوئی احتجاج ہوا۔ ہماری تکلیف کو کسی نے رفع کیا؟ میں نے وزیر آبپاشی سے یہ بات کہی تھی کہ پانی کی تقسیم کو از سر نو کیا جائے۔ پنجاب کے اندر پانی کی تقسیم غلط ہے لہذا دوبارہ سے تقسیم کیا جائے۔ کسی نے ہمارے کام پر، کسی نے ہماری بات پر کان دھرا، کسی منسٹر نے یہ بات کہی، کسی نے یہ بات مانی کہ یہ واقعی درست ہے؟ انصاف کی بنیاد پر پانی کی تقسیم دوبارہ ہونی چاہئے۔ یہ ڈیڑھ سو سال پہلے کی تقسیم ہے اور اس میں بہت سی غلطیاں موجود ہیں۔ اسے دوبارہ open کرنا چاہئے لیکن کسی نے یہ بات نہیں کی۔ جب یہ ہماری بات نہیں سنیں گے اور جب یہ ہماری بات نہیں مانیں گے تو ظاہر ہے کہ ہم سے تجاوز ہو گا، ہم سے زیادتی ہو گی اور پھر ہم سخت بات کریں گے جس کی دوسروں کو تکلیف ہو گی اور اس کے نقصانات ہوں گے اور اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر! آپ خود دیکھیں کہ یہی نہیں پانی پر گندم کا بحران آیا تو ہماری گندم سڑکوں پر رلتی رہی، کہیں احتجاج ہوتے رہے۔ کپاس کا بحران آیا تو -/750 روپے اور ہم نے سر عام سڑکوں پر کپاس کو آگ لگائی جسے پورے میڈیا نے دیکھا۔ کیا کوئی ہماری ہمدردی کے لئے آگے آیا، کسی نے کہا کہ ہم نے کپاس اتنی محنت سے پالی ہے، اسے بنایا ہے، اس کو ہم سڑکوں پر جلا رہے ہیں؟ کسی کو اس پر ترس آیا پھر ہم یہ بات کیوں نہ کریں، ہم کیوں نہ چیخیں، ہم کیوں نہ چلائیں؟ ابھی قاسم نون صاحب نے بات کی کہ ہم نے 36 فیصد بجٹ جنوبی پنجاب کو دے دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے۔ میں تو اس بات پر بھی یقین نہیں کر سکتا لیکن میں یہ بات مان لیتا ہوں کہ 36 فیصد بجٹ انہوں نے ہمیں دے دیا تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بتاؤ وہ دن کب آئے گا جب آپ ہمیں اٹھا کر اس کے برابر لائیں گے۔ وہاں -/36 روپے ملیں گے، وہاں -/100 روپیہ ملے گا۔ جن کو -/100 روپیہ ملے گا ان کے پاس ایک لاکھ پہلے سے موجود ہے۔ جن کو -/36 روپیہ دے رہے ہیں، ان کی جیب خالی ہے۔ یہ تفاوت کیسے ختم کریں گے، یہ کون سی تقسیم ہے؟ یہ ظالمانہ نظام ہے۔ اس کو ختم کرنا ہو گا ورنہ ہماری باتوں کو انہیں ٹھنڈے دل سے سننا ہو گا کہ یہ ظلم ہے کہ -/36 روپے دے کر ہمیں منایا جا رہا ہے اور جن کی جیبوں میں لاکھوں روپیہ ہے انہیں -/100 روپیہ دے کر منایا جائے یہ کیسا انصاف ہے؟ یہ زیادتی ہے اسی لئے یہ تڑپ نکلے گی، اسی لئے زبان سے یہ الفاظ نکلیں

گے۔گنا ہم دیں اور گندم ہم پیدا کریں اور ساری کی ساری باہر بھجوادیں کہ ہمارے بھائی کھائیں اور ہماری بہنیں کھائیں۔ ہمیں تو اس علاقے بلکہ سارے پاکستان سے بہت محبت ہے۔ ہماری بہنیں، ہمارے بھائی اور ہمارے رشتہ دار پورے پاکستان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں لیکن اس تفاوت کو ختم کرنے کے لئے ہماری بات کو سننا ہوگا۔آگے بڑھ کر اس کام کو کرنا ہوگا اور اگر انہوں نے ہماری تکلیف کو ختم کرنا ہے تو پہلے ہمیں اٹھا کر اپنے برابر لایا جائے۔یہ تفاوت اگر ختم نہیں ہو سکتا تو کم از کم اسے کم کیا جائے،اس کو تھوڑا کیا جائے۔ابھی ہم چلاتے رہ گئے ہیں کہ گندم کا بحران ہے، گندم کی خریداری کم ہے۔چودھری اقبال صاحب بھی بہت دور تک چکر لگا کے آئے لیکن آپ نے دیکھا کہ گندم رلتی رہی اور ہماری گندم اونے پونے داموں حکومت نے خریدی اور اس کا کوئی خریدار نہ تھا۔ -/350 سے لے کر -/375 روپے تک گندم خریدی گئی۔بہت کم گندم کسانوں سے ڈائریکٹ فوڈ کی طرف گئی۔

جناب سپیکر!یہ وہ باتیں ہیں جو اس وقت گراؤنڈ پر موجود ہیں،انہیں آپ نے دور کرنا ہے اور ان لوگوں نے دور کرنا ہے جو ذمہ دار ہیں، جو حکمران ہیں کیونکہ ان کی ذمہ داری بنتی ہے۔جو بھی آدمی بولتا ہے اس سے یہ محسوس کرے کہ اس کے اندر کوئی چیز موجود ہے،اسے کوئی دکھ ہے،اسے کوئی تکلیف ہے،اس کا مداوا کرنا چاہئے آنکھیں نہیں دکھانی چاہئیں۔آنکھیں تو ایوب خان نے مجیب کو دکھائی تھیں۔کیا ہوا؟ برا رزلٹ نکلا۔

جناب سپیکر!دوسری بات یہ ہے کہ ادھر سے میرے چھوٹے بھائی قاسم نون نے یہ بات کہی تھی کہ کالا باغ ڈیم ہم بنانا چاہتے ہیں اور پیپلز پارٹی، فلاں پارٹی اور اپوزیشن نے اس کی مخالفت کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کالا باغ ڈیم بنائیں۔ میری یہ رائے ہے کہ جناب جنرل مشرف کالا باغ ڈیم بنانے میں نیک نیت نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ کالا باغ ڈیم بنانا چاہتا تو اسے کوئی روک سکتا۔وہ کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے تو کبھی جماعت اسلامی سے پوچھے، کبھی پیپلز پارٹی سے پوچھے، کبھی نون والوں سے پوچھے تو جب وزیرستان میں آپریشن کرنا ہو تو کسی سے نہ پوچھے؟ کس نے اسے وزیرستان میں آپریشن کرنے کی اجازت دی ہے، کس نے اسے کہا ہے کہ بلوچوں کا خون بہایا جائے؟ جب وہ اپنی مرضی کرنا چاہتا ہے تو سارے کام کر لیتا ہے اور اسے کوئی نہیں پوچھتا اور جب وہ نہیں کرنا چاہتا۔ کالا باغ ڈیم بنانے کی بجائے وہ صوبوں کو لڑانا چاہتا ہے اس لئے کالا باغ ڈیم کی بات کرتا ہے تو میں حکمرانوں کو یہ کہتا ہوں کہ اگر کالا باغ ڈیم بنانے میں ان کی نیت درست ہے تو یہ بنائیں

کالا باغ ڈیم۔(نعرہ ہائے تحسین)

نہیں تو اگر پوچھنا ہے تو پھر بلوچستان کا آپریشن بھی بند کرے اور پھر یہ وزیرستان کا آپریشن بھی بند کرے۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے صرف یہ گزارش کروں گا کہ تعلیم کا یہاں پر بڑا ذکر ہوا ہے کہ ''پڑھا لکھا پنجاب'' ہونا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ ہونا چاہئے لیکن میری ایک بات سن لیں کہ ''پڑھا لکھا پنجاب'' بنانے سے، پڑھا لکھا پاکستان بنانے سے ہمارے مسائل درست نہیں ہوں گے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ جب تک عوام کے اندر تربیت نہیں آئے گی، جب تک آپ لوگوں کو علم کے ساتھ ساتھ تربیت نہیں دیں گے، کبھی حالات درست نہیں ہو سکتے، تبدیلی نہیں آ سکتی۔ تبدیلی تربیت سے آئے گی، پڑھنے لکھنے سے نہیں آئے گی۔ پڑھے لکھے لوگ اگر یہ بات کہہ دیں ابو جہل کو دیکھ لیں کہ وہ پڑھا لکھا آدمی تھا اور حضور ﷺ کو نبی نہیں مانتا تھا اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل ان پڑھ ہونے کے باوجود کہا کہ آپ حق پر ہیں اور نبی ہیں اور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کو اپنا رب مانتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عالم کون تھا۔ عالم بلال حبشی تھے، عالم ابو جہل نہیں تھا حالانکہ پڑھائی لکھائی کے اعتبار سے وہ زیادہ تھا اس لئے جب تک تربیت نہیں آئے گی اس وقت تک انقلاب نہیں آئے گا۔ دنیا کے اندر سب سے پڑھا لکھا آدمی تو بش ہے اور اس کی پوری قوم پڑھی لکھی ہے اور ٹونی بلیئر، دنیا کو مثالیں دیتے ہیں کہ برطانیہ پڑھا لکھا ہے لیکن ظالموں کا سردار ہے اور پوری انسانیت کو تباہ کر رہے ہیں۔ ہیروشیما میں ان پڑھے لکھوں نے بم پھینکے۔ اب یہ پوری امت مسلمہ کا قتل عام کر رہے ہیں، لاکھوں آدمیوں کو برباد کیا ہے، کہاں گئی ان کی تعلیم، کہاں گیا ان کا علم؟ اس لئے تعلیم سے کوئی بات نہیں آئے گی۔ تربیت سے بات آئے گی۔ اگر علم کی بات ہوتی تو آج تو یہ پوری اسمبلی گریجویٹ ہے۔ کون ہے جو ان میں ان پڑھ ہے؟ سب کے سب گریجویٹ ہیں۔ اگر یہ تربیت یافتہ ہوتے تو خدا کی قسم! یہ ساری سیٹیں خالی ہوتیں۔ ایک بھی ادھر نہ بیٹھا ہوتا۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ دیکھو یہ دن ہے اس کو اگر آپ رات کہیں تو کوئی نہیں مانے گا لیکن ہمارے ہاں تعلیم یافتہ لوگ اس دن کو رات کہتے ہیں اور پھر اس کو مانتے ہیں کہ یہ رات ہے اور اس وقت ملک کے اندر ڈکٹیٹر شپ ہے، اس ملک کے اندر ایک جرنیل قابض ہے۔ جب ہم اس کا نام لیتے ہیں تو لوگ ہم سے لڑتے ہیں کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی قسم! اگر اچھا بجٹ پیش کرنا ہے تو بہترین جمہوریت لے کے آؤ۔ اگر لوگوں کی خدمت کرنی ہے

اگر جمہور کی بات کرنی ہے تو جمہور سے اپنے کام کو آگے بڑھاؤ۔ یہ تو سب کام حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے ہیں۔ یہ تمام کام اس ڈکٹیٹر کی طرف جاتے ہیں۔ آؤ! مل کر اگر حق کو ہی قائم کرنا ہے اور عوام کی خدمت کرنی ہے تو آؤ مل کر ملک کے اندر بہترین جمہوریت کو قائم کریں۔ اس ڈکٹیٹر اور اس آمریت سے نجات حاصل کریں اور یہی ہمارے اور سب کے لئے فلاح و بہبود ہے۔
و آخر دعونا عن الحمد لله رب العالمين

جناب سپیکر: next is سید مجاہد علی شاہ !

سید مجاہد علی شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر وہ اسمبلی ہال میں پریس گیلری کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ دیر خاموش ہوئے تو چودھری اصغر علی گجر نے کہا کہ شاید تقریر بھول گئے ہیں)

جناب سپیکر! میں بھولا نہیں ہوں بلکہ یہ تو اپنی پارٹی سے جانے والوں کو بھول جاتے ہیں اور یہ اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے۔ کالا باغ ڈیم کی بات ہو رہی تھی تو میں وہیں سے اپنی بات کا آغاز کروں گا۔ میں جنرل مشرف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے عملی کام شروع کیا۔۔۔

آوازیں: شیم، شیم، شیم۔۔۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! شیم ان لوگوں کے لئے ہے جو خود کہتے ہیں کالا باغ ڈیم بننا چاہئے لیکن عملی طور پر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ پیپلز پارٹی کو، مسلم لیگ (ن) کو ٹائم ملا میں اس وقت خود اس میں شامل تھا۔ پیپلز پارٹی کا کردار دیکھیں میرے یہاں دوست بیٹھے ہیں سندھ کے ایم پی ایز تو اس کی مخالفت کریں یہ کس منہ سے کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرتے ہیں۔

آوازیں: شیم، شیم، شیم، لوٹا، لوٹا، لوٹا۔۔۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! شیم ان کو ہونی چاہئے۔ کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے انہوں نے کیا رول ادا کیا، انتہائی شرم کی بات ہے۔ میاں نواز شریف کے دور میں بھی انہوں نے کالا باغ ڈیم بنانے کی کوشش کی مگر اس وقت بھی پیپلز پارٹی کا کردار negative تھا اور یہی ملک دشمن تھے اس وقت بھی مخالفت کرتے تھے۔ (شور وغل)

آج بھی یہی لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ابھی گجر صاحب کہہ رہے تھے کہ وزیرستان میں آپریشن ہوا تو انہوں نے کر لیا آپ بتائیں کہ جب جنرل مشرف نے کالا باغ ڈیم کے لئے کہا تو اس

وقت انہوں نے کیا رول ادا کیا،اس وقت انہوں نے ان کی حمایت میں کیا بات کی ؟

آوازیں:لوٹے،لوٹے،لوٹے۔۔۔

سید مجاہد علی شاہ:جناب سپیکر!ان کا حق بنتا تھا ان کی جماعت کا حق بنتا تھا کہ اگر یہ کالا باغ ڈیم بنانا چاہتے تھے،اس کی حمایت کرنا چاہتے تھے تو یہاں کھڑے ہو کر ایک لفظ ہی حمایت میں بول دیتے۔ یہ اپنے لیڈر قاضی حسین احمد کو کہتے کہ وہ کالا باغ ڈیم کی حمایت کریں۔انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنے ذاتی مقاصد کے لئے تو اکٹھے ہو جاتے ہیں مگر ایسے منصوبوں کے لئے کبھی اکٹھے نہیں ہوتے جو ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی ثابت ہو سکتے ہیں۔یہاں میرے دوست پیپلز پارٹی کے بیٹھے ہیں میں ان سے سوال کرنا چاہتا ہوں کیا انہوں نے اپنی لیڈر شپ کو کبھی اس منصوبے کے لئے جا کر کہا،وہ کس منہ سے پنجاب کے عوام کی عدالت میں جائیں گے ؟ہم ایک طرف تو کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرتے ہیں یہاں کھڑے ہو کر دبے الفاظ میں اس کی حمایت کرتے ہیں۔یہ جو ڈبل سٹینڈرڈ کو ختم کرنا ہو گا اور جو ملکی مفادات کے ایسے منصوبے ہیں اس پر یک زبان ہونا ہو گا۔اس وقت جو پانی کے حالات ہیں اور پنجاب جن حالات سے دوچار ہو رہا ہے اس کے لئے جب تک کالا باغ ڈیم نہیں بنے گا جب تک حالات بہتر نہیں ہوں گے۔آپ دیکھیں کہ بھاشا ڈیم کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا ہے اس پر بھی میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ چلو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس فیلڈ پر کچھ تو کام شروع ہوا۔۔۔(شور وغل)

جناب ڈپٹی سپیکر:آرڈر پلیز،آرڈر پلیز!جاری رکھیں۔

سید مجاہد علی شاہ:جناب سپیکر!جو لوگ جمہوریت کا دعویٰ رکھتے ہیں اور کچھ لوگ ابھی جمہوریت کے دعویدار ہو رہے تھے میں سمجھتا ہوں کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:شاہ صاحب!آپ بجٹ پر بات کریں۔

سید مجاہد علی شاہ:جناب سپیکر!کم از کم یہ اپنے اندر سننے کی تو عادت ڈالیں۔ہو سکتا ہے کہ میری بات سے ان کو اختلاف ہو مگر وہ سننے کی تو عادت ڈالیں یہ کیسے جمہوریت کے پاسبان بنے ہوئے ہیں جو کسی کی بات سننا ہی نہیں چاہتے جو یہ کہتے ہیں وہ سچ ہے جو کوئی اور کہتا ہے وہ جھوٹ ہے۔یہ سنیں، انہیں اختلاف ہو سکتا ہے آپ اختلاف کر سکتے ہیں اور اپنی تقریر پر اختلاف کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ چیئر سے مخاطب ہوں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! اور بھی تقریریں ہوئی ہیں مجھے پتا تھا اور اندازہ تھا کہ میری باتوں سے ان کو زیادہ تکلیف ہو گی۔ مجھے پتا تھا کہ جو میں نے کھری باتیں کرنی ہیں کچھ دوستوں کو ضرور تکلیف ہو گی۔ ہمارے چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے اس کی بہتری کا یہیں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پچھلے سال پنجاب کا ترقیاتی بجٹ 53۔ارب روپے تھا جبکہ اس سال ترقیاتی بجٹ 100۔ارب روپے ہے۔ یہ اعداد و شمار یہاں پر غلط پیش نہیں کئے گئے۔ کم از کم اس چیز کو تو appreciate کیا جائے کہ اس ترقیاتی بجٹ میں جو سو فیصد اضافہ ہوا ہے یہ پنجاب کے اضلاع پر خرچ ہو گا اور ہمارے حلقوں پر خرچ ہو گا غریب عوام کی فلاح کے لئے خرچ ہو گا۔ میرے خیال میں بجٹ میں جو سو فیصد ترقیاتی فنڈز میں اضافہ ہوا ہے وہ معزز اراکین کو نظر نہیں آ رہا ہے۔ یہاں بجٹ پر کافی تقاریر ہو چکی ہیں لیکن میں جنوبی پنجاب کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ جنوبی پنجاب میں، یہاں کچھ ہمارے دوست صرف اپنی دکان چمکانے کے لئے اور کل پرسوں میں نے تقریر سنی ہے محترمہ فرزانہ صاحبہ کو بھی جنوبی پنجاب کا احساس ہو گیا ہے یہ بھی جنوبی پنجاب کے متعلق ہماری خیر خواہ بنی ہوئی تھی۔ میں صرف ایک گزارش کرتا ہوں کہ جب یہ جنوبی پنجاب کی محرومی کی بات کریں تو کم از کم ان ادوار کا جن میں یہ خود حکومت میں رہے ہیں وہ اعداد و شمار پیش کئے جائیں کہ ہم نے جنوبی پنجاب کے لئے یہ کیا اور اس حکومت میں وہاں کام کم ہوا ہے۔ تو عوام کے سامنے فرق ظاہر ہو گا کہ جب ان کے ادوار تھے، جب ان کی شہنشاہیت تھی، جب ان کی حکومت تھی تو انہوں نے جنوبی پنجاب کے لئے کیا کیا ہے اور آج جنوبی پنجاب کے لئے کیا ہو رہا ہے؟ صرف کسی پر یہ تنقید کر دینا کہ یہ نہیں ہو رہا ہے وہ نہیں ہو رہا میں کہتا ہوں کہ facts & figures کے مطابق بات کریں۔ یہ ہمیں بتائیں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت میں انہوں نے جنوبی پنجاب کے لئے کیا کیا کام کئے ہیں میں ان کو چیلنج کرتا ہوں یہ یہاں اٹھ کر اس کا موازنہ کریں۔ یہ بات ان کے لئے حیران کن ہو گی کہ پچھلے دنوں وزیر اعلیٰ پنجاب نے ملتان کا دورہ کیا اور وہ وہاں پر ایسے ایسے منصوبوں کا اعلان کر کے آئے ہیں جن کے متعلق جنوبی پنجاب کی عوام سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی ہماری باری بھی آئے گی۔

جناب سپیکر! سائنس اینڈ انجینئرنگ یونیورسٹی کے لئے 15۔ارب روپے کا پروگرام رکھا جا رہا ہے اور 15۔ارب روپے کا صرف ایک پراجیکٹ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!یہ بات بھی ان دوستوں کے لئے حیران کن ہو گی کہ ان کے ادوار گزرے ہیں انہوں نے کبھی جنوبی پنجاب کے عوام کی ثقافت کے متعلق نہیں سوچا جبکہ اس حکومت نے جنوبی پنجاب کے لئے ملتان میں ٹی وی سٹیشن کے قیام کا اعلان کر دیا ہے جو ہماری حسرت تھی اور ہم یہ سوچتے تھے کہ کبھی یہ مواقع بھی جنوبی پنجاب کے عوام کے لئے میسر ہوں گے۔انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ اسی سال یہ ٹی وی سٹیشن کام شروع کر دے گا۔

جناب سپیکر!وومن یونیورسٹی کا وہاں پر چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے اعلان کیا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس پر بھی کام شروع ہو جائے گا۔ملتان میں ہوم اکنامکس کالج کا وزیر اعلیٰ صاحب سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں جو غالباً چار کروڑ روپے کا پراجیکٹ ہے۔

جناب سپیکر!کچھ دن پہلے یہاں پر ایک ہمارے جنوبی پنجاب کے حوالے سے جن کے کندھوں پر سب سے زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے،آپ بھی غالباً اس وقت ہاؤس میں موجود تھے وہ یہاں پر کلمہ پڑھ کر کہہ رہے تھے،ویسے یہ ہاؤس جو ہے،یہ جگہ جو ہے عظمت رکھتی ہے، on the floor of the House کوئی بات ویسے ہی کوئی فاضل رکن غلط اٹھ کر کہے تو وہ ندامت کی بات ہے اور وہ اس ہاؤس کی insult ہے۔انھوں نے صرف سادہ بات نہیں کی بلکہ کلمہ پڑھ کر میں نے یہاں پر جو منصوبے انہیں بتائے تھے انھوں نے کہا کہ نہیں،یہ بھی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ نہیں ہو رہا،یہ بھی نہیں ہو رہا،وہ بھی نہیں ہو رہا۔میں نے ان کے متعلق تمام ریکارڈ وہاں سے حاصل کیا ہے۔میں ہیلتھ پراجیکٹ کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں کہ الحمد للہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ہیلتھ کے محکمہ میں جنوبی پنجاب کو اتنا خود کفیل کر دیا ہے کہ آپ جانتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر!۔۔۔

MR DEPUTY SPEAKER: I will not allow any point of order if I do? I have to allow every body.

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر!یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔نفرت پھیلانے والے وہ الفاظ مجھے پاکستان کے پورے Constitution کے اندر کسی جگہ پر Southern the word Southern Pubjab and on the نظر نہیں آتا۔ word کا Punjab legislative forum how can be used. Punjab is one united. پہلے ایسٹ پاکستان تھا، ویسٹ پاکستان تھا،کہاں گیا؟ Punjab is one. Punjab is united.

Southern یہPunjab should be taken as unanimously one Punjab. Punjabکے wordکو kindly expungeکیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! یہ جو احمد خان صاحب نے بات کی ہے یہ ان کے ذہن میں اپنی بات ہو گی۔ جب کاغذات میں ایک چیز لکھی جاتی ہے تو اس کو ویسے پڑھا بھی جاتا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بولے ہیں۔ آپ نے ان کو تو اجازت دے دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں بولے ہیں۔ وہpoint of explanationپر تھے۔ میں پوائنٹ آف آرڈر کی کسی کو اجازت نہیں دے رہا۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! میں ان منصوبوں کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں جو کہ اب اس A.D.P میں شامل ہو چکے ہیں۔ گورنمنٹ گرلز انٹر کالج کو اب ڈگری کالج بنا دیا گیا ہے۔

Provision of the amount of Rs. 200 billion for improvement of sewerage system

یہ سکیم ملتان شہر کے لئے 200 بلین روپے کی A.D.P میں شامل ہو چکی ہے۔

Fund amounting to Rs. 100 million for provision of clean drinking water for Jalalpur Pirwala, Shuja Abad and Sadar Tehsils.

یہ ہماری تحصیلوں کے لئے پہلی دفعہ پاکستان کی ہسٹری میں دیہاتوں میں صاف پانی مہیا کرنے کے لئے اتنی بڑی amountپہلی دفعہ provideکی گئی ہے۔ اس کے لئے ہم وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

اسی طریقے سے Provision of Rs. 200 million for construction of roads in Multan، اسی طرح جلالپور پیر والا ڈسٹرکٹ کے لئے انھوں نے construction of by passجلالپور کے لئے جو کہ شہر کا بہت بڑا منصوبہ تھا اس کے لئے وہ اعلان کر کے آئے ہیں اور جلالپور کا بائی پاس انھوں نے منظور کیا ہے۔ اسی طریقے سے شجاع آباد کا بائی پاس منظور کیا ہے۔ اسی طریقے سے بستی ملوک شجاع آباد روڈ کا کروڑوں روپے کا پراجیکٹ انھوں نے منظور کیا ہے۔ یہاں پر میں کہتا ہوں کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو آپ اچھی طرح سے دیکھ سکتے ہیں، یہ کاغذوں کی زینت

نہیں ہیں، عملی طور پر ان چیزوں پر کام ہو رہا ہے۔ پھر اس ہاؤس کا جو تقدس پامال ہوا ہے، جو محترم صدیقی صاحب نے یہاں پر کھڑے ہو کر کلمہ پڑھ کر ہاؤس کے سامنے باتیں کی ہیں، میں انشاء اللہ ان کے سامنے تحریک استحقاق لا رہا ہوں، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی انشاء اللہ یہاں پر کھڑے ہو کر کریں گے، on facts بات کریں گے، ہم ایسے لوگ نہیں ہیں، ٹھیک ہے میری باتوں پر دوستوں کو تکلیف ہوتی ہو، میں نے اگر اپنی پارٹی بدلی ہے تو صرف اس لئے بدلی ہے کہ پنجاب میں اتنے کام ہو رہے ہیں اور میں اپنے حلقے کو ان کاموں سے کیوں محروم رکھوں؟ میں خدانخواستہ کسی سے شرمندہ نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اپنے ووٹوں سے بن کر یہاں پر حاضر ہوا ہوں اور الحمد للہ ہم 1977 سے اللہ کی مہربانی سے اس ہاؤس میں میرے بزرگ بھی آئے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہاں پر آ کر کھڑا ہوں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے میں نے آپ کو ساری چیزیں بتائیں، ہیلتھ کے حوالے سے میں نے آپ کو ساری چیزیں بتائیں۔ زراعت کے حوالے سے میری جو پچھلی تقریر ہے، غالباً شاید کچھ دوستوں کو پتا ہو جو یہاں بیٹھے ہیں، میں نے اس میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ لیزر لیولنگ جو ہے وہ ہر یونین کونسل کی سطح پر پہنچایا جائے۔ میں نے یہاں پر کھڑے ہو کر مطالبہ کیا تھا اور آج الحمد للہ میں بھی سرخرو ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اس پالیسی کا اعلان کر دیا ہے کہ لیزر لیولنگ جو ہے وہ ہم یونین کونسل کی سطح پر مہیا کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کے محکمے کی یہ جو خدمت ہے اس کو کبھی کوئی کسان فراموش نہیں کر سکتا۔ پکے کھال جیسا کہ آپ کو پتا ہے، آپ خود بھی زمیندار ہیں کہ ہمارے پاس پانی کی کمی ہے۔ ہم بدقسمتی سے آج تک ڈیم نہیں بنا سکے۔ اسی دور میں پکے کھالوں کے لئے اربوں روپے کے جو پراجیکٹ وفاقی حکومت اور پھر صوبائی حکومت نے شروع کئے ہیں اس پر بھی میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس سے پانی بھی بچے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ کسان کو خوشحالی بھی آئے گی۔

جناب سپیکر! دوستوں نے وفاقی بجٹ تو سنا ہو گا کہ بجٹ میں پہلی مرتبہ کسانوں کے لئے ٹریکٹر، زرعی آلات امپورٹ کرنے پر ڈیوٹی ختم کی گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی زراعت کے شعبہ پر ایک طریقے سے ان کے اوپر مہربانی ہے کہ ہم اپنے زرعی آلات اور ٹریکٹر جو کہ اب بلیک ہونا شروع ہو گئے تھے وہ باہر سے امپورٹ کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہر قسم کی مشینری اب اس

ملک میں آ سکتی ہے۔

جناب سپیکر!ایک جو سب سے بڑااس وقت کسانوں کا مطالبہ ہے وہ میں ضرور آپ کی خدمت میں بھی پیش کروں گااور وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھی یہ گزارش کروں گا کہ اس وقت کسان کا سب سے بڑامسئلہ جو ہے وہ بجلی کا ٹیوب ویل ہے۔اس وقت بجلی جو ہے وہ کسان کے لئے بھی بربادی کا باعث .بنی ہوئی ہے اور اسی طریقے سے صنعتکار بھی اس کا بل ادا کرنے سے اس وقت قاصر ہے۔ اسی بجلی کی وجہ سے جو میرے دوست یہاں پر باتیں کرتے ہیں، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ بجلی کے ریٹس کس وجہ سے زیادہ ہوئے ؟کون لوگ اس میں شامل تھے اس وقت جب انہوں نے بجلی کے لئے باہر کے لوگوں سے ہمارے سودے کئے اورcommitment کی کہ یہ بل اس عوام کو ادا کرنا ہو گا؟ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ اس کا ذکر کیوں نہیں کرتے، کیوں یہ باہر کے لوگوں کو اس وقت ہمارے بجلی کے اثاثے بیچ کر گئے ہیں؟ جس کے لئے ہم آج تکsuffer کر رہے ہیں۔اس کے لئے ہماری گزارش ہے کہ ہم اس ہاؤس سے ایک مرتبہ پھر متفقہ طور پر قرار داد پیش کرنا چاہتے ہیں کہ بجلی کے ٹیوب ویلوں کے لئے خدارا!مزید سبسڈی دی جائے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب بھی اس میں سبسڈی دیں۔ وفاقی حکومت بھی اس میں سبسڈی دے اور خصوصاً بجلی کے جو ٹیوب ویلز ہیں ان کے کنکشنوں کے لئے بھی خصوصی فنڈز مہیا کئے جائیں کیونکہ بجلی کا کنکشن آپ کو پتا ہے کہ چھوٹا کاشتکار لگوانے سے قاصر ہے۔اس کا ریٹ اتناhigh ہے کہ اڑھائی تین لاکھ روپے سے کم میں ٹیوب ویل کے لئے بجلی کا کنکشن نہیں لگوایا جا سکتا تو اس کے لئے کوئی سبسڈی دینے کا اعلان کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔اب میں سمیع اللہ خان صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

جناب سمیع اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!شکریہ۔اس سے پہلے کہ میں وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے حوالے سے بات کروں میں صرف ایک بات جو شاہ صاحب نے کہی ہے کی مختصراً وضاحت کروں گا۔ ملک کے اندر کوئی بھی پراجیکٹ ہو اس کی تکمیل کسی نہ کسی حکومت نے ہی کرنی ہوتی ہے۔ اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ جہاں تک کالا باغ کا تعلق ہے اس پر اپوزیشن کا کچھ بھی مؤقف ہو سکتا ہے لیکن یقین رکھئے کہ جب بھی کالا باغ ڈیم بننا ہے وہ کسی نہ کسی حکومت کے دور میں بننا ہے، کسی نہ کسی حکومت نے اس کو بنانا ہے۔اب جہاں تک موجودہ حکومت کا تعلق ہے جنرل پرویز مشرف صاحب نے بڑے زور شور سے یہ اعلان کیا کہ ہم ہر صورت، ہر قیمت پر کالا باغ ڈیم کو بنائیں گے۔اس پر دو صوبوں، صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے درمیان تنازع تھا۔ وزیر اعلیٰ سندھ

نے پرویز مشرف کے ان comments پر کہا، واضح طور پر پریس کے سامنے statement دی کہ اگر جنرل پرویز مشرف کالا باغ ڈیم سندھ کی حکومت اور میری مرضی کے بغیر بنائے گا تو ارباب رحیم اس وزیر اعلیٰ کی کرسی کو ٹھوکر مار کر، استعفیٰ دے کر گھر چلا جائے گا۔ کاش! اس صوبے کا وزیر اعلیٰ ارباب رحیم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی طرح سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر کہتا، جس طرح ارباب رحیم نے کہا کہ اگر کالا باغ ڈیم بنا تو سندھ کا وزیر اعلیٰ ارباب رحیم استعفیٰ دے گا، کاش! صوبہ پنجاب کا وزیر اعلیٰ اسی طرح کہتا کہ اگر کالا باغ ڈیم نہ بنا تو میں اس وزارت اعلیٰ کو ٹھوکر مار کر گھر چلا جاؤں گا لیکن اس صوبے کا وزیر اعلیٰ یہ نہیں کہہ سکتا۔ جس نے یہ وزارت اعلیٰ بہت ساری حسرتوں، بہت ساری بے وفائیوں کے نتیجے میں حاصل کی ہو وہ اس کرسی کو ٹھوکر نہیں مار سکتا۔

جناب سپیکر! جہاں تک اس بجٹ کی بات ہے، اس صوبہ کے وزیر خزانہ نے جو بجٹ تقریر کی ہے میں اس کے صفحہ نمبر 1 کے دو فقرے آپ کے سامنے پڑھنا چاہوں گا۔ یہ صفحہ نمبر 1 کی دوسری لائن ہے:

> ''صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی دور اندیش قیادت میں ہم نے نہ صرف سیاسی استحکام کو یقینی بنایا، یہ اس کا ایک حصہ ہے بلکہ وزیر اعظم جناب شوکت عزیز کی جاں فشاں محنت کے باعث اقتصادی استحکام اور ترقی کی بھی ایک نئی فضا قائم کی۔ اس سیاسی اور اقتصادی استحکام کا بھرپور اثر پنجاب کے سماجی و ترقیاتی پروگرام پر بھی اجاگر ہوا''

جناب سپیکر! ہم نے تو یہی سنا تھا اور ہم نے یہی دیکھا ہے کہ کسی ملک کا جو سیاسی استحکام ہوتا ہے اس کا credit اس ملک کی برسر اقتدار سیاسی جماعت کو جاتا ہے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اگر کسی ملک میں سیاسی استحکام آتا ہے تو اس کا credit اس ملک کی پارلیمنٹ، اس ملک کے اقتدار میں جو جماعت ہوتی ہے اس کے پارلیمانی لیڈر کو جاتا ہے۔ یہاں اس بجٹ دستاویز میں ایک تخصیص کی گئی ہے کہ قیادت کا لفظ صرف پرویز مشرف کے لئے ہے اور اس ملک کے وزیر اعظم کو صرف ایک محنت کار show کیا گیا ہے جو جانفشانی سے محنت کرتا ہے۔ محنت کرنی اچھی بات ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس دستاویز میں جو status اس ملک کے وزیر اعظم، چیف ایگزیکٹو کو دیا گیا ہے کیا اس کے بعد یہ دعویٰ کرنا جائز ہے کہ ہماری پارلیمنٹ بااختیار ہے، ہماری پارلیمنٹ آزاد ہے، اس کے اندر طاقت ہے۔ آپ اپنے document میں جب یہ مانیں کہ اس ملک کی قیادت پرویز مشرف کر رہا

ہے اور وزیر اعظم کے لئے صرف ایک محنت کار کا لفظ استعمال کریں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ قاف لیگ کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔اس ملک میں سیاسی استحکام ہے یا نہیں، میں اس پر ابھی بات کروں گا لیکن اگر ایک منٹ کے لئے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اس ملک میں سیاسی استحکام ہے تو کاش (ق) لیگ اس کا credit شوکت عزیز کو دیتی یا چودھری شجاعت حسین کو دیتی ہم سمجھتے کہ یہ سیاسی قبیلے کو credit گیا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! یہ جو بجٹ تقریر ہوتی ہے اس کے دو صفحے ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں حکومت اپنے سیاسی vision کو آگے رکھتی ہے اس کے بعد ایک اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ شروع ہوتا ہے۔ میرا یہ شک ہے کہ پہلا صفحہ اس صوبے کا کوئی کلرک بناتا ہے، کوئی بیوروکریٹ بناتا ہے اور نہ کوئی وزیر خزانہ بناتا ہے بلکہ میں ثابت کروں گا کہ یہ پہلا صفحہ جی ایچ کیو سے بن کر آتا ہے۔ میں وزیر خزانہ کو یاد دلاؤں گا کہ 04-2003 کی آپ بجٹ speech اٹھا کر دیکھیں۔اس میں لکھا ہے کہ ہمارے ملک کے قائد جمالی صاحب ہیں لیکن اس سے اگلے سال جب وزیر خزانہ تقریر کرتے ہیں، اس وقت بھی جمالی وزیر اعظم ہیں لیکن ان کا نام نہیں لکھا جاتا اور میں نے اپنی اس وقت کی بجٹ تقریر میں یہ نشاندہی کی تھی کہ آج اس ملک کا وزیر اعظم جمالی ہے لیکن یہاں پر جمالی کا نام نہیں لکھا ہوا۔ جناب ٹھیک اس کے پندرہ دن پر جمالی کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ جس ملک کے اندر آپ ایک ماہ کے اندر تین وزرائے اعظم تبدیل کریں اس کے بعد پھر کہیں کہ ملک میں سیاسی استحکام ہے تو اللہ ہی حافظ ہے۔اگر صرف اسمبلیوں میں زیادہ دیر بیٹھنا سیاسی استحکام کی علامت ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوام کے ساتھ زیادتی ہے اور اس ملک کی پارلیمنٹ کے ساتھ بھی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! آج وانا سے لے کر بلوچستان تک سارے پاکستان کے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے اور خصوصاً پنجاب کے نمائندے جو یہاں بیٹھے ہیں ان کے لئے سوچنے کا مقام ہے۔ ہم وہ تجربہ دوبارہ نہیں دھرانا چاہتے۔اگر بلوچستان کی پائپ لائن پر بم باندھے جا رہے ہیں، ان کو اڑایا جا رہا ہے تو پاکستان کا کوئی بھی شہری اس عمل کی کسی طور پر حمایت نہیں کر سکتا لیکن اگر ان تخریب کاریوں کی آڑ میں آپ بلوچستان کی عوام کو بندوق کی طاقت پر اپنا غلام بنانے کا پیغام دیں گے تو ہم یہاں اعلان کرتے ہیں کہ بلوچستان کا مقدمہ ہم یہاں پنجاب اسمبلی میں کھڑے ہو کر لڑیں گے۔یہی ایک راستہ ہے، اس وفاق کو متحد رکھنے کا یہی ایک راستہ ہے۔اس کے بغیر وفاق متحد نہیں رہ سکتا لہذا پنجاب کے عوام کھڑے ہو کر بلوچستان کا مقدمہ لڑیں۔آج آپ 60 لاکھ آبادی کے صوبے، جو لاہور شہر کی

آبادی سے بھی تھوڑی آبادی والا صوبہ ہے ان 60لاکھ افراد کو آپ 60 سالوں میں مطمئن نہیں کر سکے،ان کی زندگیوں کو بہتر نہیں کر سکے۔آج ان کو غداری کا طعنہ دے کر،انھیں مختلف القاب دے کر،وہاں پر چھاؤنیاں بنا کر انھیں ساتھ رکھنے کی کوشش کریں گے تو ہم پنجاب کی سڑکوں پر،پنجاب کے اس ایوان میں بلوچستان کے عوام کا مقدمہ لڑیں گے کیونکہ اسی سے سیاسی استحکام آئے گا۔

جناب سپیکر!جہاں تک اقتصادی استحکام کا تعلق ہے۔میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں پر یہ کہا گیا کہ خزانہ خالی کر گئے،میاں نواز شریف اور محترمہ بے نظیر بھٹو خزانہ خالی کر گئے۔پنجاب کے عوام،عام آدمی ان بھاری بھر کم اصطلاحات،زر مبادلہ،import, exportسٹاک ایکسچینج کو نہیں جانتا۔یہ کہتے ہیں کہ نواز شریف،بے نظیر نے خزانہ خالی کر دیا اور ہم نے نہ صرف خزانہ بھرا بلکہ اب وہ overflowہو رہا ہے۔

جناب سپیکر!عام بندہ اس بات کو اس طرح سے دیکھتا ہے کہ جب خزانہ خالی تھا اور وہ آٹا لینے جاتا تھا تو اسے -/6روپے کلو ملتا تھا۔آج خزانہ لبالب بھرا ہوا ہے لیکن آٹا-/15روپے کلو ہے۔ جب خزانہ خالی تھا-/18روپے کلو چینی ملتی تھی۔آج خزانہ بھرا ہوا لیکن -/42روپے کلو چینی مل رہی ہے۔آپ میرے ساتھ آئیں اس صوبہ پنجاب کا عام اور غریب آدمی کہے گا کہ خدا کے لئے یہ بھرا ہوا خزانہ ہمیں نہیں چاہئے جہاں خالی خزانے کے ساتھ پٹرول کی قیمت -/22روپے لیٹر تھی اب بھرے ہوئے خزانے کے ساتھ -/58روپے لٹر ہے۔اس ملک کی 15کروڑ اور اس صوبے کی 8کروڑ عوام ایسے بھرے ہوئے خزانے پر لعنت بھیجتے ہیں اور آج بھی وہ خالی خزانے کے اس دور کو یاد کرتے ہیں۔

جناب والا!یہ اقتصادی استحکام کی بات کرتے ہیں۔میں مانتا ہوں کہ کچھ areaمیں اقتصادی استحکام آیا ہے اور میں ایک دو پوائنٹس سے اس کی نشاندہی کروں گا۔پہلا ایریا جس میں اقتصادی استحکام آیا میں وہ بتانا چاہوں گا کہ آج سے چھ ماہ پہلے اس ملک کی 15کروڑ عوام اور اس صوبے کی 8کروڑ عوام -/22روپے کلو چینی لیتے تھے۔اب میں ان کی تسلی کے لئے کہتا ہوں کہ اقتصادی استحکام کس شکل میں آیا کہ فروری میں جب چینی کی shortageہوئی تو فروری میں ہی حکومت پاکستان نے 24شوگر ملوں کو باہر سے withholding and import taxکے بغیر خام چینی منگوانے کی اجازت دے دی۔۔۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Time is extended for one hour.

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!آپ نے 3.3 پر ٹائم extend کیا ہے لیکن ہاؤس کا ٹائم 3.00 بجے تک کا تھا۔ ہاؤس کی یہ تین منٹ غیر آئینی کارروائی ہوئی ہے اس لئے اب آپ اس ہاؤس کی کارروائی مزید جاری نہیں رکھ سکتے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: According to my rule it is exact 3.00 p.m.

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر!ان چوبیس شوگر ملوں کو جو چار لاکھ ٹن چینی درآمد کرنے کی اجازت دی گئی۔ افسوس کی بات ہے کہ ان چار لاکھ ٹن چینی میں سے ایک کلو چینی بھی رعائتی نرخوں پر عوام کے پاس نہیں آئی۔ میں ان چوبیس شوگر ملوں سے صرف تین شوگر ملوں کے نام لینا چاہوں گا۔ جی ای ڈبلیو شوگر مل،تاندلیانوالہ شوگر مل اور پھالیہ شوگر مل نے بھی یہ چینی منگوائی باقی شوگر ملیں بھی ہیں۔ جے ای ڈبلیو جناب جہانگیر ترین کی ہے،تاندلیانوالہ جناب ہمایوں اختر کی اور پھالیہ شوگر مل چودھری شجاعت حسین کی ہے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: شیم، شیم۔

جناب سمیع اللہ خان:ان شوگر ملوں نے عوام کے لئے رعایتی چینی بغیر ٹیکس کے اور withholding tax منگوائی لیکن کوئی ثابت کردے کہ یہ چینی جس مقصد کے لئے منگوائی تھی اس پر عمل ہوا ہو تو ہم اس کی تحقیقات کے لئے تیار ہیں۔

جناب والا!دوسرا ڈاکا یہ ڈالا گیا ان کا اپنا فیصلہ تھا کہ کوئی شوگر مل 25 فیصد سے زیادہ سٹاک نہیں کر سکتی۔ اب میں بتانا چاہوں گا کہ جے ای ڈبلیو مل نے 25 فیصد کی بجائے 63.8 فیصد سٹاک کیا۔ تاندلیانوالہ شوگر مل نے 83.1 فیصد چودھری شوگر مل نے 70.8 فیصد سٹاک کیا۔ انڈس شوگر مل نے 82.0 فیصد سٹاک کیا۔ یہ جہانگیر ترین،جناب ہمایوں اختر،چودھری شجاعت حسین اور دریشک صاحب کی شوگر ملیں تھیں جنھوں نے 25 فیصد کی بجائے 80 فیصد سٹاک کیا۔

جناب والا! میرا آخری سوال یہ ہے کہ اگر میں نے یہاں کھڑے ہو کر پیپلز پارٹی کے ذکاء اشرف کی شوگر مل کا کیس لڑنا ہے۔ اگر میں نے یہاں کھڑے ہو کر پیپلز پارٹی کے ذوالفقار مرزا کی شوگر مل کا کیس لڑنا ہے یا ادھر کھڑے ہو کر چودھری شجاعت حسین، ہمایوں اختر اور دریشک کی شوگر مل کا کیس لڑنا ہے تو پھر میرا سوال ہے کہ اس ملک کی 15 کروڑ عوام کا کیس کون لڑے گا؟ ہم کسی کا کیس نہیں لڑنا چاہتے ہم کہتے ہیں کہ غیر جانبدارانہ تحقیقات کروائی جائیں لیکن اس ملک میں ان مراعات یافتہ اور بااثر طبقات کے خلاف کوئی تحقیق نہیں ہو سکتی۔ گزشتہ سات سال سے نیب

میرے خلاف سیاست دانوں کے خلاف چاہے وہ کیبنٹ میں بیٹھے ہوں چاہے ادھر بیٹھے ہوں تحقیقات کر رہا ہے لیکن پورے سات سال میں نیب کے پاس عوام کا صرف ایک کیس آیا۔ سات سال میں واحد کیس آیا جو عوام کا کیس تھا لیکن نیب نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہی کہوں گا کہ یہ جو پہلے صفحے پر دو فقرے ہیں اگر یہ ان فقروں کو ختم کر دیں تو میں مان لوں گا کہ اس ملک میں سیاسی استحکام بھی ہے اور اقتصادی استحکام بھی ہے۔ بہت شکریہ

MR. DEPUTY SPEAKER: Thank you. Next speaker is Dr. Sohail Zafar Cheema.

سپیشل اسسٹنٹ برائے وزیر اعلیٰ: نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو چوتھا ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب، وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک، تمام کیبنٹ اور معزز اراکین اسمبلی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آج بجٹ پر بحث کا چوتھا اور آخری دن ہے لیکن معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ میں ان چار دن میں یہ امید ہی کرتا رہا کہ اپوزیشن کی طرف سے کوئی مثبت تجاویز آئیں گی لیکن ہماری یہ بد قسمتی ہے کہ ہمارے معزز ایوان میں بجٹ اجلاس کو بھی سیاسی تقریروں کی نذر کر دیا گیا۔ ہماری اپوزیشن کے معزز اراکین کے لئے ایک بڑی پرانی مثال ہے کہ ہمارے ایک پینٹر نے اپنی زندگی کی بہترین کاوش ایک تصویر کی صورت میں بنائی اور اس نے سوچا کہ اس میں کوئی غلطی نہیں ہو گی لیکن اس کی بد قسمتی کہ جب اس نے تصویر کے نیچے caption لگایا تو اس پر لکھا کہ اگر آپ کو کہیں پر بھی کوئی غلطی محسوس ہو تو اس کے اوپر دائرہ لگا دیں۔ اس نے جب اگلے دن دیکھا تو پوری تصویر دائروں کے ساتھ بھری ہوئی تھی۔ وہ بڑا پریشان ہوا اور اس نے رانا ثناء اللہ صاحب جیسے عقلمند دوست سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ اب سب سے بری تصویر بناؤ اور نیچے caption یہ لکھو کہ اگر اس تصویر میں کوئی بھی غلطی محسوس ہو تو اسے درست کر دیں۔ وہ تصویر ایک یادو مہینے لگی رہی لیکن وہاں ٹھیک کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

جناب سپیکر! مہنگائی کے بارے میں کئی لوگوں نے باتیں کیں۔ ٹھیک ہے مہنگائی ہوئی لیکن نہ تو کسی بندے نے اس کا کوئی حل پیش کیا نہ اس کی وجہ بیان کی۔ انگریزی کا ایک بڑا مشہور محاورہ کہ If you are not part of solution then you are the part of

problemہم لوگproblemsکی بات تو کرتے ہیں لیکن ہمارے پاسsolutionبالکل نہیں ہوتے۔ماشاءاللہ یہ گریجوایٹ اسمبلی ہے اور آپ سب کو مہنگائی کی وجہ کا پتا ہے آج سے تقریباً چار سال پہلے انٹرنیشنل مارکیٹ میں تیل کے ریٹ 11ڈالر فیbarrel تھے لیکن آپ دیکھیں کہ دنیا میں75ڈالر فیbarrelتیل مل رہا ہے۔حکومت اسے کتناsubsidizeکرے۔اس وقت دنیا میں سات سو گنا ریٹ زیادہ ہو گئے یقیناً ہماری جتنی بھیgoodsہیں جتنی بھیproductsہیں ان کی قیمتیں بڑھیں گی۔گورنمنٹ کوشش کر رہی ہے اور میں آپ کو یقین دلانا چاہوں گا کہ اللہ کے فضل وکرم سے گورنمنٹ کو اپنی ذمہ داریوں کا پوری طرح احساس ہے۔

جناب سپیکر!ہم لوگ اپنیright directionمیں جا رہے ہیں۔میں تھوڑا سا آپ کے سامنے بجٹ سے متعلق اعداد وشمار اپوزیشن کی نذر کرنا چاہوں گا۔ہماری حکومت سے پہلے جو کچھ آخری حکومتیں آئیں جس میں پیپلز پارٹی کی حکومت 96-1993میں آخری دفعہ آئی۔اسی طرح مسلم لیگ(ن)کی حکومت جو1997تا1999میں آئی اس کاcomparisonاور ہمارا آج کا جو بجٹ ہے اس کےcomparisonمیں ضرور آپ کی نذر کرنا چاہوں گا۔تعلیم کے سلسلے میں بات کرتے ہوئے یہاں سے ہمارے اپوزیشن کے ممبران صحت کی بات کرتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں صاف پانی کی بات کرتے ہوئے بھی تھکتے نہیں ہیں۔

جناب سپیکر!ہماری معزز پیپلز پارٹی کی حکومت نے جو کہ 96-1993میں برسر اقتدار تھی اس میں محمد افضل سندھو صاحب جو تھے اور یہ ریکارڈ کی بات ہے وہ اس وقت وزیر خزانہ تھے۔اس وقت محکمہ تعلیم کے لئے جو ٹوٹل بجٹ رکھا گیا وہ2۔ارب72کروڑ روپے تھے۔مسلم لیگ کی جو حکومت تھی جس میں سردار ذوالفقار علی کھوسہ وزیر خزانہ تھے اور انہوں نے99-1998میں جو بجٹ تقریر کی اس میں ٹوٹل2۔ارب اور57کروڑ روپے ایجوکیشن سیکٹر میں رکھا گیا۔آج اللہ کے فضل سے آپ کے سامنے جو دریشک صاحب نے پچھلا بجٹ پیش کیا اس میں 07-2006میں 1.2۔ارب48کروڑ روپے ایجوکیشن سیکٹر میں رکھا گیا ہے۔اس کے بعد آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کہاں پر خرابی ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے ذہنوں میں زیادہ خرابی ہے۔اس کے بعد صحت کے سیکٹر کی میں بات کرتا ہوں ہمارے ڈاکٹرز صاحبان جناب اسد صاحب اور دوسروں نے بھی جو تقریر کی ہیلتھ سیکٹر کا یہ عالم تھا کہ 97-1996میں پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں ایک ارب26کروڑ ٹوٹل ہیلتھ سیکٹر کے لئے رکھا گیا۔مسلم لیگ(ن)کے زمانے میں99-1998میں ایک ارب45کروڑ روپے

صرف رکھا گیا۔اس کے بعد آج ہماری حکومت نے اللہ کے فضل وکرم سے 4۔ارب 30 کروڑ روپے کا ترقیاتی بجٹ رکھا ہے۔یہ میں سارے ترقیاتی بجٹوں کی بات کر رہا ہوں۔اسی طرح میں پبلک ہیلتھ سیکٹر کی بات کرتا ہوں کہ ٹوٹل 2۔ارب 9 کروڑ روپے جو ہے 98-1997 میں پیپلز پارٹی کے دور میں رکھا گیا اور مسلم لیگ (ن) کی گورنمنٹ نے آکر اور کم کر دیا۔ایک ارب اور 72 کروڑ روپے ٹوٹل ترقیاتی بجٹ رکھا گیا۔اب پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے اللہ کے فضل وکرم سے 5۔ارب اور 20 کروڑ روپیہ پبلک ہیلتھ سیکٹر میں مختص کیا ہے۔اسی طرح آپ روڈز کی بات کریں۔میرے ایک معزز دوست سمیع اللہ خان صاحب خزانوں کی بات کر رہے تھے۔خزانہ یہ تھا اور ہم لوگ عوام کے لئے کیا کر رہے تھے۔اس کے بارے میں اب روڈ سیکٹر کو آپ دیکھ لیں پیپلز پارٹی کے 97-1996 کے دور اقتدار میں جو بجٹ ہے اس میں 93 کروڑ اور 50 لاکھ روپے مختص کئے گئے۔یعنی ایک ارب سے بھی کم روڈ سیکٹر میں رکھا اور اس کے بعد جب مسلم لیگ (ن) کی حکومت آئی تو انہوں نے عوام کے ساتھ بڑی مہربانی کی اور اس مد میں ایک ارب اور 53 کروڑ روپے مختص کئے گئے۔اب اللہ کے فضل وکرم سے 14۔ارب روپے مختص کئے ہیں جو شاید آپ کا ٹوٹل ڈویلپمنٹ بجٹ ہو گا اس کو ہم نے روڈ سیکٹر میں اللہ کے فضل سے رکھا ہے۔

جناب والا! یہ ایک موازنہ تھا جو ایجوکیشن ہیلتھ اور روڈ سیکٹر کا تھا۔ہمارے اپوزیشن کے دوستوں کو ایجوکیشن کا درد بہت ہوتا ہے اب اس کا بہتر ثبوت آپ کے سامنے ہے۔پنجاب گورنمنٹ ملک کی پہلی گورنمنٹ ہے جو ہماری موجودہ حکومت ہے جو صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کے vision کے مطابق ملک میں ترقی اور infrastructure development پر کام کر رہی ہے۔آپ کے سامنے 100۔ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ آج تک کوئی بھی گورنمنٹ پیش نہیں کر سکی۔اپوزیشن کے پاس ہمیشہ ایک alternative programme ہوتا ہے جس پر بات ہوتی ہے کہ ہیلتھ سیکٹر میں انہوں نے یہ کیا ہے اور ہم یہ کریں گے۔ایجوکیشن میں اگر یہ اس طرح کے پروگرام شروع کر رہے ہیں تو ہم یہ کریں گے۔آپ مجھے یہ بتائیں کہ کسی اخبار میں اسمبلی کے اس فورم میں جہاں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ یہ alternative programme دیں۔آج تک اپوزیشن نے اپنا کوئی نعم البدل پروگرام دیا ہے۔سوائے تنقید برائے تنقید کے یہاں پر اور کوئی دوسرا کام ہوتا ہی نہیں ہے۔آپ نے اگر یہاں سے راولپنڈی تک پہنچنا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ What we want. ہم پہنچیں گے کیسے۔How we do that. اور ہم اس کو کیسے

کریں گے لیکن نہ تو ہمیں یہ پتا ہے کہ ہماری منزل کیا ہے اور نہ ہی ہمیں یہ پتا ہے کہ ہم نے وہاں پہنچنا کیسے ہے؟ ہم صرف اور صرف یہ بات کریں گے کہ جناب وردی غلط ہے۔ جناب وردی کیوں غلط ہے؟ اگر کوئی آپ کے پاس alternate پروگرام ہے کہ جی مشرف صاحب کو ہٹادیں، پرویز الٰہی صاحب کو ہٹادیں لیکن عوام کو اس کا alternate پروگرام تو دیں۔ آپ عوام کو دینا کیا چاہتے ہیں اب ہم کیا دینا چاہتے ہیں? What we want ہماری گورنمنٹ کا کیا ایجنڈا ہے؟ ہم بے روزگاری کو کم کرنا چاہتے ہیں 100 فیصد خواندگی ہم چاہتے ہیں کہ ہو جائے۔ اللہ کے فضل سے ہم اس کو بہت جلد achieve بھی کر لیں گے۔ poverty elimination جو ہے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے ہم اس کو بھی بہتر کرنا چاہتے ہیں۔ ہیلتھ سیکٹر ریفارم کے ذریعے سے ہم اس کو improve کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ crime rate بھی ایک مسئلہ ضرور ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اپنی بات کو wind up کریں۔

سپیشل اسسٹنٹ برائے وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! مجھے پچھلی دفعہ بھی موقع نہیں ملا تھا اس لئے میں آپ سے تھوڑا سا وقت زیادہ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی فرما کر wind up کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ابھی لمبی لسٹ ہے۔

سپیشل اسسٹنٹ برائے وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی ایجوکیشن سیکٹر پر بھی بات کرتا چلوں۔ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو اور وزیر تعلیم کو کہ اتنی زبردست کوشش کی ہے کیونکہ کوئی بھی ملک تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر! میں رانا ثناء اللہ خان صاحب اور پیپلز پارٹی کے معزز دوستوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے پرانے بزرگ ہیں اور میرے والد صاحب بھی اس اسمبلی میں ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ ہم نے اس تعلیم کے سیکٹر پر اتنا ظلم کیا کہ کہ نان ٹرینڈ میٹرک پاس ٹیچر ہم نے بھرتی کئے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ پورے پنجاب میں آج جو ایجوکیشن کا بیڑہ غرق ہوا ہے وہ اسی وجہ سے ہوا ہے اور ہم نے بغیر کسی میرٹ کے ان لوگوں کو بھرتی کر لیا جو آج ایجوکیشن سیکٹر میں ہمارے گلے میں ہڈی کی طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ آج کے کمپیوٹر کے زمانے کے بچوں کو کیسے وہ educate کریں گے۔ اس وقت ہماری حکومت نے تقریباً 25 ہزار سکولوں کو missing facilities provide کی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ دو سال میں پنجاب کے اندر اللہ کے فضل سے کوئی سکول ایسا نہیں ہوگا جہاں پر missing facilities کی صورت میں کوئی problem

آئے۔اسی طرح پنجاب گورنمنٹ کا کارنامہ میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ آپ اپنے ارد گرد کے ملکوں کی طرف نظر دوڑائیں کتنے ملک ہیں جہاں پر فری ایجوکیشن ہے۔یہ ہمارا پنجاب گورنمنٹ کا کارنامہ ہے جس کی دوسرے صوبے تقلید کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! بچیوں کی تعلیم کے حوالے سے ہمارا drop out rate بہت زیادہ تھا ہم نے ان کو -/200 روپے ماہوار stipending دیا جس کی وجہ سے آج ہمارا drop out rate لڑکیوں کا خاص طور پر بہت کم ہو گیا ہے۔جناب میرے بھائی احمد نے جنوبی پنجاب کے متعلق کہا تھا ان کو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بنیادی طور پر یہ انہی کا پروگرام ہے۔اسی طرح سے مفت کتابیں بھی فراہم کی جا رہی ہیں۔اسی طرح سے 90 ہزار ٹیچرز کے لئے جو ہم نے ٹیچرز ٹریننگ پروگرام شروع کیا ہے یہ بھی ہماری حکومت کا ایک زبردست کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر! Human resource development جو ہے وہ کسی بھی ملک کے لئے انتہائی اہم ہے۔جتنے بھی ہمارے ترقی یافتہ ملک ہیں وہاں پر human resource کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ہماری بد قسمتی کہ اس سے پہلے جتنی بھی ہماری حکومتیں آئیں انہوں نے اس سیکٹر پر کوئی کام نہیں کیا۔آج یہ عالم ہے کہ اگر ہمیں کہیں پر کوئی ٹرینڈ بندے بھیجنے پڑیں جیسے اس وقت کینڈا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے اسی طرح دوسرے ملکوں کو بھی افرادی قوت کی ضرورت ہے اور even ہمارے پاکستان میں بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے لیکن ہمارے پاس ٹرینڈ لوگ موجود نہیں ہیں۔اللہ کے فضل سے آپ کے سامنے ٹیوٹا اور ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے ذریعے سے ہم ہنر مند لوگ تیار کر رہے ہیں۔اس کے علاوہ گجرات میں جو یونیورسٹی ہے اور ابھی جو دو یونیورسٹیاں جو اللہ کے فضل سے سیالکوٹ روڈ پر ابھی وزیر اعلیٰ صاحب نے بنانے کا اعلان کیا ہے۔اس کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ ٹریننگ کا جو factor ہے اس پر بھی کافی توجہ دی گئی ہے اور اس سے ہمیں کافی فائدہ ملے گا۔

جناب سپیکر! ہمیشہ سمال اینڈ کاٹیج انڈسٹری جو ہے وہ کسی بھی ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔اللہ کے فضل سے ہمارا جو rural modernization programme ہے اس کے متعلق وزیر اعلیٰ صاحب نے اعلان کیا ہے اور ہمارے بجٹ میں بھی آیا ہے تقریباً اس سے تین ملین لوگوں کو روزگار اللہ کے فضل سے ملے گا۔

جناب سپیکر!ایگریکلچر سیکٹر جو سب سے اہم ہے میں اس پر تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے بھائی سمیع اللہ صاحب نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈیمز کے بارے میں بات کی۔ یہ ہماری پہلی گورنمنٹ ہے جس نے اللہ کے فضل وکرم سے ڈیمز کا نہ صرف اعلان کیا بلکہ بھاشا ڈیم کی صورت میں ڈیم پر کام شروع ہو چکا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے جناب سمیع اللہ کو بتانا چاہوں گا کہ پیپلز پارٹی وہ واحد جماعت ہے جو پہلے دن بھی کالا باغ ڈیم بنا سکتی تھی، وہ آج بھی ہماری مدد کر سکتی ہے لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ یہ کبھی بھی نہیں چاہیں گے کہ اس طرح سے ہو۔ ایک طرف یہی پارٹی سندھ میں مخالفت کرتی ہے دوسری طرف یہاں پنجاب میں نعرے مارتی ہے کہ کالا باغ ڈیم بننا چاہئے ان کی دوغلی پالیسی کو پنجاب کے عوام اب بڑے اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر!ابھی محترم سمیع اللہ خان صاحب نے یہاں پر گفتگو فرمائی میں ان کی correction کرنا چاہتا ہوں۔انہوں نے چودھری شوگر ملز کی ownership چودھری شجاعت حسین صاحب کے نام سے منسوب کی۔ میں correct کرتا چلوں کہ وہ میاں نواز شریف کی مل ہے اور دوسری بات میں on the floor of this august House میں حلفاً کہتا ہوں کہ اگر چودھری شجاعت حسین صاحب یا ان کے خاندان میں کسی مل نے شوگر کو سٹاک کیا ہے تو بحیثیت ایگریکلچرل مارکیٹنگ منسٹر میں resign کر جاؤں گا۔(قطع کلامیاں)

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ آج ان کا resign آئے گا لیکن یہ شاید جوش جذبات میں resign کا کہہ گئے ہیں۔ میرے پاس فیڈرل پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی رپورٹ ہے جو میں ایوان میں آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں اور اس میں، میں نے اپنی طرف سے اور نہ ہی میں نے اخبار میں یہ پڑھ کر بلکہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی جس کے چیئرمین میرے خیال میں ملک اللہ یار صاحب ہیں اس کمیٹی کی findings اس دن کے پاکستان کے تمام قومی پریس میں آئی ہیں۔ جس میں ساری ملوں کی تفصیل اور جتنا جتنا سٹاک ہے اور فیڈرل ایگریکلچر سیکرٹری جو گورنمنٹ کو represent کر رہا تھا اور ڈاکٹر اشفاق جو میرے خیال میں اکنامک ڈویژن کو represent ہیں انہوں نے ان facts کو تسلیم کیا اور انہوں نے کہا کہ کمیٹی کو جو facts مہیا کئے گئے ہیں یہ facts ہم پرائم منسٹر کے knowledge میں لائے تھے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،ملک صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور:جناب سپیکر!چونکہ It is matter of record. یہاں پر جو کچھ کہا جاتا ہے وہ ریکارڈ کا حصہ بن جاتا ہے۔ رانا قاسم نون صاحب نے ایک چیز کی correction تو کر دی کہ چودھری شوگر ملز کی ownership میاں نواز شریف صاحب کی ہے جو کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ گوجرہ میں ہے لیکن جہاں تک Monoply Control Asset کے متعلق پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں جو debate ہوئی اور جس کا reference سمیع اللہ خان دے رہے ہیں میرا خیال ہے He is misinterpreting it جو Monoply Control Asset کی بات ہے اس میں بھی شوگر ملز کے پاس لائسنس تھا to import suger into this country and provide it on the subsidized rates. چودھری شوگر ملز کے پاس بھی وہ لائسنس تھا اور انہوں نے اس کو اپنے کنٹرول میں رکھا اور -/42 روپے پر بیچا تو مہنگائی کا ذمہ دار کون ہوا؟اور باہر آپ کے پاس کمپیوٹر پر شوگر ملز ایسوسی ایشن کے figures موجود ہیں۔ I can challenge it on the floor of the House. 70 percent of the آپ نکال کر لے آئیں Monoply Control Asset lies with them. اگر چینی کی مہنگائی ہے تو وہاں پر ہے یہاں پر نہیں ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Let us come down to the debate now. We have to wind up.(قطع کلامیاں)

That is understood. خان صاحب!آپ نے point raise کیا انہوں نے جواب دے دیا۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر!اس ہاؤس میں ٹائم رکھ لیں اور اگر ان کو ہے کہ چودھری شجاعت حسین یا جو نام میں نے لئے ہیں وہ نہیں ہیں تو آپ یہ کیس نیب کو دیں۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب!میں next time آپ کو ٹائم دوں گا۔اب میں محترمہ شہناز سلیم کو دعوت دوں گا۔

محترمہ شہناز سلیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!14۔جون کو 2006-07 کا بھاری بھر کم اور معتبر بجٹ پیش ہو چکا ہے جو ماشاء اللہ اس حکومت کا چوتھا بجٹ ہے۔اس بجٹ کی ہر چیز پر بات ہو چکی ہے۔میں چند تجاویز اور گزارشات کرنا چاہوں گی۔اس میں ترقیاتی

بجٹ کے لئے100۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جس میں سے 23۔ارب روپے special infrastructure programme کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ rapid mass transit system کے لئے بھی پیسا رکھا گیا ہے۔اس میں light engineering, triangle اور اس طرح کے ترقیاتی ماڈلز کے لئے جو پیسے رکھے گئے ہیں یہ سارے پیسے لاہور رنگ روڈ، سیالکوٹ لاہور موٹروے کے لئے رکھے گئے ہیں۔ light engineering triangel Lahore, Sialkot, Gujranwala, Gujrat, Sheikhupura پر محیط کیا گیا ہے اور اس triangel کو بہترین ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کی سہولیات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! ہم سنٹرل پنجاب کی ترقی کے مخالف نہیں ہیں لیکن یہ سہولیات جنوبی پنجاب میں رہنے والوں کو بھی برابر بہم پہنچائی جائیں تاکہ اس خطہ میں رہنے والے لوگوں کو احساس محرومی نہ ہو۔

جناب سپیکر! سیالکوٹ لاہور موٹروے کے لئے رقم مختص کی گئی ہے حالانکہ یہ موٹروے لاہور سے بذریعہ فیصل آباد، ملتان جانی تھی اور ملتان سے ڈیرہ غازی خان، انڈس، سپر ہائی وے کو touch کرنی تھی جہاں سے گوادر سی پورٹ بلوچستان، سندھ سے آنے والی ٹریفک نے گزرنا تھا لیکن اس کے لئے بجٹ میں کوئی پروگرام نہیں ہے حالانکہ ڈی جی خان چاروں صوبوں کو ملانے والا ضلع ہے۔ چاروں صوبوں کی ٹریفک اس ضلع سے گزر کر جاتی ہے۔

جناب والا!! اسی طرح ایک اور ترقیاتی پراجیکٹ کی بات ہے جرمنی کی یونیورسٹی آف برلن حکومت پنجاب وفاقی ہائر ایجوکیشن کمیشن کے اشتراک سے انجینئرنگ یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے۔اس طرح کی ایک یونیورسٹی کا قیام جنوبی پنجاب کے کسی بھی علاقے میں عمل میں لایا جائے۔ سنٹرل پنجاب میں جنوبی پنجاب کی نسبت پہلے سے ریسرچ اور تعلیمی سہولیات موجود ہیں۔ سنٹرل پنجاب کی طرح اس قسم کے ترقیاتی پروگرام اور فنڈز جنوبی پنجاب کو دیئے جائیں۔

جناب سپیکر! فنڈز کی کمی کی وجہ سے جنوبی پنجاب کے لوگ جو محرومیاں محسوس کرتے ہیں تو اس سے ان کی سوچ negative ہو رہی ہے۔ ویسے بھی آبادی کے حساب سے allocate کئے گئے فنڈز سے جنوبی پنجاب کا حصہ 40۔ارب روپے بنتا ہے جو نہیں دیا گیا۔ جنوبی پنجاب میں ٹیکسٹائل ملیں لگائی جائیں، وہاں وافر مقدار میں خام مال موجود ہے اس طرح بے روزگاری کا خاتمہ ہوگا اور علاقے میں ترقی ہوگی۔ اسی طرح پرائیویٹ سیکٹر سے بے روزگاری کا خاتمہ ہوگا اور لوگوں

کو روزگار مہیا ہو گا۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کے ساتھ ناانصافی کو سابق صدر سردار فاروق احمد خان لغاری صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں اور اپنے بیان میں فرما چکے ہیں کہ جنوبی پنجاب کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! ڈی جی خان میں پینے کے صاف پانی کی انتہائی کمی ہے۔ لوگ خراب اور آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں جس کی وجہ سے گیسٹرو کی وباء پھیل گئی ہے۔ صوبے کے تمام اضلاع کی نسبت ضلع ڈی جی خان میں اموات زیادہ ہوئی ہیں۔ ایک مہینہ گزرنے کے باوجود گیسٹرو کے مریض ہسپتال میں آ رہے ہیں۔ اس وباء سے بچاؤ کے لئے Filtration Plant فوری لگانے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! ہم جنوبی پنجاب کو سنٹرل پنجاب سے الگ نہیں مانتے لیکن جناب! بجٹ میں جنوبی پنجاب کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر حصہ نہیں دیا گیا۔ ہم جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں تو اس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کل منسٹر صاحب جنوبی پنجاب کو سرائیکی بیلٹ کہہ کر پکار رہے تھے، کیا اس سے لسانی تعصب نہیں پھیل سکتا؟

جناب والا! اس کے علاوہ ملک میں مہنگائی کو بین الاقوامی منڈی میں تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے جوڑ کر خود کو بری الذمہ قرار دیا گیا ہے جبکہ بے تحاشا مہنگائی کی وجہ سے عوام مشکلات کا شکار ہیں، ضروری اشیائے خوردونوش کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔ ہمارے ملک کا زیادہ تر حصہ دیہات پر مشتمل ہے۔ مہنگائی کنٹرول کرنے کے لئے ہر دیہات میں راشن ڈپو بنائے جائیں تاکہ اشیاء خوردونوش کم ریٹ پر مل سکیں۔ کسی چیز پر سبسڈی دینا مہنگائی کنٹرول کرنے کا مستقل حل نہیں ہے۔

جناب سپیکر! شوگر مل مالکان کو سبسڈی دینے سے حکومت کے خزانے پر اضافی بوجھ پڑے گا۔ مل مالکان کی جیبیں بھرنے کی بجائے عوام کو راشن کارڈ کے ذریعے سستی چینی فراہم کی جائے۔ میاں نواز شریف صاحب کے دور میں چینی اتنی سستی اور وافر تھی کہ پاکستان انڈیا کو چینی ایکسپورٹ کرتا تھا لیکن اب پاکستان انڈیا سے چینی امپورٹ کر رہا ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ ملک میں افراط زر روز بروز بڑھ رہا ہے، پانچ ہزار اور دس ہزار کے نوٹ چھاپنے سے ملک کی کرنسی devalue ہو گئی ہے۔ بنکوں نے عوام کو لیزنگ کے ذریعے

اپنا مقروض بنالیا ہے۔ بنکوں نے عوام کو لیزنگ کے چکر میں ڈال دیا ہے، کاریں، فرنیچر، اے سی، الیکٹرونکس کا سامان حتٰی کہ موبائل فون تک لیزنگ پر دیئے جارہے ہیں۔ عوام قرضوں اور مارک اپ کی ادائیگی میں جکڑے جارہے ہیں اور بنک مارک اپ کی صورت میں ڈھیروں منافع کمارہے ہیں۔ یہ بھی مہنگائی کا ایک سبب ہے۔ حکومت پنجاب اس سلسلے میں کوئی واضح پالیسی مرتب کرے۔

جناب سپیکر! بجٹ میں کورٹ فیس کی کمی کا ذکر کیا گیا ہے۔ عوام کو مفت اور فوری انصاف مہیا کرنے کے لئے کورٹ فیس بالکل ختم کر دی جانی چاہئے۔ کورٹ فیس کی وجہ سے غریب لوگ مقدمات درج نہیں کراتے اور نہ ظالم کے خلاف آواز اٹھا سکتے ہیں۔ کورٹ فیس کے خاتمے سے غریب عوام اپنی دادرسی کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

جناب والا! یہاں خواتین کے فنڈز کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ میرے خیال میں خواتین کو نظر انداز ہی کیا گیا ہے۔ صوبائی بجٹ میں خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے خاطر خواہ فنڈز اور سکیموں کا نہ رکھنا حکومتی دو عملی کا ثبوت ہے ایک طرف تو حکومت خواتین کو سیاسی، سماجی اور معاشرتی لحاظ سے مستحکم کرنے کی دعویدار ہے جبکہ دوسری طرف صوبائی بجٹ میں انھیں نظر انداز کیا گیا ہے۔ میری رائے ہے کہ ضلع اور تحصیل سطح پر عورتوں کے لئے Resource and Crisis Centres بنائے جائیں، فوری اور سستا انصاف فراہم کرنے کے لئے Women Courts قائم کی جائیں۔ دور دراز تعینات خواتین ملازمین کو ان کے گھروں کے قریب ٹرانسفر کیا جائے اور ملازم خواتین کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ بیس کروڑ کا بجٹ خواتین کے لئے بہت کم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، روکھڑی صاحب!

وزیر مال: جناب سپیکر! سکولوں میں بھی لنچ بریک ہوتی ہے، اسمبلی میں لنچ بریک نہیں ہے۔ اب چار بج چکے ہیں ہم نے کوئی گناہ تو نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے سوچا کہ ظہر کی نماز کے وقفے میں آپ سب کھانا کھا کر آئے ہوں گے۔

وزیر مال: آپ آدھے گھنٹے کی لنچ بریک کر دیں۔ ہم دوبارہ آ جائیں گے اور رات تک بیٹھے رہیں گے۔

جناب نجف عباس خان سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ روکھڑی صاحب

نے جو بات کی ہے وہ بھی حقائق پر مبنی ہے لیکن نماز کے وقفے میں کیانی صاحب نے برملا تمام ایم پی ایز کو کہا ہے کہ آئیں اور جس نے کھانا کھانا ہے وہ کھالے۔ یہ ہمارے جھنگ کے دو چار ایم پی ایز ساتھ بھی لے کر گئے ہیں۔آدھے پون گھنٹے کی بریک ہوتی ہے۔اگر روکھڑی صاحب نے کھانا نہیں کھایا تو آئندہ یہ بات ان کو clear ہونی چاہئے کہ ظہر کی نماز کے وقفے میں کھانا کھالیا کریں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب والا!ایک تجویز ہے if you could kindly arrange snacks in the lobby for everyone کیونکہ یہ ایک genuine problem ہے۔ We should have coffee and tea in the lobby

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں تقریر کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے

And the Chair has been requesting the members to give their names on the first day, second day and third day but unfortunately today I have got a long list. Nobody was interested at that time and now everyone wants to speak today.

The Finance Minister has to wind up today and reply from the opposition has to come, therefore, I would suggest that

اگر کسی کا نام رہ گیا ہے تو should not mind اور وہ مہربانی کر کے cut motions پر یا ضمنی بجٹ پر تقریر کر لیں۔ میں اس وقت انھیں ٹائم دوں گا۔اب میں وزیر خزانہ کو wind up کے لئے دعوت خطاب دیتا ہوں۔(قطع کلامیاں)

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر وزیر خزانہ کی اختتامی تقریر

وزیر خزانہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! میں آپ کا اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کا حکومتی بنچوں اور اپوزیشن کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے چار دن بجٹ کے اوپر اپنی سیر حاصل بحث کی، مثبت تجاویز بھی سامنے آئیں اور کچھ ایسی باتیں بھی کی گئیں کہ جو صرف تنقید برائے تنقید کے زمرے میں آتی تھیں۔(قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر راجہ محمد شفقت عباسی، ایم پی اے ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہوں گا۔ میں اپنے پہلے بجٹ کے متعلق بات کروں گا جو 04-2003 میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کی حکومت نے

پیش کیا۔

جناب والا!آپ سیاسی عمل کا ہمیشہ سے حصہ رہے ہیں۔آپ بخوبی واقف ہیں کہ سے سیاسی حکومتوں پر ہمیشہ اعتراض کیا گیاہے اوران پر تنقید کی گئی ہے کہ جب ایک سیاسی حکومت تبدیل ہوتی ہے اور ایک نئی سیاسی حکومت آتی ہے تو وہ پچھلے منصوبوں کو مکمل طور پر روک دیتی ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ تین دن بجٹ پر بحث ہوئی ہے اور ہم یہاں پر چھ سات بجے تک بیٹھتے رہے ہیں۔اب ہمارے صرف تین چار آدمی رہ گئے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ بات کریں گے۔اب 15/20 منٹ سے کوئی فرق نہیں پڑنا تھا۔اس میں گزارش یہ ہے کہ ہم نے بجٹ تقاریر کی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جب وزیر خزانہ اس کو wind up کریں تو ہم بیٹھ کر ان کی بات کو سنیں۔اس بات سے خواہ مخواہ کی بدمزگی پیدا ہوئی ہے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ دل کو تھوڑا سا بڑا کریں اور ان تین آدمیوں کو ٹائم دے دیں،پندرہ منٹ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں لاء منسٹر صاحب سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی اس بات کو otherwise نہ لیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب ہم سات سات بجے تک بیٹھے ہیں تو ان پندرہ منٹ سے کیا فرق پڑے گا؟آج ایک ایک آدمی نے 20/20اور 25/25 منٹ بھی بات کی ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ لاء منسٹر صاحب سے اس بارے میں رائے لے لیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ بھی اس بات کو مثبت انداز میں لیں گے اور اس سلسلے میں ان تین دوستوں کی بات بھی آجائے اور ان کے بعد وزیر خزانہ wind up کر دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔یہ بالکل درست بات ہے کہ پہلے دن آپ کو یاد ہو گا اور سارا معزز ایوان اس بات کا شاہد ہے کہ اجلاس ہمیں سات بجے ختم کرنا پڑا کیونکہ کوئی بھی معزز رکن اس وقت بات کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اور آج بھی جو دوست بات کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے تین دن آئے ہی نہیں ہیں اور آج آخری دن آئے ہیں۔ یہ بات پہلے دن بھی آپ نے فرمائی کہ یہ پریشر پھر آخری دن built-up ہو گا۔ میری استدعا یہ ہے کہ جو تین دوست رانا صاحب فرما رہے ہیں آپ ان تینوں کے نام لے لیں اور ضمنی بجٹ میں سب سے پہلے ان کو ٹائم

دیں،کٹ موشنز میں سب سے پہلے ان کو ٹائم دیں اور کٹ موشنز کے متعلق بھی میں گزارش کروں گا کہ یہ آپس میں طے کر لیں کہ کس دوست نے کتنا بولنا ہے۔اپوزیشن کی طرف سے بعض دوست ایک ایک گھنٹہ بھی بولے ہیں،ایک گھنٹے سے زیادہ بھی بولے ہیں اور بعض دوستوں کو پانچ منٹ بھی ٹائم نہیں ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو دوست بات کر رہا ہوتا ہے،ٹائم consume کر رہا ہوتا ہے اس کو اس بات کا احساس کرنا چاہئے کہ he should not speak at the stake of others اس لئے میری آپ سے استدعا ہے چونکہ اب روایات کے مطابق فنانس منسٹر صاحب بات شروع کر چکے ہیں۔آپ تحمل مزاجی سے ان کی بات سنیں جو تین دوست رہتے ہیں they should ensure کہ جس دن سپلیمنٹری بجٹ پر بحث ہو وہ وقت پر تشریف لائیں اور سب سے پہلے اپنی بات کا آغاز کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اس میں کٹ موشنز اور سپلیمنٹری بجٹ پر بات کرنے کی تو بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہے کہ کٹ موشنز پر بھی بات کریں گے اور سپلیمنٹری بجٹ پر بھی کریں گے۔اب بات یہ ہے کہ جب کل اور پرسوں چھ اور سات بجے تک بجٹ ڈسکشن پر دوستوں نے حصہ لیا،سب بیٹھے ہیں، میں یہاں پر آخر تک بیٹھا رہا ہوں اور لاء منسٹر صاحب بھی بیٹھتے رہے ہیں تو اب پندرہ بیس منٹ میں ایسا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: یہ پھر شروع ہو جائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: اس میں شروع ہونے والی کون سی بات ہے؟ دیکھیں بات یہ ہے کہ اس میں کوئی شروع ہونے والی بات نہیں ہے۔یہ چیئر کے بالکل اختیار میں ہے اور اس سے پہلے چیئر کی یہ commitment ہے کہ جتنے دوست بھی بجٹ پر بات کرنا چاہیں گے ان کو بات کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عرض یہ ہے کہ میری ذات کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے میں ساری رات بھی بیٹھ سکتا ہوں لیکن آپ لوگوں کا اپنا فیصلہ تھا اور یہیں سے آپ سب کہہ رہے تھے کہ جلد wind up کرائیں ہم تھکے ہوئے ہیں۔ کل بھی یہی بات ہوئی تھی، میں تو پھر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ جلدی وائنڈ اپ کریں تو میں نے وائنڈ اپ کر دیا۔آج بھی آپ لوگوں کی طرف سے آواز آئی ہے تو میں نے یہی سوچا کہ بات تو جو ہونی تھی وہ ہو گئی۔اب انہوں نے وائنڈ اپ کرنا ہے اس کے بعد آپ کی طرف سے جواب آنا ہے۔ لامحالہ آپ نے اپنے دوستوں کی

نمائندگی کرنی ہے جن پوائنٹس پر انہوں نے بات کرنی ہے وہ آپ کی طرف سے ہو گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے جو فرمایا ہے کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اس پر میں آپ کو خراج تحسین بھی پیش کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ اب لاء منسٹر صاحب کی کورٹ میں بال ہے اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپوزیشن فنانس منسٹر کی concluding speech سنے تو اس بات کو مثبت لیں اگر وہ اس ماحول کو اس طرح سے نہیں چلانا چاہتے تو یہ ان کی مرضی ہے۔ اب میں لاء منسٹر صاحب سے کہوں گا کہ وہ آپ کے اس جملے کے بعد کہ آپ کو اعتراض نہیں ہے وہ جو فرماتے ہیں وہ ہم سن لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ میری عرض سنیں۔ اب چونکہ میں ان کو floor دے چکا ہوں۔ اب میں یہی expect کروں گا کہ جو میں نے floor دیا ہے آپ بھی بطور معزز ممبر میرے ساتھ تعاون کریں گے اس میں برا ماننے کی بات نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر چودھری عبدالغفور، جناب اشتیاق احمد مرزا، راجہ ریاض احمد، جناب پرویز رفیق اور محترمہ نجمی سلیم ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب اس پر اور کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے اس جملے کے بعد میں لاء منسٹر صاحب کا response چاہوں گا کہ وہ اس پر کیا فرماتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں رانا صاحب کو شاید ان سے زیادہ ان کی طبیعت کو سمجھتا ہوں کیونکہ گزشتہ ایک طویل عرصے سے ہم اکٹھے چلے آ رہے ہیں۔ یہ ایک emotional بلیک میلنگ میں نہ لائیں۔ بات ایک اصول کی ہے۔ وہ لاء منسٹر کے کندھوں پر واک آؤٹ کرنا چاہتے ہیں اس لئے میری آپ سے استدعا ہے۔ میں آپ کے کہنے پر اپنے دوستوں سے جو اس وقت بات کرنا چاہتے ہیں، چودھری غفور صاحب، راجہ ریاض صاحب، اشتیاق صاحب ہیں پنڈی سے ان کا تعلق ہے میں ان سے request کروں گا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضمنی بجٹ پر تینوں بھائی سب سے پہلے بولیں گے۔ میں ان سے request کر لیتا ہوں۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ فنانس منسٹر صاحب کو continue کرنے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پانچ منٹ کے لئے روک دیں اور راجہ صاحب ان سے بات کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔جناب سپیکر!ہماری ایڈوائزری کمیٹی کی جب میٹنگ ہوئی تھی تو اس میں یہ طے ہوا تھا کہ بجٹ پر چار دن debate ہو گی۔ بد قسمتی یہ ہے کہ بعض ہمارے دوست اس debate میں شامل ہونا بھی چاہتے ہیں لیکن وہ خود اس میں شامل بھی نہیں ہوئے لیکن اگر یہ issue settle ہو جاتا ہے تو بہتر ہے اگر یہ issue settle نہیں ہوتا تو میں اس سے پہلے بجٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ بجٹ کے سیشن میں پانچ گھنٹے یہاں پر متواتر بیٹھنا بڑا مشکل کام ہے۔ جو منسٹر یا جو لوگ یہاں پر متواتر بیٹھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی ہمت ہے اور ہم بھی تھوڑا سا اس میں شامل ہیں اگر اس میں یہ کر دیا جائے کہ بجٹ سیشن میں کھانے کے وقت ایک گھنٹے کی بریک کر دی جائے تاکہ لوگ کھانا کھالیں،اس سے میرا خیال ہے کہ اگر سیشن لمبا بھی چل جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔یہ میں آئندہ کے لئے کہہ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:ٹھیک ہے۔آپ کی بات کو دیکھ لیں گے۔

وزیر خوراک:جناب سپیکر!وائنڈاپ تقریر شروع کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:راجہ صاحب کو آ لینے دیں۔

وزیر خوراک:جناب سپیکر!راجہ صاحب انہیں agree کر لیں گے آپ منسٹر فنانس سے وائنڈاپ تقریر شروع کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:راجہ صاحب خود اجازت لے کر گئے ہیں کہ میں ابھی واپس آتا ہوں۔

وزیر خوراک:جناب سپیکر!وہ ان کو منا رہے ہیں۔

وزیر کالونیز:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی۔

وزیر کالونیز:جناب سپیکر!گزارش ہے کہ آپ نے تین دن مسلسل اپوزیشن کو وقت دیا ہے۔ہم نے یہاں بیٹھ کر ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ تک اپوزیشن کے دوستوں کی باتیں سنی ہیں اور بڑے صبر و تحمل سے سنی ہیں۔یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج جس وقت وائنڈاپ تقریر ہو رہی ہے تو وہ دوست اس پر

اعتراض کر رہے ہیں کہ ہمیں پہلے موقع دیا جائے۔آپ نے ان کا نام بھی پکارا ہے اور آپ نے ان کو floor بھی دے دیا ہے لیکن وہ اس بات پر بضد ہیں کہ ہمیں پہلے وقت دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بضد نہیں ہیں۔انشاء اللہ معاملہ فہمی ہو جائے گی۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! یہ مناسب نہیں ہے اور یہ روایات کے خلاف ہے۔

(اس مرحلہ پر چودھری عبدالغفور، جناب اشتیاق احمد مرزا، راجہ ریاض احمد، جناب پرویز رفیق اور محترمہ نجمی سلیم ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ آ گئے ہیں۔جی، منسٹر فنانس!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں گزارش کر رہا تھا کہ جتنی بھی سیاسی حکومتیں آتی رہیں، جب بھی ایک سیاسی حکومت کا اختتام ہوتا تھا ہمیشہ سے ایک رواج رہا ہے کہ جو سکیمیں چل رہی ہوتی تھیں، بھلے وہ کتنے بھی عوامی مفاد کی ہوتی تھیں ان کو روک دیا جاتا تھا۔آپ میری اس بات سے ضرور اتفاق کریں گے کہ پولیٹیکل لوگوں کو تمام دوسرے ادارے جس میں بیوروکریٹس، جوڈیشری اور پریس شامل ہیں۔ ہر ایک کلنک کا ٹیکہ لگاتا تھا کہ پولیٹیکل لوگ اپنی ذاتی عناد کی وجہ سے ongoing بہتر سکیموں اور پراجیکٹس کو روک دیتے ہیں۔ میں 04-2003 کا حوالہ اس حوالے سے دینا چاہتا ہوں کہ چار سال کا عرصہ بغیر اسمبلیوں کے گزرا۔ 1999 میں اسمبلیاں معطل ہوئیں اگرچہ لوکل گورنمنٹ سسٹم inplace تھا لیکن ہمارے لوگ لوکل گورنمنٹ سسٹم سے اس طرح واقف نہیں تھے جس طرح وہ ایم پی ایز اور ایم این ایز سے اپنے کام کروانے کے عادی تھے۔ ایک طرف چار سال کے frustrated ایم پی ایز جو چاہتے تھے کہ ہمارا پولیٹیکل گورنمنٹ کا پہلا بجٹ ہے اور اس میں ہم اپنے اپنے حلقوں کی زیادہ سے زیادہ سکیمیں شامل کروائیں اور دوسری طرف وہ ہمیں اپنا کلنک دھونا تھا۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ میں دوبارہ پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کے نوٹس میں یہ بات لا رہا ہوں کہ ہمارے اقلیت سے جو دوست پرویز رفیق صاحب اور نجمی سلیم صاحبہ ہیں اس سے پہلے جب شفقت عباسی صاحب کا معاملہ اٹھا تو انہوں نے اس گراؤنڈ پر واک آؤٹ کیا تھا کہ

اقلیتوں،اپوزیشن کی طرف سے کسی ایک کو بھی موقع نہیں ملا تو میں اس سلسلے میں چاہوں گا کہ آپ بھی اس بارے میں اپنے ریمارکس دیں اور آنے والے دنوں میں جب سپلیمنٹری بجٹ یا کٹ موشنز پر بات ہو تو اقلیتوں کو بھی properly accommodate کیا جائے۔ ہمارے لئے اقلیتی برادری قابل احترام ہیں۔ ہمارے ذہن میں قطعاً نہ کبھی بات آئی ہے اور نہ کبھی میں نے سوچا ہے۔ اگر انہوں نے محسوس کیا ہے تو میں کیانی صاحب سے request کروں گا کہ وہ ان کو منائیں۔ میں ان کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ان کا آئندہ پورا خیال کیا جائے گا اور آج میں تمام ان معزز ممبران کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے اپنی ناراضگی کو ایک طرف رکھ کر ایوان میں تشریف لے آئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی عظمت ہے اور اس ہاؤس کی عظمت ہے کہ this is the real democracy میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بہت اچھا رول ادا کیا ہے اور میں اپنی طرف سے ان کو خاص طور پر خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! بجٹ میں ایک جملہ لکھا ہے مجھے اس پر اعتراض ہے اور میں یہ نہیں سمجھتا کہ minorities کے حوالے سے یہ درست ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں میں آپ کو بعد میں تقریر کرنے کی اجازت دے دوں گا۔ وزیر صاحب نے شروع کر دی ہے وہ wind up کر لیں۔ میں ان کے بعد آپ کو موقع دوں گا۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کی خدمت میں عرض کر رہا تھا کہ 04-2003 کے پہلے مالی سال کے بجٹ میں تقریباً 70 فیصد وسائل ongoing schemes پر رکھے گئے جو کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا ایک بہت ہی دلیرانہ اور جرأت مندانہ قدم تھا کہ انہوں نے تمام سیاسی حکومتوں کے اس کلنک کو دھویا جو ان پر ہمیشہ لگایا جاتا تھا کہ ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کرنا جس پر ہمیں political malice ملے۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ اس سال کا جو ADP ہے جو 100۔ارب روپے پر محیط ہے۔ اگر آپ نو سالوں کے ADP's کو شامل کریں تو 91-1990 سے لے کر 99-1998 تک تو ان کا کل حجم 107۔ارب بنتا ہے۔ مجھے شدید مایوسی ہوئی۔ میں ان معزز اراکین کا نام نہیں لوں گا۔ بخدا ان کی تقریروں کے ایک ایک پوائنٹ کا میرے پاس جواب موجود ہے، ایک ایک جو انہوں نے نکتہ دیا۔ میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اتنے بڑے ADP اور اس بجٹ کے حجم اور اس بجٹ کی consistency دیکھ کر ان کے پاس کوئی

ایک بھی ایساsolidجواز نہیں تھا، ایساsolid criticismنہیں تھا جس کو میں اس میں واضح کروں۔

جناب والا!میں پچھلے پچاس سال کی بجٹ تقریروں کا حوالہ دیتا ہوں۔ ہر گورنمنٹ ہر سیکٹر میںover spendingکرتی رہی اور میں اپنے اپوزیشن کے ممبروں سے چاہوں گا کہ وہ پورے کھلے دل اور کھلے ذہن سے اس بات کو ضرور سنیں۔

جناب سپیکر!ایجوکیشن کی مد میں ایک ارب لگتا تھااب10۔ارب لگ رہا ہے،ہیلتھ میں 2۔ ارب لگتا تھا اب 50۔ارب لگ رہا ہے، ہر حکومتspendingپہلے سے بےپناہ زیادہ کرتی رہی۔ کیا کسی حکومت کو یہ حوصلہ اور جرأت ہوئی کہ ہم اتنے وسائل خرچ کر کے نتیجہ کیا نکالیں گے اور اس کا رزلٹ کیا نکلے گا؟

جناب والا!جس دن میں اس صوبے کا بجٹ پیش کرنے لگا تھا اس دنcriticizeکیا گیا کہ بجٹ کوpublicکیا گیا۔ میں تو خود کہتا ہوں کہ آپ آج بھی چاہیں تو آپ آئندہ تین سال کے ہمارےprojectionsدیکھ سکتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے ڈویلپمنٹ کے فگرز دیکھنا چاہیں ، آپ دیکھیں۔ اس میں کوئی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں تجویز دیں، آپ ہمارے current expenditure sideکے figuresدیکھنا چاہتے ہیں دیکھیں،اس میں کوئی اصلاح کی گنجائش ہے تو آپ ہمیں تجویز دیں۔ ہم نے اس سال اپنے لئےoutcomes fixکئے ہیں۔ میں آج کی اسwinding up speechمیں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ ہم نے جو targets fixکئے ہیں وہ آئندہ سال میں سو فیصدachieveہوں گے۔ مگر میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ کچھ میں ہم بہتر رہیں گے، کچھ میں ہمat targetرہیں گے اور کچھ ایسے بھی محکمہ جات ہو سکتے ہیں کہ جن میں ہم اپنےtargets achieveنہ کر پائیں مگر میں اس ہاؤس سے اس چیز کی appreciationکا متمنی ہوں کہ ہم نے کم از کم اپنے ان اخراجات کو جو ہر سال تخمینہ جات بڑھ جاتے تھے۔ ہم نے ان کے لئے بتایا کہ ہم فلاں سال تک اپنے اس صوبے کو اتنا اتنا بڑھا کر سو فیصدliterate کر لیں گے یا سو فیصد اس میں صحت کی سہولتیں دے سکیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!پچھلے سال اور مختلف اوقات میں نیشنل فنانس کمیشن پر بہت بات کی جاتی رہی اور نیشنل فنانس کمیشن کے متعلق یہ بھی کہا جاتا رہا کہ پنجاب کا کوئی موقف نہیں ہے، پنجاب کے خلاف سازش ہو چکی ہے اور اس سازش کے اندرPresidencyنے اور وفاقی حکومت نے تینوں

صوبوں کو یقین دلایا ہے کہ پنجاب کی cost پر ان کا حصہ بڑھایا جا رہا ہے۔ اگر کوئی اپنی غلطی تسلیم کرے اور کسی کے اچھے کام کو acknowledge کرے تو میرا خیال ہے کہ اس سے اس کا قد بڑھتا ہے اس کے قد میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

جناب والا! میرے پاس یہ Presidential آرڈر کی نقل ہے جو میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اخبارات میں بھی آ چکی ہے، باقی تمام فورمز پر بھی بتائی جا چکی ہے اور اسمبلی کے اندر بھی دی جا چکی ہے۔ نہ صرف پاپولیشن کے سٹینڈ کو protect کیا گیا بلکہ ایک بہت بڑا resource جو کہ 2.5 فیصد جی ایس ٹی سے ہمیں ملتا تھا اس کی تقسیم کا سابقہ فارمولہ یہ تھا کہ وہ پہلے 37.5 فیصد population پر اور 62.5 فیصد collection پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس میں بھی population کی شرح بڑھائی گئی ہے یعنی اس کو بھی 50 فیصد population پر اور 50 فیصد collection کی بنیاد پر کیا گیا جس کا 100 فیصد فائدہ صوبہ پنجاب کو ہوا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ہم ہر فورم پر یہ ضرور کہتے رہے ہیں کہ جو چھوٹے صوبہ جات ہیں ان کے حقوق کا تحفظ کرنا اور ان کو مطمئن کرنا بے پناہ ضروری ہے اور ان کو ہر حوالے سے compensate کیا گیا ہے by giving them subventions اگر 27۔ارب روپے کا ٹوٹل پول subvention کا بنایا گیا ہے تو اس میں پنجاب کو صرف 3۔ارب روپیہ مل رہا ہے، NWFP کو 9۔ارب روپیہ مل رہا ہے، بلوچستان کو 8۔ارب روپیہ مل رہا ہے اور سندھ کو 5۔ارب روپیہ مل رہا ہے اس لئے میں اپنے اپوزیشن کے معزز اراکین کو ببانگ دہل کہنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف پنجاب کا مؤقف protest ہوا ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں اپنے ایم ایم اے کے دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی support بھی ہمارے ساتھ رہی۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کا وقت مزید آدھ گھنٹے کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ پنجاب کے کچھ پسماندہ اضلاع کا ذکر کیا گیا، کچھ پسماندہ ڈویژنوں کا ذکر کیا گیا اور اس قسم کا تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ بہت زیادہ disparities بنائی جا رہی ہیں، بہت زیادہ تفاوت ہے۔ میں صرف اس بات سے تو اتفاق کروں گا کہ یہ جو تاثر دیا جاتا ہے کہ پورا پنجاب خوشحال ہے ایسا نہیں ہے، کچھ علاقے بہت زیادہ ترقی یافتہ ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی ترقی سے بہت پیچھے ہیں۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ان پسماندہ

علاقوں کو بھی اس کے برابر لائیں۔

جناب والا! یہاں پر جس طرح بیان کیا گیا، جس طرح تصویر کشی کی گئی کہ سول بیوروکریسی بیٹھی لاہور میں ہے، بجٹ بیوروکریٹس بنا رہے ہیں، فلاں ضلع کو کم حق مل رہا ہے، ہر چیز گجرات کو جا رہی ہے، ہر چیز فلاں شہر کو جا رہی ہے تو اکثر دوستوں کی دلچسپی نہیں ہوتی لیکن میں صرف ریکارڈ کی درستی کے لئے کچھ figures سامنے رکھتے ہوئے گزارش کروں گا کہ انہیں دیکھئے۔ اس سال ہمارے Provincial Finance Commission Award کا اعلان ہوا تو میں صرف ایک comparison دوں گا۔ آپ اس بات سے تو اتفاق کریں گے لاہور اور ملتان میں آبادی اور ہر حوالے سے بڑا فرق ہے۔ ملتان کو پچھلے سال کے مقابلے میں جو increase آئندہ Provincial Finance Commission Award کے تحت دی گئی وہ ایک ارب ہے اور لاہور کا ایک ارب 29 کروڑ روپیہ ہے۔

جناب سپیکر! اس ہاؤس کے لئے ایک دلچسپ statistics بتاؤں گا کہ گجرات ضلع بہت زیر بحث آتا ہے تو اس شہر کی increase over last year پچیس کروڑ روپے، راجن پور کی increase چھتیس کروڑ روپے، بھکر کی increase چونتیس کروڑ روپے، ڈیرہ غازی خان کی increase ساٹھ کروڑ روپے، مظفر گڑھ کی increase ایک ارب روپے ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! موجودہ سسٹم کے تحت ہمارے تمام دوست اس بات سے اتفاق کریں گے کہ کافی سارے subjects devolve ہو چکے ہیں اور کافی سارے کام ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کر رہی ہیں تو تقریباً 112۔ارب روپیہ ایک فارمولا base طریقے سے تینوں tiers of District Governments کو جائے گا جس میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹس، ٹی ایم ایز اور یونین ایڈمنسٹریشنز مستفید ہوں گی اور یہ میں نے جو figure quote کئے ہیں صرف اس غلط تاثر کو dispel کرنے کے لئے دیئے ہیں کہ اس قسم کی جو بات کی جا رہی ہے وہ قطعی طور پر بے بنیاد اور سراسر غلط بیانی پر مبنی ہے۔ ADP کے حوالے سے میرے معزز بھائی رانا قاسم نون صاحب پہلے بات کر چکے ہیں لیکن میں پھر بھی یہ گزارش کرنی چاہوں گا کہ یہاں پر جو figures اس سال کے حوالے سے quote کیا گیا، تاثر یہ دیا گیا کہ 100۔ارب روپے کا کل حجم ہے اور میرے پاس اس تقریر کا text ہے جو ڈاکٹر صدیقی صاحب نے فرمائی ہے۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر جاوید صدیقی اپنی نشست پر بیٹھے مسکرائے)

اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا حوصلہ اور اتنی ہمت دی ہے کہ کتنی خوش دلی سے بیٹھے مسکرا بھی رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کا یہ حوصلہ اور ہمت اسی طرح قائم ودائم رکھے۔انہوں نے 5۔ارب روپے کا فرمایا تھا جبکہ اس کے برعکس میرے پاس 07-2006 کے figures ہیں جو 18۔ارب روپے کے ہیں۔(حکومتی بنچز سے شیم شیم کے نعرے)

خدارا!آپ لوگ محبتیں بڑھایئے۔میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اپنے علاقے کی اصلاح کی بات کیجئے لیکن کسی کے خلاف زہر اور کینہ نہ بھریئے۔ڈاکٹر صاحب نے بہت سارے کل شعر پڑھے اور شعر سارے ہی تخت لاہور، تخت لاہور، تخت لاہور۔سرائیکی کے کئی بہت اچھے اور خوبصورت بھی شعر ہیں۔مختصراً ایوان کے سرائیکی دوست تو سمجھ پائے لیکن باقی نہ سمجھ پائے۔پہاڑی نالے کو ہم سرائیکی میں "نے" کہتے ہیں اور "منی" کہتے ہیں کہ اس کا راستہ کیا ہے تو خواجہ غلام فرید صاحب کا ایک شعر میں اس معزز ایوان کی خدمت میں پیش کروں گا:

تھی فرید اشاد ول جھوکاں تھی سن آباد ول
ایہہ نیں نہ وہسی ہک منی

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر صدیقی صاحب اپنی سیٹ پر کھڑے ہو کر پکارنے لگے کہ
یہ شعر انہوں نے غلط پڑھا ہے اور میں اس کی تصحیح کرتا ہوں مگر
جناب سپیکر نے انہیں بات کرنے کا موقع نہ دیا)
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!لاء اینڈ آرڈر کے اوپر بے پناہ criticism کیا گیا۔یہ کہا گیا کہ صوبے کی امن و امان کی صورتحال اس سے ابتر کبھی نہیں ہوئی۔میں on the floor of the House ایک بات admit کرنا چاہتا ہوں کہ میں کم از کم اتنا پیٹریاٹ اور اتنا ملک دوست ضرور ہوں جتنے اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے تمام ساتھی ہیں لیکن میں واحد بندہ تھا جس کو گیس پائپ لائن پھٹنے پر اندر سے خوشی ہوئی تھی۔آپ لوگ حیران ہوں گے کہ ایک طرف تو پیٹریاٹ ازم کا ذکر کر رہا ہے اور دوسری طرف خوش ہو رہا ہے کہ گیس پائپ لائن پھٹی۔میں صرف اپنے ضلع راجن پور کی مثال دوں گا۔بہت سے لوگوں کو تاثر ہو گا کہ یہ کتنے بڑے feudals ہیں اور یہ کتنے بڑے قبیلوں کے سردار اور پتا نہیں کیا چیز ہیں۔

جناب والا!98-1997 میں میرے اپنے ذاتی سات ٹریکٹر تین مہینے میں ڈکیتی ہوئے۔ ہمارا ضلع کی ایک بہت ہی مختلف situation ہے اسے بلوچستان بھی لگتا ہے اور سندھ بھی لگتا ہے۔ دو صوبے لگتے ہیں۔لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال یہ تھی کہ ڈاکو چھپ کر ہمارے پاس نہیں آتے تھے بلکہ fleets کے اندر ایل ایم جی، راکٹس لانچرز لے کر all district was a piece of cake وہ کسی بھی عزت دار کو، کسی بھی وقت کہیں سے بھی اٹھا کر لے کر جا سکتے تھے۔ پولیس باقاعدہ طور پر تھانوں کو ہتھکڑیاں لگا لیتی تھی۔ تھانوں کے باہر ہتھکڑیاں لگی ہوئی دیکھی ہیں کہ ڈاکو اندر نہ آئیں اور اندر آ کر ہمیں مار نہ جائیں۔

جناب والا!آج یہ اعزاز ایک ہیومن سوسائٹی کا ہے، بھیڑ چوری، بکری چوری، ذاتی دشمنی کے اندر قتل کی میں بات نہیں کر رہا جو heinous crimes ہوتے تھے۔ جب میں قل خوانی پر بیٹھا ہوتا تھا اور ڈاکو مجھے فون کر کے بتا رہے ہوتے تھے کہ اتنا ransom دو گے تو ہم تمہارے بندے کو چھوڑیں گے ورنہ ہم مار دیں گے اور اس کے لواحقین سامنے بیٹھے ہوتے تھے اور انہیں ہم خود pay کرتے تھے کہ یار یہ لو اگر تمہارے بندے کی زندگی بچتی ہے تو زندگی بچاؤ۔ آج ملتان، مظفر گڑھ، رحیم یار خان کے میرے ساتھی ہوں گے اور وہ اس سے ضرور اتفاق کریں گے کہ اگر پولیس کو وسائل دیئے ہیں تو my district was the worst case scenario of Law & Order اس ضلع میں بوسن گینگ تھا جس کا خاتمہ ہوا۔ پچھلے تین یا چار سال سے کسی قسم کی کوئی بگٹی واردات نہیں ہوئی جو پہاڑوں سے آتے تھے اور وارداتیں کرتے تھے۔

گیس لائن کے پھٹنے کی خوشی اس لئے ہوتی کہ کم از کم حکومت کی توجہ ہمارے ضلع کی طرف پائپ لائن کی وجہ سے ہو گی کہ یہاں بھی انسان رہتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہاں پر بکریاں اور مرغیاں نہیں مر رہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!زراعت کے لئے فرمایا گیا کہ زیادہ رقوم مختص نہیں کی گئیں۔ ہمارا بے پناہ اہم شعبہ ہے اور زراعت کو اگر آپ in isolation دیکھیں۔ اگر آپ اکیلے میں دیکھیں تو شاید آپ کو یہ رقوم کم لگیں لیکن اس معزز ایوان کے تمام کاشتکار حضرات مجھ سے ضرور اتفاق کریں گے کہ اگر زراعت کی ترقی میں کسی چیز کی اگر ایک single largest constraint دیکھا جائے جو ایگریکلچر کو نہیں بڑھنے دے رہا تو وہ آبپاشی کے پانی کی کمی ہے۔ اریگیشن سیکٹر کے اندر ہم نے مظفر گڑھ میں located صرف تونسہ بیراج پراجیکٹ کا نام لیتا ہوں جو 10۔ارب روپے کی مالیت سے بنا ہے

اور ایگریکلچر سیکٹر کبھی prosper کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا جب تک آپ کے لئے اریگیشن اور کینال واٹر مہیا نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! خواتین کے حوالے سے یہاں پر بات کی گئی تو میری خواہش تو یہی تھی کہ میں اپنے اسی بجٹ document کو gender based پر پیش کر پاؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جولائی کے آخر تک، ہمیں سب سے پہلے آج یہ دیکھنا ہے کہ ہم اپنی خواتین پر خرچ کیا کر رہے ہیں it is not necessary کہ ہر ڈیپارٹمنٹ کے اندر خواتین پاپولیشن کے مطابق ہی ہوں۔ یہ کوئی صحیفہ قرآنی یا کوئی فارمولا نہیں ہے۔ خواتین کی صحت کی ضروریات مرد حضرات سے زیادہ ہیں ان کو صحت میں مردوں سے زیادہ spending کی ضرورت ہے۔ کچھ شعبہ جات ایسے ہوں گے جن میں مرد حضرات کو زیادہ spending کی ضرورت ہو گی۔ سب سے پہلے ہم وہ اپنا budget document بنائیں گے کہ آج ہم اپنی بہنوں پر کیا خرچ کر رہے ہیں اور جس جس سیکٹر میں اس کی کمی ہو گی اس کو ایک planned طریقے سے انشاء اللہ ضرور پورا کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اقلیتوں کے حوالے سے جو میرے دوست کھڑے ہوئے تھے کہ 30 کروڑ روپے رکھا گیا ہے میں نے اپنی honourable Minister for Minorities کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ یہ اپنے تمام ممبرز کی مشاورت سے جس طرح بھی چاہیں گی فنانس ڈیپارٹمنٹ، حکومت پنجاب نے وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر یہ وسائل صرف minorities کے لئے مختص کئے ہیں جس طرح بھی یہ اپنی ترجیحات چاہیں گی اس کو ہم ان کی ترجیحات کے مطابق یہ جو لائحہ عمل بنا دیں گی اس کے مطابق خرچ کریں گے۔

جناب والا! مہنگائی کے متعلق میں پورے یقین اور وثوق سے کہتا ہوں کسی کو criticize کرنا بے پناہ آسان ہے اللہ تعالیٰ جنرل مشرف صاحب کو لمبی حیاتی دے کہ انہوں نے چار سال اور چوتھا اس ایوان میں بجٹ پیش کرنے کی مسلم لیگ کی حکومت کو اعزاز دیا ہے۔ میں آپ کو پورے یقین اور وثوق سے کہتا ہوں کہ جو ہمارے اپوزیشن کے بھائی یہ فرماتے ہیں کہ یہ جو inflation ہے اور بے پناہ بڑھتی ہوئی مہنگائی ہے، بخدا اگر میری جگہ آج آپ رانا ثناء اللہ صاحب کو فنانس منسٹر بنا دیں تو بھی یہ مہنگائی اسی طرح رہے گی۔ مہنگائی کے متعلق ہم ہمیشہ اپنا صرف ایک argument دیتے رہے ہیں، multiple اور بھی factors ہوں گے لیکن اس میں جو سب

سے زیادہ مہنگائی کے بڑھنے کی وجہ تھی وہ پٹرولیم پراڈکٹس کی unreasonable price hike تھی۔اب دو طریقے تھے یا تو آپ پٹرولیم کو subsidize کرو جس کو فیڈرل گورنمنٹ نے تقریباً 60۔ارب روپیہ subsidize بھی کیا اس 60۔ارب روپے کی subsidy کے باوجود اس کے prices بہت زیادہ رہے یا ہمارے پاس دوسرا طریقہ کیا تھا کہ ہم اپنے لوگوں کی انکم کو بہتر کریں۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ صوبہ پنجاب کی 70 فیصد آبادی زراعت سے منسلک ہے اور آپ جناب!اس بات سے بھی اتفاق کریں گے اور یہ پورا معزز ایوان اس بات سے اتفاق کرے گا کہ جو ہماری زرعی اجناس پولیٹیکل گورنمنٹ آنے سے پہلے گندم کا سرکاری ریٹ -/300 روپے تھا مگر ہمارے اپنے اضلاع میں -/190 اور -/200 روپے تک بکتی رہی۔ کم از کم اس بات کا تو کریڈٹ اس پولیٹیکل گورنمنٹ کو دیجئے کہ ہم نے جو کم از کم سرکاری ریٹ طے کیا وہ ensure کیا ہے کہ ہمارے ہر کاشتکار کو ملے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اگر اس سے ان کے مسائل 100 فیصد ختم نہیں ہوئے تو کم از کم گھٹ ضرور گئے ہیں۔ ہماری 70 فیصد آبادی زراعت سے منسلک ہے اور ان کو ان کے agriculture production کا صحیح ریٹ دلوا کر ہم نے ان کے مسائل کافی حد تک کم کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

جناب والا!اب آجاتا ہے consumer کہ آپ نے agriculture sector کو تو پوری پرائس دے دی اس سے consumer کو اس سے direct hit ہوتی ہے وہ directly affect ہوتا ہے تو consumer کے لئے کیا کیا کہ اگر کاشتکار کو پورا ریٹ مل رہا ہے تو اس سے روٹی کا ریٹ بڑھے گا اور باقی تمام چیزوں کا ریٹ بڑھے گا۔اس کے لئے ہم نے targetted subsidy دی اس سے میرے دوست اور بھائی یہ توقع کریں کہ صوبے کے سات آٹھ کروڑ عوام کو وہ targetted subsidy دی جائے تو وہ شاید عملی طور پر ممکن نہ ہو۔ ہم لوگوں نے 5 لاکھ 56 ہزار فیملیز کو identify کیا۔ مختلف ذرائع سے اس کو verify کروایا کہ یہ غریبوں میں سے غریب ہیں اور ان کے لئے ہم نے وہ targetted subsidy دیں۔

یہاں پر یوٹیلٹی سٹور کے متعلق کافی باتیں ہوتی رہیں۔اپوزیشن اور حکومتی بنچز نے اس کو appreciate بھی کیا اور اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ یہ ناکافی ہیں تو میں اس پر اپنے حکومتی دوستوں کا بھی اور اپوزیشن کا بھی، clarify کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت جنرل پرویز مشرف صاحب نے چاروں صوبائی وزرائے اعلیٰ کی میٹنگ بلائی price hike کے حوالے سے تو He was

Chief Minister Punjabجنہوں نےidentifyکیا کہ معزز صدر صاحب اگر ہم تحصیل لیول تک اپنے یوٹیلٹی سٹور بنا بھی لیں گے تو تحصیلوں کا بھی ایریا بہت بڑا ہے کسی بندے کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک کلو چینی لینے کے لئے اپنے دیہات سے اٹھے اور تحصیل ہیڈ کوارٹر تک آئے اس کو اتنیsavingنہیں ہو گی جتنا اس کا آنے جانے کا کرایہ پڑ جائے گا۔آپ کے اپنے دیہاتوں میں پرانی دکانیں موجود ہیں ان کو فرنچائز لائسنس جاری کئے جائیں گے جوbulk quantityمیں procureکریں گے اشیائے خورد و نوش یوٹیلٹی سٹور سے اور اپنے ہی دیہات کی دکانوں میں اس کو سپلائی کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس کے علاوہ اس چیز کو بھی ہم ترویج دے رہے ہیں بنک آف پنجاب کی collaborationسے کہ ہم موبائل یوٹیلٹی سٹورز کوintroduceکر سکیں لیکن اس میں پرائیویٹ سیکٹر کو ہم نےinvolveکرنا ہے پرائیویٹ سیکٹر کی دلچسپی دیکھنا ہے کہ لوگوں کو گھروں میں اور دیہاتوں میں مختلف جگہوں پر وہ اپنی گاڑیاں لے کر جائیں اور مختلف جگہوں پر وہ اپنی پراڈکٹس مہیا کریں۔

جناب والا!ہمیشہ سے ایک بات ہوتی رہی کہ آپ وسائل زیادہ لے کر آؤ،اپوزیشن، ٹریژری بنچز،ہر ایک کی یہinstanceرہی ہے،گورنمنٹ کی یہinstanceرہی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہresources اپنے صوبے کے عوام کے لئے لیں۔resourcesہمیشہ سے آجاتے تھے یوٹیلائزیشن میں دقت ہوتی تھیutilizationبھی بہتر ہو جاتیں۔میں آپ کو اپنے تین سال کا ٹریک بتاتا ہوں کہ ہم نے 80فیصد سے شروع کیا اور اس سال ہم توقع کر رہے ہیں کہ شاید ہم یوٹیلائز97فیصد تک کر پائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!ایک بہت اہم چیز ہے جس کی میں آپ کی وساطت سے نشاندہی کرنا چاہوں گا اور اپنے پورے معزز ایوان کوappriseکرنا چاہوں گا۔وسائل بھی آ گئے،یوٹیلائز بھی ہو گئے لیکن آپ کے ایک عام آدمی کو کیا فائدہ پہنچا،اس میں کیاtransparencyتھی اس کو آپ نے کتناcloselyمonitorکیا؟

جناب والا!یہ سہرا بھی چودھری پرویز الٰہی کو جاتا ہے اور اس کی کیبنٹ کا سہرا آج ایک دفعہ پھر فخر سے بلند ہے کہ مانیٹرنگ کا سسٹم بھی چودھری پرویز الٰہی نےinsistکر کر کے بار بار کہہ کہہ کر کہ مجھے یوٹیلائزیشن اور زیادہ وسائل سے زیادہ ان کیtransparencyاور ان کا میرے

masses تک پہنچنا اہم ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کا مانیٹرنگ یونٹ کی ایک مثال ہے۔آپ کسی بھی چیز کو جتنا بھی criticize کرنا چاہیں کر سکتے ہیں لیکن from the core of your heart ضمیر سچ میں شرمندہ ضرور کرتا ہے کہ یہ بات ہم درست کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ مانیٹرنگ 2004 میں شروع ہوئی بہت ہی flawed اور crude سا ایک فارمولہ تھا نہ کوئی concept تھا جب یہ in place آیا تو refine ہوتا رہا، ہوتا رہا، ہوتا رہا اور چار مہینے پہلے اس کی فائنل شکل آئی اب بھی وہ کوئی صحیفہ آخر یا کوئی صحیفہ آسمانی نہیں ہے اگر آپ پسند کریں تو اس کو ہم آپ کے ساتھ شیئر کر سکتے ہیں اس میں آپ کوئی اصلاح کرنا چاہیں ہم ویلکم کریں گے۔ میرے سے اس معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے جتنے بھی لوگ ہیں بھلے وہ اراکین اسمبلی ہیں بھلے وہ اسمبلی سٹاف ہے مجھ سے زیادہ اعلیٰ و برتر ہیں مجھ سے زیادہ اعلیٰ اور ارفع ہیں۔ میں اس ٹوپی پہنے ہوئے بھائی کی مثال دیتا ہوں ٹوپی پہنا ہوا میرا بھائی نقصان کرے گا، کیا کرے گا چائے کی پیالی توڑ دے گا، پرچ ٹوٹ جائے گی، پانی کا گلاس توڑ دے گا لیکن حضور جب سرکار غلطیاں کرتی ہے تو وہ blunders کرتی ہے، قوموں کی تباہیاں ہو جاتی ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہم پورے کھلے دل سے آپ کی تمام مثبت تجاویز پر عمل کرنے کے لئے بھی تیار ہیں جس کے لئے میں آپ کو دو practical examples دوں گا۔ پانچ مرلہ کی سکیم، کوئی ہم سخت نہیں ہیں، کوئی ہم rigour نہیں ہیں کہ یہ ٹوپی یا یہ جو gentleman والی ہیٹ ہے یہ ہم نے ہی پہننی ہے۔ ہمارے لئے اپنے صوبہ کے لوگوں کا اصلاح واحوال اہم ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

پانچ مرلہ کی سکیم آپ کے سامنے ہے۔آپ نے بسنت کو criticize کیا۔ بسنت پر چیف منسٹر نے فیصلہ کیا کہ ٹھیک ہے اگر اس سے لوگوں کی جانیں جا رہی ہیں تو میں اپنے صوبہ میں قطعی طور پر اس کی اجازت نہیں دوں گا لیکن بخدا مثبت تجاویز دیں۔ پولیس آرڈر کے لئے ہر حکومت سے اور تین سال سے ہم بھی سن رہے ہیں کہ تھانہ کلچر تبدیل ہو رہا ہے، تھانہ کلچر تبدیل ہو رہا ہے، جس طرح میں آپ سے توقع کر رہا ہوں کہ ضمیر کچوکے مارتا ہے، اس طرح ہمارا بھی مارتا تھا کہ ابھی تک تھانہ کلچر تبدیل نہیں ہوا۔ چار سال سے یہ ہم کر رہے ہیں لیکن آج میں پورے پر اعتماد طریقے سے اور سر فخر سے بلند کر کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ document یہ نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی ردوبدل

نہیں ہو سکتا۔ ہم ایک چیز تو سامنے لے کر آئے ہیں۔ ہم نے یہ تو کہا ہے کہ ایک بندہ چوبیس گھنٹے ڈیوٹی کر کے آپ اس سے توقع کرو کہ وہ ہر ایک کو smile pass کرے، humanly it is impossible، ہم بھلے اپنی ناقص سی تجاویز لے کر آئیں گے، ہم اسمبلی کے floor پر بھی لے کر آئیں گے۔اس پر discussion بھی کروائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

ہم intellectuals کو بھی دیں گے، ہم print media کو بھی دیں گے، ہم پریس کو بھی دیں گے، ہم تمام stake holders کو دیں گے تاکہ جو ہمارا پہلا ڈرافٹ ہے وہ ان تمام تجاویز اور ان تمام چیزوں کے باوجود جب بھی practically implacement ہو گا پھر بھی اس میں اصلاح کی بے پناہ گنجائش ہو گی اور پھر وہ اس کے implacement ہونے کے بعد اس کی قباحتیں یا اس کی اچھائیاں سامنے آئیں گی۔ خدارا!دل کو کھلا کیجئے اور جو چودھری پرویز الٰہی، جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم پاکستان شوکت عزیز صاحب کے احسن اقدامات ہیں ان کو کھلے دل کے ساتھ appreciate کریں، آپ کی اچھی مثبت تجاویز کے لئے ہمارے دروازے پہلے بھی کھلے تھے، آج بھی کھلے ہوئے ہیں۔

جناب والا!میں آپ کا، اس معزز ایوان کا، اپوزیشن کا، اسمبلی کے سٹاف کا، فنانس ڈیپارٹمنٹ کا، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ محکمہ کا، تمام line ministries کے سٹاف کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر وہ دن رات، انتھک محنت نہ کرتے تو شاید ہم لوگوں کے لئے اتنا بہتر، نیک نیتی پر مبنی بجٹ پیش کرنا ممکن نہ ہوتا۔ بہت بہت شکریہ، پاکستان زندہ باد۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 22۔ جون 2006 صبح 10.00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

917

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،22۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ بجٹ برائے سال07-2006 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

919

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

جمعرات، 22۔ جون 2006

(یوم الخمیس، 25۔ جمادی الاول 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 30 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری محمد علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ
وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪ يَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ
طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ وَاُخْرٰى
تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬

سورۃ الصَّف آیات 10 تا 13

اے ایمان والو کیا میں بتادوں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے o ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو o وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ

محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہےo اور ایک نعمت تمہیں اور دے گا جو تمہیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اے محبوب ﷺ مسلمانوںo

وما علینا الا البلاغo

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ہم Privilege Motions take up کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!آج کے اخبار کے اندر ایک خبر لگی ہے کہ ایم اے او کالج کے قریب فرنچائز ڈبس نے ایک طالبہ کو کچل کر ہلاک کر دیااور ہر ہفتے ایک دوایسی خبریں اخبار کی زینت بنتی ہیں اور قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں حالانکہ لاہور کے اندر منی بسیں بھی چلتی ہیں، ویگنیں بھی چلتی ہیں، ٹیکسیز بھی چلتی ہیں لیکن ان کی حادثات کی ratio بہت ہی کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فرنچائز بسیں بہت بڑی ہیں اور لاہور کی سڑکیں چھوٹی ہیں۔اس کے نتیجے میں آئے روز طلباء ان کے نیچے آکر کچلے جاتے ہیں۔گورنمنٹ سے میری التماس ہے کہ یہ فرنچائز بسیں بہت بڑی ہیں انہیں آئندہ نہ چلایا جائے جب یہ ختم ہو جائیں تو ان کی جگہ مزدا بسیں چلائی جائیں تاکہ شہریوں کی جان و مال کی حفاظت ہو سکے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا لیکن اچھی proposal ہے، لاء منسٹر صاحب سن رہے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 31 محترمہ شاہینہ اسد صاحبہ!۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں،Motion dispose of ہوئی۔ next تحریک استحقاق نمبر32 جناب سردار محمد امان اللہ خان دریشک صاحب کی ہے۔

وزیر تعلیم کے پرائیویٹ سیکرٹری اور ای ڈی او(ای)،راجن پور کا معزز رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

سردار محمد امان اللہ خان دریشک: شکریہ۔جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 20۔ جون2006 کو میں اپنے حلقہ کے لوگوں کے کاموں کی وجہ سے وزیر تعلیم سے ملا۔ وزیر موصوف نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری جناب عبدالستار کو حکم دیا کہ مورخہ 21۔جون 2006 کو EDO ایجوکیشن، راجن پور کو بوقت 9:00 بجے دفتر اسمبلی طلب کریں۔ پرائیویٹ سیکرٹری نے بذریعہ ٹیلیفون EDO ایجوکیشن

کو اگلے دن کے لئے طلب کیا۔اسی دن مورخہ 21۔جون2006 کو میں بھی وقت مقرر پر اجلاس کے سلسلے میں اسمبلی آیااور دفتروزیر تعلیم جاکر پرائیویٹ سیکرٹری سے EDOراجن پور کے آنے کا پوچھا۔انہوں نے بتایاکہ وہ راجن پور سے کل شام سے روانہ ہے۔لیکن دفتر میں ابھی تک نہیں پہنچا۔اس دوران میں نے کئی مرتبہ جاکر پرائیویٹ سیکرٹری سے پوچھا لیکن جواب نفی میں ملتا رہا ہے۔شام کو ساڑھے چار بجے اجلاس ختم ہونے سے دس منٹ پہلے مجھے معلوم ہوا کہ EDO ایجوکیشن اسمبلی کی عمارت میں موجود ہے اور پرائیویٹ سیکرٹری وزیر تعلیم کی آشیر باد سے چھپا ہوا ہے۔اجلاس ختم ہونے سے دو تین منٹ پہلے مجھے معلوم ہوا کہ EDO صاحب پرائیویٹ سیکرٹری کے ساتھ گپیں لگا رہا ہے۔میں فوراً وزیر تعلیم کے دفتر میں پہنچا تو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب اور EDO صاحب آپس میں گپیں لگا رہے تھے اور مجھے دیکھتے ہی چونک گئے انہیں گمان تھا کہ اسمبلی کا اجلاس ختم ہونے کو ہے لہذا میں اسمبلی سے چلا گیا ہونگا۔چونک کر پرائیویٹ سیکرٹری نے کہا کہ EDO صاحب ابھی تشریف لائے ہیں۔آپ بیٹھیں اور یہ بھی بیٹھے ہیں۔بحیثیت ثالث میں آپ کے معاملات طے کرواتا ہوں۔میں نے کہا کہ یہ سب باتیں منسٹر صاحب کے سامنے ہونی ہیں آپ کے سامنے نہیں آپ منسٹر صاحب کو اطلاع کر دیں۔انہوں نے کہا کہ منسٹر صاحب function میں ہیں۔اس ایک آدھے منٹ کی گفتگو کے بعد EDOاور پرائیویٹ سیکرٹری کمرے سے اکٹھے باہر چلے گئے۔ہم نے سارا دن انتظار کیا۔میرے حلقے کے لوگ بھی موجود تھے۔پرائیویٹ سیکرٹری اور EDOراجن پور کے رویے سے میرا وقار مجروح ہوا ہے۔لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی،وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!دو دن پہلے معزز ممبر میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے اپنے ضلع راجن پور میں تعلیم کے حوالے سے کچھ مسائل کے بارے میں بات کی تھی۔

جناب سپیکر!میں نے ان کی بات سنی اور میں نے انھیں کہا کہ میں EDO کو بلا لیتا ہوں اور یہاں آپس میں بیٹھ کر ساری problems کو دور کروا لیتے ہیں۔کل EDO فوری طور پر راجن پور سے یہاں پر آئے اور بیٹھے۔میں ہاؤس میں مصروف تھا۔اب ان کی وہاں پر کیا بات چیت ہوئی ہے۔اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں ہے۔میں نے ساڑھے چار بجے EDO کو بلایا اور اسے

یہ کہا کہ یہ ہمارے معزز ممبر ہیں۔ان کے جو بھی جائز مطالبات ہیں۔اگر یہ اپنے ضلع راجن پور میں promotion of education چاہتے ہیں تو آپ وہ کام ضرور کیجئے۔

جناب والا!اگر یہ اسمبلی میں بات لے ہی آئے ہیں تو راجن پور میں گروپنگ ہے۔وہاں پر دو سیاسی گروپ ہیں۔ناظم صاحب اور ہمارے منسٹر صاحب بھی ہیں۔وہاں کے لوکل سیاسی حالات کیا ہیں،اس کے بارے میں تو وہ خود زیادہ جانتے ہوں گے لیکن ہماری جو ایجوکیشن پالیسی ہے۔آپ کو یاد ہو گا کہ ہم نے ہمیشہ میرٹ کو prevail کرنے کی بات کی ہے۔جب بھی کبھی بھرتی کی بات آئی تو میرٹ پر کی۔ہم نے پچاس ہزار ایجوکیٹرز بھرتی کئے، گریجوایٹ رکھے اور میرٹ پر رکھے۔ہم نے کوئی کوٹا کسی کو بھی نہیں دیا۔

جناب سپیکر!یہ ہمارے معزز ممبر ہیں۔میں حیران ہوں کہ یہ نوبت تو آنی ہی نہیں چاہئے تھی کہ یہ ایسے بیٹھیں۔ان کی جو گفت و شنید ہوئی ہے۔مجھے اس بارے میں کچھ پتا نہیں ہے۔میں نے ان کے حکم کے مطابق EDO کو دس گھنٹے کے نوٹس پر فوری طور پر بلایا ہے کہ وہ آئیں اور آ کر ہمارے معزز ممبر کی بات سنیں۔اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ان کے ساتھ مزید بیٹھ جاتا ہوں کہ کل جو واقعہ ہوا ہے،وہ کیا ہوا ہے؟میں ابھی ٹی وی پر سن رہا تھا تو میں بھاگتا ہوا ادھر آیا ہوں۔اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ایک دو دن میں پوچھتا ہوں کہ آپ کی کیا بات ہوئی ہے پھر آپ کا جو حکم ہو گا وہ کر لیں گے۔

جناب سپیکر:دریشک صاحب!کیا اسے pending کر لیں؟

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!وزیر تعلیم اس طرح گفتگو فرما رہے ہیں کہ جیسے امان اللہ دریشک صاحب پر انھوں نے بڑی مہربانی اور رحم فرما رہے ہیں۔انھوں نے جو تحریک استحقاق دی ہے اس پر ان کو چاہئے تھا کہ یہ اس کا جواب دیتے۔انھوں نے EDO کو بلایا ہے تو یہ خود اس کے ساتھ اور امان اللہ دریشک صاحب کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلے کو سنتے لیکن یہ موصوف فرما رہے ہیں کہ میں مصروف تھا۔یہ اجلاس تین دن سے ہو رہا ہے۔میرا خیال ہے کہ ایک منٹ بھی یہ یہاں پر مصروف نہیں رہے اور نہ ان کا اس بجٹ سے کوئی تعلق رہا ہے۔ان کو چاہئے تھا کہ یہ امان اللہ دریشک صاحب کی بات سنتے اور EDO کے ساتھ بیٹھ کر مسئلے کا حل نکالتے۔فاضل ممبر امان اللہ

دریشک صاحب پہلی دفعہ کھڑے ہوئے ہیں، یہ شریف آدمی ہیں۔اگر وہاں پر کوئی سیاسی گروپنگ ہے تو یہ وزیر ہیں اور اپنے محکمے کے انچارج ہیں۔ان کو بیٹھ کر مسئلے کو حل کرنا چاہئے تھا۔اس کے علاوہ ان کو یہاں پر یہ بتانا چاہئے تھا کہ تحریک استحقاق کیا ہے اور اس کے جواب میں بات کرتے۔یہ ہاتھ ہلا ہلا کر کیا باتیں فرما رہے ہیں؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!دراصل مسئلہ ہی یہی ہے کہ معزز ممبر ارشد بگو صاحب کو کبھی معاملے کی سمجھ ہی نہیں آتی۔بہر حال انھوں نے point score کرنا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر!ان کی اور ہاؤس کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ تحریک استحقاق آپ نے آج out of turn accept کی ہے۔مجھے اس کی کاپی ابھی تک نہیں ملی۔آپ ان کی بات بالکل نہ مانیں یہ ابہام پیدا کرنے میں ماہر ہیں۔میں نے EDO کو بلایا تھا تو وہ اس تحریک استحقاق دینے سے پہلے بلایا تھا۔EDO کو بلانے کے بعد یہ تحریک استحقاق آئی ہے۔

رائے اعجاز احمد: جناب سپیکر!بات یہ ہے کہ واقعہ ان کے علم میں ہے۔انھوں نے تحقیق کرنی تھی تو وہ کر لینی چاہئے تھی۔معزز رکن کی تحریک استحقاق منظور کی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔امان اللہ خان صاحب کیا یہ pending کر لیں؟

سردار محمد امان اللہ خان دریشک: جناب سپیکر!میری درخواست تو یہی ہو گی کہ آپ اسے admit کر لیں۔

جناب سپیکر: یہ آج ہی پیش ہوئی ہے اس لئے وزیر صاحب تفصیل جان لیں۔

سردار محمد امان اللہ خان دریشک: جناب سپیکر!ان کو تفصیل کا تو پتا ہی ہے کیونکہ کل جب EDO پہنچے تو وزیر صاحب سارا دن اپنے دفتر میں تشریف ہی نہیں لائے۔ان کو پتا تھا کہ وہ آئے ہیں۔میرے حلقے کے لوگ بھی اس معاملے کے لئے آئے تھے۔وہ بے چارے اتنی دور سے کرایہ بھر کر ادھر پہنچے ہیں۔سڑکیں بن رہی ہیں۔اس وقت ڈی جی خان سے راجن پور تک لگ بھگ چار گھنٹے میں راستہ طے ہوتا ہے۔میری جناب سے یہی درخواست ہے کہ آپ میری یہ تحریک استحقاق منظور فرمالیں۔

جناب سپیکر: دریشک صاحب!اس تحریک استحقاق کو پرسوں تک کے لئے pending کر لیتے ہیں۔کل کے دن میں وہ بھی تفصیل معلوم کر لیں۔اس لئے یہ تحریک استحقاق 24۔جون تک

pendingکی جاتی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں اس پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فاضل ممبر امان اللہ دریشک صاحب شاید اسی پر بولے ہیں۔ میری یہ درخواست ہے کہ یہ معاملہ وزیر صاحب کو پتا ہے۔ اس پر مہربانی فرما کر کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ کمیٹی اس کو دیکھ لے گی۔

جناب سپیکر: ابھی میں نے یہ تحریک استحقاق 24 تاریخ تک pending کر دی ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وزیر تعلیم ابھی اپنے جواب میں یہ فرما رہے تھے کہ وہاں پر مقامی سطح پر سیاسی پارٹی بازی ہے یعنی اقتدار کے لئے لوگ آپس میں الجھے ہوئے ہیں، لڑ رہے ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ ایک جگہ نہیں ہے۔ یہ ہر ضلعے کے اندر ہے۔ یہ جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ آپس میں الجھتے ہیں اور اس سے عوام کے کام متاثر ہوتے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ انھیں ہدایت فرمائیں کہ یہ آپس میں نہ لڑیں تاکہ عوام متاثر نہ ہوں اور ان کے کام خراب نہ ہوں۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 271 سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔

تھانہ ستیانہ فیصل آباد میں ڈکیتی اور اجتماعی زیادتی کے مقدمے کے اندراج میں تاخیر

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ''جنگ'' مورخہ 24۔ مارچ 2006 کی خبر کے مطابق تھانہ ستیانہ فیصل آباد کے چک نمبر 363 گ ب میں 6 ڈاکوؤں نے ڈکیتی کی واردات کے بعد مال کم ملنے پر ماں بیٹی کو اجتماعی زیادتی

کانشانہ بناڈالا۔ تفصیل کے مطابق محنت کش سرور مزدوری کرنے فیصل آباد آیا ہوا تھا۔ سات دن قبل ڈاکوؤں نے اس کے گھر پر چند ہزار روپے اور اڑھائی تولے سونے کے زیورات لوٹے اور اس کی بیوی اور بیٹی کو اجتماعی زیادتی کانشانہ بنایا۔ پولیس کے مقدمہ درج نہ کرنے پر محنت کش سرور نے ایڈیشنل آئی جی کو درخواست پیش کی۔ انھوں نے اس کیس کی انکوائری ڈی پی او کو سونپ دی مگر انکوائری تاحال شروع نہ ہوئی ہے۔ اس واقعہ سے عوام میں خوف وہراس کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! معزز رکن نے معزز ایوان کی توجہ جس امر کی طرف مبذول کروائی ہے۔ یہ واقعہ درست ہے۔ مدعی مقدمہ محمد سرور نے مورخہ 13-03-2006 کو درخواست دی اور اس نے اپنی درخواست میں یہ تحریر کیا کہ ڈیڑھ بجے رات نامعلوم ملزمان نے اس کے گھر میں داخل ہو کر اس کی بیوی مسماۃ فیروزاں بی بی اور بیٹی سکینہ بی بی سے زیادتی کی ہے۔ ملزمان جاتے ہوئے زیورات، گھڑی اور پارچہ جات بھی لے گئے۔ مدعی کی اس درخواست پر مقدمہ نمبر 310 درج ہوا ہے اور اس کی تفتیش کی گئی۔ دوران تفتیش مدعی مقدمہ نے چونکہ پہلے کسی ملزم کو نامزد نہیں کیا تھا لیکن دوران تفتیش انہوں نے اپنے تتمہ بیان میں ملزمان علی شیر عرف شیری، عمران ولد قاسم وغیرہ کو اس مقدمہ میں نامزد کیا۔ پولیس نے تگ و دو کے بعد ان ملزمان کو گرفتار کر لیا ہے۔ گرفتاری کے بعد اس کا نامکمل چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ پولیس کو ہدایت کی گئی ہے کہ جلد چالان مکمل کر کے عدالت میں پیش کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اس بات پر جناب وزیر قانون نے یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ اس کی انکوائری میرٹ پر کر کے کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ مدعی نے جن لوگوں کی نشاندہی کی تھی ان کو گرفتار بھی کر لیا گیا ہے اور ان کا چالان بھی کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ مزید کہنے کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔ اگر مدعی نے جن لوگوں کی نشاندہی کی ہے اس کی منشاء کے مطابق ملزم چالان بھی ہوئے

ہیں اور پکڑے بھی ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک بھی 272 احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، شاہ صاحب!

کلور کوٹ میں دس سالہ بچی کے ساتھ زیادتی کے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کرنے سے انکار

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 25۔ مارچ 2006 کی خبر کے مطابق کلور کوٹ میں 10 سالہ خورشید مائی سے دو بااثر زمینداروں نے زیادتی کی اور انہی زمینداروں نے 7 سالہ پروین بی بی پر مجرمانہ حملہ بھی کیا۔ خورشید مائی کے ماں باپ کو متاثرہ بچی کے ساتھ پرچہ اندراج سے انکار کرتے ہوئے تھانہ سے بھگا دیا گیا۔ خورشید مائی کے ماں باپ ''نوائے وقت'' کے دفتر پہنچ گئے۔ دونوں ماں باپ نے متاثرہ بچی کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے ہوئے بتایا کہ ملزم عمران اور فخر زمان نے ان کی بیٹی کو غسل خانے میں بند کر کے زیادتی کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے تھانہ کلور کوٹ ڈیوٹی افسر کو تمام ظلم سے آگاہ کیا۔ ماں باپ نے الزام عائد کیا ہے کہ پولیس نے دادرسی فراہم کرنے کی بجائے الٹا انہیں ڈرا دھمکا کر تھانہ سے بھگا دیا۔ جس پر وہ مایوس ہو کر ''نوائے وقت'' دفتر آئے۔ اس واقعہ سے عوام میں غم و غصہ کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! معزز رکن نے اس معزز ایوان کی توجہ جس جانب مبذول کروائی ہے یہ واقعہ جن کا تحریک التوائے کار میں ذکر فرمایا گیا ہے یہ جزوی طور پر درست ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مورخہ 06-03-23 کو محمد اکرم ولد نور زمان نے ایک درخواست دی اور اس کے بیان پر کہ اس کی ہمشیرہ مسماۃ پروین بی بی باعمر 9,10 سال کے ساتھ محمد عمران ولد غلام رسول نے زیادتی کی تھی، پولیس نے اس پر مقدمہ نمبر 85 مورخہ 06-03-23

درج کیا۔ مقدمے میں جس ملزم کو نامزد کیا گیا تھا، وہ گرفتار ہو چکا ہے اور اس کا چالان عدالت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ خورشید مائی کے والد کو تھانے میں بلانا اور اس کے خلاف جو زیادتی کی بات کی گئی ہے وہ درست نہ ہے۔ خورشید مائی کے والد کے بیان کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے جس میں اس نے کہا کہ ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ جو ایک زیادتی کا واقعہ رپورٹ ہوا تھا اس کا پرچہ بھی درج ہوا ہے اور ملزم گرفتار بھی ہو چکا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! ٹھیک ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: ٹھیک ہے۔ جناب!

جناب سپیکر: یہ تحریک بھی dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک نمبر 273 سید احسان اللہ وقاص صاحب، چودھری اصغر علی گجر اور محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کی طرف سے ہے۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب پیش کریں۔

گوجرانوالہ میں ڈکیتی کے دوران ہیڈ کانسٹیبل شیخ اعجاز کا قتل

چودھری اصغر علی گجر: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ''جنگ'' مورخہ 24۔مارچ 2006 کی خبر کے مطابق گوجرانوالہ مدنی روڈ پر ڈاکوؤں نے ڈکیتی کی واردات میں مزاحمت پر فائرنگ کر کے ڈی۔ایس۔پی ٹریفک آفس کے ہیڈ کانسٹیبل کو ہلاک کر دیا۔ تفصیل کے مطابق ہیڈ کانسٹیبل محمد اعجاز اپنی بیوی کے ہمراہ موٹر سائیکل پر ایک شادی کی تقریب سے واپس گھر آ رہا تھا کہ تھانہ سبزی منڈی کے علاقہ مدنی روڈ پر ناکہ لگائے ہوئے ڈاکوؤں نے شیخ اعجاز کو روک لیا اور ان سے نقدی چھینی اور اس کی بیوی سے زیورات اتروانے کے دوران اعجاز نے مزاحمت کی تو ڈاکوؤں نے اعجاز کے دل میں گولی مار کر اسے موقع پر ہی ہلاک کر دیا اور فرار ہو گئے۔ اس واقعہ سے علاقہ میں خوف و ہراس کی فضاء پائی جاتی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں میری استدعا ہے اور جیسا کہ تحریک التوائے کار میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ 24۔ مارچ کی خبر تھی اور 23۔ مارچ کو اس واقعہ کا مقدمہ درج ہوا

تھا۔ابھی چونکہ اس واقعہ کو تقریباً تین چار مہینے گزر چکے ہیں تو میں نے اس کا اپ ڈیٹ جواب منگوایا ہوا ہے اس لئے میری آپ سے استدعا ہو گی کہ اگر اس کو کل تک کے لئے pending فرمادیں تاکہ میں اس کا اپ ڈیٹ جواب دے سکوں۔

جناب سپیکر: جی، گجر صاحب! ٹھیک ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ اعجاز صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! میری ایک ذاتی تحریک التوائے کار تھی اس حوالے سے کہ جب میرے گھر میں چوری کا واقعہ ہوا تھا تو اس وقت میں نے تحریک جمع کروائی تھی۔

جناب سپیکر: اس کا نمبر کیا ہے؟

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! نمبر تو یاد نہیں ہے۔اگر آپ مہربانی فرمائیں تو اسے آؤٹ آف ٹرن لے لیں۔

جناب سپیکر: میں دیکھ لیتا ہوں۔ تحریک التوائے کار نمبر 275 جناب سمیع اللہ خان، محترمہ فائزہ احمد اور محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ کی طرف سے ہے۔ محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ تحریک پیش کریں گی۔

لاہور اور اس کے گرد و نواح میں قتل کی اندھی وارداتیں

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 28۔مارچ 2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق بابا فرید کالونی کوٹ لکھپت لاہور میں کھیتوں سے ایک نوجوان کی خون آلود لاش ملی ہے۔اسے پیٹ میں چھری سے وار کر کے قتل کیا گیا تھا۔ مقتول کی عمر 27/28 سال تھی اور اس نے جینز کی پینٹ اور چیک دار شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ مقتول کی شناخت نہ ہو سکی۔ قتل کی ایسی اندھی وارداتیں لاہور شہر اور اس کے گرد و نواح میں روزانہ

ہو رہی ہیں بلکہ ایک معمول بن چکا ہے۔ مگر پولیس ایسی قتل کی وارداتوں کا سراغ لگانے میں ناکام ہو چکی ہے۔پولیس اپنی روایتی تفتیش کے بعد ایسے قتل کے مقدمات کو عدم پیروی کی بناء پر بند کر دیتی ہے اور تفتیش close کر دی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ملزمان گرفتار نہ ہو پاتے ہیں۔ایسی وارداتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی،لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! محترمہ نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے یہ واقعات کے حوالے سے درست ہے لیکن ان کا یہ تاثر کہ پولیس نے اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کی اور مقدمہ داخل دفتر کر دیا گیا ہے یہ درست نہ ہے۔اصل حقائق یہ ہیں کہ لیاقت علی گجر نے پولیس کے سامنے پیش ہو کر یہ بیان تحریر کروایا کہ میں حلقہ یو۔ سی 135 کا جنرل کونسلر ہوں۔ تقریباً ساڑھے سات بجے صبح اطلاع ملی کہ ایک انسانی لاش جو کہ سنٹرل گورنمنٹ کے کھیتوں میں پڑی ہوئی ہے جس پر مقدمہ نمبر 294 مورخہ 06-03-27 بجرم 34/302 ت پ تھانہ کوٹ لکھپت درج ہوا۔ حسب کارروائی لاش ڈیڈ ہاؤس پہنچائی گئی، مقتول کی تصویر اخبارات میں شائع کروائی گئی۔ مورخہ 06-04-10 کو مقتول کے وارثان نے ڈیڈ ہاؤس میں جا کر لاش کی شناخت کی۔ اسی دوران مقتول کے برادر حقیقی نے درخواست پیش کی کہ میں صدر پتو کی کا رہائشی ہوں، تین ماہ قبل مسماۃ ثمینہ بی بی سادھو کی ملیاں ضلع شیخوپورہ سے میرے بھائی کی شادی ہوئی تھی۔ محمد طارق بھی اسی گاؤں کا رہنے والا ہے جس کی میرے بھائی شرافت علی کی بیوی ثمینہ پر بری نظر تھی جس نے میرے بھائی سے دوستی کر لی، شرافت علی کے ساتھ دوستی کی آڑ میں ثمینہ بی بی کے ساتھ تعلقات قائم کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات ثمینہ بی بی نے اپنے خاوند شرافت علی کو بتائی۔ مورخہ 06-03-26 کو میں محمد سرور اور محمد سلیم گاؤں کے چوک میں کھڑے تھے کہ طارق عرف تارا اور ارشاد احمد وغیرہ جو کہ سادھو کی ملیاں کے رہائشی ہیں، میرے بھائی شرافت علی کے گھر آئے اور میرے بھائی کے ساتھ شہر کی طرف جا رہے تھے جن کو میں نے آواز دے کر پوچھا کہ شرافت علی کہاں جا رہے ہو؟ شرافت علی نے کہا کہ مہمان آئے ہیں، شہر کی طرف ضروری کام کے لئے جا رہے ہیں جو پھر واپس گھر نہ آیا۔ بذریعہ اخبار اشتہار دیکھ کر علم ہوا ہے کہ میرے بھائی کی نعش ڈیڈ ہاؤس میو ہسپتال میں موجود ہے اسی دوران تھانہ شیخوپورہ نے بذریعہ فون اطلاع دی کہ طارق عرف تارا نامی شخص ہمارے پاس مقدمہ نمبر

363 بجرم 65/20/13 تھانہ صدر شیخوپورہ میں گرفتار ہے۔ جس نے انکشاف کیا ہے کہ اس کے خلاف تھانہ کوٹ لکھپت میں قتل کا مقدمہ درج ہے۔ جس کو لاہور منتقل کیا گیا اور دوران تفتیش ملزم محمد طارق مذکور کی نشاندہی پر اس کے قبضہ سے مقتول شرافت علی کے قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی، مقتول کا فیکٹری کارڈ اور آلہ قتل خنجر برآمد کیا جا چکا ہے اور پولیس نے اس کو قبضے میں لے لیا ہے، ملزم محمد طارق کے خلاف مقدمہ قائم ہو چکا ہے اور وہ اس وقت جوڈیشل لاک اپ میں ہے اور اس کے خلاف چالان عدالت میں پیش کیا جا رہا ہے اس لئے یہ مقدمہ ٹریس ہو چکا ہے اور ملزم بھی گرفتار ہو چکا ہے جس نے اقبال جرم بھی کر لیا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محرک اس کو مزید press نہیں کرتے لہذا اس تحریک کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 276 محترمہ فائزہ احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ، جناب سمیع اللہ خان کی ہے۔ اس تحریک کو کون پیش کرنا چاہے گا۔

کلورکوٹ پولیس کی ونی کے اصل ملزمان کی بجائے بے گناہ افراد کی گرفتاری کی کوشش

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 28۔مارچ 2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق کلورکوٹ کی کوثر بی بی کو ونی کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ جب اس سلسلہ میں اس نے متعلقہ تھانہ میں مقدمہ کے اندراج اور متعلقہ افراد کے خلاف کارروائی کے لئے درخواست دی تو تھانہ منڈاکی پولیس نے بوگس FIR درج کر دی اس میں ملزمان کو تحفظ دیتے ہوئے جان بوجھ کر کوثر بی بی کے والد اور دو چچاؤں کے نام نامزد کر کے ان کی ولدیت کو تبدیل کیا گیا تاکہ گرفتاری کی صورت میں ولدیت بوگس ہونے کی وجہ سے ان کی ضمانتیں نہ ہو سکیں جبکہ کوثر بی بی کو ونی کی صلیب پر مصلوب کرنے والے اصل ذمہ دار سید وصول اور محمد یاسین ہیں۔ جو اس کے نام نہاد شوہر کے چچا ہیں۔ یہ افراد اور اس کا نام نہاد شوہر راولپنڈی میں آزاد گھوم پھر رہے ہیں۔ پولیس اصل ملزمان کو گرفتار کرنے کی بجائے بے گناہ افراد کو گرفتار کرنے کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں شدید خوف وہراس پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کی اجازت

دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا ہے اگر دو دن کے لئے اس کو pending فرمالیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: محترمہ! اس کا ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا اس لئے اس کو 27 تاریخ تک pending کیا جاتا ہے۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میری تحریک نمبر376 ہے۔

جناب سپیکر: جی پڑھیں۔

معزز رکن اسمبلی شیخ اعجاز احمد کے گھر نقب زنی اور چوری کے ملزمان کو گرفتار نہ کرنا

(۔۔۔جاری)

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 19۔اپریل 2006 کی رات میرے والد صاحب پر فالج کا حملہ ہوا جنہیں فوری طور پر میو ہسپتال لاہور کے AVH وارڈ کے کمرہ نمبر 6 میں داخل کروانا پڑا۔ والد صاحب کی تیمار داری اور دیکھ بھال کی غرض سے میری فیملی بھی گھر کو لاک کر کے لاہور آ گئی کہ 21 اور 22۔اپریل 2006 کی درمیانی شب میرے گھر واقع P-1 گلی نمبر 6، بازار نمبر 3 رضا آباد، فیصل آباد میں نقب زنی ہو گئی اور تالے توڑ کر گھر میں رکھی ہوئی نقدی چرا کر لے گئے۔ جس کی اطلاع مجھے میرے ہمسایہ نے بذریعہ موبائل فون دی تو میں فوری طور پر فیصل آباد پہنچا اور اس واردات کی ایف آئی آر درج کروائی لیکن تاحال مقامی پولیس کسی ملزم کو گرفتار نہیں کر سکی۔ ایک ایم پی اے کے گھر نقب زنی کر کے پوری رات لوٹ مار کی واردات ہونے پر بالعموم عام شہری نہ صرف عدم تحفظ کا شکار ہیں بلکہ وہ پریشان ہو کر یہ سوچنے پر بھی مجبور ہیں کہ ایک منتخب نمائندے کے گھر میں چور نقب زنی کر سکتے ہیں تو پھر عام آدمی نقب زنوں اور چوروں سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے اور بالخصوص اس واقعہ کے بعد میں اور میری فیملی عدم تحفظ کا شکار ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر

ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! چونکہ آپ نے اس تحریک کو out of turn لیا ہے اس لئے اس کو pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: ابھی اس کا جواب آنا ہے اور اس کی turn، 27 تاریخ تک آئے گی لہذا اس کو 27 تاریخ تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 278 محترمہ نگہت پروین میر صاحبہ کی ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتیں لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 279 محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ کی ہے۔ جی!

کلورکوٹ بھکر میں ونی کے جرم کا ارتکاب

محترمہ فرزانہ راجہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کلورکوٹ بھکر کے رہائشی محمد عرفان نے یاسمین نامی لڑکی کو گھر سے بھگا کر کورٹ میرج کر لی تھی۔ جس کے خلاف لڑکی والوں نے حدود کا مقدمہ درج کروادیا تھا۔ اس واقعہ سے دونوں خاندانوں کے درمیان شدید تنازع اٹھ کھڑا ہوا چنانچہ وہاں کے رہائشی رانا عابد اقبال جنرل سیکرٹری PML(Q) اور میجر (ر) محمد انور نے پنچائتی کردار ادا کرتے ہوئے ملزم عرفان کو گناہ کی بھینٹ میں ملزم کی بہن کی بیٹی شمیم اختر کی ونی محمد یامین کے بیٹے محمد عامر مغل کے ساتھ کر دی۔ اس ظلم کے خلاف بچی کے نانا ممتاز ناجی نے متعدد بار حکام کے دروازے کھٹکھٹائے مگر تاحال بچی مذکورہ کو ناکردہ گناہ کی پاداش میں ملنے والی سزا آزادی میں تبدیل نہ ہو سکی۔ اب معصوم آٹھ سالہ شمیم پنچائتی فیصلے کے مطابق اپنا دن سسرال میں اور رات میکے گزارتی ہے۔ ونی جیسی متذکرہ مکروہ رسم کے صوبہ میں آئے روز واقعات رونما ہو رہے ہیں مگر حکومت اس رسم کا قلع قمع کرنے کے لئے کوئی ٹھوس و مؤثر اقدامات نہ کر سکی ہے۔ جس سے صوبہ کے عوام میں غم و غصہ بے چینی اور اضطراب پایا جا رہا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! محترمہ نے جس واقعہ کو بنیاد بنایا ہے وہ واقعہ

درست ہے اور جیسا کہ تحریک التوائے کار میں یہ فرمایا گیا کہ رانا عابد اقبال اور میجر انور نے پنچائتی فیصلہ کر کے شمیم اختر کا نکاح محمد یامین کے لڑکے محمد عامر کے ساتھ کر دیا تو یہ واقعات بالکل درست ہیں اسی طرح ہوا۔ جب یہ معاملہ سامنے آیا تو اس پر مقدمہ نمبر 90 مورخہ 2006-03-29 کو درج ہوا اور اب اس مقدمہ کی تفتیش عمل میں لائی جا رہی ہے۔ یہ جواب 24۔اپریل کو موصول ہوا ہے۔ اس میں تقریباً پونے دو ماہ گزر چکے ہیں۔ اگر محترمہ فرمائیں تو اس کو کل تک pending کر لیں تاکہ اس کی updates بتا سکوں کہ اس میں کیا پیشرفت ہوئی ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! اس کو pending کر کے latest position بتائی جائے۔

جناب سپیکر: اس کو بھی 27 تاریخ تک pending کیا جاتا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری درخواست یہ ہے کہ محترمہ فرزانہ راجہ نے جو تحریک پیش کی تھی اس پر محترم فاضل وزیر قانون نے اپنی رائے دی ہے۔ میری درخواست ہے کہ اس ہاؤس کو بنے ہوئے چار سال ہو چکے ہیں۔ اس ہاؤس میں خواتین کے ساتھ زیادتی روکنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی اور پورے چار سالوں میں اس کمیٹی نے کوئی کام نہیں کیا اور کوئی کیس ان کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک آدھ کیس بطور ٹرائیل ان کے پاس بھیجا جائے تاکہ وہ اس کو investigate کریں اور اپنی رپورٹ اسمبلی میں پیش کریں یا تو آپ اس کمیٹی کو dissolve کرنے کا اعلان فرما دیں اور اگر وہ کمیٹی موجود ہے تو اس کو کوئی نہ کوئی کیس تو بھیجیں تاکہ یہ جو روزانہ خواتین سے زیادتی کے کیسز آتے ہیں لیکن اسمبلی ممبران پر مشتمل جو کمیٹی ہے اس نے اس بارے میں کوئی کام نہیں کیا۔ میری یہ درخواست ہے کہ کم از کم اس تحریک التوائے کار کو اس کے پاس بھیجیں تاکہ وہ investigate کریں اس کے سامنے پولیس کا version آ جائے اس کے علاوہ کوئی دوسرا version بھی سامنے آ جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: next ہے جی، تحریک التوائے کار نمبر 280 محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ!

لاہور میں غیر قانونی میٹرنٹی کلینکس کا قیام

محترمہ فرزانہ راجہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور کے مختلف مقامات اور پسماندہ علاقوں میں نان کوالیفائیڈ افراد، لیڈی ہیلتھ وزیٹرز اور عطائیوں نے جگہ جگہ زچہ و بچہ اور میٹرنٹی کلینک کھولے ہوئے ہیں جہاں پر غیر قانونی طور پر گناہوں کو چھپانے کا کاروبار کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ٹیمپل روڈ ان clinics کا مرکز ہے جہاں ایک درجن سے زائد صفیہ کلینک کے ایک ہی نام سے میٹرنٹی ہومز ہیں جہاں کلینک کے باہر ایم بی بی ایس ڈاکٹروں کے بورڈ آویزاں ہیں لیکن اندر نان کوالیفائیڈ اور ناتجربہ کار سٹاف اور دائیاں کام کر رہی ہیں۔ یہ کلینک 24 گھنٹے کھلے رہتے ہیں اور اس میں اسقاط حمل کا غیر قانونی گھناؤنا دھندہ بھی کیا جاتا ہے۔ محکمہ صحت کے ڈرگ انسپکٹروں، ضلعی انتظامیہ اور مقامی پولیس کی ملی بھگت سے ایسے تمام کلینکس نے انسانی زندگیوں سے کھیلنے کے ساتھ ساتھ قحبہ خانے کا کاروبار کھول رکھا ہے۔ اس متذکرہ خبر کی اخبارات میں اشاعت کی وجہ سے عوام میں شدید بے چینی، غم و غصہ اور اضطراب پایا جا رہا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسے محکمہ صحت کے تمام انتظامی افسران، ای ڈی اوز، ڈی او ایچ تمام نان کوالیفائیڈ اور عطائیوں کے خلاف ایکشن لیتے ہیں اور باقاعدہ چالان کرتے ہیں تاہم اگر کوئی کلینک ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی زیر نگرانی کام کر رہا ہے تو اس کے بارے میں قانون موجود نہ ہے۔ وفاقی حکومت اس پر قانون سازی کر رہی ہے اور پنجاب حکومت نے بھی ایک ڈرافٹ بنایا ہے جس پر ماہرین کی رائے لی جا رہی ہے۔ جونہی وفاقی حکومت اپنا قانون بنائے گی تو اس پر پنجاب کی صوبائی حکومت بھی عمل کرے گی۔

جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اگر ایم بی بی ایس ڈاکٹر کا بورڈ لگاتا ہے اور واقعی اس کلینک کی ownership ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی ہے تو کلینک، ڈسپنسرز یا لیڈی ہیلتھ ورکرز رکھنے کی ذمہ داری ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی ہے۔ اگر کوئی ایسا کلینک ہے جہاں پر ایم بی بی ایس ڈاکٹر بیٹھتا ہی نہیں ہے اور باہر اس نے ہومیوپیتھک یا نان ایلوپیتھی کا کوئی بورڈ لگایا ہوا ہے تو اس پر تو ہم

کارروائی کرتے ہیں لیکن اگر کلینک ہی ڈاکٹر کا ہے تو اگر ہمیں particular case ملیں کہ جناب ایک ایسے کلینک میں ایسا واقعہ ہوا ہے تو ہم اس کے خلاف ایکشن لیتے ہیں broadly ہر ایم بی بی ایس کلینک کو جا کر inspect کرنا میرا خیال ہے کہ اس وقت ہمارے دائرہ کار میں ہے اور نہ ہی ہم کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی۔ محرک چونکہ مزید اس کو press نہیں کرنا چاہ رہیں لہذا motion dispose of ہوئی۔اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ بجٹ کے بعد کا سوالات کا ایجنڈا ہمیں موصول ہوا ہے اور اس میں سوالات کے دن مقرر کئے گئے ہیں۔ ہمارے محکمہ محنت وافرادی قوت کے وزیر میرے بڑے بھائی سید اختر حسین رضوی صاحب ہیں تو جب سے اسمبلی بنی ہے صرف ایک دفعہ ان کا ٹائم آیا ہے تو میری درخواست ہے کہ یہ بڑا اہم محکمہ ہے مگر اس شیڈول میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے لہذا اسے بھی شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! دیکھ لیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: ٹھیک ہے۔ جناب!

رپورٹیں

(توسیع)

جناب سپیکر: ڈاکٹر مظفر علی شیخ مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

ڈاکٹر مظفر علی شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر 801 بابت سال 2005 پیش کردہ رانا ثناء اللہ خان ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31-07-2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر 801 بابت سال 2005 پیش کردہ رانا ثناء اللہ خان ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31-07-2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر 801 بابت سال 2005 پیش کردہ رانا ثناء اللہ خان ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31-07-2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کی کارکردگی کا جائزہ لے لیں کہ رانا ثناء اللہ صاحب نے کس date کو یہ پیش کی تھی۔ کیا یہ سٹینڈنگ کمیٹی صرف ٹی اے / ڈی اے کے لئے میٹنگ کرنا چاہتی ہے؟ کیا یہ کوئی positive contribution بھی کرنا چاہتی ہے؟

جناب سپیکر! This is wastage of the Government money آپ calculate کریں کہ ایک کمیٹی میٹنگ پر ٹیکسوں کا کتنا پیسا خرچ ہو رہا ہے جناب! وہ لاکھوں میں ہوتا ہے۔ اگر انہوں نے ایک issue raise کیا ہے تو کمیٹی اس کو ایک سال میں نہیں کر سکی اور اس کو پھر extend کر رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

ڈاکٹر مظفر علی شیخ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:ڈاکٹر صاحب!تشریف رکھیں۔رانا صاحب کے بعد آپ کو وقت دیا جائے گا۔جی،رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔جناب سپیکر!میں اس سلسلے میں وضاحت کرنی چاہوں گا کہ اس تحریک التوائے کار کے ذریعے ہمارے ڈاکٹرز صاحبان کی ریگولرائزیشن کا اہم مسئلہ اٹھایا گیا تھا اور اس میں اب تک کوئی میٹنگ نہیں ہو سکی۔یعنی خزانے کو نقصان والی کوئی بات نہیں اور اس سے پہلے کوئی میٹنگ نہیں ہوئی۔ پچھلے دنوں وزیر صحت اور حکومت نے ایک step لے کر کچھ ڈاکٹرز کو regulate کیا جو پہلے کنٹریکٹ basic پر تھے لیکن اس میں یہ ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کو کنٹریکٹ base سے regular کر دیا گیا اور کچھ کو نہیں کیا گیا۔اس میں کچھ سینارٹی کا پرابلم سامنے آیا ہے تو پھر میں نے ڈاکٹر صاحب سے یہ request کی تھی کہ اس تحریک التوائے کار پر پہلے میٹنگ نہیں ہو سکی تو آپ اس پر مہربانی کر کے تھوڑا سا ٹائم اور لیں تاکہ میٹنگ کر کے انتہائی اہمیت کے معاملے کو حل کیا جا سکے۔اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہو گی چونکہ یہ معاملہ انتہائی اہمیت کا ہے اور اس سے ڈاکٹر صاحبان کی بہت بڑی تعداد وابستہ ہے تو کم از کم دو تین میٹنگز ہوں گی تو پھر یہ معاملہ حل ہو گا۔ میں نے انہیں کل بھی request کی تھی کہ جولائی میں چونکہ میں نے باہر جانا ہے یا تو آپ اس کی next session تک مہلت لے لیں یا پھر دوبارہ جس طرح پہلے میٹنگ نہیں ہو سکی۔ شکریہ

جناب سپیکر:ڈاکٹر مظفر علی شیخ صاحب!

ڈاکٹر مظفر علی شیخ: شکریہ۔جناب سپیکر!میرے محترم بھائی رانا آفتاب احمد خان صاحب نے بغیر حقائق کو جانے تنقید شروع کر دی تھی۔اصل معاملہ یہ تھا کہ جب یہ پہلے تحریک التوائے کار پیش کی گئی تو میں نے اس معاملے کو take up کر لیا تھا

Because Rana Sana Ullah Khan was the prime mover of this Adjournment Motion, he should have been present in the meeting but he was not there

یہ اپنی مجلس عاملہ کی میٹنگ attend کرنے کے لئے لندن تشریف لے گئے تھے اور پورے ایک مہینہ تک یہ تشریف نہیں لائے جس کی وجہ سے یہ آج کے دن تک pending ہوئی ہے اور اس سلسلے میں مزید یہ عرض کروں گا کہ ہمارے محترم وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب اس معاملے

میں اتنے زیادہkeenہیں کہ کمیٹی میں ابھی یہ معاملہ گیا نہیں اور جس مقصد کے لئے یہ جانا تھا اس کو انہوں نے خود ہی مدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹروں کے کنٹریکٹ کو ریگولر کرنے کا نہ صرف اعلان کر دیا بلکہ وزیر صحت بھی یہاں پر تشریف رکھتے ہیں، اس کے متعلق نوٹیفکیشن بھی ہونے والا ہے۔ ہم اس کو کمیٹی میں اس لئے لانا چاہ رہے ہیں کہ اس سارے معاملے کو ایک لیگل حیثیت دی جائے اور اس پر کمیٹی میں جو بھی بحث ہو گی اس کے ذریعے نہ صرف اسے لیگل پوزیشن دی جائے گی بلکہ جو ڈاکٹر صاحبان اس سے متاثر ہو رہے ہیں ان کے معاملات کو بھی دیکھ کر ان سے خوش اسلوبی سے نپٹا جا سکے۔ شکریہ

جناب سپیکر: چودھری محمد ثقلین مجلس قائمہ برائے فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مجلس قائمہ برائے فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

چودھری محمد ثقلین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> ''قرارداد نمبر203 پیش کردہ سیدہ صغریٰ امام ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31-07-2006 تک توسیع کر دی جائے۔''

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

> ''قرارداد نمبر203 پیش کردہ سیدہ صغریٰ امام ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31-07-2006 تک توسیع کر دی جائے۔''

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

> ''قرارداد نمبر203 پیش کردہ سیدہ صغریٰ امام ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31-07-2006 تک توسیع کر دی جائے۔''

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ معاملہ کئی دفعہ ہاؤس میں discuss ہوا ہے کہ رپورٹ میں توسیع مانگنے کی کوئی وجوہات ہاؤس کو بتادیا کریں کہ کیا وجہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی نہ کوئی وجہ تو ہے اور ڈاکٹر مظفر علی شیخ صاحب نے بتایا کہ رانا صاحب کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس پر میٹنگ نہیں ہو سکی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ہاؤس نے اس کی توسیع کرنی ہے تو کم از کم ہاؤس کو یہ پتا ہونا چاہئے کہ ہم توسیع کیوں کر رہے ہیں۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس کی کارکردگی میں اضافہ ہو گا اور کمیٹی کو پتا ہو گا کہ ہم نے ہاؤس کو جواب دینا ہے۔ صرف وجوہات بتادیا کریں کہ یہ کیوں توسیع مانگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ، بگو صاحب! اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری جاوید پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

تعزیت

سابق رکن اسمبلی پیر غلام فرید چشتی (مرحوم) کے لئے فاتحہ خوانی

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ہمارے پیر محی الدین چشتی کے برادر ان لاء پیر غلام فرید چشتی صاحب جو ہماری اس اسمبلی کے پانچ دفعہ ممبر رہے ہیں وہ پرسوں وفات پا گئے ہیں ان کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب سپیکر: چشتی صاحب کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس موقع پر ہاؤس میں فاتحہ خوانی کی گئی)

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ ہاؤس ایک مدت سے ٹریژری بنچز اور اپوزیشن بنچز میں تقسیم ہے اور اسی حوالے سے آپ نے یہاں Ayes اور Noes کے بورڈ لگائے ہوئے ہیں لیکن آج یہ ہاؤس سرکاری ناشتہ گروپ اور اپنے گھر سے ناشتہ کر کے آنے والے گروپ پر مشتمل ہو گیا ہے اس لئے مہربانی کر کے یہ دونوں بورڈ تبدیل کر کے اس طرف سرکاری ناشتہ گروپ اور اس طرف اپنے گھر سے اپنا حق حلال کا کھا کر آنے والے گروپ کا نام لکھ دیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں دلی طور پر احسان اللہ وقاص صاحب کا احترام کرتا ہوں وہ ہمارے بزرگ ہیں انہوں نے بہت اچھی چیز کی نشاندہی کی ہے۔ اس پورے معزز ایوان میں ٹریژری بنچز پر بیٹھے ہوئے تمام بھائیوں کی طرف سے ہم آپ کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ آپ ہر روز ناشتہ ہمارے ساتھ کریں دن میں CM چیمبر میں refreshment کا انتظام ہے وہ کریں آپ ہمارے بھائی ہیں پیشرفت آپ کی طرف سے ہونی چاہئے آئیں کل صبح مل کر ناشتہ کریں گے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں بھی ٹی وی چینل جیو اور ARY کو اجازت ہے یہاں پر صرف پی ٹی وی کو اجازت ہے اور پی ٹی وی چونکہ ایک سرکاری ادارہ ہے اس لئے وہ اپوزیشن کی طرف سے یہاں پر جو کچھ ہوتا ہے اس کو نہیں دکھاتا تو مہربانی کر کے ARY کو بھی اجازت دی جائے تاکہ ہمارا مؤقف بھی پنجاب کے عوام کے سامنے آئے۔

جناب سپیکر: چلیں، اس پر بھی دیکھتے ہیں۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 07-2006 کے مطالبات زر

پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: اب ہم گوشوارہ سالانہ بجٹ بابت برائے سال 07-2006 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری کا آغاز کرتے ہیں۔ سال 07-2006 کے سالانہ بجٹ میں مطالبات زر کی تعداد 42 ہے ان تمام مطالبات زر میں کٹ موشنز آئی ہیں۔ مورخہ 19۔جون 2006 کو ہونے والی بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ 42 مطالبات زر میں سے 6 مطالبات زر میں حسب ذیل ترتیب سے کٹ موشنز پیش کی جائیں گی۔

1۔ مطالبہ نمبر PC-21013 پولیس
2۔ مطالبہ نمبر PC-21018 زراعت
3۔ مطالبہ نمبر PC-21015 تعلیم
4۔ مطالبہ نمبر PC-13049 مقامی حکومت / خود مختار ادارہ جات
5۔ مطالبہ نمبر PC-21016 خدمات صحت
6۔ مطالبہ نمبر PC-21009 آبپاشی و بحالی اراضی

کٹ موشنز کے ذریعے مطالبات زر پر کارروائی کل مورخہ 23۔جون دوپہر 11 بجے تک جاری رہے گی۔ باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ 144(4) کے تحت گلوٹین کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔ اب ہم کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل چونکہ جمعہ ہے اور اس لئے ٹائم صبح 9 بجے کا ہو گا۔ اب arrange تو یہی کیا گیا ہے کہ کل کم از کم دو گھنٹے کٹ موشنز کے لئے ہوں گے اور اس کے بعد گلوٹین apply ہو گا۔ لیکن کل ایسا نہ ہو کہ اجلاس ہی ساڑھے دس بجے شروع ہوا ہو اور ٹائم صرف آدھ گھنٹہ بچے اور اس میں کوئی بھی کٹ موشن take up نہ کی جا سکے۔

جناب سپیکر: کل کوشش کریں گے کہ اجلاس وقت پر شروع ہو۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ کل اجلاس جب بھی شروع ہو اس میں دو گھنٹے کٹ موشنز کے لئے دے کر پھر آپ گلوٹین apply کریں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ آپ آج کی کارروائی کا آغاز کر دیں اور جب نماز کا وقفہ ہو گا تو بزنس ایڈوائزری کمیٹی کا آپ اجلاس بلا لیں وہاں بیٹھ کر ہم آپس میں طے کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے جی، شکریہ۔ وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21013 پولیس، پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21013

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> "ایک رقم جو 20۔ارب 27 کروڑ 49 لاکھ 84 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

> "ایک رقم جو 20۔ارب 27 کروڑ 49 لاکھ 84 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 2006–07 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبر PC-21013 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ رانا ثناء اللہ خان، رانا مشہود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڑ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، جناب محمد نواز

ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یٰسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری، سجاد حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پرویز، جناب جہانزیب امتیاز گل، جناب محمد یار مونکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ، محمد شفقت خان عباسی، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب محمد افضال مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، سید حسن مرتضیٰ، لالہ شکیل الرحمن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید صدیق، ملک محمد اسحاق بچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ر) احسان الٰہی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ ران، مخدوم سید مختار حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری محترمہ عذرا بانو، جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید احسان اللہ وقاص، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود بگو، محترمہ طاہرہ منیر اور محترمہ زیب النساء قریشی!

جناب سپیکر: جی، جناب ارشد محمود بگو اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> ”20۔ارب 27 کروڑ 49 لاکھ 84 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC21013 پولیس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔“

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ :

"20۔ارب27کروڑ 49لاکھ 84ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر13PC2پولیس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

MINISTER FOR FINANCE: I oppose it.

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ اس کوoppose کرتے ہیں۔جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جب سے ہاؤس ساڑھے تین سال سے بنا ہے اور یہ اسمبلیاں بنی ہیں اس وقت سے لے کر آج تک اس ہاؤس میں سب سے زیادہ تنقید جس ڈیپارٹمنٹ پر کی گئی ہے وہ پولیس ہے اور یہ تنقید کوئی اپوزیشن کی طرف سے نہیں کی گئی یا ان حکومت کے مخالفین کی طرف سے نہیں کی گئی بلکہ اس پر تنقید اور اس پر جو رائے تھی وہ آنریبل ہائی کورٹ نے اور ایکstage پر سپریم کورٹ نے اور ایک دفعہ اس صوبہ کے چیف ایگزیکٹو وزیر اعلیٰ نے خود کی۔ میں یہ ان کی ریفرنس تقریر پڑھوں گا جو انھوں نے پولیس اکیڈمی میں پاسنگ آؤٹ پریڈ پر کی تھی وہ میں تقریر کا ریفرنس بھی دوں گا، وہاں بھی انھوں نے کہا کہ میں نے پولیس کو ہر طریقے سے فنڈز دیئے ہیں اور ہر طریقے سےequip کیا ہے لیکن اس کے باوجود پولیس کا رویہ اور پولیس کا سوسائٹی میں کردار اس طرح کا نہیں ہے کہ میں جس سے مطمئن ہو جاؤں۔ اس لئے ہم نے یہاں یہ کہا تھا کہ آپ 20.50۔ارب روپے پولیس کو دے رہے ہیں اور ان سےout put آپ کیا لے رہے ہیں، زیرو۔ یہ ہمارے بھائی ہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ پولیس جو ہے یہ کوئی انڈیا سے آئی ہے یا اس کا انڈیا سے تعلق ہے لہذا اس پر تنقید نہیں ہونی چاہئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ 2001 کا جو پولیس رولز آرڈر ہے اس کو ہمdiscuss ہی نہیں کر سکتے۔ اب یہ پولیس میں اصلاحات کیا کر رہے ہیں، یہ کر رہے ہیں کہ ملتان، لاہور، پنڈی اور گوجرانوالہ شہر کو ایک ماڈل پولیس سٹیشن بنانا چاہتے ہیں اور اس میں ایک ٹاؤن آفیسر مقرر کر رہے ہیں جو ڈی۔پی۔او کے under ہو گا۔ ایکvigilance officer مقرر کیا ہے جو ڈی۔ پی۔ او کے under ہو گا اور ایک انھوں نے سی۔ پی۔ او، سپروائزر آفیسر جو ڈی۔ایس۔پی رینک کا آدمی ہو گا یہ مقرر کیا ہے۔ اب basic انھوں نے کیا کیا ہے، basic انھوں نے اس میں یہ کیا ہے کہ جو ایس۔ ایچ۔ او ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ یہ ایس۔ ایچ۔ او کو مضبوط کرتے، جس کو پولیس رولز میں بتایا گیا ہے کہ کرائمز کو روکنے کی ساری طاقت اور جو سارا محرک ہوتا ہے وہ تھانے کا ایس۔ ایچ۔ او ہوتا ہے۔ انھوں نے بجائے اس کے کہ ایس۔ ایچ۔ او کو پولیس فورس دیتے،

اس کوequipments دیتے،اس کو مسلح کرتے اور اس سے کارکردگی مانگتے،انھوں نے اس پر تین ٹاؤن آفیسر لگادیئے ہیں، سی۔پی۔او،ایک سپر وائزر آفیسر اس پر لگادیا ہے،ایک اور آفیسر اس پر لگادیا ہے جو کہ وہاں پر چیکنگ کرے گا،ایس۔ایچ۔او کو کھڈے میں بٹھادیا ہے اور اس سے کہا ہے کہ تم نے ہلنا نہیں ہے، تم سے ہم نے کوئی کام نہیں لینا، یہ ساری باڈیز جو ہم نے ارد گرد بنائی ہیں یہ کریں گی۔ میرا اس میں مؤقف یہ ہے کہ آپ اخبارات ملاحظہ فرمالیں۔روزانہ کے اخبارات کو دیکھ لیں، پرسوں کے ایک اخبار میں تھا کہ ایک آدمی نے اپنی تین بچیوں کا قتل کیا،وہ تھانے میں گیا،اب پولیس کا کیا کام ہے کہ اس کا چالان تیار کرتی اور اس کو کورٹ کے سپرد کردیتی، عدالت یہ فیصلہ کرتی کہ اس نے جو جرم کیا ہے کیا اس میں اس کو سزا ملنی چاہئے یا اس کو چھوڑ دینا چاہئے ؟ لیکن ہماری تربیت کا اور ہماری پولیس کا یہ کارنامہ دیکھیں کہ جونہی اس آدمی کو پکڑ کر تھانے میں بند کیا گیا تو وہاں پر کانسٹیبل نے گن اٹھا کر اس کو اسی جگہ ختم کر دیا اور پولیس یہ سمجھتی ہے کہ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔اس طرح تو یہ lawlessness ہے۔۔۔

محترمہ شمیم اختر:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! چلنے دیں پلیز۔۔۔جی، فرمائیں!کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے ؟

محترمہ شمیم اختر:جناب سپیکر!یہ جس تھانے کا ذکر کر رہے ہیں کہ پولیس والے نے گولی ماری، وہ صرف ایک پولیس والا ہی نہیں تھا بلکہ ایک انسان بھی تھا۔اس کے انسانی جذبات جاگے، جس نے تین معصوم بچیوں کے گلے کاٹ کر ان کو مار ڈالا، وہ صرف ایک پولیس والا ہی نہیں تھا،ایک انسان بھی تھا،اس کے انسانی جذبات کی وجہ سے یہ سرزد ہوا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔جی، بگو صاحب!آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!یہ ہماری ویسے بدقسمتی ہے کہ ایسی خواتین ہم میں بیٹھی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر:آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!میں کر رہا ہوں۔وہ فرما رہی ہیں کہ اس نے بڑا رحم کیا ہے،اس نے بڑی مہربانی کی ہے کہ اس کے دل میں رحم پیدا ہوا۔پھر تو سوسائٹی میں ہر آدمی کو یہ حق مل جانا چاہئے کہ جس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو،اس کو گن پکڑ کر اسی وقت اس کو اپنے دشمن کو یا جس نے

اس کے ساتھ زیادتی کی اس کو اس سے قتل کر دینا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں اپنی تقریر کی طرف آتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب خود پولیس اکیڈمی میں گئے۔ وہاں پر انھوں نے تقریر کی۔ آج ان کی مہربانی ہے کہ وہ یہاں پر تشریف فرما ہیں، انھوں نے کہا کہ جتنے وسائل آپ نے مانگے میں نے پولیس کو دیئے ہیں لیکن آپ وہ رزلٹ مجھے نہیں دے رہے اور یہ رزلٹ کبھی بھی آپ کو نہیں ملے گا۔ یہ نہیں کہ اس ملک میں پولیس کو ٹھیک نہیں کیا جا سکتا۔ پولیس ٹھیک ہو سکتی ہے۔ ہائی کورٹ کے فل بنچ نے پچھلے دنوں آپ نے اخباروں میں پڑھا ہو گا کہ ایک بنچ نے وہاں پر کہا کہ اس سوسائٹی میں کرائم ختم ہو سکتا ہے اگر ہم پولیس ڈیپارٹمنٹ کو اس ملک سے ختم کر دیں۔ آج ہی جرائم کا یہ سارا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اتنی بڑی رقم 20.50۔ارب روپے آپ نے پولیس ڈیپارٹمنٹ کو امن وامان کے لئے دی ہے لیکن اس کا رزلٹ آپ روزاخبارات میں پڑھتے ہیں۔ روز لوگ چیخ رہے ہیں، کوئی شریف آدمی تھانے جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کوئی آدمی اگر درخواست دیتا ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، وہ تھانے جاتا ہے تو اس کے ساتھ مجرموں سے بھی زیادہ برا سلوک کیا جاتا ہے تو میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست کروں گا کہ ٹھیک ہے، حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو کنٹرول کرے، یہ سٹیٹ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو جان و مال کا تحفظ دے لیکن اس کے لئے ہمیں کوئی ایسا سسٹم وضع کرنا پڑے گا، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اسمبلی کو involve کرنا پڑے گا اور اسمبلی اس پر discussion کرے کہ یہ جو 20.50۔ارب روپے ہم نے اس پولیس ڈیپارٹمنٹ کو دیئے ہیں اس کا کوئی رزلٹ ان سے مہینے میں یا دو مہینے میں مانگے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو پیسے ہیں یہ ان کو دینے چاہئیں ورنہ نہیں دینے چاہئیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ یہ جو میں نے مطالبہ زر میں کٹوتی کی ہے اس میں یہ کٹوتی فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ رانا صاحب! آپ تو نہیں اس پر بات کرنا چاہ رہے؟۔۔۔ جی، رانا مشہود احمد خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جس طرح کل فیصلہ ہوا تھا کہ جو دوست جنرل بجٹ میں۔۔۔

جناب سپیکر: لیکن نام میں تو تمام پکاروں گا ناں۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ کو ہم نے نام دے دیئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ نے نام دے دیئے ہیں لیکن میں نے نام تو یہ پکارنے ہیں جو کٹ موشنز میں ہیں۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب اس میں ایک understanding ہو گئی ہے۔ کل مزاری صاحب اس وقت اجلاس preside کر رہے تھے۔ جن دوستوں کو جنرل ڈسکشن میں موقع نہیں ملا تو ہم نے یہ decide کیا تھا کہ اس میں شفقت عباسی صاحب ہیں، راجہ ریاض صاحب ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ابھی پھر یہ decide ہوا کہ نام میں نہیں پکاروں گا اور آپ کی طرف سے نام آئے ہیں، ارشد بگو صاحب تو تقریر کر چکے ہیں، راجہ ریاض صاحب ہیں، حسن مرتضیٰ صاحب ہیں، شفقت عباسی صاحب ہیں، چودھری اصغر علی گجر صاحب ہیں اور چودھری مشتاق احمد صاحب ہیں۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میرا نام بھی اس میں شامل کر لیں۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا نام بھی اس میں شامل کر لیں۔

جناب سپیکر: مسز نجمی سلیم صاحبہ!۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں۔ راجہ ریاض احمد صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ بنیادی طور پر پولیس کا کام جرائم کو روکنا اور امن وامان کو بحال رکھنا ہے۔ ہماری بد قسمتی ہے، ہم اس پٹڑی پر چل پڑے ہیں کہ پولیس کو زیادہ سے زیادہ فنڈز دے کر ہم جرائم پر قابو پا سکتے ہیں۔ پوری دنیا میں پولیس کو زیادہ فنڈز دینے کی بجائے تعلیم پر سب سے زیادہ فنڈز خرچ کئے جاتے ہیں تاکہ لوگ تعلیم حاصل کریں، ان میں شعور آئے، لوگوں کو روزگار ملے اور وہ جرائم میں حصہ نہ لیں۔ اس حکومت نے یہ سمجھا، ان کے دانشوروں نے مل بیٹھ کر مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہم پولیس کو زیادہ فنڈز مہیا کریں گے تو جرائم پر قابو پایا جا سکتا ہے جبکہ میں یہ سمجھتا ہوں پولیس کو فنڈز زیادہ دینے سے جرائم پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ اگر جرائم پر قابو پانا ہے تو لوگوں کو تعلیم دیں، لوگوں کو شعور دیں اور لوگوں کو روزگار دیں۔ اس حکومت نے تعلیم سے بھی دگنے پیسے محکمہ پولیس کے لئے رکھ دیئے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ کو سن کر حیرانی ہو گی کہ سول سیکرٹریٹ میں ایک جمنیزیم بنانے کے لئے ایک کروڑ 60 لاکھ روپے رکھ دیئے گئے ہیں۔ اب اگلے سال میں سی پی او لاہور میں جمنیزیم کے لئے دو کروڑ روپے رکھ دیئے جائیں گے حالانکہ یہ صاحب 11 بجے دفتر آتے ہیں۔ ایک پیالی کافی کی پیتے ہیں، ایک سگار پیتے ہیں، دو چار دوستوں کو فون کرتے ہیں اور پھر کسی دوست کے ساتھ لنچ پر

چلے جاتے ہیں۔ جناب!ان کو جمنیزیم کی کیاضرورت پڑ گئی ہے ؟ان کے جمنیزیم کے لئے ایک کروڑ 60 لاکھ روپے کیوں رکھے گئے ہیں؟ اب جبکہ سول سیکرٹریٹ میں جمنیزیم کے لئے ایک کروڑ 60لاکھ روپے رکھے گئے ہیں تو ظاہر ہے کہ پولیس بھی کہے گی کہ ہم نے سی پی او میں جمنیزیم بنانا ہے۔ اگر سول سیکرٹریٹ میں جمنیزیم بنا ہے تو پھر بہت ضروری ہو گیا ہے کہ اب سی پی او میں بھی جمنیزیم بنے۔ اس کے بعد پھر یہ کہیں کہ جی ہم نے سی پی او میں swimmingپول بنانا ہے۔ اس کے بعد کہیں گے کہ ہم نے سی پی او میں بلیئرڈ کلب بھی بنانا ہے تو میری گزارش یہ ہے کہ فنڈز دینے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اگر آپ اتنے فنڈز دے دیں کہ آٹھ کروڑ عوام میں سے چار کروڑ لوگوں کو پولیس میں بھرتی کر لیں اور ہر ایک آدمی کی حفاظت پر ایک سپاہی لگا دیں، پھر تو مانا جا سکتا ہے کہ شاید crime رک جائے لیکن اگر ایک سو، دو سو یا پانچ سو آدمیوں کی نگرانی کے لئے ایک سپاہی ہو گا تو پھر آپ چاہے جتنا مرضی فنڈز دے دیں وہ crime کو نہیں روک سکتے۔

جناب سپیکر!اب انھوں نے تھانوں میں ڈی ایس پی انچارج بنائے ہیں۔ تھانوں میں ڈی ایس پی لگنے کے بعد وارداتوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، کمی نہیں ہوئی۔ اس ملک کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں آج تک کبھی تھانے میں پولیس مقابلہ نہیں ہوا۔ میں موجودہ حکمرانوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے پرسوں تھانے کی حوالات کے اندر پولیس مقابلہ کروا دیا ہے۔ یہ پولیس والے واقعی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ فنڈز بڑھانے سے پولیس والوں نے بڑی کارکردگی دکھائی ہے کہ سڑکوں پر توڈاکو عوام کو لوٹ رہے ہیں لیکن یہ تھانوں میں پولیس مقابلے کروا رہے ہیں۔

جناب والا!جنوری سے مارچ تک تین مہینوں میں ڈکیتیوں میں 20 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ چوری کی وارداتوں میں 80 فیصد اضافہ ہوا ہے اور ان تین مہینوں میں لاہور شہر میں 56 قتل ہوئے۔ 132 کاریں لاہور شہر میں ان تین مہینوں میں چوری کی گئیں۔ اقدام قتل کے 124 واقعات ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر!ہمارے لاہور کے جو عوامی نمائندگان ہیں، لاہور سے جو ہمارے وزراء ہیں میں انھیں مبارکباد دوں گا کہ ان تین مہینوں میں لاہور شہر crime کے لحاظ سے پورے صوبے میں first آیا ہے۔ میں فیصل آباد کے عوامی نمائندگان کو بھی مبارکباد دینا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ وہ crime میں دوسرے نمبر پر آئے ہیں۔ اسی طرح ملتان کے تمام نمائندوں کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ وہ اس کارنامے میں third آئے ہیں۔

جناب سپیکر!اس وقت صوبہ پنجاب میں 6040 اشتہاری ملزمان ہیں، وہ دندناتے پھر رہے ہیں، انھیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔اس طریقے سے آپ پولیس کو جتنے مرضی فنڈز دے دیں crime پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔اگر crime پر قابو پانا ہے تو لوگوں کو ایجوکیشن دیں۔اس بحث کا اصل فائدہ تو یہ ہے کہ ابھی یہاں کہا جائے کہ یہ تجویز ٹھیک ہے۔وزیر اعلیٰ صاحب خود پولیس اکیڈمی میں تشریف لے گئے اور وہاں پر انھوں نے کہا کہ میں نے اپنی بھرپور کوشش کی ہے کہ پولیس کو زیادہ سے زیادہ فنڈز دیئے جائیں لیکن مجھے انتہائی دکھ ہے کہ جو کارکردگی میں محکمہ پولیس سے چاہتا تھا وہ مجھے نہیں مل سکی تو میری موجودہ حکمرانوں سے یہ گزارش ہو گی کہ لوگوں کو شعور دیں جس طرح ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے دیا۔لوگوں کو ایجوکیشن دیں جس طرح محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے دی اور لوگوں کو روزگار دیں اسی سے بہتری آ سکتی ہے۔

جناب سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں۔شفقت خان عباسی صاحب!

جناب فیاض الحسن چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چوہان صاحب!پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔جی، فرمائیے !

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر!ابھی ایک فاضل ممبر نے یہاں کہا ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کی طرح یہاں پر روزگار دیا جائے۔میرا خیال ہے کہ 1985 سے لے کر 1999 تک کی تاریخ شاہد ہے کہ ان 14 سالوں میں تقریباً 10 سال روزگار پر، نوکریوں پر پابندی رہی ہے۔یہاں بے نظیر بھٹو دو دفعہ اور نواز شریف صاحب دو مرتبہ وزیر اعظم بنے۔لوگ ایم اے کی ڈگریاں لے کر دربدر پھرتے تھے لیکن انھیں نوکریاں نہیں ملتی تھیں۔(قطع کلامیاں، شور وغل)

اور پھر اسی ملک کی تاریخ شاہد ہے کہ ایک وزیر اعظم نے ایم اے پاس لڑکوں کے ہاتھوں میں ٹیکسیاں دیں، ان کو باعزت روزگار دینے کی بجائے انھیں ٹیکسیاں دے کر گلیوں اور محلوں کے اندر کھجل کیا اور دوسری طرف قائد پنجاب چودھری پرویز الہیٰ کا کارنامہ ساڑھے تین سالوں میں یہ ہے کہ 35 لاکھ بے روزگار لوگوں کو روزگار کے مواقع مہیا کئے گئے۔یہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ بے نظیر بھٹو کی طرح روزگار دیا جائے۔انھوں نے تو لوگوں کا روزگار چھینا تھا، انھوں نے لوگوں کو ننگا کیا تھا۔آج یہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ یہاں پر بے نظیر بھٹو، ذوالفقار علی بھٹو کی طرح لوگوں کو روزگار اور عزت دی جائے۔

رانا آفتاب احمد خان:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب چلنے دیں، آپ پلیز چلنے دیں۔ یہ تو لمبی بحث چھڑ جائے گی۔ جی، راجہ شفقت عباسی صاحب!

سید ناظم حسین شاہ:پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! ہمیں ٹائم دیں، ہم یہ قطعاً برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے لیڈرز کے خلاف اس طرح کی بات کی جائے۔آپ نے ان کو وقت دیا کہ ہمارے لیڈر کے خلاف بات کریں۔ ہمیں بھی بات کرنے، جواب دینے کا حق حاصل ہے۔اگر یہ ہمارے لیڈر پر اعتراض کر سکتے ہیں تو پھر ہم بھی انھیں بتائیں گے کہ چودھری پرویز الٰہی کیا ہے۔یہ ہم قطعاً برداشت نہیں کریں گے۔ جب اس ملک میں آئین نہیں تھا تو یہ ذوالفقار علی بھٹو تھے جنھوں نے اس ملک میں آئین دیا۔یہ لوگ جو آج ڈیسک بجا رہے ہیں یہ نواز شریف کے لئے بھی ایسے ہی ڈیسک بجاتے تھے۔۔۔

جناب سپیکر:پلیز!شاہ صاحب!تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! مجھے بتائیں کہ اس ملک میں آئین کہاں تھا؟آئین اس وقت آیا جب ذوالفقار علی بھٹو برسر اقتدار تھے ورنہ تو اس ملک کا آئین بھی نہیں تھا۔اس ملک کی بقا کے لئے ذوالفقار علی بھٹو نے deterrent دیا۔ یہ بتائیں کہ اٹامک انرجی جس سے آج آپ بھی مستفید ہو رہے ہیں۔یہ کس نے دیا؟

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!یہ کس منہ سے بات کرتے ہیں۔یہ اپنا کردار دیکھیں؟یہ کون سی پارٹی سے منتخب ہو کر آئے اور آج کدھر بیٹھے ہوئے ہیں؟یہ کس منہ سے بات کرتے ہیں؟

جناب سپیکر:پلیز تشریف رکھیں۔شاہ صاحب تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!اگر آپ ان کو اجازت دیں گے تو پھر ہم بھی بات کریں گے۔

جناب سپیکر:پلیز!تشریف رکھیں۔جناب شفقت عباسی!

وزیر زرعی مارکیٹنگ:پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ:پوائنٹ آف آرڈر۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ اس طرح تو لمبی بحث چھڑ جائے گی۔ پلیز! تشریف رکھیں۔ میں ابھی کسی کو ٹائم نہیں دے رہا۔ کیانی صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ جی، شفقت عباسی صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ نامناسب ہے مجھے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کیا کر رہے ہیں؟ ابھی کوئی discussion تو نہیں کروانی۔

رانا آفتاب احمد خان: مجھے بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: میں ٹائم نہیں دوں گا۔ رانا صاحب! پلیز! تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب نے کافی بات کر لی۔ وہی باتیں بار بار ہونی ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! مجھے بات کرنے کا موقع دیں ورنہ ہم واک آؤٹ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ شفقت عباسی صاحب! آپ بات شروع کریں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے تمام اراکین ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر: ناظم شاہ صاحب! آپ نے بات بھی کر لی ہے اور واک آؤٹ بھی کر رہے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ایسے چمچے اور بھی اکٹھے کر لیں تاکہ پرویز الہیٰ صاحب کے لئے ڈیسک بجا سکیں۔ ان کی عزت بنا سکیں۔

جناب سپیکر: جی، عباسی صاحب!

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: چوہان صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ چوہان صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

(اپوزیشن کی طرف سے گو لوٹے گو کے نعرے اور جناب فیاض الحسن چوہان اور اپوزیشن کے اراکین کی آپس میں تلخ کلامی)

جناب سپیکر: جناب شفقت عباسی صاحب تشریف فرما نہیں ہیں۔ چودھری مشتاق احمد صاحب۔ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قاسم نون صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! ہم دیکھ رہے تھے کہ صبح سے کارروائی چل رہی تھی لیکن افسوسناک پہلو یہ ہے کہ جس طرح اپوزیشن نے behave کیا ہے اسے ہمارے قلم کے دوست بھی دیکھ رہے ہیں۔ بالخصوص سید ناظم حسین شاہ صاحب کے رویے اور انھوں نے جو گفتگو کی ہے ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ راتوں کو آکر ملتے ہیں لیکن صبح یہاں پر غلیظ گفتگو کرتے ہیں۔

(حکومتی بنچز کی طرف سے شیم شیم کے نعرے)

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ چودھری مشتاق احمد صاحب۔ تشریف فرما نہیں ہیں۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب!۔۔۔ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ مسز نجمی سلیم صاحبہ!۔۔۔ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ چودھری اعجاز احمد صاحب!۔۔۔ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہیلتھ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اب میں ارشد محمود بگو صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔ بگو صاحب بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ آرڈر پلیز۔

اب سوال یہ ہے کہ:

"20۔ارب 27 کروڑ 49 لاکھ 84 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC21013 پولیس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 20۔ارب 27 کروڑ 49 لاکھ 84 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر:اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21018 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21018

وزیر خزانہ:میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو2۔ارب 48 کروڑ 12 لاکھ 72 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر:یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو2۔ارب 48 کروڑ 12 لاکھ 72 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبر PC-21018 میں کٹوتی کی تحریک مندرج ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔رانا ثناء اللہ خان، رانا مشہود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڑ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یٰسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری شجاعت حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پرویز، جناب جہانزیب امتیاز گل، جناب محمد یار موکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمیٰ

زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب محمد افضال مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، سید حسن مرتضٰی، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، ملک محمد اسحاق بُچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) احسان الٰہی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید مختار حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید احسان اللہ وقاص، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود بگو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

رانا ثناء اللہ خان یا ان کے علاوہ کوئی بھی ممبر اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔ان میں سے کوئی بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔

چونکہ کٹوتی کی یہ تحریک put ہی نہیں ہوئی اس لئے میں اب question put کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2۔ارب 48 کروڑ 12 لاکھ 72 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 پیش کریں گے۔

مطالبہ زر نمبر PC-21015

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

''ایک رقم جو13۔ارب66کروڑ60لاکھ 90ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''تعلیم'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

''ایک رقم جو13۔ارب66کروڑ60لاکھ 90ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''تعلیم'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

مطالبہ زر نمبرPC-21015میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔رانا ثناء اللہ خان، رانا مشہود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڑ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یٰسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری شجاعت حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پرویز، جناب جہانزیب امتیاز گل، جناب محمد یار موکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈئر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا،

جناب محمد افضال مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، سید حسن مرتضٰی، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، ملک محمد اسحاق بُچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد ساں، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) احسان الٰہی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید مختار حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید احسان اللہ وقاص، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود بگو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

رانا ثناء اللہ خان یا کوئی بھی معزز رکن اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کر سکتے ہیں چونکہ کوئی بھی معزز رکن کٹوتی کی تحریک پیش کرنا نہیں چاہ رہا اس لئے میں اب question put کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ

> ''ایک رقم جو 13۔ارب 66 کروڑ 60 لاکھ 90 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''تعلیم'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-13049 پیش کریں گے۔

مطالبہ زر نمبر PC-13049

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو2۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مقامی حکومت خود مختار ادارہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو2۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مقامی حکومت خود مختار ادارہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبر PC-13049 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔رانا ثناء اللہ خان، رانا مشہود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڑ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد ،جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یٰسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری شجاعت حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پرویز، جناب جہانزیب امتیاز گل، جناب محمد یار موکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈئر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا،

جناب محمد افضال مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، سید حسن مرتضٰی، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، ملک محمد اسحاق بُچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد ساں، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) احسان الٰہی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید مختار حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید احسان اللہ وقاص، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود بگو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

راناثناء اللہ خان یا ان کی طرف سے کوئی بھی ممبر کٹوتی کی تحریک پیش کر سکتا ہے کیونکہ کوئی بھی معزز رکن کٹوتی کی تحریک پیش کرنا نہیں چاہ رہا لہذا میں question put کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ:

> ''ایک رقم جو 2۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 2006-07 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''مقامی حکومت خود مختار ادارہ جات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21016 پیش کریں گے۔

مطالبہ زر نمبر PC-21016

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

ایک رقم جو 6۔ارب 4 کروڑ 71 لاکھ 34ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

ایک رقم جو 6۔ارب 4 کروڑ 71 لاکھ 34ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبرPC-21016 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔رانا ثناء اللہ خان، رانا مشہود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڑ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یٰسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری شجاعت حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پرویز، جناب جہانزیب امتیاز گل، جناب محمد یار موکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈئر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب محمد افضال مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، سید حسن مرتضیٰ، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد

اعجاز،جناب مشتاق احمد(ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی،جناب محمد اشرف خان،ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی،ملک محمد اسحاق بُچہ،چودھری محمد شبیر،جناب اعجاز احمد سماں،جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر(ریٹائرڈ)احسان الٰہی چودھری،جناب طاہر اختر ملک،ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید مختار حسین شاہ،پیر مشتاق احمد شاہ،جناب احسان الحق احسن نولاٹیا،میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم،انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو،جناب پرویز رفیق،جناب نوید عامر،چودھری اصغر علی گجر،ڈاکٹر سید وسیم اختر،سید احسان اللہ وقاص،جناب محمد وقاص،چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری،جناب ارشد محمود بگو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

راناثناء اللہ خان یاان کی طرف سے کوئی بھی ممبر کٹوتی کی تحریک پیش کر سکتا ہے کیونکہ کوئی بھی معزز رکن کٹوتی کی تحریک پیش کرنا نہیں چاہ رہا لہذا میں question put کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ:

ایک رقم جو 6۔ارب 4 کروڑ 71 لاکھ 34 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر:اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر PC-21009 پیش کریں گے۔

مطالبہ زر نمبر PC-21009

وزیر خزانہ:میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 6۔ارب 13 کروڑ 11 لاکھ 45 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے

قابل اداا خراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "آبپاشی و بحالی اراضی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 6۔ارب 13 کروڑ 11 لاکھ 45ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداا خراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "آبپاشی و بحالی اراضی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبر PC-21009 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔رانا ثناء اللہ خان، رانا مشہود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڑ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یٰسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری شجاعت حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پرویز، جناب جہانزیب امتیاز گل، جناب محمد یار موکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈئر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب محمد افضال مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، سید حسن مرتضیٰ، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، ملک محمد اسحاق بچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) احسان الٰہی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید مختار

حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، میاں سیف اللہ اویسی، راؤاعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید احسان اللہ وقاص، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود بگو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

راناثناء اللہ خان یاان کی طرف سے کوئی بھی ممبر کٹوتی کی تحریک پیش کر سکتا ہے کیونکہ کوئی بھی معزز رکن کٹوتی کی تحریک پیش کرنا نہیں چاہ رہا لہذا میں question put کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 6۔ارب 13 کروڑ 11 لاکھ 45ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "آبپاشی و بحالی اراضی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب باقی ماندہ مطالبات زیر پر guillotine کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21001

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 21 لاکھ 26 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "افیون" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21002

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو دو کروڑ 6 لاکھ 40 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مالیہ اراضی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21003

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو دو کروڑ 51 لاکھ 10 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صوبائی آبکاری" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21004

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو آٹھ کروڑ 46 لاکھ 43 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اسٹامپ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21005

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو79 کروڑ84 لاکھ98 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"جنگلات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21006

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو19 لاکھ36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"رجسٹریشن" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21007

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کروڑ60 لاکھ82 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21008

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 3 کروڑ 80 لاکھ 40 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "دیگر ٹیکس و محصولات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21010

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 13۔ارب 64 کروڑ 22 لاکھ 92 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "انتظام عمومی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21011

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 61 کروڑ 91 لاکھ 35 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "نظام عدل" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21012

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 64 کروڑ 22 لاکھ 60 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21014

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کروڑ 92 لاکھ 17 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "عجائب خانہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21017

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 5۔ارب 49 کروڑ 49 لاکھ 6 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صحت عامہ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21019

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو16 کروڑ18 لاکھ72 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ماہی پروری" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21020

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو84 کروڑ40 لاکھ 45 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ویٹرنری" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21021

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 5 کروڑ 88 لاکھ 2 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "امداد باہمی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21022

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2۔ارب 2 کروڑ 24 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صنعتیں" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21023

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 52 کروڑ 43 لاکھ 11 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرق محکمہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21024

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 21 کروڑ 36 لاکھ 13 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سول ورکس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21025

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 37 کروڑ 62 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مواصلات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21026

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 10 کروڑ 4 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21027

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کروڑ 69 لاکھ 59 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ریلیف" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21028

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو11۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد" پنشن" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21029

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو8 کروڑ22 لاکھ 90ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سٹیشنری و پرنٹنگ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21030

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو95 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سبسڈیز" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21031

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو88۔ارب 42 کروڑ 83 لاکھ 27 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرقات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21032

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو دو کروڑ34 لاکھ 67 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے. اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شہری دفاع" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21033

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو33۔ارب45 کروڑ65 لاکھ 64 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2007 کو ختم ہونے والے مالی سال07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "غلے اور چینی کی سرکاری تجارت" برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21034

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کروڑ 29 لاکھ 62 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21036

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 41۔ارب 90 کروڑ 23 لاکھ 71 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ترقیات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21037

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 8۔ارب 58 کروڑ 70 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعمیرات آبپاشی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21038

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 83 کروڑ 11 لاکھ 87 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زرعی ترقی و تحقیق" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21040

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 40 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ٹاؤن ڈویلپمنٹ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21041

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 37۔ارب 14 کروڑ 25 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شاہرات و پل" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21042

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 13۔ارب 91 کروڑ 47 لاکھ 52 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سرکاری عمارات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21043

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 14۔ارب 34 کروڑ 67 لاکھ 10 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2007 کو ختم ہونے والے مالی سال 07-2006 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "قرضہ جات برائے میونسپلٹیز و خود مختار ادارہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: آج کا ایجنڈا اختتام پذیر ہوا لہذا اجلاس کل مورخہ 23۔جون 2006 بوقت صبح 9.00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

975

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 23۔جون2006

1۔ تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

مسودات قانون

(جو زیر غور لائیں جائیں گے)

2۔ مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ2006

3۔ منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ بابت سال07-2006کا پیش کیا جانا

4۔ آئینی قرار دادیں

5۔ مسودہ قانون(ترمیم) کوآپریٹو سوسائٹیز،مصدرہ2005

6۔ تحریک زیر قاعدہ(A)244قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب1997

977

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک، 23۔جون2006

(یوم الجمع، 26۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 9بج کر50منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلۡبَيۡعَۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٩ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَٱبۡتَغُواْ مِن فَضۡلِ ٱللَّهِ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرٗا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ۝١٠

سورۃ الجُمُعَة آیات9تا10

اے ایمان والو!جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانوo پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤo

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ہم تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ آج کے اخبارات کے اندر یہ خبر ہے کہ یونیورسٹی آف ایجوکیشن کے وائس چانسلر خواتین کے کیمپس میں گئے تو وہاں سینکڑوں طالبات اکٹھی ہو گئیں اور انھوں نے اس حد تک احتجاج کیا کہ پتھراؤ ہوا اور یونیورسٹی کیمپس کی پراپرٹی کا نقصان ہوا اور انھوں نے گملے بھی توڑے۔ وہ طالبات اس بات پر احتجاج کر رہی تھیں کہ یونیورسٹی نے اپنی فیس میں 200 فیصد سے زائد اضافہ کر دیا ہے۔ اس طرح کے مظاہرے پورے پنجاب کے اندر ہو رہے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ وزیر تعلیم صاحب اس بات کا نوٹس لیں اور گورنمنٹ ہائر ایجوکیشن کمیشن کو سفارش کرے کہ اگر یونیورسٹی کے اخراجات زائد ہیں تو وہ ہائر ایجوکیشن کمیشن ان کو دے۔ اس کا بار غریب طلباء پر نہیں پڑنا چاہئے اور 200 فیصد سے زائد اضافہ زیادتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے لیکن وزیر تعلیم سن رہے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد خان!

حکومت کا بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں کئے گئے فیصلوں سے انحراف

رانا آفتاب احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! بزنس ایڈوائزری کمیٹی کے اجلاس کے بعد ہمارا آپ کے ساتھ جو honest and gentleman agreement ہوا تھا اس کے مطابق آپ نے دیکھا ہو گا کہ چار دن بجٹ پر بحث میں تمام ممبران نے بھرپور حصہ لیا اور یہاں پر کوئی بھی ایسی بات نہیں ہوئی۔ یہاں پر مثبت تجاویز بھی دی گئیں۔ ان کو منظور کرنا یا نہ کرنا یہ حکومت کا اپنا حق ہے۔ اس کے بعد ہمارا آپ سے طے ہوا کہ ہم چند cut motions لے لیں گے۔ اس میں بھی ہم نے آپ سے یہ تعاون کیا کہ ہمارے یہ ممبران بجٹ پر بات نہیں کر سکے تھے۔ ان کو موقع دے دیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی تجاویز سامنے آ جائیں اور اس ایوان کا ماحول بہتر رہ سکے۔

جناب سپیکر! ہر سیاسی کارکن چاہے وہ (ق) لیگ کا ہے یا کسی اور جماعت کا ہے، اس کا ایک بنیادی حق ہے کہ اپنی پارٹی لیڈر شپ کی تعریف کرتا ہے۔ آپ نے یہاں پر دیکھا ہے کہ وہاں سے تقریر شروع ہوئی ہے تو چودھری پرویز الہیٰ صاحب سے شروع ہوئی ہے اور چودھری پرویز الہیٰ صاحب پر ختم ہو گئی یہ ان کا حق ہے، یہ ان کے لیڈر ہیں، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر راجہ پرویز صاحب نے اپنی لیڈر شپ کے متعلق بات کی ہے تو اس وقت آپ نے میرے کہنے کے باوجود کہ یہ شخص ہمیشہ متنازعہ بات کرتا ہے۔ آپ اس کو صرف اس لئے موقع دیتے ہیں کہ یہاں اسمبلی کے وقار کو مجروح کیا جائے۔ قاسم صاحب کے بعد جب اس نے بات کی I have to speak on behalf on my party تو مجھے بات کرنی ہے۔ جناب! آپ میرے الفاظ حذف کر دیں گے۔ یہ جو political turncoats اور political vagabonds پر اب web site بھی بن گئی ہے یعنی یہ جو [***] ہیں، یہ سیاسی۔۔۔

جناب سپیکر: میں یہ لفظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا آفتاب احمد خان: چلیں! political turncoats is better word جناب! مجھے بتائیے کہ یہ نظام کیوں خراب ہوا ہے؟ [*********]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ رانا صاحب! تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آپ نے بزنس دو دن کے لئے رکھا تھا۔ اگر ہم ان مطالبات پر بات کر لیتے تو پھر بھی آپ کا بجٹ آج ہی پاس ہو جانا تھا۔ آپ کے پاس brute majority ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑنا تھا مگر پتا نہیں کیا چیز تھی۔ آپ وزیر اعلیٰ صاحب کو خوش کرنا چاہ رہے تھے یا آپ چاہتے نہیں تھے۔ مجھے آپ کے رویے پر بہت افسوس ہوا ہے کیونکہ میں آپ سے یہ توقع نہیں کرتا تھا کہ آپ جیسے دھیمے شخص کو جو کہ بات سننے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ کل آپ نے جس طرح بلڈوز کیا ہے۔ میں اس کی مذمت کرتا ہوں اور اس پر احتجاج بھی کرتا ہوں۔ مجھے آپ سے یہ توقع نہیں تھی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر قانون!

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور :جناب سپیکر!میں اصولی طور پر سارے دوستوں کے بعد بات کرنا چاہتا تھا لیکن۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: چوہان صاحب! تشریف رکھیں۔ میں نے وزیر صاحب کوfloor دیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں اصولی طور پر تو بعد میں بات کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اپنے فاضل رکن کی باتیں سن کر افسوس ہوا ہے کہ ہم ان سے اس بات کی توقع کر رہے تھے کہ کل جو کچھ بھی ہوا ہے وہ اس پر معذرت کریں گے اور معذرت کرنے کے بعد یہ کہیں گے کہ آئندہ کے لئے ہاؤس میں اس قسم کا ماحول پیدا نہیں ہونا چاہئے ہم ان سے اتفاق کرتے ہیں۔یہ آپ ابھی ریکارڈ نکلوا کر دیکھ لیں،ابھی پھر انہوں نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ جو کچھ کل ہوا ہے میں آپ کے رویے پر مذمت کرتا ہوں،یہ بات ریکارڈ پر ہے میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ابھی دوبارہ پھر انہوں نے قابل اعتراض الفاظ استعمال کئے ہیں۔ باقی جواب میں بعد میں دوں گا۔ میری آپ سے صرف یہ استدعا ہے کہ ہم اور پورا معزز ایوان ان کے اس رویے کی مذمت کرتا ہے اور ہاؤس کی کارروائی آگے چلنے سے پہلے انہیں اپنے یہ الفاظ واپس لینے چاہئیں۔

وزیر خوراک:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،چودھری اقبال صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر!مجھے بڑا افسوس ہوا ہے کہ اپوزیشن کے فاضل ممبر کئی دفعہ وزیر بھی رہ چکے ہیں اور کئی دفعہ اس ہاؤس کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ جو الفاظ انہوں نے چیئر کے متعلق استعمال کئے ہیں،آپ ذرا ریکارڈ منگوا کر دیکھ لیں کہ کبھی بھی کسی سپیکر کے بارے میں ایسے ریمارکس ہاؤس کے اندر نہیں دیئے گئے۔ سپیکر کےconduct کو ہاؤس کے اندرcriticize کرنے کی اجازت بھی نہیں ہے تو اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا اور نعوذ باللہ فاضل ممبران کے متعلق اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا میں نے کبھیhistory میں نہیں سنا۔اس کی ہم بھرپور مذمت کرتے ہیں اور اس ہاؤس کے اندر یہ رویہ قابل عمل نہیں ہے۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ بجٹ سیشن جب شروع ہوا تو اس سے پہلے بھی میٹنگ ہوئی اور میٹنگ کے مطابق جو باتیں اپوزیشن اور گورنمنٹ کے لوگوں میں طے ہوئیں اس کے مطابق یہ ہاؤس چلتا رہا۔ پھر پرسوں اس پر بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ ہوئی اور اس میں یہ طے ہوا کہ اس طرح ہم بجٹ سیشن کو چلائیں گے اور چھ کٹ موشنز تھیں، تین کٹ موشنز کو ہم نے کل نمٹانا تھا اور تین کو آج کرنا تھا۔ بد قسمتی یہ ہے کہ آج کے دور میں جو الفاظ ہیں ان کے معنی تبدیل ہو چکے ہیں۔ ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو سراج الدولہ کے متعلق سنا کرتے تھے کہ میر جعفر نے غداری کی اور میر صادق نے ٹیپو سلطان کے ساتھ غداری کی۔ انہوں نے کوئی انگریزوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر، ٹیپو سلطان پر یا سراج الدولہ پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ logistic support یہ وہ لفظ ہیں جو انگریزی کی کتاب میں ہیں۔ میر جعفر اور میر صادق نے اس وقت انگریزوں کی logistic support کی تھی اور حملہ کیا۔

جناب سپیکر! آپ مدبر ہیں اور ماشاء اللہ اس ہاؤس کو آپ نے ساڑھے تین سال بہت اچھے طریقے سے چلایا ہے۔ ہمیں آپ سے کوئی گلہ رہا ہے نہ ڈپٹی سپیکر سے میں کہتا ہوں کہ جو آدمی فلور کراسنگ کرتا ہے، آپ نے کہا ہے کہ آپ ان کو [**] نہ کہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کوئی ایسے الفاظ بتادیں کہ جو آدمی فلور کراسنگ کرتا ہے، اپنی پارٹی کو چھوڑ کر دوسری حکومتی پارٹی میں جاتا ہے تو اس کو کیا کہتے ہیں؟ کوئی الفاظ تو ایسے ہوتے ہیں۔ ہمیں ایسے پارلیمانی الفاظ آپ یا راجہ صاحب بتا دیں یا کوئی حکومتی ممبر بتادے۔ مجھے ایسے لگتا ہے کہ حکومت نے کل یہ طے کر لیا تھا کہ اس بل کو پاس کروانا ہے، بجٹ کو لمبا نہیں لے کر چلنا۔ جب طے ہو گیا تھا کہ چھ کٹ موشنز پر اپوزیشن نے بولنا ہے تو تین کو آپ کل consider کرتے اور تین کو آج اس طرح بڑے احسن طریقے سے ہاؤس چلتا۔ یہ سارا سلسلہ ہوتا رہتا ہے لیکن میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ کم از کم ایسے لوگ [****]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

جناب فیاض الحسن چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چوہان صاحب کو میں floor دیتا ہوں۔

(اپوزیشن کی طرف سے لوٹا لوٹا کے نعرے)

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ 1985 سے لے کر 1999 تک یہاں چودہ سال روزگار پر پابندی رہی مجھے آپ یہ بتائیں کہ ہمارا حق صرف یہ ہے کہ یہ اپوزیشن کے ممبر آئیں اور آنے کے بعد وہ اپنی اپنی پارٹیوں کی مالا جپیں، اپنے اپنے لیڈر کی تعریف کریں اور ہم اپنا سر نیچے کر کے اس کو سنتے رہیں، کیا ہمارا حق صرف یہ ہے کہ یہ اپوزیشن والے ہمارے لیڈر جنرل پرویز مشرف سے لے کر چودھری پرویز الہیٰ صاحب تک تنقید کریں اور ہم خاموشی سے سنتے رہیں کیا ہمارا یہ حق نہیں ہے کہ ہم اپنی بات کریں؟ میں نے کوئی گالی نہیں دی، میں نے ایک لفظ غیر پارلیمانی استعمال نہیں کیا، میں نے ایک لفظ بدتمیزی کا استعمال نہیں کیا۔ میں نے جو بات کی دلائل کے ساتھ کی۔ ان کے اندر جمہوری رویہ ہی نہیں ہے۔ یہ کوئی جمہوری بات پسند کر ہی نہیں سکتے۔ ان لوگوں کے اندر اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ دلائل کا سامنا کریں کیونکہ ان کی پارٹیوں نے پچھلے پندرہ سال پاکستان کی عوام کا گینگ ریپ کیا ہے، پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے پچھلے پندرہ سالوں میں پاکستان کی سیاسی اور معاشی بدحالی کی ہے جس کی وجہ سے آج ان کے اندر جرأت نہیں ہے۔ میرا قصور یہ ہے کہ میں صرف حق بات کرتا ہوں، سچی کرتا ہوں اور جرأت سے کرتا ہوں اور منافقت کی سیاست سے نفرت کرتا ہوں۔ یہ جو سراج الدولہ کی مثال دیتے ہیں، یہ صبح چودھری پرویز الہیٰ صاحب کے خلاف تقریر کرتے ہیں اور شام کو ان کی گود میں بیٹھے ہوتے ہیں، یہ شام کو ان کی گود میں بیٹھ کر اپنے مطالبات اور اپنے کام نکلوا رہے ہوتے ہیں۔ ان کا سیاہ اور مکروہ چہرہ پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور میرا یہ نعرہ ہے کہ ''جیو علی رضی اللہ عنہ کی طرح اور مرو حسین رضی اللہ عنہ کی طرح'' میں منافقت کی زندگی سے نفرت کرتا ہوں اور میں اکیلا ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر ان میں جرأت ہے تو دلائل کے ساتھ بات کریں۔ ایک ایک بندہ کھڑا ہو اور پاکستان کی تاریخ پر دلائل کے ساتھ بات کرے۔

(اپوزیشن کی طرف سے لوٹا لوٹا کے نعرے)

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ نشاط افزاء: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ ابھی کوئی debate تو نہیں ہو رہی۔

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! مجھے بولنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں! کیا کہنا چاہ رہی ہیں آپ؟

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ یہ اتنی بے ہودہ باتیں ہمارے لئے کر رہا ہے۔ ابھی اس نے خواتین کو کہا کہ shut up آپ نے شاید وہ نہیں سنا۔ یہ حکومتی پروردہ ہے، حکومت نے اس پر ہاتھ رکھا ہوا ہے تاکہ یہ عوام میں آکر بے ہودہ باتیں کرے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب سپیکر! انہوں نے نہیں سنا کہ جو یہاں خواتین بیٹھی ہوئی ہیں وہ کتنے غلیظ اور گندے الفاظ استعمال کر رہی ہیں۔ آپ ان کے ساتھ ان کو بھی لگام دیں اور انہیں اپنی زبانوں کو لگام دینی چاہئے۔ reserved سیٹوں پر آئی ہوئی خواتین کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہمارے elected ایم پی اے کے خلاف اس طرح کی غلیظ زبان استعمال کریں۔ (قطع کلامیاں)

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! آپ کے ساتھ جس طرح رانا آفتاب صاحب اور بگو صاحب نے کہا کہ اس بجٹ اجلاس سے پہلے جو میٹنگ ہوئی تھی اس میں یہ چیزیں طے ہوئی تھیں۔ ہم نے ہمیشہ کوشش کی کہ پارلیمانی روایات کو فروغ دیں کیونکہ پارلیمانی روایات میں ہمارا احتجاج کرنے کا حق بھی محفوظ ہے اور ہم نے ہمیشہ پارلیمانی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا احتجاج اور واک آؤٹ کیا ہے اور یہ ہمارا حق ہے لیکن کل ہمیں اس بات پر افسوس ہوا کہ آج حکومت سے راجہ بشارت صاحب نے یہ تو کہا کہ ہم توقع کرتے تھے کہ یہ آکر اپنے رویے پر معذرت کریں گے لیکن ہمیں تو افسوس یہ ہے کہ جو ہمیشہ کی روایات تھیں، کل خود وزیر اعلیٰ صاحب نے ہاؤس میں بیٹھ کر ان کو ختم کرنے کا آغاز کیا۔ روایات تو یہ تھیں کہ جب اپوزیشن یا کوئی ممبر اس ہاؤس سے کسی وجہ سے واک آؤٹ کرتا تھا تو ہمیشہ حکومتی بنچز کی طرف سے ان کو منا کر لانے کی بات ہوتی تھی۔

(اس مرحلہ پر معزز خاتون ممبر محترمہ صغیرہ اسلام اچانک بے ہوش ہو گئیں)

جناب سپیکر: جلد از جلد ڈاکٹر کو بلایا جائے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ صغیرہ اسلام کی طبیعت خراب ہونے
کی وجہ سے ہاؤس کی کارروائی رک گئی)
(اور میڈیکل سٹاف محترمہ صغیرہ اسلام کو ہسپتال منتقل
کرنے کے لئے ہاؤس سے باہر لے گیا)

جناب سپیکر: جی، قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! میں پارلیمانی روایات کی بات کر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ اپوزیشن نے آپ کے چیمبر میں بیٹھ کر پارلیمانی روایات کو آگے بڑھایا لیکن افسوس ہوا۔ میں پھر اس کو دہراؤں گا کہ کل جب اپوزیشن نے واک آؤٹ کیا تو حکومت کی طرف سے اور خاص طور پر وزیر اعلیٰ کی طرف سے منع کیا گیا کہ منانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے کوئی منع نہیں کیا۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! ہمارا تو خیال تھا کہ راجہ صاحب کھڑے ہو کر کہیں گے کہ کل ہم سے جو غلطی ہوئی ہے ہم اس کی معذرت چاہتے ہیں اور آپ کو ہمیں منانا چاہئے تھا لیکن پارلیمانی روایات کو ختم کرنے کا اگر کبھی تاریخ میں لکھا جائے گا کہ کس نے کیا کیا تھا۔ دوسری بات جو میں کہنا چاہوں گا کہ اگر تنقید کرنا مقصود ہے تو پھر تنقید سننے کا بھی حوصلہ ہونا چاہئے۔ بات یہ ہے کہ جب آپ نے ایک ممبر کو موقع دیا اس نے تنقید کی یہ اس کا حق تھا۔ وہ جو سمجھتا ہے کہ ہم اس پر اعتراض نہیں کرتے لیکن پھر ہمیں بھی یہ حق ہے کہ ہم اس کا جو ہم سمجھتے ہیں جواب دے سکیں۔ رانا آفتاب صاحب کو آپ نے بات کرنے سے روکا۔ اگر آپ کل یہ اجازت دے دیتے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر یہ نوبت نہ آتی کیونکہ یہ ہمارا حق ہے۔ آپ تنقید کی بات کرتے ہیں۔ آپ آج کے اخبارات دیکھیں تو وزیر اعلیٰ صاحب کی سرخیاں لگی ہوئی ہیں کہ اپوزیشن باہر سے ڈکٹیشن لیتی ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور آج بھی کہوں گا کہ ہم اپنے سیاسی قائدین سے رہنمائی لیتے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ یہ اپنے لیڈر کی تعریف تو کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کی رہنمائی نہیں لینا چاہتے۔ ہم تو اپنے سیاسی قائدین محترمہ بے نظیر بھٹو اور ہاں میاں نواز شریف صاحب سے بات چیت کرتے ہیں کیونکہ وہ اس ملک کے سیاسی قائدین ہیں، اس ملک کے عوام کے لیڈر ہیں۔ یہ مجھے بتائیں کہ یہ کس طرح کسی

جرنیل کے پاس جاکر جی ایچ کیو میں میٹنگ کرتے ہیں۔ان کے لئے تو اپر مال ہی کافی ہے جن سے یہ ڈکٹیشن لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں قاسم ضیاء صاحب کی بات ختم ہونے سے پہلے یہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ابھی جو مختلف اوقات میں پوائنٹ آف آرڈرز اٹھائے گئے ہیں میں ان کا جواب بعد میں دوں گا۔ میں ان سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔یہ پارلیمانی روایات کی بات کرتے ہیں، ہاؤس میں عزت اور احترام کی بات کرتے ہیں۔یہ اسی وقت کھڑے ہو کر کہ جب رانا آفتاب صاحب نے سپیکر کے رویے کی جو مذمت کی ہے اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ان کے منہ سے معذرت کا ایک لفظ بھی نہیں نکلا اور آپ جمہوری روایات کی بات کرتے ہیں۔آپ کا کام تھا کہ ایک سینئر پارٹی ممبر یہاں پر سپیکر کے رویے کی مذمت کر کے چلا جاتا ہے اور آپ اس سے دائیں بائیں نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی چودھری پرویز الہیٰ صاحب کا نام لیتے ہیں، کبھی جمہوری روایات کی بات کرتے ہیں، کبھی جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے آپ اپنا رویہ درست کیجئے، جو میں نے کہا ہے یہ معزز ایوان اس بات کا شاہد ہے کہ ہم نے ہمیشہ آپ کا احترام کیا ہے لیکن اگر آپ سپیکر کا احترام نہیں کریں گے تو یہ معزز ایوان یہ حق محفوظ رکھتا ہے۔ ہمارے پاس دو options موجود ہیں یا تو معزز رکن کی رکنیت معطل کرنے کے لئے قرارداد لائیں یا ان کی مذمت کی قرارداد لے کر آئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ بڑائی کا ثبوت دیجئے آپ معذرت کیجئے کیونکہ وہ تو جان چھڑوا کر اس وقت جا چکے ہیں انہیں پتا تھا کہ یہ بات آ گئی ہے اور انہیں معذرت کرنی ہے میں سمجھتا ہوں کہ سپیکر صاحب کو بھی اس وقت تک ان کا ایوان میں داخلہ معطل کرنا چاہئے جب تک وہ آ کر اپنے الفاظ پر معذرت نہیں کرتے۔(نعرہ ہائے تحسین)

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! اگر دو غلطیاں تھیں تو دونوں غلطیوں کا اعتراف کرتے۔ راجہ صاحب نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ایک غلطی بتائی اور دوسری کو کہا کہ شاید غلطی نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ چیئر کا احترام ہونا چاہئے۔اگر غصے میں کسی دوست نے کسی وجہ سے کوئی بات کر دی ہے تو میں بالکل اس کی معذرت کرنا چاہتا ہوں لیکن ساتھ ہی یہ توقع کروں گا کہ راجہ بشارت صاحب اس بات کا اقرار کریں کہ وزیر اعلیٰ نے منع کیا تھا اور انہوں نے جمہوری روایات

کو ختم کرنے کا آغاز کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جو غلطیاں، غلطیاں ہیں اور وہ جان بوجھ کر کی جائیں یا unintentionally کی جائیں۔ غلطی، غلطی ہے اور ایک غلطی کو غلطی کہنا اور دوسری کو جس طرح یہ بائی پاس کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا پھر میں نے کہا کہ ٹھیک ہے کہ سپیکر کے ساتھ اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہیئں اور ہم آئندہ کوشش کریں گے کہ انشاء اللہ اس کو برقرار رکھیں کہ ایسی بات نہ ہو لیکن یہ بھی اس بات کی کوشش کریں کہ برسوں سے قائم پارلیمانی روایات کو ختم کرنے کی روایت کو ختم کریں اور جو انہوں نے کل کیا ہے کہ اپوزیشن کے ممبر واک آؤٹ کر کے گئے اور کمیٹی نہیں بنی اور نہ کوئی منانے گیا پھر اس پر بھی یہ معذرت کریں۔ شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: گزارش یہ ہے کہ محترم قاسم ضیاء صاحب فرما رہے ہیں کہ اپوزیشن واک آؤٹ کر گئی ہے اور ہم انہیں منانے کے لئے نہیں گئے۔ آپ روٹھتے رہیں اور ہم مناتے رہیں یہ pampered قسم کی politics آپ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ آپ اصول پر واک آؤٹ کریں۔ آپ کے پاس یہ آپشن تھی کہ ٹوکن واک آؤٹ کرتے اور پھر واپس تشریف لے آتے۔ کیوں باہر جا کر ہمارا انتظار کرتے رہے کہ ہم آئیں اور آپ کو واپس لے کر آئیں۔ اگر ہمارا قصور ہوتا تو شاید ہم آپ سے معذرت بھی کرتے لیکن ہمارا قصور نہیں تھا۔ آپ نے سپیکر صاحب کے رویے کے خلاف احتجاجاً واک آؤٹ کیا تھا جو نہیں بنتا تھا اور اصولی طور پر آپ غلط تھے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے کسی کو روکا ہے اور نہ وزیر اعلیٰ صاحب اس طرح پارلیمانی روایات کو بلڈوز کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اپنے رویے کو درست کریں۔ شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جس طرح قائد حزب اختلاف قاسم ضیاء صاحب نے یہ بات کی ہے کہ ہمیں چیئر کے رویے کو discuss نہیں کرنا چاہئے اور رولز کے مطابق ہو بھی نہیں سکتا اور ہم اس کی عزت کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ نے ہمیشہ حتیٰ المقدور کوشش کی ہے کہ اپوزیشن کو بہتر انداز میں accommodate کریں اور اس انداز کا فائدہ پورے ہاؤس کو

پہنچتا ہے۔اگر آپ اپوزیشن کو accommodate کرتے ہیں اور وہ کسی معاملے میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اسی لئے ہوتا ہے کہ ٹریژری بنچز کی حکومتی معاملات چلانے میں اصلاح ہو۔اب جناب! کل کیا ہوا ہے؟ راجہ صاحب ہمیشہ اس قسم کے مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور میں کل اور پرسوں ان تازہ واقعات کی بات کرتا ہوں کہ واقعی یہ بات درست ہے کہ کل رانا آفتاب صاحب نے بائیکاٹ اس بنیاد پر کیا تھا کہ آپ نے انہیں بات کرنے کا موقع نہیں دیا اور وہ بات پھر براہ راست اس حوالے سے تھی کہ اس ممبر نے سپیکر کے رویے سے ناراض ہو کر یا اعتراض کرتے ہوئے واک آؤٹ کر دیا اور ہمارا باہر جانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہم نہ صرف ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کریں بلکہ ہم نے جا کر ان سے کہا کہ ٹھیک ہے، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ رویہ مناسب رویہ نہیں ہے تو آپ ابھی اس واک آؤٹ کو ختم کریں۔

دوسری طرف سے جو پارلیمانی روایات ہیں کہ کوئی آتا ہے تو جا کر ہاؤس میں ہم سپیکر صاحب سے request کریں گے کہ وہ آپ کو بات کرنے کا موقع دیں لیکن کیونکہ کل کا واک آؤٹ اس چیئر کے حوالے سے تھا اس لئے راجہ صاحب کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ یہ بات کرتے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر وزیر اعلیٰ نے یہ چاہا بھی ہو گا کہ کوئی اپوزیشن کو جا کر لے آئے تو راجہ صاحب نے منع کیا ہو گا کیونکہ راجہ صاحب اس بات کو سمجھتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس دن پانچ مرلہ مکان پر ٹیکس کے حوالے سے بات ہوئی تھی اور میں نے وزیر اعلیٰ سے کہا تھا کہ اس کو across the board کریں تو انہوں نے اسے across the board کیا اور میں نے کہا کہ جناب! یہ فنڈز کا مسئلہ بھی حل کر دیں اور وہ اٹھ کر حل کرنے لگے تو میں یہ دیکھ رہا تھا اور میں یہ حلفاً کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے انہیں روکا کہ:

"نہ نہ جی، ایہہ کم نہ کرو"

جناب سپیکر! کل ان کا رویہ یہ تھا اب اس سے ایک دن پہلے آ جائیں۔آپ کو یاد ہو گا کہ جس دن یعنی پرسوں بجٹ پر بحث conclude ہوئی ہے تو اس وقت ہمارے 4/3 ممبران بات کرنا چاہتے تھے اور شفقت عباسی صاحب نے بڑا protest کیا اور غالباً اس وقت ڈپٹی سپیکر صاحب چیئر کر رہے تھے تو شفقت عباسی صاحب نے واک آؤٹ کر دیا۔ میں نے اٹھ کر کہا کہ جناب! اگر حکومتی بنچز بات نہیں سننا چاہتے تو پھر ٹھیک ہے اور راجہ صاحب اس بات کا فیصلہ کر دیں۔ راجہ صاحب یہاں سے، میرا خیال ہے کہ کوئی 100 کلو میٹر کی سپیڈ سے ادھر کو بھاگے ہیں اور جا

کر میرے سامنے انہوں نے باقاعدہ منتیں کی ہیں کہ "یار جان دیو واک آؤٹ ختم کر دیو"۔ جب اپنے متعلق بات ہو تو پھر لابی میں جا کر یہ منت بھی کر سکتے ہیں اور جب چیئر سے متعلق بات ہو تو پھر یہ کہتے ہیں کہ "ہم کیوں جائیں منانے کے لئے" تو اس سے یہ خود ہی بتائیں کہ ان کا اپنا رویہ چیئر کے حوالے سے کیا ہے؟ شکریہ

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ معاملہ صرف ایک ہے جس پر ہم بالکل compromise نہیں کریں گے اور وہ ہے Custodian of the House آپ کی honour میں جو الفاظ استعمال کئے گئے اور وہ فاضل رکن جنہوں نے کہا ہے وہ خود معذرت کریں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ manipulate and maneuver کرنے کا طریق کار اختیار کیا جا رہا ہے۔ قاسم ضیاء صاحب اس میں ماہر ہیں۔ جو زیادتی رانا ثناء اللہ اور ناظم شاہ صاحبان کے ساتھ شروع میں لیڈر آف دی اپوزیشن بننے کے لئے ہو گئی۔ کیا ان میں کوئی wisdom کی کمی تھی؟ کیا ان کے experience کی کمی تھی؟ یہ اس وقت جب maneuver ہو کے اب تک زیادتی ہوئی، اپنے بنچز سے جو ہوئی اور ابھی تک یہ اس سے aggrieved ہیں اور وہ کھونے کے بعد ابھی تک ٹکریں مار رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے honour پر compromise کر لیا ہے لیکن ہم آپ کی honour پر compromise نہیں کریں گے۔ ان کو یہاں پر آ کر معذرت کرنی پڑے گی۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! زیادتی میرے ساتھ ہوئی، ناظم شاہ صاحب کے ساتھ ہوئی یا آپ کے متعلق کوئی تنقید ہوئی تو پنجابی میں کہتے ہیں "پوٹہ لگانا" یعنی یہ اب وہ کام کر رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! چودھری ظہیر الدین صاحب نے جس چیز کی نشاندہی

کی ہے اور یہ آج اخبارات میں بھی آیا ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے بھائی قاسم ضیاء صاحب کے لئے لمحہ فکریہ ہے جن کا میں دل سے احترام کرتا ہوں کہ کل جو کچھ ان کی پارٹی کے متعلق اخبارات میں آیا اور آج بھی محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ اور ناظم شاہ صاحب کے حوالے سے آیا تو یہ اندر میں کچھ کھچڑی ضرور پک رہی ہے اور ان کے معاملات آپس میں کوئی اتنے اچھے نہیں ہیں جتنے رانا صاحب پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ اپنا تجربہ دوسروں پر لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اپنی صفوں کو تھوڑا سا درست کر لیں۔

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کچھ معزز اراکین اسمبلی نے پوائنٹ آف آرڈرز پر بات کی ہے۔ اپوزیشن لیڈر قاسم ضیاء صاحب، رانا آفتاب احمد خان صاحب اور انہوں نے ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ کے فیصلہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کمیٹی میں جو فیصلہ ہوا تھا وہ میں پورے ایوان کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ ایک تو یہ تھا کہ سالانہ بجٹ 07-2006 پر چار دن بحث ہو گی اور وہ چار دن بحث ہوئی جسے آپ سب نے دیکھا اور بحث میں حصہ بھی لیا۔ پھر یہ کہ دو دن Cut Motions پر بات ہو گی اور دو دن Cut Motions کے لئے دیئے گئے لیکن آپ نے دیکھا کہ اپوزیشن نے بائیکاٹ کیا تو دو دن بحث کرنے کے فیصلے کی اگر violation ہوئی ہے تو اپوزیشن کی طرف سے ہوئی ہے، حکومت کی طرف سے نہیں رہا ان کا یہ کہنا کہ روایت یہ رہی ہے precedent یہ رہا ہے کہ جب کوئی واک آؤٹ کرتا ہے تو اس کو واپس ہاؤس میں لانے کے لئے سپیکر کسی بھی دوست کو یا کسی معزز ممبر کو کہہ دیتا کہ جا کر ان کو لے آئیں۔ ابھی بھی آپ نے دیکھا اور کل بھی دیکھا اور جیسے رانا صاحب نے کہا کہ یہ تو احتجاج ہی سپیکر کے خلاف تھا اور احتجاج کس بات کا تھا؟ راجہ صاحب بات کر رہے تھے اور انہوں نے اپنی قیادت کا نام لے لیا کہ انہوں نے جیسے کیا آج کے حکمران بھی ان کی طرح ہی صوبے کو یا مرکز کو چلانے کی کوشش کریں۔ پوائنٹ آف آرڈر پر چوہان صاحب نے بات کی اور انہوں نے تھوڑی روشنی ڈال دی کہ انہوں نے کیا کیا تھا اور آج کی حکومت کیا کر رہی ہے۔ اگر آپ کل کی تحریر ہونے والی کارروائی دیکھ لیں یا ٹیپ سن لیں تو اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو غیر پارلیمانی ہو لیکن مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ رانا آفتاب احمد خان ماشاء اللہ بڑے منجھے ہوئے سیاستدان اور پرانے پارلیمنٹیرین ہیں تو انہیں کم از کم اتنا تو احساس ہونا چاہئے کہ ایک معزز رکن اگر پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہے تو اس کی بات ختم ہونے کے بعد سپیکر نے اس کا جواب دینا ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر اگر چوہان صاحب raise کرتے ہیں تو اس کا جواب رانا آفتاب احمد خان نے تو

نہیں دینا یا قاسم ضیاء صاحب پوائنٹ آف آرڈر raise کرتے ہیں تو اس کا جواب لاء منسٹر صاحب نے نہیں دینا پوائنٹ آف آرڈر پر جو بھی ریمارکس دینے ہیں وہ سپیکر کی طرف سے آنے ہیں اور مجھے موقع ہی نہیں دیا گیا، شاہ صاحب بھی ماشاء اللہ جذبات میں آ گئے بڑے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں اور میں ان سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ آپ ٹھنڈے دل سے اپنے چیمبر میں بیٹھ کر ٹیپ سنیں اور وہ کل کی کارروائی کی تحریر پڑھیں آپ سنی سنائی بات پر کہ ٹائم نہیں مل رہا ایک معزز رکن پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہے اس کو میں روک رہا ہوں کہ جی آپ تشریف رکھیں اور دوسرے صاحب کہہ رہے ہیں کہ مجھے ٹائم دیا جائے۔ میں نے کہا بھی کہ آپ تشریف رکھیں آپ کو ٹائم دیا جائے گا۔ بہر حال یہ کافی لمبی بحث چلی جائے گی میں مختصراً یہ عرض کرتا ہوں کہ جیسے ایک معزز رکن نے کہا کہ اگر بات کرتے ہوئے کسی نے اپنی قیادت کی تعریف میں دو جملے کہہ دیئے تو اس میں نقصان والی کون سی بات تھی۔ یہ ٹھیک ہے بات آپ کی لیکن میں اس بات کو مختصر کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کل بھی میں یہی بات کرنے والا تھا کہ [*********] اور آپ دوستوں سے یہ گزارش کرتا ہوں آپ دیکھیں کہ روزانہ کوئی چالیس پچاس کے قریب پوائنٹ آف آرڈر raise ہوتے ہیں لیکن میرا آگے سے جواب مختصر یہ ہوتا ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ساڑھے تین سال میں تین یا چار پوائنٹ آف آرڈر ایسے تھے جو valid تھے اور جن پر میں نے اس کا جواب بھی دیا تھا۔ اگر معزز رکن یہ سمجھیں کہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہمیں speech کیوں نہیں کرنے دی تو یہ رولز آف پروسیجر کی بڑی چھوٹی سی کتاب ہے اور اس میں پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں بڑا clear لکھا ہوا ہے پلیز یہی آپ ذرا مطالعہ کر لیں تو میرا خیال ہے کہ یہ دوست جو پوائنٹ آف آرڈر raise کرتے ہیں ان میں کافی حد تک کمی آ جائے گی۔ بہت مہربانی، شکریہ اور میری پھر یہ گزارش ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر ہر معزز رکن کا استحقاق ہے، privilege ہے وہ کر سکتا ہے لیکن یہ دیکھ بھی لیں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا بھی ہے کہ نہیں یہ ہاؤس کا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!ظہیر صاحب کو جو ہمارے ساتھی ہیں ماشاء اللہ ان کو نئی رفاقت مبارک ہو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ظاہر ہے انہوں نے اپنی loyalty کے لئے زیادہ باتیں کرنی ہیں۔آپ فیصلہ تو صادر فرما چکے ہیں راجہ صاحب نے بھی

وہ دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
میں اسی پر شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

جناب والا!گزارش یہ ہے آپ نے بھی فرمادیا کہ میں نے غیر پارلیمانی الفاظ کہے ذرا ان کی ٹیپ سن لیں کہ میں نے کیا کہا ہے؟

جناب سپیکر: میں نے کہا ہے کہ جس کسی نے بھی، میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے کہا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب!آپ نے میرا نام لیا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!آپ نے شاید غور سے سنا نہیں میں نے کہا ہے کہ چوہان صاحب نے یا شاہ صاحب نے یا کسی اور معزز رکن نے اپنی بات کرتے ہوئے اگر کوئی غیر پارلیمانی الفاظ کہے ہیں تو وہ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں اگر نہیں کہے تو، میں نے تو پہلے کہا ہے کہ اگر آپ ٹیپ سنیں یا تحریر پڑھیں تو مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا کہ کوئی غیر پارلیمانی الفاظ استعمال ہوا ہو لیکن اگر کسی کو ناگوار گزرا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں تو وہ دیکھ لیا جائے گا غیر پارلیمانی الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے جائیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!ساڑھے تین سال کا عرصہ ہو گیا ہے آپ بتائیں کب میں نے آپ کا احترام نہیں کیا؟ ہم آپ کا احترام کرتے ہیں اگر کسی سے کوئی اعتراض ہے تو ہمیں ان کی شخصیت سے نہیں ہے ان کی پالیسی سے ہے اور جہاں تک یہ بات ہے کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہم کسی پر اعتراض کریں اور کوئی ہمارے اوپر کرے، پالیسی پر بات کرے اگر کوئی معزز رکن اپنی loyalty show کرنے کے لئے دوسرے کی تضحیک کرتا ہے اور خاص طور پر ہمارے لیڈر کی تضحیک کرتا ہے تو یہ ہم سے برداشت نہیں ہو گا یا تو ہم وہ پارٹی چھوڑ دیں جب تک ہم اس پارٹی میں ہیں تو یہ ہمارے اوپر یہ فرض ہے۔

دوسرا راجہ صاحب کا میں بہت شکر گزار ہوں، فرزانہ راجہ صاحبہ ہمارے لئے محترم ہیں میری ہر طریقے سے ان کے لئے respect ہے، اگر جھگڑا ہمارا ہے تو تکلیف آپ کو کیوں ہو رہی

ہے؟میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ شاید یہ برادری کی وجہ سے ہو رہا ہے کیونکہ وہ بھی راجہ ہیں اور یہ بھی راجہ ہیں اس لئے میں اس ہمدردی کا آپ کا شکر گزار ہوں۔ شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: یہ بات اخباروں میں آئی ہوئی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جی ہاں، مجھ سے "The Nation" والوں نے بھی بات کی میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں I have all the respects and regards for all یہ اختلاف رائے جمہوریت کے ساتھ ہے یہی اختلاف رائے ہے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ تو میں پرزور طریقے سے اس کو condemn کرتا ہوں جو "The News" میں آیا ہے وہ میں نے پڑھا نہیں اس لئے میں اس پر مفصل اپنی بات نہیں کرنا چاہتا جب میں پڑھ لوں گا پھر میں بات کروں گا۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اب ہم Privilege Motions take up کرتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 33 محترمہ شاہینہ اسد کی طرف سے ہے۔ جی، محترمہ!

وائس چانسلر لاہور کالج برائے وومن یونیورسٹی کا سنڈیکیٹ کی خواتین ممبرز کے ساتھ توہین آمیز رویہ

محترمہ شاہینہ اسد: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ جناب سپیکر نے لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی لاہور آرڈیننس مجریہ 2002 (XLIX of 2002) کی دفعہ 20(1)(XV) کے تحت حاصل شدہ اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے محترمہ شگفتہ انور، ایم پی اے (W-328)، محترمہ شازیہ چاند، ایم پی اے (W-330) اور محترمہ شاہینہ اسد، ایم پی اے (W-310) کو بذریعہ حکمنامہ No. PAP/Legis-1(28)/2002/5919، مورخہ 19۔ اگست 2004 لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کی ممبرز نامزد فرمایا۔ ہم مذکورہ بالا خواتین اراکین اسمبلی سنڈیکیٹ کی ممبر نامزد ہونے کے باوجود اپنے حق نمائندگی سے محروم رکھی گئیں۔ ہوا یوں کہ ہمیں سنڈیکیٹ کی تیرھویں میٹنگ تک میٹنگ میں شرکت کے لئے مدعو نہیں کیا گیا۔ یہ انکشاف ہونے پر ہم نے

مقتدر حلقوں میں مداخلت کی استدعا کی۔ بنابریں ہمیں یونیورسٹی سنڈیکیٹ کی چودھویں میٹنگ میں مجبوراً مدعو کیا گیا۔ لیکن میٹنگ میں جاکر ہمیں احساس ہوا کہ شاید ہم غلط جگہ اور بن بلائے آ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ ہماری نشستیں ہمارے حاصل شدہ استحقاقات کے مطابق نہیں لگائی گئیں۔ میٹنگ ہذا میں ہماری کسی مثبت بات یا تجویز کو اہمیت نہیں دی گئی۔ بلکہ وائس چانسلر نے ہر ممکن حد تک ہمارے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کیا۔ مزید یہ کہ اسمبلی سیکرٹریٹ کے واضع سرکلر کے باوجود وائس چانسلر نے اراکین اسمبلی کے قانون کے تحت حاصل شدہ اعزازیہ دینے سے بھی انکاری کی ہے۔ وائس چانسلر لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی لاہور نے اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب کے پارلیمانی فرائض کی انجام دہی میں رکاوٹ ڈال کر اور توہین آمیز رویہ اختیار کر کے ہمارا استحقاق مجروح کیا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! کل ہی یہ دائر ہوئی ہے اور آج میں نے موصول کی ہے مجھے انتہائی افسوس ہے کہ جس طرح ہماری honourable member صاحبہ نے اپنا پوائنٹ آف ویو تحریک استحقاق کے ذریعے یہاں پر پیش کیا۔ سنڈیکیٹ میں honourable members کی نمائندگی اسی لئے کی جاتی ہے کہ یہ پبلک یونیورسٹیاں ہیں اور پبلک کے حق کو safeguard کرنے کے لئے پبلک کے نمائندگان ہی سنڈیکیٹ میں جاکر اس کی safety ensure کرتے ہیں۔ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ اگر وائس چانسلر نے ہماری معزز ممبر کو نہیں بلایا اس کی دو صورتیں ہیں جس طرح آپ مناسب سمجھیں۔ میں نے ابھی اس کی کوئی انکوائری نہیں کی یا میری وہاں یونیورسٹی میں کوئی بات نہیں ہوئی کیونکہ یہ information ابھی مجھے یہاں پر ملی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں اور مجھے ایک دن کی مہلت دے دیں۔ میں وائس چانسلر کو بلا کر اور ان کو بھی بلا کر بات کر لوں یا ان کی جو correspondence ہوئی ہے وہ دیکھ لوں۔ بہر حال مجھے افسوس ہے کہ ممبر کا جو استحقاق ہے اس کو میں کم از کم ذاتی طور پر مجروح نہیں ہونے دوں گا۔ اگر ممبر صاحبہ کی تسلی ہو، ایک دن کی مہلت مل جائے تو کل میں آپ کی خدمت میں وہاں پر جو حالات ہیں یا جو وہاں کے اصل معاملات ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ! اسے ایک دن کے لئے pending کر لیں؟

محترمہ شاہینہ اسد: جناب سپیکر! میری آپ سے اور اپنے محترم منسٹر صاحب سے التماس ہے کہ 13 میٹنگز میں جو خاتون، معزز وی سی صاحبہ ہمیں نہیں بلاتیں تو اس سے میں سمجھتی ہوں کہ نہ صرف میرا بلکہ میرے تمام ممبران کا استحقاق مجروح ہوا ہے کہ اس معزز خاتون نے ہمیں اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ ہمیں 13 میٹنگز میں بلائے اور چودھویں میں بھی آپ کو علم ہے، آپ کے knowledge میں ہم لے کر آئے کہ ہمیں آپ نے نوٹیفکیشن دیا ہے لیکن دو، اڑھائی سال کا عرصہ گزر گیا ہے ہمیں نہیں بلایا گیا۔ میں نہیں سمجھتی کہ ایک دن کی اس کو کیوں مہلت دی جائے؟ آپ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کو بھجوادیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ٹھیک ہے جس طرح آپ حکم فرمائیں۔

جناب سپیکر: یہ Privilege Motion میں in order قرار دیتا ہوں اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔

سرکاری کارروائی

مسودات قانون

(جو زیر غور لائے گئے)

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

Now we take up the Punjab Finance Bill 2006. Minister for Finance:

مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2006

MINISTER FOR FINANCE: I move:

> "That the Punjab Finance Bill 2006 be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Punjab Finance Bill 2006 be taken into consideration at once."

کیونکہ اس کوoppose نہیں کیا گیا۔اب میںquestion put کرتا ہوں۔

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Finance Bill 2006 be taken into consideration at once."

(The motion was carried)

MR SPEAKER: Now, we take up the Bill Clause by Clause.

CLAUSE - 2

MR SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it. The question is:

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE - 3

MR SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it. The question is:

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE - 4

MR SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it. The question is:

That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-1

MR SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it. The question is:

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now, Preamble of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it. The question is:

That preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now, long title of the Bill is under consideration, since there is no amendment in. The question is it:

That long title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Minister for Finance!

MINISTER FOR FINANCE: Sir, I move:

"That the Punjab Finance Bill 2006 be passed."

MR SPEAKER: The motion moved is;

"That the Punjab Finance Bill 2006 be passed."

The motion moved and the question is :

"That the Punjab Finance Bill 2006 be passed."

(The Bill was passed)

MR SPEAKER: Minister for Finance!

منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ بابت سال 07-2006 کا پیش کیا جانا

MINISTER FOR FINANCE: Sir, I lay the Schedule of Authorised Expenditure for the year 2006-07.

MR SPEAKER: The Schedule of Authorised Expenditure for

the year 2006-07 has been layed.

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! Schedule of Authorized Expenditure کے یہ جو services and purposes اس میں دیئے گئے ہیں، اس میں بجٹ کی بھی جو دستاویز تھی اس میں بھی سب سے پہلے نمبر پر opium تھی، اس میں بھی سب سے پہلے نمبر پر opium ہے، اس کو اگر alphabetically دیا جاتا تو بہتر ہوتا، سب سے پہلے نمبر پر opium کا لانا مجھے کوئی اچھا نہیں لگا۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ اس کو alphabetically لائیں۔ آپ opium بناتے ہیں، بیچتے ہیں، ظاہر ہے کہ وہ ادویات میں بھی استعمال ہوتی ہے لیکن اگر یہ سارے services and purposes alphabetically آئیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

آئینی قرار دادیں

آئین کے آرٹیکل 144 کے تحت قرارداد پیش کرنے کے لئے اجازت کی تحریک

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ آج کے ایجنڈے کا اگلا آئٹم آئین کے آرٹیکل 144 کے تحت ایک قرارداد ہے۔ وزیر متعلقہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

MINISTER REVENUE, RELIEF & CONSOLIDATIONS: Sir, I move:

> "That leave be granted to move a Resolution under Article 144 (1) of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That leave be granted to move a Resolution under Article 144 (1) of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973."

RANA SANA ULLAH KHAN: I oppose it.

MR ARSHAD MEHMOOD BAGGU: I oppose it.

جناب سپیکر: اب جو معزز اراکین اس تحریک کے حق میں ہیں وہ اپنی نشستوں پر کھڑے ہو جائیں۔

(اس مرحلہ پر تمام معزز اراکین حزب اقتدار اپنی نشستوں
پر کھڑے ہو گئے اور گنتی کی گئی)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہم نے oppose کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ ابھی تو ٹائم آئے گا۔ oppose کا تو ٹائم آئے گا۔ ابھی تو پیش کرنے کی اجازت بھی ملنی ہے کہ نہیں ملتی؟ تشریف رکھیں پلیز۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر: اسمبلی نے یہ قرارداد پیش کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ میں رو کھڑی صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

آئینی قرارداد برائے قیام، نظام انصرام آفات

MINISTER REVENUE, RELIEF & CONSOLIDATIONS: Sir, I move the following Resolution:

> "The Provincial Assembly of the Punjab, in pursuance of Article 144 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, passes a Resolution to the effect that Parliament (Majlis-e-Shoora) may, by law, regulate the setting up of the coordinated and comprehensive National Disaster Management System and provide for matters connected therewith or incidental thereto."

MR SPEAKER: The Resolution moved is:

> "The Provincial Assembly of the Punjab, in pursuance of Article 144 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, passes a Resolution to the effect that Parliament (Majlis-e-Shoora) may, by law, regulate the setting up of the coordinated and comprehensive National Disaster Management System and provide for matters connected therewith or incidental thereto."

RANA SANA ULLAH KHAN: I oppose it.

جناب سپیکر: رانا صاحب!اس کوopposeکرتے ہیں۔ میں روکھڑی صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی قرارداد کے حق میں تقریر کریں۔

وزیر مال، بحالی واشتمال: جناب سپیکر! پاکستان میں اس قسم کا سسٹم کوئیestablishنہیں تھا، جیسے پچھلے دنوں میں زلزلہ آیا اور اس کے لئے قوم پہلے سے بالکل تیار نہیں تھی لیکن پوری قوم، وفاقی، صوبائی حکومتوں نے اس میں بڑا حصہ لیا اور ان مظلوم لوگوں کی جن پر یہ عذاب آیا تھا ان کی امداد کی گئی۔اب حکومت نے یہ سوچا ہے کہ ایک ایسا ادارہ یاsystemبنا دیا جائے کہ جب کبھی بھی کوئی ایسی آفت آئے تو اس میں پہلے سے تیاری ہو تاکہ اس کے نقصانات سے بچا جا سکے۔ یہ ایک بڑا ضروری آئٹم ہے۔ وفاقی حکومت یہ بنانا چاہتی ہے، ہم بھی اس قرارداد کو اسمبلی سے پاس کروا کر ان کے ساتھ co-operate کر رہے ہیں کہ یہ صوبائی اور وفاقی سطح پر بنایا جائے۔ قومی مسائل کو حل کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے لہذا میں استدعا کروں گا کہ اس قرارداد کو متفقہ طور پر پاس کیا جائے تاکہ اس ملک میں ایک ایسا سسٹم قائم ہو جائے جس سے آفات کو دور کرنے میں یا ان کےaffectsکو کم کرنے میں مدد مل سکے۔

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اس قرارداد کو اس لئےopposeکر رہا ہوں کہ آئین میں

جو بنیادی چیزیں دی گئی ہیں ان سے انحراف بالکل extraordinary حالات میں ہونا چاہئے otherwise نہیں ہونا چاہئے۔ میں اس ایوان کی توجہ اس جانب مبذول کرواؤں گا کہ آرٹیکل 141 میں بڑی صراحت سے یہ تحریر کیا گیا ہے کہ :

141. Subject to the Constitution, [Majlis-e-Shoora (Parliament)] may make laws (including laws having extra-territorial operation) for the whole or any part of Pakistan, and a Provincial Assembly may make laws for the Province or any part thereof.

آگے آرٹیکل 142 ہے۔ اس میں مجلس شوریٰ، پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے قانون سازی کے جو اختیارات ہیں ان کو باقاعدہ علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ :

142.(a) [Majlis-e-Shoora (Parliament)] shall have exclusive power to make laws with respect to any matter in the Federal Legislative List;

اب جو Federal Legislative List ہے اس سے متعلق پارلیمنٹ کو exclusive powers ہیں کہ وہ اس کے متعلق قانون بنا سکتی ہے۔ آگے 142(b) ہے کہ :

142(b). [Majlis-e-Shoora (Parliament)] and a Provincial Assembly also, shall have power to make laws with respect to any matter in the Concurrent Legislative List;

جناب والا! ایک Federal List ہے اور ایک Provincial List ہے اور ایک Concurrent List ہے۔ آئین نے اس کی تقسیم اس طرح سے کی ہے کہ جو Federal Legislative List ہے اس سے متعلق اختیار پارلیمنٹ کو ہے اور جو Provincial Legislative List ہے اس کے متعلق صوبے کو اختیار ہے جبکہ Concurrent List کے

متعلق دونوں کو اختیار ہے یعنی صوبائی اسمبلی اور پارلیمنٹ دونوں کو قانون سازی کا اختیار ہے لیکن اس سے آگے کہا گیا ہے کہ:

(142)(c). A Provincial Assembly shall, and [Majlis-e-Shoora (Parliament)] shall not, have power to make laws.....

یعنی آگے آرٹیکل(c)142 میں بڑی وضاحت کے ساتھ صوبائی اسمبلی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ:

(142)(c). A Provincial Assembly shall, and [Majlis-e-Shoora (Parliament)] shall not, have power to make laws with respect to any matter not enumerated in either the Federal Legislative List or the Concurrent Legislative List; and

اس میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ ہے کہ وہ قانون جو نہ تو Federal List میں ہو اور نہ Concurrent List میں ہے تو اس پر پارلیمنٹ legislation نہیں کر سکتی۔ اس پر صوبائی اسمبلی کو اختیار ہے، وہ قانون سازی کر سکتی ہے۔ اس میں وضاحت کے ساتھ پارلیمنٹ کا اختیار ختم کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ اس پر legislation نہیں کر سکتی۔ اب یہ معاملہ صوبائی خود مختاری سے متعلقہ ہے ، یہ معاملہ اس معزز ہاؤس کی sovereignty سے متعلقہ ہے۔ آرٹیکل 142 کی sub clause(c) یہ کہتی ہے کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ ہو جو کہ نہ Federal List میں ہو، نہ Concurrent List میں ہو تو اس پر پارلیمنٹ legislation نہیں کر سکتی۔ اس پر صوبائی حکومت legislation کر سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وفاقی حکومت اگر چاہتی ہے کہ اس قسم کی کوئی قانون سازی ہونی چاہئے، یعنی زلزلہ یا جو دوسری کوئی بھی قدرتی آفات آتی ہیں اور اس کے متعلق انھوں نے کوئی سسٹم بنانا ہے تو یہ قانون صوبائی اسمبلی کیوں نہیں بنا سکتی، صوبائی حکومت اس معاملے کو کیوں کنٹرول نہیں کر سکتی؟ اب انھوں نے جو آرٹیکل 144 کا سہارا لیا ہے اور بعد میں یہ بھی کہیں گے کہ دو اور صوبوں نے یہ قرارداد پاس کر دی ہے اس لئے ہم یہ کر رہے ہیں۔ اگر دو صوبوں کی قرارداد پاس کرنا ہی requirement ہے تو بھئی اگر دو صوبوں نے قرارداد پاس کر دی ہے اور پارلیمنٹ کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ اس معاملے پر قانون سازی کریں اور جو آئینی آرٹیکل

144 کی requirement کے تحت ہے وہ meet کرتی ہے تو پھر آپ کیوں اس بارے میں اپنا thumb یہاں پر لگاتے ہیں اور اس بات کو endorse کرتے ہیں؟ آپ اس کو رہنے دیں، اب تو اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ جی یہ آئینی requirement ہے یعنی آرٹیکل 144 کے تحت آئینی requirement یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جس کے متعلق پارلیمنٹ قانون سازی نہ کر سکتی ہو لیکن دو صوبائی اسمبلیاں request کریں کہ جی آپ اس پر قانون سازی کر لیں تو پھر پارلیمنٹ قانون سازی کر سکتی ہے۔ اب اگر یہ کہتے ہیں کہ یہ آئینی requirement ہے اور ہم اس کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو یہ آئینی requirement پہلے ہی پوری ہو چکی ہے۔ اگر دو اسمبلیوں نے کر دیا ہے تو پھر آپ کو اس دوڑ میں شامل ہونے کا کیا فائدہ ہے؟

(اس مرحلہ پر وزیر اعلیٰ صاحب ایوان میں تشریف لائے)

جناب سپیکر! میں اس مرحلہ پر یہ بات بھی on record لانی چاہوں گا کہ اس سے پہلے ہی صوبائی اسمبلی کے اختیارات پر کافی حوالوں سے قدغن لگائی گئی ہے۔ آپ پولیس آرڈر 2002 کو دیکھ لیں، اب یہ کس کو نہیں پتا کہ پولیس صوبائی فورس ہے اور لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ تمام معاملات صوبے کا اختیار ہے۔ اس میں وفاقی حکومت ذمہ دار نہیں، صوبائی حکومت ہی ذمہ دار ہے۔ پولیس ایک Law Enforcing Agency ہے۔ ساری دنیا کو پتا ہے کہ چونکہ پولیس صوبوں سے متعلقہ ہے اس لئے پولیس آرڈر کو بنانا، اس پر عملدرآمد کرنا، اس کو amend کرنا، اس میں اضافہ یا کمی کرنا صوبائی اسمبلی اور صوبائی حکومت کا ایریا بنتا ہے لیکن اس کے باوجود پولیس آرڈیننس 2002 کو Sixth Schedule میں شامل کر کے اس معزز ہاؤس کے اختیارات پر قدغن لگائی گئی ہے۔ یہ معزز ہاؤس وفاقی حکومت، صدر سے پیشگی اجازت لئے بغیر پولیس آرڈر میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتا۔

جناب والا! جو 60 percent of the government ہے وہ لوکل گورنمنٹ ہے۔ اس سے کسی کو اعتراض نہیں ہے کہ لوکل باڈیز صوبائی معاملہ ہے اور ضلعی حکومتوں سے صوبائی حکومت ہی deal کرتی ہے لیکن آپ دیکھیں کہ اس ملک میں جس طرح سے ایک فرد واحد کے گرد تمام اختیارات کو سمیٹا جا رہا ہے، کس طریقے سے صوبوں کے اختیارات فیڈریشن کی طرف منتقل کئے جا رہے ہیں، کس طریقے سے اس بات کا اہتمام کیا جا رہا ہے کہ وفاقی اکائیوں کو کمزور کیا جائے اور

ساری طاقت مرکز میں جمع کی جائے۔ لوکل گورنمنٹ پر قانون سازی اس ہاؤس کا بنیادی حق ہے جس سے اس ہاؤس کو محروم کیا گیا ہے۔ اگر آپ نے لوکل باڈیز میں کوئی ترمیم کرنی ہے، اگر آپ نے اس میں کسی قسم کا اضافہ، کمی یا بہتری لانی ہے تو اس کے لئے آپ مجبور ہیں کہ آپ پہلے جا کر صدر صاحب سے پیشگی اجازت لیں اور اس کے بعد آپ اس میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس رجحان کو ختم ہونا چاہئے کہ آپ تمام اختیارات towards فیڈریشن لے کر جا رہے ہیں اس سے فیڈریشن مضبوط نہیں ہو گی۔ فیڈریشن اسی وقت مضبوط ہو گی جب آپ اکائیوں کو مضبوط کریں گے اور اس کا تقاضا یہی ہے کہ جو اختیارات صوبائی اسمبلی کے ہیں وہ صوبائی اسمبلی کے پاس رہنے چاہئیں۔ میں قائد ایوان سے بھی یہ درخواست کروں گا کہ آپ وفاقی حکومت سے بات کریں اور ان سے کہیں کہ یہ Disaster Management کے لئے جو آپ سسٹم لانا چاہتے ہیں اس سسٹم کو صوبے بہتر انداز سے لا سکتے ہیں۔ اس نظام کو صوبے بہتر انداز سے manage کر سکتے ہیں اور اس پر legislation صوبائی اسمبلی بہتر طور پر کر سکتی ہے کیونکہ صوبائی اسمبلی کا ہی یہ اختیار ہے، اسی کا یہ ایریا ہے۔ آپ تمام اختیارات فیڈریشن کی طرف، مرکز کی طرف منتقل کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلط رجحان ہے۔ اسی وجہ سے میں اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ رانا صاحب کی باتوں کی وجہ سے جو تھوڑا سا ابہام پیدا ہوا ہے میں اسے clear کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل مرکزی حکومت وفاقی سطح پر ایک Disaster Management بیورو قائم کرنا چاہتی ہے جو سارے صوبوں کے ساتھ co-ordinate کرے گا۔ جس طرح روکھڑی صاحب نے فرمایا تھا کہ حالیہ جو ہمارا ایک تلخ تجربہ رہا ہے اس میں وفاقی حکومت کو دوسرے صوبے میں جا کر اور خاص طور پر جس طرح ہم نے پنجاب سے جا کر وہاں relief measures لئے تو صوبوں کے درمیان co-ordination کے لئے یہ ضروری تھا کہ وفاقی سطح پر ایک ادارہ قائم کیا جائے۔ اس کے لئے وزیر اعظم پاکستان نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک خط لکھا تھا جس میں انھوں نے کہا تھا کہ ہم یہ ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں دو صوبائی اسمبلیاں سندھ اور سرحد پہلے سے اپنی consent دے چکی ہیں کہ قانون سازی کے ذریعے national level پر ایک ادارہ قائم ہونا چاہئے۔

جناب والا! رانا صاحب آرٹیکل 144 کا حوالہ دے رہے تھے۔ میں گزارش کروں گا کہ آرٹیکل 144 ہے ہی اسی کے متعلق کہ جب دو اسمبلیاں ایک قرارداد پاس کر دیتی ہیں تو پھر وفاقی

حکومت کو قانون سازی کرنا پڑتی ہے۔تو ہم دو اسمبلیوں کی قرارداد پر قانون سازی کرنے کے لئے ہی آج اسے یہاں پر لے کر آئے۔ ہم نے باقاعدہ وفاقی حکومت سے وضاحت مانگی تھی۔ ہم نے ان کو اپنا نقطہ نظر دیا تھا۔ ہم نے انھیں کہا تھا کہ ہم صوبے کی سطح پر بھی اپنا ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے ہمیں کہا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں آپ اپنا ادارہ قائم کیجئے۔

جناب والا! میں یہاں پر معزز ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم اسی ایوان میں باقاعدہ قانون سازی کے ذریعے اپنا ادارہ قائم کر چکے ہیں اور ہم ایمرجنسی سروسز کا بل اس معزز ایوان سے پاس کروا چکے ہیں۔ لہذا میری یہ استدعا ہے کہ وفاقی سطح پر ایک ادارہ قائم کرنے کے لئے یہ قرارداد ضروری ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں لاء منسٹر کی توجہ چاہوں گا کہ آرٹیکل (1)144 کی wording یہ ہے کہ:

144.(1) If two or more Provincial Assemblies pass Resolutions to the effect that [Majlis-e-Shoora(Parliament)] may by law regulate any matter not enumerated in either List in the Fourth Schedule, it shall be lawful for [Majlis-e- Shoora (Parliament)] to pass an Act for regulating that matter accordingly, but any act so passed may, as respects any Province to which it applies, be amended or repealed by Act of the Assembly of that Province.

انھوں نے ذکر بھی کیا ہے کہ وفاقی حکومت نے معاملے کو regulate کرنے کے لئے انھیں لیٹر لکھا ہے تو کیا اس معزز ایوان یا معزز ممبران کا اتنا بھی استحقاق نہیں بنتا کہ اس قرارداد کے ساتھ اس لیٹر کو بھی circulate کرتے تاکہ ہمیں پتا چل جاتا کہ وہ کس انداز سے regulate کرنا چاہتے ہیں۔اب تو ان کی بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سارا معاملہ صوبے ہی کریں گے لیکن وہ اوپر صرف monitoring اور regulate کریں گے۔ وہ legislate کس انداز سے کریں گے ؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد کو adopt کرنے سے پہلے اس معزز ایوان کو اس بات کا حق ہے کہ اس تفصیل کو بھی جانا جائے۔اگر یہ بہتر سمجھتے ہیں تو اس کو circulate کریں۔

جناب سپیکر: جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!جس طرح میں نے پہلے کہا ہے کہ انھوں نے ہماری consent مانگی ہے۔ہماری consent کے بعد باقاعدہ draft law آنا ہے۔ ہماری queries کے جواب میں فیڈرل گورنمنٹ کے کیبنٹ سیکرٹری نے لکھا تھا کہ :

> I may point out here that this is a tentative law which is yet to be placed before the Cabinet after necessary action under Article 144 of the Constitution regarding the passage of the requisite resolution is taken by the Provincial Assemblies, Federal Government would discuss this draft with the Provincial Governments.

جو ڈرافٹ ہو گا وہ دکھائیں گے اور اس پر ہمارے ساتھ بات کریں گے۔اس کے بعد ہم اپنا point of view دیں گے پھر قانون سازی ہو گی۔یہ تو آرٹیکل 144 کی mere requirement ہے جس کے لئے بات کر رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اس پر میرا اعتراض یہ ہی ہے کہ ہر معاملے میں الٹی گنگا بہائی جا رہی ہے۔اس آرٹیکل کا مقصد یہ ہے کہ صوبے اس بات کی requirement محسوس کریں گے۔اگر صوبے اس بات کو ضروری جانیں گے کہ پارلیمنٹ اس معاملے میں قانون سازی کرے تو صوبے قرارداد پاس کر کے پارلیمنٹ یا وفاقی حکومت سے request کریں گے کہ اس معاملے کی نوعیت یہ

ہے کہ صوبے اس کو regulate نہیں کر سکتے لہذا فیڈرل گورنمنٹ اسے regulate کرے۔یہاں پر الٹا کام چل رہا ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ صوبوں کو خط لکھ کر کہہ رہی ہے کہ آپ قرارداد پاس کر کے بھیجیں اس کے بعد ہم اس پر غور کریں گے پھر اس کا ڈرافٹ بنائیں گے، پھر آپ سے consult کریں گے اور پھر اسے پاس کریں گے۔یعنی یہ معاملہ otherwise کیا جارہا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: ہم تو ڈرافٹ نہیں بھیج سکتے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

The Resolution moved and the question is:

> "That the Provincial Assembly of the Punjab, in pursuance of Article 144 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, passes a Resolution to the affect that Parliament (Majlis-e-Shoora) may, by law, regulate the setting up of the coordianted and comprehensive National Disaster Management System and provide for matters connected therewith or incidental thereto."

(قرارداد منظور ہوئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ نشاط افزا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ نشاط افزا: جناب والا! وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں عرض ہے۔

وہ آئے ہیں ہمارے گھر میں خدا کی قدرت ہے
کبھی ان کو کبھی ہم اپنے ایوان کو دیکھتے ہیں

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے بہت اہم نکتے کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتی ہوں کہ شاید ہمارے وزیر خزانہ اپنے بجٹ میں بھول گئے ہیں۔وہ اتنا بڑا flaw ہے جس کی نہ صرف مجھے بہت تکلیف ہے بلکہ پوری عوام کو تکلیف ہے۔میں محترم وزیر خزانہ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ

انھوں نے بجٹ میں رکھا ہے کہ وزیر اعظم ہاؤس کا یومیہ خرچ 14لاکھ روپیہ ہے اور صدر صاحب کے لئے 8لاکھ یومیہ خرچ ہو رہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔پلیز تشریف رکھیں۔

محترمہ نشاط افزا: جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دیں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

جناب سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت سال1997کے قاعدہ 234کے تحت قاعدہ(2)127کو معطل کر کے آئین کے آرٹیکل(1)144کے تحت seed Act 1976 میں ترمیم سے متعلق قرارداد پیش کرنے کی تحریک موصول ہوئی ہے۔ محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

محترمہ نشاط افزا: جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! پلیز تشریف رکھیں۔کارروائی چلنے دیں۔

محترمہ نشاط افزا: میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہوں۔وہ ہمارے بھی وزیر اعلیٰ ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔آپ کا کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔جی، لودھی صاحب!

MINISTER FOR AGRICULTURE: I move:

> "That the requirement of sub-rule (2) of Rule 127 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 be suspended under rule 234 of the Rules ibid, for taking up the Resolution under clause (1) of Article 144 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That the requirement of sub-rule (2) of Rule 127 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 be suspended under rule 234 of the Rules ibid, for taking up the Resolution under clause

(1) of Article 144 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973."

The motion moved and the question is:

"That the requirement of sub-rule (2) of Rule 127 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 be suspended under rule 234 of the Rules ibid, for taking up the Resolution under clause (1) of Article 144 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973."

(The motion was carried.)

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ نے پہلے بھی اسی قسم کی تحریک پیش کر کے counting کروائی ہے لیکن اب ہاں، ناں کروادی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! ابھی تو رولز معطل کرنے کی تحریک تھی اور rules uspend ہوئے۔ چونکہ ایک ہفتے کا نوٹس period پورا نہیں تھا اس لئے rules suspend کرنے کے لئے ہاؤس سے permission لینی تھی۔

رانا ثناء اللہ خان: کیا اس سے پہلے بھی rules suspend کروائے ہیں؟

جناب سپیکر: پہلے rules suspend نہیں ہوئے تھے۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہ جو Resolution move ہوئی ہے اس کی تفصیل بھی ہمیں بیان کر دی جائے تو بہتر ہو گا؟

جناب سپیکر: جی، بالکل کر دی جائے گی۔ متعلقہ وزیر اپنی قرارداد پیش کرنے کی اجازت کی تحریک پیش کریں۔

آئین کے آرٹیکل144 کے تحت قرارداد پیش کرنے کے لئے اجازت کی تحریک

MINISTER FOR AGRICULTURE: Sir, I move:

"That leave be granted to move a Resolution under Article 144(1) of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973."

MR SPEAKER: The motion moved is :

"That leave be granted to move a Resolution under Article 144(1) of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973."

(The motion was carried.)

جناب سپیکر: متعلقہ وزیر اپنی قرارداد پیش کریں۔

جناب محمد وقاص: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ جی، وزیر زراعت!

قرارداد

پارلیمنٹ کو سیڈ ایکٹ1976 میں ترمیمی قانون سازی کا اختیار دینا

وزیر زراعت: جناب والا! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان مجلس شوریٰ/پارلیمنٹ کو پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 144(1) کے تحت اختیار دیتا ہے کہ مجلس شوریٰ/پارلیمنٹ سیڈ ایکٹ 1976 میں ترمیمی قانون سازی کرے اور وفاقی حکومت سیڈ ایکٹ1976 کا ترمیمی بل قانون سازی کے لئے مجلس شوریٰ/پارلیمنٹ میں پیش کرے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ۔

"یہ ایوان مجلس شوریٰ/پارلیمنٹ کو پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 144(1) کے تحت اختیار دیتا ہے کہ مجلس شوریٰ/پارلیمنٹ سیڈ ایکٹ

1976 میں ترمیمی قانون سازی کرے اور وفاقی حکومت سیڈا ایکٹ1976 کا
ترمیمی بل قانون سازی کے لئے مجلس شوری / پارلیمنٹ میں پیش کرے۔"

رانا ثناء اللہ خان: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب محمد وقاص: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ خان اور جناب وقاص صاحب اس کی مخالفت کرتے ہیں۔جی، وزیر زراعت!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! فیڈرل گورنمنٹ سیڈ ایکٹ میں ترمیم کرنا چاہتی ہے۔انہوں نے تمام صوبائی اسمبلیوں کو ایک سرکلر کے ذریعے convey کیا کہ اس سیڈ ایکٹ کو نئے حالات کے تحت update کرنے کی ضرورت ہے۔اس میں ترامیم کرنے کے لئے تمام صوبائی حکومتوں کو لکھا ہے،اس کے بعد تمام صوبائی حکومتوں نے ان کو اپنی اپنی آراء دیں اور ان ترامیم کے بارے میں لکھا بھی جا چکا ہے لیکن پنجاب ابھی تک نہیں بھیج سکا تھا۔اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنی کمیٹی نے اس پر غور و خوض کیا اور اس کے بعد نئے انداز کے ساتھ اس کو کیبنٹ میں لے کر گئے کیبنٹ نے اس کو پاس کیا۔یہ چونکہ آئین کی ضرورت ہے جو آپ کے ذریعے ہم نے فیڈرل گورنمنٹ کو بھیجنی ہے اور وہاں پر سیڈ ایکٹ میں ترامیم ہوں گی اور اس کو نئے حالات کے تحت update کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں جس طرح سے میں نے پہلے متعلقہ آرٹیکل کو ایوان کے سامنے پڑھا ہے کہ یہ جو آرٹیکل (1)144 ہے جس کے حوالے سے یہ چاہتے ہیں اس میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ:

144. (1) If two or more Provincial Assemblies pass Resolutions to the effect that [Majlis-e-Shoora (Parliament)] may by law regulate any matter not enumerated in either List in the Fourth Schedule, it shall be lawful for [Majlis-e-Shoora (Parliament)] to pass an Act for regulating that matter accordingly..

جناب والا!اس میں تو یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا ایریا ہے جو نہ تو concurrent list میں آتا ہے اور نہ ہی وہ فیڈرل لسٹ میں آتا ہے اور اس میں صوبائی اسمبلی کو آرٹیکل(2)144 کے تحت یہ اختیار ہے کہ اگر کوئی ایسا ایریا ہے کہ جو نہ تو Federal legislative list میں ہے اور نہ ہی وہ concurrent list میں تو اس میں صرف صوبائی اسمبلی قانون سازی کر سکتی ہے، پارلیمنٹ نہیں کر سکتی۔اب اس میں یہ ہے کہ اگر تو ایسی قانون سازی ہو صوبائی اسمبلی کر سکتی ہے اور پارلیمنٹ نہیں کر سکتی۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔آرڈر پلیز۔

رانا ثناء اللہ خان: تو اس Resolution کے ذریعے سے صوبائی اسمبلی اختیار دے گی پارلیمنٹ کو کہ وہ legislation کر لے۔اب اس میں تو یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی ایکٹ ہے؟یہ سیڈ ایکٹ 1976 کا حوالہ دے رہے ہیں۔اس میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ترمیمی قانون سازی کریں۔یہ تو (1)144 کے تحت cover ہی نہیں ہوتا۔وزیر زراعت اس بات کی وضاحت کریں کہ یہ جو سیڈ ایکٹ ہے یہ کس نے پاس کیا تھا یہ صوبائی اسمبلی نے پاس کیا تھا یا پارلیمنٹ نے پاس کیا تھا؟

جناب سپیکر: جی،وزیر زراعت!

وزیر زراعت: جناب والا!یہ پارلیمنٹ نے پاس کیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: اگر جناب والا!پارلیمنٹ نے پاس کیا ہے تو پھر اب Resolution کی کیا ضرورت ہے؟(قطع کلامیاں)

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا!یہ ہمارے پرانے وزیر ہیں آثار قدیمہ ہیں ان کو grace marks ملنے چاہئیں۔

وزیر زراعت: جناب والا!یہ فیڈرل سبجیکٹ ہے اور فیڈرل گورنمنٹ نے پاس کیا ہے اب وہ اس میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ترمیم کی سفارشات صوبائی حکومتوں سے مانگی گئی ہیں۔ہم نے اپنی سفارشات ان کو بھیجنی ہیں کیونکہ یہ آئین کے آرٹیکل(1)144 کی requirement ہے۔اس process کو مکمل کرنے کے لئے ہم یہ through Assembly بھیج رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! سفارشات کو تو یہ آرٹیکل deal ہی نہیں کرتا۔ آرٹیکل 144(1) کا تو سفارشات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔ (قہقہے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اس کی بھی صورتحال وہی ہے جس طرح ہم پہلے بات کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے آپ کو آئین کا آرٹیکل 144(1) پڑھ کر بھی سنایا تھا۔ In fact سیڈا ایکٹ 1976 میں پاس ہوا تھا اور جس وقت یہ پاس ہوا تھا اس وقت باقاعدہ جو صوبائی اسمبلیاں تھیں ان کی اس میں consent لی گئی تھی اور ان کی مشاورت سے یہ پاس ہوا تھا۔ اب اس میں فیڈرل گورنمنٹ ترامیم لانا چاہ رہی ہے اور ترامیم کے لئے پھر چاروں صوبوں سے اس بات کا وہ اختیار مانگ رہے ہیں کہ اپنی consent دیں کہ کیا ہم ان میں ترامیم لائیں یا نہیں۔ جس طرح پہلے Resolution میں، میں نے گزارش کی تھی کہ اس کے بعد ہمارے پاس ڈرافٹ آئے گا اس میں ہم اپنی opinion بھی دیں گے لیکن فی الحال وہ amendments move کرنے کے لئے ہم سے اختیار مانگ رہے ہیں اور چاروں صوبائی اسمبلیوں سے مانگ رہے ہیں۔ یہ صرف پنجاب کی بات نہیں ہے بلکہ چاروں صوبائی اسمبلیوں سے اختیار مانگ رہے ہیں۔ کیونکہ اصل ایکٹ بھی صوبائی اسمبلیوں کی مشاورت سے بنا تھا اس میں ترامیم بھی مشاورت اور consent کے بعد ہی ہو سکتی ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ پارلیمنٹ کو اس میں ترامیم کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ پارلیمنٹ صرف وہ قانون سازی کر سکتی ہے جو concurrent list میں ہے اور نہ ہی فیڈرل لسٹ میں ہے اس پر قانون سازی کرنے کے لئے اسے دو اسمبلیوں کی Resolution کی ضرورت ہے۔ جب وہ ایکٹ legislate ہو جائے گا، جب وہ ایکٹ وجود میں آ جائے گا تو اس کے بعد اس میں ترمیم کرنے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا کہنے کا

مطلب یہ ہے کہ یہ آرٹیکل(1)144اس کوdealہی نہیں کرتا۔یہ میں آپ کے سامنے پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، رانا صاحب!اگر دو کی بجائے تین اسمبلیاں کر دیتی ہیں تو اس پر کوئی قدغن ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: نہیں تینوں کا تو کوئی اس میں ذکر ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔minimum requirementدو کی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا!minimumدو ہیں۔

جناب سپیکر: تو پھر دو بھی ہو سکتی ہیں تین بھی ہو سکتی ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: تین بھی ہو سکتی ہیں اور چار بھی ہو سکتی ہیں لیکن جب چار کی تین کی دو کی یعنیResolutionکی اجازت کے بعد اس پرlegislationہو گئی۔ Then that is a Federal Act.اس فیڈرل ایکٹ میں بعد میں پارلیمنٹ کبھی بھی ترمیم کر سکتی ہے بلکہ یہاں پر تو یہ ہے کہ اگر یہ کہتے ہیں کہ سیڈ ایکٹ میں انہوں نےamendmentکرنی ہے یا ان کوamendmentچاہئے تو اس میں یہ ہے کہ:

> To pass an Act for regulating that matter accordingly. But any Act so passed may with respect to any Province to which it applies be amended or repealed by act of the Assembly of that Province.

اگر انہوں نے اس میں کسی قسم کی کوئی ترمیم کرنی ہے تو یہ اسمبلی کر سکتی ہے یعنی اگر کوئی ایسا ایکٹ 1976 میں پاس ہوا تھا جو کہ Provincial Assemblyکی Resolutionکے بعد پاس ہوا تھا اور وہ سیڈ ایکٹ ہے اور اس میں صوبہ پنجاب کوئی ترمیم کرنی چاہتا ہے تو اس Article 144(1)کے تحت یہ اسمبلی کر سکتی ہے اور as Federal Actاسےdealکرتے ہوئے پارلیمنٹ کر سکتی ہے۔ (1)144اس قسم کیamendmentسے متعلق ہے ہی نہیں، یہ اس کوdealہی نہیں کرتا۔یہ پورا آرٹیکل پڑھ لیں اس میںamendment کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی،لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ exactlyاگر یہی معاملہ ہم دوسرے پیرائے میں لیں اور اگر ہم یہاں پر یہ Resolution نہ کرتے تو رانا صاحب کے argumentsیہ ہونے تھے۔(قطع کلامیاں)

میں بات کر رہا ہوں میری بات تو سن لیں۔ میں گزارش یہ کر رہا ہوں کہ ان کے argumentsیہ ہونے تھے کہ جس معاملے میں اسمبلیوں کی رائے سے قانون سازی کی گئی ہو وہاں اسمبلیوں کی رائے سے ہی ترمیم ہو سکتی ہے۔ان کے exactlyیہ argumentsہونے تھے۔

جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ کوئی قانون جس کے لئے پہلے صوبوں سے مشاورت کی گئی، صوبوں سے Resolutionپاس کروا کر قانون سازی کی گئی اب اس میں ترمیم کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ صوبوں سے مشاورت اور صوبوں کی رائے سے اس میں ترمیم کی جائے اور اس کے علاوہ بھی میں رانا صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ .This is a provincial subjectاور کسی بھیprovincial subjectپر جب فیڈرل گورنمنٹ legislationکرتی ہے تو صوبوں کی consentضرور لیتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!لاء منسٹر صاحب کو علم نجوم حاصل ہو گیا ہے اور وہ یہ بھی بتانے لگے ہیں کہ اگر ہم یہ کرتے تو رانا صاحب کے یہ argumentsہوتے۔اگر میرے یہ arguments ہوتے تو لاء منسٹر صاحب ضرور یہ فرماتے ہیں کہ رانا صاحب آپ ہمیں متعلقہ آرٹیکل کا حوالہ دیں کہ کہاں پر یہ لکھا ہے کہ اس amendmentکو لانے کے لئے اجازت کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!یہ جو amendmentلا رہے ہیں یہ کہہ رہے ہیں کیونکہ legislation صوبوں کے Resolutionsسے ہوئی ہے اس لئے اب اگر اس میں amendmentہونی ہے تو پھر بھی صوبوں کی اجازت سے ہونی ہے۔یہ آرٹیکل 144(1) ہے اس میں یہ مجھے بتا دیں کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ پارلیمنٹ جو legislationصوبوں کی اجازت سے کرے گی، یہ صوبوں کے Resolutionsپر کرے گی اس کے بعد اس میں amendmentکے لئے بھی دوبارہ صوبوں سے Resolutionپاس کروانا پڑے گا۔.There is nothing that's all یعنی یہ آئین ہے اب اس آئین کو آپ اپنی مرضی سے تو نہیں کر سکتے یا فیڈرل گورنمنٹ اس سیڈ ایکٹ میں جو

amendment کرنا چاہتی ہے آپ اس ہاؤس میں وہ amendment circulate کرتے اور یہ کہتے کہ فیڈرل گورنمنٹ یہ amendments کرنا چاہتی ہے اور اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اس پر آپ رائے لے کر بھیجتے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب کی دلیل کے مطابق یہ بات درست ہے کہ 1976 میں چاروں صوبائی اسمبلیوں نے Resolution پاس کی اور اس Resolution کی بنیاد پر سیڈا ایکٹ پارلیمنٹ نے پاس کیا کیونکہ وہ concurrent list میں نہیں تھا اور پارلیمنٹ کا اختیار نہیں تھا تو وہ سیڈا ایکٹ پاس ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ 144(1) کے تحت اس سیڈا ایکٹ میں یہ Provincial Assembly amendment کر سکتی ہے۔ یہ آخری لائن پڑھ لیں آپ۔ لاء منسٹر صاحب! آپ آرٹیکل 144(1) کی last line کہ:

Any Province to which it applies be amended or repealed by the act of the Assembly of that Province.

تو یہ غلط Resolution لے آئے ہیں ان کو چاہئے کہ اس کو withdraw کریں اور ایک غیر آئینی اور غیر قانونی قسم کی Resolution اس ہاؤس سے پاس نہ کرائیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ایک صوبہ اپنی ذاتی ضروریات اور اپنے مخصوص حالات کے تحت اگر اس میں amendments کرنا چاہے تو اس کے لئے تو رانا صاحب کی دلیل درست ہو سکتی ہے لیکن جب چاروں صوبوں کے لئے متفقہ طور پر وفاقی حکومت ترامیم کرنا چاہتی ہے تو وہ پھر چاروں صوبوں پر applicable ہو گا اور بجائے اس کے کہ چاروں صوبوں کو علیحدہ علیحدہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اپنے صوبوں میں amendments لے کر آئیں اسی لئے وفاق amendment لے کر آ رہا ہے تاکہ وہ چاروں صوبوں کے لئے ایک جگہ پر کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ تو consultation کی بات کر رہے ہیں، یہ آرٹیکل 144(1) کی بات تو نہیں کر رہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! Task تو بعد میں consultation کے لئے ہمارے پاس آنا ہے لیکن فیڈرل گورنمنٹ کو ایک ایکٹ تو کرنے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ یہ بتائیں کہ آرٹیکل 144(1) اس کو کس طرح سے cover کرتا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب!آپ کا مؤقف بھی ہاؤس کے سامنے آگیا ہے، لاء منسٹر صاحب کا بھی اور ایگریکلچر منسٹر صاحب کا بھی۔ ابھی اس پرvotingہونی ہے معزز اراکین نے سب کا مؤقف سن لیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ اپنے تجربے کی بنیاد پر کوئی موقف سامنے لائے ہیں۔ایگریکلچر منسٹر کا موقف تو سامنے آیا ہی نہیں ہے۔

سید ناظم حسین شاہ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ:جناب سپیکر!رانا صاحب نے جو کہا ہے اس حوالے سے آپ سے میری humble submissionیہی ہے کہ آپ آرٹیکل(1)144 پڑھ لیں اس کے بعد آپ کوئی فیصلہ دیں۔ دیکھیں، یہاں پر ہم آئین کے خلاف نہیں جا سکتے تو آپ اس آرٹیکل کا خود مطالعہ کر لیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! پڑھا ہے۔ میں نے بھی اس کو پڑھا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: پھر لاء منسٹر صاحب جو فرما رہے ہیں اس پیرائے میں بھی دیکھیں کہ کیا وہaccording to the Constitutionجا رہے ہیں یاagainst the Constitutionجا رہے ہیں اس لئے میری یہی submission ہے کہ آپ فیصلہ دینے سے پہلے اس کو ایک دفعہ پھر پڑھ لیں اور لاء منسٹر صاحب نے جوargumentsدیئے ہیں پھر اس کو بھی دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: فیصلہ تو ہاؤس نے دینا ہے، میں نے تو نہیں دینا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!آپCustodian of the Houseہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے۔(1)144 جس کے تحت یہResolution لائے ہیں اس کا ایک ایک لفظ میں نے تین مرتبہ پڑھ دیا ہے اور لاء منسٹر کو میں نے چیلنج کیا ہے کہ وہ مجھے بتائیں کہ amendmentکے لئے اسResolutionکا اس آرٹیکل کے تحت آنا وہ کہاں سے اخذ کرتے ہیں تو اب اس وضاحت کے بعد اگر یہResolutionپاس ہوتی ہے تو پھر کل اس ہاؤس پر یہ بات آئے گی کہ اس نے ایک غیر آئینی Resolution passکی ہے۔آپCustodian of the Houseہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو خود بھی اس بات کا نوٹس لینا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محمد وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میریsubmissionیہ ہے کہ یہ قرارداد ٹیکنیکلی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ Rules of Procedure میں یہprovisionہے اگر میں آپ کی توجہ حاصل کروں، یہ Section 116 ہے اس کا(4)sub-section ہے۔

It shall be clearly and precisely expressed and shall raise substantially one definite issue.

اس میں دوquestionsاٹھائے گئے ہیں جبکہ ایکResolutionمیں صرف ایکquestion اٹھایا جاتا ہے۔ آپ دیکھیں، درمیان میں جو لفظ ہے "اور" کہ یہ ایوان مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کو پاکستان کے آئین کے آرٹیکل(1)144 کے تحت اختیار دیتا ہے کہ پارلیمنٹ Seed Act 1976 میں ترمیمی قانون سازی کرے۔

جناب سپیکر: وقاص صاحب! یہResolutionقاعدہ116 کے تحت نہیں آیا۔ یہ 127 کے تحت آیا ہے۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ یہ پورا آرٹیکل گورنمنٹ Resolutions کے بارے میں ہے۔ میں رول 127 کے سب رول 4 کی طرف آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ:

After a Resolution has been moved, it shall be dealt with, as far as possible in accordance with the rules contained in Chapter 13.

اور میں Chapter 13 کے ہی رول کی آپ کو مثال دے رہا ہوں لہذا یہ قرارداد ٹیکنیکلی غلط ہے۔ اس کوwithdrawکرنا چاہئے یا اس میںamendmentکرنی چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان مجلس شوریٰ/ پارلیمنٹ کو پاکستان کے آئین کے آرٹیکل(1)144 کے تحت اختیار دیتا ہے کہ مجلس شوریٰ پارلیمنٹ سیڈ ایکٹ 1976 میں ترمیمی قانون سازی کرے اور وفاقی حکومت سیڈ ایکٹ 1976 کا ترمیمی بل قانون سازی کے لئے مجلس شوریٰ/ پارلیمنٹ میں پیش کرے۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ ریاض صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کو یہاں ہاؤس میں تکلیف ہو گئی تھی۔ ہم ان کو ہسپتال لے کر گئے، اب ماشاء اللہ ان کی طبعیت ٹھیک ہے۔ میں خاص طور پر ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ جو کہ محکمہ صحت کی پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ ایمبولینس میں گئیں اور وہاں پر انھوں نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا گیا)

مسودہ قانون (ترمیم) کوآپریٹو سوسائٹیز مصدرہ 2005

(۔۔۔جاری)

MR. SPEAKER: Thank you. Now, we resume consideration on the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005. First reading of the Bill was yet to be completed. Three amendments had been proposed in it and were lost during the sitting of the Assembly dated 12-06-2006. The motion moved by Minister for Law, for consideration of the Bill, is being put for decision of the Assembly. Now the motion moved and the question is:

> "That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2005, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

MR. SPEAKER: Now, we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE-2

MR. SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. There are two amendments in it. The first amendment is from Ch Asghar Ali Gujjar, Dr Syed Waseem Akhtar, Syed Ehsan Ullah Waqas, Mr Muhammad Waqas, Ch Muhammad Shaukat, Syed Ejaz Hussain Bokhari, Mr Arshad Mehmood Baggu, Mrs Tahira Munir, Miss Zaib-un-Nisa Qureshi, Syed Ehsan Ullah Waqas may move it.

SYED EHSAN ULLAH WAQAS: I move:

> That in Clause 2 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Cooperatives, between the words "the" and "preamble", the word "existing" be inserted.

Sir, I don't press on this amendment.

MR SPEAKER: The second amendment is from: Rana Aftab Ahmad Khan, Rana Sana Ullah Khan, Mr Sami Ullah Khan, Syed Nazim Hussain Shah, Malik Asghar Ali Qaiser, Raja Muhammad Shafqat Khan Abbasi, Raja Riaz Ahmad, Ch Zahid Pervaiz, Syed Hassan Murtaza, Lala Shakeel ur Rehman, Mr Ahsan ul Haq Ahsan Noulatia, Sh Ejaz Ahmad, Dr Asad Ashraf, Ch Javed Hassan Gujjar, Rao Ijaz Ali Khan, Mr Muhammad Yar Mammunka, Ms Azma Zahid Bokhari, Mrs Faiza Ahmad, Mr Ejaz Ahmad Samma, Mr Tanveer Ashraf Kaira, Dr Asad Muazzam, Mirza Muhammad Afzaal, Mr Ishtiaq Ahmad Mirza, Mrs Farzana Raja, Mr Amir Fida Piracha, Mr Ali Hassan Raza Qazi, Rana Mashood Ahmad Khan, Mr Tahir Akhtar Malik.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جس دن بل پیش ہوا تھا، اس دن اتفاق سے کورم نہیں تھا اور اجلاس ملتوی کر دیا گیا تھا۔ میں نے اس دن بھی اپنے بھائیوں سے یہ گزارش کی تھی کہ کوآپریٹو سوسائٹیز کا طویل عرصے سے سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ اس کو بہتر بنانے کے لئے یہ ترامیم لائی جا رہی ہیں۔ میرے دوستوں نے مہربانی فرمائی تھی اور انھوں نے کہا تھا کہ ہم ان کو دیکھ لیتے ہیں اور دیکھنے کے بعد ہم اپنا موقف دیں گے۔ میں نے آج پھر دوستوں سے استدعا کی تھی کہ یہ انتہائی ضروری ترامیم ہیں۔ اس پر انھوں نے مہربانی فرمائی ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ یہ چونکہ عوامی مفاد میں ہے اس لئے ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ ترامیم کو considered as withdrawn کیا جائے اور اس بل کو پاس کیا جائے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ اپوزیشن سے بات ہو گئی ہے اور اپوزیشن کے دوست اس پر بات نہیں کرنا چاہتے اور اپنی ترامیم پیش کرنا نہیں چاہ رہے۔

Now we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE - 2

MR. SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 3

MR. SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 4

MR. SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 5

MR. SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 6

MR. SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 7

MR. SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 8

MR. SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 9

MR. SPEAKER: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 10

MR. SPEAKER: Now, Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 11

MR. SPEAKER: Now, Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 11 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جب question put ہو رہا ہو تو پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا لیکن آپ بات کر لیں۔جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں آپ کا بڑا شکر گزار ہوں۔باہر پنجاب یونیورسٹی کے تقریباً دو سو طلبہ آئے ہوئے ہیں۔پنجاب یونیورسٹی میں ایک مہینے سے طالبعلموں کو صرف اس لئے نکالا گیا ہے کہ انھوں نے وہاں پر کتاب میلہ لگایا جو کہ وہ ہر سال لگاتے ہیں۔اب دو سو کے قریب طلبہ

آئے ہوئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت اور راجہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ صرف ان کے وفد سے مل لیں۔ اگر ان کے مطالبات اور شکایات جائز ہیں تو اس میں کچھ کریں۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں اس بل کے بعد ان سے مل لیتا ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! وزیر تعلیم صاحب کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، وزیر تعلیم آپ کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔

CLAUSE - 12

MR. SPEAKER: Now, Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 13

MR. SPEAKER: Now, Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 14

MR. SPEAKER: Now, Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 14 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 15

MR. SPEAKER: Now, Clause 15 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرے خیال میں بڑی اہم قانون سازی ہو رہی ہے اور کورم پورا کرنا یقینی بات ہے کہ حکومت کا حق ہوتا ہے اس کے لئے وہ جو بھی measures لیتے ہیں لیکن ابھی آج لابی کے ساتھ سینڈوچز serve ہو رہے ہیں اور ایک ناشتے کا ماحول بنا ہوا ہے۔ تمام ممبرز جو وہاں ناشتہ کر رہے ہیں انہیں چاہئے کہ یہاں قانون سازی میں حصہ لیں۔

CLAUSE - 16

MR. SPEAKER: Now, Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 17

MR. SPEAKER: Now, Clause 17 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 17 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 18

MR. SPEAKER: Now, Clause 18 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 18 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 19

MR. SPEAKER: Now, Clause 19 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 19 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 20

MR. SPEAKER: Now, Clause 20 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 20 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 21

MR. SPEAKER: Now, Clause 21 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 21 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 22

MR. SPEAKER: Now, Clause 22 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 22 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 23

MR. SPEAKER: Now, Clause 23 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 23 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 24

MR. SPEAKER: Now, Clause 24 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 24 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 25

MR. SPEAKER: Now, Clause 25 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 25 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 26

MR. SPEAKER: Now, Clause 26 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 26 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 27آ

MR. SPEAKER: Now, Clause 27 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 27 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 28

MR. SPEAKER: Now, Clause 28 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 28 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 29

MR. SPEAKER: Now, Clause 29 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 29 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 30

MR. SPEAKER: Now, Clause 30 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 30 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 31

MR. SPEAKER: Now, Clause 31 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 31 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE - 1

MR. SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR. SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR. SPEAKER: Now, Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

"That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2006 be passed."

MR. SPEAKER: The motion moved is:

"That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2006 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Cooperative Societies (Amendment) Bill 2006 be passed."

(The Bill was passed.)

تحریک زیر قاعدہ(A)244قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب1997 میں ترمیم کی اجازت

MR SPEAKER: Now, we take up the motion for leave to amend the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997.

> Ch Asghar Ali Gujjar, Dr Syed Waseem Akhtar, Syed Ehsan Ullah Waqas, Mr Muhammad Waqas, Ch Muhammad Shaukat, Syed Ejaz Hussain Bokhari, Mr Arshad Mehmood Baggu, Mrs Tahira Munir and Miss Zaib un Nisa Qureshi have given a notice of motion for leave to amend the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997.

The proposed amendment is as under:

> "That in Rule 2 after para (k), the following new para (kk), be added:
>
> (kk) Head of Parliamentary Party means a member of Parliamentary Party, chosen by it as a Head and includes any other member of the Parliamentary Party authorized by the Parliamentary Party to act in the absence of the Head of the Parliamentary Party as or discharge the functions of the Head of the Parliamentary Party inter alia for the

purpose of Article 63-A of the Constitution relating to disqualification of a member of the Assembly on the grounds of defection.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں نے معزز اراکین سے بات کی ہے کہ ہم اس پر تھوڑی سی بات کر لیں گے لہذا براہ مہربانی آپ اس کو pending کر لیں۔ ہم اس کو اسی اجلاس میں دوبارہ لے کر آئیں گے۔

جناب سپیکر: اس کو کب تک pending کریں۔ کوئی تاریخ مقرر کر لیں یا کب تک؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! آپ اس کو pending کر لیں ہم خود اتفاق رائے سے لے آئیں گے۔

جناب سپیکر: اس کو pending کیا جاتا ہے۔ بعد میں وزیر قانون اور اپوزیشن کی مشاورت سے جو بھی تاریخ آپ طے کریں گے اس تاریخ کو یہ take up کر لیں گے۔ آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 26۔ جون 2006 سہ پہر 3.00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

1031

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،26۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

عام بحث

ضمنی میزانیہ بابت سال06-2005پر بحث

1033

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

سوموار،26۔جون2006

(یوم الاثنین،29۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 37 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر سردار شوکت حسین مزاری منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۚ وَمَا رَبُّكَ

بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٢﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ
يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم
مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿١٣٣﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۙ وَمَا أَنتُم
بِمُعْجِزِينَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿١٣٥﴾

سُوْرَۃُ الْاَنْعَام آیات132 تا135

اور ہر ایک کے لئے ان کے کاموں سے درجے ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں o اور اے محبوب تمہارا رب بے پرواہ ہے رحمت والا اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لا دے جیسے تمہیں اوروں کی اولاد سے پیدا کیا o بے شک جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہیں سکتے o تم فرماؤ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر کام کئے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں تو اب جاننا چاہتے ہو کس کا رہتا ہے آخرت کا گھر بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے o

وماعلینا الالبلاغo

ڈاکٹر سید وسیم اختر:پوائنٹ آف آرڈر۔

تحاریک استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر:ذرا ٹھہریں۔اب ہم تحاریک استحقاقtake up کرتے ہیں پہلی تحریک استحقاق سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔

چودھری اصغر علی گجر:جناب سپیکر!یہ تحریک میں پیش کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،فرمائیے!

اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹ بابت سال2003اور 2004کاایوان میں پیش نہ کیا جانا

چودھری اصغر علی گجر:بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔معاملہ یہ ہے کہ آئین کے آرٹیکل(4)230اور قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب کے قاعدہ131کے مطابق کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کی سالانہ رپورٹ اسمبلی میں پیش کی جانی ضروری ہے تاکہ اسمبلی میں اس پر بحث کر کے رپورٹ ہذا کی روشنی میں قوانین مرتب کر سکیں۔اسلامی نظریاتی کونسل کی سال2003اور2004کی رپورٹ اسمبلی میں پیش نہ کر کے نہ صرف میرا بلکہ ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی!

چودھری اصغر علی گجر:جناب سپیکر!اسےin order قرار دے کر مجلس استحقاقات کے سپرد کر دیا جائے۔

وزیر خوراک:جناب سپیکر!چونکہ ابھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا اس لئے میری استدعا ہے کہ اسے کل تک کے لئےpending کر لیں۔انشاء اللہ کل اس کا جواب دوں گا۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر!یہ تحریک پہلے سے ہے تو میں گزارش کروں گا کہ اسے in order کر کے مجلس استحقاقات کو بھجوادیں تو بہتر ہے تاکہ ذرا محکمے alert ہو جائیں۔اس میں کیا حرج ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر!کل تک اسے pending کر لیں۔انشاء اللہ کل اس کا جواب دے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک استحقاق کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔اس کے بعد اس پر فیصلہ دے دیا جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!اس سے پہلے جو دو رپورٹیں پیش ہوئی ہیں۔ان کے متعلق میری گزارش ہے کہ آئین کے آرٹیکل 230(4) کے تحت اسلامک کونسل آف آئیڈیالوجی کی رپورٹ کی روشنی میں صوبوں نے اس بارے قوانین میں جو بھی کام کیا ہو اس پر عملدرآمد کے حوالے سے اور اس رپورٹ پر discussion بھی اس ہاؤس میں ہونی چاہئے۔پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ رپورٹ پیش نہیں کرتے اور اگر بد قسمتی سے کوئی رپورٹ پیش ہو جاتی ہے تو اس پر بحث نہیں ہوتی جو کہ آئین کے صریحاً خلاف ہے۔ لہذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس کا بھی نوٹس لیں۔اگر آپ یہ تحریک استحقاق کمیٹی کو بھیجیں تو وہاں پر ہم ان سے یہ بھی پوچھیں گے کہ جو رپورٹیں پیش ہوئی ہیں ان پر آپ نے بحث نہیں کرائی۔اگر ایک آئینی چیز بھی یہ پیش کرنے کو تیار نہیں ہیں تو باقی رپورٹوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،چودھری صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر!ایسی بھی صورتحال نہیں ہے۔ میں فاضل دوست کا بڑا ممنون ہوں کہ یہ ان چیزوں کے بارے میں اچھی نشاندہی کرتے ہیں۔یہاں پر رپورٹیں پیش ہوتی رہی ہیں۔یہ جس کے بارے میں بحث کرنا چاہیں آپ اس کے لئے دن مقرر کر دیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!رپورٹ پیش ہونے کے بعد آئینی requirement ہے کہ اس پر اسمبلی میں بحث کی جائے لہذا دن تو انھیں مقرر کرنا چاہئے۔کیا اس پر بھی ہم تحریک استحقاق دیں،کیا اب ہر بات پر تحریک استحقاق پیش کریں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب!انھوں نے اس بات پرagreeکر لیا ہے کہ بحث ہونی چاہئے اورانھیں کوئی اعتراض نہیں ہےlet the reply come

وزیر خوراک:جناب سپیکر!آپ بحث کے لئے جو بھی دن مقرر کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس ٹھیک ہے۔ let the report come tomorrow then we will decide

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!میں عرض کر رہا ہوں کہ انھیں بحث کے لئے دن مقرر کرنا چاہئے اور انھیں بتانا چاہئے کہ اس رپورٹ کی روشنی میں قوانین کو اسلامی بنانے کے لئے کیا کچھ کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر:جبdiscussionہو گی تو اس میں یہ سب چیزیں آ جائیں گی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا!اگر انھیں اعتراض نہیں ہے تو آپ اس پر بحث کے لئے دن مقرر کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کل یہ رپورٹ آ جائے گی تو پھر کر لیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا!میں سابق رپورٹوں کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو بھی ہے جب کل رپورٹ آئے گی تو پھر اس پرdiscussionکر لیں گے۔ Till tomorrow it is kept pending.اگلی تحریک استحقاق ملک اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے۔ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!چونکہ میں یہاں نہیں تھا اس لئے پہلے تو میں آپ کی طبع پرسی کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے آپ پر رحمت کی اور آپ خیریت سے تشریف لائیں اور میری استدعا ہے کہ آپ اپنے جذبات کا اظہار فرمائیں!

محترمہ صغیرہ اسلام: شکریہ۔ جناب سپیکر!میں اپنی ان تمام بہنوں کی مشکور ہوں بالخصوص ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ،ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ،قدسیہ لودھی صاحبہ،صبا صادق صاحبہ اور اپنے ان تمام بھائیوں اور بہنوں کی بھی جنھوں نے اس وقت انتہائی اچھے طریقے سے میرا ساتھ دیا اور میں ڈاکٹر فرزانہ کی اس لئے ممنون ہوں کہ وہ تمام وقت وہاں میرے ساتھ رہیں اور مجھے یہ احساس دلایا کہ واقعی رشتے خون سے نہیں بلکہ رشتے عقیدت،پیار اور خلوص سے ہوتے ہیں۔ میں ایک دفعہ پھر اپنی ان تمام بہنوں کی جنھوں نے مجھے ٹیلی فون کئے اور جو میرے پاس بھی آئیں میں ان سب کی

تہہ دل سے ممنون ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک محمد اقبال چنڑ!

ملک محمد اقبال چنڑ: اس تحریک استحقاق کو جمعہ تک کے لئے pending کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔اس تحریک کو جمعہ تک کے لئے موخر کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک استحقاق جناب مدثر قیوم ناہرا کی طرف سے ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا تھا کہ جہاں ہم اسمبلی کے اندر صوبائی اور مرکزی حکومتوں پر ان کی غلط کاریوں کی وجہ سے تنقید کرتے ہیں وہیں پر ہم ہر اچھی بات کی تعریف بھی کرتے ہیں۔آج میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پاکستان کی سپریم کورٹ نے اس ملک کے اندر قوم کے لئے جو بہترین فیصلہ کیا ہے اس سے تمام غلط کاریوں کا انکشاف کیا ہے اور پاکستان کو ایک بہت بڑے نقصان سے بھی بچایا ہے۔اس پر میں پاکستان کی سپریم کورٹ کو اپنی اور اپنے بھائیوں کی طرف سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی جب بھی بات کرتے ہیں تو اچھے الفاظوں کا انتخاب کرتے ہیں لیکن آج جو انہوں نے غلط کاری کا لفظ استعمال کیا ہے یہ مستعمل نہیں ہے کیونکہ ایک دفعہ ان کے سامنے ہی ہمارے ایک ساتھی نے ان کو سر پر خضاب لگانے پر کہہ دیا تھا تو انہوں نے غصہ کیا تھا۔حالانکہ خضاب لگایا ہوا تھا۔سیاہ کاری واقعی کالا کرنے کو کہتے ہیں لیکن وہ مستعمل نہیں تھا اس لئے لفظوں کا صحیح استعمال کیا جائے تو اس سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی۔

رانا تجمل حسین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایسی کوئی بات نہیں۔تشریف رکھیں۔رانا صاحب میں آپ کو floor دوں گا، ایک منٹ کے لئے آپ بھی تشریف رکھیں۔جناب مدثر قیوم ناہرا!

ایس ایچ او تھانہ نوشہرہ ورکاں کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ توہین آمیز رویہ

جناب مدثر قیوم ناہرا: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے اپنے علاقہ کے ایک قتل کیس کے ملزمان کی گرفتاری کے سلسلہ میں ایس ایچ او نوشہرہ ورکاں کو ٹیلی فون کیا تو محرر تھانہ نوشہرہ ورکاں نے ٹیلی فون attend کیا۔ میں نے کہا کہ ایس ایچ او صاحب سے بات کروائیں تو اس نے ٹیلی فون ہولڈ کروا کر کہا کہ میں ابھی بات کرواتا ہوں۔ دو منٹ بعد محرر نے کہا کہ ایس ایچ او صاحب مصروف ہیں اور ٹیلی فون attend نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ایس ایچ او صاحب ٹیلی فون پر موجود تھے لیکن انہوں نے میرا ٹیلی فون attend نہیں کیا۔ اس کے بعد موبائل فون پر میں نے ایس ایچ او صاحب سے بات کی اور کہا کہ آپ نے میرا ٹیلی فون attend نہیں کیا یہ تو سراسر زیادتی ہے کیونکہ آپ ٹیلی فون پر موجود تھے۔ ایس ایچ او نے کہا کہ میں ایک تفتیش میں مصروف تھا اس لئے میں نے ٹیلی فون نہیں سنا۔ میں نے کہا کہ اس طرح مناسب نہیں تو اس پر انہوں نے کہا کہ پھر آپ میرا ٹرانسفر کروادیں مجھے تو اسی طرح کرنا ہے۔ دوسرے دن صبح میں نے تھانے فون کیا اور کہا ایس ایچ او صاحب سے میری بات کروائیں تو محرر نے کہا ایس ایچ او صاحب تھانہ میں موجود نہ ہیں اپنی رہائش پر ہیں آپ موبائل پر بات کر لیں۔ میں نے اپنے موبائل سے ایس ایچ او کے موبائل پر کافی دیر تک ring کرتا رہا لیکن انہوں نے میرا ٹیلی فون attend نہ کیا۔ جس کی وجہ سے میں خود تھانے میں گیا تو میرے جانے پر ایس ایچ او صاحب بھی وہاں آ گئے۔ میں نے ایس ایچ او صاحب سے کہا آپ نے کل بھی میرا فون نہ سنا اور آج بھی میرا موبائل فون attend نہیں کیا۔ اس طرح سے یہ بات مناسب نہیں ہے تو انہوں نے رات کی طرح پھر یہی کہا آپ میرا تبادلہ کروادیں مجھے تو اسی طرح ہی کرنا ہے۔ اس کے بعد نوشہرہ ورکاں میں یونین کونسل کا الیکشن ہو رہا تھا صبح ساڑھے آٹھ بجے ایس ایچ او نوشہرہ ورکاں نے میری گاڑی اور ڈرائیور کو پکڑ کر تھانے میں بند کر دیا۔ مجھے جب پتا چلا کہ میری گاڑی کو ایس ایچ او نے پکڑ لیا ہے تو میں اور چودھری امانت علی ورک ایم پی اے تھانہ میں گئے تو وہاں پر موجود ایڈیشنل ایس پی گوجرانوالہ شیخ محمد صدیق اور ڈی ایس پی انوسٹی گیشن نوشہرہ ورکاں غلام مصطفیٰ اور ایس ایچ او نوشہرہ ورکاں بھی موجود تھے۔ میں نے ایڈیشنل ایس پی صاحب سے کہا کہ میری گاڑی ایس ایچ او نے پکڑ لی ہے اس کی کیا وجہ ہے پاس بیٹھے ایس ایچ او نے کہا کہ اس کو پرائیویٹ ڈرائیور چلا

رہا ہے لہذا گاڑی ناجائز استعمال ہو رہی ہے تو میں نے ایڈیشنل ایس پی صاحب سے کہا کہ جناب ہمیں گورنمنٹ کی طرف سے پرائیویٹ ڈرائیور رکھنے کی اجازت ہے لہذا آپ گاڑی کو چھوڑ دیں۔ ایس ایچ او نے کہا میں گاڑی ابھی چھوڑ دیتا ہوں۔ اس کے بعد ایس ایچ او نے میرے عزیز محمد زمان اور محمد نوید وغیرہ سے ان کی لائسنسی رائفلیں پکڑ لیں اور ان کو تھانہ میں لے گئے۔ تو میں نے ایس ایچ او سے ٹیلی فون پر بات کی کہ ان کے پاس لائسنس موجود ہے لہذا آپ مہربانی فرما کر انہیں چھوڑ دیں۔ انہوں نے کہا میں تھانے سے باہر ہوں تھانے پہنچ کر لائسنس دیکھ کر انہیں چھوڑ دوں گا۔ تھانے میں جا کر ایس ایچ او نے کہا کہ ان کی ایف آئی آر کاٹ دو کیونکہ ان کے سفارشی ایم پی اے صاحب ہیں اور ان لوگوں کو تھانہ کی حوالات میں بند کر دیا۔ اس کے بعد شام کو میں اور چودھری امانت علی ورک ایم پی اے تھانہ نوشہرہ ورکاں گئے وہاں پر موجود ایس ایچ او صاحب سے کہا کہ آپ نے میری گاڑی کو ابھی تک نہیں چھوڑا لہذا آپ گاڑی چھوڑ دیں تو انہوں نے کہا کہ آپ جائیں میں بعد میں گاڑی چھوڑ دوں گا۔ تو ہم تھانہ سے واپس آ گئے تقریباً دو گھنٹے بعد یعنی رات ساڑھے نو بجے گاڑی اور ڈرائیور کو چھوڑ دیا۔ ایس ایچ او صاحب کی اس کارروائی سے نہ صرف میرا بلکہ اس معزز ایوان کا استحقاق بھی مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں اپنے بھائی کا دل سے احترام کرتا ہوں۔ جو حقائق انہوں نے بیان فرمائے ہیں میں قطعی طور پر اس سے انکار کرتا ہوں اور نہ ہی ان کی تردید کرتا ہوں۔ میرے پاس محکمے کی طرف سے اس کا جواب بھی آ گیا ہے۔ میری صرف یہ استدعا ہے بلکہ آپ کے توسط سے اپنے بھائی سے request ہے کہ اگر آج کے دن کے لئے اس کو ملتوی کر کے کل پر رکھ لیا جائے تو جو یہ حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کر دوں گا۔ میری استدعا ہے کہ کل تک کے لئے اس کو pending کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کیا فرماتے ہیں؟

جناب مدثر قیوم ناہرا: ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق

محترمہ کنول نسیم صاحبہ کی ہے۔

محترمہ کنول نسیم صاحبہ: جناب والا! یہ تحریک استحقاق پیش کی جا چکی ہے۔ وزیر موصوف نے اس کا جواب دینا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے یہ move ہو چکی ہے اور آج تک کے لئے pending تھی۔ وزیر زکوٰۃ و عشر!

ضلعی زکوٰۃ آفیسر لاہور کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ

(۔۔۔جاری)

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! یہ جو محکمے کی طرف سے جواب موصول ہوا ہے وہ میں عرض کر دیتا ہوں پھر آپ جس طرح مناسب سمجھیں۔ وہ یہ گزارش کرتا ہے کہ ہمارے دفتر میں کوئی ٹیلی فون اٹنڈنٹ ہے اور نہ ہی کوئی آپریٹر ہے ہم خود ہی ٹیلی فون attend کرتے ہیں۔ میرے پاس تو ان کی جب بھی کال آئی ہے میں نے attend کی ہے۔ میں نے کوئی ایسی غلطی نہیں کی اور اس کے باوجود اگر کوئی غلطی کی ہے تو میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ یہ میری آپ کے سامنے گزارش ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ آپ کیا فرماتی ہیں؟

محترمہ کنول نسیم: جناب سپیکر! میں آپ کے knowledge میں یہ بات لانا چاہتی ہوں کہ جس دن سے میں نے یہ تحریک استحقاق اسمبلی میں پیش کی ہے۔ اسی روز سے اس شخص نے میرا پیچھا کیا ہوا ہے کوئی شخص ایسا نہیں چھوڑا جو جاننے والا ہو اور اس نے مجھے فون پر فون کروائے ہیں کہ یہ تحریک استحقاق واپس لے لیں۔ میں نے کہا آپ اس تحریک کو کمیٹی میں تو جانے دیں میں نے اس بندے کو گولی تھوڑی مار دینی ہے۔ ایک عوامی مسئلے کی خاطر میں گئی ہوں اور اگر وزیر موصوف اس بات پر غور کریں کہ میں نے اپنی تحریک میں بھی یہ بات لکھی ہے کہ جناب! میں نے اسے ٹیلی فون کیا ہے اور میں اس عورت کو بھی پیش کر سکتی ہوں جس کا فارم اس نے fill کیا اور اس نے کہا کہ پندرہ دن بعد آ کر لے جائیں۔ پندرہ دن کے بعد جب وہ گئی تو اس نے کہا کہ sorry ہم تو نہیں دے سکتے۔ آپ اس طرح کریں کہ آپ کسی سے پانچ ہزار روپے ادھار لے لیں پھر ہم آپ کو دے دیں گے۔ یہ کون سا طریق کار ہے اگر وہ قسم کھالے کہ کیا ایسا نہیں ہوا تو پھر آپ جیسے کہیں گے کر لوں

گی۔ یہ ایک seriousمسئلہ ہے ایک عوامی مسئلہ ہے ایک عورت ہونے کے ناتے جو ایک درزن ہے وہ لوگوں کے کپڑے سیتی ہے اس کی بیٹی کی شادی کے لئے اگر میں پانچ ہزار روپے کسی زکوٰۃ کمیٹی سے مانگتی ہوں تو پھر آپ مجھے بتائیں زکوٰۃ کمیٹی کا کیا کام ہے اور یہ زکوٰۃ کی رقم کہاں جاتی ہے ؟بعد میں یہ معذرت کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر زکوٰۃ!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! جہاں تک فنڈز کا تعلق ہے وہ اس کے دائرہ اختیار میں نہ ہے اس کے اختیارات ڈسٹرکٹ زکوٰۃ کمیٹی کو حاصل ہیں۔ جہاں تک ٹیلی فون attend نہ کرنا اور اس کا جواب نہ دینا وہ ان کا مسئلہ ہے لیکن جہاں تک پیسے کا تعلق ہے وہ ڈسٹرکٹ زکوٰۃ کمیٹی کے اختیار میں ہے۔

محترمہ کنول نسیم: جناب سپیکر! اس نے اس عورت سے form fill کرایا، 15 دن بعد بلایا۔ اگر ان کے پاس فنڈز نہیں تھے تو مجھے بتا دیتے کہ ہم پیسے نہیں دے سکتے تو یہ کون سا طریق کار ہے؟ میری آپ سے گزارش ہے کہ اس شخص نے مجھے 4 دن سے ذہنی پریشانی دی ہوئی ہے۔ میں نے اس کو بار بار فون کیا تو انہوں نے کہا کہ ایم پی ایز کے بڑے فون آتے ہیں آپ کیا بات کرتی ہیں ہماری مرضی ہے ہم جس کو دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ میری درخواست ہے کہ میری تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سمیع اللہ صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق پنجاب کے اندر عشر و زکوٰۃ اور بیت المال کے نظام کی عکاسی کر رہی ہے۔ غریب کہاں کہاں دھکے کھاتے ہیں اور وہ بتا رہی ہیں کہ بے چاری درزن جب زکوٰۃ کے لئے دفاتر میں جاتی ہے اور ہماری ایک معزز رکن اس کی سفارش کے لئے جاتی ہیں تو ان کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ غریب جس کی کوئی سفارش نہیں ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا زکوٰۃ و عشر اور بیت المال کے دفاتر میں کیا حال ہوتا ہو گا؟ تو میری گزارش ہے کہ چونکہ یہ عوامی معاملہ اس ہاؤس میں آ گیا ہے تو وزیر موصوف اس کو oppose نہ کریں اور یہ کمیٹی میں جانے دیں تاکہ پنجاب کے کروڑوں غریب عوام جو دفتروں میں دھکے کھاتے ہیں شاید اس تحریک کے حوالے سے ان کی کچھ دادرسی ہو سکے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ میری فاضل ممبر محترمہ بہن نے بہت صحیح توجہ دلائی ہے۔ یہیں پر میرے ایک سوال کے جواب میں وزیر زکوٰۃ و عشر نے یہ تسلیم کیا تھا کہ اس محکمے میں کروڑوں روپے کے گھپلے ہوتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریٹرز زکوٰۃ نے زکوٰۃ کمیٹیوں کے اپنے چیئرمین رکھے ہوئے ہیں یہ ان کے ذریعے سے شادیوں کے لئے جعلی فنڈزrecommend کروا کر خُورد بُرد کرتے ہیں۔ عام افراد کو بالکل کچھ نہیں ملتا اور میں یہ گزارش کروں گا کہ اس تحریک استحقاق کو منظور کر کے استحقاق کمیٹی میں بھیجیں اور استحقاق کمیٹی مہربانی کر کے اس کو بھیprobe کرے کہ پچھلے عرصے کے دوران شادیوں کے فنڈز کس کی recommendations کی بنیاد پر کن کو دیئے گئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ پورے لاہور کی کوئی دو چار یا دس کمیٹیاں شادیوں کے لئےrecommendations دیتی رہتی ہیں اور یہ صرف ان کو شادی کی گرانٹس دیتے رہتے ہیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! شاہ صاحب کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے میں نے اپنے جواب میں یہ عرض کیا تھا کہ آڈٹ نے جو پیسے point out کئے تھے اس میں سے ہم نے 70لاکھ روپےrecover کئے تھے تو یہ غلط بات سمجھے ہیں ہم تو اس کیrecovery کر رہے ہیں۔ جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے ڈسٹرکٹ زکوٰۃ کمیٹی پیسے کی مجاز ہے، نہ کہ ڈی زیڈاو۔ میں نے اسمبلی کو اس کا جواب پڑھ کر سنایا ہے اگر درست نہ سمجھیں تو بے شک بھیج دیں لیکن جہاں تک پیسوں کا تعلق ہے وہ کام ڈسٹرکٹ زکوٰۃ کمیٹی کرتی ہے اور ڈی زیڈاو کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محترمہ شاہینہ اسد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ شاہینہ اسد: جناب سپیکر! یہاں پر بات پیسوں کی نہیں ہو رہی بلکہ یہاں پر استحقاق کی بات ہو رہی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس سے صرف ہماری ایک بہن کا استحقاق مجروح نہیں ہوا بلکہ اس سے ہماری پوری اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ جب کوئی آفیسر ہمارے ساتھ اس طرح misbehave کرتا ہے یا ہمارے ساتھ کسی قسم کی بدتمیزی کرتا ہے تو یہ Privilege Motion

کو Privilege Committee کے سپرد ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ میں نے دونوں طرف سے باتیں سن لی ہیں۔ یہ مسئلہ معزز خاتون ممبر کنول نسیم کا ہے اور اس خاتون کی طرف سے یہ پہلی تحریک استحقاق پیش کی گئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ Privilege Committee میں جانی چاہئے۔ اگلی تحریک سردار امان اللہ خان دریشک صاحب کی ہے لیکن ان کی درخواست آ گئی ہے کہ اس تحریک کو کل تک pending کیا جائے۔ That ends the Privilege Motions.

رانا تجمل حسین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا تجمل حسین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اہالیان لاہور کے ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ہمارے مشرقی لاہور سے ring road جو بار بار نقشہ تبدیل کرنے کے بعد اب گنجان ترین آبادی سے گزاری جا رہی ہے جس کی وجہ سے لاکھوں افراد بے گھر ہوتے جا رہے ہیں اور وہاں عجیب خوف وہراس پھیلایا گیا ہے کسی کو کچھ خبر نہیں، صبح نقشہ کچھ اور ہوتا ہے اور شام کو نقشہ بدل دیا جاتا ہے تو براہ مہربانی اس پر specially توجہ دے کر اہالیان لاہور کا یہ مسئلہ حل کیا جائے اور لوگوں کو مکمل تحفظ دے کر ان کا خوف دور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی supplementary budget پیش ہو رہا ہے آپ اس میں اپنی تقریر کے دوران یہ point کریں اس میں take up کر لیا جائے گا۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

ضمنی میزانیہ بابت سال 06-2005 پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی ضمنی بجٹ برائے سال 06-2005 پر بحث شروع ہونی ہے جن صاحبان نے تقاریر کرنی ہیں وہ اپنے نام میرے پاس بھیجیں تاکہ اس کے مطابق انہیں تقریر کا موقع دیا جائے I give the floor to Rana Sana Ullah for opening the speech.

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزشتہ سال 06-2005 کا حجم 224۔ارب روپے تھا اور یہ اس سے پچھلے بجٹ سے تقریباً 24 فیصد زیادہ تھا اور اس میں 71۔ارب روپے ترقیاتی بجٹ تھا جو

سال میں خرچ ہوا ہے لیکن صوبے میں ترقی کسی جگہ پر نظر نہیں آ رہی اور غیر ترقیاتی بجٹ میں انہوں نے مزید 45۔ارب روپے کا اضافہ کیا اور مزید اتنے پیسے خرچ کئے ہیں۔اب یہ 224۔ارب اور 45۔ارب، یہ کوئی 269۔ارب روپیہ بنتا ہے جو پچھلے سال میں صوبے میں خرچ ہوا اور جس سے صوبے کے تمام سیکٹرز، جن میں ایگریکلچر، ایجوکیشن، لاء اینڈ آرڈر، جنرل ایڈمنسٹریشن شامل ہیں ان میں ابتری آئی ہے اور اب انہوں نے اس سال کہا ہے کہ ہم اس سال بہت بڑی رقم 269۔ارب روپے کے مقابلے میں 274۔ارب روپے کی بہت بڑی رقم خرچ کر رہے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ اس سے ضرور تبدیلی آ جائے گی کیونکہ یہ تقریباً 5/6۔ارب روپے زیادہ ہے جو میں آگے جا کر یہ ثابت کروں گا کہ انہوں نے جنرل ایڈمنسٹریشن کا جو خرچہ بڑھایا ہے اسی کا فرق تقریباً 7۔ارب روپے ہے یعنی جنرل ایڈمنسٹریشن پر انہوں نے پچھلے سال 6۔ارب روپے اور اس سال یہ 13۔ارب روپے خرچ کرنے جا رہے ہیں تو انہوں نے جو اضافہ کیا ہے وہ یہیں پر پورا ہو جاتا ہے تو جناب! اب اس میں دیکھنے والی بات یہ ہے کہ انہوں نے جو 224 اور 45۔ارب روپیہ خرچ کیا ہے اس میں انہوں نے کیا انداز اپنایا ہے تاکہ اس سے یہ معلوم کیا جا سکے اور اس صوبے کے عوام کو پتا چل سکے کہ ہمارے حکمران کیا کر رہے ہیں، ان کے معاملات کس قسم کے ہیں، کس قسم کے ان کے شب و روز ہیں اور یہ سرکاری پیسے پر کس طرح سے ہاتھ صاف کرتے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ صوبہ اتنی رقم خرچ ہونے کے باوجود بھی ترقی نہیں کر رہا تو اس میں سب سے پہلے میں Miscellaneous Department ہے۔انھوں نے یہ ایک ایسا کھاتا رکھا ہوا ہے کہ اس میں یہ ہر چیز ہی ڈال دیتے ہیں، یہ اس میں ڈیپارٹمنٹ بھی ڈال دیتے ہیں، گاڑیاں خریدنی ہیں وہ بھی ڈال دیتے ہیں یعنی جو خرچہ کسی ڈیپارٹمنٹ کے کھاتے میں ڈالنا ان کو مشکل نظر آ رہا ہو تو یہ اس کو Miscellaneous میں لے آتے ہیں۔اس میں انھوں نے 28 کروڑ 59 لاکھ 19 ہزار روپے اضافی خرچہ کیا ہے۔یہ کس طرح سے کیا ہے؟ میں اس کو بڑے مختصر انداز میں واضح کروں گا۔

جناب سپیکر! Supplementary Budget Statement کی کتاب کا صفحہ نمبر 127 ہے۔میں وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ کتاب کا صفحہ کھول لیں اور اگر ہو سکے کہ میں کسی جگہ پر غلط figure quote کروں تو وہ مجھے روکیں۔اس میں صفحہ الٹتے ہی جس رقم پر نظر جاتی ہے وہ 27 لاکھ روپے ایک ہے اور 36 لاکھ روپے ایک ہے۔میں اس پر پہلے بجٹ تقریر میں بات کر چکا ہوں۔میں اب اس پر زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا کہ 27 لاکھ روپے کے انھوں

نے دوfalcons خریدے اور تحفے میں دیئے پھر دوبارہ دوfalcons خریدے اور تحفے میں دیئے۔ وزیر قانون صاحب نے میری تقریر کے بعد وضاحت کی کہ دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات رکھنے ہوتے ہیں اس وجہ سے ایسے کام کرنے پڑتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں پنجاب حکومت کے سربراہ کی یا پنجاب حکومت کی ذات کی بات نہیں کر رہا، ہو سکتا ہے کہ راجہ صاحب بھی اب اس قابل ہو گئے ہوں کہ اس قسم کے تحفے دے سکیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب تو واقعی اس قابل ہیں، پہلے بھی تھے۔ ان کی کافی ملیں تھیں۔ اب رحیم یار خان ان کا ہو گیا ہے پہلے گجرات تھا۔ ان کے لئے 27 لاکھ اور 36 لاکھ روپے کا تحفہ دینا میں سمجھتا ہوں کہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے لیکن میں اس وزیر اعلیٰ کی بات کر رہا ہوں۔ وہ جس صوبے کا سربراہ ہے، جس گھر کا وہ سربراہ ہے۔ اُس گھر میں لوگوں کو پینے کا صاف پانی نہیں مل رہا، اُس گھر میں لوگ بغیر دوائی کے بیماری سے مر جاتے ہیں، اس گھر میں لوگوں کو بھوک کا خوف خودکشی کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس گھر کے سربراہ کو تعلقات بڑھانے کے لئے کوئی منت کا طریق کار اختیار کرنا چاہئے، کوئی اور سفارتی طریق کار اختیار کرنا چاہئے۔ اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ 27/27 اور 36/36 لاکھ روپے کے تحفے غیر ملکیوں کو دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لئے 27 لاکھ روپے کی کیا اہمیت ہے، ان کے لئے 36 لاکھ روپے کی کیا اہمیت ہے؟ جنھیں انھوں نے چار falcons لے کر دیئے ہیں، ان کے پاس تو اس طرح کے سینکڑوں پرندے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو اس قسم کے معاملات میں الجھنا نہیں چاہئے تھا۔ ان کے ساتھ تعلقات اس بنیاد پر بنانا تو پنجابی کی مثال کی طرح ہے کہ ذات کی چھپکلی اور شتیروں سے جپھے۔ ان کو اس طرح کے falcons دینے سے یہ ان سے تعلقات نہیں بنا سکتے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے معزز دوست لیڈر آف دی ہاؤس کے متعلق بہت غلط باتیں کر رہے ہیں۔ یہ چھپکلیوں کی مثالیں دینا بند کریں کیونکہ یہی معاملہ پہلے بھی اٹھایا گیا اور آپ کو پتا ہے کہ کیا ہوا تھا؟ آپ 25/26 لاکھ روپے کی باتیں کر چکے ہیں، اب یہ بند کریں۔

What do you want to tell the people? We have the best relations with the Saudi friends. What they do for us, you can't even imagine?

آپ کو سالہا سال مفت تیل دیا جاتا ہے۔آپ کی ہر جگہ مدد کی جاتی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ بات کریں کہ اگر ہم نے کوئی غلط بات کی ہے تو آپ ضرور بتائیں۔اگر آپ کی حکومت ہو گی تو یہ مجبوریاں آپ کی بھی ہوں گی۔

رانا ثناء اللہ خان: کیانی صاحب نے خواہ مخواہ اس بات کو برا محسوس کر لیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیانی صاحب کی تجاویز بڑی constructive ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اس سے کسی کی ذات مراد نہیں ہوتی۔یہ تو ضرب المثل ہوتی ہے۔اگر مثال کے طور پر میں یہاں پر کھڑا ہو کر اپنی حیثیت سے بہت بڑے آدمی کے ساتھ تعلقات بنانے کی کوشش کروں گا تو پنجابی میں کہتے ہیں کہ ذات کی کوڑھ کرلی اور شتیروں کے ساتھ جپھے یہ ضرب المثل ہے۔یہ کسی کی ذات کے حوالے سے نہیں ہے۔

جناب سپیکر!آگے آ جائیں، اسی صفحے پر ہے کہ funds for purchase of 2 single cabin pick-ups کے لئے 25 لاکھ روپے ہیں۔اگلے صفحے پر آ جائیں، وزیر خزانہ صاحب بھی دیکھ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ غور بھی فرما رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!آپ دیکھیں 10 لاکھ، 30 لاکھ، 20 لاکھ اور پھر 20 لاکھ یہ تقریباً ایک کروڑ روپے کا انجکشن دو ڈراموں کے سلسلے میں انھوں نے اس ملک کے غریب عوام کو لگایا ہے۔ایک تو funds for purchase of staff car کے لئے 7 لاکھ 72 ہزار روپے ہیں۔ اس کے بعد ہے کہ funds for Lahore Fort Sound and Light Show Anarkali ہے۔انھوں نے کوئی انار کلی show کیا ہے۔ میرے خیال میں یہ ٹی وی کے کسی چینل پر ایک آدھ بار چلا ہے۔اس کا یہ پانچ لاکھ روپیہ ہے۔اس کے بعد انھوں نے کوئی symposium کیا ہے جس کا دس لاکھ روپیہ ہے۔اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ outstanding payment تھی جو کہ انھوں نے نور جہاں ڈرامہ چلایا تھا۔ اس کا 15 لاکھ 62 ہزار روپیہ ہے۔اس کے بعد کہتے ہیں کہ Conference funds for all Pakistan Music جو انھوں نے لاہور میں کرائی ہے۔اس کے لئے 20 لاکھ روپیہ ہے۔اس کے بعد funds for producting a sound and light live drama بڑھتے قدم کے لئے 20 لاکھ روپیہ ہے۔

جناب سپیکر! یہ چیزیں ہمارے سننے میں آتی رہی ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے رہے کہ یہ سارے معاملات این جی اوز کروا رہی ہیں یا لوگ مل کر یہ ڈرامے کرا رہے ہیں اور ٹکٹ بیچتے ہیں جس سے آمدنی ہوتی ہو گی لیکن یہاں پر آ کر پتا چلا ہے کہ یہ وہ پیسے ہیں جو غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے رکھے گئے تھے۔یہ سارا کھیل تماشا وہاں سے ہو رہا ہے۔ اس کے بعد funds for purchase of two sets of modern equipments یعنی جو سارنگی اور طبلے وغیرہ 45لاکھ روپے میں انھوں نے خریدے ہیں۔ان سے کوئی پوچھے کہ ایک طرف قوم بھوک سے مر رہی ہے اور آپ ڈراموں پر کروڑوں روپے لگا رہے ہیں اور سارنگیاں اور طبلے خرید رہے ہیں۔ یہ کوئی modern lighting کا طریق کار اپنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ وہ رقوم پڑھ رہا ہوں جو دس لاکھ روپے سے اوپر ہیں ورنہ پانچ لاکھ روپے، تین لاکھ روپے ہے، اڑھائی لاکھ روپے، "سات لاکھ روپے" وغیرہ سے صفحے بھرے پڑے ہیں۔اسی طرح سے یہ سارا پیسا ضائع ہوا ہے۔اس کے بعد funds for the payment of publicity campaign advertisements of Punjab Govt کے لئے دس کروڑ روپیہ ہے۔آپ دیکھیں کہ ان کو خدا کا خوف نہیں ہے۔ کیانی صاحب یہ صفحہ نمبر 133 ہے، آپ نکال لیں۔انھوں نے صرف دس کروڑ روپے کی advertisement ہی کروائی ہے۔اب کیا کروائی ہے؟ یہ معلوم نہیں کیونکہ یہاں پر اس کی تفصیل نہیں ہے۔اگر غلط ہوں تو کیانی صاحب آپ مجھے روک دیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: وہ جواب دیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے تو پھر ساری باتوں کا جواب انھیں دینے دیں۔اس کے بعد آگے ہے funds for the payment of arrears of Daily Jurrat,Tijarat Lahore /Gujranwala کے لئے 15 لاکھ روپے ہیں۔اب 15 لاکھ روپیہ ان کو کس زمرے میں دیا گیا ہے بہر حال اس کی کوئی تفصیل ہوتی تو میں اس پر کچھ کہہ سکتا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اس advertisement مہم کا حصہ ہے کہ 15 لاکھ روپیہ ان کو دیا ہے۔اس کے بعد اگلے صفحے پر تین لاکھ روپے ہے، ساڑھے تین لاکھ روپے ہے، پانچ لاکھ روپے ہے اور آگے بڑی رقم 20 لاکھ روپے کی ہے۔ Funds for purchase of one Toyota یہ ڈی جی پی آر کو 20 لاکھ روپے کی لے کر دی ہے۔آگے پھر ہے کہ Funds for payment of advertisement

campaignاس میں 64 لاکھ روپے ہیں اور یہ single entryہے funds for payment of advertisement campaignاس کے نیچے کچھ نہیں لکھا کہ یہ 64لاکھ روپے کہاں پر خرچ ہوئے ہیں؟اگلے صفحے پر 5لاکھ،6لاکھ،9لاکھ یہ ایک اور رقم ہے۔یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کوئی documentary filmتیار کروائی ہے funds for preparation of documentary films on new initiatives of the Govt.پچاس لاکھ روپے اس پر لگا دیئے ہیں۔یعنی ایک طرف جو رقم انہوں نے ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ کے لئے رکھی ہے اس کو انہوں نے 138 ملین کا کٹ لگایا ہے اور دوسری طرف ان کے پاس اتنے پیسے وافر ہیں کہ 10 کروڑ روپے کی campaignچل رہی ہے،پھر 64لاکھ روپے کی چل رہی ہے،پھر 50لاکھ روپے کسی کو دے دیئے ہیں کہ آپ documentary filmبنائیں۔اس نے 50لاکھ روپے میں کیا فلم بنائی ہو گی یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔اس کے علاوہ ایک اور اخبار ہے اس کو 6لاکھ روپے دے دیئے ہیں۔پھر آگے ایک رقم 50لاکھ روپے کی ہے جسے کہتے ہیں کہ وہ نیوز پیپرز کے outstanding duesتھے اب وہ کون سے تھے اس میں کوئی درج نہیں ہے؟یہاں پر صرف funds for payment of outstanding dues for newspapers کی ایک single entry ہے۔اب حالت یہ ہے کہ کروڑوں روپے کی رقم اس miscellaneous headکے تحت زیادہ خرچ کی گئی ہے۔اب جب میں نے ان کا یہ طریق کار دیکھا کہ یہ کس طریقے سے خرچ کر رہے ہیں یعنی اس کو مال مفت اور دل بے رحم طریقے سے خرچ کر رہے ہیں تو مجھے یہ خیال آیا کہ میں دیکھ لوں کہ پچھلے سال انہوں نے اس کھاتے میں کیا رکھا تھا اور پچھلے سال یہ کیا کرتے رہے ہیں؟کیونکہ یہ پیسے shortہو گئے ہیں اور کروڑوں روپے پھر چاہئیں۔ Estimate of charged expenditure and demands for grantاور یہ Vol-IIہے،کیانی صاحب!اگر آپ کے پاس کتاب ہے تو آپ بھی صفحہ نکال لیں،اگر نہیں ہے تو منگوالیں کیونکہ اس پر آپ نے ابھی بہت اعتراض کرنا ہے۔یہ صفحہ 1617ہے اس میں یہ miscellaneousہے۔اس میں انہوں نے بہت کچھ ڈالا ہوا ہے جو ان کا دل کرتا ہے وہ کسی ڈیپارٹمنٹ میں یہ ڈال دیتے ہیں۔اس میں ایک Grant in aid Headہے اس کے لئے انہوں نے 43کروڑ23لاکھ 57ہزار روپے کی رقم رکھی تھی۔جو میں نے پہلے حوالہ دیا ہے یہ اس سے ملتا جلتا کام ہے۔انہوں نے 43کروڑ 23لاکھ 57ہزار روپے رکھا تھا یہ صفحہ نمبر 1626ہے لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ انہوں نے خرچ کتنا کیا،یہ میں بعد میں بتاؤں گا لیکن پہلے میں

تفصیل بتا دیتا ہوں کہ انہوں نے خرچ کیسے کیا ہے؟ یہ جو لاکھ، دو لاکھ، تین لاکھ، سات لاکھ کی رقمیں ہیں یہ تو بے شمار ہیں لیکن آپ بڑی رقموں پر ذرا غور کریں کہ Grant-in-aid to Rawalpindi Gymkhana Club ہے، کیا اس کلب میں کسان جاتے ہیں، وہاں پر غریب مزدور جاتا ہے، وہاں پر کون لوگ جاتے ہیں؟ جم خانہ کلب میں وہ لوگ جاتے ہیں جو پہلے ہی well off ہیں جن کے پاس ہر قسم کی سہولت موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ وہاں پر اپنے اخراجات کے لئے زیادہ سے زیادہ pay کر سکتے ہیں ان کو انہوں نے دس کروڑ روپیہ دیا ہے یعنی یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ جم خانہ کلب کو آپ نے دس کروڑ روپے کس بات کا دے دیا، وہاں ایگریکلچر پر کوئی ریسرچ ہو رہی ہے؟ اس کے بعد Grant in aid to Mr. Muhammad Usman Shaukat for payment of his tution fee یہ چار لاکھ روپے بنتے ہیں اب یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ لوگوں کو ٹیوشن فیس بھی دی جاتی ہے یعنی چار لاکھ روپیہ محمد عثمان صاحب کی ٹیوشن فیس کے لئے دے دیئے ہیں۔ پھر آگے اگلے صفحے پر دیکھیں تو Grant in aid to Mr. Umar Sharif for construction of Art Achievement Academy یعنی انہوں نے کوئی Achievement Academy بنانی ہے ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے اس کو دے دیئے ہیں۔ یہ میرا خیال ہے کہ وہی عمر شریف ہیں جو ڈراموں میں کام کرتے ہیں، وہ تو well off آدمی ہے اور اس کا بڑا کام ہے۔ پھر اس کے بعد Financial Assistance to Ms. Roomana, TV/ Film Artist اس کو پچاس ہزار روپے دے دیئے۔ پھر Grant in aid to Mr.Ajmal Sattar, Editor Forum daily "Express" Lahore کو ڈیڑھ لاکھ روپے دے دیئے۔ پھر آگے Financial Assistance to Syed Anwar Ghalib free Lance Journalist کو 13 لاکھ روپے دیئے ہیں۔ اسی طرح سے لاہور میں کوئی فوٹو گرافر وزٹ تھا Funds for sponsorship of Indian photographer's visit and art exhibitions in Lahore اس کو 7 لاکھ 77 ہزار روپے دیئے ہیں۔ اسی طرح آگے ایک آدمی کو علاج کے لئے دو لاکھ روپے دیئے ہیں۔ اسی طرح آگے ڈسٹرکٹ گجرات سے کوئی آدمی ہیں انہیں بھی پیسے دیئے ہیں۔ یہ بہت دلچسپ ہے کہ Financial Assistance to Allama Chaudhary کو تین لاکھ روپے دیئے ہیں۔ اسی طرح سے آگے ایک رقم 44 لاکھ روپے کی ہے یہ انجمن تاجران لاہور کو دی ہے۔ اب انجمن تاجران کو میں نہیں سمجھتا کہ کہیں

ضرورت ہے، انجمن تاجران کے پاس تو اپنے بڑے فنڈز ہوتے ہیں بلکہ ہم تو سنتے ہیں وہ خود حکمرانوں کو بڑے پیسے دیتے ہیں۔اسی طرحGrant-in-Aid to F.C. College, Lahoreکو پانچ کروڑ روپے اس کو دے دیئے ہیں،اب میں نہیں سمجھتا کہ .F.Cکالج کوئی اتنا کمزور ادارہ ہے کہ اس کو پانچ کروڑ روپے کی ضرورت تھی۔اس طرح سے پچاس لاکھ اور ہے،آگےGrant in aid to Mr. Muhammad Anwarکو دس لاکھ روپے دیئے ہیں۔اسی طرح کوئی فائزہ بی بی ہے اس کو پانچ لاکھ روپے دیئے ہیں۔یہ ایک کروڑ پندرہ لاکھ روپے،دس لاکھ روپے وغیرہ کی رقمیں ہیں۔پھر اس کے بعد آپ دیکھیں کہ,Lahore Grant-in-Aid to CMHکو تین کروڑ روپے دیئے ہیں۔اب سی ایم ایچ لاہور کو پیسوں کی ضرورت کہاں پر پڑی ہے۔

جناب سپیکر!اسی طرح اگر آپ آگے دیکھتے جائیں تو میں آپ کو بتاؤں کہ اس میں انہوں نے کتنی رقم خرچ کی ہے،اس حوالے سے میں تمام معزز ممبران کی توجہ چاہوں گا کہ آخر انہوں نے اس پر "ہاں اور ناں" کرنی ہے کہ انہوں نے اس کے لئے 43 کروڑ 23 لاکھ 27 ہزار روپے رکھے تھے اور خرچ ایک ارب 71 کروڑ 26 لاکھ 73 ہزار روپے مختص کئے ہیں۔جس طرح میں نے یہ پڑھا ہے اگر میں سارا پڑھوں تو آپ کو پتا چلے گا کہ یہ کہیں دو لاکھ، تین لاکھ اور چار لاکھ روپے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا تھا کہ:

یہ اعزاز ہے حسن آوارگی کا
جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے

جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ یہ بجٹ پڑھے تو یہ کہے کہ یہ اعزاز ہے حکمرانوں کی آوارگی کا جہاں بھی گئے پانچ، دس لاکھ سرکاری فنڈ سے چھوڑ آئے یعنی جہاں بھی گئے، جو بھی ملا ہے کسی کو پانچ لاکھ، کسی کو دس لاکھ روپے دے رہے ہیں۔یہ کتابیں گورنمنٹ نے چھپوائی ہے، میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کر رہا۔ میں نے ایک فگر بھی ادھر ادھر نہیں کیا۔اب ایک ارب 73 کروڑ 26 لاکھ 73 ہزار روپے ہیں اور اس کھاتے میں انہوں نے پچھلے سال 77۔ارب 67 کروڑ 60 لاکھ 12 ہزار روپے رکھا تھا۔اس سال انہوں نے جو ڈیمانڈ منظور کروائی ہے اور اس کے اوپر "ہاں "اور "ناں" ہو چکی ہے اور ہاں بھی ایسے کرتے ہیں یہ علیم شاہ صاحب میرے پاس بیٹھے ہیں ایک تو ہوتا ہے "ناں" اور ایک ہوتا ہے "ہاں"، لیکن یہ علیم شاہ صاحب بھی ہاں کو[******]

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں یہ بات حلفاً کہہ رہا ہوں۔ علیم شاہ صاحب اس بات کا انکار کریں۔ یہ میرے بھائی ہیں میں نے دیکھا کہ پرسوں یہ [**] کر رہے تھے میں نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں کرتے۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب سپیکر! رانا صاحب بادشاہ آدمی ہیں جو مرضی کہیں مگر میری جنس تبدیل نہ کریں۔ میں بھینسا ضرور ہوں اور [********]

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ [********] میں وہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے پرسوں miscellaneous کی مد میں "ہاں" کیا ہے اس کی رقم آپ سن لیں۔ یہ رقم 28۔ارب 42 کروڑ 83 لاکھ 27 ہزار روپے ہے۔ یہ ڈیمانڈ نمبر 21031 ہے اور اس پر "آں" ہو چکی ہے اور یہ منظور ہو چکی ہے۔ اس قسم کے کھاتے کا اربوں روپیہ ہے اور آگے خرچ کہاں پر کر رہے ہیں یہ میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ آپ سارا پڑھ کر دیکھ لیں۔ محمد حسین ولد احمد حسین گجرات کے ہیں اور اس میں، میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وڑائچ بہت ہیں۔ وڑائچ تو زمیندار قوم ہے اس میں کئی وڑائچ جن کو 5 لاکھ روپے، دس لاکھ روپے تین لاکھ روپے، دو لاکھ روپے یعنی کہ جہاں بھی گئے ہیں وہاں پر جناب! دو، چار اور پانچ لاکھ روپے سے کم نہیں دیا۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ پروین سکندر گل: جناب سپیکر! رانا صاحب وڑائچ کا ذکر کر رہے ہیں یہ ان کو زیادہ محسوس ہو رہے ہیں تو جب بٹ آئے تھے تو بٹ سے بٹ، بٹ سے بٹ ہوتے جاتے تھے اس وقت کیا مسئلہ تھا؟ (قطع کلامیاں)

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر اس لمبی لسٹ میں کوئی بٹ ہوتا تو میں اس کا نام ضرور لیتا۔ اب پولیس کو دیکھ لیتے ہیں۔ انہوں نے پچھلے بجٹ میں پولیس پر 17۔ارب 17 کروڑ 43 لاکھ 75 ہزار روپے رکھے تھے اور ان میں سے 13۔ارب 79 کروڑ 50 لاکھ 21 ہزار روپے تنخواہیں تھیں۔non-salary 3۔ارب 37 کروڑ 93 لاکھ 54 ہزار تھے۔ انہوں نے اس ضمنی بجٹ میں 3۔ارب 28 کروڑ 58 لاکھ 21 ہزار روپیہ خرچ کیا ہے اس طرح سے انہوں نے گزشتہ سال جو کہ 30۔جون کو ختم ہو رہا ہے اس سال 20۔ارب 44 کروڑ ایک لاکھ 96 ہزار روپے پولیس پر خرچ کیا ہے اور اگلے سال کے لئے انہوں نے 20۔ارب 27 کروڑ 49 لاکھ 84 ہزار روپے رکھا ہے۔ آپ یہ دیکھ لیں 27 اور 44 یعنی کہ اگلے سال کے لئے انہوں نے اس سے کم رکھا ہے۔ اب اس 20۔ارب 27 کروڑ روپے میں سے ان کا 16۔ارب 63 کروڑ 61 لاکھ 42 ہزار روپے صرف تنخواہوں میں چلا جائے گا۔ یہ پچھلے سال سے تقریباً 3۔ارب زیادہ ہے۔ وہی انہوں نے اس دفعہ 17 سے 20۔ارب روپے کیا ہے یعنی یہ جو اس دن وزیر خزانہ صاحب کو جو لکھی ہوئی تقریر ملی تھی اس میں کہا گیا تھا کہ ہم نے اس دفعہ جان لیا ہے کہ امن وامان کا معاملہ بہت اہم ہے اور یہ تو اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے والی بات ہے اس لئے ہم اس بجٹ کو بہت زیادہ بڑھا رہے ہیں اور بڑھا کر ہم امن وامان کے مسئلے کو حل کر رہے ہیں اور ہم 17۔ارب سے 20۔ارب روپے کر رہے ہیں۔ اس 20۔ارب روپے کی حقیقت تو یہ ہے کہ اس 20۔ارب روپے میں صرف 3۔ارب روپے کا اضافہ ہے اور 3۔ارب روپے ان کی تنخواہیں بڑھنی ہیں۔ اب اس میں انہوں نے جو 3۔ارب 28 کروڑ 58 لاکھ 21 ہزار روپے کا ضمنی خرچہ کیا ہے اس کو ذرا میں معزز ممبران، کیانی صاحب اور وزیر خزانہ سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ اس کو دیکھ لیں۔ ضمنی بجٹ کے صفحہ 57 پر ہے اس میں اس قسم کی رقوم بہت زیادہ ہیں لیکن میں صرف ایک کا حوالہ اس لئے دے رہا ہوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ہے جن لوگوں نے professionally کوئی کام کیا ہے اس کو انہوں نے اگر کوئی رقم دی ہے تو ٹھیک ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کا کوئی جواز نہیں بنتا کہ سی ایم سیکرٹریٹ میں ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سکیورٹی ہیں اس کو انہوں نے دو لاکھ صرف اس مد میں دے دیا کہ اس کی بیٹی کی شادی تھی۔ ایک طرف تو کنول نسیم صاحبہ فرما رہی تھیں کہ ایک غریب آدمی کو یا بیوہ عورت کو اس کی بچی کی شادی کے لئے پانچ ہزار روپیہ نہیں مل سکا باوجود اس کے کہ ایک ممبر اسمبلی اس کے لئے کوشاں تھی لیکن دو لاکھ روپیہ سی ایم صاحب نے آرام سے دے دیا۔ اسی میں سیریل نمبر 27 اور صفحہ نمبر

59ہےFunds for purchase of additional Horsesانہوں نے 45گھوڑے 90 لاکھ روپے میں خریدے ہیں۔یہ ضمنی کے زمرے میں نہیں آتا۔ضمنی کی ایکdefinition ہے کہ اگر کوئی ایسا کام کہ جس کے لئے آپ نے رقم مختص کی تھی اور اس رقم میں کوئی shortfallہو گیا ہے یا کوئی ایمر جنسی حالات پیدا ہو گئے ہیں تو اس میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، یہ گھوڑے خریدنے اور لوگوں کو شادی پر پیسے دینے کے لئے رقم نہیں ہے اس کے آگے صفحہ 60 دیکھیں کہ کتنا بڑا مذاق ہے۔یہ کہتے ہیں کہ funds for transport vehicles hired during Local Bodies Election 2005یہ 42ملین یعنی 4 کروڑ 22 لاکھ روپے جو انہوں نے پولیس کو دیا ہے کہ جو آپ نے لوکل باڈیز الیکشن پر ٹرانسپورٹ پکڑی تھی یہ اس کا کرایہ ہے۔میں حلفاً یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اس میں سے ایک ٹیڈی پیسا بھی کسی کو نہیں دیا گیا ہو گا۔ پولیس والے تو جو گاڑی پکڑ لیتے ہیں وہ تو چھوڑنے کے لئے پیسے لیتے ہیں۔آج تک پولیس میں یہ رواج ہی نہیں ہے کہ وہ جو گاڑی پکڑے اس کے پیسے دے دیں جبکہ اس مد میں 42 ملین یعنی 4 کروڑ 22 لاکھ دیا گیا ہے۔کیانی صاحب ہی حلفاً کہہ دیں کہ پولیس والے جو گاڑی پکڑتے ہیں اس کو پیسے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر!آگے ہےpurchase of 25 walk through gatesیہ جو walk through gatesہیں یہ انہوں نے 23 ملین کے خریدے ہیں۔ 2 کروڑ 37 لاکھ کے یہ walk through gates 25خریدے ہیں۔یہ کن کے لئے خریدے ہیں V.V.I.Psکے لئے کہ ان کے پاس جو لوگ آتے ہیں وہ ان میں سے گزر کر آئیں۔ان میں سے کسی کسان نے، کسی مزدور نے، کسی غریب آدمی نے تو نہیں گزرنا اور انہوں نے اس پر دو کروڑ روپے خرچ کر دیا ہے۔

جناب سپیکر!یہ صفحہ 61 پر کوئی فنگر پرنٹس ادارہ قائم کرنے کے ضمن میں 841 ملین روپے خرچ کئے ہیں۔اگر آپ اس بات کا اندازہ کریں کہ اس سال انہوں نے 831 ملین روپے ایگریکلچر ریسرچ کے لئے رکھے ہیں یعنی جس کا پورے صوبے سےconcernہے اور اس 841 ملین کو لینے کے لئے انہوں نے اتنا بھی انتظار نہیں کیا کہ ضمنی بجٹ ہے اور ہم اس کے لئے سال کے بعد پیسے رکھیں اور پھر خرچ کریں۔

جناب سپیکر!اسی طرح سے فنگر پرنٹس کے لئے مزید ایک کروڑ روپے رکھا ہے جس میں یہ کہتے ہیں کہ ہم نے پوسٹیںcreateکرنی ہیں۔یہ 3۔ارب روپے کی رقم ہے آپ اسے پوری پڑھ

کر دیکھ لیں اور یہ بیسیوں آئٹمز ہیں جن میں کوئی 17لاکھ کی ہے، کوئی 10لاکھ کی ہے کوئی 5لاکھ کی ہے اور آپ کسی ایک آئٹمز کے اوپر اپنے آپ کو convince نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! ایڈورٹائزمنٹ پر ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے خرچ کئے ہیں۔ اسی طرح صفحہ 65 پر purchase of night vision goggles یہ 22 ملین یعنی دو کروڑ 25لاکھ روپے میں رات کے اندھیرے میں دیکھنے والی عینکیں لے کر دیں گے۔ انہیں تو دن میں نظر نہیں آتا۔ دن میں ان کے پاس ملزم بیٹھے ہوں تو وہ انہیں پکڑتے نہیں۔ اب اگر تو پولیس اس وجہ سے ملزم نہیں پکڑتی کہ اسے نظر نہیں آتا تو ان کی نظر کا علاج کروائیں اور اتنے کروڑ روپے خرچ کریں۔ یعنی دن کے وقت ان کے ارد گرد پھرتے ہیں تو انہیں وہ پکڑتے نہیں اور یہ رات کی عینکیں لے کر دی ہیں کہ رات کے اندھیرے میں ملزم تلاش کریں گے اور اس مقصد کے لئے دو کروڑ 25لاکھ روپے خرچ کیا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد دوبارہ آ جاتا ہے کہ funds for purchase of 25 walk through gates یہ ہے ایک کروڑ روپیہ۔

جناب سپیکر! میں فنانس منسٹر اور لاء منسٹر اور کیانی صاحب سے بھی یہ کہوں گا کہ آپ یہ رقم نوٹ کریں اور ذرا غور سے دیکھیں کہ funds for purchase of 25 walk through gates یعنی 25 walk through gates ایک کروڑ روپے میں خریدے ہیں اور دو تین صفحے پیچھے چلے جائیں تو وہاں پر انہوں نے 2 walk through gates کروڑ 37لاکھ روپے میں خریدے ہیں۔ جناب! وہ بھی 25 walk through gates ہیں اور یہ بھی 25 walk through gates ہیں اور اب ان کی کوالٹی میں بھی کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ اگر یہ کہیں کہ کوالٹی میں فرق ہے تو بھئی پھر اگر آپ نے دو کروڑ 37لاکھ میں اچھی کوالٹی کے خریدے تو یہ ایک کروڑ میں آپ نے گھٹیا کوالٹی کے کیوں خریدے، سائز بھی کم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں سے ایک ہی آدمی نے گزرنا ہے اور دو آدمی تو اکٹھے اس میں سے گزر نہیں سکتے۔

جناب سپیکر! دونوں figures کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں بیٹھنے والے میرے بھائی اور بہنوں کو کم از کم اتنا تو اپنے دماغ اور اپنی سوچ سے کام لینا چاہئے کہ یہ صفحہ 60 اور سیریل نمبر 36 purchase of 25 walk through gates دو کروڑ 37لاکھ روپے اور یہ صفحہ 65 اور سیریل نمبر 71 funds for purchase of 25 walk

through gates one million میں سمجھتا ہوں کہ اس کا کیا جواز بنتا ہے یعنی یہ سارا کچھ صرف وہی کہ جس طرح حکمرانوں کی حکمرانی کی[***] کا یہ حال ہے کہ وہ جہاں بھی جاتے ہیں کہیں پانچ، کہیں سات اور کہیں دس لاکھ روپے دے آئے اور یہ پولیس کے بیوروکریٹس۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لفظ[***] کو expunge کیا جاتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس کے متبادل اگر کوئی لفظ آپ کے ذہن میں ہے تو اس کو substitute کر دیں۔ اب پولیس آفیسرز نے بھی سوچا کہ ٹھیک ہے جہاں وہ 274۔ارب کو انہوں نے ہاتھ لگایا ہوا ہے تو یہ اڑھائی تین ارب روپے ہمارے حصے میں آئے تو ہم بھی اس کو اس طرح سے خرچ کر ڈالیں۔ یعنی اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ کیانی صاحب! اس کو دیکھیں اور اس کی وضاحت فرمائیں؟ (اس مرحلہ پر کیانی صاحب مسکراتے ہوئے کہ فنانس منسٹر یا لاء منسٹر ہی کو مخاطب کریں) کون کرے گا، (کیانی صاحب مسکراتے ہوئے میں کیوں کروں) فنانس منسٹر صاحب کریں کہ یہ 25 walk through gates ایک دفعہ قوم کو دو کروڑ 37 لاکھ روپے میں خرید کے دیتے ہیں اور ایک دفعہ ایک کروڑ روپے میں خرید کر دیتے ہیں۔۔۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ صاحب کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس میں بڑا خرچہ ایڈورٹائزمنٹ کا ہے اور یہ ایگریکلچر پر فارمر کو گائیڈ کرنے کے لئے اور پولیو پر کہ پولیو کے قطرے بچوں کو پلائے جائیں۔ وہ نہ کئے جاتے اور حکومت نہ کرتی۔ دوسرے نمبر پر رانا صاحب گیٹ کی بار بار بات کر رہے ہیں تو اگر origin change کر دیا ہے یعنی جاپانی کی جگہ چائنا یا ہنگری کی چیز لی جائے تو naturally rate 50 percent سے بھی نیچے چلا جائے گا اس میں نئی بات کیا ہے؟ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! شیخ صاحب نے شاہ پرستی کی کوشش کی ہے تو مجھے یہ بتادیں کہ ایک دفعہ جاپانی اور دوسری دفعہ چائنا کی خریدنے کی کیا ضرورت تھی؟ دونوں دفعہ ہی جاپانی خرید لیتے

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

یادونوں دفعہ ہی چائنا کے خرید لیتے۔ایک دفعہ دو کروڑ 37لاکھ روپے میں خرید رہے ہیں اور ایک دفعہ ایک کروڑ روپے میں۔بات یہ ہے کہ جس جگہ پر کمیشن سیٹ ہو گیا۔اس دفعہ ادھر کمیشن سیٹ ہو گیا تو وہاں سے خرید لئے اور اس دفعہ ادھر کمیشن سیٹ ہو گیا تو وہاں سے خرید لئے۔ورنہ اگر چائنا اور جاپانی کوالٹی میں اتنا فرق ہے تو دونوں دفعہ ہی اچھی کوالٹی کے خرید لیتے؟

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: جب کوئی فرم participate کرے گی تو اس کو ٹینڈر دیا جائے گا ناں؟ جب کوئی فرم آئے گی تو اس کو۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: اگر آپ نے اپنی ذات کے لئے خریدنا ہو تو آپ اس فرم کے گھر بھی چلے جائیں اور یہ سرکاری پیسا ہے ناں؟ یہ غریبوں کا پیسا ہے۔یہ تو آپ کے لئے مال مفت ہے اور آپ کا دل بے رحم ہے۔ سپیشل برانچ میں نئی پوسٹیں create کرنے اور گاڑیاں خریدنے پر 27کروڑ روپے خرچہ کیا ہے۔انہوں نے آگے کہا ہے کہ P.O.L میں ایکسٹرا اخراجات 30کروڑ 74لاکھ کئے ہیں اور یہ بھی سارا خرچہ تقسیم ہونے والا ہے۔یہ بھی سارا کمیشن مافیا اور کھاؤ پلاؤ والا مسئلہ ہے۔جب یہ حال ہے کہ 3۔ارب روپے سے زائد رقم انہوں نے خرچ کی ہے تو ان میں سے کوئی مجھے یہ بتادے کہ یعنی ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ غریبوں کو پولیو کے قطرے پلانے کے لئے ہم نے ایڈورٹائزمنٹ کی۔او بھائی!ایڈورٹائزمنٹ آپ نے اپنی مشہوری کے لئے کی ہے۔پورے پورے صفحے کے اشتہار آپ نے اپنی مشہوری کے لئے دیئے ہیں۔غریب آدمی کو تو روٹی نہیں ملتی؟آپ پولیو کے قطروں کی بات کرتے ہیں۔کون سی مشہوری آپ اس کو دکھانا چاہتے ہیں؟ پہلے آپ اس کو روٹی تو دیں۔اس کو صاف پینے کا پانی تو دیں۔اس کے بعد پھر آپ مشہوری بھی دیں۔

جناب سپیکر!بات یہ ہے کہ یہ باتیں اپنے لئے کر رہے ہیں اور میں نے صرف یہ چیدہ چیدہ پڑھا ہے تو اس میں سے کوئی ایک آئٹم مجھے نکال دیں کہ جس سے ان کو لاء اینڈ آرڈر پر فائدہ پہنچا ہو۔ لاء اینڈ آرڈر میں اس رقم کا ایک فیصد بھی خرچ نہیں ہوا اور سارے پیسوں سے گاڑیاں خرید لیں، عینکیں خرید لیں، گھوڑے خرید لئے اور کہیں سے کمیشن ملا تو walk through 25 gates دو کروڑ 37لاکھ میں خرید لئے اور دوسری جگہ کسی دوسری جگہ سے کمیشن زیادہ ملا تو 15/10 کی بجائے 20فیصد ملا تو وہاں سے ایک کروڑ میں خرید لئے۔یہ ساری رقم اس طرح سے،

فنانس منسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ حکومت کا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے تو یہ اس طرح سے انہوں نے سر فخر سے بلند کیا ہے کہ یہ کرتوت جیسے چودھری اصغر علی گجر صاحب کہہ رہے ہیں کہ "یہ غلط کاریاں ہیں" جناب! یہ واقعی غلط کاریاں ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کافی دیر سے میں سن رہا تھا کہ رانا ثناء اللہ صاحب facts & figures کے حوالے سے بات کر رہے تھے تو میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ میں انہیں interrupt کروں لیکن یقین جانئے میں نے آج سے کچھ دن پہلے کہا تھا کہ جب حکومت، جس طرح ابھی مشتاق کیانی صاحب نے بھی کہا کہ حکومت جب ہوتی ہے تو اس وقت اخراجات انہی مدوں میں کئے جاتے ہیں جن کا ابھی ذکر رانا ثناء اللہ صاحب فرما رہے تھے۔ اب انہوں نے گھوڑوں کا ذکر فرمایا وہ سہالہ پولیس ٹریننگ کالج کے لئے خریدے گئے تھے لیکن اس کو یہ آگے چھوڑ گئے اور بیان نہیں کیا۔ یہ اپنے مطلب کی چیزیں وہاں سے نکال کر کچھ بیواؤں کے حوالے سے انہوں نے بات کی میں اتفاق سے یہاں بیٹھا ہوا تھا میرے ذہن میں آیا کہ کیا سابق حکومتیں یہ پریکٹس نہیں کرتی رہی ہیں، کیا سابق حکومتیں اس قسم کے miscellaneous heads نہیں دیتی رہی ہیں اس لئے میں نے 1998 کا بجٹ منگوالیا تھا اور میں فنانس منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ رانا ثناء اللہ صاحب کے خطاب کے بعد کیونکہ میں انہیں مزید interrupt نہیں کرنا چاہتا اس کے بعد فنانس منسٹر صاحب ایک ایک صفحہ پڑھیں جس طرح محترمہ گل صاحبہ نے کہا تھا exactly وہی صورتحال ہے جو اس وقت تھی وہی آج ہے یہی پانچ سال کے بعد بھی ہو گی یہ معاملات اسی طرح ہی چلتے ہیں اور میں صرف اتنی عرض کرنا چاہتا ہوں اور رانا صاحب! آپ بھی اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں اس کا کوئی صفحہ نکال کر آپ کو دکھا سکتے ہیں کہ یہ بالکل وہی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: راجہ بشارت صاحب! آپ کی اس صاف گوئی پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے کہا ہے کہ آج بھی یہی ہو رہا ہے جو پہلے ہو رہا تھا۔ تو یہ آپ ساڑھے تین سال سے کیا کر رہے تھے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: یہ ہیڈز وہی ہیں جو ہمیشہ سے چلے آ رہے ہیں اور تمام حکومتیں اس طرح اخراجات کرتی رہی ہیں لیکن جس طرح آپ اپنی مرضی کا بیچ میں سے نکال لیتے ہیں جس میں کہیں بیوہ کا ذکر ہے کہ بیوہ کو اتنا دیا گیا اگر آپ یہ پڑھیں ایک ایک پڑھیں آپ نے وہ پڑھ لیا ایک صحافی کا تیرہ ہزار روپے ہے آپ نے تیرہ لاکھ روپے بتا دیا میں interrupt نہیں کرنا چاہتا تھا میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ فارغ ہو جائیں اپنی بات مکمل کر لیں لیکن اس کو بھی ملاحظہ فرما لیں کہ 1998 میں کیا یہی سارے ہیڈز نہیں تھے، اسی طرح miscellaneous خرچ نہیں کیا گیا، اسی طرح تحفے نہیں دیئے گئے، اسی طرح پولیس کے لئے سامان نہیں خریدا گیا؟ اگر نہیں خریدا گیا تو ہم مجرم ہیں۔ یہ آپ ملاحظہ فرمالیں میں آپ کو دوں گا میں نے دونوں ہیڈز کے پیپرز منگوالئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے جو facts & figures دیئے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ راجہ صاحب پر اتنے شاک گزرے ہیں کہ انہیں یہ خیال ہی نہیں رہا کہ میں ساڑھے تین سال سے یہ کہہ رہا ہوں اس حکومت اور پچھلی حکومتوں میں بڑا فرق ہے ہم اور ہیں وہ پچھلے ایسے تھے آج وہ کہہ رہے ہیں کہ ایسا ہی ہو رہا تھا پیچھے۔ بھئی! یہی تو ہم کہتے ہیں اگر آپ اس بات پر قائم رہیں کہ جناب! جو پہلے ہوتا تھا وہی ہم کر رہے ہیں تو یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ پہلے کروڑوں میں ہوتا تھا اب اربوں میں کر رہے ہیں۔ آپ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے ایک فگر غلط پڑھی ہے میں کہتا ہوں کہ ایک ارب 71 کروڑ روپے کی جو فگر ہے۔ یہ سارا اسی میں ہے۔ آپ مجھے آج سے دو، تین، پانچ اور دس سال، پہلے یہ رقم مجھے اربوں میں نکال دیں۔ یعنی جو لاکھوں میں تھا وہ اب کروڑوں میں ہو گیا جو کروڑوں میں تھا وہ اب اربوں میں ہو گیا۔ یہی تو ہم کہہ رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: اب devolution ہو گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: بھئی! devolution ایک لاکھ کی ایک ارب سے نہیں ہوئی آپ کاریں بیچتے ہیں آپ کو نہیں پتا کہ devolution کتنی ہوئی ہے آپ اس کی ذرا ratio نکالیں۔ بات یہ ہے کہ ہم یہی کہہ رہے ہیں اب راجہ صاحب اٹھ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ "یہ ایسی حکومت ہے، یہ ایسی حکومت ہے، یہ کرپشن سے جیبیں نہیں بھرتی" ہمیں بھی پتا ہے کہ یہ حکومت [***] فرق یہ ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Expunged from the record.

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں بھرنے کے حوالے سے بات نہیں کرنا چاہتا لیکن آج ہمارے حکمران جو کوئی بھی ہے ملک سے باہر بیٹھ کر سیاست کر رہا ہے، میں ان سے صرف ایک سوال کرتا ہوں کہ مجھے بتادیں کہ کون سے سرمائے سے کس declared سرمایہ جو تھا کون سا انکم ٹیکس کو جو سرمایہ ظاہر کیا گیا تھا اس سے سٹیل مل جدہ میں لگائی؟ کون سے declared سرمائے سے لگائی؟ یہ وہی بوریاں تھیں جو بھر کر باہر پہلے حکومت میں لے گئے تھے بعد میں سٹیل ملیں لگتی رہیں۔ میں کسی پر تنقید نہیں کرنا چاہتا لیکن آپ خود حالات ایسے پیدا کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ سب اس حمام میں ننگے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: میں یہی چاہتا تھا۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: سب ننگے ہیں، سب ننگے ہیں لیکن یقین کیجئے کہ ہمارے موجودہ حکمران باہر بوریاں بھر کر نہیں گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ضمنی بجٹ پر جو بات کرنی تھی وہ پوری ہو گئی جب وہ کہہ رہے ہیں کہ سارے ننگے ہیں اور ہم بھی ننگے ہیں، یہ کہہ رہے ہیں وہ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: آپ کا تو ثابت ہو چکا ہے کہ جو اس وقت سعودی عرب میں آپ کا موجود ہے جن پارٹیوں کے بات دور نکل جائے گی یہ کہاں کی بات کرتے ہیں کل آپ کی پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ ہو گی آپ انگلینڈ جا رہے ہوں گے آپ کون سے غریبوں کی بات کرتے ہیں۔ بات غریبوں کی کرتے ہیں میٹنگیں آپ انگلینڈ میں بیٹھ کر کرتے ہیں خدا کے لئے یہ بھی تو سوچو آپ اسی ملک کے نمائندے ہیں جہاں پینے کے لئے صاف پانی نہیں ملتا لیکن جائیں میٹنگ انگلینڈ میں کریں۔ پانی یہاں نہیں ملتا میٹنگ انگلینڈ میں ہوتی ہے۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نوانی صاحب!

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! مجھے یہ گزارش کرنی ہے جس طرح رانا صاحب نے پولیس کے اخراجات کے بارے میں فرمایا۔ جو بھی حکومت جس کے دل میں عام آدمی کا احساس ہو گا اسے لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر کرنی ہو گی یقیناً اس میں فورس کی تعداد بڑھانی ہو گی جیسے پٹرولنگ پوسٹیں بڑھائیں تاکہ ہائی ویز کو cover کیا جائے اور اس صوبے کے لاء اینڈ آرڈر کو بہتر کرنے کے

لئے جب بھی اقدامات کئے جائیں گے اس کے اخراجات definitely بڑھ جائیں گے ۔ لاء اینڈ آرڈر کو بہتر بنانے کے لئے اس حکومت نے دن رات کوشش کی اس میں اس نے بجٹ بھی بڑھایا اور یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کنٹرول میں ہے اور آپ یہ بات مانیں یا نہ مانیں میں 1997 میں اپوزیشن میں تھا یہاں دن رات target killing ہو رہی تھی کوئی آدمی باہر نکل نہیں سکتا تھا جو صوبے کی لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال تھی وہ سب پر عیاں تھی لیکن اس وقت صوبہ پنجاب کا لاء اینڈ آرڈر بہتر ہے جس کے لئے ہم نے اخراجات کئے ہمیں یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ ہم نے ان اخراجات کو valid قرار دیا عوام کی رائے سے اور عوام کو تحفظ دے کر۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ یہاں جیبیں بھرنے یا تجوریاں بھرنے کی بات ہوئی، اس پر کوئی discussion کی ضرورت ہی نہیں ہے یہ واحد گورنمنٹ ہے کوئی آدمی آج انگلی اٹھا کر ایک سکینڈل کی بھی بات نہیں کر سکتا۔ یہاں ہزاروں سکینڈل ہر آدمی کی زبان پر رہے ہیں یہ بات اگر کی جائے کہ تجوریاں یا جیب تو اس میں اس وقت عام آدمی کی رائے ہے کہ اس حکومت میں کرپشن نام کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو نچلی سطح پر کرپشن ختم کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں ہم نچلی سطح پر جو تھوڑی بہت کرپشن ہے جس کو ہر آدمی مانتا ہے میں بھی مانتا ہوں on the floor of the House مانتا ہوں لیکن جہاں سے کرپشن جنم لیتی تھی وہاں اس حکومت نے کرپشن کو ختم کیا ہے یہ اصل بات ہے جو زیر بحث آنی چاہئے۔ شکریہ

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! یہ دعویٰ ہم پچھلے چھ سال سے سنتے آ رہے ہیں کہ ہم نے کرپشن اوپر کی سطح پر ختم کر دی ہے۔ ابھی حال ہی میں جس طرح یہاں پر ایک دوست نے نشاندہی کی کہ سپریم کورٹ کا جو فیصلہ ہے سٹیل مل پر وہ عدلیہ کی تحسین کے لئے فیصلہ نہیں ہے کہ ہم یہاں کہیں کہ عدلیہ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے اگر آپ اس کے facts & figures پر جائیں چار ہزار چار سو ایکڑ پر مشتمل سٹیل مل کو 23۔ارب اور تقریباً 60 کروڑ روپے میں بیچی گئی۔ اگر آپ اس کا اندازہ لگائیں تو سپریم کورٹ نے اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ دی ہے اس میں دو چیزوں کی نشاندہی کی ہے ابھی تفصیلی فیصلہ آنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مل کے اندر 10۔ارب روپے کا میٹریل کی شکل میں سکریپ ہے اور دوسرا یہ کہا کہ سٹیل مل کا جو بنک اکاؤنٹ ہے وہ تقریباً 8۔ارب روپے کا موجود ہے جو اس

سمیت اس کو حوالے کرنا تھا۔ یہ انہوں نے تقریباً21۔ارب روپے کی بولی پر کیا۔18۔ارب روپے یہ بنتے ہیں جو سٹیل مل کے اوپر تھے اب اس ملک کا سب سے بڑا صنعتی ادارہ اور ایشیا کی سب سے بڑی سٹیل مل کا اگر یہ 18۔ارب روپیہ نکال دیا جائے تو یہ پولیس کے اوپر پنجاب حکومت نے ضمنی بجٹ میں جو3۔ارب روپیہ اضافی خرچ کیا ہے، اس قیمت پر اس سٹیل مل کو 3.5۔ارب روپے میں بیچا گیا۔اس ملک کے سب سے بڑے صنعتی ادارے کو ایک شاپنگ پلازہ کی قیمت میں بیچا گیا۔اس میں تین افراد کا جو کنسورشیم تھا اس میں، میں نوانی صاحب کی خدمت میں خصوصاً گزارش کروں گا کہ اس میں تین پارٹیاں تھیں، ان تین پارٹیوں کو جو دیا گیا، ان میں ایک پارٹی وہ ہے کہ جس کو اس دن اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ جس ملک میں سٹیل مل 3۔ارب روپے میں سیل کی جائے تو یقینی بات ہے کہ وہ تین پارٹیاں جو اتنی طاقتور اور اتنی بااثر تھیں تو میرا یہ خیال ہے کہ وہ اپنی طاقت یقیناً اس ملک کے کسی فرد سے حاصل کرتی ہوں گی۔ سٹیل مل کا issue ہی یہ ہے کہ یہ کرپشن نچلے level پر تو چلو ہے سو ہے، سٹیل مل پر سپریم کورٹ نے اپنا کردار ادا کر کے، میں سمجھتا ہوں کہ ان کا جو بنتا تھا، ہم سپریم کورٹ کی کوئی تحسین نہیں کرتے، یہی اس ملک کی عدلیہ کا فرض بنتا تھا جو انھوں نے ادا کیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ آپ نے یہ تسلیم کر لیا کہ عدلیہ پوری آزاد ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: اگر اس کے بعد یہاں پنجاب کا کوئی منسٹر اٹھ کر یہ کہے کہ اس ملک میں کرپشن اوپر کی سطح سے ختم ہو گئی ہے تو یہ جوڈیکیتی اس ایشیا کی۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ابھی آپ کو موقع دیتا ہوں۔ان کے بعد آپ کو موقع دیتا ہوں۔

جناب سمیع اللہ خان: میرے بعد آپ بات کریں۔آپ تو ایسے کھڑے ہو گئے کہ جیسے آپ اس میں ایک پارٹی تھے۔ میں قطعاً پنجاب حکومت کو نہیں کہہ رہا، میں قطعاً کسی فرد کو نہیں کہہ رہا۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اب اگلا مرحلہ، سپریم کورٹ سے جو فیصلہ مانگا گیا تھا، سپریم کورٹ نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا۔ سپریم کورٹ سے اس ڈکیتی میں ملوث مجرمان کے نام نہیں پوچھے گئے تھے اور نہ انھوں نے بتائے ہیں۔اب اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں اوپر کی سطح سے کرپشن ختم ہو گئی ہے تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اگر یہ اوپر کی سطح سے ختم ہو گئی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! بات یہ ہے کہ سپریم کورٹ نے ایک فیصلہ دیا ہے، اس کی تفصیل ابھی آنی ہے نمبر 1، ابھی وہ تفصیل مکمل نہیں آئی، مکمل تفصیل آنے کے بعد اصل حقیقت سامنے آئے گی اور اس میں اگر کسی کو موردالزام ٹھہرائیں گے تو پھر اس کو آپ کہیں کہ یہ اس کا قصور ہے۔ اگر کسی کو انھوں نے موردالزام ٹھہرانا ہے۔ اگر کسی کو موردالزام نہیں ٹھہرا رہے تو آپ یا میں یا کوئی اور از خود کسی کو موردالزام نہ ٹھہرائے۔ ٹھیک ہے، یہ ایک پالیسی matter ہے، ایک پالیسی matter کے تحت ایک فیصلہ دیا گیا ہے لیکن اگر اس کے خلاف کسی ایک پاکستانی نے جا کر درخواست دائر کی ہے، سپریم کورٹ آف پاکستان نے، جیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے یہ فیصلہ دیا ہے تو اس بات سے یہ واضح عیاں ہے کہ عدالتیں جو ہیں وہ یہاں مکمل آزاد ہیں، عدلیہ آزاد ہے اور عدلیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اب آپ بات کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہی گزارش کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک بات میرے بھائی نے تقریباً سترہ منٹ تک کی ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ صرف تین چار منٹ میری گزارشات سن لی جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر کا جواب انھوں نے تو نہیں دینا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: یہ اب زیادتی والی بات ہے۔ میں صرف دو تین منٹ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری ظہیر الدین صاحب کو بات کرنے دی جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری نہایت ہی قابل محترم اور قابل احترام عدلیہ سپریم کورٹ نے جو فیصلہ دیا ہے، ہماری طرف سے عدلیہ کا جب بھی کبھی کوئی فیصلہ آتا ہے تو اس پر ہم نے کبھی تنقید نہیں کی۔ دوسری طرف سے کبھی تنقید اور کبھی تحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں۔ آج اس کو اچھا کہا گیا ہے، ہم اس بات سے خوش ہیں۔ ہمارا یہ استدلال ہے، ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ آج تک عدلیہ نے جتنے بھی ان کی قیادت کے بارے میں فیصلے کئے ہیں ان کو بھی اسی طرح مانیں جس طرح یہ فیصلہ کیا گیا ہے اور اس عدلیہ کے فیصلے کو احسن اور بہتر سمجھتے ہوئے واپس اس ملک کے اندر آئیں اور اسی عدلیہ کے سامنے جو ان کے خلاف کیسز موجود ہیں ان کیسز کو face کریں اور جو بھی فیصلہ وہ عدلیہ ان کے بارے میں کرے، ہم اس کو مانیں

گے اور یہ بھی مانیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! مینوں وی اک عدلیہ دے فیصلے دی گل کرنی اے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: میری ابھی بات مکمل نہیں ہوئی۔ شیخ صاحب! آپ تشریف رکھئے گا۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! اس کے بعد مجھے بھی اجازت دیجئے گا۔ میں ان کو بتاؤں گا۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: شیخ صاحب! میں آپ کو ثابت کروں گا۔ پرنس عبدالعزیز کے لئے 20لاکھ روپیہ گھوڑا خریدنے کے لئے اس وقت دیا گیا۔ یہ آپ کی book ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ کس نے دیا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: رانا صاحب! میں گزارش کروں گا کہ آپ سن لیجئے۔ دبئی سے فرسٹ کلاس کا کرایہ ایک شخص شکاگو کا سوا دو لاکھ روپیہ ہے۔ یہ book گواہ ہے کہ چودہ اشخاص سے کم سفر نہیں کرتے اور ہر دوسرے ماہ ہوتا ہے۔ دو دو کروڑ روپیہ ایک ایک تین سہ ماہی کے اندر، ان لیڈران کے لئے وہاں شکاگو اور نیویارک جانے کے لئے یہ خرچ ہوتا ہے۔ یہ کون سی وائٹ بک سے آتا ہے، یہ کہاں سے پیسا آیا؟ یہ ان جیبوں اور بوریوں کی بات کرتے ہیں۔ آج یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں لیکچر دینے کے لئے گئی ہیں یہ کون سا لیکچر ہے، کسی یونیورسٹی میں لاکر بتائیں کہ جس میں 6کروڑ روپیہ ان کو دیا جاتا ہو یہ جس طرح move کرتے ہیں اس طرح تو کبھی ٹینک بھی move نہیں کیا کرتے تھے۔ میں سپریم کورٹ کے بارے میں گزارش کروں گا کہ سپریم کورٹ ہو، چاہے ہائی کورٹ ہو یا لوئر کورٹ ہو ان تمام کے فیصلوں کو ہم مانتے ہیں۔ ان کی لیڈر شپ واپس آئے اور انہی عدلیہ اور انہی عدالتوں کے سپرد اپنے آپ کو کرے، ان کے فیصلے ہم مانیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

MR DEPUTY SPEAKER: I will not give the floor back to Rana Sana Ullah, he should wind up.

اس کے بعد۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! لیڈر آف دی اپوزیشن بات کرنا چاہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آئیے۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! شکریہ۔ بات تو رانا صاحب ضمنی بجٹ کے حوالے سے کر رہے

تھے اور اعداد و شمار تو انھوں نے ضمنی بجٹ سے quote کئے، پہلی بات یہ ہے کہ رانا صاحب نے میرا خیال ہے کہ ٹھیک کہا کہ ہمارا ٹوٹل جو زور ہے، جو شور ہے وہ یہی ہے کہ آج کے حکمران جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری بڑی شفاف حکومت ہے، بڑی اچھی حکومت ہے پہلی حکومتیں غلط تھیں۔

معزز ممبران حزب اقتدار: ہیں، ہیں۔

قائد حزب اختلاف: وہ ان کے اعداد و شمار منہ بولتا ثبوت ہیں اور خود راجہ صاحب نے اقرار کیا ہے کہ جو پہلے ہوتا تھا وہی اب بھی ہو رہا ہے۔ دوسری عدلیہ کی بات کرتے ہیں، ابھی ظہیر صاحب نے بات کی کہ عدالتوں نے فیصلے کئے تھے، میں انہیں وہ فیصلے بھی یاد کرانا چاہتا ہوں کہ جس میں عدالتوں کے جج گھر گئے تھے، کس طرح کیسٹس باہر آئی تھیں، کس طرح لوگوں نے دیکھا تھا کہ کس طرح کیسٹس باہر آتی ہیں اور کس طرح ججوں کو گھر جانا پڑا تھا۔ دوسری بات انھوں نے ہماری کی کہ کہاں سے لیکچر کے پیسے ملتے ہیں؟ جناب ظہیر صاحب! آپ چلئے میں آپ کو دکھاؤں گا کہ کیسے یونیورسٹیاں محترمہ کو بلاتی ہیں، ان کو پیسے دیتی ہیں، ٹکٹ دیتی ہیں اور لیکچر سنتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہاں پر عدالتیں موجود ہیں، آپ نے بڑی اچھی بات کی جب یہ کہا کہ جب عدالتیں کوئی فیصلہ کر دیں، کسی کو مجرم ثابت کر دیں تو پھر بات کیجئے گا لیکن آج میں کہنا چاہوں گا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف آج تک کوئی ایک بھی مقدمہ ثابت نہیں ہوا اور بار ہا یہ ٹرائل کرتے ہیں، روز یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہماری لیڈر شپ اس طرح ہے اور اس طرح ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آپ نے ٹھیک کہا، میں سمجھتا ہوں کہ انہیں بھی اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہئے کیونکہ جب حکومتیں جائیں گی، کرپشن کے آج جو بازار گرم ہیں، جس طرح کہ ہم نے آپ کو بجٹ میں بتایا کہ کس طرح یہ بلڈنگوں کی نیلامی کی جا رہی ہے، سپریم کورٹ نے تو ایک کا فیصلہ کیا ہے، شوگر مافیا میں کون شامل ہے، لینڈ مافیا میں کون شامل ہے؟ تمام حکمران اس وقت لینڈ مافیا کی پیداوار بن چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت بحث جو ہو رہی ہے اگر اس بحث تک یہ رہیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ بہتر ہے لیکن اب بحث کرنی کس بات پر ہے؟ جب راجہ صاحب نے admit کر لیا ہے کہ پچھلی حکومت بھی وہی کرتی تھی، ہم بھی وہی کر رہے ہیں اور اگر یہی کرنا ہے تو پھر آج ڈکٹیٹروں کی کیا ضرورت ہے؟ پھر تو ڈکٹیٹروں کی چھتری کے تلے جو سیاستدان یہ کر رہے ہیں، جو پچھلی حکومتیں کرتی تھیں تو ان کو پھر حکومت میں رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بجٹ پر بحث ہو رہی ہے اور ضمنی بجٹ کے حوالے سے ظاہری بات ہے کہ جب سچ باہر آتا ہے تو پھر غصہ چڑھتا

ہے۔ میں راجہ صاحب سے کہوں گا کہ تحمل سے سنیں اور سب کی بات غور سے سنیں۔ شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جس بات کا رانا صاحب نے بھی ذکر فرمایا اور قاسم ضیاء صاحب بھی فرما رہے ہیں۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں ان کی بات سے پہلے اپنی بات مکمل کرنا چاہتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں پہلے بات مکمل کر لوں تو پھر آپ بات کر لیں کیونکہ آپ نے تو تقریر کرنی ہے لیکن آج آپ کی تقریر کا جواب میں بھی دوں گا۔ میں بعد میں تقریر کروں گا۔ میں وضاحت یہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ بار بار اس بات کو دہرا رہے ہیں کہ ماضی کی حکومتیں اور آج کی حکومتیں، آج سے دو تین دن پہلے جب بات ہوئی تھی اور جس کو آج رانا صاحب نے quote بھی کیا تھا اور جس حوالے سے میں نے بات کی ہے وہ یہ تھا کہ رانا صاحب نے کہا تھا کہ یہ اتنے لاکھ کا فالکن خریدا گیا، اتنے لاکھ کا فلاں خریدا گیا اور میں نے یہ کہا تھا کہ یہ ساری حکومتیں تعلقات قائم رکھنے کے لئے اس طرح کے اخراجات کرتی رہی ہیں اور میں پھر اس بات کو ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب میرے پاس پڑی ہوئی ہے۔ ابھی چودھری ظہیر الدین صاحب نے پڑھا ہے کہ پرنس عبدالعزیز کو بیس لاکھ روپے کا گھوڑا اسی معزز ایوان نے دینے کے لئے پاس کیا تھا تو کس حکومت نے دیا تھا تو جس طرح بیس لاکھ کا ماضی کی حکومت نے کسی کو گھوڑا دیا۔ آج ہم نے سترہ لاکھ روپے یعنی آپ سے تین لاکھ روپے کم کا فالکن دے دیا۔ تعلقات رکھنے کے لئے حکومتوں کو کچھ ایسے اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں انارکلی show کی بات کی گئی ہے۔ آئیں میرے ساتھ بیٹھیں، میرے پاس یہ کتاب ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ music کانفرنس کے لئے 25 لاکھ روپے دیئے گئے، انٹرنیشنل میوزک کانفرنس کا dinner host کرنے کے لئے مجرا کرایا گیا اس کے لئے بھی 5 لاکھ روپے دیا گیا۔ یہ سب کچھ اسی کتاب میں موجود ہے۔ So میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس طرح نہ کہیں کہ جو ماضی کی حکومتیں کرتی رہی ہیں وہی ہم کر رہے ہیں۔ میرے بھائی نے میرے متعلق یہ کہہ دیا ہے کہ اب راجہ بشارت صاحب اس قابل ہو گئے ہیں۔ رانا صاحب! میں صرف اتنی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ایک بہت عاجز سا آدمی ہوں لیکن on the floor of the House بڑی عجز و انکساری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نسل در نسل اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ حلال کا ایک روپیہ حرام کے ایک کروڑ سے بہت بہتر ہے۔ اگر ایک روپیہ بھی ہمارے خون میں

ادھر ادھر سے آئے تو ہم اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ میرا ریکارڈ شاہد ہے کہ جو گاڑی میرے پاس آج سے چار سال پہلے تھی، آج بھی وہی ہے، جو بنک بیلنس چار سال پہلے تھا آج بھی وہی ہے۔ جو جائیداد آج سے چار سال پہلے تھی آج بھی اتنی ہی ہے۔ وقت آنے پر ساری چیزیں سامنے آجاتی ہیں۔ سیاست دانوں کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ سیاست دانوں کا سب کچھ سامنے آجاتا ہے اس لئے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ان باتوں سے اعتراض کیا جائے۔ ماضی میں کیا ہوا، مستقبل میں کیا ہوگا میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس بحث میں جائیں گے تو یہ ایک نہ ختم ہونے والی بحث ہوگی۔

جناب سپیکر! یہاں اس ایوان میں ہمارے قائدین اور ہماری حکومت پر کتنی تنقید کی جاتی ہے ہم سب کا جواب دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی وزیر پر آپ اس لحاظ سے تنقید نہیں کر سکتے کہ کہیں سے اس نے رشوت لی ہے یا اس کا کوئی سکینڈل سامنے آیا ہو۔So یہ معاملات مختلف ہیں، ایک جیسے نہیں ہیں۔ تب آپ ایک جیسے کہہ سکیں گے کہ اگر اللہ کرے کہ میری بھی سعودی عرب میں سٹیل مل لگ جائے پھر تو معاملات ایک جیسے ہوں گے۔ اگر میں بھی امریکہ میں کوئی کاروبار شروع کر دوں تو وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ یہاں اسی کتاب میں ایک دوسرے کے خلاف لاکھوں روپے کے وکیل کر کے ایک دوسرے کو نیچے دکھانے کے لئے منظوری موجود ہے۔ آصف زرداری صاحب کے لئے سرکاری وکیل کرنے کے لئے لاکھوں روپے کی فیس اس میں درج ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف لاکھوں روپے کے پرائیویٹ وکیل کر کے اس کے کیس ثابت کرنے کے لئے اس میں رقم موجود ہے جس کی اسی معزز ایوان نے منظوری دی تھی۔ کہاں کی بات کرتے ہیں؟ پھر کہتے ہیں کہ سارے برابر ہیں۔ سارے برابر نہیں ہیں۔ میں نے حکومت کے حوالے سے کہا ہے کہ جب حکومت میں ہوں تو حکومتی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ آج میثاق جمہوریت کہاں گیا؟ اس سے جب میں نکالوں گا کہ آصف زرداری کے لئے پرائیویٹ وکیل کئے گئے، کیا سرکاری وکیل ختم ہو گئے تھے، کیا یہ شاہ خرچی نہیں تھی؟ ایڈووکیٹ جنرل موجود تھا، ایڈووکیٹ جنرل برانچ موجود تھی لیکن سرکاری وکیل سے ہٹ کر آصف زرداری کا کیس لڑنے کے لئے پانچ لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ آئیں جواب دیں۔ آج آپ کو میثاق جمہوریت یاد آتا ہے، آج آپ میثاق جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف کیسوں کے لئے وکیل کرنے کی غرض سے اسی معزز ایوان نے لاکھوں روپے کی منظوری دی ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ میثاق جمہوریت سے ہم آپس میں پیار محبت بڑھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ پیار و محبت کی پینگیں بڑھانا

نصیب کرے لیکن جو حقائق ہیں انھیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! معزز وزیر قانون نے سابق دور میں گھوڑے خریدنے کا ذکر کیا ہے۔ ہم اللہ کے فضل و کرم سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت جب گھوڑے خریدے جا رہے تھے تو اس وقت بھی وزیر قانون "ہاں" کہنے والوں میں شامل تھے اور ہم اس وقت بھی "ناں" کہنے والوں میں شامل تھے۔ آج اگر گھوڑے خریدے جا رہے ہیں تو یہ آج بھی "ہاں" کہنے والوں میں شامل ہیں اور ہم آج بھی "ناں" کہنے والوں میں شامل ہیں اس لئے میں یہ درخواست کروں گا کہ یا تو آپ نے اس بجٹ کے موقع پر "ناں" کہی ہو، تنقید کی ہو تو پھر ٹھیک ہے۔ حکومت کے جانے کے بعد تو ہر کوئی تنقید کر لیتا ہے۔ یہ حکومت کے اندر شامل رہے، وزیر بنے رہے اور آج اسی حکومت میں خامیاں نکال رہے ہیں۔ اس وقت آپ ہمارے ساتھ اپوزیشن میں بیٹھتے، بجٹ پر تنقید کرتے تو ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے۔ اس وقت تو یہ وزارتوں میں شامل رہے لیکن آج تنقید کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں پھر کیانی صاحب کی بات صحیح ہوئی، وہ کہتے ہیں کہ ایک دوسرے پر کیچڑ نہ اچھالو۔ اب آپ ضمنی بجٹ کی طرف آئیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے اور سچ کو face کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! ضمنی بجٹ کی طرف آئیں۔ wind up کریں کیونکہ میں نے پہلے ہی آپ کو ایک گھنٹہ دے دیا ہے۔ باقی دوستوں نے بھی بات کرنی ہے۔ میں اب یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں لیا جائے گا تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! دراصل میں تو اس 45۔ارب روپے کی بات کر رہا تھا جو ان کے پاس اس قوم کا، اس ملک کے مظلوموں، غریبوں، ٹیکس گزاروں کا امانت کے طور پر تھا اور انھوں نے اس امانت کو خرچ کرنے میں خیانت کی ہے۔ جب میں نے facts & figures quote کئے ہیں تو وزراء کی حالت عجیب و غریب ہو گئی ہے۔ آپ ان کی حرکتیں دیکھیں یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ جھوٹی ہنسی ہنس رہے ہیں۔ چودھری ظہیر صاحب کو ہنسی نہیں آ رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری ظہیر صاحب تو قہقہے مار کر ہنس رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب راجہ صاحب نے اپنے ذاتی حوالے سے بات کی ہے جبکہ میں نے ان کی ذات کے حوالے سے کوئی بات نہیں کہی۔ میں نے قطعاً کوئی allegation لگائی ہے اور نہ ہی میرے علم میں ہے۔ میں نے تو یہ بات کی ہے کہ آپ کے پاس یہ پیسا قوم کی امانت تھا اور آپ نے اس کو صحیح طور پر خرچ نہیں کیا۔ یہ آپ نے امانت میں خیانت کی ہے اور میں نے facts پیش کئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! میں کہوں گا کہ اب آپ wind up کر لیں۔ کیونکہ جب آپ ان سے براہ راست بات کرتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جی بہتر ہے میں wind up ہی کر رہا ہوں، دوسرا میں براہ راست بات نہیں کرتا لیکن اگر وہ کوئی بات کرتے ہیں اس پر میں نے personal explanation تو دینی ہے۔ میں نے یہ تو کہنا ہے کہ بھئی میں نے آپ کی ذات کے متعلق بات نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے ان کی ذات کے متعلق بات نہیں کی، یہ وہ مان چکے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے اب مان گئے ہیں۔ ان کی حالت اتنی خراب کیوں ہوئی؟ انھوں نے وہ کام کیا ہے جو کوئی ذی شعور آدمی نہیں کر سکتا۔ ہر آدمی کو پتا ہے، بچے کو بھی پتا ہے کہ عذر گناہ جو ہے وہ گناہ سے بد تر ہوتا ہے۔ انھوں نے ان facts & figures کو quote کر کے عذر گناہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ جی، ٹھیک ہے ہم نے سارا کچھ کیا ہے لیکن اس سے پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ اب ان کی حالت دیکھیں جیسے پنجابی میں کہتے ہیں کہ ''پڑھنے پئے گئے نیں'' اب یہ کتاب کو دیکھ رہے ہیں۔ میں راجہ صاحب کی خدمت میں یہی عرض کروں گا کہ آپ مجھے جس سال کی بھی مثال دیں، دس سال پہلے کی حکومت کی مثال دے دیں لیکن ساتھ ہی مجھے اس سال کی ایک اور فگر بھی دیں، مجھے بتائیں کہ اس سال میں خودکشیاں کتنی ہوئیں، کتنے لوگ بھوک سے مرے اور پینے کا صاف پانی نہ ملنے کی وجہ سے کتنے لوگ مرے؟ آپ ساتھ یہ بھی فگر زدیں۔ ایک طرف تو یہ صورتحال ہے دوسری طرف آپ بات کرتے ہیں کہ جی، محترمہ بے نظیر بھٹو کے کیسوں کے لئے پانچ لاکھ روپے کا وکیل کیا گیا۔ جناب! آپ نے تو نیب کے اوپر پچھلے ڈیڑھ سال میں 20 کروڑ روپے سے زیادہ خرچ کیا ہے۔ آپ نے وہ کہاں سے کیا ہے؟ آپ کی وہی بات صحیح ہے کہ اس حمام میں سارے

ننگے ہیں اور آج کے حکمران بھی ننگے ہیں۔ یہ بات جو آپ نے کر دی ہے وہی بات درست ہے۔

جناب سپیکر! اب میں جنرل ایڈمنسٹریشن کی طرف آتا ہوں۔۔۔ ظہیر صاحب! تساں اندروں نہیں ہس رہے۔ اندروں تساں رو رہے ہو باہروں باہروں ہس رہے ہو۔ جب میں نے بجٹ پر تقریر کرتے ہوئے facts and figures پیش کئے تو انھی وزراء میں سے کچھ نے کہا کہ رانا صاحب! گلاں تساڈیاں سچیاں نیں پر اسیں منّنیاں نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کو ان معنوں میں نہ لیا جائے کہ ہم ایک دوسرے پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ 274۔ارب روپے کی رقم ان کے پاس قوم کی، ٹیکس گزار لوگوں کی، ان لوگوں کی جو بھوکے مر رہے ہیں جن کو پینے کا صاف پانی نہیں مل رہا، جن کا گھر محفوظ نہیں، جن کی جان محفوظ نہیں ہے ان کے پاس امانت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بے ایمان اور کرپٹ سے بد دیانت زیادہ برا ہے۔ بد دیانت کرپٹ سے زیادہ بڑا مجرم ہے۔ بلکہ بد دیانت تو ڈاکو اور چور سے بھی بڑا مجرم ہے۔ یہ بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ کو جو پیسا صحیح طور پر عقل و شعور کے تحت خرچ کرنے کے لئے دیا جاتا ہے آپ اسے اللوں تللوں میں خرچ کرتے ہیں اور اس کے بعد defend کرتے ہیں کہ یہ تو پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ بھائی اگر آپ کل کسی بنک میں ڈاکا ڈالیں اور پھر کہیں کہ چونکہ آج سے دس سال پہلے اس بنک میں ڈاکا پڑا تھا اس لئے میں نے بھی ڈال لیا۔ یہ تو کوئی عذر نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آج کے حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ ان facts and figures۔۔ راجہ صاحب! بعد میں پڑھ لینا پہلے میری بات سن لیں۔ آپ کو اس میں کچھ نہیں ملے گا۔ میں نے جو figures کہے ہیں وہ آپ کو ملنے ہی نہیں ہیں۔ ان سالوں میں اس قسم کے حالات بھی نہیں تھے۔ اتنی tight position بھی نہیں تھی۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ اگر آپ نے عینکیں خریدنی تھیں، آپ نے یہ walk through gates خریدنے تھے تو اسے بجٹ میں لے آتے چونکہ یہ ضمنی بجٹ کا تو subject ہی نہیں ہے۔ ضمنی بجٹ میں تو یہ پیسے خرچ ہو ہی نہیں سکتے۔ آپ نے بالکل غلط کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے۔

جناب والا! میں چاہوں گا کہ آپ اور پورا معزز ایوان نوٹ کرے کہ انھوں نے پچھلے سال S&GAD کی مد میں 5۔ارب 83 کروڑ روپیہ رکھا تھا۔ ان کی Annual Budget Statement کے صفحہ 41 پر۔۔۔

(اذان عصر)

جناب ڈپٹی سپیکر:اب آدھے گھنٹے کے لئے وقفہ نماز کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز عصر کے لئے ہاؤس کی کارروائی
آدھے گھنٹے کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر وقفہ نماز عصر کے بعد جناب ڈپٹی سپیکر سردار شوکت حسین مزاری
6بج کر10منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،راناصاحب!آپ اپنی تقریر ختم کریں اور براہ مہربانی مختصر کریں۔

رانا ثناء اللہ خان:جناب سپیکر!میں آخر میں جنرل ایڈمنسٹریشن سے متعلق عرض کروں گا۔دو اہم ڈیپارٹمنٹس ہیں زراعت اور تعلیم۔وقت کی کمی کی وجہ سے کل کوشش کریں گے کہ ان دونوں ڈیپارٹمنٹس سے متعلق جو اعمال ہیں ان پر روشنی ڈالی جائے کہ ان دونوں ڈیپارٹمنٹس پر انہوں نے کس طرح سے نظر انداز کیا ہے اور ان کی اس وقت کتنی بری حالت ہے جبکہ انہوں نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا کہ پتا نہیں ہم ایجوکیشن کو کہاں پر لے کر جا رہے اور زراعت میں کتنی ترقی لا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!پچھلے سال جنرل ایڈمنسٹریشن میں انہوں نے بہت بڑی رقم 5۔ارب83 کروڑ52 لاکھ 46ہزار روپیہ رکھا تھا یعنی کہ بہت بڑی رقم ہے اور یہ رقم اس سے پچھلے سال یعنی05-2004سے ڈبل ہے لیکن اس پر انہوں نے 6۔ارب55 کروڑ 56 لاکھ 84 ہزار روپیہ خرچ کیا اس طرح سے انہوں نے جوreviseکیا ہے وہ 72 کروڑ کے قریب ہے جس میں کچھ charged expensesہیں اور68کروڑ84لاکھ روپے سپلیمنٹری بجٹ میں لائے ہیں۔

جناب سپیکر!یہ بات اس صوبے کے عوام کی اور اس معزز ایوان کے دیکھنے کی ہے کہ ایک مد میں آپ نے 5۔ارب روپے سے زائد رقم رکھی اور وہ رقم پچھلے سال سے تقریباً ڈبل تھی اور اس میں بھی آپ گزارہ نہیں کر سکے اور آپ کو کون سے ایسے حالات درپیش آئے کہ آپ کو اتنی بڑی رقم سپلیمنٹری بجٹ میں رکھنی پڑی اور خرچ کرنی پڑی لیکن اس میں زیادہ باعث حیرت اور تشویش ہے کہ اگلے سال میں اس کو پھر انہوں نے ڈبل کر دیا۔اب اصل اضافہ انہوں نے یہاں کیا ہے۔باقی اضافے تو صرف ان کی باتیں ہیں کہ ایگریکلچر میں اضافہ کر رہے ہیں،ایجوکیشن میں کر رہے ہیں، واٹر سپلائی میں کر رہے ہیں،وہ سب ان کے اعداد و شمار کا ہیر پھیر ہے اور اصل اضافہ اسے کہتے ہیں کہ پچھلے سال بجٹallocation،5۔ارب83کروڑ روپے تھی اور اس سال 13۔ارب84کروڑ

روپیہ ہےmore than doubleاس سال انہوں نے جنرل ایڈمنسٹریشن میں تقریباً8۔ارب 13لاکھ روپے پچھلے سال کی جنرل ایڈمنسٹریشن میںallocationسے زیادہ ہے۔اب اگر آپ اس headکوexplainکریں یہ صحیح معنوں میں حکمرانوں کا خرچہ ہے جو ایڈمنسٹریٹر ہیں، پولیٹیکل ہیں یا بیوروکریٹ ہیں جو اس ملک پر حکمرانی کر رہے ہیں اور جو اس ملک پر اختیار چلا رہے ہیں اور اس ملک کے غریبوں پر ان کے مفاد میں کہنے کو حکمرانی کر رہے ہیں۔یہ ان لوگوں کا خرچہ ہے۔اس میں یہ سارے منسٹرز، چیف منسٹر ہاؤس، گورنر ہاؤس اور سارے ایڈمنسٹریٹو ڈیپارٹمنٹس آتے ہیں اور اس میں اضافہ اس ایک سال میں 8۔ارب روپے ہے۔یہ مجھے کوئی اور ڈیپارٹمنٹ بتادیں بلکہ ان کو ملا دیں کہ کسی اور ڈیپارٹمنٹ نے اتنا بڑا اضافہ کیا ہے یعنی پچھلے تقریباً تین سال سے اس رقم کو ہر سال ڈبل کرتے آرہے ہیں اور پھر ایمرجنسیmeasuresکے طور پر سپلیمنٹری بجٹ میں بھی اس پر کافی بڑی رقم خرچ کرتے ہیں اور اس کا اگر آپ جائزہ لے لیں تو وہاں سے میری بات دوبارہ ثابت ہو گی کہ یہ حکمرانوں کی آوارگی ہے جو کہ اس طرح سے اس ملک کا پیسا ضائع کیا جارہا ہے۔

جناب سپیکر!ڈیمانڈ نمبر 8 میں 68کروڑ 41لاکھ 10ہزار روپے خرچ کیا ہے جس کی سپلیمنٹری بجٹ کے تحت اس ہاؤس سے یہsanction چاہتے ہیں اور یہ صفحہ 26ہے۔اس میں جو رقمیں کروڑوں میں ہیں یا کم از کم 20لاکھ روپے سے اوپر ہیں تو میں ان کا حوالہ دیتا ہوں جس سے اس معزز ہاؤس کو اندازہ ہو گا کہ کس طرح سے اس رقم کو انہوں نے بے دردی سے خرچ کیا ہے۔ انہوں نے صفحہ 27پرdiscretionary allowanceمیں 23لاکھ روپے دیا ہے purchase of transportپر ایک کروڑ14لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔detailیہاں پر نہیں ہے بلکہ صرف ایک لائن ہے۔اس سے اگلے صفحہ پرpurchase of transportپچاس لاکھ روپیہ پھرChief Minister Secretariat funds for object secret service expenditure for Chief Ministerمیں نے پہلے اس بات کا حوالہ دیا ہے کہ 42کروڑ رکھا تھا اور ایک ارب 71کروڑ روپیہ خرچ کیا اور پھر دوبارہ سپلیمنٹری بجٹ میں بھی28کروڑ روپیہ طلب کیا اور اب200کروڑ کے بعد یہ چار کروڑ روپیہ ایمرجنسی طور پر چیف منسٹر صاحب نے خرچ کیا ہے اور اس کاobject secretہے۔اب یہ لازمی بات ہے کہ یہ کروڑوں روپیہ جوsecretفنڈ میں خرچ ہو رہا ہے توbribeہو رہا ہے، یہ کرپشن ہو رہی ہے، یہ ہارس ٹریڈنگ ہو رہی ہے، لوگوں کو خریدا جارہا ہے اور یہ پیسا ان غریبوں کا ہے جن کے پاس کھانے کو نہیں ہے، پہننے کو کپڑا نہیں ہے،

بیمار پڑ جائیں تو ان کے پاس دوائی نہیں ہے اور ہمارے شہنشاہی اخراجات کا حال یہ ہے کہ انہیں کروڑوں روپیہ لوگوں کو بانٹنے کے لئے چاہئے اور پھر کروڑوں روپیہ secret فنڈ میں چاہئے کہ جسے یہ جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔

یہ دیکھیں کہ اب اس چار کروڑ روپے کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔ اب اس چار کروڑ میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی تین کروڑ 81 لاکھ روپے کی 22 مربعے زمین رحیم یار خان میں خرید لے، اسے کون پوچھنے والا ہے؟ راجہ صاحب! جب یہ secret فنڈ ہے کہ چار کروڑ روپیہ آپ کے پاس ہے اور آپ جدھر مرضی چاہیں خرچ کریں تو پھر ہو سکتا ہے کہ آپ مربعے بھی خرید سکتے ہیں کیونکہ آپ نے یہ تو یہاں پر بتایا ہی نہیں ہے کیونکہ یہ secret فنڈ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی بڑی رقم کا secret فنڈ میں رکھنا اس ملک کے غریبوں، مظلوموں کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کے مترادف ہے۔

P.O.L چارجز 57 لاکھ روپے، اس کے بعد پھر ٹرانسپورٹ ایک کروڑ 28 لاکھ روپے، next ہیوی ڈیوٹی جنریٹرانہوں نے کوئی خریدا ہے یعنی لوڈشیڈنگ میں سارا ملک مر رہا ہے اور لوگ بجلی کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے پریشان حال ہیں لیکن حکمرانوں کو لوڈشیڈنگ سے نجات دلانے کے لئے 48 لاکھ روپے کا ہیوی ڈیوٹی جنریٹر خریدا ہے تاکہ اگر بجلی چلی جائے تو حکمرانوں کو گرمی نہ لگے جبکہ عام عوام گرمی سے مرتے رہیں تو ان کا کوئی خیال نہیں ہے۔

جناب سپیکر! پھر اس کے بعد انہوں نے دو کروڑ 58 لاکھ روپے provision of funds for clearance of electricity dues بل تو ہر مہینے آ جاتا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راناصاحب! How much time you would take more.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ آخری head ہے ایگریکلچر اور ایجوکیشن پر تو میں کل بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راناصاحب! Maximum time has already been given to you.

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے جناب! میں دس منٹ میں اس کو conclude کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راناصاحب! جلدی کریں کیونکہ باقی لوگوں نے بھی بات کرنی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر میں ایک منٹ بھی irrelevant ہوا ہوں تو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج صرف ایک دن ہے تو اب ایک دن آپ بول لیں یا پھر سارا ہاؤس بول لے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس پر دو دن رکھ لیں۔ اس کو بڑھا لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو time limit ہے اس پر رہیں۔ آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ ایک time limit کے اندر lets wind it up. I have given you maximum time for that

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میری تو یہ گزارش ہے کہ اگر اس نشان دہی سے حکمرانوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! نشاندہی سے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ جتنی مرضی نشاندہی کریں لیکن مختصر کریں تاکہ دوسروں کو بھی موقع ملے اور اس کا پھر جواب بھی دینا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ یعنی یہ سپلیمنٹری بجٹ ہے اور جنرل ایڈمنسٹریشن یہ ہے کہ اس میں حال دیکھیں کہ اس میں کس طرح کی رقوم انہوں نے 13 کروڑ 88 لاکھ روپے کی کاریں خریدی ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیونکہ آپ کے دوستوں نے بھی بات کرنی ہے۔ اگر آپ نے ساری بات کر لی تو پھر یہ بیچارے کیا بات کریں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں conclude کر رہا ہوں کہ 72 لاکھ 76 ہزار روپے پھر آگے ہے۔ یہ ایک آخری رقم ہے تو میں اس کا حوالہ دے کر ختم کرتا ہوں تو باقی لوگ اس کا حوالہ دے دیں گے۔

جناب سپیکر! funds for V.V.I.P vehicles اب یہ وی وی آئی پی وہیکلز میں 11 کروڑ 50 لاکھ روپے کا کوئی جواز بنتا ہے کہ اس قسم کی اتنی بڑی رقم وی وی آئی پی وہیکلز پر یہ صفحہ 39 ہے۔ اسی طرح نیچے ہے کہ Funds for creation of internal security measures.

اس پر 22 کروڑ 93 لاکھ 20 ہزار روپے انہوں نے خرچ کیا ہے اور اسی طرح اس سے آگے تمام صفحات پر رقوم خرچ کی گئی ہیں۔ میں اسی بات پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ گڈ گورننس کے بغیر اس ملک کے حالات اور حکمران تبدیل نہیں ہو سکتے۔ راجہ صاحب نے اچھا کیا اور انہوں نے تسلیم کر لیا کہ پہلے بھی یہی ہوتا تھا اور آج بھی یہی ہو گا لیکن ایک بات انہوں نے اور کی کہ اگلے پانچ

سال بھی یہی ہو گا۔ راجہ صاحب!اگلے پانچ سال نہیں انشاء اللہ تعالیٰ اسی سال میں اس ملک میں انقلاب آئے گا،اس ملک میں Rule of Law آئے گا،اس ملک میں جمہوریت آئے گی،اس ملک میں عوام کی حکمرانی آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو آج ہو رہا ہے اگلے پانچ سالوں میں یہ نہیں ہو گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ جی۔وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: راناصاحب نے بات ختم کی ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ کل اس کا جواب دوں گا جب میں بھی ضمنی بجٹ پر بات کروں گا لیکن میں صرف اتنی عرض کر دیتا ہوں کہ اس قوم کو کب تک آپ ان جھوٹی تسلیوں پر زندہ رکھیں گے۔انشاء اللہ تعالی کل آئے گا، کل آئے گا، ساڑھے تین،پونے چار سال مکمل ہو چکے ہیں یہ اسمبلیاں اپنی مدت پوری کریں گی اور آپ اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ کر کے بیٹھتے رہیں گے اور ہم آپ کو اسی طرح دیکھتے رہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب عامر عثمان عادل صاحب!

جناب عامر عثمان عادل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

وجہ بے رنگی گلزار کہوں تو کیا ہو
کون ہے کتنا گنہگار کہوں تو کیا ہو
وہ بات جو تم نے سر بزم نہ سننا چاہی
وہ بات میں سر دار کہوں تو کیا ہو

جناب سپیکر!بجٹ پر بحث ہم نے سنی، ضمنی بجٹ پر بحث بھی آج ہم نے سنی تنقید اپوزیشن کا حق ہے اور جمہوریت کا حسن لیکن ایک عجیب سا رویہ ہمیں دیکھنے کو ملا کہ جب ہم بات کرتے ہیں کہ اعزاز ہے اس ایوان کا کہ چار بجٹ پیش کر دیئے اور اعتراض میرے ساتھی اس بات پر کرتے ہیں کہ جناب!اس میں آپ کا کیا اعزاز ہے،اس میں آپ کو کیا کریڈٹ جاتا ہے تو کیا یہ کریڈٹ نہیں ہے کہ جہاں یہ روایت ہو کہ ابھی وقت پورا نہ ہو اور بساط لپیٹ دی جائے وہاں اگر یہ چلن چل نکلے کہ حکومتوں کو اور ایوانوں کو اپنا وقت پورا کرنے کا موقع ملے تو کیا اقتدار کے ساتھ ساتھ اپوزیشن والوں کے لئے بھی اعزاز کی بات نہیں ہے؟(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!جب ہم بات کرتے ہیں پنجاب میں ترقیاتی کاموں کی ڈویلپمنٹ کی تو میرے ساتھی کہتے ہیں کہ ایسی ڈویلپمنٹ کا کیا فائدہ جہاں امن وامان نہ ہواور جب ہم لاء اینڈ آرڈر کو بہتر بنانے کے لئے بجٹ میں 20۔ارب روپے رکھتے ہیں تو پھر تنقید آتی ہے کہ جناب! یہ 20۔ارب روپے کیوں رکھے گئے ہیں اور جب ہم تعلیم کی بات کرتے ہیں تو میرے ساتھی کہتے ہیں کہ تعلیم کی ضرورت نہیں تربیت کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!یہ خود ہی بتادیں کہ ان کا طرز استدلال کیسا ہے اور یہ یوں oppose کرتے ہیں وزیراعلیٰ پنجاب کو اور ان کے کارناموں کو کہ گویا انہوں نے کوئی جرم کیا ہے گویا وہ مجرم ہیں اور یہ انہیں کٹہرے میں کھڑا کرتے ہیں۔ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ وزیراعلیٰ کا جرم ہے کہ اگر انہوں نے یہ خواب دیکھا کہ پنجاب کو ترقی کی دلدل سے نکال کر ایک ویژن 2020 دیا تو یہ ان کا جرم ٹھہرا،ہاں جناب سپیکر!پنجاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اگر ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کو لاکر ایسا پیسا رکھ دیا گیا جو صرف سکولوں کی مد میں خرچ ہو سکتا ہے تو یہ بھی وزیراعلیٰ کا جرم ٹھہرا۔ہاں اگر پنجاب کی گلیوں میں آوارہ پھرنے والے بچوں کو جن کا پرسان حال کوئی نہیں تھا جرم کی دلدل میں جانے سے بچانے کے لئے چائلڈ پروٹیکشن سنٹر بنانے کا خواب دیکھا تو یہ وزیراعلیٰ پنجاب کا جرم ٹھہرا۔(نعرہ ہائے تحسین)

ہاں اگر فرسودہ نظام سے نکال کر پولیس کو بہتری کی راہ پر ڈالنے کے لئے پنجاب کی شاہراہوں کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے پٹرولنگ پوسٹوں کا خواب دیکھا تو یہ وزیراعلیٰ پنجاب کا جرم ٹھہرا لیکن میں اپنے ساتھیوں سے یہ کہنا چاہوں گا کہ تبدیلی راتوں رات نہیں آیا کرتی تبدیلی ایک مسلسل عمل کا نام ہوا کرتی ہے آپ ہماری نیت دیکھیں،حکومت کی نیت دیکھیں،وزیراعلیٰ پنجاب کی نیت دیکھیں ہم یہ مانتے ہیں کہ اس چار سال میں اگر ہم پنجاب کی حالت نہیں بدل سکے تو خلوص دل سے ہم نے نیت تو کی ہے اور آج وزیراعلیٰ پنجاب اور حکومت پنجاب کی کارکردگی یہ کہتی نظر آتی ہے کہ:

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!آج ضمنی بجٹ ہے اور اس پر بحث ہے تو کچھ مثبت تجاویز ہیں وزیر خزانہ صاحب نوٹ کر لیں۔ ہم تعلیم کی بہتری کی بات کرتے ہیں ہم نے ایجوکیٹرز بھرتی کئے PTC

ٹیچرز کی بجائے ہم گریجوایٹ ٹیچرز کو لے کر آئے لیکن کتنا بڑا ظلم ہے ان کے ساتھ کہ ان کی تنخواہوں میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پڑھے لکھے لوگ آئیں وہ اس دھارے میں شامل ہوں تو ان کی بہتری کے لئے بھی ہمیں سوچنا ہے ایک اور ظلم ہے کہ جو لیڈی ٹیچرز کنٹریکٹ پر بھرتی ہوئی ہیں ان کو maternity leave without pay دی گئی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ بنیادی حقوق کی بھی خلاف ورزی ہے۔ جناب وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ اس تجویز کو بھی نوٹ کریں اور جو لیڈی ٹیچرز بھرتی ہوئی ہیں ان کی maternity leave اگر گورنمنٹ with pay consider کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ خزانے پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا اور کچھ ڈاکٹرز جو ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں میں سپیشلسٹ ڈاکٹرز کے طور پر کام کر رہے ہیں ان کو مستقل نہیں کیا گیا حالانکہ وہ بھی بورڈ کے ذریعے سے آئے ہیں، انٹرویو دے کر آئے ہیں اگر ان کو مستقل کر دیا جائے تو ہمارے ہسپتالوں کی حالت زار بہتر ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! آج اس ایوان کے اندر جب ہم بحث سن رہے تھے تو رانا صاحب نے نشاندہی کی کہ فالکن خریدے گئے اور جواب میں وزیر قانون صاحب نے کہا کہ ماضی میں بھی ایسی روایت رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں خلوص دل سے کہ اس بحث نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ آج ہمارے پاس اگر موقع ہے ہم عوام کے حقوق کی بات کرتے، عوام کے حقوق کی ترجمانی کی بات کرتے تو کیا اپوزیشن بنچز سے اگر یہ تجویز آجاتی کہ آئیے سب مل کر ایک ایسی قرارداد ایوان کے اندر لائیں کہ آئندہ ہاؤس کے اندر کسی کو اجازت نہ ہو کہ کسی کو 37 لاکھ روپے یا 40 لاکھ روپے کا تحفہ دے اگر حکمرانوں نے تحفہ دینا ہی ہے تو اپنی جیبوں سے تحفہ دیا کریں پنجاب کے عوام کے حقوق نہ مارے جائیں، سرکاری خزانے سے یہ تحائف نہ دیئے جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم ایسی تجویز کو خوش آئند کہتے، اس کا خیر مقدم بھی کرتے۔ آج اس موقع کو غنیمت جان کر میں اپنے ساتھیوں سے، معزز بھائیوں سے چاہے وہ ٹریژری بنچز پر بیٹھتے ہیں یا اپوزیشن بنچز پر، ایک سوال کرنا چاہوں گا کہ آج ہم خلوص دل سے میزان کی بہتری کی بات کرتے ہیں اور اپوزیشن والے جب تنقید کرتے ہیں تو اس میں بھی قوم کا درد ہوتا ہے ملت کا درد پنہا ہوتا ہے لیکن آج ہم اپنے آپ سے سوال کریں کہ پنجاب کے عوام کی حالت بہتر کیوں نہیں ہوتی تو یقیناً اس سوال کا جواب یہی ملے گا کہ:

ابھی گرانی شب میں کمی نہیں آئی
نجات دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
جب بھی ناقص نظام ہوتا ہے
ملک میں ظلم عام ہوتا ہے
سچ کی توہین ہوتی ہے
جھوٹ کا احترام ہوتا ہے

جناب سپیکر! میں چاہوں گا کہ ہم سب مل کر آج اس ایوان کے اندر یہ عہد کر لیں کہ بہت ہو چکا بہت گزر چکا پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے پچاس برس سے زائد بیت چلے ہیں۔ آج اگر ہم سب یہ عہد کر لیں کہ ہم نے صرف نظام کی بہتری کی بات نہیں کرنی، ہم جو اپنے آپ کو عوام کا لیڈر کہلاتے ہیں ہم نے اپنی حالت کو بھی بہتر بنانا ہے۔ ہم جو لیڈر کہلاتے ہیں ہم نے عوام کو ایک نئی جہد دینی ہے، ان کو اس ترقی اور بہتری کے عمل میں شامل کرنا ہے، ہم نے عوام کو تھانہ کچہری کے بھنور سے نجات دلانا ہے اور اب ہمارے اندر یہ اخلاقی جرأت پیدا ہو جانی چاہئے کہ ہم غلط کو غلط کہہ سکیں اور سچ کو سچ کہہ سکیں کسی ناجائز کی تھانے کے اندر سفارش نہ کریں تاکہ اس نظام کو بہتر بنا سکیں۔

جناب سپیکر! میں پھر یہی کہوں گا کہ آئیے ہم یہ عزم کر لیں کہ ہم نے اس نظام کو بہتر بنانا ہے پورے عمل کے ساتھ اور ارادوں کی سچائی کے ساتھ اور کیا آج اگر ہم خلوص نیت سے یہ سوچیں کہ منرل واٹر کے سرد گھونٹ حلق سے انڈیلتے ہوئے کیا ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارے حلقہ انتخاب کے ایک ایک شہری کو پینے کا صاف پانی میسر ہے۔ آج ہم یہ عزم کر کے یہاں سے اٹھیں گے کہ آئندہ ایسا دور آئے گا کہ جب پنجاب میں کوئی بیٹی اپنے بابل کی دہلیز پر صرف اس لئے نہیں بیٹھی رہے گی کہ اس کے ہاتھ پیلے کرنے کے لئے اس کے پاس وسائل نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! ہم ایک ایسے وقت کے لئے اپنی جدوجہد کو آگے بڑھائیں کہ پنجاب خوشحال ہو، لہلہاتا ہو اور ہمیں اس عزم کو دہرانا ہے کہ ہم آنے والے وقت سے مایوس نہیں ہیں ہم خلوص نیت سے خلوص دل کے ساتھ آگے چلے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ آنے والا وقت خوشحالی لا رہا ہے، آنے والا وقت ایک روشن مستقبل کی نوید دے رہا ہے۔ آئیے ہم سب مل کر یک جان ہو کر اس عزم کو دہرا دیں کہ:

فریب وقت نے گہرا حجاب ڈالا ہے
وہاں بھی شمع جلا دو جہاں اجالا ہے
اے چراغ آخر شب تو اس قدر اداس نہ ہو
کیونکہ تیرے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

اور آئیے ہم سب مل کر دعا کریں کہ:

دعا کرو کہ سرشتِ بہار زندہ رہے
گلوں کی باز چمن کا نکھار زندہ رہے
ہزار بار میں پیوند خاک ہو جاؤں
میرا وطن میرے پروردگار زندہ رہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔اگلے مکرر ہیں راجہ شفقت خان عباسی!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب سپیکر! ہم بات کر رہے ہیں ضمنی بجٹ پر اور 45۔ارب روپیہ ضمنی بجٹ کی شکل میں ڈیمانڈ کر رہے ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے صوبے میں جو حکومت ہے اس کا جو ویژن ہے اس کی ناکامی ظاہر ہو رہی ہے۔ پچھلے سال جو بجٹ پیش کیا گیا، منظور کیا گیا وہ سارے معاملات ان کے ذہن میں تھے، ان کی نظر میں تھے لیکن اس کے باوجود اپنی صوابدید کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس discretion کو وسعت دیتے ہوئے آج یہ ضرورت پڑی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ فنانشل ڈسپلن قائم نہ رکھنے کی وجہ سے اور سسٹم کی کمزوری کی وجہ سے ہمیں اس ضمنی بجٹ کی ضرورت پڑی۔ جس طرح راجہ صاحب نے کہا کہ پچھلے تین چار سال سے ہم کہہ رہے ہیں کہ انشاء اللہ، انشاء اللہ تو اب بھی ہم کہتے ہیں کہ انشاء اللہ، انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں کہ جب معاملات بہت ٹھیک ہوں گے۔ یہ جتنی ملاوٹ شدہ چیزیں ہیں، یہ جتنا ملاوٹ والا نظام ہے یہ انشاء اللہ صاف ہو گا اور اس ملک میں عوام کی نمائندہ حکومت بالکل صاف ستھری، اجلی ہوئی، قائداعظم کے پیروکار، ان کے نظریات کے پیروکار اس ملک میں حکومت کریں گے اس لئے کہ ابھی جو حکمرانوں نے بجٹ اسلام آباد میں پیش کیا اور اس کی نقل کرتے ہوئے یہاں پیش ہوا، وہ ڈیموکریسی کے اس اصول کے تحت، ڈیموکریسی کی وہ تعریف جو پوری دنیا میں ہے کہ:

It is a government of the people by the people for the people.

تعریف تو یہ بھی وہی کر رہے ہیں لیکن یہاں ہم کہتے ہیں کہ by the people یہ کہتے ہیں کہ buy the people اس لئے کہ یہ سارا نظام جو ہے یہ خریدنے پر منحصر ہے، ایک ووٹ کی اکثریت سے یہ نظام اسلام آباد میں قائم ہوا اور یہاں تمام تر مداخلت کے باوجود آج تک وہ buy کرنے والا سلسلہ جاری و ساری ہے، لوٹے آج بھی اتنی اکثریت ہونے کے باوجود اکٹھے کئے جا رہے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک جمہوریت کا وہ اصول کہ buy the people لوگوں کو خرید لینا چاہئے اور اسی کو آگے رکھتے ہوئے جس طرح یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کشکول ختم کر دیا، غربت ختم کر دی اور حالات بہت بہتر ہو گئے۔ ہمارے زر مبادلہ میں اضافہ ہو گیا، خزانے بھر گئے لیکن جب باہر جا کر لوگوں کی حالت دیکھتے ہیں وہ آپ کے سامنے ہے، دنیا کے سامنے ہے کہ لوگ آئے دن خودکشیاں کر رہے ہوتے ہیں، اس میں بھی ان کی جو جمہوریت کی تعریف ہے، for the people. F.O.R کی بجائے far، F.A.R یہ کہتے ہیں کہ لوگوں سے جتنا دور ہوا جائے اور of the people، وہ off لگاتے ہیں کہ لوگوں کو ختم ہی کر دیا جائے۔ اتنی مہنگائی، اتنی بیروزگاری، اتنی لاقانونیت کہ یہ of people جو ہے، یہ off ہو کر ختم ہو جائے۔

جناب سپیکر! میری فنانس منسٹر سے گزارش ہے کہ پاکستان کا آئین یہ کہتا ہے کہ جس صوبہ میں جو ہائیڈرو الیکٹرک پاورز ہوں گے، اس کے جو وسائل، اس کی جو آمدن ہو گی وہ اس صوبہ کو جائے گی۔ غازی بروتھا پراجیکٹ جو پچھلے تین سال سے ساڑھے تین سو بلین سے زائد میگاواٹ بجلی پیدا کر رہا ہے تو میرا یہ سوال ہے کہ پنجاب حکومت اس میگا پراجیکٹ سے جو اٹک میں غازی بروتھا پراجیکٹ ہے، جو پنجاب میں ہے اس کی کتنی proceeds ہمیں حاصل ہوتی ہیں، اگر نہیں ہوتیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم نے وہ اپنا claim کس لئے چھوڑا ہوا ہے؟ اس کے علاوہ جس طرح سپریم کورٹ آف پاکستان نے ان کا سارا وہ جو transparency کا نجکاری کے حوالے سے نظام تھا، سٹیل ملز کے حوالے سے بالکل pole کھول دیا کہ جو وہاں بندر بانٹ، جو زمین اور جو سلسلے تھے، جو آئینی ادارہ، کونسل آف کامن انٹرسٹ اس کا اجلاس نہ بلا کر، اپنے من پسند لوگوں میں یہ پاکستان کے وسائل اور پاکستان کی یہ ساری چیزیں تقسیم کرتے رہے، وہ ان کے منہ پر بہت بڑا طمانچہ لگا ہے، آج کے اس ایوان سے اس حوالے سے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ جس طرح حبیب بنک کو اونے پونے بیچا

گیا، جس طرح پی ٹی سی ایل اور باقی جو میگا پراجیکٹس بیچے گئے اس معاملے کی بھی تفتیش ہونی چاہئے، انکوائری ہونی چاہئے اور آنے والے وقت میں وہ ضرور ہو گی۔

جناب سپیکر! میں راجہ بشارت صاحب سے گزارش کروں گا کہ آج سے تین سال پہلے جب وزیر اعلیٰ پنجاب ہمارے شہر مری گئے تو وہاں انھوں نے announce کیا تھا کہ پہاڑی علاقے میں ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں ہل الاؤنس ملا کرتا تھا، ایک سو روپیہ یا دو سو روپیہ وہاں کے سرکاری ملازمین کو ملتا تھا تو وہ انھوں نے announce کیا تھا کہ یہ چار سو روپے ملے گا۔ آج چار سال گزرنے کے باوجود بھی اس علاقے کے لوگ جو سرکاری ملازم ہیں، ان کو کنوئنس الاؤنس مل رہا ہے اور نہ وہ ہل الاؤنس مل رہا ہے جو چیف منسٹر صاحب نے announce کیا تھا اس کی بھی میں دوبارہ گزارش کروں گا کہ اس پر implement کرائیں۔ اس بجٹ میں بھی ٹورازم کے حوالے سے کچھ مزید جو دفتری اخراجات اور باقی معاملات کے لئے انھوں نے پیسے مانگے ہوئے ہیں، میں digit میں نہیں جاتا کہ کتنے پیسے مانگے؟ میرا ان سے یہ دوسرا سوال یہ ہے کہ 40۔ارب روپے کا جو انھوں نے نیو مری کا منصوبہ announce کیا تھا تو یہ اس بارے میں اس ایوان کو اعتماد میں لیں کہ وہ کس stage پر ہے، کیا معاملات ہیں، وہ کب شروع ہو رہا ہے، کیوں نہیں شروع ہو رہا؟

جناب سپیکر! میری تیسری بات یہ ہے کہ یہ باتیں بہت کرتے ہیں، دعوے بہت کرتے ہیں، جب وزیر صحت کا اپنی وزارت کا پہلا دن تھا تو میں ان سے ملنے گیا، انھوں نے کہا کہ میں جب سے وزیر بنا ہوں تو سب سے پہلے آدمی آپ ہیں جو کسی کام کے حوالے سے آئے ہیں، ایک یا دو بجے کا ٹائم تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کی وزارت کا یہ پہلا دن اور میں پہلا ملاقاتی آپ کا ہوں اور میرا حلقہ بھی پی پی۔1 میں نے ان سے اس وقت گزارش کی تھی کہ پنجاب میں چند تحصیلیں ایسی رہ گئی ہیں کہ جہاں تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتال آج بھی نہیں ہے۔ وہ وعدہ وعید بارہا کیا گیا کہ تحصیل کوٹلی ستیاں کو ہم تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال دے رہے ہیں۔ دو چار سال سے وہ وقت ابھی نہیں آیا۔ ہمیں بہت خوشی ہوتی کہ اس دفعہ یہ اعلان ہو جاتا، تو وہ جو چار سال پہلے اعلان تھا اس پر عملدرآمد ہو جاتا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ جب ہم مرکز سے پیسے لیتے ہیں تو وہاں پر بنیاد آبادی ہوتی ہے لیکن پنجاب جب خود تقسیم کر رہا ہوتا ہے تو اس پر بھی پسماندگی کو بھی نہیں دیکھا جاتا اور نہ ہی آبادی کو دیکھا جاتا ہے اس لئے آبادی کو دیکھتے ہوئے ہمارے صوبہ کے 80 فیصد لوگ دیہاتوں میں بستے ہیں لیکن بجٹ کا main portion جو ہے وہ بڑے شہری علاقوں

میں خرچ ہوتا ہے، زیادہ بہتر ہوتا کہ جس فارمولے سے ہم مرکز سے آبادی کو سامنے رکھتے ہوئے پیسے لیتے ہیں تو اسی فارمولے سے یہاں بھی دیا جاتا۔

جناب سپیکر! میں تعلیم پر زیادہ تبصرہ نہیں کروں گا کہ تعلیم پر بہت شور شرابا کہ "پڑھا لکھا پنجاب" کتابیں مفت، فیسیں معاف لیکن میں نے تین سال پہلے بھی کہا تھا اور آج پھر on the floor of the House کہتا ہوں کہ ضلع راولپنڈی کی کوئی چار تحصیلیں لے لیں اگر کسی تحصیل کے ایک پرائمری سکول، ہائی سکول، مڈل سکول، بوائز ہو یا گرلز اگر کسی ایک سکول میں 25 فیصد سٹاف مری، کہوٹہ، کوٹلی یا ٹیکسلا میں مکمل ہے تو میں اپنی اس سیٹ سے resign دینے کے لئے تیار ہوں اس لئے وہ جو پندرہ کروڑ آتا ہے وہ بھی پسند و ناپسند کی بنیاد پر جہاں جن کا اثر زیادہ ہے وہاں لگتا ہے۔ یہ جو چار تحصیلیں میں نے گنی ہیں اگر ان چار تحصیلوں میں کسی ایک سکول میں بھی 25 فیصد سٹاف وزیر تعلیم، حکومت یہ بتادے تو میں اپنی سیٹ سے جی۔پی۔او چوک مری میں کھڑے ہو کر resign کروں گا کہ میں یہاں نہیں رہتا اس لئے بلند بانگ دعوے اور بات، اصل میں جو صورتحال ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Try to wind up...

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! باقی جو معاملات ہیں ان میں چینی کا سکینڈل ہے، اس میں زیادہ رول ہمارے پنجاب کا رہا کیونکہ وزراء مرکز کے تھے یا دوسرے تھے، ان زیادہ کا تعلق ہمارے پنجاب سے ہے۔ 74 ملوں کو 27۔ارب روپے کا انھوں نے ویسے مداوا کیا اور اب مزید سبسڈی دے دیں گے تو اس طرح وہ اپنے مزید خزانے بھریں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بھی پاکستان اور پنجاب کے عوام سے زیادتی ہے کہ transparency اور باقی جو معاملات ہیں، زندہ یار صحبت باقی، کل انشاء اللہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلی سپیکر ہیں، محترمہ ستارہ فیاض صاحبہ!

بیگم ستارہ فیاض: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر!

لوگ نفرت کا بیج بوتے ہیں
جب یہ اگنے لگیں تو روتے ہیں
سبز پیڑوں کو کاٹنے والو!
کچھ مسافر یہاں پر سوتے ہیں

میرے عزیز دوستو، بھائیو! بات یہ ہے کہ بجٹ حکومت کی کارکردگی ہوتی ہے۔ ہماری حکومت نے یہ چوتھا بجٹ پیش کر کے اپنی کارکردگی ثابت کی کہ وہ عوام میں کتنی مقبول ہے، ہماری حکومت نے لوگوں کے دل جیت لئے ہیں۔ میں اپنے علاقے بہاولپور کی بات کروں گی۔ آج سے چار سال پہلے بہاولپور میں کچھ بھی نہیں تھا حتیٰ کہ سکول، کالجز، سڑکیں، سیوریج، سوئی گیس کچھ بھی نہیں تھا لیکن آج آپ جا کر دیکھ لیں، وہاں سب کچھ میسر ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ واقعی بہاولپور بھی ایک شہر ہے۔ آج سے چار سال پہلے یہ شہر دیہات کی مانند نظر آتا تھا، جگہ جگہ گڑھے اور ٹوٹی پھوٹی سڑکیں تھیں لیکن ہماری حکومت کا یہ کارنامہ ہے کہ انھوں نے وہاں پر سڑکوں کا جھال بچھا دیا ہے۔ وہاں پر میگا پراجیکٹس کے لئے چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے 4۔ارب روپے بہاولپور کو دیئے ہیں۔ ہماری حکومت وہاں پر ایک کروڑ 35 لاکھ روپے کی لاگت سے کجل پورہ اور مچھلی والا تالاب میں دو سکول بنوا رہی ہے۔ اپوزیشن کی ہماری ایک بہن کہتی ہیں کہ جی یہ میں بنوا رہی ہوں۔ بھئی آپ کہاں سے بنوا رہی ہو اس کے لئے فنڈز تو چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے دیئے ہیں۔ اس کے باجود آپ ہماری حکومت کو بُرا بھلا بھی کہتے ہیں۔

جناب سپیکر! بہاولپور میں یتیم بچیاں جو کہ جہیز نہ ملنے کی وجہ سے گھروں میں بیٹھی ہوئی تھیں ان کی رخصتی کے لئے کس نے پیسے دیئے؟ چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے دیئے، ہماری حکومت نے دیئے ہیں۔ وہاں پر سو بچیوں کی شادیاں کی گئی ہیں اس موقع پر سعید الحسن شاہ صاحب اور پیر محی الدین چشتی صاحب بھی موجود تھے یہ سب کچھ ہماری ہی حکومت نے کیا ہے۔

جناب والا! وہاں پر زرعی کالج بنایا گیا ہے جسے بعد میں یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے گا یہ بھی ہماری حکومت پنجاب ہی کا کارنامہ ہے۔ انھوں نے اپنے دور حکومت میں سب کچھ لالے تللوں میں گنوا دیا۔ پچھلی حکومتوں کا گند کس نے صاف کیا ہے؟ ہم لوگوں نے ہی صاف کیا ہے۔ آپ لوگ [**] بولتے ہیں، غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لفظ [**] کو حذف کیا جاتا ہے۔

بیگم ستارہ فیاض: چلیں، یہ لوگ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کا ان پر اعتماد اٹھ گیا ہے، اب لوگ آپ کی باتوں پر اعتبار نہیں کرتے۔ آپ جتنی بھی کوشش کر لیں لوگ اب آپ

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

کی بات کبھی نہیں مانیں گے کیونکہ لوگوں کو تو ترقیاتی کام چاہئے، انھیں روزگار چاہئے اور ہماری حکومت یہ سب کچھ فراہم کر رہی ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا بہاولپور میں ترقیاتی کام نہیں ہو رہے؟ میں پورے ہاؤس کو دعوت دیتی ہوں کہ آئیں اور چل کر دیکھیں کہ بہاولپور میں کتنی ترقی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! میں چودھری پرویز الٰہی اور وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے کہوں گی کہ انھوں نے چوتھا بجٹ پیش کر کے عوام کے دل جیت لئے ہیں۔ میں کہوں گی کہ ہم انشاء اللہ پانچواں، چھٹا اور ساتواں بجٹ بھی پیش کریں گے۔ آپ بے شک جو مرضی کہتے رہیں اس کا اثر اب عوام پر نہیں ہوگا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اب میں اشتیاق احمد مرزا صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلے ڈاکٹر اسد معظم صاحب!

DR. ASAD MOAZZAM: Thank you very much Mr Speaker for granting me the time. While commenting on the present budget let me say that Finance Minister has tried to craft a Mona Liza portrate with strokes of beautification rosy-red cheeks, black tresses...

MR.DEPUTY SPEAKER: I appreciate your observation.

ڈاکٹر اسد معظم: جناب! آگے بھی سن لیجئے۔

Out of a bureaucratic budgetary document which is a continuation of previous Budgets.

SYED NAZIM HUSSAIN SHAH: A person of your age needs these sort of tresses.

MR DEPUTY SPEAKER: Thank you Shah Sahib for your beautiful appreciation.

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! یہ بجٹ پچھلے بجٹ کا ہی ایک continuation ہے۔ میں continuation اس لئے کہوں گا کہ پچھلے بجٹ میں بھی کہا گیا کہ یہ سرپلس بجٹ ہے،

ہمارے پاس excess of finances ہیں اور اس دفعہ بجٹ تقریر کا جو emphasis تھا وہ بھی excessive finances پر تھا۔

جناب سپیکر! میں ایوان سے سوال کرنا چاہوں گا کہ excessive finances کے ہوتے ہوئے بھی کیا پنجاب کے عوام نے gastro-enteritis کے crisis کو نہیں سہا؟ کیا پنجابیوں نے سیمنٹ کے crisis کو نہیں دیکھا؟ یا دو سال پہلے آٹے کے crisis کو نہیں دیکھا تھا؟ ایک سروے کے مطابق ہمارے صوبے میں 15 ملین لوگ hepatitis کے مریض ہیں۔ یہ سروے حکومت کا ہے یہ کسی ordinary institution کا نہیں ہے۔ اس صوبے میں اگر آپ ان 15 ملین لوگوں کو صحت کی بنیادی سہولتیں مہیا کرنے لگ جائیں تو میرا خیال ہے کہ یہ 280۔ارب روپے کا بجٹ اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بار بار وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ وہ کون سی حکومت تھی جس نے یہ کیا، وہ کون سی حکومت تھی جس نے وہ کیا؟

جناب! گندم جو ہماری خوراک کا بنیادی جز ہے، آٹا جو ہماری خوراک کا بنیادی جز ہے اس کو کھاتے ہوئے بنی نوع انسان کو آج ہزاروں سال گزر گئے ہیں اور ان ہزاروں سالوں میں خلفائے راشدین کی حکومتیں بھی آئیں۔ ان ہزاروں سالوں میں یزید، نمرود اور فرعون جیسے حکمرانوں کی بھی حکومتیں آئیں مگر آٹے کی قیمت -/5 روپے کلو سے زیادہ نہیں ہوئی لیکن 1999 جب سے جنرل مشرف نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو اس وقت سے آٹے کی قیمت -/5 روپے سے -/15 روپے کلو ہو گئی۔ جناب! مجھے بتائیے۔۔۔

آوازیں: یہ فرعون کے دور کے ہیں۔

ڈاکٹر اسد معظم: اس دور میں آپ اس کے ساتھ ہوں گے۔ یہ تو اس کے بھی ساتھی تھے۔ آپ مجھے بتائیے کہ ایک شخص جو -/120 روپے کماتا ہے اور اس کے گھر میں چار افراد ہیں تو آج کے اس دور میں وہ آٹا بھی afford نہیں کر سکتا۔ آپ اخبار پڑھئے اور analysis کیجئے تو آپ کو پتا چلے گا کہ پچھلے سال پنجاب میں تقریباً 1200 خودکشیاں ہوئیں جو کہ اکنامک حالات کی تنگی کی وجہ سے تھیں۔ ابھی دو دن پہلے ایک ایم اے پاس شخص نے ملازمت نہ ہونے اور گھریلو حالات نامناسب ہونے کی وجہ سے خودکشی کی ہے۔ یہ تو ایک common feature بن کر رہ گیا ہے۔ کیا اس کی ذمہ داری حکومت پر عائد نہیں ہوتی؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان تھا کہ اگر دریا دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا ہے تو اس کی ذمہ داری حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ مگر شاید یہ خمیر

وہ نہیں ہے ان حکمرانوں کی وہ سوچ نہیں ہے جو اس دور کے حکمرانوں کی تھی۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب!آپ چھوڑیں اپنی بات کریں۔ lets try to restrict to the Supplementary Budget.

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر!میں وفاقی بجٹ کے بارے میں بھی تھوڑی سی بات کرنا چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ ہو گئی ہے you should restrict yourself to Supplementary Budget

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر!جہاں تک ضمنی بجٹ کا تعلق ہے وہ تقریباً45 بلین روپے کا پیش کیا گیا جس میں سب سے زیادہ amount جناب راجہ بشارت صاحب کے محکمہ پولیس یا ان کی وزارت کے لئے رکھی گئی ہے۔۔۔

MR. DEPUTY SPEAKER: No cross talk please.

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر!یہ بیچ میں بولے جا رہی ہیں۔ میں آپ کے توسط سے درخواست کروں گا کہ اگر ان کو کوئی مسئلہ ہے تو یہ باہر آ کر بات کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بات کریں۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر!3.15۔ارب روپیہ پولیس کو دیا گیا لیکن پچھلے سال پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کے یہ circumstances رہے کہ گزشتہ چار مہینوں میں ایک لاکھ کیسز رجسٹرڈ ہوئے اور اس سے دگنا کیسز unregistered pass on کر دیئے گئے۔اس کے علاوہ اگر آپ ضمنی بجٹ کو دیکھیں تو پولیس کے لئے 3.15۔ارب روپے، ایجوکیشن کے لئے 51 کروڑ روپے، صحت کے لئے 26 کروڑ روپے جیسے میں نے پہلے گزارش کی کہ ڈیڑھ کروڑ ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں۔gastro-enteritis کا crisis آیا لیکن یہاں ہیلتھ میں جتنے بھی فنڈز allocate کئے گئے یہ سارے non productive funds ہیں یہ productive funds نہیں ہیں۔اگر آپ اس ساری amount کا پولیس کے فنڈز سے موازنہ کریں اور پولیس کی جو کارکردگی رہی تو میرا خیال ہے کہ اس ضمنی بجٹ کا اسمبلی میں پیش کرنا انتہائی نامناسب تھا۔

جناب والا!وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں alleviation of poverty levels کا U.N.D.P اور ورلڈ بنک کے figures کا کہا تو آج بھی ان کے poverty figures سے 5 فیصد higher ہیں اور اس سلسلے میں ہمیں حق حاصل ہے کہ غلط figures دینے

پر ان کے خلاف تحریک استحقاق پیش کریں۔ حکومت کی بدنیتی اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کو ایک proposal دی گئی کہ Federal Bureau of Statistics کو autonomous کر دیا جائے مگر حکومت نے اسے autonomy دینے سے انکار کر دیا اور اس ایوان میں بھی اور قومی سطح پر بھی manipulated figures پیش کئے گئے۔

جناب والا! اس کے علاوہ پنجاب میں labour intensive industry ہے جسے ہم ہاؤسنگ انڈسٹری کہتے ہیں۔ پچھلے سال اس کا 18.6 سے downfall ہوا that was reduced to 9.2 percent اس سے آپ کی لیبر کلاس severely affect ہوئی ہے۔

جناب والا! اس بجٹ میں 4.3 بلین روپے ہیلتھ کے productive کاموں کے لئے رکھے گئے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر آپ 4.3 بلین روپے کو دس کروڑ عوام پر تقسیم کریں تو مجھے بتائیے کہ فی کس کیا آتا ہے۔ اس سے تو ایک ٹائم کی ڈسپرین بھی نہیں آسکتی۔

جناب والا! پنجاب کے بجٹ میں 66 فیصد فیڈرل گرانٹس پر rely کیا گیا ہے۔ موجودہ حکومت نے stamp duty of court fee کو کس چیز پر کم کر دیا؟ property transfer of پر کم کیا۔ حالانکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے زیادہ ریونیو generate کر کے فیڈرل گورنمنٹ پر اپنی dependency کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس سے ایک دو فیصد کلاس affect ہوتی ہے۔ وہ کلاس جو پراپرٹی کو یا وہ بزنس کلاس جو لین دین کو deal کرتی ہے۔ مگر آپ نے اس کو کم کر کے اس کلاس کو دوبارہ accommodate کیا۔ میں کہوں گا کہ یہ بجٹ by the rich ہے for the rich ہے اس کے علاوہ اس میں کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے۔ میں یہاں پر یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ پچھلے سال پنجاب میں growth in manufacturing sector fell down from 12.6 per cent to 8.6 percent اور agriculture growth کا G.D.P that has dropped during this year from 23.5 per cent to 22 percent پنجاب زرعی صوبہ ہے جو main crops produce کر رہا ہے لیکن اس کے G.D.P میں آپ کی contribution of agriculture has dropped by 1.5 percent

معزز ممبران حزب اختلاف: چھٹی ہو گئی۔

ڈاکٹر اسد معظم: میری چھٹی سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ میں آخر میں یہ بات کہوں گا کہ اس بجٹ میں حکومت نے دوبارہ دعوے کئے کہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے۔ مگر حکومت نے اسی سال ورلڈ

بنک سے 4۔ارب ڈالر کے قرضے لئے500ملین روپے کا قرضہ جاپان سے آیااور جو یہ 4 بلین روپے کی foreign investment کہہ رہے ہیں وہ پرائیوٹائزیشن کی شکل میں آئی ہے وہ direct foreign investment سے نہیں آئی تو let me say اس بجٹ میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔اس میں سب کی سب پرانی cock and bull stories ہیں اس سے زیادہ اس میں کچھ نہیں ہے۔بہت شکریہ

MR. DEPUTY SPEAKER: Thank you. Next is Mohtarma Shamim Akhtar.

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!میں نے سب سے پہلے اپنا نام بھجوایا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں one by one time دے رہا ہوں۔

محترمہ شمیم اختر: شکریہ۔جناب سپیکر!میں سب سے پہلے وزیر خزانہ ،وزیر اعلیٰ پنجاب اور اس تمام ایوان کو مبارکباد پیش کروں گی کہ 25 سالہ تاریخ میں ہماری حکومت کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ اس نے یہ چوتھا بجٹ پیش کیا ہے۔اگر ماضی پر نظر دوڑائیں تو جب اس ایوان میں پہلا بجٹ پیش کیا جا رہا تھا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے یہاں پر قانون سازی ہو رہی تھی تو اس وقت ہمارے اپوزیشن کے بھائی سیڑھیوں پر بیٹھ کر اپنے لیڈران کی سالگرہ منا رہے تھے اور اس بجٹ پر جو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے آیا تھا اس پر بحث کرنے کی بجائے یہاں سے واک آؤٹ کر گئے تھے۔ یہی روایت انہوں نے دہرائی جب بجٹ پر کٹ موشنز آئیں تو بجائے اس کے کہ وہ اس پر دلائل دیتے،اپنی تجاویز پیش کرتے اپنے ملک سے باہر بیٹھے لیڈران کی favour میں اس ایوان سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔

جناب سپیکر!میرا تعلق چونکہ ملتان سے ہے،جنوبی پنجاب سے ہے تو سب سے پہلے میں جنوبی پنجاب کے حوالے سے بات کروں گی اور میں توجہ چاہوں گی میں اپنے بھائی ڈاکٹر جاوید صدیقی کی جو ہر وقت یہ تعصب پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ جنوبی پنجاب، پنجاب کا حصہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک الگ چیز ہے۔پنجاب کا ہر کونا، ہر قریہ ، ہر گاؤں ہمارا پنجاب ہے اس میں کوئی جنوبی پنجاب، کوئی شمالی پنجاب کا تعصب نہیں پھیلا سکتا۔ماضی کی حکومتوں نے جنوبی پنجاب کو محرومیاں دیں اور موجودہ حکومت نے جنوبی پنجاب کو محرومیوں سے نکالا۔جنوبی پنجاب کے عوام کو بڑے اعتماد کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کرنے کی صلاحیت بخشی۔پورے بجٹ میں سے جنوبی

پنجاب کو ترقیاتی کاموں کے لئے 20۔ارب روپے کی رقم مختص کی۔جنوبی پنجاب کا سب سے بڑا مسئلہ پانی کی خرابی اور گندے پانی کا نکاس تھا جس کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے 17۔ارب روپے کی رقم پورے جنوبی پنجاب میں نکاسی آب اور sanitation کے لئے رکھے۔میرا تعلق چونکہ ملتان سے ہے تو میں ملتان کے حوالے سے بھی بات کروں گی کہ چار سال پہلے اگر ملتان شہر پر نظر دوڑائی جائے تو ملتان ایک تاریخی اور کھنڈر شہر تھا۔اب وہاں پر پکی اور کشادہ سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔ایک میگا پراجیکٹ جو کہ پورے جنوبی پنجاب کے لئے ایک نعمت ہے وہ ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کی صورت میں ہے۔اس کے علاوہ موجودہ حکومت نے چلڈرن کمپلیکس بھی پہلی دفعہ ملتان میں بنایا ہے۔آج سے تین سال پہلے میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ درخواست کی تھی کہ ملتان شہر میں لاہور کے لیول کا ہوم اکنامکس کالج بنایا جائے۔کچھ ہی عرصہ پہلے وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنے visit کے دوران ہوم اکنامکس کالج کا سنگ بنیاد بھی رکھ کر آئے ہیں۔اس کے phase-I کے لئے 7۔ارب روپے بھی مختص کئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ اڑھائی کروڑ روپے صرف ملتان شہر کے لئے نکاسی آب اور sanitation کے لئے مختص کرنے کا اعلان بھی کر کے آئے۔انجینئرنگ یونیورسٹی کا اعلان کر کے آئے، خواتین یونیورسٹی کا اعلان کر کے آئے اس کے لئے بجٹ میں پیسے بھی رکھ دیئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ جناب یہاں بات ہوتی ہے امن وامان کی کہ پولیس کو بہت رقم دے دی گئی لیکن امن وعامہ کی صورتحال اچھی نہیں ہے۔ملک کی آبادی جس تیزی سے بڑھ رہی ہے اس تناسب سے ہمیں پولیس نفری کی بھی ضرورت ہے اس لئے مزید نفری میں اضافے کے لئے ان کی تنخواہوں کی بھی ضرورت پڑے گی۔اگر ہم پولیس کے محکمے میں کرپشن ختم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں پولیس کے محکمے کو facilitate بھی کرنا پڑے گا۔آج آپ لاء اینڈ آرڈر کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر کی اس سے بدترین مثال کہیں نہیں ملتی کہ محترمہ بے نظیر بھٹو اس ملک کی وزیر اعظم تھیں اور ان کے سگے بھائی کا murder ہو گیا تھا۔آج تک یہ بھی پتا نہیں چلا کہ ان کا murder کس نے کیا اور وہ کیسے ہوا؟

جناب سپیکر!آج میرے اپوزیشن کے بھائی یہ بات کرتے ہیں کہ عوام کا پیسا تحفے تحائف میں ضائع کیا گیا ہے تو میں یہ کہوں گی کہ وہ بھی عوام کا پیسا تھا کہ اتفاق فونڈری کی products کے بھرے ہوئے ٹرکوں پر کروڑوں روپے کا ٹیکس لگنا چاہئے تھا وہ بغیر ٹیکس کے ملک میں آتے تھے اگر ان پر ٹیکس لگتا تو ہماری غریب عوام کے کام آتا۔

پانی کا مسئلہ اس وقت پورے ملک میں ہے جنوبی پنجاب میں سب سے زیادہ ہے تو میں خراج تحسین پیش کروں گی وزیر اعلیٰ پنجاب کو کہ انہوں نے اعلان کیا ہے اور یہ منصوبہ دیا ہے کہ ہر یونین کونسل کے لیول پر واٹر فلٹریشن پلانٹ لگایا جائے گا اور ہر یونین ناظم اس کے لئے اہل ہو گا کہ وہ اپنی یونین کونسل کے لئے واٹر فلٹریشن پلانٹ حاصل کرے۔

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے میں بات کروں گی ہیپاٹائٹس جو کہ آج کے دور کی بہت بڑی بیماری اور مسئلہ بنا ہوا ہے اس کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے بیت المال میں یہ رقم رکھی ہے کہ جو بھی ہیپاٹائٹس کا مریض ہو گا اس کے لئے اور کڈنی ڈائلائسسز کے لئے بیت المال اس کا فری علاج کرے گا۔

جناب سپیکر! میں اپنے بھائیوں سے یہ درخواست کروں گی کہ تنقید برائے تنقید نہ کیا کریں وہ منصوبے لے کر آئیں، تجاویز لے کر آئیں۔ بجائے اس کے کہ وہ طعنے دینے اور غیر پارلیمانی الفاظ استعمال کرنے میں اپنا وقت ضائع کریں۔ میں آپ کو درخواست کروں گی کہ محترم معزز رکن رانا ثناء اللہ خان کو ٹریننگ پر بھیجیں تاکہ یہ پارلیمانی زبان سیکھ کر آئیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ چودھری عبدالغفور صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں اپنی گفتگو شروع کرنے سے پہلے یہ ضرور درخواست کروں گا کہ یہاں پر آپ نے جو بحث شروع کروائی ہے وہ ضمنی بجٹ پر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل اور اسی میں ہی رہنا چاہئے۔

سید احسان اللہ وقاص: یہاں پر ایسی تقریریں ہو رہی ہیں جن کا ضمنی بجٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ محض قصیدہ برائے قصیدہ پڑھنے کے لئے تو یہ وقت ضائع نہ کریں۔ مہربانی فرمائیں ان کو قصیدے پڑھنے کے لئے اپنی پارٹی کے اندر بہت سارا وقت مل جاتا ہے۔ ہمارے اوپر تو ترس کھائیں کہ ضمنی بجٹ پر بحث ہو رہی ہے اور ضمنی بجٹ کا پوری تقریر میں مجھ سے پہلے میری فاضل مقررہ نے ایک لفظ کا بھی ذکر نہیں کیا۔ اوپر سے دعوت دے رہی ہیں رانا ثناء اللہ صاحب کو کہ آپ ٹریننگ حاصل کریں۔ میرے خیال میں وہ خود ٹیچر ہوں تو ان کو ٹریننگ اچھی دے دیں گی۔

جناب سپیکر! چونکہ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر پابندی لگائی ہے تو میں اپنی تقریر سے پہلے دو پوائنٹس معزز وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ میں privy

purses کے نام سے ایک 16لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے جس کی explanation میں یہ لکھا گیا ہے کہ یہ ex-ruler کا maintenance allowance ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں اس رقم کا پڑھ کر کہ صوبہ پنجاب کے دو ex-rulers تو ملک سے باہر ہیں۔ ایک ex-ruler کبھی اندر ہوتے ہیں کبھی باہر ہوتے ہیں۔ ایک ex-ruler وائیں صاحب اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ تو یہ 16لاکھ روپے کس کے لئے رکھے گئے ہیں۔ چونکہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر پوچھ نہیں سکتا تھا اس لئے میں آپ کے سامنے اظہار فرما رہا ہوں۔

دوسرا میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک permanent debt کی مد میں 4لاکھ 34ہزار روپے کا بجٹ رکھا ہوا ہے اور یہ ہر سال کے بجٹ میں آ رہا ہے۔ اب پتا نہیں کون سا یہ 4لاکھ 34ہزار روپے کا debt ہے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ قومی اسمبلی کے چند اراکین نے بڑی اچھی بات کی ہے کہ بجٹ کے حوالے سے اراکین اسمبلی کو اس میں شامل کیا جائے ان کی briefing کی جائے اور ان سے رہنمائی لی جانی چاہئے تاکہ اس طرح کے points پر اس طرح کی briefings ہوں تو اس میں ہم بات کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ضمنی بجٹ جو ہے یہ گزشتہ بجٹ کے تقریباً 30فیصد کے برابر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا ضمنی بجٹ ہے اس کی زیادہ سے زیادہ گنجائش پانچ سے دس فیصد تک نکل سکتی ہے کہ اس میں unforeseen چیزیں آ گئی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ پورے بجٹ میں ایجوکیشن صرف ایک مد ہے کہ اس میں رقم درست استعمال ہوئی ہے اور اس کے علاوہ مجھے کوئی اور ایسی رقم نظر نہیں آتی ہے اور جس مد کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ سیالکوٹ کے اندر انجینئرنگ کالج کا قیام ہے۔ یہ ایک اچھا کام کیا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے بجٹ آفیسرز کی بھی ٹریننگ ہونی چاہئے اور ہر ڈیپارٹمنٹ کے اندر جو آفیسرز اخراجات کو کنٹرول کرتے ہیں انہیں اس بات کی ٹریننگ دی جائے کہ وہ اپنے بجٹ کے اندر رہ کر اپنے اخراجات کو چلائیں۔ اس طرح کی unforeseen expenses اتنی بڑی مدات بجٹ کے اندر ہر سال آ جائیں تو یہ bad management ہے، یہ کرپشن کا راستہ کھولنے کے مترادف ہے، یہ دھاندلی ہے، یہ غلط طریق کار ہے۔ جس گھر کی خاتون اپنے بجٹ کے اندر نہ رہے اس کو گھر کی اچھی مالکن نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح اگر کوئی حکومت اتنی بڑی amount کے ساتھ ضمنی بجٹ پیش کرے تو اس کو بھی کوئی اچھا اقدام قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جناب سپیکر! میں اس کی بڑی مدات کے اوپر چند اشارے کروں گا۔ جنرل ایڈمنسٹریشن پر 68 کروڑ 41 لاکھ روپے کے لئے ضمنی بجٹ میں اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ جتنی amounts ہیں اس میں نئی پوسٹیں، تقرریاں، پٹرول، گاڑیاں اور اس طرح کی دیگر بڑی چیزوں پر اتنی بڑی رقم خرچ کی گئی ہے۔ میں نے اپنی بجٹ تقریر کے دوران بھی یہ عرض کیا تھا کہ ہماری پوری ایڈمنسٹریشن کی نئے سرے سے overhauling کی ضرورت ہے۔ اس ایڈمنسٹریشن نے اس ملک کے عام آدمی کو کچھ نہیں دیا۔ کوئی بھی حکومت عام آدمی کے لئے جو رقوم مختص کرتی ہے وہ ساری کی ساری راستے میں ہضم کر جاتے ہیں، لوٹ لیتے ہیں، کھا جاتے ہیں اور نیچے لوگوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اس لئے جنرل ایڈمنسٹریشن کے لئے اتنی بڑی رقم ضمنی بجٹ میں لانا کسی لحاظ سے بھی پسندیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جناب سپیکر! پولیس کے لئے 3۔ارب 28 کروڑ روپے کے مطالبات ضمنی بجٹ کے اندر رکھے گئے ہیں اور اس میں بھی بہت بڑی رقوم پولیس افسران کو انعامات کی صورت میں اور مجرمان کی گرفتاریوں پر انعامات، ماشاء اللہ پولیس والے خود اپنی ہمت سے ہی کافی پیسے اکٹھے کر لیتے ہیں تو وہ اس طرح کے انعامات کے محتاج نہیں ہیں اس لئے اونٹ کے منہ میں زیرہ نہ ہی دیا کریں تو یہ ان کے لئے بھی بہتر ہو گا اور عوام کے لئے بھی بہتر ہو گا۔ لوکل باڈیز کے الیکشن کے موقع پر گاڑیوں کے حوالے سے محترم راناثناء اللہ صاحب نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، 300 لیزر پرنٹرز خریدے گئے ہیں پتا نہیں وہ کس جگہ پر نصب کئے گئے ہیں۔ پولیس کے مختلف دفتروں میں ہم بھی جاتے ہیں اللہ کرے وہاں پر کہیں جدید چیزیں نصب ہوئی نظر آئیں۔ اس میں 60 کروڑ روپے کی گاڑیاں خریدی گئی ہیں اسی طرح سے بہت بڑے اخراجات کئے جا رہے ہیں لیکن پولیس کی ایڈمنسٹریشن کو بہتر بنانا، پولیس کو لوگوں کا خادم بنانا، اس کے رویے کو change کرنا، اس کی طرف کوئی توجہ مجھے محسوس نہیں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ فرنیچر، یونیفارم وغیرہ پر بڑے اخراجات کئے گئے ہیں۔ 7 کروڑ 99 لاکھ روپے کا پٹرول میں اضافہ ہے یہ بھی اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ پولیس کے لئے یہ جو اتنی بڑی رقوم ہیں مجھے شبہ ہے کہ اس میں سے بہت بڑی رقوم ضائع کی جا رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نماز مغرب کے لئے آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے لئے ہاؤس کی کارروائی آدھے گھنٹے کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے بعد جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی 7 بج کر 50 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں آپ کے نوٹس میں یہ لانا چاہتا تھا کہ آج ہاؤس کا وقت تقریباً 8 بجے ختم ہو گا اور اس کے بعد آپ کی صوابدید پر ہے کہ آپ اسے جتنا مرضی extend فرمالیں۔ میری استدعا صرف یہ تھی کہ ابھی بہت سارے دوستوں نے بات کرنی ہے اور last time بھی جب ہم سالانہ بجٹ پر general discussion کر رہے تھے تو اس وقت بھی بعض دوستوں کو یہ گلہ رہا تھا کہ انہیں بات کرنے کا موقع نہیں ملا تو میری استدعا یہ ہے کہ آج جتنے دوست بات کرنا چاہتے ہیں وہ بے شک کر لیں۔ وزیر خزانہ صاحب سے میں نے یہ گزارش کی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل اجلاس شروع ہوتے ہی first 15 minutes میں یہ wind up کر لیں گے۔ آج چونکہ اس کے بعد کھانا بھی ہے تو آپ اگر آج سارے دوستوں سے بات کروالیں اور جب تک آپ مناسب سمجھتے ہیں یہ آپ کی صوابدید پر منحصر ہے اور منسٹر فنانس wind up صبح کریں گے اور پھر اس کے بعد ہم Cut Motions لیں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید ایک گھنٹہ extend کیا جاتا ہے۔ جی، شاہ صاحب! شروع کریں۔ ابھی میرے پاس 18 کے قریب ممبران کے نام ہیں اور میرا خیال ہے کہ پانچ منٹ ہر ممبر کے لئے fix کر لیں تاکہ سارے بات کر سکیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں صرف چند پوائنٹس ہی ہاؤس کے سامنے رکھوں گا۔ میری درخواست یہ ہے کہ اگر آپ اس بحث کو ضمنی بجٹ تک ہی محدود کروائیں تو انشاء اللہ یہ سارے ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! میں صحت کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ 26 کروڑ 98 لاکھ روپے اس ضمنی بجٹ میں ڈیمانڈ کئے گئے ہیں۔ اب اس میں ایک مد A 05 ہے جس میں لکھا جاتا ہے کہ grant-in-aid write off loans and subsidiaries اب اس میں یہ پتا ہی نہیں چلتا

کہ اس میں grant-in-aid کتنی ہیں، subsidiaries کتنی ہیں اور right of loans کتنے ہیں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیوروکریسی نے عوامی نمائندوں سے اس بات کو چھپانے کے لئے اس مد کو اس طرح sugar-coat کر دیا ہے کہ اصل بات کا کسی کو پتا نہ چلے اس لئے میں جناب وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گا کہ اس کی تقسیم اس طرح ہونی چاہئے اور یہ گورنمنٹ کے لئے بھی کوئی اچھا پہلو نہیں ہے کہ ہر دوسری مد کے اندر لکھا ہوا ہے کہ write off loans اب اس میں عین ممکن ہے کہ اس میں write off loans کا ایک روپیہ بھی نہ ہو لیکن جب اس مد میں یہ رقم آ جاتی ہے اور اس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ write off loans تو پھر ایک معاملہ مشکوک ہو جاتا ہے کہ اتنی بڑی مقدار میں write off loans کیوں کئے جا رہے ہیں۔ چونکہ یہ واضح نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی explanation میں یہ کہیں موجود ہے کہ اس میں سے grants-in-aids کتنی ہیں، subsidiaries کتنی اور write off loans کتنے ہیں؟ اس بات کو آئندہ کے لئے واضح ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! اسی طرح زراعت کے لئے 34 کروڑ 80 لاکھ روپے کی ڈیمانڈ کی گئی ہے۔ اس میں بڑی مقدار گاڑیوں کی خرید، اشتہارات اور امداد برائے ملازمین کے لئے ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ زراعت جیسا اہم محکمہ پنجاب کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے تو اگر ضمنی بجٹ کے لئے کسی رقم کی ضرورت بھی تھی تو اس کے لئے انہیں چاہئے تھا کہ ریسرچ کے ادارے قائم کرتے اور اس طرح کے مثبت اور ٹھوس کام کئے جاتے تو وہ زیادہ بہتر ہوتا۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو مختصر ترین الفاظ میں مکمل کرتے ہوئے صرف اشارے کر رہا ہوں کہ صنعت کے لئے 40 کروڑ 40 لاکھ روپے کی ضمنی گرانٹ کا تقاضا کیا گیا ہے اور اس میں سے 35 کروڑ 16 لاکھ روپے T.E.V.T.A ادارے کے لئے فراہم کئے جا رہے ہیں۔ یہ بڑا اچھا ادارہ ہو سکتا ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اس وقت ملک کے اندر کنسٹرکشن کی بڑی activity جاری ہیں لیکن اس کے لئے proper trained labour available نہیں ہے اور اس ادارے کا نصاب اور اس کی تربیت کا انتظام اتنا فرسودہ ہے کہ پوری دنیا کے اندر اس ادارے کے پڑھے ہوئے، میں آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ آج سے 30 سال پہلے منڈی بہاؤالدین کے ایک مشہور ادارہ کے سب انجنیئر بہت سارے انجنیئرز سے بہتر ہوا کرتے تھے۔

(اس مرحلہ پر جناب وزیر تعلیم نے "رسول" کا اشارہ دیا)

میں وزیر تعلیم کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے حسب سابق میری رہنمائی فرمائی ہے کہ رسول کے پڑھے ہوئے بچوں کی انجینئروں سے بہتر کارکردگی ہوتی تھی لیکن T.E.V.T.A کے اندر پڑھائی کا معیار پست ترین ہے، وہاں پر پیریڈز نہیں ہوتے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ لاہور کے اندر گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی میں بہت ساری مشنیری ایسی پڑی ہے جو چار پانچ سال سے وہاں پڑی ہیں اور ان کو کسی نے unpack تک نہیں کیا اور اس کو پڑھائی کے لئے بالکل استعمال نہیں کیا جارہا اس لئے صرف انہیں پیسے دے دینا مسئلے کا حل نہیں ہے بلکہ اس کے معیار کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ڈویلپمنٹ میں سیوریج اور ڈرینج کے لئے مختلف سکیمیں رکھی گئی ہیں تو میں افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ میرے اپنے حلقے کے اندر قومی اسمبلی کے انتخاب کے موقع پر سیوریج اور ڈرینج کے لئے جناب چیف منسٹر کی جانب سے اعلانات کرنے کے باوجود ان پر عملدرآمد نہیں کیا گیا اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب حکومت کے سربراہ ہیں اور اگر وہ خود کسی چیز کا اعلان کریں اور اس پر عملدرآمد نہ ہو، چندرائے گاؤں میں وزیر اعلیٰ نے سیوریج کا خود اعلان کیا اور ان لوگوں نے گورنمنٹ کے حق میں ووٹ بھی دیئے لیکن وہاں پر سیوریج کی سہولت فراہم نہیں کی جارہی۔

جناب سپیکر! میونسپل اداروں اور دیگر انسٹیٹیوشنز کے لئے 2۔ارب 71 کروڑ روپے کی گرانٹ بھی انہیں فراہم کی گئی ہے ان میں بڑے ادارے ایم ڈی اے، جی ڈی اے اور ایف ڈی اے ہیں تو ایل ڈی اے سمیت ان سارے اداروں کی کارکردگی محل نظر ہے۔ عام افراد ان اداروں کی کارکردگی سے بہت تنگ ہیں۔ آپ کے شہر میں ایف ڈی اے کی کارکردگی کے نتیجے میں دیکھیں کہ وہاں سینکڑوں لوگ جاں بحق اور شدید بیمار ہوئے۔ ان اداروں کو آپ پیسا نہ دیں اور انہیں صرف وسائل فراہم نہ کریں بلکہ ان کی نگرانی کی بھی بہت شدید ضرورت ہے اور اس طرح یہ پیسے مانگتے چلے جائیں اور آپ دیتے چلے جائیں تو ضمنی بجٹ کے اندر یہ ہمارے سامنے لے آئیں لیکن میں جس شہر میں خود رہتا ہوں اور وہاں دیکھتا ہوں کہ ایل ڈی اے جیسا بے کار ادارہ اور ایل ڈی اے کو لوگ لاہور میں "لاہور ڈاکو ایسوسی ایشن" کہتے ہیں۔ لوگ اتنے تنگ ہیں اور اس ادارے کے کلرک تک کروڑ پتی ہو گئے ہیں اور کسی کا کوئی بھی کام کروانا ایل ڈی اے کے اندر ناممکن ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے لئے پانچ کروڑ 19 لاکھ روپے ضمنی گرانٹ کے لئے کہے گئے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں اور افسوسناک بات یہ ہے اور میں کوئی comparison نہیں کرتا لیکن پولیس

کے لئے 3۔ارب 28کروڑ روپے کا ضمنی مطالبہ ہو اور تعلیم کے لئے پانچ کروڑ 19لاکھ روپے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے اور اس کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بچیوں کے وظائف کے لئے رکھی گئی رقم سے متعلق میں وزیر تعلیم سے درخواست کروں گا کہ یونیسیف کی بنائی جانی والی فلم کو مہربانی کر کے دیکھ لیں کہ اس میں سے کتنے پیسے انہیں مل رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں تعلیم کی کیا بہتری ہوئی ہے؟ پنجاب ایجوکیشن اسسمنٹ فنڈ کے لئے، جس میں سابق فوجی بھرتی کئے گئے ہیں اور اس کی کارکردگی بھی محل نظر ہے اور اس کی کارکردگی اچھی نہیں ہے۔ میں نے جیسے پہلے کہا ہے کہ سیالکوٹ میں انجنیئرنگ یونیورسٹی کا کیمپس قائم کرنا ایک اچھا اقدام ہے لیکن اس کو main بجٹ میں لانا چاہئے تھا اور اب بھی انہیں چاہئے کہ وہ بجٹ کے اندر لائیں اور پنجاب یونیورسٹی، انجنیئرنگ یونیورسٹی جیسے ہمارے مختلف established اداروں، پبلک انسٹیٹیوشنز کی شاخیں مختلف شہروں کے اندر قائم کی جائیں تاکہ پرائیویٹ اداروں کی لوٹ کھسوٹ کے بازار سے لوگوں کو نجات دلائی جا سکے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محمد اشرف بٹ صاحب!

انجنیئر محمد اشرف بٹ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا خیال تو یہ تھا کہ بجٹ کی general discussion کے دوران اپنے خیالات کا اظہار کرتا لیکن غالباً موقع نہیں مل سکا اور میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ ضمنی بجٹ پر آپ نے آج مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔

جناب سپیکر! آج جب ہم اس اسمبلی کے اندر بیٹھے تھے اور 06-2005 کے ضمنی بجٹ پر discussion کر رہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے لئے یہ کسی اعزاز سے کم نہیں کہ پچیس سال کے دوران اس اسمبلی نے چار بجٹ پیش کئے اور ہر بجٹ کے اندر اور ہر مد کے اندر خاطر خواہ اضافہ کیا۔ کسی بھی شعبہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور جب میں دیکھتا ہوں کہ پچھلے ڈیڑھ سال کے دوران اس ہاؤس کے اندر ہمارے اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے محترم ارکان اسمبلی میں سے صرف چند افراد نے گورنمنٹ کے اچھے مثبت اقدامات کی تعریف کی لیکن اکثریت نے تنقید کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تنقید کرنی چاہئے لیکن اصلاح کے حوالے سے اور اصلاح کی نیت سے کیونکہ اگر آپ تنقید برائے تنقید کرتے جائیں گے تو اس کے اندر اچھی باتیں دب کر رہ جائیں گی۔

جناب سپیکر! اب آپ دیکھیں کہ اس بجٹ میں جو fiscal space مہیا کی گئی ہے اس کی وجہ سے آج ہم ضمنی بجٹ کے اندر سے اس کمی کو پورا کر رہے ہیں یہ صرف اور صرف good

governanceکی وجہ سے ہے۔ میں یہاں پر یہ بات کا برملااظہار کرتا ہوں کہ پرویزالٰہی صاحب کی قیادت کے اندر مسلم لیگ کی حکومت جو پنجاب کے اندر قائم ہے انہوں نےgood governanceکی مثال دی ہے جس کی وجہ سے ریکوری زیادہ ہوئی اسی کی وجہ سے ہم نے Annual Development Programmeمیں زیادہ رقوم فراہم کیں اوراس Annual Development Programmeکی بنیاد ویژن2020ہے اوراس کے اندر اہمیت دی گئی ہے ان چیزوں کو جنہیں وزیراعلیٰ نے اپنے پروگرام میں دی ہیں۔

جناب سپیکر!جب ہم دیکھتے ہیں کہ ڈویلپمنٹ فنڈز میں اضافہ ہوا ہے چاہے وہ ضمنی بجٹ کے حوالے سے ہو تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اضافی روزگار مہیا کیا گیا ہے۔یہاں میرے دوست تقریریں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے روزگاری بہت ہے، لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں، لوگوں کو کھانے کو روٹی نہیں ہے اور پینے کو پانی نہیں ہے ایسی بھیانک صورتحال پیش کرتے ہیں میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ میرے خیال کے مطابق پنجاب میں یا ہمارے ملک کے اندر صرف وہ بے روزگار ہیں جوnon technicalہیں۔ آج آپ اگر بازار میں جائیں تو آپ کو اگر ڈرائیور چاہئے تو ڈرائیور نہیں ملے گا اگر آپ کو چھوٹے سے چھوٹے کام کے لئے کوئیskilledآدمی چاہئے تو وہ ملنا محال ہوتا ہے۔یہاں جیسا کہ احسان اللہ وقاص صاحب اپنی تقریر کے اندر فرمارہے تھے کہ T.E.V.T.Aکا کردار مزید بہتر کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ T.E.V.T.Aپر تنقید کرنا اور کہنا کہ یہ بالکل بے کار ادارہ ہے ایسی بات بالکل غلط ہے اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ہم نے اپنے ملک کے اندر ڈویلپمنٹ کرنی ہے اور چھوٹی صنعتوں کو پروان چڑھانا ہے اور اس ملک کے اندر ہم نےcapacity buildingکرنی ہے تو اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم ہنرمند افراد پیدا کریں اور ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ بڑھنی چاہئے۔اس کے اندر میں سمجھتا ہوں کہ T.E.V.T.Aایک ایسا ادارہ ہے جو کہ بہت ہی مثبت کردار ادا کر رہا ہے اور آج سے پہلے میری مراد ہے کہ اس گورنمنٹ سے پہلے جبT.E.V.T.Aوجود میں نہیں تھا مختلف چھوٹے چھوٹے محکمے تھے جن کو یکجا کر کے T.E.V.T.Aکا قیام عمل میں لایا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس میں بہتری کی باتیں کرنی چاہئیں ہمیں اپنی تجاویز دینی چاہئیں لیکن میں اس بات کو بالکل رد کرتا ہوں کہ T.E.V.T.Aاپنا کام صحیح طور ہر انجام نہیں دے رہا۔ ضمنی بجٹ پر جب محترم رانا ثناء اللہ صاحب تقریر کر رہے تھے انہوں نےmiscellaneous headمیں بے شمار باتیں کیں لیکن

میرے خیال میں انہوں نے اس میں یہ نہیں دیکھا کہ کتنے سرکاری ملازمین ایسے تھے جن کی امداد کی گئی جو بیمار تھے ان کا علاوج کروایا گیا۔انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جو پنجاب کی بار کونسلیں ہیں ان کو گرانٹ دی گئی اور یہ نہیں دیکھیں کہ کتنے صحافی جو تھوڑی آمدن والے تھے ان کی مدد کی گئی۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں سمجھتا ہوں کہ تنقید برائے تنقید تو اچھی بات نہیں اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں چاہئے تو انشاء اللہ آپ کو یہ بات ضرور نظر آئے گی کہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کی حکومت نے پنجاب کے اندر جس جس طرح کے کام کئے ہیں پچھلے حکمرانوں نے کبھی اپنے دور اقتدار میں سوچا بھی نہیں تھا۔

جناب سپیکر!لاء اینڈ آرڈر پر ہمارے دوست پولیس پر تنقید کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ٹریژری بنچز بھی مطمئن نہیں ہیں کہ پولیس کی کارکردگی up to the mark ہے لیکن یہاں پر یہ کہنا کہ اگر پولیس اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر رہی تو ان سے تمام کے تمام فنڈز چھین لئے جائیں اور گاڑیاں چھین لی جائیں میرے خیال میں یہ بھی کوئی مناسب بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: بٹ صاحب!پلیز ایک منٹ میں wind up کر لیں۔

انجینئر محمد اشرف بٹ: ٹھیک ہے۔میرا خیال ہے کہ نئی ٹیکنالوجی کے بغیر کسی طرح یہ ممکن نہیں کہ جرائم کے اندر کمی کی جائے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ دفاتر اور عملے کے بغیر پولیس اپنی بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے مثبت تجاویز دینی چاہئیں اور مجھے امید ہے کہ ہمارے وزراء صاحبان، لاء منسٹر اور فنانس ڈیپارٹمنٹ انشاء اللہ اس پر غور کرے گا۔

میری ایک تجویز ہے جیسا کہ ہمارے علم میں ہے کہ کچھ ایسے خاندان ہوتے ہیں جہاں پر بے روزگار بزرگ ہوتے ہیں ان کا کوئی کمانے والا دوسرا نہیں ہوتا میری وزیر خزانہ صاحب سے یہ استدعا اور تجویز ہے کہ ان کے لئے بیت المال سے زیادہ سے زیادہ فنڈز مہیا کئے جائیں۔ بہر حال میں نے ضمنی بجٹ میں اپنی تمام گزارشات پیش کر دی ہیں امید ہے کہ انشاء اللہ کل جو ہم ضمنی بجٹ منظور کریں گے جس پر آج بحث ہو رہی ہے یہ بھی عوام کا ہے اور یہ بہتر ثابت ہو گا۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: ارشد محمود بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ پچھلے سیشن میں صغریٰ امام صاحبہ نے ایک Resolution دیا تھا جس میں یہ تھا کہ این ایف سی ایوارڈ میں چونکہ آبادی کی بنیاد پر پنجاب کو فنڈز دیئے گئے ہیں لہذا ڈسٹرکٹ کو بھی اسی بنیاد پر فنڈز دیئے جائیں وہ کمیٹی میں چلا گیا تھا اس کی دو میٹنگز ہوئی تھیں میری آپ سے درخواست ہے کہ وہ بڑی اہم قرارداد تھی ہاؤس نے اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیا تھا۔ وہ چونکہ پچھلے سیشن تک تھا میری درخواست ہے کہ اس کو بڑھا دیا جائے تاکہ آئندہ کمیٹی میں اس پر discussion ہو سکے اور رپورٹ آ جائے۔

جناب سپیکر: اس کی already extension ہوئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: ٹھیک ہے۔ اگر extension ہوئی ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اگلے سپیکر ہیں جناب محمد وقاص صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: بے دم ہوئے بیمار دوا کیوں نہیں دیتے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: احسان اللہ وقاص صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں جنوبی پنجاب کا تذکرہ میرے فاضل بھائی جاوید صدیقی صاحب بھی کرتے ہیں اور حکومتی بنچز سے بعض اوقات اس کا نام بڑا زور شور سے لیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنوبی پنجاب نام کا کوئی خطہ اس ملک میں موجود نہیں ہے دستور کے مطابق صرف صوبہ پنجاب ہے اور یہ پنجاب کی تقسیم نہ کریں۔ اگر جاوید صدیقی صاحب جنوبی پنجاب، جنوبی پنجاب کریں گے تو یہ غیر آئینی بات ہو گی اور کسی خطے کا آئین کے اندر جنوبی پنجاب کا ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی بات درست ہے۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! اگر جنوبی پنجاب کا آئین کے اندر ذکر نہیں ہے تو قرآن شریف

میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے فرقوں کا پھر فرقوں کو کیوں مانتے ہیں آپ؟

چودھری اصغر علی گجر: ہم تو نہیں مانتے۔۔۔۔

جناب سپیکر: جی، جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میرے پانچ منٹ اب شروع ہوئے ہیں۔

بے دم ہوئے بیمار دوا کیوں نہیں دیتے
تم اچھے مسیحا ہو کہ شفاء کیوں نہیں دیتے
مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے
منصف ہو تو اب حشر اٹھا کیوں نہیں دیتے

اور اگر وزیر خزانہ ہو تو بجٹ بڑھا کیوں نہیں دیتے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے جو بات کرنے کی کوشش کی تھی پچھلے بجٹ میں بھی اگر کسی میرے دوست کی اس سے دل آزاری ہوتی ہے تو میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں کسی کو تکلیف پہنچاؤں یا کوئی ایسی بات کروں کہ جس سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں جہاں کا نمائندہ ہوں یہاں ایوان میں آکر اس علاقے کی جو محرومیاں ہیں جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں، اپنے کانوں سے سنتا ہوں اور اپنے سامنے ہی سارا کچھ ہوتے دیکھتا ہوں میں آکر اگر یہاں بیان نہیں کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ناانصافی کر رہا ہوں تو وہ مناسب نہیں ہوگا۔ میں اس میں تھوڑا سا یہ عرض کرتا ہوں کہ ضمنی بجٹ تو دراصل اس بات کا ہوتا ہے کہ جہاں کچھ کام ہو چکا ہے، مزید کچھ کرنا ہے مزید کچھ دینا ہے یا گورنمنٹ نے دیا ہے تو بعد میں اس سے منظور کروالیا ہمارا تو issue یہ ہے، ہمارا تو سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ضمنی بجٹ سے ہمارے تین ڈویژن کا کوئی تعلق اس لئے نہیں بنتا کہ وہاں پر تو حکومت بیشتر فنڈز allocate کرتی ہے وہ سال ختم ہونے کے بعد استعمال ہی نہیں ہوتا۔ اس کی ایک مثال میں آپ کو 7.5۔ارب روپے کی دیتا ہوں۔7.5۔ارب روپے جو ایشین ڈویلپمنٹ بنک کی وساطت سے حکومت پنجاب کے پاس آئے تھے، چلو وہ حکومت پنجاب کے ہیں۔ اس کو چار سال ہو گئے ہیں۔2002 کے وہ فنڈز آئے ہوئے ہیں، ان کی منظوری ہوئی پڑی ہے، بڑے بڑے اشتہارات بھی حکومت پنجاب نے دیئے ہیں، اس اشتہار میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ "کام

کی رفتار"،پورا مالی سال ختم ہونے کے بعد لکھا ہوا تھا کہ "7۔ارب46کروڑ روپے میں سے صرف 30کروڑ روپے کے ٹھیکے دیئے گئے ہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ گورنمنٹ کو چاہئے کہ پہلے تو جو فنڈ آپ ادھر دے دیتے ہیں، ہمارے ایریا کی طرف دے دیتے ہیں، ملتان، بہاولپور، ڈی۔جی۔ خان ڈویژن کو دے دیتے ہیں تو اس کی implementation کی رفتار بالکل نہ ہونے کے برابر ہے اس کو بہتر کیا جائے۔

جناب سپیکر!اسی طرح میں آپ کو صرف آج ایک چھوٹی سی مثال دوں گا، ڈیپارٹمنٹ کو نہیں دیتا۔ چیف منسٹر صاحب نے ضمنی بجٹ میں ایک ارب63کروڑ روپیہ اداروں کو، سکولوں کو، این۔جی۔اوز کو، عام لوگوں کو، بیماروں اور مریضوں کو دینے میں خرچ کیا ہے۔ ایک ارب 63کروڑ روپے کی یہاں تفصیل آئی ہے۔آپ حیران ہوں گے کہ تقریباً چار سو مدات میں ایک ارب63کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ اس میں سے صرف تین ڈویژن ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان میں سترہ مدات میں دو کروڑ تیس لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔اسی کتاب اور اس کیلکولیٹر سے میں calculate کر کے آیا ہوں۔اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ساڑھے تین کروڑ کی آبادی رکھنے والے تین ڈویژن میں اگر آپ دو کروڑ تیس لاکھ روپیہ خرچ کریں، کتنے پیسوں میں سے، ایک ارب اور 63کروڑ میں سے اور آپ یہ سمجھیں کہ یہ درست ہے، ٹھیک ہے، میں احتجاج نہیں کرتا، بس آپ کے نوٹس میں یہ بات لے آتا ہوں۔ کتاب بھی یہی ہے، کیلکولیٹر بھی یہی ہے، نوٹ بھی میں کر کے آیا ہوں۔اس میں، میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، اس کی بھی تفصیل بتاتے ہوئے کہ دو کروڑ کس طرح خرچ ہوا ہے، دو کروڑ میں سے ایک کروڑ روپے تو آرمی کے ڈنڈے پر خرچ ہوا ہے۔ مثلاً انھوں نے کہا ہے کہ بہاولپور میں آرمی کے لئے ایک ریسٹ ہاؤس ٹائپ کی کوئی جگہ بنی ہوئی ہے اس پر انھوں نے کہا کہ ہم چالیس لاکھ روپیہ خرچ کریں گے۔ پھر آرمی کا کوئی پبلک سکول ہے، اس پر بھی خرچ کرنے کے لئے بھی انھوں نے کہا کہ ہم بیس لاکھ روپیہ خرچ کریں گے۔ اب اسی طرح بہاولپور میں ایک دربار محل ہے جس میں آرمی اتھارٹی رہتی ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ آرمی اتھارٹی کی renovation کے لئے چیف منسٹر صاحب کی طرف سے چالیس لاکھ روپیہ دیا گیا ہے۔ کنٹونمنٹ سکول ملتان کے لئے جو چھاؤنی میں ہے، جس کا بجٹ بھی چھاؤنی والے بناتے ہیں، ڈسٹرکٹ ایجوکیشن سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ پنجاب گورنمنٹ سے ہے، اس کے لئے بھی 40لاکھ روپے دیئے گئے ہیں، آرمی سپیشل ایجوکیشن سکول بہاولپور کے لئے بھی بیس لاکھ روپیہ دیا گیا

ہے،ایک کروڑ روپے تو سیدھا ادھر خرچ ہو جاتا ہے۔اب جنوبی پنجاب میں تین اور بھی مدات ہیں جن میں نوازا گیا ہے۔پچیس لاکھ روپیہ ایک ایم پی اے کے بھائی کے علاج کے لئے دیا گیا ہے، چلو کوئی بات نہیں۔ ہمیں اعتراض نہیں ہے۔اسی طرح ایک لاکھ روپیہ ایک مشیر کے پی۔اے کو خرچے کے لئے دیا گیا ہے، وہ بھی کوئی بات نہیں ہے۔پھر ایک اور کام کیا گیا ہے کہ تین لاکھ روپے اقبال خان خاکوانی جو سابق وزیر ہیں جنھوں نے مسلم لیگ(ن) کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا اور شکست کھا گئے تھے، ہارنے کے بعد وہ بیمار ہو گئے، پھر وزیر اعلیٰ صاحب سے ملے، انھوں نے 2 لاکھ 83 ہزار روپے کا علاج کروایا، وفاداریاں بدلیں، اب مسلم لیگ (ق) میں وہ مشیر بن گئے ہیں۔ اب دیکھیں! ایسے لوگ جو نواب ہیں، جو جاگیر دار ہیں، الحمد للہ کئی مربعے زمین ہے، وہ یہاں پر آ کر اپنی وفاداریاں بدل کر 2 لاکھ 83 ہزار روپے وزیر اعلیٰ سے مل کر بیماری کا علاج کروا رہے ہیں، لکھا ہوا ہے کہ اقبال خان خاکوانی جو کہ اب موجودہ مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب ہیں، دو لاکھ تراسی ہزار روپے سے اپنا علاج کرواتے پھرتے ہیں۔ میں صرف ایک بات کہہ کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ راجہ صاحب کی بیٹی کو راولپنڈی میڈیکل کالج میں ایڈمشن کے لئے۔۔۔(قطع کلامیاں)

یہ راجہ صاحب نہیں اور بھی کئی راجے پنڈی میں رہتے ہیں، راجہ ولایت ہیں تو راجہ ولایت کی بیٹی کو جس کے اتنے نمبر نہیں آئے، سیلف فنانس پر، نالائق بچی کو جس کا کسی میڈیکل کالج میں ایڈمشن نہیں ہو سکتا تھا، جو میرٹ پر نہیں تھی اس کو ساڑھے سات لاکھ روپیہ سے راولپنڈی میڈیکل کالج میں سیلف فنانس کی بنیاد پر داخلہ کروایا گیا، کیا بہتر نہیں تھا کہ دس دس ہزار روپیہ ستر بچیوں کو گرانٹ دے دی جاتی، وہ بچیاں بیچاری اچھا کپڑا پہن لیتیں، کوئی اچھی کتاب پڑھ لیتیں۔

اسی طرح کوئی ایک محترمہ ظل ہما ہیں، دو لاکھ روپیہ ان کو دیئے گئے، مجھے نہیں معلوم کہ وہ ایم پی اے صاحبہ ہیں یا ایک اور بھی مشہور ظل ہما ہیں، ہماری اپنی نور جہاں صاحبہ کی بیٹی ہے، اس کی وضاحت نہیں کی گئی۔اس لئے ایک تو وہ مجھے پتا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: صدیقی صاحب! پلیز! wind up کریں۔

محترمہ ظل ہما عثمان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

محترمہ ظل ہما عثمان: جناب سپیکر! excuse me پلیز! یہ clear کریں۔اتنا پر سنل ہو کر انھوں نے کیوں نام لیا ہے؟ ظل ہما ایم۔پی۔اے ہے، ظل ہما نور جہاں کی بیٹی ہے۔اس کا کیا مطلب ہے؟ ان

کو جرأت کیسے ہوئی کہ یہ ہاؤس میں میرا نام لیں کہ دو لاکھ روپیہ دیا گیا ہے؟

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! انہیں کہیں کہ تمیز سے بات کریں۔ میں ان سے زیادہ بدتمیزی سے بات کر سکتا ہوں۔ اتنا رعب ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی کتاب میں لکھا ہوا ہے، [******] میں نے نام لیا ہے۔ ان کو اتنا گرم ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ تمیز سے بات کریں۔ عزت کریں گی تو عزت کروائیں گی۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! پلیز، پلیز۔۔۔(قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! یہ الفاظ حذف کئے جائیں۔ ان کو یہ غیر پارلیمانی بات نہیں کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ بات جا کر چیف منسٹر صاحب کے منہ پر ماریں۔ اس کو براہ مہربانی! حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ غیر پارلیمانی الفاظ میں حذف کرتا ہوں۔ محترمہ! ظل ہما انھوں نے کہا ہے کہ ایم پی اے بھی ہو سکتی ہیں، ان کے علاوہ کوئی اور بھی اس نام کی بی بی ہو سکتی ہیں۔

وزیر مال ریلیف واشتمال: جناب سپیکر! یہ چھیڑنے کے لئے عمداً ایسا کرتے ہیں۔ پھر بات کو گول کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، صدیقی صاحب! آپ اپنی بات کو ایک منٹ میں wind up کریں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: ایک آدمی کے بچے کو لندن کے انجینئرنگ کالج میں پڑھنے کے لئے بھی چار لاکھ روپے اس مد سے دیئے گئے ہیں۔ بس میں اس کے ساتھ ہی اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ میں آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لیتا۔ میں یہی کہوں گا کہ وہ میری بہن نے ایک بات کی تھی کہ ملتان میں بہت کچھ ہو رہا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جناب سپیکر: جناب محمد وارث کلو!

چودھری زاہد پرویز: پوائنٹ آف آرڈر۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: جی، چودھری زاہد پرویز صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر! یہ ضمنی بجٹ پر بحث ہو رہی ہے، میں اس پر تو اتنا نہیں کہوں گا۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہی آپ سے عرض کروں گا کہ راناثناء اللہ کی تقریر کے دوران جب لاء اینڈ آرڈر کی بات چلی تو سعید اکبر نوانی صاحب نے لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پنجاب میں بہت ہی بہتر بنا کر پیش کیا۔ یہ میرے پاس آج کا ہی ایک اخبار ہے، شاید راجہ صاحب نے پڑھا ہو۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ تشریف رکھیں، پلیز تشریف رکھیں۔ جی، جناب محمد وارث کلو!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں ضمنی بجٹ پر بات کروں لیکن چونکہ یہاں جو ماحول ہے وہ بجٹ پر بات کرنے کی بجائے دو دو لاکھ، تین تین لاکھ، چار چار لاکھ کی بات ہوتی ہے، کبھی دس لاکھ کی بات ہوتی ہے، کبھی گفٹ کی بات ہوتی ہے۔ کبھی good governance کی بات ہوتی ہے۔ جاوید صاحب شعر و شاعری فرما رہے تھے تو مجھے کوئی شعر و شاعری سے اتنا شغف تو نہیں ہے لیکن میں ایک شعر ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ:

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ کوئی ایک دم نہیں ہوتا

یہ جو ہر بات ہمارے ذمہ لگاتے ہیں اور good governance کی بات کرتے ہیں تو میں ان کے یہ گوش گزار کر دوں کہ یہ انہی لوگوں کے لللے تللے ہیں جو آج تک چودہ سال، پندرہ سال انھوں نے کیا ہے اور ملک کا جو حشر کر دیا ہے۔ ہماری قوم کی یادداشت کوئی اتنی بری نہیں ہے۔ آج تک ہمیں یاد ہے کہ 85 سے لے کر 99 تک یہ لوگ کیا کیا حشر کرتے رہے ہیں اور کیا کیا باریاں لیتے رہے ہیں اور آج اس floor پر بیٹھ کر good governance کی بات کرتے ہیں، جمہوریت کی بات کرتے ہیں اور آج یہ میثاق جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو میں شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ کرے کہ انہیں جمہوریت یاد آ جائے اور جمہوریت پر یہ ایمان لے آئیں۔ چلو، کسی نے انہیں جمہوریت کا سبق تو سکھا دیا ہے ناں۔

جناب سپیکر! یہ جو ضمنی بجٹ ہے اس میں ہر سال جو سسٹم ہے اس کے مطابق بجٹ آتا ہے۔ جس طرح اس سال کا بجٹ274۔ارب روپے کا ہے، اسی طرح پچھلا جو بجٹ تھا وہ 224۔ارب روپے کا تھا تو اس وقت پورا تخمینہ نہیں ہوتا۔ یہ سالہا سال سے آ رہا ہے کہ بجٹ کے بعد پھر کچھ چیزوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، پراجیکٹ چل رہے ہوتے ہیں اور ان میں اضافہ کرنا پڑتا ہے اور وہ منظوری اسمبلی سے ہوتی ہے۔اس میں آپ نے دیکھا ہے کہ تعلیم پر پیسے لگے ہیں، زراعت پر لگے ہیں، ہیلتھ پر لگے ہیں۔ ایک ایک چیز پر جتنا 45۔ارب کا یہ ضمنی بجٹ ہے اس میں ہم نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جس میں یہ، یہ کہہ سکیں کہ misappropriation ہوئی ہے یا پیسے غلط لگائے گئے ہیں۔ یہ جو دو دو لاکھ روپے کی بات کرتے ہیں، یہ تو پتا نہیں کہ کہاں سے لے آتے ہیں۔ میں اس میں گوش گزار یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو45۔ارب روپے کا ضمنی بجٹ ہے اس کی ایک ایک figure اس میں لکھی ہوئی ہے اور یہ سارے کا سارا پیسا صحیح جگہ پر لگا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے سارے پراجیکٹس پر، ہر سائیڈ پر محنت شروع کی ہوئی ہے۔ لاء اینڈ آرڈر، صحت اور تعلیم پر جس طریقے سے انھوں نے کام شروع کیا ہوا ہے اس حوالے سے یہ ضمنی بجٹ بہت زیادہ نہیں ہے۔ اپوزیشن کے دوست کہتے ہیں کہ یہ ضمنی بجٹ بہت زیادہ ہے۔ جناب! زیادہ اس لئے ہے کہ اب ترقیاتی منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے محنت کر کے ایک سال میں جو کام شروع کروائے ہیں اگر مزید فنڈز نہ دیئے جاتے تو یہ سارے کام ادھورے رہ جاتے اس لئے یہ ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے جو کہ انھیں آج زیادہ معلوم ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! ابھی سٹیل مل کے حوالے سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کی بات ہو رہی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ خدا کا شکر ہے، آج سپریم کورٹ آزاد ہے اور اس نے ایک آزادانہ فیصلہ دیا ہے۔ ورنہ میں ان لوگوں کو یاد دلاتا ہوں کہ مسلم کمرشل بنک، الائیڈ بنک اور پاور پراجیکٹس بھی عدالتوں میں چیلنج ہوئے تھے لیکن اس وقت سب لوگوں کی آواز دبا دی گئی تھی۔ آج ہماری عدالتیں آزاد ہیں، پریس آزاد ہے اور ہمارے سب میڈیا چینلز آزاد ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ good governance آئے گی اور دن بدن good governance کی صورتحال بہتر ہو رہی ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ مسز نجمی سلیم صاحبہ !

مسز نجمی سلیم: جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اس معزز ایوان میں بجٹ پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس بجٹ کے اندر اقلیتوں کے حوالے سے جو allocation کی گئی ہے اس بابت وزیر خزانہ سے بات کرنا چاہوں گی اور ان سے پوچھنا چاہوں گی کہ انھوں نے اقلیتوں کے حوالے سے بجٹ تقریر میں تو بڑے خوبصورت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ انھیں اپنے بہن بھائی اور بیش قیمت سرمایہ قرار دیا لیکن افسوس کی بات ہے کہ اسی بیش قیمت سرمائے کے لئے انھوں نے بجٹ میں کچھ نہیں رکھا۔ آپ 2005 کے بجٹ کا white paper ملاحظہ فرمائیں اس میں اقلیتوں کے حوالے سے ایک پیسے کی بھی allocation نہیں کی گئی۔ اگر 07-2006 کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ بھی سراسر [********]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! انھوں نے جو 30 کروڑ روپے کی گرانٹ رکھی ہے یہ رقم انھوں نے کس محکمے کے ذریعے خرچ کرنے کو کہا ہے؟ کیونکہ Minority Affairs کا کوئی ایسا محکمہ نہیں ہے جو کہ یہ بجٹ استعمال میں لائے۔ جب محکمہ ہی نہیں ہے تو پھر انھوں نے کس کو یہ بجٹ دیا ہے، اسے کون استعمال کرے گا؟ بظاہر تو اقلیتوں کے لئے ایک اقلیتی وزیر صاحبہ بھی بنا دی گئی ہیں لیکن ابھی تک باقاعدہ وزارت قائم نہیں کی گئی۔ اگر Minority Affairs محکمہ اوقاف کے تحت آتا ہے تو پھر اس محکمہ کے لئے 17 کروڑ 48 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ اقلیتوں کے لئے اس میں بھی ایک پیسا تک نہیں رکھا گیا۔ ہاں انھوں نے 10 لاکھ روپے اقلیتی طالب علموں کے لئے ضرور وقف کئے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں رکھا گیا۔ وزیر خزانہ صاحب نے 29 کروڑ 90 لاکھ روپے رکھے جانے کی غلط بیانی کی ہے۔ گزشتہ بجٹ میں بھی انھوں نے 10 کروڑ روپے کا اعلان کیا تھا لیکن افسوس کی بات ہے کہ عملی طور پر کچھ نہیں کیا گیا۔ جب ان کے اپنے حکومتی ایم پی اے اس بابت گئے تو انھیں بتایا گیا کہ اقلیتوں کے حوالے سے کسی قسم کا کوئی بجٹ محکمہ میں نہیں آیا ہے۔

جناب سپیکر! ہماری اقلیتی community کو بہت سارے مسائل کا سامنا ہے۔ یہاں اوقاف اور زکوٰۃ کے وزراء تشریف فرما ہیں۔ ہسپتالوں میں غریب مسلم مریضوں کو زکوٰۃ کے ذریعے

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

سے مدد مل جاتی ہے لیکن غیر مسلم کے لئے کوئی ایسی مد نہیں ہے جس سے وہ اپنے لئے کوئی مدد حاصل کر سکیں۔یہ کہا جاتا ہے زکوٰۃ میں سے غیر مسلموں کو کوئی رقم نہیں دی جاتی لیکن بیت المال میں سے توان غریب مریضوں کی مدد کی جا سکتی ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر!چونکہ زکوٰۃ اسلام کا اہم رکن ہے۔صرف مسلمان ہی زکوٰۃ دیتے ہیں،انہی پر یہ لازم ہے،فرض ہے اور انھی پر یہ رقم خرچ ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،محترمہ wind up کریں۔

مسز نجمی سلیم: زکوٰۃ کے حوالے سے تو ٹھیک ہے،آپ نے بات کر دی لیکن اس کے alternate جو بیت المال ہے اس میں سے تو ہمارے غیر مسلم غریب مریضوں کی مدد کی جائے۔اس کو فعال کیا جائے تاکہ وقت پر مریضوں کو ادویات مل سکیں اور ان کی مدد ہو سکے۔اس کے ساتھ میں اقلیتی کونسلرز کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی۔جب آپ نے انھیں مساوی ووٹ کا حق دیا ہے۔جب وہ ووٹ لے کر برابری کی سطح پر آتے ہیں تو پھر انھیں اعزازیہ بھی ملنا چاہئے۔انھیں دفتر اور عملہ بھی ملنا چاہئے۔آپ خواتین کو 33 فیصد نشستیں دے رہے ہیں لیکن ہماری اقلیتی خواتین کے لئے مخصوص نشستوں کا بھی اعلان ہونا چاہئے۔اسی طرح ہمارے جو چرچ ہیں ان کی پراپرٹی کا مکمل تحفظ ہونا چاہئے۔میں وزیر قانون سے یہ گزارش کروں گی کہ ہمارے چرچ کی پراپرٹی کی مناسب حفاظت کی جائے کیونکہ کچھ قبضہ گروپس اس پر ناجائز قبضے کئے ہوئے ہیں۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔محترمہ ظل ہما صاحبہ !

محترمہ ظل ہما عثمان: جناب سپیکر!Thank you very much کہ آپ نے مجھے بولنے کا وقت دیا۔آج کی تقاریر ضمنی بجٹ کے حوالے سے تھیں لیکن بڑا افسوس ہے کہ کسی نے بھی ضمنی بجٹ کے حوالے سے proper points نہیں دیئے۔رانا ثناء اللہ صاحب نے اس حوالے سے جتنی باتیں کی ہیں ان سے یہی impact آتا ہے کہ ضمنی بجٹ شاید کوئی عیش و عیاشی کا بجٹ ہے جو حکومت نے مختص کیا ہے۔میں واضح کروں گی کہ ہمارا ضمنی بجٹ ان اخراجات کا تخمینہ ہوتا ہے جو دوران مالی سال حکومت مختلف شعبہ جات کو ضروری زائد وسائل کے لئے مہیا کرتی ہے تاکہ اپنے پراجیکٹس کی ترقیاتی رفتار کو قائم رکھا جا سکے اور جو پراجیکٹس حکومت کر رہی ہے وہ within time مکمل ہو سکیں۔اس کے لئے ضروری وسائل دوران مالی سال حکومت فراہم کرتی ہے اور اس رقم کو ہم ضمنی

بجٹ میں رکھتے ہیں۔یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے کچھ پراجیکٹس، سکیمیں بہت تیزی کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہیں،اپنے وقت سے پہلے مکمل ہو جاتی ہیں لیکنproper planningنہ ہونے کی وجہ سے کچھ پراجیکٹسdelayہوتے ہیں اور وہ رقومات خرچ نہیں کر پاتے جن کوre-appropriateکر کے ہم پھر دوسرے پراجیکٹس جو کہ تیزی سے مکمل ہو رہے ہوتے ہیں ان میںshiftکر دیتے ہیں۔ہم نے ان محکموں کو جو رقومات فراہم کی ہیں اس کا میں ذکر کرنا چاہوں گی۔ محکمہ شاہرات کو06-2005میں اخراجات کی مد میں12۔ارب50کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی تھی۔یہ سب جانتے ہیں کہ 2000میں پنجاب میں40ہزار کلو میٹر کی سڑکیں موجود تھیں۔ہماری حکومت نے 70ہزار کلو میٹر تک ان کو پائیہ تکمیل تک پہنچایا ہے،metal roadsپنجاب میں موجود ہیں۔ان کی تعمیر کے لئے نہایت تیزی سے کام جاری ہے جس کے لئے06-2005میں 24۔ارب 34کروڑ روپے کے اخراجات کا امکان ہے جس کے لئے12۔ارب روپے کی اضافی رقم اس شعبے کو ضمنی بجٹ کےthroughمہیا کی گئی ہے۔اب میں شعبہ آبپاشی کے متعلق بات کروں گی ہم مانتے ہیں کہ 70فیصد آبادی دیہاتوں میں ہے یہاں پر یہ کہا گیا کہ اسےignoreکیا گیا ہے۔ ہمیں پتا ہے کہ پنجاب میں29325میل طویل نہری نظام ہے،13بیراج ہیں،5لاکھ نجی ٹیوب ویلز لگے ہوئے ہیں،1500سرکاری ٹیوب ویلز ہیں اور آبپاشی کا ایک اچھا نظام آپ کے پاس ہے لیکن اس کو stableکرنے کے لئے حکومت نے اخراجات کی مد میں6۔ارب98کروڑ50لاکھ کی رقم مختص کی تھی لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ رقم کم ہے جسے بڑھا کر9۔ارب56کروڑ7لاکھ 14ہزار روپے کرنے کا امکان ہے جسے ضمنی بجٹ میں مختص کیا گیا تھا۔

جناب والا!اس کے علاوہ جنگلی حیات کی حفاظت اور کنٹرول کے لئے7کروڑ39لاکھ روپیہ مہیا کیا گیا تھا۔وزیر اعلیٰ پنجاب سمجھتے ہیں کہ ہمارے جو new plans آرہے ہیں ان کے لئے یہ رقم کم ہے۔اس پر 13کروڑ 43لاکھ روپیہ خرچ ہونے کا امکان ہے اس لئے اس پر6کروڑ روپے کا اضافی بجٹ مختص کیا گیا۔

جناب سپیکر!بجٹ2005میں سستے مکانات کے شعبہ کے لئے کوئی رقم مہیا نہیں کی گئی تھی لیکن ضروریات کے پیش نظر دوران سال اس شعبہ کے لئے ایک ارب95کروڑ روپیہ کی خطیر رقم مہیا کر رہے ہیں تاکہ عوام الناس کو سستے مکانات فراہم کئے جا سکیں۔ شعبہ صحت کے لئے اخراجات کے لئے ایک ارب77کروڑ کی رقم مختص کی گئی لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ equipment

کے لئے ہمیں مزید رقم کی ضرورت ہے جس کے لئے اس مد میں 2۔ارب 29 کروڑ روپیہ اس ضمنی بجٹ میں فراہم کیا گیا۔

جناب والا!لوکل گورنمنٹ اور دیہات کی ترقی کے لئے یہاں بار بار یہ mention کیا گیا کہ دیہاتوں میں آبادی بستی ہے اور ایگریکلچر کو ignore کیا جارہا ہے۔ بالکل ایسی کوئی بات نہیں ہم focused ہیں کہ ہمارے ملک میں زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ریونیو کے اخراجات میں اس شعبہ میں ایک ارب 20 لاکھ کی رقم مختص کی گئی تھی لیکن اس میں ترقیاتی منصوبہ جات کی ضروریات کے پیش نظر 4۔ارب روپے کی اضافی رقم مہیا کی جارہی ہے جو کہ اس میں mention کی گئی ہے۔

ٹورازم جو کہ ایک اہم صنعت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے 06-2005 کے شروع میں 5 کروڑ 22 لاکھ روپے کی رقم فراہم کی گئی تھی۔ حکومت سمجھتی ہے کہ ہمیں اسے improve کرنا ہے اور نئے پراجیکٹس کے لئے اس کو increase کرنا ہے جس کے لئے 19 کروڑ 80 لاکھ روپے کی مزید رقم اس ضمنی بجٹ میں فراہم کی گئی ہے۔ خوراک سڑکیں اور زکوٰۃ و عشر کے محکمہ جات کے لئے ریونیو اخراجات کی مد میں بجٹ میں کوئی رقم فراہم نہیں کی گئی۔ ہم یہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان محکمہ جات کی ضروریات کا دائرہ بڑھتا جارہا ہے جس کے لئے خوراک کو 9 کروڑ 66 لاکھ 35 ہزار روپے کی اضافی رقم ضمنی بجٹ میں مہیا کی گئی ہے۔ محکمہ شاہرات کو 7 کروڑ 20 لاکھ 54 ہزار کی اضافی رقم ضمنی بجٹ میں فراہم کی گئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ!wind up کرلیں۔

محترمہ ظل ہما عثمان: Ok. محکمہ زکوٰۃ و عشر کو 15 کروڑ 50 لاکھ روپیہ فراہم کیا گیا ہے تاکہ غریب عوام کی فلاح بہبود کے لئے ان کو رقومات فراہم کی جاسکیں۔ میرے لئے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ میں چودھری پرویز الہیٰ صاحب کے 2020 کا وژن، اس بجٹ اور ضمنی بجٹ کی خصوصیات آپ کے سامنے گنوارہی ہوں۔ ہمارے لئے یہ انتہائی فخر کی بات ہے۔ ہمارے قائد کا خواب "پڑھا لکھا پنجاب" وہ 2020 کا وژن انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی سے اپنی منازل طے کرتا ہوا اپنے مدارج کو اپنے مقاصد کو پہنچے گا اور وہ دن ضرور آئے گا۔ آج جو پنجاب میں 3 کروڑ 80 لاکھ بندے اپنی بنیادی تعلیم کی سہولت نہیں رکھتے یعنی پنجاب کی 3 کروڑ 80 لاکھ عوام سرے سے ان پڑھ اور جاہل ہے۔ ہمارے اس "پڑھے لکھے پنجاب" کے نعرے سے آنے والے کل میں یہ ratio کم ہو کر 2020 میں

پنجاب میں سو فیصد آبادی پڑھی لکھی ہو گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!ہم B.H.Us اور R.H.Cs کو improve کر رہے ہیں انشاء اللہ آنے والے کل میں کوئی ماں بچے کی پیدائش کے دوران نہیں مرے گی اور اس وقت جو ہمارا maternity death rate 80 percent تک ہے وہ decrease ہو کر 10 percent یا zero percent تک پہنچ جائے گا اور انشاء اللہ ہم 2020 میں یہ سارے گول ضرور achieve کریں گے۔بہت، مہربانی بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔چودھری اصغر علی گجر صاحب!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ محترم جاوید صدیقی صاحب نے جو گفتگو کی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: میری گزارش ہے کہ دو دن کے لئے ان کا اسمبلی میں داخلہ بند کیا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! ضمنی بجٹ پر بہت ساری باتیں ہو چکی ہیں۔کچھ دوستوں نے facts and figures اور کچھ دوستوں نے اپنی ضروریات کے مطابق باتیں کیں۔میں صرف ایک گزارش کروں گا چونکہ جب سے ہم ایم پی اے بن کر اس ایوان کے اندر آئے ہیں ہم نے آپ کی وساطت سے بہت فائدے اٹھائے ہیں۔ہم نے صرف سپیکر کی وساطت سے فائدے اٹھائے ہیں۔ہم نے اپنے حلقے کے اندر بات کی تو ہمیں آبیانے میں رعایت ملی۔جناب سپیکر کی وجہ سے انھوں نے ایک کمیٹی مقرر کی اور خوشاب سے لے کر لیہ تک بلکہ کوٹ ادو تک ہمیں یہ رعایت ملی۔

جناب سپیکر! آج میں صرف یہ بات کروں گا۔میں جناب کی وساطت سے جناب نون صاحب اور راجہ صاحب سے بھی گزارش کروں گا میری بات سنیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر!میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ میں دو سیٹوں سے الیکشن لڑکر آیا ہوں اور اللہ کی مہربانی سے دونوں سے کامیاب ہو کر یہاں پہنچا ہوں میں پنجاب کا ایم پی اے ہوں۔یہاں پر جو لوگ دو سیٹوں سے کامیاب ہو کر آئے ہیں ان میں کوئی وزیر اعلیٰ بنے، کوئی وزیر بنے یہ ان کو مبارک ہو۔اگر میں کچھ نہیں بنا تو میں ایم پی اے تو ہوں۔میں جنوبی پنجاب کی بات نہیں کرتا کیونکہ یہاں پابندی ہے۔میں اس علاقے کا رہنے والا ہوں پنجاب کے اندر میرا ضلع لیہ ہے اور لیہ کے اندر چوبارہ میرا حلقہ ہے۔آپ نے چوبارہ دیکھا ہوا ہے کسی زمانے میں آپ ایک سڑک کا افتتاح کرنے گئے تھے وہ ریگستان کا علاقہ ہے۔وہاں غربت کا یہ عالم ہے کہ آج بھی لوگ جھاڑیوں کے مکان بنا کر رہتے ہیں۔یعنی جھاڑیاں کاٹ کر مکان بناتے ہیں اور ان کے اندر رہتے ہیں۔وہ اتنے غریب لوگ ہیں کہ ان کے رہنے کا جو سٹائل ہے وہاں پردے کے لئے کوئی چار دیواریاں نہیں ہوتیں۔کھانے کے اندر وہ صرف روٹی پکاتے ہیں ان کے پاس سالن نہیں ہوتا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہاں پر درجہ چہارم کی کوئی سیٹ آئے کیونکہ وہاں سیکرٹری یا ڈپٹی سیکرٹری کی سیٹ تو آنی نہیں ہے۔اگر درجہ چہارم کی سیٹ آئے تو مجھے نہ ملے۔میں کہتا ہوں کہ مجھے نہ دو چونکہ میں تو آپ کا ممبر بھی نہیں ہوں۔میرا تو آپ کے پنجاب سے تعلق بھی نہیں ہے۔میں آپ کا کوئی اچھا شہری بھی نہیں ہوں گا۔چلو کوئی بات نہیں ہے لیکن وہاں کے لوگوں کا تو حق ہے۔آپ راجہ صاحب کی سفارش سے دیں، وزیر خزانہ صاحب کی سفارش سے دیں اور چودھری صاحب نہیں ہیں وہ ناراض ہوتے ہیں، قاسم نون صاحب بھی ناراض ہوتے ہیں۔آپ ان کی سفارش پر میرے حلقے کے لوگوں کو، میری تحصیل کے لوگوں کو ضرور سیٹ دیں۔

جناب سپیکر!ساڑھے تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ہو گیا آپ ان سے پوچھ لیں کہ چلو میری ہمدردی یا ان لوگوں کی ہمدردی کے لئے کہ آج تک وہاں پر درجہ چہارم کے جتنے لوگ رکھے گئے ہیں وہ میرے حلقے سے ہیں، میری تحصیل سے ہیں، ضلع سے اور نہ ہی میری ڈویژن سے ہیں۔ میں بڑی آہستہ بات کروں گا تاکہ کوئی محسوس نہ کرے یہ ظلم نہیں تو پھر کیا ہے؟ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ راجہ صاحب سے فرمادیں کہ یہ ایوان میں نہ بتائیں مجھے ہی بتادیں کہ واقعی ایسا ہوا ہے؟اگر ایسا ہوا ہے تو اس کی تصحیح کر دیں۔جناب!اتنی بات ضرور کروادیں۔بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔شیخ علاؤالدین صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کم از کم میں اس لحاظ سے اصغر گجر صاحب کا ضرور شکریہ ادا کروں گا جس لحاظ سے انھوں نے بات کی ہے اور اپنا point of view express کیا ہے میں اس کے لئے ان کی تعریف بھی کروں گا۔ ہمارے یہاں بیٹھنے کا اصل مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ ہم اپنا پوائنٹ رجسٹرڈ کروا سکیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ پورے پنجاب میں ایک طویل عرصے سے بھرتیوں پر پابندی چلی آ رہی تھی۔ موجودہ حکومت نے یہ فیصلہ کیا پھر میرے دوست بات کو اس طرح لیتے ہیں کہ حقیقتاً یہ پہلی بار ہوا ہے کہ عوام کو نوکریاں دینے کے لئے بھرتیوں پر پابندی اٹھائی گئی ہے۔ پورا معزز ایوان اس بات کا گواہ ہے اور میں دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج تک جتنی بھی بھرتیاں ہوئی ہیں ماسوائے ایک سے چار یا پانچ گریڈ تک وہ ہم اپنے ایم پی ایز صاحبان سے consultation کے ساتھ کر رہے ہیں باقی سو فیصد میرٹ پر ہو رہی ہیں۔ ہم نے یہ consultation بھی اس لئے رکھی ہے کہ جس بات کی آپ نے نشاندہی کی ہے کہ آپ کے حلقے میں اگر کوئی سیٹ خالی ہے تو ہم ایم پی ایز سے مشورہ کر کے وہ اسی حلقے کے کسی آدمی کو دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح آپ نے فرمایا ہے کہ چوبارہ میں اگر آپ کی کوئی یونین کونسل (الف) ہے۔ اب اس یونین کونسل (الف) میں اگر کوئی پنڈی سے بندہ چلا جائے گا تو کبھی وہاں پر کام نہیں کرے گا۔ وہاں پر وہی بندہ کام کرے گا جو آپ کی اس یونین کونسل کا رہنے والا ہو گا تو میں اس تاثر کو بھی زائل کرنا چاہتا تھا پریس میں بھی آتا ہے کہ ایم پی ایز سے consult کیا جاتا ہے۔ Consult اس حوالے سے کیا جا رہا ہے تاکہ ہم ان لوگوں سے اس بات کی نشاندہی کروائیں کہ انہی علاقوں کے اسی گاؤں کے، اب اگر کسی گاؤں میں ہائی سکول ہے یا پرائمری سکول ہے وہاں پر کوئی درجہ چہارم کی اسامی ہے تو جب تک اسی گاؤں کا کوئی چوکیدار نہیں ہو گا باہر سے جا کر کسی نے چوکیداری نہیں کرنی۔ میں آپ کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں جہاں ہم باقی ایم پی ایز کے ساتھ اس سلسلے میں consultation کر رہے ہیں آپ سے بھی consultation کریں گے اور آپ کے ضلع لیہ میں ضلع لیہ کے لوگ ہی appoint ہوں گے باہر سے وہاں پر کوئی appoint نہیں ہو گا۔ درجہ ایک سے لے کر چار تک باہر سے کوئی appoint نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: شکریہ

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا!یہ بات آپ کی درست ہےاور میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔یہ بات بھی درست ہے کہ اس سے پہلے جو پولیس میں بھرتیاں ہوئی ہیں وہ میرٹ پر ہوئی ہیں کم از کم میرے لیہ کے اندر تو میرٹ پر ہوئی ہیں۔ میں یہ بات کر رہا ہوں کہ آج سے ساڑھے تین سال پہلے وہاں پر درجہ چہارم کے ملازم رکھے گئے ہیں۔اب بھی وہ کام کر رہے ہیں لیکن وہ میرے حلقے سے ہیں اور نہ ہی میرے ضلع سے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں تو اب کی بات کرتا ہوں۔اب ہم نے ریکروٹمنٹ پالیسی دی ہے جس میںconsultationکی بات ہے۔ میں آپ سےconsultکروں گااور آپ کے حلقے کے لوگوں کو ہی تعینات کیا جائے گا۔

وزیر تعلیم: جناب والا!اس دوران کوئی بھرتی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: عمران صاحب!یہ محکمہ تعلیم کی بات نہیں ہو رہی تمام محکمہ جات کی بات ہو رہی ہے۔ شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے بھائی رانا ثناء اللہ صاحب نے آج کچھ نکات اٹھائے ہیں جن کا میں مختصراً جواب دوں گا کیونکہ وقت بھی نہیں ہے۔انہوں نے بار بار اپنی تقریر میں اشتہارات کی مد میں اخراجات کا ذکر کیا ہے۔آپ اس کی اگر تفصیل دیکھ لیں تو محکمہ صحت اور تعلیم کے شعبے میں ہی زیادہ خرچ کیا گیا ہے اور لوگوں کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے سے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ پولیو کے قطرے پلانے کے لئے اپنے بچوں کو لائیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر حکومت لوگوں کو یہ اطلاع نہ دے تو اور کون سا طریقہ ہے کہ جس سے لوگوں تک یہ بات پہنچائی جائے اور بچوں تک پولیو کے قطرے پہنچائے جائیں۔اس کے بعد کسانوں کے لئے جو ایجوکیشن پروگرام دیئے گئے ہیں اس پر خرچہ ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ اس خرچے کے بغیر کوئی گزارہ نہیں تھا۔ تعلیم کے سیکٹر میں بار بار لوگوں کوmotivateکیا گیا ہے کہ وہ بچوں کو لائیں اور اس کے لئے بھی میڈیا کا سہارا لینا پڑا ہے۔ان تمام خرچوں کو اسمبلی کےfloorپرexploitکرنے کی میرے خیال میں کوئی ضرورت نہیں تھی۔پولیس پر جو تنقید کی گئی ہے وہ بے جا ہے۔ایک محدود بات کی جا رہی ہے جس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ ساڑھے تین سو سے چار سو پولیس پوسٹیں

قائم کی گئی ہیں جن میں ہر پولیس پوسٹ کاcovered areaچھ ہزار مربع فٹ ہے۔اب اس پر خرچہ ہونالازمی ہے۔اب پولیس کے خرچے کی بات تو کی جارہی ہے لیکن اس کوappreciate نہیں کیا گیا کہ جو اسلحہ اس وقت بدلا گیا ہے یعنی ان تین سالوں میں بدلا گیا ہے وہ جنگ عظیم کے بعد پہلی دفعہ اس قسم کا اسلحہ پولیس کو دیا گیا ہے کہ وہ ڈکیتوں ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ میں اپنے محترم بھائی کو آج یہ بھی ایک اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ 1992 کے بعد پنجاب حکومت کو کوئی چیزexemptionپر نہیں ملی۔اس کا مقصد یہ ہوا کہ جس چیز کی قیمت 25لاکھ روپے تھی وہ پنجاب حکومت کو سوا کروڑ روپے میں پڑ رہی ہے اور آج بھی پنجاب حکومت کو کہیں بھی اور کسی سیکٹر میں کوئیexemptionنہیں ہے۔یہ بات میں ثابت بھی کر سکتا ہوں محترم راناثناء اللہ خان کے پاس اس کا کوئی جواب ہو تو مجھے ابھی بتائیں۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی چیز پر بھی کوئیexemptionنہیں ہے۔ہماری پنجاب حکومت جو بھی کوئی چیز خرید رہی ہے فیڈرل گورنمنٹ کو پوری ڈیوٹی دے کر لائی جارہی ہیں۔ تحفوں کا بھی بار بار کہا گیا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر تحفے دیئے جاتے ہیں تو تحفے لئے بھی جاتے ہیں اور جتنے تحفے لئے جاتے ہیں وہ حکومت کی اپنی پراپرٹی ہوتی ہے۔ خود ان کی حکومت میں بہت بڑے بڑے تحفے انہی لوگوں سے لئے گئے جن کی قیمت کروڑوں روپے بنتی تھی وہ تحفے آج بھی ان کے پاس ہیں اور اس بات کا ان کو بھی پتا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔اس کے علاوہ حضور نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان مسلمانوں کے لئے ہے کہ آپس میں تحفے لیا کرو اور تحفے دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔اس لئے تحفے دینے میں کیا حرج ہے کیا ہم اپنی ذاتی زندگی میں تحفے نہیں دیتے؟ پھر یہ تو ان لوگوں کو تحفے دیئے جاتے ہیں جن سے ہمارا ایک تعلق ہے جن سے ہمارے ملک کا ایک تعلق ہے اور خود ان کی حکومت نے بھی ان کو تحفے دیئے ہیں۔ گاڑیوں کا بھی بار بار ذکر کیا گیا ہے میں آج اس معزز ایوان کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ کوئی گاڑی250 فیصد ڈیوٹی سے کم پر امپورٹ نہیں کی گئی۔250 فیصد ڈیوٹی دینے کے بعد ہر گاڑی کی قیمت کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے۔وہ قیمت پنجاب حکومت نے فیڈرل گورنمنٹ کو ادا کی۔ فیڈرل گورنمنٹ بھی اسی ملک کا حصہ ہے، ہماری ہی حکومت ہے۔ وہ پیسا ہمیں قانونی طور پر دینا پڑتا ہے اس لئے اس کو بھی بار بار یہاں پر اچھالا نہ جائے وہ پیسا یہیں پر دیا گیا ہے۔ ہمارے جنوبی پنجاب کی طرف سے ایک بھائی ہیں جو بار بار یہ بات کرتے ہیں کہ جناب ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا قرضہ ہے۔ میں یہ بات بار بار سننے کے بعد یہ عرض کرتا ہوں کہ کوئی بھی قرضہ collateral کے

بغیر نہیں ہوتا collateral اور گارنٹی پنجاب حکومت کی ہے اس لئے وہ پیسا پنجاب حکومت کا ہے اور پنجاب حکومت نے ہی وہ پیسا واپس کرنا ہے۔ یہ پیسا کسی کا نہیں ہے نہ ہی یہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا ہے اور نہ ہی ورلڈ بنک کا ہے۔ جس کا collateral ہے جس کی سکیورٹی ہے جس کی گارنٹی ہے پیسا اس کا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ پنجاب کے وسائل کو سندھ کے account میں count کیا جا رہا ہے۔ اس کے لئے چاہے، ٹریژری بنچز ہوں، چاہے اپوزیشن بنچز ہوں۔ یہ واقعی ایک المیہ ہے کہ پنجاب کے وسائل کو پنجاب کے ٹیکسوں کو سندھ کے اکاؤنٹ میں count کیا جاتا ہے۔ میں یہاں پر ایک چھوٹی سی مثال دوں گا کہ جتنی کرنسی export ہوتی ہے پنجاب کا اس میں سے 80 فیصد حصہ ہوتا ہے۔ باہر سے ہمارا مزدور، ہمارے بھائی جو کرنسی کما کر لاتے ہیں وہ پنجاب ایکسپورٹ کرتا ہے لیکن آپ لوگ سن کر یہ حیران ہوں گے کہ وہ کرنسی یہاں سے پہلے کراچی جاتی ہے کراچی جا کر سٹیٹ بنک کا صرف ایک بوتھ ہے جہاں پر وہ seal ہوتی ہے۔ وہاں سے وہ کرنسی پھر fly ہوتی ہے اور وہ سندھ کے اکاؤنٹ میں جاتی ہے۔ اسی طرح سندھ جو یہ claim کرتا ہے کہ میرا ریونیو زیادہ ہے میں آج بھی ثابت کر سکتا ہوں کہ پنجاب کا ریونیو میں حصہ 62 فیصد ہے۔ یہ ہمارا حصہ ہے جس کو سندھ wrongly claim کرتا ہے اس پر حکومتی بنچوں اور اپوزیشن بنچوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ اس کا کوئی حل نکالا جائے۔

دوسری طرف کسان کی بات کی جاتی ہے اور ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہماری گندم مہنگی ہو گئی اور آٹا مہنگا ہو گیا۔ اگر ہم آٹا مہنگا کرتے ہیں کہ کسان کو کچھ نہیں ملتا تو پھر شور مچایا جاتا ہے۔ اب سو فیصد سبسڈی آپ کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم کر سکتے ہیں۔ جب ہم وہ پیسا نکال کر دیتے ہیں تو کچھ نہ کچھ مہنگائی تو ہو گی۔ لیکن اس کو exploit کرنا کہ ہماری حکومت نے آٹا مہنگا کر دیا۔ چینی مہنگی کر دی۔ چینی کی حد تک بات ٹھیک ہے اس میں ایک اور کام ہوا ہے لیکن گنے کی قیمت بھی اگر زیادہ نہ دی جائے تو پھر آپ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ ہم کدھر جائیں۔ زراعت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس پر بہت خرچہ کیا گیا ہے لیکن جو گاڑیوں کا ذکر ہوا ہے اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ مینگو ریسرچ فارم کے لئے لی گئی ہیں اور مینگو کی ایکسپورٹ اس وقت ملک کے لئے بہت ضروری ہے۔ کتنی قیمت مل رہی ہے اس کا بھی آپ کو اندازہ ہونا چاہئے اس لئے اس پر بھی کسی قسم کی بات نہیں ہونی چاہئے تھی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ ایگریکلچر پر ریسرچ کے لئے گاڑیوں کی بے پناہ ضرورت ہے۔

سٹیل مل پر واقعی بہت بڑا کام ہوا ہے سپریم کورٹ نے ایک تاریخی فیصلہ دیا ہے اور اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے لیکن میں یہ بات پوچھتا ہوں کہ جب آئی پی پی کے معاہدے ہوئے تھے تو 7 سینٹ فی یونٹ کا سودا کس نے کیا تھا؟ اسی وقت بنگلہ دیش نے 2.65 ٹکے کے اندر جو یونٹ خریدا تھا وہ ہم نے 7 سینٹ میں خریدا۔ وہ حکومت کس کی تھی جس نے واپڈا کا بیڑا غرق کیا؟ اس کے بعد واپڈا آج تک اٹھ ہی نہیں سکا۔ وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے ایم سی بی کو کوڑیوں میں بیچا تھا اور ایم سی بی کو کوڑیوں میں بیچنے کے بعد اس کی قیمت بھی قسطوں میں لی تھی۔ ہاں یہ بات آپ کی صحیح ہے کہ ہمیں سادگی پر توجہ دینی چاہئے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمیں 50 فیصد across the board سادگی کی طرف جانا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہمیں سوچنا چاہئے کہ جتنے بھی اب ہمارے فیصلے ہیں اس میں سپریم کورٹ کا یہ مایہ ناز فیصلہ اس کے اندر یہ بھی انہوں نے کہا ہے لیکن اس کی gist بھی یہی ہے کہ سی سی آئی پر ہمیں توجہ دینی چاہئے کہ پنجاب اس پر اپنا interest show کرے اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا چیف منسٹر اتنا vision رکھتا ہے کہ جب میٹنگ ہو گی تو انشاء اللہ سٹیل مل اور اس کے ساتھ ساتھ پچھلے دور میں بھی جو گڑبڑ ہوئی ہے انشاء اللہ اس کو take up کیا جائے گا اور بہتری ہو گی۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ شیخ اعجاز احمد صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! لسٹ پر میرا نام پہلے تھا لیکن مجھے تقریر کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کا نام میرے پاس دوسرے نمبر پر ہے اور یہ tick ہوا ہوا ہے۔ جب آپ کا نام بولا گیا ہے شاید اس وقت آپ نہیں تھیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ! تشریف رکھیں۔ آپ کو موقع دیتے ہیں۔ جی، شیخ اعجاز احمد صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنی supplementary budget speech سے پہلے آپ سے گزارش کروں گا کہ ڈاکٹر صاحبہ ہماری بڑی اہم ممبر ہیں تو میری تقریر کے بعد ان کو موقع دے دیا جائے۔

جناب سپیکر! آج ہم جس supplementary budget پر بحث کرنے جا رہے ہیں اس میں مجھ سے قبل مقررین نے اپنے اظہار خیال کے دوران ان areas کو touch کیا جن

میںsupplementary budgetکے لئےdemandکی گئی اور گورنمنٹ نے وہ رقوم مختص کیں۔پورا ایوان اس بات کا گواہ ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ supplementary budgetجو ہوتا ہے جیسے انہوں نے2005-06 میں جو اخراجات کئے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ جو ضروری اخراجات کر بیٹھے ہیں اس کے بعد5/10 فیصد کی جو رقومات تھیں اس کیenhancementکے لئے اگر یہsupplementary budgetپیش کرتے اور اپنی demandsیہاں پر رکھتے تو ہم سمجھتے کہ حکومت پنجابgood governanceکے لئے کوشاں ہے اور اگر ہم یہاں پر یہ بات کہتے ہیں اور ہمارا استدلال یہ ہے کہ موجودہ حکومت پنجاب نے پچھلے سال میں کی گئی عیاشیوں اور بے راہ روی پر مبنی معاملات، جو فضول خرچیاں کیں اور صوبہ پنجاب کے پسے ہوئے کسان اور مظلوم عوام پر جو ظلم کیا اس میں اضافے کے لئے یہ مزید تقاضا کر رہے ہیں۔ مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ انہوں نے کھلے بندوں عیاشیاں کیں اور رقومات کو مال مفت دل بے رحم کی طرح خرچ کیا۔اس میں یہ مزید تقاضا کر رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے اس عمل سے صوبہ پنجاب کا مظلوم اور پسا ہوا کسان، مزدور اور عام شہری جو دو وقت کی روٹی کو ترس رہا ہے، جس کو میٹھا پانی دستیاب نہیں ہے، جس کو نوکری نہیں مل رہی، نوجوان street crimeمیں الجھے ہوئے ہیں۔یہ انہی حکمرانوں کی عیاشیوں کی وجہ سے ہے۔ مجھے یوں لگ رہا ہے کہ صوبہ پنجاب کے عوام اور پسے ہوئے لوگ موجودہ حکمرانوں کے اس طرز عمل پر گویا پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ:

چلو آؤ زمیں کھودیں اور اس میں اپنے دل بو دیں
کریں آباد اس کو آرزؤں کے پسینے سے
کہ اس بے رنگ جینے سے نہ تم خوش ہو نہ میں خوش ہوں

جناب سپیکر!آپ اندازہ کریں کہ supplementary budgetمیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ضروری معاملات ہاؤس میں لے کر آتے اور in case of emergency or short fallکا تقاضا کیا جاتا لیکن آپ ملاحظہ فرمائیں کہ صرف پولیس کی مد میں انہوں نے جو رقومات مانگی ہیں اگر آپ وہitem wiseدیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیا گل کھلانے جا رہے ہیں۔45۔ارب روپے کا ایک بہت بڑے حجم والاsupplementary budgetاس ہاؤس سے پاس کروانے کی باتیں کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر! آپ ملاحظہ فرمائیں۔یہ page No. 60اوراس کا آئٹم نمبر33، Funds for Transport, Food, for Hired Vehicles during Local Bodies Elections 2005.اس میں انہوں نے30لاکھ کیdemandکی کہ ہمیں30لاکھ روپیہ مزید دے دیا جائے۔اس کے بعد آپ آئٹم نمبر34پر دیکھیں۔
Funds for Emergent Repairs of Transport, Food Pole for Hired Vehicles during Local Bodies Elections 2005, Phase II.

جناب سپیکر!اس میں 4 کروڑ22لاکھ32 ہزار روپیہdemandکی گئی ہے۔آپ دیکھیں کہ 33 نمبر پر یہ 30لاکھ روپےdemandکرتے ہیں اور اس کے فوری بعد 34 نمبر پرانہوں نے جو گاڑیاں لی تھیں اور ہمارے ساتھیوں کو الیکشن ہروانے کے لئے پولیس کو انہوں نے وسائل مہیا کئے اس میں سے وہ گاڑیاں فوری طور پر خراب ہو جاتی ہیں اور یہ 4کروڑ22لاکھ اور32 ہزار روپیہ Phase-IIمیں اور مانگ رہے ہیں اور اس کے علاوہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا ٹائم مزید ایک گھنٹہextend کیا جاتا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!یہ Page No. 63ہے۔ وزیر خزانہ اس پر ذرا اپنی توجہ مبذول کریں۔یہ Item No. 53. Funds for Staff and Purchase of Machinery and Equipments for Security of G.O.R1,2,3.ہے۔اس میں2کروڑ99لاکھ 52ہزار روپیہG.O.Rمیں بسنے والی آسمانی مخلوق کے لئے یہ رقم مزید مانگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر!ایک طرف تو صوبہ کے اندر عالم یہ ہے کہ آج ہماری معزز ممبر کنول نسیم صاحبہ نے اپنیPrivilege Motionمیں کہا ہے کہ میرے علاقے میں بسنے والی درزن جو مشین کا پہیا چلا کر سیٹیوں کے لئے جہیز اکٹھا کر رہی ہے عشروز کوۃ ڈیپارٹمنٹ کے پاس اسے دینے کے لئے 5 ہزار روپے نہیں ہیں اور ملک کی اشرافیہ G.O.R 1,2,3میں بسنے والے لوگوں کے لئے یہ کروڑوں روپیہdemand کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب!ایک منٹ میںwind upکر لیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!میری گزارش یہ ہے کہ میں انتہائیrelevantہوں اور میں نے facts and figuresکے حوالے سے بات کی ہے اور آج آپ یہاں پر تشریف فرما نہیں تھے اس وقت یہاں پر جو ماحول پیدا ہوا اور یہاں پر یہ بات کی گئی کہ پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے اور آج بھی یہی ہو

رہا ہے اور آئندہ بھی یہی ہونا چاہئے اور ہوتا رہے گا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس صوبہ پنجاب کی عوام کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے کہ اگر دو بندے غلط کرتے ہیں تو آپ تیسرے بندے کو اس کا مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے اور آج یہاں پر جو باتیں کی گئیں اور میں ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں کہ موجودہ حکمرانوں کے [*******] وجہ سے جو یہ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! یہ الفاظ پہلے بھی کارروائی میں رہے ہیں۔آپ نے حذف کر دیئے۔[**]

جناب سپیکر: پہلے والے الفاظ بھی حذف ہو گئے اور یہ والے بھی ہو گئے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!آپ ملاحظہ فرمائیں کہ Purchase of Night Vision Goggles. یہ عینکیں 2 کروڑ 25 لاکھ روپے کی خرید نے جا رہے ہیں۔

وزیر قانون پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں نے اس وقت بھی بات کی تھی اور اب اس بات کو دہرانا چاہتا ہوں کہ جو ہمارے بھائی facts and figures کے حوالے سے بات کرتے ہیں، kindly وہ facts کو destroy مت کریں۔ پہلے بھی یہی ہوا ہے اور اب پھر دوبارہ اس بات پر میں اعتراض کرتا ہوں اور آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ میرے بھائی نے کہا تھا کہ demand No. 33 میں جو 30 لاکھ روپیہ دیا گیا ہے اور 34 میں 42 لاکھ روپیہ مانگا گیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جی، ایک دفعہ مانگے گئے، پھر اوپر سے گاڑیاں ٹوٹ گئیں اور ان کی repair کے لئے، اگر یہ پورا پڑھ دیتے تو اس معزز ایوان میں اور پریس کے لئے کوئی confusion نہ ہوتا۔ صرف حقائق کو چھپا کر ایک confusion پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ آپ ذرا سن لیں میں پورا پڑھ دیتا ہوں۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں، demand No.33 ہے۔

Funds for Transport, Food, Pol for Hired Vehicles etc. during Local Bodies Elections 2005.

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

(اذان عشاء)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ یہ دوdemands ہیں اور دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک فیزI کی ہے اور دوسری فیزII کی ہے جو باقاعدہcategorically یہاں پرmention کیا گیا ہے لیکن معزز دوست نے دونوں میں فرق نہیں کیا۔ یہ حقیقتاً دو مختلف demands ہیں۔ اگر آپ اس کی تشریح کر دیتے یا اس کوconceal نہ کرتے تو شاید یہ ابہام پیدا نہ ہوتا۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! بجٹ پر بحث کا طریق کار تو یہی ہے کہ فاضل ممبران بجٹ پر گفتگو کرتے ہیں اور آخر میں وزیر خزانہ اس کو سمیٹتے ہیں۔

جناب سپیکر: طریق کار تو یہی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: اگر راجہ صاحب یہی طریق کارadopt کرنا چاہتے ہیں کہ ایک فاضل ممبر گفتگو کرے اور یہ اس کا جواب دیں یا کوئی اور وزیر جواب دے۔

جناب سپیکر: انھوں نے تصحیح کی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: یہ تصحیح ہے ہی نہیں۔ یہ غلط کر رہے ہیں۔ یہ جو فرما رہے ہیں وہ بالکل غلط بیانی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب وقت آئے گا تو یہ اس کا جواب دیں۔ راجہ صاحب غلط بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ شیخ اعجاز احمد!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں نے اس حوالے سے جو بات کی تھی۔ میں نےcategorically بتایا تھا کہ یہ فیز I کے لئے ہے اور یہ فیزII کے لئے ہے۔

جناب سپیکر! ابھی یہ بات ہو رہی تھی تو یہاں پر موجود ہمارے فاضل ممبر وارث کلو صاحب نے رانا ثناء اللہ صاحب کے حوالے سے بات کی کہ انھوں نے یہ کہا، یہ کہا اور یہ کہا۔

جناب سپیکر: راناصاحب نے کھل کر تفصیل سے بات کی ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں انتہائیrelevantہوں۔ ہمارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ ظلم 24 گھنٹے ہوتا ہے اور وقت صرف 8 گھنٹے ہوتا ہے۔اس کے مطابق ٹائم ملنا چاہئے۔

میری گزارش یہ ہے کہ وارث کلو صاحب نے فرمایا کہ یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہترین ہے اور صحافت آزاد ہے اور فلاں چیز آزاد ہے اور صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ صاحب نے صوبہ پنجاب میں دودھ کی نہریں بہادی ہیں اور شہد کے فوارے لگادیئے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کلو صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! اگر آپ میری تقریر کا متن نکلوالیں تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ شیخ صاحب غلط بیانی کے ماہر ہیں۔ یہ سارے لفظ جو میرے ساتھ جوڑے گئے ہیں کہ کہیں دودھ کی نہریں بہادیں گے یا کہیں یہ کر دیں گے۔ میں نے اپنی تقریر میں یہ نہیں کہا۔ میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کو جو کچھ ورثے میں ملا ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ دن رات کوشش کر رہے ہیں، محنت کر رہے ہیں اور اس کا ثمر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ ثمر ہمیں ضرور ملے گا۔ میں نے یہ کہا ہے کہ وہ محنت کر رہے ہیں۔ میں نے کہیں یہ نہیں کہا کہ انھوں نے دودھ کی نہریں بہادی ہیں اور انھوں نے سارا کچھ ٹھیک کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ شیخ صاحب! ایک منٹ میںwind upکر دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں دو تین منٹ میںwind upکر رہا ہوں۔ میرا بات کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جب ہمارے دوست قصیدہ گوئی کرتے ہیں تو یہ بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ میں یہ بات کر رہا تھا اور میں نے مثال دی ہے کہ انھوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی تعریف کی ہے کہ انھوں نے یہ یہ کیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی بات کی ہے کہ ملک کے اندر صحافت آزاد ہے۔

جناب سپیکر! اگر آج ملک کے اندر صحافت آزاد ہے تو پھر صوبہ پنجاب کے عوام اور میں بطور ممبر صوبائی اسمبلی یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ چھ ماہ اور دو دن حیات اللہ جو ہمارے صحافی بھائی تھے۔ ان کو اغواء کر کے کن لوگوں نے رکھا جب وزیر داخلہ نے ان کے گھر والوں کو کہا کہ آپ بے فکر ہو جائیں وہ جلد دستیاب ہو جائیں گے، ہم ان کو لا رہے ہیں۔ اس کے بعد وہی حیات اللہ چھ ماہ

بعد واپس آیا اور اس کے ہاتھ جس ہتھکڑی سے بندھے ہوئے تھے۔ پاکستان کے عوام یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ کون سی ہتھکڑی تھی اور کون سا ادارہ اس ہتھکڑی کو استعمال کرتا ہے۔ اس کی پشت میں گولی پیوست کی گئی تھی۔

جناب سپیکر! گورنر سرحد اور کزئی صاحب کا بیان on record ہے، انھوں نے کہا تھا کہ Government is the main accused in this case. میں یہ ذمہ داری سے بات کر رہا ہوں لہذا ہمارا استدلال یہ ہے کہ انھوں نے یہاں پر یہ بات کی ہے کہ صحافت آزاد ہے اگر آج صحافت آزاد ہے۔ اگر حیات اللہ اپنے فرائض کی بجاآوری میں وہاں پر جا کر اس مکان کی نشاندہی کرتا ہے کہ جس پر امریکہ کے طیارے بمباری کرتے ہیں اور وہاں کی وہ صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ میں اپنے اس صحافی بھائی کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قاسم نون صاحب!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! گورنر سرحد نے صوبہ سرحد کی گورنمنٹ کے بارے میں کہا تھا۔ اس حکومت کے دور میں آج کوئی بھی صحافی اور قلم کا دوست جیلوں میں صعوبتیں برداشت نہیں کر رہا۔ میڈیا مکمل طور پر آزاد ہے۔ یہاں اتنے چینل کھل گئے ہیں، روزانہ حکومت پر تنقید ہوتی ہے اور آرٹیکل بھرے ہوتے ہیں اس لئے یہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

وزیر خصوصی تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ قدسیہ لودھی صاحبہ!

وزیر خصوصی تعلیم: جناب سپیکر! میں ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہتی ہوں کہ جس واقعہ پر جوڈیشل انکوائری شروع ہو چکی ہو۔ اس پر بات نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے لئے وزیر اعظم صاحب آرڈر دے چکے ہیں اور

Justice Raza Muhammad Khan is heading that Judicial Enquiry from Peshawar High Court

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! محترمہ نے جو بات کی ہے تو میں خود قانون کا طالبعلم ہوں۔ میں اس بات

کو سمجھتا ہوں۔ میں نے کوئی گناہ کبیرہ نہیں کیا کہ میں نے اس پر بات کی ہے بلکہ ہمارا یہ مطالبہ تھا، پوری صحافی برادری کا اور پورے پاکستان کے لوگوں کا مطالبہ تھا۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ غلام محمد آباد جو ڈیڑھ لاکھ آبادی پر مشتمل علاقہ ہے۔اس میں 17 افراد جن میں معصوم بچے تھے، جن کی جانیں ضائع ہوئیں۔آپ بھی وہاں تشریف لے گئے تھے اور وزیر صحت بھی گئے تھے۔اگر 2 کروڑ 25لاکھ کی night vision goggles پولیس کے لئے نہ خریدتے اور یہ پیسا غلام محمد آباد کے جنرل ہسپتال کی upgradation کے لئے استعمال کرتے تو پھر میں یہ سمجھتا کہ موجودہ حکمران واقعی عام آدمی کو ریلیف دینے کی بات کرتے ہیں یاد دینا چاہتے ہیں۔وزیر صحت بڑے kind hearted ہیں اور میں یہ ذمہ داری سے بات کرتا ہوں کہ انھوں نے اپنی وزارت بڑے خوبصورت طریقے سے چلائی ہے۔ میں یہاں پر آپ کی وساطت سے ان سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ نے اس غلام محمد آباد کے جنرل ہسپتال کو upgrade کرنے کے لئے ADP میں ایک روپیہ تک نہیں رکھا، ایک penny تک نہیں رکھی اور 40۔ارب روپیہ حکومت اپنی عیاشیوں کے لئے مانگ رہی ہے۔ میں آخر میں یہ بات کر کے wind up کر رہا ہوں کہ موجودہ حکمرانوں نے یہ جو طرز عمل اختیار کیا ہے وہ چھ ماہ کیا بلکہ وہ وقت قریب ہے کہ جب صوبہ پنجاب کے عوام یہ پوچھیں گے کہ چودھری ظہیر صاحب! ذرا متوجہ ہونا۔

ہن جے ملیں تے روک کے پچھاں
ویکھیا ای اپنا حال
تے کتھے گئی او رنگت تیری
سپاں ورگی چال
تے گلاں کردیاں غنڈیاں اکھاں
ہوا نال اڑدے وال
تے کتھے گیا اولھو دا ٹھاٹھاں ماردا اھنا زور
تے ساہواں ورگی گرم جوانی
لے گئے کھیڑے چور

جناب سپیکر: شکریہ۔چودھری جاوید احمد صاحب! تشریف فرما نہیں ہیں۔ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی انتہائی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر اظہار خیال کا موقع فراہم کیا۔ معزز اراکین اسمبلی! السلام علیکم۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہوں کہ اس نے ہماری حکومت کو یہ اعزاز بخشا کہ 25 سالوں میں پہلی دفعہ کسی حکومت نے چوتھا بجٹ پیش کیا۔ یہ سیاسی استحکام کی نمایاں علامت ہے اس میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے وژن 2020 کا اہم رول ہے جنہوں نے اس ویژن کی تکمیل کے لئے کمال بجٹ سازی کروائی اور اس میں طے شدہ ترجیحات کو پیش نظر رکھا، ان میں بالترتیب شعبہ تعلیم، صحت اور بنیادی انفراسٹرکچر شامل ہیں۔

جناب سپیکر! مجموعی طور پر ضمنی بجٹ مندرجہ ذیل مدوں میں اضافہ کے لئے ہوا، فزیکل انفراسٹرکچر، improvement in water courses, civil works, salary allowances, loan and grant written off and skills development یہ اضافہ حکومت پنجاب کی ان ترجیحات کو ظاہر کرتا ہے جو کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے وژن 2020 کے حصول کے لئے منصوبہ جات کو چلانا ہے۔ اسی طرح شعبہ صحت میں اضافی اخراجات، نئے ہسپتال بنانے، نئے ڈیپارٹمنٹ قائم کرنے اور سٹاف کی تنخواہوں اور الاؤنسز میں اضافہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ ہماری حکومت کی اولین ترجیح پنجاب میں ایک صحت مند معاشرے کے حصول کے لئے تبدیلی لانا ہے۔ یہ تبدیلی عوام کو فری، کوالٹی اور طبی سہولیات فراہم کرنا اور عوام میں صحت کے بارے میں شعور کو اجاگر کرنا ہے۔ گزشتہ ساڑھے تین سالوں میں حکومت پنجاب نے ایسی بے شمار ترجیحات پر توجہ مرکوز کی ہے جس کی وجہ سے اس شعبہ میں اخراجات تخمینہ سے زائد ہیں۔ ویسے بھی گزشتہ رواں مالی سال اور 07-2006 کے مالی سال میں شعبہ صحت کے لئے جو رقوم مختص کی گئیں وہ ایک ریکارڈ ہے اور یہ مخصوص رقم گزشتہ حکومتوں کی مختص کردہ رقوم سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ زائد رقوم مختص کرنے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بجٹ اچھا ہے یا بُرا ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کے پیچھے وہ theme کیا ہیں؟ اس کو مدنظر رکھنا ضروری ہے جس کے تحت اضافہ کیا جائے۔ ضمنی بجٹ میں جو رقم اضافی طور پر خرچ کی گئی وہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ حکومت شعبہ صحت میں کام کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کرنا چاہتی ہے تاکہ ان کی کارکردگی بڑھے اور ہم اپنے عوام کو زیادہ سے زیادہ facilitate کر سکیں۔ مثلاً ٹی۔بی سینی ٹوریم فیملی ہسپتال میں hardship الاؤنسز بڑھائے گئے ہیں، وہ اس لئے بڑھائے گئے ہیں تاکہ جو ڈاکٹرز، پیرامیڈیکل سٹاف جو دور دراز

علاقوں میں نہیں جاتے ان کو کوئی incentive دیا جائے اور مریضوں کی زیادہ سے زیادہ look after کروائی جائے۔ اسی طرح پنجاب کے تمام ٹیچنگ ہسپتالوں اور نان ٹیچنگ ہسپتالوں میں نرسز کا گریڈ چودہ سے سولہ تک بڑھایا گیا ہے کیونکہ وہ مریضوں کے پاس زیادہ وقت گزارتی ہیں، یہ بھی انہیں ایک attraction دی گئی ہے اور یہ چودھری پرویز الٰہی کا ویژن ہے کہ نرسز زیادہ سے زیادہ مریض کے ساتھ پر شفقت رویہ اور ان پر توجہ دیں۔ اسی طرح پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں غریب مریضوں کے لئے اضافی فنڈ قائم کیا گیا۔ ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی، فیصل آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا قیام، رحمت ٹرسٹ ہسپتال میں فنڈز کا اضافہ، S.I.M.S کا قیام، Establishment of Blood Transfusion Centre اور ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹریوں کو upgrade کرنے کے لئے رقوم درکار ہیں، اس کے لئے بجٹ چاہئے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم عوام کو زیادہ سے زیادہ سہولیات پہنچائیں تو اس کے لئے نئے ہسپتال اور پہلے سے بنی ہوئی عمارات اور تھیٹرز کو upgrade کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اسی لئے ہماری حکومت نے ایک single penny waste نہیں کی تھی کیونکہ ہم نے تنکا تنکا اٹھا کر اس کو جمع کیا تھا اس میں ہماری بہت محنت لگی ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کا تو کیا ہی ذکر ہے۔ شعبہ تعلیم پر اگر نظر ڈالیں تو اضافی اخراجات، سٹاف کی تنخواہوں اور الاؤنسز میں اضافہ کی وجہ سے ہے اور ساتھ ہی capacity building کی مد میں بھی خرچ کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو ٹرینڈ کیا جائے۔ ہم نے ایسے duffer استاد تو نہیں لگا دینے۔ ہم نے انہیں تعلیم میں modernize کرنا ہے تاکہ ان کو ہر چیز یعنی میتھ، انگلش، اردو، اسلامیات پر عبور ہو، "پڑھا لکھا پنجاب" جو ہماری حکومت کا slogan ہے اس کے تحت حکومت پنجاب نے مفت تعلیم کی فراہمی کے علاوہ اپنا زیادہ تر فوکس شہروں کے علاوہ دور دراز دیہاتوں میں بچیوں کی فری تعلیم کی فراہمی کے لئے کیا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد عورت کو empowered کرنا ہے، اسے decision making power دینی ہے اور اسے economic independence دینا ہے اور اچھی ماں کا رول دینا ہے تاکہ وہ اچھی نسل پیدا کرے اور اچھی نسل کی brought up کرے۔ جب ہم تعلیم کی بات کرتے ہیں تو اس میں formal and informal دونوں کا ہی ذکر کرتے ہیں۔ حکومت پنجاب نے تعلیم بالغاں کے مراکز کا بھی جال بچھا دیا ہے تاکہ illiteracy کو ختم کیا جا سکے اور تعلیم عام ہو۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے بھی تعلیم کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ جس

معاشرے میں لٹریسی ریٹ زیادہ ہوتا ہے وہی آسمانوں تک پہنچتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے کے اچھا ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ وہاں کمزور اور پسماندہ طبقوں کی کس طرح دیکھ بھال کی جاتی ہے؟ مہذب معاشرے پسماندہ طبقوں کو مستقل بنیادوں پر اس طرح integrate کرتے ہیں کہ وہ قومی دھارے میں شامل ہو سکیں مثلاً پسماندہ خواتین کو فنی تعلیم دے کر ان کو empowered کیا جائے اور اس طرح کی ہی وجوہات پر اضافی اخراجات خرچ کرنا پڑے۔ اضافی اخراجات کا مجموعی سبب حکومت کے ان پراجیکٹس کی تکمیل یا پایۂ تکمیل کی طرف قدم ہے جو کہ عوام کو بہتر خدمت مہیا کر سکے اور یہ پراجیکٹس اس بات کی بھی عکاسی کرتے ہیں کہ یہ کوئی زبانی دعوے نہیں ہیں بلکہ دعوؤں کی تکمیل کا حقیقی اظہار ہے۔

جناب سپیکر! جس تیزی کے ساتھ وطن ترقی کی طرف گامزن ہے، انشاء اللہ سنہری دور دور نہیں کیونکہ ہمارا mission ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کی یاد تازہ کر دی جائے، وہ یاد جس میں بردباری، اخوت، محبت اور بھائی چارہ کی فضا قائم ہو۔ حضرت عمر فاروق اعظم کے دور کی یاد تازہ ہو جائے کہ ہر طرف سڑکوں کا جال بچھ جائے۔ دیہاتوں میں ہر سہولت مہیا ہو جائے، عدل و انصاف عام ہو جائے اور ہماری حکومت انہی لائنوں پر چل رہی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! بس تھوڑی سی تقریر رہ گئی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہو جہاں فراخدلی، سخاوت اور زرعی اصلاحات ہی ہوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہو جہاں ہر طرف علم کا بول بالا ہو، جرأت اور شجاعت کی داستانیں رقم ہوں اور انہی بتائے ہوئے راستوں پر چل کر انشاء اللہ پاکستان صف اول میں ہو گا۔ وہ عظیم پاکستان جس کا خواب محمد علی جناح نے دیکھا تھا۔ یہی صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کا مشن ہے، یہی وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کا ویژن ہے اور یہی میرا عزم ہے۔

منزل مقصود خود ہی چوم لے گی قدم
اپنے عزم نو میں اتنا حوصلہ پاتی ہوں میں
پاکستان زندہ باد، قائد اعظم پائندہ باد
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!تشریف نہیں رکھتے۔ جناب جاوید حسن گجر صاحب!وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔۔۔جناب سمیع اللہ خان صاحب!۔۔۔بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔۔۔ محترمہ پروین مسعود بھٹی صاحبہ!۔۔۔وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ محترمہ عابدہ جاوید صاحبہ!۔۔۔وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!میں کٹ موشن پر کل ہی بات کرلوں گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔جناب احسان الحق نولاٹیا!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: شکریہ۔ جناب سپیکر!آج کا دن بجٹ کے حوالے سے انتہائی افسوسناک ہے کہ ضمنی بجٹ کے حوالے سے جو Budget Manual Financial Rules Book No.4میں بتایا یہ گیا ہے کہ ضمنی بجٹ کب پیش کیا جاتا ہے یا ضمنی گرانٹس کن حالات میں utilizeکی جاسکتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ حالات آ گئے تھے کہ ضمنی گرانٹس ضرور پیش کی جاتیں تو یہاں پر Budget ManualکاChapter-15اس کا سیکشن 6تا15 ہے اس میں انہوں نے 15 کے قریب لفاظ دیئے ہیں جن کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ ضمنی بجٹ کو کس انداز میں دیکھا جاتا ہے کہ کیا یہ ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے؟

جناب سپیکر!میں مختصراً ان لفظوں کی تشریح کروں گا کہ کہتے ہیں کہ bad estimation of finances of the provinces ضمنی کے طور پر financesکی پلاننگ کرنا یہ کہتے ہیں کہ bad estimation ہے۔ پھر کہا ہے کہ in Provident Administration پھر یہ لکھتے ہیں کہ objectionable in principle اصولاً یہ قابل اعتراض ہے، ضمنی بجٹ اصولاً قابل اعتراض ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ mismanagement of the finances پھر یہ کہتے ہیں کہ bad utility of the finances، پھر یہاں پر لکھتے ہیں کہ adequate idea of relative urgency کہ یہ بتایا جائے کہ relative urgency کیا ہے، پھر لکھتے ہیں کہ accidental needs کہ اس کی وضاحت کی جائے کہ یہ کیوں کرنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے، پھر ہے unavoidable circumstances ایسے حالات جن میں اگر supplementary budget پیش نہ کیا جائے تو حالات ایسے ہیں کہ ان کو avoid نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہاں پر یہ لکھتے ہیں کہ expenditures by order of the court or any competent authority کہ کوئی عدالت کا آرڈر ہو یا کوئی competent authority کہے کہ ان کو آپ خرچ

کرلیں تو پھر کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میرے پاس یہ بجٹ رولز ہیں جس کی کاپی میں گھر بھول آیا تھا تو میں نے اس کی کاپی حاصل کرنے کی کوشش کی مجھے پورے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے نہیں ملی اور مجھے فنانس منسٹر سے بھی نہیں ملی۔ پھر میں نے گھر سے منگوا لی۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ پورے فنانس ڈیپارٹمنٹ نے بشمول فنانس منسٹر کے ان رولز کو نہیں پڑھا۔ اگر پڑھا ہوتا تو یہ کاپیاں آج ضرور لے کر آتے۔

یہاں لکھا ہوا ہے کہ in absence of such grants کہ یہ وہ گرانٹس ہیں کہ اگر ان کو نہ کیا جائے تو کیا ہو سکتا ہے serious inconvenience in the finances اگر کوئی اتنی سنجیدہ قسم کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے تو وہاں سہولت نہیں مل پاتی۔ پھر کہا گیا کہ serious loss کہ اگر یہ نامنظور کی جائے تو بہت بڑا خسارہ پڑنے والا ہے۔ پھر کہا کہ serious damage کہ اس کو بہت بڑا نقصان ہونے والا ہے اگر یہ گرانٹس منظور نہ کی جائیں۔

جناب سپیکر! میری ان 15 لفظوں کی وضاحت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آج کا دن حکومتی وزراء، فنانس منسٹر اور ممبرز نے صرف ان لفظوں کی وضاحت کرنا تھیں کہ یہ یہ مجبوریاں تھیں جن کی بنیاد پر ہم نے ضمنی بجٹ پیش کیا ہے۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ آج بھی وہ بڑے دھڑلے سے کہہ رہے ہیں کیسا اچھا ضمنی بجٹ ہماری حکومت نے پیش کیا ہے۔ یہ ہمارے قائد ایوان چودھری پرویز الٰہی صاحب کا ویژن ہے کہ انہوں نے اتنا خوبصورت ضمنی بجٹ پیش کیا۔

جناب سپیکر اس سے بڑا افسوس اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو mismanagement of finances ہے اس کو بھی وزیر اعلیٰ کی خوبی کے طور پر بیان کیا جائے یہ لاعلمی کی بھی انتہا ہے، competency کی بھی اس سے بڑی اور embezzlement نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر! ہم نے ایک سال پہلے اعلان کیا تھا کہ ہم صوبے کو 225۔ارب روپے کے ساتھ چلائیں گے۔ انہوں نے 45۔ارب روپیہ زائد خرچ کیا جو ٹوٹل بجٹ کا 20 فیصد بنتا ہے۔ میں پورے یورپ کے بجٹ کے بارے میں ایک سٹیٹمنٹ دیتا ہوں کہ اگر وہاں ضمنی بجٹ 5 فیصد سے بڑھ جائے تو اس کو واپس بھیج دیا جاتا ہے کہ آپ نے یہ جو پیسے خرچ کئے ہیں، جب تک ان کے ایک ایک penny کی وضاحت نہیں کر دیتے اور اس پر پوری قوم سے معذرت نہیں کرتے اس وقت تک ہم یہ پیسے منظور نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر!اگر ضمنی بجٹ 5 فیصد سے بڑھ جائے تو ترقی یافتہ حکومتیں یہ کرتی ہیں اور تصور کریں کہ ہم 20 فیصد زائد خرچ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ہماری حکومت کی vision ہے، یہ خوبی ہے اور کتنا اچھا اور کتنا خوبصورت ضمنی بجٹ پیش کیا ہے۔ میں رولز کی concerned lines آپ کو پڑھ دیتا ہوں۔ یہاں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ ریکوری زائد کر لیں۔ آپ نے کہا ہے کہ 224۔ارب روپے اکٹھا کریں گے اگر آپ اچھی ریکوری کر کے 300۔ارب روپے اکٹھا کر لیتے ہیں تو پھر بھی آپ ضمنی بجٹ پیش نہیں کر سکتے بلکہ opening budget جو کہ اگلے سال ہے اس میں ڈال سکتے ہیں۔ یہ concerned lines چیپٹر نمبر 15 کی سیکشن 6 ہے۔

> Annual Budget Statement by the Provincial Assembly should eventually be realized any increase in receipts in the post-budget period should not in itself justify supplementary grant. The justification for applying for supplementary grant should rest only upon circumstances which are exceptional.

جناب سپیکر! یہ بتانا پڑے گا کہ یہ ہیں وہ exceptional circumstances جن کی وجہ سے ہم ضمنی بجٹ پیش کر رہے ہیں پھر اس کا سب سیکشن۔1 ہے۔

> Why the need for increased provision could not be foreseen at the time when the original estimates were framed.

تو اس کی cause بتائیں کہ جب آپ نے بجٹ پیش کیا تھا تو یہ causes foreseen کی تھیں۔

جناب سپیکر! پھر یہاں پر فرمایا گیا کہ جب آپ کوئی ضمنی گرانٹ پیش کرتے ہیں تو اس کو پاس کرنے کے فوری بعد پہلے ہی اسمبلی کے اجلاس میں بتانا ضروری ہے۔ انہوں نے جو ضمنی جولائی یا اگست یا ستمبر میں دی ہے۔ یہ نو دس ماہ گزارنے کے بعد آج ہمارے سامنے رکھ رہے ہیں کہ ہم نے یہ کر دیا ہے آپ اس کو پاس کر دیں۔ یہ concerned پیرا گراف ہے۔ میں چیپٹر 15 کا سیکشن 8 پڑھ دیتا ہوں۔

> In cases where the head of department is certain before the preparation of the statement of the

excesses and surrenders, that supplementary grant is necessary; he should take action to move for the supplementary demand being laid before the Provincial Assembly in earliest session possible.

Constitutionاور رولز کیviolationہماری حکومت کا ایک ایسا وتیرہ بن چکا ہے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ساتھ لفظshould آیا ہے۔آپ سب جانتے ہیں کہ جہاں should and shallکا کیاconceptہوتا ہے یہsubstantialہوتی ہے کہ جس کو ہم کبھی بھیavoid نہیں کر سکتے۔اس کے بعد میںChapter-15کا سیکشن10 پڑھ دیتا ہوں۔ جس میں انہوں نے کہا ہے کہ:

The Administrative Departments should examine the proposals received by them; they forward them with the recommendations to the Finance Department with the application, the Administrative Department concerned should forward a memorandum explaining full justification for the supplementary grants...

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! میں اپنے دوست احسان الحق سے عرض کروں گا کہ وہ ماشاءاللہ پوری کتاب جو کہ بجٹ مینوئل ہے اس کا مطالعہ کر کے آئے ہیں۔بجٹ مینوئل انہوں نے اسمبلی میں پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ میں جناب کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ مینوئل کا سبق یہاں اسمبلی میں جو انہوں نے پڑھانا شروع کر دیا ہے یہ تو یہاں ازبر نہیں ہو گا۔ان کو چاہئے کہ جو ڈیمانڈز ہم نے کی ہیں ان پر ضمنی بجٹ جو آیا ہے اور جو ہماری ڈیمانڈز ہیں ان پر وہ اپنا اعتراض بتائیں کہ یہ اس پر بات کریں۔انہوں نے پورا بجٹ مینوئل پڑھنا شروع کر دیا ہے اور اجلاس کا وقت ختم ہونے والا ہے۔

جناب سپیکر: بجٹ مینوئل پر بھی تھوڑا اندازہ ہو جائے گا۔آپ بات کرنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! ہمیں پتا ہے اور بجٹ مینوئل ہم نے بھی پڑھا ہوا ہے۔ یہ جتنی ڈیمانڈز ہیں میں نے اپنی تقریر میں بھی کہا تھا کہ یہ وقت کی ضرورت تھیں اور یہ ساری ڈیمانڈز inevitable تھیں کیونکہ اس وقت جو کام شروع ہو چکے تھے ان کاموں کو اسی طرح ادھورا چھوڑ دیا جاتا تو شاید اس سے زیادہ نقصان ہوتا جس کی آج ہم بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، احسان الحق نولاٹیا صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہے کہ آج کا دن کم از کم پوری حکومت کا منہ لٹکا ہوا ہونا چاہئے تھا کہ ہم نے 20 فیصد زائد بجٹ استعمال کیا ہے اور اس دن بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کتنا خوب صورت بجٹ پیش کیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ آج کا دن کم از کم یہ تسلیم کریں کہ پورے یورپ کا پانچ فیصد بجٹ بڑھ جائے تو انہیں کیا کیا وضاحتیں کرنا پڑتی ہیں اور ہم 20 فیصد بڑھانے کے بعد وزیر اعلیٰ کی اکنامک وژن کی بات کریں تو یہ عوام کو دھوکا دینے والی بات نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

جناب سپیکر! میں یہاں پر صرف دو چار باتوں کی وضاحت اور کرنا چاہوں گا کہ میں نے انہیں یہ کہا ہے کہ قائداعظم نے جب پاکستان بنایا تو یہاں کی عوام کی خوشحالی کے لئے، غریبوں کے لئے تو آج میں روح قائد سے بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہی کے نام سے بننے والی مسلم لیگ ان کے ساتھ یا ان کی قوم کے ساتھ کیا کر رہی ہے؟ وہ کسی شاعر نے بڑی خوبصورت بات کی ہے کہ:

اے قائداعظم!
تیری عظمت کی قسم
تیری قیادت کی قسم
خطہ پاک کے جمہور کی غربت کی قسم
دختر جنت کشمیر کی عصمت کی قسم
اب تیرے شہر میں جینے کا مزہ کوئی نہیں
تیری بستی میں غریبوں کا خدا کوئی نہیں
تو نے جن پھولوں کو آئین وفا بخشا تھا
ذوق دل، ذوق نظر، ذوق صفا بخشا تھا

برق بن کے وہ گرے خرمن آزادی پر
زیست ویران ہوئی جاتی ہے آبادی پر
یہ تیرے نام پہ ملت کو لڑانے والے
بوٹیاں ملت مرحوم کی کھانے والے
ایک دن تیرا کفن بیچ کے کھا جائیں گے
اور اس پہ بھی یہ تیری ہی عظمت کی قسم کھائیں گے
اے قائداعظم!
اے قائداعظم!
بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، چودھری مشتاق صاحب!

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب سپیکر!اس ایوان میں جہاں میں کھڑا ہوں یہ پنجاب کی سب سے بڑی پنچائت ہے۔ میں نے آج تک بزرگوں سے سنا تھا کہ پنچائت میں غلط بیانی نہیں کی جاتی تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ یہاں غلط بیانی نہیں ہونی چاہئے لیکن جب بھی یہ کہا جاتا ہے کہ پنجاب میں امن وامان ہے "پنجاب لکھا پڑھا پنجاب" ہے اور یہاں پر دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں تو مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں غلط بیانی ہوتی ہے میں تو نہیں کہہ سکتا کہ پنجاب کے نمائندوں نے، پنجاب کے عوام نے ایسے نمائندے بھیجے ہیں جو ہاؤس میں غلط بیانی کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کم از کم میرے حلقے مرید کے کو پنجاب سے اپنی اکثریت کی بناء پر نکال دیں تاکہ جو black spot بنا ہوا ہے اور جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں غلط بیانی ہوتی ہے تو اسے پنجاب سے ہی نکال ہی دیں کیونکہ وہاں کوئی امن ہے نہ تعلیم اور نہ ہی نہروں کا پانی زیادہ ہے کہ لوگ وہاں خوشحال ہو سکیں۔

جناب سپیکر!میں یہ عرض کروں گا کہ پولیس کے لئے انہوں نے 3۔ارب 28 کروڑ 58 لاکھ روپے کا ضمنی بجٹ مانگا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ضرور دیں بلکہ اس سے بھی زیادہ دیں۔ اگر اس خرچ کرنے کے بعد امن قائم ہو جائے، ڈکیتیاں ختم ہو جائیں، قتل وغارت بند ہو جائے تو بجٹ ضرور دیں لیکن 14 جون کے نوائے وقت اخبار کا اداریہ دیکھ لیں کہ "مرید کے میں وحشیانہ وارداتوں کو روکا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ وزیراعلیٰ فوری مداخلت کریں۔" میرے شہر مرید کے میں پانچ مئی کو ایک غریب آدمی کی تین بھینسیں چوری ہو گئیں۔ میں نے ہر فورم ڈی آئی جی، ایس پی،

ڈی ایس پی،ایس ایچ او حتیٰ کہ راجہ صاحب سے بھی گزارش کی کہ اس کا پرچہ درج کروادیں۔ راجہ صاحب نے اس کے آرڈر کئے لیکن آج دوماہ ہو چکے ہیں اس کا پرچہ درج نہیں ہو سکا تو میں کیا کہوں کہ اگر اس کو فاضل بجٹ دے دیں تو کیا غریبوں کے پرچے درج ہو جائیں گے ؟ یقیناً نہیں۔ پولیس صرف امیروں کی پروٹیکشن کے لئے ہے اور اگر یہ غریبوں کو پروٹیکٹ نہیں کر سکتی،ان کے چوری کے پرچے درج نہیں کر سکتی تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کا بجٹ بڑھانا چاہئے۔آج کا روزنامہ ''ایکسپریس'' میرے پاس ہے جس کی ہیڈنگ گجرات ہے کہ وزیراعلیٰ کے لیگل ایڈوائزر کے گھر ڈاکا، سوا کروڑ کی نقدی اور زیورات لوٹ لئے گئے۔آخر یہی حال ہے،یہ وزیراعلیٰ کا اپنا شہر ہے،یہ پنجاب کا حصہ ہے تو پھر کیا ایسے محکمے کو فاضل بجٹ کی ضرورت ہونی چاہئے ؟ ہم تو پہلے ہی اگلے مالی سال کے لئے ان کے لئے 20۔ارب روپیہ منظور کر چکے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان حالات میں پولیس کا کوئی فاضل بجٹ منظور کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر!آبپاشی زراعت کے لئے انتہائی ضروری ہے۔جب میں نیا نیا منتخب ہو کر آیا تھا تو میں نے وزیر آبپاشی چیمہ صاحب کو درخواست دی تھی کہ جناب اپر چناب مرالہ سے نکلتی ہے کسی ڈیم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تو ہمارا واٹر الاؤنس بڑھایا جائے، نہروں کے لئے فنڈز زیادہ بڑھائے جائیں تاکہ نہر اپر چناب کم از کم بڑھائی جا سکے کیونکہ اس کا کسی ڈیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انڈیا سے ڈائریکٹ پانی مرالہ آتا ہے اور مرالہ سے تقسیم ہو جاتا ہے۔ میں سمجھ ہی نہیں سکا کہ اس بارے درخواست تو دے دی تھی لیکن آج تک اس کا کیا بنا؟ حالانکہ نہر اپر چناب کا پانی اگر بڑھا دیا جائے،واٹر الاؤنس بڑھا دیا جائے تو ہماری پیداوار کئی گنا بڑھ سکتی ہے۔

جناب سپیکر!زراعت کے لئے بھی فاضل بجٹ مانگا گیا ہے۔ ہمارا صوبہ زرعی صوبہ ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ حکومت کی غفلت کی وجہ سے دالیں تک امپورٹ کی جا رہی ہیں، گندم تو ہم پہلے ہی امپورٹ کرتے تھے، پیداوار انتہائی کم ہو گئی ہے۔ کھادوں کی قیمت کم نہیں ہو سکی، گورنمنٹ اگر کھادوں کی قیمت کم کر دے،پیداواری اخراجات کم کر دے، قیمت نہ بھی بڑھائے تو اس میں کافی زیادہ پیداوار ہو سکتی ہے اور آج تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہو رہا۔ کالا شاہ کاکو رائس ریسرچ فارم ہے لیکن آج سے تقریباً 15 سال پہلے وہاں پر ڈاکٹر عبدالمجید صاحب نے سپر باسمتی کی ایک قسم نکالی تھی اور اس کے بعد چاول کی کوئی نئی قسم نہیں آ سکی۔ان حالات میں جب باسمتی کی کوئی نئی قسم بھی نہیں آئے گی، گندم کی نئی قسمیں دریافت نہیں کی جائیں گی، کوئی تحقیقی کام نہیں

ہو گا تو ان حالات میں انہیں فاضل بجٹ دے کر کیا ہو گا۔ اگر وہی فاضل بجٹ انہوں نے محکموں کے سفید ہاتھیوں کو دینا ہے، جب ایگریکلچر ہاؤس کے پاس سے گزرتے ہیں تو یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ سفید ہاتھی یہاں پالے ہوئے ہیں جو ملک اور صوبے کے لئے کوئی کام اور نہ کوئی خدمت انجام دے پا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کی بات کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارا "پنجاب لکھا پڑھا پنجاب" ہے لیکن جب اپنے شہر مرید کے میں جاتا ہوں جہاں سے میں نے میٹرک پاس کیا تھا، میں گزشتہ دنوں اس سکول میں تقسیم انعامات کی تقریب میں گیا تو میں نے کہا کہ مجھے یہاں آ کر افسوس زیادہ اور خوشی کم ہوئی ہے۔ افسوس اس لئے کہ آج سے چالیس سال پہلے یہاں پر باڑیں تھیں، چار دیواری تھی، پلاٹ تھے لیکن آج سب چیزیں غائب ہو چکی ہیں حتیٰ کہ ڈسپلن بھی نہیں ہے تو مجھے افسوس کا اظہار کرنا پڑا اور میں نے بچوں کی صورتحال دیکھتے ہوئے، وہاں پانی کا انتظام بھی نہیں تھا۔ اپنی جیب سے دس ہزار روپے دیئے تاکہ کم از کم پانی کی ٹینکی تو بنائی جا سکے ہمارے تعلیمی سکولوں کی یہ صورتحال ہے۔ ہمارے وزیر تعلیم صاحب گجرات جاتے ہوئے تھانہ صدر مرید کے کے پاس چلے جائیں تو وہاں پر بھی سکول کی حالت زار دیکھ سکتے ہیں اور جب اس سے تھوڑا آگے گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کی حد کے پاس چلے جائیں تو وہاں پر موضع راجپورہ کے تقریباً اڑھائی تین سو بچے صرف ایک درخت کے نیچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کوئی ایک کمرہ بھی نہیں ہے حالانکہ گاؤں کے لوگوں نے ایک ایکڑ جگہ سکول کے لئے وقف کر رکھی ہے، اس سکول میں صرف تین ٹیچرز ہیں اور اڑھائی تین سو بچے صرف ایک درخت کے نیچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور سکول کی کوئی بلڈنگ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی موضع کھوڑی ہے اور آپ جانتے ہوں گے کہ وہاں پر بھی کوئی چھت نہیں ہے چھت کے بغیر سکول ہے۔ موضع لامبڑے کے متعلق اخبار میں آ چکا ہے shelter less سکول ہے۔

جناب والا! صحت کی بات کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب موجود ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہمارے لوگ سب کے سب ہی تندرست ہیں یہاں کوئی بیمار ہی نہیں ہے۔ پچھلے سال بجٹ چار فیصد تھا اب وہ تین فیصد کر دیا گیا۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے جس صوبے میں لوگ ہیپاٹائٹس سے مر رہے ہوں اور گیسٹو سے مر رہے ہوں وہاں اس کا بجٹ کم کر دینا چار سے گھٹا کر تین فیصد کر دینا شاید یہ قوموں کی اپنی تدبیر ہے تاکہ آبادی کو کنٹرول کیا جا سکے اسی لئے شاید قتلوں پر اور خودکشیوں پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ شاید یہ اسی لئے ہے کہ آبادی کو کنٹرول کیا جا

سکے اگر یہ کنٹرول کرنے کا طریقہ ہے تو میں اس کے متعلق کوئی انتہائی لفظ استعمال نہیں کر سکوں گا۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ صبا صادق صاحبہ!

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! تھوڑی سی بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میں نے تو آپ کو دس منٹ دے دیئے ہیں پانچ منٹ کی بجائے۔ اب میں نے اگلا نام پکار دیا ہے پلیز تشریف رکھیں۔

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! صرف میں نے دو منٹ بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جو ڈویلپمنٹ فنڈز ہیں مجھے ساڑھے تین سال گزرنے کے باوجود آج تک کوئی ڈویلپمنٹ فنڈ نہیں ملا۔ اب تک تو مجھے کہا جاتا رہا کہ پچاس لاکھ کے فنڈز کے لئے آپ اپنی سکیمیں دیں۔ سکیمیں دیتے رہے سب کچھ ہوتا رہا لیکن اس کے لئے کوئی رقم نہ ملی۔ اس سال راجہ صاحب کی طرف سے پیغام ملا ہے پچیس سکیمیں دیں میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بھی فنڈز دیئے جائیں گے لیکن میں چاہوں گا کہ اگر یہی فنڈز ملنے ہیں تو راجہ صاحب آپ کسی لاڈلے پیارے کو دے دیں تاکہ شاید وہ اپنا الیکشن تو جیت سکے لیکن افسوس کہ ایسے الیکشن نہیں جیتے جاتے۔ اگر یہ فنڈز نہ دیئے گئے تو یہ انتہائی ناانصافی ہو گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ صبا صادق صاحبہ!

محترمہ صبا صادق: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ پر آپ نے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں ساری چیزوں سے بالاتر ہو کر اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ یہ ایوان پنجاب کے عوام کے نمائندگان کا ایوان ہے اور اس ایوان کے توسط سے ہم نے اپنے پنجاب کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ان نمائندوں نے اپنی اپنی سفارشات یہاں رکھنی ہیں اور ان سفارشات کو رکھنے کے بعد کوشش یہ کرنی ہے خواہ وہ ٹریژری بنچز سے ہوں، خواہ وہ اپوزیشن بنچز سے ہوں کہ پنجاب کے جس مسئلے کو حل کرنا ہمارے بس میں ہے اس کے لئے ہم اپنی تگ و دو کریں۔ میں فنانس منسٹر صاحب کو مبارکباد پیش کروں گی کہ انہوں نے پنجاب کی عوام کے لئے بڑا balanced بجٹ دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ آج ضمنی بجٹ جو پیش کیا۔۔۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! اس پر آپ رولنگ دیں کہ یہ جو فرما رہی ہیں کہ آج

ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز! چلنے دیں، تشریف رکھیں دیکھیں آپ کو بھی سنا ہے انہوں نے، آپ بھی سنیں۔۔۔جی، محترمہ! آپ جاری رکھیں۔

محترمہ صبا صادق: میرے خیال میں جب آپ کو حوصلے کے ساتھ سنا جاتا ہے تو آپ بھی سننے کا حوصلہ پیدا کریں آپ کا شکریہ۔یہاں پر جو پنجاب کے عوام کے فلاح و بہبود کے منصوبے شروع کئے گئے اس کو میں اس نظر سے لینا چاہوں گی کہ پاکستان کو جب بنایا تو اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ ایک اسلامی فلاحی مملکت کا قیام ہو جہاں پر اپوزیشن اور ٹریژری بنچز مل کر پاکستان کی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے، پاکستان کی تعمیر کے لئے، پاکستان کی ترقی کے لئے مل جل کر آگے بڑھیں اور ایسی سفارشات پیش کریں جو ہمارے ملک کی سلامتی، ہمارے ملک کے اندر امن، ہماری عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہو۔ میں خراج تحسین پیش کروں گی حکومت پنجاب کو اور بالخصوص وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کو کہ انہوں نے وہ وعدہ جو ایک ایسے مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دیا قرآن و سنت کے ذریعے ہمیں جو ملتا ہے اور اس کے بعد پاکستان کے آئین میں ہمیں جو ملتا ہے وہ ہے کہ عوام کے لئے جو basic fundamental rights کی فراہمی ہے اور عوام کی فلاح و بہبود کے منصوبے پیش کئے چاہے اس میں ایجوکیشن سنٹر ریفارمز پروگرام لے لیں، چاہے اس کو ایگریکلچرل سیکٹر ریفارمز پروگرام میں لے لیں، یا ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام میں لے لیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے وہ وعدہ اپنے اللہ تعالیٰ سے پھر اس کے بعد آئین کی جو گارنٹی دی گئی اس کو پورا کرتے ہوئے پنجاب کی عوام کو ایک خوشحال دور دیا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کے ذریعے ہمارے ملک کی اور ہمارے ملک کے ایک بڑے صوبے کی ترقی کا ایک نیا دور اور اہم راستہ شروع ہو گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ 2020 تک ہمارے ملک کے اور ہمارے سب سے بڑے صوبے کے وزیر اعلیٰ نے جس طرح سے جو پروگرامز دیئے ہیں وہ انشاء اللہ ہمیں ایک درخشاں اور ہماری نئی نسل کو ایک روشن مستقبل کی طرف لے کر جائیں گے۔

جناب سپیکر! ایک بہت بڑا مسئلہ بے روزگاری کا تھا میں اس حوالے سے راجہ بشارت صاحب، فنانس منسٹر صاحب اور چیف منسٹر صاحب کا عوام کی طرف سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ انہوں نے بے روزگار نوجوانوں کے لئے جو ban کو lift کر کے ان کو روزگار کے مواقع دیئے وہ یقیناً ایک بہت بڑا احسان عظیم ہے کیونکہ یہ ban عرصہ دراز سے بلکہ کتنی دہائیوں سے پنجاب کے عوام

کے سر پر ایک تلوار کی طرح لٹک رہا تھا جس کو چودھری پرویز الٰہی صاحب نے اٹھا کر پنجاب کی عوام کو نہ صرف ایک روزگار کا موقع فراہم کیا بلکہ اس عوام کے ساتھ وہ وعدہ پورا کیا جو کسی بھی جمہوری حکومت کا عوام کے ساتھ وعدہ ہوتا ہے۔ میں ساتھ ہی ساتھ ایک خاتون نمائندہ ہوں اور خواتین کی طرف سے بالخصوص پنجاب کی خواتین کی طرف سے میں شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ نہ صرف اس بجٹ میں بلکہ پچھلے بجٹ میں بھی پنجاب میں بسنے والی خواتین کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اور ہمارے آئین کے اندر جو آرٹیکلز دیئے ہمیں گارنٹی دیں کہ اسٹیٹ کی ذمہ داری ہے ان کا تحفظ، ان کی ترقی اور ان کو قومی سطح پر معاملات میں شامل کرنے کے لئے اس وعدے کو پورا کرتے ہوئے نہ صرف بجٹ کو بڑھایا بلکہ اس کو implement کرنے کے لئے بھی اپنی توجہ دی جیسے پنجاب کے ہر ڈسٹرکٹ میں دارالامان بنائے گئے اور G.R.A.P کا پروگرام شروع کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں خود بہت سارے ایسے پسماندہ اضلاع میں گئی اور میں نے دیکھا کہ وہاں تعمیر اور ترقی کا دور شروع ہو گیا ہے اور بالخصوص یہ کہ ہماری حکومت نے یہ کوشش کی ہے کہ وہ پسماندہ اضلاع جو بہت دور دراز ہیں اور جو ہماری باڈر لائن پر ہیں ان کی تعمیر، ان کی ترقی اور وہاں کے بسنے والی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے نہ صرف وہاں سڑکوں کی تعمیر، سکول اور ہسپتالوں کی تعمیر بلکہ وہاں ہر شعبہ جات میں ترجیح اس لئے دی جا رہی ہے تاکہ ان لوگوں کے عرصہ دراز سے جو مسائل تھے اور جس complex میں وہ مبتلا تھے کہ ہم شاید پاکستان کا حصہ نہیں ہے ان کو وہ حصہ دے کر ان کو یہ حق دیا کہ وہ بھی ہمارے پنجاب میں اسی طرح سے تمام ضروریات زندگی کی چیزوں سے مستفید ہوں جس طرح سے پنجاب میں پنڈی، لاہور، ملتان اور بڑے شہروں کے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! چونکہ بہت ساری باتیں بجٹ پر ہو چکی ہیں میں اپنی تقریر کو یہیں ختم کروں گی اور میں ایک نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حکومت کا شکریہ ادا کروں گی کہ انہوں نے پنجاب کی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے جو وعدے کئے تھے ان کو پورا کرتے ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ اگلے سال بھی اپنا بجٹ عوام کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش کریں گے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ اعجاز صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! محترمہ نے ضمنی بجٹ پر جو تقریر کی ہے انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس سے پہلے جو بجٹ تھے ان میں بھی بہت زیادہ رقوم کو بڑھایا گیا اور مختلف گاؤں اور پسماندہ علاقوں میں یہ خود گئی ہیں۔ میں صرف یہ چاہوں گا کہ یہ اتنی تصحیح کر لیں کہ پچھلے جتنے بجٹ تھے اس میں انہوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف تقریریں کی ہیں چونکہ یہ ہمیں داغ مفارقت دے چکی ہیں اور [****] اس لئے آج انہوں نے نیا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ پلیز! تشریف رکھیں۔ محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! اگر آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں تو میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! الحمد للہ میں اپنے آپ کو ان بنچز پر بیٹھ کر فخر محسوس کرتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں سب سے پہلے ایک مسلمان ہوں، پھر پاکستانی ہوں، پھر اس کے بعد میرا جو وجود ہے وہ پاکستان کے لئے خواہ وہ مرد کی صورت میں ہو یا عورت کی شیخ صاحب! آپ لوگوں سے میں اسی بات کی توقع رکھتی تھی، آپ لوگوں کے ساتھ بیس سال میرا واسطہ رہا اور الحمد للہ میں نے پاکستان کی خدمت کے لئے اپنا ہر قدم اٹھایا۔ آج سے ایک ماہ پہلے میرے والد صاحب کی فوتگی ہوئی، آپ لوگوں کے اندر یہ اخلاقی روایات موجود نہیں تھیں جس کے لئے مجھے آپ کو چھوڑنا پڑا کہ میرا باپ آپ لوگوں کی وجہ سے جیل میں دو دفعہ گیا، کیا آپ لوگوں کے اندر اتنی اخلاقی اقدار نہیں کہ آپ کسی کے ساتھ اظہار افسوس کر لیتے؟ (شیم، شیم)

میں سمجھتی ہوں کہ وہ فورم جہاں پر انسان کی قدر نہ ہو، وہ فورم جہاں پر پاکستان کی قدر نہ ہو، وہ فورم جہاں اخلاقی روایات کی قدر نہ ہو میں اس کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتی، میں ان لوگوں کو سلام پیش کرتی ہوں جو اپنے ورکرز کی قدر کرتے ہیں، جو پنجاب کی قدر کرتے ہیں، جو پاکستان کی قدر کرتے ہیں اور جو اسلام کی قدر کرتے ہیں۔ میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں۔ میں اس چیز کے لئے اپنے آپ کے اندر کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرتی، الحمد للہ سر بلند کر کے چلتی ہوں۔۔۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ !

SHEIKH EJAZ AHMED: Point of personal explanation...

جناب سپیکر: شیخ صاحب! چلنے دیں۔ عباسی صاحب تشریف رکھیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! انہیں تنبیہ کریں۔

جناب سپیکر: نون صاحب! تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ان کے والد صاحب کی فاتحہ خوانی کرالیں۔

آوازیں: وہ ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! تعلیم کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ صوبہ بھر میں تعلیمی فروغ کے لئے پنجاب حکومت نے کچھ اچھے کام کئے ہیں۔ بوسیدہ عمارتیں نئی عمارتوں میں تبدیل کی گئی ہیں لیکن جو قومیں اقوام عالم میں سر اٹھا کر زندہ رہنا چاہتی ہیں وہ اپنے قومی مقاصد کے مطابق نظام تعلیم کو تشکیل دیتی ہیں۔ نظام تعلیم میں نصاب سازی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ایسا نظام تعلیم ہی جاندار اور تعمیری ہو گا جس میں نصاب معاشرے کی نظریاتی ضرورت کے مطابق ہو لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان کے طلباء و طالبات سے ان کا اسلامی نظریاتی تشخص چھینا جا رہا ہے۔ مطالعہ پاکستان کے نصاب سے حالیہ تاریخ کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ نجی اداروں نے تاریخ اسلام کو تبدیل کر دیا ہے۔ مسلسل تسلسل سے اسلامی واقعات اور قرآنی آیات کو نکالا جا رہا ہے۔ عربی کے مضمون کو ختم کیا جا رہا ہے۔ نصاب تعلیم کو سیکولر بنیادوں پر استوار کرنے کی ایک مثال 'O' level کے کورس میں اردو کی کتاب پاکستان کی کہانیاں ہیں۔ کارواں پبلیشرز لاہور کی شائع کردہ یہ کتاب گیریژن اور دیگر نجی اداروں میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس نصابی کتاب میں فحاشی اور بے حیائی پر مبنی مضامین کی بھرمار ہے۔ نوجوان طلباء و طالبات کو اسلام سے لاتعلق کرنے اور ہندوؤں کے پیروکار بنانے کی گہری سازش ہے۔ اس میں جگہ جگہ بازاری جملے ہیں، انتہائی گھٹیا انداز میں عاشقی و معشوقی اور مرد و عورت کے تعلقات کے بارے میں باتیں درج ہیں۔ یہ کتاب کیمبرج یونیورسٹی کی تصدیق شدہ ہے۔ کتاب میں کئی کہانیوں اور کریکٹرز کے نام ہندوانہ رکھے گئے ہیں۔ اس کتاب میں

جو'O' level کے نئے نصاب میں شامل ہے گالیاں، سالی سے عشق اور بے حیائی پر مبنی ایسے فقرے ہیں جو میں یہاں بیان نہیں کر سکتی۔اگر آج اس نوخیز نسل کو ہندو اور مسلم تہذیبوں کے فرق سے روشناس نہیں کرائیں گے تو کل وہ ہم سے ضرور سوال کریں گے کہ پاکستان اور بھارت دو الگ الگ ملک کیوں ہیں؟ یہ نجی ادارے وہ ہیں جہاں سیکنڈری کی سطح پر کتابوں کی قیمت -/18855 روپے ہے جبکہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی سیکنڈری کی ایک سال کی کتابوں کی قیمت صرف -/ 720 روپے ہے۔ان پر ماہانہ اتنا خرچ بھی کر رہے ہیں اور پھر ان کو یہ کچھ دیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر!اسی طرح یونیورسٹیوں کو جو خود مختاری دی گئی ہے،ان کے حالات سے بھی حکومت کو باخبر رہنا چاہئے۔28۔دسمبر بروز بدھ 2005 کو لاہور کالج یونیورسٹی میں کیٹ واک شو کا انعقاد کیا گیا۔ طالبات نے پاکستانی، بھارتی اور یورپین نیم عریاں کپڑے پہن کر ماڈلنگ کی، اس شو میں مردوں نے بھی شرکت کی۔ ایک ٹکٹ -/200 روپے میں فروخت کی گئی۔ حکومت وائس چانسلر لاہور کالج یونیورسٹی کو یہ باور کرائے کہ وہ قوم کی بیٹیوں کی اسلامی نظریات کے مطابق تعلیم و تربیت کرے۔ پاکستان اور اپنے دین سے محبت کرنے والی طالبات کی اکثریت بے حیائی اور مغربی تہذیب کو ناپسند کرتی ہے اور وہ کبھی بھی اس کو اپنانے کے لئے تیار نہ ہو گی۔

جناب سپیکر!میں اب کچھ باتیں زراعت کے سلسلے میں کہنا چاہوں گی۔ پنجاب تمام بڑی اور نقد آور فصلوں میں بہت پیچھے ہے۔بجٹ میں اس سلسلے میں کوئی پیشرفت نہیں کی گئی۔ سبسڈی کی بات کی گئی ہے یا باہر سے درآمد کی بات کی گئی ہے،زرعی اجناس کی درآمد کی بجائے اگر ان اشیاء کی یہی رقم کاشتکاروں کو ریلیف دے کر مطلوبہ اجناس میں پیداوار میں اضافہ کی ترغیب دی جاتی،یعنی بجلی سستی کر دی جاتی یا تیل کی قیمت میں کمی کر دی جاتی۔ کھاد کی ہر بوری پر -/600 روپے سبسڈی دینے کی بجائے ملک میں کھاد کے کارخانے لگانے پر بڑی چھوٹ دے کر اس سلسلے کو ختم کیا جا سکتا تھا۔اسی طرح pesticides پر لگنے والی رقم بھی اگر یہاں پر کارخانے قائم کر دیئے جاتے تو اس سے کسانوں کو بھی سہولت مل جاتی۔

جناب سپیکر!یوٹیلٹی سٹورز کی بات کی جا رہی ہے تو صرف پانچ سے دس فیصد لوگوں کی رسائی حکومت کے ان یوٹیلٹی سٹورز تک ہے۔ حکومت کے اس اقدام سے منافع خور مافیا کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور پھر جس طرح چینی اور سیمنٹ کے بحران کا سامنا کرنا پڑا ہے،اسی طرح اس بحران کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر: محترمہ!ایک منٹ میںwind upکریں۔

محترمہ طاہرہ منیر:3۔ارب30 کروڑ روپے کا جو اضافی بجٹ ہے وہ لاء اینڈ آرڈر کو دیا گیا ہے۔ پاکستان میں اوسطاً چھبیس افراد روزانہ قتل ہوتے ہیں،پنجاب میں چودہ قتل ہوتے ہیں۔پنجاب میں ہر روز چار خواتین کی عصمت لوٹ لی جاتی ہے۔

جناب سپیکر:ہاؤس کا ٹائم مزید پانچ منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ طاہرہ منیر:اغواء برائے تاوان کی روز بروز وارداتیں بیس ہیں۔اگر عوام رات کو سکھ کی نیند نہ سو سکیں،چوریاں اور ڈاکے روز کا معمول بن جائیں،راہ چلتے مسافروں کے مال واسباب چھینے جائیں اور ان کی جانوں کی حفاظت کی کوئی گارنٹی نہ ہو وہاں پولیس پر 20۔ارب روپیہ خرچ کر کے کیا حاصل ہو گا؟اب تو اجتماعی آبروریزی،چوریوں اور ڈاکوؤں کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ آخر وہ لوگ کیا کر رہے ہیں جو اس بات کے ذمہ دار ہیں؟اس میں ایک تجویز یہ ہے کہ اگر اسلامی سزائیں نافذ کر دی جائیں تو جرائم میں کمی واقع ہو سکتی ہے مثلاً اگر چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں تو یہ بہت حد تک لوگ ایسا کام نہیں کریں گے۔وہ کہتے ہیں کہ ہم رشوت دے کر چھوٹ جائیں گے۔اگر انہیں پتا ہو کہ ہمارا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تو وہ یہ حرکت نہیں کریں گے۔جب تک یہ اسلامی سزائیں نافذ نہیں کی جاتیں یہ چور،ڈاکو اور شیر ہوتے رہیں گے۔واخر عوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ!شکریہ۔میرے پاس جتنی بھی چٹیں معزز اراکین اسمبلی کی طرف سے آئی تھیں سب معزز اراکین اسمبلی بات کر چکے ہیں۔ صبح آتے ہی وزیر خزانہ wind up کریں گے۔ اس کے بعد ضمنی مطالبات زر پر بحث ہو گی اور رائے شماری ہو گی۔آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

رانا ثناء اللہ خان:جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر:جی،رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان:جناب سپیکر!wind upتو وزیر خزانہ نے آج کرنا تھا۔اگر آپwind upکو کل پر لے کر جائیں گے تو پھر اس کے لئےcut motionsکا آپ کو ٹائم بڑھانا پڑے گا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کوproper timeدے دیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اجلاس کی کارروائی کل بروز منگل صبح 10.00 بجے تک کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

1143

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 27۔جون2006

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ

سرکاری کارروائی

1۔ ضمنی میزانیہ بابت سال2005-06 پر وزیر خزانہ کی اختتامی تقریر

2۔ ضمنی میزانیہ بابت سال2005-06 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

1145

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

منگل، 27۔ جون 2006

(یوم الثلاثہ، 30۔ جمادی الاول 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 25 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ
الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۚ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ
الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا
مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمرَان آیات26تا28

یوں عرض کرا ے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے o تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے o مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ

بنالیں مسلمانوں کے سوااور جوایسا کرے گااسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہامگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرواور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے o

وماعلینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ہم تحاریک استحقاقtake up کرتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر17، سید احسان اللہ وقاص اور چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔یہ پیش ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!اس تحریک کو تھوڑی دیر کے لئےpending کرلیں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر!میں اس کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں لیکن اگر آپpending کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک موجود نہیں ہیں اس لئے یہ تحریک 3۔جولائی2006تکpending کی جاتی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!بہت شکریہ

پوائنٹ آف آرڈر

حاجی محمد اعجاز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،فرمائیے!

قاری سید صداقت علی کو جناب سپیکر کی جانب سے پچاس ہزار روپے کے انعام کی عطائیگی

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر!برطانیہ حکومت کے توسط سے 12۔جون2006 کو برمنگھم میں قاری سید صداقت علی کو تلاوت قرآن مجید فرقان حمید کے حوالے سے ایک بہت بڑا اعزاز دیا گیا۔ میری یہ خواہش ہے کہ یہ اسمبلی بھی قاری صاحب کو مبارکباد دے، یہ بڑی اچھی تلاوت کرتے ہیں،ان کی قرأت بڑی اچھی ہے۔

جناب سپیکر: میں اپنی طرف سے اور اس معزز ایوان کی طرف سے بھی قاری سید صداقت علی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں اپنی طرف سے قاری صاحب کو پچاس ہزار روپے انعام کے طور پر دیتا ہوں۔

حاجی محمد اعجاز: ماشاء اللہ،بہت بہت شکریہ

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اگلی تحریک جناب مدثر قیوم ناہر اصاحب کی طرف سے ہے۔

ایس ایچ او تھانہ نوشہرہ ورکاں کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ توہین آمیز رویہ

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ماہی پروری: جناب سپیکر! یہ تحریک کل پڑھی جاچکی ہے۔اس کا جواب آنا تھا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اسے oppose نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: چونکہ وزیر قانون صاحب اس کو oppose نہیں کر رہے لہذا میں اس تحریک کو in-order قرار دیتے ہوئے استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔

اگلی تحریک استحقاق نمبر 32، سردار محمد امان اللہ خان دریشک کی طرف سے ہے۔یہ بھی پڑھی جاچکی ہے۔اس کا جواب آنا تھا۔

وزیر تعلیم کے پرائیویٹ سیکرٹری اور ای ڈی او (ای) راجن پور کا معزز رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

(۔۔۔جاری)

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! دریشک صاحب نے یہاں پر out of turn تحریک استحقاق دی، میں نے ان سے رابطہ کیا اور سارے حقائق دریافت کئے ہیں۔ دراصل میں نے ان کے کہنے پر ہی EDO(E) راجن پور کو یہاں اپنے دفتر میں بلوایا تھا۔ جناب! یہ میں آپ کو تحریک استحقاق آنے سے پہلے کی بات بتا رہا ہوں۔ دریشک صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے علاقے میں کچھ مسائل ہیں، EDO(E) میری بات نہیں سنتا تو میں نے کہا کہ آپ بے فکر رہیں میں ان کو بلواتا ہوں۔ میرے ہی کہنے پر EDO(E) دس گھنٹے کے نوٹس پر یہاں پر آیا، وہ میرے دفتر میں بیٹھا رہا۔ معزز ممبر بھی اسی دوران میرے دفتر میں گئے۔یہ میں good faith کی بات بتا رہا ہوں کہ میں نے ان کی مدد کے لئے اس EDO(E) کو یہاں پر بلوایا اور ان کی ملاقات کروائی۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں

موجود ہوتا، ان کی میں بات سنتا،(EDO(E سے پوچھتا اور (EDO(E اس کا جواب دیتے لیکن ایسی نوبت نہیں آئی۔ ابھی جو discussion کی صورت تھی وہ اختیار ہی نہیں ہوئی۔ میرے خیال میں معزز ممبر کا (EDO(E کے ساتھ وہاں پر کوئی ایسا مکالمہ ہوا ہو گا۔ جب میں نے (EDO(E سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے ایسی کوئی گستاخی نہیں کی ہے۔ بعد میں دریشک صاحب نے تحریک استحقاق جمع کروادی۔ تحریک استحقاق آنے کے بعد جب میں نے حالات معلوم کرنے چاہے، جب (EDO(E سے پوچھنا چاہا تو پتا چلا کہ (EDO(E کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے ان سے دوبارہ رابطہ نہیں ہو سکا۔ میں نے معزز ممبر سے یہ درخواست کی ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ تحریک میں تو زیادہ تر آپ کے پرسنل سٹاف کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس کے بعد پھر میں نے اپنے سٹاف سے بھی بات کی ہے۔ اسی چیمبر میں ہر روز بہت سے معزز ممبران تشریف لاتے ہیں اور کسی بھی سٹاف کی اتنی جرأت نہیں کہ کسی بھی معزز ممبر کے ساتھ وہ خدانخواستہ کوئی تلخ کلامی کریں۔ چونکہ معزز ممبر کی بات اہم ہے اور وہ صحیح کہہ رہے ہوں گے۔ میں نے سختی سے اپنے سٹاف سے کہا ہے کہ آئندہ کوئی ایسے حالات نہ ہوں۔ حالانکہ سٹاف نے بار بار اس بات کا اظہار کیا ہے کہ انھوں نے ہرگز کسی قسم کی گستاخی نہیں کی ہے۔ میری آپ کی وساطت سے معزز ممبر سے درخواست ہو گی کہ ان کا کوئی ایسا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم اس کو out side the Assembly settle کر لیں۔ (EDO(E صاحب سے متعلقہ ان کے جو معاملات ہیں وہ ہم مل بیٹھ کر طے کر لیں گے۔

جناب سپیکر! تمام (EDOs(E کو ہدایات ہیں کہ ہماری تعلیم کی جو پالیسی ہے اسے وہ implement کریں۔ افسران کی یہ ڈیوٹی بنتی ہے کہ وہ معزز ممبران کو respect دیں۔

جناب سپیکر: دریشک صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ وزیر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں اور جو بھی معاملات ہیں ان کو طے کر لیں۔

سردار محمد امان اللہ خان دریشک: جناب سپیکر! پہلے بھی بات ہوئی تھی اور اس کے بعد جو صورتحال پیدا ہوئی وہ بھی میں نے اپنی اس تحریک میں لکھ دی ہے۔ وزیر صاحب نے یہ بتایا ہے کہ اس دن (EDO(E صاحب ان کے دفتر میں تھے اور میں انھیں ملا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وزیر صاحب باوضو ہو کر اور کلام اللہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ دیں کہ وہ ان کے دفتر میں موجود تھا اور ان

سے میری بات چیت ان کے دفتر میں ہوئی ہے تو میں اپنی تحریک واپس لے لوں گا۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔یہ تحریک استحقاق میں in order قرار دیتے ہوئے اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 268، سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ اس تحریک کو آپ کل یا پرسوں کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، اس تحریک التوائے کار کو 3۔جولائی تک pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔ معزز رکن تشریف فرما نہیں ہیں۔ لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 537، راناثناء اللہ خان، جناب ارشد محمود بگو، راناآفتاب احمد خان، شیخ اعجاز احمد، ملک نواز احمد، ملک اصغر علی قیصر، ڈاکٹر اسد معظم، راجہ ریاض احمد، جناب ریاض شاہد، جناب جہانزیب امتیاز گل اور محترمہ خالدہ منصور صاحبہ کی طرف سے ہے۔

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ پیش ہو چکی ہے۔آپ نے اس کو pending کیا تھا۔اس پر بحث تھوڑی لمبی ہو گی اور آج چونکہ وقت کی قلت ہے اس لئے اگر آپ اس کو کسی اگلے دن کے لئے pending کر دیں تو بہتر ہو گا تاکہ اس پر سیر حاصل بحث ہو سکے۔ وزیر قانون سے پوچھ لیں کہ کب تک اس کو pending کر لیا جائے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب! کب تک اس کو pending کر دیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ محکمہ تعلیم سے متعلقہ ہے۔ وزیر تعلیم صاحب جس دن convenient سمجھیں اس دن کے لئے رکھ لیں۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم صاحب یہ تحریک وائس چانسلر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے خلاف ہے تو کب تک اسے pending کر لیں؟

وزیر تعلیم: جناب! کیا یہ پیش ہو چکی ہے؟

جناب سپیکر: جی ہاں! یہ پڑھی جا چکی ہے۔

وزیر تعلیم: اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے کل take up کر لیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ اگر اس کا جواب آگیا ہے تو پھر اسے آج ہی take up کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: کیا اس کا جواب آ چکا ہے؟

وزیر تعلیم: جی ہاں! جواب آ چکا ہے۔

جناب سپیکر: آج چونکہ وقت کی قلت ہے لہذا اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 273، سید احسان اللہ وقاص، چودھری اصغر علی گجر، محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کی طرف سے ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ اسے بھی pending فرما لیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک بھی 3۔ جولائی تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 276 محترمہ فائزہ احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری اور جناب سمیع اللہ خان کی طرف سے یہ تحریک move ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

کلور کوٹ پولیس کی وفی کے اصل ملزمان کی بجائے بے گناہ افراد کو گرفتار کرنے کی کوشش

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! بہت پہلے اس کا جواب آگیا تھا لیکن میں نے مہلت اس لئے مانگی تھی کہ میں updates دیکھنا چاہتا تھا کہ اس میں latest position کیا ہے؟ اس میں latest یہ ہے کہ متعلقہ فریق نے ہائی کورٹ میں for the quashment of FIR رٹ دائر کی تھی۔ ہائی کورٹ کے order پر وہ ایف آئی آر quash ہو چکی ہے اور اس کے اخراج کی

رپورٹ بھی متعلقہ عدالت میں داخل کر دی گئی ہے۔ لہذااس سلسلے میں اب مزید کوئی کارروائی باقی نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ چونکہ محرک اس کو مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا یہ تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 279 محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ کی طرف سے ہے یہ پیش ہو چکی تھی اس کا جواب آنا تھا۔ لاء منسٹر صاحب!ابھی محرک موجود نہیں ہیں تو کیا اس کو pending کر لیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!جواب تو میرے پاس موجود ہے لیکن بے شک آپ اسے pending فرمالیں جب وہ تشریف لائیں گی تو میں جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک 3۔ جولائی تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 376 شیخ اعجاز احمد صاحب کی ہے یہ 22 تاریخ کو move ہو چکی تھی۔ اس کا جواب آنا تھا۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

معزز رکن اسمبلی شیخ اعجاز احمد کے گھر نقب زنی اور چوری کے ملزمان کو گرفتار نہ کرنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!اس تحریک میں محرک نے معزز ایوان کی توجہ ایک چوری کے واقعہ کی طرف مبذول کروائی تھی جو ان کے گھر میں ہوئی تھی۔ میری گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں مقدمہ نمبر 327 مورخہ 06-04-22 کو 457/380 درج ہو چکا ہے۔ تفتیش مقدمہ مقامی پولیس عمل میں لا رہی ہے۔ دوران تفتیش مشتبہ گان مسمیان محمد شکیل، سیف، ضیاء الرحمٰن اور نوید احمد کو شامل تفتیش کیا گیا لیکن مال مسروقہ کی برآمدگی نہ ہو سکی ہے۔ دفتر CRO سے بھی مدد حاصل کی گئی لیکن سر دست ملزم trace نہ ہوئے ہیں۔ SPO تھانہ غلام محمد آباد کو ہدایت کی گئی ہے کہ نامعلوم ملزمان کو جلد از جلد trace کرے اور رپورٹ زیر دفعہ 173 عدالت میں پیش کرے۔

جناب سپیکر! مجھے اپنے بھائی کا بڑا احترام ہے اور مجھے اس واقعہ پر انتہائی افسوس ہے۔ ان کا ذاتی معاملہ تھا اس لئے میں نے ڈی آئی جی انوسٹی گیشن کو کہا ہے کہ وہ ذاتی طور پر اس معاملے میں

دلچسپی لیں اور ملزمان کی گرفتاری اور مال کی برآمدگی کے لئے کوشش کریں۔ میں اپنے بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم پوری کوشش کریں گے کہ اس معاملے کا حل نکل سکے۔ میں ان سے بھی استدعا کروں گا کہ اگر انھیں کسی شخص پر شک ہے تو وہ بھی بتائیں اسے بھی شامل تفتیش کیا جائے گا۔ بہر حال حکومت کی طرف سے متعلقہ پولیس افسران کو ہدایت کی گئی ہے کہ اس کے لئے علیٰحدہ ٹیم بنائی جائے اور ڈی آئی جی خود اس کو مانیٹر کریں تاکہ جلد از جلد ملزمان گرفتار ہو سکیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! آپ ملاحظہ فرمائیں کہ 22/21۔اپریل کی درمیانی شپ کا واقعہ ہے اور آج 27۔جون ہے۔ میں اس حوالے سے راجہ صاحب کا بڑا مشکور ہوں کہ جب میں ہسپتال سے گھر جا رہا تھا اور میری ان کے ساتھ فون پر بات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ آپ فون بند کریں میں ابھی ڈی پی او صاحب کو کہتا ہوں کہ وہ آپ سے رابطہ کرتے ہیں۔ راجہ صاحب کے فون کے بعد ڈی پی او صاحب نے میرے ساتھ رابطہ کیا اور پولیس موقع پر بھی آئی اور جو ضروری کارروائی تھی وہ موقع پر کی اور CRO book بھی consult کی گئی۔ میں اس حوالے سے تو ان کا مشکور ہوں لیکن میں ذمہ داری سے بات کرتا ہوں کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی کسی پولیس آفیشل نے میرے ساتھ کوئی رابطہ نہیں کیا۔ میں صرف یہ conduct اور attitude دیکھنا چاہتا تھا کہ صوبہ میں جو لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال ہے اس میں ایک عام آدمی بڑا بُری طرح متاثر ہے۔ اگر ایک ممبر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا ہے تو پھر کیا attitude ہوتا ہے پھر وہی attitude رہا اور کسی ذمہ دار بندے نے رابطہ نہ کیا۔ انھوں نے صرف ایف آئی آر درج کرنے تک ہی بہتر سمجھا اور یہیں تک محدود ہے۔ میں نے پہلے ایک ہفتے میں ان سے رابطہ کیا اب چاہئے تو یہ تھا کہ وہ رابطہ کرتے اور یہ نوبت نہ آتی کہ مجھے اپنے مسئلے کے لئے اسمبلی فورم پر تحریک التوائے کار پیش کرنا پڑتی۔ چونکہ پورے ملک اور صوبہ میں ایسے واقعات ہو رہے ہیں تو میں اس میں گورنمنٹ کا دوش نہیں سمجھتا۔ جیسے راجہ صاحب نے یقین دہانی کروائی ہے کہ انھوں نے آج یا کل کوئی ٹیم بنا دی ہے اور اسے ایڈیشنل آئی جی صاحب یا ڈی آئی جی صاحب ذاتی طور پر take up کریں گے تو میری گزارش ہے کہ آپ اس میں کوئی time frame کر دیں۔

جناب سپیکر: time frame کی ضرورت نہیں ہے۔ راجہ صاحب نے کہا ہے کہ اگر تو آپ کو ملزمان کا پتا ہے یا ان کی نشاندہی کر سکتے ہیں تو وہ پکڑے جا سکتے ہیں اور اگر ملزمان کا پتا نہیں ہے

تو کوشش کریں گے کہ جلد از جلد ملزمان تک پہنچا جائے اور انھیں گرفتار کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جیسے ابھی معزز رکن نے فرمایا ہے کہ متعلقہ تفتیشی افسر نے آج تک ان سے رابطہ نہیں کیا تو میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آج ہی اس تفتیشی افسر کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

شیخ اعجاز احمد: جناب والا! رضا آباد کا چوکی انچارج بہت کرپٹ ہے اور اس نے آج تک میرے ساتھ رابطہ نہیں کیا حالانکہ وہ چوکی میرے گھر کے ساتھ ہے۔

جناب سپیکر: محرک اسے مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 284 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ، محترمہ فائزہ احمد صاحبہ اور سمیع اللہ خان صاحب کی طرف سے ہے۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ اپنی تحریک پیش کریں۔

پاکپتن، محلہ محمد نگر کے کھلے مین ہول میں گرنے سے کمسن بچی کی ہلاکت

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 29۔مارچ 2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق یونین کونسل اربن نمبر 1 پاکپتن کے محلہ محمد نگر کے محنت کش محمد رشید جام کی پانچ سالہ کمسن بیٹی شیزہ بی بی سکول سے واپس گھر آ رہی تھی کہ اچانک گلی کے کھلے مین ہول میں گر گئی۔ اس کی نعش چار گھنٹے بعد مل گئی۔ پاکپتن کی اکثر گلیوں کے مین ہولوں پر ڈھکنے نہیں ہیں۔ اس جانب یونین کونسل نمبر 1 کے نائب ناظم نے تحصیل کونسل کی توجہ مبذول کروائی مگر تحصیل کونسل ٹس سے مس نہیں ہوئی جس کی وجہ سے آج کمسن بچی مین ہول میں گر کر ہلاک ہو گئی۔ اس بناء پر اس یونین کونسل کے نائب ناظم نے احتجاجاً اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس واقعہ پر ہزاروں افراد نے TMA کے متعلقہ افسران، عوامی نمائندوں کے خلاف احتجاج کیا اور متعلقہ افراد کے خلاف قانونی اور محکمانہ کارروائی کرنے کی استدعا کی۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!ابھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ لہذا اسے pendingکر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ !ابھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا یہ تحریک التوائے کار کل تک کے لئےpendingکی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر285 میاں محمد اصغر صاحب۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا تحریک التوائے کارdispose ofہوئی۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر287 جناب محمد اعجاز ، ملک اصغر علی قیصر اور چودھری زاہد پرویز صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، ملک صاحب!

حکومت کی جانب سے اربن ٹرانسپورٹ مالکان کو لاہور میں قیمتی زمین کوڑیوں کے بھاؤلیز پر دینا

ملک اصغر علی قیصر: شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 30۔مارچ2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق لاہور شہر میں محکمہ ٹرانسپورٹ اپنی دو سو کنال کے قریب اراضی اربن روٹس پر چلنے والی بسوں کے مالکان کو لیز/کرایہ پر کوڑیوں کے بھاؤدے رکھی ہے۔اس کے باوجود یہ ٹرانسپورٹ کمپنیاں لیزاور کرایہ کی یہ رقم جو کہ تقریباً پونے دو کروڑ روپے ہے محکمہ ہذا کو جمع نہیں کروا رہی ہیں اور نہ ہی کبھی محکمہ ٹرانسپورٹ کے متعلقہ افسران اور اہلکاران نے اس بارے میں ان کے خلاف کوئی قانونی اور محکمانہ کارروائی کی ہے۔ جس کی وجہ سے حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوا ہے۔اگر یہی اراضی بازار میں نیلام عام کے ذریعے کرایہ /لیز پر دی جائے تو اس سے حکومت کو سالانہ ایک ارب کے قریب لیز/کرایہ وصول ہو سکتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی،وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: شکریہ۔جناب سپیکر!میرے محترم ساتھی نے جس بات کی طرف نشاندہی کی ہے میں اس کے متعلق گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک تو یہ زمین مختلف فرنچائزڈ کمپنیوں کو دی گئی ہے وہ لیز پر دی گئی ہے کسی کو یہ زمین نیلام نہیں کی گئی۔

دوسرا میں یہ عرض کروں گا کہ پہلے اس سلسلے میں فی بس 20روپے روزانہ کرایہ مقرر کیا گیا تھا اب اس کو بھی ہم نے بڑھا دیا ہے اور روزانہ کے بیس روپے سے بڑھا کر پچاس روپے کر دیا ہے۔اس کے علاوہ تمام کمپنیاں جن کے ذمے بقایا جات ہیں ان کو بھی نوٹس دے دیئے ہیں اور ان سے یہ کہا ہے کہ مقررہ مدت کے اندر وہ اپنے بقایا جات ادا کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا!میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پونے دو کروڑ روپے کے جو بقایا جات ہیں یہ کب سے ان کمپنیوں کی طرف pending چلے آ رہے ہیں اور وہ اگر ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں یا جو بھی ہیں وہ بقایا جات کیوں ادا نہیں کر رہیں۔ٹھیک ہے اگر انہوں نے انہیں کوئی valid contract دیا ہے تو اس کے مطابق انہیں بقایا جات ادا کرنے چاہئیں۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ دفتر میں بیٹھ کر ان کو یہ جگہ دینے کی بجائے اس جگہ کا لیز کے لئے بھی open auction کرتے کیونکہ ہمارے ملک کے اندر بھی ایسی کمپنیاں ہیں جو اس سے زیادہ رقم ان کو دے سکتی تھیں کیونکہ جب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کا ادارہ ختم ہوا تو نہ صرف لاہور کے اندر بلکہ پورے پنجاب کے اندر ایسی زمینیں تھیں جو کہ بڑی اچھی location پر واقع تھیں، شہر کے اندر تھیں اور اربوں روپے کی وہ جگہ تھی لیکن ان کو اونے پونے دام میں دے دیا گیا ہے۔اس کی یہ وضاحت کر دیں کہ یہ جو لیز انہوں نے دی ہے یہ open auction کے ذریعے دی تھی یا ویسے ان کو award کر دی گئی ہے اور جو بقایا جات ہیں وہ کتنی دیر سے بقایا ہیں اور یہ کیوں وصول نہیں کر رہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا!1997 سے پہلے ان تمام کمپنیوں کو جگہ دی گئی ہے۔صرف دو کمپنیاں ایسی ہیں جن کو بعد میں یہ جگہ لیز پر دی گئی ہے اور 1997 سے پہلے پی آر ٹی سی کے تحت جو جی ٹی ایس کی بسیں چلتی تھیں ان کو ہر ماہ کروڑوں روپے کا خسارہ ہوتا تھا۔ اس میں attraction پیدا کرنے اور فرنچائزڈ سسٹم کو کامیاب بنانے کے لئے لوگوں کو لیز پر جگہ دی گئی ہے۔ جس طرح میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ لیز کی جو رقم ہے اس کو بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ بسوں کا کرایہ بھی -/50 روپے روزانہ کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

حاجی محمد اعجاز: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب اس پر کافی بات ہو چکی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب والا! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر موصوف یہ فرمادیں کہ ان سے بقایاجات کی رقم کب تک وصول کر لی جائے گی؟

جناب سپیکر: وزیر موصوف سے یہ گزارش کروں گا کہ recoveryکی رقم جلد وصول کی جائے۔ محرک چونکہ مزید اس کو پریس نہیں کرنا چاہ رہے اس لئے تحریک التوائے کارdispose of ہوتی ہے۔

سرکاری کارروائی

جناب سپیکر: کل مورخہ 26۔جون2006 کو ضمنی بجٹ06-2005 پر عام بحث مکمل کر لی گئی تھی تاہم وزیر خزانہ کی wind up تقریر آج تک ملتوی کر دی گئی تھی۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی wind upتقریر شروع کریں۔(نعرہ ہائے تحسین)

ضمنی میزانیہ بابت سال06-2005 پر وزیر خزانہ کی اختتامی تقریر

وزیر خزانہ: شکریہ۔جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کے معزز اراکین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاص طور پر اپوزیشن اور حکومتی بنچوں کے ان تمام ساتھیوں کا جنہوں نے اس بحث میں حصہ لیا اور ہمیں بہت ہی مثبت تجاویز دیں، مثبت تنقید بھی کی۔ کچھ چیزیں ہیں جو میں جناب کی وساطت سے دونوں اطراف پر بیٹھے ہوئے معزز اراکین کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے تو میں یہ بتانا چاہوں گا کہ سپلیمنٹری بجٹ ہے۔ کیا چیز سپلیمنٹری بجٹ جس وقت آپ اپنا مالی سال شروع کرتے ہیں جس طرح آج ہم نے 07-2006 کا بجٹ کچھ روز پہلے پاس کیا۔ اس میں کچھ محکمہ جات ایسے ہوتے ہیں جو اپنے اخراجات نہیں کر سکتے اور وہ اپنے surrenders دیتے ہیں کچھ اس بجٹ کی رقوم سے زیادہ اخراجات کرتے ہیں۔ان اخراجات کی re-appropriation کرنے کو ہم سپلیمنٹری بجٹ کی شکل میں ایوان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ایک صورتحال accessesاور surrendersکی شکل میں، میں نے بتائی اور ایک صورتحال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کے پاس وسائل زیادہ آ گئے ہوں یا وسائل میں کمی ہو گئی ہو تو آپ کو کہیں نہ کہیں کمی کرنا پڑتی ہے۔

جناب والا! سپلیمنٹری بجٹ جب سے یہ معزز ایوان وجود میں آیا ہے ہمیشہ سے بجٹ کا حصہ ہی رہے ہیں اور بجٹ کے ساتھ سپلیمنٹری بجٹ بھی آتے رہے ہیں۔ایوان میں کچھ دوستوں نے حکومت کی بے اختیاری کی بات کی اور اس قسم کا تاثر دینے کی کوشش کی کہ حکومت سپلیمنٹری بجٹ جس طریقے سے پیش کر رہی ہے اس طریقے سے نہیں کیا جا سکتا۔ Budget Manual کا بھی حوالہ دیا گیا۔Budget Manual کے کچھ رولز کو quote کیا گیا۔ مجھ سے یقیناً اس معزز ہاؤس کے اراکین اتفاق کریں گے کہ ہمارے لئے سب سے مقدس کتاب ہمارا آئین ہے۔ میں آئین کا آرٹیکل 124 جو سپلیمنٹری گرانٹس اور access سے متعلق ہے، اس معزز ایوان کے سامنے پڑھ رہا ہوں۔

124. If in respect of any financial year it is found:

(a) That the amount authorized to be expended for a particular service for the current financial year is insufficient, or that a need has arisen for expenditure upon some new service not included in the Annual Budget Statement for that year; or

(b) That any money has been spent on any service during a financial year in excess of the amount granted for that service for that year; the Provincial Government shall have power to authorize expenditure from the Provincial Consolidated Fund, whether the expenditure is charged by the Constitution upon that Fund or not, and shall cause to be laid before the Provincial Assembly as Supplementary Budget Statement or, as the case may be, an Excess Budget Statement, setting out the amount of that expenditure, and the provisions of Articles 120 to 123

shall apply to those statements as they apply to the Annual Budget Statement.

جناب والا!میں نے معزز ایوان کے سامنے آئین کا یہ آرٹیکل 124 پڑھا ہے۔یہ صرف اس تاثر کوdispelکرنے کے لئے ہے۔میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ اس میں میرے معزز بھائی کی بدنیتی شامل تھی لیکن کل ان کی کم علمی ضرور تھی کہ ان کو کچھ حصہ پتا تھا جو overriding constitutionکاایک اختیار کسی بھی حکومت کے پاس ہوتا ہے اس کا تذکرہ انہوں نے نہیں فرمایا۔

جناب والا!مثال دی گئی یہاں پر کہ یورپ میں پانچ فیصد سے اگر زیادہ ضمنی بجٹ دیا جائے تو اس کے لئے حکومت معذرت خواہ بھی ہوتی ہے،حکومت پشیمان بھی ہوتی ہے اور اس کے لئے بہت مشکل وقت آتا ہے۔میں جس طرح پہلے گزارش کر چکا ہوں کہ میرے پاس 92-1991 سے لے کر 06-2005 تک کے figures موجود ہیں میں شروع میں بھی گزارش کر چکا ہوں کہ تمام حکومتیں یہ ضمنی بجٹ دیتی رہی ہیں۔میں صرف تین سالوں تک محیط رہوں گا۔پہلے مالی سال میں ہمارے ضمنی بجٹ کا23 percent of total budgetیعنی04-2003 میں 23 فیصد تھا۔05-2004 میں 21 فیصد اور 06-2005 ساڑھے اکیس فیصد۔اس کو ہم بتدریج گھٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جناب والا!ایک بہت ہی interestingبات جس کے لئے میں ہاؤس کی توجہ چاہوں گا اس کے numberشاید لوگوں کو اتنے attractنہ کریں لیکن ان numbersکو میں خاص طور quoteکرنا چاہوں گا کہ ضمنی بجٹ کے trendsکیا رہے ہیں۔ضمنی بجٹ کون کس طرح سے خرچ کرتا رہا ہے۔کل میرے تقریباً90 فیصد بھائیوں نے جس چیز کو criticizeکیا پولیس کو کیا جو ہمارے ضمنی کا 6 فیصد ہے۔جنرل ایڈمنسٹریشن کی مثال دی گئی جو ہمارے Supplementary Budget کا 1.49 فیصد ہے۔miscellaneous grantsپر criticizeکیا گیا جو ہمارے Supplementary Budgetکا 0.62 فیصد ہے۔اگر آپ ان تمام کو اکٹھا کریں تو یہ تقریباً9 فیصد سے بھی کم بنتے ہیں جن پر criticizeکیا گیا اور ان مدات کے sizesپہلے کیا رہے، میں non-development sideبتا رہا ہوں اور میں comparisonدوں گا کہ non-development کی کچھ مدات کو criticizeکیا گیا جن کا volumeیہ بنتا ہے۔1991 non-development کا total supplementary out of total 70 percentہے، اس سال ہمارا

non-development portion of میں 1992 ہے۔development 20 percent
supplementary 80 percent اور موجودہ سال کا 20 فیصد 94-1993 میں
non-development 94 percent، موجودہ سال 20 فیصد ہے۔95-1994 میں 50 فیصد،
96-1995 میں 63 فیصد، 97-1996 میں 100 فیصد، 98-1997 میں 87 فیصد، 99-1998 میں
99 فیصد، 2000-1999 میں 93 فیصد، 01-2000 میں 99 فیصد، 02-2001 میں 72 فیصد۔

جناب والا! ہم نے current side پر صرف 20 فیصد spending کی ہے۔ میں یہ نہیں دعویٰ کرتا کہ سابق حکومتیں supplementary کیوں دیتی تھیں اور ہم کیوں دے رہے ہیں، لیکن میں اس معزز ایوان کے سامنے ضرور لانا چاہتا ہوں کہ spending کا جو trend تھا وہ 100 فیصد ان مدات پر تھا جن کی نشاندہی کل اس معزز ایوان کے 90 فیصد اراکین نے کی۔ مجھے یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ فنانس منسٹر اور ٹریژری بنچز کے بھائیو! کوئی حیا کرو اور تم لوگ شرمندہ ہو، تمہاری نظریں شرمندہ ہونی چاہئیں۔

جناب والا! financial management پر بھی criticism کیا گیا جس کو میں ثابت کر چکا ہوں کہ Constitution protect کرتا ہے میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں کی بات درست مان لیتا ہوں، حسنین دریشک کو، چودھری پرویز الہیٰ کی حکومت کو سال کے اختتام پر اپوزیشن اور حکومت مبارکباد کا ایک سرٹیفکیٹ جاری کرے گی کہ آپ نے یورپ سے compete کیا اور آپ کا Supplementary Budget 5 percent سے نیچے رہا۔ یہ چاہتے ہیں کہ میں نادم ہوں، میرے ساتھ پوری حکومت نادم، Supplementary Budget کس نام پر گیا، لیہ، مظفر گڑھ، سیالکوٹ، حافظ آباد، لودھراں، ظاہر پیر، رحیم یار خان، یزمان، دنیا پور، کروڑ پکا، جلال پور پیر والا، بھکر، راجن پور، ڈیرہ غازی خان۔

جناب والا! یہاں 500 water supply schemes چلائی گئیں۔ مجھے ایسی ندامت پہنچتی ہے جس میں میں اپنے لوگوں کے مسائل حل کر سکوں۔ مجھے کسی قسم کا ایسا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے جس پر میرے لوگ suffer کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! like wise urban water supply sector میں بڑے شہروں کی تقریباً 61 سکیمیں تھیں۔ میں نادم ہوں، میں بے پناہ شرمندہ ہوں کہ میں نے جناب کا سرٹیفکیٹ نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ مجھے اس سرٹیفکیٹ سے بچائے رکھے کہ ایک سال کے بعد میں سرٹیفکیٹ لوں

اور میں لوگوں کو کہوں کہ بابا! مجھے یہ سرٹیفکیٹ چاہئے تھا، یہ ڈگری آج مجھے مل گئی ہے اور میں آج جو تمہارا مسئلہ حل کر سکتا ہوں وہ ایک سال کے بعد کروں گا۔

جناب والا! پھر میرے بھائی روڈز پر criticize کرتے ہیں اور بار بار deprived اضلاع کا ذکر کرتے ہیں۔اسی Supplementary Budget میں ہمارا روڈز سیکٹر کا budget estimate تقریباً 12۔ارب روپے تھا۔ اس میں 11۔ارب روپے supplementary کے ذریعے خرچ کئے گئے ہیں اور اس 11۔ارب روپے سے میانوالی، بھکر کی backwardness پر کوئی دو آراء نہیں ہیں۔307 کلو میٹر نئے روڈز بنائے گئے اور تقریباً 30 کلو میٹر کی widening improvement کی گئی۔ ملتان، مظفر گڑھ، لیہ، ڈی جی خان، راجن پور، 166 کلو میٹر نئے روڈز اور تقریباً 7/8 کلو میٹر کی widening improvement۔

جناب والا! بہاولپور، بہاولنگر، لودھراں، 210 کلو میٹر نئے روڈز اور 5 کلو میٹر روڈز کی widening improvement۔اس Supplementary Budget کے ذریعے کل 1060 کلو میٹر نئے روڈز تعمیر کئے گئے ہیں۔ان کا سرٹیفکیٹ ان کو مبارک اور میرے لئے میرے صوبے کے deprived اور غریب سے غریب تر لوگوں کی ضرورت کی اہمیت بے پناہ زیادہ ہے۔

جناب والا! بے پناہ باتیں ہوتی رہیں۔ مختلف دوست مختلف اوقات میں criticize کرتے رہے کہ لاہور اور سیالکوٹ کا موٹروے نہیں بننا چاہئے۔ میں اس پورے معزز ایوان سے پوچھتا ہوں، میں سابق حکومتوں سے پوچھتا ہوں جس کے ہم بھی اور آپ بھی ممبر رہے اور میں وفاقی حکومت سے پوچھتا ہوں کہ سیالکوٹ میں کون سا ایسا بڑا کام کیا گیا کہ سیالکوٹ support goods کی export کا ایک بہت بڑا مرکز بنے، گورنمنٹ کا کون سا ایسا major contribution تھا کہ وزیر آباد کے اندر کٹلری اور مختلف قسم کی صنعت ترقی کرے، گورنمنٹ کا کون سا ایسا initiative تھا جس پر فیصل آباد کے اندر ٹیکسٹائل انڈسٹری نے boom کیا۔ میں اپنے ان تمام industrialists کو 100 فیصد خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور اپنی ہمت کے ساتھ نہ صرف اپنا نام ملک میں پیدا کیا بلکہ ملک کا نام دنیا بھر میں مشہور کیا۔

جناب والا! آج ہم اس نہج پر کھڑے ہیں کہ کیا اب بھی ہم نے ان کو انہی کے سر پر چھوڑ دینا ہے کہ بابا! اپنے سر پر ہمت کرو، جو کر لوگے کر لوگے یا ہم نے آگے جانے کا سوچنا ہے۔

جناب والا!ہم نے سوچ سمجھ کر100فیصد فیصلہ کیا ہے کہ جو لوگ آج تک کبھی ڈوبتے رہےاور کبھی اپنے سر پر نکلتے رہے، اگر گورنمنٹ کاcontributionرہا بھی ہے تو بہت minimumرہاہے تو ہم ان کی کیوں نہ پذیرائی کریں،ان کے مسائل کو گھٹانے کی کیوں نہ کوشش کریں۔

جناب سپیکر! میرے انتہائی قابل احترام بھائی چودھری اصغر علی گجر صاحب آج اتفاق سے اپنی سیٹ پر تشریف نہیں رکھتے انہوں نے فرمایا کہ مجھے ابہام ہے کہ میرے حلقے میں جو بھی لوگ بھرتی کئے جائیں وہ میرے ہی حلقے سے ہونے چاہئیں جس کیclarification honourable Law Minister Sahibکر چکے تھے۔

جناب والا!میں کچھ چیزوں پر خاص طور پر اپوزیشن کی توجہ چاہوں گا۔ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام تشکیل دیا گیا جس کو کم از کم کتابوں کی حد تک تو تمام ہاؤس ہی مانتا ہے اور جو ہمارے ایم ایم اے کے دوست ہیں وہ اس کو مزیدappreciateکرتے ہیں۔ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام تھا کیا؟ صوبہ بھر کے تمام سکولوں کیmissing facilitiesکوassesکیا گیا،irrespective ofکہ گجرات کے اندر کون سا سکول ہے اور اس کی کیاmissing facilityہے اور تحصیل چوبارہ کے اندر کتنے سکول ہیں اور ان میں کیاmissing facilitiesہیں۔

جناب والا!موجودہ گورنمنٹ نےsteering committeesبنائی ہوئی ہیں اور ٹریژری سائیڈ کے معزز ممبران اس کے چیئرمین ہیں۔اب وہ چیئرمین زیادہ سے زیادہ ڈنڈی مارے گا تو کیا مارے گا؟ وہ یہ تو کر سکتا ہے کہ چوبارہ تحصیل کے سکول کو پہلے سال کی بجائے دوسرے سال پر کر لے لیکن یہ قطعی طور پر ناممکن ہے کہ جس طرح ان کے حلقے کے سکول بن رہے ہیں،اس طرح ان کے حلقوں کے سکول نہ بنیں۔یہ ایک بہت بڑیparadigm shiftتھی۔وہ حلقے جہاں پر اپوزیشن کے ممبرز ہوتے تھے۔وہاں کے لوگوں کو یہ سمجھا جاتا تھا کہ نعوذ باللہ عزرائیل سے آئے ہوئے ہیں یا انڈیا کے ایجنٹ ہیں۔وہاں پر کوئی اینٹ لگ جاتی تھی تو ایوان اقتدار کے لوگ ان لوگوں کو الٹا لٹکا دیتے تھے کہ یہاں پر ترقی کیوں ہوئی۔حالانکہ صوبہ پنجاب کے ایک ایک شہری اور ہر حلقے کے ایک ایک بندے کا ہمارے وزیر اعلیٰ پر اسی طرح حق ہے جس طرح ہمارے حکومتی بنچوں کے اراکین کا حق ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میںBasic Health Unitsکی بات کرنا چاہوں گا۔ میں آج پورے اعتماد کے ساتھ پورے ہاؤس کو یقین دہانی کراتا ہوں کہ چاہے وہ حلقہ قاسم ضیاء صاحب کا ہے، راناثناء اللہ صاحب کا ہے یا کسی بھی معزز رکن کا ہے۔آپ یہ تنقید تو کر سکتے ہیں کہ ہر BHUمیں کارڈک سنٹر کیوں نہیں ہے۔ ہمارا جو BHUراجن پور میںupgradeہو گا اس کا لیول بھی وہی ہو گا جو وزیر صحت کے علاقے نارووال میںupgradeہو گا اس کا لیول بھی وہی ہو گا۔ ہم نےminimum معیار مقرر کیا ہے۔ جس پر ہم تمام BHUsکو up grade کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!میری آخری کوشش ہو گی کہ میں کسی بھی سابق حکومت کا ذکر نہ کروں۔ میں قطعی طور پر اس چیز پر یقین نہیں رکھتا کہ کسی کے متعلق بات کروں۔ میری کوشش ہے کہ میراfocusیہی رہے کہ ہم کچھ بہتر کریں۔

جناب والا!Sanitationاور Water Supplyکے متعلق بے پناہ باتیں ہوتی رہیں۔ اس سے بے پناہ تکلیف دہ واقعات بھی سامنے آئے۔ ہماری واٹر سپلائی سکیم ایک دو کلو میٹر یا ایک دو ہزار کلو میٹر پر محیط نہیں ہے بلکہ یہ لاکھوں کلو میٹر کی پائپ لائن ہیں۔ میں on the floor of the House کہہ رہا ہوں کہ over night یا ایک سال میں تبدیل کرنا ممکن نہیں ہے۔اس پر کیا کیا جا سکتا تھا یا تو جہاں پر کوئی مسئلہ سامنے آئے تو اس جگہ پر پائپوں کو تبدیل کر دیا جائے یا overall phased manner میں تبدیل کیا جائے۔ جہاں پر پائپ لائن تبدیل نہیں ہو رہی تو وہاں پر لوگ کیا کریں گے۔اس علاقے کے لوگوں کو وہیں سے پانی پینا پڑے گا چاہے وہcontaminatedہے یا ٹھیک ہے۔

جناب والا!حکومت نے دو طریقوں سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، پائپ لائنوں کی تبدیلی کا پروگرام تو چلتا ہی رہے گا لیکن یہ فیصلہ بھی ساتھ ہی کیا گیا کہ ہماری ہر یونین کونسل میں واٹر فلٹریشن پلانٹ لگائے جائیں تاکہ کم از کم ہر یونین کونسل میں لوگ اپنے لئے پینے کا صاف پانی وہاں سے حاصل کر سکیں اور اس مسئلے کو جلد از جلد حل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر!ایک بہت ہی valid pointاٹھایا گیا تھا جس کی میں یہاں ضرور وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ فیڈرل ڈویلپمنٹ پروگرام میں صوبوں کے وسائل ختم کر دیئے گئے ہیں یا صوبوں کے پراجیکٹ اب نہیں لئے جائیں گے۔ فیڈرل PSDPمیں جو صوبائی نوعیت کے جو پروگرام آتے تھے۔اب وفاقی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو صوبے خودtake upکریں گے اور جو

وفاقی نوعیت کے پروگرام ہیں جن میں سوئی گیس اور بجلی آ جاتی ہے۔ان کو وفاقی حکومت اپنے طور پر کرے گی اور تمام صوبوں میںimplementکیا جائے گا۔

جناب والا ایک اور چیز کیrepetitionہو گی لیکن میں آپ کی وساطت سے ضرور اس معزز ایوان کے گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ کس نے کہا کہ موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب کو کہ آپ بتائیے کہ آپ کاnet enrollment primary levelآج کیا ہے،آئندہ سال آپ کیا کریں گے۔ خواتین کا کیا ہے،بچیوں کا کیا ہے اور بچوں کا کیا ہے۔آپ کےchildren fully immunized موجودہ سال میں کیا ہیں،آئندہ سال میں اربوں روپیہ خرچ کر کے آپ کیا کریں گے۔ delivery by trained birth attendants موجودہ سال میں کیا ہے،آئندہ سال میں آپ کیا کریں گے۔Infant mortality rate per 1000 lives 2005-06میں کیا ہے اور 2006-07 میں کیا ہے۔بخدا کسی نے بھی نہیں کہا۔یہ خیال ہر ایک حکومت اور ہر باضمیر شخص کو ضرور آتا ہو گا لیکن اس قسم کا فیصلہ کرنے کے لئے جرأت بھی چاہئے اور حوصلہ بھی چاہئے اور اپنے آپ کو عوام کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے لئے یہ ٹارگٹ مقرر کئے ہیں۔ان میں سے کچھ ہم حاصل کریں گے،کچھ میں ہم ٹارگٹ سے آگے جائیں گے اور کچھ ٹارگٹ ہم حاصل نہیں کر سکیں گے۔

جناب والا!میں آخری بات کر کے اس معزز ایوان سے اجازت چاہوں گا کہ اس سال ہمارے بجٹ کا خاص طور پر ڈویلپمنٹ بجٹ کا حجم 100۔ارب روپیہ بتایا گیا ہے۔میں آج حکومتی بنچوں اور اپوزیشن کے بھائیوں کو کہوں گا کہ یہ بھی آج ہمارے ساتھ اپنا سر فخر سے بلند کریں کہ جو موجودہ مالی سال2005-06 ختم ہو رہا ہے۔ اس سال ہمارا53۔ارب روپے proposed budget تھا اور10۔ارب روپے ضلعی حکومتوں کے لئے مختص کئے گئے تھے لیکن الحمدللہ اس سال ہمارا جو سالانہ بجٹ ہے،revised estimatesآنے کے بعد اس کا حجم 90۔ارب روپیہ ہے۔

جناب والا!ہم نے بہتری اور پنجاب کے عوام کی خوشحالی کے لئے پہلےvisionدیا اور یہ آنے والا وقت ہی ثابت کرے گا کہ ہماری نیتیں خالص تھیں،جذبہ سچا تھا اور انشاء اللہ انشاء اللہ پنجاب کے عوام ہمارے اس ڈویلپمنٹ پروگرام اور ان کے ثمرات سے ضرور مستفید ہوں گے۔ بہت شکریہ

ضمنی میزانیہ بابت سال06-2005 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: شکریہ۔اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔اب ہم گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال06-2005 کے مطالبات زر زیر غور لاتے ہیں۔سال06-2005 کے ضمنی بجٹ میں مطالبات زر کی تعداد38 ہے۔حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ 38 مطالبات زر میں سے 5 مطالبات زر میں حسب ذیل ترتیب سے cut motions پیش کی جائیں گی۔

آج اپوزیشن اور حکومت میں طے ہوا ہے کہ زراعت اور تعلیم کے مطالبات زر پر cut motions پیش کی جائیں گی۔cut motions کے ذریعے مطالبات زر پر کارروائی نماز ظہر تک جاری رہے گی اور باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ(4)144 کے تحت گلوٹین کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔

راناثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راناثناء اللہ خان صاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ کے چیمبر میں یہ طے ہوا تھا کہ اگر ہم گیارہ بجے شروع کریں گے تو پھر نماز ظہر تک cut motions پر بات مکمل ہو جائے گی۔اب 11 بج کر 20 منٹ ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کو 20 منٹ زیادہ دے دیں گے۔اب میں وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ مطالبہ زر نمبر 14 پیش کریں۔

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> ”ایک ضمنی رقم جو 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”زراعت“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''زراعت'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

مطالبہ نمبر 14 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پرویز، جناب جہانزیب امتیاز گل، جناب محمد یار مونکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ)، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈئر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب محمد افضال مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، سید حسن مرتضی، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز، چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، ملک محمد اسحاق بچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) احسان الہیٰ چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید محمد مختار حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، رانا ثناء اللہ خان، رانا مشہود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڑ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یاسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری سجاد حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد

انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید احسان اللہ وقاص، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود بگو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

جی، راناصاحب move کریں گے یا کوئی اور معزز رکن move کرنا چاہتا ہے؟

چودھری اصغر علی گجر: میں کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، چودھری اصغر علی گجر صاحب اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں گے۔

چودھری اصغر علی گجر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"34 کروڑ، 80 لاکھ، 79 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 14 زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"34 کروڑ، 80 لاکھ، 79 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 14 زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

MINISTER FOR AGRICULTURE: I oppose it, Sir.

جناب سپیکر: منسٹر ایگریکلچر اسے oppose کرتے ہیں۔ جی، اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! عرصہ پانچ چھ سال سے اس ملک کے اندر بارشوں کا سلسلہ، دریاؤں میں طغیانی اور برف کا پہاڑوں پر جمنا بھی پہلے سے بہت کم ہو گیا ہے ان تمام باتوں کے اثرات کسانوں اور زراعت پر پڑ رہے ہیں بلکہ دریاؤں میں پانی یہاں تک کم ہو گیا کہ زمین کا واٹر لیول بھی پہلے سے زیادہ گہرا ہو گیا ہے اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں اس وقت پنجاب کے اندر جتنی مشکل میں کسان یا زراعت ہے اور کوئی محکمہ نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پنجاب کے اندر سب سے زیادہ اہمیت زراعت کو دی جانی چاہئے تھی، اس پر نظر رکھنی چاہئے تھی کہ اگر اس ملک کا 75 فیصد حصہ خوشحال نہ ہو، اگر کسان خوشحال نہ ہو، اگر اس کے کھیت نہ لہلہائیں، اگر وہاں سے فصلیں نہ اگائی جائیں تو یقیناً اس کے بازار کبھی بارونق نہیں ہو سکتے، اس کے صنعتی کارخانے کبھی نہیں چل سکتے اس لئے صنعتوں کو آباد کرنے کے لئے، بازاروں میں رونق لانے کے

لئے، کاروبار کو بڑھانے کے لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ اہم رول زراعت کا ہے اس کو ترقی ملنی چاہئے تھی لیکن افسوس کہ پانی کم ہوتا گیا، زراعت کو نقصان ہوتا گیا۔ حکومت کی طرف سے چاہئے تھا کہ یہاں سے مراعات ملتیں لیکن ساتھ ساتھ حکومت کی طرف سے کھاد کی قیمتیں بڑھتی چلی گئیں، سپرے کی قیمتیں بڑھتی چلی گئیں۔ میرے محترم وزیر جناب لودھی صاحب جنہوں نے oppose کیا ہے، مجھے سخت افسوس ہے کہ میں نے جب بھی ایوان میں زراعت کے متعلق کسی current issue پر بات کی تو انہوں نے اٹھ کر ہمیشہ بالکل غلط جواب دیا۔ ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں اور یہ یہاں جواب دے دیتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کھاد کی قیمتیں بڑھنی والی ہیں۔ میں نے کہا کہ فصل کی بجائی کا موسم آنے والا ہے کھاد کی قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ لودھی صاحب نے اٹھ کر فرمادیا کہ کھاد کی قیمتیں کم ہو رہی ہیں۔ صدر نے اعلان کیا کہ -/1000 روپے کی بجائے -/900 روپے کی ڈی اے پی ملے گی۔ جب مارکیٹ میں گئے تو -/1100 روپے کی بوری تھی۔ یہاں پر اعلان ہوتا ہے کہ ساڑھے تین سو کی یوریا کھاد ملے گی، جب بازار گئے تو ساڑھے پانچ سو روپے کی ملی۔ یعنی اس طریقے سے زراعت کو ختم کیا جارہا ہے جس طرح کوئی منصوبہ بندی کی جارہی ہے کہ زراعت کو ہمیشہ کے لئے مٹادیا جائے۔ افسوس یہ ہے کہ چونکہ کسانوں کے اندر unity نہیں ہے، اتفاق نہیں ہے اس لئے ان کی بات پر کوئی کان نہیں دھرا جاتا۔ حکومت کا یہ حال ہے کہ 1991 میں ایک گندم کا انقلاب حکومت کی طرف سے introduce ہوا اور اب تک انقلاب چل رہا ہے۔ کوئی ایسا نیا بیج نہیں آیا جو پاکستان کے اندر کاشت کر کے اس کی پیداوار کو مزید بڑھایا جائے۔ اس کے علاوہ میں یہ چاہتا تھا اور کاش کہ مجھ سے رائے لی جاتی۔ میں نے آپ کی وساطت سے راجہ بشارت صاحب کو ایک تجویز پیش کی تھی کہ یہ ایوان ایک قرارداد متفقہ طور پر پیش کرے جو مرکز کو بھیجی جائے کہ ڈیزل کی قیمتیں کم کی جائیں۔ راجہ صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یہ قرارداد پیش کریں گے۔ اس دن اجلاس کا آخری دن تھا تو انہوں نے کہا کہ اس اجلاس میں نہیں بلکہ اگلے اجلاس میں متفقہ قرارداد پیش کریں گے کہ ڈیزل کی قیمتیں کم کی جائیں لیکن افسوس کہ وہ وعدہ وفا نہ ہو سکا اور آج تک اس ایوان کی طرف سے کوئی پیشرفت نہیں ہو سکی، یہ صوبہ جو قطعی طور پر زراعت ہی پر منحصر ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے 99 فیصد لوگ زراعت سے منسلک ہیں ان کی طرف سے کسانوں کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے کوئی اقدام مرکزی حکومت کو نہیں بھیجا گیا۔

جناب سپیکر! میں اب بھی یہ چاہتا ہوں اور اب انہیں بھی چاہئے کہ اگر مرکزی حکومت نہیں کر سکتی تو صوبہ کوئی پیسا رکھ دے، 20۔ارب روپیہ یا25۔ارب روپیہ مختص کر دے کہ جتنے پنجاب کے اندر کسان ہیں ان کے پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بجلی کے کنکشن فری دیں، سبسڈی پر دیں۔ بجلی کے ریٹ وہی دیں، ادائیگی بھی کریں لیکن کنکشن subsidize کر دیں۔ حکومت پنجاب کو ایسا کرنا چاہئے تاکہ زراعت کو کسی نہ کسی طریقے سے اٹھایا جا سکے۔ پچھلے دنوں اخبار کے اندر خبر لگی ہوئی تھی کہ چین نے پاکستان کے آم لینے سے انکار کر دیا، بڑی افسوسناک خبر ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آم کی کوالٹی کو بہتر کیا جائے اور اگر یہ خبر درست ہے تو اس کو کسی نہ کسی طریقے سے اس کمی کو دور کیا جائے کہ ہماری اجناس تو پہلے ہی باہر نہیں جا رہیں، پہلے ہی وہ لوگ انہیں مسترد کرتے ہیں۔ اس کو اتنا معیاری بنایا جائے کیونکہ ہماری جتنی فصلیں باہر جائیں گی اتنا ہی کسان کو کوئی ریلیف مل سکے گا۔ کینو باہر نہیں جا رہا، مالٹا باہر نہیں جا رہا بالکل نہ ہونے کے برابر باہر مانگ ہے اس لئے ہماری اجناس کو باہر کی منڈیوں میں متعارف کروانا چاہئے تاکہ کسان کو کوئی ریلیف مل سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت اگر سب سے بڑی کوئی زیادتی، ظلم ہو رہا ہے تو وہ کسان کے ساتھ ہے۔ کھاد کی قیمتیں آسمان پر لگی ہوئی ہیں۔ سپرے کی ادویات کی قیمتیں بے تحاشا ہیں، ڈیزل بہت مہنگا ہے تو ان حالات میں کسان انتہائی مشکل سے دوچار ہے۔ میں اپنی حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ ہر قیمت پر کسانوں کی دلجوئی کے لئے، کسی نہ کسی طریقے سے ان کے پانی کے معاملے کو ضرور حل کرے۔ پانی کا معاملہ صرف اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے کہ بجلی کے کنکشن subsidize کئے جائیں تاکہ لوگ بجلی کے کنکشن لگا کر پانی کی کمی کو پورا کر کے زراعت کو پھر سے آگے لے آئیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جب کسان سے گنا لیا جاتا ہے تو اس کی کیا قیمت ہوتی ہے اور جب کسان کو چینی دی جاتی ہے تو اس کی کیا قیمت ہوتی ہے۔ اب یہ بات بار بار دہرانے کی نہیں لیکن ابھی ہمارے وزیر موصوف کہہ رہے تھے کہ ہمیں کہا گیا ہے کہ آپ کو ان باتوں پر شرم آنی چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ میں یہ بات نہیں کرتا لیکن آپ خود سوچ لیں، خود دیکھ لیں کہ ایک غریب کسان اگر-/40 روپے، -/48روپے یا-/45روپے چینی خریدے گا، وہ کیسے چینی خرید سکتا ہے۔ وہ کسی بھی حالت میں چینی نہیں خرید سکتا اور چینی کو مہنگا کرنے والے ہمارے دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں۔ وہ حکمران ہیں، حکومت کے اندر موجود ہیں۔ لوگ کیا سمجھیں گے کہ کیا خود حکمران یہ سب کچھ کر رہے ہیں

کیا یہ ڈکیٹ، چور، لٹیروں کو نہیں پکڑ سکتے۔ کل انہوں نے ایک بات کہی ہے کہ اکتوبر میں ہم اپنے سٹورز خالی کر دیں گے۔ دیکھیں کہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ جو قوم کو لوٹ رہے ہیں یعنی 25 کارخانے ہوں گے یا دس بارہ آدمیوں کے نام آئے ہیں جنہوں نے سولہ کروڑ عوام کی جیبوں سے پیسا نکال کر اپنی جیبوں میں ڈال لیا۔ یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ اس پر کوئی لے دے نہیں ہوا، اس پر کوئی ایکشن نہیں ہوا۔ اگر اس پر ایکشن نہیں ہو گا تو تمام کام دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، کسی بات پر بھی کوئی ایکشن نہیں ہو گا۔ سپرے کی دوائیاں جعلی ملتی رہیں گی، بیج بھی خالص نہیں ملے گا اور کسی حالت میں کسان کو کوئی ریلیف نہیں مل سکے گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ زراعت کی مد میں یہ جو ضمنی رقم رکھی گئی اس میں کمی کی جائے اور اگر کمی نہیں کی جاتی تو کسان کو کم از کم subsidy دی جائے اور کوئی نہ کوئی سہولتیں دی جائیں تاکہ کسان آگے آ سکے اور وہ ان حالات کا مقابلہ کر سکے کیونکہ وہ بے زبان ہے۔ اس پاکستان کا کسان، اس پنجاب کا کسان بے زبان ہے، کاش کہ اس کو زبان مل جاتی تو پھر وہ ایوانوں تک پہنچ جاتا لیکن افسوس کہ اس میں یہ شعور نہیں ہے۔ اگر یہ حالات اسی طرح رہے، کسان تنگ رہے، ان کی کوئی شنوائی نہ ہوئی تو پھر دیکھ لینا کہ کسان اٹھے گا، سڑکوں سے ہوتا ہوا ان ایوانوں کے دروازے توڑ کر اندر آئے جائے گا اور وہ وقت آپ کے اور نہ ہمارے سنبھلنے کا ہو گا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اتنا بڑا انقلاب آئے، اس سے پہلے کہ لوگ اپنا حق مانگنے کے لئے آگے نکلیں حکومت کو چاہئے کہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرے۔

جناب سپیکر: قاسم ضیاء صاحب، راناآفتاب احمد خان صاحب!۔۔۔ میرا خیال ہے کہ جو بھی دوست بات کرنا چاہتے ہیں کیونکہ کافی معزز اراکین اسمبلی تشریف فرما نہیں ہیں۔ جی، ریاض شاہد صاحب!

جناب محمد ریاض شاہد: شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ اس ایوان میں کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے میں اس کے لئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان بنیادی طور پر زرعی ملک ہے۔ زراعت ہی ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے لیکن بڑی دیر سے یہ دیکھا گیا ہے کہ زراعت میں جو زمیندار لوگ ہیں جو اس کو کاشت کرتے ہیں جو اپنا خون پسینہ اس میں صرف کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں، مشقت کرتے ہیں انہیں اس کا معاوضہ نہیں ملتا اور جب گندم یا کوئی فصل تیار ہوتی ہے تو اس کی قیمت اس محنت کے برابر نہیں ملتی۔ زراعت کے بارے میں جیسے میرے فاضل رکن نے کہا ہے کہ جب فصل کاشت کرنے کا موقع ہوتا ہے تو کھاد مہنگی ہو جاتی ہے اور جب ایک دفعہ مہنگی ہوتی ہے تو اس میں کمی نہیں ہوتی، پھر اگلے سال اس سے زیادہ، اگلی کاشت میں اس سے بھی زیادہ کھاد مہنگی ہو جاتی اور زمیندار کا یہ حال

ہے کہ ابھی بہت سے لوگوں نے اسی ایوان میں بحث میں یہ کہا ہے کہ جب گندم تیار ہوئی، جب گندم پک گئی، جب اس کو بازار میں لانے کے لئے تیار کیا گیا تو اس کی قیمت جو حکومت نے مقرر کی تھی وہ-/415 روپے تھی۔-/350 روپے، -/375 روپے میں گندم فروخت ہوتی رہی اس طرح سے زمیندار جو محنت کرتے ہیں، جو ہل چلاتے ہیں، جو کھیتی باڑی کرتے ہیں انہیں اس کا معاوضہ نہیں ملتا۔

جناب سپیکر! ابھی میرے فاضل دوست نے ڈیزل کے بارے میں کہا ہے کیونکہ پانی تمام زمینوں کو نہیں ملتا بلکہ پینے کا پانی بھی نہیں ملتا اور فصلوں کو لگانے کے لئے پانی ناکافی ہوتا ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ٹیوب ویل چلائے جاتے ہیں۔ ٹیوب ویلوں کے لئے ڈیزل اتنا مہنگا ہے کہ فصل سے زیادہ اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ آج کے اس دور میں جو ہم سے چھوٹے ملک ہیں، کوریا، جاپان جیسے ملک ہیں جن کی زمینیں اتنی نہیں ہیں وہ ساری دنیا کو سبزیاں سپلائی کرتے ہیں، پھل سپلائی کرتے ہیں، دودھ سپلائی کرتے ہیں جبکہ ہمارا زمیندار لائیو سٹاک میں بھی پیچھے ہے، زراعت میں بھی پیچھے ہے، اس کو ٹیکنالوجی فراہم نہیں کی جاتی۔ زرعی ٹیکنالوجی عام لوگوں تک نہیں پہنچ پاتی۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے یہ جو زراعت کے بارے میں پالیسیاں بنائی ہیں کہ ملک زرعی ہے اور بنیادی طور پر زراعت سے وابستہ ہے۔ 85 فیصد لوگ زراعت کے ذریعے روزی کماتے ہیں اس لئے حکومت کو چاہئے کہ زمینداروں، محنت کشوں اور ہل چلانے والوں کو ان کو پورا معاوضہ دیں اور اپنے زراعت کے علم کو زمینداروں تک پہنچائیں۔ مویشی پالنا زمینداروں کے لئے آمدنی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اس کو سائنسی بنیادوں پر روشناس کروائیں۔ میں آخر میں ایک بات کہہ کر آپ سے اجازت چاہوں گا کہ پاکستان کے زراعت کے جو ارباب اختیار ہیں، جو ہمارا محکمہ زراعت ہے، جو ہماری یونیورسٹیاں ہیں ان سب کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ہمارے زمینداروں، محنت کشوں تک اس کی تعلیم پہنچائیں اور انہیں اس میں مدد دیں کہ ہماری پیداوار بڑھے، آمدنی بڑھے اور لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو۔

آخر میں، میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ایک شعر عرض ہے کہ:

جب بہار بارا کر کھیت لہلہاتا ہے
کس کے نین روتے ہیں ، کون مسکراتا ہے
کن کی محنتوں کا پھل داشتائیں کھاتی ہیں

جھونپڑوں سے رونے کی کیوں صدائیں آتی ہیں
کاش تم کبھی سمجھو، کاش تم کبھی جانو دس کروڑ انسانو

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، راناثناء اللہ صاحب!

راناثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر!few word responseجو وزیر خزانہ صاحب نے سپلیمنٹری بجٹ کی بحث کوconcludeکیا ہے انہوں نے خود یہ تسلیم کیا ہے کہ 90فیصد اراکین نے فلاں فلاں ڈیپارٹمنٹ پر تنقید کی ہے لیکن وہ اس طرف آئے ہی نہیں یعنی اس 90فیصد تنقید کو انہوں نے 10/9 فیصد کہا کہ وہ9فیصد بنتا ہے یا10 فیصد بنتا ہے اور اتنا نہیں بتایا کہ وہ کتنے ارب بنتا ہے اور اس کے بعد وہ واٹر سپلائی پر چلے گئے اور جب ہم واٹر سپلائی کی بات کرتے ہیں تو پھر یہ سڑکوں پر چلے جاتے ہیں اور جب ہم اس طرف آتے ہیں تو پھر یہ کسی اور طرف نکل جاتے ہیں اور پھر جب ہر طرف سے ان کو گھیرتے ہیں تو پھر یہ کہتے ہیں کہ پہلے بھی ایسے ہی ہوتا رہا ہے لہذا ہم بھی اب ایسے ہی کرتے جا رہے ہیں۔یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔جبfacts & figuresکے ساتھ ہم نے ایک ایک بات کی نشاندہی کی ہے کہ آپ نے یہاں یہاں پر اسراف کیا ہے تو یہ اس کو justifyکرتے ہیں کہ آپ جسے اسراف کہہ رہے ہیں اس کی تو ضرورت تھی۔آپ کہہ رہے ہیں کہ غلط خرچ ہوا ہے تو اگر خرچ نہ کرتے تو اس کا اتنا نقصان ہوتا تو اس طرف وہ بالکل نہیں آئے۔ آج زراعت پر بات ہے تو میں اپنے آپ کوfacts & figuresکے ساتھ زراعت تک حدود رکھتا ہوں تو میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ یہfacts & figuresکے ساتھ مجھے ایگریکلچر پر جواب دیں اور میں چاہوں گا کہ وزیر خزانہ انfiguresکا جواب دیں۔ وہ ایگریکلچر منسٹر پر نہ ڈال دیں کیونکہ انہیں تو کسی چیز کا بھی پتا نہیں وہ اسی زمرے میں بات کریں جس زمرے میں ہم بات کر رہے ہیں یعنی یہ اس طرف آتے نہیں اور پھر کسی اور طرف ہی جان چھڑا کر بھاگے پھرتے ہیں اور یہ پھر وہی بات ہے کہ:

پرواز تو دونوں کی ہے ایک ہی جہاں میں
شاہیں کا(یعنی اپوزیشن کا)جہاں اور کرگس کا جہاں اور

لیکن بات یہ ہے کہ جہاں شاہیں کا اور ہے اور [**] کا اور ہے۔

(اس مرحلہ پر حکومتی بنچز سے ڈاکٹر سامیہ امجد اور میاں محمد لطیف پنوار راجپوت نے کہا کہ شاہیں کا فیصلہ کریں کہ کون ہیں)

جناب سپیکر! یہ فیصلہ عوام کریں گے کہ شاہیں کا جہاں اور [**] کا جہاں کس کس سے منسوب ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں ایک بہت ہی اہم نکتے کی وضاحت چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! [**] کا لفظ ہم لوگ [**] کے لئے استعمال کرتے ہیں جو مردے کا گوشت کھاتے ہیں۔ انہوں نے بات تو کر لی جیسے ان کی عادت ہے لیکن یہ کارروائی سے حذف کریں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ تشریف رکھیں! یہ تو پنجاب کی عوام فیصلہ کریں گے۔۔۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! نہیں۔ ان کا اشارہ اس طرف ہے۔ نہیں جناب! پلیز یہ حذف کریں۔ میری درخواست ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! انہوں نے شعر پڑھا ہے۔ شعر پڑھنے میں کیا حرج کیا ہے؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ بڑا authentic ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! شروع کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! اس لفظ کو حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر: اگر آپ کو یہ لفظ اچھا نہیں لگا تو میں اسے کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ جی، رانا صاحب! آپ اپنی بات شروع کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب میں چاہوں گا کہ سالانہ بجٹ 2006-07 estimate ہے تو میرا خیال ہے کہ ایگریکلچر منسٹر کے پاس book نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! وہ سن رہے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: میرا خیال ہے کہ ان کے پاس book نہیں ہے۔ان کا ایک تو یہ مسئلہ ہے کہ یہ کسی کتاب کو ہاتھ ہی نہیں لگاتے یعنی بجٹ پر بحث کرنے کے لئے یہ ایسے ہاتھ لٹکاتے ہوئے آ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں اس book سے۔۔۔

وزیر زراعت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں دو دن سے رانا صاحب کو سن رہا ہوں اور رانا صاحب مجھے جانتے ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں۔یہ جو کہنا چاہتے ہیں وہ بسم اللہ کریں۔پھر اس کے بعد جواب کے لئے تیار رہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ wind up کریں پھر منسٹر صاحب ان باتوں کا جواب دیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں book سے کچھ figures quote کرنا چاہتا ہوں تو ان کے حصے کا بستہ کہاں چلا گیا ہے؟

(اس مرحلہ پر وزیر زراعت جناب ارشد لودھی کے سامنے book رکھی گئی)

جناب سپیکر: رانا صاحب! وہ provide کر دی گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ان کے پاس ہے نہیں تو یہ خود لے کے آیا کریں۔دیکھیں کہ جس منسٹر کی cut motion پر بحث ہو رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! وہ بڑے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں اور انہیں figures زبانی یاد ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ایگریکلچر منسٹر نوٹ فرمائیں اور وزیر خزانہ صاحب بھی نوٹ فرما لیں کہ 06-2005 میں انہوں نے ایگریکلچر کی non development side جسے ہم current expenditure کہتے ہیں، جسے ہم غیر ترقیاتی اخراجات کہتے ہیں۔اس میں انہوں نے 2۔ارب 11 کروڑ 77 لاکھ 68 ہزار روپے رکھا تھا اور اب revise کر کے انہوں نے 2۔ارب 44 کروڑ 68 لاکھ 47 ہزار روپے خرچ کیا اور اس طرح سے انہوں نے غیر ترقیاتی مد میں ایگریکلچر میں 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے زیادہ خرچ کئے یعنی کل میرے بھائی وارث کلو، محترمہ ظل ہما اور شیخ علاؤالدین صاحب کو figures کا confusion ہو رہا تھا اور ان کا کہنا تھا کہ ہم نے تو ہر جگہ پر

پیسے زیادہ خرچ کئے ہیں۔اب انہیں ڈویلپمنٹ سائیڈاور نان ڈویلپمنٹ سائیڈ کا کنفیوژن ہو جاتا ہے۔ ایگریکلچر پر انہوں نے پیسے زیادہ خرچ کئے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن یہ انہوں نے نان ڈویلپمنٹ سائیڈ پر خرچ کئے ہیں۔current expenditure پر انہوں نے34کروڑ 80لاکھ 79ہزار روپے زیادہ خرچ کیا ہے۔اب اگر میں سپلیمنٹری bookکو ہاتھ لگاؤں گا جیسے کل تھا تو اس 34کروڑ میں سے 22کروڑ روپے، دس کروڑ روپے کی ایک رقم ہے اور 11کروڑ روپے کی ایک الگ رقم ہے جو کہ صرف اور صرف POL chargesہے۔ڈیڑھ کروڑ روپے کی انہوں نے کوئی اشتہاری مہم چلائی ہے یعنی اس طرح سے انہوں نے نان ڈویلپمنٹ سائیڈ پر ، غیر ترقیاتی سائیڈ پر34کروڑ80لاکھ 79ہزار روپے زیادہ خرچ کئے ہیں۔اب آجائیں ڈویلپمنٹ سائیڈ پر جہاں پر ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کی ترجیحات درست نہیں ہیں۔آپ اس صوبے کو آگے نہیں لے کر جارہے بلکہ پیچھے لے کر جا رہے ہیں۔ ڈویلپمنٹ سائیڈ پر انہوں نے 06-2005میں ایگریکلچر ڈویلپمنٹ پر787.00ملین روپیہ خرچ کیا ہے یعنی پہلے انہوں نے ایگریکلچر ڈویلپمنٹ کی مد میں 925.346ملین روپیہ رکھا تھا اورimprovement and researchپر انہوں نے 432.183ملین روپیہ، یہ ٹوٹل بنتا تھا1357.429ملین روپیہ یعنی انہوں نے ڈویلپمنٹ سائیڈ پر ایک ارب 35کروڑ 75لاکھ 29ہزار روپے رکھے تھے اور انہوں نے جو خرچ کئے وہ ہیں 97کروڑ 31لاکھ 58ہزارmeaning thereby کہ ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ سائیڈ پر 38کروڑ 13لاکھ 71ہزار روپے انہوں نے کم خرچ کئے ہیں۔یہ وہfiguresہیں کہ اگر یہ ایگریکلچر منسٹر صاحب بھی دیکھ لیں کہ آپ نے ایگریکلچر سائیڈ پر38کروڑ13لاکھ 71ہزار روپے کم خرچ کئے اور غیر ترقیاتی مد میں 34کروڑ روپے زیادہ خرچ کئے۔ مجھے اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جو حکومت ترقیاتی سائیڈ پر خرچہ کم کرے،اس میں کٹوتی کرے اور غیر ترقیاتی مد میں خرچہ زیادہ کرے تو اس کا سر فخر سے بلند ہونا چاہئے یا اس کا[******]۔اب اگر ایک عام آدمی۔۔۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہbad performance ہے یہbad governance ہے کہ آپ نے ترقیاتی مد میں تو خرچہ کم کیا اور غیر ترقیاتی مد میں خرچہ زیادہ کیا جبکہ یہ وہ سیکٹر ہے جس سیکٹر

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

سے 70 فیصد لوگ منسلک ہیں۔آپ خود کہتے ہیں اور آپ کی اپنی figure ہے کہ 70 فیصد لوگوں کی روزی روٹی اس فیلڈ سے منسلک ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس کے ایک اور پہلو کی طرف چاہوں گا کہ ایگریکلچر ایک ایسا پیشہ ہے کہ وہ ہر طرح سے اس ملک کو benefit کرتا ہے یعنی کسان جو فصلیں اگاتا ہے وہ آپ کو بین الاقوامی قیمت سے کم میں دیتا ہے آج بھی جو agriculture production پاکستان میں ہے ان کی پاکستان میں جو قیمتیں ہیں وہ بین الاقوامی قیمتوں سے کہیں کم ہیں وہ benefit علیٰحدہ ہے لیکن میں یہاں پر یہ ثابت کروں گا کہ آپ کسان کی جیب سے جتنے پیسے نکالتے ہیں ان پیسوں کو بھی آپ کسان پر خرچ نہیں کرتے۔یعنی اگر آپ کسان کی جیب سے سو روپیہ براہ راست نکالیں یعنی ایگریکلچر کے benefits کو آپ چھوڑیں آپ اس کی جیب سے سو روپے نکالتے ہیں اور اس کے عوض سو روپے بھی خرچ نہیں کرتے بلکہ آپ اس کا نواں دسواں حصہ خرچ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں توجہ چاہوں گا اس معزز ایوان میں بیٹھے تمام ممبران کی اور فنانس منسٹر صاحب کی اور اگر ایگریکلچر منسٹر کے پاس توجہ ہے تو ان کی بھی چاہوں گا کہ یہ صفحہ نمبر 2 پر ہے estimate of the proceeds یعنی یہ جو Provincial Consolidated Fund ہے اس میں 186۔ارب 70 کروڑ 72 لاکھ 81 ہزار روپے تو فیڈریشن سے آنے ہیں۔یہ پیسے وہ ہیں جو انہوں نے estimate کیا ہے کہ ہمیں وفاق سے ملیں گے اس کے علاوہ اور کوئی وفاق سے حصہ ملے گا اس طرح سے تقریباً کوئی 200۔ارب روپے کے لگ بھگ فنڈز ان کو وفاق سے ملیں گے اور 72۔ارب 67 کروڑ 89 لاکھ 39 ہزار روپیہ صوبے نے محترم لودھی صاحب نے اپنے sources سے اکٹھا کرنا ہے یعنی 72۔ارب روپے آپ کے اپنے sources ہیں ان میں سے 30۔ارب 34 کروڑ 31 لاکھ 17 ہزار روپے آپ کا ٹیکس ریونیو ہے اور 42۔ارب 33 کروڑ 58 لاکھ 22 ہزار روپے آپ کا non tax revenue ہے یعنی یہ کوئی 72۔ارب کے قریب جو پیسا ہے یہ آپ نے اپنے sources سے لینا ہے۔اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے sources کہاں کہاں سے آ رہے ہیں۔کتاب میں درج ہے یہ پڑھ لیں یہ صفحہ نمبر 3 ہے اس میں 05-2004 میں زرعی انکم ٹیکس میں انہوں نے ایک ارب 31 کروڑ 20 ہزار روپے اکٹھے کئے ہیں۔اب زرعی انکم ٹیکس جو ہے یہ سیدھا سیدھا کسان اور زمیندار سے نہیں آتا۔اس میں ان کا کسی قسم کا کوئی شیئر ہے؟ کوئی نہیں ہے۔اس کے بعد land revenue میں انہوں نے پچھلے سال 3۔ارب 67 کروڑ 45 لاکھ

71ہزار اکٹھا کیا ہے۔اس کے بعد ایگریکلچر فارم سے مختلف قسم کی چیزیں بیج وغیرہ جو یہ تقسیم کرتے ہیں وہاں سے انہوں نے پچھلے سال ایک ارب 20کروڑ65ہزار اور جو ایگریکلچر مشینری تقسیم کی اس میں 47ملین ہے۔انہوں نے06-2005میں 6۔ارب 5کروڑ 45لاکھ 47ہزار روپے کسان کی جیب سے نکالا ہے اس میں، میں وہ بات شامل نہیں کر رہا ہوں کہ کھاد کے اوپر کسان کتنا سیلز ٹیکس ادا کرتا ہے وہ بھی اربوں میں ہے، کسان جو کھاد اپنی زمین میں ڈالتا ہے اس میں اربوں روپے کا سیلز ٹیکس دیتا ہے،-/38روپے کا جو ڈیزل خریدتا ہے اس میں بھی وہ ٹیکس دیتا ہے اور میں اس ٹیکس کو شامل نہیں کر رہا اور جو اس کے علاوہ مختلف مدات میں آخر 70فیصد آبادی ہے 70فیصد آبادی جو ہے ٹیکس میں بھی تو 70فیصد دیتی ہے۔یہ 200۔ارب روپے جو ان کو وفاق سے ملنا ہے اور اس کے علاوہ وفاق نے600/700۔ارب روپے اپنے اوپر خرچ کرنا ہے اس میں بھی 70فیصد آبادی کا حصہ ہے لیکن میں اس سارے کو چھوڑتا ہوں، میں سیلز ٹیکس جو وہ کھاد میں بھی دیتا ہے میں اس کو بھی چھوڑتا ہوں، ڈیزل پر جو وہ ٹیکس دیتا ہے میں اس کو بھی چھوڑتا ہوں یہ 6۔ارب 5کروڑ 45لاکھ 47ہزار روپے ان کی جیب سے نکالا ہے اور پچھلے سال کتنا خرچ کیا ہے 97کروڑ 31لاکھ 58ہزار روپے یعنی 5۔ارب 18کروڑ 13لاکھ 89ہزار روپے کا ڈاکا ڈالا ہے انہوں نے پچھلے سال کسان کی جیب پر 5۔ارب روپیہ ہے جس میں سے ایک ارب 71کروڑ روپے کے انہوں نے اللے تللے خرچ کئے۔وہ جو بانٹتے رہے جدھر گئے دو لاکھ، چار لاکھ، پانچ لاکھ، چھ لاکھ وہ کروڑوں روپے کی گاڑیاں، وہ کروڑوں روپے کی اشتہاری مہم، وہ کروڑوں روپے کے ڈرامے یہ سارا کچھ اس کسان کا ہے۔یعنی وہاں سے انہوں نے 5۔ارب 18کروڑ روپے save کیا، جو براہ راست پیسے انہوں نے کسان کی جیب سے نکالے ہیں یہ انہوں نے ان پر کیوں نہیں خرچ کئے؟ یہ اس کا مجھے جواب دیں۔اگر اس میں سے کوئی figure میں غلط پڑھ رہا ہوں یہ کتاب میرے پاس بھی ہے اور ان کے پاس بھی یہ اسی وقت نشاندہی کریں کہ یہ غلط ہے۔اب آپ اس سال کا بجٹ لے لیں اس سال ایگریکلچر انکم ٹیکس 1493ملین روپے ہے، لینڈ ریونیو 4046ملین روپے ہے، ایگریکلچر فارم otherwise miscellaneous میں آتا ہے اس میں بہت ساری چیزیں ہیں وہ ایک ہزار ایک سو ایک ملین روپے ہے، جو ایگریکلچر مشینری انہوں نے 3917ملین روپے کی اس سال ان کا جو estimate ہے وہ یہ ہے کہ یہ 10۔ارب 55کروڑ 87لاکھ 41ہزار روپے یہ کسان کی جیب سے اڑائیں گے۔یعنی کسان کی جیب سے اس میں کوئی اور چیز دوسری نہیں ہے اس میں لینڈ ریونیو ہے، اس میں

زرعی انکم ٹیکس ہے اور زرعی فارم پر جو انکم ہوتی ہے وہ ہے اور جو انہوں نے وہاں سے کوئی مشینری وغیرہ سیل کرنی ہے۔اب یہاں سے 10۔ارب 55 کروڑ 87 لاکھ 41 ہزار روپے کسان کی جیب سے اڑا رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا سر فخر سے تب بلند ہوتا جب یہ کہتے کہ ہم باقی گزارہ کسی اور sources سے کر لیں گے اور یہ 10۔ارب روپیہ لودھی صاحب! آپ کسانوں پر خرچ کر دیتے۔ جتنے پیسے آپ نے اس کی جیب سے نکالے ہیں اتنے ہی اس کی جیب میں ڈال دیتے لیکن آپ 10۔ارب نکال رہے ہیں اور خرچ کیا کر رہے ہیں ایک ارب دس کروڑ روپے، بڑے فخر کے ساتھ انہوں نے اپنی تقریر میں ذکر کیا کہ ہم اس سال کسان اور زراعت کی ترقی پر ایک ارب دس کروڑ روپے خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور 9۔ارب 45 کروڑ 87 لاکھ 41 ہزار روپے اس کی جیب سے یعنی یہ جیب تراشی ہے یعنی کسان کی جیب سے نکالنا یہ جیب تراشی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ جرم ہے اور اس جرم پر ان کا سر فخر سے بلند ہے۔ ہمارا سر تو اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ فخر سے بلند نہیں ہو سکتا۔ ہم تو اس پر تنقید اس لئے کر رہے ہیں کہ آپ کسان کی جیب سے جو پیسا نکال رہے ہیں یہ تمام ٹیکسز ہیں وہ کسان آپ کو 10۔ارب روپے کے ٹیکسز دے رہا ہے اور آپ اس کو کیا لوٹا رہے ہیں صرف ایک ارب روپیہ، پھر اس کے بعد آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا سر فخر سے بلند ہے تو یہ ان کسانوں کی بات ہے جن کسانوں کے پاس ڈیزل کے لئے پیسے ہیں نہ ان کے پاس بجلی کا کنکشن حاصل کرنے کے لئے پیسے ہیں، ان کسانوں کے پاؤں میں جوتی نہیں ہے، ان کے تن پر پورے کپڑے نہیں ہیں، خشک نوالہ ان کے منہ میں ہے یعنی وہ پانی کے گھونٹ سے خشک نوالہ اپنے حلق سے اندر اتارنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ پنجاب کے جو [*****]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: یعنی کسان کی جیب سے جو پیسا نکالتے ہیں، اس سے جو ٹیکس recover کرتے ہیں اس پر بھی یہ اس کا حق نہیں سمجھتے، یہ بھی اس کو نہیں دینا چاہتے جبکہ باقی تمام ٹیکسز میں، میں نے سیلز ٹیکس کا ذکر کیا وزیر خزانہ صاحب نے پرسوں میری بات کے جواب میں کہا کہ نہیں جی کسانوں پر ہم اور بھی بہت بہت پیسے خرچ کرتے ہیں، ہم ان کو آبیانے میں پیسے دیتے ہیں، ہم آبپاشی کے ذرائع پر پیسے خرچ کرتے ہیں۔ یہ جو آبپاشی کا chapter ہے اس میں علیٰحدہ سے اربوں روپے کی

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

انکم ہے جو یہ واٹر ریٹ لیتے ہیں، جس کو ہم آبیانہ کہتے ہیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب!زراعت پر ہی آپ بات کریں۔

راناثناء اللہ خان: میں ان کی بات کا جواب دے رہا ہوں کہ اگر یہ کہیں کہ ہم نے ٹیکس ایگریکلچر پاکستان کی جیب سے نکالا ہے لیکن ہم نے اور بھی تو کئی طرف خرچ کیا ہے۔یہاں پر ان کی 72۔ارب کی انکم میں 6۔ارب روپے کی رقم کا اندراج ہے، پھر یہ آبیانے، بیراجز اور دوسرے ڈیموں سے جو انکم ان کو ہوتی ہے وہ بھی تقریباً کوئی سات، آٹھ ارب روپے کے قریب ہے۔اس میں پھر وفاق ان کو water sources کے لئے جو share دیتا ہے وہ علیحدہ ہے۔یعنی اس میں بھی اگر یہ کہیں کہ ہم کسان کو کوئی زیادہ دے رہے ہیں، یہ ایک پیسا نہیں دے رہے۔یعنی حالت یہ ہے کہ کسان کی جیب سے جو یہ ٹیکس براہ راست لے رہے ہیں تو اس کو بھی خرچ نہیں کر رہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کسان جس کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی روح اور جسم کا رشتہ بڑی مشکل سے قائم کئے ہوئے ہے، جو اس ملک کے لئے گندم پیدا کرتا ہے، اس ملک کے لئے تمام کی تمام ایگریکلچر پروڈیوس کرتا ہے اور پوری دنیا سے سستی ان کو دیتا ہے، اس سے یہ جتنا ٹیکس لیتے ہیں وہ ٹیکس بھی اس کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں کرتے۔ پھر اسی لئے میرا خیال ہے کہ علامہ اقبال نے ایسے ہی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا تھا کہ:۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر گوشہ گندم کو جلا دو

لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر علامہ اقبال آج زندہ ہوتے تو وہ کھیت کو نہ جلاتے۔وہ کہتے کہ:

[**********]
[**********]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر!یہ شعر ہے۔اب اس کھیت کے خوشہ گندم کو جلانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ تو میں نے حذف کر دیا ہے۔اب آپ آگے چلیں۔آپ wind up کریں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: اب ضرورت اس بات کی ہے کہ:

[**********]

[**********]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں نے کارروائی سے حذف کر دیئے ہوئے ہیں۔ جناب احسان الحق احسن نولاٹیا صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر!

دہقاں ہے کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ
بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمیں ہے

جناب سپیکر! زراعت کے لئے سب سے زیادہ افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ ہمارا ملک 80 percent agro based economy پر انحصار کرتا ہے۔ اس کے لئے جو سہولیات ہیں، جس طرح رانا ثناء اللہ صاحب نے کہا ہے کہ ان سب کا تعلق ان کے اپنے محکمے کو چلانے کے سوا کسی سبسڈی یا براہ راست کسانوں کی سہولت کے لئے جو پیسا لگنا ہو اس کے اندر بہت ہی چھوٹی سی amount رکھی جاتی ہے اور ان کو کوئی سہولت نہیں دی جاتی۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے زرعی مارکیٹنگ پر بات کروں گا کہ اس سے زیادہ اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ جہاں پر producer اور اس پر بزنس کرنے والا بزنس مین ان کے منافع کا جو تفاوت ہے وہ انتہا درجے کا ظالمانہ ہے کہ وہ آدمی جو انوسٹمنٹ کر کے، اخراجات کر کے، لیبر کر کے، یہ تینوں چیزیں صرف کرنے کے بعد -/12 سے -/20 روپے کلو مختلف علاقوں کے اندر دودھ فروخت کرتا ہے اور جو آدمی اس پر بزنس کرتا ہے وہ اسی دودھ کو -/45 سے -/50 روپے کے اندر یہاں پر مارکیٹ میں فروخت کرتا ہے۔ سیب کی قیمت، سیب پیدا کرنے والے باغات کے مالک کاشتکار کو -/5 روپے فی کلو کبھی نہیں ملتے اور زیادہ سے زیادہ اگر ہو تو -/4 یا -/5 روپے کے درمیان ملتے ہیں لیکن اسی سیب پر جب بزنس کرنے والا اس کو حاصل کر کے شہروں کے اندر فروخت کرتا ہے تو وہ -/70 یا -/80 روپے سے لے کر -/100 روپے فی کلو سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ گنا -/50، -/60 روپے فی من کے حساب سے اس producer کو ملتا ہے جس نے زمین پر investment

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

کی ہوئی ہے، جس نے لیبر بھی کی ہوئی ہے، اس پر باقی investment بھی کی ہوئی ہے لیکن اس پر بزنس کرنے والا فی کلو چینی -/40 روپے فروخت کرتا ہے۔ جب پیدا کرنے والے اور اس پر بزنس کرنے والے کے کاروباری نفع کے اندر اتنا زیادہ فرق ہو اور ہم یہ تصور کریں کہ وہ 80 فیصد کاشتکار اس سے کوئی فائدہ حاصل کرلے گا تو یہ ایک دیوانے کے خواب کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! زندہ قومیں بڑے بڑے پراجیکٹس کی بات کرتی ہیں لیکن اگر کسی وجہ سے وہ بڑے پراجیکٹس کامیاب نہ ہو سکیں تو وہ بیٹھ نہیں جایا کرتیں، زندہ قومیں ان پر نئے پراجیکٹس لے کر آتی ہیں۔ اگر کالا باغ ڈیم پر کوئی consensus نہ ہو سکا تھا تو میں بتاتا ہوں کہ اس کا متبادل کیا تھا۔ بھکر سے لے کر کشمور تک دریائے سندھ کا جو western bank ہے اس سلسلہ کوہ کے اندر hill torrents 15 ایسے ہیں جہاں پر چھوٹے چھوٹے ڈیم صوبہ بلوچستان اور صوبہ پنجاب کے علاقوں میں بن سکتے ہیں جن پر لاگت کالا باغ ڈیم سے کم آتی ہے اور ان کے ذریعے پانی کو کنٹرول کرنے کی جو quantity ہے وہ کالا باغ ڈیم سے چھ یا سات گنا زیادہ ہے۔ زندہ قومیں بڑے کام کرنے کے لئے رکاوٹوں کی صورت میں نئی راہیں تلاش کرتی ہیں۔ اگر ان hill torrents کو جو پندرہ کی تعداد میں ہیں اچھے طریقے سے manage کیا جاتا تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ان ڈیموں کے ذریعہ سے جو پانی کنٹرول کیا جاتا وہ پورے سندھ کو کھچی کینال کے ذریعہ بلوچستان کو اور تونسہ بیراج کے ذریعہ ان hill torrents میں پانی کنٹرول کر کے اگر وہاں دیا جاتا تو وہ ضلع مظفر گڑھ، راجن پور، ڈی جی، خان، بہاولپور اور رحیم یار خان کے علاقوں کو یہ چھوٹے چھوٹے پندرہ ڈیم بڑے اچھے انداز سے کنٹرول کر سکتے تھے۔ میں اس کا حوالہ اس لئے دے رہا ہوں کہ پاکستان کی ایگریکلچر کے اندر ساٹھ فیصد پانی کی ضروریات ڈیزل اور بجلی سے حاصل کی جاتی ہیں جو ہم برآمد کرتے ہیں اور 40 فیصد پانی کی ضروریات ہم قدرتی پانی سے حاصل کرتے ہیں۔ اب یہاں بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے پاس پانی کے جو وسائل موجود ہیں اگر ان کی management بالکل ٹھیک کی جائے تو شاید ہمیں ڈیزل کے ایک قطرے کی بھی زرعی پانی کو حاصل کرنے کے لئے ضرورت باقی نہیں رہتی۔ معاملہ صرف پانی کو بہتر انداز میں کنٹرول اور manage کرنے کا ہے لیکن بات یہاں وہی ہے کہ اگر ہمارے دل کے اندر وہ تڑپ موجود ہو جو ملک کو ترقی کی طرف لے جانا چاہتی ہو، جو برآمدات کو، جو چاہے ڈیزل کی شکل میں ہوں یا کسی بھی صورت میں ہوں ان کو ختم کرنے کے راستے تلاش کرتی ہے۔ ندی جب بہتی ہے تو وہ آنے والے پتھروں سے سر کو ٹکرا کر اپنے آپ کو زخمی

نہیں کیا کرتی۔ندی راستے تلاش کر کے ان راستوں پر چلتی ہے جن کے ذریعے سے ترقی کی طرف جایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ قابل افسوس بات نہیں ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! فنانس منسٹر صاحب اور ایگریکلچر منسٹر صاحب میں جھگڑا پڑا ہوا ہے کہ جواب کون دے گا؟

وزیر خزانہ: نہیں جناب! ایسی کوئی بات نہیں۔ہم جواب دیں گے۔

جناب سپیکر: وہ بڑے غور سے سن رہے ہیں اور بڑی تیاری کر کے آئے ہوئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن یہ ایگریکلچر منسٹر نے oppose کیا ہے اور ہم نے جواب انہی سے لینا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہی جواب دیں گے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں جواب دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! کیا یہ قابل افسوس بات نہیں ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے زرعی کالج فیصل آباد کے گریجوایٹس جب انڈیا گئے تو انھوں نے وہاں زرعی یونیورسٹی بنائی تو وہ یونیورسٹی جو پاکستان کے زرعی ادارے سے 30 سال بعد بنتی ہے، آج پاکستان کے اندر ہم ان کے تیار شدہ تحقیقات و ریسرچ سے پیدا ہونے والے بیجوں کو استعمال کرتے ہیں اور ہماری زرعی یونیورسٹی کے اندر اس طرح سے پورے ملک کے اندر بہتر پیداوار دینے والے بیج ان کے مقابلے میں ہم پیدا نہیں کر سکے۔اس کی وجہ کیا ہے؟ جب آپ اپنے اداروں کو چلانے کے لئے 80 فیصد بجٹ استعمال کریں گے اور ریسرچ کے لئے دیگر ڈیپارٹمنٹس کو نکال کر صرف پانچ یا تین فیصد بجٹ کو استعمال کر کے زرعی بیجوں کی ریسرچ کے لئے ہم کام کرتے ہیں۔آج جتنے بھی ہمارے پاس زرعی آلات استعمال ہوتے ہیں وہ انڈیا کے اندر ریسرچ کی شکل میں جو سامنے آئے ہیں ہم انھیں استعمال کرتے ہیں۔زراعت جو کہ 80 فیصد ملک کی agro-based economy ہے اس کو تباہ کرنے کا کارنامہ ہماری اسی حکومت نے انجام دیا ہے، اس کا مکمل credit ہماری اسی

حکومت کو جاتا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔راجہ محمد شفقت خان عباسی!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): بہت بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک وہ زمانہ تھا جب پورے پاکستان کی معیشت پنجاب سے وابستہ تھی۔ ہم پورے پاکستان کو feed کیا کرتے تھے۔ گندم، چاول اور باقی زرعی اجناس میں پنجاب نمبر 1 ہوا کرتا تھا۔ آج حالت یہ ہے کہ ہم دالیں، گوشت اور سبزیاں اپنے پڑوسی ملک انڈیا سے منگوا رہے ہیں، پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ جی ہمارا صوبہ زراعت میں بہت ترقی کر رہا ہے اور اس شعبے کے لئے ضمنی گرانٹ میں مزید پیسے مانگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! پوری حکومت، اپوزیشن اور عوام ایک نکتہ پر اکٹھے ہیں کہ مہنگائی کا جن بوتل سے باہر آ گیا ہے۔ نیشنل سکیورٹی کونسل کی میٹنگ ہوتی ہے تو وہاں بھی مہنگائی پر اپنے concern کا اظہار کیا جاتا ہے، اسمبلیوں کے اندر بھی مہنگائی کا رونا رویا جاتا ہے، وفاقی کابینہ نے بھی اس پر اپنے concern کا اظہار کیا ہے اور جنرل صاحب بھی کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ ملک میں مہنگائی بہت زیادہ ہے۔ اب اس مہنگائی کے جن کو یہ کس طرح کنٹرول کر رہے ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ جی ہم ہر تحصیل کی سطح پر یوٹیلٹی سٹورز بنائیں گے جس سے مہنگائی کم ہو جائے گی۔ جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ جی ہم ہر ضلع کی سطح پر مجسٹریٹ تعینات کریں گے۔ کیا مجسٹریٹس کی تعیناتی سے یہ مہنگائی کا جن قابو میں آ جائے گا؟ کبھی بھی نہیں جب تک ہم اپنے صوبے میں زراعت کو ترقی نہیں دیں گے اس وقت تک یہ مہنگائی ختم نہیں ہو سکتی۔ ہمارے ہمسائے ملک بھارت میں جو صوبہ پنجاب ہے وہاں زراعت نے کتنی ترقی کی ہے۔ آپ نے تو وہاں کا دورہ بھی کیا ہے، آپ بہتر جانتے ہیں کہ وہاں زراعت کتنی ترقی کر چکی ہے لیکن ہم زراعت میں ترقی کی بجائے نیچے کی طرف جا رہے ہیں۔ جس طرح لودھی صاحب کی محنت اور کاوش سے ہماری فٹ بال کی قومی ٹیم الحمد للہ اب 158 نمبر پر آ گئی ہے، پہلے شاید 165 نمبر پر تھی۔ جس طرح انھوں نے وہاں ترقی کی ہے اللہ کرے کہ ان کی قیادت میں ہمارے صوبے کی زراعت بھی ترقی کرے۔ یہاں فصلوں کی انشورنس کے حوالے سے بھی بات کی گئی ہے۔ کہا گیا ہے کہ پنجاب حکومت کاشتکاروں کی امداد کے لئے فصلوں کی انشورنس کا پروگرام طے کر رہی ہے۔ میں لودھی صاحب سے پوچھنا چاہوں گا کہ وہ اس بارے میں ہمیں بتائیں کہ اب تک کیا عملی اقدامات کئے گئے ہیں؟

جناب والا!میں اپنے حلقے کی بات بھی کروں گا۔ایک زمانہ تھا کہ تحصیل مری سے پورے ملک میں سیب جایا کرتے تھے لیکن اب وہاں زراعت نام کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔ پہلے وہاں سیب اور دوسرے فروٹ پیدا ہوا کرتے تھے لیکن اب تو اس حوالے سے قائم ہونے والے سب دفاتر بھی بند ہو گئے ہیں۔ وہاں تو اب یہ حالت ہے کہ میں جس کے بارے میں انا للہ و انا علیہ راجعون کہوں گا۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب!پلیز wind up کر لیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!اسی طرح چینی کا بحران پیدا ہوا۔ بہت سے لوگوں کے نام آئے اور وہ اتنے بااثر لوگ تھے کہ نیب نے بھی چینی سکینڈل میں ملوث لوگوں سے متعلق کارروائی نہ کی۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب!آپ صرف زراعت تک محدود رہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!چینی کا زراعت سے تعلق ہے اور زراعت کا پنجاب سے تعلق ہے۔ پنجاب میں بااثر لوگ، شوگر ملز کے مالکان اس مسئلے میں ملوث ہیں۔

جناب سپیکر: آپ صرف کٹوتی کی تحریک تک محدود رہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبے میں زراعت کو ترقی دی جائے۔ ضمنی بجٹ میں دس جگہ پر یہ کہا گیا ہے کہ financial assistance دی گئی ہے۔ سات جگہوں پر پٹرول فرنیچر اور اشتہارات کے لئے رقم خرچ کی گئی ہے۔ان چیزوں سے زراعت میں ترقی نہیں ہو گی۔اگر زراعت میں ترقی ہو گی تو مہنگائی کم ہو گی، زراعت میں ترقی ہو گی تو پھر چینی کے سکینڈل نہیں بنیں گے اور جب سکینڈل نہیں بنیں گے تو معاملات نیب کے پاس نہیں جائیں گے۔ بااثر لوگوں کے ملوث ہونے کی وجہ سے چینی کے سکینڈل سے نیب بھی بھاگ گئی ہے۔ ہمارے صوبے میں 80 فیصد لوگ زراعت سے وابستہ ہیں چنانچہ اس پر زیادہ توجہ دی جائے۔ میں لودھی صاحب سے معذرت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ایک آدھ مزید وزیر کو شامل کیا جائے تاکہ ہماری زراعت ترقی کر سکے۔ بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اب میں وزیر زراعت،لودھی صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر زراعت:جناب سپیکر!میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ سب دوستوں نے زراعت سے متعلق بڑی اچھی باتیں کی ہیں لیکن رانا صاحب خصوصی طور پر شفقت کرتے ہیں اور وہ facts & figures پر زیادہ جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ان کا political vision ہے انھیں overall بھی بات کرنی چاہئے کہ ہماری حکومت کے کون سے اچھے اچھے اقدامات ہیں اور خصوصی طور پر زراعت میں ہم نے کیا کیا اچھے events کئے ہیں۔ میں admit کرتا ہوں کہ وہ کتابیں پکڑ کر پڑھتے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھار حقائق پر بھی آ جانا چاہئے، یہ اچھی بات ہوتی ہے۔

جناب سپیکر!رانا صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے غیر ترقیاتی مد میں زیادہ خرچ کیا ہے جبکہ ترقیاتی مد میں کم خرچ کیا ہے۔ کٹوتی کی تحریک پر بات کرتے ہوئے specific رہ کر ہی بات کرنی چاہئے۔ پہلے انھوں نے زرعی ادویات کے حوالے سے بات کی، پھر کسانوں کو facilitate کرنے کی بابت بات کی ہے۔

جناب سپیکر!میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے صرف اور صرف 43 کروڑ روپے کی اضافی رقم خرچ کی ہے۔ بات تو اس حوالے سے ہونی چاہئے تھی کہ آپ نے 43 کروڑ روپے بجٹ سے اضافی کیسے خرچ کیا ہے؟ان اضافی اخراجات سے ہم سیر نہیں کرواتے رہے بلکہ ہم نے یہ ساری رقم development کے لئے خرچ کی ہے۔ رانا صاحب کو بخوبی علم ہو گا کہ ہمارے محکمہ میں فیلڈ کا شعبہ کتنا اہم ہے۔ ابھی تک پنجاب میں 39/40 لاکھ ایکڑ رقبہ uneven اجاڑ اور بیابان پڑا ہے جسے ہم قابل کاشت بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارے جو بلڈوزر ہیں وہ 88-1987 کی خرید ہیں جو آج تک کام کر رہے ہیں۔ رانا صاحب!ہم نے ان 43 کروڑ میں سے 27/28 کروڑ روپیہ ان بلڈوزرز کی مرمت اور ان کے POL کے لئے خرچ کیا ہے۔ اس سے output کیا ہوئی؟ ہم نے اس سے 30 ہزار ایکڑ رقبہ ہموار کیا۔ میں تو سالانہ بجٹ پر بھی بات کرنا چاہتا تھا لیکن ہمارے دوست ناراض ہو کر باہر چلے گئے تھے۔ میں بتانا چاہتا تھا کہ ہماری گورنمنٹ جس کو یہ تنقید کا نشانہ بناتے ہیں پہلی دفعہ اسی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ اس نے اس بجٹ میں 150 نئے بلڈوزر خریدنے کے لئے پیسے رکھے ہیں اور ہم اس سال پچاس بلڈوزر خرید رہے ہیں۔

جن سے 40 لاکھ ایکڑ رقبہ ہموار کریں گے۔ رانا صاحب!کاش آپ فیصل آباد کی دیواروں سے نکل کر پنجاب کی ہوا بھی لیا کریں اور دوسرے اضلاع میں جا کر پتا کریں۔ رانا صاحب کو مجھ سے بات کرنے کا بڑا شوق ہے چونکہ ہم دوست ہیں۔ انھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایگریکلچر

ڈیپارٹمنٹ تو سویا ہوا ہو گا۔لودھی صاحب سو رہے ہوں گے۔ان کو پتا ہونا چاہئے کہ ارشد لودھی وزیر اعلیٰ کی قیادت میں جاگ رہا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر:آرڈر پلیز۔

وزیر زراعت:اور راناصاحب جیسے دوستوں کو ٹھنڈی نیند سلا کر سوتا ہے۔ہم ان غریبوں کو سلا کر سوتے ہیں۔ہمیں فخر ہے کہ ہم نے پنجاب میں 05-2004اور آج تک ایک کروڑ72لاکھ ٹن گندم پیدا کی ہے۔یہاں سے بات آئی تھی اور میں نے کھڑے ہو کر کہا تھا لیکن راناصاحب نے کہا کہ آپ نے کیا کیا؟ یہ تو کسانوں نے کیا۔ایک طرف آپ کہہ رہے ہیں کہ کسانوں نے کچھ نہیں کیا۔ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ سو رہا ہے۔تو میں پوچھتا ہوں کہ ایک کروڑ72لاکھ ٹن گندم کی پیداوار کہاں سے آئی؟ ہم نے اس کے لئےcampaignچلائی۔ہم کسانوں کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے گندم کاشت کی۔راناصاحب!میں بھیfiguresکی بات کر رہا ہوں کہ ملک کے لئے دو کروڑ دس لاکھ ٹن گندم کی ضرورت ہے جس میں سے ایک کروڑ75لاکھ ٹن پنجاب پیدا کر رہا ہے۔وہ ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ اور کسانوں کی مدد سے پیدا کر رہا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر جناب وزیر اعلیٰ ایوان میں تشریف لائے
اور معزز اراکین حکومتی بنچز نے ان کو خوش آمدید کہا)

جناب سپیکر:جی،وزیر زراعت!

وزیر زراعت:جناب سپیکر!میں بڑی دیر سے راناصاحب کو غور سے دیکھ رہا تھا تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ خدا کرے کبھیconstructiveبات بھی کر لیں۔ہم اور آپ اکٹھے رہے ہیں اب بھی شاید آپ ہمارا حصہ بن جائیں۔ہم نے جو 27کروڑ روپیہ خرچ کیا اس سے کسانوں کا فائدہ ہوا ہے۔میں راناصاحب کی اطلاع کے لئے یہ بھی گزارش کر دوں کہ جب ہم اپنی قیادت کی بات کرتے ہیں تو پھر ان کو تھوڑا سا بُرا لگتا ہے لیکن میں یہ کروں گا اور اس لئے کروں گا کہ یہ کریڈٹ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو جاتا ہے۔۔۔سنو میری بات سنو۔ہنسنے کی بات نہیں ہے۔آپ نے جو کٹ موشنز دی ہیںtechnicallyوہ ٹھیک نہیں ہیں لیکن میں پھر بھی جواب دے رہا ہوں۔یہاں facilitateکرنے کی بات کی گئی ہے تو کیا ہم نےland levelingکی نئی ٹیکنالوجی لا کر ایگریکلچر سیکٹر کی پیداوار میں اضافہ کی کوشش نہیں کی ہے،وہ کریڈٹ کس کو جاتا ہے؟ وہ کریڈٹ موجودہ حکومت کو جاتا ہے،کریڈٹ صدر پاکستان کو جاتا ہے وہ کریڈٹ

وزیر اعظم کو جاتا ہے اور وہ کریڈٹ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کو جاتا ہے اور اس اسمبلی کو جاتا ہے۔ ہم نے اپنے وعدے کے مطابق پانچ سو land levelers خرید کر کسانوں کو facilitates کرنے کے لئے دیئے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا کہ لودھی صاحب میں اپنی commitment پوری کرنا چاہتا ہوں اور آپ ہر یونین کونسل میں ایک land levelers مہیا کریں۔ ہم نے اس کے لئے 3۔ارب روپیہ رکھا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

راناصاحب!آپ نے پانی کی کمی کی بات کی ہے۔ ہم نئی ٹیکنالوجی کے ذریعے پانی کی کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ صدر پاکستان کے اعلان کے مطابق ڈیم بھی بنیں گے لیکن ہم فی الحال پانی کا ایک ایک قطرہ بچانا چاہتے ہیں۔ جس انڈیا کی بات کر رہے ہیں وہ تو پچیس سال پہلے اپنے کھیتوں کو ہموار کر چکا ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف کٹ موشن پر بات کر رہے ہیں، کیا یہ کٹ موشن کا جواب دے رہے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وہ کٹ موشن پر ہی بات کر رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: وہ تو انڈیا پہنچے ہوئے ہیں۔ کٹ موشن تو پنجاب اسمبلی میں پیش ہوئی ہے اور پنجاب سے ہی متعلقہ ہے لیکن یہ انڈیا چلے گئے ہیں۔ یہ کٹ موشن سے متعلقہ رہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: اس لئے کہ یہ شاہین ہیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! یہ کٹ موشن پڑھ لیں۔ میں facilitation کی بات کر رہا ہوں۔۔۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نوانی صاحب!

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! ممکن ہے کہ وزیر زراعت نے کہا ہو کہ اپوزیشن نے according to rule کٹ موشن پر بات نہیں کی لیکن کٹ موشن پر جو بھی اعتراضات ہیں متعلقہ وزیر کو حق حاصل ہے کہ وہ ان کا جواب دے۔

جناب سپیکر: جی، صحیح بات کر رہے ہیں۔ جی، لودھی صاحب! پلیز ذرا مختصر کر لیں۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم نے بوند بوند بچانے کی کوشش کی ہے۔ یہ بھی ٹیکنالوجی ہے کہ ہم اپنے کھیتوں کو ہموار کریں گے اس سے پانی کی بچت ہو گی۔ اگر پانی کی بچت ہو گی تو فی ایکڑ پیداوار بڑھے گی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے وعدہ کیا ہے کہ by the end of next year پنجاب کی تمام یونین کونسلوں میں land leveler دینے ہیں۔ ہمارے پنجاب میں 2500 یونین کونسلیں ہیں جن میں رورل ایریا میں دو ہزار کے لگ بھگ یونین کونسلز آتی ہیں۔ ہم پانچ سو دے چکے ہیں اور پندرہ سو اس سال دے رہے ہیں۔ یعنی ہم ہر یونین کونسل میں land leveler دے رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ تو کہتے ہیں کہ کسان کے لئے کچھ نہیں کیا۔ سنیں! ہم کسان کو آدھی قیمت پر land leveler ان کو دے رہے ہیں۔ اس کی قیمت 3 لاکھ بیس یا چالیس ہزار ہے۔ آدھی قیمت محکمہ زراعت پنجاب گورنمنٹ دے رہا ہے اور آدھی قیمت وہ دے گا جو اس کو استعمال کرے گا۔ اس کو یہ بھی اجازت دے رہے ہیں کہ اس یونین کونسل میں رہے اور اس یونین کونسل کی تمام زمین ہمیں لیول کر کے دے اس کا معاوضہ بھی وہ خود گھر لے کر جائے گا۔ ہم اس سے آدھی قیمت واپس نہیں لیں گے۔ یہ facility ہے جو ہم کاشتکار کو دے رہے ہیں میں اور کیا بات کروں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پنجاب میں 56 ہزار water courses ہیں۔ رانا صاحب You live in city. آپ کو دیہاتی علاقے کا کچھ پتا نہیں ہے۔ اس سال ہم نے 5 ہزار water courses improve کئے ہیں 24 ہزار پہلے کر چکے ہیں اور پھر the credit goes to Central Government and President of Pakistan also. جس کی بات کر رہے ہیں انہوں نے پاکستان کو 66۔ارب روپے دیئے ہیں اور پنجاب کو 28۔ارب روپے دیئے ہیں۔ جس میں سے ہم water courses کو پکا کر رہے ہیں اس طرح ہم پانی کی کمی کو پورا کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ کہا کہ ڈیم نہیں ہیں، بارشیں نہیں ہو رہی ہیں اور گلیشئر نہیں پگھل رہا۔ یہ تو قدرت کا کام ہے لیکن گورنمنٹ کو دیکھیں کہ گورنمنٹ جاگ رہی ہے۔ گورنمنٹ جاگ رہی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! انہوں نے لینڈ ریونیو کی بات کی ہے پھر انہوں نے ہمارے فارموں کی آمدنی کی بات کی ہے پھر انہوں نے واٹر ریٹ کی بات کی ہے۔ رانا صاحب کو علم ہونا چاہئے اکٹھے ہی رہے ہیں، سب اکٹھے رہے ہیں۔ یہ محکمے اس لئے ہوتے ہیں کہ انہوں نے قوم کے لئے کام کرنا ہے، قوم کے لئے خرچ

کرنا ہے۔ کئی محکمے ایسے ہیں جو earn کرتے ہیں اور پھر earn کرنے کے بعد وہ قوم پر خرچ کرتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ایک ارب دس کروڑ روپیہ زراعت کے لئے رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک ارب دس کروڑ نہیں ہے ہم نے 30۔ارب اس بجٹ میں رکھا ہے۔اسی طرح یہ اگر آبپاشی کی بات کریں، روڈز کی بات کریں، فشریز کی بات کریں اور لائیو سٹاک کی بات کریں They are the part of Agriculture. جو بھی پیسے لگتے ہیں اسی پر لگتے ہیں۔ اگر ان کی نہریں پکی ہوں گی، راجباہ پکے ہوں گے تو ultimately farmers کو فائدہ ہوگا۔اگر لائیو سٹاک میں اضافہ ہوگا تو ultimately farmers کو فائدہ ہوگا۔اسی طرح اگر یہ فشریز کی بات کریں روڈز کی بات کریں Farm to market roads جو بنتے ہیں وہ کس لئے بنتے ہیں؟ ہمارے کسانوں کی محنت سے اگائی ہوئی اجناس کو ہم منڈیوں کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ وہ ایگریکلچر پر نہیں لگتا تو اور کس پر لگتا ہے۔ ہم رانا صاحب اس ڈیپارٹمنٹ میں دس کروڑ روپے نہیں 30۔ارب روپے خرچ کر رہے ہیں۔ چیف منسٹر پنجاب ہماری قیادت کر رہے ہیں۔ان کی direction سے یہ سب کچھ ہم کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں facts and figures کی بات کر رہا ہوں جب یہ آمدنی ہوگی تو خزانے میں جائے گی۔اس کے بعد پھر مختلف محکموں میں تقسیم ہوگی۔ یہ نہیں کہ ہم کمائیں اور اسی طرح اس پر لگادیں۔ گندم میں بھی ہم اس پوزیشن میں آگئے ہیں کہ ہمارے گودام، ہمارے سٹورز بھرے پڑے ہیں۔ وزیر خوراک بھی یہاں پر بیٹھے ہیں اور آپ کو علم ہونا چاہئے کہ ہم اس پوزیشن میں آگئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم گندم ایکسپورٹ کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم سے ایسے ایسے ملک demand کر رہے ہیں جو یہاں پر میں بیان نہیں کرنا چاہتا ہم انشاء اللہ تعالیٰ گندم بھی ایکسپورٹ کریں گے۔ ہم چاول پہلے ہی ایکسپورٹ کر رہے ہیں، ہم گندم ایکسپورٹ کر رہے ہیں ہم کاٹن بھی بھیج رہے ہیں ہم citrus بھی بھیج رہے ہیں ہم مینگو بھی بھیج رہے ہیں اور یہاں پر میں یہ بھی بتادوں کہ subsidy بھی نہیں دے رہے۔ ہمارا کسان سبسڈی کے بغیر بھی کام کر رہا ہے۔WTO میں سینہ تان کے ہم جائیں گے۔

جناب سپیکر! میں رانا صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ ضرور یہ بیان کیا کریں اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ محکمہ یہ نہیں کرتا وہ نہیں کرتا جو اچھے کام ہیں ان کو بھی بیان کیا کریں۔ یہ ہم نے جو 43 کروڑ روپے وافر خرچ کئے ہیں ہم نے یہ کس پر خرچ کیا ہے بلڈوزرز پر خرچ کیا ہے ہم

نے اشتہارات دیئے ہیں ہم نے مارکیٹ کمیٹی بنائی ہے۔اپنی اجناس کوdispose ofکرنے کے لئے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!یہ بار بار43کروڑ کہہ رہے ہیں یہ38کروڑ ہیں۔اس کی وضاحت فرما دیں۔

جناب سپیکر: لودھی صاحبexact figuresکیا ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا!ان کو تو یہ نہیں پتا کہ 34ہیں یا43۔

وزیر زراعت: جناب والا!34کروڑ80لاکھ ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا!اتنی دیر سے 43کروڑ کہہ رہے ہیں۔یعنی9کروڑ کا تو ان کو فرق ہی نظر نہیں آرہا یہ کیا جواب دیں گے ؟

وزیر زراعت: جناب والا!میں نے عرض کیا ہے کہ 34کروڑ80لاکھ روپے ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر زراعت: جناب والا!ان کی جو کٹوتی کی تحریک ہے اس میں کوئی وزن نہیں ہے۔ محکمہ زراعت دن رات ترقی کر رہا ہے میں اس کے لئے کاشتکاروں کو اپنے دوستوں کو اپنے محکمے کے سائنس دانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ بھی میں بتاتا چلوں کہ ہم نے ریسرچ پر اپنے سائنس دانوں پر نظر مرکوز کی ہوئی ہے۔ ہم اس کوreorganizeکر رہے ہیں ہم ان سائنس دانوں کو ان کی قابلیت کے مطابق تنخواہیں دیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس پنجاب کی ترقی میں اضافہ کریں گے اور پاکستان کی نیک نامی میں اضافہ کریں گے۔ شکریہ مہربانی۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

> "34کروڑ 80لاکھ 79ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 14 زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"
>
> (تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

> "ایک ضمنی رقم جو34کروڑ 80لاکھ 79ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم

ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''زراعت'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر12

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر12 پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

''ایک ضمنی رقم جو5کروڑ 19لاکھ 93ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''تعلیم'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو5کروڑ 19لاکھ 93ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''تعلیم'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

مطالبہ زر نمبر12 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔جناب قاسم ضیاء، راناآفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پرویز، جناب جہانزیب امتیاز گل، جناب محمد یار مونکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ)، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈئر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب محمد افضال مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن

رضا قاضی، سید حسن مرتضیٰ، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، ملک محمد اسحاق بچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کائرہ، میجر (ریٹائرڈ) احسان الہیٰ چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید محمد مختار حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، رانا ثناء اللہ خان، رانا مشہود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڑ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یاسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری سجاد حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، سید احسان اللہ وقاص، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود بگو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

شیخ اعجاز احمد صاحب اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 12 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 12 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

MINISTER FOR EDUCATION: I oppose it, sir.

جناب سپیکر: منسٹر ایجوکیشن اسے oppose کرتے ہیں۔ شیخ اعجاز احمد!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! Supplementary Budget پر کل کی بحث کے بعد آج cut لگایا جا رہا ہے اور ہم نے کل بھی اس حوالے سے اپنی پوری contribution کی اور آج تمام دوست دوبارہ صوبہ پنجاب کے عوام کے ساتھ اس commitment کو نبھانے جا رہے ہیں جو ہم نے الیکشن کے دوران کی یا جو ہم نے حلف اٹھایا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ صوبہ پنجاب کے عوام کے مفاد کو مقدم رکھیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بات ہوئی "Vision 2020" کی، یہاں پر بات ہوئی "پڑھا لکھا پنجاب" کی، یہاں پر بات ہوئی کہ "ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام" میں انقلابی اقدامات کئے جا رہے ہیں اور گاؤں سے لے کر شہروں تک اور شہروں سے لے کر دور دراز کے علاقوں تک تعلیم کی سہولتیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ میں ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں آج اصغر علی گجر صاحب نے جب یہ بات کی کہ ان کے حلقہ کے اندر یہ مسائل ہیں تو یہاں پر کروڑوں روپے کی رقوم دوبارہ مانگی گئی ہیں اس میں آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ صفحہ نمبر 75 ہے۔ ایجوکیشن منسٹر کے پاس اگر supplementary book ہے تو وہ دیکھیں۔ آئٹم نمبر 11 میں ہے Funds for the Office of Monitoring and Evaluation Cell, Education Department. اس میں ایک کروڑ 90 لاکھ 48 ہزار روپیہ demand کیا گیا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ جس ملک کے صوبہ پنجاب کے گاؤں کے اندر، گاؤں کو چھوڑیئے شہروں کے اندر مڈل سکول مڈل رہیں، پرائمری سکول پرائمری رہیں، جب بارش آئے تو ان کی چھتیں ٹپکنا شروع کر دیں اور ہمارے صوبہ پنجاب کے بیٹے یا بیٹیاں جو اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہاں پر جا رہے ہیں ان کی سہولتوں کا فقدان کا عالم یہ ہو کہ چھتیں ٹپکیں اور ہیڈ ماسٹر صاحبان روتے ہوئے کہتے پھریں کہ خدا کے واسطے ہماری چھتیں تعمیر کر دیں کہیں یہ نہ ہو کہ یہ چھت گر جائے اور معصوم بچے جاں بحق ہو جائیں۔ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ہمیں جو محبت بھرا خط لکھا گیا اور اس میں کہا گیا کہ آپ بتائیں کہ آپ کے حلقہ کے اندر کیا کیا missing facilities ہیں؟ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی موجودگی میں یہ بات کر رہا ہوں اور ذمہ داری کے ساتھ بات کر رہا ہوں کہ ہم نے ایک ایک یونین کونسل میں جا کر ایک ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے مل کر خواہ وہ گرلز سکول تھا یا بوائے سکول ہم نے پوری محنت شاقہ کی اور اس love letter کے جواب میں ہم نے تمام missing

facilities Government of Punjab کو بھجوائیں اور بزبان شاعر مجھے وہ کہنا پڑھ رہا ہے کہ:

نامہ بر تو ہی بتا تو نے تو دیکھے ہوں گے
کیسے ہوتے ہیں وہ خط جن کے جواب آتے ہیں

جناب سپیکر! یہ پورا معزز ایوان گواہ ہے اپوزیشن بنچز پر بیٹھے ہوئے ممبرز on oath بات کر سکتے ہیں کہ ہم نے ان کے لکھے گئے خط کے جواب میں جو سکیمیں بھجوائی تھیں آج تک ہمارے حلقوں میں ان پر ایک single penny بھی نہیں لگی۔اس کے بعد آپ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کتابوں کے اندر Evaluation Cell قائم کریں، آپ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو اپ گریڈ کرنے کے لئے "پڑھا لکھا پنجاب" کا نعرہ لگائیں لیکن فیصل آباد کا میرا حلقہ پی پی۔72، that is the heart of the city. اور اس میں رضا آباد میں 2 سکول ہیں، ایک پرائمری سکول ہے اور دوسرا مڈل سکول ہے ان کو اپ گریڈ کرنے کے لئے میں نے بارہا request کی لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا اور ہوتا کیا ہے کہ جب قوم کی وہ بیٹیاں جو ایک عام شہری کی بیٹی ہے، جو ایک عام مزدور کی بیٹی ہے، جو ایک عام کسان کی بیٹی ہے وہ جب آٹھویں کلاس سے تعلیم حاصل کر کے ninth class میں جانا چاہتی ہے تو وہاں پر اسے آرٹس یا سائنس سبجیکٹ رکھنا ہوتا ہے۔ جب وہ کسی دوسرے سکول میں جا کر admission لینے کی کوشش کرتی ہے تو اس کو وہاں پر admission اس بنیاد پر نہیں ملتا کیونکہ ان ہائی سکولوں میں ان سکولوں کی بچیوں کو اپ گریڈ کیا جاتا ہے۔اس میں کوئی اپ گریڈیشن نہیں ہو رہی۔ غلام محمد آباد کے اندر یونین کونسل نمبر 277 کا سکول ہے میں ایجوکیشن منسٹر کی توجہ چاہوں گا کیونکہ وہ وزیر اعلیٰ صاحب سے بات کرنے میں مصروف ہیں یہ نوٹ فرمائیں کہ رب شاہ چوک میں ایک بہت پرانا سکول ہے اس کے 8 کمروں کی چھتیں گرنے والی ہیں۔ میں نے بے شمار مرتبہ وزیر تعلیم صاحب کو یہ درخواست کی ہے۔ انھوں نے مجھے کہا کہ شیخ صاحب آپ مجھے تحریری طور پر لکھ کر دے دیں تو میں اس کو منگوا لیتا ہوں اور اس کو ٹھیک کروا دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے تحریری طور پر لکھ کر دیا کہ دس کمروں کی چھتیں بوسیدہ اور خستہ ہیں۔ وہ کسی بھی وقت گر سکتی ہیں لیکن مجھے درخواست کئے ہوئے آج ساڑھے تین سال ہو گئے ہیں۔ان ساڑھے تین سالوں میں اس سکول کی ایک چھت پر ایک single penny نہیں لگائی

گئی۔ میں آج اس ایوان کو گواہ بنا کر وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ اگر رب شاہ چوک کے سکول کی چھتیں گرنے سے اگر ملک و قوم کا کوئی بیٹا ہلاک ہو گیا یا کسی کی بچی مر گئی تو اس کی ذمہ داری جناب! آپ fix کریں، صوبہ پنجاب کے عوام fix کریں کہ کس پر ہو گی؟

محترمہ ظل ہما عثمان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ ظل ہما پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

محترمہ ظل ہما عثمان: جناب سپیکر! میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں سے یہ بات ضرور کہوں گی کہ وہ کس چیز کی بات کرتے ہیں۔ وہ کون سی کتابیں پڑھ کر آتے ہیں۔ یہاں رانا ثناء اللہ اور ڈاکٹر جاوید صدیقی جیسے لوگ ہمیں کتابوں سے figures پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہوتے ہیں۔ کل میرے بھائی نے یہاں پر جس تضحیک آمیز انداز سے یہ لفظ کہے۔ مجھے ان کے ڈاکٹر ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! کل انھوں نے کہا کہ کس ظل ہما کو دو لاکھ روپیہ دیا ہے۔ مجھے ان کے اس لہجے اور انداز پر بڑا افسوس ہوا۔ اگر وہ کتاب غور سے پڑھتے تو انھیں پتا چلتا۔ یہ جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں، کیا یہ اس طرح سے نمائندگی کر رہے ہیں۔ اگر انھوں نے وہ کتاب غور سے پڑھی ہوتی تو آگے بیان کیا گیا تھا کہ دو لاکھ روپیہ ظل ہما دختر سید محمد سلیمان سکنہ 341 افتخار سٹریٹ، نیو سمن آباد لاہور میں برائے ادائیگی قرض دی گئی تھی۔ یہ کس طرح سے یہاں پر بیان کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ (قطع کلامیاں)

صدیقی صاحب تشریف رکھیں۔ شیخ اعجاز احمد صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا تھا کہ یہ خدا کا خوف کریں۔ اگر وزیر اعلیٰ پنجاب نے کہا ہے کہ پڑھا لکھا پنجاب، free education for all تو خدا کے واسطے یہاں پر جو تجاویز دی جاتی ہیں۔ ان پر عملدرآمد کرائیں۔

جناب سپیکر! وزیر تعلیم صاحب نوٹ فرمالیں۔ میں دوبارہ یہ بات دہراتا ہوں کہ رب شاہ چوک سکول کی چھتیں گرنے والی ہیں۔ میں نے بے شمار مرتبہ کہا ہے۔ اگر وہ گر گئیں تو اس کی ذمہ داری کس پر ہو گی۔ اس کے علاوہ رضا آباد میں ایم سی گرلز مڈل اور ایک ایم سی بوائز مڈل سکول ہے۔ ان کے متعلق بے شمار مرتبہ کہا گیا لیکن ان کو upgrade نہیں کیا جا رہا۔ مدن پورہ میں غریب

کسانوں یا مزدوروں کی بیٹیاں پڑھتی ہیں، اس کوupgrade نہیں کیا جا رہا۔ غلام محمد آباد کے سکولوں کوupgrade نہیں کیا جا رہا۔

جناب سپیکر!آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام میں حکومت ہمارے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ابھی ملک پاکستان جو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔اس میں انھوں نے یہ کیا ہے کہ لفظ ٹیچر ملازمت سے نکالا جا رہا ہے اور اس کی جگہ ایجوکیٹر بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان ایجوکیٹر کی جو مغرب کے پروردہ ہیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے جوsexology بھی پڑھائیں گے اور جومusicology بھی پڑھائیں گے۔ ٹیچر کے معنی کیا ہیں؟ ٹیچر کے معنی تعلیم و تربیت دینے والا ہیں اور ایجوکیٹر کے معنی صرف تعلیم دینے والا ہے۔ وہ صرف پڑھائے گا وہ جو پالیسی مغرب سے آئے گی، اس کو پڑھائے گاteach نہیں کرے گا۔ ہمیں ایجوکیٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان کی ماؤں، بیٹیوں، پاکستان کے جو باپ ہیں ان کو ایجوکیٹرز کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو ٹیچرز کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!آپ عمر کے اس حصے میں ہیں۔ آپ اور جتنے میرے بزرگ یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ میں یہ ذمہ داری سے درد دل سے بات کر رہا ہوں کہ پاکستان کے اندر ایک لفظ متعارف کرادیا گیا ہے۔ پہلے مائیں یہ مثالیں دیتی تھیں کہ اس نے کسی اچھے استاد سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اب مائیں کہیں گی کہ یہ میری بیٹی کا ایجوکیٹر آ رہا ہے۔ یہ میرے بیٹے کے ایجوکیٹر ہیں۔لفظ استاد کو نکال کر ایجوکیٹر بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ یہ قوم کی کوئی خدمت نہیں ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر!اگر سابق وزیر تعلیم زبیدہ جلال حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باب کو ختم کر کے وادی کیلاش میں پڑھنے والی میٹرک کی طالبہ کے باب کوeducation میں insert کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہاں پرachievement of a girl وادی کیلاش کی بیٹی کو پھر مغرب میں پیش کر کے اس کے لئے وظائف اکٹھے کئے جاتے ہیں اور یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ پاکستان Enlighten modern society کی طرف جا رہا ہے تو پھر وہاں پر جو مسلمان بستے ہیں تو ہم ان کو دہشت گرد کہتے ہیں۔ اگر منڈ کے علاقے میں کوئی پاکستانی اٹھ کر زبیدہ جلال کے گھر کے باہر راکٹ فائر کرتا ہے تو وہ اس کوindicate کرتا ہے کہ پاکستان جو کہ نظریہ پاکستان کی نام پر حاصل کیا گیا تھا، جو پاکستان کلمے کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا، جو لاکھوں قربانیاں دے کر حاصل کیا گیا تھا اور کسی نے کہا تھا کہ:

قلم ہوئے سر قلماں ٹٹیاں
سینیاں دے وچ بلماں ٹٹیاں
تے عزت دی ٹہنی دے نالوں
عذرا بانو سلمیٰ ٹٹیاں
فیر جا کے موقع بنیا
پاکستان کوئی سوکھا بنیا اے

جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا ہوں کہ پاکستان کے اندر ہمیں ٹیچرز کی ضرورت ہے جو ہماری قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کو teach کریں۔ ہمیں ایجوکیٹرز کی ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! سعادت حسن منٹو نے ایک افسانہ نیا آئین لکھا تھا۔ اس نے 1935 میں یہ افسانہ لکھا تھا جب ہندوستان کو انگریزوں نے نیا آئین دیا۔ اس کے متعلق یہ بتایا گیا کہ جب یہ نیا آئین آئے گا تو ہندوستان کے رہنے والوں کی حالت سدھر جائے گی اور ہم آزاد ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! سعادت حسن منٹو نے لکھا کہ ایک استاد منگو تھا۔ وہ صبح سویرے نہا دھو کر کپڑے بدل کر لاہور کی سڑکوں پر نکل آیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آج جو نیا آئین (1935 کا نیا آئین) ہندوستانیوں کو ملا ہے۔ اس کے اثرات کیا ہیں اور وہ کیا اثرات مرتب کرتا ہے لیکن جب استاد منگو لاہور کی سڑکوں پر، مال روڈ پر آیا تو اس کو کہیں پر بھی 1935 کا وہ آئین، آزادی کا آئین نظر نہیں آیا۔ اسی طرح یہ بجٹ جو ہم ہر سال پیش کرتے ہیں، جس کو ہر سال ہم figures میں اور موٹی موٹی کتابوں میں بند کر کے اس اسمبلی میں پیش کرتے ہیں۔ لوگ اس کو دیکھتے ہیں، لوگ اس کو سونگھتے ہیں اور لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں لیکن جب بجٹ کا دن گزر جاتا ہے تو پھر لوگ مہنگائی کی چکی میں پسنا شروع ہو جاتے ہیں اور لوگوں پر مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ گو اس حکومت نے تعلیم کو ایک اچھا خاصا فنڈ دیا ہے۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر:آج میرا خیال ہے کہ نماز کا وقفہ گلوٹین کے بعد کر لیں گے۔کیونکہ نماز کا وقت تین ساڑھے تین بجے تک ہوتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!نماز کا وقت تین بجے تک نہیں ہوتا۔اس کو دو بجے تک کر لیں۔

جناب سپیکر:یہ تو دو بجے تک سارا کام ختم ہو جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو:نماز کے لئے پندرہ منٹ کا وقفہ کر دیں۔

جناب سپیکر:ایسا ہے کہ یہ گلوٹین کے بعد نماز کا وقفہ کر لیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!ٹھیک ہے۔میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب سے یہ ملک بنا ہے تقریباً60 سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔سب سے زیادہ مظلوم شعبہ تعلیم کا رہا ہے۔تعلیم ہر ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے۔آج سے 2 ہزار سال پہلے مسلمانوں کا انحطاط اور زوال کیوں آیا،اس لئے آیا کہ ہم نے اپنا تعلیمی میدان چھوڑ دیا،ریسرچ کو چھوڑ دیا اور ہم نے پڑھنا لکھنا چھوڑ دیا اور جنہوں نے کتاب ہاتھ میں پکڑ لی،جنہوں نے ریسرچ ہاتھ میں پکڑ لی وہ ہم سے آگے نکل گئے۔آج بھی ہمارے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔اس پاکستان کو بنے ہوئے 60 سال ہو گئے ہیں آج تک ہم اپنا سلیبس تیار نہیں کر سکے،ہم آج تک اپنا نصاب نہیں بنا سکے۔

جناب سپیکر! Missing facility کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ 12۔ارب روپیہ ہم نے تعلیم پر خرچ کیا ہے لیکن انہوں نے اس تعلیم کے main organ استاد کو کیا دیا ہے،اس کو دو سال، تین سال کے کنٹریکٹ پر بھرتی کر لیا ہے۔وہ استاد جو ایک پارلیمنٹیرین کو بناتا ہے،وہ استاد جو پوری قوم کو تیار کرتا ہے،پورے ملک کو تیار کرتا ہے اس استاد کو ہم نے کنٹریکٹ پر بھرتی کر لیا ہے اس لئے کہ ہم نے استاد کو سب سے نیچ اور سب سے نکمی چیز سمجھ لیا ہے۔یہ کنٹریکٹ بہت اچھی چیز ہے تو فوج کو بھی کنٹریکٹ پر بھرتی کرنا چاہئے،ہمیں اپنی بیوروکریسی کو بھی کنٹریکٹ پر بھرتی کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر کنٹریکٹ اتنی ہی اچھی بات ہے اور انہوں نے استادوں اور ڈاکٹروں پر اس کو لاگو کیا ہے تو پھر ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کیونکہ یہ ضمنی بجٹ ہے اس پر انہوں نے 2005-06 میں 4۔ارب 70 کروڑ 48 لاکھ 87 ہزار روپے رکھے تھے اور اب یہ کہتے ہیں کہ ضمنی بجٹ میں 51 کروڑ 99 لاکھ 3 ہزار روپیہ ہمارا اضافی خرچ ہوا ہے اور اس کو اس اسمبلی سے منظور کروانا چاہتے ہیں۔اب یہ کہتے ہیں کہ 2006-07 میں 9۔ارب روپیہ رکھا ہے۔میں چند اشعار میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں

اور خصوصاً وزیر خزانہ جنہوں نے بڑی خوبصورت اور بڑی منجھی ہوئی تقریر میں کچھ حقائق کو بیان کیااور کچھ کو چھپانے کی کوشش کی۔ میں ان کی خدمت میں یہ شعر عرض کرتا ہوں کہ۔

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرا تیرا
ہم بھی وہیں موجود تھے ہم سے بھی سب پوچھا کئے
ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے منظور تھا

جناب سپیکر: شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: صدیقی صاحب! ابھی دو معزز رکن بات کریں گے۔ رانا صاحب! کون کون صاحب بات کریں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ابھی ٹائم تو ایک گھنٹہ ہے تو اس پر جتنے بھی دوست بات کر سکتے ہیں تو آپ پانچ پانچ منٹ سب کو دے دیں۔

جناب سپیکر: آپ کا 1.20 پر ٹائم ختم ہونا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! 1.20 پر نہیں ہونا۔ کیونکہ اجلاس دیر سے شروع ہوا ہے آپ اس حساب سے دیکھیں تو یہ پونے دو بجے تک بنتا ہے۔

جناب سپیکر: دیر کی وجہ سے نہیں بنتا۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن آپ نے کہا تھا کہ دس پندرہ منٹ کی اور گنجائش ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: چلو دس کی بجائے پندرہ منٹ کر لیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ دو بجے تک اپوزیشن کو اپنا مؤقف پیش کرنے دیں۔ اس کے بعد گلوٹین تو آدھے گھنٹے میں ہو جائے گی اور اڑھائی بجے کام ختم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: ایسا کریں کہ ladies میں سے ایک بات کر لے اور مرد میں سے دو کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ صرف پانچ منٹ کا ٹائم دیں اور جتنے بھی دوست بات کرنا چاہتے ہیں انہیں بات کر لینے دیں۔ دو بجے گلوٹین apply کر دیں اور 2.20 پر سارا معاملہ ختم ہو

جائے گا۔

جناب سپیکر: محترمہ خالدہ منصور صاحبہ!

محترمہ خالدہ منصور: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے پنجاب کے ایک اہم ڈیپارٹمنٹ کے اندر بات کرنے کی اجازت دی۔ دیکھا جائے تو حکومت کا کہنا کچھ اور ہے، کرنا کچھ اور ہے اور ان کے قول وفعل میں بڑا تضاد ہے۔ دعوے تو بہت بڑے بڑے کئے جاتے ہیں کہ ہم پڑھا لکھا پنجاب بنادیں گے لیکن وہ کس طرح بنے گا؟ عمل کیا ہے اور لوگوں کو یا بچوں کو پنجاب میں کیا سہولتیں دی گئی ہیں؟ اگر ہم اندازہ لگائیں کہ پچھلے سال کا جو بجٹ تھا اور اس سال جو ایجوکیشن کا بجٹ ہے اس میں کیا یہ گیا تھا کہ تمام سکولوں کی چار دیواری، ان کو پینے کا پانی، لیٹرین اور سٹاف سب کچھ ملے گا لیکن اگر آپ کو کبھی اتفاق ہوا ہو تو میں وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گی کہ وہ کبھی فیصل آباد تشریف لائیں تو ان کو میں وہ سکول دکھا سکتی ہوں جہاں بچیوں کے سکول ہیں اور وہاں چار دیواری نہیں ہے، وہاں پینے کا پانی نہیں ہے، وہاں لیٹرین نہیں ہے اور سٹاف نہیں ہے، وہاں درجہ چہارم کا سٹاف نہیں ہے تو بتائیے کہ کیا پڑھا لکھا پنجاب بنے گا جہاں سکولوں میں ایسی سہولیات ہی نہیں ہیں۔ کیا یہ ان کا دعویٰ صحیح ہے کہ وہ ''پڑھا لکھا پنجاب'' بنادیں گے۔ خدارا! اس پر عمل کریں اور اگر پاکستان کو اور پنجاب کو ترقی دینی ہے تو پھر ان کو یہ سب کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! میں ایک نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ استاد کا مقام ہمارے معاشرے میں کیا ہے؟ استاد وہ ہستی ہے جو ہمیں شعور، سمجھ اور عقل دیتا ہے لیکن اگر ان کا بجٹ دیکھا جائے تو انہوں نے جو ایجوکیٹرز بھرتی کئے ہیں ان کی تنخواہ -/4250 روپے ہے اور پولیس کے اہلکار کی ساڑھے بارہ ہزار روپے ہے۔ اس کی کارکردگی دیکھیں اور ایک ایجوکیٹر کی کارکردگی دیکھیں کہ پولیس کیا کرتی ہے اور ایک استاد کیا کرتا ہے؟ ان کا تو یہیں سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ تعلیم کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ میں تھوڑی سی کچھ چیزوں کی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے صوبہ پنجاب کے SST ٹیچرز کو میڈیکل الاؤنس -/425 روپے تنخواہ کے ساتھ نقد دیئے جاتے ہیں۔ کیا پنجاب کے یہ استاد جو فیڈرل گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہیں کیا ان کا حق نہیں بنتا، کیا وہ انسان نہیں، کیا اس کے اہل خانہ کو میڈیکل الاؤنس کی ضرورت نہیں تو میں وزیر تعلیم کو یہ گزارش کروں گی کہ اپنی باتوں سے اگر وقت نکالیں تو ان چیزوں کی طرف توجہ دیں کہ پنجاب کے جو فیڈرل کے اساتذہ ہیں ان کو بھی میڈیکل الاؤنس کی ضرورت ہے۔ کیا ان کے لئے آپ کبھی سوچتے ہیں؟ ایک اور بہت

اہم پوائنٹ کہ جو اساتذہ بڑے شہروں میں پڑھاتے ہیں ان کو تنخواہ کے ساتھ big city allowance دیا جاتا ہے اور اتنی ہی کوالیفکیشن کا استاد جو چھوٹے شہر میں جاتا ہے اس کو ذرائع آمدورفت کے لئے کچھ دیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو big city allowance دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے اخراجات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ میں وزیر تعلیم سے گزارش کروں گی کہ ان کی تنخواہوں میں یہ فرق جو چھوٹے اور بڑے شہروں کی بنیاد پر ہے اس کو ختم کیا جائے۔

جناب والا! میرے خیال میں انہوں نے ایک اور بڑا غلط کام کیا ہے کہ انہوں نے بچیوں کو ایلمنٹری سکولز میں تعینات کر دیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارا معاشرہ اتنا ترقی یافتہ نہیں ہوا کہ ہماری بچیاں بوائز سکولز میں جا کر پڑھائیں۔ ہمیں بہت سے معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں سمجھتی ہوں کہ وزیر تعلیم کو چاہئے کہ ان تمام بچیوں کو جو بوائز ایلمنٹری سکولوں میں تعینات کر دی گئی ہیں ان کو گرلز سکول میں تعینات کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ پروین مسعود بھٹی صاحبہ!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ پر بحث ہوئی پھر ضمنی بجٹ پر بحث ہوئی۔ حکومتی بنچز کے تمام فاضل ممبران نے وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی حکومت کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے اور اپوزیشن ممبران نے ان کی خامیوں کی نشاندہی کی۔ کل جنوبی پنجاب کی بات ہو رہی تھی کہ کوئی جنوبی پنجاب کی بات نہ کریں پورے پنجاب کی بات کریں۔

جناب سپیکر! تفریق تو خود حکومت ڈال رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ضمنی بجٹ میں سوائے صادق پبلک سکول بہاولپور کے کسی ایک سکول کی حالت درست کرنے کے لئے اس کو پیسے ملے اور نہ ہی کسی سکول کے لئے پیسے رکھے گئے۔ آج بھی گورنمنٹ ہائی سکول، ایس بی ہائی سکول، عباسیہ ہائی سکول، ٹیکنیکل ہائی سکول اسی طرح لڑکیوں کے گورنمنٹ ہائی سکول ملتانی گیٹ کی حالت دیکھیں، گورنمنٹ ہائی سکول ماڈل ٹاؤن اے کی حالت دیکھیں۔ وہاں فرنیچر ہے، پینے کا پانی صحیح طریقے سے ہے اور نہ ہی وہاں پر لڑکیوں کے لئے ان کی تعداد کے مطابق رہائش کا انتظام ہے۔

جناب سپیکر! ابھی پچھلے مہینے کی بات ہے اور یہ بات عمران صاحب کے نوٹس میں بھی ہو گی کہ شاہدرہ گرلز ہائی سکول میں بچیوں کے لئے بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور یہ طے پایا تھا کہ ہر 15 دن کے بعد ایک کلاس کمرے میں اور 15 دن باہر بیٹھا کرے گی۔ اس پر تکرار ہوئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہیڈ مسٹریس اور ٹیچرز کی آپس میں بہت زیادہ لڑائی ہوئی جس پر ای ڈی او نے یہ فیصلہ

کیا کہ اس ٹیچر کو معطل کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ ایک ٹیچر 19 سال پڑھاتی ہے اور اس کو معطل اس وجہ سے کیا گیا کہ کمرے میں جگہ نہیں تھی اور اس کو باہر بیٹھنے کے لئے کہا گیا تھا۔ آپ دیکھیں کہ اس میں غلطی ٹیچر کی ہے یا حکومت کی ہے۔ ہم نے بڑی محنت سے تمام وہ کوائف جمع کئے جب انہوں نے کہا کہ سکولوں کی missing facility کی نشاندہی ہونی چاہئے۔ ہم نے ان کو جو facts and figures دیئے کسی ایک پر بھی حکومت نے ہماری بات نہیں مانی۔

جناب سپیکر! کل ہماری ایک بہن کہہ رہی تھی کہ بہاولپور ایک گاؤں تھا اور اس کو موجودہ حکومت نے شہر بنا دیا ہے اور وہ لگتا ہے کہ کوئی شہر ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں اور واقعی کہتی ہوں کہ وہ گاؤں تھا لیکن جس وقت میاں نواز شریف نے وہاں پر سڑکیں بنائیں تو واقعی اس کو شہر بنا دیا۔ آج بھی وہ سڑکیں منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اگر ترقی ہوئی تو یہ بھول گئی ہیں کہ صرف بہاولپور میں نہیں ہوئی بلکہ پورے پنجاب میں اس حکومت نے بہت ترقی کی، اور یہ ترقی کس میں کی یہ ترقی لوٹا کریسی میں کی، ترقی مہنگائی میں ہوئی، ترقی کرپشن میں ہوئی، ترقی رشوت میں ہوئی۔ ایسی چیزوں پر حکومت کیوں آنکھیں بند کر کے بیٹھی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! درویش صفت اگر وزیر اعلیٰ ہے ہم مانتے ہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کریں اور جس طرح جناب غلام حیدر وائیں نے کام کیا تھا یہ اس طرح کام کریں اور اگر کام کرنا ہے تو وزیر اعلیٰ شہباز شریف کی طرح کریں۔ وہ صبح نمازوں کے وقت سڑکوں کو دیکھا کرتے تھے کہ کس نے صحیح کام کیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ جو بھی روزانہ کرتے رہیں لیکن وزیر اعظم میاں نواز شریف کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ نگہت پروین میر!

محترمہ نگہت پروین میر: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں شعبہ تعلیم کے حوالے سے نہایت ہی اہم چند مسائل پر بات کروں گی۔ تعلیم کا شعبہ بہت ہی ترجیحی کاموں کا متقاضی ہے۔ وزیر اعلیٰ کا ''پڑھا لکھا پنجاب'' کا نعرہ تو لگایا جاتا ہے مگر ابھی تک پنجاب میں غریب طلبہ کو کتابوں کی فراہمی کو یقینی نہیں بنایا گیا جبکہ تین مہینوں کی چھٹیوں میں طلبہ کو جو کچھ آتا ہے وہ بھی بھول جائیں گے اور آوارہ گردی میں بھی پیش پیش آئیں گے۔ صوبہ کے بے شمار سکولوں میں سٹاف اور فرنیچر کی بہت زیادہ کمی ہے جس کمی کو چار سالوں میں یہ حکومت پورا نہیں کر

سکی۔ مڈل اور پرائمری ایسے بہت سے سکول ہیں کہ جو بلڈنگ کے بغیر چل رہے ہیں۔ شدید گرمی اور بارش میں ان سکولوں میں چھٹی دے دی جاتی ہے۔ابھی تک ان کو بلڈنگ مہیا نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر!ابھی تک اس اہم مسئلے کا حل نہیں ہو سکا کہ جو خواتین اساتذہ ہیں ان کی ٹرانسفر ان کے اپنے گھروں کے نزدیک جو کہ بہت پہلے کہا گیا تھا کہ جہاں جہاں پر کہیں خواتین اساتذہ تعینات ہیں ان کو اپنے ہی گھروں کے قریب رکھا جائے گا لیکن ابھی تک اس بات پر بھی عملدرآمد نہیں ہو سکا۔اس مسئلہ کی وجہ سے خواتین بہت پریشانی کے عالم میں ہیں۔جب کوئی لیڈی ٹیچر maternity leave پر جاتی ہے تو اس کو تنخواہ نہیں دی جاتی وہ خواتین جو اس قسم کی رخصت پر جاتی ہیں ان کے مسائل میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ ان کی maternity leave with pay کی جائے۔

جناب سپیکر!صوبہ کے اکثر سکولوں میں لائبریریاں نہیں ہیں۔لائبریری جو کہ تعلیم کی چابی ہوتی ہے بہت سارے سکول اس سے محروم ہیں۔ محکمہ تعلیم میں بھرتی ڈسٹرکٹ وار اور میرٹ پر کی جائے۔اس کے علاوہ پنجاب حکومت گزشتہ چار سالوں میں امتحانی نظام کو ایک جیسا نہیں کر سکی کبھی نویں اور دسویں جماعت کو الگ کر دیا جاتا ہے، کبھی سال اول اور دوم کو الگ کر دیا جاتا ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ صاحب اقتدار لوگ اس بات کو اپنے نوٹس میں کیوں نہیں لاتے کہ بار بار تعلیم کا نظام بدلنا طلبہ کے لئے کتنی مشکلات پیدا کرتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!میں وزیر تعلیم کی توجہ چاہوں گی کہ سکولوں کی مانیٹرنگ کے لئے ریٹائرڈ صوبے دار اور حوالدار کہ جن کی تعلیم میٹرک ہے ان کو مقرر کر دیا گیا ہے اور ان کی تنخواہ آٹھ ہزار روپے اور ایک موٹر سائیکل مہیا کیا گیا ہے جبکہ ایم ایڈ اور بی ایڈ بے شمار نوجوان بیکار پھر رہے ہیں جن کے لئے کوئی روزگار نہیں ہے اس لئے ان کو وہاں پر تعینات کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ بریگیڈئر محمد حسن صاحب!

بریگیڈئر (ریٹائرڈ) محمد حسن: شروع اللہ کے پاک نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے، درود و سلام حضور پاک محمد ﷺ پر میں سمجھتا ہوں کہ جو کام حکومت پنجاب تعلیم کے شعبے میں کر رہی ہے اس کو میں نہ کہوں تو یہ میرے الفاظ کی کنجوسی ہو گی۔ بے شک حکومت پنجاب تعلیم پر سب سے زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ جو بھی اقدامات آج تک اٹھائے گئے ہیں وہ تعلیم کو آگے بڑھانے کے لئے ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے وہ ایک target oriented budget

ہے۔اگر انہوں نے تعلیم کے لئے دس بلین روپے رکھا ہے تو انہوں نے ساتھ ٹارگٹ بھی رکھے ہوں گے کہ ہم نے کیاachieveکرنا ہے، سو فیصد خواندگی achieveکرنی ہے، higher education achieveکرنی ہے یا جو ملک کو تعلیم کی ضرورت ہے وہ تعلیم حاصل کرنی ہے۔ جس وقت ہم ground realitiesدیکھتے ہیں تو وہ اتنا بڑا بجٹ اور ساتھ پڑھے لکھے پنجاب کی جو بات آتی ہے تو بد قسمتی سے وہ بات نظر نہیں آ رہی جو توجہ اس وقت تعلیم پر دی جا رہی ہے یا جو فنڈز اس وقت تعلیم کے لئے مخصوص کئے جا رہے ہیں۔یہ سارے اپنے اپنے حلقوں کے ایم پی ایز بیٹھے ہوئے ہیں اور اگر میں اپنے حلقے کی بات کروں گا تو تقریباً ان سب کی یہی صورتحال ہو گی۔وہ کسی اور صوبے میں نہیں رہتے۔

جناب سپیکر! میں پرائمری سے شروع کرتا ہوں۔ہمارے حلقوں میں پرائمری سکول دو دو کمروں پر مشتمل ہیں اور وہاں پر دو ٹیچرز ہیں۔اگر دو ٹیچرز ہیں، دو کمرے ہیں اور 143 بچیاں پڑھ رہی ہیں تو مجھے یہ جیومیٹری بالکل سمجھ نہیں آتی کہ ان پانچ جماعتوں کو دو کمروں میں دو ٹیچروں کے ساتھ کیسے سمائیں گے اور وہ کیا تعلیم حاصل کریں گی۔اسی کے ساتھ حکومت پنجاب ایک نعرہ لگا رہی ہے کہ ہم نے تمام پرائمری سکولوں کو مڈل سکول کا درجہ دے دینا ہے تو آپ ان دو کمروں کو پانچ نہیں کر سکتے۔دو ٹیچروں کی بجائے پانچ ٹیچرز پرائمری سکول کو نہیں دے سکتے تو آٹھ جماعت تک یہ کس طریقے سے چلائیں گے تو کیا یہ بات کھوکھلے نعروں والی نہیں ہے تو پھر کیا ہے اور یہی صورتحال آٹھویں سے نویں کی ہے اور یہی صورتحال دسویں کی بھی ہے اور اگلے دن بھی بجٹ تقریر کے دوران میں نے یہ بات کی تھی کہ محمد شاہ تغلق والی بات تھی۔اس نے اپنی پالیسیوں میں اتنی تبدیلیاں کیں کہ تقریباً سارا ملک ہی ختم کر لیا اور میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت نہیں لیکن فیڈرل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے جو تبدیلی در تبدیلی پنجاب ایجوکیشن میں لائی ہیں اس نے اس تعلیم کا بیڑہ غرق کر دیا۔

جناب سپیکر! میرے حلقے میں 75 سکولز ہیں اور پچھلے دنوں سب ہیڈ ماسٹرز اکٹھے ہوئے اور مجھے بلایا کہ ہماری یہ مشکلات ہیں کہ ہمارے پاس کمرے نہیں ہیں اور یہ یہ کمیاں ہیں۔۔۔

سید حسن مرتضٰی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضٰی: جناب سپیکر!ادھر درخواستیں recommend کروانے کے لئے یوٹیلٹی سٹورز سے بھی لمبی لائن لگی ہوئی ہے House in order نہیں ہے لہذا مہربانی کر کے انہیں کہیں کہ یہ بعد میں کروالیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، بریگیڈئر صاحب!

بریگیڈئر(ر) محمد حسن: جناب سپیکر!میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ پچھلے دنوں سیکرٹری ایجوکیشن پنجاب نے ایک لیٹر نکالا کہ جن سکولوں کا 20 فیصد سے رزلٹ کم ہے ان کے ہیڈ ماسٹروں کو معطل کیا جائے یا ان کے خلاف ایکشن لیا جائے تو میرے حلقے میں صرف سات permanent ہیڈ ماسٹر ہیں باقی سارے adhoc ہیں اور رزلٹ کیا نکلا کہ 15 میں سے 20 فیصد صرف تین سکولوں نے achieve کیا اور باقی کسی کا 0 فیصد، کسی کا 1 فیصد، کسی کا 2 فیصد اور کسی کا 3 فیصد تو اگر وزیر خزانہ صاحب نے اتنا بڑا بجٹ تعلیم کو دیا ہے تو رزلٹ اس کا کیا نکلا کہ آپ کے پاس 20 فیصد صرف تین سکولوں نے پاس کیا ہے اور باقی سارے سکول 20 فیصد سے نیچے ہیں اور جس وقت آپ ہیڈ ماسٹروں کو sort out کرنے کے لئے گئے تو صرف آپ کو سات ہیڈ ماسٹر ملے اور باقی سارے adhoc ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک آپ نے انسٹیٹیوشنز کی بلڈنگ نہیں بنانی اس وقت تک آپ تعلیم کو کتنا ہی پیسا موجودہ حالات میں لگا دیں آپ بہتر نہیں کر سکتے۔ ادھر میری ایک بہن نے بہت اچھی بات کی ہے اور میں بڑا خوش ہوں کہ آپ نے فوجی لوگوں کو ملازمتیں دی ہیں اور میں خود فوجی ہوں اور میری ساری وفاداریاں انہی کے ساتھ ہیں لیکن آپ ایک adhoc آٹھ ہزار روپے کا انسپکٹر لا رہے ہیں اور جب میں نے اور آپ نے پڑھا تھا تو اس وقت سائیکل پر ایک انسپکٹر آیا کرتا تھا اور ہم ناخن صاف کرتے تھے اور ہم اچھے کپڑے پہن کر جاتے تھے اور وہ ہم سے سوال و جواب کرتا تھا اور وہ تعلیم کا ایک ادارہ چل رہا تھا اور آج آپ کیوں ایک adhoc لا رہے ہیں کہ ایک آدمی کو آپ موٹر سائیکل دے رہے ہیں۔ ایک این سی او آئے گا تو کیا تعلیم کا معیار چیک کرے گا۔ اس نے ساری زندگی foots-knocking ٹک ٹک کی ہے اس کو تعلیم کا کوئی پتا نہیں ہے۔ وہ تعلیم کا اور بیڑہ غرق کریں گے۔ وہ اتنا ضرور کرے گا کہ حاضری لگائے گا کہ بندہ ٹھیک وقت پر آیا کہ نہیں لیکن تعلیم چیک کرنے والی بات اس کے اندر نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وقت ختم ہونے والا ہے اور ابھی میں نے عمران مسعود صاحب کے خلاف بہت ساری باتیں کرنی تھیں لیکن آپ ان کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب تک آپ اداروں کو مضبوط نہیں کریں

گے،بجٹ کوtarget orientedنہیں کریں گے،ان کوایک ٹارگٹ نہیں دیں گے کہ آپ نے یہ چیز کرنی ہے تو اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔یہاں پر شاید دینہ کے ایم پی اے بیٹھے ہوں گے جو کہ میرے حلقہ سے بہت دور ہے۔وہاں پر چلنے والے ایک پرائیویٹ سکول کے انچارج سے جا کر میں نے ملاقات کی ہے جہاں 2500 بچے اس وقت پڑھ رہے ہیں۔ میری طرح کاایک "کھتڑ" سا شلوار قمیض اس نے پہنا ہوا ہے لیکن 100 فیصد اس کا رزلٹ آرہا ہے اور صرف -/90روپے فیس ہر بچے سے وہ لے رہا ہے اور اس کے مقابلے میں عمران مسعود صاحب -/1600روپے ایک بچے پر خرچ کر رہے ہیں۔آپ یہadhoc teachersلا کر -/1600روپے کی بجائے -/2600روپے کر لیں گے پھر بھی آپ کی تعلیم نہیں بڑھے گی جب تک آپ اپنے انسٹیٹیوشنز کو ٹھیک نہیں کریں گے اور انہی سکولوں کو نہیں کہیں گے کہ رزلٹ orientedہونا ہے،ہر سال ایک نئی پالیسی ان کے سر پر نہیں تھوپنی ہے کہ ایک دفعہ امتحان یہ لیں اور دوسری دفعہ یہ لیں۔ خدارا! پکے ہیڈ ماسٹر تعینات کریں اور پکے لوگوں کو تعینات کریں۔ میرے حلقے میں ایک ہی انٹر میڈیٹ کالج ہے اور اس میں سائنس کی کلاسز چل رہی ہیں لیکن صرف فزکس کا لیکچرار ہے جبکہ بیالوجی اور کیمسٹری کا نہیں ہے۔ میاں عمران مسعود صاحب نے سنگل ٹیچر کی پالیسی بنائی ہوئی ہے کہ سنگل لیکچرار کہیں سے پوسٹ نہیں ہو گا جب تک وہاں دوسرا بندہ پوسٹ نہیں ہوتا تو یہاں پر بغیر دوسرا بندہ تعینات کئے ہوئے انگلش کا لیکچرار نکال لیا ہے تو وہ بچے انگلش کیا پڑھیں گے۔ میری یہی گزارش ہے کہ جو بجٹ آپ نے دیا ہے وہ بہت اچھا ہے لیکن اس تعلیم کوstreamlineکریں تاکہ یہ پنجاب واقعی پڑھا لکھا پنجاب ہو جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ عابدہ جاوید صاحبہ!

محترمہ عابدہ جاوید: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔جناب سپیکر! میرے بھائیوں اور بہنوں نے پہلے بھی اور آج بھی بجٹ کے حوالے سے تعلیم پر بہت سی باتیں کیں۔یہ بات بڑی اہم ہے اور میں ہمیشہ سے یہ کہتی ہوں کہ تعلیم کے بغیر انسان میں نکھار نہیں آتا لیکن تعلیم و تربیت ساتھ ہو تو پھر ہی بات بنتی ہے۔اساتذہ کا بہت مقام ہے لیکن شاگرد انہیں کچھ نہیں سمجھتے ہیں اس کے لئے تو سب سے پہلے ہمارے اساتذہ کی ٹریننگ ہونی چاہئے اور پھر وہ بچوں کو تعلیم و تربیت دیں۔آج تعلیم کے حوالے سے صورتحال یہ ہے کہ آپ خود دیکھیں کہ پنجاب میں تعلیم کا کیا معیار ہے؟ کبھی پالیسی کچھ اور کبھی کچھ اور اصل تعلیمات جس پر ہمارے نظام تعلیم کو قائم رہنا چاہئے وہ نظریہ ہمارا ہے اور

اس سے ہٹ کر اگر ہم اپنی پالیسی بنائیں گے تو اس میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ تعلیم کے حوالے سے ہمارے بے شمار مسائل ہیں لیکن میں یہاں اپنے حلقے کی بھی بات کروں گی کہ ہمارے حلقے کی آبادی پانچ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے لیکن وہاں پر گورنمنٹ کے سکول کچھ بھی نہیں ہیں اور پرائیویٹ سکولوں نے تعلیم کے نام پر کاروبار شروع کر رکھا ہے جس سے معیار تعلیم کچھ بھی نہیں رہتا۔ ہم نے سب سے زیادہ اہمیت اس بات پر دینی چاہئے کہ آج جہاں سکول کم اور آبادی زیادہ ہے وہاں ان علاقوں کو اہمیت دی جائے تاکہ لوگ اپنے بچوں کو آسانی کے ساتھ پڑھا سکیں۔ پرائیویٹ سکولوں میں بچوں کے لئے کوئی میدان نہیں، بچے کھیل نہیں سکتے اور جب تک بچوں کی جسمانی تربیت نہیں ہوتی، ان کی نشوونما نہیں ہوتی بچے fresh نہیں ہوتے اور ان کو دو دو کمروں میں تعلیم دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کچھ بھی ہو باقی سب باتیں ہوتی ہیں لیکن اصل چیز تعلیم ہے اور اس کے لئے ماحول بنانے کے لئے عوام انصاف چاہتے ہیں۔ عوام امن چاہتے ہیں، عوام سکون سے اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو پھر بہانہ کس لئے؟ اگر آپ اندر سے خوف زدہ ہوں گے تو صحیح بات نہیں کر سکیں گے۔ آپ تعلیم کیوں نہ دیں، اس خطوط پر کیوں نہ دیں جس سے ان کی تربیت بھی ہو سکے اور بچوں میں نکھار بھی آ سکے اور اگر آپ آکسفورڈ کی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو آپ یہ دیکھیں کہ ہمارا نظریہ کیا ہے۔ ہم اپنے بچوں کو اگر نظریے سے ہٹ کر تعلیم دیں گے تو آپ کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ انسان کا جب تک اخلاق و کردار نہیں بنتا، تعلیم وہ جتنی بھی حاصل کر جائے، وہ تعلیم حاصل کر کے ڈاکے ڈالتے ہیں اور جب تک ان کی تربیت نہیں ہوتی۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ! تشریف رکھیں۔ جی، سید حسن مرتضیٰ صاحب! بسم اللہ کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ نے مہربانی فرمائی مجھے ٹائم دیا۔ یہاں کافی ممبران ہیں جو بجٹ پر بات کریں گے میری ایک چھوٹی سی گزارش ہے کہ میرے حلقے میں 70 فیصد سکول بند پڑے ہیں اور جو چل رہے ہیں کسی میں عملہ نہیں ہے، کسی کی بلڈنگ نہیں ہے، کسی کی چار دیواری نہیں ہے۔ میں وزیر تعلیم سے پہلے بھی ایک دو مرتبہ گزارش کر چکا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وہ نوٹ کر رہے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: وہ مہربانی فرمائیں اور میں بے جا تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ میرے حلقے میں ڈویلپمنٹ ہوئی ہے مجھے جتنا میرا حصہ تھا وہ ملا ہے لیکن ایجوکیشن کا جو سیکٹر ہے اس میں میرے حلقے

میں کوئی ڈویلپمنٹ نہیں ہوئی۔ایک انچ بھی اگر دیوار بنی ہو تو جو مرضی کر لیں۔ میری وزیر تعلیم سے گزارش ہے کہ میرا حلقہ پی پی۔ 74 ہے یہ بے شک مجھے نہ دیں یہاں نجف سیال صاحب تشریف فرما ہیں وہ پہلے سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین تھے اور میں ان کو دو سال گزارش کرتا رہا کہ جناب! مہربانی کریں لیکن انہوں نے نہ کی اور اللہ کی مہربانی سے وہ خود چلے گئے۔ پھر امتیاز لالی صاحب بن گئے ان کو بھی میں نے کئی دفعہ گزارش کی انہوں نے نہ سنی اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ بھی چلے گئے۔آج میں عمران مسعود صاحب سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ وزیر صاحب! مہربانی فرما دیں تو بہتر ہو گا ورنہ پہلوں کی طرح۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری پہلے عرض پوری ہو جانے دیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے سن لیا اور نوٹ بھی کر لیا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب میں کچھ اور بھی عرض کر رہا ہوں۔ میرے حلقے میں ایک سکول ہے چک نمبر132کا، وہاں39 بچوں نے امتحان دیا اور 40 بچے فیل ہو گئے۔ مجھے نہیں سمجھ آتی کہ جتنوں نے امتحان دیا تھا اس سے بھی زیادہ فیل ہونے والوں کی تعداد ہے۔ایک وقت تھا کہ اس سکول کا رزلٹ اتنا اچھا تھا کہ کبھی بھی ان کا رزلٹ 90 فیصد سے نیچے نہیں آیا تھا اور اب پچھلے دو سال سے وہاں کوئی ہیڈ ماسٹر اور عملہ نہیں ہے۔اسی طرح بے شمار سکولز بغیر عملے کے چل رہے ہیں ان کی تنخواہیں نکل رہی ہیں کوئی ان کا طالبعلم نہیں ہے کوئی عمارت نہیں ہے براہ مہربانی میرا یہ لہجہ صرف اس لئے ایسا ہے کہ کل چودھری اصغر صاحب نے بڑے دھیمے لہجے میں بات کی تھی اور لاء منسٹر صاحب نے بڑی مہربانی فرمائی تھی میں بھی اسی لئے اس انداز میں منت کر رہا ہوں کہ شاید یہ وزیر صاحب میرے اوپر بھی کوئی مہربانی کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی، ملک اصغر علی قیصر صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے وقت دیا۔ ایجوکیشن کی مد میں جو سابقہ بجٹ میں پیسے رکھے گئے تھے اس سے تقریباً71 کروڑ37 لاکھ اور60 ہزار روپے زائد خرچ ہوئے جو کہ ضمنی بجٹ کا حصہ بنے اور 66 کروڑ روپے savings میں سے پورے کئے گئے اور 5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے اب منظوری کے لئے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ گورنمنٹ کو اپنی priorities طے کرنی چاہئے کہ کہاں پر پیسا خرچ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور کہاں پر نہیں ہے۔ جیسا کہ شیخ اعجاز صاحب نے کہا کہ بعض سکولز ایسے ہیں جہاں پر چھتیں گرنے والی ہیں ہم نے بھی اپنے حلقہ میں جو لیٹر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے بھجوایا تھا اس کے جواب میں missing facilities کی ساری سکیمیں دیں لیکن ایک پائی بھی وہاں پر خرچ نہیں ہوئی۔ ایک طرف تو یہ حال ہے اور دوسری طرف میں جناب کو بتانا چاہوں گا کہ کینٹرڈ کالج کو اور صادق پبلک سکول کو کروڑوں روپے کے فنڈز دیئے گئے ہیں جبکہ صادق پبلک سکول کے اپنے اتنے sources ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جتنی وہ فیسیں لیتے ہیں ان کو فنڈز کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ 12 لاکھ روپے ایسا ہے جو earthquake کے متاثرین کو وہیل چیئر کے لئے دیا گیا ہے کیا یہ مد ایجوکیشن میں آنی چاہئے تھی؟ میسرز جاپان ٹریڈرز کو 23لاکھ 65ہزار روپے کی payment کی گئی ہے کس چیز کی کی گئی ہے؟ اس میں کوئی وضاحت نہیں ہے کہ ان کو کس مد میں پیسے دیئے گئے ہیں؟ اسی طرح funds for the girls guide association کے لئے 14لاکھ 55ہزار روپے دیئے گئے ہیں جبکہ girls guide کا وجود اب پاکستان میں ہے ہی نہیں وہ دفتروں کی حد تک ہیں۔ چند خواتین نے مل کر اس association کو بنایا ہوا ہے اور وہ اپنے اجلاس فائیو سٹار ہوٹلوں میں کرتی ہیں اور اس پر پیسے خرچ کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! اس میں سب سے اہم بات ہے صفحہ 79 پر ہے کہ:

> Funds for payment of salary in favour of Mrs. Anila Asif, Lecturer and for set up of the Department of Textile & Ceramics, Lahore College for Women University, Lahore.

اس مد میں تقریباً 42لاکھ روپے دیئے گئے ہیں اور اگر میرا اندازہ صحیح ہے تو یہ ہمارے جی سی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر آصف اقبال کی بیٹی ہے جن کے لئے یہ 42لاکھ روپے میں کوئی سپیشل کنٹریکٹ کیا گیا اور اسی طرح کا ایک اور کنٹریکٹ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں کیا گیا جس میں لاکھوں روپے salary دے کر ہائر کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں یہی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جن اداروں کو مالی گرانٹ کی ضرورت نہیں ہے وہاں جب ہمارے ایجوکیشن منسٹر اور چیف منسٹر صاحب جاتے ہیں تو وہ شہنشاہ کی طرح یا

ظل الٰہی کی طرح جب وہ فنڈز مانگتے ہیں تو وہ ان کو گرانٹ کا کہہ دیتے ہیں لیکن فیصل آباد کے اندر آٹھ کے آٹھ ایم پی اے اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ فیصل آباد کے غیور عوام نے جو فیصلہ کیا تھا کہ فیصل آباد شہر سے کوئی (ق) لیگ کا آدمی نہیں جیتا تو اس میں ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ ایجوکیشن منسٹر ہمیں یہ بتائیں کہ انہوں نے فیصل آباد کے کس سکول کو اپ گریڈ کیا، کس سکول کو پرائمری سے مڈل کیا، کس کو مڈل سے ہائر ایجوکیشن میں کیا؟ ایک گرانٹ جو انہوں نے 37 کروڑ کی رکھی ہے وہ شاید 9th اور 10th کلاس کی بچیوں کو جو انہوں نے کہا تھا کہ سکالرشپ دے رہے ہیں اور کھانا دیا کریں گے۔ وہ گرانٹ تو یہ لے رہے ہیں لیکن اس کا بھی عملی طور پر کہیں وجود نظر نہیں آیا کہ کسی سکول میں کوئی کھانا دیا گیا ہو یا سکالرشپ دی گئی ہو۔

جناب سپیکر! میری یہی گزارشات ہیں کہ اس چیز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ فیصل آباد کی قیادت کون لوگ کر رہے ہیں وہاں پر اس شہر کے باسی رہتے ہیں، وہاں پر ان کی بچیاں اور بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جو کروڑوں روپے کی گرانٹ پچھلے سالوں میں دی گئی ہے وہ حصہ فیصل آباد شہر کو دیا جائے ورنہ اس پر ہم سراپا احتجاج بنیں گے اور احتجاج کرنے پر مجبور ہوں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی :

ساڈے بال وی پڑھ لکھ کے اک دیہہ حاکم بن سن
کیا احساس سرائیکیاں دے ہن آتیکوں سمجھاواں
کندھے کہ والے ترسے رہون کیا سوچے دریاواں

جناب سپیکر! کل ایک چھوٹی سی بدمزگی ہو گئی تھی میں خواتین کا بڑا احترام کرتا ہوں اور میرے لئے لازم ہے کہ میں خواتین کا احترام کروں، وہ ہماری ساتھی ہیں، ہمارے لئے قابل احترام ہیں اگر میری کسی بات سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے تو مجھے ان سے معذرت کرنے میں قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہے نہ ہی مجھے کوئی شرمندگی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

لیکن یہ ہے کہ میں ان سے بھی یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ بھی اپنے کولیگز کی پارلیمنٹ کے اندر بیٹھے ہوئے اگر چھوٹی موٹی کبھی نوک جھونک ہو جاتی ہے تو ہم ایک کولیگ ہیں، ساتھی ہیں وہ بھی elected representatives ہیں، ایم پی اے ہیں اور میں بھی اس لئے ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں کو پرسنل اور ذاتیات پر نہیں لے جانا چاہئے تھا۔ بہر حال امید ہے کہ آئندہ وہ بھی خیال رکھیں

گی۔ میں صرف عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ دو، تین، چار تقریروں میں جب بھی میں نے ذکر کیا ہے میں ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں میں کہتا ہوں کہ میرے پیٹ میں درد ہے مجھے ڈاکٹر صاحب دوائی دو۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ تیری آنکھیں تو ٹھیک ہیں تیری ٹانگیں بھی ٹھیک ہیں تیرے سر میں بھی درد نہیں ہے۔اوہ بھائی!پیٹ میں درد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جناب فلاں جگہ سکول نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ دیا۔اوہ بھائی!میں کہتا ہوں کہ فلاں جگہ آپ نے ضمنی بجٹ میں پورے جنوبی پنجاب کو نظر انداز کر کے ایک ادارے کو چھ کروڑ روپیہ دیا جس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن ظلم یہ کیا کہ سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور وڈیروں کے بچوں کا جو سکول ہے، صادق پبلک سکول، ایک سکول کو چنا اور اس کو جا کر کروڑوں روپے دے آئے۔ کیا بہتر نہیں تھا کہ پسماندہ علاقے کے جو چھوٹے چھوٹے سکول تھے ان کو جا کر غریب کے بچوں کے سکولوں کے لئے اگر چھت دے دی جاتی تو کیا آپ کی نیک نامی زیادہ نہ ہوتی؟آپ نے صادق پبلک سکول کو بجٹ دیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! چلنے دیں۔پلیز، تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر!بجٹ کے دوران میں نے پڑھا، انھوں نے کہا کہ ہائی سکولز کی مد میں ہم پنجاب میں تیس سکولوں میں اتنے کروڑوں روپے کی investment کر رہے ہیں۔اس میں، میں نے پوری لسٹ چیک کی، ایک لیہ میں کوئی ہوسٹل بن رہا ہے اور ایک ڈی جی خان کے کسی ہائی سکول میں ایک بلاک بن رہا ہے اس کے علاوہ 28 جو انسٹیٹیوشنز ہیں، یہ جو سکولز کی مد میں investment ہے یہ ساری اپر پنجاب میں ہو رہی ہے۔ میں نے کہا کہ چلو، ہائر ایجوکیشن میں ہمارا حصہ بہت بہتر ہو گا، وہ سارا میں نے پڑھا۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں! محترمہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں، سن لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر!یہ کبھی ڈاکٹر کی کہانی لے آتے ہیں، خود بھی ڈاکٹر ہیں، انہیں سمجھ نہیں ہے، آنکھ خراب ہے، پیٹ خراب ہے۔ ہر سکول کو تمام بنیادی سہولیات فراہم کی گئی ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تو کبھی سکول گئے ہی نہیں۔ان کو معلوم ہی نہیں کہ میرے علاقہ کے سکولوں میں کیا کیا مسائل ہیں؟ جا کر میں بھی وزٹ کر آؤں۔

جناب سپیکر: یہ محترمہ کی بات ٹھیک ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو سکول گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! یہ جھوٹ ہے اور سراپا جھوٹ ہے۔ ان کا نام سراپا جھوٹ رکھ دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، پلیز آپ تشریف رکھیں۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہائر ایجوکیشن کی مد میں۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ سرائیکی بیلٹ کی محرومیوں کی اپنی ایک داستان ہے لیکن میرے محترم ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب زیب داستان کے لئے بات کو بڑھا بھی دیتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا تعلق بھی ایک سرائیکی ضلع لیہ سے ہے۔ آج سے تین سال پہلے میرے اضلاع کی درجہ بندی میں ڈویلپمنٹ رینکنگ میں آخری نمبر پر تھا لیکن چودھری پرویز الہیٰ صاحب کی مہربانیوں سے آج میرے ضلع کا ڈویلپمنٹ رینک تبدیل ہو چکا ہے۔ میں یہ رسمی بات نہیں کر رہا۔ میرے پاس ثبوت ہیں۔ میرے ایک چھوٹے سے ضلع کے لئے وزیر اعلیٰ صاحب نے گیارہ کروڑ روپے کی مالیت سے یونیورسٹی کالج آف ایجوکیشن دی ہے۔ چھوٹے سے سرائیکی ضلع کے لئے جی پی آئی ڈبلیو دیا ہے، گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ فار وومن جس کی مالیت 9 کروڑ روپے ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میرے ضلع میں جو نئے ڈگری کالج قائم ہوئے ہیں ان میں پوسٹ گریجوایشن کلاسز بھی شروع ہو چکی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میری بات کی انھوں نے تائید کی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ ہائی سکولز کی ایجوکیشن میں تین طرح کی investment ہوئی ہے۔ ایک ہائر ایجوکیشن میں ہوئی ہے، ایک کالجز میں ہوئی ہے، ایک ہائی سکولز میں ہوئی ہے۔ یہ میرے قابل احترام سینئر ساتھی ہیں۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پلیز! چلنے دیں۔ جب منسٹر صاحب wind up کریں گے تو جواب دے دیں گے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: ان کو تو پتا ہی کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے تو کبھی بجٹ پڑھا ہی نہیں ہے۔ وہ کالجز کی ایک علیٰحدہ مد ہے۔ ہائر ایجوکیشن کی مد میں انھوں نے تین ڈویژن میں صرف ایک ہوم اکنامکس کالج کو 78 ملین روپے دیئے ہیں۔ چونکہ ابھی ٹائم نہیں ہے اور آپ نے بھی زیادہ ٹائم نہیں دینا، میں صرف ایک point raise کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ یہ اخبار "خبریں" ہے اس کے اداریے میں لکھا ہوا ہے کہ "گرلز کالجوں کی حالت زار" یہ میں نے نہیں لکھا۔ وہ آگے اخبار ایڈیٹوریل لکھ رہے ہیں۔ یہ تو سارے میرے تابع نہیں ہیں۔ یہاں میں آپ کو ایک بات واضح بھی کر دینا چاہتا ہوں، وزیر تعلیم صاحب سے بھی میں نے پوچھا تھا، میں نے کہا کہ مجھے صرف یہ بتا دیں کہ ملتان گرلز ڈگری کالج میں آپ نے پرنسپل تعینات کی ہے، وہ تو تجربہ کار بھی نہیں تھی اور جونیئر بھی تھی وہ کس طرح تعینات ہو گئی ہے؟ تو تحقیقات کرنے پر پتا چلا کہ چیف منسٹر صاحب کے ایک ڈائریکٹو پر سیکرٹری ایجوکیشن نے آرڈر کر کے ان کو لگا دیا ہے۔ میں اس معاملے پر وزیر تعلیم کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ہماری خواتین اساتذہ میں وہاں کئی اور ڈگری کالج بھی ہیں اس مسئلے پر شدید بے چینی ہے، میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ گزارش کروں گا کہ وہاں کی تین چار پانچ جو سینئر ترین تجربہ کار اساتذہ ہیں ان کا پینل بنا کر ان کا انٹرویو کر لیا جائے، پھر انٹرویو کے بعد جس کا حق بنتا ہے اس کو لگا دیا جائے۔ اس طرح سفارشی طور پر اساتذہ کو تعینات کرنے سے تعلیم کے معیار پر بھی حرف آتا ہے، وزارت تعلیم پر بھی حرف آتا ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب کی نیک نامی پر بھی کہ وہ میرٹ کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ ان کے لئے بھی یہ نیک نامی کا باعث نہیں ہوتا۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ مہر اشتیاق احمد صاحب!

صاحبزادہ مزمل الرشید عباسی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

صاحبزادہ مزمل الرشید عباسی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ معزز ممبر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ 15 کروڑ روپے صادق پبلک سکول بہاولپور کو دے دیئے گئے ہیں اور وہ رئیسوں کا اور امراؤ کا سکول ہے۔ صادق پبلک سکول بہاولپور نے جنوبی پنجاب میں وہ بنیاد رکھی کہ اس وقت جبکہ پورے پنجاب میں کہیں co-education کا concept ہی نہیں تھا، being an old Sadiqan and I am proud to present my school in this

Honourable House. اگر صادق پبلک سکول جنوبی پنجاب میں نہ ہوتا تو میرے خیال میں یہاں کافی سارے بیٹھے ہوئے جنوبی پنجاب کے ممبر آج اس ہال میں موجود نہ ہوتے۔انہیں احساس ہی نہیں ہے کہ صادق پبلک سکول نے جنوبی پنجاب میں کیا contribute کیا ہے اور اس وقت کے نواب سر صادق محمد خان عباسی کا وژن دیکھیں کہ ان کا کتنا رقبہ اس صادق پبلک سکول کو دیا گیا۔اس کا وژن کیا تھا کہ آج اس پبلک سکول کے پاس دس مربع زمین ہے۔یہ 15 کروڑ روپے تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہیں۔اگر 15۔ارب روپے بھی اس پبلک سکول کے لئے دے دیئے جائیں تو جنوبی پنجاب میں پبلک سکول کا جو contribution ہے وہ اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔مہر اشتیاق احمد صاحب!

وزیر تحفظ ماحولیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، مخدوم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! صادق پبلک سکول ایک کوالٹی ایجوکیشن مہیا کرتا ہے۔اس کو strengthen کرنا انتہائی ضروری تھا۔وہاں کے ارد گرد کے لوگ جو کوالٹی ایجوکیشن چاہتے ہیں ان کے لئے حکومت پنجاب نے پہلی دفعہ یہ contribution دی ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ہمارا یہ مطالبہ تسلیم کیا ہے۔اس کے علاوہ missing facilities کے نام پر ہر سکول کو جنوبی پنجاب میں اپ گریڈ کیا جا رہا ہے۔یہ شاید اب میرے بھائی کو معلوم نہیں۔اس میں تھوڑی سی ان کی ڈویلپمنٹ کی، construction کی جو pace ہے وہ slow ہے لیکن ہمارے علاقے میں سب کو برابر فنڈز مل رہے ہیں اور ایجوکیشن کے یہ جو ادارے ہیں یہ اپ گریڈ ہو رہے ہیں، missing facilities complete ہو رہی ہیں، ٹیچرز آ رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔مہر اشتیاق احمد صاحب!

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈپٹی سپیکر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں بھی صادق پبلک سکول کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صادق پبلک سکول ایک ایسی contribution ہے اگر میں یہ کہوں کہ جنوبی پنجاب کے لئے وہ علی گڑھ

یونیورسٹی کی مانند ہے تو اس میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ صادق پبلک سکول نے جتنا اس عرصے میں اپنا کام کر دکھایا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے یا سابق وزیر اعظم نے جو فنڈز دیئے ہیں وہ بالکل مستحق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مستحق ہے کیونکہ اس سکول نے جنوبی پنجاب کو اتنا اجاگر کیا ہے جتنا ایچی سن کالج نے یا گھوڑا گلی کے کالج نے کیا ان کے مقابلے میں صادق پبلک سکول on the top ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ مہر اشتیاق احمد صاحب!

جناب محمد عبداللہ وینس: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وینس صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد عبداللہ وینس: جناب سپیکر! میں ایک بڑے اہم مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے بھائی ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب ہمیشہ جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا چلوں کہ اس بجٹ میں ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے جنوبی پنجاب کی اکیس تحصیلوں کو back word قرار دیا اور کروڑوں کا بجٹ رکھا۔ میں خود ایجوکیشن کمیٹی بہاولنگر کا چیئرمین ہوں۔ ہر سال 20 سے 22 کروڑ روپے missing facilities کے لئے ہر ضلعے کو دیئے جا رہے ہیں۔ میری ان سے گزارش ہے کہ اب یہ جنوبی پنجاب والا نعرہ چھوڑ دیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جنوبی پنجاب میں پچھلے پچاس سالوں میں اتنی ترقی نہیں ہوئی جتنی ان چار سالوں میں ہوئی ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ یہ کہتے ہیں کہ پنجاب میں ہر محکمے، ہر حلقے، ہر ضلعے اور ڈویژن کو اس کا حق ملے گا، فنڈز میں equal contribution ہو گی۔ میں اپنی حکومت کو داد دیتا ہوں، ہماری اس حکومت نے، ہمارے وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ نے جنوبی پنجاب کو سب سے زیادہ فنڈز دیئے ہیں۔ شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حکومتی بنچوں کے لوگوں کو اپنے وزیر تعلیم کی اہلیت کے بارے میں کوئی شبہ ہے۔ کٹوتی کی تحاریک پر جتنی باتیں ہو رہی ہیں ان کا جواب تو وزیر تعلیم نے دینا ہے۔ اگر ان سب نے مل کر جواب دینا ہے تو بعد میں وزیر تعلیم صاحب نے کیا کرنا ہے؟ میرے خیال میں انھیں وزیر تعلیم کی اہلیت پر اعتماد نہیں ہے اگر اعتماد ہے

تو پھر خاموش ہو کر بیٹھیں اور ہمیں بات کرنے دیں بعد میں وزیر تعلیم صاحب خود سب باتوں کا جواب دے دیں گے۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ مہر اشتیاق احمد صاحب!

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وزیر خزانہ گزشتہ کچھ دنوں سے جو کچھ فرما رہے ہیں اس حوالے سے میں شعر عرض کروں گا کہ:

بُھوک کے مارے کوئی بچہ نہیں روئے گا
چین کی نیند ہر شخص یہاں سوئے گا ہے
یقین کہ اب نہ کوئی شور شرابا ہوگا
ظلم ہو گا نہ کہیں خون خرابہ ہوگا
نئے وعدوں کا جو ڈالا ہے وہ جال اچھا ہے
رہنماؤں نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

جناب سپیکر! یہاں پر سکولوں میں مفت تعلیم دینے اور تعلیم کا معیار بہتر کرنے کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ حکومت ہر سال اتنا زیادہ بجٹ مختص کرتی ہے لیکن اس کا result لوگوں تک نہیں پہنچتا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ نااہلی کی بات اور کوئی نہیں ہے۔ یہاں پھر اس کے لئے ضمنی گرانٹ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا فائدہ عام لوگوں کو نہیں پہنچ رہا تو پھر implementation میں کہیں کوئی نقص ہے۔ وزیر اعلیٰ نے 2020 کا Vision دیا ہے، ''پڑھا لکھا پنجاب'' کا نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ روزانہ اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات شائع کئے جا رہے ہیں۔ سب سے اوپر صدر پاکستان کی تصویر اور نیچے وزیر اعلیٰ پنجاب کی تصویر دکھائی جاتی ہے لیکن ہمارے یتیم وزیر اعظم کہیں بھی دکھائی نہیں دیتے۔ صرف صدر پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی تصاویر اشتہار میں دی جاتی ہے۔ جتنے پیسے انھوں نے ان اشتہارات میں خرچ کئے ہیں اس رقم کو اگر سکولوں کی حالت کو بہتر کرنے میں لگایا جاتا تو بہت بہتری آ جاتی۔ میرا تعلق لاہور شہر سے ہے۔ میرے پورے حلقے کے اندر، اڑھائی تین لاکھ آبادی کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کا صرف ایک میٹرک کا سکول ہے۔ یہ کس مفت تعلیم کا دعویٰ کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہم ہر مڈل سکول کو upgrade کریں گے۔ میں گزشتہ دو سال سے اس بارے میں کہہ رہا ہوں لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ باقی معاملات میں تو کہتے ہیں کہ جی ضرورت کی بنیاد پر ترقیاتی کام کئے جائیں گے۔ اب

یہاں پر پورے حلقے کے اندر ایک سکول ہے، یہاں پر مفت تعلیم اور مفت کتابیں دینے کا کیا concept ہے؟ ٹھیک ہے کہ ہمارا تعلق اپوزیشن سے ہے لیکن ہمارا علاقہ تو پنجاب کا حصہ ہے۔ کیا وہاں سے یہ ٹیکس اکٹھے نہیں کرتے؟ یہ تضاد ختم ہونا چاہئے۔

میں وزیر تعلیم سے ایک دوسری گزارش کرنا چاہوں گا کہ میرے حلقہ میں لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی ایک سکیم سبزہ زار ہے۔ اس سکیم میں کالج اور سکول کے لئے مختص کئے گئے پلاٹس کو نیلام کر دیا گیا ہے۔ یہ کیسا Vision ہے؟ تعلیم کے لئے رکھے گئے پلاٹوں کو نیلام کر دیا گیا ہے۔ یہ تضاد نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب والا! جہاں پر بات نہیں بنتی وہاں پر یہ percentage کی بات کر دیتے ہیں۔ میں اپنے حلقے میں ایک سکول کے اندر گیا، سردیوں کے دن تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہاں پر صرف دو بچے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے دو اساتذہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی کل کتنی تعداد ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ کل تین بچے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس کا مطلب ہوا کہ 66 فیصد حاضری ہے۔ ابھی میں وہاں پر بیٹھا ہی تھا کہ تیسرا بچہ بھی آ گیا۔ تو میں نے کہا کہ اب آپ کی حاضری سو فیصد ہو گئی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ اپنی پالیسیوں پر صحیح معنوں میں عملدرآمد بھی کریں تب ہی یہ معاملات حل ہو سکتے ہیں، صرف بار بار پیسے بڑھانے سے یہ معاملات حل نہیں ہوں گے۔ میں تجویز دوں گا کہ تعلیم کے لئے، سکولوں اور کالجوں کے لئے مختص شدہ پلاٹوں کو نیلام نہ کیا جائے تاکہ وہاں پر لوگوں کو تعلیم کی سہولتیں میسر آ سکیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: راجہ محمد شفقت عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں تو یہ کہوں گا کہ اس devolution نظام کے بعد اگر سب سے زیادہ کوئی چیز متاثر ہوئی ہے تو وہ تعلیم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس devolution نظام کے بعد اس تعلیم کا ستیاناس ہو گیا ہے۔ ضلعے میں جو حضرات بیٹھے ہیں ان کا کوئی Vision ہے، ان کے پاس کوئی وسائل ہیں اور نہ ہی ان کا اتنا بجٹ ہے کہ جو کئے گئے وعدوں کو پورا کریں۔ یہاں اسمبلی میں پنجاب حکومت بلند بانگ دعوے کرتی ہے۔ وہ تعلیم کو اپنی ترجیحات نمبر ایک کہتی ہے لیکن اگر آپ ضلعوں میں جا کر دیکھیں تو وہاں معاملات بالکل مختلف ہیں۔ اس کی مثال میں اس طرح دوں گا کہ پچھلے دور میں ضلع راولپنڈی میں 123 سکولوں کو upgrade کیا گیا۔ میں آج چیلنج کرتا ہوں کہ ان میں سے ایک سکول بھی upgrade نہیں ہوا۔ کسی ایک سکول

میں بھی عملدرآمد نہیں ہوااس لئے محض اعلانات کے سہارے یہ معاملات چلائے جارہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ جس طرح کالجوں کو ضلعی گورنمنٹ سے لے کر دوبارہ پنجاب حکومت کو دیا جا رہاہے۔اسی طرح سکولوں کا کنٹرول بھی پنجاب حکومت کے سپرد کیا جائے۔اس کے بغیر یہ معاملات بھی درست نہیں ہو سکتے۔ مثال کے طور پر میں اپنی تحصیل مری، کوٹلی ستیاں، کہوٹہ اور کلر سیداں کے بارے میں بتاتا ہوں، میں نے کل بھی بات کی تھی اور دوبارہ یہ کہتا ہوں کہ وزیر تعلیم صاحب وہاں کسی ایک سکول میں بھی چلے جائیں اگر وہاں پر 25 فیصد سٹاف موجود ہو تو میں ان کی بات ماننے کے لئے تیار ہوں۔ پوری تحصیل مری میں صرف ایک ہیڈ ماسٹر کام کر رہا ہے۔ تحصیل کوٹلی ستیاں میں صرف دو ہیڈ ماسٹر کام کر رہے ہیں۔ جس طرح ایجوکیشنل ریفارمز کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ میں تو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس کا کیا معیار ہے، کس فارمولے کے تحت یہ بندر بانٹ ہوتی ہے؟2004-05 میں 15 کروڑ روپے کے فنڈز میں سے تحصیل مری کو4 ملین روپیہ دیا گیااور موصوف چیئرمین صاحب جو اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں انھوں نے اپنے حلقے کے لئے 56 ملین روپے رکھے ہیں۔اسی طرح راولپنڈی میں 04-2003 میں اپنے حلقے کے لئے انھوں نے 47 ملین روپیہ رکھااور میرے حلقے مری کو صرف 8 ملین روپے دیئے۔ میں تو یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ 15 گنا زیادہ رقم اپنے حلقے کے لئے رکھ رہے ہیں اور ہمارے حلقے کے لئے صرف 4 ملین روپے رکھ رہے ہیں یہ ناانصافی ہے۔ میں یہاں بھی بات کرتا ہوں اگر معاملہ حل نہ ہوا تو عدالت عالیہ میں بھی جاؤں گا کہ کس معیار اور کس حساب سے یہ بندر بانٹ ہوتی ہے؟

جناب والا!اسی طرح بی اے کی بنیاد پر اساتذہ کی بھرتی کے اشتہار دیتے ہیں۔ان پسماندہ تحصیلوں میں بی اے یا ایم اے پاس لوگ نہیں ملتے۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ جو backward areas ہیں ان میں تعلیم کی relaxation دیتے ہوئے اگر ایف اے کی بنیاد پر یہ استاد بھرتی کئے جائیں تو وہاں مقامی لوگ انھیں مل سکتے ہیں ورنہ یہ معاملہ اسی طرح رہے گا۔

آج کے حوالے سے جاوید صدیقی صاحب نے بہت ٹھیک کہا کہ ہمارا آئین یہ کہتا ہے کہ خواتین کی full participation ہونی چاہئے۔ جہاں انھوں نے اپنے الفاظ واپس لئے ہیں وہاں آج اس حوالے سے وزیر اعلیٰ سندھ کا بیان اخبارات میں آیا ہے۔انھوں نے یہ کہا ہے کہ [***]

* بحکم جناب سپیکر صفحہ نمبر 1218 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب! سندھ کو discuss نہ کریں میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ پلیز تشریف رکھیں۔ میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: اسلام میں ہے کہ نگاہیں نیچی رکھیں۔

جناب سپیکر: محترمہ پلیز تشریف رکھیں۔ عباسی صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ محترمہ افشاں فاروق صاحبہ!

محترمہ افشاں فاروق: جناب سپیکر! میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ یہاں پر میری بہنوں اور بھائیوں نے محکمہ تعلیم پر بڑی اچھی تجاویز دی ہیں۔ میں بھی ان باتوں کو مانتی ہوں اور میرا بھی یہی کہنا ہے کہ محکمہ تعلیم کے سکولوں میں چار دیواری ہونی چاہئے۔ پینے کے لئے پانی بھی ہونا چاہئے لیکن اس سے بھی بڑا اور اہم مسئلہ یہ ہے جس کی طرف میں آپ کی توجہ چاہتی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ جس نے مجھے ایک لفظ سکھایا وہ میرا استاد ہے اور اساتذہ کو دوسرے والدین کہا گیا ہے۔

جناب سپیکر! جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں جو واقعہ ہوا ہے اس کے بعد ماں باپ اپنی بچیوں کو کس طرح ان مقدس اداروں میں بھیجیں۔ کیا وہ اس بات سے مطمئن ہیں کہ ہم اپنی بچیوں کو جو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے ہیں کیا وہاں ان کی عزتیں محفوظ ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جب یہ واقعہ ہوا تو اس کی پشت پناہی کرنے کی بجائے فوری طور پر اس کی تحقیق ہوتی اور اسے اس قسم کی سزا ملتی کہ آئندہ کوئی بھی ان مقدس اداروں کو خراب کرنے کی کوشش نہ کرتا۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ پلیز wind up کر لیں۔

محترمہ افشاں فاروق: وہاں کا ماحول خراب کرنے کی بجائے بچیوں کی عزت محفوظ رکھی جاتی۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب میں وزیر تعلیم عمران مسعود صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ دونوں اطراف سے جو معزز ممبران مفید بات کریں یا مشورہ دیں ہم اسے پالیسی کی نذر کریں اور ان کے تجربے اور

observations سے سیکھیں اور اس کی implementation بھی کریں۔آج یہاں پر جو کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے یہ ایک بڑی specific cut motion ہے۔میں چاہوں گا کہ میں پہلے دو منٹ کے لئے اس کے متعلق بات کر لوں اور میں کوشش کروں گا کہ جلدی سے دوستوں کے جوابات دے سکوں۔

جناب سپیکر!ضمنی بجٹ کے حوالے سے حکومت پنجاب نے ہمیں جو گرانٹ دی ہے میں دو منٹ میں اس کا break up آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ہم نے ایک کروڑ 47لاکھ روپیہ establishment of peace office کے لئے دیئے۔یہ ٹیچرز ویلفیئر کے لئے ادارہ ہے جہاں پر ٹیچر ٹریننگ کے لئے سارا کام کیا جاتا ہے۔اسی طریقے سے 2کروڑ 92لاکھ روپیہ monitoring evolution office کے لئے رکھا اور پھر ٹیچر ٹریننگ کے لئے ہم نے DSD کو 8 کروڑ روپیہ اضافی مدد کی اور GCETs34 جہاں ٹیچر ٹریننگ کے حوالے سے کام کیا جاتا ہے وہاں ہم نے 2کروڑ 40لاکھ کی گرانٹ دی۔ ہم نے پروفیشنل کالجوں کے لئے 89ملین روپیہ دیا PMIU کے لئے تین مدوں میں پیسے دیئے جس میں transportation of goods یعنی کتابیں لاہور سے باقی اضلاع تک کیسے پہنچانی ہیں پھر free books کی ٹرانسپورٹیشن اور نویں اور دسویں کلاس کی بچیوں کے لئے stipend رکھا۔

جناب والا!میں مختصر الفاظ میں آپ کو اور اس ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پہلے دن جب ہماری حکومت قائم ہوئی تو ہمیں پچھلی حکومت سے 34۔ارب روپے کا بجٹ ٹرانسفر ہوا تھا۔ اس 34۔ارب میں سے 26۔ارب روپیہ صرف تنخواہوں کی مد میں جاتا تھا۔6۔ارب روپیہ non- development پر اور ڈویلپمنٹ کے لئے صرف ایک ارب روپیہ ملتا تھا۔پہلی کیبنٹ میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر ہم نے پنجاب کو آگے لے کر جانا ہے تو کون سی ایسی چیز ہو گی، کون سا ایسا سیکٹر ہو گا جس پر ہمیں focus کرنا ہو گا اور ہمیں آنے والی نسلوں کو کیا چیز provide کرنا پڑے گی۔ تو وزیر اعلیٰ کی سربراہی میں unanimously یہ فیصلہ ہوا کہ ہم نے ایجوکیشن سیکٹر کو priority دینی ہے اس کو focus کرنا ہے اور ہم نے اس کے فنڈز بڑھانے ہیں۔میں آپ کی اور اس معزز ایوان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرتا ہوں کہ تین سال پہلے جو 34۔ارب روپے کا بجٹ تھا اسے آج 70۔ارب کا رکھا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!70 بلین روپیہ بہت بڑاتاریخی بجٹ ہے جو اس سے پہلی حکومتوں نے کبھی بھی نہیں رکھا۔ کسی سیانے نے ایک سیاست دان سے پوچھا کہ سیاستدان کی کیا کوالٹی ہوتی ہے تو اس نے کہا کہ اصل سیاستدان وہ ہے جو ایسی پالیسیز لے کر آئے جس سے آپ آئندہ الیکشن جیتیں تو ساتھ ہی اس نے پوچھا کہ ایک اچھے statesman کی کیا نشانی ہے؟ ایک اچھا statesman وہ ہوتا ہے جو کہ الیکشن کی نہیں سوچتا بلکہ آنے والی نسلوں کا سوچتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!ہم نے وزیر اعلیٰ کی سربراہی میں جو پالیسی بنائی ہے یہ آنے والی نسل کے لئے ہے۔آج تک جتنے بھی وزرائے اعلیٰ رہے وہ بڑی جلدی میں ہوتے تھے۔سب کو پتا ہوتا تھا کہ ہم نے دو سال میں چلے جانا ہے اس لئے کسی نے بھی ایجوکیشن میں پیسا invest نہیں کیا لیکن یہ پہلا وزیر اعلیٰ ہے جس نے ایجوکیشن سیکٹر میں پیسا invest کیا اور دور اندیشی سے کام لیا کہ آنے والی نسلوں کو فیض یاب کرنا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں بڑی جلدی سے آپ کو یہ بتاؤں گا کہ ہم نے ان تین سالوں میں کیا achieve کیا ہے،بجٹ سے پہلے وزیر اعلیٰ نے جو پالیسی سٹیٹمنٹ دی جس پر بہت اعتراض کیا گیا۔پریس کو یہ بتایا گیا کہ ہم نے achieve کیا کیا ہے،ہمارے performance indicators کیا ہیں، ہم نے کیا چیز حاصل کی اور ہمارے targets کیا ہیں آیا ہم نے جو پیسا لگایا کیا ہمیں اس سے فائدہ ہوا ہے یا نہیں آیا،ہمیں اس کے desired result حاصل ہوئے؟ ہم نے ایجوکیشن سیکٹر میں جو پیسا لگایا میں اس کی achievements کے متعلق بڑی جلدی سے بتانا چاہوں گا۔ حکومت پنجاب نے provision of missing facilities کے حوالے سے 9 بلین روپیہ لگایا جس سے 31 ہزار ایلیمنٹری سکول فائدہ اٹھا رہے ہیں اور 11 ملین بچوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ محکمہ تعلیم کو ڈویلپمنٹ کے لئے ایک ارب روپیہ دیا جاتا تھا اور جب ہم نے اس ایک ارب روپے کو تمام سکولوں میں بانٹنا چاہا تو 63 ہزار سکولوں میں سے 40 ہزار سکولوں کی کوئی چار دیواری ہے،فرنیچر ہے، پینے کے لئے پانی ہے اور نہ کوئی ٹائلٹ ہے۔

جناب والا!اگر آج ہم estimation کی بات کریں۔پہلے دن اپوزیشن نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کتنا تخمینہ ہے،ان missing facilities کو ٹھیک کرنے کے لئے؟90۔ارب روپیہ درکار ہے۔آپ محکمہ تعلیم کو ایک سال میں ایک ارب روپیہ دیتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اپنی تعلیم کو درست کرنے کے لئے 90 سال چاہئیں۔آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے پچھلے بجٹ میں بھی کہا تھا کہ

اس اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے 21۔ارب روپے کا ریفارم پروگرام چل رہا ہے اور اس کا third year of completion آیا ہوا ہے جس کے تحت ہم نے یہ missing facilities پوری کی ہیں۔ پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار 15 اضلاع میں وظیفہ دیا ہے اور یہ سارے اضلاع جنوبی پنجاب میں ہیں۔ یہ ایسے اضلاع تھے جن میں 40 فیصد سے کم لٹریسی ریٹ تھا۔ وہاں ہم چھٹی ساتویں اور آٹھویں کی بچیوں کو دو سو روپیہ وظیفہ دیتے ہیں اور اب ہم نے یہ وظیفہ دسویں تک بڑھا دیا ہے۔

جناب والا! ہم نے stipend کی مد میں ایک ارب 64 کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے جس سے تین لاکھ پچاس ہزار بچیاں مستفید ہوئی ہیں۔ والدین ان بچیوں کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید تعلیم صرف لڑکوں کو دینی ہے اور لڑکیوں کو نہیں دینی لیکن ہمارا وژن یہ ہے کہ لڑکوں سے کہیں زیادہ لڑکیوں کو تعلیم کی ضرورت ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جب تک ہماری پڑھی لکھی خاتون نہیں ہو گی، جب تک پڑھی لکھی ماں نہیں ہو گی تب تک ہمیں پڑھی لکھی سوسائٹی نہیں مل سکتی اور ہمیں آنے والی نسل بھی پڑھی لکھی نہیں مل سکتی۔

جناب والا! پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار 11 ملین طلباء کو مفت کتابیں پہنچائی ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ شاید کہنے میں تو یہ بڑی چھوٹی بات لگتی ہے لیکن لاہور بیٹھ کر ان 11 ملین بچوں کے گھروں میں یہ کتابیں پہنچانا یہ ایک بہت بڑا معرکہ ہے جو گورنمنٹ آف پنجاب نے اپنا ٹارگٹ achieve کیا ہے۔

یہاں پر ٹیچرز کی بھی بات کی گئی میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے محکمہ تعلیم میں ٹیچرز میٹرک پاس بھرتی کئے جاتے تھے۔ یہ پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار ہوا کہ ہم نے پچاس ہزار گریجویٹ ٹیچرز بھرتی کئے۔ بی اے اور بی ایڈ ہم نے ان کا ایک bench mark بنایا اور ہم نے تمام بھرتی میرٹ پر کی۔ کسی بھی ایم پی اے، ایم این اے کو کسی قسم کا کوٹا نہیں دیا، کسی منسٹر یا چیف منسٹر نے کوٹا کے تحت کوئی ٹیچر بھرتی نہیں کیا خالصتاً میرٹ پر بھرتی کی گئی ہے۔ اسی طرح بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو میں یہاں پر آپ کو بتا سکتا ہوں لیکن ایک آخری بات اپوزیشن کے حوالے سے کروں گا۔ یہ تمام پیسا جو 70۔ارب روپے ہم خرچ کریں گے۔ اس کی مانیٹرنگ بھی انتہائی ضروری ہے کہ آیا یہ پیسا grass root level پر جا رہا ہے یا نہیں جا رہا آیا یہ پیسا جو ہم جنوبی پنجاب پر خرچ کر رہے ہیں اس کے مطلوبہ نتائج مل رہے ہیں یا نہیں، اس کا impact مل رہا ہے یا نہیں مل رہا؟ اس بات کو ensure کرنے کے لئے ہم نے تھرڈ پارٹی مانیٹرنگ ٹیم تیار کی ہے اس کے لئے ہم نے 800 نیا بندہ بھرتی کیا جو

یہ مانیٹر ہیں یہ تھرڈ پارٹی ہیں،outside the departmentہیں کیونکہ ہماری internal collapse monitoringکر چکی ہے۔افسران جو ہیں وہconniveکر جاتے ہیں اور صحیح رپورٹ ہمیں نہیں دیتے۔یہthird party monitoringپنجاب کی تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے۔یہ اس لئے کیا ہے کہ ایک ایک پیسا سکولوں میں جائے۔ایک ایک دمڑی جو یہاں پر پاس ہوتی ہے اس دمڑی کوcountableاورanswerableبنایا جائے۔پیسا اس ٹیچر کی ویلفیئر پر لگے، طالب علم کی ویلفیئر پر لگے،communityکی ویلفیئر پر لگے۔وہ بچے جو بیچارے زمینوں پر بیٹھتے ہیں، جو ٹاٹوں پر بیٹھتے ہیں اور جو ہمیشہ اپنی حسرتیں ذہن میں رکھ کر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ان طالب علموں کواس مایوس طبقے کوفرش سے اٹھا کر کرسی پر بٹھانے کا عزم اس reform programmeمیں شامل ہےاس لئے میری آپ سے استدعا ہوگی اور جناب سپیکر ٹائم کے حوالے سے میں اپنی بات کو بھی مختصر کرتا ہوں اور میں آپ سے یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ کٹوتی کی اس تحریک کو مسترد کیا جائے۔شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔اب سوال یہ ہے کہ:

"5کروڑ 19لاکھ 93ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر12 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو5کروڑ 19لاکھ 93ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر:اب ہم باقی ماندہ مطالبات زر پرguillotineکے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔

مطالبہ زر نمبر1

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو19لاکھ80ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''صوبائی آبکاری'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر2

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو40لاکھ 79ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''اشٹام'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر3

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو72لاکھ 28ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''جنگلات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر4

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو3لاکھ 48ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''رجسٹریشن'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر5

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو 2کروڑ18لاکھ 62ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر6

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو63لاکھ 11ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''دیگر ٹیکس و محصولات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 7

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو35کروڑ50لاکھ 27ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''آبپاشی و بحالی اراضی'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 8

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو68کروڑ41لاکھ 10ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''انتظام عمومی'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 9

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو48لاکھ 62ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر10

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو 3۔ارب28کروڑ58لاکھ 21ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو،گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداا خراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''پولیس'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر11

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جوایک کروڑ43لاکھ 75ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو،گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطاکی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداا خراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''عجائب خانہ جات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر13

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو26کروڑ98لاکھ 14ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو،گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطاکی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداا خراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''خدمات صحت'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر15

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو دو کروڑ 55 لاکھ 47 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد'' ماہی پروری'' برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر16

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو 4 کروڑ 24 لاکھ 35 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''ویٹرنری'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر17

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ 9 لاکھ 91 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''امداد باہمی'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر18

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو40کروڑ40لاکھ45ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''صنعتیں'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر19

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو28کروڑ59لاکھ19ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''متفرق محکمہ جات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر20

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو22کروڑ55لاکھ68ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''سول ورکس'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر21

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو19کروڑ44لاکھ20ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد'' مواصلات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر22

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ13لاکھ62ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ''ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر23

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو25کروڑ39لاکھ30ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''ریلیف'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر24

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو ایک ارب 88 کروڑ22لاکھ 34ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''پنشن'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر25

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو78 لاکھ 38ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد'' شہری دفاع'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر26

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک ضمنی رقم جو19۔ارب 58 کروڑ28لاکھ 36ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''ترقیات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر27

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو2۔ارب58کروڑ28لاکھ14ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسےاخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداا خراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعمیرات آبپاشی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر28

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو11۔ارب58کروڑ34لاکھ61ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسےاخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداا خراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شاہرات وپل" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر29

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو2۔ارب71کروڑ 27لاکھ7ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسےاخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل اداا خراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "قرضہ جات برائے میونسپلٹیز و خود مختار ادارہ جات وغیرہ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر30

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''مالیہ اراضی'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر31

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''نظام عدل'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر32

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''صحت عامہ'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر33

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر34

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''متفرقات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر35

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''غلے اور چینی کی سرکاری تجارت'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر36

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''میڈیکل سٹوراور کوئلے کی سرکاری تجارت'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر37

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''زرعی ترقی و تحقیق'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر38

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

''ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2006کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد''سرکاری عمارات'' برداشت کرنے پڑیں گے۔''

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: جی،وزیر خزانہ!

ضمنی گوشوارہ برائے منظور شدہ اخراجات بابت سال06-2005 کاایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FINANCE: Sir, I lay the Supplementary Schedule of Authorised Expenditure for the year 2005-2006.

MR SPEAKER: The Supplementary Schedule of Authorised Expenditure for the year 2005-2006 has been laid.

آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اب اجلاس بروز بدھ مورخہ28۔جون 2006 صبح 10:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

1237

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،28۔جون2006

1۔ تلاوت قرآن پاک وترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ تعلیم)

(i) نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

(ii) غیر نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

حصہ اول

3۔ **مسودہ قانون** (جو پیش کیا جاچکا ہے)

مسودہ قانون (ترمیم) بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ2004

حصہ دوم

4۔ **مسودات قانون** (جو زیرالتواء رکھے گئے تھے)

(i) مسودہ قانون (ترمیم) یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب لاہور مصدرہ2006

(ii) مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب پرائیویٹ ایجوکیشنل انسٹیٹیوشنز (ترقی وانضباط) مصدرہ2006

(iii) مسودہ قانون (ترمیم) لاہور سکول آف اکنامکس مصدرہ2006

(iv) مسودہ قانون (ترمیم) جنگلی حیات (تحفظ، محافظت نگہداشت و انتظام)

پنجاب مصدرہ2006

(v) مسودہ قانون(ترمیم)ہجویری یونیورسٹی لاہور مصدرہ2006

حصہ سوئم

قرار دادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

1239

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

بدھ،28۔جون2006

(یوم الاربعاء،یکم جمادی الثانی1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 34 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ
وَکَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعۡجِزَہٗ مِنۡ شَیۡءٍ
فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَلِیۡمًا قَدِیۡرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوۡ
یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَہۡرِہَا مِنۡ دَآبَّۃٍ
وَّلٰکِنۡ یُّؤَخِّرُہُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُہُمۡ
فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیۡرًا ﴿۴۵﴾

سُوۡرَۃُ فَاطِر آیات44 تا45

اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ ان سے روز میں سخت تھے اور اللہ وہ نہیں جس کے قابو سے نکل سکے کوئی شے آسمانوں اور نہ زمین میں بے شک وہ علم وقدرت والا ہے(44)اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کئے پر پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن ایک مقرر میعاد تک اُنہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو بے شک اللہ کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں(45)

وماعلینا الالبلاغo

سوالات

(محکمہ تعلیم)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے اور آج کے ایجنڈے پر محکمہ تعلیم سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔سب سے پہلے سید احسان اللہ وقاص صاحب کا سوال ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! سوال نمبر 1737۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی اور شعبہ UCIT مالی معاملات و دیگر انتظامی مسائل

*1737 **سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ UCIT میں سنڈیکیٹ کی تحقیقات کے مطابق کم از کم 48 لاکھ روپے سے زائد کا غبن ہوا اور اس پر بانی پرنسپل کو معطل کیا گیا، کیا اس سارے معاملہ کی تحقیقات کر دی گئی، غبن کرنے کے الزام میں کون کون ملوث پایا گیا ان کے خلاف کیا قانونی کارروائی ہوئی اور غبن کی گئی رقم کی واپسی کے لئے کیا کیا گیا، کون کون گرفتار ہوا، کیا اس معاملہ میں وائس چانسلر کے بھی ملوث ہونے کا الزام UCIT کے بانی پرنسپل نے لگایا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب یونیورسٹی میں وائس چانسلر کے براہ راست حکم کے تحت مقرر کئے گئے ڈائریکٹر کوآرڈینیشن کرنل (ر) سعید کو کرپشن، غبن اور لاکھوں روپے خُورد بُرد کرنے پر برطرف کیا گیا ہے، اس معاملہ پر کیا قانونی کارروائی ہوئی، کیا یہ بھی درست ہے کہ سپورٹس کمپلیکس، پٹرول پمپ، ورکشاپ کی تعمیر اور یونیورسٹی کے گرد جنگلے لگانے میں بھی کرپشن کی گئی ہے، کیا ان تمام پراجیکٹس کا سپیشل آڈٹ کروانے کے لئے یونیورسٹی انتظامیہ تیار ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ وائس چانسلر کو یونیورسٹی ایکٹ کے تحت کسی بھی اسامی پر سنڈیکیٹ کی منظوری کے بغیر صرف چھ ماہ کے لئے تقرری کا اختیار ہے جبکہ اس وقت یونیورسٹی میں وائس چانسلر صاحب کے پسندیدہ افراد مختلف اہم پوسٹوں پر ڈیڑھ سے تین سال مسلسل کام کر رہے ہیں اور انہیں ہر چھ ماہ کے بعد جناب وائس چانسلر توسیع دے دیتے ہیں اور سنڈیکیٹ سے منظوری حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، کیا یہ اختیارات کا غلط استعمال نہیں ہے؟

(د) وائس چانسلر نے یونیورسٹی سینیٹ کے گزشتہ تین سال میں کتنے اجلاس طلب کئے، یونیورسٹی ایکٹ کے تحت یونیورسٹی سینیٹ کے سال میں کتنے اجلاس بلانا ضروری ہیں اور گزشتہ تین سال میں عملاً کتنے اجلاس منعقد ہوئے؟

(ہ) پنجاب یونیورسٹی میں گزشتہ تین سال میں کتنی کاریں کس ماڈل کی، کس کمپنی کی کن افراد کے لئے خریدی گئیں اور ان پر کل کتنا بجٹ خرچ ہوا اور اس کی منظوری کیا سنڈیکیٹ سے لی گئی؟

وزیر تعلیم:

(الف) اس سلسلے میں تحقیقات کے لئے پنجاب یونیورسٹی ایمپلائز Efficiency & Discipline Statutes کے تحت افسر مجاز مقرر کیا گیا۔ انکوائری رپورٹ موصول ہو چکی ہے جسے سنڈیکیٹ کے اجلاس منعقدہ 10-02-2003 میں پیش کیا گیا نیز ملزم کو سنڈیکیٹ کے اجلاس منعقدہ 17-05-2003 میں ذاتی شنوائی کا موقع دیا گیا۔ ملزم (ڈاکٹر ماجد نعیم) نے اپنا تحریری جواب بھی سنڈیکیٹ میں پیش کر دیا ہے۔ وائس چانسلر پر اس معاملہ میں ملوث ہونے کا کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔

(ب) یہ درست نہیں۔ ڈائریکٹر کوآرڈینیشن کرنل (ر) سعید احمد خان نے اپنی ذاتی وجوہ کی بناء پر استعفیٰ دیا ہے ان پر کسی قسم کی کرپشن کا کوئی الزام نہیں تھا۔ ان کی تقرری پنجاب یونیورسٹی ایکٹ 1973 کی شق 15(3) کے تحت ہوئی تھی۔ یہ درست نہیں کہ سپورٹس کمپلیکس، پٹرول پمپ، ورکشاپ کی تعمیر اور یونیورسٹی کے گرد جنگلے لگانے میں بھی کرپشن کی گئی البتہ یونیورسٹی انتظامیہ ان پر اجیکٹس کا سپیشل آڈٹ کروانے کے لئے تیار ہے۔

(ج) یونیورسٹی ایکٹ1973 کی شق(3)15اور15(4) کے تحت وائس چانسلر صاحب کو باامید منظوری سنڈیکیٹ کسی اسامی کی تخلیق اور تقرری کا اختیار حاصل ہے۔اس سلسلے میں تمام احکامات باامید منظوری سنڈیکیٹ کئے جاتے ہیں جن کی بعد میں سنڈیکیٹ سے توثیق کرائی جاتی ہے البتہ سنڈیکیٹ کی میٹنگ منعقدہ2003-08-23 کو اس معاملہ پر تفصیلاً بحث ہو چکی ہے۔ سید احسان اللہ وقاص بحیثیت رکن سنڈیکیٹ اس میٹنگ میں موجود تھے۔

(د) پنجاب یونیورسٹی ایکٹ1973 کے مطابق یونیورسٹی سینیٹ کے کم از کم دو اجلاس ایک سال میں منعقد ہونا چاہئیں۔ سینیٹ کے اجلاس کے لئے تاریخ اور وقت کا تعین جناب چانسلر (گورنر) کی منظوری سے کیا جاتا ہے۔

(ہ) پچھلے تین سالوں میں صرف ایک کار نمبرLRB-1882 برائے وائس چانسلر مورخہ 15-10-2001 کو خرید کی گئی جس کی قیمت-/1099000 روپے ہے۔ اس کی منظوری سنڈیکیٹ سے لی گئی تھی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال پوچھنے سے پہلے ایک گزارش کرنی چاہتا ہوں۔ وزیر تعلیم یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ آئین کے تحت تعلیم ایک صوبائی معاملہ ہے۔ میں اس پر بڑے دکھ کا اظہار کرتا ہوں کہ یونیورسٹیوں کا انتظام وفاقی حکومت نے ہائر ایجوکیشن کمیشن کے ذریعے اپنے قبضہ میں لے لیا ہوا ہے۔ یہ پبلک یونیورسٹیاں ہیں اور ان کے اندر پنجاب حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں رہا ہے۔ میں وزیر قانون صاحب سے یہ درخواست بھی کروں گا کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن جو کردار ادا کر رہا ہے اس بابت اس اسمبلی کے اندر باقاعدہ بریفنگ دی جائے اور اس پر بحث کروائی جائے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ تو آپ کی تجویز ہے، ضمنی سوال کیا ہے؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پنجاب یونیورسٹی میںPUCITایک بڑا اہم شعبہ establish کیا گیا ہے۔ اس کا بانی پرنسپل ڈاکٹر ماجد نعیم کو مقرر کیا گیا۔ وہ 48 لاکھ روپے لے کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد جن نئے صاحب کو پرنسپل مقرر کیا گیا وہ بھی پیسے لے کر بھاگ گئے اب انھوں نے کسی تیسرے صاحب کو پرنسپل تعینات کیا ہے۔ وہاں پر سسٹم ہی ایسا بنایا گیا ہے کہ ہر آدمی

وہاں پر بے ایمانی کرتا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو 48لاکھ روپے پنجاب یونیورسٹی نے غریب طلباء سے اینٹھے تھے ان کی واپسی کا کیاانتظام کیا گیا ہے؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!ڈاکٹر ماجد ندیم کے خلاف رقم خُورد بُرد کرنے کاالزام ثابت ہونے پر انھیں نوکری سے نکال دیا گیا ہے۔اگر محرک چاہیں تو میں تھوڑا سااسے elaborate بھی کر سکتا ہوں تاکہ ان کی تسلی ہو جائے اور مزید ضمنی سوالات کرنے کی شاید نوبت نہ آ سکے۔انکوائری رپورٹ کو سنڈیکیٹ کے اجلاس منعقدہ 20-02-2003 میں پیش کیا گیا تھا۔ہر یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ میں اس معزز ایوان کے ممبران بطور ممبر نامزد ہیں اور پنجاب یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ میں سید احسان اللہ وقاص صاحب کو آپ ہی نے وہاں پر ممبر nominate کیا تھا۔ ان معزز ممبران کے ذریعے سنڈیکیٹ میں عوام کی نمائندگی ہو جاتی ہے۔ انکوائری رپورٹ کو سنڈیکیٹ میں پیش کیا گیا اور سنڈیکیٹ کی تحقیقات کے مطابق 42لاکھ 6ہزار 354 روپے کی رقم غبن کی گئی۔ ملزم ڈاکٹر ماجد نعیم نے چانسلر (گورنر صاحب) کو اپیل کی جسے انھوں نے reject کر دیا۔ ملزم کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی گئی۔چونکہ اب recovery کا معاملہ ہے we have to go to the relevant section اب کیس سینئر سپیشل جج انٹی کرپشن کی عدالت میں زیر کارروائی ہے۔اس معاملے میں وائس چانسلر کے ملوث ہونے کا کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔پبلک سیکٹر کالجز میں PUCIT ایک بڑا زبردست کالج ہے۔ ہم نے وہاں پر اب جو نیا آدمی لگایا ہے وہ بڑے اچھے انداز میں کام کر رہا ہے۔اگر کوئی شخص کرپشن کرتا ہے، خواہ وہ وائس چانسلر ہو یا اور کوئی بڑا افسر ہو اگر اس کی کرپشن ثابت ہو جائے تو رولز کے مطابق اس کے خلاف ایکشن لیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب کا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو رقم خُورد بُرد ہوئی تھی اس کی recovery کا کیا بندوبست کیا گیا ہے؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!ابھی یہ معاملہ عدالت میں زیر کارروائی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!میں نے یہ سوال تین سال پہلے کیا تھا۔17-03-2003 کا یہ سوال دیا ہوا ہے۔ تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ابھی تک کارروائی ہو رہی ہے۔ میں نے سنڈیکیٹ کے اندر بھی اس بات پر بہت شور مچایا۔ نہ صرف یہ کہ اس نے اتنی بڑی رقم کا غبن کیا بلکہ اپنی برطرفی کے بعد بھی وہ یونیورسٹی کے ایک گھر کے اندر رہائش پذیر رہا۔ ایڈیشنل سیکرٹری چودھری اکرم صاحب نے اس معاملے کی انکوائری کر کے رپورٹ پیش کی اور بڑی مشکل سے ایک

سال بعد اس سے گھر خالی کرایہ گیا۔ وہاں گھر کا کرایہ تقریباً ایک لاکھ روپے ماہانہ بنتا ہے۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ 42لاکھ روپے جو کہ آپ نے طلباء سے لئے ہوئے تھے وہ سب لے کر چلتا بنا ہے اور آپ نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، اس سے کوئی وصولی نہیں ہوئی ہے۔ میں اس پر افسوس اور شدید دکھ کا اظہار کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں نے جز(ج) میں یہ سوال کیا ہے کہ وائس چانسلر صاحب کو 15(4) کے تحت اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی کی چھ ماہ کے لئے عارضی تقرری کر سکتے ہیں۔ وہاں پر یہ روٹین بنی ہوئی ہے کہ تمام اہم عہدوں پر، رجسٹرار، ایڈیشنل رجسٹرار اور پراجیکٹ ڈائریکٹر کی تقرری چھ ماہ کے لئے کی گئی تھی لیکن وہ پچھلے تین تین، چار چار سال سے کام کر رہے ہیں۔ یعنی جب چھ ماہ گزر جاتے ہیں تو پھر ان کی مزید چھ ماہ کے لئےextension کر دی جاتی ہے۔ اس اختیار کا بالکل ناجائز استعمال کیا جارہا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان اسامیوں کو مشتہر کر کے سلیکشن بورڈ کے ذریعے ان پر مستقل تقرریاں کیوں نہیں کی جاتیں؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ سوال تو شاہ صاحب سے ہی کرنا چاہئے، کیونکہ یہ خود سنڈیکیٹ کے ممبر ہیں۔ وائس چانسلر کوAct کے ذریعے 15(3) کے تحت کوئی اسامیcreate کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ 15(4) کے تحت وہ چھ ماہ کے لئےinterim arrangement پر کسی آدمی کو تعینات کر سکتے ہیں۔ اس چھ مہینے کے عرصے کوvetting or validate سنڈیکیٹ کرتی ہے۔ اس سنڈیکیٹ کے سید احسان اللہ وقاص صاحب بھی ممبر ہیں۔ یہ وہاں پر اس بارے میں بھرپور احتجاج کر سکتے ہیں۔

جناب والا! ہم یونیورسٹیوں کو قانون کے تحت جب چارٹر دیتے ہیں تو وہ کالجز کی طرحact نہیں کرتیں بلکہ وہautonomous bodies ہیں، ان کا اپنا ایک نظام ہے، ان کا اپنا بجٹ ہے، اپنا نصاب ہے اور اپنا سلیکشن بورڈ ہے۔ وائس چانسلر کو اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ لہذا ان اختیارات کے تحت وہ کسی آدمی کو چھ مہینے کے لئے رکھ سکتے ہیں۔ کوئی ایمرجنسی آ گئی، نیا ڈیپارٹمنٹ کھل گیا اور ٹیچر کو لگانے کی ضرورت پڑ گئی تو انھوں نے چھ مہینے کے لئے لگا دیا۔ ایک لحاظ سے شاہ صاحب ٹھیک کہتے ہیں کہ اس اختیار کو بعض اوقاتmisuse کیا جاتا ہے لیکن ہم اس کی

بڑی strict monitoring کرتے ہیں۔ ہمارے آفیسرز سنڈیکیٹ کی میٹنگ میں جاتے ہیں اور اس شق 15(3),15(4) کو ہم بڑا focus کرتے ہیں کہ کہیں وائس چانسلر اس کو misuse تو نہیں کر رہا۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال جز(الف)اور (ب)دونوں کے حوالے سے ہے۔ جز(الف)میں کرپشن کا الزام ڈاکٹر ماجد نعیم پر لگایا گیا ہے جبکہ جز(ب)میں کرپشن کا الزام کرنل (ریٹائرڈ)سعید احمد خان پر لگایا گیا ہے۔ جواب میں بتایا گیا ہے کہ ڈاکٹر ماجد نعیم کے حوالے سے تحقیقات ہو رہی ہیں اور ان کے خلاف کارروائی بھی ہو رہی ہے جبکہ کرنل (ریٹائرڈ) سعید احمد خان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ انھوں نے ذاتی وجوہ کی بناء پر استعفیٰ دیا ہے۔ یعنی ان کے بارے میں کوئی تحقیق کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی کارروائی کی گئی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جو آدمی کرنل لیول کا، آرمی سے تعلق رکھتا ہے اس پر یونیورسٹی کے قوانین لاگو نہیں ہوتے؟ یعنی سویلین تو فوراً اس شکنجے میں آجاتا ہے جبکہ ریٹائرڈ کرنل سے استعفیٰ لیا جاتا ہے بجائے اس کے کہ ان کے بارے میں بھی انکوائری کی جاتی۔ اگر کوئی آدمی آرمی سے آئے تو کیا اس پر یونیورسٹی کے قوانین لاگو ہوتے ہیں یا نہیں؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ آرمی کے ریٹائرڈ کرنل ہیں اگر آرمی کا کوئی حاضر سروس آدمی بھی deputation پر ہمارے محکمہ میں آجائے تو اس پر بھی prevailing laws applicable ہوں گے۔

جناب سپیکر! جز(ب)میں اس کے بارے میں اظہار کیا گیا کہ شاید وہ کرپشن میں involve تھے ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ڈائریکٹر کوآرڈینیشن کرنل(ر)سعید احمد کرپشن میں ملوث نہیں تھے بلکہ انھوں نے خود resign کیا لیکن میں یہاں پر ایک بات ضرور کہوں گا کہ ہمارے سیکٹر میں اگر کوئی شخص کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو no body is above the law ہم سب کی cognizance ضرور کریں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! اسی سوال کے جز(د) میں یہ بات کہی گئی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے ایکٹ 1973 کے مطابق سینیٹ کے دو اجلاس بلانے ضروری ہیں۔ کیا پچھلے تین سالوں میں ان کے اجلاس ہوئے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں نے اس کی information حاصل کی ہے موجودہ وائس چانسلر نے اپنے دور میں اب تک سینیٹ کے دو اجلاس منعقد کئے ہیں اور اس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ شاہ صاحب نے کبھی یہ اجلاس miss نہیں کئے۔ وہ اسمبلی تو miss کر دیتے ہیں لیکن سنڈیکیٹ کا اجلاس miss نہیں کرتے۔ آپ شاہ صاحب سے پوچھ لیں۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! صرف ایک اجلاس ہوا ہے۔ دوسرا اجلاس مجھ سے پہلے ہوا تو اس کا مجھے پتا نہیں ہے لیکن چھ اجلاس ہونے چاہئیں۔ فاضل وزیر تعلیم سے میری یہ درخواست ہے کہ انھوں نے جس یونیورسٹی ایکٹ کا حوالہ دیا ہے یہ اس ایکٹ کے تحت اس یونیورسٹی کے پرو چانسلر ہیں۔ اب یہ بتائیں کہ انھوں نے اس یونیورسٹی میں کتنی دفعہ جا کر مختلف معاملات میں رہنمائی بخشی ہے جو ان کو دینی چاہئے اور ان کا فرض بنتا ہے لیکن ان سے تو سب کچھ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے چھین لیا ہوا ہے۔ ان کے پلے تو انھوں نے چھوڑا کچھ نہیں تو یہ بیچارے وہاں جا کر کیا کریں گے۔

جناب والا! جس کی چھ ماہ کی تقرری کی جاتی ہے اسے سنڈیکیٹ میں پیش نہیں کیا جاتا اس لئے اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں کہ چھ چھ ماہ کے لئے تقرری کرتے رہتے ہیں۔ میں وزیر تعلیم سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ مجھے اس چیز کی یقین دہانی کرائیں کہ آئندہ یونیورسٹی کے اندر رولز کے مطابق تقرریاں کی جائیں گی۔ چھ چھ ماہ کی بنیاد بنا کر چار چار سال کے لئے لوگوں کی تقرری کر دینا یونیورسٹی ایکٹ کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ یہ اسے ختم کروائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یونیورسٹی چارٹر کے تحت یونیورسٹی کے چانسلر گورنر ہوتے ہیں۔ گورنر پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر ہیں۔ گورنر صاحب ہائر ایجوکیشن میں بڑے active ہیں۔ وہ ہر سنڈیکیٹ کی میٹنگ اور ہر فنکشن میں جاتے ہیں تو ان کی موجودگی میں میرا وہاں جانا مناسب نہیں کیونکہ یہاں پر بھی میرا بڑا بزنس ہے لیکن میں معزز محرک کو اس بات کا ضرور یقین دلانا چاہتا ہوں کہ کسی بھی سیکٹر میں چاہے یونیورسٹی ہو کالج ہو یا سکول ہو ہم کسی کو powers misuse کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیں گے۔ اگر کوئی irregularities ہوئی ہیں تو آپ لوگ یہاں point out

کرتے ہیں تو ہم اس کی cognizance لیتے ہیں اور اسے کیفر کردار تک پہنچاتے ہیں۔ یونیورسٹی سیکٹر میں احسان اللہ وقاص صاحب کی بڑی اچھی participation رہی ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ چونکہ اب وہ سنڈیکیٹ کے ممبر نہیں رہے اس لئے انھیں دوبارہ ممبر بنانے کے بارے میں بھی سوچیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری ممبر شپ یہ کیسے ختم کر سکتے ہیں؟ مجھے تو جناب سپیکر نے ممبر بنایا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں کہ شاہ صاحب نے سوال کے جز(ب) میں ڈائریکٹر کو آرڈینیشن کرنل (ر) سعید کی کرپشن کے بارے میں سوال کیا تھا۔ انھوں نے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ درست نہیں ہے کہ سپورٹس کمپلیکس پٹرول پمپ، ورکشاپ کی تعمیر اور یونیورسٹی کے گرد جنگلے لگانے میں بھی کرپشن کی گئی البتہ یونیورسٹی انتظامیہ ان پراجیکٹس کا سپیشل آڈٹ کروانے کے لئے تیار ہے۔" میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو یہ تعمیرات ہوئی ہیں کیا ان میں انکوائری کروانے کے لئے تیار ہیں؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اگر کہیں کرپشن ہوئی ہے تو ہم اس کی انکوائری کروانے کے لئے تیار ہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ میں ان کا سوال سن نہیں سکا۔ یہ مجھے specifically بتادیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! کرنل سعید جو کوآرڈینیشن ڈائریکٹر تھا اسے کرپشن کی بناء پر نکالا گیا تھا لیکن انھوں نے جواب میں اسے تسلیم نہیں کیا۔ یہ بالکل ریکارڈ کی بات ہے کہ کرنل صاحب کو کرپشن کی وجہ سے وہاں سے نکالا گیا تھا۔ میرا ان سے سوال ہے کہ انھوں نے جو کام کروائے تھے جن میں سپورٹس کمپلیکس، پٹرول پمپ، ورکشاپ اور یونیورسٹی کے گرد جنگلہ لگا یہ on the floor of the House بتائیں کہ کیا اس پر انکوائری کروانے کے لئے تیار ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!یونیورسٹیstatutes میں ڈائریکٹر کوآرڈینیشن کا کوئی عہدہ موجود نہیں ہے۔یہ وائس چانسلر صاحب نے خود تخلیق کیااور اپنی مرضی کاآدمی لے کر آئے لیکن اس پر کرپشن کے اتنے چارجز لگے کہ خاموشی سے اس سے استعفیٰ لے کر اسے چلتا کر دیا گیا۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،وزیر تعلیم!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! سپیشل سیکرٹری اکیڈمک اکرم چودھری صاحب نے پہلے بھی پنجاب یونیورسٹی کی انکوائریاں کی ہیں لہذا میری گزارش ہے کہ اس معاملے میں بھی ان کی ڈیوٹی لگائیں کہ وہ انکوائری کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!ہر ایسا ادارہ جہاں پرfinancial transactions ہوتی ہیں وہاں ہم ہمیشہ آڈٹ کرواتے ہیں۔یہ ایکregular procedure ہے اور پنجاب یونیورسٹی کا بھی آڈٹ ہوتا ہے لیکن بگو صاحب اور احسان اللہ وقاص صاحب نے جس معاملے کی نشاندہی کی ہے۔وہ ان کی assumption ہے کہ شاید وہاں پر کرپشن ہوئی ہے حالانکہ محکمہ نے جواب میں یہ لکھا ہے کہ انھوں نے اپنی ذاتی وجہ سے استعفیٰ دے دیا ہے لیکن پھر ان کی تسلی کے لئے میں ایڈیشنل سیکرٹری اکیڈمک سے کہوں گا کہ وہ جا کر اس پورے معاملے کی چھان بین کریں اور مجھے بتائیں کہ اصل حقائق کیا ہیں؟ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: سارے سوال ہی ان کے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: یہ جنوبی پنجاب کے چند لوگوں کی نااہلی ہے کہ وہ بزنس نہیں دیتے بلکہ اسمبلی میں صرف تقریروں کے موڈ میں رہتے ہیں۔جنوبی پنجاب کی بڑی محرومی ہے کہ وہاں سے اس طرح کے لوگ منتخب ہو کر آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!اپنا سوال نمبر پڑھیں۔

سید احسان اللہ وقاص: وہ کوئی بزنس دینے کی بجائے صرف تقریروں کے زور پر اپنا کام چلانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!پلیز اپنے سوال کا نمبر پکاریں۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 1777۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی،اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گورنمنٹ ہائی سکول والٹن میں بنیادی سہولیات کی فراہمی

*1777 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول والٹن میں طلباء کے لئے پورے کمرے ہیں اور نہ ہی لیبارٹری؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ سکول 1968 میں قائم کیا گیا اور اس میں 1500 سے زائد طلباء زیر تعلیم ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سکول ہذا میں لائبریری اور بیت الخلاء نہیں نیز اساتذہ صحن میں بیٹھ کر میٹنگ کرتے ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ عرصہ زائد از 3 سال کوئی حکومتی نمائندہ سکول کے دورے پر نہیں آیا؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ سکول کے طلباء نے اس صورتحال پر پرزور احتجاج کرنے کا نوٹس ہیڈ ماسٹر کو دیا ہے اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول میں اوپر بیان کردہ سہولیات مہیا کرنے کو تیار ہے تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔اگرچہ سکول میں لیبارٹری موجود نہ ہے تاہم لیبارٹری کا سامان موجود ہے اور تجربات کلاس رومز میں کروائے جاتے ہیں۔

(ب) مذکورہ سکول 1968 میں پرائمری کی سطح پر قائم ہوا۔اسے 1971 میں مڈل اور 1989 میں ہائی کا درجہ دیا گیا اس وقت اس میں 1260 طلباء زیر تعلیم ہیں۔

(ج) سکول ہذا میں لائبریری نہ ہے جبکہ بیت الخلاء موجود ہیں۔تاہم یہ درست ہے کہ اساتذہ کی ماہانہ میٹنگ کھلی جگہ میں ہوتی ہے۔

(د) درست نہ ہے۔ عرصہ تین سال میں متعدد افسران نے سکول ہذا کے دورے کئے جن میں سپیشل سیکرٹری تعلیم (سکولز)ڈی پی آئی اور ڈی ای او بھی شامل ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

گورنمنٹ ہائی سکول والٹن لاہور کینٹ (فار بوائز)

عرصہ تین سال میں افسران بالا کے سکول وزٹ کرنے کی تفصیل

نمبر شمار	نام	عہدہ	وزٹ کی تاریخ	وزٹ کا مقصد
1۔	بلال قمر	ڈی ای او	17-01-2000	جنرل
2۔	بلال قمر	۔ایضاً	31-05-2000	۔ایضاً
3۔	بلال قمر	۔ایضاً	15-12-2000	۔ایضاً
4۔	اسداللہ خالد	ڈی ای او(S.E)	19-10-2001	۔ایضاً
5۔	رائے اعجاز علی	سپیشل سیکرٹری تعلیم	21-03-2002	برائے سکول عمارت
6۔	اسداللہ خالد	ڈی ای او(S.E)	27-08-2002	سرپرائزوزٹ
7۔	راؤ شمیم احمد	ڈی پی آئی	01-11-2002	سرپرائزوزٹ
8۔	اسسٹنٹ ڈائریکٹر	ڈی پی آئی دفتر	10-02-2003	برائے سکول عمارت (پلاننگ)

(اعتراضات کے جوابات)

(ہ) ایسا کوئی واقعہ محکمہ کے علم میں نہ ہے۔ مذکورہ سکول کو باب پاکستان پراجیکٹ نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور نئی عمارت کی تعمیر پر درکار سہولتیں فراہم کر دی جائیں گی۔ پہلے مرحلے میں جو عمارات تعمیر کی جائیں گی ان میں اس سکول کی تعمیر شامل ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! گورنمنٹ ہائی سکول والٹن اس جگہ پر واقع ہے جہاں قیام پاکستان کے بعد مہاجرین آکر ٹھہرے تھے۔ اب حکومت وہاں پر مہاجرین کے آنے اور تحریک پاکستان کی یاد میں ایک بڑا ادارہ بنانا چاہتی ہے۔یہاں پر جو سکول موجود ہے وہ 1989 میں قائم ہوا۔ میں نے یہ سوال 2003 میں کیا تھا۔ انھوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ تیرہ چودہ سال گزر جانے کے باوجود ہائی سکول کے اندر لیبارٹری موجود نہیں تھی۔ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے؟ وہاں بچے کیا سائنس پڑھیں گے اور اساتذہ ان کو کیا پڑھائیں گے تو میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت اس سکول والی جگہ پر یادگار بنانا چاہتی ہے کیا اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس سکول کو upgrade کر کے ایک معیاری سکول بنایا جائے؟ اور کیا حکومت اس بات پر تیار ہے کہ محض ایک

پارک بنا دینے کی بجائے ان شہداء کو اور ان لوگوں کو جنھوں نے تحریک پاکستان میں بڑی قربانیاں دیں ان کی یاد میں وہاں پر ایک اچھی یونیورسٹی قائم کی جائے؟

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! معزز رکن نے جس سکول کا ذکر کیا ہے میں نے آج سے ایک سال پہلے اس سکول کا visit کیا وہاں پر سٹوڈنٹس کی بہت زیادہ تعداد ہے اور وہ بے چارے درختوں کے نیچے اور کھلے میدان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ دراصل یہاں ہمارے دو سکول ہیں ایک گرلز ایک بوائز اور یہ باب پاکستان کی جگہ پر located ہے۔

جناب والا! یہاں پر حکومت پاکستان نے ایک بہت بڑا پروگرام بنایا جس میں جنرل پرویز مشرف بھی آئے، وزیر اعلیٰ پنجاب بھی وہاں پر موجود تھے۔ یہاں پر 6۔ارب روپے سے ایک یادگار بنائی جا رہی ہے۔ حکومت پنجاب نے یہ کہا کہ اس premises میں دو سکول ہیں ان کو وہاں سے ختم نہ کیا جائے۔ موجودہ صورت یہ ہے کہ ہمارے سکولوں کے دو تین کمرے تھے جنھیں demolish کر دیا گیا تھا تو ہم نے کہا کہ اب ہمارے سکولوں کو ختم نہ کیجئے بلکہ انھیں خالی جگہ پر شفٹ کر دیں تو شاہ صاحب نے جس سکول کی نشاندہی کی ہے ہم ابھی اسے آرمی کی بیرکس میں چلا رہے ہیں۔ میں تھوڑا سا پڑھ دیتا ہوں کہ اپریل 2006 سے سکول ہذا آرمی بیرکس میں منتقل ہو گیا ہے جو فوجیوں کی رہائش کے طور پر استعمال کی جا رہی تھیں۔ اس میں تیس کمرے ہیں۔ یہ جگہ دو ایکڑ پر مشتمل ہے۔ طلباء کی تعداد 1550 اور اساتذہ کی تعداد 48 ہے۔ باب پاکستان کے منتظمین نے کہا ہے کہ اس سکول کے لئے سولہ کنال اراضی باب پاکستان کے مغرب میں سکول کے لئے مختص کی گئی ہے۔ دو سکولوں کے لئے سولہ سولہ کنال یعنی کل 32 کنال اراضی کے لئے انہوں نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اب اس میں فیصلہ یہ کیا گیا اور صدر پاکستان نے بھی کہا ہے کہ اس کی construction corp. کرے گی لیکن ہمارے under جو بوائز سکاؤٹس کا وہاں پر ایک آفس تھا اس کو ہماری حکومت یعنی حکومت پنجاب بنائے گی جس کا ہم نے تخمینہ بھی لگا لیا ہے۔ کم از کم تین کروڑ روپیہ ایک سکول پر لگے گا اور تین کروڑ روپیہ ہی دوسرے سکول پر بھی لگے گا۔ میں یہاں پر یقین دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ یہ دونوں سکول انشاء اللہ تعالیٰ بڑے زبردست انداز میں بنائے جائیں گے اور باب پاکستان جس کی اپنی ایک اہمیت ہے وہاں پر ایک پرانا ہوسٹل تھا جس کو retain کیا جائے گا اور as a heritage اس کو یہاں پر رکھا جائے گا تاکہ آنے والی نسلیں اس باب پاکستان کو دیکھ سکیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب جوزف حاکم دین: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ایجوکیشن کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال ہے یا پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب جوزف حاکم دین: جناب والا! اسی تعلیم کے حوالے سے بات ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب جوزف حاکم دین: 1972 میں اس وقت کے جابر حکمران نے ہمارے ادارے قومی تحویل میں لے لئے تھے۔ اس کے بعد موجودہ حکومت کے ہم شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں یہ ادارے واپس کئے لیکن کچھ ادارے ابھی تک واپس نہیں ہوئے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

جناب جوزف حاکم دین: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کر سچئینز کے وہ ادارے جو ابھی تک واپس نہیں ہوئے کیا حکومت ان کو واپس کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اگر رکھتی ہے تو کب تک واپس کر دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس سلسلے میں ہمارا ایک process ہے۔ جو ادارے 1972 میں قومی ملکیت میں لے لئے گئے تھے اب ان کو ڈی نیشنلائز کرنے کے لئے ہم نے ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ وہ کمیٹی اس کو process کرتی ہے ابھی حال ہی میں آپ کو یاد ہو گا کہ ہم نے تقریباً پندرہ سولہ سکول بھی ان کو واپس کئے ہیں اور ایف سی کالج کا ادارہ جو ایک بہت بڑا ادارہ تھا ہم نے ان کو یہ کالج واپس کیا اس کو degree awarding status بھی دیا اور پھر ہم نے ان کو یونیورسٹی کا charter بھی دیا۔ فاضل رکن نے جو یہاں پر سوال کیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ ہم نے ان کو کافی سکول دیئے ہیں اور ابھی ان کو process کر رہے ہیں۔ ایسے سکول جو کر سچئینز کے یا باقی اقلیتوں کے تھے یا پرائیویٹ ادارے جو چل رہے تھے ان کی ہم پہلے capacity check کرتے ہیں ان کی فیکلٹی کو بھی چیک کرتے ہیں۔ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اگر سکول ان کو ہم handover کریں تو کیا یہ چلا سکیں گے بھی یا نہیں یا ان میں اتنی قابلیت ہے یا نہیں؟ یہ بے فکر رہیں ہم ان کو process کر رہے ہیں اور جو

سکول ہمارے اس criterion میں فٹ آئے گا اس کو ہم واپس کر دیں گے۔

جناب سپیکر: سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ والٹن سکول کو نئے سرے سے جو تعمیر کیا جا رہا ہے یہ ایک خوش آئند بات ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حکومت کے زیر غور کوئی ایسی سکیم ہے کہ لاہور اور دیگر شہروں کے اندر جو ہائی سکولز ہیں ان کے اندر سیکنڈ شفٹ شروع کی جائے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ ایسے ہائی سکول یا ہائر سیکنڈری سکول جہاں پر بچوں بچیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور داخلوں کی بہت زیادہ demand ہے اگر ہم وہاں پر سیکنڈ شفٹ شروع کر دیں ہمیں تو کوئی problem نہیں ہو گی لیکن اس کو ہم ابھی process کر رہے ہیں کہ آیا وہ feasible ہے یا نہیں لیکن ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! ایجوکیشن سے متعلقہ ایک بہت ضروری بات ہے ملتان میں جو سب سے بڑا ڈگری گرلز کالج ہے جس میں تقریباً 12 ہزار کے قریب بچیاں پڑھتی ہیں۔ اس کی پرنسپل جو اس عہدے کے لئے مستحق نہیں تھیں جس کو بطور پرنسپل تجربہ بھی نہیں تھا ان کو اچانک پرنسپل لگا دیا گیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اس سوال سے متعلقہ آپ ضمنی سوال کر رہے ہیں؟

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! بڑا اہم مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: وہ تو پھر fresh question ہو گا۔ پلیز تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! آپ نے خود ہی اجازت دی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! on her behalf سوال نمبر 2901

ضلع شیخوپورہ کے گرلز اور بوائز ہائی سکولوں اور سائنس ٹیچرز کی تفاصیل

*2901 محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع شیخوپورہ میں گرلز اور بوائز ہائی سکولوں کی تعداد الگ الگ بتائی جائے نیز ان سکولوں کی تعداد بتائی جائے جہاں سائنس ٹیچر کی اسامی خالی ہے؟

(ب) مذکورہ ضلع میں ان سکولوں کی تعداد بھی بتائیں جہاں نویں اور دسویں جماعت میں ابھی تک سائنس نہیں پڑھائی جاتی؟

(ج) کیا حکومت سکولوں میں سائنس ٹیچر کی خالی اسامیوں کو پر کرنے اور سکولوں میں سائنس مضامین پڑھانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) ضلع شیخوپورہ میں 116 بوائز اور 46 گرلز ہائی سکول کام کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بالترتیب 8 اور 13 ہائر سیکنڈری سکول بھی موجود ہیں۔ درج ذیل 38 سکولوں میں سائنس ٹیچر کی اسامی خالی ہے۔

	ہائی	ہائر سیکنڈری
بوائز	22	4
گرلز	7	5

(ب) 15 بوائز اور 9 گرلز ہائی سکولوں میں سائنس کے مضامین نہیں پڑھائے جاتے۔

(ج) حکومت ان سکولوں میں سائنس مضامین پڑھانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ بھرتی پر عائد پابندی کے خاتمہ پر سائنس ٹیچرز کی خالی اسامیاں پر کی جا سکیں گی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! "پڑھا لکھا پنجاب" جس کی دُہائی پنجاب گورنمنٹ دیتی ہے اور لاہور میں جو والٹن میں سکول ہے اس کی حالت آپ نے دیکھی۔ یہاں پر اب سوال یہ تھا کہ کتنے سکولوں میں سائنس کے مضامین نہیں پڑھائے جاتے۔ جز(ب) میں لکھا ہوا ہے کہ 15 بوائز اور 9 گرلز ہائی سکول ہیں جن میں سائنس کے مضامین نہیں پڑھائے جاتے اور یہ جواب 2004 کا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ شیخوپورہ ڈسٹرکٹ جو لاہور کا بالکل neighbouring district ہے اگر وہاں پر یہ حال ہے کہ وہاں پر بوائز اور گرلز سکولوں میں سائنس مضامین نہیں پڑھائے جاتے اور 2004 تک ان کا یہ ارادہ تھا کہ ان میں سائنس مضامین پڑھانے شروع کر دیئے جائیں گے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اب اس کی recent situation کیا ہے اور وہاں پر سائنس مضامین کب پڑھانے شروع کر دیئے جائیں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! محترمہ نے صحیح فرمایا ہے کیونکہ یہ تین سال پرانا سوال ہے لیکن ان تین سالوں میں ہمارے محکمے میں کافی بہتری آ گئی ہے اس معزز ہاؤس کو میں نے کل بھی بتایا تھا کہ پچاس ہزار ایجوکیٹرز ہم نے تین سال میں بھرتی کئے ہیں۔ یہ ٹیچرز گریجویٹ ہیں ان کی ایک سالہ professional education ہے ایم اے، ایم ایڈ بی ایڈ اے، بی ایڈ ہیں ہم نے یہ ایک bench mark بنایا ہے۔ اس specific سوال کے حوالے سے میں محترمہ کو شیخوپورہ کے حوالے سے تھوڑی سی information دینا چاہوں گا۔ ابھی ہم نے ضلع شیخوپورہ سے current situation حاصل کی ہے۔ اس سلسلے میں تین چار پوائنٹ میں بتانا چاہوں گا۔

جناب والا! ضلع ننکانہ بننے کی وجہ سے شیخوپورہ کے بوائز سکولوں کی تعداد 124 سے کم ہو کر 67 اور گرلز سکولوں کی تعداد 59 سے کم ہو کر 31 رہ گئی ہے۔ ضلع ننکانہ بننے کی وجہ سے اب بوائز سکولز میں 26 کی بجائے 10 اور گرلز ہائی سکولز میں 12 کی بجائے 6 سائنس ٹیچرز کی اسامیاں خالی ہیں۔ خالی اسامیاں جلد پُر کی جائیں گی کیونکہ ابھی 30۔جون کے بعد ہم 11 ہزار ایجوکیٹرز کو تقرری کے لیٹرز دینے والے ہیں۔ اس میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی fill up کر دی جائیں گی۔ ضلع میں سائنس ٹیچرز کی کل 123 مردانہ اور 61 زنانہ اسامیاں ہیں۔ سائنس ٹیچرز کی کم از کم قابلیت بی ایس سی، ایم ایس سی مع بی ایڈ، ایم ایڈ ہے اور وہ اس وقت گریڈ سولہ میں کام کر رہے ہیں جبکہ contract پر رکھے گئے اساتذہ کی تعلیمی قابلیت ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی اور تنخواہ 5500 ہے۔

جناب سپیکر! ٹیچرز کی بہت زیادہ کمی ہے اور ٹیچرز ہمیں بہت زیادہ درکار ہیں۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ سے اکثر ہمارا لڑائی جھگڑا بھی ہوتا ہے اور ہمیں اجازت بھی مل جاتی ہے لیکن چیف منسٹر پنجاب نے ہمیں اس سیکٹر میں بے تحاشا فنڈز بھی دیئے ہیں اور ہم نے پچاس ہزار ایجوکیٹرز ان تین سالوں میں بھرتی کئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضلع شیخوپورہ میں 30۔جون کے بعد مزید اساتذہ تعینات کر دیئے جائیں گے اور ان کی vacancies position بہتر ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! وزیر تعلیم نے ایجوکیشن کے متعلق کل ایک بہت لمبی چوڑی تقریر کی تھی کہ ہم یہ کر رہے ہیں وہ کر رہے ہیں۔ کل بھی میں نے ان سے کہا تھا اور اس سے پہلے بھی کہا تھا کہ missing facilities میں یہ کروڑوں، اربوں روپے خرچ کر رہے ہیں اور یہ بات بالکل درست ہے لیکن اس میں سے کروڑوں روپے کھائے جا رہے ہیں نیچے سے اوپر تک سب کھا رہے ہیں اور مزے لے لے کر لوٹ رہے ہیں، بیوروکریسی لوٹ رہی ہے لیکن جو اصلی organ ہے وہ ٹیچر ہوتا ہے جس نے ساری قوم کو تیار کرنا ہے۔ اب اس سوال کے جواب میں یہ فرما رہے ہیں کہ 38 سکولوں میں ٹیچرز ہی نہیں ہیں یعنی ان 38 سکولوں میں سائنس ٹیچرز موجود ہی نہیں ہیں۔ دو سال ہو گئے ہیں یہ 14-04-2004 کا سوال ہے۔ میرا ان سے پھر ضمنی سوال یہ ہے کہ ان 38 سکولوں میں کتنے سائنس ٹیچرز انہوں نے لگائے ہیں اور کس کس سکول میں لگائے ہیں صرف یہ بتا دیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! بھرتی پر پابندی رہی ہے بھرتی کو ہم نے phase wise کھولا ہے۔ اب جن 38 سکولوں کا اس میں ذکر ہے ان کے علاوہ بھی بے شمار ایسے سکول ہیں جہاں پر محکمہ تعلیم یا ای ڈی او اپنی requirement بتاتے ہیں۔ نیا سکول کھلتا ہے وہاں پر بھی تعیناتی کروانا ضروری ہوتی ہے۔ اسی طرح up gradation ہوئی وہاں پر ٹیچرز کو بھیج دیا گیا لیکن میں ارشد بگو صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری کوشش یہ ہے کہ پنجاب میں جتنی بھی پوسٹیں خالی ہیں ان کو ہم fill up کریں۔ جناب! 11 ہزار لوگ جو ہم 30۔جون کے بعد بھرتی کریں گے اس کے بعد بھی 40 ہزار بندوں کی ضرورت ہو گی۔ کلاس چہارم کی بھرتی کے لئے بھی ہم اجازت دینے والے ہیں جس میں مالی، چپڑاسی اور نائب قاصد وغیرہ شامل ہیں تو میں ان سے کوئی argument نہیں کر

رہا میں بلکہ ان کو بتا رہا ہوں کہ ہماری problems کیا ہیں، ہمارے محکمے کے constraints کیا ہیں اور ہمیں کن چیزوں کی ضرورت ہے ؟انشاء اللہ تعالیٰ آج کے اس ضمنی سوال کے حوالے سے میں ensure کروں گا کہ ان سکولوں میں کم از کم سائنس ٹیچرز ضرور provide کئے جائیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ محترم عمران مسعود صاحب بڑے ذہین آدمی ہیں اس لئے یہ میرے سوال کا جواب slip کر کے دے رہے ہیں۔ میرا سوال بڑا specific ہے یہ 14-04-2004 کا question ہے اس میں انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے 38 سکولوں میں ایک بھی سائنس ٹیچر نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ بھرتی پر پابندی رہی ہے اب ہم نے اس پر ٹیچرز کو لگایا ہے۔ میرا ان سے specific question یہ ہے کہ انہوں نے ضلع شیخوپورہ کے ان 38 سکولوں میں کیا کوئی سائنس ٹیچر لگایا ہے اگر لگائے ہیں تو کس کس سکول میں لگائے ہیں صرف یہ بتادیں؟

جناب سپیکر: انہوں نے assurance دے دی ہے کہ اگر ٹیچر نہیں بھی لگے تو وہ لگوادیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس حکومت کا ابھی ڈیڑھ سال رہ گیا ہے میں آپ کی وساطت سے بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ انہوں نے جو اربوں روپے missing facilities پر لٹائے ہیں یہ سب بیوروکریسی کھا گئی ہے۔ نیچے ای ڈی اوز کھا گئے ہیں اوپر کوئی اور کھا گیا ہے۔ میں سب پر blame تو نہیں کرتا لیکن میں یقین سے کہتا ہوں سیالکوٹ میں 10 کروڑ کا ہیر پھیر ہوا ہے انہوں نے جعلی فرنیچر خریدا ہے یا شاید خریدا ہی نہیں ہے جس کی انکوائری ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! یہ بی اے پاس ٹیچر کو -/4200 روپے اور ایم اے پاس ٹیچر کو -/4500 روپے دے رہے ہیں پھر انہوں نے 3/4 سال میں ان ٹیچر کی ایک پیسا بھی تنخواہ نہیں بڑھائی جنہوں نے قوم بنانی ہے اور یہ یوٹیلٹی سٹورز بنا رہے ہیں وہاں پر یہ ریٹائرڈ صوبیدار لگا رہے ہیں جنہیں 8 ہزار روپے تنخواہ دے رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جن اساتذہ نے ہمیں بنایا ہے، اس قوم اور اس قوم کے مستقبل کو بنانا ہے ان کا حال یہ ہے کہ ان کی تنخواہ ایک پیسا نہیں بڑھائی۔ ان سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ specifically بتادیں کہ وہاں پر سائنس ٹیچرز provide کر دیں گے ؟

جناب سپیکر: جی، ایجوکیشن منسٹر!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اب ان سکولوں میں 6 سیٹیں خالی ہیں باقی پُر کر دی گئی ہیں۔ یہ 6 سیٹیں بھی انشاء اللہ تعالیٰ 30۔ جون کے بعد ہونے والی بھرتی میں پُر کر دیں گے۔

جناب سپیکر! میں ارشد بگو صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے تھوڑا سا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کل چوبارہ کی بات ہوئی اور میں نے چودھری اصغر علی گجر صاحب کے حلقے کی پوری ایک شیٹ تیار کی ہے۔ یہ لکھا ہوا ہے چودھری اصغر علی گجر ایم پی اے پی پی۔264، یہ اس علاقے کی نمائندگی کر رہے تھے جو بڑا پسماندہ ہے، جو desert area اور غربت بہت زیادہ ہے۔ میں یہاں پر یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے پیسے کی equal distribution کی ہے اور کسی کو victimize نہیں کیا۔ میرے سامنے ان کے حلقے کی پوری شیٹ ہے کہ 04-2003 میں 19 ملین روپیہ ٹوٹل 113 سکولوں میں لگایا گیا، 05-2004 میں پھر 25 ملین روپیہ لگایا گیا، پھر 06-2005 میں 7 ملین روپیہ لگایا گیا تو یہ ٹوٹل 29 ملین روپیہ بن گیا۔ ہم نے کسی کو victimize نہیں کیا اور missing facilities programme علیحدہ چیز ہے اور بھرتی ایک علیحدہ چیز ہے۔ missing facilities کے تحت ہم نے ہر ضلع کو 15/15 کروڑ روپیہ دیا۔ اب میں نے معزز ممبران کی ایک شیٹ نکال لی ہے کہ ان کے علاقوں میں کتنا پیسا دیا گیا ہے کیونکہ یہاں پر ممبرز نے کہا ہے کہ ہمیں لیٹرز پہنچے اور جب ہم نے سکیمیں دیں تو اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔ ہم خود یہ چاہ رہے ہیں کہ جتنے سکول ان کے حلقوں میں fall کرتے ہیں وہ بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ ان بچوں کا کیا کام سیاست سے، ہم سیاست سے بالاتر ہو کر ہر غریب آدمی کو تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ تعلیم حاصل کرنا ہر غریب کا حق ہے اور ہم ہر بچے کو یہ constitutional right دینا چاہتے ہیں میں ان کو پھر سے ایک دفعہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ یہ reform programme سیاست سے بالاتر ہے کیونکہ یہ ہمارا vision ہے، vision یہ ہے کہ پنجاب کے ایک ایک بچے اور بچی کو quality education ملے اور یہ اس طرح ہو گا کہ آپ وہاں پر چار دیواری بنائیں، کرسیاں دیں، میز دیں اور وہاں کی پسماندگی کو ٹھیک کریں تب جا کر ہم quality education دے سکیں گے۔

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں یہ بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہوں گا کہ وزیر تعلیم غلط بیانی کی انتہا کر رہے ہیں اور یہ ایسی انتہا کر رہے ہیں کہ اس ہاؤس کے ہر ممبر کے وقار اور استحقاق کو مجروح کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ سیاست سے بالاتر اور سیاست سے ہٹ کر ہم یہ چاہتے ہیں،

ہم وہ چاہتے ہیں، میں مختصراً الفاظ میں آپ کے نوٹس میں لاتا ہوں کہ منسٹر صاحب سے میں نے دسمبر میں بات کی تھی کہ یہ جو آپ missing facilities کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سیاست سے بالاتر ہے ہم ہر جگہ پر کریں گے تو میں نے انہیں بتایا کہ میرے حلقے میں ایک ہائر سیکنڈری سکول ہے اور اس میں یہ یہ مسائل ہیں تو انہوں نے مجھے کہا کہ لکھ کر دیں۔ میں نے ان کو یہ ایک لیٹر لکھ کر دیا۔ یہ لیٹر 27-12-2005 کا ہے۔ اب اس پر رپورٹ کی 3 لائنیں میں پڑھ دیتا ہوں آپ ملاحظہ فرمالیں۔ کہ عرض ہے کہ گورنمنٹ ایم سی گرلز ہائر سیکنڈری سکول سمن آباد فیصل آباد، یہ شہر کا ایریا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے حلقے میں یہ سکول باقی تمام سے بہتر ہے۔ اس میں تقریباً طالبات 3600 ہیں جبکہ سکول میں صرف 20 کمرے ہیں، تقریباً 1200 طالبات کھلے صحن میں زمین پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کر رہی ہیں، گرمیوں میں گرمی کی وجہ سے اور سردیوں میں سردی کی وجہ سے ان طالبات کو تعلیم حاصل کرنے میں سخت دشواری پیش آتی ہے۔ مہربانی فرما کر درج ذیل اشیاء سکول کو مہیا کی جائیں۔ انہوں نے 12 کلاس رومز اور فرنیچر کا تقریباً 74 لاکھ روپیہ estimate لگایا۔ انہوں نے missing facilities میں جو پیسے رکھے ہیں اس سکول کے لئے -/74 روپے بھی نہیں رکھے تو on ground یہ صورتحال ہے اور یہاں پر آکر اتنے بلند بانگ دعوے اور اتنی غلط بیانی کہ جناب! ہم یہ بھی کر رہے ہیں، یہ بھی کر رہے ہیں، on ground وہی صورتحال ہے جس کا بگو صاحب نے اشارہ کیا ہے کہ کسی سکول میں کوئی facility نہیں ہے کہیں چار دیواری نہیں ہے، کہیں کلاس رومز نہیں ہیں، کہیں فرنیچر نہیں ہے، کہیں اساتذہ نہیں ہیں تو on ground reality یہ ہے۔ یہ پیسے صرف کھانے پینے کا پروگرام ہے اور کسی نہ کسی لیول پر مختلف طریقوں سے کھایا پیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب کرنل سرخرو صاحب!

کرنل (ر) سلطان سرخرو اعوان: شکریہ۔ جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے ای ایس آر پر کافی کام ہو رہا ہے لیکن ایک بڑا serious مسئلہ ہے بہت سارے ہائی سکولوں میں ہیڈ ماسٹر اور سائنس ٹیچر نہیں ہیں۔ جب میں نے چیک کیا تو پتا چلا کہ یہ گریڈ کا معاملہ ہے اور صوبائی حکومت جب تک promotion نہیں دے گی باقاعدہ ہیڈ ماسٹر پوسٹ نہیں ہو گا۔ اب کیا ہوتا ہے کہ کوئی ایک ٹیچر ہیڈ ماسٹر کی ڈیوٹی کر رہا ہے بڑی بدانتظامی ہوتی ہے، کوئی اس کا کنٹرول نہیں ہے اور میں یہ 2/3 دفعہ point out کر چکا ہوں اور میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے دوست منسٹر صاحب سے request

کی تو انہوں نے کہا کہ ہم بہت جلدی کر رہے ہیں تو ان سے میری درخواست ہے کہ یہ ان سکولوں میں ہیڈ ماسٹر لگائیں تاکہ سکولوں میں جو کام ہو رہے ہیں ان کو کوئی کنٹرول کرے۔ ہیڈ ماسٹر نے سرٹیفکیٹ دینا ہوتا ہے کہ اس سکول پر اتنا پیسا لگا ہے اور لکھنا ہوتا ہے کہ کام ٹھیک ہوا ہے یا نہیں۔ بلڈنگ جس طرح کی بھی بن رہی ہوتی ہے وہاں کوئی بھی ٹیچر sign کر دیتا ہے یہ بڑا serious مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ایجوکیشن منسٹر! (قطع کلامیاں)

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں specifically رانا ثناء اللہ صاحب کے point of view کو address کرنا چاہتا ہوں۔ شاید یہاں پر تھوڑی سی غلط فہمی آ رہی ہے کہ میں نے ہائر سیکنڈری سکول کے لئے وعدہ کیا اور ہم نے پیسے نہیں دیئے۔ ہائر سیکنڈری سکول اس سکیم میں شامل ہی نہیں تھا۔ ہمارا یہ reform programme پہلی سے پانچویں کلاس تک تھا۔ آپ کو بھی یاد ہو گا آپ کا بھی حلقہ ہے تو اس میں اپ گریڈیشن شامل تھی نہ ہی ہم نے ہائی سکول پر پیسا لگانے کی اجازت دی۔

جناب سپیکر! پورے پنجاب میں 63855 سکول ہیں جن میں ٹوٹل پرائمری سکول 44310 ہیں تو پہلے ہمارا focus primary sector تھا۔ یہ ایسے سکول ہیں جہاں چار دیواری نہیں ہے، ٹائلٹ نہیں ہیں، پانی نہیں ہے، بجلی نہیں ہے تو دوستوں نے کہا کہ ہمارا سکول اپ گریڈ کروا دیں۔ اب ہم نے اس بجٹ میں ایجوکیشن پر پیسا رکھا ہے اور آپ کو پتا ہو گا کہ چیف منسٹر پنجاب نے اعلانات بھی کئے کہ تمام سکول مڈل سے ہائی اور ہائی سے ہائر سیکنڈری کر دیئے جائیں گے۔ لہذا اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے سب کی باری آ جائے گی۔ میرے اپنے حلقہ میں اور وزیر اعلیٰ کے اپنے حلقے میں ابھی سکول مکمل نہیں ہوئے، چار دیواری نہیں ہے، بجلی نہیں ہے لیکن یہ phase wise پنجاب کے تمام سکول بہتر ہو جائیں گے۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے۔ یہ بچے ہماری قوم کے بچے ہیں اور اعلیٰ سہولیات ان کا حق ہے جو ہم نے ان کو ضرور دینا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ الحمدللہ تعلیم پر جس طرح وزیر صاحب نے کہا ہے کہ گورنمنٹ بھرپور توجہ دے رہی ہے۔ میں اس حوالے سے ان کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ بہاولپور شہر ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہے۔ پچھلے پندرہ سال میں اس کی آبادی تین گنا ہو گئی ہے لیکن پچھلے پندرہ سال میں وہاں پر کوئی ایک بھی پرائمری، مڈل یا ہائی سکول نیا نہیں

بنایا گیا۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کلاس رومز مکمل بھرے ہوتے ہیں اور ایک ایک کلاس روم میں سو سو بچے بیٹھتے ہیں۔اب بچے برآمدے میں بیٹھتے ہیں۔ میری وزیر تعلیم صاحب سے صرف یہ التماس ہے کہ اس سال کم از کم مہربانی کر کے کچھ نئے سکول دیئے جائیں یا پرانے سکولوں کو upgrade کیا جائے کہ مڈل کو ہائی اور ہائی کو ہائر سیکنڈری کیا جائے۔اس بارے میں یہ تھوڑی سی یقین دہانی کروادیں تو ہماری تسلی ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: جی،وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!2003 میں ہم نے 178،2004 میں 159 اور 2005 میں 12 نئے سکول قائم گئے۔اگر آپ نے مڈل سکول بنانا ہے تو کمیونٹی زمین دے گی۔اب ہوتا یہ ہے کہ فنڈز تو ہمارے پاس ہوتے ہیں لیکن زمین علاقے والے نہیں دیتے لہذا upgradation نہیں ہو پاتی۔ ہمارا criterion دو، چار، آٹھ اور سولہ کنال ہے۔آپ کو پتا ہے کہ سولہ کنال پر ہمارا ہائی سکول بنتا ہے، آٹھ کنال پر ہمارا مڈل سکول بنتا ہے اس لئے کچھ ایسے cases ہیں جو زمین کی وجہ سے رہ جاتے ہیں لیکن ہم کوشش یہ کر رہے ہیں کہ ہم ایک balance رکھیں اور جہاں پر سکولوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے ہم وہاں پر انشاء اللہ بنائیں گے۔ معزز ممبر صاحب کا علاقہ میرے ذہن میں ہے۔ان کا پورا ضلع بہاولپور ہمارے لئے بہت اہم ہے۔ جہاں پر کوئی گنجائش ہوئی اور ہم نے مناسب سمجھا تو وہاں پر ہم نئے سکول ضرور کھولیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کا ہے۔

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر!On her behalf سوال نمبر 2907۔

مڈل سکول چورستہ میاں خاں تحصیل دیپالپور کی اپ گریڈیشن

*2907 محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چورستہ میاں خاں تحصیل دیپال پور جو کہ ایک بہت بڑا قصبہ ہے میں بوائز ہائی سکول نہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ قصبہ میں ہائی سکول نہ ہونے کی وجہ سے طلباء کی بہت بڑی تعداد کو بسوں، ویگنوں کے ذریعے تعلیم حاصل کرنے کے لئے دیپالپور اور بصیر پور جانا پڑتا ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ قصبہ میں موجود مڈل سکول کو ہائی سکول کا درجہ دینے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو کیوں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے۔

(ج) گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول چورستہ میاں خاں تحصیل دیپالپور ناکافی زمین ہونے کی وجہ سے ہائی سکول کا درجہ دینے کے لئے مروجہ پیمانہ پر پورا نہیں اترتا لہذا اسے ہائی سکول کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

محترمہ طاہرہ منیر: میرا یہ سوال ہے کہ جو چورستہ میاں خاں تحصیل دیپالپور میں یہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ بوائز ہائی سکول نہیں ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہاں پر طلباء کو ویگنوں کے ذریعے تعلیم حاصل کرنے کے لئے دیپالپور اور بصیر پور جانا پڑتا ہے لیکن اس کے باوجود جب یہ پوچھا جا رہا ہے کہ وہاں پر مڈل سکول کو upgrade کر کے ہائی سکول بنایا جائے گا تو یہ کہہ رہے ہیں کیونکہ مروجہ معیار پر پورا نہیں اترتا لہذا اسے ہائی سکول کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ جب اتنے لوگوں کو تنگی ہے تو پھر اگر کوئی سکول پیمانے پر پورا نہیں بھی اترتا تو ایسی جگہ پر ہائی سکول کا درجہ نہیں دینا چاہئے، میں یہ پوچھتی ہوں کہ کب تک اس مڈل سکول کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے گا اور لوگوں کو یہ سہولت کب ملے گی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! بصیر پور مذکورہ سکول سے نو کلو میٹر کے فاصلے پر دو سکول ہیں۔ مڈل میں طلباء کی تعداد 566 ہے۔ میں نے پہلے بھی یہ بات عرض کی ہے کہ ہمارا طریق کار بڑا سخت ہے۔ شہروں میں بہت مشکل ہے، جہاں پر زمین بڑی مہنگی ہے اور سکولوں میں تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ ہم نے اس ساری مشکل کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک سمری بنائی ہے۔ ہم نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ درخواست کی ہے کہ آپ criterion کو relax کریں تاکہ خاص طور پر شہروں میں اور پھر دور دراز کے علاقوں میں سکولوں کی upgradation ہو سکے۔

جناب سپیکر: جناب بریگیڈیر (ر) محمد حسن صاحب!

بریگیڈیر(ر) محمد حسن: جناب سپیکر!میری گزارش یہ ہے کہ سکولوں کی جو کمیاں ہیں وہ تو ہیں۔یہ زمینی حقائق ہیں۔ میں نے کل بھی یہ گزارش کی تھی کہ 29 ہائی سکولوں میں سے صرف چھ سکولوں میں ہیڈماسٹر ہیں اور باقی سارے ایڈہاک پر ہیں۔یہ تو ایک کمی ہے لیکن اس پر جو دوسری کمی ہے وہ یہ ہے کہ سکول کے اساتذہ کو non-educational duties دی جاتی ہیں۔انھوں نے اب یہ کیا ہے کہ ووٹرز کی جو نئی لسٹیں بننے لگی ہیں تو سارے سکولوں کے عملے کی اگلے سال کے لئے ڈیوٹیاں لگ گئی ہیں کہ وہ گھر گھر جا کر ووٹ بنائیں گے۔اس طرح اساتذہ کی کمی تو ہے ہی لیکن جو اساتذہ ہیں وہ بھی اس کام میں مصروف رہیں گے۔ میری یہ گزارش تھی کہ non educational duties پر سالہا سال یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔اگر ہم یہاں بیٹھ کر کوئی ایسا رول بنادیں کہ ہمارے جو استاد ریٹائر ہوتے ہیں،ان کی liability پانچ سال کی رہنی چاہئے۔جب کوئی ایسی ڈیوٹی ہو تو ہم ان لوگوں کو واپس بلا لیں اور TA/DA دیں اور وہ یہ کام کر لیں اور teaching staff صرف teaching کے لئے ہی رہے۔اس کے علاوہ جو کمیاں ہیں،اس کے لئے پورے پاکستان کا بجٹ لے آئیں تو کمیاں دور نہیں ہو سکتیں۔آپ بڑ کے درخت کے نیچے بچوں کو پڑھانا شروع کر دیں لیکن یہ claim نہ کریں کہ سب کچھ مل گیا، honestly کچھ نہیں ملا۔ میرے انٹر گرلز کالج دولتالہ میں گیارہ میں سے چار لیکچرار ہیں، پرنسپل نہیں ہے۔انھوں نے ہی لسٹ دی ہے جغرافیہ، فزکس اور میتھ کی لیکچرارز نہیں ہیں۔اگر عمران مسعود صاحب میتھ نہیں پڑھے ہوئے،آپ نہیں پڑھے ہوئے، میں نہیں پڑھا ہوا تو بتائیں کہ ہم کیسے پڑھائیں گے،فزکس کیسے پڑھائیں گے۔ ایک لیکچرار اردو کی ہے، ایک ایجوکیشن ، ایک اکنامکس اور ایک سوکس کی ہے۔آپ بتائیں کہ 250 بچیاں کیسے پڑھیں گی۔ہر ایم پی اے کے علاقے میں یہی صورتحال ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم کوئی ایسا طریق کار اختیار کریں کہ ہماری تعلیم چلنی شروع ہو جائے۔ ہم دعوے نہ کریں اور نہ اتنے بڑے ایجوکیشن ریفارم پروگرام لے کر آئیں۔آپ کہیں کہ درختوں کے نیچے پڑھائیں لیکن پڑھائیں تو صحیح۔ میں وزیر تعلیم سے دوسری گزارش کروں گا کہ خدارا! پرائیویٹ سیکٹر کو آگے لائیے۔ اس وقت تک آپ عوام کو پڑھا لکھا نہیں بنا سکتے جب تک آپ پرائیویٹ سیکٹر کو آگے نہیں لاتے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔یہ اچھی تجویز ہے۔ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ چورستہ میاں خاں تحصیل دیپالپور کے ایک قصبے کی بات ہوئی ہے اور منسٹر صاحب نے لکھا ہوا جواب پڑھ دیا ہے کہ وہاں پر زمین available نہیں ہے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا یہ دیہاتی علاقہ ہے وہاں پر زمین ضرور موجود ہو گی۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس پر توجہ کریں۔ میں ان سے یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ پندرہ ہزار کی آبادی کا قصبہ ہے۔یہاں پر گرلز پرائمری سکول بھی نہیں ہے تو چھوٹی بچیاں کہاں پر پڑھنے کے لئے جائیں گی،یہاں پر گرلز پرائمری سکول کب تک قائم کیا جائے گا؟

جناب سپیکر: جی،وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! زمین تو کمیونٹی دیتی ہے۔ان میں کچھ ایسے گاؤں ہیں جہاں پر ہمیں زیادہ زمین مل جاتی ہے۔ بصیر پور میں بے تحاشا زمین ہو گی لیکن ابھی تک کوئی شخص آگے نہیں آیا کہ وہ ہمیں زمین دے دے۔ بصیر پور کے ایم این اے اور ایم پی اے سے رابطہ کریں گے یا پھر کسی یونین کونسل کے ناظم سے رابطہ کریں گے۔اگر ہمیں زمین مل جائے گی تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ سکول بنانے کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: گرلز پرائمری سکول کا بتادیں۔

وزیر تعلیم: ہم گرلز پرائمری سکول بھی انشاء اللہ دے دیں گے۔آپ بے فکر رہیں۔

جناب سپیکر: جی،کھوکھر صاحب!

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! میرا اس پر ضمنی سوال یہ ہے کہ جیسے ابھی وزیر تعلیم صاحب نے وضاحت کی ہے کہ وہاں پر زمین ناکافی ہونے کی وجہ سے وہ نہیں بنایا جارہا تو اس میں گورنمنٹ زمین acquire کر سکتی ہے۔ جیسا کہ ابھی دیپالپور میں ڈگری کالج برائے خواتین ہے جو شہر کے درمیان ہے اور جس پر پہلے آٹھ کروڑ روپیہ لگ چکا ہے تو اب اسے شہر سے باہر نکالا جارہا تھا اور زمین زبردستی acquire کی جارہی تھی تو یہ جو دیہات ہیں، وہاں پر زمین acquire کرنا بہت آسان ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہاں پر زمین acquire کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ یہ جواب دیا گیا ہے کہ زمین ناکافی ہے اس لئے یہ criterion پر پورا نہیں اترتا اور دوسری بات یہ کہ کم از کم جو پندرہ ہزار آبادی کے دیہات ہیں وہاں پر پرائمری گرلز سکول کا ہونا بہت ضروری ہے۔ چھوٹی آبادیوں میں اگر اس کو miss کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن پندرہ ہزار کی آبادی

میں ضرور ہونا چاہئے۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہمارے سید رضا علی شاہ گیلانی صاحب کا حلقہ ہے اگر ان سے کہا جائے تو وہ زمین acquire کرنے میں مدد دے سکتے ہیں، میں اس سلسلے میں مدد دے سکتا ہوں، ہم وہاں زمین دلوا سکتے ہیں اور وہاں پر ہائی سکول کا بنایا جانا بڑا مناسب ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر ایجوکیشن!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! جس طرح کھوکھر صاحب نے یہاں پر نشاندہی کی ہے تو میں آپ کی وساطت سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ منسٹر ہاؤسنگ کو حکم دیں کہ یہ ہمیں وہاں پر زمین provide کریں یہ وہاں کے بہت بڑے زمیندار ہیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر ہاؤسنگ! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میں اس بات پر acknowledge کرتا ہوں کہ یہ میرا ہی حلقہ ہے اور یقینی طور پر وہاں پر زمین کی کمی اس لئے ہے کیونکہ وہاں پر چھوٹے زمیندار ہیں اور ان کے پاس اتنا زیادہ رقبہ نہیں ہے۔ نہ وہ بیچنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کی روزی اس رقبے سے چلتی ہے۔ ہم نے دو جگہ کی نشاندہی کی ہے اور ای ڈی او ایجوکیشن اوکاڑہ نے اپنی گزارشات پیش کر دی ہیں جو بہت جلد approval کے لئے منسٹر ایجوکیشن کے پاس آئیں گی۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ! تشریف نہیں رکھتیں۔ سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال حاجی محمد اعجاز صاحب کا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: سوال نمبر 3164۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

تعلیمی اداروں کی بھرتی پالیسی میں امتیازی رویہ

*3164 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ تعلیم میں ہائی سکولز میں اساتذہ کی بھرتی کے لئے اشتہارات آ رہے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ آج تک پرائمری سکولز اور کارپوریشن کے پرائمری سکولوں میں اساتذہ اور دیگر سٹاف کی بھرتی کے لئے کوئی اخباری اشتہار نہیں دیا گیا اور پسند ناپسند کو ترجیح دی جاتی ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مستقبل میں بھرتی کے اشتہارات کے بارے میں کوئی واضح پالیسی اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کیونکہ پرائمری سکولوں میں موجود اساتذہ کی خالی اسامیوں پر بھرتی کے لئے بھی اشتہار دیا گیا اور بھرتی 2002-10-30 تک مکمل کر لی گئی۔ جہاں تک دیگر سٹاف اور کارپوریشن کے پرائمری سکولوں میں اساتذہ کی بھرتی کا تعلق ہے اس سلسلہ میں وضاحت پیش کی جاتی ہے کہ سردست صرف اساتذہ کی بھرتی کو ترجیح دی جارہی ہے۔ اسی طرح چونکہ کارپوریشن کے سکولوں کو ضلعی حکومتوں نے اپنی تحویل میں لیا ہے اور ان کے ملازمین / اساتذہ کے سروس رولز ابھی واضح نہ ہیں۔ لہذا چند ضروری امور کی تکمیل کے بعد ان سکولوں میں موجود خالی اسامیوں کے لئے بھی بھرتی کی جاسکے گی۔

(ج) جز(ب) کے جواب میں وضاحت پیش کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سٹی گورنمنٹ کا یا گورنمنٹ سکولوں کا جو عملہ ہے کیا منسٹر موصوف کو دونوں پر مکمل اختیار حاصل ہے؟ یہ بتائیں پھر میں سوال کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر ایجوکیشن!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! مجھے ان کے سوال کی کوئی سمجھ نہیں آئی لیکن جو ہمارے ایم سی سکول ہیں جو کمیٹی کے ماتحت ہوتے تھے وہ ابھی تک ہمیں convert نہیں ہوئے۔ اس کی ذمہ داری ڈسٹرکٹ گورنمنٹ پر ہوتی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ایک بات تو واضح ہوئی کہ جو سٹی گورنمنٹ کے پرائمری سکولز ہیں ان پر ان کا ابھی اختیار نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ کارپوریشن کے ملازمین یا

اساتذہ کے سروس رولز ابھی تک واضح نہیں ہیں تو یہ کب تک واضح ہو جائیں گے ؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر ایجوکیشن!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! کوشش کریں گے کہ جلدی واضح ہو جائیں۔

جناب محمد وقاص: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! اس سوال میں ایجوکیشن منسٹر نے خود یہ بات تسلیم کی ہے کہ سٹی گورنمنٹ کے سکول ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں ہیں۔ ہم یہ مان لیتے ہیں کہ پنجاب گورنمنٹ کے یا ایجوکیشن منسٹر کے دائرہ اختیار میں نہیں ہیں لیکن جو پنجاب اسمبلی ہے یہ تو پورے صوبے کے معاملات کی نگرانی کرنے والی ہے تو ہمیں پنجاب اسمبلی کے ذریعے، ایجوکیشن منسٹر کے ذریعے ایسے معاملات کے اختیارات تو ہونے چاہئیں مثلاً اگر یہاں بھرتیاں ہو رہی ہیں تو ان کی نگرانی یہ ایوان کرے اور یہ ایجوکیشن منسٹر کریں اور وہ ایوان میں اسے پیش کریں۔ بے شک وہ ان کے دائرہ اختیار میں نہ ہو لیکن اس کی نگرانی ان کے پاس ہونی چاہئے۔ کیا ایسا ممکن ہے ؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر ایجوکیشن!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ superior ادارہ ہے اور پنجاب اسمبلی سے پورے پنجاب میں کوئی بڑا ادارہ نہیں ہے۔ آپ لوگ ہی پالیسیاں بناتے ہیں، قانون سازی کرتے ہیں اور عملدرآمد اضلاع کراتے ہیں۔ دراصل ہمارا ایجوکیشن کا یہ devolved سیکٹر ہے اور سکولوں کی ذمہ داری ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی ہے، کالجز ہم نے retrieve کئے ہیں، پالیسیاں ہم بناتے ہیں اور نیچے implementation ہوتی ہے۔ جہاں تک وقاص صاحب نے ٹیچرز کی بات کی ہے تو ٹیچرز میں چار رکنی کمیٹی ہے جس میں ناظم ہوتا ہے، ڈی سی او صاحب ہوتے ہیں، ای ڈی او صاحب ہوتے ہیں اور ایک صوبائی گورنمنٹ کا nominally جاتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ہم نے پچاس ہزار ایجوکیٹرز بھرتی کئے اور یہ totally میرٹ کی بنیاد پر بھرتی تھی جو area specific, school specific تھی لیکن جو میونسپل سکول ہیں مثلاً اگر کوئی لاہور میں سکول ہے تو اس کی بھرتی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے کی ہے اور ان کی تنخواہ بھی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ دیتی ہے ہم لوگ نہیں دیتے۔ آپ بالکل مطمئن رہئے۔ ہمارا صوبائی اسمبلی کا کنٹرول ہے اور پنجاب گورنمنٹ پالیسی بناتی ہے اور ہم انشاء اللہ

تعالیٰensureکریں گے کہ پالیسی پر عملدرآمدgrass root levelتک بھی ہو۔

سید احسان اللہ وقاص: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ویسے کافی ضمنی سوال ہو گئے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: صرف ایک منٹ کی بات ہے۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! فاضل وزیر تعلیم نے یہ فرمایا ہے کہ وہ پوری طرح involveہیں اور میں بالکل دیانتداری سے سمجھتا ہوں کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن اور جناب گورنر پنجاب نے وزیر تعلیم کو یونیورسٹی سے مکمل بے دخل کر کے اس پورے ایوان کا استحقاق بری طرح مجروح کیا ہے اور مجروح ہو رہا ہے اور یہ اس معاملے میں بالکل دخل نہیں دیتے ہیں کہ یونیورسٹیوں کی کیا حالت ہے؟ یہ ایجوکیشن یونیورسٹی جو پنجاب کا ایک اہم ادارہ ہے، ٹیچرز کی ٹریننگ کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ ایک ماہ سے وہاں پر ہڑتال ہو رہی ہے۔ سارے اخبارات نے وہاں کے حالات کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھا ہے لیکن یہ دخل ہی نہیں دیتے اب ہم اس معاملے میں کیا کریں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر ایجوکیشن!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! پبلک یونیورسٹیوں کی تعداد کے بارے میں، میں نے کئی دفعہ احسان اللہ وقاص صاحب کو بتایا ہے۔ دراصل یہ ہمprovincial chartersدیتے ہیں اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم انchartersکو یہاں پر پیش کریں،approveکروائیں کیونکہ ہمارا اپنا بجٹ ہوتا ہے، ہماری اپنی انسپکشن ہوتی ہے لیکن اس یونیورسٹی سیکٹر میںchartersدینے کے لئے ہائر ایجوکیشن کمیشن نے اب یہfocusکیا ہے اور ہماری کمیٹیوں کےcriteriaانہوں نے بنائے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ یونیورسٹیوں کا معیار بہتر ہو۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا کہ اگر کسی دن ہم یہاں ہاؤس میں ہائر ایجوکیشن کمیشن کی پالیسی پر کوئی بحث رکھ لیں یا آپ ہمیں اجازت دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل اجازت ہے۔

وزیر تعلیم:اور دو یونیورسٹیوں کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: Out of the way اجازت ہے۔

وزیر تعلیم: شکریہ۔جناب سپیکر!انہوں نے یونیورسٹی آف ایجوکیشن کی بات کی،اس کی ہم نے ابھی انکوائری رپورٹ منگوائی ہے۔پنجاب یونیورسٹی کی انہوں نے بات کی ہے تو یہ مجھے خود یہاں سے اٹھا کر نیچے گرمی میں لے گئے اور میں ان کے ساتھ گیا اور میں نے ان کی بات سنی ہے اس کی بھی رپورٹ جب آئے گی تو ہم ان کی خدمت میں پیش کریں گے۔شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی:پوائنٹ آف آرڈر۔

سید احسان اللہ وقاص:جناب سپیکر!یہ کوئی تاریخ مقرر کر دیں۔انہوں نے جو ہائر ایجوکیشن کمیشن پر بحث کے حوالے سے فرمایا ہے۔صدیقی صاحب پانچ منٹ کے لئے واک آؤٹ کر گئے تھے اور یہ دو منٹ بعد ہی واپس آ گئے ہیں انہیں کہیں کہ یہ تین منٹ اور باہر گزار کر آئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،عمران مسعود صاحب!آپ کوئی تاریخ بتا دیں۔

وزیر تعلیم:جناب سپیکر!میرا خیال ہے کہ جب اگلا سیشن ہو اور بزنس ایڈوائزری کمیٹی جب بیٹھے تو اس میں unanimously اگر کوئی تحریک التوائے کار کے ذریعے ہو جائے۔

سید احسان اللہ وقاص:جناب سپیکر!یہ ایسی بات نہ کریں۔عرض یہ ہے کہ یہ کوئی تاریخ مقرر کر لیں بے شک اگلے سیشن میں ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:اگلے سیشن میں کر لیں۔

سید احسان اللہ وقاص:ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:آپ آپس میں جو بھی تاریخ طے کر لیں۔

وزیر تعلیم:جناب سپیکر!یہ وعدہ کر کے آتے تو ہیں نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:شاہ صاحب بڑے punctual ہیں اور آتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں ابھی پانچ منٹ کے لئے واک آؤٹ کر کے گیا تھا۔

شاید مجھے نکال کے پچھتا رہے ہوں آپ
محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ از خود آ گئے ہیں یا آپ کو بلا لائے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں پانچ منٹ کے بعد از خود ہی آ گیا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر اس کا مطلب ہے کہ آپ نے واک آؤٹ نہیں کیا۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! اب وزیر صاحب سے ایک ضروری بات ہے۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح حکومت پنجاب میرٹ پر سختی سے عمل کر رہی ہے، جس طرح ان کا دعویٰ ہے وہ خوش آئند بات ہے۔ اب میں ان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ ملتان کے سب سے بڑے ڈگری گرلز کالج کچہری چوک جس میں تقریباً 12 ہزار طالبات پڑھتی ہیں، اس میں ایک ناتجربہ کار جونیئر پروفیسر تھیں ان کو وہاں پر پرنسپل لگا دیا ہے۔ عام طور پر روایت یہ ہے کہ اتنے بڑے اداروں کا جب پرنسپل لگانا ہوتا ہے تو جو تین چار سینئر اساتذہ ہوتے ہیں ان کا ایک پینل بن جاتا ہے، ان کے انٹرویوز ہوتے ہیں اور جو میرٹ پر ہوتا ہے اس کو فائنل کر دیتے ہیں۔ اس میں جب میں نے تحقیق کی کہ یہ کیسے ہو گیا ہے تو مجھے کسی نے بتایا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کے ڈائریکٹو پر سیکرٹری ایجوکیشن نے آرڈر جاری کر دیئے ہیں معصوم وزیر تعلیم کو اس بارے میں خبر نہیں ہے۔ میری ان سے عرض یہ ہے کہ جس طرح یہ میرٹ کی بات کرتے ہیں، یہاں پر میرٹ کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں ان کی نیک نامی ہو گی اگر اس معاملے کو دیکھ لیں اور اس کی رپورٹ منگوالیں اور وہاں پر جو سینئر اساتذہ ہیں ان کا ایک پینل بنالیں۔ انٹرویو کر کے جو بھی میرٹ پر آئے اس کو بنا دیں میں یہ نہیں کہتا کہ اس کو نہ بنائیں اور اس کو بنائیں لیکن جو میرٹ پر آتا ہے اس کو بنالیں۔ میری یہ وزیر صاحب سے گزارش ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ فلاں سے سنا، فلاں سے سنا۔ ملتان میرے بھی بڑے رشتہ دار رہتے ہیں۔ ان سے کہیں کہ پرنسل کا نام تو بتا دیں۔ آپ وہاں گئے تو ہوں گے۔ آپ ان کی کوالیفکیشن بتائیں ورنہ میں بتا دیتی ہوں کیونکہ سوال کرنے سے پہلے آپ کو پرنسپل کا نام تو آنا چاہئے، اس کی کوالیفکیشن بتائیں۔ یہ بھی سلیکشن پوسٹ ہے۔ آپ کو کچھ پتا

نہیں ہوتا آپ نے ادھر ادھر سے سوال اکٹھے کرنے ہوتے ہیں اور آکر نمبر زبنانے کے لئے سوال کر دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صدیقی صاحب!ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ بھی ڈاکٹر ہیں اور آپ بھی ڈاکٹر ہیں آپ کو انہوں نے صحیح جواب دیئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر!ڈاکٹر صاحبہ میرے لئے قابل احترام ہیں کیونکہ وہ مجھ سے دس سال سینئر ہیں اور ہم سینئر کا بہت احترام کرتے ہیں اور ان کے سامنے بولتے نہیں ہیں۔ وزیر تعلیم کا جواب لے لیں کیونکہ یہ انکوائری بڑی ضروری ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!صدیقی صاحب مجھے اس پرنسپل کا نام جب تک نہیں بتائیں گے تب تک میں جواب نہیں دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بات تو ٹھیک ہے۔آپ کو اگر اعتراض ہے تو نام تو آنا چاہئے۔ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ کا پوائنٹ valid ہے اور صدیقی صاحب کا invalid ہے۔

ڈاکٹر مظفر علی شیخ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر مظفر علی شیخ: جناب سپیکر!شکریہ میں آپ کے توسط سے ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب کے ریمارکس پر اعتراض کرنے کا حق رکھتا ہوں انہوں نے فرمایا ہے کہ ڈاکٹر فرزانہ مجھ سے دس سال سینئر ہیں مجھے اس پر اعتراض ہے۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب ڈاکٹر صاحبہ سے کم از کم سات سال سینئر ہیں۔ بے شک ڈاکٹر صاحبہ سینئر لگتی ہوں لیکن صدیقی صاحب ہی سینئر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا بھی یہ پوائنٹ valid ہے۔(قہقہے)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر!میں صدیقی صاحب سے تجربے کے لحاظ سے سینئر ہوں کیونکہ میری کوالیفکیشن بھی زیادہ ہے انہوں نے ایک کلاس میں دس سال لگائے ہیں۔ اس لحاظ سے مجھے ان سے زیادہ آتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ!آپ کو ڈاکٹر صاحب نے compliment دی ہے۔آپ سمجھتی کیوں نہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے سکولوں میں گرمیوں کی چھٹیاں ہو چکی ہیں اس کے باوجود بعض سکول ایسے ہیں کہ جنہوں نے چھٹیاں نہیں کیں۔ اس ہاؤس میں پرائیویٹ سکولوں کے حوالے سے ایک کمیٹی بنی تھی وہ کمیٹی بڑی اہم تھی لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ کمیٹی بنے ہوئے بھی ایک سال ہو گیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم سے یہ درخواست کروں گا کہ اس کمیٹی کی کارکردگی کیا ہے۔ اتنی اہم کمیٹی تھی اس وقت جو پرائیویٹ سکولز ہیں اتنے منہ زور ہو چکے ہیں کہ وہ حکومت کو اپنے آڑے آنے ہی نہیں دیتے تو میری آپ سے اور وزیر تعلیم سے درخواست ہے کہ اس کمیٹی کی کارکردگی اور اس کمیٹی نے اب تک کیا کیا ہے اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! معزز ممبر نے صحیح نشاندہی کی ہے اور بڑا اہم پوائنٹ بتایا ہے۔ دراصل چیئر کے حکم کے مطابق ہی ہم نے ہاؤس کمیٹی بنائی تھی اور اس میں ہر پارٹی اور ہر جماعت سے معزز ممبران کو نمائندگی دی تھی۔ یہ بات بھی درست ہے کہ حکومت نے چھٹیاں کی ہیں لیکن پرائیویٹ سیکٹر میں ابھی تک چھٹیاں نہیں ہوئیں۔ پرائیویٹ سیکٹر کو کنٹرول اور regulate کرنے کے لئے جو کمیٹی بنائی تھی اس کی کارکردگی کی رپورٹ میں اس کمیٹی سے پوچھ لوں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بگو صاحب نے جو پوائنٹ اٹھایا ہے کہ پرائیویٹ سکولوں کو چھٹیاں نہیں دی جا رہیں۔ آپ اس کو implement کروانے کی کوشش کریں۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات
(جوایوان کی میز پر رکھے گئے)

گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین فورٹ عباس کی نئی بلڈنگ میں کلاسز کا اجراء

*3156 محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین فورٹ عباس (ضلع بہاولنگر) کی نئی عمارت مکمل ہو چکی ہے مگر ابھی تک کلاسوں کا اجراء نہیں کیا گیا؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ متذکرہ کالج کی کلاسیں ابھی تک پرانی بلڈنگ (انٹر کالج) میں ہی جاری ہیں؟

(ج) اگر درج بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ کالج کی نئی بلڈنگ میں کلاسیں جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں نیز متذکرہ کالج کی بلڈنگ کب مکمل ہو گی اور اس کے تخمینہ لاگت سے بھی ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے بلڈنگ مکمل ہو چکی ہے اور کلاسز کا اجراء مورخہ 28۔اکتوبر 2003 سے ہو چکا ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ نئی عمارت میں کلاسز کا اجراء مورخہ 28-10-2003 سے ہو چکا ہے۔

(ج) اس کا جواب جز (الف) اور (ب) میں دیا جا چکا ہے اور نئی عمارت 19.364 ملین کی لاگت سے مکمل ہو چکی ہے۔

ایم۔سی ہائی سکول گجر کالونی لاہور میں فیس، جبری ٹیوشن اور دیگر معلومات کی تفصیل

*3170 محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ ایم۔سی ہائی سکول گجر کالونی جوڑے پل لاہور میں ڈبل شفٹ چل رہی ہے؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ متذکرہ سکول کے طلباء سے فیس وصول کی جارہی ہے اور سکول ہذا کے اندر ہی طلباء کو زبردستی ٹیوشن پڑھائی جاتی ہے؟

(ج) اگر جز(الف،ب) کا جواب اثبات میں ہے تو سیکنڈ شفٹ کب شروع کی گئی، سیکنڈ شفٹ میں طلباء کی تعداد، سیکنڈ شفٹ کے انچارج کا نام، عہدہ، سکیل، تعلیمی قابلیت اور عرصہ تعیناتی سے ایوان کو آگاہ کیا جائے نیز کیا حکومت طلباء سے فیس وصول کرنے والے عملہ کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہ کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔یکم اپریل2003 کے بعد طلباء سے فیس وصول نہیں کی جارہی جبکہ محکمہ کے وضع کردہ شیڈول کے مطابق مندرجہ ذیل شرح سے فروغ تعلیم فنڈ وصول کیا جارہا ہے۔

اول تا سوئم کوئی فنڈ نہ ہے۔
چہارم تا پنجم ایک روپیہ
ششم تا ہشتم چھ روپے
نہم تا دہم سات روپے
سکول میں قطعاً کوئی ٹیوشن نہیں پڑھائی جاتی۔

(ج) جز(الف) کا جواب مثبت ہے جز(ب) کا جواب نفی میں ہے۔سیکنڈ شفٹ کا اجراء1984 میں ہوا۔

سیکنڈ شفٹ میں طلباء کی تعداد290 ہے، سیکنڈ شفٹ کے انچارج کا نام شیر محمد خان ولد تاجدین سکیل نمبر7 تعلیمی قابلیت میٹرک پی ٹی سی اور1999 سے سیکنڈ شفٹ کے انچارج چلے آرہے ہیں۔ سیکنڈ شفٹ میں جماعت سوئم چہارم پنجم کے طلباء زیر تعلیم ہیں۔

شاہدرہ میں پرائیویٹ سکولز کی رجسٹریشن
اور انسپکشن ٹیم میں مقامی ماہرین اور افسران کی تعیناتی

*3235ڈاکٹر اسد اشرف: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شاہدرہ اور اس سے ملحقہ دیگر علاقوں میں واقع پرائیویٹ سکولوں کی رجسٹریشن اور inspection کے لئے محکمہ تعلیم نے جو کمیٹی بنائی تھی وہ اسی علاقہ کے گورنمنٹ سکولوں کے ہیڈ ماسٹرز اور ماہرین تعلیم پر مشتمل تھی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ کمیٹی توڑ کر از سر نو جو کمیٹی تشکیل دی گئی ہے اس میں شاہدرہ اور اس سے ملحقہ علاقوں کے سکولوں اور ماہرین تعلیم کو نظر انداز کر کے وحدت روڈ اور کاہنہ وغیرہ کے علاقوں کے سکولوں کے ہیڈ ماسٹرز اور ماہرین تعلیم کو شامل کیا گیا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پرائیویٹ سکولوں کی رجسٹریشن اور inspection کے لئے پرائیویٹ سکولوں کے مالکان اس کمیٹی میں شامل افراد کو ان کے گھر سے اپنی گاڑی پر لاتے اور لے جاتے ہیں جس کی وجہ سے پرائیویٹ سکولوں کے مالکان شدید پریشان ہیں؟

(د) کیا حکومت شاہدرہ اور اس سے ملحقہ علاقوں کے پرائیویٹ سکولوں کی رجسٹریشن اور inspection کے لئے موجودہ کمیٹی توڑ کر از سر نو بنانے اور اس میں اسی علاقوں کے ماہرین تعلیم اور اعلیٰ افسران شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) محکمہ تعلیم کی طرف سے کبھی کوئی کمیٹی کسی مخصوص علاقے کے لئے نہیں بنائی گئی تاہم کمیٹی بناتے وقت اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے کہ کمیٹی میں ان ماہرین تعلیم کو شامل کیا جائے جو ان علاقوں / قریبی علاقوں سے تعلق رکھتے ہوں۔

(ب) یہ درست نہ ہے پرائیویٹ سکولوں کی انسپکشن کے لئے ایک منظور شدہ لسٹ ہوتی ہے جس میں سے سکول کے قریب ترین ممبران کو نامزد کیا جاتا ہے۔ لسٹ میں سے اکثر ممبران یا تو فوت ہو چکے تھے یا مریٹائر ہو چکے تھے یا ان کا کسی اور ضلع میں تبادلہ ہو چکا تھا جس کی وجہ سے نئی لسٹ افسران مجاز سے منظور کرائی گئی ہے جس میں شاہدرہ اور اس

سے ملحقہ علاقہ کے ممبران کو بھی لسٹ میں شامل کیا گیا ہے۔(فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(ج) محکمے کی طرف سے ایسی کوئی پالیسی نہ ہے نیز ایسی بات محکمہ کے علم میں نہ ہے۔

(د) شاہدرہ یا کسی اور علاقے کے لئے کوئی خاص کمیٹی نہ تو تشکیل دی گئی ہے اس لئے اس کو توڑنے اور از سر نو بنانے کا جواز نہ ہے۔

لاہور میں رجسٹرڈ پرائیویٹ پرائمری تا ہائر سیکنڈری سکولز کی تعداد اور دیگر تفاصیل

*3236ڈاکٹر اسد اشرف: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت ضلع لاہور میں کتنے رجسٹرڈ پرائیویٹ پرائمری، مڈل، ہائی اور ہائر سیکنڈری سکول کام کر رہے ہیں پی پی وار تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا ان سکولوں کی رجسٹریشن کے وقت قواعد و ضوابط پر عمل کیا گیا تھا اگر نہیں تو اس کی وجوہات نیز ان سکولوں کے نام اور حلقہ کی تفصیل الگ الگ دی جائے؟

(ج) یکم جنوری1998 سے آج تک لاہور میں رجسٹرڈ ہونے والے مڈل اور ہائی سکولوں کے نام، پتاجات نیز ان کے مالکان کے نام مع ولدیت، تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) ضلع لاہور میں 31۔مارچ2006 تک 352 پرائمری، 2310 مڈل اور 2080 ہائی / ہائر سیکنڈری سکولز رجسٹرڈ ہیں جن کی پی پی وار لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) رجسٹریشن کرتے وقت محکمانہ قواعد و ضوابط کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے اور اس پر سختی سے عملدرآمد کیا جاتا ہے اور کسی بھی ادارہ کی رجسٹریشن و قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کر کے نہیں کی گئی۔

(ج) یکم جنوری1998 سے لے کر آج تک رجسٹرڈ ہونے والے مڈل، ہائی اور ہائر سیکنڈری سکولوں کی فہرست مع پتاجات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چوبرجی گارڈن لاہور کی لیڈی ٹیچر مرحومہ کے بقایاجات کی ادائیگی

*3258حاجی محمد اعجاز: کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ شگفتہ پروین زوجہ محمد سلیم گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چوبرجی گارڈن لاہور میں بطوراے ایس ٹی ٹیچر کام کررہی تھی جس کا1999-05-02کوانتقال ہوگیاتھا؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ مرحومہ کی تنخواہ اپریل1999تا1999-05-02مذکورہ سکول کی ہیڈ مسٹریس نے مرحومہ کے قانونی وارثان کو ادا کرنے کی بجائے خود خورد برد کرلی ہے۔

(ج) کیایہ بھی درست ہے کہ مرحومہ کے جی۔پی فنڈ فائنل کی رقم مبلغ-/10956روپے ہیڈ مسٹریس مسرت پروین شاہ نے بذریعہ چیک672952-C مورخہ2000-04-12 اسٹیٹ بنک آف پاکستان لاہور سے اپنے دستخطوں سے خود کیش کروایااور یہ رقم قانونی وارثان کوادا کرنے کی بجائے خود غبن کرلی؟

(د) کیایہ بھی درست ہے کہ ہیڈ مسٹریس نے ٹیچر مرحومہ کے ورثاء کوآج تک ایک روپیہ بھی ادانہیں کیا؟

(ہ) کیایہ بھی درست ہے کہ اس ضمن میں انکوائری رپورٹ(EDO(EDUلاہور کے پاس ہےاوراس پرابھی تک ہیڈ مسٹریس مذکورہ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے۔ اس بابت حکومت کب تک ایکشن لینے کاارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔ڈیتھ سرٹیفکیٹ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مرحومہ ٹیچر کی غیر حاضری کی وجہ سے19۔اپریل سے30۔اپریل1999(12دن) کی تنخواہ اور ماہ مئی کی پوری تنخواہ سرکاری خزانہ میں جمع کرادی گئی۔(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔)

(ج) سکول ریکارڈ کے مطابق جی پی فنڈ کی رقم مبلغ-/10956روپے مرحومہ کے شوہر محمد سلیم نے وصول کی اور واس کے دستخط قابض الوصول پر موجود ہیں۔(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔)

(د) درست نہ ہے۔ جی پی فنڈ مبلغ-/10956روپے اورLeave Encashment مبلغ -/5716روپے محمد سلیم (شوہر شگفتہ پروین) کو ادا کئے گئے ہیں، باقی کسی قسم کی کوئی ادائیگی نہیں کی گئی کیونکہ وارثان نے کوئی سروس ریکارڈ مانگنے کے باوجود اب تک فراہم نہیں کیا ہے۔

(ہ) جناب وزیر اعلیٰ پنجاب / مجاز اتھارٹی کے حکم مورخہ 07-06-2004 کے تحت مسماۃ مسرت پروین شاہ، سینئر ہیڈ مسٹریس گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چوبرجی گارڈن لاہور کے خلاف Denovo Inquiry کا حکم صادر فرمایا اور درج ذیل آفیسرز پر مشتمل تحقیقات کے لئے کمیٹی قواعد کے مطابق تشکیل دی گئی۔

1۔ ڈاکٹر نرگس رفیق (BS-20) پرنسپل گورنمنٹ کالج (خواتین) بلال گنج، لاہور
2۔ ڈاکٹر ذکریا طارق (BS-20) پرنسپل گورنمنٹ کالج (خواتین) ٹمبر مارکیٹ لاہور
3۔ ڈاکٹر زمرہ سلیمان (BS-20) پرنسپل گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن (خواتین) لاہور

انکوائری کمیٹی تحقیقات کے بعد رپورٹ ارسال کر دی۔ PAC کے لئے تیار کردہ ورکنگ پیپرز میں مذکورہ لیڈی آفیسر کے خلاف انہی الزامات پر مشتمل Advance Para پر غور ہونا تھا، PAC کی میٹنگ مورخہ 30-11-2004 کو منعقد ہوئی جس میں محکمہ کو ہدایت کی گئی کہ ایڈوانس پیرا نمبر 23 کے مدنظر مذکورہ لیڈی آفیسر کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جائے اور مبلغ-/135156روپے اس سے وصول کئے جائیں۔

PAC کے ان ریمارکس کے تحت متذکرہ انکوائری کمیٹی کو دوبارہ انکوائری واپس بھیجی گئی مگر اس کمیٹی نے اس کارروائی سے معذوری کا اظہار کیا۔

ان حالات کے تحت جناب وزیر اعلیٰ پنجاب / مجاز اتھارٹی نے نئی انکوائری کمیٹی مقرر کی جو تمام ریکارڈ کا از سر نو جائزہ لیکر رپورٹ ارسال کرے گی۔ کمیٹی نے چارج شیٹ مذکورہ لیڈی آفیسر صاحبہ کو جاری کر رکھی ہے، کمیٹی درج ذیل آفیسران پر مشتمل ہے۔

1۔ مسماۃ جمیلہ اختر (BS-20) ڈائریکٹر (اے اینڈ جی) ڈی پی آئی آفس لاہور
2۔ مسٹر مقصود حسن نقوی صاحب، زیر معتمد (جی-II) محکمہ تعلیم پنجاب لاہور

کمیٹی کو یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ جلد تحقیقات کر کے رپورٹ ارسال کریں۔

پی پی4 گوجر خان میں کالجز میں لیکچرارز کی خالی اسامیوں اور طالبعلموں کی تعداد

*3402 بریگیڈیر (ر) محمد حسن: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔4 گوجر خان میں واقع بوائز اور گرلز انٹر کالجز میں لیکچرارز کی خالی اسامیوں کی تفصیلات بتائیں نیز کیا حکومت ان اسامیوں کو پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) ان کالجوں میں زیر تعلیم بچوں اور بچیوں کی تعداد کالج وار بتائیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) حلقہ پی پی۔4 میں واقع بوائز و گرلز انٹر کالجز دولتالہ میں اساتذہ کی خالی اسامیوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ان اسامیوں کو نئی بھرتی سے پر کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔

(ب)

کالج کا نام	طلباء کی تعداد		
	سال اول	سال دوئم	کل تعداد
گورنمنٹ انٹر کالج برائے طلباء دولتالہ	198	70	268
گورنمنٹ انٹر کالج برائے طالبات دولتالہ	168	82	250

پی پی۔4 گوجر خان میں سکولوں میں اساتذہ کی خالی اسامیوں کی تفصیلات اور حکومتی اقدامات

*3403 بریگیڈیر (ر) محمد حسن: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

حلقہ پی پی۔4 گوجر خان میں واقع پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں میں اساتذہ کی خالی اسامیوں کی تفصیلات سکول وار بتائیں نیز کیا حکومت ان اسامیوں کو پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

حلقہ پی پی۔4 گوجر خان میں واقع مردانہ/زنانہ سکولوں میں مئی2006 تک خالی اسامیوں کی تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں تاہم خالی اسامیوں پر بھرتی کا عمل

جاری ہے۔

پی پی۔167 شیخوپورہ میں اساتذہ کی منظور شدہ خالی اسامیوں اور معائنہ جات کی تفصیلات

*3475 میاں خالد محمود: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) حلقہ پی پی۔167 شیخوپورہ میں واقع بوائز اور گرلز سکولوں کے اساتذہ کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں۔ان میں کتنی اسامیاں کتنے عرصہ سے خالی ہیں اور کیوں؟

(ب) سال2000 سے2003 کے دوران ان سکولوں کا معائنہ کن کن افسران نے کیا ان کا عہدہ اور نام کی تفصیل فراہم کی جائے نیز معائنہ کے دوران کتنے ملازمین /اساتذہ کن کن سکولوں کے ڈیوٹی سے غیر حاضر پائے گئے ان کے نام، عہدہ جات اور ان کے خلاف جو قانونی کارروائی کی گئی اس کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) حلقہ پی پی۔167 شیخوپورہ میں واقع بوائز اور گرلز سکولوں میں اساتذہ کی منظور شدہ598 اسامیوں میں سے چھ خالی ہیں۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نوعیت سکول	تعداد سکول	منظور شدہ اسامیاں	خالی اسامیاں
بوائز پرائمری سکول	23	76	--
گرلز پرائمری سکول	27	139	--
بوائز مڈل سکول	2	20	2
گرلز مڈل سکول	2	22	--
بوائز ہائی سکول	5	186	4
گرلز ہائی سکول	3	155	--
ٹوٹل	62	598	6

مڈل سکولوں کی اسامیاں1995 اور1996 سے خالی ہیں جبکہ ہائی سکولوں کی اسامیاں اگست1998، دسمبر2001، جنوری2004 اور مارچ2004 سے خالی ہیں۔مڈل سکولوں کی دو خالی اسامیاں ایم سی مڈل سکول علامہ اقبال پارک شیخوپورہ کی ہیں جسے2002 میں محکمہ تعلیم کے حوالے کیا گیا۔کارپوریشن کے محکمہ تعلیم کو منتقل ہونے والے

سکولز/اساتذہ کے تقرر و تبادلہ کے بارے میں پالیسی واضح ہونے پر اس سکول میں اساتذہ فراہم کر دیئے جائیں گے جبکہ بوائز ہائی سکولوں کی چار خالی اسامیاں گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپورہ کی ہیں جو کہ بھرتی پر عائد پابندی کے خاتمہ پر ٹیکنیکل اساتذہ کی بھرتی سے پر کی جائیں گی۔

(ب) سال2000 سے2003 کے دوران جن سکولوں کا معائنہ کیا گیاان کے نام، معائنہ کرنے والے افسران کے نام اور عملہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے، جو ملازمین/اساتذہ وغیرہ غیر حاضر پائے گئے ان کے خلاف کی گئی کارروائی کی تفصیل بھی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پی پی۔167 شیخوپورہ میں سکولز کی عمارات، سٹاف کی صورتحال اور حکومتی قدامات

*3480 میاں خالد محمود: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) حلقہ پی پی۔167 شیخوپورہ میں پرائمری، مڈل اور ہائی سکولز کی کتنی عمارتیں بہتر کی گئی ہیں اور کتنی نامکمل پڑی ہیں؟

(ب) مذکورہ حلقہ کے سکولوں میں سٹاف کی کمی دور کرنے کے لئے حکومت کیا کیا اقدامات کر رہی ہے؟

(ج) مذکورہ حلقہ میں کتنے ایسے گرلز/بوائز پرائمری، مڈل اور ہائی سکول ہیں جن کی چار دیواری نہ ہے، کیا حکومت ان سکولوں کی چار دیواری بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر تعلیم

(الف) حلقہ پی پی۔167 شیخوپورہ میں صرف گرلز پرائمری سکول شفیق نگر کی عمارت بہتر کی گئی ہے اور کسی سکول کی عمارت نامکمل نہ ہے۔

(ب) مذکورہ حلقہ کے سکولوں میں سٹاف کی کمی نہ ہے۔

(ج) مذکورہ حلقہ کا کوئی گرلز بوائز پرائمری، مڈل یا ہائی سکول چار دیواری کے بغیر نہ ہے۔

پی۔پی112 گجرات میں اساتذہ کی منظور شدہ و خالی اسامیوں اور سکولوں کے معائنہ کی تفصیلات

*3508جناب تنویر اشرف کائرہ: کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔112 گجرات میں واقع بوائز اور گرلز سکولوں کے اساتذہ کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں اوران میں کتنی اسامیاں کتنے عرصے سے کیوں خالی ہیں، ان خالی اسامیوں کو کب تک پُر کر لیا جائے گا؟

(ب) سال1999 سے آج تک ان سکولوں کا کن کن افسران نے معائنہ کیاان کے عہدہ اور نام کی تفصیل بیان کی جائے نیز معائنہ کے دوران کتنے ملازمین کن کن سکولوں کے ڈیوٹی سے غیر حاضر پائے گئے۔ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور ان کے خلاف جو قانونی کارروائی سرانجام دی گئی اس کی تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف)

کل منظور شدہ اسامیوں کی تعداد	بوائز	گرلز	ورکنگ	خالی اسامیاں	گرلز	بوائز:	کل
1109	559	550	917	192	85	107	

تبادلہ جات اور وقتاً فوقتاً ریٹائرمنٹ سے اسامیاں خالی ہوتی رہتی ہیں تاہم نئے تعلیمی سیشن کے شروع ہونے تک ان سکولوں میں بتدریج سٹاف کی کمی کو دور کر دیا جائے گا۔

(ب) مندرجہ ذیل افسران نے1999 سے آج تک متعدد بار حلقہ112 میں موجود سکولوں کا معائنہ کیا، افسران کے نام اور عہدہ درج ذیل ہیں:۔

1۔ چودھری حبیب اللہ صفدر، DEO (SE) گجرات
2۔ محمد ارشد جاوید العزیز DEO (SE) گجرات
3۔ محمد اقبال طاہر DEO(SE/EE) گجرات
4۔ سید مشتاق حسین شاہ DEO(SE) گجرات
5۔ مسماۃ نجم النساء DY .DEO(W) تحصیل گجرات
6۔ مسماۃ شہناز اختر بخاری DY. DEO(W) تحصیل گجرات
7۔ محمد اکرام طاہر DY. DEO تحصیل گجرات

8۔ مسماۃ مسرت سیدہ قریشی DY. DEO(W) کھاریاں
9۔ مسماۃ گلزار خواجہ DY. DEO(W) کھاریاں
10۔ مسماۃ نسیم کوثر DY. DEO(W) کھاریاں
11۔ مسماۃ علوینہ کوثر DY. DEO(W) کھاریاں
12۔ زاہد حسین خاں DY. DEO گجرات
13۔ چودھری اللہ دتہ DY. DEO (EE-M) گجرات
اور DY. DEO(M) تحصیل گجرات
14۔ چودھری پرویز اختر DEO (EE-M) گجرات
اور DY. DEO(M) تحصیل گجرات
15۔ محمد سلیم جورا DY. DEO(M) تحصیل کھاریاں
16۔ ریاض شمریض اختر DY DEO (M) تحصیل کھاریاں
دوران چیکنگ کوئی ملازم ڈیوٹی سے غیر حاضر نہ پایا گیا۔

پی پی۔112 گجرات میں سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور سٹاف کی صورتحال

*3509 جناب تنویر اشرف کائرہ: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔112 گجرات میں اب تک پرائمری، مڈل اور ہائی سکولز کی کتنی عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں اور کتنی نامکمل پڑی ہیں؟

(ب) جو عمارتیں مکمل ہو چکی ہیں کیا ان میں سٹاف مہیا کر دیا گیا ہے۔ اگر نہیں تو وجوہ بیان کی جائیں؟

(ج) حلقہ پی پی۔112 میں سکولوں میں سٹاف کی کمی دور کرنے کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے۔ تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) حلقہ پی پی۔112 گجرات میں 23 سکولوں کی عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

بوائز پرائمری سکول	15
بوائز ایلیمنٹری سکول	3
بوائز ہائی سکول	1
گرلز پرائمری سکول	1

گرلز ایلیمنٹری سکول	1
گرلز کمیونٹی ماڈل سکول	2
میزان	23

کسی سکول کی عمارت نامکمل نہ ہے۔

(ب) جو عمارتیں مکمل ہو چکی ہیں ان میں سٹاف مہیا کر دیا گیا ہے۔

(ج) درج بالا جواب کی روشنی میں جز(ج) غیر متعلقہ ہے تاہم اس بات کو ترجیح دی جارہی ہے کہ نئے تعلیمی سیشن میں سٹاف کی کمی واقع نہ ہو اور بتدریج تمام سکولوں کو سٹاف مہیا کر دیا جائے۔

جہلم گورنمنٹ اسلامیہ ہائر سیکنڈری سکول برائے طالبات میں اساتذہ، دیگر سٹاف، کلاس رومز کی کمی

*3534 محترمہ نگہت پروین میر: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ اسلامیہ ہائر سیکنڈری سکول برائے طالبات جہلم کو اگست 2002 میں ہائر سیکنڈری کا درجہ دیا گیا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تاحال متذکرہ سکول میں sanctioned پوسٹوں کا نوٹیفکیشن جاری نہ ہوا ہے۔ نیز سکول میں چوکیدار، کلرک و دیگر ملازمین کے علاوہ اساتذہ کی متعدد اسامیاں خالی پڑی ہیں جس کی وجہ سے سکول گوں ناگوں مشکلات کا شکار ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کلاس اول تا سیکنڈ ایئر تک طالبات کی کل تعداد 1500 کے قریب ہے مگر سکول میں کمرے کم ہونے کی وجہ سے طالبات کو گرمی / سردی میں باہر بیٹھنا پڑتا ہے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت گورنمنٹ اسلامیہ ہائر سیکنڈری سکول برائے طالبات جہلم کے مذکورہ مسائل حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے۔

وزیر تعلیم:

(الف) یہ درست ہے کہ گورنمنٹ اسلامیہ گرلز ہائی سکول نمبر 3 جہلم کو 28۔اگست 2002 کو ہائر سیکنڈری سکول کا درجہ دیا گیا۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ متذکرہ سکول کے لئے اسامیوں کی منظوری کا نوٹیفکیشن تاحال جاری نہیں ہوا ہے۔
منظور شدہ اسامیوں کا نوٹیفکیشن مورخہ 24-03-2004 کو جاری ہو گیا ہے، تاہم یہ درست ہے کہ اس وقت سکول میں درج ذیل اسامیاں خالی ہیں، جس کی وجہ سے درس وتدریس میں مشکلات کا سامنا ہے:۔
ماہرین مضامین(15)، ڈی پی ای(1)، لائبریرین(1)، لیبارٹری اسسٹنٹ(3)، لیکچر اسسٹنٹ(3)، لائبریری کلرک(1)، کلرک(1)، لیبارٹری اٹینڈنٹ(1)، ملازمین درجہ چہارم(3)، نائب قاصد(1)

(ج) کسی حد تک درست ہے تاہم اس وقت 1,438 طالبات کے لئے 17 کلاس رومز اور 3 لیبارٹریاں موجود ہیں۔

(د) اس وقت بھرتی پر پابندی عائد ہے، پابندی کے خاتمہ پر خالی اسامیوں پر بھرتی کی جائے گی جبکہ ضلعی حکومت نے سکول کے دیگر مسائل کو حل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

تحصیل بورے والا میں کیڈٹ سکول کا قیام

*3570 ڈاکٹر نذیر احمد مٹھوڈوگر: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت تحصیل بورے والا میں کیڈٹ سکول کے قیام کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ب) اگر جز بالا درست ہے تو اس کیڈٹ سکول کی تعمیر کے لئے موجودہ مالی سال کے بجٹ میں فنڈز مختص کئے گئے ہیں تو کتنے اور اس سکول کی تعمیر کب تک شروع کر دی جائے گی؟

(ج) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں نہ ہے تو کیا حکومت جلد از جلد بورے والا شہر میں کیڈٹ سکول کے قیام کے لئے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) بورے والا میں کیڈٹ سکول قائم کرنے کی کوئی تجویز زیر غور ہے اور نہ ہی اس سے بیشتر کہیں کیڈٹ سکول قائم کیا گیا ہے۔ البتہ وفاقی حکومت کی طرف سے فنڈز کی فراہمی اور علاقہ /آبادی کی نشاندہی پر کیڈٹ کالجز قائم کئے جاتے ہیں۔ اس وقت چار کیڈٹ کالجز اوکاڑہ، میانوالی، پسرور اور چکوال کے اضلاع میں قائم کئے جا رہے ہیں۔

(ب) جز(الف) کے جواب کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

(ج) جز(الف) کے جواب کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

ضلع راولپنڈی کے لئے مختص Missing Facilities in Schools، فنڈز کی تقسیم اور طریق کار کی تفصیل

*3588 راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع راولپنڈی کے لئے مختص کردہ 15 کروڑ روپیہ بابت missing facilities in schools ہر صوبائی حلقہ یا تحصیل وار جتنی رقم مختص کی گئی اس کی تفصیل بیان فرمائی جائے۔ مذکورہ رقم کو ضلع کی تحصیلوں کے سکولوں میں تقسیم کرنے کے طریق کار، معیار کی کس نے منظوری دی؟

(ب) کیا مذکورہ رقم تمام تحصیلوں کو برابر تقسیم کی گئی۔ اگر ایسا نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں، تحصیل مری، کوٹلی ستیاں، کہوٹہ کے لئے کتنی رقم کے منصوبے منظور کئے گئے نیز Educational Reform Programme کے تحت ممبران اسمبلی سے 50 لاکھ کی سکیمیں بابت تعلیمی اصلاحات فنڈز کب جاری ہوئے۔ اگر یہ سکیمیں شروع نہ ہوئیں تو کب ان پر عملدرآمد کیا جائے گا۔ ان سکیموں کی منظوری کا معیار، طریق کار کیا رکھا گیا ہے۔ ضلعی حکومت کا اس میں کیا کردار ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) ضلع راولپنڈی کے لئے مختص کردہ 14 کروڑ، 76 لاکھ، 48 ہزار کی رقم جو تحصیل وار مختص کی گئی، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(2003-04)

راولپنڈی 47.653 ملین، گوجر خان 44.907 ملین، ٹیکسلا 12.689 ملین، کہوٹہ 15.556 ملین، کوٹلی ستیاں 11.01 ملین، مری 8.575 ملین کل رقم کیپٹیل 140.39

ریونیو 6.508

مذکورہ رقم کو ضلع کی تحصیلوں کے سکولوں میں تقسیم کرنے کے طریق کار / معیار کی منظوری ڈسٹرکٹ steering کمیٹی بصدارت ایم پی اے چودھری کامران اسلم صاحب نے دی۔

(2004-05)

راولپنڈی56.752 ملین، گوجر خان24.412 ملین، ٹیکسلا14.717 ملین، کہوٹہ 1.835 ملین، کوٹلی ستیاں17.267 ملین، مری4.64 ملین

کل رقم کیپیٹل 119.623

ریونیو 11.120

مذکورہ رقم کو ضلع کی تحصیلوں کے سکولوں میں تقسیم کرنے کے طریق کار / معیار کی منظوری ڈسٹرکٹ steering کمیٹی بصدارت ایم پی اے راجہ راشد حفیظ صاحب نے دی۔

(ب) مذکورہ رقم کی تقسیم ضلع بھر میں تقریباً آبادی کی تقسیم کی بنیاد پر کی گئی جس کی رو سے تحصیل مری، کوٹلی ستیاں اور کہوٹہ کے لئے بالترتیب10.200، 10.000، 10.080 ملین کی رقم کے منصوبے منظور کئے گئے Education reform programme کے تحت ممبران اسمبلی سے50,00,000 کی سکیمیں بابت تعلیمی اصطلاحات فنڈز ابھی جاری نہیں ہوئے۔ تاہم ان سکیموں کو چیئرمین سٹیرنگ کمیٹی چودھری کامران اسلم ایم پی اے کے دستخطوں کے ساتھ پراجیکٹ ڈائریکٹر، E.S.R کو مورخہ 03-12-24 کو بھجوا دیا گیا ہے۔ ان سکیموں کی منظوری معیار اور طریق کار کے لئے ڈسٹرکٹ steering کمیٹی بنائی گئی جس کے چیئرمین چودھری کامران اسلم ایم پی اے تھے اور ضلعی حکومت کے D.C.O اس کے Coordinator ہیں جبکہ A.D(L.G) اس کمیٹی کے سیکرٹری ہیں۔ 2004-05 کے لئے چیئرمین کمیٹی راجہ راشد حفیظ ایم پی اے ہیں۔

ضلع راولپنڈی میں اساتذہ کی بھرتی، طریق کار اور میرٹ کی تفصیلات

*3589 **راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع راولپنڈی میں سال2000 سے اب تک کل کتنے اساتذہ کرام (زنانہ و مردانہ) بھرتی کئے گئے۔ اس بابت کتنے افراد نے درخواستیں دیں تھیں؟

(ب) ان بھرتیوں کا طریق کار، میرٹ لسٹ کا معیار، کیا میرٹ لسٹ آویزاں کی گئی، درخواست دہندہ کی سال وار لسٹ اگر بنائی گئی تو پیش کی جائے؟

(ج) ضلع راولپنڈی سے باہر کے کتنے افراد بھرتی کئے گئے ان کا نام، ڈومیسائل، قابلیت اور حاصل کردہ نمبروں کی تفصیل بیان فرمائی جائے۔

(د) اس وقت تحصیل مری، کوٹلی ستیاں میں ہر کیڈر کی کتنی (مردانہ وزنانہ) اسامیاں خالی ہیں یہ اسامیاں کب مکمل کی جائیں گی؟

وزیر تعلیم:

(الف) ضلع راولپنڈی میں سال2000تا2003 بھرتی ہونے والے ٹیچرز کی تعداد2212ہے جبکہ27926درخواستیں موصول ہوئیں۔

(ب) ان بھرتیوں کا طریق کار یہ تھا کہ ایک امیدوار اشتہار میں دیئے گئے سکولوں کے لئے اپنی قابلیت کے مطابق درخواست دے سکتا تھا۔ محکمہ تعلیم کی جانب سے مہیا کردہ فارمولا کے مطابق سکولز وار میرٹ لسٹ مرتب کی گئی اور باقاعدہ تیار کر کے آویزاں کی گئی، تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع راولپنڈی سے باہر کے ڈومیسائل کے ساتھ صرف دو امیدوار مردانہ اوپن میرٹ پر بھرتی کئے گئے جو کہ درج ذیل ہیں۔

1۔ تنظیم حیدر رضا ولد ملازم حسین جس کی تعلیمی قابلیت M.A (eng) ہے اور ڈومیسائل ضلع سرگودھا کا ہے، میرٹ میں حاصل کردہ نمبر52ہیں۔

2۔ احسان گل طاہر ولد بشیر احمد جس کی تعلیمی قابلیت MSc (Phy) ہے اور ڈومیسائل ضلع خوشاب کا ہے۔ میرٹ لسٹ میں حاصل کردہ نمبر43ہیں۔

(د) اس وقت تحصیل مری میں398 کوٹلی ستیاں میں680(مردانہ وزنانہ) اساتذہ کی خالی اسامیاں ہیں، تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے تاہم بھرتی کا عمل جاری ہے۔

بلدیاتی اداروں سے محکمہ تعلیم کو منتقل سکولوں کے اساتذہ کے مسائل

*3595چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) جو تعلیمی ادارے ضلع پاکپتن میں بلدیاتی اداروں سے محکمہ تعلیم کی تحویل میں لئے گئے ہیں، ان کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) مذکورہ تعلیمی اداروں میں کل ملازمین و اساتذہ کے نام و عہدہ، تاریخ تقرری و تاریخ ریٹائرمنٹ کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) مذکورہ تعلیمی اداروں سے ریٹائرڈ ہونے والے ملازمین کے واجبات گریجویٹی و پنشن کا کیاطریق کار اپنایا گیاہے، تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(د) کیایہ درست ہے کہ ان اساتذہ کی گریجویٹی و پنشن کا طریق کار یہ طے کیا گیاہے کہ جتنا عرصہ ملازمت بلدیاتی نظام کے تحت کی گئی اتنے عرصہ کی مراعات و واجبات بلدیاتی ادارے ہی ادا کریں گے اور بقیہ سرکاری تحویل میں آنے کے بعد عرصہ حکومت پنجاب ادا کرے گی؟

(ہ) اگر یہ بھی درست ہے تو کیا یہ ظلم نہیں کہ بلدیاتی ادارے ختم ہونے کے بعد مذکورہ ملازمین کو واجبات نہ مل رہے ہیں؟

(و) کیایہ بھی درست ہے کہ ان ریٹائرڈ ملازمین کے واجبات نہ ملنے سے کئی اموات و خودکشی کے واقعات ہو چکے ہیں اگر صحیح ہے تو ان کا ذمہ دار کون ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) ضلع پاکپتن میں بلدیاتی اداروں سے 3بوائز پرائمری، 2بوائز مڈل،6گرلز پرائمری اور 3گرلز مڈل (کل14) تعلیمی ادارے محکمہ تعلیم کی تحویل میں لئے گئے ہیں تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ تعلیمی اداروں میں تعینات ملازمین واساتذہ کے نام وعہدہ، تاریخ تقرری، تاریخ ریٹائرمنٹ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ تعلیمی اداروں سے ریٹائرڈ ہونے والے ملازمین کے واجبات گریجویٹی و پنشن کا طریق کار گورنمنٹ پنجاب لوکل گورنمنٹ اینڈ رورل ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے نمبر SO-IV(LG01-10/2002 مورخہ 15۔مارچ2003 کے مطابق اپنایا جاتا ہے، (نقل مراسلہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) ریٹائرڈ ملازمین کا پی پی او، ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر (F&P) اور ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر جاری کریں گے، نقل پی پی او ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) اور واجبات کی ادائیگی بھی ای ڈی او (F& P) کریں گے۔

(د) یہ درست ہے۔ نقل نوٹیفکیشن جز(ج) کے ساتھ شامل ہے۔

(ہ) یہ درست نہ ہے بلکہ بلدیاتی ادارے ختم ہونے کے بعد ان کے ملازمین کے واجبات کا

حصہ تحصیل ناظم، تحصیل ایڈمنسٹریشن پاکپتن شریف سے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ حاصل کر کے متعلقہ ملازمین کو ادا کرتی L8 ہے۔اس سلسلہ میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا جاری کردہ مراسلہ نمبر 548/EDO(F&P)PK/ACCTT مورخہ 23-12-2003 کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) یہ درست نہ ہے۔ بلدیاتی ادارے محکمہ تعلیم کی تحویل میں آنے کے بعد یعنی مورخہ 01-07-2002 کے بعد کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا ہے۔

پرائمری سکول بھنڈہ غلام حسین بستی میانی تحصیل بہاولپور میں اساتذہ کی تعیناتی

*3614 **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بھنڈہ غلام حسین بستی میانی تحصیل بہاولپور میں حکومت نے مڈل سکول قائم کیا، مگر اس میں اساتذہ تعینات نہ کئے جس کی وجہ سے اس کو پرائمری کا درجہ دے دیا گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس پرائمری سکول میں بھی حکومت نے ابھی تک اساتذہ تعینات نہ کئے ہیں؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ بستی کے سکول میں اساتذہ تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) بھنڈہ غلام حسین بستی میانی تحصیل و ضلع بہاولپور میں 1975 سے پرائمری سکول قائم ہے۔یہ درست نہ ہے کہ مذکورہ سکول کو کبھی مڈل کا درجہ دیا گیا تھا۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔مذکورہ سکول کے 88 طلباء کے لئے تین اساتذہ تعینات تھے جن میں سے ایک اسامی بوجہ فوتیدگی استاد یکم مارچ 2003 سے خالی ہے۔

(ج) سردست بھرتی اور تبادلوں پر پابندی ہے۔تبادلوں اور بھرتی پر عائد پابندی ختم ہونے پر اور طلباء کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سکول میں خالی اسامی پر مدرس فراہم کیا جائے گا۔

کمیونٹی ماڈل سکولز کے ذمہ حکومتی واجبات اور ریکوری کے لئے اقدامات کی تفصیل

*3671 شیخ تنویر احمد: کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ سرکاری سکولوں کی عمارات میں قائم کمیونٹی ماڈل سکول چلانے والی این جی اوز معاہدے کے مطابق متعلقہ سکولوں کے یوٹیلٹی بلزاور آمدن کا 10 فیصد حصہ حکومتی خزانے میں جمع کروانے سے گریزاں ہیں؟

(ب) مذکورہ بالاڈیفالٹراین۔جی اوزاوران کے سربراہان کے نام اوران کے ذمہ یوٹیلٹی بلز کی رقم اور دیگر سرکاری واجبات اوراس کے دورانیے کی تفصیل ضلع وار فراہم کریں؟

(ج) کیاحکومت قومی سرمائے کے حصول کے لئے ان ڈیفالٹرز کے خلاف کوئی انتہائی اقدام اٹھانے کاارادہ رکھتی ہے تاکہ ایک اور مالیاتی سکینڈل سے بچا جا سکے،اس سلسلے میں اٹھائے جانے والے اقدامات کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) کسی حد تک یہ درست ہے کہ کچھ N.G.Os معاہدے کے مطابق کمیونٹی سکولز کے یوٹیلٹی بلزاور آمدن کا 10 فیصد حصہ صبح کے اوقات کے متعلقہ سکولز کے فروغ تعلیم فنڈز میں جمع نہیں کراتے۔

(ب) مطلوبہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) پالیسی کے مطابق ڈیفالٹر N.G.Os کا معاہدہ منسوخ کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلہ میں متعلقہ ضلعی حکومتیں مانیٹر کر رہی ہیں۔

گوجرانوالہ کے E.S.T اساتذہ کی ترقی کے مسائل اور حکومتی اقدامات

*3683 جناب اکمل سیف چٹھہ: کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب میں SSE اساتذہ کی کنٹریکٹ پر بھرتی کے کوٹا کا تناسب کیا تھا؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ SSE کی بھرتی موجود خالی اسامیوں کا نصف تھی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بقیہ نصف خالی اسامیوں پر پورے پنجاب کے اضلاع (سوائے ضلع گوجرانوالہ) میں E.S.T اساتذہ کو ترقی دیکر S.S.T بنایا گیا؟

(د) اگر درج بالا جز کا جواب اثبات میں ہے تو گوجرانوالہ ضلع کے لئے E.D.O ایجوکیشن گوجرانوالہ نے باقی اضلاع سے ہٹ کر خود ساختہ فارمولہ کیوں بنایا اور ضلع گوجرانوالہ کے اساتذہ کی حق تلفی کیوں کی؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع گوجرانوالہ کی اسامیوں کی تعداد کی تصدیق کے سلسلہ میں S.OS(111)18-10-2003 مورخہ 31-07-2003 کو سیکرٹریٹ میں جمع ہونے والی ایڈیشنل ڈی۔پی۔آئی (سیکنڈری) کی رپورٹ پر تاحال عملدرآمد نہ ہوا۔ وجوہات بیان فرمائیں؟

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ باقی اضلاع میں ترقی پانے والے اساتذہ سے گوجرانوالہ ضلع کے اساتذہ کو جونیئر کر دیا گیا کیونکہ S.S.T سے ترقی بطور ہیڈ ماسٹر یا S.S تمام پنجاب کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو وجوہات بیان فرمائیں نیز حکومت گوجرانوالہ کے اساتذہ کے مذکورہ مسائل کے حل کے لئے کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) قواعد کے مطابق ایس ایس ٹی کی 50 فیصد خالی اسامیاں E.S.T/S.V کی پروموشن کے ذریعے پر کی جاتی ہیں جبکہ بقیہ 50 فیصد اسامیوں پر S.S.E اساتذہ کنٹریکٹ پر بھرتی کئے جاتے ہیں۔

(ب) درست ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔ کیونکہ ضلع گوجرانوالہ کے مطلوبہ اہلیت کے حامل E.S.T/S.V اساتذہ کو بھی ایس ایس ٹی کے عہدہ پر ترقی دی گئی ہے۔

(د) یہ بھی درست نہ ہے کیونکہ مروجہ قواعد کے تحت موجود اسامیوں پر اہل اساتذہ کو ترقی دی گئی۔

(ہ) یہ بھی درست نہ ہے کیونکہ مذکورہ انکوائری رپورٹ کی روشنی میں ہی E.S.T/S.V اساتذہ کو ترقی دی گئی تھی۔

(و) ضلعی حکومتوں کے قیام کے بعد تمام اضلاع اپنی ترجیحات کے تحت پروموشن کرتے

ہیں۔ مزید برآں ضلع گوجرانوالہ میں بھی ترقیاں قواعد کے مطابق ہوئیں اور یہ کہنا درست نہ ہے کہ اس ضلع کے اساتذہ کو باقی اضلاع سے ترقی پانے والے اساتذہ سے جونیئر کر دیا گیا ہے۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور کینٹ ریٹائرڈ پرنسپل کی ملازمت میں بار بار توسیع سے پیدا ہونے والے مسائل

*3686 جناب نوید عامر جیوا: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور کینٹ کی پرنسپل کب اور کتنے سکیل میں ریٹائرڈ ہوئیں تفصیل مہیا کی جائے؟

(ب) مذکورہ کالج کی موجودہ پرنسپل کو آج تک ملازمت میں کتنی بار توسیع دی گئی، کیا توسیع ریگولر ملازمت میں دی گئی ہے یا کنٹریکٹ کی بنیاد پر ملازمت مہیا کی گئی ہے اگر کنٹریکٹ پر ملازمت مہیا کی گئی ہے تو کنٹریکٹ کی میعاد اور شرائط کیا ہیں؟

(ج) مذکورہ پرنسپل کی اسی کالج میں ملازمت میں بار بار توسیع کی وجوہات بیان فرمائیں نیز کیا اس سے دیگر سینئر پروفیسرز کی حق تلفی نہ ہو رہی ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت موجودہ پرنسپل کو ہٹانے اور اس کی جگہ سینئر سٹاف کو ترقی دینے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات بتائی جائیں نیز کیا حکومت، پالیسی کے برعکس ملازمت میں بار بار توسیع دینے والوں افسروں/اہلکاران کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) مسز آصفہ خالد پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین کینٹ 2001-08-09 کو سکیل 19 میں ریٹائر ہوئیں۔

(ب) ان کو 2 مرتبہ کنٹریکٹ پر ملازمت مہیا کی گئی ہے۔ کنٹریکٹ کی کل میعاد 4 سال ہو گی اور شرائط ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) ان کی سابق خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے کنٹریکٹ پر ملازمت دی گئی ہے اور اب دوسری دفعہ کنٹریکٹ پر ملازمت Provincial Re-employment Board

کی سفارش پر وزیر اعلیٰ پنجاب / مجاز اتھارٹی کی منظوری سے ہوئی چونکہ ان کی تعیناتی direct recruitment کی پوسٹ پر کی گئی ہے اس لئے کسی سینئر پروفیسر کی promotion بلاک ہوئی اور نہ ہی کسی کی حق تلفی ہوئی۔

(د) پرنسپل کو کنٹریکٹ کی میعاد ختم ہونے تک 09-08-2005 ہٹانے کا کوئی پروگرام نہیں۔ مزید برآں محکمہ تعلیم میں ترقیوں کا عمل جاری ہے اور پرنسپل کو کنٹریکٹ پر ملازمت دینے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑا نیز کنٹریکٹ پر ملازمت اور اس میں توسیع کے حوالے سے حکومتی پالیسی کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور کینٹ کا ٹھیکہ کنٹین کا مسئلہ

*3687 محترمہ نجمی سلیم: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور کینٹ کی کنٹین کا گزشتہ 5 سال سے ٹینڈر نہیں کروایا گیا جبکہ طالبات کی تعداد تقریباً 5 ہزار کے قریب ہے ٹینڈر نہ کروانے کی وجوہات کیا ہیں تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ کالج کی انتظامیہ گزشتہ 5 سال سے کنٹین کو چلا رہی ہے اور اس کی آمدن خود ہڑپ کر جاتی ہے جس سے حکومت کی آمدنی میں لاکھوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ گزشتہ 5 سالوں کے اخراجات اور آمدن کی تفصیل سال وار مہیا کی جائے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت کالج کی کنٹین کا ٹینڈر شائع کروانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات بتائی جائیں نیز گزشتہ 5 سال سے ٹنیڈر نہ کروانے پر پرنسپل / سٹاف کے خلاف کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اس کی بھی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) کالج کنٹین کے ٹھیکے کا اشتہار روزنامہ "جرات" مورخہ 31-07-1998 کو شائع ہوا۔ جس کی فوٹو کاپی لف ہے۔ یہ ٹھیکہ مورخہ 30-06-2001 تک دیا گیا تھا جبکہ کالج کونسل نے کنٹریکٹر کی بہتر کارکردگی کی بناء پر ٹھیکہ میں مزید تین سال کی توسیع کر دی۔ کاپی لف ہے۔ کالج میں طالبات کی تعداد تقریباً 3500 کے قریب ہے۔

(ب) کالج کی انتظامیہ خود کنٹین کو نہ چلا رہی ہے۔کنٹین کے ٹھیکہ کی رقم کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اس رقم کو ہر سال گورنمنٹ کے خزانہ میں جمع کروایا جاتا ہے۔ چالان فارم کی تفصیل اور فوٹو کاپیاں بھی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) کالج کی کنٹین کا ٹھیکہ مورخہ 30-06-2004 کو ختم ہونے کے بعد قواعد و ضوابط کے مطابق دیا جائے گا۔

تحصیل قصور میں قواعد و ضوابط کے بغیر برخاست شدہ پی۔ٹی۔سی ٹیچرز کی دادرسی

*3690 محترمہ حمیرا اویس شاہد: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مسٹر محمد رمضان ولد محمد یوسف، طاہر محمود ولد محمد علی، ثناءاللہ عابد ولد محمد حسین، ارشد علی ولد رحمت علی، محمد نواز ولد بشارت علی، محمد جمیل ولد عبدالخان، عبدالجبار ولد عبدالعزیز، محمد ادریس ولد جمال دین اور عباس علی ولد احمد علی، پی۔ٹی۔سی ٹیچرز تحصیل قصور میں 1996 میں میرٹ پر بھرتی ہوئے تھے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بعد ازاں ان ملازمین کو بغیر انکوائری اور شوکاز نوٹس ملازمت سے برخاست کر دیا گیا ہے کہ ان کے آرڈر جعلی ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملازمت سے نکالنے سے پہلے ضروری تھا کہ ان کو فرداً فرداً شوکاز نوٹس جاری کئے جاتے اور انکوائری کسی اعلیٰ افسر سے کروائی جاتی مگر محکمہ نے اس طریقہ سے ہٹ کر ان کو ملازمت سے برخاست کر دیا؟

(د) کیا حکومت ان ملازمین کو ملازمت پر بحال کر کے از سر نو تحقیقات کے لئے کمیٹی بنانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) یہ بھی درست نہ ہے کیونکہ آرمی سروے کی رپورٹ کے تحت مذکورہ افراد کے تقرری آرڈرز بوگس قرار دیئے گئے جس پر انہیں باقاعدہ شوکاز نوٹس جاری کئے گئے اور انہیں ذاتی شنوائی کا موقع بھی فراہم کیا گیا جس میں یہ اپنی تقرریاں درست ثابت کرنے میں

ناکام رہے۔ بعدازاں ان افراد نے P.S.T میں ملازمت سے برخاستگی کے خلاف اپیلیں بھی دائر کیں جو کہ خارج کر دی گئیں۔

(ج) جز(ب) کے جواب میں وضاحت پیش کر دی گئی ہے۔

(د) چونکہ مذکورہ افراد کی اپیلیں P.S.T بھی خارج کر چکی ہے لہذا اس صورتحال میں ازسرنو تحقیقات کے لئے کسی قسم کے اقدامات نہیں کئے جا سکتے۔

گورنمنٹ کلیتہ البنات کالج برائے خواتین لیک روڈ لاہور کی اراضی پر ناجائز قبضہ

*3700 جناب محمد آجاسم شریف: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ کلیتہ البنات کالج برائے خواتین لیک روڈ لاہور کی اراضی پر ناجائز قابضین نے ایک پرائیویٹ کالج بنایا ہوا ہے؟

(ب) ایک سرکاری کالج کی دیوار کے ساتھ (وہ بھی سرکاری زمین پر) ایک پرائیویٹ کالج چلانے کی اجازت کس قانون اور اتھارٹی نے دی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پرائیویٹ کالج کی انتظامیہ نے محکمہ تعلیم کے افسران / اہلکاران سے ساز باز کر کے گورنمنٹ کلیتہ البنات کالج برائے خواتین کے ہال اور ہوسٹل کی عمارات پر قبضہ کیا ہوا ہے جس سے ہاسٹل میں رہائش پزیر طالبات کو سخت پریشانیوں کا سامنا ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ مسائل حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات بیان فرمائیں نیز ان افسران / اہلکاران کے خلاف ایکشن لینے کا بھی ارادہ رکھتی ہے جن کی نااہلی کی وجہ سے مذکورہ کالج کی طالبات / انتظامیہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) یہ درست نہ ہے کہ گورنمنٹ کلیتہ البنات کالج، لیک روڈ لاہور کی اراضی پر ایک پرائیویٹ کالج قائم ہے۔ البتہ اس احاطہ میں ایک جونیئر کیمبرج انگلش میڈیم پرائیویٹ سکول موجود ہے۔ یہ ادارہ مورخہ 01-09-1972 سے پہلے بھی موجود تھا، اس ادارے

کو احاطہ میں واقع باقی مندرجہ ذیل تین اداروں کے ساتھ قومی تحویل میں نہیں لیا گیا تھا:۔

1۔ گورنمنٹ کلیتہ البنات کالج، لیک روڈ لاہور
2۔ گورنمنٹ مدرستہ البنات ہائی سکول لاہور
3۔ گورنمنٹ جونیئر مدرستہ البنات سکول لاہور۔

(ب) یہ درست ہے کہ سرکاری کالج کی دیوار کے ساتھ ایک پرائیویٹ کالج بنایا گیا ہے تاہم گورنمنٹ کلیتہ البنات کالج، لیک روڈ، لاہور سے ملحقہ اراضی جو کہ محکمہ مال کے ریکارڈ کے مطابق ٹرسٹ رائے بہادر سوہن لال کی ملکیت ہے اس رقبہ پر پرائیویٹ انگلش میڈیم سکول کی انتظامیہ نے ایک کالج قائم کیا ہے اصل میں یہ رقبہ تعلیمی ادارے قومیائے جانے سے پہلے پرنسپل کلیتہ البنات کالج لاہور کی رہائش گاہ تھی۔
قومیائے جاتے وقت اس اراضی کا قبضہ محکمہ تعلیم کے سپرد نہیں کیا گیا مزید برآں محکمہ تعلیم نے اس پرائیویٹ کالج کو ابھی تک رجسٹرڈ نہیں کیا ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے اصل صورتحال اس طرح ہے کہ 15 لیک روڈ لاہور کے کیمپس پر واقع تمام ادارے مورخہ 1-9-1972 سے پہلے جونیئر کیمبرج انگلش میڈیم پرائیویٹ سکول کی انتظامیہ کے زیر نگرانی کام کر رہے تھے۔اس کیمپس میں واقع ہال اور ہاسٹل مشترکہ طور پر تمام ادارے ضرورت کے مطابق استعمال کرتے تھے لیکن جب مورخہ 1-9-1972 کو تین ادارے حکومت پنجاب نے اپنی تحویل میں لے لئے تو پرائیویٹ سکول کی انتظامیہ نے ہال اور ہاسٹل کا قبضہ گورنمنٹ کلیتہ البنات کالج کی انتظامیہ کے حوالے نہ کیا چونکہ قومیائے جانے کے وقت سے لے کر اب تک ہاسٹل گورنمنٹ کی تحویل میں نہیں ہے اس لئے وہاں کوئی طالبہ رہائش پذیر نہ ہے۔

(د) اصل صورتحال یہ ہے کہ خسرہ نمبر 2589 جو کہ 15۔لیک روڈ لاہور پر واقع ہے اس خسرہ کا کل رقبہ 32 کنال 8 مرلہ 214 مربع فٹ ہے۔ فرد ملکیت کے مطابق یہ ٹرسٹ سوہن لال کالج کی زمین ہے۔ محکمہ تعلیم کی کوششوں سے اس زمین کو کلیتہ البنات کالج کے نام منتقل بھی کرالیا تھا لیکن ہائیکورٹ نے 30-03-2000 سے محکمہ مال کے اس منتقلی کے آرڈر کو معطل کر رکھا ہے محکمہ تعلیم کی کوشش سے اس زمین کی نشاندہی کرائی گئی۔ نشاندہی کے مطابق تمام اداروں کے قبضہ میں زمین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

		مرلچ فٹ	مرلہ	کنال
1۔	گورنمنٹ کلیتہ البنات کالج	105	19	8
2۔	گورنمنٹ مدرستہ البنات ہائی سکول	46	1	6
3۔	جونیئر کیمبرج انگلش میڈیم پرائیویٹ سکول	51	2	12
4۔	گورنمنٹ جونیئر مدرستہ البنات سکول	74	4	5

محکمہ تعلیم ضلعی حکومت کی وساطت سے اس قطعہ زمین کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

لاہور میں ضم کردہ سکولوں کی تفصیل

*3746 **محترمہ فرح اقبال خان:** کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری2000 سے آج تک ضلع لاہور میں کتنے سکولوں کو ضم کیا گیا ان سکولوں کے نام اور جن سکولوں میں ضم کیا ان کے نام مع طالب علموں کی تعداد سکول وار فراہم کی جائے؟

(ب) کیا مذکورہ سکولوں کو ضم کرنے سے قبل ان کا سروے کیا گیا تھا تو سروے کرنے والے افسران واہلکاران کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) ان سکولوں کو ضم کرنے میں کیا طریق کار اختیار کیا گیا تھا؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سکولوں میں کافی سکول ایسے ہیں جن میں خواتین اساتذہ پڑھا رہی ہیں مگر مذکورہ سکولوں کو جن سکولوں میں ضم کیا گیا ہے ان میں مرد حضرات کام کرتے ہیں اور ان کے انچارج بھی مرد حضرات ہیں جس کی وجہ سے خواتین معلمات کو شدید مشکلات کا سامنا ہے؟

(ہ) کیا حکومت ایسے سکول جن میں خواتین معلمات پڑھا رہی ہیں ان کو سابق انتظامیہ کے حوالے کرنے یا پھر نزدیکی گرلز سکولوں میں ضم کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) یکم جنوری2000 سے 31۔ مئی2006 تک ضلع لاہور میں 184 سکول ضم کئے گئے ہیں تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سکولوں کو ضم کرنے سے پہلے ان سکولوں کا سروے کیا گیا تھا، سروے کرنے والے آفیسرز واہلکاروں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) خطرناک و کرائے کی عمارات اور طلبہ کی بہت کم تعداد والے سکولوں کو دوسرے سکولوں میں ضم کیا گیا اس طرح ایک طرف طلباء کو بہتر ماحول مہیا کیا گیا تو دوسری طرف خزانے پر کرایہ کی شکل میں ناجائز بوجھ کو ختم کیا گیا۔

(د) گرلز سکولوں کو صرف گرلز سکولوں میں ہی ضم کیا گیا ہے، کسی گرلز سکول کو کسی بوائز سکول میں ضم نہیں کیا گیا۔

(ہ) جواب جز(د) کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

ضلع سیالکوٹ میں پی ٹی سی ٹیچرز کی بطور لرننگ کوآرڈینیٹر پروموشن کی تفصیلات

*3758جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حال ہی میں سیالکوٹ میں چار پی۔ٹی۔سی مدرسین کی ترقی بطور لرننگ کوآرڈینیٹر کی گئی ہے۔ ترقی پانے والے افراد کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت نیز تاریخ تقرری بیان فرمائیں؟

(ب) کیا ان کی ترقی کے لئے امیدواران سے درخواستیں طلب کی گئی تھیں تو درخواست دینے والے امیدواران کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان فرمائیں؟

(ج) کیا اس کے لئے کوئی میرٹ بنایا گیا تھا؟

(د) اگر میرٹ اور درخواستیں طلب کئے بغیر مذکورہ مدرسین کو ترقی دی گئی ہے تو کیا حکومت ان افراد کے خلاف کوئی ایکشن لینے کا ارادہ رکھتی ہے جنہوں نے میرٹ سے ہٹ کر مذکورہ بالا غلط طریقہ سے ترقیاں کی ہیں۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف)

1۔ درست ہے کہ پی ٹی سی مدرسین کی پروموشن بطور لرننگ کوآرڈینیٹر سکیل نمبر 11 میں کی گئی ہے ان کی تعداد چار کی بجائے تیرہ ہے، ترقی پانے والے پی ٹی سی اساتذہ کو بذریعہ آرڈر نمبر3302/E-II مورخہ 14-11-2003، آرڈر نمبر3311/E-II

مورخہ 17-11-2003،آرڈر نمبر3379/E-II مورخہ 20-11-2003اور آرڈر نمبر3594/E-II مورخہ 12-12-2003 کے تحت بطور ایل سی ترقی دی گئی ہے۔

2۔ ترقی پانے والے اساتذہ کے کوائف مع عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور تاریخ تقرری فہرست(A) Annexایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) پی ٹی سی اساتذہ سے بذریعہ مراسلہ نمبر2740/E-II تاریخ02-10-2003 درخواستیں طلب کی گئی تھیں، قررہ تاریخ13-10-2003 تک چوبیس درخواستیں موصول ہوئیں جن کا میرٹ تیار کیا گیا، (B) Annexایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) مقررہ تاریخ13-10-2003 تک موصول ہونے والی درخواستوں سے میرٹ لسٹ تیار کی تھی،(C) Annexایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(د) پروموشن کے لئے درخواستیں بذریعہ مراسلہ نمبر2740/E-II مورخہ 02-10-03 کے تحت طلب کی گئیں اور ایک میرٹ لسٹ بھی تیار کی گئی اور اسی میرٹ لسٹ میں سے پہلے بارہ ٹیچرز کی پروموشن کر دی گئی تھی اور ایک ٹیچر کو جس کا نمبر میرٹ لسٹ میں18 تھا کو بھیdisable کی بناء پر ترقی دی گئی تھی لیکن گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبری SOR-III-2,46/99 مورخہ 26-05-2003 کو نظر انداز کرتے ہوئے پروموشن کمیٹی سے منظوری لئے بغیر ان ٹیچرز کی پروموشن سیاسی دباؤ کے تحت کر دی گئی بعد ازاں ان ترقیوں کے خلاف بہت سی شکایات موصول ہوئیں جن کی بناء پر سابق ڈی ای او نے بذریعہ آرڈر نمبر1276/E-II مورخہ 05-06-2004 کے تحت مذکورہ تیرہ مدرسین کے پروموشن آرڈرز منسوخ کر دیئے تھے،(D) Annexایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے نیز منسوخی آرڈر نمبری1276/-E-II مورخہ 05-06-2004 کے خلاف مذکورہ تیرہ لرننگ کوآرڈینیٹرز نےAppellant Authority کے پاس بحالی کی اپیلیں کی تھیں جن کو منظور کرتے ہوئے سابق ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر تعلیمات سیالکوٹ نے بذریعہ آرڈر نمبر5194/G-I مورخہ 16-07-2004 مذکورہ تیرہ لرننگ کوآرڈینیٹر کو بطور ایل سی بحال کر دیا تھا،(E) Annexایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

ضلع لاہور میں دوران پابندی تبادلے کرنے کا اختیار
اور کی گئی ٹرانسفرز کی تفصیلات

*3761چودھری عبدالغفور خان: کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ حکومت نے محکمہ میں ہر قسم کے تبادلہ جات پر پابندی لگا رکھی ہے مگراس کے باوجودD.C.Oلاہور تبادلہ جات کررہے ہیں؟

(ب) کیاD.C.Oلاہور کو تبادلہ جات کرنے کا اختیار ہے تو کس قاعدہ اور قانون کے تحت،اس کی نقل فراہم کی جائے نیز مذکورہ آفیسر کو کس گریڈ تک کے ملازمین کے تبادلے کرنے کا اختیار ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہD.C.Oلاہور نے اپنے اختیار کے برعکس مورخہ25 نومبر2003کو لاہور کے مختلف سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کے تبادلہ جات دوران بین کئے ہیں کیا حکومت اس غیر قانونی اور دوران بین تبادلے کرنے پرD.C.Oلاہور کے خلاف کارروائی کرنے اور یہ تبادلہ جات منسوخ کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) اگرچہ یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے تمام محکموں میں تبادلوں پر پابندی لگا رکھی ہے لیکن ڈی سی او لاہور نے جو تبادلے کئے ہیں ان سے متعلق جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے منظوری حاصل کی گئی ہے۔

(ب) رولز آف بزنس 2001 کے ضابطہ16 کے تحت ڈی سی او لاہور کو گریڈ11 سے18 کے ملازمین کے تبادلے کرنے کا اختیار ہے، مذکورہ ضابطہ درج ذیل ہے:۔

PART C SERVICE

16. Postings and Transfers

(1) The Authorities for postings and transfers of officers/ officials in the District shall be as follows:

THE PUNJAB GAZETTE (EXTRAORDINARY), AUGUST 21, 2001 1525

Category of Officers/ Officials		Authority
(i)	BS-19 and above excluding EDOs & District Officers	Zila Nazim
(ii)	BS-11 to BS-18	DCO
(iii)	BS-1 to BS 10	EDO

(2) The normal tenure of these posts shall be two years.

(ج) ڈی سی او لاہور نے 25۔نومبر 2003 کو لاہور کے مختلف سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کے تبادلے مجاز اتھارٹی سے ban کی Relaxation حاصل کرنے کے بعد کئے ہیں لہذا یہ تبادلے منسوخ کرنے یا ڈی سی او، لاہور کے خلاف کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔

کلیم شہید کالونی نمبر 1، فیصل آباد میں مڈل سکول کی اپ گریڈیشن

*3782 محترمہ کنول نسیم: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کلیم شہید کالونی نمبر 1 فیصل آباد میں لڑکیوں کے لئے صرف ایک مڈل سکول ہے جبکہ اس سکول کے ساتھ ملحقہ آبادیوں کی مجموعی آبادی تقریباً 50 ہزار نفوس پر مشتمل ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کلیم شہید کالونی میں واقع گورنمنٹ گرلز ایلیمنٹری مڈل سکول کی جگہ بھی کافی ہے اور بلڈنگ بھی جس میں نویں اور دسویں جماعت کی کلاسیں شروع ہو سکتیں ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول کو ہائی سکول کا درجہ دینے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔

(ب) اگرچہ یہ درست ہے کہ کلیم شہید کالونی میں واقع گورنمنٹ گرلز مڈل سکول کی زمین سکول کے موجودہ درجہ کے لحاظ سے تو کافی ہے لیکن یہ درست نہ ہے کہ اس سکول کی 12 کنال زمین اور اس پر تعمیر شدہ 9 کمرے ہائی سکول کی ضروریات کو پورا کر سکیں گے جس میں نہم اور دہم کی کلاسیں شروع کی جا سکیں کیونکہ مروجہ پیمانہ کے مطابق ہائی سکول کے لئے 16 کنال زمین درکار ہوتی ہے۔

(ج) چونکہ مذکورہ سکول کم زمین اور صرف ایک کلومیٹر پر پہلے سے موجود گورنمنٹ نیو ماڈل گرلز ہائی سکول صابری چوک کی بناء پر ہائی سکول کا درجہ دینے کے لئے مروجہ پیمانہ پر پورا نہیں اترتا لہذا اسے ہائی سکول کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

نصابی کتب کی غیر معیاری پرنٹنگ وعدم دستیابی اور حکومتی اقدامات

*3783 محترمہ کنول نسیم: کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 2001 تا 2003 پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے رجسٹرڈ کئے ہوئے، پرنٹرز، پبلشرز نے غیر معیاری کاغذ استعمال کیا اور نصابی کتب کا معیار بھی اچھا نہیں تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی اکثر جماعتوں کی کتب بھی اردو بازار سے نہیں ملتیں اور طالب علموں کو کتب نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان پرنٹرز/پبلشرز کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) یہ درست نہیں ہے سال 2001 تا 2003 میں اس امر کی کوئی شکایت نہ ملی ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے رجسٹرڈ کئے ہوئے پرنٹرز پبلشرز نے کوئی غیر معیاری کاغذ استعمال کیا۔ جہاں تک نصابی کتب کے معیار کا تعلق ہے یہ وفاقی حکومت کی منظوری حاصل کرنے کے بعد طبع کی گئی ہیں۔

(ب) یہ بھی درست نہ ہے کیونکہ مذکورہ عرصہ میں درسی کتب کی اردو بازار میں عدم دستیابی کی کوئی اطلاع نہ ملی ہے۔

(ج) چونکہ جزہائے بالا کے جواب اثبات میں نہ ہیں لہذا کسی پرنٹر/پبلشر کے خلاف کارروائی کا جواز پیدا نہ ہوتا ہے۔

ضلع لاہور میں پی۔ٹی۔سی ٹیچرز کی بطور لرننگ کوآرڈینیٹر ترقی کی تفصیل

*3795 محترمہ فرح اقبال خان: کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2001 سے آج تک ضلع لاہور میں کتنے پی۔ٹی۔سی ٹیچرز کو بطور لرننگ کوآرڈینیٹر ترقی دی گئی ہے۔ ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، تاریخ تقرری اور

موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیالرننگ کوآرڈینیٹر کی ترقی سے قبل ضلع بھر کے پی۔ٹی۔سی ٹیچروں سے ترقی کے لئے درخواستیں موصول کی گئی تھیں یہ درخواستیں کس تاریخ کو موصول کی گئیں اور درخواستیں جمع کروانے والے ٹیچروں کے نام، عہدہ، گریڈ، تاریخ تقرری اور تعلیمی قابلیت بیان فرمائیں؟

(ج) کیاان لرننگ کوآرڈینیٹرز کی ترقی کے لئے کوئی محکمانہ کمیٹی تشکیل دی گئی تھی تواس کمیٹی میں شامل افسران کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) کیاان لرننگ کوآرڈینیٹرز کی ترقی کے وقت میرٹ لسٹ بنائی گئی تھی تو میرٹ لسٹ فراہم کریں؟

(ہ) کتنے پی ٹی سی ٹیچرز کو بغیر میرٹ کے بطور لرننگ کوآرڈینیٹر پروموشن دی گئی۔ان کے نام، گریڈ، عہدہ، تعلیمی قابلیت اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(و) کیاحکومت بغیر میرٹ ترقی دینے والے افسران کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کو تیار ہے،اگر نہیں تواس کی وجوہات کیاہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) یکم جنوری2001 سے آج تک ضلع لاہور میں 16پی ٹی سی ٹیچرز کو بطور لرننگ کوآرڈینیٹر ترقی دی گئی ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت کی فہرست مع موجودہ جگہ تعیناتی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع لاہور میں درخواستیں ڈی ای او (ایلیمنٹری مردانہ)لاہور سٹی نے مورخہ 25-05-2001اور ڈی ای او (زنانہ)لاہور کینٹ نے مورخہ 27-05-2001اور 25-12-2001 کو طلب کیں کیونکہ وہ پی ٹی سی کی Appointing Authority ہیں۔درخواستیں جمع کروانے والے ٹیچروں کے نام، عہدہ، گریڈ،تاریخ تقرری اور تعلیمی قابلیت کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع لاہور میں لرننگ کوآرڈینیٹر کی ترقی کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں،ان کمیٹیوں میں شامل افسران کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ

دی گئی ہے۔

(د) باقاعدہ میرٹ لسٹیں بنائی گئیں جن کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) بغیر میرٹ کوئی ترقی نہ کی گئی۔

(و) جز(ہ) کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

دسمبر 2005 کے دوران اساتذہ کی ٹرانسفرز سے متعلقہ تفصیل

447 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے محکمہ تعلیم میں ٹرانسفرز پر دسمبر 2005 میں پابندی اٹھائی تھی تو کس تاریخ سے کس تاریخ تک پابندی اٹھائی گئی تھی نیز یہ پابندی کس اتھارٹی نے لگائی تھی اور کس اتھارٹی نے ٹرانسفر سے پابندی اٹھائی آرڈرز کی نقل فراہم کی جائے؟

(ب) دسمبر 2005 کے دوران جن اساتذہ کے تبادلے کئے گئے ان کی تفصیل ضلع وار دی جائے؟

(ج) ضلع لاہور اور نارووال میں جن اساتذہ کے تبادلے کئے گئے ان کے نام، پتاجات، گریڈ، عہدہ، موجودہ اور سابقہ جگہ تعیناتی کی تفصیل دی جائے؟

(د) ان میں سے کتنے تبادلے وزیر اعلیٰ کے ڈائریکٹو پر اور کتنے وزیر تعلیم کے احکامات پر ہوئے؟

وزیر تعلیم:

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت نے محکمہ تعلیم میں ٹرانسفرز پر سے پابندی 16۔دسمبر 2005 سے 31۔دسمبر 2005 تک اٹھائی تھی، یہ پابندی وزیر اعلیٰ پنجاب نے لگائی تھی اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے ہی ٹرانسفر پر سے پابندی اٹھالی تھی، آرڈرز کی نقل (Annex-A) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ڈائریکٹوریٹ آف پبلک انسٹرکشن سیکنڈری ایجوکیشن پنجاب نے 86 اساتذہ کی خدمات متعلقہ DCO کی disposal پر دی، تفصیل (Annex B) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع نارووال میں ڈائریکٹوریٹ آف پبلک انسٹرکشن (سیکنڈری ایجوکیشن) پنجاب کی طرف سے کسی بھی استاد کی خدمات یا ٹرانسفر نہیں کی گئی، ضلع لاہور میں جن اساتذہ کی خدمات DCO کی disposal پر دی گئی تھیں، ان کی تفصیل (Annexure-C) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) وزیر اعلیٰ پنجاب کے ڈائریکٹو پر 77 اساتذہ کی خدمات متعلقہ DCO کی disposal پر دی گئی ہیں جبکہ وزیر تعلیم کی طرف سے اساتذہ کے ٹرانسفر کے سلسلہ میں کوئی بھی ڈائریکٹو وصول نہیں ہوا ہے۔

ای ڈی او ایجوکیشن کی پوسٹوں پر جونیئر آفیسرز کی تعیناتی

460 جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے نئے ضلعی نظام کے تحت تمام اضلاع میں ای ڈی او (ایجوکیشن) کی اسامیاں create کی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ تعلیم میں اضلاع کی سطح پر ای ڈی او (ایجوکیشن) کے ماتحت D.E.O کی اسامیاں بھی ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبہ کے زیادہ تر اضلاع میں ای ڈی او (ایجوکیشن) کی اسامیوں پر کام کرنے والے افسران اپنے ماتحت D.E.O کی اسامیوں پر کام کرنے والے افسران سے سروس، عہدہ اور گریڈ کے لحاظ سے جونیئر ہونے کے باوجود سینئر اسامیوں پر کام کر رہے ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ جونیئر آفیسرز کے ای۔ڈی۔او کی اسامیوں پر کام کرنے کی وجہ سے سینئر آفیسرز میں embarrassment پایا جاتا ہے؟

(ہ) کیا حکومت جونیئر آفیسرز کو ان اسامیوں سے ہٹانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ محکمہ تعلیم میں اضلاع کی سطح پر ای ڈی او (ایجوکیشن) کے ماتحت D.E.O کی اسامیاں بھی ہیں۔

(ج) تقریباً90فیصد اضلاع میں ای ڈی او (ایجوکیشن) کے طور پر کام کرنے والے افسران اپنے ماتحتDEOs سے سینئر ہیں، کہیں ایک آدھ جگہ پر اگر ایسا ہوا ہے تو وہ صرف کارکردگی کی بناء پر ہوا ہے اور ایسے جونیئر آفیسران کا کام سینئر کے مقابلے میں زیادہ تسلی بخش ہے۔

(د) افسران کی کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ ایسا کوئی تاثر موجود نہ ہے۔

(ہ) حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ تمام اضلاع میں سینارٹی کی بنا پر ہی(EDO(Edu تعینات کئے جائیں۔

پی پی۔156 لاہور کے بوائز ہائی سکولوں سے متعلقہ تفصیلات

465 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پی پی۔156 لاہور میں کتنے بوائز ہائی سکول ہیں ان کے نام اور جگہ کی تفصیل دی جائے؟

(ب) ان سکولوں میں تعینات ہیڈ ماسٹرز، ڈپٹی ہیڈ ماسٹرز اور کلرکوں کے نام، عہدہ، گریڈ اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل دی جائے؟

(ج) ان سکولوں کو مالی سال 05-2004 اور 06-2005 کے دوران کتنے فنڈز فراہم کئے تھے، تفصیل سکول وار فراہم کی جائے؟

(د) ان سکولوں میں تعینات کتنے ہیڈ ماسٹرز، ڈپٹی ہیڈ ماسٹرز اور کلرکوں کے خلاف محکمہ تعلیم انکوائریاں کس کس بناء پر کر رہا ہے ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(ہ) کیا حکومت ان سکولوں میں عرصہ دراز سے تعینات ہیڈ ماسٹرز، ڈپٹی ہیڈ ماسٹرز اور کلرکوں کو دوسرے سکولوں میں ٹرانسفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) پی پی۔156 میں 5 بوائز سکولز ہیں جن کے نام اور جگہ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

	نام سکول	کنال	مرلہ	ریمارکس
1۔	گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول لاہور کینٹ	7	8	--
2۔	گورنمنٹ طارق ہائی سکول لاہور کینٹ	2	-	کرایہ کی عمارت
3۔	گورنمنٹ گلبرگ ہائی سکول لاہور کینٹ	21	-	-
4۔	گورنمنٹ ہائی سکول والٹن لاہور	1	-	جگہ سکول کی ملکیت نہیں
5۔	گورنمنٹ مسلم ہائی سکول لاہور کینٹ	40	2	-

(ب)

	نام سکول	نام	عہدہ	گریڈ	عرصہ تعیناتی
1۔	گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول لاہور کینٹ	نور احمد راؤ	سینئر ہیڈ ماسٹر	19	18-06-05
		محمد اسلام	ڈپٹی ہیڈ ماسٹر	17	07-02-06
		محمد یاسین	کلرک	05	04-12-99
2۔	گورنمنٹ طارق ہائی سکول لاہور کینٹ	رانا عطاء محمد	سینئر ہیڈ ماسٹر	18	28-02-04
		محمد عبداللہ	کلرک	05	04-12-99
3۔	گورنمنٹ گلبرگ ہائی سکول لاہور کینٹ	سید شبیر حسین شاہ	سینئر ہیڈ ماسٹر	19	03-04-04
		محمد رفیق عتیق	ڈپٹی ہیڈ ماسٹر	17	04-04-01
		مغیس انجم	کلرک	05	01-06-86
4۔	گورنمنٹ ہائی سکول والٹن لاہور	حاجی فریاد خان	سینئر ہیڈ ماسٹر	19	25-01-05
		ریاض حسین	ڈپٹی ہیڈ ماسٹر	18	28-01-01
		محمد شبیر	کلرک	05	18-01-06
5۔	گورنمنٹ مسلم ہائی سکول لاہور کینٹ	اصغر علی شاہ	سینئر ہیڈ ماسٹر	18	09-12-03
		عبدالوحید	کلرک	05	24-11-98

(ج) مذکورہ سکولوں کو سال 05-2004 اور سال 06-2005 میں تعمیر و مرمت وغیرہ کے لئے فنڈز نہیں دیئے گئے۔

(د) مذکورہ سکولوں کے کسی ہیڈ ماسٹر، ڈپٹی ہیڈ ماسٹر اور کلرک کے خلاف کوئی محکمانہ انکوائری نہ ہے۔

(ہ) کیونکہ کسی ہیڈ ماسٹر، ڈپٹی ہیڈ ماسٹر اور کلرک کے خلاف کوئی شکایت نہ ہے۔

نئے امتحانی نظام و تعلیمی سال سے پیدا ہونے والے متوقع مسائل

472 محترمہ پروین مسعود بھٹی: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ حکومت نے نئے امتحانی نظام کے تحت اب مئی کے مہینے میں امتحان لینے اور ستمبر سے تعلیمی سال شروع کرنے کے لئے آرڈر جاری کئے ہیں؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ مئی کے امتحان کے بعد بچوں کو گرمیوں کی تین ماہ کی چھٹیاں ہو جائیں گی؟

(ج) کیایہ بھی درست ہے کہ چھٹیوں کے دوران بچوں کو ہوم ورک بھی نہ دینے کا حکم جاری کیا گیا ہے؟

(د) کیایہ بھی درست ہے کہ ان چھٹیوں کے دوران بچوں کو ہوم ورک نہ دینے سے بچے برائیوں کی طرف مائل ہونگے؟

(ہ) کیاحکومت سابقہ امتحانی نظام بحال کرنے اور چھٹیوں کے دوران بچوں کو ہوم ورک دینے کاارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔

(ب) محکمہ تعلیم حکومت پنجاب نے موسم گرما کی سالانہ چھٹیوں کا 5۔جون2006تا 28۔اگست2006اعلان کیا ہے۔

(ج) درست نہیں، بچوں کو ہوم ورک دیا گیا ہے، جو باقاعدہ پروفیشنل ڈائریکٹوریٹ اور ضلعی دفاتر کے نوٹس میں ہے۔

(د) درست نہ ہے۔

(ہ) سابقہ امتحانی نظام کو بحال کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔ محکمہ تعلیم نے بچوں کو چھٹیوں کے دوران ہوم ورک دیا ہے۔

سیالکوٹ میں جنوری2003تاحال، محکمہ تعلیم کو منتقل سکولوں کے ریٹائرڈ ملازمین کی تفصیل

479جناب ارشد محمود بگو: کیاوزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری2003 سے آج تک ضلع سیالکوٹ میں سابق بلدیاتی اداروں کے سکول جو کہ اب محکمہ تعلیم کے handover ہو چکے ہیں کے جو ملازمین ریٹائر ہوئے، ان کے نام،

عہدہ، گریڈ، ولدیت اور سکول کی تفصیل دی جائے؟

(ب) ان میں سے کتنے ملازمین کو پنشن اور دیگر واجبات کی ادائیگی کر دی گئی ہے جن ملازمین کو پنشن اور دیگر واجبات کی ادائیگی نہ ہوئی ہے، ان کے نام، پتاجات، ولدیت، گریڈ اور اسامی کی تفصیل دی جائے؟

(ج) جن ملازمین کو ابھی تک پنشن اور دیگر واجبات کی ادائیگی نہ ہوئی ہے اس کی وجوہات کیا ہیں نیز ان کو ان واجبات کی ادائیگی کروانے کا ذمہ دار افسر کون ہے؟

(د) کیا حکومت ایسے ملازمین جن کو ابھی تک پنشن کی ادائیگی نہ ہوئی ہے ان کو یہ ادائیگی کروانے کا ارادہ جلد از جلد رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) ضلع بھر میں 21 بلدیاتی اداروں کے ملازمین ریٹائر ہوئے ہیں زنانہ مدارس کے جو ملازمین ریٹائر ہوئے ان کی تعداد گیارہ ہے اور مردانہ مدارس کے جو ملازمین ریٹائر ہوئے ان کی تعداد دس ہے۔ نام، عہدہ، گریڈ، ولدیت اور سکول کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مندرجہ بالا گیارہ میں سے سات خواتین بلدیاتی ملازمین کو جملہ واجبات کی ادائیگی ہو چکی ہے، چودہ ملازمین دس مردانہ اور چار زنانہ کو تاحال ادائیگی نہ ہوئی ہے جن کے نام، عہدہ، گریڈ، ولدیت اور سکول کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) چودہ بلدیاتی ملازمین مردانہ /زنانہ کے پنشن کیس زیر تکمیل ہیں ان کی مجاز اتھارٹی DCO (Sialkot) ہے، واجبات کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ متعلقہ نوٹیفکیشن کا دیر سے وصول ہونا اور مجاز اتھارٹی کی طرف سے تحفظات کا ابہام تھا کوشش کی جارہی ہے کہ واجبات کی ادائیگی ہو جائے۔

(د) ان کو جلد ادائیگی کروانے کی کوشش کی جارہی ہے، مجاز اتھارٹی کے تحفظات کو دور کروانے کے بعد پنشن ادا کر دی جائے گی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب! فرمائیں۔

پوائنٹ آف آرڈر
پرائیویٹ سکولوں سے سوشل سکیورٹی ٹیکس کی وصولی

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ہمارے پنجاب میں جو پرائیویٹ سکولز ہیں یہ تعلیم کی ترویج کے لئے بہت اہم خدمات سرانجام دے رہے ہیں لیکن صورتحال یہ ہے کہ جب یہ سکول قائم ہو جاتے ہیں تو مختلف محکمے ان کو تنگ کرنے کے لئے آ جاتے ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ بہاولپور ارسلین پبلک سکول، رائل کیڈٹ پبلک سکول، لیڈر پبلک سکول، پائنیز ہائی سکول، ہولی فلاور پبلک سکولز ہیں اور اسی طرح کے دوسرے بڑے اچھے سکول ہیں جو بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں لیکن محکمہ محنت نے سوشل سکیورٹی کے تحت ان کے خلاف ڈنڈا اٹھایا ہوا ہے اور وہ سوشل سکیورٹی ٹیکس ان سے وصول کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! دو سال پہلے اسی حوالے سے میں نے وزیر محنت جناب اختر رضوی صاحب سے بات کی تو انہوں نے ٹیلی فون پر ڈائریکٹر سوشل سکیورٹی بہاولپور سے بڑی سختی سے بات کی کہ اس قسم کی کوئی شکایت مجھے نہیں آنی چاہئے اور خبردار! آپ لوگوں نے یہ ٹیکس وصول نہیں کرنا لیکن اب دوبارہ وہی سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے اور ان سکولوں کو وہ approach کر رہے ہیں اور ان کو تنگ کر رہے ہیں، ان کا ناطقہ بند کر رہے ہیں، ان کے خلاف عدالتوں میں کیسز بنانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں میری التماس ہے کہ وزیر تعلیم صاحب تعلیم کے ذمہ دار ہیں اور محکمہ محنت کی طرف سے جو اس قسم کا ڈانڈ پرائیویٹ سکولوں پر آ رہا ہے براہ مہربانی! یہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں اور وزیر محنت اور وزیر تعلیم بیٹھ کر متعلقہ سیکرٹری صاحبان کو ساتھ بٹھا کر اس کا کوئی حل نکالیں اور اس طرح پرائیویٹ سیکٹر میں جو اچھے سکول ہیں ان پر یہ جو ناجائز سوشل سکیورٹی ٹیکس کی تلوار لٹکائی جا رہی ہے اس کو waive off کریں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں نے ان کی بات سنی ہے۔ چیمبر میں بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب سے discuss کر لیں گے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! Point of personal explanation

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

روزنامہ ''جنگ''اور جیوٹی وی کی طرف سے وزیر کالونیز
جناب مناظر حسین رانجھا کے گھر پر فائرنگ کی غلط خبر کی اشاعت

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ روزنامہ جنگ مورخہ 27۔جون 2006 میں ایک خبر میرے حوالے سے چھپی ہے۔ خبر یہ ہے کہ سرگودھا میں صوبائی وزیر مناظر رانجھا کے گھر پر فائرنگ، دو محافظ زخمی ایک گن مین کی حالت تشویشناک ہے۔ نامعلوم ملزموں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ میں آپ کی اجازت سے تفصیل پڑھنا چاہوں گا جس میں اصل بات جو میں کرنا چاہتا ہوں وہ آپ کی سمجھ میں آ جائے گی۔ تفصیل کچھ یوں ہے کہ سرگودھا میں صوبائی وزیر کالونیز میاں مناظر رانجھا کی رہائش گاہ پر مسلح افراد کی جدید ہتھیاروں سے فائرنگ کے نتیجہ میں صوبائی وزیر کے دو محافظ زخمی ہو گئے وزیر کے گھر سے آدھے گھنٹے تک جوابی فائرنگ کی جاتی رہی۔ پولیس کی بھاری نفری کی موجودگی میں حملہ آور فرار ہو گئے۔ نامعلوم ملزموں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق صدر ٹاؤن میں رحمت اللعالمین پارک سے ملحقہ صوبائی وزیر مناظر رانجھا کی رہائش گاہ پر گزشتہ شب بارہ بجے کے قریب پمپ ایکشن سمیت جدید ہتھیاروں سے مسلح افراد نے اندھا دھند فائرنگ کر دی جس کی زد میں آ کر صوبائی وزیر کے دو گن مین محمد اکرم اور صابر حسین شدید زخمی ہو گئے جن میں سے محمد اکرم کی حالت انتہائی تشویشناک ہے۔ دونوں اطراف سے فائرنگ کے تبادلہ میں علاقہ بھر میں خوف وہراس پھیل گیا۔ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر سرگودھا مبارک احمد نے جنگ سے گفتگو کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ گزشتہ شب مسلح افراد صوبائی وزیر مناظر رانجھا کی رہائش گاہ پر حملہ آور نہیں ہوئے بلکہ ان کی رہائش گاہ کے قریب واقعہ رحمت اللعالمین پارک میں مناظر علی رانجھا کے صاحبزادے ضلعی نائب ناظم میاں سلطان علی رانجھا کے گن مین اکرم اور صابر علی وغیرہ سیر کر رہے تھے کہ ان کا ایک گروپ کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور پارک کے باہر فائرنگ ہوئی جس سے سلطان علی رانجھا کے دو گن مین زخمی ہو گئے انہوں نے اس غلط اطلاع کو غلط قرار دیا کہ حملہ آور۔۔۔

میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سرگودھا کے حوالے سے، میرے گھر کے حوالے سے یہ خبر اخبار میں شائع ہوئی، چونکہ جنگ اخبار ہے اس کی عوامی سطح پر پذیرائی بھی ہے بہت سارے لوگوں نے خبر شائع ہونے کے بعد فون کے ذریعے اور کچھ دوستوں نے میرے گھر آ کر تشویش کا اظہار کیا کہ کیا واقعہ ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے؟

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس خبر کے اندر ہی ڈی پی او سرگودھا کی طرف سے اور میرے بیٹے نائب ضلع ناظم سلطان رانجھا کی طرف سے یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ ہمارے گھر پر کسی نے فائرنگ نہیں کی۔ فائرنگ جو ہوئی ہے وہ رحمت اللعالمین پارک میں ہوئی وہاں پر ہمارے دو بندے نا معلوم افراد کی فائرنگ سے مضروب ضرور ہوئے ہیں اور اب اللہ کے فضل و کرم سے وہ صحت مند ہیں تو یہ خبر نہ صرف جنگ اخبار میں آئی ہے بلکہ جیو ٹی وی پر بھی اس کی سلائیڈ چلائی گئی ہے۔ میری آپ کی وساطت سے معزز اخباری بھائیوں سے یہ درخواست ہے کہ خدارا! اس قسم کی خبر کو شائع کرنے سے پہلے کم از کم اس کی تصدیق تو کر لیا کریں اور اس خبر میں خود اخباری نمائندہ تسلیم کر رہا ہے کہ ڈی پی او سرگودھا سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے کہ مناظر علی رانجھا کے گھر پر فائرنگ کسی نے نہیں کی بلکہ واقعہ رحمت اللعالمین پارک میں ہوا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ جب اس بندے کو پتا بھی چل گیا کہ اصل واقعات یہ ہیں تو اتنی بڑی شہ سرخی کے ساتھ جنگ اخبار کے front page پر یہ خبر آئی ہے اور جیو نیوز پر اس کی سلائیڈ چلی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ذہنی طور پر پریشان کر کے، میرے عزیزوں، دوستوں کو پریشان کرنے سے اس کو کیا فائدہ مل گیا ہے اور مجھے لاہور سے ٹیلی فون آئے کہ کیا وقوعہ ہوا ہے اور آج جب میں اسمبلی آیا تو یہاں بھی لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا واقعہ ہوا ہے؟ اگر آپ کو بندوقوں کی ضرورت ہے یا اسلحہ کی ضرورت ہے تو ہم حاضر ہیں تو میں صرف عرض یہ کرنی چاہتا ہوں کہ ان سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے لیکن پریس کے دوستوں، خبر دینے والوں اور خبر چھاپنے والوں سے بھی یہ درخواست ہے اور خبر کے اندر یہ سب کچھ موجود ہے کہ اس خبر کے اندر کوئی صداقت نہیں ہے۔ جب یہ سب کچھ معلوم ہے تو پھر بھی خبر شہ سرخی کے ساتھ شائع کر دی گئی ہے۔ میری اپنے معزز صحافی بھائیوں سے درخواست ہے کہ خدارا! ہمیں بھی آپ انسان سمجھیں، وزیر بن جانا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اپنی محنت کے بل بوتے اور اپنی کوششوں کی وجہ سے ہم سیاست میں موجود ہیں۔ ہر انسان کی ایک اپنی عزت ہوتی ہے اور اس کی انا ہوتی ہے، معاشرے کے اندر یا اپنے علاقے میں، اپنے حلقے میں ایک مقام ہوتا ہے۔ خدارا! خبر چھاپنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیا کریں کہ اس خبر کی وجہ سے اس خاندان کے ساتھ اور اس خاندان کے جاننے والوں کے ساتھ اور اس کے عزیز و اقارب کے حال پر کیا گزرے گی؟ جب یہ خبر دے دی جائے کہ فلاں

کے گھر پر حملہ ہوا۔آدھے گھنٹے تک فائرنگ ہوتی رہی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حملہ آوروں میں ہمارا وہ نامہ نگار بھی شامل تھا کہ جس کو پتا تھا کہ جدید ساخت کا اسلحہ استعمال ہو رہا ہے اور آمنے سامنے سے فائرنگ ہو رہی ہے۔ایک سنگل فائر ہمارے گھر سے ہوا اور نہ ہی ان لوگوں نے مقابلے میں کیا ہے۔ان حملہ آوروں کی کوئی دشمنی بھی نہیں ہے اور ہماری بھی کسی کے ساتھ دشمنی نہیں ہے۔وہ جس طرح کہ اچانک واقعہ ہو جاتا ہے، ہو گیا ہے پارک کے اندر واقعہ ہوا ہے اور ہم نے اس کی ایف آئی آر درج کروادی ہے۔سب کچھ جاننے کے باوجود صرف میری ذات یا میرے خاندان کو پریشان کرنے کے لئے انہوں نے اتنی بڑی خبر چلادی تو میری آپ کی وساطت سے معزز دوستوں سے درخواست ہے کہ خدارا!ہمیں بھی انسان سمجھیں، ہم بھی انسان ہیں، معاشرے کے ایک فرد ہیں اس لئے ہماری بھی عزت کی جائے۔آپ کو سوئی کی نوک سے بھی تھوڑی سی درد ہو تو آپ بائیکاٹ کر جاتے ہیں۔آپ اس معاملے کو ساری دنیا کے اندر اچھالتے ہیں۔کیا ہم لوگوں کی عزت نہیں ہے، کیا ہمارا کوئی مقام نہیں ہے؟ایک سچی خبر کا پتا ہونے کے باوجود نہ صرف وہ خبر دے دی جائے بلکہ اس کو چھاپ دیا جائے، جیو نیوز پر چلادیا جائے، ہمیں آپ انسان نہیں سمجھتے؟صرف میری آپ سے یہی درخواست ہے کہ آپ مہربانی فرمائیں کیونکہ آپ اس House کے Custodian ہیں، ہماری عزت، ہماری ناموس کی آپ حفاظت کرنے والے ہیں لہذا آپ سے درخواست ہے اور آپ کی وساطت سے ان سے درخواست ہے کہ خدارا!اپنے رویے میں تھوڑی سی مثبت change لائیں۔بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ کی اس وضاحت کے بعد اوپر بیٹھے پریس کے دوست اس کی تصحیح کر دیں گے اور آئندہ کے لئے اپنے اس نمائندے کو بھی ڈائریکشن دیں گے کہ اگر انہیں غلط فہمی ہوئی ہے تو اس کی درستی کریں اور اس کی وضاحت کر دیں۔میں اس معاملے میں خصوصاً آپ کو بھی مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحمت کی ہے۔یہ خبر غلط اور جھوٹی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!شیخ علاؤالدین صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں پچھلے اجلاس میں انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کی اڑھائی ہزار کنال زمین پر ایک پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی بنانے کے

بارے میں ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی جس کے بارے میں معزز وزیر تعلیم نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اگلے سیشن میں اس پر بات کریں گے اور اس کا تفصیلی جواب دیں گے۔اس بارے میں مہربانی فرما کر بتادیں کہ کب بات ہو گی اور میں شیخ علاؤالدین صاحب سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ بھی اپنی بڑی اہم نوعیت کی تحریک التوائے کار پر صوبائی وزیر تعلیم کی توجہ ضرور دلائیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ میں تحاریک التوائے کار شروع کرلوں۔پہلی تحریک التوائے کار سید احسان اللہ وقاص صاحب کی نمبر376 ہے جو کہ pending ہو گئی ہے۔ اگلی تحریک نمبر537 راناثناء اللہ خان، ارشد محمود بگو، شیخ اعجاز احمد اور دیگر معزز ارکان کی جانب سے پیش ہو چکی ہے اور آج تک pending تھی۔

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے وائس چانسلر کو کروڑوں روپے کی کرپشن کے باوجود تبدیل نہ کرنا

(۔۔۔جاری)

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اس تحریک کا نمبر537 ہے۔یہ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کے وائس چانسلر سے متعلق ہے اور اس کا جواب وزیر تعلیم نے دینا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر فار ایجوکیشن!

وزیر تعلیم: شکریہ۔جناب سپیکر!تھوڑا سا جواب میں پڑھ دیتا ہوں پھر اس کے بعد اس کی انکوائری وغیرہ اور current situation کے بارے میں زبانی بتاؤں گا۔

جناب سپیکر!جواب میں یہ عرض ہے کہ گورنر پنجاب جو کہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے چانسلر بھی ہیں، نے اس واقعہ کی حقیقت کو جاننے کے لئے ایک ذمہ دار آفیسر سے انکوائری کروائی۔ دوران انکوائری ہر پہلو کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور تمام متعلقہ افراد کے بیانات قلمبند کئے گئے۔بیانات کی روشنی میں وائس چانسلر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد پر لگائے گئے اخلاقی الزامات کی تصدیق نہ ہو سکی۔رپورٹ کی کاپی لف ہے۔مروجہ قوانین کے مطابق یونیورسٹی کا آڈٹ ہر سال باقاعدگی سے ہو رہا ہے۔محکمہ ہذا مالی امور کے ضوابط کی پابندی کی خاطر رواں مالی سال آڈٹ بھی کروائے گا۔

جناب سپیکر!آپ کی اجازت سے میں معزز محرک کی خدمت میں یہ پیش کروں گا کہ جب یہ خبر اخباروں میں آئی تو اس سے کافی زیادہunrestیہاں پر ڈیپارٹمنٹ میں بھیcreateہوا اور اس کو ایک دم ہم نے اس کیcognizanceلینا شروع کی تو یہ طے پایا گیا کہ چانسلر ایک ذمہ دار شخص کی سربراہی میں انکوائری ٹیم بنادیں اور ایڈیشنل سیکرٹری گورنر ہاؤس ڈاکٹر احمد کمال خان وہاں پر کیمپس میں گئے اور ہر سیکشن اور ہر سیکٹر سے وہاں پر ملاقات کی۔ وہ فیکلٹیز بھی جا کر ملے، وہ ایڈمنسٹریٹر سے جا کر ملے، والدین سے بھی جا کر انہوں نے ملاقات کی اور الزام لگانے والی بچی سے بھی ملاقات کی اور اس ہاسٹل کے وارڈن سے بھی تفتیش کی جہاں بچی رہتی ہے اور پھر بچی کی کلاس فیلوز اور کولیگ سے بھی جا کر بات کی اور بچی کے بھائی سے ملاقات کی اور اس کے بعد بڑی ہی تفصیلی رپورٹ جو کہ پانچ، دس صفحات پر مشتمل ہے میرے پاس یہاں پر موجود ہے اور اگر آپ چاہیں تو میں اس کو پڑھ بھی سکتا ہوں۔

جناب سپیکر! Fact finding of the incident occurring in the Government College University Faisalabad on 24-05-2006کے بارے میں ایک پوری تفصیلی رپورٹ دے دی گئی ہے۔ ہم کوشش یہ کرتے ہیں کہ ایسے معاملات کیمپس میںoccurنہ ہوں اور اس قسم کے اداروں کیreputationبڑی مشکل سے بنتی ہے اور اسے کھونے میں صرف تھوڑا ہی ٹائم لگتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ بچی جس کا نام گل افشاں ہے یہ Lawکی طالبہ ہے جو کہ خدیجہ ہاسٹل کے روم نمبر6 میں رہتی تھی اور ڈی پی او کے پاس بھی جا کر ملاقات کی گئی اور اس سے پوچھا گیا کہ بتائیے کہ واقعات کیا ہیں اور ساری تفتیش کی گئی۔To cut it short پتا یہ چلا کہ as suchکوئی ایسا حادثہ نہیں ہوا۔ یہ بچی خود چل کر وائس چانسلر کے دفتر میں گئی اور انہوں نے change of roomکے لئےrequestکی اور پھر نکلتے ساتھ ہی انہوں نے ڈی پی او کو ایک درخواست دے دی کہ انہوں نے مجھےharassmentکی کوشش کی یا مجھ سے تھوڑا سامisbehaveکرنے کی کوشش کی اور پھر ان کے ایک سٹوڈنٹ کولیگ نے علاقہ کے ایم این اے کو درخواست دے دی اور پھر یہ معاملہ تھوڑا ساpoliticalبن گیا اور پھر وہاں پر سٹوڈنٹس اکٹھے ہو گئے لیکن اگر اب آپ وہاں کیمپس میں جائیں تو آپ کو کوئیunrest situationنہیں ملے گی اور بچی کی initial demandجو تھی یعنیchange of roomوہ بھی وائس چانسلر نے کر دی ہے۔ میں نے ذاتی

طور پر بھی وائس چانسلر کو بلایا اور انکوائری ٹیم کے ممبر جو ہیڈ کر رہے تھے جناب ڈاکٹر احمد کمال سے بھی میں نے بات کی اور پولیس والوں سے بھی میں نے خود بات کی کیونکہ یہ بہت sensitive معاملہ تھا ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ بچیاں جو امانتاً ہمارے اداروں میں رہتی ہیں وہاں آکر پڑھتی ہیں اور خاص طور پر یونیورسٹی سیکٹر میں اس قسم کے معاملات بالکل نہ ہوں لیکن تفتیش کے بعد پتا یہ چلا کہ وہاں پر کوئی ایسا معاملہ پیش نہیں آیا پھر ہم نے تمام faculties اور تمام Deans اور تمام ٹیچرز سے ملاقات کی ہم نے ان کی بھی رپورٹ لی جو اس وقت میرے پاس ہے۔ میں اس میں mover کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ آپ نے نشاندہی بالکل صحیح کی ہے جو آپ نے اخبارات کے ذریعے پڑھ کر یہاں پر Adjournment Motion کے حوالے سے پیش کی۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے mover کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ایک تو یہ specific incident ہے جس کا ہم نے نوٹس لیا اور ساری ہم نے تفتیش کی لیکن اس کے علاوہ as a whole خدانخواستہ ایسے حالات ہوں یا ہمارا کوئی بھی گورنمنٹ آفیسر کسی بھی irregularity میں شامل ہو تو ہم اس کو بالکل نہیں چھوڑیں گے اور جو بھی rules and procedures ہیں اس کے مطابق سزا بھی دیں گے اور جو ہمارا قانون قاعدہ ہے اس کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے۔

میری آپ کے ذریعے mover سے یہ استدعا ہے کہ انہوں نے ایک اہم واقعہ کی نشاندہی کی اور Adjournment Motion یہاں آئی ان کی Adjournment Motion دائر ہونے سے پہلے ہی ہم نے پوری انکوائری کی اس لئے میری honourable member سے یہ گزارش ہو گی کہ اس کے بارے میں وہ مجھ پر یقین رکھیں کہ جو بھی انکوائری ہے یا جو بھی ہم نے take up کیا ہے اس میں نہ تو ہم ظلم ہونے دیں گے اور نہ ہی کسی سٹوڈنٹ سے زیادتی ہونے دیں گے اور جس کا جتنا right بنتا ہے ہم اس کے right کو safeguard بھی کریں گے اور یہ equally applicable ہو گا۔ ہم وائس چانسلر کو بھی humiliate نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی سٹوڈنٹ کی خدانخواستہ عزت میں کوئی کمی آنے دیں گے۔ یہ انکوائری ہم نے بڑے غور سے اور focus سے کی ہے اس لئے میری آپ کے ذریعے استدعا ہو گی کہ مزید اگر یہ اس کو پریس نہ کریں تو میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ اعجاز صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے انتہائی افسوس ہے کہ وزیر موصوف کو جو جواب ڈیپارٹمنٹ سے ملا وہ انہوں نے پڑھ کر ہاؤس میں سنا دیا اور جو اتنا بڑا واقعہ ہوا اور انہوں نے کہا کہ وہ جو بچی ہے، ہم تمام لوگ جو یہاں پر بیٹھے ہیں تمام بیٹیوں والے ہیں، تمام بہنوں والے ہیں کوئی بچی یہ نہیں چاہتی انہوں نے اپنے جواب میں فرمایا کہ بچی کا کمرہ تبدیل کر دیا گیا ہے اور اس کی خواہش کو پورا کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! آپ یہ سوچیں کہ کوئی بچی اپنا کمرہ تبدیل کروانے کے لئے جو ادارے کا سربراہ ہے اس پر یہ الزام لگا سکتی ہے کہ ادارے کے سربراہ نے اپنے کمرے میں بلا کر اس پر وہ گندی attempt کرنے کی کوشش کی جس سے پورے فیصل آباد کے اندر تشویش کی لہر دوڑ گئی اور ایک بیٹی جو وہاں پر تعلیم حاصل کرنے کے لئے جا رہی ہے اس کے ساتھ وائس چانسلر وہ حرکت کرنے کا مرتکب ہوا ہے جو کہ بالکل ناقابل معافی ہے اور اس نے اپنے ریٹائرنگ روم میں، جب یہ واقعہ پیش آ گیا اس کے بعد چونکہ وہ کالج میرے حلقہ میں ہے اور جب وہ کالج ہوا کرتا تھا میں اس کا old student رہا ہوں میں Old Student Association کا سیکرٹری رہا ہوں اور وہاں جتنے اساتذہ اکرام ہیں وہ میرے بھی استاد ہیں اس یونیورسٹی کے ساتھ یا اس کالج کے ساتھ میری نہ صرف ہمدردی ہے بلکہ دلی لگاؤ ہے کیونکہ وہ میرا مادر علمی ہے۔

جناب سپیکر! یہ چھ ماہ سے، سال سے، ڈیڑھ سال سے فیصل آباد کے اندر یہ کہانیاں چل رہی ہیں کہ وائس چانسلر کرپٹ آدمی ہے وہ morally بھی کرپٹ ہے اور financially بھی کرپٹ ہے لیکن کسی نے اس بات کا ایکشن نہ لیا اور یہ معاملات چلتے رہے آہستہ آہستہ یہ ہوا اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک نظام ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کی جو ظالم ہوتا ہے، جو کرپٹ ہوتا ہے اس کی رسی ڈھیلی کرتے ہیں ایک وقت کے لئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک نظام ہے کہ جیسے کہتے ہیں کہ ہر فرعون کے لئے اللہ نے موسیٰ پیدا کیا ہے تو اس بچی نے ہمت کر کے اس کی گندی حرکت کو اور اس کے اس گھناؤنے کردار کو جو وہ ایک انتہائی اہم ادارہ کے اندر جو تعلیمی ادارہ ہے اس کے اندر وہ انجام دے رہا ہے اس کو اس بچی نے expose کیا وہ معاملہ اخبارات کی زینت بنا۔

جناب سپیکر! فیصل آباد کا ہر طبقہ احتجاج پر ہے وہاں پر تمام سیاسی جماعتوں نے جی سی یونیورسٹی کے باہر اپنے کیمپ لگائے، لوگوں نے بھوک ہڑتال کی کال دی، انجمن تاجران کے لوگ وہاں پر، جو ماں باپ ہیں سوچیں کہ وہاں پر یہ واقعہ ہو اور ماں باپ کے اندر کیا لہر دوڑی ہو گی کہ ان

کی بیٹیاں یونیورسٹی میں تدریس اور تعلیم کے لئے جاتی ہیں اور ان کے ساتھ وہاں پر بیٹھا ہوا ایک بھیڑیا جس کو ڈاکٹر آصف اقبال کہتے ہیں وہ ان کے ساتھ ایسی حرکت کرتا ہے۔

جناب سپیکر! میں پوری ذمہ داری کے ساتھ بات کرتا ہوں کہ یہ وہ واقعہ ہے جو expose ہو چکا ہے اصل میں صوبہ پنجاب کی ایک اعلیٰ ترین شخصیت اس شخص کے back پر ہے اور یہاں پر فیصل آباد کے اراکین صوبائی اسمبلی ہیں ان سے بھی پوچھیں میں نے تحریک التوائے کار پیش کرنے سے پہلے یہاں وزیر اعلیٰ پنجاب کی موجودگی میں حلفاً بات کی کہ جناب میں حلفاً پوائنٹ آف آرڈر raise کر رہا ہوں لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ میں نے لاء منسٹر صاحب سے بات کی انہوں نے مجھے کہا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ کوشش کرتا ہوں۔ میں نے چودھری ظہیر صاحب سے بات کی کہ آپ فیصل آباد شہر کے ہیں خدا کا خوف کریں ایک بھیڑیا نما گندا انسان وہاں پر بیٹھا ہوا ہے اس کو باہر نکالیں۔ چودھری ظہیر صاحب موجود نہیں ہیں انہوں نے اجلاس کے تیسرے دن مجھے کہا کہ شیخ صاحب میں نے اپنے طور پر investigation کی ہے چودھری ظہیر صاحب اگر یہاں پر ہوتے تو وہ اس بات کی تصدیق کرتے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے طور پر اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ بندہ واقعی morally کرپٹ ہے اور financially بھی کرپٹ ہے آپ مجھے تھوڑا سا ٹائم دیں انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کو نکال دوں گا۔

جناب سپیکر! جیسے ایجوکیشن منسٹر صاحب نے یہاں فرمایا ان کی اپنی مجبوریاں ہیں۔ جب یہ وقفہ سوالات میں ایجوکیشن پر بات کر رہے تھے تو ان کی باڈی لینگویج بالکل ایسے تھی کہ ہم یہ کر رہے ہیں، ہم وہ کر رہے ہیں، ہم نے missing facility میں یہ کیا لیکن اب آپ نے ان کی باڈی لینگویج ملاحظہ کی ہے ان کی مجبوری کے باعث انہوں نے سارا جواب شرم سے پڑھا ہے اور آہستہ آہستہ انہوں نے اس کو پڑھا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ ذمہ داری سے بات کرتا ہوں اور میں کلمہ پڑھ کر کہتا ہوں لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کہ میرا وائس چانسلر کے ساتھ کوئی ذاتی جھگڑا نہیں میری کبھی ان کے ساتھ تو تکار نہیں ہوئی۔ اگر اس کلمے کے بعد بھی آپ یہ محسوس کریں کہ میں نے یہ Adjournment Motion غلط دی ہے تو یہاں پر رانا ثناء اللہ خان صاحب کا نام سب سے اوپر ہے، ارشد محمود بگوان کا تعلق سیالکوٹ سے ہے، رانا آفتاب خان ہیں، ملک نواز ہیں، ملک اصغر علی قیصر، ڈاکٹر اسد معظم، راجہ ریاض احمد، جناب محمد ریاض شاہد، جہانزیب امتیاز گل، محترمہ خالدہ منصور۔ یہ اتنے زیادہ ممبر جو اس موشن کو

moveکر رہے ہیں کیاان سب کا مؤقف غلط ہے، کیاہم لوگ اتنے گئے گزرے ہیں کہ ہم ایک بیٹی کواس معزز ایوان میں رسواکرنے کے لئےAdjournment Motion پیش کریں گے ؟ہر گز نہیں۔اس کے اتنے قصے اور کہانیاں ہیں مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ پھر وہی بات ہوتی ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اداروں کاتقدس بحال رہے لیکن اداروں کاتقدس پامال کرنے والے ایسے غیر اخلاقی اور اخلاقیات سے گرے ہوئے لوگوں کو جب آپ وہاں پر رکھیں گے اور صوبہ پنجاب کی ایک اعلیٰ شخصیت اس کی پشت پناہی کرے گی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس شخصیت کا جواس وقت گورنر کے اعلیٰ عہدے پر متمکن ہیں ان کا تعلق بھی فیصل آباد سے ہے وہ بھی خدا کا خوف کریں ان کی بھی بیٹیاں ہیں،ان کی بھی بہنیں ہیں کہ یہ فیصل آباد کے اندر جو گل کھلائے جارہے ہیں۔

جناب سپیکر!یہ تو بات ہے اس کےmoral corruptionکی،اب اس کی financial corruptionجو یہ کہتے ہیں کہ وہ بالکل پاک ہے۔ یہ میں آپ کو دکھاتا ہوں۔یہ میرے پاس ثبوت ہے۔یہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ 9-06-2004 کو وائس چانسلر جی سی یونیورسٹی کو احمد رضا راے صاحب پراجیکٹ ڈائریکٹر لیٹر لکھتے ہیں میں دو لائنیں پڑھ دیتا ہوں۔

DEAR DR ASIF IQBAL KHAN: Thank you for sparing the time of meeting at your residence on yesterday. I enjoyed our conversation and after talking with you and Miss Afia. I have much clearly understanding of your working process. Keeping in view our discussion and subsequent decision of God. Go ahead for the stakeholders of the project Miss Afia...

یہ مس عافیہ جو ہیں یہ

She is the real daughter of V.C Dr. Asif Iqbal. Miss Afia Asif as decided will act as Consultant Fine Arts to M.S. College of Professional under your guidance the responsibilities include preparation of course out line agreement teaching staff and other academic issues of the board disciplines.

یہ احمد رضا راے لیٹر لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے گھر میں بیٹھ کرdiscussionکو بڑاenjoyکیااور جو وہاں پرdecide ہوا کہ آپ کی بیٹی مس عافیہ آصف کو اس پراجیکٹ میں

بطور کنسلٹنٹ لیا جاتا ہے۔اس کو پھر پچاس ہزار روپے میں کنسلٹنٹ بھرتی کرتے ہیں۔اس کے بعد آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ میرے پاس ایک صفحہ ہے۔اس کے اوپر دستخط ہیں،آپ اس کی تصدیق کروائیں۔ میرے پاس دوسری دستاویزات بھی ہیں۔اس پر جو کنسلٹنٹ کی pay ہے،ان کی بیٹی جو ہے وہ کنسلٹنٹ کے طور پر پڑھاتی بھی نہیں ہیں اور وائس چانسلر وہ پچاس ہزار روپیہ لے لیتے ہیں۔ یہ ان کے دستخط ہیں اور یہ وہ لیٹر ہے جو گھر میں بیٹھ کر بلا کر ایک بندے کو کہتا ہے۔

جناب سپیکر!اس کے بعد لاہور کا ایک عرفی ہاشمی نامی شخص ہے اور یہ وہ شخص ہے جو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی ملتان اور ملتان کالج سے بدنام زمانہ ہونے کے ناتے سے اس کو نکالا گیا۔اس شخص کو ڈاکٹر آصف وہاں پر لے کر جاتے ہیں بلکہ میرا بالکل دل نہیں کر رہا کہ میں اس کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کروں۔ وہ اس کو وہاں پر لے کر جاتا ہے اور وہاں پر عرفی ہاشمی کے ساتھ ایک ایگریمنٹ sign کیا جاتا ہے۔اس میں فرسٹ پارٹی ڈاکٹر آصف اقبال وائس چانسلر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد ہے اور اس کے ساتھ ایگریمنٹ کرتا ہے۔یہ ایجنڈا آئٹم نمبر 23 ہے۔

Agreement between G.C. University Faisalabad and strategies for introduction of various programmes.

اس میں سنڈیکیٹ نے یہاں پر لکھا ہوا ہے کہ سنڈیکیٹ اس کو nul and void قرار دیتی ہے کہ وائس چانسلر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی اس بندے کے ساتھ ایگریمنٹ کر رہا ہے جس کو یہ لاہور سے لے کر گیا اور اس میں یہ fifty percent کا پارٹنر ہے لیکن سنڈیکیٹ کی مخالفت کے باوجود کہ سنڈیکیٹ نے کہا کہ آپ LUMS University سے اس کے سارے پروگرامنگ کا ایگریمنٹ کریں لیکن جی سی یونیورسٹی کا وائس چانسلر LUMS University کے ساتھ کرنے کی بجائے کہ جس کی اپنی ایک repute ہے اور وہ knowing ادارہ ہے وہ ایگریمنٹ strategies کے ساتھ کرتا ہے۔آپ یہ دیکھیں کہ کرپشن اور دیدہ دلیری کی انتہا ہے کہ پہلے وائس چانسلر ایک فرم کا fifty percent کا پارٹنر بنتا ہے اور اس کے بعد اسی فرم کو کروڑوں روپے کا ایگریمنٹ دیتا ہے۔ ساڑھے چھ کروڑ روپے کا اس پروگرام میں گھپلا ہے۔اس کے علاوہ وزیر تعلیم صاحب وہاں پر تین چار عمارتوں کو demolish کیا گیا اس کا ملبہ ساڑھے تین لاکھ روپے کا بغیر ٹینڈر اور بغیر اشتہار کے وہ دے دیتا ہے اور وہی ملبہ ایک ٹھیکیدار وہیں پر پڑا ہوا 29 لاکھ کا خریدتا ہے۔یہ میرے پاس ایک پوری فائل ہے جس میں میرے پاس تمام ثبوت ہیں کہ وہ financially corrupt ہے۔ میرا یہ مطالبہ ہے

کہ آپ اس پر فوری طور پر ایکشن لیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جب اس تعلیمی ادارے کے سر براہ کے اوپر اتنا بڑا question mark آیا کہ قوم کی بیٹیوں اور بیٹوں نے، وہاں پر موجود طلباء اور طالبات نے اس کے خلاف جلوس نکالا۔ دھوبی گھاٹ کے میدان کے باہر اس کا پتلا جلایا گیا تو اس کو فوری طور پر dismiss کرنا چاہئے تھا لیکن ہوا یہ کہ وہ بھیڑیا وہاں پر بیٹھا ہوا ہے اور وزیر تعلیم صاحب جو فرما رہے ہیں، انھوں نے کہا کہ احمد کمال صاحب گئے ہیں، وہ گورنر صاحب نے بھجوائے ہیں۔ احمد کمال صاحب وہاں پر گئے ہیں اور انھوں نے جا کر انکوائری کی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ وہ طلباء سے بھی ملے ہیں، ان کے جو ہوسٹل کے طلباء ہیں ان سے بھی بات کی ہے۔

جناب سپیکر! میں نے یہ جو arguments آپ کے سامنے رکھے ہیں، اس کے بعد میں ایک اور argument اس معزز ایوان کے سامنے رکھنے لگا ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ نے کافی arguments دے دیئے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! ایک argument، میری پہلے بات سن لیں، میری ایک بات سن لیں۔ ایک argument میں اور رکھنے لگا ہوں۔ وزیر تعلیم صاحب ذرا تشریف رکھیں۔ یہ اتنا sensitive اور اہم issue ہے کہ اس کو جس طرح پہلے تمام issues بلڈوز ہو جایا کرتے ہیں، آج اس کو بلڈوز نہیں ہونے دینا۔ میں یہ ذمہ داری کے ساتھ بات کرتا ہوں کہ آج تک میں نے اپنی تمام زندگی میں جب سے میں نے شعور کی منزل میں قدم رکھا ہے آج تک میں نے قرآن پاک اٹھا کر کسی بات کا حلف نہیں دیا لیکن آج میں اس معزز ایوان میں اور اس معزز ایوان کو گواہ بنا کر اس ایوان کے اندر میں نے قرآن پاک منگوایا ہوا ہے وہ میں ہاتھ میں پکڑ کر حکمرانوں کے دلوں کو جھنجھوڑنا چاہتا ہوں۔

(چیمبر اٹنڈنٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ مجھے قرآن پاک پکڑائیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: قرآن پاک اس چیز کے لئے نہیں ہے۔

معزز ممبران: ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اس issue پر میں نے کلمہ پڑھ کر کہا ہے۔ میں اس کا فیصلہ اب ایوان پر چھوڑتا ہوں۔ معزز ایوان اور چیئر اس کا فیصلہ کرے۔ میں قرآن پاک اپنے arguments کی دلیل میں ساتھ لے کر آیا ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ

مجھے اس حد تک جانا پڑ رہا ہے وہ اس لئے کہ اس مسئلے کو فوری طور پر حل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ نے جب قرآن پاک کا ذکر کیا، سمجھو آپ نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ لیا۔ قرآن پاک اس سلسلے میں نہیں اٹھانا چاہئے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں لے کر آیا ہوں اس لئے کہ اس معزز ایوان کو پتا چل جائے کہ میں اس مسئلے کو کس حد تک لے کر جانا چاہتا ہوں۔

چودھری محمد تسنیم ناصر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

چودھری محمد تسنیم ناصر: جناب سپیکر! میرے معزز دوست نے جتنا بھی واقعہ یہاں بیان کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر قرآن پاک کو ہاتھ میں لے کر حلف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم جب اپنے اپنے علاقوں میں تقریریں کرتے ہیں تو ہم وہاں پر یہ وعدہ کر کے آتے ہیں کہ ہم نے ہر لحاظ میں چاہے کسی غریب کی بیٹی ہو، چاہے کسی امیر کی بیٹی ہو ہم نے آپ کی عزتوں کا تحفظ کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ معزز وزیر صاحب یہاں پر بیٹھے ہیں، میرے خیال میں قرآن پاک سے آگے تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہم سب کو مل کر اس چیز کے خلاف قدم اٹھانا چاہئے اور یہ ریت ڈالنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر جتنی بھی پریس گیلری بیٹھی ہے، میں ان سے بھی گزارش کروں گا کہ ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ الحمد للہ ہم لوگوں کے ضمیر زندہ ہیں اور یہ ایک چاہے کسی مڈل کلاس کی بیٹی ہو، چاہے کسی امیر کی بیٹی ہو میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہاں پر کسی غریب کی بیٹی بھی ہو تو اس کی عزت اتنی ہی ہے جتنی ایک معزز ممبر کی بیٹی کی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ چاہے اس بندے کو سی۔ایم نے تعینات کیا ہو، چاہے پریذیڈنٹ پرویز مشرف صاحب نے تعینات کیا ہو، چاہے کسی گورنر صاحب نے تعینات کیا ہو اس کو فوری طور پر dismiss کرنا چاہئے۔ شکریہ۔(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے جو شیخ اعجاز صاحب نے یہاں پر باتیں کیں اس حوالے سے کچھ عرض کروں گا۔ دراصل یہ واقعہ ہی ایسا ہے کہ اس کو کوئی فخریہ انداز میں پیش کرنے کی تو بات ہی نہیں ہے اس لئے میں خود بھی تھوڑا سا ڈسٹرب تھا اور جب سے یہ اخبارات میں واقعہ آیا تو disturbance جو تھی وہ چل رہی تھی۔

جناب سپیکر!اگر میری باڈی لینگوئج کہہ لیں کہ کوئی فخریہ نہیں تھی تو میں کوئی چیز چھپا نہیں رہا۔یہ آپ یقین رکھئے کہ آپ کے کسی بھی ایک مجبور خاتون کے بارے میں جو احساسات یاجذبات ہیں ہم بھی انہی جذبات کے مالک ہیں اور ہم بھی انہی جذبات کااظہار کرتے ہیں۔

جناب سپیکر!صورتحال یہ ہے کہ ایک واقعہ ہوا۔اس واقعے کی تحقیق و تفتیش کے لئے گورنر ہاؤس سے ایک ایڈیشنل سیکرٹری گیااور وہ ساری رپورٹ لے آیا۔ایک تو یہ آپ کے سامنے میں نے پیش کیاہے۔اب صورتحال یہ ہے کہ ایک انکوائری ہو گئی اور اس انکوائری میں وہاں پر یہ کہا گیاکہ کوئی بھی معاملہ وہاں پر ایسا نہیں ہوا۔اب چونکہ اس موقع پر میں موجود تھا شیخ صاحب موجود تھے اور نہ ہی کوئی اور ممبر موجود تھا۔آپ جب بھی کوئی تفتیش یاانکوائری کرتے ہیں تو اس میں evidences بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ جب ہمیں موقعے کی پوزیشن کاپتا نہیں چلتا تو ہم یہاں سے کوئی ٹیم بھیجتے ہیں جو کہ وہاں جاکر حالات کا جائزہ لیتی ہے۔

جناب سپیکر!اس حوالے سے ایک development یہ ہوئی ہے کہ ڈاکٹر نثار، ایم این اے صاحب کا بھی ان صاحب کے ساتھ کوئی clash ہوا، argument ہوا ہے جس کے حوالے سے انھوں نے قومی اسمبلی میں ان کے خلاف تحریک استحقاق جمع کروادی ہے۔اس تحریک استحقاق کا جواب ہم نے یہاں سے منظور کر کے گورنر صاحب کو بھجوایااور گورنر صاحب نے آگے ہائر ایجوکیشن کمیشن کو بھجوایا ہے۔وہاں وفاق میں اس تحریک استحقاق کو ہائر ایجوکیشن کمیشن treat کر رہا ہے۔اب اس تحریک استحقاق پر کیا فیصلہ ہوتا ہے وہ قبل از وقت ہے۔شاید وہ ہمیں بھی اس بارے میں کوئی اطلاع دیں۔یہاں پر شیخ صاحب نے جو بات کہی ہے اور انھوں نے اپنی بات کی صداقت کے لئے قرآن اٹھانے کا ذکر فرمایا۔جناب ہمارے لئے تو آپ کا word of mouth ہی بڑا honourable ہے۔قرآن تو بہت بڑی بات ہے۔یہاں میں بطور وزیر نہ تو حقائق کو چھپا رہا ہوں، نہ میں کسی ظالم انسان یا بھیڑیے کو بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور نہ ہی میں کسی غلط واقعے کو صحیح بتانے کی کوشش کر رہا ہوں۔میں تو خود حقائق کا متلاشی ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے کسی اقدام سے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہونے پائے۔apparently تو سب ہی innocent ہوتے ہیں جب تک کہ کوئی guilty ثابت نہ ہو جائے۔

جناب سپیکر!اس کی تیسری صورت یہ بھی نکل سکتی ہے ، ہاؤس کا بھی اس پر consensusبن رہا ہے کہ ہم دوبارہ سے کچھ اشخاص کو انکوائری کے لئے بھیج دیں۔اگر آپ یہ کہیں کہ میں directlyاس کو suspendکر دوں تو سرکار میں ایسا نہیں ہو سکتا۔یہاں رولز ہیں، پروسیجرز ہیں۔آپ کو دوسری sideکو بھی ضرور سننا پڑے گا۔یہ E & Dرولز ہیں کہ آپ پہلے Show Cause Noticeدیتے ہیں، اسے سنتے ہیں پھر کوئی کارروائی کی جاتی ہے چونکہ سرکار میں کام کرنے کا ہمارا بھی ایک disciplineہے، ایک پروٹوکول ہے۔اگر گورنر ہاؤس سے کوئی انکوائری ٹیم گئی ہوئی ہے تو پھر اس کی findingsکا انتظار ہمیں کرنا پڑے گا۔بہر حال آپ ہمیں جو حکم دیتے ہیں، ہاؤس یہاں پر جو فیصلہ کرے ہم اس پر عمل کریں گے۔میں یہاں پر یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اس کی دوبارہ سے انکوائری کروانے کے لئے تیار ہیں۔آپ جو ممبر نامزد فرمائیں ان سے انکوائری کروا لیتے ہیں۔میں تو اس حد تک بھی جانے کے لئے تیار ہوں کہ آپ بے شک ہاؤس کی کوئی کمیٹی بنادیں، یہ زیادہ بہتر ہو گا تاکہ یہاں پر شیخ صاحب اور دوسرے معزز ممبران نے جو باتیں کی ہیں ان سے متعلق حقائق کو سامنے لایا جا سکے اور اس مجبور عورت ، اس مجبور طالبہ اور اس کے والدین کو یہ پتا چل سکے کہ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ان کو یہ confidence جانا چاہئے کہ ہم یہاں پر بچوں کے مستقبل کی حفاظت کے لئے بیٹھے ہیں۔مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا،آپ کمیٹی بنائیے۔انشاءاللہ اس کمیٹی کے ساتھ ہم پورا تعاون کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!شیخ اعجاز صاحب نے جو بات کی ہے اور پھر اپنی بات کی سچائی پر انھوں نے جس حد تک جا کر اس ہاؤس کو یقین دلانے کی کوشش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ شیخ اعجاز صاحب نے جو حقائق، جو دلائل پیش کئے ہیں ان کی سچائی پر انھیں سو فیصد یقین ہے۔وزیر تعلیم صاحب نے بھی بات کی ہے۔اب اس بات کے دو پہلو ہیں۔ایک طرف ایک طالبہ ہے، ہماری بہن، بیٹی ہے اور دوسری طرف لفظ استاد ہے۔اب اس استاد کی حیثیت میں کوئی بھیڑیا جا کر بیٹھ گیا ہے، کوئی غلط آدمی جا کر بیٹھ گیا ہے اور وہ اپنی حیثیت کو غلط استعمال کر رہا ہے تو اس کا یہ actاس کی ذات تک ہے لیکن استاد کا لفظ بہر حال محترم ہے۔اب اس سلسلے میں ہم قطعی طور پر یہ بالکل نہیں چاہتے کہ کوئی یک طرفہ فیصلہ ہو، کوئی یک طرفہ اس قسم کا معاملہ ہو کہ جس سے دونوں اطراف کا impressionخراب ہو۔

جناب والا!اب اس میں دو تین حقائق ہیں۔اس میں ایک حقیقت یہ ہے کہ اس آدمی کو گورنر ہاؤس کی مکمل تائید اور حمایت حاصل ہے۔دوسرا یہ ہے کہ پورے فیصل آباد میں اس بندے کے متعلق یہ impression ہے کہ وہ financially and morally کرپٹ ہے۔یہ واقعہ اب پیش آیا ہے۔اس سے پہلے وہ ڈیڑھ دو سال سے وہاں پر ہیں۔اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں پورے شہر میں travel کرتی ہیں۔اب میری معلومات یہ ہیں کہ وہ آدمی اگلے دو تین ماہ میں ریٹائر ہو رہا ہے۔اس کی ریٹائرمنٹ کی تاریخ قریب آ رہی ہے۔اب اگر ہاؤس کی کمیٹی بنا دی جائے تو اس کی رپورٹ بہت جلد بھی آئی تو وہ اگلے اجلاس میں آئے گی۔میری اس سلسلے میں یہ گزارش ہے کہ وزیر تعلیم اور شیخ اعجاز صاحب بیٹھ جائیں، ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔کوئی impartial integrity کے لوگوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دیں۔خواہ ان کا تعلق محکمہ سے ہو،اس معزز ہاؤس سے ہو، بے شک اس میں خواتین ممبرز میں سے بھی کسی کو شامل کر لیں لیکن یہ کمیٹی اپنی رپورٹ ایک ہفتے کے اندر ہاؤس میں پیش کرے۔اگر اس معاملے میں اس سے زیادہ عرصہ لگا تو پھر اس میں ایکشن لینے یا نہ لینے کا کوئی فائدہ نہیں رہ جائے گا۔within a week اس کی انکوائری کروائی جائے اور اس انکوائری کے نتیجے میں،اس کمیٹی کی جو بھی رپورٹ ہو وزیر تعلیم صاحب on behalf of Punjab Government اس پر عملدرآمد کروائیں۔یہ فرماتے ہیں کہ چانسلر گورنر صاحب ہیں لیکن یہ ترامیم اس ہاؤس نے کی ہیں۔تقریباً تمام یونیورسٹیوں کے Acts میں ترامیم وزیر تعلیم صاحب نے کروائی ہیں کہ گورنر بطور چانسلر bound ہے to act on the advice of the Chief Minister تو یہ on behalf of the Punjab Government اس کمیٹی کی رپورٹ پر عملدرآمد کروائیں۔اس کمیٹی کے ممبران impartial integrity کے لوگ ہوں خواہ محکمہ تعلیم سے لئے جائیں،بیوروکریسی سے لئے جائیں،ہاؤس کے معزز ممبران ہوں یا وزیر تعلیم صاحب خود اس میں شامل ہو جائیں لیکن یہ کمیٹی اپنی رپورٹ within a week پیش کرے اور اس رپورٹ پر پنجاب حکومت عملدرآمد کروائے۔ہم اس بابت یقین دہانی چاہتے ہیں کہ اس پر عملدرآمد کروایا جائے گا۔

محترمہ خالدہ منصور:جناب سپیکر!میرا تعلق فیصل آباد سے ہے اور اس واقعے کے حوالے سے میں بات کرنا چاہوں گی کہ وزیر تعلیم صاحب نے جو رپورٹ ایوان میں پیش کی ہے وہ حقائق پر مبنی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انھوں نے رپورٹ نہیں دی بلکہ انھوں نے تو صرف رپورٹ پڑھی ہے۔

محترمہ خالدہ منصور: جو بھی ہے وہ رپورٹ حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ انھوں نے ایک لکھی لکھائی رپورٹ پڑھ دی ہے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں روایت ہے کہ جب کوئی ایسا واقعہ ہو جاتا ہے تو کسی کو depute کر دیا جاتا ہے وہ جا کر ادھر ادھر سے پوچھ کر، جیسے حکومت چاہتی ہے ویسی رپورٹ بنا کر بھجوا دیتا ہے۔ اس واقعے میں بھی گورنر صاحب نے جیسے چاہا ویسی رپورٹ انھوں نے لکھ کر دے دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بندہ فیصل آباد میں بالکل بدنام ہے۔ اکا دکا واقعات میرے علم میں بھی آتے رہے ہیں۔ میرے حلقے میں یونیورسٹی کی کچھ طالبات رہتی ہیں۔ انھوں نے مجھے بار بار آ کر بتایا کہ ہمارا وائس چانسلر ایسا ہے۔ آپ اس بات کی بھی انکوائری کروالیں۔ وہاں ایک کلاس ہے جس میں بچیاں زیادہ ہیں اور صرف ایک لڑکا ہے۔ وائس چانسلر اس کلاس میں گیا اور اس نے ان بچیوں کی موجودگی میں جو گفتگو اس لڑکے کے ساتھ کی میں وہ الفاظ، وہ باتیں یہاں بتانا نہیں چاہتی جو کہ طالبات نے مجھے آ کر بتائی تھیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ وہ آدمی اس قابل ہے کہ اتنے بڑے ادارے کا اسے انچارج بنایا جائے جسے بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔

جناب والا! ہمارا فیصل آباد شہر ایک روایتی شہر ہے۔ ہم ابھی اتنے ماڈرن نہیں ہیں کہ ہماری بچیوں کے سامنے اس طرح کی باتیں کی جائیں یا ان کو ایسے کہا جائے کہ تم نے شادی کہاں کرنی ہے، تم یہ ایسے کیوں کر رہی ہو، تمھارا کون دوست ہے؟ ہم لوگ ایسے نہیں ہیں۔ وہ آدمی بالکل قصور وار ہے، اس نے اس ادارے میں بڑا غلط ماحول بنا دیا ہے جو کچھ شیخ اعجاز صاحب نے کہا ہے وہ بالکل حقیقت ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں، شہر فیصل آباد کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس آدمی کو یہاں سے نکالا جائے۔ ورنہ وہ شہر سراپا احتجاج بنے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! آپ نے جو بات کی ہے، شیخ صاحب نے جو بات کی ہے اور باقی لوگوں کی جو رائے ہے وہ سب میرے ذہن میں ہے۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب سپیکر! اس وائس چانسلر کا track record بھی اچھا نہیں ہے۔ ہم نے جو سنا ہے اور جیسے اخباروں میں آ رہا ہے اگر آپ اس کا pervious ریکارڈ بھی چیک کروائیں تو آپ کو ٹھیک نہیں ملے گا۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ ایک نے تو boldly یہ بات کہہ دی ہے لیکن پتا نہیں کتنی مجبور بچیاں ہوں گی جنھوں نے یہ بات نہیں کہی ہو گی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!۔۔۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Let me have a consensus of the House. Yes Baggo Sahib!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!آپ نے ہاؤس کاconsensusملاحظہ فرما لیا ہے کہ اس کے خلاف انکوائریholdکی جائے۔ میری صرف یہ درخواست ہے کہ انکوائری کمیٹی ہاؤس کے ممبران پر مشتمل ہو اور اس میں خواتین کو بھی شامل کیا جائے۔ میں مزید یہ گزارش کروں گا کہ جیسے راناصاحب نے کہا ہے اس انکوائری رپورٹ کو ایک ہفتے کے اندر اندر یہاں پر بھیجا جائے اور اس پر حکومت پنجاب فوری ایکشن کرے۔ وزیر تعلیم یہاں پرassureکرائیں کہ انکوائری کی روشنی میں کمیٹی کا جو بھی فیصلہ ہو گا اس کوimplementکیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، عظمیٰ بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! بڑے افسوس کی بات ہے اور میں نہیں چاہ رہی تھی کہ میں بھی اٹھ کر بات کروں کیونکہ بہت بات ہو چکی ہے۔ اس ملک میں یہ باتdevelopکر دی گئی ہے کہ آپ ایک طرف تو عورت کی مظلومیت اور اس کے اختیارات کی بات کریں لیکن دوسری طرف جب کوئی مظلوم عورت اپنے حق کے لئے آواز بلند کرنا چاہے تو چاہے اس ملک کا صدر ہو وہ باہر جا کر کہے کہ آپ اپنےbalanceکے لئے ریپ کراتی ہیں۔ آج وزیر تعلیم نےexactlyان کی روایات اور پالیسیز پر عمل کیا اور بڑے آرام سے کہا کہ وہ تو بچی تھی وہ فلانی تھی۔ یہ ذرا اپنا دماغ اور دل استعمال کر کے بتائیں کہ کیا کوئی بچی اپنے اوپر غلط الزام لگا سکتی ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اس معاشرے میں ایک طالبہ بچی جس کا ابھیfuture decideہونا ہے، جس کی ابھی شادی ہونی ہے کیا وہ اتنا بڑا غلط الزام اپنے اوپر لگائے گی؟ شرمناک بات یہ ہے کہ وزیر تعلیم صاحب out of the wayجا کر اس وائس چانسلر کوfavourکر رہے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا چیز ہے۔ کیا وہ کوئی اتنی بڑیsource ableچیز ہے کہ آپ اسے ہٹا نہیں سکتے؟

جناب والا! آپ نے پورے ہاؤس کیconsensusدیکھ لی ہے ہر ممبر کی یہ رائے ہے کہ اس جیسے وائس چانسلر کی ایسے تعلیمی ادارے میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایک استاد تو باپ کی جگہ رکھتا ہے لیکن وائس چانسلر کی اس قسم کی گھٹیا حرکت؟ اگر یہ الزام بھی ہے تو میری گزارش ہے کہ جب اس آدمی پر سوال آ گیا ہے تو اسے فوری طور پر برطرف کر دینا چاہئے چاہے اس کی سفارش پرویز

مشرف کی ہی کیوں نہ ہو۔یہاں کوئی سفارش نہیں چلنے دی جائے گی۔

جناب والا!میںon the floor of the House کہنا چاہتی ہوں کہ اگر اس وی سی کو برطرف نہ کیا گیا اگر حکومت نے اس وی سی کے خلاف ایکشن نہ لیا تو میں سمجھتی ہوں کہ اس ایوان میں بیٹھی ہوئی دونوں اطراف کی عورتیں مل کر اس کے خلاف ایکشن تیار کریں گی۔ ہم ایسے بھیڑیے کو مزید ایسے کام کی اجازت نہیں دے سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے بی بی۔

محترمہ ستارہ فیاض: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بیگم ستارہ فیاض!

محترمہ ستارہ فیاض: جناب سپیکر!انھوں نے بیٹھے بٹھائے ہمارے وزیر تعلیم پر الزام لگا دیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی!اس کا جواب میں دوں گا۔آپ اپنی بات کریں۔اس چکر میں مت پڑیں۔

محترمہ ستارہ فیاض: ہمیں اس بات کا دکھ ہے لیکن انھیں اس طرح بات نہیں کرنی چاہئے۔یہ اپنے گھر کو سنبھالیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس چیز کو چھوڑیں۔آپ غیر ضروری بات مت کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر!پورے ایوان میں یہ چیزdecide ہو چکی ہے کہ عورت سب کے لئے قابل احترام ہے اور ہمارے منسٹر صاحب نے بھی کہا ہے کہ ہم اس واقعہ کی دوبارہ تحقیقات کروا لیتے ہیں۔اسلام بھی کہتا ہے کہ کسی کو سزا دینے سے پہلے شہادت ضرور لیں ہم تو خود عورت کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی!وہ میں نے فیصلہ کرنا ہے اور میں فیصلہ دے رہا ہوں۔بی بی ہر چیز کو انا کا مسئلہ مت بنائیں۔خدا کا خوف بھی کریں۔ہم نے خدا کو حاضر ناظر جان کر جواب دینا ہے۔ Now I am going to take decision right now.میں ایجوکیشن منسٹر کو floor دینے سے پہلے لودھی صاحب کو بات کرنے کا موقع دیتا ہوں۔

وزیر خوراک: شکریہ۔جناب سپیکر!میرے خیال میں اس ایوان میں اس issue پر اتنی بحث نہیں ہونی چاہئے۔راناثناء اللہ صاحب نے یہاں پر ایک بہتر تجویز پیش کی ہے۔میں یہ کہہ رہا ہوں

کہ شیخ صاحب نے جب اتنی بڑی بات کر دی جب قرآن کریم کی بات ہو گئی تو اس کے بعد ہم خود بے ادب ہو رہے ہیں۔ جیسے رانا صاحب نے کہا ہے کہ procedureپورا کرنے کے لئے سات دن۔ میں سات دن کی بات نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ انکوائری کر کے وزیر تعلیم اس کی رپورٹ سوموار کو ایوان میں پیش کر دیں اور اس کا فیصلہ کر دیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! I really appreciate your concernمیں نے پہلے تین optionکا ذکر کیا تھا۔ تحریک استحقاق جو قومی اسمبلی میں چل رہی ہے۔ گورنر کی انکوائری اور میں نے تیسری optionیہ دی تھی کہ ہم بھی اسے initiateکر لیتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں عرض کروں گا کہ میں نے ابھی چھ سات بندوں کی کمیٹی کے بارے میں سوچا ہے۔ اس کمیٹی کو ڈاکٹر شفیق صاحب headکریں گے کیونکہ ان کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ ڈاکٹر فرزانہ صاحبہ، شیخ اعجاز صاحب فیصل آباد سے، رانا ثناء اللہ صاحب فیصل آباد سے ہیں، گوندل صاحب پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، ایجوکیشن سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری اکیڈمک۔

MR. DEPUTY SPEAKER: I will not include any bureaucrat in this Committee.

MINISTER OF EDUCATION: Ok.

MR. DEPUTY SPEAKER: I will not include any bureaucrat in this Committee because you are above the bureaucrats.

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر تعلیم: ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں ایک دو خواتین ممبرز بھی ہونی چاہئیں اور اس کمیٹی میں ارشد لودھی صاحب بھی شامل ہوں گے۔ He is the senior most member and he should also be there.

وزیر تعلیم: جناب والا! تو پھر اس کمیٹی کو ارشد لودھی صاحب headکر لیتے ہیں۔ ممبران میں ڈاکٹر شفیق صاحب، ڈاکٹر فرزانہ صاحبہ، شیخ اعجاز صاحب، رانا ثناء اللہ خان صاحب اور گوندل صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وزیر تعلیم نے جن ناموں کا ذکر کیا ہے مجھے ان پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اتفاق ہے لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ کیونکہ یہ ایجوکیشن سے متعلقہ ہے اس میں کمیٹی کی جو بھی observations ہوں گی، جو بھی اس کا فیصلہ ہو گا اس کی جوانکوائری رپورٹ ہو گی انھوں نے ہی اسے لے کر آگے چلنا ہے اس لئے اس کمیٹی کو وزیر تعلیم head کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ خود اس میں ہوں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! وزیر تعلیم اس کو head کریں اور کمیٹی کا جو فیصلہ ہو اس کی پوری ذمہ داری ان پر ہو اور یہ اس پر عملدرآمد کرائیں۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Education Minister will be there very much.

اور اس میں تین لیڈیز بھی ہونی چاہئیں دو حکومتی بنچز سے اور ایک اپوزیشن بنچز سے۔

This is a very important issue and I want to take a decision on this.

وزیر تعلیم: جی، درست ہے۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب سپیکر! جیسے ابھی ہمارے وزیر صاحب نے کمیٹی کا فرمایا میری یہ تجویز ہے کہ ایجوکیشن کمیٹی موجود ہے جس میں حکومتی اور اپوزیشن دونوں اطراف سے اس کے ممبر ہیں۔

MR. DEPUTY SPEAKER: No, Bibi! I am constituting a special committee for this and it has nothing to do with Education Committee. This is a Special Committee and task is being given to the Special Committee. The House is going to see and judge him itself to take a decision and till then I am not disposing it of, I am pending this till the decision is taken.

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میری آخری humble submission ہے کہ آپ نے سپیشل کمیٹی

بنادی اس کی سربراہی لودھی صاحب کر لیں گے۔ اس کمیٹی کا جو بھی فیصلہ ہو گا میں اس پر implementکروادوں گا۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Including yourself.

وزیر تعلیم: جناب میں تو حاضر ہوں۔آپtime limitبھی دے دیں۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Time limit will be very short.

وزیر زراعت: جناب والا!یہ بات نہیں ہے کہ اس کمیٹی کو میری سربراہی میں ہونا چاہئے یا کسی اور کی سربراہی میں ہونا چاہئے۔ بلکہ definiteبات یہ ہے کہ متعلقہ وزیر کواس کمیٹی کا ہیڈ ہونا چاہئے اور اسی کا فیصلہ اسی وقت ہاؤس میں آنا چاہئے۔یہ اصول اور ضابطے کی بات ہے۔اگر میرے معزز دوست کہیں گے تو میں اس کمیٹی میں جانے کے لئے تیار ہوں لیکن اصولی طور پر he should head and I would go there. اور everybody will go there.

رانا ثناء اللہ خان: درست ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں ایجوکیشن منسٹر کو ہی اس کمیٹی کا ہیڈ مقرر کر لیں۔

Education Minister will be the head of that.

رانا ثناء اللہ خان: اور ممبران کو بھی آپ فائنل کر دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب والا!اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آواز نہیں آرہی مائیک کوopenکریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب والا!یہ مائیک خراب ہے میں ادھر آجاتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کیا فرمارہے ہیں۔آواز نہیں آرہی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب والا!میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کمیٹی کے ممبران کا فیصلہ بھی آپ کریں اور کمیٹی کی سربراہی کا فیصلہ بھی آپ خود کریں کیونکہ خدانخواستہ ہاؤس میں ایسیfeelingsآرہی ہیں۔I don't think کہ وزیر تعلیم عمران مسعود کے اندر کوئی ایسی اخلاقی بے یقینی ہے کہ وہ اگر گورنر کا کوئی پسندیدہ آدمی ہو گا تو اس کے خلاف یہ انکوائری کمیٹی میں

رپورٹ نہیں دے سکتے۔ He is a member who has got a mandate from his people and he is a Minister. We trust him. ہمارا یہ کیبنٹ کا بڑا اچھا منسٹر ہے اور ہمارا اس پر پورا اعتماد ہے۔ اس لئے میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ The decision should rest in Chair.

جناب والا! یہ کمیٹی بنانے کا اختیار بھی آپ اپنے پاس رکھیں اور اپنے چیمبر میں تمام متعلقہ دوستوں کو بلالیں۔ تحریک التوائے کار دینے والوں کو بھی اس پر جو شہادتیں دینے والے لوگ ہیں ان کو بھی اور جو بھی آپ کمیٹی میں فیصلہ کرتے ہیں اس میں ارشد لودھی جیسے بزرگ بھی شامل ہوں اور وزیر تعلیم عمران مسعود کو بھی کوئی ایسی قباحت نہیں ہو گی کہ اگر کمیٹی کوئی اور Chair کرے اور وہ کوئی decision کرے اور وہ عمل نہ کریں Because we have got full faith in him. We can stand up and speak for his people.

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں وہ کمیٹی تو اب constitute ہو گئی ہے۔

وزیر کالونیز: جناب والا! اب اس مسئلے کو ختم کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تو اب ختم ہو گیا ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ بچیوں کا معاملہ ہے فیصل آباد سے ایک آدھ خاتون کو بھی اس کمیٹی میں شامل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ ایک خاتون آپ کی طرف سے ہو گی اور دو خواتین حکومتی پارٹی کی طرف سے ہوں گی۔ میں یہ بھی تجویز پیش کروں گا کہ ایک محترمہ آشفہ ریاض کو شامل کر لیا جائے کیونکہ ان کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ دوسری خاتون پروین سکندر گل بھی اس کمیٹی میں شامل ہوں گی۔

ایک آواز: اپوزیشن کی طرف سے بھی شامل کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: فیصل آباد کی خاتون رکن اسمبلی بھی اس میں شامل ہوں گی۔

وزیر تعلیم: جناب والا! میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر تعلیم: شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہاں پر تھوڑی سی بات ریکارڈ کی درستی کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں۔کسی بھی قسم کاfavoritismہم اپنے محکمے میں برداشت نہیں کریں گے۔اگر ایسی کوئیfeelingsآ رہی ہیں کہ شاید کوئی بندہtopپر ہے اور وہ ان کو بچا رہا ہے۔ایسی کوئی بات نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ:

> Yes the Government of the Punjab is fully competent. The Ministry of Education is fully competent to take decisions.

and yes the جناب والا!وائس چانسلر کی تقرری بھی ہم لوگ کرتے ہیں Governor acts upon the advice of the Chief Minister.اس بات پر کوئی دو آراء نہیں ہیں۔میں ہاؤس کو صرف یہ یقین دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ ہم totally competentہیں لیکن چونکہ ایک انکوائری پہلے ہی آئی تھی لیکن اب جناب سپیکر جو فیصلہ آپ نے فرمادیا ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عملدرآمد ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ It should be implemented in latter and spirit after the enquiry.

ایک آواز:[******]

جناب ڈپٹی سپیکر:یہی بات آپ غلط کرتے ہیں۔don't mentionیہی بات آپ غلط کرتے ہیں آپ کسی کو کیوں ملوث کرتے ہیں۔جب آپ کے ہاؤس کی ایک کمیٹی میں نے بنادی ہے پھر آپ باہر کے لوگوں کو کیوںinvolveکرتے ہیں،کیوں غلط بات کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو اپنی کمیٹی پر اعتماد نہیں ہے۔

No cross talk and please expunge this from the record.

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی:جناب والا!میری بھی ایک تحریک التوائے کار ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوگیا ہے۔اس پر بات کرتے ہوئے ایک گھنٹہ ہوگیا ہے۔(قطع کلامیاں)

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

مسودات قانون

(جو متعارف ہوئے)

MR. DEPUTY SPEAKER: Now we take up University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004 (Bill No.12 0f 2004)

وزیر زراعت: جناب والا!اس کوtake upکرنے سے پہلے کچھ گزارشات کرنا چاہتاہوں۔ میری کل بھی اور آج بھی وزیر قانون صاحب اور چشتی صاحب سے بات ہوئی ہے کہ اس بل کے لئے گورنمنٹ کیpermissionضروری ہے۔ میں پھر یہ گزارش کروں گاکہ اس کو آج پھر pendingکریں۔تاکہ وہ فائلیں جو میں نے وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس بھیجی ہوئی ہیں وہ ڈیپارٹمنٹ کے پاس واپس آ جائیں۔

Then I will be in a position to say something in the House.

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کو پھر اگلے اجلاس تک کے لئےpendingکیا جاتا ہے۔اس کے بعد

The University of Central Punjab Lahore (Amendment) Bill 2006.

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،فرمائیں!

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب والا!آج کا اخبار"نوائے وقت"میرے ہاتھ میں ہے۔ایک اہم خبر کی طرف جناب سپیکر آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتاہوں۔"نارنگ منڈی میں آلودہ پانی سے مزید دو افراد ہلاک"انتظامیہ خاموش اور لوگوں کا شدید احتجاج"15روز میں ہلاک زدگان کی تعداد بارہ ہو گئی ہر تیسرا شخص ہیپاٹائٹس کا شکار ہو گیا۔

جناب سپیکر!میں پہلے بھی اس مسئلے کی طرف توجہ دلا چکا ہوں کہ مریدکے اور نارنگ میں ہیپا ٹائٹس کا مرض بہت زیادہ پھیل گیا ہے۔گورنمنٹ اس پر کوئی توجہ نہیں دے رہی۔گورنمنٹ نے آبادی کو کنٹرول کرنے کا یہ جو طریقہ ڈھونڈا ہے اس طرح سے آبادی کو

کنٹرول کرنے کا طریقہ انتہائی بھونڈہ ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ ہیپا ٹائٹس کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں اور وہاں پر پانی کے پائپ تبدیل کئے جائیں۔اس کے علاوہ ہیپاٹائٹس کے مریضوں کا فوری علاج کروایا جائے وہاں پر بہت زیادہ اموات ہو رہی ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب والا! میں بھی گزارش کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب فرمائیں!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب والا! کمیٹی کے بارے میں آپ نے بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے اور یہ قابل تحسین ہے لیکن میں اس سلسلے میں تھوڑی سی گزارش کروں گا کہ اس کمیٹی کا ہیڈ وزیر تعلیم کو نہ بنائیں کیونکہ that is against the norms of justice کہ ایک ادارے کا جو سربراہ ہے ان کے ملازم کے خلاف یہ تحریک آئی ہے اور اسی محکمے کے سربراہ کو اس کا ہیڈ بنا دیا جائے۔

That is against the norm of justice

دوسری بات یہ ہے کہ:

> Government servant is a Government servant till his death. Whether he is serving or retired, it doesn't matter.

بہت اچھا کیا کہ آپ نے time limit کر دیا ہے۔ میری اس میں suggestion یہی ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ انصاف ہوتا نظر آئے اور صحیح ہو تو پھر وزیر تعلیم کو اس کمیٹی کا چیئرمین نہیں ہونا چاہئے۔

> He should be an Ex-Officio Member but Chairman or the Convener should be some other senior Minister like Lodhi Sahib or somebody else. That is against the norms of justice.

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ سب کی رائے یہ ہے اور آپ کی اپوزیشن کی طرف سے بھی رائے یہی تھی کہ

> He has the Education Department and he should take

a decision. I think it is better if he remains here.

مسودہ قانون(ترمیم)یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب مصدرہ2006

جناب ڈپٹی سپیکر:اب The University of Central Punjab Lahore (Amendment) Bill 2006. چودھری اصغر علی گجر صاحب اس کےmoverہیں۔ جی، چودھری اصغر علی گجر!

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا!اس بل کو میںmoveکرتا ہوں کیونکہ میں بھی اس کا moverہوں۔

Sir, I move:

> That leave be granted to introduce the University of Central Punjab, Lahore (Amendment) Bill 2006.

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

> That leave be granted to introduce the University of Central Punjab, Lahore (Amendment) Bill 2006.

وزیر تعلیم:جناب والا!میں اس کوopposeکرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جناب ارشد بگو!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!یہ ترمیم تین یونیورسٹیوں کے لئے ہم نے دی ہے۔یہ ترمیم وہ ترمیم ہے جس کو حکومت نے سپیریئر کالج لاہور bill, 2004میں خود انہوں نے دی تھی اور یہ ہماری ترمیم کیا ہے۔ہماری ترمیم یہ ہے کہ اگر کسی یونیورسٹی میں کوئی بد عنوانی، کوئی کرپشن، کوئی ایسا معاملہ ہو تو گورنر کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ یونیورسٹی کو بند کر دے۔ ہم نے اس میں یہ ترمیم دی ہے کہ اس کو بند نہ کیا جائے بلکہ اس یونیورسٹی میں وہاں پر کوئی ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا جائے۔

جناب سپیکر!اگر گورنمنٹ اس یونیورسٹی کو بند کرے گی تو وہاں پر جن سٹوڈنٹس نے admissionلیا ہوا ہے ان کا سارا کیریئر ختم ہو جائے گا۔ میرے پاس وہamendmentموجود ہے اور میں ایجوکیشن منسٹر سے درخواست کروں گا کہ جو اچھی بات ہے اور خود انہوں نے کروائی

ہے۔اپوزیشن لے کر آئی ہے تو یہ اس کو oppose کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں میری ان سے درخواست ہے کہ اس کو oppose نہ کریں بلکہ اس کو کمیٹی میں بھیج دیں۔اگر ان کو یہ دکھ ہے کہ یہ ایک اچھی amendment opposition نے دی ہے تو اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیں، کمیٹی اس کو دیکھ لے اگر یہ چاہیں گے کہ یہ ہم واپس لے لیں اور گورنمنٹ اس amendment کو لے آئے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہوں گے لیکن میں ان سے درخواست کروں گا کہ یہ ہاؤس میں اپوزیشن کی اچھی باتوں کو بلڈوز نہ کریں۔ Thank you very much

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں اس حوالے سے تین گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔یہ یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب کا جو ایکٹ ہے ابھی جمہوری دور نہیں آیا تھا اور جب انہیں نظر آ رہا تھا کہ اسمبلیاں بحال ہو رہی ہیں تو جلدی میں گورنر سے یہ منظور کروالیا گیا اور صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کے اندر کسی یونیورسٹی کا نام اس طرح نہیں چلایا گیا۔یہ پنجاب یونیورسٹی کی نقل مارنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ پنجاب یونیورسٹی کے اچھے نام سے اور نیک نامی سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ سندھ میں کوئی یونیورسٹی آف سنٹرل سندھ نہیں ہے، کوئی یونیورسٹی آف ساؤدرن سندھ نہیں ہے، یونیورسٹی آف نادرن سندھ نہیں ہے۔ اس کا نام ہی غلط تھا اس لئے کہ اس کے Rector صاحب وہ بااثر شخص ہیں اور لاہور کے ڈسٹرکٹ ناظم ہیں انہوں نے اپنے ذاتی اثر ورسوخ کے ذریعے پنجاب یونیورسٹی کی نیک نامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گورنر سے اس نام کی منظوری لے لی۔اس میں ہم نے سیکشن 9 میں دوسری ترمیم دی ہے کہ جس کو ہائر ایجوکیشن کمیشن نے بھی تسلیم کیا اور تسلیم کر کے پورے پاکستان کی یونیورسٹیوں میں لاگو کیا۔ پہلے جو آرڈیننس ہے اس میں یونیورسٹی کا سربراہ Rector ہو گا اور اس میں Rector کی کوئی qualification نہیں رکھی گئی اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ خود Rector بن کے بیٹھ جائیں۔اگر کوئی شخص ان پڑھ ہو اور اس شخص کے پاس پیسا ہو تو وہ یونیورسٹی بنا کر خود اس کا Rector بن جائے۔یہ میری amendment تھی جو میں نے سٹینڈنگ کمیٹی کے اجلاس میں دی اور اس کو نہ صرف پنجاب گورنمنٹ نے admit کیا بلکہ سنٹرل سطح پر ہائر ایجوکیشن کمیشن نے بھی اس کو تسلیم کیا اور appreciate کیا گیا۔اس amendment کے اندر کہا گیا ہے کہ یونیورسٹی کا Rector must be an eminent scholar of the national repute پنجاب گورنمنٹ نے میری اس بات کو درست تسلیم کرتے ہوئے بعد میں جتنے مسودات قانون introduce کرائے سب کے اندر اس چیز کو شامل کیا لیکن چونکہ یہ ایکٹ

اسمبلیاں بننے سے پہلے چوری چھپے سے گورنر صاحب سے منظور کروا لیا تھا اس لئے اس کے اندرamendment موجود نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یونیورسٹی کا سربراہ کوئی پرلے درجے کا ان پڑھ، پرلے درجے کا جاہل، کوئی آدمی بھی بن سکتا ہے۔

جناب سپیکر! یونیورسٹیاں باوقار ادارے ہوتے ہیں، جو قوموں کی عظمت کا نشان ہوتے ہیں اور اس کے اندر جو ہم نےamendment دی ہے وہ انہوں نے ہر یونیورسٹی کے Bill کے اندر شامل کی ہے جس میں یہ کہا ہے کہ یونیورسٹی کا سربراہ an eminent scholar of the national repute ہونا چاہئے۔ ایک باوقار اور پڑھا لکھا شخص جس کا پورے ملک کے اندر ایک مقام اور مرتبہ ہو صرف اسی کو یونیورسٹی کا سربراہ بنایا جا سکتا ہے۔

جناب عالی! اگر ہم نے یہamendment اس کے اندر شامل نہ کی تو اس کے نتیجے میں یونیورسٹیوں کا وقار بالکل ختم ہو کر رہ جائے گا۔ یہ محض کاروباری ادارے بن کے رہ جائیں گے۔ یونیورسٹیاں تعلیم دینے کے ادارے ہیں، یہ knowledge کے ادارے ہیں۔ یہ چنے کی دال بیچنے کی دکان نہیں ہے کہ جس کو مرضی پکڑ کر اس کا مالک، سربراہ بنا دیا جائے اس لئے اگر اس amendment کی بھی حکومت کی طرف سے مخالفت کی جائے تو میں اس پر شدید دکھ اور افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔ انہوں نے سارے Bills کے اندر اس کو شامل کیا ہے اور ناظم صاحب کی یونیورسٹی کی بات آتی ہے تو نہ جانے ان کے کیوں پر جلتے ہیں۔ یہ اس ادارے کا سربراہ national repute کے آدمی کو بنانے کی کیوں amendment قبول نہیں کرنا چاہتے اس لئے میں وزیر تعلیم سے گزارش کروں گا کہ آج انہوں نے مہربانی کی ہے کہ ایک اچھے معاملے پر ایک مثبت ردعمل دیا ہے۔ اس معاملے میں بھی اپنا مثبت رویہ ظاہر کریں اور ایک ایسیamendment جس کو انہوں نے خود کم از کم 5 یونیورسٹیوں کے یونیورسٹی ایکٹ کے اندر شامل کیا ہے اس کے اندر بھی شامل کر کے اس یونیورسٹی کا وقار بلند کرنے میں ہم جو کوشش کر رہے ہیں اس میں ہماری مدد فرمائیں۔ شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں بھی اس کے اندر co-mover ہوں۔ ہمارے دو فاضل ممبر صاحبان نے آپ کی خدمت میں یہ ساری تفصیلات رکھی ہیں اور یہ ساری کی ساری باتیں انتہائی valid ہیں۔ اس میں میری گزارش یہ ہے کہ ہاؤس کی ایک ایجوکیشن کمیٹی موجود ہے اور آپ خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اس کو refer کر دیں گے۔ وہاں اس پر مزید discussion ہو جائے گی اور discussion کے بعد اگر ایک اچھی چیز اس میں addition ہو

جائے گی تو وہ یہاں پر آ جائے گی۔اس لئے وزیر تعلیم صاحب اور آپ سے بھی میری یہی درخواست ہے کہ یہاں جو بل introduce کیا گیا ہے بالکل میرٹ پر ہے اور اس کے اندر بالکل جائز باتیں رکھی گئی ہیں اور اگر حکومت اس کو oppose نہیں کرے گی اور یہ کمیٹی میں چلی جائے گی تو اس میں حکومت کا وقار بلند ہو گا تو میری استدعا ہو گی کہ ہمارا بل ایجوکیشن کمیٹی کو بھیجا جائے تاکہ اس پر مزید گفت وشنید ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر ایجوکیشن!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ amendment معزز ممبران چودھری اصغر علی گجر صاحب، ڈاکٹر سید وسیم اختر، احسان اللہ وقاص صاحب، محمد وقاص صاحب، محمد شوکت ایم پی اے، اعجاز حسین بخاری، ارشد محمود بگو، مسز طاہرہ منیر اور زیب النساء قریشی صاحبہ کی طرف سے move ہوئی ہے۔یہ سیکشن 7 اور سیکشن 9 میں دو amendments ہیں۔ سیکشن 7 میں یہ کہتے ہیں کہ یہ include کیا جائے کہ:

> To take appropriate action against the University by appointing an Administrator, who shall exercise the powers of the Board to run the affairs of the University till such time as may be specified. Provided that no action under sub-section-5 shall be taken against the Chairman of the Board has been provided an opportunity of being heard.

جناب سپیکر! دوسری یہ amendment چاہتے ہیں کہ Rector shall be an eminent scholar of the national repute to be inserted. میں اپنے معزز ممبران کی انتہائی respect کرتا ہوں اور خاص طور پر ان movers کی کہ انہوں نے تعلیم کے حوالے سے ہمیشہ بڑی ہی positive contribution ہاؤس میں رکھی ہے اور ان کی اکثر تجاویز کے تحت ہم نے اپنی پالیسیز بھی rectify بھی کی ہیں، ان کو amend بھی کیا ہے اور ان کو ہم change بھی کرتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی اچھی suggestion اگر یہاں اپوزیشن کا

ممبر دے دے یا ٹریژری بنچز کا دے دے تو اس کو include کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر! میں اپنے معزز ممبران کی تعریف کر رہا تھا کہ ان کی اچھی تجاویز کو ہم شامل کرتے ہیں۔ میری اس ضمن میں یہ گزارش ہو گی کہ ہم یہی چیز پہلے سے خود بھی take up کی ہوئی ہے اس لئے میری ان سے یہ گزارش ہو گی کہ ہم متفقہ طور پر اگلے اجلاس میں یا جب بھی ہم قانون سازی کریں گے تو ہاؤس میں لے آئیں گے۔ ہم نے پہلے ہی یہ ترامیم شامل کی ہیں۔ان ہی کی نشاندہی کے تحت شامل کی ہیں لیکن اب ہم ایک comprehensive Bill لے کر آ رہے ہیں۔ ہائرایجوکیشن کمیشن روزانہ چاروں صوبوں کو اپنی instructions دے رہے ہیں کہ آپ criterion بدلیں، چارٹر کو اور اچھا شفاف بنائیں۔ ہم نے مزید ترامیم بھی لانی ہیں اس لئے میری ان سے گزارش ہو گی کہ اس کو press نہ کریں کیونکہ ہم خود اس کو لا رہے ہیں اور یہی ترامیم مزید ترامیم کے ساتھ پورا بل لا رہے ہیں۔ کیونکہ اب ہم نے تمام پبلک پرائیویٹ یونیورسٹیوں کے Bills میں ترامیم کرنی ہیں کیونکہ ہمیں اوپر سے instructions آ رہی ہیں کہ ان چارٹرز کو مزید مضبوط اور بہتر کرنا ہے۔ ہم نے اچھی کوالٹی حاصل کرنی ہے اس لئے میری ان سے گزارش ہو گی اور میں ان کو ناراض نہیں کرنا چاہتا کیونکہ ہمیشہ ہم ان سے سیکھتے ہیں۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ یہی ترامیم میں خود ہاؤس میں لے کر آؤں گا اس لئے میری آپ سے درخواست ہو گی کہ اس کو press نہ کیا جائے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم نے Forest Act پر ترامیم پیش کیں۔ گورنمنٹ نے ہمیں یقین دہانی کرائی کہ ہم تیز رفتاری سے اس کو لا رہے ہیں۔ اب سال ڈیڑھ سال ہو گیا ہے اور اس کا پتا ہی نہیں ہے۔اب یونیورسٹی آف دی سنٹرل پنجاب کی جس ترمیم کی ہمیں یہ یقین دہانی کرا رہے ہیں۔ اس کی حقیقی صورتحال یہ ہے کہ ساری کی ساری جتنی یونیورسٹیاں ہیں،ان پر یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ یہ اپنے مزید کیمپس نہیں کھول سکتیں۔انھوں نے پچھلے اجلاس کے دوران circulate کیا تھا۔ اس میں یونیورسٹی آف دی سنٹرل پنجاب کو خصوصی اجازت دینا چاہتے ہیں کہ یہ جگہ جگہ پر اپنی دکانیں کھول لیں۔یہ وہ ترمیم تو لانا چاہتے ہیں،یہ ترمیم تو اس میں شامل نہیں ہے۔اگر یہ اس کی یقین دہانی کرائیں کہ اگلے اجلاس تک یہ ترمیم اس میں لے آتے ہیں تو میں اپنے ساتھیوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس پر اسرار نہ

کریں۔

وزیر تعلیم: میں ان کو یقین دہانی کرواتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو اگلے اجلاس میں لے آئیں گے اور اسی سے ملتی جلتی ترامیم آگے بھی آ رہی ہیں۔ لہذا اس کا جواب بھی یہی ہے۔ اس لئے اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے یہ کہنا ہے کہ ان کی ترامیم شامل کی جائیں گی۔

وزیر تعلیم: میں اس حوالے سے ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اگلے اجلاس میں ہم اس کو لے کر آئیں گے۔ ہم اس بل کو بڑا refine کریں گے اور اچھے انداز میں لے کر آئیں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔

مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب پرائیویٹ ایجوکیشنل انسٹیٹیوشنز (ترقی وانضباط) مصدرہ 2006

MR. DEPUTY SPEAKER: Next is The Punjab Private Educational Institutions (Promotion and Regulation) (Amendment) Bill 2006.

راجہ محمد شفقت خان عباسی صاحب اس کو پیش کریں۔

RAJA MUHAMMAD SHAFQAT KHAN ABBASI(Advocate) : I move:

> That leave be granted to introduce the Punjab Private Educational Institutions (Promotion and Regulation) (Amendment) Bill 2006.

MINISTER FOR EDUCATION: I oppose it.

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس قانون میں ترمیم کو اس لئے پیش کیا گیا کہ ہمارے صوبے میں mushroom growth پرائیویٹ تعلیمی ادارے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں کام کر رہے ہیں۔ یہ قانون جو 1984 کا بنا ہوا ہے۔ یہ اس کو کنٹرول اور چیک کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اور یہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس وقت

ہزاروں کی تعداد میں ایسے پرائیویٹ تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں جو اس قانون کے تحت رجسٹرڈ بھی نہیں ہیں۔یہ قانون کافی نہیں ہے اور devolution system آنے کے بعد پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی انسپکشن، رجسٹریشن کے معاملات اور ان کی اپیلٹ اتھارٹی کے حوالے سے میں نے یہ ترامیم دی ہیں کہ کون کون لوگ ان کو چیک کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر!ان ترامیم کے ناتے سے میری یہ مرضی اور منشاء نہیں ہے کہ پرائیویٹ تعلیمی ادارے کام نہ کریں اور ان پر پابندی لگ جانی چاہئے لیکن ان کو حدود وقیود میں لاتے ہوئے ان کی رہنمائی ہونی چاہئے اور انھیں promote بھی کیا جانا چاہئے۔اس لئے کہ جہاں ہمارا سرکاری نظام تعلیم سکولوں کے حوالے سے مکمل طور پر فیل ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ خالی یہ ذمہ داری سرکار کے اوپر ڈالنے سے بھی مقصد پورا نہیں ہو گا اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کو encourage بھی کیا جائے لیکن وہاں پر جو Teachers تعلیم دیتے ہیں۔ان کی ٹریننگ کے حوالے سے،ان کی تنخواہوں کے حوالے سے کچھ ہونا چاہئے کیونکہ بعض پرائیویٹ سکول والے ہزار پندرہ سو روپیہ دیتے ہیں جن teachers کا کوئی معیار نہیں ہوتا۔اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

جناب والا!اسی طرح کچھ پرائیویٹ تعلیمی ادارے ایسے ہیں جن کی فیسیں 40/40 ہزار اور 50/50 ہزار روپے سے بھی زیادہ ہیں۔اس معاملے پر پنجاب اسمبلی میں ہی ایک کمیٹی بنی تھی کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے معاملات کو دیکھے۔ جس کے کنوینر محترم ملک احمد صاحب ہیں جو یہاں بیٹھے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق آٹھ دس میٹنگز ہوئیں کہ کس طرح پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو regulate کیا جائے، کس طرح مانیٹرنگ بھی کی جائے اور کس طرح ان کو زیادہ فعال اور مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔اس کمیٹی نے کافی میٹنگز کیں جس میں وہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے لوگوں کو بلا کر سنتے رہے اور محکمہ تعلیم کو بھی اپنا موقف پیش کرتے رہے لیکن وہ معاملہ ابھی تک فائنل نہیں ہوا۔آج کے بل کے حوالے سے جب وہ کمیٹی سکولوں کی مینجمنٹ کو بہتر کرنے کے لئے موجود ہے تو میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وزیر تعلیم اس بل کی کس بنیاد پر مخالفت کر رہے ہیں۔اس سے پہلے بھی شاہ صاحب نے جناب سے گزارش کی تھی کہ وزیر تعلیم سے یہ پوچھا جائے کہ جو کمیٹی پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی دیکھ بھال کے لئے بنی ہوئی ہے۔اس کا کیا کام ہوا ہے اور اس کی کیا صورتحال ہے۔یہاں کنوینر صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ میں جناب سے گزارش کروں گا کہ اس بارے میں میرے بل کے حوالے سے میں بھی میٹنگ میں گیا ہوں۔آپ کنوینر صاحب سے گزارش کریں کہ اگر وہ

معاملہ فائنل ہو چکا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میرے اس بل کو بھی اس کے ساتھ club کر لیں۔ میں کنوینر صاحب کا موقف بھی پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے حوالے سے جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کام ہوا ہے اور کیا کچھ انھوں نے کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ملک محمد احمد!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس ہاؤس نے ایک کمیٹی بنائی تھی اور چیئر کی طرف سے فیصلہ ہوا تھا۔

The Committee in the beginning for the first 4/5 months because there were so practical hurdles in it.

محکمے کی طرف سے

Minister personally took initiatives

انھوں نے ان کو remove کیا

Then the committee came into sittings after like six or five months of it.

پہلے کمیٹی کے پاس جگہ نہیں تھیں کہ وہ اسمبلی کے اندر بیٹھے یا ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی resistance اتنی زیادہ تھی کہ:

The then Secretary Education and I could say the Special Secretary Education again, the then Secretary Education and a Special Secretary Education again, hurdles were created into the working of this committee. We reported this to the Minister time and again. We had marathon sessions. We had sixteen meetings. No TA/DAs were taken by Committee. The Committee decided on the floor of the House that we will

not go for any TA/DAs. The Committee never asked for any payment for the meetings. We had 7 meetings in 21 days

یعنی21دنوں میں17میٹنگز ہوئیں۔

We sat for six hours. Committee called upon but EDO Education Lahore never turned up. We reported this to the Minister and in the beginning we were of the view that we should take up the matter and bring it into the notice of the House that the EDO Education Lahore is not responding to the Committee and he should be dismissed but then the Committee took the lenient view because an impression was given into the papers.

اخبار میں کسی ادیب جاودانی نامی آدمی کی خبر آ گئی کہ تعلیمی اداروں کوcrippleکرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہماری طرف سے کوئی ایسا رویہ نظر نہ آ جائے، ہم توenhancementچاہتے ہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ پرائیویٹ سیکٹر کے اندر مزید بہتری لائی جائے جو پرائیویٹ سکولز رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کو رجسٹرڈ کروایا جائے، جو پرائیویٹ سکولز اپنے کیمپس سے اپنےgiven agendaسے زیادہ فیسیں لے کر کم تعلیم کی سہولتیں فراہم کر رہے ہیں ان کو اس کےambitکے اندر لایا جائے،ان کو پروموٹ کیا جائے اور یہی منسٹر ایجوکیشن کا ویژن تھا۔ اسی چیز کو راجہ شفقت عباسی صاحب سامنے لے کر آئے،اسی چیز کو احسان اللہ وقاص صاحب لے کر آئے۔اب میری سمجھ میں ایک چیز نہیں آتی کہ منسٹر ایجوکیشن کی نیت درست ہے،اس بل کےmoversکی نیت درست ہے تو

I was the Convener of the Committee. I have sixteen bills in my hand and we have already decided that these amendments will be brought into the notice of the Minister

اوران بلز کو گورنمنٹadopt کر کے ہاؤس کے اندر پیش کرے گی لیکن ڈیپارٹمنٹ اس میں تعاون نہیں کرتا،

I say it on the floor of the House. The Minister should take notice of it.

یہ ان کے سیکرٹری یا جتنے لوگ بیٹھے ہیں یہ سب بیکار کی تنخواہیں کھاتے ہیں۔ کوئی ای ڈی او ان کے کہنے پر کسی دفتر میں نہیں آتا۔ میں آج یہ منسٹر کے نوٹس میں لے کر آ رہا ہوں اس سے پہلے یہ میرے علم میں نہیں تھا۔ آج جب مجھے اس کا پتا چلا تو میں اس میں اپنی سستی، اپنی کوتاہی بھی مانتا ہوں کہ ہمیں بجٹ سیشن کے دوران اس چیز کا علم نہیں تھا کہ ایجوکیشن پر بحث رکھی جائے گی۔ اگر پتا ہوتا تو ایجوکیشن سیکرٹری، ای ڈی اوز کو منسٹر کی writ کے ساتھ ہم خود بھی to task لا سکتے ہیں،

That is no problem for us. We have got ample powers to do it. We know that this is the superior tier of the Government.

اور inferior tier کو ہم نے کیسے pull out کر کے لے کر آنا ہے یہ ہمارا issue نہیں تھا لیکن I bring it into the notice of the Minister ای ڈی او ایجوکیشن کو بلایا لیکن وہ نہیں آیا۔ سپیشل سیکرٹری کی طرف سے ہم نے رپورٹ مانگی کہ کون سے سکول رجسٹرڈ نہیں ہیں اور اس کے لئے ہم نے نمائندہ تنظیموں کے عہدیداروں کے نام دیئے کہ ان کے سکولوں کو چیک کریں جن کے اندر میں on the floor of the House اس چیز کو repeat کرتا ہوں کہ نمائندہ تنظیموں کے عہدیداروں کو جو ان پرائیویٹ سکولز مینجمنٹ کے نام پر آج تک یہ گورکھ دھندہ بنا کر بیٹھے ہیں جن کو پتا ہی نہیں ہے۔ یہ معاملہ کوئی ایچی سن کالج، گرائمر سکول یا کسی دوسرے تیسرے کا نہیں ہے لیکن سنٹرل پنجاب والے کی بات ہو چاہے وہ ضلع ناظم لاہور ہو اس کو on task آنا چاہئے۔ بیکن ہاؤس کی بات ہو چاہے وہ Foreign Minister of Pakistan ہو اس کو on task آنا چاہئے۔ کیوں کسی طریقے سے ایسے دھندے میں لگ جائیں۔ یہ Special Secretary and Minister should take a note of it. بل تو تیار پڑے ہیں، یہ بل چاہے راجہ شفقت عباسی کا آ جائے یا احسان اللہ وقاص صاحب کا آ جائے، یہ 19 ترامیم پڑی ہیں کہ ان کو رجسٹرڈ کیسے کرنا

ہے جو سکول رجسٹرڈ نہیں ہوتا اس کو سزا کیسے دینی ہے اور وہ ساری کی ساری enhancement of the private sector کے لئے ہے نہ کہ ان کو cripple down کرنے کے لئے ہے۔ شکریہ

وزیر کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! جو مسودہ قانون انہوں نے پیش کیا تھا منسٹر صاحب نے اس کو oppose کیا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ منسٹر صاحب ان کی بات کا جواب دیتے اور اس کے بعد معاملات آگے چلتے لیکن منسٹر صاحب کو تو موقع ہی نہیں فراہم ہو رہا۔ بحث شروع ہو چکی ہے لیکن ان کو بات تو کرنے دی جائے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری بات تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے منسٹر صاحب کو بات کر لینے دیں۔ I will just come back to you

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے صبح پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی تھی۔ یہ کمیٹی جس کی ملک احمد خان صاحب بات کر رہے ہیں۔ یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ اگر کوئی ایسی صورتحال ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو، اس ہاؤس کو اس کے خلاف ایکشن لینا چاہئے۔ ہم تو پچھلے ساڑھے تین سال سے یہی رو رہے ہیں کہ اس devolution نے سارے ایجوکیشن سسٹم کو، سارے ملک کے سسٹم کو جام کر کے رکھ دیا ہے۔ اگر یہ صورتحال ہے کہ ہاؤس کمیٹی جو آپ نے frame کروائی ہے اگر اس میں ایک ای ڈی او ایجوکیشن نہیں آتا یا کوئی سیکرٹری نہیں آتا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس کی insult ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ چونکہ ایجوکیشن سے related مسئلہ ہے اس پر کوئی نہ کوئی آپ کی طرف سے ایکشن ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر ایجوکیشن!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری ایک درخواست ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری درخواست پرائیویٹ ایجوکیشنل انسٹیٹیوشنز کے بارے میں ہے۔ اس میں کچھ چیزوں پر میریreservation بھی ہے لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ ایک معزز ممبر نے محنت کر کے کچھ چیزیں بہت اچھی بھی تیار کی ہیں۔ ایک کمیٹیalreadyہاؤس کی طرف سے پرائیویٹ ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز کے حوالے سے بنی ہوئی جو جناب نے مہربانی کر کے بنائی تھی۔ یہ اسی کمیٹی کو بھیج دیں جہاں میرا ایکBill دفن ہوا ہوا ہے وہاں میرے بل کی قبر کے ساتھ یہ بھی اس میں دفن ہو جائے گا۔ دونوں بل ایک ہی جگہ پر پڑے رہیں گے اس لئے مہربانی کر کے آپ یہBill کمیٹی کو بھیج دیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میریrequest ہے کہ مجھ سے اتنا زیادہ اونچی بلوانے کا موقع نہ دیں کہ میرا B.P ہائی ہو جائے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ ابھی میرے بھائی نے یہ فرمایا ہے کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ سے جو لوگ تعلق رکھتے ہیں جیسے سیکرٹری، ڈپٹی سیکرٹری یا ڈی ای او وغیرہ ہیں یہ بلانے پر نہیں آتے اور یہ حقیقت بھی ہے۔ میں کہتی ہوں کہ مجھے نہیں پتا کہ منسٹر صاحب کا کتنا حکم چلتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ میں ایک کام کے سلسلے میں خود منسٹر صاحب سے ملی تھی انہوں نے اپنے سارے سیکرٹری وہاں پر بلائے تھے لیکن یہ منسٹر صاحب کس حد تک بے بس ہیں شاید آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان کا کہنا ایکE.O بھی نہیں مانتا۔ اگر آپ ایک محکمے کا منسٹر بناتے ہیں، اگر اس کے پاس اتنی اتھارٹی نہیں ہے کہ وہ کوئی فیصلہ بھی خود کر سکے تو مجھے بتائیں کہ اس محکمے کے منسٹر کا کیا فائدہ۔ مجھے نہیں پتا کہ یہاں پر جی ایم سکندر کون سے بیٹھے ہوئے ہیں، ان کا ایک کام ہے کہ انہوں نے پورے پیڈ کے اوپر سائن کئے ہوئے ہیں اس پر وہ لکھ دیتے ہیں، ڈی او لیٹر چلا جاتا ہے کہ ٹرانسفر کر دو، ٹرانسفر ہو گئی۔ پتا نہیں کہ سوئے سوئے دوسرا ڈی او لیٹر بھیج دیتے ہیں کہ ٹرانسفر روک دو، ٹرانسفر رک جاتی ہے۔ میں عرض کروں گی کہ میں نہیں جانتی کہ جی۔ایم سکندر کون ہے، سنا ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ کے سیکرٹری ہیں۔ میں گزارش کروں گی کہ آپ وزیر اعلیٰ صاحب سے کہیں وہ جی ایم سکندر صاحب کو پابند کریں کہ بغیر کسی لیٹر کو پڑھے اور آنکھیں بند کئے اس پر دستخط مت کریں۔

جناب سپیکر!ایک ٹیچر کوbanکے دوران ٹرانسفر کیا جاتا ہے اور پھر ایک مہینے کے بعدshuttlecockکی طرح تمام اداروں میں کبھی ادھر سے ادھر، کبھی ادھر سے ادھر بھیجا جاتا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ جس استاد کو آپ ایک مہینے میں تین تین دفعہ ٹرانسفر کریں گے وہ استاد بچوں کی ایجوکیشن پر کیا توجہ دے گا؟ یہاں میں یہ بھی عرض کروں گی کہ جن ڈی او، ای او کی یہ بات کرتے ہیں وہ تو اس علاقے کے پرنس ہیں۔ وہ تو اس ایجوکیشن میں نوابوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں۔ پانچویں کلاس کا امتحان 15۔اپریل کو ہوا، اس کا رزلٹ 30۔اپریل کو آنا تھا۔یہ پورا اپریل گزر گیا، مئی گزر گیااور یہ جون گزر گیا۔یہ کوئی پی ایچ ڈی کا امتحان نہیں ہے یہ پانچویں کلاس کے پرائمری سکول کے بچوں کا امتحان ہے جس پر آپ نے تمام دنیا کے تجربات کر لئے ہیں۔ ہوتا یہ تھا کہ کل نمبر اور حاصل کردہ نمبر کے بعد ایک رزلٹ آ جاتا تھا لیکن اب ایک ایک سوال کا علیحدہ علیحدہ نمبر شیٹس کے اوپر لکھا گیا ہے۔ وہ کمپیوٹرائز کر رہے ہیں ان کو آتا نہیں ہے۔ میں کہتی ہوں کہ جس طرح پہلے طریقے سے رزلٹ آتا تھا وہی دے دیا جائے تاکہ آئے دن ماں باپ کے اساتذہ کے ساتھ جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ ختم کر دیئے جائیں۔ ان کی کوئی تعلیمی پالیسی نہیں ہے، کبھی امتحان کو درمیان سے شروع کر دیتے ہیں، کبھی اوپر سے شروع کر دیتے ہیں۔ امتحان سے 13 دن پہلے امتحان کی پالیسی تبدیل کر دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر!میں آپ کے توسط سے منسٹر صاحب سے درخواست کرتی ہوں کہ ان پر تھوڑی سی سختی کریں تاکہ ایک واضح پالیسی سال کے شروع میں آئے۔ سال کےendپر نہ آئے جب بچوں کے امتحان ہونے ہوتے ہیں۔ منسٹر صاحب تو خود بے چارے اتنے بے بس ہیں اور چپڑاسی تو ان کا کہنا نہیں مانتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ایجوکیشن منسٹر!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!اس بل کےmoverجناب شفقت عباسی صاحب ہیں یہ singleموور ہیں لیکن آپ نے کمال شفقت فرمائی محترمہ صغیرہ کو بولنے کا موقع دیا۔احسان اللہ وقاص صاحب بھی بولے۔ایک تو محترمہ صحت یاب ہو گئیں ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ماشاءاللہ آ گئی ہیں۔

جناب سپیکر!اس بل کے حوالے سے میری یہی گزارش ہو گی اور آپ کو بھی معلوم ہو گا کہ جس چیز کی نشاندہی احسان اللہ وقاص صاحب نے کی اور ہمیشہ ہم ان کی نشاندہی پر عمل کرتے ہیں۔ہاؤس میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی میں اس کا نوٹیفکیشن پڑھنا چاہتا ہوں تاکہ سب کی

یاد دہانی ہو جائے۔

In pursuance of the proceedings of the Provincial Assembly of the Punjab conveyed to the Education Minister by the Provincial Assembly vide number so and so, the Education Minister Government of Punjab has been pleased to constitute a Committee, comprising the following members of the Punjab Assembly.

جناب سپیکر!اس کمیٹی کے ممبران کے نام پڑھنے ضروری ہو گئے ہیں کیونکہ لوگ توقع کر رہے ہیں کہ کمیٹی جلدی سے اپنی سفارشات مرتب کرے۔ملک محمد احمد خان کنوینئر ہیں، چودھری نذر حسین گوندل ممبر، محمد ارشد ممبر، راناآفتاب احمد خان ممبر، راناثناء اللہ خان ممبر، سید احسان اللہ وقاص ممبر، محترم محسن لغاری صاحب ممبر، عبدالرشید بھٹی صاحب ممبر، جناب سہیول صاحب ممبر، بریگیڈیر محمد حسن صاحب ممبر، محترمہ حمیرااویس شاہد ممبر،ڈاکٹر انجم امجد ممبر ہیں۔یہ کمیٹی بنائی گئی تھی تاکہ پرائیویٹ ایجوکیشن سیکٹر کے معاملات کمیٹی میں thrash outہوں اور یہ کمیٹی کوئی نیا فار مولا ہاؤس میں لے کر آئے۔ملک محمد احمد خان صاحب نے جو یہاں پر بات کی اور انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ای ڈی او کو بلایا اور ای ڈی او اس کمیٹی کے سامنے پیش نہیں ہوا۔ایسی کوئی صورتحال نہیں آئی۔اگر میرے بھائی کو کوئی ایسی مشکلات پیش آ رہی ہیں تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کو دور کریں گے اور یہ ہاؤس کی کمیٹی ہے ہاؤس نے کمیٹیpowersدی ہیں کہ وہ لاء کو بنائے یا لاء کوthrash outکرے تو محکمہ پر لازم ہے، میں نے محکمے کو ہدایات دے رکھی ہیں کہ جب بھی کمیٹی بلائے تو آپ جائیں۔ میرے محکمے میں سیکرٹری سکولز اور ان کے تمام عملے نے ان presentationدی۔ ان کو ایک پورا سسٹم بتایا گیا کہ پرائیویٹ سیکٹر میں کتنے سکولز ہیں۔کیا Lawsہیں،بورڈز کے کیا معاملات ہوتے ہیں؟

جناب سپیکر!اس بل کے حوالے سے عرض کروں گا کہ یہ ایک بڑا اہم بل ہے اور یہ ایک اہم سیکٹر ہے جس میں پرائیویٹ سیکٹرinvolveہوتا ہے، سکولز، کالجز، اکیڈمیاں وغیرہ تو پھر میری درخواست ہو گی اور میری گزارش بھی ہو گی کہ ایک تو عباسی صاحب نے ترامیم میں جو کہا کہ سیکشن 5(a) میںadditionکر دیا جائے کہ T.E.V.T.Aمیں ایم پی اے صاحبان کو ڈال دیا

جائے،انسٹیٹیوشن آف ہینڈی کیپ،ڈائریکٹر آف سپیشل ایجوکیشن،ان ترامیم میں انہوں نے تین چار محکموں کا ذکر کر دیا۔T.E.V.T.A کو محکمہ تعلیم ڈیل نہیں کرتے بلکہ وزیر صنعت اس کو ڈیل کرتے ہیں اسی طریقے سے ہینڈی کیپ کے حوالے سے انہوں نےamendment کروانی چاہی اس کو محترمہ وزیر سپیشل ایجوکیشن ڈیل کرتی ہیں۔اس میں تین چار چیزیں ایسی آ گئی ہیں کہ یہ بل ٹیکنیکلیfeasible نہیں رہا۔بے شک یہ اس کیamendment کروالیں لیکن میری گزارش ہو گی کہ اس کو اسی شکل میں،اسی کمیٹی کوrefer کر دیں کیونکہ یہی کمیٹی اس بارے میں بیٹھ کر فیصلہ کر رہی ہے اور اس کمیٹی کے ممبروں کو شوکاز نوٹس بھی دیا جائے۔رانا ثناء اللہ کو نوٹس دیا جائے،رانا آفتاب کو نوٹس دیا جائے،احسان اللہ وقاص کو نوٹس دیا جائے کہ آپ جلدی سے بل بنائیں۔عوام انتظار میں ہیں،Houseانتظار میں ہے آپ اپنی سفارشات مرتب کیجئے تاکہ ہم ہاؤس میں اس کوputکریں اور اس کوlegislateکریں۔ Malik Sahib is doing a wonderful job. He has done marathon sessions.انہوں نے بڑی اچھی کوشش کی ہے۔

پرائیویٹ سیکٹر نے بڑی مخالفت بھی کی ہے۔مگر ہم اس کو کرنا چاہتے ہیں اور محکمہ تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔آپ اس کو بڑا اچھا لاء بنایئے۔اس میں کوئیvacuum-law نہ ہو بلکہ ایکhealthy law ہو۔جس میں پرائیویٹ سیکٹر کوincentive دیں۔لہذا میری گزارش ہے کہ عباسی صاحب نے جو محنت کی ہے وہ ضائع نہ جائے اور اس کو اس کمیٹی کوrefer کر دیا جائے اور فی الحال اسBill کو مسترد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:میں اسے ایجوکیشن کمیٹی کو refer کرتا ہوں اور اس Bill کو dispose of کرتا ہوں۔اب میں رائے اعجاز صاحب کوfloor دیتا ہوں۔

عوامی نمائندگان کے اعزازیہ وغیرہ پر نظر ثانی کے لئے سپیشل کمیٹی کے قیام کی تحریک

رائے اعجاز احمد:جناب سپیکر!پہلے بھی ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جب میں چیئر پر تھا۔میں عوامی نمائندگان کے اعزازیہ وغیرہ نظر ثانی کے لئے مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل سپیشل کمیٹی تشکیل دی جانے کی تحریک پیش کرتا ہوں۔ان ممبران کے نام یہ ہیں۔

1۔ ملک نذر فرید کھوکھر

2۔ جناب محمد بشارت راجہ، وزیر قانون
3۔ جناب مشتاق احمد کیانی، وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ
4۔ جناب نجف عباس سیال
5۔ جناب نذر حسین گوندل
6۔ جناب حفیظ اللہ خان نوانی
7۔ رائے اعجاز احمد
8۔ راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ)
9۔ ڈاکٹر سامیہ امجد
10۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری
11۔ شیخ اعجاز احمد
12۔ مہر اشتیاق احمد
13۔ چودھری اصغر علی گجر

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا سپیشل کمیٹی تشکیل دے دی جائے۔

(سپیشل کمیٹی تشکیل دے دی گئی)

مسودہ قانون (ترمیم) لاہور سکول آف اکنامکس مصدرہ 2006

MR.DEPUTY SPEAKER: Next is the Lahore School of Economics (Amendment) Bill 2006.

MR. MUHAMMAD WAQAS: I move:

That leave be granted to introduce the Lahore School of Economics (Amendment) Bill 2006.

وزیر تعلیم: میں اسے oppose کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ جو amendment پیش کی گئی ہے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اور پہلے amendment کے سلسلے میں بات ہو چکی ہے کہ already حکومت نے جو پرائیویٹ سیکٹر میں ڈگری award کرنے والے institutions بنائے ہیں یا یونیورسٹیاں بنائی ہیں

ان میں یہ amendments موجود ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ جو بقیہ institutes ہیں ان میں یہ add کی جائیں۔ میں پہلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر عجیب تضاد پایا جاتا ہے۔ پہلی بات تو یہاں پر یہ ہے کہ ایک amendment اگر گورنمنٹ بنچز سے آتی ہے تو اسے بڑی خوشی کے ساتھ introduce کیا جاتا ہے اور متعلقہ کمیٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اگر اسی طرح کی دوسری amendment اپوزیشن بنچز سے آتی ہے تو اسے appreciate بھی کیا جاتا ہے، اس کی ضرورت بھی محسوس کی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ خود اس سلسلے میں قانون سازی کرنا چاہتی ہے۔ حالانکہ یہ اس ایوان کا حق ہے اور اس ایوان میں اپوزیشن اور ٹریژری بنچز دونوں اس لحاظ سے یکساں ہیں بلکہ پوری دنیا کی جو جمہوری تاریخ ہے اور پوری دنیا میں جو آزاد جمہوری مملکتیں ہیں اس میں جو اپوزیشن ممبران ہیں ان کے نام سے باقاعدہ amendments موجود ہیں اور اگر وہ کسی چیز میں پہل کرتے ہیں اور وہ اچھی ہوتی ہے، constructive ہوتی ہے، positive ہوتی ہے تو ٹریژری سائیڈ اس کو own بھی کرتی ہے اور appreciate بھی کرتی ہے۔ لہذا یہ تضاد ختم ہونا چاہئے اور اگر ایک کام میں ہم نے پہل کر دی ہے تو آپ کو ماننا چاہئے اور اس کو admit کرنا چاہئے اور اس میں facilitate کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ اس پر ہمارا concern کیا ہے۔ ہمارا concern یہ ہے کہ لاہور سکول آف اکنامکس میں جو ہم amendment لانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ چانسلر کو اختیار دیا گیا ہے کہ take any action against the school including its closure یعنی ہم پرائیویٹ سیکٹر میں گزشتہ 10/15 سالوں سے دیکھ رہے ہیں کہ بہت ساری پرائیویٹ یونیورسٹیاں اور کالجز کھلے جہاں ہزاروں طلباء نے داخلہ لیا ہے اور طلباء و طالبات کے والدین نے ہزاروں روپے کی فیسیں جمع کروائیں لیکن پھر ہم یہاں خصوصاً پنجاب میں یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جن یونیورسٹیوں کو باقاعدہ چارٹر ملا ہوا ہے اور جو کسی بھی صوبے یا کسی بھی جگہ سے approve ہو کر آتی ہیں۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن یا کوئی اتھارٹی انہیں بند کرنے کا حکم دے دیتی ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ وہ کوئی violations کر رہی ہوں گی، کوئی غلط کام کر رہی ہوں گی لیکن اس کا براہ راست اثر ان ہزاروں سٹوڈنٹس پر پڑتا ہے جنہوں نے فیسیں دی ہیں اور جن کا پورا کیریئر داؤ پر لگ جاتا ہے اور ان کا قیمتی وقت، ان کے اکیڈمک سیشنز داؤ پر لگ جاتے ہیں اور میں اس کی مثال الخیر یونیورسٹی کی دیتا ہوں جس کا چارٹر آزاد جموں و کشمیر حکومت نے پاس کیا جس کے نتیجے

میں وہ یونیورسٹی کھل گئی اور اس نے پورے پنجاب میں کیمپس کھول لئے تو اس وقت پنجاب حکومت نے کوئی ایکشن نہ لیا اور اس میں ہزاروں سٹوڈنٹسinvolveہو گئے اور انہوں نے ہزاروں روپے فیسیں بھی جمع کروادیں۔ پھر اس کے بعد پنجاب حکومت نے ایکشن لیا اور ان کی ڈگری کوnull and voidقرار دیا۔ ٹھیک ہے کہ پنجاب حکومت نے ایکشن کر لیا لیکن لاکھوں سٹوڈنٹس کا کیا قصور ہے جنہوں نے اس میں داخلہ لے کر فیسیں جمع کروائیں لہذا ہم یہ ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اس انسٹیٹیوشن کوcloseنہ کریں، آپ اس کی انکوائری کریں اور آپ ایڈمنسٹریٹر مقرر کریں، آپ اس کی ایڈمنسٹریشن میں تبدیلیاں لائیں لیکن اس انسٹیٹیوشن میں پڑھنے والے طلباء کے اکیڈمکfutureکو تحفظ ملنا چاہئے اور ان کو کوئی نقصان نہیں ہونا چاہئے۔ ہوتا یہ ہے کہ وہ سٹوڈنٹس پھر عدالتوں میں جاتے ہیں تو پھر انہیں ریلیف ملتا ہے اور یہاں تو یہ بھی مذاق ہوا کہ گورنمنٹ آف پنجاب سٹوڈنٹس کوbanکر دیتی ہے، نکال دیتی ہے اور وہ عدالت میں چلے جاتے ہیں اور عدالت انہیں ریلیف دے دیتی ہے کہ تم امتحان دے دو اور جب وہ امتحان دیتے ہیں تو پنجاب کی کوئی یونیورسٹی ان کا رزلٹ روک لیتی ہے اور پھر وہ دوبارہ بے چارے عدالت میں جاتے ہیں تو ان کا رزلٹ آ جاتا ہے اور پھر اس کے بعد انہیں نوکری نہیں ملتی اور ان کی ڈگری کو مانا نہیں جاتا تو ان ساریambiguitiesاور ان ساری confusionsکو ختم کرنے اور خاص طور پر طلباء کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے یہ ہماری ترمیم بڑی لازمی ہے اور میں گزارش کروں گا کہ اس تعصب میں آنے کے بجائے کہ یہ اپوزیشن کی طرف سے آئی ہے اسے null and voidکیا جائے یا اسے بلڈوز کر دیا جائے۔ براہ مہربانی! ایک اچھےgestureکے طور پر اسے کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور یہ مانا جائے کہ اپوزیشن کی طرف سے جو اچھی ترامیم آئی ہیں تو اپوزیشن نے پہل کی ہے اور گورنمنٹ سوئی ہوئی تھی اور اپوزیشن نے اس میں اچھا کام کیا ہے اس لئے اس کو مانا جائے اور اس کو تسلیم کیا جائے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس میں ہم نے یہ ترمیم پیش کی ہے کہ:

Take an appropriate action against the school by appointing an administrator who shall exercise the powers of the board to run the affairs of the

school till such time as may be specified.

اب اس میں بجائے اس کے کہ اس سکول آف اکنامکس کو جو کوئی ایکشن اگر اس کے خلاف لینا ہو تو اس کو close کر دیا جائے تو اس سے اس سکول کی وہ working بھی رُک جائے گی تو اس کی بجائے اگر اس خاص مدت کے لئے کوئی ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا جائے جو سکول کو run کرتا رہے۔اس طرح سٹوڈنٹس کا نقصان ہو گا اور نہ ہی سکول کی working رُکے گی اور یہ معاملات چلتے رہیں گے اور ویسے بھی ہائر ایجوکیشن کمیشن نے اس کو تسلیم بھی کیا ہے اور اس وجہ سے اس منظور شدہ ترمیم کے مطابق اگر اس میں یہ ترمیم کر دی جائے تو اس سے کسی قسم کی مشکلات سکول کے معاملے میں پیش نہیں آئیں گی تو اس وجہ سے اس کو منظور کر لیا جائے۔اس میں طلباء وطالبات کی بہت بھلائی ہے۔ میں خود ایسی طالبات کو جانتی ہوں جو اس طرح کے کسی کالجز میں جیسے یہاں الخیر یونیورسٹی کھولی گئی تھی اور اس سے انہوں نے ڈگریاں لیں اور بعد میں ان کی ڈگریوں کو null and void قرار دے دیا گیا کہ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو اس وجہ سے اس ترمیم کو ضرور منظور کر لیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: شکریہ۔جناب سپیکر!

This is some other similar amendment which has been brought in by the honourable members of the House.

جس طرح میں نے پہلے بھی پہلے amendment Bill کے حوالے سے آپ کو گزارش کی پہلے والے بل میں دو ترامیم تھیں اور اس میں ایک ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ سیکشن 6 میں ترمیم کر کے اس میں وہی چیز add کر دی جائے جو پہلے بل میں انہوں نے take up کیا تھا۔ مجھے معزز ممبر وقاص صاحب کا بڑا احترام ہے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے اس حوالے سے بتانا چاہوں گا کہ پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر کی یونیورسٹیوں کے اندر ڈسپلن create کرنا اور پھر یونیورسٹی کا معیار اور معیار تعلیم اور ان کے سٹینڈرڈ کو بہتر کرنے کے لئے ہم نے بے شمار قدم اٹھائے ہیں۔آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ کابینہ نے ایک ban impose کیا ہوا ہے کہ کسی بھی نئی یونیورسٹی کو چارٹر ڈ اگر دیا جائے گا تو وہ نئے norms and criteria کے ساتھ کمیٹی اس کو assess and evaluate کرے گی، فیکلٹیز کتنی strong ہونی چاہئے۔ایک زمانے میں یونیورسٹی کے کیمپس

کی پابندی نہیں تھی لیکن اب ہم نے کہا کہ کیمپس یونیورسٹی کے owners کی ملکیت ہونی چاہئے تاکہ یہ کرائے کی کوٹھیوں میں یونیورسٹیاں نہ کھل سکیں۔ ہم نے تین سالوں میں بے شمار ایسے نئے initiatives لئے ہیں اور پرائیویٹ سیکٹر کے بارے میں یہ تاثر آنا چاہئے کہ یہ چارٹرز کوئی اتنی آسانی سے نہیں مل سکتے اور جو بھی بچے یہاں پر جائیں گے ان کا future secure ہو گا۔ ہم نے اس ضمن میں تین بڑے ادارے شٹ ڈاؤن کروائے جن میں اقراء یونیورسٹی نے چارٹرڈ کراچی سندھ سے لیا ہوا تھا اور انہوں نے اپنا کیمپس یہاں پر کھولا تھا جسے ہم نے کہا کہ یا تو آپ اسے بند کر دیں یا پھر نئے نام سے operate کریں۔ اسے ہم نے بند کروایا اور نئے نام سے انہوں نے پھر سے چارٹر لیا اور دوبارہ سے وہ یہاں آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ہمدرد یونیورسٹی کا کیمپس فیصل آباد میں چل رہا تھا، اس کو بھی نئے رولز کے تحت closer اس لئے کیا کہ territorial jurisdiction ہوتی ہے کہ اگر آپ نے پنجاب کا چارٹر حاصل کیا ہے تو آپ سندھ میں جا کر کام نہیں کر سکتے اور اگر آپ کے پاس فیڈرل چارٹر ہے تو آپ پنجاب میں آ کر کام نہیں کر سکتے۔ چونکہ پنجاب، لاہور ایک بہت بڑا cosmopolitan city ہے اور یہاں پر بہت زیادہ clients ہیں اور بہت زیادہ سٹوڈنٹس ہیں اور بہت بڑا کلچر ہے اس سارے شہر کا تو ہر یونیورسٹی چاہتی ہے کہ وہ لاہور میں آ جائے اور یہاں آ کر اپنے سب کیمپس کھول لیں اور انرولمنٹ شروع ہو جائے لہذا ہم نے اس کو بند کیا اور ہم نے کہا کہ آپ اپنی territorial jurisdiction کا خیال کیجئے۔ آپ کو جس صوبے کا چارٹر ملا ہے وہیں جا کر operate کریں۔

جناب سپیکر! یہ ان تین چار سالوں میں بہت زیادہ amendments اوپر سے آ رہی ہیں۔ اب ہم نے یہ سوچا ہے کہ وہ ساری instructions جو ہمیں وفاق دیتا ہے which is a fine job کیونکہ یونیورسٹی سیکٹر میں آج تک کام ہی کبھی نہیں ہوا تھا۔ اب اگر ہم ہر سیشن میں ایک amendment لینا شروع کر دیں تو ہمیں کافی زیادہ ٹائم درکار ہو گا۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ ترمیم بھی اور اس کے ساتھ ساتھ بے شمار ایسی ترامیم جو کہ ہم چاروں صوبوں نے ایک uniformity حاصل کرنی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو شامل کریں گے اور یہ ترمیم بھی ہم انہی کی وساطت سے انہی کی گائیڈنس، انہی کی کوششوں اور محنت سے یہ پہلے بھی ہوئی ہوئی ہیں۔ وہ میں پڑھ دیتا ہوں کہ

> The amendments proposed in the Bill have already been approved by the sitting Assembly recently in respect of the following Universities:-

The Gift University Gujranwala; the Beacon House University Lahore; the University of South Asia; and, obviously the Minhaj University. So we do not disagree with these amendments. We totally agree with the amendments but we only request.

جناب سپیکر! جس طرح میں نے پہلے بل کی ترمیم میں درخواست کی تھی اور یہ بھی ترمیم ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسی طریقے سے take up کریں گے اور اس کے ساتھ مزید بے شمار ترامیم ایسی آ رہی ہیں کہ ہم نے ہر بل کو amend کرنا ہے۔ پبلک ہوں یا پرائیویٹ یونیورسٹیاں ہوں اس میں بے شمار ترامیم لانی ہیں لہذا ہم ایک ہی دفعہ collectively وہ تمام ترامیم آپ کی خدمت میں رکھیں گے تاکہ ان کو approve کروائیں لہذا میری درخواست ہو گی کہ معزز ممبر اس کو press نہ کریں۔ ہمارے معزز ممبر بڑے ذہین ہیں، بڑی اچھی ان کی contribution ہے لہذا میں اس یقین دہانی سے کہ ہم اس کو خود take up کریں گے۔ اس کو مزید press نہ کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ جب آپ اس کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور ایک چیز ہماری طرف سے initiate ہو چکی ہے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اسے concerning کمیٹی کو refer کر دیا جائے اور ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ اسی ترمیم کو take up کریں۔ کمیٹی جب ساری ترامیم کو دیکھے تو یہ سارے بلوں کو collectively دیکھ لیا جائے اور پھر کوئی اچھی چیز تیار کر لی جائے۔ کمیٹی پر یہ کوئی پابندی تو نہیں کہ اس نے کسی خاص بل کو ہی لینا ہے۔ گورنمنٹ ہی کے بل کو لے لیکن ہماری ان ترامیم کو ابھی consider کرے تو formally اس میں کیا حرج ہے اس میں کیا قباحت ہے کہ اس بل کو کمیٹی میں پیش کر دیا جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن ہر ایک single amendment کے لئے پورا ہاؤس دوبارہ سے convene کرے amendment کو پھر کیبنٹ میں پاس کروائیں پھر ہاؤس میں lay کریں پھر سٹینڈنگ کمیٹی میں جائے۔ یہ بڑا لمبا پروسیجر ہے آپ جانتے ہیں کہ

legislationکا معاملہ بہت لمبا ہوتا ہے لہذا ایسا کیوں نہ کریں کہ ایک ہی دفعہ تمام amendmentsجو ڈیپارٹمنٹ نے ڈالنی ہیں اور یہ ایک یونیورسٹی نہیں ہے یہ لاہور سکول آف اکنامکس ہی کی نہیں بلکہ تمام پبلک اور پرائیویٹ یونیورسٹیاں ہیں ان کے کافی نمبرز ہیں۔12پبلک یونیورسٹیاں ہیں ہم نے کالجز کوdegree awarding statusدیئے ہوئے ہیں اور اس کے علاوہ پرائیویٹ یونیورسٹیاں ہیں۔ہم سب کوcollectivelyایک ہی دفعہ لے کر آئیں گے اگر ہم ایک ایک کر کے لے کر گئے تو اس میں کافی لمبا ٹائم لگے گا لہذا میریhonourable memberسے یہrequestہو گی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ بہت واضحreasonہے آپ اس کو پریس نہ کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب سپیکر! میں وزیر تعلیم سے یہ درخواست کروں گا کہ یہ لاہور سکول آف اکنامکس جو ادارہ ہے آپ مہربانی کریں کہ خودvisitکریں یا اپنی کسی کمیٹی کو بھیجیں کیونکہ اس سکول میں جو فیسیں ہیں وہ لوگوں کے کپڑے اتارنے والی لی جاتی ہیں اور اس میں جو ماحول ہے اس کو بھی یہ دیکھیں کہ انہوں نے اندر سے بالکل یورپ کے ادارے کا منظر بنایا ہوا ہے اس لئے میں وزیر تعلیم سے درخواست کروں گا کہ اس چارٹرڈ کالج کے معاملات کو ضرور دیکھیں وہ لوگوں سے فیسیں اتنی زیادہ لیتے ہیں اور پڑھائی کا معیار بھی اتنا اچھا نہیں ہے۔لہذا ان چیزوں پر ذرا غور فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر تعلیم صاحب! اس کو ذرا دیکھ لیں۔اس کوdispose ofکیا جاتا ہے۔

مسودہ قانون (ترمیم) جنگلی حیات (تحفظ، محافظت نگہداشت وانتظام) پنجاب مصدرہ2006

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا مسودہ قانون Punjab Wildlife (Protection, Preservation, Conservation and Management) (Amendment) Bill 2006کا ہے۔راجہ محمد شفقت خان عباسی!

RAJA MUHAMMAD SHAFQAT KHAN ABBASI(Advocate): I move that:

> The Punjab Wildlife (Protection, Preservation, Conservation and Management) (Amendment)

Bill 2006 may be introduced in the House.

MR DEPUTY SPEAKER: The motion moved is:

The Punjab Wildlife (Protection, Preservation, Conservation and Management) (Amendment) Bill 2006 may be introduced in the House.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! I oppose it

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! اس Bill کو move کرنے کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان signatory ہے مختلف conventions کے convention on bio-diversity جو 1992 میں برازیل میں ہوا جو بات کرتا ہے کہ ہم نایاب جانور اور پرندوں کو محفوظ کریں گے اور بچائیں گے۔ اسی طرح پاکستان ایک اور convention کا signatory ہے اسے CITES کہتے ہیں Convention on International Trade on In-danger Species وہ یہ کہتا ہے کہ نایاب پرندے، جانور جو protected ہیں ان کو یا ان کے stuff کو سمگل ہونے سے روکا جائے گا اسی طرح ایک اور convention ہے Ramseur Convention جو ایران میں ہوا تھا جو کہتے ہیں کہ وہ مقامات جہاں آبی پرندے اور جانور آکر بسیرا کرتے ہوں ان جگہوں کو protect کیا جائے گا میری مراد یہ wet land ہے جس طرح کسی زمانے میں ہمارے دریائے راوی کے ارد گرد مرغابیاں اور پرندے سائبریا سے جب وہاں سردی ہوا کرتی تھی یہاں آکر بسیرا کیا کرتے تھے اب وہ پرندے بھی اس شہر بے مثال میں نہیں آرہے وہ سائبریا سے آنے والے پرندے کہیں اور چلے جاتے ہیں کہ ہمارا ماحول خراب ہو گیا ہے ہمارے ماحول میں آلودگی ہو گئی ہے اس لئے ان conventions پر sign کرنے سے پاکستان پر لازم اور واجب ہے کہ اپنے قوانین میں conventions کے مطابق in conformity لائیں۔ ہمارے ہاں جو اس وقت Wildlife Protection Preservation کا قانون ہے یہ 1974ء کا ہے اور یہ سارا کا سارا قانون مختلف جانوروں کو جو شیڈول 1، شیڈول 2 میں دیئے گئے کہ ان کے شکار پر پابندی ہو گی اور ان کو کوئی سمگل نہیں کرے گا لیکن ہر سیکشن میں ساتھ proviso لگا دیا گیا کہ محکمہ اگر چاہے تو وہ لائسنس دے سکتا ہے۔ provided that the Game Warden یا جو بورڈ بنایا گیا ہے یا محکمے کے اہلکار چاہیں

تو وہ سپیشل پرمٹ لائسنس دے سکتے ہیں۔ میں اس قانون میں اس لئے ترمیم لایا ہوں کہ وہ جو vast powers دی گئی ہیں اس 1974 کے ایکٹ میں for granting the permit license for the hunting purpose اس کو ختم کیا جانا چاہئے۔ اس سے پاکستان کا پوری دنیا میں bad name ہوتا ہے اس سے اس صوبہ کا bad name ہوتا ہے۔ میں ایک دفعہ انڈیا گیا وہاں انہوں نے بہت بات کی کہ آپ لوگ پیسا اکٹھا کرنے کے لئے اپنی عزتیں بھی بیچ دیتے ہیں۔ باہر سے جو شیوخ حضرات، پرنس حضرات جو ہمارے قریبی مسلمان ممالک Middle East کے شہزادے آتے ہیں اور ان کو ہم بہت فراخ دلی سے پرمٹ اور لائسنس دیتے ہیں کہ وہ وہاں hunting کریں جس سے ان جانوروں کو جو شیڈول میں protected ہیں قانون میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کو پورے سال ایسے جانوروں کا ایسے پرندوں کا۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں معزز رکن سے استدعا یہ کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں انڈیا گیا تو وہاں پر کچھ ہندوستانی لوگوں نے کہا کہ آپ لوگ پیسوں کے لئے عزتیں بھی بیچ دیتے ہیں اور یہ انہوں نے سن لیا اور بعد میں مثال یہ دے رہے ہیں کہ آپ جنگلی جانوروں کو شکار کرنے کا لائسنس دیتے ہیں۔ اب جنگلی جانور کے شکار کے لئے لائسنس دینا اور عزت بیچنا میں سمجھتا ہوں کہ مجھے بات سمجھ نہیں آئی اس لئے میں معزز دوست سے گزارش کروں گا کہ انڈیا کے حوالے سے بات کر رہے ہیں اور وہاں سے سن کر آ گئے ہیں کہ آپ لوگ پیسے کی خاطر عزتیں بھی بیچ دیتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ تصحیح کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: I think it is slip of tongue جی، عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ جو 1974 کا قانون میرے ہاتھ میں ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، وہ بات جو راجہ صاحب نے کی ہے۔۔۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اس پر آ رہا ہوں۔ اس قانون کے تحت یہ لکھا گیا ہے کہ وہ پورا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے صحیح پوائنٹ آؤٹ کیا ہے کہ وہ جو الفاظ آپ نے کہے ہیں۔۔۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): میں وہی کہہ رہا ہوں کہ "Ghubara Bustard" قانون کہتا ہے کہ اس کا شکار نہیں ہو گا وہ protected animal ہے لیکن ہمارے افسران ہمارا محکمہ جب چاہے پرمٹ، لائسنس جاری کرتا ہے اور پورا سال جاری کرتا رہتا ہے جس سے ہمارے ملک کی بدنامی ہوتی ہے جس سے میرے صوبے کی بدنامی ہوتی ہے جبکہیں بھی ماحول کے حوالے سے کوئی convention ہو، کوئی میٹنگ ہو، کوئی ورکشاپ ہوتی ہے تو وہاں یہ بات کی جاتی ہے کہ اس سارے خطے میں نیپال، سری لنکا اور انڈیا میں بھی وہ آبی جانور ہیں وہ حکومتیں لائسنس پرمٹ جاری نہیں کرتیں تو آپ کے ہاں یہ کیوں اس طرح ہوتا ہے اس لئے میرا مقصد یہ تھا کہ وہ جو powers misuse ہوتی ہیں اس قانون کے تحت اس پر پابندی میرا مقصد تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر آپ عزتوں کی بات نہ کریں this is something different

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جب میرے ملک کی عزت کوئی نہیں کرے گا تو مجھے تکلیف ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب! وہ الفاظ جو آپ نے استعمال کئے ہیں that relate to something else آپ ان الفاظوں کو ذرا واپس لے لیں بہتر رہے گا۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): اگر ایسی بات ہے تو بالکل میری عزت، میرے ایوان کی عزت، میرے صوبے کی عزت سب سے پہلے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں یہ عزت اور چیز ہے اور وہ عزت اور چیز ہے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): یہ عزت سب سے پہلے ہے تو میرا قطعاً عزتیں بیچنے والی بات کا مقصد نہیں تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ وہ الفاظ واپس لیتے ہیں۔ اس کو correct کر لیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بجٹ پر تقریر نہیں کر سکا تھا تو میں آگے گیا تھا۔ مجھے ابھی تک تکلیف ہے کہ مجھے وہاں تک نہیں جانا چاہئے تھا۔ میں اس کی بھی apology کرتا ہوں۔ مجھے واک آؤٹ ضرور کرنا چاہئے تھا لیکن آگے جا کر protest نہیں کرنا چاہئے تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب، ہم آپ کا احترام کرتے ہیں اور آپ کی اس بات کو بھی سراہتے ہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ کبھی بھی نہیں ہوگا کہ میری وجہ سے کسی کی دل آزاری ہو۔ آپ تو ہاؤس کے Custodian ہیں۔ میں خود مناسب نہیں سمجھتا کہ میں آگے جا کر آپ سے request کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کے اس رویے کو سراہتا ہوں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس قانون میں جہاں ہر سیکشن میں لکھا گیا ہے کہ ان جانوروں کے شکار پر پابندی ہوگی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب! ذرا مختصر کریں کیونکہ نماز کا ٹائم ہو چکا ہے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): اس میں جو proviso ہے۔ میں ان کو ختم کرنا چاہتا ہوں کہ لائسنس اور پرمٹ جاری کرنے کا اختیار ختم ہونا چاہئے۔ اس کو مانیٹر کرنے کے لئے اگر بہت ضروری ہو، اگر کسی ملک کا بہت بڑا سفارتکار یا سربراہ مملکت ہو تو اس پر بھی ہمارا جو Wildlife Board ہے جس میں وزیر اعلیٰ بیٹھتے ہیں، جس میں سیکرٹری بیٹھتے ہیں اور لوگ بھی بیٹھتے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس بورڈ میں ایم پی ایز بھی ہونے چاہئیں اور کم از کم وہ بورڈ فیصلہ کرے کیونکہ ڈسٹرکٹ اور ڈویژن لیول کے آفیسر اس کو misuse کر رہے ہیں میں ان کی powers کو بھی curtail کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اس قانون میں یہ ہے کہ اگر کوئی اس قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کی cognizance تب ہی ہوگی جب کوئی سرکاری آدمی، محکمے کا آدمی کسی معاملے کی رپورٹ کرے گا۔ یہ حق عام آدمی کو ملنا چاہئے اور اس کی شکایت پر بھی اس کا cognizance لیا جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ اس قانون میں، میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ جو سزائیں اس میں رکھی گئی ہیں وہ تھوڑی ہیں۔ میں نے ایک کلاز میں کہا ہے کہ اس میں جو جرمانہ اور سزائیں موجود ہیں اس کو بڑھایا جائے اگر پانچ ہزار جرمانہ ہے تو اس کو بیس ہزار کریں اور سزا اگر چھ ماہ ہے تو اس کو تین سال کریں تاکہ اس قانون پر عملدرآمد بھی ہو سکے اور جو ہم نے اقوام عالم کے سامنے جو commit کیا ہے وہ مقاصد حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر!لاہور نہر کے کنارے پر جو درخت ہیں ہم ان کو کاٹنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ سارے لاہور کو وہاں سے آکسیجن ملتی ہے۔اس طرح ان کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ اس قانون کو دیکھ لیا جائے اور جو کمیٹی بنی ہوئی ہے وہ اسے دیکھے کہ جو ہماری دنیا میں جگ ہنسائی ہو رہی ہے وہ بھی نہ ہو اور جو protected animals ہیں وہ بھی بچ سکیں اور ماحول بھی بچ جائے۔ میرا خیال ہے کہ لاء منسٹر صاحب اسے oppose نہیں کریں گے اس لئے کہ یہ ان کی بہتری کے لئے ہے، ان کی حکومت کی بہتری کے لئے ہے۔ میں نے ایک سال پہلے یہاں بات کی تھی کہ ایک ریسرچ آئی ہے کہ پنجاب میں قدرت کی طرف سے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب! نماز کا ٹائم ہو گیا ہے۔آپ نے کافی discuss کر لیا ہے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): آپ اس کو اگلے اجلاس تک pending کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے قابل احترام بھائی اس صوبائی اسمبلی سے واحد ایک ایسے ممبر ہیں کہ جن کا حلقہ پورے کا پورا جنگلات پر مشتمل ہے اور ان کی دو کھصیلیں مری اور کوٹلی ستیاں ہمارے ملک کے لئے جنگلات کے حوالے سے سرمایہ ہیں۔ان کا کہنا بجا طور پر درست ہے لیکن میں یہاں پر تھوڑا سا یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ان کے علاقے میں شکار کا رواج اس حوالے سے کم ہے کیونکہ وہاں اس قسم کا شکار ہوتا نہیں جس کے لئے کوئی لائسنس یا پرمٹ دیئے جاتے ہوں۔ اس علاقے میں تقریباً ایسا کوئی شکار نہیں ہے بہر حال overall انھوں نے شکار کے حوالے سے بات کی ہے۔ میں مختصراً صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو ترامیم میرے بھائی نے دی ہیں۔ میں نے ابھی ان سے بات بھی کی تھی کہ یہ relevant نہیں ہیں۔اس میں ایک دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر ان کے ساتھ بیٹھ کر بات ہو سکتی ہے اور میں نے ان کو request بھی کی ہے۔ جہاں مثال کے طور پر اس قانون کو زیادہ موثر بنانے کے لئے انھوں نے سزاؤں کو بہتر بنانے کی بات کی ہے اس سلسلے میں ان سے بات ہو سکتی ہے۔انھوں نے جرمانے کو زیادہ کرنے کی بات کی ہے اس پر ان سے بات ہو سکتی ہے لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جو کہ خود contradiction ہیں۔ میرے بھائی ایک طرف کہتے ہیں کہ لائسنس جاری نہیں کرنا چاہئے اور دوسری طرف اسی بل میں کہتے ہیں کہ hardship cases میں

لائسنس جاری کر دیا جائے۔ اب شکار میں تو hardship case ہوتا نہیں۔ اگر وہ hardship کی definition پڑھ لیں تو اس کو مختلف حوالے سے لیا جاتا ہے۔ شکار میں کوئی hardship case نہیں ہوتا لیکن انھوں نے اس حوالے سے بات کی ہے۔ اسی طرح میرے بھائی نے کہا ہے کہ بورڈ پرمٹ جاری کر سکتا ہے۔ ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ پرمٹ جاری ہی نہیں ہونا چاہئے اور دوسری طرف آپ بورڈ کو اختیار دینا چاہتے ہیں۔ بورڈ کے چیئرمین چیف منسٹر صاحب ہیں۔ اب ہر درخواست چیف منسٹر صاحب کے پاس نہیں جا سکتی۔ ہر مہینے وہ بورڈ کی میٹنگ نہیں بلا سکتے۔ سالانہ میٹنگ ہوتی ہے اس میں فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن یہ روٹین کے کام بورڈ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح میرے بھائی نے یہ کہا ہے کہ بورڈ میں صوبائی اسمبلی کے ممبران کو نمائندگی دینی چاہئے۔ یہ بالکل دینی چاہئے اور جناب! آپ اس بات کے شاہد ہیں کہ موجودہ اسمبلی نے جتنے قوانین پاس کئے ہیں کہ بورڈ میں اگر کہیں ممبران اسمبلی کی نامزدگی کی بات آئی ہے تو ہم نے اس اصول کو تسلیم کیا ہے کہ دو حکومتی بنچوں سے ہونے چاہئیں اور ایک اپوزیشن سے ہونا چاہئے۔ ہم اب جتنی بھی legislation کر رہے ہیں۔ اس میں جہاں بھی required ہے اس اصول کو اپنا رہے ہیں۔ یہ چونکہ 1974 سے ہوا ہے اور بے شمار پرانے قوانین ایسے چلے آ رہے ہیں کہ اگر ان میں نمائندگی دینے کے لئے اب ہم ترامیم لانا شروع کر دیں تو یہ ایک non ending story بن جائے گی اور ایک بہت بڑا پنڈورا بکس کھل جائے گا۔

جناب سپیکر! میں اپنے بھائی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ 1974 کی بات ہے۔ اس لحاظ سے کم از کم آپ ضرور سراہیں گے کہ موجودہ حکومت کا رویہ جمہوریت کے حوالے سے اور ممبران اسمبلی کو اختیارات دینے کے حوالے سے کلی طور پر مختلف ہے۔ 1974 میں بھی ایک منتخب حکومت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس نے منتخب ممبران کو نہیں رکھا لیکن آج آپ کی منتخب حکومت اور آپ کی اسمبلی جو قانون بنا رہی ہے، اس میں حکومت منتخب نمائندوں کو نمائندگی دے رہی ہے اس لئے میں اپنے بھائی سے استدعا کروں گا کہ جو دو تین ترامیم انھوں نے قابل تعریف دی ہیں۔ ان پر میں ان کے ساتھ بیٹھ جاؤں گا، وہ میرے ساتھ بیٹھیں اور میں ان کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ انہی کے حوالے سے آئیں گی لیکن as such اس کو نہیں لیا جا سکتا اس لئے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں، اس کو رد فرمایا جائے اور آئندہ کی ترامیم کے لئے جس طرح ابھی ہمارے وزیر تعلیم بھی کہہ رہے تھے کہ ہم نے تمام departments میں Laws کو update کرنے کا

ایک عمل شروع کیا ہوا ہے۔ میرے بھائی ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ہم ان کے تجربے سے استفادہ کریں گے، ان کی قابلیت سے استفادہ کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کی اچھی رائے کو اہمیت دی جائے گی۔ شکریہ

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب اور ان کے جذبات کا بڑا مشکور ہوں لیکن مجھے بڑا خوف بھی آتا ہے اور ڈر بھی لگتا ہے۔ میں نے 2003 میں torture compensation bill دیا کہ جو شخص torture سے متاثرہ ہو گا وہ Bill چار یا پانچ صفحوں کا تھا۔ اسی طرح پارلیمانی سیکرٹری نے کہا تھا کہ ہم اس صوبے سے تھانہ کلچر کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ آپ کا یہ torture compensation bill بہت اچھا ہے۔ ہم اپنا Bill لے کر آئیں گے، من و عن اسی طرح ہو گا کچھ تھوڑی بہت نوک پلک درست کریں گے۔ میں اتنا مجبور ہوا کہ اس کے بعد میں نے دو دفعہ وہ Bill داخل کیا لیکن وہ Bill کمیٹی کے پاس ہے اور نہ reject ہوا۔ اسمبلی سیکرٹریٹ اس پر بیٹھا ہوا ہے کہ حکومت جب وہ Bill لائے گی تو ہم آپ کا وہ Bill بھی آگے چلائیں گے۔ اب اس طرح کی بات ہو تو مجھے خوف آتا ہے۔ دو سال پہلے پارلیمانی سیکرٹری نے undertaking دی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب نے جیسے کہا ہے کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں انشاء اللہ آپ کے ساتھ پورا تعاون ہو گا۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس وقت تک میرا یہ Bill pending کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تو dispose of کریں گے۔ جب ایک بات ہو گئی ہے اور باقی میں بھی یہی understanding ہوئی ہے۔ وہ آپ کو یقین دہانی کرا رہے ہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جو کمیٹی wildlife کو deal کرتی ہے یا forest والوں کے پاس business ہے۔ کیا وہ کام کرنا بھی چاہتے ہیں یا نہیں کرنا چاہتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی ترامیم کے حوالے سے وہ آپ کے ساتھ بیٹھ جائیں گے اور آپ کی guidance میں یہ کر لیں گے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔آپ press نہیں کرتے اس لئے یہ dispose of کی جاتی ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Next is The Hajvery University, Lahore (Amendment) Bill 2006.

ارشد محمود بگو صاحب کا ہے۔جی،

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میری معزز ممبر سے بڑی مؤدبانہ التماس ہے کہ یہ بھی اسی قسم کی ایک amendment ہے جو کہ پہلے ہم نے take up کی ہے۔ میں اس کے بارے میں بھی انھیں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی انداز میں اس کو بھی ہم take up کر کے collectively لے آئیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ نماز سے پہلے یہ بزنس ختم ہو جائے اگر آپ اجازت دے دیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ معزز وزیر صاحب نے اپنی بات رکھ دی ہے اور ظاہر ہے اس کے بارے میں ہم جو بھی دلائل پیش کریں گے اس پر انھوں نے وہی stereo type باتیں ہی یہاں پر پیش کر دینی ہیں۔ میں صرف اس پر اپنا note of resentment دینا چاہتا ہوں کہ بہت ساری باتیں یہاں کہی جاتی ہیں کہ جی اپوزیشن contribute نہیں کرتی۔ جب اپوزیشن کے ممبرز بیٹھتے ہیں، قانون بنانے والے ماہرین سے مشورہ کرنے کے بعد اگر کوئی چیز بنا کر اسمبلی میں لاتے ہیں تو اس کی حکومتی بنچز کی طرف سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے میں اس trend کے بارے میں احتجاج کرتا ہوں کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں معزز رکن کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی ایسا trend نہیں ہے۔ ہم نے آپ کی contribution and participation کو ہمیشہ welcome کیا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے فیصل آباد یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا اہم issue اٹھایا گیا تھا تو اس پر ہم نے آپ کی بات کو honour کیا ہے۔ ہم آپ کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں اور ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔ اگر میرا جواب stereo type تھا تو یہ ترامیم بھی stereo types ہی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جب ایک ہی قسم کی ترامیم دی جائیں گی تو ان کا جواب بھی ویسا ہی دیا جائے گا۔ بہر حال میں ان کو یقین دلاتا ہوں، ہمارے بڑے اچھے دوست ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ take up ہوں گی، ان ترامیم کو ہم لے کر آئیں گے اور یہ credit انھی کو جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ٹھیک ہے میں مزید اسے press نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ محرک مزید press نہیں کرتے لہذا اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اب آدھے گھنٹے کے لئے وقفہ نماز کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹے کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(وقفہ برائے نماز ظہر کے بعد جناب چیئرمین رائے اعجاز احمد
سہ پہر 2 بج کر 35 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

قرارداديں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب چیئرمین: محترمہ فائزہ احمد کی قرارداد ہے۔ جی، محترمہ فائزہ احمد!

محترمہ فائزہ احمد: جناب چیئرمین! منسٹر صاحب پچھلی دفعہ ہاؤس میں نہیں تھے تو یہ pending ہوئی تھی۔

جناب چیئرمین: pending کر دیتے ہیں۔

محترمہ فائزہ احمد: جی، کر دیں۔

جناب چیئرمین: pending کی جاتی ہے۔

محترمہ فائزہ احمد: جناب چیئرمین! یہ کل تک کے لئے pending کی گئی ہے؟

جناب چیئرمین: نہیں، اگلے سیشن کے لئے pending ہوئی ہے۔

محترمہ فائزہ احمد: جناب چیئرمین! کل بھی تو پرائیویٹ ممبر ڈے ہے۔

جناب چیئرمین: کل منسٹر صاحب نہیں ہیں۔ ملک نذر فرید کھوکھر صاحب!۔۔۔ فنانس منسٹر نہیں ہیں، pending کر لیتے ہیں۔

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب چیئرمین! move کر دیتا ہوں اس کے بعد pending کر دیں۔

جناب چیئرمین: move کر لیں لیکن یہ شاید next session میں جائے گی۔ اجلاس Monday تک ہے لہذا next session تک pending کی جاتی ہے۔ سید حسن مرتضٰی!

محکمہ امداد باہمی کی طرف سے کوآپریٹو سوسائٹیوں کو دیئے گئے قرضوں پر شرح سود میں تخفیف

سید حسن مرتضٰی: شکریہ۔جناب سپیکر۔میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ محکمہ امداد باہمی کوآپریٹو سوسائٹی کو جو قرض دیتا ہے اس پر مارک اپ 15 فیصد کی بجائے 8 فیصد وصول کیا جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ محکمہ امداد باہمی کوآپریٹو سوسائٹی کو جو قرض دیتا ہے اس پر مارک اپ 15 فیصد کی بجائے 8 فیصد وصول کیا جائے۔"

MINISTER FOR COOPERATIVES: I oppose it, sir!

SYED IHSAN ULLAH WAQAS: Mr. Speaker! I also oppose it.

MR MUHAMMAD WAQAS: Mr. Speaker! I also oppose it.

جناب چیئرمین: جی، سید حسن مرتضٰی صاحب! فرمائیں۔

سید حسن مرتضٰی: شکریہ۔جناب چیئرمین! اس ضمن میں میری یہ گزارش ہے کہ یہاں پر کل بھی لودھی صاحب فرما رہے تھے کہ ہم نے کسان کو بڑا facilitate کیا ہے، ہم نے ان کے لئے laser leveler منگوائے ہیں، زمینیں ہموار ہو رہی ہیں۔یہ مالیاتی ادارے کسان کو بنیے کی طرح نچوڑ رہے ہیں۔ہمیں 1947 میں ہندو بنیے سے تو آزادی مل گئی تھی لیکن ہم آج تک اس بنیے سے آزاد نہیں ہو سکے۔اس ملک میں دہرا معیار رکھا ہوا ہے۔اس ملک میں کسانوں کے ساتھ اور رویہ ہے، بزنس مین اور مل اونر کے ساتھ اور رویہ ہے۔ان کو قرضے انتہائی آسان شرائط پر ملتے ہیں، کم مارک اپ پر ملتے ہیں جبکہ زمیندار جو ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس کو 15 فیصد تک ملتے ہیں۔اگر کوئی زمیندار، کسان یا کوئی ہاری 5 ہزار کا defaulter بھی ہو جائے تو اسے کان سے پکڑ کر لاک اپ میں بند کر دیا جاتا ہے اور اس کے خلاف کوئی اپیل نہیں اور کوئی اس کا پرسان حال نہیں ہے جبکہ دوسری طرف اگر کوئی بزنس مین defaulter ہوتا ہے تو اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوتی، کوئی اسے پکڑنے یا پوچھنے والا نہیں ہے۔وہ sick unit چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور اس

سے کسی قسم کی کوئی recovery ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میرے جن بھائیوں نے اسے oppose کیا ہے اس ہاؤس میں 80 فیصد لوگ زراعت سے منسلک ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ یہ میری بڑی جائز بات ہے اگر ہم کسانوں کی بات یہاں نہیں کر سکتے تو ہمارا اسمبلی میں بیٹھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ میں اپنے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ اسے oppose نہ کریں اور اسے متفقہ طور پر منظور ہونے دیں۔

جناب چیئرمین: جی، وقاص صاحب! آپ نے oppose کیا ہے۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ اس قرارداد میں میرے بھائی حسن مرتضیٰ کی نیک نیتی شامل ہے۔ میں اس کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا لیکن میں جس چیز کی مخالفت کر رہا ہوں اور جس کے لئے میں نے oppose کیا ہے وہ سود ہے۔

جناب سپیکر! بحیثیت مسلمان قرآن پاک کا واضح حکم ہے اور سورۃ البقرہ کی آیت ہے کہ "اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور جو سودی کاروبار تم نے شروع کر رکھے ہیں ان کو چھوڑ دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کر دو" یعنی تم اللہ اور اس کے ﷺ کی دشمنی کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہو۔ سود یا mark up چاہے دس فیصد ہو، پندرہ فیصد ہو یا دو فیصد ہو وہ ناجائز ہے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان جس کا آئین اسلامی ہے اور جس میں 97 فیصد لوگ مسلمان ہیں اور الحمد للہ اپنے عقید اور فقہ کے لحاظ سے بہتر مسلمان ہیں۔ اس بات پر ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہم کس club میں اور کس camp میں کھڑے ہیں۔ ہم اپنے دفاع پر ہر سال اپنے بجٹ کا 30/35 فیصد خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا دشمن ہے اور اس سے بچنے کے لئے ہمیں یہ خرچ کرنا چاہئے لیکن اگر میں یہ بات کہوں تو آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ اس سے زیادہ رقم سود کی ادائیگیوں اور سودی کاروبار پر خرچ کرتے ہیں۔ گویا ہم نے علاقائی دشمن سے بڑا دشمن نعوذ باللہ اللہ اور اس کے رسول کو قرار دیا ہوا ہے۔ میں نے قرآن کی آیت آپ کے سامنے رکھی ہے۔ لہذا اس پر ہمیں قانون سازی کرنی چاہئے اور ہمارے سامنے مثال صوبہ سرحد کی ہے کہ وہاں پر گریڈ 1 سے لے کر 15 تک کے جتنے ملازمین ہیں ان کو بلا سود قرضے دیئے جاتے ہیں۔ اگر اس دوران کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ قرضہ ہو تو جو اصل زر ہے اس میں سے بھی 50 فیصد معاف کر دیا جاتا ہے اور گورنمنٹ اسے اپنے ذمے لے لیتی ہے۔ انھوں نے اسی طرح خیبر بنک کی

بعض شاخوں میں بلاسود بنک کاری رائج کر دی ہے۔ یہ ایک اچھا قدم ہے اور پنجاب کو اس کی پیروی کرنی چاہئے۔ کسانوں، عام مزدوروں اور ملازمین کو بھی بلاسود قرضے دینے چاہئیں۔ میری یہ تجویز تھی جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں اس قرارداد کے بارے میں دو پوائنٹس کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے خود جنرل مشرف صاحب اور شوکت عزیز صاحب کا بیان اخبار میں چھپا تھا کہ mark up 15 یا12 فیصد سے کم کر کے کسانوں سے 8 فیصد لیا جائے۔ یہ بیان خود ان کی طرف سے آیا تھا۔ یہ حکومت سارا دن ان کے قصیدے پڑھتی رہتی ہے اور اگر کوئی لوگوں کے حق میں غلطی سے کبھی ان کے منہ سے کوئی بات نکل جاتی ہے تو اس پر بھی عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں سید حسن مرتضیٰ صاحب کی اس حوالے سے تائید کرتا ہوں کہ اگر آپ نے mark up لینا ہی ہے اور جان چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو آپ کے صدر نے آپ کو ہدایت دی ہے کم از کم اس پر تو اس حکومت کو عمل کرنا چاہئے۔

جناب چیئرمین! میں دوسری بات ٹیکنیکلی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محکمہ امداد باہمی لوگ مل کر بناتے ہیں اور نفع و نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کا تصور ہی یہ ہے۔ کوآپریٹو کا تصور یہ ہے کہ کچھ لوگ اٹھیں اور مل کر ادارے بنائیں اور ان کو چلائیں۔ میں اب یہ سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے محکمہ کوآپریٹو جو کہ لوگوں کا اپنا ڈیپارٹمنٹ ہے، اس کو بھی منافع خوری یا سود خوری کے چکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اگر زیادہ سے زیادہ کچھ لینا چاہتے ہیں تو وہ سروس چارجز کے نام پر کچھ لے لیں۔ اس کے علاوہ انھیں ایک پیسا کسانوں سے mark up نہیں لینا چاہئے۔

جناب چیئرمین! اس ملک میں یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ سالانہ سات سو ارب روپے کی کسانوں کو ضرورت ہوتی ہے جبکہ اس میں سے زیادہ سے زیادہ دو سو ارب روپیہ مختلف ادارے دے پاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں چار سے پانچ سو ارب روپے کسانوں کو مختلف آڑھتیوں اور مختلف درمیانے لوگوں سے لینے پڑتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ -/415 روپے گندم کا ریٹ حکومت مقرر کرتی ہے اور وہ -/360 یا -/370 روپے پر بیچنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ 15 فیصد نہیں بلکہ 20/30 فیصد سود کی شکل میں ادا کرنا پڑتا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ شاہ صاحب نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ بالکل درست ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد میں

یہ ترمیم ہونی چاہئے چونکہ محکمہ کوآپریٹو خود لوگوں کا ادارہ ہے اور لوگوں نے آپس میں شیئر کرنا ہوتا ہے اس لئے اس پر کوئی سود نہ لیا جائے اور صرف سروس چارجز کے نام پر کچھ پیسے لینا چاہتے ہیں تو وہ ان سے لے لیں اور کسانوں کو بلا سود قرضے ملنے چاہئیں اور بڑی مقدار میں ملنے چاہئیں۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: آپ مشورہ کر کے اس کو واپس لے لیں اور نئی قرارداد لائیں۔ جی، چودھری جاوید احمد!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں بھی اس قرارداد کے حوالے سے یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح سے ہماری حکومت نے ساڑھے بارہ ایکڑ پر زرعی ٹیکس معاف کر کے چھوٹے کسانوں کو فائدہ دیا ہے اور جس طرح یہ سارا معزز ہاؤس جانتا ہے کہ پنجاب میں 98 فیصد زمیندار ساڑھے بارہ ایکٹر سے کم کے مالک ہیں۔ اگر وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ بہت بڑی سہولت دی ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ ان ساڑھے بارہ ایکڑ کی input کے لئے جو قرضہ جات ہمارے کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے یا بنکوں کے ذریعے دیئے جاتے ہیں ان پر سود نہ لیا جائے اور جو کسان وقت پر قرضہ واپس کر دیتا ہے اسے تو یہ incentive ملنا چاہئے۔

جناب چیئرمین: آپ نے ٹھیک بات کی ہے۔ اگر وہ اپنی قرارداد واپس لے لیں اور آپ حکومت کی طرف سے لے آئیں۔ اس طرح تو بات نہیں بنے گی کہ آپ ان کو oppose کریں یا ان کے حق میں بات کریں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! وزیر صاحب بھی سن رہے ہیں۔ وہ اس بارے میں بات کریں گے۔ میری یہ تجویز ہے کہ ساڑھے بارہ ایکڑ تک کے مالکان input کے لئے جو قرضہ لیتے ہیں۔ وہ واقعی بلا سود ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ ہمارے ہاں جو defaulter ہو جاتے ہیں، ان کو تو بعد میں ریلیف ملتا ہے اور جو وقت پر ادا کر دیتے ہیں ان کو نہ صرف پورا قرضہ ادا کرنا پڑتا ہے بلکہ سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی میں وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس پر working کریں تاکہ ان لوگوں کو بھی سہولت ملے کہ جو بروقت قرضے کی ادائیگی کرتے ہیں نا کہ ان کے جو defaulters ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ جیسے

آپ نے جاوید صاحب سے کہا کہ آپ حکومت کی طرف سے قرارداد لے آئیں اس طرح نہیں ہوتا۔ اگر کوئی بھی قرارداد پیش ہو جائے تو اس پر کوئی بھی آدمی اپنی رائے دینا چاہے تو وہ گورنمنٹ کو اپنی رائے دے رہا ہوتا ہے، اپنی نمائندگی کے طور پر دے رہا ہوتا ہے۔ ہر آدمی قرارداد نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ آپ نے وقاص صاحب سے کہا کہ آپ مل کر قرارداد لے آئیں۔ انھوں نے محرک کی قرارداد سے اختلافی بات کہی ہی نہیں ہے۔ انھوں نے اس میں ایک ترمیم اور تجویز دی۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جو آدمی اٹھ کر اپنی رائے دے یا اصلاح کرنا چاہے یا گورنمنٹ کے نوٹس میں کوئی بات لانا چاہے تو ہر آدمی کوئی قرارداد لے آئے۔ سید حسن مرتضیٰ نے جو قرارداد دی ہے، اس میں جماعت اسلامی یا ایم ایم اے کے دو ممبران نے اس میں oppose کر کے اپنی تجاویز دی ہیں۔ ہمارے ایک محترم دوست نے اپنی تجاویز دی ہیں کیونکہ میرے نوٹس میں بات آئی ہے لیکن منسٹر کو آپریٹو اس کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ یہ فیڈرل کا پیسا ہوتا ہے جو distribute ہوتا ہے اور صوبائی گورنمنٹ اس کی distribution کرتی ہے پھر ریکوری کر کے واپس کرتی ہے۔ اس میں یہی گزارش تھی کہ ہر آدمی اپنی طرف سے قرارداد نہیں لاتا۔ گورنمنٹ کے نوٹس میں ایک قرارداد پر وہ اپنی تجاویز دے سکتا ہے اور عام آدمی کی بہتری کے لئے کوئی تجویز دے سکتا ہے۔ میں یہی گزارش کر رہا تھا۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر کوآپریٹو!

وزیر امداد باہمی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! ہمارے فاضل دوست حسن مرتضیٰ صاحب کی اس سلسلے میں یہ دوسری تیسری دفعہ تجویز آئی ہے۔ سب سے پہلے میں ان کی تصحیح اس لحاظ سے کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں انہوں نے کہا ہے کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ محکمہ امداد باہمی، کوآپریٹو سوسائٹی کو اتنا مارک اپ لگا کر قرضہ دیتا ہے تو ان کی اطلاع کے لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ قرضہ محکمہ نہیں دیتا بلکہ یہ پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک دیتا ہے اور پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک زمینداروں کو سٹیٹ بنک سے لے کر قرضہ دیتا ہے۔ جہاں تک مارک اپ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ہمیں جو بھی رقم سٹیٹ بنک سے ملتی ہے اس پر وہ ٹریژری بل ریٹ چارج کرتے ہیں اور اس وقت جو ٹریژری بل ریٹس ہیں وہ vary کرتے رہتے ہیں مگر اس وقت ان کا ریٹ 8.29 اور 8 اور 9 کے درمیان fluctuate کرتا ہے۔ یہ وہ پیسا ہے جو ہم نے سٹیٹ بنک کو اس رقم کے ساتھ واپس کرنا ہوتا ہے۔ اس صورت میں بنک کے اپنے overhead expenditure

ہوتے ہیں جو کہ اس پر4 to 5 percentہر بنک لیتا ہے۔ محترم احسان اللہ وقاص صاحب نے سروس چارج کی بات کی تو وہ سروس چارج ہی ہوتا ہے جو بنک اپنے اخراجات ڈال کر کسان کو دیتا ہے۔یہ جو قرضہ ہم سٹیٹ بنک سے لیتے ہیں اس کو ہم نے تین مہینے کے اندر جو ان کی installment dueہوتی ہے اس due dateپر ہم نے ان کو واپس بھی کرنا ہوتا ہے۔اگر کسان کی وجہ سے کچھ سوسائٹیز ڈیفالٹ بھی کر جائیں تو اس سلسلے میں سٹیٹ بنک پراونشل کوآپریٹو بنک کو اس میں کوئی گنجائش نہیں دیتا۔اس کے علاوہ ہمارے وقاص صاحب نے صوبہ سرحد کا ایک رول ماڈل پیش کیا اور اس وقت انہوں نے وہاں پر یہ ذکر نہیں کیا کہ صوبہ سرحد کا بنک کسانوں کو فری دے رہا ہے، وہ کہہ رہے ہیں کہ گریڈ1 سے گریڈ15 تک بلا سود قرضے دیئے جا رہے ہیں۔یہاں پر بھی وہ سکیمیں رائج ہیں۔جہاں تک ان کے پراونشل کوآپریٹو بنک فرنٹیئر کا تعلق ہے تو میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ لیکوڈیشن میں چلا گیا ہے اور یہ اس کو رول ماڈل بنا کر ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں کہ وہاں پر فلاں فلاں کر رہے ہیں اور ادھر کچھ اور ہے؟ وہاں پر تو ان کے جو منسٹر ہیں وہ خود ہمیں اس سلسلے میں کہہ رہے ہیں کہ ہماری کوئی رہنمائی کریں، ہمارے تو قرضے پھنسے ہوئے ہیں، ہمیں کوئی ریکوری کروا دیں، ہمارا بنک لیکوڈیشن میں چلا گیا ہے، ہم کدھر سے یہ کام کریں؟(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! یہ اسے ہمارے لئے رول ماڈل نہ بنائیں۔ہم 8.9 percent پر لے کر جا رہے ہیں اور اس پر ہمارے4 to 5 percentجو overhead expensesہیں وہ لگا کر کسان کو ہم دے رہے ہیں اور سٹیٹ بنک کو بروقت ادائیگی کی جا رہی ہے۔آپ کو یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ پہلے جب ہم 9 فیصد پر لے آئے تھے تو ٹریژری بل ریٹس 3 فیصد پر آ گئے تھے تو اس کا فائدہ ہم نے کسان کو دیا کہ ہم نے قرضہ 8تا9 فیصد پر کر دیا مگر اب جبکہ 8.29 پر سٹیٹ بنک سے پیسے لے رہے ہیں تو ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔اس وجہ سے میری محترم شاہ صاحب سے گزارش ہے کہ یہ بنک کسانوں کی بہت خدمت کر رہا ہے اور اس کے اندر اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اتنا مارجن از خود برداشت کر سکے۔اس وجہ سے میری ان سے درخواست ہے کہ پنجاب کے کسانوں کی بہتری اسی میں ہے کہ بنک چلتا رہے اور وہ اپنی قرارداد واپس لے لیں۔

راناثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، راناثناء اللہ صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ وضاحت چاہوں گا کہ حسن مرتضیٰ صاحب نے تو اپنی قرارداد میں بڑی واضح بات کی ہے کہ جو 15 فیصد سود لیا جارہا ہے آپ اسے کم کر کے 8 فیصد کر دیں۔ اب انہوں نے جو بات کی ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم پہلے ہی 8.29 فیصد کے قریب ہیں تو اس کی وضاحت فرمادیں کہ 15 فیصد والی بات غلط ہے اور اگر بنک already 8.29 percent لے رہا ہے تو میرا خیال ہے کہ شاید حسن مرتضیٰ صاحب کو بھی اس پر اعتراض نہ ہو۔

جناب چیئرمین: جی، منسٹر صاحب!

وزیر امداد باہمی: جناب چیئرمین! میرے خیال میں محترم رانا صاحب نے میری بات سمجھی نہیں۔ میں بات کر رہا ہوں کہ 8.29 فیصد ٹریژری بل ریٹس ہیں جن پر ہم سٹیٹ بنک سے یہ رقم لے رہے ہیں اور اس پر ہم اپنا overhead expenditure لگا کر کسان کو دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ یہ بتادیں کہ کتنے فیصد پر دیتے ہیں؟

وزیر امداد باہمی: جناب چیئرمین! ہمارا ٹوٹل جو فیصد ہے وہ 12 سے لے کر 15 فیصد تک ہے۔ جو چھوٹا کسان ہے اس کو ہم 12 فیصد پر دیتے ہیں اور جو بڑے قرضے ہوتے ہیں ان پر ہم 15 فیصد چارج کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! اس قرارداد میں یہ ترمیم کر دی جائے کہ سٹیٹ بنک اس طرح نہ کرے۔

جناب چیئرمین: آپ نئی قرارداد لے آئیں اب اس میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

> ''اس ایوان کی رائے ہے کہ محکمہ امداد باہمی، کوآپریٹو سوسائٹی کو جو قرض دیتا ہے اس پر مارک اپ 15 فیصد کی بجائے 8 فیصد وصول کیا جائے۔''

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! ایک طرف آپ mover کو یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ اس میں کیونکہ سٹیٹ بنک کی involvement آئی ہے تو اسے ری ڈرافٹ کر لیں۔

جناب چیئرمین: اگر آپ اسے withdraw کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں۔ withdraw کر کے نئی

قرارداد لے آئیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! جیسے آپ کہتے ہیں ویسے کر لیتے ہیں۔ گزارش صرف اتنی ہے کہ یہ جو کسان کو facilitate کرنے کی بات آتی ہے تو اس میں پنجاب کی ایک مثال ہے کہ:

"آٹا گوندھی ایں تے ہلدی کیوں ایں"

جناب چیئرمین! ٹیکنیکل گراؤنڈز پر اسے فارغ کرنے کی بجائے اگر اس پر ہمدردانہ غور کیا جاتا تو بہتر تھا۔ حکومت کو ایک قرارداد ہی بھیجنی ہے۔ ہمارے کسانوں کو کیا message جائے گا؟ یہاں کونسا مارک اپ کم ہو رہا تھا باقی جیسے آپ حکم دیں گے اس کی ہم تعمیل کریں گے۔

جناب چیئرمین: آپ واپس لے لیں اور نئی قرارداد لے کر آئیں اور سٹیٹ بنک کے لئے لکھیں کہ وہ اس کو regularize کرے۔ اس بحث میں آپ نہ پڑیں۔

سید حسن مرتضیٰ: میں اسے withdraw کر لیتا ہوں اور ہم دوبارہ لے آتے ہیں۔

جناب چیئرمین: محرک نے اپنی تحریک واپس لے لی ہے لہذا dispose of ہوتی ہے۔ سید عبدالعلیم شاہ صاحب اپنی قرارداد پیش کریں گے۔ موجود نہیں ہیں dispose of کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر!

چھوٹے کاشتکاروں کے قرضوں پر سود کی معافی

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

''اس ایوان کی رائے ہے کہ زرعی بنک ساڑھے بارہ ایکڑ اور اس سے کم زمین کے مالک کسانوں کے قرضوں پر سابقہ سود معاف کر کے ان کی زمینوں کو نیلام ہونے سے بچائے اور نیز آئندہ ان کو بلا سود قرضے دیئے جائیں۔''

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! وزیر خزانہ نہیں ہیں تو لہذا یہ اگلے سیشن تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: تو پھر کل پیش ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین: آ گئے تو کل پیش ہو جائے گی وگرنہ اگلے سیشن پر کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: کل پرائیوٹ ممبرز ڈے ہے۔

جناب چیئرمین: اگر کل آجائیں گے تو کل ٹیک اپ کریں گے ورنہ اگلے سیشن پر کریں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: کل پرائیوٹ ممبرز ڈے ہے کل لے لی جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔اگلی قرارداد چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) کی ہے۔جی، چودھری صاحب!

صوبہ پنجاب میں پرائمری کی سطع پر پنجابی کا مضمون پڑھانے کا مطالبہ

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب چیئرمین! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

''پنجاب میں پرائمری سطح پر پنجابی زبان کی تعلیم کے فروغ کے لئے پنجابی کا مضمون پڑھایا جائے۔''اس کے علاوہ میں پنجابی میں بھی یہ کہنا چاہوں گا کہ "اسیں پنجابی آں سانوں اپنی زبان تے کلچر تے فخر اے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

''پنجاب میں پرائمری سطح پر پنجابی زبان کی تعلیم کے فروغ کے لئے پنجابی کا مضمون پڑھایا جائے۔''اس کے علاوہ میں پنجابی میں بھی یہ کہنا چاہوں گا کہ "اسیں پنجابی آں سانوں اپنی زبان تے کلچر تے فخر اے۔"

MR MUHAMMAD WAQAS: I oppose it, sir.

MINISTER FOR EDUCATION: I also oppose it, sir.

جناب چیئرمین: جی، آپ اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جی۔ جناب چیئرمین! میں اس سلسلے میں معزز ایوان اور اپنے بھائی وزیر تعلیم کی توجہ چاہوں گا کہ پنجاب پاکستان کا واحد وہ صوبہ ہے جہاں پر علاقائی زبانوں کی ترویج کے لئے سرکاری سطح پر تو کام ہو رہا ہے لیکن سکولوں میں یہ نہیں پڑھائی جاتی اور باقی تمام صوبوں میں ان کی علاقائی زبانیں ان کے سکولوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹائم 10 منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میری یہ گزارش ہے کہ ہمیں بطور پنجابی اپنے بچوں کو بھی پنجابی لکھنا پڑھنا سکھانے کے لئے بجائے اس کے کہ ہم یونیورسٹی میں تو پنجابی کا

مضمون پڑھاتے ہیں اور ایم اے پنجابی کر سکتے ہیں لیکن سکولوں میں بچوں کو نہ پڑھانے کی وجہ سے جو دوسرے ہمارے جیسے لوگ جنہوں نے پوسٹ گریجوایشن بھی کی ہوئی ہے ان کو پنجابی پڑھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔اگر پنجاب میں پنجابی زبان کی ترویج کے لئے اور بچوں کو پنجابی زبان سکھانے کے لئے شروع کے پانچ سال کے لئے پرائمری سطح پر اگر یہ مضمون پڑھایا جائے تو اس سے نہ صرف ہماری علاقائی زبان ترقی کرے گی بلکہ لوگوں میں ایک شعور بھی پیدا ہو گا اور وہ فخر بھی محسوس کریں گے کہ ہمیں پنجابی زبان پر عبور حاصل ہے۔ میں اس سلسلے میں مثال دوں گا کہ پنجاب بلکہ پورے برصغیر کے عظیم شاعر وارث شاہ نے بھی جو ہیر لکھی وہ بھی پنجابی میں لکھی تھی میرے خیال میں وہ شیکسپیئر سے بھی بڑے مفکر اور دانشور ہیں جنہوں نے ہیر وارث شاہ لکھی۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ اس زبان کو پڑھنے کے لئے،اپنے مشاہیر کو اور اپنے ان دانشوروں کو پڑھنے کے لئے جنہوں نے پنجابی زبان جو کہ بڑی وسعت والی زبان ہے،پیار والی زبان ہے،پیار تقسیم کرتی ہے اور اتنی میٹھی زبان کو سرکاری سطح پر سکولوں میں نہ پڑھایا جانا یہ ہمارے بچوں پر اور ہم پر ظلم ہے۔ میں اپنے بھائی سے اور اپنی حکومت سے یہ درخواست کروں گا کہ اس سلسلہ کو ہمدردانہ دیکھتے ہوئے ہمارے بچوں کے لئے خصوصی طور پر اس چیز کا بندوبست کیا جائے کہ ہمیں اپنے اپنے سکولوں میں پنجابی زبان کی ترویج و ترقی کے لئے پڑھائی جانی ضروری ہے۔

محترمہ عابدہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی،فرمائیں!

محترمہ عابدہ جاوید: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میرے بھائی نے ابھی پنجابی زبان کے لئے کہا کہ اسے لازمی قرار دیا جائے۔ ٹھیک ہے انہوں نے اپنے حساب سے بات کی ہے لیکن میں اس سے بھی زیادہ اہم بات کرنا چاہتی ہوں کہ آپ انگلش کو کہتے ہیں کہ لازمی کیا جائے،آپ یہ دیکھیں کہ عربی زبان جس میں ہمارا قرآن پاک ہے اور ہم اسے پڑھتے ہیں۔ وہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس سے ہمیں اخلاق و کردار کا پتا چلتا ہے۔اس میں وہ احکامات ہیں جس پر ہم نے چل کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنا ہے۔ اس طرف تو کوئی نہیں آتا۔ اگر اخلاق و کردار ہوں تو یہ جو آج یہاں پر پرنسپل کے بارے میں اور بچی کے بارے میں بحث ہوئی ہے تو پھر یہ نہ ہوں اس لئے آپ لوگوں کو اور آپ کے توسط سے میں مرکز میں یہ بات پہنچانا چاہتی ہوں کہ عربی زبان کو لازمی قرار دیا جائے اور اس کو serious لیا جائے۔

جناب چیئرمین: محترمہ!آپ اس کے لئے کوئی تحریک لائیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: ٹھیک ہے۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی،فرمائیں!

محترمہ پروین سکندر گل: جناب سپیکر!ایک mover کی قرارداد ہے جو کہ پنجاب کے بارے میں ہے اب ہم دوسرے ملک کی زبان لے لیں۔ بات تو اپنے صوبے کی ہو رہی ہے کہ صوبے میں یہ چیز آنی چاہئے۔mover نے جو move کی ہے وہ بات اور ہے ہماری فاضل ممبر اس کو دوسری طرف لے کر جا رہی ہیں کہ جو سعودی عرب کی زبان ہے۔

جناب چیئرمین: محترمہ!آپ تشریف رکھیں۔جی،وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: شکریہ۔ جناب چیئرمین!سب سے پہلے تو میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کی زبان پنجابی یہ اولیاء کرام کی زبان ہے۔اس میں ہمارا بہت بڑا سرمایہ ہے،صوفیانہ کلام ہے ،بہت rich culture ہے اور ہم اس کے حق میں ہیں کہ پنجاب کے تمام لوگوں کو اپنی زبان بھی آنی چاہئے،اس کا لٹریچر بھی پڑھنا چاہئے اور اس کا پیغام بھی ہماری زندگیوں میں آنا چاہئے۔جتنا rich culture اور جتنا rich literature پنجابی زبان کا ہے میرے خیال میں پاکستان میں کسی اور علاقائی زبان کا نہیں ہے اور جتنی اس میں آگے بڑھنے کی صلاحیت ہے یہ اپنی جگہ پر موجود ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس کے لئے ہمیں ایک ایسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے کہ پورے پنجاب میں کوئی اور فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔اس لئے کہ اس وقت اگر یہ قرارداد اسی طرح جاری کر دی تو جو علاقہ خطہ پوٹھوہار ہے ان کی پنجابی اپنی ہے،آپ ان کو کون سی پنجابی پڑھائیں گے ؟

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی،فرمائیں!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب چیئرمین!راجہ شفقت عباسی صاحب کو تنبیہ کریں کہ یہ طریقے اور سلیقے سے بیٹھیں۔یہ سو رہے ہیں اور گردن پر اس طرح ہاتھ رکھا ہے۔اسمبلی اور کوٹلی ستیاں

میں بڑافرق ہے۔انہیں تاکید کریں کہ ٹھیک طریقے سے بیٹھیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔جی،وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر!میں عرض کر رہا تھا کہ پنجابی زبان ہمارا کلچر ہے،ہمارا ورثہ ہے لیکن اس کو لانے کے لئے کوئی سلیبس اور کوئی حساب ہونا چاہئے کہ جس طرح میں عرض کر رہا ہوں کہ عملاًon ground کیاcomplications ہوں گی کہ پوٹھوہار کے علاقے میں آپ کون سی پنجابی پڑھائیں گے،سنٹرل پنجاب میں آپ کون سی پنجابی پڑھائیں گے اور جنوبی پنجاب والے کہیں گے کہ سرائیکی پڑھائی جائے تو پھر ہم عملاً کسی ایک چیز پر متفق نہیں ہوں گے۔یہ جو پرائمری کی سطح ہے یہ بہت چھوٹی سطح ہے بچوں کو اس پرconfuse نہ کریں ہاں سکینڈری سطح پر،مڈل کی سطح پر، میٹرک کی سطح پر اور کالجز میں ضرور پنجابی پڑھائی جانی چاہئے،پنجاب کا لٹریچر پڑھایا جانا چاہئے، صوفیانہ کلام پڑھایا جانا چاہئے تاکہ ہماری نوجوان نسل کے اندر ہمارے اسلاف کا ورثہ منتقل ہو لیکن اگر ہم پرائمری سطح پر اس کو رائج کریں گے تو ہمارے بچےconfuse ہوں گے اور اس کے علاوہ بہت ساری قباحتیں پیدا ہوں گی اس لئے میں اپنےmover سے یہ گزارش کروں گا کہ اس میں تھوڑی سیamendment کر کے اس کو اچھے انداز سے پیش کیا جائے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!میں یہاں پر یہ گزارش کروں گا کہ میرے بھائی نے جس طرح سے شمالی پنجاب،جنوبی پنجاب اور وسطی پنجاب کے حوالے سے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ ہمارا پنجاب صرف ایک ہی ہے اور ہم اسی پنجاب کی نمائندگی یہاں پر کر رہے ہیں۔جہاں تک ان کے علاقوں کی بات کا تعلق ہے کہ وہاں پر لہجہ اور ہے یا جنوب میں لہجہ اور ہے ہم ان سب کو اس سلیبس میں سمو سکتے ہیں۔وہاں کے بچے وہ زبان بھی سیکھیں یہ بھی سیکھیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: چودھری صاحب!انہوں نے بات ٹھیک کہی ہے کیونکہ ملتان کی زبان اور ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین!زبان اور نہیں ہے زبان ہماری سب کی پنجابی ہے۔وہ ہندکو پنجابی کہلاتی ہے وہ سرائیکی پنجاب کہلاتی ہے،ہم پنجابی کہلاتے ہیں۔(قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر جنوبی پنجاب سے تعلق رکھنے والے کچھ اراکین کھڑے ہو گئے اور پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت طلب کرتے رہے)

جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ ہم سب کو سلیبس میں adjust کر سکتے ہیں لیکن مجھے تو ابھی یہ پتا نہیں ہے کہ میرے بھائی عمران مسعود صاحب اس سلسلے میں wind up کریں گے کہ اس کو کس طرح سے ایڈجسٹ کر سکتے ہیں لیکن جہاں تک میرے بھائی نے بات کی ہے یہ صحیح بات ہے کہ پنجاب کے جتنے مشاہیر ہوئے ہیں، اولیاء کرام ہوئے ہیں ان سب کا کلام اس پنجابی میں لکھا ہوا ہے، پہلے فارسی میں تھا۔ بابا بلھے شاہ صاحب کا کلام ہے، خواجہ فرید صاحب کا کلام ہے، بابا فرید گنج شکر کا کلام پنجابی میں ہے ہمارے وارث شاہ کا کلام بھی پنجابی میں ہے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں آپ مشورے کے ساتھ متفقہ قرارداد لائیں تو وہ بہتر ہو گی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں نے یہ کہا ہے کہ میرے بھائی عمران مسعود صاحب اس کو بہتر انداز میں کریں گے۔

جناب چیئرمین: آپ اس قرارداد کو withdraw کر لیں اور دوبارہ مشورہ سے لائیں جو متفقہ ہو۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! آپ عمران صاحب کی رائے تو لے لیں۔

جناب چیئرمین: جی، عمران مسعود صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میں نے بھی اس کو oppose کیا ہے پہلے میری بات تو سن لیں۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات بھی سن لیں گے۔ جی، عمران مسعود صاحب!

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب چیئرمین! یہ قرارداد انہوں نے پہلے بھی دی تھی۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت مزید دس منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر جیل خانہ جات: جناب چیئرمین! آپ رولز آف پروسیجر کو دیکھیں جو بھی آدمی کسی بھی قرارداد کو oppose کرے گا اس کا حق ہے کہ وہ اس پر بات کرے۔ کیونکہ وقاص صاحب نے اس کو

oppose کیا ہے تو ان کا رولز آف پروسیجر میں حق ہے کہ وہ اس پر بات کریں کیونکہ جو بھی oppose کرتا ہے اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ اس پر بات کرے کیونکہ احسان اللہ وقاص صاحب نے اس کو oppose کیا ہے اس لئے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ رولز میں ان کا حق ہے۔

جناب چیئرمین: یہ سپیکر کے اختیارات ہیں کہ وہ کسی کو وقت دے یا نہ دے۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب چیئرمین! سپیکر کا اس طرح right نہیں ہے کہ وہ اس ہاؤس کو بلڈوز کرے۔ ہاؤس کی consent سے آپ کوئی کام کر سکتے ہیں۔ میں اس پر بحث نہیں کرتا لیکن Chair پر جو ہوتے ہیں وہ ہاؤس کی رائے کو بلڈوز نہیں کر سکتے۔ سپیکر ہاؤس کا Custodian ہوتا ہے اس لئے رولز آف پروسیجر اور اس کے rights کو protect کرتا ہے۔ آپ اس جگہ پر ہیں کہ آپ ہمارے rights کو protect کریں اور جو ہمیں right رولز آف پروسیجر نے دیا ہے آپ اس کا تحفظ کر کے ہمیں اسی لائن پر چلائیں۔ یہ بالکل رولز میں ہے اور یہ Chair کی discretion ہے کہ وہ کسی بات کو rule out کر سکتے ہیں لیکن ہم اس Chair کو اس ہاؤس کا Custodian بھی تصور کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے rights کو protect کرنا بھی آپ کا فرض ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! ہمارے فاضل دوست نوانی صاحب بعض دفعہ بڑی خوبصورت بات کر جاتے ہیں اور یہ رولز اینڈ ریگولیشن اور رولز آف بزنس کے متعلق بڑی خوبصورت اور اچھی رائے دیتے ہیں لیکن اس وقت ان کا لب و لہجہ Chair کو مخاطب کر کے یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ یہ نہیں کر سکتے۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ چیئرمین یا سپیکر کا استحقاق اور اس کا right بھی ہوتا ہے اور اگر وہ کچھ کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے تو یہ ہاؤس اسے bound نہیں کر سکتا کہ وہ ہاؤس کے تابع ہو کر کام کرے بلکہ سپیکر کے تابع ہاؤس ہوتا ہے۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! ٹیپ نکال کر سن لیں کہ میں نے کہا ہے کہ یہ آپ کی discretion ہے لیکن ہمارے rights کو protect کرنا بھی آپ کا حق ہے اور چونکہ آپ Custodian of the House ہیں۔ میں نے اس لحاظ سے کہا کہ جہاں کسی ممبر کا right violate ہو رہا ہو تو اس کو آپ نے protect کرنا ہے۔ پورا ہاؤس آپ کے سہارے پر چلتا ہے اور

آپ کو یہ بات باور کرانی چاہئے کہ جہاں بھی کسی ممبر کا کوئیright violateہو رہا ہے تو کئی دفعہ پتا نہیں ہوتا تو اس کے لئے آپ کو inform کرنا یا بتا دینا، میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ میں Chair کی تضحیک کروں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ہماری یہ سوچ ہی نہیں ہے کیونکہ یہ سپیکر کی Chair ہے اور سپیکر اس ہاؤس کا Custodian ہے اور آپ ہی کے سہارے ہم اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ کرواتے ہیں تو میں تو وہ بات کر رہا تھا کیونکہ انہوں نے oppose کیا تھا اور شاید آپ کے نوٹس میں نہیں تھا تو میں نے یہ کہا کہ رولز میں ان کا right تھا اس لئے میں نے آپ کے نوٹس میں لانے کے لئے یہ بات کہی۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: میری گزارش یہ ہے کہ نوانی صاحب نے بہت درست بات ارشاد فرمائی ہے۔ مجھے آپ بے شک موقع نہ دیں لیکن سپیکر نہ صرف رولز آف پروسیجر بلکہ اس اسمبلی کے اندر سابق سپیکر کی قائم کردہ روایات کا بھی پابند ہوتا ہے اور یہ آپ کی dignity اور وقار کے منافی بات ہو گی کہ کوئی سپیکر رولز آف پروسیجر اور اس اسمبلی کے اندر مختلف سپیکر نے 75/70 سال کے دوران جو باوقار روایات قائم کی ہیں اور سپیکر انہیں مزید بہتر تو بنا سکتا ہے لیکن ان کے خلاف نہیں جا سکتا۔ مجھے آپ حکم دیں گے تو میں بالکل بات نہیں کروں گا۔ میں Chair کا احترام کرتا ہوں لیکن میں ان کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس بات کو نہیں مانتا کہ سپیکر رولز آف پروسیجر کو بھی ایک طرف ڈال دے اور اسمبلی کی روایات کی بھی فکر نہ کرے۔ شکریہ۔ جی

جناب چیئرمین: جی، وزیر تعلیم صاحب!

وزیر تعلیم: جناب چیئرمین! آپ کے ہوتے ہوئے کون رولز بلڈوز کر سکتا ہے ویسے بھی نوانی صاحب بڑے پرانے اور منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین ہیں اور آپ بھی seasoned politician ہیں اور تمام لوگ ہی بہتر ہیں۔ چودھری جاوید احمد صاحب نے یہ قرار داد پہلے بھی پیش کی تھی لیکن take up نہیں ہو سکی اور آج پھر انہوں نے قرارداد نمبر 101 کے تحت اس چیز کی خواہش کی ہے کہ پنجابی زبان پرائمری یعنی کچی اور پہلی سے پڑھائی جائے۔ میری اکثر ان سے discussion بھی ہوئی اور ہاؤس کے اندر بھی تمام معاملات پر کچھ لوگ favour میں اور کچھ لوگ against ہیں۔

جناب سپیکر! پنجابی ہمارے ہاں ہائر لیول پر پڑھائی جاتی ہے اور پنجابی میں ماسٹر بھی ہے اور ٹیچلر بھی ہے اور ہم اس کو سیکنڈری لیول پر نویں جماعت سے as an elective subject پڑھاتے ہیں۔اب یہ بحث ہو رہی ہے کہ نیچے کی سطح پر لینگوئج کو لازمی کر دیا جائے اور پنجابی کو as a compulsory subject پڑھایا جائے، شاید ان کی یہی مراد ہے۔اب ہم پہلے ہی دو زبانیں لازمی پڑھا رہے ہیں۔ایک انگلش جو چھٹی جماعت سے ہم نیچے لے آئے اور دوسری اردو پڑھا رہے ہیں۔یہ پھر بتدریج اوپر تک لازمی مضمون چلتے ہیں۔اب ہم تیسری میں اسلامیات لے آتے ہیں، عربی شروع ہو جاتی ہے اور بچہ عربی بھی پڑھتا ہے اور پھر اگر ہم چوتھی پنجابی ڈال دیں جو ہونی تو شاید چاہئے چونکہ یہ پنجاب ہے تو اس سے بچے تھوڑے سے کنفیوژن کا شکار ہو جائیں گے۔ پھر اوپر جماعتوں میں آپ جائیں تو فارسی آ جاتی ہے، اس کے بعد عربی ہے پھر دوسری زبانیں ہیں۔ میری ان سے یہ درخواست ہو گی چونکہ اس کو ہم پہلے ہی consider کر رہے ہیں اور پنجابی چونکہ ایک اہم زبان ہے اور ہمارا heritage اور ہمارا کلچر ہے اور اس heritage and culture اور پنجابی زبان کی اہمیت کو جانتے ہوئے چیف منسٹر پنجاب نے پنجابی انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج آرٹ اینڈ کلچر کی قانون سازی کروائی اور پنجابی کلچر اور پنجابی لینگوئج کی ریسرچ اور تمام صوفیانہ کلام کے بارے میں پورا ایک ادارہ بنایا گیا اور پنجاب کی تاریخ میں پہلے کبھی بھی نہیں ہوا۔یہ کریڈٹ بھی گورنمنٹ آف پنجاب موجودہ حکومت کو جاتا ہے کہ پنجابی کے فروغ کے لئے یہ چیز انہوں نے شروع کی تو میری ان سے یہ درخواست ہو گی کہ یہ اس پنجابی والے مسئلے کو press نہ کریں۔ ہم کوشش یہ کر رہے ہیں کہ early classes میں پنجابی as an optional subject take up کریں اگر آپ اس کو compulsory کریں گے تو پھر تمام پوٹھوہار کی لینگوئج، اب ہمارے ہاں پنجاب میں حضرو میں، یہ ہمارے خانزادہ صاحب بیٹھے ہیں تو وہاں پشتو بولی جاتی ہے۔ وقاص صاحب بھی پشتو بولتے ہیں تو پھر یہ بھی کہیں گے کہ پشتو بھی پڑھائی جائے لہذا قومی زبان اُردو کو ہم نے promote کیا جو کہ ہم پر binding بھی ہے اور بچوں پر بھی وزن پڑے گا لہذا ہم as an optional subject اس کو take up کر رہے ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ نئی scheme of studies جو Inter Provincial Committee نے فیصلہ کیا ہے کہ صوبوں کو یہ اجازت ہو گی کہ اگر ان کے پاس capacity ہے

تو وہ ریجنل لینگو ئجز پڑھائیں لہذا اگر ہمارے پاس ٹیچرز ہیں تو ہم ضرور پڑھائیں اس لئے پہلے ٹیچر create کرنے پڑیں گے، تیاری کرنی پڑے گی پھر نصاب بنانا پڑے گا پھر جا کر پنجابی ہو گی بہر حال optional subject ہم اسے take up کر رہے ہیں لہذا میری ان سے استدعا ہے کہ یہ اس کو press نہ کریں۔

جناب چیئر مین: جی، چودھری جاوید صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب چیئر مین! میرے بھائی نے بہت اچھے طریقے سے بتایا ہے کہ کس طرح سے ہماری علاقائی زبانوں کی ترقی و ترویج کے لئے کوششیں کر رہے ہیں اور ہماری حکومت بھی کر رہی ہے۔ میں ان کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ اگر فی الحال آپشنل کی سطح پر بھی یہ لے آتے ہیں تو آئندہ کوئی نہ کوئی ایسی سٹیج ضرور آئے گی انشاء اللہ کہ جب یہ پرائمری سطح پر شروع سے ہی پڑھائی جائے گی لیکن میں آخر میں اپنے پاکپتن کے ایک پنجابی شاعر کا ایک شعر ضرور ان کی نذر کرنا چاہتا ہوں کہ:

نت نت دے واور ولیاں نال ہنیریاں گھل دیاں نئیں
سجن یاد رہندے گلاں بُھل دیاں نئیں

جناب چیئر مین: چونکہ محرک اس قرارداد کو press نہیں کرتے لہذا یہ dispose of کی جاتی ہے۔

سردار حفیظ اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

سردار حفیظ اللہ خان: جناب چیئر مین! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج سے سو سال پہلے سر سید احمد خان نے اسی قوم کے لئے پیغام دیا تھا۔۔۔

جناب چیئر مین: ہاؤس کا وقت مزید پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

سردار حفیظ اللہ خان: انہوں نے اس وقت یہ فرمایا تھا کہ انگریزی زبان سیکھو کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آگے competition ہونا ہے۔ دنیا میں مقابلے کا رجحان ہے تو ہم اردو سے پیچھے پنجابی کی طرف آ رہے ہیں۔ اس طرح تو پھر ہر علاقے کی اپنی زبان ہو گی۔ پوٹھوہار والے اپنی زبان کی بات کریں گے، ہم سرائیکی اپنی زبان کی بات کریں گے۔

جناب چیئرمین: آج کے اجلاس کا ایجنڈا ختم ہو گیا ہے۔اب اجلاس جمعرات 29۔جون 2006 صبح دس بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

1385

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،29۔جون2006

1۔ تلاوت قرآن پاک وترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ مقامی حکومت ودیہی ترقی)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

حصہ اول

مسودہ قانون

(جو پیش کیا جائے گا)

مسودہ قانون (ترمیم) نوعمر افراد کی تمباکو نوشی پنجاب مصدرہ2006

حصہ دوم

قرار دادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

1387

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

جمعرات،29۔جون2006

(یوم الخمیس،2۔جمادی الثانی1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر30 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

وَلَا تُطِعۡ مِنۡهُمۡ اٰثِمًا اَوۡ كَفُوۡرًا ﴿۲۴﴾ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ بُكۡرَةً
وَّاَصِيۡلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ وَسَبِّحۡهُ لَيۡلًا طَوِيۡلًا ﴿۲۶﴾
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ وَيَذَرُوۡنَ وَرَآءَهُمۡ يَوۡمًا ثَقِيۡلًا ﴿۲۷﴾
نَحۡنُ خَلَقۡنٰهُمۡ وَشَدَدۡنَاۤ اَسۡرَهُمۡ ۚ وَاِذَا شِئۡنَا بَدَّلۡنَاۤ اَمۡثَالَهُمۡ
تَبۡدِيۡلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۲۹﴾
وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۳۰﴾
يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيۡنَ اَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۳۱﴾

سُوۡرَةُ الاھر آیات24 تا31

تو اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کئے رہو اور اُن لوگوں میں سے کسی بد عمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانو o اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو o اور رات کو بڑی رات تک اُس کے آگے سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو o یہ لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور (قیامت کے) بھاری دن کو پس پشت چھوڑے دیتے ہیں o ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے مفاصل کو مضبوط بنایا اور اگر ہم چاہیں تو ان کے بدلے انہی کی طرح اور لوگ لے آئیں o یہ تو نصیحت ہے جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے کا راستہ اختیار کرے o اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو خدا کو

منظور ہو بے شک خدا جاننے والا، حکمت والا ہےo جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کے لئے اس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہےo

وما علینا الا البلاغo

سوالات

(محکمہ مقامی حکومت ودیہی ترقی)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے اور آج محکمہ مقامی حکومت ودیہی ترقی سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اوران کے جوابات دیئے جائیں گے۔

سید حسن مرتضٰی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضٰی: جناب سپیکر! ہمارے اسمبلی سیکرٹریٹ کا ملازم ٹیلی فون سپروائزر اسد علی بخاری وہ برین ہیمبرج کی وجہ سے ICU میں admit ہے۔ غریب خاندان سے اس کا تعلق ہے اسے مالی امداد کی اشد ضرورت ہے اگر مہربانی فرمادی جائے تو اس کا علاج ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، دیکھ لیتے ہیں، شکریہ۔ حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1254 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لوھاری گیٹ تا پیر نوگزا اندرون لاہور سڑک کی تعمیر ومرمت اور دیگر مسائل

*1254 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اندرون لوہاری گیٹ لاہور تا پیر نوگزا کی سڑک کب مرمت کی گئی تھی؟

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور تا پیر نوگزا سڑک کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے، یہ سڑک جابجا ٹوٹ پھوٹ اور محکمے کی عدم توجہی کا شکار ہے؟

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس مصروف ترین سڑک پر حلوائیوں، پھل فروشوں، چھابڑی فروشوں، گوشت فروشوں اور ریڑھی بانوں نے تجاوزات لگا رکھی ہیں جس سے سڑک ہذا پر آمدورفت کا نظام قطعی طور پر ناکام ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ سڑک کی از سر نو پختہ تعمیر، سڑک کی صفائی کے اعلیٰ ترین انتظام و انصرام، نکاسی آب کا خاطر خواہ بندوبست اور تجاوزات ہٹانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو کیوں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق:۔

(الف) اندرون لوہاری گیٹ لاہور تا پیر نوگزا کی سڑک دوران محرم مرمت کی گئی تھی۔

(ب) سڑک کی موجودہ حالت اس قدر ناگفتہ بہ نہ ہے۔ سڑک کے کچھ حصہ پر پیچ ہیں۔ سڑک ہذا عدم توجہی کا شکار نہ ہے۔ ابھی محرم الحرام کے مہینے میں کچھ حصہ مرمت کیا گیا ہے۔

(ج) اندرون لوہاری گیٹ تا پیر نوگزا کی سڑک پر متعدد مرتبہ آپریشن کیا گیا ہے۔ مورخہ 31-03-2003 کو گرینڈ آپریشن کر کے تجاوزات کنندگان کا سامان گرفت میں لیا گیا ہے جس کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مورخہ 31-03-2003 کو دوبارہ آپریشن کیا گیا ہے جس کے متعلق اخبار کا تراشا ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ آئندہ بھی اس بابت خصوصی توجہ دی جائے گی۔

(د) سڑک متذکرہ کی سر دست تعمیر نو ضروری نہ ہے۔ متاثرہ حصوں پر پیچ ورک لگانا درکار ہے جو کہ دوران ماہ لگا دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اس کو ذرا update کر دیا جائے یہ بہت پرانا سوال ہے۔ اس کو 11-03-03 کو بھیجا گیا تھا اور جواب 29-05-05 کو آیا ہے۔ اس کا جواب دو سال کے بعد آیا ہے اس کی موجودہ صورتحال کیا ہے وہ وزیر موصوف بتا دیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سوال 11-03-03 کو موصول ہوا تھا اور ہم نے اس کا جواب 09-06-03 کو دے دیا ہے یہ ٹیک اپ آج ہو رہا ہے۔ جواب میں کوئی delay نہ ہے جواب ہم نے وقت پر دے دیا تھا۔

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!یہاں پر کئی دفعہ یہ بات ہوئی ہے کہ جو سوالات بھیجے جاتے ہیں ان کے جوابات up to dateآنے چاہیئں۔ڈپٹی سپیکر صاحب نے اس پر رولنگ بھی دی تھی کہ جوابات latestاورup to dateہونے چاہیئں۔یہ اب 2003کا سوال ہے اور اس کا جواب 2005میں دیا ہے۔چاہئے تو یہ تھا کہ یہ latestہوتا اب یہ کہتے ہیں کہ سڑک بن گئی ہے پیچ ورک ہو چکا ہے اگر ان کے پاس latest information ہوتی تو یہاں پر وہ دیتے۔لہذا میری گزارش ہے کہ اس پر ڈپٹی سپیکر صاحب alreadyرولنگ دے چکے ہیں کہ ڈیپارٹمنٹ up to date جواب بھیجا کرے۔

جناب سپیکر:جی،وزیر موصوف!آپ کا جواب ویسے ٹھیک ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:جناب سپیکر!معزز رکن نے پوری بات سنی نہیں ہے۔اس سوال پر معزز رکن نے سوال ہی یہ کیا ہے۔چونکہ جواب میں کافی تاخیر ہو چکی ہے، کافی دیر کے بعد take upہو رہا ہے اس لئے اس کا جواب latestدیا جائے تو میں نے جواب latestہی دینا تھا وہ میں نے یہ تاثر کہ شاید دو سال تک جواب ہی نہیں آیا اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے بات کی ہے۔

جناب سپیکر:راجہ صاحب کی طرف سے جواب بروقت آگیا تھا ویسے وہ latest positionابھی بتا دیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!میں نے عام بات کی ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: شکریہ۔جناب سپیکر!جیسے میں نے عرض کیا کہ 03-06-09 کو جواب دیا تھا اور اس میں latestیہ ہے مذکورہ سڑک کی مرمت 04-02-21کو کی گئی ہے۔تاہم سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے مذکورہ سڑک کو محرم 2005سے پہلے بھی اس کو کارپٹ کر دیا تھا اور موجودہ صورتحال یہ ہے کہ جو چند ایک حصے قابل مرمت ہیں ان کے لئے 2006میں بھی پیسے رکھے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر:جی، حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ہمیں راجہ بشارت صاحب سے کوئی گلہ نہیں ہوتا یہ ہمارے بھائی ہیں ہمیں گلہ محکمے سے ہوتا ہے وہ ڈیپارٹمنٹ اس کو delay کر رہا ہے۔ ہمیں راجہ صاحب سے کوئی گلہ نہیں یہ تو ہمارے بھائی ہیں جی، قابل صد احترام ہیں، five in one ہیں یہ تو ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! راجہ صاحب کی بات جس طرح وہ ذہانت کے ساتھ slip کر جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 2005 یہ latest پوزیشن ہے latest position تو ہے ہی نہیں اگر latest position ہوتی تو یہ جواب دیتے کہ جز(د) میں سڑک متذکرہ کی سر دست تعمیر نو ضروری نہ ہے متاثرہ حصوں پر پیچ ورک لگانا درکار ہے جو کہ دوران ماہ لگا دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! انہوں نے بتا دیا ہے کہ اس سال بھی سڑک کے لئے پیچ ورک کے لئے فنڈز رکھے گئے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ اتنی بڑی سڑک بھی نہیں ہو گی۔ یہ کتنی بڑی سڑک ہو گی کہ پیچ ورک پر میرا خیال ہے کہ جتنی بڑی بھی سڑک ہو وہ دس سے بیس ہزار روپے میں بہترین پیچ ورک ہو جاتا ہے۔ اب یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم 2006 میں، یہ ڈیڑھ سال اسمبلی ہے، اس کے بعد ان کو کسی نے نہیں پوچھنا کہ اس سڑک کا کیا بنا ہے، اس سڑک کا پیچ ورک ہوا ہے یا نہیں ہوا؟

جناب سپیکر: 2006 کا تو دو دن بعد اگلا سال آ جانا ہے ناں! 2007 کا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پیچ ورک اتنا بڑا کام نہیں ہے۔ سوال بھیجنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں پر یہ ہائی لائٹ ہو، ڈیپارٹمنٹ اس میں تھوڑی سی تیزی کر کے وہاں پر کام کر دے۔ یہ تو as it is ہے، انھوں نے اس کو bother ہی نہیں کیا اور لکھ دیا ہے کہ دوران ماہ ہم اس کو درست کر دیں گے لیکن ابھی تک انھوں نے اس کو درست نہیں کیا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: سوال نمبر 1258۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کر لیں؟

حاجی محمد اعجاز: جی۔ جناب!

باغبانپورہ کی آبادیوں میں سڑکوں کی تعمیر ومرمت

*1258 حاجی محمد اعجاز: کیاوزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیایہ درست ہے کہ سنگھ پورہ لاہور سے چوک نیو بھوگیوال تک پختہ سڑک ہے مگر مذکورہ سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹ چکی ہے اور کچی سڑک کا نقشہ پیش کر رہی ہے؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ شالامار چوک لاہور سے شیلر چوک تک کالج روڈ کے نام سے ایک پختہ سڑک بنی ہوئی ہے جو پانی کے پائپ بچھانے کی وجہ سے ٹوٹ چکی ہے اور جو ٹریفک میں دشواری کا باعث بنی ہوئی ہے؟

(ج) کیایہ بھی درست ہے کہ چوک بھوگیوال سے شیلر چوک تک جانے والی سڑک کچی ہے اور اس سڑک میں بڑے بڑے گڑھے پڑ چکے ہیں؟

(د) اگر جز ہائے (الف تا ج) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک سنگھ پورہ سے بھوگیوال اور کالج روڈ کو مرمت کرنے اور بھوگیوال سے شیلر چوک تک نئی سڑک تعمیر کرنے کاارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ سڑک خستہ حالت ہے ٹاؤن انتظامیہ اس سڑک پر پیچ ورک کا کام عنقریب شروع کر رہی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ کالج روڈ پر واسا والوں نے پانی کے پائپ بچھانے کے لئے کراس کٹ لگائے ہیں جن کے پیسے ٹاؤن کے اکاؤنٹ میں جمع ہیں اور ان کے ٹینڈر کال کر دیئے گئے ہیں اور روڈکٹ کی بحالی کے لئے جلد کام شروع کروادیئے جائیں گے۔

(ج) یہ درست ہے تاحال ٹاؤن انتظامیہ نے شیلر چوک تا مذبحہ خانہ سولنگ لگانے کے لئے 4لاکھ روپے کی سکیم کے ٹینڈر طلب کئے ہیں جن پر جلد عملدرآمد کر دیا جائے گا۔

(د) ٹاؤن انتظامیہ ان تمام کاموں کو فوری طور پر مکمل کروانا چاہتی ہے۔ فنڈز کی کمی کے باعث فی الحال پہلے سے تعمیر شدہ سڑکوں پر پیچ ورک کر کے قابل استعمال بنایا جائے گا۔ مطلوبہ فنڈز میسر ہونے کے بعد ان منصوبوں کو ترقیاتی منصوبوں میں شامل کرنے کی

کوشش کی جائے گی تاکہ عوام کی مشکلات میں کمی ہو سکے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر!انہوں نے اپنے جواب میں فرمایاہے کہ یہ سڑک واقعی خراب ہے اور اس کا پیچ ورک عنقریب شروع کر دیا جائے گا۔یہ پیچ ورک ہو گیا ہے یا سڑک نئی بن گئی ہے، کیا صورتحال ہے؟

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی!

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر!یہاں پر دو چیزیں تھیں۔ایک تو پیچ ورک تھا جو کر دیا گیاہے، دوسرا جو واسا نے پائپ لائن لے جانے کے لئے سڑک کاٹی تھی وہ کٹ ورک بھی کر دیا گیاہے۔واسا نے ہمیں-/4,78000روپے دیئے تھے جس سے یہ کام مکمل ہو چکاہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔جی، رانا آفتاب احمد خان!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!منسٹر صاحب نے صحیح فرمایاہے۔معاملہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی سڑک بنتی ہے مثلاً ایف۔ڈی۔اے بناتی ہے اگر اس میں کوئی آپ نے وہاں پر پائپ گزارنا ہو تو اس کے متعلقہ محکمہ ایڈوانس پیسے بھی جمع کروا دیتا ہے تاکہ اس کی مرمت ہو جائے مگر کیا یہ direction دے سکتے ہیں کہ جس سڑک پر کام کیا جائے There must be a co-ordination cell between different departments کہ یہ بنانے سے پہلے، جیسے اب آپ کے شہر میں مین روڈ جو یونیورسٹی کو جاتی ہے جب وہ مکمل ہو گئی، لائٹس لگ گئیں تو پھر واسا نے اس کروڑوں روپے کی سڑک کو کاٹ کر بنانا شروع کر دیا۔اس کے لئے یہ منسٹر لوکل گورنمنٹ کوئی direction دے دیں کہ سڑک بنانے سے پہلے co-ordinate کر لیں اور جو پیسے جمع ہوں اس کے مکمل ہونے کے بعد اس کو complete کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی!

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر!یہ بڑی اہم بات ہے جس کی معزز رکن نے نشاندہی کی ہے۔گزارش یہ ہے کہ سڑک جس محکمے کی بھی ملکیت ہوتی ہے جس میں ایل۔ڈی۔اے بھی ہو سکتاہے، سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ ہو سکتی ہے، ٹی ایم اے ہو سکتی ہے یہ بنیادی طور پر ان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اور محکمہ اگر وہاں پر کام شروع کرتا ہے تو وہ پہلے ان سے این او سی

لے۔اس سلسلے میں ہم نے بارہا محکمہ جات کو کہا ہے کہ آپس میں باقاعدہco-ordination رکھیں۔ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر کو بھی ہدایت کی گئی ہے لیکن جس طرح معزز رکن نے فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہم مزید ہدایت جاری کریں گے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ خود بلدیاتی اداروں کے مفاد میں ہے کہ وہ اگر اپنی پراپرٹی کا خیال رکھیں،ان کی پراپرٹی کا اگر کوئی وہاں پر ڈویلپمنٹ کا کام کرے تو وہ پھرensure کرے کہ اس کو اصل حالت میں وہ پھر واپس لائے گا۔

جناب سپیکر: جو بھی کام ہو،سیوریج کا کام ہو،ٹیلیفون کا ہو،بجلی کا ہو،وہ پہلے ہونا چاہئے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!ہوتا یہ ہے کہ جیسے آپ نے اب 12۔ارب روپیہ رکھا ہے،یہ جب جانا ہے تو یہnon development میں سے تقریباً62 فیصد چلا جائے گا۔اب یہ پیسے جب جمع ہو جاتے ہیں،تنخواہیں دینا ضروری ہوتی ہیں،وہ کام مکمل نہیں ہوتا،یہ ایسے کریں کہ directionیہ دیں کہ جو ڈویلپمنٹ کا پیسا ہے یہnon development میں نہ جا سکے۔یہ جو پیسا جمع ہو وہ سڑک کی مرمت یا تعمیر کے لئے ہوتا کہ یہnon development میں نہ جائے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر!اس کے لئے یہprohibition نہیں ہوتی۔ ڈویلپمنٹ اور نان ڈویلپمنٹ کی آپس میںprohibition نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر: جی،شکریہ۔جی،شاہ صاحب!

سید حسن مرتضٰی: جناب سپیکر!پنجاب میں رورل ایریاز میں بے شمار سڑکیں ایسی ہیں جن کی مرمت کی ضرورت ہے لیکن ان کی کبھی مرمت نہیں ہوئی۔کیا گورنمنٹ کی کوئی ایسی پالیسی ہے جو مرمت کے لئے کوئی علیٰحدہhead مقرر کر دیا جائے؟

جناب سپیکر: یہ تو اس مخصوص سڑک کے بارے میں آپ بات کر سکتے ہیں۔

سید حسن مرتضٰی: جناب سپیکر!میں تو ان کیgeneral policy کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں،ضمنی سوال آپ اس سڑک کے حوالے سے ہی کر سکتے ہیں۔باقی تو پنجاب میں بہت سی سڑکیں ہیں یا تو آپ کسی کا نام لیں تو پھر اس کا جواب آ سکتا ہے۔پلیز!آپ تشریف رکھیں۔

پوائنٹ آف آرڈر
سڑکوں کی مرمت کے لئے مختص فنڈز کو مرمت
پر ہی خرچ کرنے کی ہدایات

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں آپ کی موجودگی میں وقفہ سوالات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ پہلے جو سڑکیں ضلعوں کے اندر بنتی تھیں، اس میں مواصلات کا جو محکمہ تھا اس کا ایک اصول تھا کہ ہر تین سال کے بعد اس کی ایک general مرمت کرتے تھے۔ اس میں بجری پھینکی جاتی تھی تاکہ وہ سڑک ہمیشہ کے لئے ٹھیک رہے لیکن جب سے یہ ضلعی حکومتیں بنی ہیں اس وقت سے لے کر اب تک وہ پیسا سارے کا سارا ضلعی حکومتوں کی مرضی سے وہاں پر خرچ ہوتا ہے۔ اب انھوں نے ایسا کیا ہے، میں راجہ صاحب کی توجہ چاہوں گا، یہ بڑا اہم سوال ہے پہلے تو یہ تھا کہ کوئی ایم پی اے ہو، نہ ہو، کسی نے سڑک بنائی ہے تو بھی، نہیں بنائی تو بھی، محکمے نے اس کی ہر تین سال کے بعد مرمت کر دینی ہوتی تھی لیکن اب ایسا ہے کہ ضلع ناظم ان سڑکوں کو چھوڑ دیتا ہے جو اس کے interest میں نہیں ہیں اور ان سڑکوں کی مرمت کرواتا ہے جو اس کے interest میں ہیں۔ اس وجہ سے ضلع کی وہ سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ کیا ضلعی حکومت اس پر کوئی فارمولہ رکھتی ہے کہ وہ سڑکوں کی جو general مرمت ہے وہ کسی طرح کرے گی؟

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! ان کے بجٹ میں باقاعدہ رقم maintenance کے لئے رکھی جاتی ہے اور اس کا باقاعدہ ایک تناسب ہے کہ وہ اس تناسب سے رکھی جاتی ہے۔ میں یہاں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہماری طرف سے باقاعدہ ان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جو maintenance کا پیسا ہوتا ہے وہ اس کو کسی دوسری مد میں ٹرانسفر نہیں کر سکتے اور یہ ensure کریں گے کہ جو سڑکیں وہ بناتے ہیں بعد میں ان کی maintenance بھی کریں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! یہ بات گجر صاحب کی بالکل بجا ہے کہ یہ جو محکمہ سی اینڈ ڈبلیو ہے انھوں نے ایک مخصوص ٹائم رکھا ہوتا ہے، ایک روڈ فرض کیا کہ اس سال تعمیر ہوئی ہے تو اس کے لئے

مخصوص پیریڈ ہے کہ اتنے سال کے بعد خود بخود اس کی مرمت کر دی جائے گی، خواہ وہ ٹوٹتی ہے یا نہیں ٹوٹتی تو اس پر لک وغیرہ ڈال دی جاتی ہے لیکن جب سے یہ بلدیاتی محکمے معرض وجود میں آئے ہیں، یہ بات بالکل ان کی درست ہے کہ وہ اپنی من مانی کرتے ہیں۔ کئی سڑکات ایسی ہیں کہ جب سے بلدیاتی ادارے پچھلی term سے وجود میں آئے ہیں آج تک ان کی مرمت تو کیا ان کے برموں پر مٹی تک نہیں ڈالی گئی تو یہ ذرا ان کو ہدایت کر دیں، پیسا اب بھی پنجاب گورنمنٹ ان کو repair کے لئے بھیج رہی ہے لیکن پیسے کا مصرف صحیح طریقے سے نہیں ہو رہا۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! درست ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عملدرآمد کیا جائے گا۔ محکمہ خزانہ کی جانب سے ان کو جو ہدایت دی گئی ہے کہ maintenance کے لئے انھوں نے رقم کا اتنا تناسب اپنے بجٹ میں رکھنا ہے۔ میں اس کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں بھی پیش کروں گا اور ایک معزز رکن کی خدمت میں بھی پیش کروں گا اور اس پر ہم عملدرآمد بھی کروائیں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ

چودھری اصغر علی گجر: بڑی مہربانی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ جس طرح آپ کی observation ہے اس میں یہ ہے کہ ان کا maintenance and repair کا جو سیکٹر ہے اس کے جو پیسے ہوتے ہیں وہ un-utilized رہتے ہیں جتنی دیر تک جون کا مہینہ نہیں آ جاتا۔ اب آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ جتنے بھی ممبران ہیں آپ جائیں گے اور دیکھیں گے کہ ہر جگہ کوئی روڑی پھینک رہا ہے اور کہیں لک پڑی ہوئی ہے۔ جیسے آپ کے شہر میں فیصل آباد سے جڑانوالہ جو روڈ ہے اس پر ہم نے یہاں پر بھی نشاندہی کی تھی۔ کل بھی وہاں پر گئے تھے حالت یہ ہے کہ کروڑوں روپیہ ضائع ہوا ہے تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس کا از خود نوٹس لیں اور وہ دیکھیں کہ جو کروڑوں روپے وہاں لگے ہیں کیا وہ proper سڑک بنی ہے، کیا اس کی utilization ہے، کیا اس کی ضرورت تھی تاکہ یہ جو پیسا ہے بچایا جا سکے؟

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب سن رہے ہیں اور اس کو دیکھ لیں گے۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔ جی، شاہ صاحب! آپ اس کا نمبر پکاریں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 1758۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کر لیں؟

سید احسان اللہ وقاص: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

یونین کونسل 132 تا 143 لاہور عملہ صفائی کی تفصیل اور کارکردگی

*1758 **سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یونین کونسل نمبرز 138,133,132,139,140 اور 143 لاہور میں عملہ صفائی کس تعداد میں متعین کیا گیا ہے، ہر یونین کونسل میں مقرر کئے گئے عملہ صفائی کی تعداد مع تفصیل انسپکٹر و خاکروباں الگ الگ بیان فرمائی جائے؟

(ب) ان یونین کونسل میں سالڈ ویسٹ کو اٹھانے کے لئے کتنے ٹرک مہیا کئے گئے ہیں، وہ کس ماڈل کے ہیں اور روزانہ اوسطاً کتنے ٹن سالڈ ویسٹ اٹھا کر لے جاتے ہیں؟

(ج) عملہ صفائی کے لئے روزانہ کتنے گھنٹے ڈیوٹی کے اوقات مقرر ہیں۔ ان کی حاضری و غیر حاضر شماری کا اختیار کس کے پاس ہے، ان سے مکمل ڈیوٹی کے اوقات پورے کروانے کے لئے کیا اقدامات کئے جاتے ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

(الف) ہر یونین کونسل میں مقرر کئے گئے عملہ صفائی کی تعداد مع تفصیل انسپکٹر و خاکروباں مندرجہ ذیل ہے۔

یونین کونسل نمبر	تعداد سینٹری ورکرز، ریگولر، ورک چارج	نام سینٹری انسپکٹر
132	35	مقبول احمد
133	19	مقبول احمد
138	30	مقبول احمد
139	30	مقبول احمد
140	33	مقبول احمد
143	13	محمد ابراہیم

(ب) ان یونین کونسلز میں کوڑا کرکٹ اٹھانے کے لئے مخصوص گاڑیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

یونین کونسل نمبر	گاڑی نمبر	ماڈل	کوڑا اٹھایا گیا
132	M-215	1997	2 ٹن تقریباً
133	M-215	1997	2 ٹن تقریباً
138	M-4093	1985	2 ٹن تقریباً
139	M-814	1993	2 ٹن تقریباً
140	M-814	1993	2 ٹن تقریباً
143	میں S.W.M کی کوئی گاڑی نہیں جاتی۔		

(ج) عملہ صفائی کے اراکین روزانہ صبح 5.00 بجے سے 10.00 بجے تک مسلسل ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں اس کے بعد 2.00 بجے سے بجے 5.00 تک کام کروایا جاتا ہے۔اس کی حاضری و غیر حاضری کا اختیار یونین کونسل کے ناظم اور سرکاری طور پر سینٹری سپروائزر کے پاس ہے۔ڈیوٹی کے اوقات مکمل کرنے کے لئے سرکاری طور پر متعلقہ ADO SI,CSI یونین کونسل میں نگرانی کے کام سرانجام دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اس سوال سے لاہور شہر کے اندر جو صفائی کی عمومی صورتحال ہے اس کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔اس سوال کے جواب جز (ب) میں یہ فرمایا گیا ہے کہ میں نے یہ پوچھا تھا کہ ہر یونین کونسل میں کوڑا کرکٹ اٹھانے کے لئے جو گاڑیاں مخصوص کی گئی ہیں ان کے ماڈل کون سے ہیں اور وہ روزانہ کتنا کوڑا اٹھا رہی ہیں؟ یونین کونسل 138 کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ وہاں 1985 ماڈل کی گاڑی ہے۔اب جو گاڑی بیس سال پرانی ہو چکی ہو اس کی کیا حالت ہو

گی؟ پھر سرکاری محکموں کے زیر استعمال ہو اور پھر الا ماشاء اللہ وہ سینٹری والوں کے زیر استعمال ہو تو اس میں کیا کسر رہ گئی ہو گی جو اس کا ڈیزل چھوڑتے ہیں اور نہ اس کے پرزے چھوڑتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک یونین کونسل 143 کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہاں کوئی گاڑی ہی نہیں ہے، اب وہاں کوڑا کیسے اٹھایا جاتا ہے، اس کا کیا انتظام ہے اور یونین کونسل 143 کی بد قسمتی یہ ہے کہ وہاں کل 13 سینٹری ورکرز ہیں۔ یہ جز (الف) کے جواب میں فرمایا گیا ہے اور میرے ذاتی علم میں ہے کہ وہاں کے ناظم صاحب نے اپنے ایک سگے بھانجے اور بھتیجے کو سینٹری ورکرز کے نام میں درج کروایا ہوا ہے اور وہ ان کی تنخواہیں کھا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

سید احسان اللہ وقاص: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ج) میں یہ کہا گیا ہے کہ 2.00 بجے سے لے کر 5.00 بجے شام تک صفائی کا عملہ کام کرتا ہے۔ کیا پورے لاہور شہر میں کسی ایک جگہ پر دو بجے سے پانچ بجے تک سینٹری ورکرز کام کرتے ہوئے وزیر موصوف مجھے دکھانے کے لئے تیار ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! میں احسان اللہ وقاص صاحب کی ضلعی ناظم کے ساتھ ایک میٹنگ arrange کروا سکتا ہوں یہ دونوں joint visit کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پچھلے دس سالوں سے حکومت پنجاب نے سینٹری ورکرز کی بھرتی پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ جس کی بناء پر تحصیل ناظم ڈیلی ویجز پر سو سو، پچاس پچاس آدمی رکھ لیتے ہیں اور اسی سے کام چلاتے رہتے ہیں۔ اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور صورتحال بھی ابتر ہوتی ہے۔ یہ حکومت پنجاب نے TMAs کو اجازت دینی ہوتی ہے کہ وہ مستقل بنیادوں پر سینٹری ورکرز بھرتی کریں تو میرا ان سے سوال یہ ہے کہ کیا حکومت پنجاب TMAs کو اجازت دینے کے لئے تیار ہے کہ وہ اپنے سینٹری ورکرز، سپر وائزر کو مستقل بنیادوں پر بھرتی کر لیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! یہ بالکل درست بات ہے کہ ماضی میں بھرتیوں پر پابندی تھی لیکن موجودہ حکومت نے اب بھرتیوں پر پابندی اٹھالی ہے اور ریکروٹمنٹ کا سلسلہ جاری ہے۔ جہاں تک بلدیاتی اداروں میں سینٹری سٹاف کا تعلق ہے تو ہمیں جیسے جیسے بلدیاتی اداروں کی طرف سے request ملتی ہے ہم اس کے مطابق اجازت دے رہے ہیں، یعنی جو بلدیاتی ادارہ ہم سے اجازت چاہتا ہے ہم اسے اجازت دے رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں سیالکوٹ کے حوالے سے بات کروں گا۔ ہمارے موجودہ تحصیل ناظم نے لکھ کر بھیجا ہوا ہے کہ ہمیں اتنے سینٹری ورکرز اور سپر وائزرز چاہئیں لیکن محکمہ کی طرف سے ابھی تک کوئی منظوری نہیں دی گئی۔

جناب سپیکر: ارشد محمود بگو صاحب! وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ پہلے پابندی تھی اور اب پابندی اٹھالی گئی ہے، اب بھرتی ہو رہی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: میں سیالکوٹ کے حوالے سے کہتا ہوں کہ پچھلے دس سالوں سے TMAs میں کوئی سینٹری ورکر بھرتی نہیں ہوا۔ وہ بار بار لکھ کر بھیجتے ہیں کہ ہمیں مستقل بنیادوں پر بھرتی کرنے کی اجازت دی جائے۔ وزیر صاحب specifically بتائیں کہ کیا حکومت اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! ہم نہ صرف غور کرنے کے لئے تیار ہیں بلکہ اجازت دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر معزز رکن مجھے reference دے دیں کہ کون سے reference سے سیالکوٹ کا کیس آیا ہوا ہے تو میں specifically آج ہی آپ کو اجازت جاری کروادوں گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، احسان اللہ وقاص صاحب!

جناب احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! لاہور شہر کے اندر صفائی کی جو صورتحال ہے وہ تو اظہر من الشمس ہے، ہر ایک کو نظر آتا ہے کہ یہاں پر کیا حال ہے۔ ایک مرحلے پر حکومت نے یہ طے کیا تھا کہ صفائی کے کام کو پرائیویٹائز کر کے اس کا ٹھیکہ دے دیا جائے گا۔ سات ہزار کے قریب سینٹری ورکرز ہیں، میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ آدھے سے زیادہ کی تنخواہیں افسران خود کھا جاتے ہیں، وہ آتے ہی نہیں ہیں۔ ان کو پانچ سو روپے مہینہ دیتے ہیں اور ان سے پانچ، چھ یا سات ہزار روپے کی تنخواہ پر دستخط کروالئے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے یہ منصوبہ بنایا گیا تھا کہ کسی پرائیویٹ پارٹی کو یہ ٹینڈرز دے دیئے جائیں تاکہ وہ یہ صفائی وغیرہ کا انتظام سنبھالے۔ ضلعی حکومت یا ٹاؤن کمیٹیاں صرف ان کی نگرانی کریں۔ اس منصوبے کا کیا بنا اور اس منصوبے پر عملدرآمد کرنے میں کیا رکاوٹ حائل ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! بنیادی طور پر صفائی کروانے کی ذمہ داری لاہور میں ضلعی حکومت کی ہے۔ چنانچہ وہ ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انھوں نے یہ صفائی خود کروانی ہے یا کسی پرائیوٹ کمپنی کو ٹھیکہ دے کر کروانی ہے۔ مستقبل کے لئے ان کی کیا حکمت عملی ہے اس بارے

میں ان سے وضاحت مانگی جاسکتی ہے۔چونکہ معزز رکن نے ان کی آئندہ کی پالیسی کے متعلق پوچھا تو انشاء اللہ اس بابت دریافت کر کے معزز رکن کو آگاہ کر دیا جائے گا۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں بھی ایک عرض کرنی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! کافی ضمنی سوال ہو چکے ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! اس موقعے پر بات کرتے ہوئے شاید میرا کچھ فائدہ ہو جائے۔ میرا اپنا گاؤں میرے حلقے میں نہیں ہے۔ میرے گاؤں کا جو ناظم ہے وہ میرا مخالف ہے، میرے گاؤں کا جو ایم پی اے ہے وہ بھی میرا مخالف ہے، اسی طرح تحصیل ناظم اور ضلعی ناظم بھی میرے مخالف ہیں۔ یہ سب میرے مخالف ہیں جس کی وجہ سے ہوا یہ ہے کہ میرے گاؤں کے سیوریج کی کوئی صفائی نہیں کرتا۔ میں راجہ صاحب کی توجہ چاہوں گا۔آپ یقین کریں کہ جب مجھے خود اپنے گھر میں داخل ہونا ہوتا ہے تو گندے پانی میں اینٹیں رکھ کر، ان پر چل کر میں اپنے گھر میں داخل ہو سکتا ہوں یا پھر اس گندے پانی سے گاڑی گزار کر اپنے دروازے تک جاتا ہوں۔ یہ بالکل حقیقت ہے۔ کیا وزیر موصوف یہ اہتمام کر سکیں گے کہ میرے گاؤں کے سیوریج کی صفائی وہاں کی ٹاؤن کمیٹی یا تحصیل کمیٹی سے کروادیں۔ میں بڑا ہی شکر گزار ہوں گا، بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! یہ تو میرے بھائی کا حکم ہے۔ اگر آپ مجھے ایڈریس لکھ دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تعمیل کروائیں گے۔ ابھی میرے بھائی چودھری صاحب کہہ رہے تھے کہ چودھری اصغر علی گجر صاحب کو suggest کریں کہ الیکشن اپنے علاقے، حلقے سے لڑا کریں۔ میں اس لئے suggest نہیں کر رہا تھا کیونکہ میں نے بھی اپنے حلقے سے الیکشن نہیں لڑا تھا۔

چودھری اصغر علی گجر: راجہ صاحب کی commitment کا شکریہ اور چودھری صاحب نے جو تجویز دی ہے اس بارے میں بھی میں انھیں گارنٹی دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ میں اپنے گھر سے الیکشن لڑوں گا۔

محترمہ مسعود پروین بھٹی: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ نیو مسلم ٹاؤن میں کوڑے کے بڑے بڑے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے پہلے ایک مرتبہ راجہ صاحب سے گزارش کی تھی تو انھوں نے مہربانی کرتے ہوئے اسی وقت فون کیا تھا۔ اس دن تو وہ

لوگ صفائی کرنے کی غرض سے آ گئے لیکن وہ کوڑے کے ڈھیر ابھی تک وہیں پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں کوڑے کے ڈھیر پہاڑوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ جب بات کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جی ہمارے پاس عملہ ہی نہیں ہے ہم کیسے صفائی کروائیں؟

جناب سپیکر! وہاں پر سارا رہائشی علاقہ ہے اور اس سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہے۔ تقریباً چار کنال کے پلاٹ پر کوڑے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ یہ لوگ راجہ بشارت صاحب کی بات بھی نہیں مانتے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! ضمنی سوال کرنے سے پہلے میں ایک درخواست کرنے لگا تھا کہ دیکھیں یہ شہر اس ملک کے شہر ہیں، اس ملک پر ترس کھائیں۔ ضلعی ناظم یا جو یہ ساری تنخواہیں کھاتے ہیں انھوں نے اس صفائی کا کوئی انتظام نہیں کرنا۔ میں جناب وزیر بلدیات سے ہاتھ جوڑ کر یہ درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اس کو پرائیویٹائز کروائیں تاکہ کوئی صفائی کی صورتحال بہتر ہو سکے ورنہ یہ جو تین ہزار، چار ہزار روپے ماہانہ لوگوں کی تنخواہیں کھا رہے ہیں آپ ان سے یہ توقع نہ رکھیں کہ وہ اسے پرائیویٹائز کر دیں گے وہ تو کبھی نہیں کریں گے۔ ان کو کرنے کی کیا ضرورت ہے، اس سے ان کو لاکھوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔

اب میں سوال نمبر پڑھتا ہوں۔ جناب سپیکر! سوال نمبر 1957۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلعی حکومت فیصل آباد کی طرف سے سڑکوں پر ٹول ٹیکس کی تجویز

*1957 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلعی حکومت فیصل آباد کی طرف سے تجویز کردہ دس سڑکوں پر ٹول ٹیکس لگانے کی تجویز کی منظوری حکومت پنجاب نے بھی دے دی ہے؟

(ب) یہ ٹول ٹیکس کن سڑکوں پر عائد کیا جا رہا ہے۔ جن سڑکوں پر یہ ٹیکس عائد کیا جا رہا ہے ان کی عمومی حالت (general condition) کیسی ہے، کیا یہ ٹیکس پرائیویٹ ٹھیکیدار

وصول کریں گے اور کیا اس ٹول ٹیکس سے حکومت پنجاب کو بھی کوئی حصہ ادا کیا جائے گا؟

(ج) کیا اس طرح ٹول ٹیکس لگانے کی منظوری دیگر ضلعی حکومتوں کو بھی دی جارہی ہے، کیا اس کے نتیجہ میں چونگی مافیا کی طرح کا ایک نیا مافیا وجود میں نہیں آجائے گا اور جگہ جگہ ٹیکس اکٹھے کرنے سے عوام میں شدید بے چینی نہیں پیدا ہو جائے گی؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

(الف) حکومت پنجاب نے منظوری دے دی ہے۔

(ب) جن پانچ سڑکوں (جھنگ روڈ، سرگودھا روڈ، سمندری روڈ، جڑانوالہ روڈ، کینال روڈ) پر ٹول ٹیکس تجویز کیا گیا ہے۔ ان کی عمومی حالت بہتر ہے۔ نیلامی کی صورت میں ٹول پرائیویٹ ٹھیکیدار وصول کرے گا اور اس ٹول ٹیکس سے حکومت پنجاب کو کوئی حصہ ادا نہ کیا جائے گا۔

(ج) یہ سوال ہمارے متعلقہ نہ ہے۔ اس کی وضاحت مقامی حکومت و دیہی ترقی دے گی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! فیصل آباد کی دس سڑکوں سے ٹول ٹیکس وصول کیا جارہا ہے، ان پر ٹول ٹیکس عائد کیا گیا ہے۔ یہ ایک نیا مافیا وہاں پر پیدا ہو گیا ہے۔ پانچ روپے ٹیکس ہوتا ہے اور وہ دس روپے وصول کر رہے ہوتے ہیں۔ آگے جز(ج) سے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ ''یہ ہمارے متعلقہ نہ ہے، اس کی وضاحت مقامی حکومت و دیہی ترقی دے گی'' اب جناب! مقامی حکومت و دیہی ترقی کون سی ہے، کیا ضلعی حکومت جس سڑک پر چاہے ٹول ٹیکس عائد کر سکتی ہے؟ اگر ایک شہر سے نکلیں اور دوسرے شہر میں جائیں تو راستے میں دس جگہوں پر ہم ٹیکس دیتے پھریں۔ یہ چونگی مافیا کے بعد ایک نیا ٹول ٹیکس مافیا تخلیق کرنے کا حکومت نے کیوں پروگرام بنالیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! جز(ج) میں جو لکھا گیا ہے کہ یہ ہمارے متعلقہ نہ ہے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ اگر پورے صوبے میں اجازت دے دی گئی تو ایک بے چینی پیدا ہو گی۔ چونکہ ہم نے فیصل آباد سے جواب مانگا تھا تو انھوں نے لکھا تھا کہ ہمارا پورے پنجاب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ انھوں نے ہمارے متعلق لکھا تھا کہ ہم اس کا جواب دے سکتے ہیں۔۔۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ درخواست کروں گا کہ ان کو یہ دیکھ کر اس کا مکمل جواب یہاں دینا چاہئے تھا۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں سوال پوچھ رہا ہوں کہ کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے۔ آپ اس کی درست وضاحت فرما رہے ہیں لیکن آپ کے دفتر سے کوتاہی ہوئی ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: نہیں۔ دفتر سے کوتاہی نہیں ہوئی۔ چونکہ یہ ایک بلدیاتی ادارے سے متعلق سوال ہے ہم نے وہاں سے جواب لے کر دیا ہے اور انھوں نے لکھ کر بھیجا ہے کیونکہ اس کا جواب مجھے دینا ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ پورے پنجاب کے لئے unified policy نہیں ہے۔ بلدیاتی ادارے خود اپنا ٹیکس لگاتے ہیں اور taxation proposals صوبائی حکومت کو بھجواتے ہیں۔ ہم ان taxation proposals کی منظوری دیتے ہیں لیکن جہاں تک آپ کا یہ استدلال کہ پنجاب میں اور کہاں کہاں یہ ٹیکس ہے تو میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ ٹیکس چکوال، اٹک اور جہلم میں بھی لگایا جا رہا ہے اور اسی pattern پر فیصل آباد میں بھی لگایا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا! چونکہ فیصل آباد کا معاملہ ہے اس لئے مجھے موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب چونکہ معاملہ فیصل آباد کا ہے اس لئے ملک اصغر علی قیصر صاحب کو موقع دیا جاتا ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! پہلے بھی دو تین دفعہ یہ ٹیکس impose ہوا تھا لیکن فیصل آباد کے شہری اس پر سراپا احتجاج بنے اور فیصلہ واپس لینا پڑا تھا۔ جب پیپلز پارٹی کی حکومت میں چودھری ظہیر الدین صاحب وزیر تھے انھیں بھی یاد ہو گا کہ یہ ٹیکس وٹو صاحب نے بھی لگایا تھا لیکن وہ ٹیکس واپس کیا گیا تھا۔ اگر یہ unified policy نہیں ہے تو پھر اسے فیصل آباد میں کیوں impose کیا گیا ہے؟ پہلے جو چونگیوں کا محکمہ ختم کیا گیا یہ اسی طرح کا ایک ایسا ہی معاملہ ہے۔ ٹھیکیداروں کو oblige کرنے اور وہ مافیا وجود میں لانے کے لئے ایسا کیا جا رہا ہے تاکہ وہاں لوگوں کے ساتھ بد معاشی ہو اور ٹیکس اکٹھا ہو اور ان کے ٹھیکوں میں گھپلے ہوتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ابھی آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ یہ فیصل آباد میں ہی کیوں لگایا گیا ہے؟ اسے ختم ہونا چاہئے۔ میں مری کی مثال دیتا ہوں کہ وہاں پر تحصیل کمیٹی مری نے گاڑیوں پر ایک ٹیکس لگایا ہے۔ ایم پی ایز اور ایم این ایز کو privilege ہے کہ پنجاب حکومت اس پر ٹیکس نہیں لیتی لیکن وہ وہاں پر بدمعاشی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہمیں پیسے دیں اور جسے مرضی شکایت کر دیں۔ اگر مری سے جھیکا گلی دن میں چار بار آتے ہیں تو چاروں دفعہ آپ کو پرچی کٹوانی پڑتی ہے۔ ہم اس کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں اور میں وزیر موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ ان کو ہدایات دیں کہ جب تک پورے صوبے میں ایسا نہیں ہوتا اس وقت تک آپ بھی اسے impose نہ کریں تاکہ لوگ اس پر احتجاج نہ کریں اور لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال خراب نہ ہو۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! اس میں ضمنی سوال تو کوئی نہیں ہے۔ انھوں نے تجویز دی ہے کہ وہ ٹیکس نہ لگائیں۔ وہ ٹیکس تین سال سے لگا ہوا ہے لیکن اب آپ کے حوالے سے کہہ دیں گے کہ آپ یہ چاہتے ہیں آگے انھوں نے اپنے مفاد میں فیصلہ خود کرنا ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! یہ لکھا ہوا ہے کہ مین روڈز جن میں سرگودھا روڈ، جھنگ روڈ، سمندری روڈ اور جڑانوالہ روڈ۔ مین روڈز تو C&W کے نہیں ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! مقامی طور پر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ کون سی سڑک ان کی ملکیت ہے۔

جناب سپیکر: وہ تو مقامی طور پر اپنی سڑکوں پر ٹیکس لگا سکتے ہیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جی۔

جناب سپیکر: لیکن یہ سرگودھا روڈ، لاہور روڈ، جڑانوالہ روڈ، سمندری روڈ یہ سارے C&W کے ہیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! میرے علم میں نہیں ہے کہ کون سی سڑک کس محکمے سے متعلقہ ہے۔ میں نے صرف ٹول ٹیکس سے متعلقہ جواب دیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ ذرا کنفرم کر لیں۔ اگر C&W کی ہیں تو پھر وہاں ٹیکس نہیں لگنا چاہئے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی: جناب والا! نہ صرف کنفرم کیا جا سکتا ہے بلکہ آپ کے حکم کے مطابق یہ ہدایت بھی دی جا سکتی ہے کہ وہ صرف اپنی سڑکوں پر ٹول ٹیکس لگا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں صحیح صورتحال یہ ہے کہ اس وقت کسی روڈ پر بھی ٹیکس وصول نہیں کیا جا رہا۔ آپ کا بھی وہاں سے گزر ہوتا ہے اور ہم بھی وہاں سے گزرتے ہیں اس وقت تک ان میں سے کسی روڈ پر ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا۔ آج سے تقریباً ایک سال پہلے ان روڈز پر ٹیکس وصول کرنے کی کوشش کی گئی تھی جس پر resentment ہوئی تو وہ سارے ٹھیکے کینسل ہو گئے اور بیریئر وغیرہ بھی وہاں سے اٹھا لئے گئے۔

جناب سپیکر: پھر یہ سوال اس وقت کا ہو گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ معاملہ یہاں پر discuss ہوا تھا اور لاء منسٹر صاحب نے اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ ہم نے اس ٹیکس کی منظوری نہیں دی۔ انھوں نے یہ proposal ہمارے پاس نہیں بھیجی اور بعد میں یہ ثابت ہوا کہ واقعی انھوں نے یہ proposal بھیجے بغیر اور صوبائی حکومت سے consent لئے بغیر ٹیکس لگا دیا تھا۔ اب بعد میں process کر کے پتا نہیں یہ کیسے فرما رہے ہیں کہ ہم نے اس کی منظوری دے دی ہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! یہ سوال 19-04-03 کا تھا اور 24-06-03 کو جو جواب دیا گیا ہے میں نے اس کے مطابق صورتحال بیان کی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ کو پتا ہے کہ ایک میٹنگ ہوئی تھی اور آپ بھی اس میں موجود تھے وہاں پر یہ بات discuss ہوئی تھی اور یہ بات سامنے آ گئی تھی کہ انھوں نے without consultation of Provincial Government ٹیکس لگایا ہے اس لئے اس ٹیکس کو ختم کر دیں اور یہ اس وقت سے ختم ہے۔ اس وقت یہ ٹیکس وصول نہیں کیا جا رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جواب اس ابہام کو create کرے گا لہذا آپ اسے pending فرمائیں اور ذاتی طور پر اس معاملے کو دیکھیں۔

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر!انھوں نے جوlatestجواب دیا ہے میں وہ پڑھ دیتا ہوں۔(ج)سیکنڈ شیڈول پارٹ 1&2 سیریل نمبر فلاں اس میں انھوں نے اپنیeligibility بتائی تھی کہ ہم ٹول ٹیکس لگانے کےeligible ہیں۔ مجھے اس میں قطعی طور پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: چونکہ یہ ایک عوامی مفاد کا معاملہ ہے جس طرح آپ نے حکم دیا ہے کہ اس کو دیکھ لیا جائے کہ کیاوہ C&W کی سڑکوں پر توٹیکس وصول نہیں کر رہے۔ میں نے اس کے جواب میں یہ گزارش کی تھی کہ نہ صرف ان کو ہدایت کی جائے گی بلکہ انھیں in writing حکم دیا جائے گا کہ C&W کی سڑکوں پر ٹیکس نہ لگائیں لیکن اگر اس میں انھیں مزید کسی قسم کاconfusion ہے کہ یہwithdraw ہو چکا ہے یا لاگو نہیں ہے تو اسے مزیدclear کیا جا سکتا ہے۔آپ کا جو حکم ہو گا اس کی تعمیل ہو گی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب!pending کیا کرنا ہے۔آپ لاء منسٹر صاحب کے پاس بیٹھ کر بات کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: راجہ صاحب!ذاتی طور پر اس معاملے کوrecheck کر لیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب!اس معاملے کوrecheck کر لیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!pending کریں گے تو وہ چیک کریں گے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!اس کو کیاpending کرنا ہے لاء منسٹر صاحب on the floor of the House commitment دے رہے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!میری یہ درخواست ہے کہ کم از کم درست جواب ملنا تو میرا حق ہے۔لہذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ مجھے ان کیassurance پر اعتماد ہے لیکن آپ اسےpending کر دیں تو دوبارہ اس کا صحیح جواب آ جائے گا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!آپ منسٹر صاحب کے چیمبر میں تشریف لے جائیں متعلقہ محکمے کو بلا کر آپ کی تسلی کروا دی جائے گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!منسٹر صاحب نےassuranceدے دی ہے۔آپ بے شک اس کوpendingنہ کریں لیکن منسٹر صاحب اس کو چیک کر کے سوموار کو بیان فرمادیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب!سوموار تک بتادیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر!آج ہی بتادیتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔چودھری اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر!ضلعی حکومت، تحصیل گورنمنٹ یا ٹاؤن کمیٹی جن سڑکوں پر ٹیکس لگاتی ہے کیا اس کے لئے کوئیcriterion مقرر ہے یا بغیرcriterionکے کہ ایک سڑک سے روزانہ ہزار گاڑیاں گزرتی ہیں اور ایک سے بیس گزرتی ہیں تو کیا ہر سڑک پر ٹیکس لگ سکتا ہے یا کوئیcriterionمقرر ہے کہ اس سے کم ٹریفک یا کم انکم والی سڑک پر ٹیکس نہیں لگنا چاہئے کیونکہ یہ دیہاتوں کے اندر ہو رہا ہے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر!as suchکوئیcriterionنہیں ہے بلکہ یہ مقامی کونسل کی صوابدید ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

سید حسن مرتضٰی: جناب سپیکر!میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضٰی: جناب سپیکر!ایک سڑک فیصل آباد امین پور روڈ ہے جو عرصہ دراز سے خراب ہے اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے نہ ہی کوئی اس کی مرمت کرنے والا ہے لیکن اب بھی اس سے ٹول ٹیکس وصول ہو رہا ہے۔حکومت کا اسے مرمت کروانے کا یا اس سے ٹول ٹیکس ختم کروانے کا کوئی منصوبہ ہو۔وزیر موصوف دونوں میں سے ایک کا کہہ دیں کہ ایک ہو جائے گا کیونکہ وہ روڈ انتہائی خراب ہے۔فیصل آباد کے سارے ممبران بیٹھے ہیں اور آپ بھی تشریف فرما ہیں اور ہم سب کی بھی وہیں سے گزرگاہ ہے اس لئے اس کے بارے میں مہربانی کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر!میںoffhandکیا کہہ سکتا ہوں۔جس سڑک کا

مجھے معلوم ہی نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس سوال سے متعلقہ ہے۔ لہذا میں چیک کر کے بتا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چودھری جاوید احمد صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ ۔جناب سپیکر! سوال نمبر2047 ہے اور میری درخواست ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پاکپتن شہر میں واقع قبرستانوں کی تفاصیل

*2047**چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پاکپتن شہر میں کتنے قبرستان ہیں ان کا انتظام کس کے پاس ہے، ان کا رقبہ کتنا کتنا ہے اور یہ کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان قبرستانوں میں تجاوزات ہو رہی ہیں؟

(ج) ان تجاوزات کا کون کون ذمہ دار ہے، تجاوزات ختم کرنے کی ذمہ داری کس محکمہ پر عائد ہوتی ہے اس سلسلہ میں کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں؟

(د) ان قبرستانوں کے تقدس کی بحالی اور رقبہ کے تحفظ کے لئے فوری کارروائی کب تک مکمل ہو جائے گی؟

(ہ) تجاوزات کرنے والوں کے نام و پتا اور رقبہ جات کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

(الف) پاکپتن شریف میں کل 13 قبرستان ہیں ان کا انتظام خود انحصاری پر مشتمل ہے، رقبہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام قبرستان	نام مالک	رقبہ تعدادی			محل وقوع
			S	M	K	
1	قبرستان خواجہ عزیز بگی	صوبائی حکومت ملکیتی مالکان	3	10	7	نزد دربار خواجہ عزیز بگی
			0	8	1	
			5	4	8	
			6	7	4	

2	قبرستان عبداللہ شاہ	ملکیتی مالکان	5	7	8	نزد فوارہ چوک
		صوبائی حکومت متروکہ	5	12	7	
3	قبرستان پیر سلطان	صوبائی حکومت متروکہ	7	8	144	نزد راجباہ
4	قبرستان سید جلال	صوبائی حکومت متروکہ	5	4	7	پیر کوٹ روڈ
5	قبرستان شیخ جمال	صوبائی حکومت متروکہ	0	0	4	پیر غنی روڈ
			6	14	8	
6	قبرستان اول خیر	ملکیتی مالکان	3	12	10	نزد کوٹھی میاں غلام محمد
		صوبائی حکومت	6	4	0	احمد خان مانیکا
			4	12	4	
7	قبرستان پیر کریاں	صوبائی حکومت متروکہ	3	10	17	نزد محلہ پیر کریاں
8	قبرستان شہید نگر	صوبائی حکومت متروکہ	0	19	22	نزد ریلوے شیڈ
9	قبرستان نزد مسجد تحصیل	ملکیتی مالکان، صوبائی دار والی	4	8	18	نزد محلہ سادھانوالہ
			7	9	3	
10	قبرستان باباد گڑا پیر	صوبائی حکومت	0	8	1	نزد چوک چھٹی قبر
11	قبرستان ٹبہ سبز پیر	اندرون لال لکیر	0	0	2	نزد سبزی منڈی
12	قبرستان چراغ شاہ	صوبائی حکومت متروکہ	6	16	39	نزد محلہ عیدگاہ
13	قبرستان شیخ محمد ودرقبہ	ملکیتی مالکان	5	2	1	

(ب) درست نہ ہے کیونکہ کسی بھی قبرستان میں کوئی تجاوزات نہ ہیں۔

(ج) تجاوزات نہ ہیں اس لئے مزید تفصیل کی ضرورت نہ ہے۔

(د) قبرستانوں کے تقدس کی بحالی اور رقبہ کے تحفظ کے لئے تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن پاکپتن مناسب اقدامات کر رہی ہے۔ مثال کے طور پر قبرستان سید جلال، قبرستان عبداللہ شاہ کی چار دیواری مکمل ہو چکی ہے جبکہ قبرستان نزد مسجد تحصیل دار والی کی چار دیواری زیر تعمیر ہے۔اسی طرح تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن پاکپتن کو جوں جوں فنڈز میسر ہوں گے،ایک ایک کر کے قبرستانوں کی چار دیواریاں تعمیر کروادی جائیں گی۔البتہ اس سلسلہ میں مدت کا تعین نہ کیا جا سکتا ہے۔

(ہ) اس کی ضرورت نہ ہے کیونکہ کسی قبرستان میں تجاوزات نہ ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب والا! جواب کے جز (الف) کے مطابق پاکپتن شریف میں کل 13 قبرستان ہیں جن کا انتظام خود انحصاری پر مشتمل ہے۔ قبرستانوں میں خود انحصاری کے مطابق وہاں پر دفن شدہ خود انتظام کرتے ہیں۔

جناب سپیکر:ضمنی سوال کیا ہے؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):جناب والا! میرا اس سلسلے میں ضمنی سوال یہ ہے کہ یہاں پر جز(الف) کے جواب میں کہا گیا ہے کہ پاکپتن شریف میں کل تیرہ قبرستان ہیں۔ان کا انتظام خود انحصاری پر مشتمل ہے۔یہ قبرستانوں میں خود انحصاری جو ہے کیا وہ خود کرتے ہیں جو وہاں پر دفن ہیں۔

جناب سپیکر:آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب میں جو لکھا ہوا ہے جو ہماری مقامی ٹی ایم اے نے لکھ کر بھیجا ہو گا۔

جناب سپیکر:آپ سے خود انحصاری کا مطلب پوچھ رہے ہیں اور جاننا چاہ رہے ہیں کہ خود انحصاری کیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب والا!اپنی مدد آپ کے تحت مقامی آبادی ہی ان قبرستانوں کو maintain کر رہی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):جناب والا!ہمارے وہاں پر مقامی آبادی نہیں کر رہی بلکہ وہاں پر جو ٹی ایم اے وہ سارا انتظام کرتی ہے۔ چار دیواریوں کا انہوں نے خود ذکر کیا ہے کہ ہم نے تین قبرستانوں کی چار دیواری کروادی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جو قبرستان کی تفصیل دی گئی ہے اور اس کے رقبہ جات کی تفصیل دی گئی ہے اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہاں پر کوئی encroachment نہیں ہے۔ میں ثابت کر سکتا ہوں اور آپ کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ آئیں اور یہ ہمارے قبرستانوں کا رقبہ پورا کروادیں ہمارا اعتراض ختم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر:یہ جواب کب آیا تھا اور کون سی تاریخ کو آیا تھا؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):جناب والا یہاں پر جو لکھا گیا ہے اس کے مطابق یہ 04-04-05 کو جواب آیا ہے لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قبرستانوں میں جو encroachment ہوئی ہے وہ کوئی آج کی نہیں ہوئی بلکہ دس،پندرہ سال پہلے کی ہوئی ہے۔ وہاں پر تو کئی کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں اور قبرستانوں کا رقبہ بھی اتنا نہیں جتنا یہاں پر لکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر:وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! معزز رکن چونکہ اس حلقہ سے ایم پی اے ہیں میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے ٹی ایم اے کا ذکر کیا ہے۔ تو میں یہ گزارش کروں گا کہ ٹی ایم اے کسی بھی قبرستان کو maintain نہیں کرتی لیکن اگر ٹی ایم اے کو یہ کہا جائے کہ قبرستان کی چار دیواری بنانی ہے وہ چار دیواری بنا دیتے ہیں راستہ بھی بنا دیتے ہیں وہ اس قسم کے فلاحی کاموں کے لئے فنڈز مختص کرتے رہتے ہیں لیکن as such ان قبرستانوں کی administration ان کے پاس نہیں ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات اگر کہیں کوئی encroachment ہے معزز رکن اس علاقے کے ایم پی اے ہیں ہمیں بتائیں ہم وہ انشاء اللہ encroachment remove کروائیں گے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں نے تو یہ سوال ہی اسی لئے کیا تھا کہ قبرستان کے رقبے کی measurement کروا کر ان encroachment کو دور کروایا جائے گا۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: سوال کی ضرورت ہی نہیں آپ ابھی بتائیں۔ ہم اس کی نشاندہی کروا کر اس کی encroachment remove کروا دیتے ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں ابھی راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ قبرستان کا معاملہ بڑا اہم ہے اور ہمارے مسلمانوں کے جو قبرستان ہیں ان کی حالت واقعی بہت خراب ہے۔ بات یہ ہے کہ جس طرح اس سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ تین قبرستانوں کی چار دیواری کر دی گئی ہے۔ کیا بقایا قبرستانوں کی بھی چار دیواری کر دی جائے گی، اس کے علاوہ میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ وہاں پر کوئی درخت لگانے کا بندوبست بھی ہونا چاہئے؟ میں نے دیکھا ہے کہ کئی قبرستانوں میں بڑی ترتیب سے قبریں بنی ہوئی ہیں لیکن کچھ قبرستان ایسے ہیں جہاں کوئی ترتیب نہیں ہے وہاں پر کتے پھر رہے ہیں، وہاں پر گائیں پھر رہی ہیں وہاں پر بکریاں پھر رہی ہیں۔ ہمیں قبرستانوں کو ان چیزوں سے بچانا چاہئے لیکن اس کی چار دیواری تو بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا!میں نے گزارش یہ کی ہے کہ وسائل کے مطابق اور جس طرح مقامی ادارے کوapproach کیا جاتا ہے تو وہ اس کام کے لئے فنڈز مختص کرتا ہے۔ معزز رکن کے پاس اپنے بھی وسائل ہیں اور گورنمنٹ بھیprovide کرنے کے لئے تیار ہے۔یہ اس کی نشاندہی کریں کیونکہ یہ ان کے علاقے سے متعلق ہے تو انشاء اللہ ان کیfinancial assistance بھی کروائی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال بھی چودھری جاوید احمد صاحب کا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): سوال نمبر2048

ٹی ایم اے پاکپتن میں بھرتی کی تفصیل

*2048 **چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل پاکپتن میںTMA نے2001 سے آج تک جو بھرتی کی،ان کے نام، عہدہ، گریڈ سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

(ب) کیا بھرتی سے قبل اشتہار دیا گیا تھا تو اس اخبار و تاریخ سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) جو بھرتی کی گئی اس کے لئے کیا میرٹ بنایا گیا؟

(د) بھرتی کرنے والی اتھارٹی کا نام، عہدہ اور گریڈ سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) T.M.A پاکپتن نے2001 سے آج تک کوئی باقاعدہ بھرتی نہیں کی صرف پانچ آدمی بھرتی کئے ہیں یہ بھرتی شدہ ملازم وہ ہیں جن کے والد دوران سروس فوت ہو گئے تھے یا میڈیکل طور پر(unfit) ہو گئے تھے۔ تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ	بھرتی کرنیوالی اتھارٹی کا نام گریڈ اور عہدہ
1۔	فیاض احمد	نائب قاصد	1	مہر غلام جیلانی TMO BS-18
2۔	عمران	ماشکی	1	مہر غلام جیلانی TMO BS-18
3۔	محمد مشتاق	بیلدار	1	مہر غلام جیلانی
4۔	اطہر اللہ	جونیئر کلرک	5	تحصیل ناظم
5۔	سلمان صدیق	سینٹری سپروائزر	5	تحصیل ناظم

(ب) جو ملازمین بھرتی کئے گئے گورنمنٹ کی چٹھی نمبری SO-IV(LG)10-7/93PT-II مورخہ 28-04-1997 کے مطابق کئے گئے ان کے لئے اخبار اشتہار کی شرط ضروری نہ ہے۔

(ج) اس قسم کی بھرتی کے لئے میرٹ کی ضرورت نہ ہے۔ میرٹ کی شرط اوپن بھرتی کے لئے ہوتی ہے۔

(د) تفصیل مندرجہ بالا جدول میں ملاحظہ ہو۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب والا!اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہاں پر جز(الف) کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ ٹی ایم اے پاکپتن نے 2001 سے آج تک کوئی باقاعدہ بھرتی نہیں کی صرف پانچ آدمی بھرتی کئے ہیں بھرتی شدہ ملازم وہ ہیں اور ان کے نام دیئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس چٹھی نمبر کے ذریعے ہم نے یہ بھرتی کی ہے لیکن اس کے لئے اخبار میں اشتہار دینا ضروری نہیں ہے۔ میرے علم میں ذاتی طور پر یہ بات ہے کہ وہاں پر انہوں نے ڈیلی ویجز اور دیگر سینٹری ورکرز بے انتہا بھرتی کئے تھے سینکڑوں بھرتی ہوئے تھے جس میں ان کے کئی ذاتی ملازم بھی ہوں گے لیکن اس کے لئے کسی قسم کا کوئی اشتہار نہیں دیا۔ کلرک اور سینٹری سپروائزر بھی بھرتی کئے گئے ہیں جس کا باقاعدہ لکھ کر کہا جا رہا ہے کہ ان کے لئے اشتہار دینا ضروری نہیں ہے اور اس کے لئے میرٹ بھی ضروری نہیں ہے تو یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ یہ پانچ لوگ جو بھرتی کئے گئے ہیں جن پانچ لوگوں کے نام دیئے گئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے والدین in service فوت ہو گئے تھے تو یہ ان کے بچوں کو accommodate کیا گیا ہے۔ اس میں ایک نائب قاصد ہے، ایک ماشکی ہے، ایک بیلدار ہے، ایک جونیئر کلرک ہے اور ایک سینٹری سپروائزر ہے۔ ان لوگوں کو بغیر کسی اشتہار کے بھرتی کیا گیا ہے یہ ان لوگوں کا استحقاق بنتا تھا کیونکہ ان کے والدین وہاں پر ملازم تھے اور دوران ملازمت وہ فوت ہو گئے تھے اس لئے یہ ان کا حق بنتا تھا جو ان کو دیا گیا ہے اور جس چھٹی نمبر کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ اخبار کے اشتہار کی ضرورت نہیں تھی۔ واقعتاً یہ پنجاب گورنمنٹ کی ہدایت ہے کہ اگر in service کوئی ملازم فوت ہو جاتا ہے تو اشتہار دیئے بغیر اس کے

بچے کوaccommodate کیا جاسکتا ہے اوراس چھٹی نمبر کے تحت اس کوaccommodate کیا گیا ہے۔جہاں تک daily wages کا تعلق ہے وہ بھرتی نہیں ہوتی اس لئے اس کو بھرتی کے زمرے میں نہیں لایا جاسکتا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):جناب والا!میں راجہ صاحب کی اس بات سے تو اتفاق کرتا ہوں کہ جن کے والدین وفات پاگئے ہیں ان کے بچوں کو حق ملنا چاہئے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بات کہ ان سینٹری ورکرز کی مجھے لسٹ نہیں دی گئی۔یہ لوگ جو daily wages پر بھرتی ہوئے ہیں آخر کار ان کو تنخواہ تو خزانے سے ملتی ہے،حکومت کے خزانے سے پیسا تو گیا ہے اور اسی محکمے سے گیا ہے۔میں نے تو سوال ہی یہ کیا تھا کہ آج تک جو بھرتی ہوئی ہے۔میں نے یہ differentiate نہیں کیا تھا کہ کون سے بچوں کو ان کے والدین کی وجہ سے بھرتی کیا گیا ہے کون سے اس میں سے daily wages پر ہیں کون سے مستقل ہیں ان ساروں کی مجھے تفصیل ملنی چاہئے تھی۔

جناب سپیکر: انہوں نے کہا ہے کہ daily wages کے لئے کوئی اشتہار وغیرہ نہیں ہوتا۔ employee's son کے لئے بھی نہیں ہوتا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):لیکن اس کی تفصیل تو ملنی چاہئے تھی کہ کتنے daily wages پر بھرتی ہوئے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ daily wages بھرتی کے ضمن میں آتے ہی نہیں ہیں۔اگر صبح ان کو لگاتے ہیں تو شام کو دہاڑی دے کر فارغ کر دیا جاتا ہے وہ دہاڑی دار ہوتا ہے اس لئے وہ بھرتی کے ضمن میں نہیں آتا۔

جناب سپیکر:وہ دہاڑی دار ہوتا ہے کبھی زیادہ کبھی کم ہو جاتے ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):پیسا کس مد سے دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: پیسا تو محکمہ ہی دیتا ہے لیکن وہ مستقل بنیادوں پر نہیں ہوتے اس لئے ان کی تعداد بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):جناب والا!اسی طریقے سے تو یہ ٹی ایم ایز والے corruption کرتے ہیں۔راجہ صاحب کا ڈیپارٹمنٹ اوپر صوبائی سطح پر ہے ٹی ایم ایز اسی نام پر تو بدمعاشی کر رہی ہیں۔اسی نام پر تو وہ پیسا کھا رہے ہیں۔میں نے اسی حوالے سے تفصیل چاہی تھی لیکن اس کا جواب

بھی تین سال کے بعد آیا ہے۔

جناب سپیکر: اس کوtake upاب کیا گیا ہے جواب تو ٹائم پر ہی آ گیا تھا۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سوال نمبر2128۔

واٹر سپلائی سکیم جام پور کے ورک چارج ملازم کی تنخواہ کی ادائیگی

*2128ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مسمی عبدالرزاق بطور ورک چارج لائن مین، واٹر سپلائی سکیم بستی ہمی، تحصیل جام پور، ضلع راجن پور کام کر رہا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ملازم کو جنوری2002 سے تنخواہ ادا نہیں کی گئی ہے؟

(ج) اگر درج بالا کا جواب اثبات میں ہے تو تنخواہ ادا نہ کرنے کی کیا وجہ ہے اور یہ کہ اس کی تنخواہ کے بقایاجات کب تک ادا کر دیئے جائیں گے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

(الف) یہ مسئلہ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن جام پور سے متعلقہ ہے۔ تحصیل ناظم جام پور کی رپورٹ کے مطابق مسمی عبدالرزاق لائن مین واٹر سپلائی سکیم بستی ہمی تحصیل جام پور ضلع راجن پور کام نہیں کر رہا ہے۔ رپورٹ ازاں تحصیل جام پور ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ ملازم چونکہ TMA کا ملازم نہ ہے، اس لئے تنخواہ کی ادائیگی کا سوال نہ ہے۔

(ج) پیرا گراف (ب) کے مطابق مذکورہ مسمی TMA کا ملازم نہیں ہے اس لئے تنخواہ بقایاجات واجب الادا نہیں ہیں؟

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ راجہ صاحب یہ بتا دیں کہ کسی بھی حیثیت میں یہ شخص وہاں ٹی ایم اے میں ملازم ہے یا کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ کسی بھی حیثیت میں attach ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی خواب تو نہیں آ گیا کہ اس طرح کا سوال دے دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب والا! میں تو وہی جواب دے سکتا ہوں جو انہوں نے سوال کیا تھا انہوں نے پوچھا تھا کہ کیا واٹر سپلائی سکیم بستی ہمی تحصیل جام پور میں کام کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کام نہیں کر رہا۔ اب یہ کہ وہ کہاں کام کر رہا ہے وہ کون ہے مجھے کیا معلوم کہ وہ کون ہے؟

جناب سپیکر: اس کے لئے fresh question دیں۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ دیکھیں کہ محکمے نے کس طرح ادھورا جواب دیا ہے اور راجہ صاحب اس کو کس طرح cover فرما رہے ہیں۔ مذکورہ ملازم چونکہ ٹی ایم اے کا ملازم نہ ہے اس لئے تنخواہ کی ادائیگی کا سوال نہ ہے۔ اب وہ ملازم ہے ان کو چاہئے تھا کہ یہ پورے سوال کا جواب دیتے کہ یہ ٹی ایم اے کا ملازم نہیں ہے بلکہ کسی اور محکمے میں ملازم ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب انہوں نے تو ایک واٹر سپلائی سکیم میں مخصوص نام لیا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اس کا مطلب ہے کہ اس نام کا ملازم وہاں پر ہے اور ان کو پتا ہے۔ انہوں نے ادھورا جواب دیا ہے ان کو جواب پورا دینا چاہئے تھا۔ وہ ٹی ایم اے میں ملازم نہیں ہے تو کسی جگہ تو ملازم ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! میں سوال بھی پڑھ دیتا ہوں اور اس کا جواب بھی پڑھ دیتا ہوں۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مسمی عبدالرزاق بطور ورک چارج لائن مین، واٹر سپلائی سکیم بستی ہمی، تحصیل جام پور، ضلع راجن پور میں کام کر رہا ہے؟ تو جواب ہے۔

(الف) یہ مسئلہ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن جام پور سے متعلقہ ہے۔ تحصیل ناظم جام پور کی رپورٹ کے مطابق عبدالرزاق لائن مین واٹر سپلائی سکیم بستی ہمی تحصیل جام پور ضلع راجن پور کام نہیں کر رہا ہے۔ رپورٹ ازاں تحصیل جام پور ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ ملازم چونکہ TMA کا ملازم نہ ہے، اس لئے تنخواہ کی ادائیگی کا سوال نہ ہے۔

(ج) پیراگراف (ب) کے مطابق مذکورہ مسمی TMA کا ملازم نہیں ہے اس لئے تنخواہ کے بقایاجات کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! اس میں یہ بتادیں کہ کیا ابہام ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا آخری supplementary question ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ ہمارے نیشنل بلڈنگ ڈیپارٹمنٹس کا طریق کار یہ ہے کہ 89 days کے لئے ورک چارج ملازم رکھتے ہیں، 90 days کے لئے کریں تو پھر ان کا استحقاق بن جاتا ہے۔ 89 days کے لئے اس سے کام لیتے ہیں اور جب ان کی مرضی ہوتی ہے اس کو extend نہیں کرتے اور اس کے نتیجے میں سوال دیا جائے تو یہ جواب آتا ہے۔ یہ پریکٹس کوئی اچھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔ next ہے جناب ارشد محمود بگو!

چودھری محمد اسلم (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری محمد اسلم (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس اسمبلی کو ماشاء اللہ 3.5 سال ہو گئے ہیں اور چوتھا بجٹ پیش ہو چکا ہے اور اس بجٹ میں 100۔ ارب روپے ترقیاتی بجٹ کے لئے رکھے گئے ہیں۔ آپ ہمارے ہاؤس کے Custodian بھی ہیں عرصہ 3.5 سال سے ہم اپوزیشن ممبران کو فنڈز نہیں مل رہے حالانکہ قومی اسمبلی اور سینیٹ میں فنڈز مل رہے ہیں آخر یہ زیادتی ہمارے ساتھ کیوں ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر: کل ایڈوائزری کمیٹی میں وہ بات ہوئی ہے۔ اس کمیٹی میں راناثناء اللہ خان، جناب ارشد محمود بگو اور لاء منسٹر بھی تھے تو اس پر سوچ بچار ہو رہی ہے۔

راناثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راناثناء اللہ صاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے کل بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں ہونے والی بات کا ذکر کیا ہے لیکن شاید یہ بات آپ کے ذہن سے نکل گئی یا آپ کو اچھی طرح سے یاد نہیں رہی، سوچ بچار نہیں بلکہ لاء منسٹر صاحب نے کل آپ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ اس سال اپوزیشن کو development fund دیئے جائیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!میں رانا صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کروں گا کہ سی ایم صاحب نے اس ہاؤس میں جب پہلی تقریر کی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلیں گے اور ہم اپوزیشن کو ان کے rights and privilegesدیں گے۔یہ ترقیاتی فنڈز ہماری جیبوں میں تو جانے نہیں ہیں یہ تو حلقے کے ان لوگوں کے ترقیاتی فنڈز ہیں جو وہاں پر موجود ہیں تو میں راجہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ ہم نے ان سے کہا ہے کہ آپ ہم سے تعاون لیتے ہیں، ہم آپ کے ساتھ تعاون کرتے ہیں آپ مہربانی کریں،یہ ہمارے کچھ دوستوں کو ترقیاتی فنڈز دے رہے ہیں اور کچھ کو نہیں دے رہے تو اگر ہمارے سارے دوستوں کو اس آخری سال ترقیاتی فنڈز مل جائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی فیاضی اور ان کی سخاوت میں اضافہ ہی ہوگا۔اگر راجہ صاحب مہربانی فرما کر floorپر کہہ دیں گے تو ہمیں خوشی ہوگی اور ہم ڈیسک بجائیں گے۔

جناب سپیکر:next questionارشد محمود بگو صاحب کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!پہلے ان سے جواب لے لیں۔

جناب سپیکر:جی،انہوں نے سن لیا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر!انہوں نے کل وہاں پر کہہ دیا تھا تو آج floorپر جو کہنا چاہتے ہیں کہہ دیں۔یہ نہیں دینا چاہتے تو پھر بھی کوئی بات نہیں لیکن floorپر اس کے بارے میں کہہ دیں۔

جناب سپیکر:منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب کی موجودگی میں بات ہوئی تھی اور میں نے requestکی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ سی ایم صاحب کے نوٹس میں لا کر اس میں مثبت پیشرفت ہوگی۔

جناب سپیکر:جی،شکریہ۔جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو:جناب سپیکر! Question No. 2147

سٹیزن کمیونٹی بورڈ کے تحت دیئے گئے فنڈ کی تفصیل

*2147جناب ارشد محمود بگو: کیاوزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع سیالکوٹ میں سال2002 میںCitizen Community Board میں کتنا فنڈ ڈسٹرکٹ کونسل کو دیا گیااور اس میں سے کتنا فنڈ کہاں کہاں کس حلقے میں اور کس یونین کونسل میں خرچ ہوا؟

(ب) کیامذکورہ فنڈ متعلقہ قانون یعنیLocal Government Ordinance کے مطابق خرچ ہوا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی

ضلعی حکومت سیالکوٹ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) ضلع سیالکوٹ نے مالی سال03-2002 میںCCB کی مد میں57.915 ملین روپے مختص کئے جس میں 17.727 ملین روپے خرچ ہوئے۔CCB کی رقومCCB رولز 2003 کی رو سےEDO(CD) کی وساطت سے متعلقہCCB کو جاری کی جاتی ہیں اور متعلقہCCB یہ رقوم رولز میں دیئے گئے طریق کار کے مطابق خرچ کرنے کے پابند ہیں۔CCB کے لئے مختص فنڈز ضلع کونسل کو جاری نہیں کئے جاسکتے۔مالی سال03-2002 کےCCB منصوبہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نامCCB	نام یونین کونسل	منصوبے کی لاگت
الانسیم	نیو میانہ پورہ سیالکوٹ	150000/-
ہیڈمرالہ	ہیڈمرالہ	75000/-
شہر اقبال	پنڈی ارائیاں	1250000/-
سفینہ	کنڈن سیاں،ڈسکہ	20000/-
پراگ پور	پراگ پور سیالکوٹ	781000/-
ہم قدم	گڈگور،پسرور	80000/-
فتح گڑھ	فتح گڑھ،سیالکوٹ	1000000/-
کچی مند	کچی مند علاقہ بجوات	600000/-
مظفر پور	مظفر پور،سیالکوٹ	560000/-

گوہدپور(GHK)	گوہدپور، سیالکوٹ	1084000/-
جناح	تلواڑہ،مغلاں	382000/-
امن	گوجرہ،ڈسکہ	139000/-
الفلاح	چرنڈ	479000/-
نیوالخدمت	پیچوکے،پسرور	970000/-
رحمان	دوبرجی ارائیاں	570000/-
الخدمت	قلعہ کالروالہ،پسرور	1264000/-
الخدمت	قلعہ کالجروالہ،پسرور	1376000/-
گوہدپور(GHK)	گوہدپور، سیالکوٹ	1000000/-
نیوبیلہ	کلووال سیالکوٹ	482000/-
بدوکے چیمہ	بدوکے چیمہ،ڈسکہ	818000/-
ناز	کوٹلی، بہرام، سیالکوٹ	100000/-
توبل	جھیٹھکے ڈسکہ	815000/-
سیداں والی	سیداں والی، سیالکوٹ	996000/-
تعمیرنو	گوہدپور، سیالکوٹ	1268000/-
بیلہ	حبیب پور،ڈسکہ	1468000/-
	میزان	1,77,27,000/-

(ب) مذکورہ فنڈز متعلقہ قانون کے مطابق خرچ ہوئے۔ ضلعی حکومت کو ابھی تک کسی CCB کے خلاف کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔ شکایت ملنے پر قانون کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!ان سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا سی سی بی کا فنڈ سی سی بی کے علاوہ کسی اور جگہ خرچ ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر: منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: سی سی بی کا فنڈ اس کے علاوہ کسی دوسری مد میں خرچ نہیں ہو سکتا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!ٹی ایم اے سیالکوٹ یا ڈسٹرکٹ ناظم نے اگر سی سی بی کے تحت فنڈ خرچ نہیں کیا تو کیا یہ ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے تیار ہیں؟

جناب سپیکر: جی،منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر!اس میں گزارش یہ ہے کہ اس مد میں جو فنڈز مختص کئے جاتے ہیں وہ اسی مد میں خرچ ہونا ہوتے ہیں اور اگر کسی نے نہیں خرچ کئے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس میں کمیونٹی کی participation ہوتی ہے تو اگر کہیں کمیونٹی participate کرنے کے لئے تیار ہی نہ ہو تو ناظم کیسے خرچ کر سکتا ہے لیکن اس سلسلے میں اب گورنمنٹ آف پنجاب نے لوگوں کی motivation کے لئے باقاعدہ پروگرام شروع کئے، ہم ڈسٹرکٹس میں باقاعدہ community development کے ای ڈی اوز بھرتی کر رہے ہیں تاکہ وہ کمیونٹی کو mobilize کریں اور سی سی بی کے فنڈز زیادہ سے زیادہ خرچ ہو سکیں۔اس مد میں اس وقت بہت کم فنڈز خرچ ہو رہے ہیں اس کے لئے کمیونٹی کو mobilize کرنے کی ضرورت ہے جس کے لئے ہم اقدامات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،راناثناء اللہ خان!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر!وزیر موصوف سے میرا یہ سوال ہے کہ یہ جن فنڈز کا ذکر کر رہے ہیں وہ فنڈز تنخواہوں میں خرچ کئے جا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر!کسی اور مد میں قطعی طور پر خرچ نہیں ہو سکتے۔

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر!فیصل آباد میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے سی سی بی کے پچھلے دو سال کے فنڈز کو تنخواہوں میں خرچ کیا ہے۔اگر منسٹر صاحب اس بات کو deny کرتے ہیں تو کریں ورنہ یہ فرمائیں کہ اس بارے میں انکوائری کروا کر اس ہاؤس میں بھی اس کی رپورٹ پیش کریں اور متعلقہ لوگوں کے خلاف کارروائی بھی کریں۔

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر!اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو یہ بہت بڑی financial mismanagement ہو گی۔اگر یہ یقینی طور پر ثابت ہو جائے تو اس کے خلاف کارروائی کی جا سکتی ہے۔راناصاحب نے specifically point out کیا ہے تو ہم check کریں گے اور اگر یہ mismanagement پائی گئی تو ان کے خلاف باقاعدہ کارروائی ہو گی۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!لوکل باڈیز ایکٹ کے مطابق یہ ہے کہ جتنا بجٹ آتا ہے اس میں سے 25 فیصد سی سی بی پر خرچ کرنا ہوتا ہے میں نے specific سوال کیا تھا اور راجہ صاحب شاید تفصیل میں اس کو بھول گئے ہیں۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ٹی ایم اے سیالکوٹ اور ڈسٹرکٹ کونسل نے سی سی بی کے فنڈز کہیں اور خرچ کئے اور یہ ثابت ہو جاتا ہے تو کیا حکومت ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے تیار ہے؟

جناب سپیکر: اس مد کے علاوہ اگر کہیں اور خرچ کرنا ثابت ہوتا ہے تو پھر تو کارروائی ہو گی وہ تو انہوں نے کہہ دیا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!انہوں نے یہ تو specifically فیصل آباد کے لئے کہا ہے۔

جناب سپیکر: قانون وضابطے تو سب کے لئے ایک ہی ہیں ناں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!اگر راجہ صاحب سیالکوٹ کے بارے میں بھی specifically فرمادیں تو ان کی مہربانی ہو گی۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر!فیصل آباد، سیالکوٹ اور پورے پنجاب کے لئے یہ پالیسی ہے کہ سی سی بی کے فنڈز کسی دوسری مد میں خرچ نہیں ہو سکتے اور اگر آپ کہیں گے تو اس کو بھی ہم دیکھ لیتے ہیں اگر کہیں اور خرچ ہوئے ہیں تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ جس طرح جوابات کے اندر یہ چیز درج ہے مثلاً سیالکوٹ کا ذکر آیا ہے اس میں سی سی بی کے لئے 57.915 ملین روپے مختص کئے اور اس میں سے 17.727 ملین روپے خرچ ہوئے یعنی سال کے دوران بہت ہی کم رقم خرچ ہوئی۔اس میں بات یہ ہے کہ جس طرح راجہ صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کی awareness کے لئے کوئی پروگرام تشکیل دے رہے ہیں۔لوگوں کو یہ سب معلوم ہے لیکن اس وقت مہنگائی کے حوالے سے لوگوں کی مشکلات ہیں اور دوسرا civic sense کی بھی کمی ہے اس کے نتیجے کے اندر community participate نہیں کرتی۔اس میں راجا صاحب سے میری گزارش یہ ہے کہ سی سی بی میں کمیونٹی کا جو 20 فیصد حصہ ہے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ 20 فیصد کا فیصلہ کس نے کیا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ 10 فیصد کر دی جائے تاکہ لوگوں کی participation ممکن ہو سکے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! نہیں، جناب! اس کو کم کرنے کی فی الحال کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ چودھری جاوید احمد صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! اسی سوال میں فرمایا گیا ہے کہ ضلع سیالکوٹ میں مالی سال 03-2002 میں 57.917 ملین روپے مختص کئے گئے جس میں 17.727 ملین روپے خرچ کئے گئے تو ضلع سیالکوٹ میں کتنے City Community Board بنے ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! ان کا باقاعدہ ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کے پاس جواب میں تفصیل موجود ہے۔

جناب سپیکر: اس کے بارے میں جواب میں detail کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے ضمنی سوال میں پوچھا تھا کہ یہ 20 فیصد کا فیصلہ کس level پر ہوا ہے؟ کس اتھارٹی نے یہ decision لیا ہے کہ سی سی بی میں 20 فیصد حصہ community کا ہونا چاہئے اس کا جواب راجہ صاحب نے نہیں دیا۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: یہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس میں موجود ہے۔

جناب سپیکر: لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کے تحت ہوا ہے۔ اگلا سوال جناب ارشد محمود بگو کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: میرا سوال نمبر 2148 ہے۔

ڈسٹرکٹ ناظم کے الاؤنس اور ڈسٹرکٹ کونسل سیالکوٹ کو ALLOCATE کردہ فنڈز کی تفصیل

*2148 جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر مقامی حکومی و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع ناظم سیالکوٹ کی تنخواہ اور الاؤنسز کیا ہیں۔ تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) سال2002میں ڈسٹرکٹ کونسل سیالکوٹ کو کتنا بجٹallocate کیا گیا اور کتنی رقم کہاں کہاں خرچ ہوئی۔ تفصیل بتائی جائے؟

(ج) کتنا بجٹlapse ہوا؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

ڈسٹرکٹ گورنمنٹ سیالکوٹ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) ضلع ناظم کی تنخواہ اور الاؤنسز کی تفصیل ماہانہ حسب ذیل ہے۔

اعزازیہ ماہوار	-/15000روپے
کرایہ مکان ماہوار	-/20000روپے
ماہانہ انٹرٹینمنٹ الاؤنس	-/2000روپے بمطابق گورنمنٹ آف دی پنجاب کے ٹوسیکلیشن NO.SO.Elec(LG)3-5/2001 نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع کونسل سیالکوٹ کو2002 میں-/7,18,22,000روپےallocate ہوئے۔ جس میں -/4,33,18,954روپے خرچ ہوئے اور اس طرح -/2,85,03,048 روپےlapse ہوئے۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(ج) ضلع سیالکوٹ کا سال2002میں-/2,85,03,046روپے کا بجٹlapse ہوا۔

جناب ارشد محمود بگو: میں صرف ایک چھوٹا سا سوال راجہ صاحب سے کروں گا کہ آپ نے تنخواہ، کرایہ مکان اور ماہانہ انٹرٹینمنٹ الاؤنس کا فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ کیا تحصیل ناظم اور ضلع ناظم کو T.A/D.A بھی ملتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر ملتا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اسی سوال میں دیکھیں کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ تقریباً دو کروڑ روپے کے فنڈزlapse ہو گئے ہیں۔ کیا سیالکوٹ میں ڈویلپمنٹ کا کام اتنا زیادہ ہو چکا ہے کہ فنڈزlapse ہوئے ہیں۔ وہ کیوں استعمال نہیں کئے گئے اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر! یہ فنڈز واپس گورنمنٹ کو نہیں آتے بلکہ اگلے سال میں opening balance میں carried over ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: سوال نمبر2165۔

شیخوپورہ شہر میں مچھرمار ادویات کے سپرے کا پروگرام

*2165 محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شیخوپورہ شہر میں گٹروں کا پانی سڑکوں پر پھیلنے اور جگہ جگہ گندگی کے ڈھیروں کی وجہ سے مکھیوں اور خاص طور پر مچھروں کی بہتات ہے جس کی وجہ سے لوگ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں؟

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ ضلع میں فوری طور پر مچھروں کو مارنے والی ادویات کا سپرے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن شیخوپورہ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) اس سلسلہ میں TMA,TO(I&S) شیخوپورہ سے رابطہ قائم کیا گیا ہے، رپورٹ کے مطابق جواب درج ذیل ہے، یہ درست نہ ہے کہ شیخوپورہ شہر میں گٹروں کا پانی سڑکوں پر پھر رہا ہے اور نہ ہی گندگی کے ڈھیروں کی وجہ سے گندگی وغیرہ موجود ہے کیونکہ TMA شیخوپورہ کا متعلقہ عملہ اپنی دن رات کاوشوں سے شہر کو صاف ستھرا کر رہا ہے اور موسمی حالات کی وجہ سے عملہ باقاعدگی کے ساتھ مچھروں اور مکھیوں کے خاتمہ کے لئے سپرے وغیرہ کر رہا ہے، مزید بیان کیا جاتا ہے کہ مچھروں اور مکھیوں کی وجہ سے بیماریاں پھیلنے کا اندیشہ نہ ہے۔

(ب) اس ضمن میں عرض ہے کہ TMA شیخوپورہ باقاعدگی سے اپنے فرائض ادا کر رہا ہے اور شہر میں سپرے اور دوائیاں باقاعدگی سے چھڑکائی جا رہی ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر!انھوں نےTMAصاحب سے رابطہ کیااور انھوں نے کہا کہ شہر میں صفائی کا بہت اچھاانتظام ہے۔ مجھے نہیں پتاکہ TMAصاحب شہر کے کس حصے میں رہتے ہیں۔ شہر کی صورتحال اس حد تک گندی ہے۔ میں صرف اتنا عرض کروں گی کہ گندروڈ جہاں پر ہمارے ایم این اے صاحب بھی رہتے ہیں۔ گلی نمبر 1 سے لے کر گلی نمبر 13تک چلے جائیں تو چلنا بھی مشکل ہے کیونکہ جگہ جگہ گندگی کے ڈھیروں کے ساتھ پانی نالیوں سےover flowہو رہا ہے۔ہر وہ آدمی جو نماز پڑھتاہے اس کے کپڑوں کے اوپر گزرتی ہوئی گاڑیاں چھینٹے ڈالتی ہیں۔کیایہی ان کی صفائی ہے یامین روڈ شیخوپورہ پر جو گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، یہ ان کی صفائی ہے۔وہ کہتے ہیں وہ دوائیاں سپرے کی جاتی ہیں۔ان کی کوٹھی کے اندر دوائی سپرے کی جاتی ہے یاپورے شہر میں کی جاتی ہے۔ میرا تعلق شیخوپورہ سے ہے اور یہ نہیں ہے کہ میں وہاں جاتی نہیں ہوں۔ میں رہتی ہی وہاں پر ہوں۔ وہاں پر آج تک کبھی دوائی سپرے نہیں کی گئی۔یہ سراسر جھوٹ ہے۔اگر کبھی بھی دوائی سپرے کی ہوئی ہو تو ہم لوگ جو وہاں پر رہتے ہیں۔ ہمیں اندازہ تو ہو کہ کہاں پر دوائی سپرے کی گئی ہے۔اگران کے گھر میں سپرے کی جاتی ہے تو ایک علیحدہ بات ہے۔

جناب سپیکر!میں لاء منسٹر صاحب سے یہ عرض کروں گی کہ سختی کے ساتھTMA صاحب سے یہ کہا جائے کہ وہ جگہ جگہ پر جو گندگی کے ڈھیر ہیں یا جو نالیاںover flowہیں۔ وہاں پر کام کرنے والے سویپرز ان کی کوٹھیوں کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں اور شہر میں صفائی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب، محکمہ کو صفائی کے بارے میں ہدایت کر دیں۔

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: جناب سپیکر!میں ہدایت کر دیتاہوں۔

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتاہے۔

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

(جوایوان کی میز پر رکھے گئے)

یادگار چوک شیخوپورہ کی صفائی

*2166 محترمہ صغیرہ اسلام: کیاوزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیایہ درست ہے کہ یادگار چوک (ضلع شیخوپورہ) جوکہ شہر کا خوبصورت ترین چوک ہے، میں جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر نظر آرہے ہیں؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ صفائی کا عملہ وافر تعداد میں ہونے کے باوجود وہاں سے کوڑا کرکٹ نہیں اٹھایاجاتاہے؟ جس سے پورے شہر میں بدبو پھیلی ہوئی ہے اور طرح طرح کی بیماریاں پھیل رہی ہیں جس کا ضلعی ناظم نے کبھی وہاں چکر لگاکر نوٹس نہیں لیا؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ چوک سے گندگی کے ڈھیروں کو فوری طور پر اٹھائے جانے کا بندوبست (مستقل بنیادوں پر) کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیاجائے؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ یادگار چوک شیخوپورہ شہر کا ایک اہم ترین اور خوبصورت چوک ہے۔ چوک میں عملہ صفائی پوری توجہ اور دل لگی کے ساتھ آٹھ گھنٹے ڈیوٹی سرانجام دیتاہے جس کو متعلقہ عملہ انسپکشن/سینٹری انسپکٹر روزانہ چیک کرتاہے تاکہ صفائی میں کوئی کوتاہی نہ رہ جائے۔

(ب) مذکورہ چوک میں تانگہ بانوں نے مستقل اڈے بنارکھے ہیں۔ وہ گھوڑوں کا چارہ اور فضلہ وغیرہ شاہراہ عام پر گرادیتے ہیں۔ مزید برآں چوک میں ریڑھی بانوں اور خوانچہ فروشوں نے مستقل اڈے بنارکھے ہیں۔ وہ گلے سڑے پھل اور دوسری ردی اشیاء پھینک دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس چوک میں صفائی کانظام بُری طرح متاثر ہورہا ہے۔

(ج) مذکورہ لوگوں کے خلاف تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن شیخوپورہ نے متعدد بار کارروائی عمل میں لائی، جس پر وہ لوگ وقتی طور پر چلے جاتے ہیں۔ جونہی ڈیوٹی ٹائم ختم ہوتا ہے تو یہ لوگ دوبارہ آ جاتے ہیں اور گندگی کے ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ انہیں متعدد بار چالان کر کے میونسپل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا لیکن یہ لوگ باز نہیں آتے۔ تاہم عملہ صفائی کو تاکید کر دی گئی ہے کہ وہ صفائی کا کام احسن طریقے سے سرانجام دیں۔

راولپنڈی شہر میں سڑکوں کی تعمیر و مرمت

*2226 محترمہ فرح اقبال خان: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راولپنڈی شہر کی سڑکوں پر جگہ جگہ گڑھے پڑے ہوئے ہیں بارشوں کی وجہ سے پانی کھڑا ہو جاتا ہے، نامناسب پیچ ورک کی وجہ سے سڑکیں انتہائی ناہموار ہیں جس کی وجہ سے ٹریفک کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے؟

(ب) مذکورہ سڑکوں کی مرمت آخری دفعہ کب، کس ادارے یا ٹھیکے دار سے کروائی گئی تھی، کیا ان کی تعمیر و مرمت کے لئے اخبار میں اشتہار دیا گیا تھا اور ان کی تعمیر و مرمت پر کتنا خرچہ آیا تھا، کیا اس ناقص تعمیر و مرمت کی بناء پر کسی ادارہ یا ٹھیکے دار کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی، اگر کی گئی تو اس کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا حکومت ان سڑکوں کی تعمیر و مرمت کا کوئی جنرل پلان تیار کر رہی ہے۔ اگر ایسا کوئی منصوبہ حکومت کے زیر غور ہے تو اس کی تفصیلات ایوان کی میز پر رکھی جائیں؟

(د) کیا حکومت اس تعمیر و مرمت کے کام میں راولپنڈی شہر سے تعلق رکھنے والے اراکین صوبائی اسمبلی اور پارلیمنٹ کو شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

(الف) یہ درست نہ ہے۔ راولپنڈی کی سڑکیں ٹھیک حالت میں ہیں اور ان کی مناسب دیکھ بھال کے لئے عملہ تعینات ہے جو حسب ضرورت ان کی مرمت کرتا ہے۔

(ب) سڑکوں کی مرمت و دیکھ بھال کے لئے باضابطہ عملہ تعینات ہے اور ان میں استعمال ہونے والا مٹیریل تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن راولپنڈی کے اپنے پلانٹ میں تیار ہوتا ہے اور یہ کام ٹھیکہ پر نہیں دیا جاتا۔

(ج) سڑکوں کی تعمیر ضلعی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے جس نے کمرشل مارکیٹ، پیر ودھائی روڈ، ڈھوک کھبہ روڈ، محلہ راجہ سلطان روڈز تعمیر کرائی ہیں، صوبائی حکومت کروڑوں روپے کی کثیر گرانٹ سے مری روڈ کی ٹریفک مشکلات کے حل کے لئے انڈر پاس تعمیر کر رہی ہے۔

(د) حکومت پنجاب ترقیاتی منصوبوں پر عملدرآمد منتخب نمائندوں سے صلاح و مشورہ کے بعد ہی کرتی ہے۔

بانوآرکیڈراولپنڈی کی تعمیر میں بلڈنگ بائی لاز کی خلاف ورزی پر محکمانہ کارروائی کی تفصیل

*2227 محترمہ فرح اقبال خان: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راولپنڈی کی کمرشل مارکیٹ میں واقع بانوآرکیڈ نامی بلڈنگ ناقص بلڈنگ مٹیریل غیر قانونی تعمیرات اور منظور شدہ نقشے کے مطابق تعمیر نہ ہونے کی وجہ سے منہدم ہو گئی جس سے کافی جانی نقصان ہوا؟

(ب) کیا حکومت نے دوران تعمیرات نگرانی اور منظور شدہ نقشے کے مطابق تعمیر اور بلڈنگ میٹریل کی کوالٹی کنٹرول کے لئے کوئی سسٹم رکھا ہوا ہے، کیا حکومت کے کسی ادارے کا نمائندہ بلڈنگ بائی لاز کی خلاف ورزی کو روکنے کے لئے موقع پر موجود ہوتا ہے اگر ایسا ہے تو کیا اس بلڈنگ کی تعمیر کے وقت کوئی اہلکار اس کی تعمیر کی نگرانی کے لئے موجود تھا، کیا اس نے اپنے فرائض سے غفلت نہیں برتی، اگر ایسا ہے تو حکومت کیا اس اہلکار یا افسر کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن راولپنڈی سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) یہ درست ہے کہ کمرشل مارکیٹ راولپنڈی میں واقع بانو آرکیڈ نامی بلڈنگ ناقص میٹریل، مجوزہ نقشہ برائے تعمیر کی خلاف ورزی/انحراف کی وجہ سے منہدم ہوئی۔

(ب) یہ درست ہے کہ دوران تعمیرات نگرانی کے لئے متعلقہ سٹاف گاہے بگاہے غیر قانونی تعمیرات چیک کرتا رہتا ہے لیکن رولز کے مطابق بلڈنگ میٹریل کی کوالٹی متعلقہ مالک، رجسٹرڈ آرکیٹیکٹ، انجینئر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ٹی ایم اے کا سٹاف یا کوئی بھی دوسرا ادارہ تمام پرائیویٹ بلڈنگ جو کہ زیر تعمیر ہوں ان کے میٹریل کی کوالٹی کو چیک نہیں کرتا۔ تاہم اس سانحہ کے اسباب کی چھان بین کے لئے ایک انکوائری کمیٹی سیکرٹری ہاؤسنگ کی نگرانی میں بنائی گئی تھی جن کی سفارشات کی روشنی میں متعلقہ افسر/سٹاف کے خلاف محکمانہ کارروائی جاری ہے۔ متعلقہ سٹاف نے بارہامالک کو نوٹس جاری کئے لیکن تنبیہ کے باوجود متعلقہ مالک نے غیر قانونی تعمیر جاری رکھی، جس پر اس کا چالان کر کے سپیشل جوڈیشل مجسٹریٹ ٹی ایم اے کی عدالت میں دائر کیا گیا اس پر قانونی کارروائی جاری ہے۔ نیز مالک بلڈنگ کے خلاف تھانہ نیوٹاؤن میں کیس رجسٹرڈ کرایا گیا اس وقت ملزمان جیل میں ہیں اور کیس کی مکمل پیروی کے لئے ایک سینئر افسر کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے جو کہ پیروی کر رہے ہیں۔

فیصل آباد ضلعی حکومت کی طرف سے بورڈ آویزاں کرنے کے ٹھیکہ کی تفصیل

*2244 راجہ ریاض احمد: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

فیصل آباد ضلعی حکومت نے مال سال 03-2002 میں بورڈ آویزاں کرنے کا ٹھیکہ کس فرم کو کتنی مالیت میں دیا ہے۔ تفصیلاً بیان فرمائیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

بمطابق جدول دوئم پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس مجریہ 2001 کے حصہ سوئم کے مطابق مشتہری ٹیکس لگانے کا اختیار صرف تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن کو حاصل ہے۔ ضلعی حکومت اس طرح کا ٹیکس نہیں لگا سکتی، لہذا یہ سوال ضلعی حکومت فیصل آباد کے متعلق نہ ہے۔ تاہم ضلعی حکومت فیصل آباد کی رپورٹ کے مطابق تحصیل میونسپل

ایڈمنسٹریشن فیصل آباد (سٹی) نے سال03-2002 میں ٹھیکہ ایڈورٹائزمنٹ ٹیکس دو اقسام/کیٹیگری میں تقسیم کیا ہوا تھا اور بذریعہ نیلام لیزرولز1990 کے مطابق ٹھیکہ پر دیا گیا تھا۔ تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام ٹھیکہ	نام ٹھیکیدار	کل زر ٹھیکہ
1۔	کیٹیگری A+B روڈز	ذوالفقار علی ولد فضل کریم	-/92,50,000روپے
2۔	کیٹیگری Cروڈز	منور حسین ولد محمد شریف	-/52,25,000روپے

اس طرح مجموعی لحاظ سے ہر دو ٹھیکہ جات کی کل رقم مبلغ-/1,44,75,000روپے بنتی ہے۔

ٹی ایم اے فیصل آباد، سینٹری انسپکٹرز اور ماہانہ تنخواہوں کی تفصیل

*2245راجہ ریاض احمد: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش فرمائیں گے کہ:۔

ٹی۔ایم۔اے فیصل آباد میں تعینات سینٹری انسپکٹرز ان کے سکیل اور ان کو کتنی تنخواہ ماہانہ دی جاتی ہے، تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

ٹی ایم اے فیصل آباد (سٹی) میں کل29 سینٹری انسپکٹرز تعینات ہیں، ان کا سکیل8 ہے ان کو ماہانہ-/1,63,356روپے تنخواہ ادا کی جاتی ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ٹی۔ایم۔اے فیصل آباد سٹی کے ایڈورٹائزمنٹ ٹیکس کے ٹھیکہ کی منسوخی کی تفصیل

*2312جناب محمد ریاض شاہد: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن فیصل آباد سٹی کا ایڈورٹائزمنٹ ٹیکس برائے سال03-2002 کا ٹھیکہ مبلغ64.50 لاکھ میں ہوا، یہ ٹھیکہ کب اور کن پارٹیوں کو جاری ہوا۔ ان پارٹیوں کے نام، پتاجات اور کاپی شناختی کارڈ پیش کئے جائیں؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ یہ ٹھیکہ منسوخ کر دیا گیااور ٹھیکیدار کی کال ڈیپازٹ کی رقم مبلغ 2لاکھ روپے ضبط کرلی گئی؟

(ج) کیایہ بھی درست ہے کہ اس ٹیکس کا دوبارہ ٹھیکہ مبلغ 52.50 لاکھ روپے کا ہوا ہے، اگر ایسا ہے تو یہ ٹھیکہ کن افراد کو دیا گیا، ان کے نام، پتااور کا پی شناختی کارڈ ایوان میں پیش کئے جائیں؟

(د) آج تک نئے ٹھیکیدار سے کتنی رقم کس کس مد میں موصول کی گئی ہے اور کتنی رقم بقایا ہے؟

(ہ) کیا ٹھیکیدار سے شورٹی باؤنڈ حاصل کیا گیا ہے تو اس کی نقل بھی فراہم کی جائے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

تحصیل میونسپل آفیسر فیصل آباد سٹی سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) درست ہے۔ بروئے کارروائی نیلام عام مورخہ 29-05-2002 ٹھیکہ ایڈورٹائزمنٹ ٹیکس کیٹیگری (سی) سال ب 03-2002 کے حصول کے لئے مسٹر نعیم آصف ولد نذیر احمد سکنہ گلی نمبر 5 سرفراز کالونی 384 A/ فیصل آباد نے مبلغ -/64,25,000 روپے کی سب سے زیادہ بولی دی، جسے مناسب خیال کرتے ہوئے ناظم صاحب نے مورخہ 04-06-02 کو منظوری دی۔

(ب) درست ہے۔ ناظم صاحب کی منظوری کے بعد سب سے زیادہ بولی دہندہ شخص / پارٹی کو واجبات ٹھیکہ جمع کرانے کے لئے ڈیمانڈ نوٹس نمبر TOR-1184 مورخہ 14-06-02 جاری ہوا لیکن سب سے زیادہ بولی دہندہ شخص مسٹر نعیم آصف ولد نذیر احمد واجبات ٹھیکہ جمع کرانے میں ناکام رہا اور اس بناء پر مقررہ میعاد گزرنے کے بعد بروئے حکم ناظم صاحب مورخہ 25.6.2002 ٹھیکہ منسوخ ہوا اور جمع 14 شدہ زر سکیورٹی / کال ڈیپازٹ مبلغ -/2,00,000 روپے بحق TMA ضبط ہوئے۔

(ج) درست ہے۔ ٹھیکہ کی منسوخی کے بعد دوبارہ نیلامی کے لئے اشتہار اخبار دیا گیا اور مورخہ 11-07-02 کو نیلام عام کی کارروائی ہوئی اور مسٹر منور حسین ولد محمد شریف سکنہ P-240 گلی نمبر 9 فتح آباد شرقی فیصل آباد نے سب سے زیادہ بولی برائے عرصہ ایک سال از 01-07-02 تا 20-06-03 مبلغ -/52,50,000 روپے دی۔ جس کی

بروئے قرارداد نمبر5 مورخہ 30-07-2002 کو ہاؤس سے منظوری ہوئی۔

(د) ٹھیکیدار ایڈورٹائزمنٹ ٹیکس کیٹیگری (سی) سال 03-2002 سے زر ٹھیکہ کی مد میں مبلغ -/39,73,365 روپے وصول ہو چکے ہیں اور مبلغ -/13,72,885 روپے مع تنخواہ عملہ وغیرہ بقایاواجب الوصول ہیں۔

(ہ) ٹھیکیدار نے اپنے ٹھیکہ کے سلسلہ میں مسٹر محمد امجد ولد چودھری صادق علی سکنہ P-157 ریلوے روڈ فیصل آباد کی جائیداد بطور شورٹی بانڈ پیش کی جو کہ بحق TMA رہن ہو چکی ہے۔ نقل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

شریف پارک بالمقابل تھانہ اچھرہ لاہور کے مسائل

*A-2361 جناب اشتیاق احمد مرزا: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تھانہ اچھرہ لاہور کے سامنے واقع شریف پارک کی حالت انتہائی خستہ ہے علاوہ ازیں یہ پارک برائیوں کا مرکز بن چکا ہے؟

(ب) اس پارک کے لئے بلدیہ نے کتنا عملہ رکھا ہوا ہے اور کیا وہ اس کی دیکھ بھال کرتا ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ پارک کی طرف توجہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

(الف) یہ درست نہ ہے اس پارک میں نواحی علاقوں کے ہزاروں بچے روزانہ کرکٹ کھیلتے ہیں اور پھر بھی PHA نے اس کو ہرا بھرا رکھا ہوا ہے۔ پارک کی حالت رش کے باوجود درست ہے۔

(ب) پی ایچ اے نے اس پارک کی دیکھ بھال کے لئے صرف 4 آدمی، مع چوکیدار میٹ رکھے ہوئے ہیں۔

(ج) پارک کی حالت پہلے ہی درست ہے لیکن پھر بھی اس کو مزید بہتر بنایا جارہا ہے۔

شاہ جمال کالونی لاہور اور ملحقہ آبادیوں کے مسائل

*2362جناب اشتیاق احمد مرزا: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شاہ جمال کالونی لاہور اور اس کی نواحی آبادیوں کی گلیاں اور سڑکیں عرصہ دراز سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں جگہ جگہ سے گٹر کا پانی بہہ رہا ہے جس سے تعفن اور بدبو پھیل رہی ہے اور بیماریاں پھیلنے کا خدشہ رہتا ہے؟

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت شاہ جمال کالونی اور اس کی نواحی آبادیوں کے مسائل حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ شاہ جمال اور اس کی نواحی آبادیوں کی گلیاں اور سڑکیں عرصہ دراز سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ شاہ جمال کالونی اور اس کی نواحی آبادیوں میں جہاں پر واسا کا سیوریج موجود ہے وہ درست طور پر کام کر رہا ہے جب کبھی سیوریج کے پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو واسا کا عملہ اسی روز اس رکاوٹ کو دور کر دیتا ہے۔

(ب) فنڈز کے مطابق ترقیاتی فہرست میں شامل گلیاں اور سڑکیں مکمل ہو چکی ہیں۔ بقایا گلیاں اور سڑکیں جیسے ہی مزید فنڈز دستیاب ہوں گے داتا گنج بخش ٹاؤن کی انتظامیہ ان گلیوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے گی۔

شاہ جمال کالونی کی نواحی آبادیوں فاضلیہ کالونی اور کچی آبادی فیروزپور روڈ سے تقریباً چار فٹ نیچی ہے لیکن سیوریج کا نظام درست کام کر رہا ہے۔ صرف بارش کے موسم میں جب تمام سیور لائن پانی سے بھر جاتی ہے تو پانی کا لیول برابر ہو جاتا ہے جس سے گلیوں میں بارش کے دوران پانی بھر جاتا ہے۔ کچھ گھنٹوں کے بعد پانی کم ہو جاتا ہے اور پانی اتر جاتا ہے لیکن پھر بھی واسا نے ایمرجنسی کی صورت میں ایک عدد ڈی واٹرنگ سیٹ رکھا ہوا ہے جو کہ نزدیکی ڈرین میں پانی پھینکتا ہے پھر پانی اپنے لیول پر آ جاتا ہے۔

نئی محمدی کالونی سرگودھااور ملحقہ آبادیوں میں سیوریج کے مسائل

*2391چودھری عبدالغفور خان: کیاوزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ نئی محمدی کالونی، سراج پارک، میکن کالونی اور عبداللہ حیات کالونی سرگودھامیں واقع آبادیوں میں سیوریج کاکوئی بندوبست نہیں ہے؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ برسات کے موسم میں مذکورہ آبادیوں میں کئی کئی فٹ پانی کھڑا ہو جاتاہے۔ نتیجتاً تعفن پھیلنے کے باعث کئی بیماریاں پھیل جاتی ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ آبادیوں میں سیوریج بچھانے کاارادہ رکھتی ہےاور کب تک؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ آبادیاں بناتے وقت ٹاؤن پلاننگ کاخیال نہ رکھا گیااور بغیر نقشہ منظوری مالکان نے پلاٹ بندی کرکے جگہ فروخت کردی تھی اوراس وقت یہ آبادیاں میونسل حدود میں شامل نہ تھیں۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ کافی علاقے میں سیوریج کانظام چل رہاہے کیونکہ پہلے کچھ علاقہ میں مین سیوربچھایاجاچکاہے۔

(ج) مورخہ 03-10-23 کو سیوریج بچھانے کے لئے تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن سرگودھا نے ٹینڈر طلب کئے تھےاوران آبادیوں میں کام شروع ہوچکاہے۔

ایس۔ڈبلیو۔ایم لاہور کے ڈسٹرکٹ آفیسر کاسکیل اور موجودہ آفیسر کاسروس ریکارڈ

*2410جناب کامران مائیکل: کیاوزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سالڈویسٹ مینجمنٹ(S.W.M)لاہور کے ڈسٹرکٹ آفیسر کی پوسٹ کون سے گریڈ کی ہے اور ڈسٹرکٹ آفیسرS.W.Mمحمد رفیق جتوئی کا کون سا گریڈ ہے، آیا وہ موجودہ پوسٹ پر کام کرنے کی اہلیت اور معیار پر پورااترتاہے؟

(ب) متذکرہ ڈسٹرکٹ آفیسر SWM محکمہ کارپوریشن میں کب اور کون سے گریڈ میں بھرتی ہوا، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) محکمہ سالڈویسٹ مینجمنٹ کے ڈسٹرکٹ آفیسر کی پوسٹ گریڈ18 کی ہے اور موجودہ متعینہ (incumbent) آفیسر مسٹر محمد رفیق جتوئی گریڈ18 کے آفیسر ہیں اور وہ موجودہ پوسٹ پر کام کرنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں اور معیار پر پورے اترتے ہیں۔

(ب) متذکرہ ڈسٹرکٹ آفیسر سالڈویسٹ مینجمنٹ 1976 میں گریڈ12 میں بھرتی ہوئے۔

یو۔سی 76 روہیلا تیجیکا دیپالپور ترقیاتی فنڈز اور منصوبوں کی تفصیلات

*2422 **محترمہ نجمی سلیم:** کیا وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یونین کونسل نمبر76 روہیلا تیجیکا تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ کو 14۔اگست 2001 سے آج تک کتنے فنڈز کس کس کام کے لئے دیئے گئے اور انہیں کہاں خرچ کیا گیا؟

(ب) مذکورہ کاموں کے ٹھیکیداران اور ان کاموں کی افادیت کی تفصیل بتائی جائے؟

(ج) مذکورہ کونسل میں واقع کن مواضعات کو نظر انداز کیا گیا اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیا ان کاموں کے آڈٹ کے لئے حکومت تیار ہے، تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یونین کونسل نمبر76 روہیلہ تیجیکا کو 14۔اگست 2001 سے آج تک جو فنڈز موصول ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	سال	رقم
1۔	2001-02	306262
2۔	2002-03	820000
3۔	2003-04	1160000
	میزان	2286262

(ii) خرچہ کی تفصیل

1۔	ناظم/نائب ناظم	162900
2۔	تنخواہ عملہ یونین کونسل	210265
	میزان	373165

(iii) ضلعی حکومت کی طرف سے موصولہ گرانٹ میں منصوبہ جات کی تعمیر

نمبر شمار	منصوبہ	تعداد سکیم	لاگت
1۔	تعمیر نالیاں موضع صابو کے مہار	7عدد	50,000/-
2۔	تعمیر نالیاں موضع دلیکے مہار	6عدد	14,284/-
3۔	تعمیر نالیاں موضع باقر کے مہار	5عدد	35,716/-
	میزان		1,00,000/-
4۔	تعمیر نالیاں سولنگ روہیلہ تیجیکا		5,00,000/-
	کل میزان		6,00,000/-
	حلقہ یونین کونسل کے مواضعات میں نالیاں وسولنگ کے منصوبہ جات		1,31,097/-
	کل اخراجات		22,86,272/-

(ب) مذکورہ بالا منصوبہ جات کی تعمیر پراجیکٹ کمیٹی سے کروائی گئی ہے۔اہل حلقہ یونین کونسل کی تجاویز پر منصوبہ جات تعمیر کئے گئے ہیں۔

(ج) یونین کونسل کے حلقہ میں کل 29دیہات شامل ہیں، حسب ضرورت تمام مواضعات میں ترقیاتی منصوبہ جات تعمیر کروائے گئے ہیں، کسی بھی موضع کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔

(د) لوکل فنڈ آڈٹ پنجاب کی طرف سے مقرر کردہ آڈٹ ٹیم تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ کی یونین کونسلز کا آڈٹ مورخہ 23،22۔جون2004کو کر چکی ہے۔

ضلع وہاڑی میں پبلک ہیلتھ کی پرانی سکیموں کی Enhancement اور کینسلیشن کی تفصیل

*2462ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع وہاڑی میں حال ہی میں پبلک ہیلتھ کی پرانی سکیموں کو enhance کیا گیا ہے۔اگر ایسا ہے تو ان سکیموں کے نام، پرانا تخمینہ لاگت، مدت تکمیل نیز enhance کے بعد ان کا تخمینہ لاگت کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) قواعد کے مطابق کون کون سی سکیمیں enhance کی جا سکتی ہیں اور ان کو enhance کرنے کی مجاز اتھارٹی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) جز(الف) میں بیان کردہ سکیموں کو enhance کرنے والی مجاز اتھارٹی کا نام، عہدہ، گریڈ، موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) کیا جز(الف) میں enhance کردہ سکیموں میں کوئی سکیم withdraw کی گئی ہے تو ان سکیموں کے نام، تخمینہ لاگت اور ان کو withdraw کرنے کی وجوہات کیا ہیں، اگر یہ سکیمیں غیر قانونی طور پر enhance کی گئی ہیں تو اس کے ذمہ دار افراد کے نام، عہدہ، گریڈ اور کیا حکومت ان کے خلاف قواعد کے مطابق کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) ضلع وہاڑی میں پبلک ہیلتھ کی کتنی سکیمیں ایسی ہیں جو نامکمل ہیں۔ان سکیموں کے نام، تخمینہ لاگت نیز کیا حکومت ان سکیموں کو enhance کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن وہاڑی سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) حال ہی میں پبلک ہیلتھ کی کوئی سکیم enhance نہ ہوئی ہے۔

(ب) ۔ایضاً۔

(ج) کسی بھی اتھارٹی نے پبلک ہیلتھ کی کوئی سکیم enhance نہ کی ہے۔

(د) پبلک ہیلتھ کی کوئی سکیم نہ تو enhance کی گئی ہے اور نہ ہی withdraw کی گئی ہے۔

(ہ) ضلع وہاڑی میں پبلک ہیلتھ کی تمام سکیمیں مکمل ہیں۔ لہذا ان کو enhance کرنا ضروری نہ ہے۔

ٹی ایم اے گوجرانوالہ میں سینٹری ورکرز اور صفائی کا مسئلہ

*2478چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میونسپل ایڈمنسٹریشن گوجرانوالہ میں تقریباً دو ہزار کے قریب سینٹری ورکرز کام کر رہے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بھرتی کئے گئے سینٹری ورکرز میں زیادہ تعداد کا تعلق ناظم اور نائب ناظمین سے ہے یا ان کی سفارش سے بھرتی کئے گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے عملی طور پر صفائی کے عمل میں کوئی خدمات سرانجام نہ دے رہے ہیں۔ بلکہ مفت میں لاکھوں روپے ماہانہ تنخواہوں کی مد میں وصول کر رہے ہیں اور ان کی حاضریاں بلا خوف وخطر تحصیل ناظم کے ایماء پر متعلقہ نائب ناظمین تصدیق کر رہے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب نے سکیل نمبر 1تا5 کی تقرری کے اختیارات تحصیل میونسپل آفیسر کو تفویض کئے ہیں جبکہ تحصیل سٹی میں تقرری آرڈر تحصیل ناظم خود جاری کرتے ہیں؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت میونسپل ایڈمنسٹریشن، گوجرانوالہ میں ہونے والی بے ضابطگیوں پر کیا کوئی موثر اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کریں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ گوجرانوالہ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) تحصیل سٹی کونسل گوجرانوالہ میں اس وقت 1315 سینٹری ورکرز مستقل طور پر کام کر رہے ہیں جبکہ 693ورکرز بطور ورک چارج روزانہ اجرت کی بناء پر صرف 89یوم کے لئے حسب ہدایت حکومت پنجاب بھرتی کئے گئے ہیں۔

(ب) درست نہ ہے۔ بھرتی شدہ عملہ باقاعدہ بعد از تصدیق انچارج برانچ اور نائب ناظمین اپنی تنخواہ روزانہ اجرت کی بناء پر وصول کرتا ہے۔ عملہ کی حاضری روزانہ سینٹری انسپکٹر حلقہ ماسٹر رول پر لگاتا ہے۔

(ج) اس ضمن میں تحریر ہے کہ سکیل نمبر 1تا5 کی تقرری کے لئے اختیارات تحصیل میونسپل آفیسر صاحب کو تفویض ہیں جبکہ بھرتی پر پابندی کی وجہ سے مستقل اسامی کی کوئی تقرری نہ کی گئی ہے۔روزانہ اجرت کی بناء پر بھرتی ہونے والے سینٹری ورکرز کو کوئی سکیل نہ دیا جاتا ہے، بلکہ روزانہ اجرت مبلغ -/90روپے یومیہ کے حساب سے ادائیگی کی جاتی ہے۔ جس کی منظوری ضابطہ کی کارروائی کرنے کے بعد سٹی ناظم صاحب کرتے ہیں۔یہ تقرری صرف89یوم کے لئے ہوتی ہے۔

(د) گوجرانوالہ میونسپل ایڈمنسٹریشن میں کسی قسم کی کوئی بے ضابطگی نہ کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی خلاف ضابطہ تقرری عمل میں لائی گئی ہے۔

سٹی تحصیل کونسل گوجرانوالہ کی پراپرٹی کی تفصیل اور کرایہ / لیز کی صورتحال

*2496لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) گوجرانوالہ میں سٹی تحصیل کونسل کی کتنی پراپرٹی ہے اور کہاں کہاں واقع ہے؟

(ب) سٹی تحصیل کونسل کی ملکیتی کتنی پراپرٹی اور دکانیں مختلف افراد کو لیز پر یا کرایہ پر دی گئی ہیں۔ان سے کس شرح سے کرایہ وصول کیا جارہا ہے۔افراد اور کرایہ سے آگاہ فرمایا جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ موجودہ تحصیل ناظم اور سابق میئر نے اپنے عزیزوں اور ساتھیوں کو نوازنے کی خاطر بالکل معمولی کرایہ پر یہ پراپرٹی دے رکھی ہے۔ جس سے حکومت کو لاکھوں روپے ماہانہ کا نقصان برداشت کرنا پڑرہا ہے؟

(د) کیا حکومت تحصیل ناظم کے من پسند افراد سے کارپوریشن کی ملکیتی زمین واگزار کروانے اور اسے موجودہ پرائیویٹ پراپرٹی کے کرایہ کے حساب سے دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ گوجرانوالہ کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق:۔

(الف) طلب کردہ جملہ میونسپل پراپرٹیز کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) طلب کردہ جملہ میونسپل پراپرٹیز کی کرایہ داری کی لسٹ مع تفصیل کرایہ سال 03-2002 ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ کرایہ مقررہ مالی سال 04-2003 لوکل کونسلز پراپرٹی رولز 10 فیصد 1981 اضافہ کے ساتھ وصول کیا جارہا ہے۔

(ج) غلط ہے، نہ تو موجودہ تحصیل ناظم اور نہ ہی سابق میئر نے اس قسم کی کوئی پراپرٹی کسی کو معمولی کرایہ پر دی ہے اور نہ ہی دے سکتے ہیں۔ اسی بات کی روک تھام کے لئے گورنمنٹ آف پنجاب نے واضح طور پر لوکل کونسلز پراپرٹی رولز مرتب کر رکھے ہیں۔ جس کے تحت کوئی بھی پراپرٹی بغیر اخبار اشتہار کرایہ پر نہ دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح عزیزوں اور ساتھیوں کو نوازنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(د) تحصیل ناظم نے اپنے وقت میں لوکل کونسلز پراپرٹی رولز 1981 سے ہٹ کر کوئی پراپرٹی کرایہ داری پر نہیں دی۔ لہذا من پسند افراد کو پراپرٹی دیئے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سٹی تحصیل کونسل گوجرانوالہ سڑکوں کی تعمیر و مرمت کی تفصیل اور صفائی کی صورتحال

*2497 لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل کونسل سٹی گوجرانوالہ نے تین سالہ دور میں اپنی حدود میں شامل کسی بھی سڑک کی تعمیر نہ کی ہے اگر کوئی سڑک تعمیر کی ہے تو اس کی تعمیر کی مکمل تفصیل مع لاگت و ٹھیکیدار بیان فرمائی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ سکیل 1 تا 5 کی تقرری کے اختیارات تحصیل آفیسر کو تفویض شدہ ہیں جبکہ تحصیل سٹی کونسل گوجرانوالہ میں تقرری آرڈر تحصیل ناظم خود جاری کرتے ہیں اس طرح وہ کروڑوں کی کرپشن کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ شعبہ صفائی میں سینکڑوں افراد یومیہ اجرت کی مد میں بھرتی کئے گئے ہیں جو کہ عملی طور پر کوئی خدمات سرانجام نہ دے رہے ہیں ان میں سے اکثر

نائب ناظمین کے رشتہ دار ہیں جو کہ مفت میں لاکھوں روپے ماہانہ تنخواہوں کی مد میں وصول کر کے سرکاری خزانہ کو نقصان پہنچا رہے ہیں؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے، نہیں تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن گوجرانوالہ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) درست نہ ہے ۔ تحصیل کونسل سٹی نے2000 تا2003 بے شمار سڑکات کی تعمیر و مرمت کروائی ہے۔اس کی تفصیل تتمہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ نئی بھرتی پر حکومت کی طرف سے مکمل پابندی ہے۔ سکیل نمبر1تا سکیل نمبر5 کی اسامیوں کے محاذ کوئی تقرری عمل میں نہ لائی گئی ہے ماسوائے ان ملازمین کے جن کے والد فوت ہو چکے ہیں۔ان چند ایک کی تقرری حسب ضابطہ بمطابق ہدایات حکومت پنجاب عمل میں لائی گئی ہے۔

(ج) 1992 کے بعد500 کے قریب سینٹری ورکرز کی اسامیاں خالی ہونے کی وجہ سے شہر میں صفائی کا نظام متاثر ہو رہا تھا اس لئے خالی اسامیوں کے محاذ حسب ہدایات حکومت پنجاب روزانہ اجرت کی بنیاد پر تقرریاں کی گئی تھیں اور وہ اہلکار باقاعدہ ڈیوٹی ادا کر رہے ہیں۔ سرکاری خزانہ کو کوئی نقصان نہ ہو رہا ہے۔

(د) مذکورہ بالا وضاحت کی روشنی میں جزہذا کا جواب ضروری نہ ہے۔

سٹی گورنمنٹ لاہور کے 03-2001 کے سائیکل سٹینڈ اور کار پارکنگ کے ٹھیکہ جات کی تفصیل

*2521 **محترمہ عابدہ جاوید:** کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) 2001 سے جون2003 تک سٹی گورنمنٹ لاہور نے سائیکل سٹینڈ اور کار پارکنگ کے کتنے ٹھیکے کہاں کہاں دیئے؟

(ب) کس کس اخبار میں اشتہار دیا گیا۔اخبار کا نام اور تاریخ جن فرموں نے حصہ لیا ان کے نام، کال ڈیپازٹ کا نمبر، بنک کا نام، بنک سے تصدیق کرنے والے آفیسر کا نام، کال ڈیپازٹ(refund)اور تکمیل کام میں فرق بیان فرمائیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) 2001-02 میں لاہور میں مختلف مقامات پر جو پارکنگ سٹینڈ موجود تھے ان کی تفصیل و حیثیت(پرچم اے) بروزق 1تا15 روڈ وائز موجود ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جن پارکنگ سٹینڈز کو سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے باقاعدہ نیلامی کے ذریعے نیلام کیا،ان کی تفصیل(پرچم بی)ورق6تا12 روڈ وائز موجود ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور جن پارکنگ سٹینڈز کو بعد ازاں ٹاؤنز کے 24 کنٹرول میں دیا گیا،ان کی تفصیل (پرچم سی) بروزق 14 ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) نیز سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے سال 03-2002 میں جن پارکنگ سٹینڈز کا نیلام عام کیا،ان کی تفصیل(پرچم ڈی) بروزق 15تا16 پر موجود ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے پارکنگ سٹینڈز کی نیلامی کے لئے روزنامہ "خبریں" مورخہ 01-05-31 روزنامہ،"پاکستان" مورخہ 02-06-13 "نوائے وقت" مورخہ 2001-10-11، روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 2001-11-02،روزنامہ "پاکستان" 20-01-28، روزنامہ "جنگ"02-05-25 ، روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 02-11-06 اور روزنامہ "پاکستان" مورخہ 02-12-24 میں بعد از مشتہری اخبار اشتہار نیلام عام کئے گئے تھے۔ فہرست(پرچم ای) بروزق 17تا24 پر موجود ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جن فرموں / ٹھیکیداروں نے سب سے زائد بولی دے کر ٹھیکہ جات حاصل کئے ان کے نام مع موصول شدہ بولی فہرست ہائے(پرچم بی)اور(ڈی) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔ ٹھیکیدار بولی سے قبل کال ڈیپازٹ جمع کروا کر بولی میں حصہ لیتے ہیں اور منظوری کے بعد حسب شرائط رقم ٹھیکہ جمع کروا کر قبضہ حاصل کر کے پارکنگ فیس کی وصولی شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی ایڈوانس رقم بطور ڈیپازٹ کال جمع رہتی ہے نیز دو ماہ ایڈوانس رقم بطور قسط جمع کرواتے ہیں۔یہاں تک کہ ٹھیکہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ ٹھیکیدار کی کال ڈیپازٹ محکمہ کے پاس جمع رہتی ہے اور

اگر متعلقہ ٹھیکیدار کے ذمہ محکمہ کے مزید بقایاجات نہ ہوں تو ٹھیکیدار کی درخواست پر کال ڈیپازٹ / جمع شدہ رقم ٹھیکہ کی آخری اقساط میں ایڈجسٹ کر دی جاتی ہے۔یہ رقوم نیشنل بنک آف پاکستان کی جناح ہال برانچ میں جمع ہوتی ہیں، ان کی تفصیل پرچم (الف) بر ورق 25تا29 ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سٹی گورنمنٹ لاہور سٹریٹ لائٹس خریداری کی تفصیل

*2523 محترمہ عابدہ جاوید: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سٹی گورنمنٹ لاہور نے سال 2001 سے جون 2003 تک جو سٹریٹ لائٹس خرید کیں۔اخبار میں اشتہار اگر ہوا، تو اخبار کا نام، کم ترین فرموں کا نام، تخمینہ لاگت اور تاریخ بیان فرمائیں؟

(ب) اخبار اشتہار کے بغیر جو سٹریٹ سٹی گورنمنٹ لاہور نے خرید کی تفصیل تخمینہ لاگت، فرم کا نام اور وجہ بیان فرمائیں؟

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی:

(الف)

اخبار میں اشتہار ہوا	اخبار کا نام	کم ترین فرمیں	تخمینہ لاگت مبلغ	تاریخ
ہاں	روزنامہ "خبریں" مورخہ 25-01-02	میسر زاتیچ کے بی پاور انجینئرز لاہور	8,49,425	سال جولائی 2001تا جون2002
ہاں	روزنامہ "جنگ / پاکستان" مورخہ 03-04-03 05-04-03	میسر زاتیچ کے بی پاور انجینئرز لاہور	29,06,197	سال جولائی 2002تا جون2003

(ب) اخبار اشتہار کے بغیر کوئی سٹریٹ لائٹ کا سامان خرید نہیں کیا گیا۔

اقبال کالونی اور بند روڈ لاہور سے ملحقہ آبادیوں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی

*2530 ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اقبال کالونی، علی ٹاؤن، جمشید ٹاؤن، بھینی روڈ، شادی پورہ بند روڈ لاہور کی آبادیاں بنیادی سہولتوں، پانی، سیوریج اور گلیوں کی سولنگز سے محروم ہیں؟

(ب) کیا حکومت متذکرہ آبادیوں کو درج بالا سہولیات مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک، نہیں تو کیوں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ اقبال کالونی، علی ٹاؤن، جمشید ٹاؤن، بھینی روڈ، شادی پورہ، بند روڈ لاہور کی آبادیوں میں واسا کے پانی اور سیوریج کا انتظام نہیں ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا آبادیوں کی چند گلیوں میں سولنگ موجود ہے اور کچھ گلیوں میں سولنگ ہونے والا ہے۔

(ب) شالامار ٹاؤن کے ذمہ گلیوں میں سولنگ لگانا ہے۔ محدود مالی وسائل کی بناء پر تمام کام فی الوقت نہیں کرائے جا سکتے کیونکہ تمام علاقوں میں یکساں طور پر ٹاؤن کونسل ترقیاتی سکیمیں منظور کرتی ہیں۔ حسب استعمال فنڈز پر کام مکمل کرائے جائیں گے۔ اگر حکومت تعمیر پنجاب پروگرام کے تحت فنڈز مہیا کر دے تو تمام گلیوں میں سولنگ جلد مکمل کرایا جائے گا۔ محکمہ واسا نے اس پورے علاقے کے لئے یعنی لاہور برانچ کینال سے لے کر محمود بوٹی ڈسپوزل سٹیشن تک ایک جامع سکیم تیار کر کے گورنمنٹ کو بھجوائی ہوئی ہے۔ جس کا تخمینہ 57 کروڑ روپے ہے۔ اس سکیم کی منظوری اور رقم کی فراہمی کے بعد منصوبہ پر کام شروع کیا جا سکے گا۔

ضلع اوکاڑہ کے بجٹ 03-2002 کے استعمال کی تفصیلات

*2546 ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع اوکاڑہ کے بجٹ برائے سال 03-2002 کا بہت بڑا حصہ بغیر استعمال کئے ضائع ہو گیا۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) کل کتنی رقم بغیر استعمال کے ضائع ہوئی۔ اس کے ذمہ دار افسران کے نام، عہدہ کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ فنڈز سیاسی وجوہات کی بناء پر استعمال نہ کئے گئے۔ جس سے مذکورہ ضلع کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے اور آئندہ سال پورے فنڈز کے صحیح استعمال کا ارادہ رکھتی ہے؟ اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

ضلعی حکومت اوکاڑہ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) مالی سال03-2002 میں ضلعی حکومت اوکاڑہ کی طرف سے کل مبلغ220.85 ملین روپے ضلعی حکومت کے زیر انتظام محکمہ جات کو برائے ترقیاتی امور جاری کئے گئے ہیں۔ مالی سال کے اختتام تک مبلغ 201.484 ملین روپے خرچ کئے گئے جو مہیا کردہ رقم کا 91 فیصد بنتا ہے اس طرح بقیہ رقم 19.1 ملین روپے خرچ نہ کی جا سکی جو ترقیاتی سکیموں پر خرچ کی گئی رقم کی شرح کے مطابق بہت معمولی ہے۔

مزید برآں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ضلعی حکومت کو اکاؤنٹ نمبر4 میں مہیا کردہ رقوم مالی سال کے اختتام پر lapse نہیں ہوتی اور آئندہ مالی سال میں خرچ کئے جانے کے لئے ضلعی حکومت کے پاس دستیاب رہتی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔

(د) جزہائے بالا کا جواب اثبات میں نہ ہے۔

موضع کھرک تحصیل نوشہرہ، گوجرانوالہ۔ تجاوزات کا مسئلہ

*2596 **جناب علی عباس بخاری:** کیا وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع کھرک تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں ایک بااثر شخص نے کوٹھی کو توسیع دینے کے لئے گھوڑا دوڑ گلی کو اپنی کوٹھی میں شامل کر کے پورے گاؤں کے راستے کو تنگ کر دیا ہے؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ مذکورہ تجاوزات کی وجہ سے نہ ٹریکٹر ٹرالی اور نہ گدھاگاڑی گزر سکتی ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت عوام کی پریشانی دور کرنے کے لئے مذکورہ تجاوزات ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن، نوشہرہ ورکاں، ضلع گوجرانوالہ سے موصولہ رپورٹ کے مطابق:۔

(الف) موضع کھرک تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں مطابق ریکارڈ مال گھوڑا دوڑ گلی موجود نہ ہے۔سلیمان ولد کرم بخش نے عرصہ دس سال سے اپنی رہائش گاہ تعمیر کی ہوئی ہے۔جس میں کوئی پگ ڈنڈی یا راستہ نہ ہے۔

(ب) راستہ مذکورہ10 فٹ چوڑا ہے۔ایک جگہ واپڈا کا بجلی کا کھمبا نصب ہے۔وہاں یہ راستہ فٹ ہے۔ جس کی وجہ سے ٹریکٹر مع ٹرالی نہ گزر سکتا ہے۔اگر بجلی کا کھمبا اپنی جگہ سے مناسب جگہ پر لگادیا جائے تو ٹریفک بآسانی گزر سکتی ہے۔

(ج) تحصیل ناظم نوشہرہ ورکاں کو ہدایت جاری کی گئی ہے کہ بجلی کا کھمبا موجودہ جگہ سے ہٹانے کے لئے واپڈا سے رابطہ کیا جائے۔

ٹی نمبر5 واقع بند روڈ لاہور۔پختہ سڑک کی تعمیر کا مسئلہ

*2607جناب محمد آجاسم شریف: کیاوزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ بند روڈ لاہور پر واقع ٹی نمبر5 کی سولنگ جگہ جگہ سے اکھڑ چکی ہے، گزرنے والی ٹریفک اور عوام کو سخت دشواری کا سامنا ہے۔کیونکہ سولنگ اکھڑنے کی وجہ سے جگہ جگہ پانی کھڑا ہو جاتا ہے۔ جس سے گاڑیوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے؟

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ٹی نمبر5 پر سڑک بنانے کا ارادہ رکھتی ہے،تو کب تک اور نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ بند روڈ لاہور پر واقع ٹی نمبر 5 کی سولنگ جگہ جگہ سے اکھڑ چکی ہے اور عوام کے لئے سخت دشواری کا سامنا ہے۔ سولنگ اکھڑنے کی وجہ سے جگہ جگہ پانی کھڑا ہو جاتا ہے جس سے گاڑیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

(ب) داتا گنج بخش ٹاؤن 03-2002 کے موجودہ مالی سال کے ترقیاتی پروگرام میں شامل نہ ہے کیونکہ مذکورہ تجویز کسی ممبر رکن ٹاؤن کی طرف سے نہ آئی تھی۔

سمن آباد روڈ لاہور میں شور ومز اور ورکشاپوں کی وجہ سے درپیش مسائل

*2679 محترمہ طاہرہ منیر: کیا وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں سمن آباد روڈ پر گاڑیوں کے شور ومز اور ورکشاپوں کی وجہ سے نہ صرف ٹریفک کی آمدورفت میں عوام کو سخت مشکلات کا سامنا ہے، بلکہ حادثات بھی رونما ہو سکتے ہیں؟

(ب) یہ تجاوزات کس کے حکم پر، کب سے اور کس قانون کے تحت قائم ہیں؟

(ج) اگر متذکرہ بالا جزہائے کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ان تجاوزات کو جلد از جلد ہٹانے کے لئے کیا اقدامات کر رہی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ سمن آباد روڈ پر گاڑیوں کے شور ومز اور ورکشاپوں کی وجہ سے ٹریفک کی آمدورفت میں عوام کو مشکلات کا سامنا ہے اور حادثات بھی ہو سکتے ہیں۔

(ب) یہ تجاوزات کسی کے حکم پر قائم نہیں کی گئی ہیں بلکہ شور ومز کے مالکان نے از خود قائم کی ہوئی ہیں یہ تجاوزات کافی عرصے سے ہیں اور غیر قانونی ہیں؟

(ج) یہ تجاوزات وقتاً فوقتاً ختم کرائی جاتی ہیں اور مالکان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ اب مذکورہ شو رومز ورکشاپوں کے مالکان کے چالان کر کے جوڈیشل مجسٹریٹ، ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن اقبال ٹاؤن کی عدالت میں جمع کروا دیئے گئے ہیں مذکورہ عدالت میں مزید کارروائی کی جارہی ہے۔

سمن آباد لاہور میں گورمے بیکرز کے سامنے واقع تجاوزات کا خاتمہ

*2680 محترمہ طاہرہ منیر: کیا وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سمن آباد لاہور میں گورمے بیکرز کے سامنے پھلوں کی دکانیں قائم کرلی گئی ہیں جس کے باعث ٹریفک کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان تجاوزات کی وجہ سے حادثات بھی رونما ہو سکتے ہیں؟

(ج) یہ تجاوزات کب سے کس کے حکم پر اور کس قانون کے تحت قائم ہیں۔اگر متذکرہ بالا جز ہائے کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان تجاوزات کو جلد از جلد ہٹانے کے لئے اقدامات کر رہی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ سمن آباد لاہور میں گورمے بیکرز کے سامنے پھلوں کی ریڑھیاں وغیرہ قائم کرلی گئی ہیں جن کی وجہ سے ٹریفک کے مسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

(ب) جی ہاں۔ان تجاوزات کی وجہ سے حادثات کا احتمال ہے۔

(ج) یہ تجاوزات نامعلوم عرصے سے قائم ہیں۔یہ تجاوزات کسی کے حکم پر قائم نہیں کی گئی ہیں بلکہ تجاوز کنندگان نے از خود قائم کی ہیں جو کہ غیر قانونی ہیں۔ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن اقبال ٹاؤن ان تجاوز کنندگان کے خلاف وقتاً فوقتاً کارروائی کر کے ان کی ریڑھیاں وغیرہ گرفت میں لیتی رہتی ہے۔ان لوگوں پر جرمانے بھی عائد کئے جاتے ہیں۔اب بھی ان کے خلاف کارروائی کی جارہی ہے۔

جھنگ میں ضلعی حکومت کا سال 03-2002 کے ضمنی میزانیہ کی تفصیلات

*2688 جناب علی حسن رضا قاضی: کیا وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلعی حکومت جھنگ نے مالی سال 03-2002 کے اختتام سے قبل ضمنی میزانیہ منظور کیا ہے؟

(ب) اگر جز(الف) کا جواب ہاں میں ہے تو اس ضمنی میزانیہ میں ترقیاتی سکیموں کی تفصیل کیا ہے، تحصیل وار تفصیل دی جائے؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) درست ہے۔

(ب) ضمنی میزانیہ میں ترقیاتی سکیموں کی تحصیل وار تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ٹول پلازہ واقع کینال ویو لاہور کا جواز

*2694 محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں داخلے کے لئے ٹول پلازہ ٹھوکر نیاز بیگ سے آگے کینال ویو پر لگایا گیا ہے۔ جس سے ٹھوکر نیاز بیگ، لالہ زار کالونی، علی ٹاؤن، ویسٹ وڈ کالونی، ای ایم ای سوسائٹی وغیرہ کی آبادی متاثر ہو گی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور شہر میں داخلے کے وقت ملتان روڈ سے آنے والی ٹریفک ملتان روڈ ٹول پلازہ پر اور موٹروے سے آنے والی ٹریفک موٹروے ٹول پلازہ پر ٹیکس دیتی ہے جبکہ شہر میں داخلے کے لئے انہیں کینال ویو ٹول پلازہ پر بھی ٹیکس دینا پڑتا ہے، اس طرح ڈبل ٹیکس لینے کا کیا جواز ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ڈبل ٹیکس کی وجہ سے پبلک ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں اضافہ نہ ہو گا جو کہ عوام پر ایک ناروا بوجھ ہو گا کیا حکومت کینال ویو ٹول ٹیکس کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں داخلے کے وقت ٹھوکر نیاز بیگ سے آگے کینال ویو پر روڈ یوزر ٹیکس کی وصولی کے لئے چیک پوسٹ بنائی گئی ہے، تاہم ضلع ناظم لاہور کے حکم پر یہ چیک پوسٹ فی الحال بند کر دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں داخلے کے وقت ملتان روڈ سے آنے والی ٹریفک ملتان روڈ ٹول پلازہ پر اور موٹروے سے آگے ٹریفک موٹروے ٹول پلازہ پر ٹیکس دیتی ہے، تاہم سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور ان سڑکات سے متعلق Toll وصول کرتی ہے، جو اس کے انتظام وانصرام میں آتی ہے۔

(ج) ٹول ٹیکس موٹر وے پر سفر کرنے والوں سے وصول ہوتا ہے، جبکہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور روڈیوزر ٹیکس شہر کی سڑکوں کا استعمال کرنے والوں سے وصول کرتی ہے، سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے پنجاب لوکل گورنمنٹ ٹیکسیشن رولز2001 کے عین مطابق پبلک سے بذریعہ اخبارات مشتہر کر کے اعتراضات طلب کرنے کے بعد یہ ٹیکس لاگو کیا ہے، جسے پبلک کے ترقیاتی کاموں پر خرچ کیا جائے گا۔ باقی جواب (الف) میں دیا جا چکا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

اپ گریڈ کئے گئے سکولوں کا اجراء اور عملہ کی دستیابی

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج سے کافی عرصہ قبل میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر اس ایوان کے اندر ایک بات کی تھی کہ آج سے کئی سال قبل کچھ سکولوں کی عمارتیں بن گئی تھیں۔ وہ upgradation کی عمارتیں تھیں۔ پرائمری سے مڈل کی بن گئی تھیں لیکن حکومتوں کے ہیر پھیر کی وجہ سے وہاں پر سٹاف کی منظوری نہیں ہو سکی تھی اور وہ سکول آج تک ویران پڑے ہیں۔

وزیر صاحب نے اس میں فرمایا تھا کہ ہم سب سے پہلے یہی کام کر رہے ہیں کہ جو پرانے سکول جن کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں، ان کو سٹاف دے رہے ہیں لیکن آج تک ان سکولوں کا اجراء ہو سکا اور نہ سٹاف دیا جا سکا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ضلع لیہ کی SNE تمام منظور ہو چکی ہے۔ یہ ان کے لئے بھی خوشخبری ہے۔ اب جو بھی ضرورت ہو گی ہم وہ پوری کر دیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ وزیر تعلیم یہاں تشریف رکھتے ہیں۔اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اس ملک میں لینڈ مافیا دندنا رہا ہے، شوگر مافیا نے اس ملک کو لوٹا، سیمنٹ مافیا نے لوٹا ہے اور اب ایک کاغذ مافیا آیا ہے۔ جنھوں نے کاغذ کی قیمتیں کئی گنا بڑھادی ہیں جس سے فی کاپی جو عام بچے استعمال کرتے ہیں اس کی قیمت میں تقریباً دس روپے کا اضافہ ہو گیا ہے۔وزیر تعلیم صاحب سے یہ درخواست ہے کہ یہ مہربانی کریں اور اس بارے میں توجہ فرمائیں۔ اب پندرہ روپے کی کاپی پچیس روپے میں بک رہی ہے اس لئے اس کا کوئی اہتمام کریں۔یہ ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔جب بھی فیکٹریوں والے چاہتے ہیں تو مل کر کاغذ کی قیمت بڑھادیتے ہیں۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: شکریہ۔اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس take up کرتے ہیں۔689 ملک اصغر علی قیصر اور حاجی محمد اعجاز صاحب کی طرف سے ہے۔جی، ملک اصغر علی قیصر!

شیخوپورہ میں ٹریکٹر چھیننے کی واردات پر فائرنگ سے نوجوان کی ہلاکت

ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 15۔جون2006 کی ایک مؤقر اخبار کے مطابق کٹیانوالی مانانوالہ (شیخوپورہ) سے بھٹہ خشت سے امتیاز سیان کا ڈرائیور ٹریکٹر پر پتھر والی جا رہا تھا کہ تین ڈاکوؤں نے ٹریکٹر چھین لیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تھانہ بھکھی کے علاقہ کی 460 کے قریب ڈاکوؤں نے دیہاتیوں کے گھیراؤ ڈالنے پر فائرنگ کر کے 22 سالہ بلال کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس علاقہ میں ایسی وارداتیں روزانہ کا معمول بن چکی ہیں مگر پولیس کسی بھی ڈاکو کو گرفتار نہیں کر سکی؟

(د) کیا پولیس نے اس واقعہ میں ملوث ڈاکوؤں کا سراغ لگا لیا ہے اگر ہاں تو ان کے نام، پتا جات نیز ان کے خلاف کن کن دفعات کے تحت مقدمہ درج رجسٹرڈ کیا گیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور :

(الف) یہ درست ہے کہ وہاں سے ٹریکٹر چوری ہوا جس کا مقدمہ نمبر289/206،14-06-06 بجرم392ت پ تھانہ شاہکوٹ ضلع ننکانہ درج رجسٹر ہوا۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ ملزمان محمد نواز، اشفاق عرف فخر اور ناظم حسین پسران شاہ محمد مع دو کس نامعلوم واپس آ رہے تھے۔ ان کا پیچھا گاؤں کے لوگ مسمیان طارق محمود، محمد بلال خالد مقتول، علی رضوان اور دیگر مع معززین علاقہ کر رہے تھے تو ملزمان میں سے اشفاق عرف فخر ٹریکٹر چھوڑ کر بھاگا جس کو طارق محمود وغیرہ نے قابو کر لیا۔ اس نے شور کیا تو دیگر ملزمان نواز اور ناظم نے اس پر فائرنگ کر دی۔ اس کا مقدمہ 06-06-14 کو بجرم302/411/148/149 تھانہ صدر فاروق آباد ضلع شیخوپورہ درج ہوا۔

جناب سپیکر! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ معزز رکن نے فرمایا کہ کیا ملزمان کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو اس میں گزارش ہے کہ اشفاق عرف فخر، نواز اور ناظم حسین پسران شاہ محمد قوم جٹ ساکن مکی شاہان کو گرفتار کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر701 سید ناظم حسین شاہ صاحب کی طرف سے ہے۔

شالامار ٹاؤن لاہور میں اشتہاری کی فائرنگ سے باپ بیٹوں کا قتل

سید ناظم حسین شاہ :: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 24۔ جون2006 کو نیو کرول بازار شالامار ٹاؤن لاہور میں ایک شخص سعید بٹ نے بچوں کی لڑائی پر غلام حیدر اور اس کے دو نوجوان بیٹوں شہباز اور سجاد کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا؟

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ایف آئی آر درج کر لی گئی ہے۔ کیا نامزد ملزم گرفتار کر لیا گیا ہے، اگر ہاں تو کب اور نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور :

جناب سپیکر! اس میں مختصر حالات اس طرح ہیں کہ مسمی ابرار حیدر نے ایک تحریری بیان درج کروایا ہے کہ میں محنت مزدوری کرتا ہوں اور آج 24-06-2006 کو تقریباً صبح چھ بجے میں اپنے والد غلام حیدر اور برادرم سجاد حیدر اور شہباز حیدر کے ساتھ اپنے گھر کی طرف آ رہے تھے

کہ جب وہ چوک نیو کرول پہنچے تو آگے چوک میں محمد سعید ولد محمد حنیف قوم بٹ، رفاقت ولد نامعلوم، سوہنابٹ ولد بشیر احمد، اکرم بٹ ولد نامعلوم مسلح افراد مسلح 444 سکنہ نیو کرول لاہور کھڑے تھے۔ان کی آپس میں لڑائی ہوئی، فائرنگ ہوئی اور قتل ہوئے لیکن اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ابھی تک کوئی ملزم گرفتار نہیں ہو سکا۔ ان کی گرفتاری کے لئے کوشش کی جارہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ اگلے دو تین دن میں گرفتاری عمل میں آجائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! اگر آپ آج کے اخبار بھی دیکھیں تو یہ لاہور جو capital city ہے یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کتنی خراب ہے، یہاں پر سب افسران بالا ہیں، چیف ایگزیکٹو بھی یہیں ہیں اور پھر بھی یہ تین قتل ہوئے ہیں۔ اب تک ان کے ملزم گرفتار نہیں ہوئے۔ میں آج کا اخبار ساتھ لے کر آیا ہوں کہ آج بھی 36 ڈاکے پڑے جس میں ڈی آئی جی کے بیٹے سے بھی ڈکیتی کی گئی ہے۔ سپیشل برانچ کی ایک خاتون ڈی ایس پی ہیں ان کی بھی کار چوری ہو گئی ہے۔آپ دیکھیں کہ لاہور میں 36 ڈاکے اور چوریاں ہوئی ہیں۔ کوئی بھی حکومت ہو اس کی basic requirement یہ ہوتی ہے جو لوگ ٹیکس دیتے ہیں وہ اس لئے دیتے ہیں کہ They have to provide the protection اگر وہ پروٹیکشن ہی provide نہ کریں تو پھر اس حکومت کا برسر اقتدار رہنے کا جواز نہیں بنتا۔ایک دفعہ ایک ان پڑھ آدمی نے مجھے ایک بات کہی تھی کہ جناب! آپ کا گھر تو وہاں ہونا چاہئے جہاں حکمران کا ہو۔ میں نے کہا کہ اس سے کیا ہو گا تو کہنے لگا کہ جناب! بات یہ ہے کہ وہاں پر پروٹیکشن ہو گی، یہ حال تو capital city کا ہے۔اب باقی شہروں میں آپ لوگوں کو کس طریقے سے تحفظ فراہم کریں گے؟ میری یہ گزارش ہے کہ آپ کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور بنیادی چیز بھی یہی ہے کہ جب تک آپ قوم کو تحفظ فراہم نہیں کریں گے تو پھر اس حکومت کا رہنے کا جواز نہیں بنتا۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب نے ضمنی سوال تو نہیں کیا لیکن ان کی ایک جنرل سٹیٹمنٹ ہے کہ حکومت کو رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ جب آپ کے سامنے ایک توجہ دلاؤ نوٹس آیا ہے اس میں سارے ملزمان گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ دوسرا توجہ دلاؤ نوٹس آیا اس میں ہم کہہ رہے ہیں کہ اگلے 24 یا 36 گھنٹے میں انشاء اللہ تعالیٰ ملزمان کو گرفتار کر لیں گے۔ میں

سمجھتا ہوں کہ اس کو یہ criteria نہیں بنایا جا سکتا کہ اگر ایک مقدمے میں ملزمان گرفتار نہ ہوں تو حکومت مستعفی ہو جائے۔انشاء اللہ تعالیٰ عوام کے جان و مال کا تحفظ کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور ہم اس ذمہ داری سے احسن طریقے سے عہدہ برآ ہوں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شاہ صاحب!وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ ملزمان جلد سے جلد گرفتار کر لئے جائیں گے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر!میں وزیر قانون صاحب سے گزارش کروں گی اور میں نے اسی floor پر اپنے بھانجے کے قتل کے بارے میں بتایا تھا جس کو عید کے دن نامعلوم افراد نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا اس کے بعد ان ملزمان کی نشاندہی ہوئی، وہ ملزم ابھی تک اسی طرح دندناتے پھرتے ہیں اور جہاں تک یہ بکھی تھانے کا تعلق ہے وہ اسی تھانے میں کیس درج ہے۔ان لوگوں کی وجہ سے اتنے قتل اس گاؤں میں ہو چکے ہیں، وہ منشیات کا بھی کام کرتے ہیں اور ہر غلط کام کرتے ہیں، لاء منسٹر صاحب نے وہاں پر ڈی ایس پی کو بلایا، سب کو بلایا لیکن چونکہ ملزموں کی پشت پناہی پولیس خود کرتی ہے۔ اس وقت تک کوئی مجرم جرم نہیں کر سکتا جب تک کہ پولیس کی پشت پناہی اسے حاصل نہ ہو۔ ملزم اسی طرح دندناتے پھرتے ہیں اور لاء منسٹر صاحب کی کئی دفعہ کی یقین دہانی کے باوجود ابھی تک کوئی ملزم پکڑا نہیں گیا۔ ہوا یہ ہے کہ چند دن پہلے اس کی والدہ اس گاؤں کو چھوڑ کر چلی گئی ہے اور کہتی ہے کہ جس جگہ پر اس کو انصاف نہیں مل سکا، جہاں پر اس کے نوجوان بیٹے کو مار دیا گیا ہے میں اس گاؤں میں رہنا نہیں چاہتی۔ وہ یہاں سے چلی گئی ہے۔ مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ ابھی تک اس کے قاتل نہیں پکڑے گئے حالانکہ ان کا منشیات کا دھندہ بھی ہے۔اس کے بعد بھی انہوں نے ایک دو قتل کئے ہیں لیکن کوئی پولیس والا ان کو منشیات کے کیس میں پکڑ سکا ہے نہ ان کو ہاتھ لگا سکا ہے۔ایک دن میں نے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں رائے اعجاز صاحب سے یہ درخواست کی تھی کہ ایس پی صاحب کو بلایا جائے تو ایس پی صاحب نے یہ کہا ہے کہ کرائم میں ضلع شیخوپورہ سب سے اوپر ہے لیکن پولیس کی نفری یہاں پر اتنی تھوڑی ہے یا تو پولیس کی نفری یہاں پر بڑھائی جائے تاکہ کرائم پر کنٹرول کیا جا سکے۔ میں لاء منسٹر صاحب سے یہ درخواست ضرور کروں گی کہ جن ملزمان کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ قاتل اس طرح پھر رہے ہیں، انہوں نے مجھے پہلے تو خود دھمکیاں دیں پھر وہ

مجھے ملے کہ آپ ہماری صلح کروادیں۔ میں نے کہا کہ پہلے آپ ایک ماں کا بیٹا ماردیں اور بعد میں اسے کہیں کہ وہ صلح کرلے۔ میں لاء منسٹر صاحب سے کہوں گی کہ کبھی کوئی بات سنجیدگی سے بھی سن لیا کریں۔ بجائے یہ کہ ایک ممبر floor پر کھڑے ہو کر ان سے request کر رہا ہو کہ اس کے بھانجے کے قاتلوں کو پکڑا جائے تو منسٹر صاحب گفتگو کر رہے ہیں اس لئے یہاں کبھی کوئی ایکشن ہوتا ہی نہیں ہے کیونکہ منسٹر صاحب کبھی کوئی بات غور سے سنتے ہی نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہاں کوئی relevant بات ہی نہیں ہو رہی۔ میں ایک توجہ دلاؤ نوٹس کا جواب دے رہا ہوں۔ کیا اس توجہ دلاؤ نوٹس سے یہ بات متعلقہ ہے؟

جناب سپیکر: یہ توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلقہ نہیں ہے اور وہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب توجہ دلاؤ نوٹس پر جواب دے رہے ہیں جہاں پر تین قتل ہوئے ہیں تو میرا سوال یہ ہے کہ جن قاتلوں نے یہ قتل کیا ہے تو اس سے پہلے محلے والوں نے اور علاقے کے لوگوں نے متعدد بار پولیس کو شکایات کیں۔ اگر وہ اس وقت نوٹس لے لیتے تو یہ تین جانیں ضائع نہ ہوتیں۔ اگر انہوں نے بار بار شکایت کی ہے اور کوئی نوٹس نہیں لیا گیا تو کیا یہ وزیر موصوف متعلقہ ایس ایچ او یا جو بھی concerned آفیسر ہے کیا اس کے خلاف کوئی ایکشن لینے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! شاہ صاحب میرے لئے انتہائی قابل احترام ہیں۔ میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ جس آدمی کی ignorance ہیں یہ specifically بتائیں انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف انضباطی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار ٹیک اپ کرتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ کو یاد ہو گا اور غالباً چیئر پر آپ ہی تھے کہ جو غلام محمد آباد فیصل آباد میں گندا پانی پینے اور گیسٹرو کے حوالے سے واقعہ پیش آیا، اس پر ایک تحریک التوائے کار تھی جس کو ٹیک اپ کیا گیا تھا اور اس پر مجھ سمیت تین چار دوستوں نے بات کی تھی غالباً شیخ اعجاز صاحب اور ملک قیصر صاحب نے بات کی تھی اور صرف ایک دو اور دوستوں نے بات کرنی تھی۔ اس دن کہا گیا کہ بجٹ کے بعد باقی دوست اس پر بات کر لیں گے

جناب سپیکر: اس کا جواب آ گیا ہے کہ نہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں یہ طے پایا تھا کہ فیصل آباد شہر سے جو اراکین صوبائی اسمبلی ہیں ان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے گی جس کو ہاؤسنگ منسٹر ہیڈ کریں گے تاکہ اس بات کو ensure کیا جا سکے کہ یہ مسئلہ اگر شہر کے کسی اور حلقے میں ہے تو اسے re-dress کیا جائے اور گورنمنٹ نے جو فنڈز کا وعدہ کیا ہے ان کو ensure کیا جا سکے لیکن اس کے بعد پھر اس کے لئے وقت رکھا نہیں جا سکا۔

جناب سپیکر: کمیٹی ابھی تک بنی نہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: نہیں۔ اس کے بعد پھر بجٹ شروع ہو گیا۔

جناب سپیکر: چلو آج آپ لاء منسٹر صاحب سے بات کر لیں تو کل تک پھر اس کا کچھ کر لیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اسی سے متعلقہ ایک تحریک التوائے کار جو میں نے جمع کروائی ہے اس کا نمبر 520 ہے تو میں چاہوں گا کہ اس کو آپ پڑھنے کی اجازت دے دیں تاکہ یہ اس کے ساتھ ہی ٹیک اپ ہو جائے۔

جناب سپیکر: آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔ ابھی جو میں نے پہلے ٹیک اپ کی ہے اس کے بعد آپ کی تحریک ٹیک اپ کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 284 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری

صاحبہ، محترمہ فائزہ احمد صاحبہ، جناب سمیع اللہ خان کی طرف سے ہے یہ move ہو چکی ہے اور اس کا جواب آنا تھا۔ جی، منسٹر لوکل گورنمنٹ!

محلہ محمد نگر پاکپتن کے کھلے مین ہول میں گرنے سے کمسن بچی کی ہلاکت

(۔۔۔جاری)

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! تحصیل ناظم، تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن پاکپتن کی طرف سے جو رپورٹ موصول ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ تحصیل ناظم کا چارج سنبھالنے کے بعد یہ بات مشاہدے میں آئی کہ تقریباً تین سال سے زائد شہر میں مین ہول ایسے ہیں جن پر ڈھکنے موجود نہ ہیں جس کے لئے فوری ایک سکیم برضمن مین ہول کور تیار کی گئی اور مورخہ 19-01-2006 کو دیگر ضروری سکیموں کے ساتھ اس سکیم کی منظوری تحصیل کونسل سے حاصل کر لی گئی۔ بعد منظوری ہاؤس اس پر ٹینڈر طلب کر کے خرید مین ہول کور کا ورک آرڈر ٹھیکیدار کو دیا گیا کہ 400 مین ہول کور سپلائی کئے جائیں اس کے بعد ٹی۔ایم۔اے سٹاف نے کھلے مین ہول پر ڈھکنے رکھنے کا کام شروع کیا ہے۔ اسی دوران بد قسمتی سے یونین کونسل نمبر۔1 کے علاقہ میں ایک طالبہ جو کہ سکول سے واپس آ رہی تھی، حادثاتی طور پر کھلے مین ہول میں گر کر ہلاک ہو گئی۔ یہ محض ایک حادثہ تھا اس میں سٹاف کی غفلت شامل نہ ہے۔ جہاں تک نائب ناظم یونین کونسل نمبر۔1 ملک غلام مصطفیٰ کا مستعفی ہونے کا تعلق ہے، اس نے ایسا محض سیاسی مخالفت کی بناء پر کیا ہے حالانکہ تحصیل کونسل پہلے ہی مین ہول کور کی منظوری دے چکی ہے۔ اس میں گزارش یہ ہے کہ یہ بات درست ہے اور محترمہ نے جس امر کی نشاندہی کی ہے کہ وہاں مین ہول میں گر کر ایک بچی ہلاک ہوئی لیکن رپورٹ کے مطابق اب تمام مین ہول پر کور رکھ دیئے گئے ہیں تاکہ آئندہ کے لئے اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہ ہو۔ جہاں تک اس میں کسی کی غفلت کا تعلق ہے اور غفلت اس لئے نہ تھی کہ وہاں پر تقریباً 400 کے قریب مین ہول نہیں تھے تو اب وہ رکھ دیئے گئے ہیں لیکن دانستہ طور پر اس واقعہ میں کوئی ملوث نہ ہے اس لئے آئندہ کے لئے ان کو تنبیہ کر دی گئی ہے تاکہ اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہ ہو۔

جناب سپیکر: محرک چونکہ اس کو press نہیں کرنا چاہ رہیں لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 520 رانا ثناء اللہ خان کی ہے۔ جی، رانا صاحب!

حلقہ پی پی۔70 فیصل آباد کے علاقے سر سید ٹاؤن
اور ناظم آباد کا سیوریج سسٹم محکمہ کی عدم توجہ کا شکار

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے حلقہ پی پی۔70 فیصل آباد شہر کے علاقہ سر سید ٹاؤن بلاک A,D,C اور E علاقہ ناظم آباد بلاک A,B میں سیوریج کا نظام بوجہ نامناسب دیکھ بھال maintenance ناکارہ stuck ہو چکا ہے۔ گلیوں بازاروں میں سیوریج کا پانی کھڑا رہتا ہے اور واٹر سپلائی لائنوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ ایک طرف سے حکومت پنجاب مطلوبہ فنڈز مہیا نہیں کر رہی دوسری طرف WASA کا عملہ اپنے سرکاری فرض سے بالکل غافل ہے۔ عام آدمی کی شکایت پر تو کیا میں خود متعدد بار متعلقہ اہلکاران اور آفیسران سے رابطہ کر چکا ہوں لیکن WASA بدترین انتظامی بے راہ روی کا شکار ہے۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ WASA کا ڈائریکٹر / ڈپٹی ڈائریکٹر non-transferable ہے۔ ان عہدوں پر بیٹھے افراد 20 اور 25 سال سے ایک ہی جگہ بیٹھے ہیں اور مافیا کی صورت اختیار کر چکے ہیں اور اتنے کام چور ہو چکے ہیں کہ کسی عوامی نمائندے کو کیا اپنے ایم ڈی واسا یا ڈی جی ایف ڈی اے جو سال ڈیڑھ سال بمشکل تعینات رہتے ہیں، کو بھی خاطر میں نہیں لاتے اس قابل افسوس صورتحال کی وجہ سے گزشتہ دنوں فیصل آباد شہر کے علاقہ غلام محمد آباد میں پینے کے پانی میں سیوریج کا پانی شامل ہونے کی وجہ سے ہزاروں افراد متاثر ہوئے اور پندرہ کے قریب شہری لقمہ اجل بن گئے۔ متذکرہ بالا شہری علاقوں سر سید ٹاؤن اور ناظم آباد بھی اسی صورتحال سے دوچار ہیں اور فوری خطرہ ہے کہ WASA اور حکومت پنجاب کی عدم توجہی کی وجہ سے ان علاقوں میں بھی غلام محمد آباد جیسی صورتحال پیدا ہو جائے جس سے ہزاروں شہری متاثر و ہلاک ہوں۔ اس فوری اہمیت اور عوامی اہمیت کے مسئلہ اور WASA حکام کی نااہلی اور اپنے فرائض سے بے نیازی، غفلت کے مسئلہ کو فوری زیر بحث لایا جائے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر! اس کو بھی اور جو تحریک اس سے پہلے move ہو چکی ہے اس کو بھی جیسا کہ بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں بھی طے ہوا تھا اس کو Monday تک کے لئے pending کر لیں۔

جناب سپیکر: ابھی تو اس کا جواب بھی نہیں آیا اور اس کا جواب وزیر ہاؤسنگ دیں گے یا وزیر پبلک ہیلتھ۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر ہاؤسنگ ہی اس کا جواب دیں گے۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! میرا اوا سا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وزیر ہاؤسنگ چونکہ تشریف نہیں رکھتے۔لاء منسٹر صاحب! اس کو کب تک pending کر دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جس طرح محرک فرما رہے ہیں Monday تک اس کو pending کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس کے ساتھ جو پہلے motion move ہوئی ہے اس کو بھی ساتھ ہی take up کر لیں تاکہ اس دن decide ہو جائے۔

جناب سپیکر: چلیں دیکھ لیتے ہیں کہ اگر اس کا جواب آ جاتا ہے تو پھر اس کو Monday کو take up کر لیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔جناب والا!

جناب سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار نمبر 288 شیخ اعجاز احمد کی ہے۔جی، شیخ صاحب!

فیصل آباد کے چک نمبر 255 ر۔ب کی آبادی نواں پنڈ میں مسلح افراد کی فائرنگ سے کسان کی ہلاکت

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" لاہور مورخہ 28۔مارچ 2006 کی اشاعت میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق "فیصل آباد کے نواحی علاقہ ڈجکوٹ کے چک نمبر 255 ر۔ب آبادی نواں پنڈ میں کھیتوں کو پانی لگانے والے حماد نامی شخص کو چھ مسلح افراد نے دن دہاڑے اندھا دھند فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ جس کی ایف آئی آر تھانہ ڈجکوٹ میں 302/248/249 ت پ درج ہوئی لیکن نامزد ملزمان میں سے تاحال کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی بلکہ ملزمان علاقے میں سر عام دندناتے پھر رہے ہیں جس

کی وجہ سے علاقہ میں شدید خوف وہراس پایا جاتا ہے جبکہ مقامی پولیس کی جانب سے قتل کے نامزد ملزمان کو گرفتار نہ کرنے پر نہ صرف علاقہ میں بلکہ پورے شہر کے عوام میں سنگین نوعیت کی بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔جناب سپیکر!اس کے مختصر حالات اس طرح ہیں کہ مورخہ 10-03-2006 کو مسماۃ وسیم حماد مدعیہ نے پولیس کو بیان دیا کہ مورخہ 09-03-2006 کو اس کا خاوند عبدالحماد کھیتوں کو پانی لگانے کے لئے گیا ہوا تھا۔ میں بھی سکول سے فارغ ہو کر اپنے خاوند کے پاس چلی گئی۔ ہم دونوں تقریباً سوا چار بجے مربع کو پانی لگا کر واپس آبادی دیہہ آ رہے تھے جب وہ مربع نمبر 7 کلہ نمبر 4 کے قریب پہنچے تو ملزمان محمد اشرف، محمد نعیم، خان پسران محمد اشرف، محمد نواز ولد منیر احمد، منیر احمد ولد محمد دین سکنائے چک نمبر 225 نے للکارا مارا اور عبدالحماد پر فائرنگ شروع کر دی۔ جو جسم کے مختلف حصوں پر فائر لگے۔ اس وقوعہ کو مسمیاں شفاعت علی، عمران علی، محمد عمران نے بچشم خود دیکھا، عبدالحماد کو بحالت مضروبی الائیڈ ہسپتال فیصل آباد داخل کرایا گیا جہاں وہ جاں بحق ہو گیا جس پر مقدمہ نمبر134 مورخہ 10-03-2006 بجرم 149/148/302 ت پ تھانہ ڈجکوٹ درج ہوا۔ تفتیش مقدمہ مقامی پولیس عمل میں لا رہی ہے۔ ملزمان منیر احمد وغیرہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور ایس پی انوسٹی گیشن کو ہدایت کی گئی ہے کہ اس کا چالان جلد عدالت میں پیش کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔جی شیخ صاحب!ملزم گرفتار بھی ہو گئے ہیں، چالان کی بھی یقین دہانی کروادی گئی ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا motion dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 289 محترمہ فائزہ احمد صاحبہ، جناب سمیع اللہ خان، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ کی ہے۔جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری یہ تحریک پیش کریں گی۔

لاہور کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں قائم کنٹینوں پر غیر رجسٹرڈ کمپنیوں کی غیر معیاری اشیاء کی فروخت

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 31۔مارچ2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق لاہو شہر کے سرکاری ہسپتالوں، میو، جناح، سروسز، میاں منشی، کارڈیالوجی، جنرل، چلڈرن اور گنگارام کینٹین پر غیر معیاری اشیاء جن میں غیر رجسٹرڈ کمپنیوں کے جوسز، منرل واٹر، بوتلیں فروخت کی جارہی تھیں۔ اس بات کا انکشاف سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے افسران اور عملہ کے visit کے دوران ہوا۔لاہور میں غیر معیاری کھانوں کی بھرمار کی وجہ سے شہری خطرناک جان لیوا بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں مگر اس سے بھی بدتر صورتحال کا شکار ان سرکاری ہسپتالوں میں قائم کینٹین ہیں۔جہاں پر انتہائی غیر معیاری، مضر صحت اشیاء خورد و نوش انتہائی مہنگے داموں فروخت کر کے مریضوں کے لواحقین کو بھی جان لیوا بیماریوں میں مبتلا کیا جارہا ہے۔لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر!اس سے آگے بھی ایک تحریک التوائے کار نمبر 298 ہے۔ یہ دونوں تحریکیں ایک ہی جیسی ہیں۔عرض ہے کہ جہاں تک ہمارے EDOs ضلعی حکومت کا تعلق ہے تو وہ ایک شیڈول کے مطابق یہ کارروائیاں کرتے ہیں۔اس میں جعلی ادویات کے خلاف اور food کی adulteration کے خلاف بھی ایک روٹین کے مطابق کارروائی کی جاتی ہے اور تین مہینے پہلے میں نے خود ایک میٹنگ چیئر کی تھی جس میں سیکرٹری، ڈی جی اور ہمارے بڑے شہروں کے آٹھ نوای ڈی اوز کو بلا کر سخت تاکید کی گئی تھی یہ کارروائی کی جائے اور اس کی رپورٹیں ہمیں ڈائرکٹ بھیجی جائیں۔وہ رپورٹیں میں خود باقاعدہ review کرتا ہوں اور اگر کوئی specific case ہو تو اس افسر کے خلاف ایکشن بھی لیا جاتا ہے ، ان معاملوں میں ہم نے افسران کو معطل بھی کیا ہے۔ یہ continuous process ہے اس میں شروع سے ہی improvement کی گنجائش تھی لیکن اگر

آپ ہماری پچھلے تین سال کی کارکردگی دیکھیں تو ہم باقاعدگی کے ساتھ یہ کارروائی کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک اس کو مزید press نہیں کرنا چاہ رہی لہذا تحریک dispose of ہوئی۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 295 لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) اور چودھری زاہد پرویز صاحب کی طرف سے ہے۔لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) اسے move کریں گے۔

گوجرانوالہ میں یونین کونسل کے ناظم کا قتل

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ یکم اپریل2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق گوجرانوالہ کی یونین کونسل کے ناظم مہر خالد کو جٹ گروپ نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔مہر خالد اس گروپ کو جگا ٹیکس وصول کرنے سے منع کرتا تھا جس پر اس گروپ نے اس کو قتل کر دیا۔شہر میں جگہ جگہ جگا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔پولیس ان گروپوں کے بارے میں معلومات ہونے کے باوجود ان کو نہیں روک رہی۔لوگ مجبوراً جگا ٹیکس دیتے ہیں۔جگا ٹیکس وصول کرنے والے افراد کو باقاعدہ اس شہر میں تعینات پولیس افسران/اہلکاران کی سرپرستی حاصل ہے جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا ہے۔لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!یہ تحریک التوائے کار 3۔اپریل کو دی گئی تھی اور 24۔اپریل کو اس کا جواب آگیا تھا لیکن میں اس جواب کو update کرنا چاہ رہا ہوں کیونکہ جب اس کا جواب دیا گیا تھا تو اس وقت تک اس کے ملزمان گرفتار نہیں ہوئے تھے تو میں نے update کے لئے request کی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ آج یا کل کسی وقت آجائے گا لہذا Monday کے لئے pending فرما دیں تاکہ میں اس کا update جواب دے سکوں کیونکہ 24۔اپریل کے مطابق یہ incomplete جواب ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے یہ motion سوموار تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار 300/06 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ جی، شیخ صاحب!

سیمنٹ بنانے والے اداروں کی تنظیم کا سیمنٹ کی قیمت میں از خود اضافہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ تین ماہ پہلے میں نے پیش کی تھی اور اس میں کچھ تبدیلیاں آ گئی ہیں وہ بھی میں عرض کروں گا۔

I move:

> That the proceedings of the Assembly be adjourned to discuss an issue of urgent public importance. The Cement Manufacturers through their strong cartel are fleecing people of the country. They have increased the price of cement from Rs.245/- to Rs.380/- just in 10 months and it seems that they have no fear of any Government department. They are involved in smuggling of cement to Afghanistan and under present situation how a mediocre can build his house. Therefore, my motion be declared in order for discussion in the House.

جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری عرض یہ ہے کہ ان تین مہینوں میں آنے والی تبدیلیاں بڑی عجیب ہیں۔ اس پر فیڈرل حکومت نے امپورٹ کی اجازت دی تھی تو اس ہاؤس کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ظلم یہ ہوا ہے کہ تقریباً تین لاکھ ٹن سیمنٹ کراچی پہنچ چکا ہے لیکن اس کو یہی مافیا کلیئر نہیں کرنے دے رہا۔ -/140 روپے کی بوری جو ان کو cost کر رہی ہے اور اس میں انہیں

اتنی زیادہ بچت ہے لیکن وہ بھی اب -/290روپے کی بوری بک رہی ہے اور سیمنٹ آ چکا ہے لیکن اس کے باوجود یہ مافیا کلیئر نہیں کرنے دے رہا۔ جو کہ بہت بڑا المیہ ہے کہ عوام کو آج بھی -/300روپے کی بوری مل رہی ہے جو کہ -/140روپے کی ہے۔ کنفرم ہے کہ 60ڈالر فی ٹن کا انٹرنیشنل ریٹ ہے اور اس بات کے میرے پاس ثبوت ہیں اور اس معاملے پر ابھی discuss کر کے یہ مسئلہ طے ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صنعت!

وزیر صنعت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ پاکستان میں سیمنٹ انڈسٹری کی پچھلے پانچ سال میں تقریباً 65 فیصد پروڈکشن بڑھی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی consumption 65 percent سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے جس کی وجہ سے ڈیمانڈ اور سپلائی میں یقینی طور پر problem ہوئی ہے جس کی وجہ سے مارکیٹ میں سیمنٹ کی قیمتیں زیادہ ہو گئی ہیں لیکن حکومت پاکستان نے اسے کنٹرول کرنے کے لئے، جیسا کہ شیخ صاحب نے بھی بتایا کہ سیمنٹ امپورٹ کرنے کی اجازت دی ہے۔ صرف امپورٹ کرنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ سیمنٹ کی imported بوری پر -/50روپے subsidy کے بھی رکھے ہیں۔ اس وقت اس اعلان کے بعد آپ دیکھ سکتے ہیں کہ مارکیٹ میں سیمنٹ کی قیمتیں تقریباً -/100روپے فی بوری سستی ہو گئی ہے اور اس وقت availability بھی بہتر ہے لیکن جو شیخ صاحب بتا رہے ہیں کہ کراچی سیمنٹ پڑا ہوا ہے تو اس کے متعلق پوچھ لیتے ہیں کہ کیا واقعی سیمنٹ پڑا ہوا تو وہ کلیئر کیوں نہیں ہو رہا۔ اس کے بعد ان کو پھر جواب سے متعلق بتا دیا جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ شیخ علاؤالدین صاحب نے ایک بہت ہی اہم معاملہ تحریک التوائے کار کی صورت میں ایوان کے سامنے رکھا ہے۔ اس میں تین باتیں ہیں اور پہلی بات یہ ہے کہ rates کے اندر inflation کس نے کی، کیسے ہوئی، اس کے خلاف کیا تادیبی کارروائی ہوئی؟

دوسرے نمبر پر یہ ہے کہ وہاں پر صورتحال یہ ہے کہ کراچی کی sea port پر سیمنٹ موجود ہے اور مافیا اسے ریلیز نہیں ہونے دے رہا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جو نقصان گورنمنٹ کا بھی ہوا اور جتنے بھی پبلک ویلفیئر کے کنسٹرکشن کے ٹھیکے تھے وہ کئی کئی ماہ رکے رہے ہیں۔ میں خود اپنے علاقے ماڈل ٹاؤن (بی) میں گھر کے ساتھ ایک بننے والی سڑک سے متعلق بتاتا ہوں جس میں انہوں نے سیمنٹ استعمال کرنا تھا اور انہوں نے PCC کی سلیب بنا کر لگانی تھی اور 3/4 ماہ عوام عذاب کے اندر مبتلا رہے کیونکہ انہوں نے پتھر توڑ ال دیا اور انہوں نے کہا کہ سیمنٹ مہنگا ہو گیا لہذا ہم اس ٹھیکے کے اندر اسے پورا نہیں کر سکتے۔ 4/5 مہینے سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا معاملہ نہیں ہے اور میری اس بارے یہ گزارش ہے کہ اس کو in order قرار دیں تاکہ اس پر سیر حاصل بحث ہو سکے۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب! آپ کا یہ کہنا کہ پروڈکشن کم تھی اور ڈیمانڈ زیادہ تھی جس کی وجہ سے وقتی طور پر مارکیٹ میں ریٹس بڑھ گئے لیکن شیخ صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ لاکھوں ٹن سیمنٹ کراچی پورٹ پر پہنچ چکا ہے۔ اگر وہ بروقت ریلیز کر دیا جائے تو اس سے جو لاگت آئی ہے یا آگے مارکیٹ میں اس کا ریٹ -/140 روپے فی بیگ ہو گا جو کہ آج 280/290 یا -/300 روپے تک ہے۔ ان کا سوال یہ ہے کہ جلدی سے جلدی سیمنٹ کو کلیئر کروایا جائے تاکہ وہ مارکیٹ میں آئے تو ریٹس کم ہو سکیں۔ اس کے بارے میں آپ assurance دلا دیں کہ وہ کب تک کلیئر ہو جائے گا۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! میں نے یہی عرض کیا ہے چونکہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا معاملہ ہے اور میں آج ہی پوری کوشش کرتا ہوں کہ وہاں سے معلومات آ جائیں کہ یہ کلیئر کیوں نہیں ہو رہا اور اس کی کیا وجوہات ہیں؟ شیخ صاحب نے بتایا ہے کہ پاکستان سے سیمنٹ ایکسپورٹ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں اس وقت ٹوٹل پروڈکشن کا صرف 6 فیصد سیمنٹ پچھلے سال ایکسپورٹ ہوا ہے اور اس وقت اس کی ایکسپورٹ کی تعداد کم ہو گئی ہے کیونکہ پاکستان میں سیمنٹ مہنگا ہوا ہے اس لئے ایکسپورٹ بھی نہیں ہو رہا۔ اس وقت صرف 2 فیصد ٹوٹل پروڈکشن کا ایکسپورٹ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں کل پرسوں تک شیخ صاحب کو جواب دے دوں گا کہ سیمنٹ کراچی کیوں رُکا ہے۔

ڈاکٹر مظفر علی شیخ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر مظفر علی شیخ: شکریہ۔جناب سپیکر!جناب معززوزیر موصوف فرمارہے ہیں کہ پاکستان سے 6فیصد سیمنٹ ایکسپورٹ ہورہاہے لیکن شیخ صاحب نے یہ فرمایاہے کہ سیمنٹ ایکسپورٹ نہیں بلکہ سمگل ہورہاہے۔ایک تو سمگلنگ کاایکسپورٹ کے ساتھ کوئی تعلق ہے کیونکہ وہ غیر قانونی دھندہ ہے اوراس کے اعداد وشمار بھی نہیں ہوتے کہ کہاں سے کتناگیاہے ایک تواس کو روکنے کی ضرورت ہے۔ دوسرے نمبر پر وزیر موصوف نے فرمایاہے کہ ڈیمانڈاینڈ سپلائی کے اصول کے تحت اس کی قیمت بڑھی ہے تو میں اس بارے میں ایک چھوٹی سی مثال دیتاہوں کہ 1980 میں سعودیہ میں جو سیب، پانچ ریال میں ایک کلو تھاوہ آج2006 میں پانچ ریال میں ہی کلوہے اور وہاں پر بھی ڈیمانڈاور سپلائی کااصول چلتاہے کہ حج کے دنوں میں یک دم40لاکھ آدمی وہاں پر پہنچ جاتے ہیں تو وہاں پر چیزوں کی سپلائی کو کیسے اسی ریٹ پر یقینی بنایاجاتاہے۔اگر یہ اصول کارفرماہوتو دنیاکے ہر حصہ میں جہاں پر یک دم لوگوں کی influxزیادہ ہوتی ہے وہاں پر ریٹ زیادہ ہونے چاہیئں تو وہاں پر ریٹ زیادہ کیوں نہیں ہوتے۔ہمارے یہاں تھوڑی سی ڈیمانڈزیادہ ہوتی ہے تو سپلائی میں تعطل پیداہو جاتاہے یا اس کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے۔کیاہم اس میں اپنی نااہلی کو شامل نہیں کریں گے،کیاہم صرف ڈیمانڈ اور سپلائی کالفظ استعمال کرکے اس چیز سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیں گے ؟

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر!میں اس بارے میں صرف ایک بات عرض کروں گا کہ یہ سارے دھندے پرائیویٹائزیشن کی مہربانی سے ہورہے ہیں اور جب سٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن تھی تو یہ چیزریکارڈ پر موجودہے کہ سیمنٹ کی دو فیکٹریاں جب مالinjectکرتی تھیں توریٹdown ہو جاتا تھا۔اس وقت سیمنٹ فیکٹریوں کے پول نے اصل ظلم کیا ہواہےinternationally سیمنٹ کی قیمت60ڈالر ہے اور چائنا سے زیادہ پروڈکشن اور ڈویلپمنٹ دنیا میں کہیں نہیں ہورہی اور اس کا10 فیصد سے اوپر جی ڈی پی جارہاہے۔پاکستان کے اندر یہ مسئلہ صرف پرائیویٹائزیشن کی وجہ سے بناہے تواس کے اوپر کوئی نہ کوئی یہاں پر ایساہوناچاہئے اوراس پر کوئی کمیٹی بنادیں جس میں تین بندے ہوں۔ میں سیمنٹ کے متعلق بتاناچاہتاہوں کہ اسے دس دنوں میں کنٹرول کیاجاسکتا ہے۔یہ ایک پول بناہواہے اوراگر یہ پول چلتارہاتو بنکوں کے کروڑوں روپے کابھی بیڑہ غرق کرے گا۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: یہ معاملہ چونکہ مرکز سے relate کرتا ہے اور معزز منسٹر صاحب نے assurance دلائی ہے کہ ایک دو دن میں یہ معاملہ حل کر لیا جائے گا لہذا محرک چونکہ اس کو مزید press نہیں کرنا چاہ رہے اس لئے motion dispose of ہوئی۔

جناب ظہور احمد خان ڈاھا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاھا صاحب!

جناب ظہور احمد خان ڈاھا: جناب سپیکر! میں صرف یہی کہنا چاہتا تھا کہ جو سب سے بڑی وجہ ہے وہ یہ ہے جیسے کہ شیخ صاحب نے بھی فرمایا ہے یہ صرف اور صرف جو manufacturers ہیں وہ آپس میں pool کر کے production کم کرتے ہیں جس کی وجہ سے scarcity پیدا ہوتی ہے اور scarcity پیدا ہونے سے ڈیمانڈ زیادہ ہے جس کی وجہ سے قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ manufacturers پر زور دیا جائے کہ وہ اس قسم کے pool نہ کیا کریں اور اس pool کو روکنے کے لئے کوئی نہ کوئی اقدام اٹھایا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلے ہیں شیخ علاؤالدین صاحب، ان کی out of turn request آئی ہے ان کی موشن نمبر 549 ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ فارماسیوٹیکل کمپنیز کے بارے میں میری Adjournment Motion ہے یہ میں پہلے پڑھ چکا تھا وزیر صحت نے اس کا جواب دینا تھا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! یہ out of turn پڑھی گئی تھی جواب تو on the turn دینا ہے۔

جناب سپیکر: تو کیا اس کا جواب آ گیا ہے؟

وزیر صحت: جناب سپیکر! اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے پھر اس کو pending کر لیتے ہیں۔ شیخ صاحب یہ موشن Monday تک pending کی جاتی ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں نے ایک request کرنی تھی میری Adjournment Motion No. 437 ہے۔

جناب سپیکر: اس کو کل دیکھ لیں گے اب تو وقت ختم ہو گیا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری جاوید احمد پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں ایک بہت اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آج کل دھان کی فصل تیار ہو رہی ہے اور ہمارے علاقے میں نہ صرف محکمہ واپڈا نے انتہائی لوڈ شیڈنگ شروع کی ہوئی ہے بلکہ نہری پانی میں بھی ہمیں شدید کمی کا سامنا ہے۔ ایک تو ہماری ششماہی نہروں میں پانی بہت دیر سے چھوڑا گیا اور دوسرا اب وہاں وارابندی کر دی گئی ہے۔ میں اس سلسلے میں اس معزز ایوان سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ ہمارے علاقوں میں کسانوں کو بچانے کے لئے اور زراعت کی بہتری کے لئے نہری پانی کی فوری فراہمی کے لئے ہماری سفارش کریں متعلقہ منسٹر صاحب آج تشریف نہیں رکھتے میں ان کے بھی گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا علاقہ پاک پتن ششماہی نہروں میں پانی پورا چھوڑا جائے اور لوڈ شیڈنگ کی کمی کرنے کے لئے ہمارے شہروں کو نشانہ نہ بنایا جائے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

قرار دادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب ہم اب ہم غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ مفاد عامہ سے متعلق قرار دادیں لیتے ہیں۔ پہلی قرار داد محترمہ زیب النساء قریشی کی ہے۔ ان سے گزارش ہے کہ وہ اپنی قرار داد پیش کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!ایک قرارداد میری طرف سے پیش ہوئی تھی اور چیئرمین صاحب نے آج کے لئےpendingکر دیا تھا۔

جناب سپیکر: میں دیکھ لیتا ہوں پلیز!آپ تشریف رکھیں میںturn by turnان قرارداد کوtake upکر رہا ہوں۔جی محترمہ زیب النساء قریشی!

صوبہ کی تمام یونین کونسلوں میں بنیادی مراکز صحت، خواتین کے لئے الگ مراکز صحت کے قیام کو لازمی قرار دینا

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر!میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

''اس ایوان کی رائے ہے کہ ہر یونین کونسل میں بنیادی مرکز صحت کے قیام کو لازمی قرار دیا جائے اور اس کے لئے خواتین کے لئے مخصوص الگ مراکز صحت میں لیڈی ڈاکٹر اور ضروری عملہ کی تقرری جلد از جلد کی جائے۔''

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

''اس ایوان کی رائے ہے کہ ہر یونین کونسل میں بنیادی مرکز صحت کے قیام کو لازمی قرار دیا جائے اور اس کے لئے خواتین کے لئے مخصوص الگ مراکز صحت میں لیڈی ڈاکٹر اور ضروری عملہ کی تقرری جلد از جلد کی جائے۔''

MINISTER FOR HEALTH: Mr. Speaker! I oppose the Resolution.

جناب سپیکر: وزیر صحت اس کوopposeکرتے ہیں۔جی، محترمہ!

محترمہ زیب النسا قریشی: جناب سپیکر!بات یہ ہے کہ ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے اور یہاں بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو غریب ہیں اور اپنا علاج نہیں کروا سکتے اس طرح وہ اپنی بیماری کو بہت زیادہ بڑھا لیتے ہیں اور یونین کونسل میں بہت ساری خواتین اور بچے اس طرح کے ہیں کہ وہ اپنے مرض کو ساتھ ساتھ لئے چلتے ہیں مطلب ہے کہ وہ علاج نہیں کرواتے۔اس طریقے سے بہت ساری خواتین سنگین بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور بالآخر ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ Basic minimum needیہ بہت ضروری ہے۔بنیادی مرکز صحت کے لئے لہذا اس کو قائم کیا جائے اور ہم ہر یونین کونسل میں جو مرکز قائم کریں گے اس کو تین کام دے سکتے ہیں۔پہلا کام ہے بیماریوں کا علاج۔یعنی جن لوگوں کا علاج ممکن ہو ان کا اسی علاقے میں علاج کیا جائے اور جن کا علاج ممکن

نہیں ہے اگلے یعنی ابتدائی نوٹس کے ساتھ دے کر ہسپتالوں میں روانہ کر دیں جہاں ٹیچنگ ہسپتال ہیں۔

جناب سپیکر! دوسرا کام متعدی اور غیر متعدی امراض سے بچاؤ کی تدابیر ہم اس سنٹر سے لے سکتے ہیں۔ متعدی امراض میں ہیپاٹائٹس بی اور سی جو کہ بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے ہم اس سے ان کو بتا سکتے ہیں اور HIVایڈز، ہیضہ وغیرہ ہیں اور غیر متعدی امراض بلڈ پریشر، دل کے امراض اور چوٹ لگنا وغیرہ ہیں۔ ان سے ہم لوگوں کو educate کر سکتے ہیں اور بتا سکتے ہیں کہ ان کے بچاؤ کی تدبیر کیا ہے؟

جناب سپیکر! تیسرا یہ ہے کہ عورتیں بوڑھے اور بچے اس یونین کونسل میں ہم جو basicسنٹر بنائیں گے وہاں سے علاج کروا سکتے ہیں چونکہ یہ تینوں طبقات بہت زیادہ کمزور ہیں اور یہ اس ملک کا بہت قیمتی اثاثہ ہیں۔ ہمارے ملک میں عورتوں کی نصف سے زیادہ آبادی ہے اور ان کے فرائض اور ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں کیونکہ ان کو اندرونی قسم کے پیچیدہ مسائل درپیش رہتے ہیں اور صحیح علاج نہ ہونے کی صورت میں ان کی ڈلیوری کے دوران موت تک بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اس طرح سے ان کا پورا گھرdisturbہو جاتا ہے اور ان کے بچوں کو ہمیشہ کے لئے ایک پریشانی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ وہاں ہر یونین کونسل میں ایک Basic Health Centerہونا چاہئے تاکہ اس کی آبادی جو گیارہ بارہ ہزار ہے وہ فوری طور پر اپنا علاج کروا سکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بیرونی ممالک میں تھوڑے سے لوگوں پر ایک ڈاکٹر موجود ہے اب ملائیشیا میں دیکھیں کہ جب بھی کسی عورت کی موت واقع ہوتی ہے اس کی تین طرح سے تحقیقات ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ اسی سنٹر میں جس گاؤں میں ہوتا ہے وہاں فوری طور پر ہیلی کاپٹر کو بلوا کر اس عورت کو ٹیچنگ ہسپتال میں پہنچا دیتی ہے۔

جناب سپیکر! پاکستان میں بھی ہر انسان کا حق ہے کہ اس کو صحت ملنی چاہئے اور ہر عورت، بچوں اور بوڑھوں کا حق ہے کہ ان کو صحت ملنی چاہئے اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ یہ یونین کونسل میں قائم کریں اور اس کے علاوہ ہم ان سے کئی اور کام بھی لے سکتے ہیں۔ ہیلتھ پروموشن کمپین چلائی جا سکتی ہے جس میں عورتوں اور بچوں کی صحت کے بارے میں سرکاری طور پر مختلف امراض کے بارے میں آگاہی مہم ہم ان سنٹروں سے چلا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان سنٹروں سے سکول ہیلتھ سروس کی کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے کہ جو بچےschool goingہیں چھ

مہینے کے بعد ان کا معائنہ کیا جائے اور جو سنگین امراض ہوں ان کی اسی وقت تحقیق کی جائے۔

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ بنیادی مرکز صحت پر سینئر ڈاکٹرز visit کریں اور سنگین مسائل کو اسی وقت دیکھ لیں کیونکہ اس طرح سے بڑے ہسپتالوں کا بوجھ کم ہو گا کیونکہ وہیں چھوٹے علاج ہو جائیں گے اور سنگین قسم کے مریض ہی وہاں پہنچ سکیں گے۔ مزید یہ کہ عمر رسیدہ لوگوں کو فائدہ ہو گا کہ ان کو زیادہ دیر بڑے ہسپتالوں میں دھکے وغیرہ کھانے نہیں پڑیں گے اور ان کا وہیں سہولت کے ساتھ علاج ہو جائے گا اور چوتھے یہ ہے کہ وبائی اور متعدی امراض کے مناسب تدارک کے لئے بنیادی مرکز صحت ایک اہم رول ادا کر سکتے ہیں اور اس میں ہم جس ڈاکٹر کو لگائیں اس کے اندر انہیں پرائمری ہیلتھ کیئر کی ٹریننگ دی جائے تاکہ وہاں ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچا سکیں۔

جناب سپیکر: شکریہ، جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! جو ہماری گورننگ پالیسی ہے اس کے تحت ہر یونین کونسل میں ویسے بھی ایک BHQ approved ہے۔ کچھ یونین کونسلیں ایسی ہیں جو devolution کے بعد نئی بنی تھیں اور کہیں پر وہاں نئی حلقہ بندی کی وجہ سے یونین کونسلیں تھوڑی displace ہو گئی تھیں۔ وہ جو چند یونین کونسلیں ہیں جہاں اس وقت BHQs نہیں ہے ہم نے تمام ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو ہدایات دے دی ہیں کہ وہ ہمیں پوائنٹ آؤٹ کی جائیں اور وہاں ہر یونین کونسل میں جہاں BHQ رہ گئی ہیں وہ بنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات کہ کیا خواتین کو وہاں پر پوسٹ کرنا چاہئے علیحدہ BHQs بنائے جائیں؟ عرض یہ ہے کہ آئیڈیل situation تو یہی ہے لیکن جیسے محترمہ نے کہا کہ بیرونی ممالک میں اگر دیہات میں کسی عورت کو کوئی problem ہوتا ہے تو ہیلی کاپٹر جا کر اس کو وہاں سے شہر میں لے آتا ہے۔ کاش! پاکستان میں بھی ایسا ہو لیکن ہمیں پاکستان کے جو actual حالات ہیں ان کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پالیسی بنانی پڑتی ہے اور وہ ideal situation اس وقت پاکستان میں نہیں لائی جا سکتی۔ البتہ ہم نے یہ ضرور کر دیا ہے کہ چیف منسٹر کا جو نیا ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام ہے اس میں اجازت دی ہے، پہلے BHUs میں صرف mail post ہوتے تھے، اب چونکہ ہماری بچیاں میڈیکل کالج سے 60 فیصد اوپن میرٹ کی وجہ سے graduation کر رہی ہیں، اب ہم نے چیف منسٹر کے نئے پروگرام کے تحت allow کر دیا ہے کہ اب BHUs میں بھی لڑکیاں

appointہو سکتی ہیں،اب جو اپریل اور مئی کے مہینے میں recent recruitmentsہوئی ہیں اس میں پہلی دفعہ B.H.Usمیں عورتیں گئی ہیں لیکن عورتوں کے لئے علیحدہBHUsبنانا اس وقت میرے خیال میںpractically possible نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! وہاں پر حالات تو آپ دیکھ سکتے ہیں کیونکہ میں نے وہاں جا کر دیکھا ہے کہ ہماری یونین کونسل میں تو کوئی ایسا سنٹر ہے ہی نہیں اور اگلی یونین کونسل میں ہے تو وہاں پر کچھ بھی نہیں ہے۔ایک گندی سی عمارت کھڑی ہے اور ان کے پاس کوئی اس قسم کے آلات نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! دوسرا میں آپ کی توجہ اس طرف کرواؤں گی کہ کچھBHCجو ہیں وہاں پرLHVsخواتین کوoperateکر دیتی ہیں اور ایسی خاتون کو میں جانتی ہوں۔وہ ساتھ ہی ساتھ یہ کرتی ہیں کہ ان سے وہ پیسے بھی لیتی ہیں۔آپ اس طرف خصوصی توجہ کریں اور اس کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ ہر یونین کونسل میں بنیادی مرکز صحت کے قیام کو لازمی قرار دیا جائے اور اس کے لئے خواتین کے لئے مخصوص الگ مراکز صحت میں لیڈی ڈاکٹر اور ضروری عملہ کی تقرری جلد از جلد کی جائے۔"

(قرارداد نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: دوسری قرارداد محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ) کی طرف سے ہے۔میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

صوبہ میں چلنے والی پبلک ٹرانسپورٹ کو سی این جی میں تبدیل کرنا

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! شکریہ۔میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ بھر میں چلنے والی تمام پبلک اور پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کو مرحلہ وارCNGمیں

تبدیل کیا جائے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ :

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ بھر میں چلنے والی تمام پبلک اور پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کو مرحلہ وارCNGمیں تبدیل کیا جائے۔"

DR. SYED WASEEM AKHTAR: I oppose it.

جناب سپیکر: جی،ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!اسےopposeکرتے ہیں۔

MINISTER FOR TRANSPORT: I oppose it.

جناب سپیکر: وزیر ٹرانسپورٹ بھی اس کوopposeکرتے ہیں۔جی، محترمہ!

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!سڑکوں پر پٹرول اور ڈیزل سے چلنے والی گاڑیوں کی بھرمار نے فضاء کو کالے دھویں سے بھر دیا ہے۔ایک سروے کے مطابق90فیصد ڈیزل اور پٹرول گاڑیاں قومی ماحولیاتی معیار سے زیادہ دھواں، شور اور گیس فضاء میں چھوڑ رہی ہیں جس نے ہر شہری کو مختلف بیماریاں لگا دی ہیں۔ ایک ڈیزل انجن گاڑی اس وقت چوبیس پٹرول اور اکیاسیCNGگاڑیوں کے برابر ہے۔اگر ایک ڈیزل گاڑی روڈ پر چل رہی ہے تو وہ24پٹرول گاڑیوں کے برابر ہے اور اکیاسیCNGگاڑیوں کے برابر ہے تو کیوں نہ ہم پھر تمام ٹرانسپورٹ کوCNG میں تبدیل کر دیں۔ہر شہری اس وقت کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہے۔اس وقت دل کی بیماریاں اور سر درد ہر ایک کو ہو رہا ہے۔اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہر ممبر اپنی گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے مال روڈ سے گزرے تو جونہی مال روڈ ختم ہو گی تو سب کے سر درد ہو رہے ہوں گے۔ میری اس ایوان سے یہrequestہے کہ تمام گاڑیوں کو پہلے سرکاری گاڑیوں کوCNGمیں تبدیل کر دیا جائے اور اس کے بعد پھر تمام پبلک ٹرانسپورٹ کوCNGمیں تبدیل کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ ہمارے ملک کے اندر جو بھی پالیسی اور منصوبہ بنتا ہے وہ بڑے عزم کے ساتھ اور شوق کے ساتھ بنا دیا جاتا ہے لیکن پھر اس کی مانیٹرنگ نہیں ہوتی۔ اس میں عوام کو جو مشکلات آتی ہیں ان کو دیکھنے کے لئے کوئی سسٹم نہیں ہوتا۔اس کی ریگولیشن کا کوئی سسٹم موجود نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ دیکھیں کہ ملک کے اندرMobilinkہے، اس کو

operateکرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ بڑے فخر سے وہ کہتے ہیں کہ اب ہمارے ڈیڑھ کروڑ فیملی ممبرز ہیں لیکن جو صورتحال ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی آپ اس سے ٹیلیفون ملانے کی کوشش کرتے ہیں تو جواب آ جاتا ہے کہ لائنیں مصروف ہیں، system can not recognized this numberاور اس طرح کی باتیں آتی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اجازت تو دے دی، پھر اوپر کوئی ملی بھگت ہوئی یا نہیں ہوئی، کیا ہوا؟انھوں نے کنکشن دینے شروع کر دیئے اور اس کے نتیجے میں عوام مشکل کا شکار ہو گئی۔

جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ اس وقت جو صورتحال ہے مثلاً میری اپنی گاڑی CNGہے اور بارہا ایسے ہوتا ہے کہ CNGختم ہوئی جب CNGسٹیشن پر پہنچتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ لائن کے اندر بیس گاڑیاں ابھی آگے لگی ہوئی ہیں اور اگر CNGڈلوانی ہے تو اس کے لئے کم از کم ایک ڈیڑھ گھنٹہ وہاں پر انتظار کرنا پڑے گا۔ پھر اس کے بعد یہ کیفیت بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ انھوں نےCNGڈالنے کے لئے چارout letلگائے ہوئے ہیں لیکن موقع پر وہ ایک چلا رہے ہوتے ہیں اور اگر ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا معاملہ ہے؟ تو اس کا وہ خاطر خواہ جواب نہیں دے سکتے۔اس حوالے سے بہت سارا ٹائم ضائع ہوتا ہے۔

جناب سپیکر!دوسری بات میں یہ عرض کروں گا کہ اس وقت جو صورتحال ہے کہ گاڑیاں پٹرول، ڈیزل کے لئےdesignedہیں۔اب CNGلگا رہے ہیں،CNGکا اپنا جو ٹینک ہے، جس میںCNGبھرنی ہے اس کا اپناweightجو ہے وہ پچاس پچاسK.Gہے۔اس کے نتیجے میں گاڑیوں کےsuspension systemکےrenovationکی ضرورت ہوتی ہے۔اس کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے کوئی رہنمائی کا بندوبست نہیں ہے اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ قرارداد تو اس حوالے سے اچھی ہے لیکن یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ اگر پاس ہو جاتی ہے اور ساری گاڑیاںCNGہو جاتی ہیں تو گورنمنٹ اس کا بندوبست نہیں کر پائے گی۔اس وقت بھی یہ صورتحال ہے کہ وافر مقدار کے اندرCNG Stationموجود نہیں ہیں۔ ان خرابیوں کی بنیاد پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ فی الحال یہ جو قرارداد کوrejectہونا چاہئے، اور یہ کہ اس کے لئے پورا ایک پلان موجود ہو اور وہ پلان یہاں پر پیش ہو، منسٹر ٹرانسپورٹ پیش کریں کہ اتنی گاڑیاں ہیں، اتنے سٹیشن ہیں، یہ پورا ایک سسٹم یہاں پر پیش ہو تاکہ اس کے بعد ہمیں تسلی ہو کہ اگر گاڑیاںCNGہو جائیں گی تو عوام کو ان مشکلات کا شکار نہیں ہونا پڑے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر!شکریہ۔اس ضمن میں، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محکمہ ٹرانسپورٹ حکومت پنجاب نے ماحولیاتی آلودگی کو کم کرنے اور صحت عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اربن ایریاء میں پبلک ٹرانسپورٹ کو CNG میں تبدیل کرنے کا مرحلہ وار پروگرام ترتیب دیا ہے، جو درج ذیل ہے:۔

نئے ٹوسٹروک موٹر کیب اور موٹر سائیکل رکشا پر بالترتیب 05-01-01 اور 05-09-01 سے بطور پبلک سروس گاڑی پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ دسمبر 2007 تک بڑے شہروں سے موجودہ ٹوسٹروک رکشے اور موٹر سائیکل رکشے مرحلہ وار ختم کر دیئے جائیں گے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے قائم کردہ گرین فنڈ سے فور سٹروک سی۔ این۔ جی رکشا متعارف کروایا گیا ہے جس کے لئے حکومت پنجاب آسان شرائط پر قرضہ فراہم کر رہی ہے۔اس سکیم کے تحت حکومت پنجاب نے بنک آف پنجاب، سمال انڈسٹری اور پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کے ذریعے دو طرح کی سبسڈی دی ہے۔یعنی مارک اپ کی ادائیگی بذمہ حکومت پنجاب ہو گی یا بیس ہزار روپے کی مالی معاونت کی جائے گی۔اگلے مرحلہ میں اربن ایریا میں سی این جی بسوں کو متعارف کروایا جائے گا۔یہ دو طرح سے ممکن ہو گا یعنی موجودہ بسوں کو مرحلہ وار سی این جی میں تبدیل کرنا اور دوسرا نئی سی۔این۔جی بسوں کا شامل کرنا، تجرباتی طور پر پیسنو کمپنی کی بنائی ہوئی ایک سی این جی بس ملتان میں چلائی گئی ہے جس کے حوصلہ افزاء نتائج سامنے آئے ہیں۔جہاں تک پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کو سی۔این۔جی میں تبدیل کرنے کا معاملہ ہے تو محکمہ ٹرانسپورٹ کا اس سے تعلق نہ ہے۔یہ ہر شخص کی اپنی صوابدید پر ہے کہ وہ اپنی گاڑی کو کس طرح کے فیول سے چلائے گا اور اس کے تعین سے اس کی مالی حیثیت اور ذاتی بجٹ کا سب سے زیادہ عمل دخل ہے۔

جناب سپیکر!یہ پہلی دفعہ پنجاب کی تاریخ میں ہوا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب محکمہ ٹرانسپورٹ کو priority پر لے کر آئے ہیں اور one billion روپے سے ایک گرین فنڈ قائم کیا گیا ہے۔اس سکیم کے تحت سب سے پہلے ہم نے فور سٹروک سی این جی رکشا متعارف کروایا ہے۔یہ بہت خوبصورت رکشا ہے،اس کا دھواں ہے اور نہ ہی شور ہے ۔ پنجاب حکومت اس پر subsidy بھی دے رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ credit جاتا ہے کہ اس صوبے کی تاریخ میں پہلی دفعہ سی این جی ٹرانسپورٹ کو متعارف کروایا جارہا ہے۔پہلے سی این جی رکشا متعارف کروایا گیا اب تمام بڑے شہروں میں سی این جی بسوں کو لایا جائے گا اور اس کے بعد مرحلہ وار پورے صوبے میں سی این جی ٹرانسپورٹ کو لایا جائے گا۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جیسا کہ ابھی وزیر ٹرانسپورٹ نے بتایا ہے کہ ہماری حکومت پہلے ہی مرحلہ وار ٹرانسپورٹ کو CNG میں تبدیل کر رہی ہے لہذا میں اپنی قرارداد کو withdraw کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: محرک اپنی قرارداد واپس لینا چاہتی ہیں کیا ہاؤس اس کی اجازت دیتا ہے؟

(ہاؤس نے اجازت دی)

ہاؤس اجازت دیتا ہے لہذا قرارداد dispose of ہوئی۔تیسری قرارداد ڈاکٹر تسنیم رشید صاحبہ کی طرف سے ہے۔ میری ان سے گزارش ہے کہ وہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور کو یونیورسٹی کا درجہ دینا

ڈاکٹر تسنیم رشید: جناب سپیکر!میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

> ”یہ ایوان وسیع تر مفاد عامہ کے پیش نظر صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج برائے خواتین لاہور کو فوری طور پر یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔“

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

> ”یہ ایوان وسیع تر مفاد عامہ کے پیش نظر صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج برائے خواتین لاہور کو فوری طور پر یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔“

MINISTER FOR HEALTH: Mr. Speaker! I oppose it.

DR. SYED WASEEM AKHTAR: Mr. Speaker! I oppose it.

DR. ASAD ASHRAF: Mr. Speaker! I oppose it.

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ نے اجازت دی ہوئی ہے کہ وزیر کی موجودگی میں پارلیمانی سیکرٹری بھی جواب دے سکتے ہیں تو میں اس قرار داد کوapproveکرتی ہوں۔اس کی حمایت کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر صحت، ڈاکٹر سید وسیم اختر اور ڈاکٹر اسد اشرف اس کوopposeکرتے ہیں۔ جی،ڈاکٹر تسنیم رشید صاحبہ!

ڈاکٹر تسنیم رشید: جناب سپیکر!فاطمہ جناح میڈیکل کالج پاکستان میں واحد عورتوں کا ادارہ ہے جو کہ تمام صوبوں کو ایک جگہ اکٹھا کرتا ہے۔ اس کالج میں تمام صوبوں کے لئے50 فیصد سیٹیں مخصوص ہیں اور 23 فیصد سیٹیں دوسرے ملکوں کے لئے ہیں۔ پاکستان میں کوئی دوسرا ایسا میڈیکل کالج نہیں ہے کہ جس میں سارے صوبوں کے لئے نشستیں مخصوص کی گئی ہوں۔یہ عورتوں کا واحد ادارہ ہے۔یہ ادارہ عورتوں کے لئے سوشل کلچر کوsupportکرتا ہے، یہ عورتوں کے لئے اسلامی کلچر کو بھیsupportکرتا ہے۔چونکہ یہ ایک اسلامی ملک ہے لہذا عورتوں کے تحفظ، اسلامی کلچر اور سوشل اکانومی کو دیکھتے ہوئے وزیر صاحب کو اجازت دینی چاہئے کہ اس ادارے کو عورتوں کے لئےupgradeکر دیا جائے۔چودھری پرویز الہیٰ اور جنرل پرویز مشرف صاحب ہر جگہ یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو ہر معاملے میںimportanceدی جائے۔ میں اپنے وزیر صحت صاحب سے گزارش کرتی ہوں کہ اس ادارے کوupgradeکر کے عورتوں کی یونیورسٹی بنانے کے لئے اس قرارداد کی حمایت کریں۔ شکریہ

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کوئی بھی وزیر یہاں ہاؤس میں کسی چیز کوopposeتو کر سکتے ہیں لیکنapproveنہیں کر سکتے کیونکہ approveکرنے کا اختیار ہاؤس کا ہے۔آپ ہاؤس میںputکرتے ہیں اس پر ووٹنگ ہوتی ہے اور جس کی اکثریت ہوتی ہے اسی کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے۔ کوئی شخص چاہے وہ پارلیمانی سیکرٹری ہو یا معزز ممبر یہاں کھڑا ہو کر، اٹھ کر اکیلے ہاؤس کےbehalfپر کسی چیز کی منظوری نہیں دے سکتا۔ اس قرارداد کی منظوری ہاؤس نے دینی ہے یعنی ''ہاں'' کہہ کر منظور کرنا ہے یا ''ناں'' کہہ کر اس کو

مسترد کرنا ہے۔ کوئی آدمی اس طرح کھڑے ہو کر نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کوapproveکرتا ہوں۔ہاؤس میں کوئی ممبرoppose تو کر سکتا ہےapprove نہیں کہہ سکتا۔ سب سے زیادہ افسوس مجھے اس بات کا ہے کہ وزیر صحت کےoppose کرنے کے بعد پارلیمانی سیکرٹری صحت اس کوapprove کر رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی اچھی روایت نہیں ہے۔ لہذا ہمیں اس کیcorrection کرنی چاہئے اور پارلیمانی روایات، قواعد و ضوابط اور محکمانہdiscipline کو بھی قائم رکھنا چاہئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! میں یہ بتانا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں میں بعد میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ جی، ڈاکٹر اسد اشرف صاحب!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! میں نے اس قرارداد کی مخالفت کی ہے کیونکہ اس میں مفاد عامہ کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ پنجاب کا بڑا پرانا خواتین کا میڈیکل کالج ہے۔ make and break کی پالیسی یا قانون نہیں بنانا چاہئے۔ اس سے پہلے بھی اسی ایوان میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کو یونیورسٹی بنانے کا ایک قانون پاس ہوا ہے۔ آج پونے دو سال ہو چکے ہیں لیکن سوائے قانون پاس کرنے کے ابھی تک اس یونیورسٹی کی کوئی چیز بھیon papers نہیں آئی ہے۔اس سے پہلے یہاں پر یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز بنائی گئی اور اس کےaims میں یہ تھا پنجاب کے تمام پرائیویٹ اور پبلک میڈیکل کالجز کے وہ امتحانات وغیرہ لیں گے۔ پچھلے چند سالوں میں ان کی جو کارکردگی رہی وہ سب کے سامنے ہے۔ان کے امتحانات کا سسٹم،ان کاcurriculum اور دوسری چیزوں پر آج تک کسی نے انگلی نہیں اٹھائی۔ خود وائس چانسلر بننے کے لئے یونیورسٹیاں بنانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ یہاں پر پروفیسرز کا بھی ایک مافیا ہے، پروفیسر کی اکثریتprofessional ہے لیکن چند پروفیسرز ایسے ہیں کہ جنھیں میں پروفیسرز مافیا کہوں گا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنی چھوٹی چھوٹیindependent states بنائی جائیں تاکہ وہ وہاں کے تاحیات وائس چانسلر بن جائیں۔یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی یونیورسٹی کا بل آتا ہے تو کمیٹی کو بھیpressurize کیا جاتا ہے کہ وہ کلاز زاس میں ڈالیں کہ جس سے وہ تاحیات وائس چانسلر رہیں۔ یہtrend بڑا خطرناک ہے۔آپ نے یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز بنائی ہے، جس کا ریکارڈ سب کے سامنے ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ میڈیکل کالجز کے پرنسپلز کے بچے اگر پنجاب یونیورسٹی کے تحت امتحان دیں تو وہgold medal لیں لیکن

اگر وہی بچے اپنا امتحان یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسسز کے تحت دیں تو ان کی supplementary آجاتی ہے۔اس فرق کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ میں اسی بنیاد پر اس قرارداد کی مخالفت کر رہا ہوں۔ اگر اس کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا تو پھر نشتر میڈیکل کالج، فیصل آباد میڈیکل کالج، راولپنڈی میڈیکل کالج بھی یونیورسٹی کا درجہ مانگیں گے۔یہاں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ 1934 کے بعد سے کوئی ریسرچ پیپر انٹرنیشنل میڈیکل Journal میں publish نہیں ہوا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے ہی یونیورسٹیاں نہیں بنانی چاہیئں بلکہ میڈیکل میں ایک ایسا سسٹم دینا چاہئے جس سے اچھے گریجوایٹس پیدا ہو سکیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پہلی بات تو یہ عرض کروں گا کہ ڈاکٹر صاحبہ نے اپنی تقریر کے دوران اسلام اور خواتین کے حقوق کی بات کی ہے۔ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ حکومتی بنچز پر بیٹھی ہیں آپ کم از کم وزیر صحت اور وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ تو کہیں کہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج کے ساتھ گنگا رام ہسپتال attach ہے۔ اس کے گائنی وارڈ میں ایک مرد ایسوسی ایٹ پروفیسر کو ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ یہیں پر سروس کرنے والی ایک خاتون پروفیسر ڈاکٹر فرخندہ شعیب full professor ہیں لیکن اسے OSD بنایا ہوا ہے۔ لہذا براہ مہربانی پہلی یہ rectification کر دیں کہ ایک کوالیفائیڈ خاتون پروفیسر کو OSD رکھا ہوا ہے اور کسی مرد blue eye ایسوسی ایٹ پروفیسر کو گائنی وارڈ کا انچارج بنایا ہوا ہے۔ میں ڈاکٹر تسنیم رشید صاحبہ سے گزارش کروں گا کہ وہ اس ambiguity کو دور کرائیں۔

جناب سپیکر! آپ دیکھ رہے ہیں کہ بہت ساری یونیورسٹیز بنائی گئی ہیں لیکن سب کا flow سنٹرل اور اپر پنجاب کی طرف ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ لاہور کے اندر پہلے بھی دو یونیورسٹیز بنائی گئی ہیں ایک یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز اور دوسری کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج یونیورسٹی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ بہاولپور ایک سٹیٹ رہی ہے۔ جب یحیٰ خان کے دور میں ون یونٹ بنایا گیا تھا تو اسے مغربی پاکستان کا حصہ بنایا گیا اور یہ بات on record ہے کہ یحیٰ خان نے اس وقت یہ بات تسلیم کی اور وعدہ کیا کہ جب ون یونٹ توڑا جائے گا تو بہاولپور کی سٹیٹ کی حیثیت کو بحال کر دیا جائے گا۔ میں بہاولپور کی تاریخی حیثیت کے حوالے سے demand کرتا ہوں چونکہ یہاں ایوان کے اندر جنوبی پنجاب کی بہت بات ہوتی ہے لیکن میں نے جان بوجھ کر جنوبی پنجاب کا تذکرہ نہیں کیا۔ میں

عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ نے یونیورسٹی بنانی ہے تو بہاولپور میں قائد اعظم میڈیکل کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیں تاکہ جنوبی پنجاب کے علاقے مستفید ہو سکیں۔ میں اس کی مخالفت کرتا ہوں کیونکہ اس کے نتیجے میں احساس محرومی ہوتا ہے کہ لاہور میں میڈیکل کی دو یونیورسٹیاں پہلے سے موجود ہیں اور تیسری بھی وہیں بنائی جائے۔ اگر تیسری یونیورسٹی بنانی ہے تو وہ بہاولپور میں بنائی جائے۔ مزید میں وزیر صحت سے گزارش کروں گا کہ گنگا رام میں پروفیسر فرخندہ شعیب کو OSD رکھا ہوا ہے اسے گائنی وارڈ کا head of department بنائیں اور ناجائز طور پر جو ایک مرد ایسوسی ایٹ پروفیسر کو گائنی وارڈ کا انچارج لگایا ہوا ہے اسے ہٹایا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ فرزانہ نذیر صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پہلے تو اپنے چند الفاظ کی تصحیح کرنا چاہ رہی ہوں کہ میرا مطلب اس قرارداد کو support کرنا تھا کیونکہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج نے آپ کو یہاں تین ایم پی ایز دی ہیں جن میں ڈاکٹر تسنیم، ڈاکٹر انجم امجد اور ڈاکٹر فرزانہ نذیر۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتی ہوں کہ فاطمہ جناح میڈیکل صرف ایک کالج نہیں بلکہ یہ ایک تاریخ ہے۔ جیسے اپوزیشن بنچز سے روزانہ اٹھ کر کہتے ہیں کہ نظریہ پاکستان بھول گئے، نظریہ پاکستان بھول گئے۔ میرے خیال میں اس وقت وہ بھی بھول گئے ہیں کیونکہ جب پاکستان بنا تو اس وقت بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے یہ آئیڈیا پیش کیا اور یہ کالج ان کے کہنے پر بنایا گیا۔ یہ کالج ان کی بہن کے نام پر بنا جو کہ ایک ڈاکٹر تھیں اور انھوں نے یہاں پر تین بار visit کیا لیکن اس کے characteristics یہ ہیں کہ یہ ایک exclusively female ادارہ ہے جو ایک سفیر کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ہمارے اسلامی ممالک جہاں co-education کی اجازت نہیں ہے 150 سیٹیں ان کے لئے reserved ہیں جن میں سعودی عربیہ، سوڈان، یو اے ای، ملائیشیا اور باقی عرب ممالک کی خواتین یہاں اس لئے پڑھنے آتی ہیں کہ یہ exclusively female ادارہ ہے۔ ہمارے ملک پاکستان میں inter provincial relationship بھی اسی ادارے کی وجہ سے ہے۔ اس ادارے میں بلوچستان، سندھ اور سرحد کے لئے بھی reserve seats موجود ہیں۔

جناب سپیکر! ہم ایک طرف women in power کی بات کرتے ہیں تو دوسری طرف کیا قباحت ہے؟ پورے پاکستان میں یہ ایک exclusive ادارہ ہے جہاں سے فارغ التحصیل خواتین نے USA میں اپنا لوہا منوایا ہے۔ ابھی آپ basic sciences میں چلے جائیں

وہاں female teachers کا فقدان ہے۔ ہمارے ہاں سوشل اور کلچر norms ایسے ہیں کہ خواتین کو ایم بی بی ایس کے بعد مزید آگے تعلیم کے لئے ان کی فیملی اجازت نہیں دیتی کہ وہ مخلوط تعلیم میں پڑھ سکیں۔ تو اگر ہم نے عورت کو اوپر لانا ہے اور اسے empower کرنا ہے خدا تعالیٰ نے بھی ہمیں یہ حق دیا ہے تو پھر یونیورسٹی بنانے میں کیا قباحت ہے؟ اگر یونیورسٹی بنا دی جائے تو وہ وہاں آرام سے پڑھ سکیں گی پوسٹ گریجوایشن ہو گی اور ہم اپنے سٹوڈنٹس تیار کر کے چاروں طرف بھیج سکیں گے۔ اگر ہم یونیورسٹی نہیں بنائیں گے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم جو دعویٰ کرتے ہیں کہ تعلیم سب کے لئے عام ہے تو پھر اس میں کوئی reality نہیں رکھتے۔

جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اسی کالج کے اساتذہ کرام جیسے شبنم اقبال نیازی جنھوں نے پوری دنیا میں اپنا لوہا منوایا ہے پیپاٹائمس بی کے سارے پیپر انھوں نے ہی پڑھے تھے میں آپ کو یہ کتاب دکھانا چاہتی ہوں جس میں انھوں نے anatomy کو قرآن کے ساتھ relate کر کے بتایا۔ مجھے بتایا جائے کہ کیا اتنے قیمتی brain کو ضائع کیا جائے یا صرف ہندووانہ ذہن رکھا جائے کہ عورت ہمارے پاؤں کی جوتی ہے۔ ہم عورت کو صرف سکولز کالجز تک تو لا سکتے ہیں ایم بی بی ایس تو کرا سکتے ہیں لیکن اسے specialization سے دور رکھا جائے۔ اس میں گورنمنٹ کا کوئی پیسہ بھی involve نہیں ہو گا بلکہ غیر ممالک میں جو سٹوڈنٹس settled ہیں وہ donate کرنا چاہتے ہیں تاکہ فاطمہ جناح کا تقدس maintain رہے۔

جناب والا! جہاں تک عورت کی عقل و فہم کی بات ہے میں اس بارے میں ایک واقعہ بتانا چاہتی ہوں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ تقریر فرما رہے تھے جہاں عورتیں بھی موجود تھیں تو انھوں نے فرمایا کہ میں حق مہر کی حد مقرر کرتا ہوں لیکن ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہمیں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں آپ ان سے ہمیں کیوں محروم رکھ رہے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ جس کی جتنی استطاعت ہو وہ اتنا حق مہر دے حتیٰ کہ آدمی عورت کو خزانہ بھی دے سکتا ہے جو طلاق کی صورت میں وہ واپس نہیں لے سکتا۔ تو اے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہمیں کیوں محروم کر رہے ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو منٹ کے لئے چپ کر گئے اور پھر فرمایا کہ تم عورت ہو کر عقل و فہم میں مجھ سے آگے بڑھ گئی ہو۔ میری بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر صحابہ کرام بھی یہ تسلیم کرتے ہیں تو یہاں جو اپنے آپ کو بڑے عالم اسلام ظاہر کرتے ہیں اور ہمارے اپنے بنچز میں بھی ہیں۔ جناب والا! کیا مسئلہ ہے کہ یونیورسٹی نہ بنائی جائے۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ۔بی بی!

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!آپ نے جو گائیڈڈ میزائل چلایا ہوا ہے ان کو تو کہیں کہ موضوع پر بات کریں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب!پلیز تشریف رکھیں۔ میری گزارش سن لیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا!میں ریکاڈ کے حوالے سے تصحیح کرنا چاہتا ہوں۔اگر میں وہ بات نہیں بتاؤں گا تو میرے خیال میں ہم سب کے لئے بہت زیادتی ہو گی۔ سر گنگا رام کی وفات کے بعد کچھ لوگ اس کی بیوہ کے پاس گئے تھے۔ڈاکٹر فرزانہ نذیر وہاں کی گریجوایٹ ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کالج بنا کیسے تھا؟ ذرا میری بات سن لیجئے۔ میں بیچ میں نہیں آنا چاہتا تھا لیکن یہ بات سب کے علم میں ہونی چاہئے۔اس عظیم خاتون کے پاس لوگ گئے کہ اب کالج بننا چاہئے تو اس نے کہا کہ اب میرے پاس صرف 8لاکھ روپیہ رہ گیا ہے۔ان کے ایک بچے بالک رام کی 7/8 سال کی عمر میں وفات ہو گئی تھی۔اس نے کہا کہ آپ مجھ سے یہ 8لاکھ روپے لے لیں لیکن اس کالج کا نام بالک رام میڈیکل کالج رکھیں۔یہ وہ بالک رام میڈیکل کالج ہے جسے بعد میں فاطمہ جناح میڈیکل کالج بنایا گیا اور آج ہم بالک رام میڈیکل کالج کو فاطمہ جناح میڈیکل کہتے ہیں ہمیں یہ حقائق سامنے رکھنے چاہیئں۔

جناب والا!میں دوسری یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کا نام نہیں بدلا گیا تو اس کا نام کیوں بدلا گیا۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،وزیر صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا!یہ تو 1924 کی بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر صحت!(قطع کلامیاں)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ایک تو ہماری محترمہ بہن۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گی کہ۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔آپ نے اپنی بات مکمل کر لی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ایک تو ہماری معصوم پارلیمانی سیکرٹری ہیلتھ جو ہیں وہ اتنی معصوم ہیں بیچاری جو کچھ کہتی ہیں ان کو خود پتا نہیں ہوتا کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! نماز کا وقت ہونے والا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب میں ایک منٹ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ہاؤس نے خود ایک Resolution پاس کیا ہے۔ میں ان سے درخواست کروں گا ان سے یہ بھی کہوں گا کہ اس حکومت کا یہ motto نہیں ہے کہ خواتین کے لئے علیحدہ یونیورسٹیاں بنائی جائیں۔ فاطمہ جناح ایک کالج راولپنڈی میں بنا تھا جو پریذیڈنٹ ہاؤس تھا اس کو انہوں نے بنا دیا۔(قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گی کہ۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ آپ تشریف رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: اور اس وقت کی حکومت نے کالج کو خالصتاً خواتین کے لئے بنایا تھا لیکن یہ حکومت روشن خیالی میں اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ انہوں نے اس سال وہاں پر مردوں کا داخلہ بھی کر دیا ہے۔ لہذا ان سے میں یہ کہوں گا کہ اس حکومت کا یہ motto نہیں ہے کہ وہ علیحدہ خواتین کی یونیورسٹیاں بنائے بلکہ وہ تو چاہتے ہیں کہ مرد اور عورتیں اکٹھے دوڑ لگائیں اور اکٹھے سب کچھ کریں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گی کہ۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: محترمہ تشریف رکھیں۔وزیر صحت سے یہ گزارش ہے کہ وہ wind up کریں۔آپ کچھ کہنا چاہ رہے ہیں یا کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ (قطع کلامیاں)

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو issue ہے کہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا جائے۔ It is not about human rights or female rights یا گنگا رام کی ہسٹری ہے۔ simple سا ایک Resolution محترمہ نے پیش کیا ہے کہ اس کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔ پاکستان کی گورنمنٹ کی تاریخ دیکھ لیں کہ چودھری پرویز الٰہی کی واحد حکومت ہے جس نے ساڑھے تین سال کے عرصے میں پہلے ہی دو میڈیکل یونیورسٹیاں بنائی ہیں۔ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی۔ یونیورسٹی بنانے کا رواج ہی ہم نے شروع کیا ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جو پرانے انسٹیٹیوٹ ہیں ان کو مزید ترقی دینی چاہئے۔ مسئلہ صرف اتنا ہے کہ آج اگر آپ بیج بوتے ہیں تو وہ پودا بنتا ہے وہ evolutionary process growth سے درخت بنتا ہے۔ اب پودے کو درخت کا درجہ تو نہیں دے سکتے۔ ہر institution نے وقت کے ساتھ grow کرنا ہوتا ہے۔ وہ ایک natural process ہے اس کی academic growth ہونی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اسد اشرف نے بڑی اچھی بات کی ہے۔ ہمارے لئے بڑا آسان ہے کہ ہم تمام institutions کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیں لیکن ہم بڑی سوچ سمجھ کے تحت ہم پبلک کا interest watch کرتے ہوئے ان institutions کا interest watch کرتے ہوئے بڑی سوچی سمجھی پالیسی کے تحت یونیورسٹی کا درجہ دیتے ہیں۔ ہم نے دو کو یونیورسٹی کا درجہ دیا ہے جو پہلے کسی نے نہیں دیا تھا۔ جہاں تک فاطمہ جناح میڈیکل کالج کا تعلق ہے We are very proud. کہ یہ institution ہے ہماری official position یہ ہے میں نے Resolution کو oppose محض اس لئے کیا ہے کہ ہم اس کو اس وقت یونیورسٹی کا درجہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن ہم اس چیز کو consider کرنے اور جائزہ لینے کے لئے تیار ہیں۔ اس کا جائزہ لیں گے اگر یہ اس قابل ہوا تو ہم اس کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

> ”یہ ایوان وسیع تر مفاد عامہ کے پیش نظر صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج برائے خواتین لاہور کو فوری طور پر یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔“

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: یہ چوتھی قرارداد شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب سپیکر!اس ایوان کی رائے ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب وزیر خزانہ کی طرف سے request آئی ہے کہ اس کو اگلے اجلاس تک کے لئے pending کر لیں کیونکہ آج وہ تشریف فرما نہیں ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میری عرض سن لیں اس میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہے ان کے پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں ان کے پاس جواب بھی موجود ہے۔یہ بہت ضروری مسئلہ ہے اس میں پنجاب کا اتنا نقصان ہو رہا ہے۔ان کے پاس جواب بھی موجود ہے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ان کی طرف سے باقاعدہ application آئی ہوئی ہے وہ خود جواب دینا چاہ رہے ہیں کوئی بات نہیں اس کو pending کر لیتے ہیں۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! پھر میں اس کو پڑھ دیتا ہوں اس کو کل تک کے لئے پھر رکھ لیں۔

جناب سپیکر: پڑھنے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔جب وزیر موصوف ہے ہی نہیں اور پھر انہوں نے لکھ کر بھیجا ہوا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب اس کو پھر کل پر رکھ لیں۔ویسے ہی یہ چار مہینے کے بعد آئی ہے۔

جناب سپیکر: اگلے منگل کو اس کو take up کریں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! وہ تو پھر بہت late ہو جائے گا۔میں اس کو پھر پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب وزیر موصوف نے لکھ کر بھیجا ہے اس لئے مناسب نہیں ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب پھر اسے کل پر رکھ لیں۔

جناب سپیکر: نہیں کل تو قرارداد ہو ہی نہیں سکتی۔

شیخ علاؤالدین: جناب پھر سوموار والے دن رکھ لیں۔

جناب سپیکر: اگلے منگل کو ہو سکتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! پھر میں اس کو پڑھ دیتا ہوں یہ انتہائی ضروری ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب آپ کیا کر رہے ہیں اس کو پڑھنے کا فائدہ نہیں ہے۔ جس نے جواب دینا ہے وہ تو چھٹی پر ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! ان کا کوئی تعلق نہیں ہے یہ سٹیٹ بنک نے ایک بوتھ بنانا ہے اور پبلک کا اس میں بہت فائدہ ہے۔

جناب سپیکر: پڑھنے کا کیا فائدہ ہو گا؟

شیخ علاؤالدین: جناب والا! وزیر قانون بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہ کہہ دیں کہ ہاں گورنمنٹ کرے گی۔ اس میں صرف سٹیٹ بنک کو یہ کہنا ہے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون نے جواب نہیں دینا یہ وزیر خزانہ سے متعلقہ ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ اس ایوان کی طرف سے سٹیٹ بنک کو یہ کہا جائے کہ foreign exchange export لاہور سے کی جائے۔

جناب سپیکر: نہیں، اس کا جواب آئے بغیر کیسے سٹیٹ بنک کو کہہ دیا جائے۔

شیخ علاؤالدین: پھر جیسے آپ مناسب سمجھتے ہیں یا پھر اسے سوموار تک کے لئے موخر کر دیں۔ اس کو پھر آگے نہ لے کر جائیں۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب کو آنے دیں پھر اس کو take up کرتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب!

جناب سپیکر: اگلے منگل تک اس کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی قرارداد محترمہ فرزانہ راجہ کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف فرما نہیں ہیں لہذا یہ قرارداد dispose of ہوئی۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ اذان میں دو منٹ رہ گئے ہیں آپ تشریف رکھیں۔ بل نمبر (Bill No 6 of 2006) زیر غور ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میری بھی ایک قرارداد تھی جو آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔

جناب سپیکر: وہ اگلے اجلاس تک کے لئے pending ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! وہ تو آج تک کے لئے تھی۔

جناب سپیکر: نہیں سیکرٹری صاحب بتا رہے ہیں کہ اگلے اجلاس تک کے لئے موخر ہے۔ جناب وقاص صاحب یہ بل پیش کریں گے۔

مسودہ قانون

(جو متعارف ہوا)

مسودہ قانون (ترمیم) نوعمر افراد کی تمباکو نوشی پنجاب مصدرہ 2006

MR. MUHAMMAD WAQAS: I move:

That leave be granted to introduce the Punjab Juvenile Smoking (Amendment) Bill 2006

MR SPEAKER: The motion moved is:

That leave be granted to introduce the Punjab Juvenile Smoking (Amendment) Bill 2006

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اس کو oppose کرنا چاہتا ہوں لیکن میں نے جناب ارشد بگو صاحب سے بات کی ہے کہ یہ اس کو withdraw کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم مل کر، کیونکہ اس میں پہلے ہی Federal legislation موجود ہے تو ہم in conformity with that کرنا چاہتے ہیں تو میں نے ان سے request کی تھی اور یہ انہی کی طرف سے آئے گا اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ اس کو یہ withdraw کر لیں۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک اس کو withdraw کر رہے ہیں۔

جناب محمد وقاص: جناب والا! میں اس سلسلے میں یہ یقین دہانی بھی چاہتا ہوں کہ یہ اس کو کتنے وقت میں لے کر آئیں گے اس لئے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: وہ آپ وزیر قانون کے ساتھ ان کے چیمبر میں بیٹھ کر بات کر لیں۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! یہ ایک مستقل trend ہے۔ گورنمنٹ نے ہمارے تین بل اس لئے ہم سے withdraw کروائے کہ وہ اس پر اپنی قانون سازی کرنا چاہتے ہیں تو کیا ہم اس ایوان میں قانون سازی کا کوئی حق نہیں رکھتے یا ہماری اس میں کوئی contribution نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ کی contribution ہے اور وہ آپ کا ہی کہہ رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ شاید معزز دوست نے سنا نہیں آپ کی طرف سے ہی یہ بل اگلے پرائیویٹ ممبر ڈے پر آئے گا۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر: چونکہ mover نے یہ بل withdraw کر لیا ہے لہذا یہ بل dispose of ہوا۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! ڈاکٹر فرزانہ نذیر شاید رو رہی ہیں تو جن الفاظ سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے ہم معذرت کے ساتھ وہ الفاظ واپس لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ جی، ڈاکٹر فرزانہ نذیر!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! ابھی انہوں نے کہا ہے کہ گائنی میں male professor نہیں ہونا چاہئے تو یونیورسٹی نہیں ہو گی تو post graduate students کہاں سے آئیں گے۔ پھر یہ دوغلا پن چھوڑ دیں۔ یہ ایک طرف کہتے ہیں کہ female professor فرخندہ کو لگائیں جس نے دو مریضوں کو موت کے منہ میں پہنچا دیا اس کو دوبارہ لگا دیں، تب انہوں نے Adjournment Motion دی تھی۔ ان کے قول و فعل میں تضاد کیوں ہے؟ یا آپ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کہا تھا کہ تعلیم حاصل کرنا صرف مرد کا فرض ہے۔ یہ نکال دیں کہ پھر عورت کا بھی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں یہ اختیارات دیئے ہیں اور ہمارے وزیر اعلیٰ کا بھی یہی vision ہے تو آپ اپنی special powers use کریں اور آپ حکم صادر فرمائیں کیونکہ آپ انصاف کریں، میں بال آپ کی کورٹ میں پھینکتی ہوں۔

جناب سپیکر: میں یہ حکم صادر نہیں فرما سکتا۔ یہ اکثریت رائے کا فیصلہ ہے، ایوان نے جو فیصلہ دیا ہے وہی سب کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اب اجلاس کل بروز جمعتہ المبارک 30۔جون2006 صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

1493

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،30۔جون2006

1۔ تلاوت قرآن پاک وترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ جات سماجی بہبود وبیت المال)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

عام بحث

تھانوں کے ماحول کی اصلاحات کے لئے تجاویز

1495

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک،30۔جون2006

(یوم الجمع،3۔جمادی الثانی1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 9بج کر52منٹ پر زیر صدارت جناب چیئرمین عام عثمان عادل منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَأۡكُلُوٓاْ أَمۡوَٰلَكُم بَيۡنَكُم بِٱلۡبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٖ مِّنكُمۡۚ وَلَا تَقۡتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمۡۚ

إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيمٗا ٢٩

سورۃ النِّسَاء29

مومنو!ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے)اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کچھ شک نہیں کہ خدا تم پر مہربان ہے(29)

وما علینا الا البلاغ o

جناب چیئرمین: اب وقفہ سوالات کا آغاز ہوتا ہے اور آج محکمہ جات سماجی بہبود، بیت المال سے متعلقہ سوالات ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ اگر جناب سپیکر اور ڈپٹی سپیکر صاحب نہ ہوں تو order of preference میں پینل آف چیئرمین بیٹھتے ہیں تو کیا آپ کا نام پینل آف چیئرمین میں ہے؟

جناب چیئرمین: جی، نہیں ہے لیکن پینل آف چیئرمین میں سے کوئی صاحب موجود نہیں ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جس وقت اجلاس شروع ہوا ہے اس وقت آپ تشریف فرما نہیں تھے اس لئے معزز رکن نے کارروائی کا آغاز کروایا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

پوائنٹ آف آرڈر

پشاور میں صحافیوں پر ایم این اے اور حکومتی اہلکاروں کا تشدد

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پشاور میں پرسوں ایک ایم۔این۔اے اور کچھ حکومتی اہلکاروں نے صحافیوں پر تشدد کیا ہے، ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور آپ کی وساطت سے حکومت کے ذریعے مرکزی حکومت کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ صحافی جو ہوتے ہیں وہ پوری قوم کی امانت ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے دوست ہیں دشمن نہیں ہیں۔ یہ ملکی مفاد میں لکھتے ہیں، چاہے وہ ان کے اپنے خلاف ہو وہ بھی یہ لکھتے ہیں، جو ملک کے مفاد میں ہو یہ لکھتے ہیں۔ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ وہاں پر صحافیوں پر جو تشدد ہوا ہے اور حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان افراد کو جنہوں نے ان پر تشدد کیا ہے ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے جو سرحد میں ہوا ہے اور جس طرح ارشد محمود بگو صاحب نے کہا ہے کہ یہ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ظاہری بات ہے کہ جب ایک افسوسناک واقعہ ہوا ہے تو وہاں پر جو صوبائی حکومت ہے وہ قانون کے مطابق کارروائی بھی کرے گی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ کو کوئی اچھا نہیں کہا جا سکتا۔یہ افسوسناک واقعہ ہے۔ہم اپنے صحافی بھائیوں کا پورا احترام کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب !

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔دو روز قبل ایک تحریک التوائے کار جس میں ہم کوئی نو، دس محرکین کی طرف سے وائس چانسلر فیصل آباد کے حوالے سے move ہوئی تھی اور اس پر ہاؤس کا جو consensus ہوا اور جتنا کچھ اخبارات میں آیا یہ چیئر کے بھی علم میں ہے اور تمام معزز ممبران کے علم میں بھی ہے۔اب ہوا یہ ہے کہ اس پر ایک کمیٹی بنادی گئی ہے جس کا نوٹیفکیشن بھی کل ہو گیا ہے۔اب بد قسمتی سے یہ ہو رہا ہے کہ چیئر نے یہ observation record کروائی تھی کہ چونکہ یہ بڑا اہمیت عامہ کا مسئلہ ہے اور بڑا sensitive معاملہ ہے، اس میں ٹریژری بنچز سے اور اپوزیشن سے تمام لوگ متفق تھے کہ اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے لیکن ہم کوئی کارروائی بغیر انکوائری کے نہیں کروانا چاہتے تاکہ اس میں جو تمام انکوائری ہے وہ ہو جائے۔اس پر سوموار تک ہمارا موجودہ سیشن چلنا ہے جو ہمارے علم میں بات ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ آپ اس معاملے کو اس کے منطقی نتیجے تک پہنچانے کے لئے اور جو آواز یہاں پر اٹھائی گئی ہے پورے ہاؤس کا اس پر consensus تھا اور چیئر نے رولنگ بھی دی ہے کہ سوموار تک اس کی رپورٹ آجائے اور ارشد لودھی صاحب نے بھی اٹھ کر کہا تھا کہ بالکل اس کو سوموار تک آنا چاہئے یہ ہاؤس کی پراپرٹی ہے تاکہ ہاؤس اس کا فیصلہ کرے۔ میری یہ گزارش ہے کہ کمیٹی کے جو سربراہ میاں عمران مسعود صاحب ہیں، وہ اس وقت تشریف نہیں رکھتے، ان کو کہیں کہ ایک تو آج کمیٹی meet کرے اور اس کے بعد آج یا کل کا پورا اور کنگ ڈے ہمارے پاس موجود ہے اور اس اہم معاملے کے لئے اگر ہمیں دو تین روز مسلسل بھی اس کی میٹنگ کرنی پڑتی ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔یہ اس پر مہربانی کریں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ شیخ صاحب! سیکرٹری صاحب کہہ رہے ہیں کہ سوموار تک نہیں کہا تھا بلکہ ایک ماہ تک چیئر نے کہا تھا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میں بھی اس کا mover ہوں۔ اس پر کافی بحث ہوئی تھی اور وہ جوادارہ ہے آپ بھی وہاں کے گریجویٹ ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت یہ بڑا اہم اور burning issue فیصل آباد میں ہے اور اس کالج میں تقریباً پانچ یا چھ ہزار طلباء یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں۔ اس کا فائدہ تو یہ ہے کہ اگر یہ تیس دن میں نہیں کرتے ہیں تو یہ lapse کر جائے گا، پھر آپ سے ٹائم لیں گے۔ پھر ایسا ہے کہ مہربانی کر کے آپ اس کو meet کرنے دیں یہ کوئی لمبا نہیں ہے ایک تو case of sexual harassment اور دوسرا اس میں financial irregularities کا ہے۔ وہاں پر یہ کمیٹی جائے۔ کمیٹی meet کرے، اس بچی کا بیان لے لیں۔ اس کا پھر ڈیپارٹمنٹ ایک ایکشن لے۔ باقی جو financial irregularities کے معاملات ہیں اس بارے میں وہ کمیٹی meet کرتی رہے۔ اگر وہ صاحب وہیں پر بیٹھے رہیں گے تو پھر وہ انکوائری پر بھی اثرانداز ہوں گے۔ آپ صرف یہ مہربانی کر دیں کہ initial probe/initial inquiry about the sexual harassment کو Monday تک decide کرنے کا حکم دے دیں۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب! آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں پہلے اس سے ہٹ کر ایک point پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ کل وقفہ سوالات کے دوران سوال نمبر 1957 کے متعلق جناب کا حکم تھا کہ latest position بتائی جائے تو میں نے اس بابت latest position لے لی ہے اور اس کی کاپی میں معزز ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی کے سوال نمبر 1957 کے جواب کی latest position وزیر قانون کی جانب سے ایوان کی میز پر رکھ دی گئی)

فیصل آباد کالج کا معاملہ کل جب ہاؤس میں discuss ہوا تو اس وقت میں ہاؤس میں موجود نہیں تھا اس وقت میں ایک میٹنگ میں تھا۔

جناب سپیکر: اس حوالے سے کمیٹی تشکیل پا چکی ہے۔ معزز اراکین اسمبلی چاہتے ہیں کہ اس بارے میں Monday تک ابتدائی رپورٹ آ جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ وزیر تعلیم صاحب کے تشریف لانے پر اس بابت ان سے بات کر لیتے ہیں اور ان کو درخواست کرتے ہیں کہ اسے ذرا جلدی initiate کر دیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! وہ ادارہ اس وقت اخباروں کی زینت بن رہا ہے۔ آپ صرف اتنی directions دے دیں کہ initial inquiry کی رپورٹ Monday کو آ جائے۔ کمیٹی financial irregularities کو بے شک بعد میں decide کر لے۔

جناب سپیکر: اب تک convenor صاحب ہاؤس میں تشریف نہیں لائے ہیں۔ وہ آتے ہیں تو پھر ان سے بات کر لیتے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب! آپ direction دے دیں اگر آپ کی direction ہو جائے گی تو پھر انھیں لازماً meet کرنا پڑے گا اور اس طرح Monday کو initial inquiry report آ جائے گی۔ اگر آپ direction کر دیں گے تو He is bound to abide by that. آپ یہ ہدایات دے دیں کہ اس کی initial inquiry کی رپورٹ Monday تک آ جائے۔

جناب سپیکر: میٹنگ تو چیئرمین نے ہی convene کرنی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: آپ کی direction کو comply کرنا that is mandatory آپ یہ direction دے دیں کہ اس initial probe کی رپورٹ Monday کو یہاں پر آ جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں صرف کل کا دن ہے، آج Friday ہے۔ درمیان میں ہفتہ ہے اور آگے Sunday کی چھٹی ہے۔ convenor نے ابھی میٹنگ کا نوٹس بھی جاری کرنا ہے، متعلقہ حکام کا وہاں ہونا بھی ضروری ہے۔ بیانات لینے ہیں کیونکہ جو statements آئیں گی اسی بنیاد پر کارروائی آگے بڑھائی جا سکتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح time limit نہ کیا جائے جس طرح چیئر کی رولنگ ہے کہ اس کو جلد از جلد کیا جائے وہ مناسب ہو گا۔ وزیر صاحب آتے ہیں تو انھیں کہہ دیتے ہیں کہ اس بارے میں جلد از جلد کارروائی شروع کر کے ایک مہینے سے بھی جلدی مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ جناب Monday تک it will be impossible

شیخ اعجاز احمد: اگر یہ Monday تک نہیں کرتے تو پھر رپورٹ کس کو پیش کریں گے ؟Monday کے بعد اجلاس تو شاید ستمبر میں آئے گا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! دوبارہ اجلاس ستمبر یا mid September میں آئے گا۔ اس طرح اڑھائی مہینے تک یہ معاملہ لٹکا رہے گا۔

جناب سپیکر: اگر وزیر تعلیم صاحب تشریف لے آتے ہیں تو پھر Monday تک ٹھیک ہے اگر وہ آج آتے ہی نہیں ہیں تو پھر مشکل ہو گا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ بڑا burning issue ہے، آپ بھی وہاں کے گریجوایٹ ہیں لہذا آپ اس ادارے کا سوچیں۔

جناب سپیکر: چیئرمین تو آ جائیں۔ اگر وہ تشریف لے آتے ہیں تو پھر Monday تک کر لیتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر وزیر تعلیم میاں عمران مسعود ایوان میں تشریف لے آئے)

رانا آفتاب احمد خان: جناب ان سے کہیں کہ صبح نماز کے وقت اٹھا کریں، نماز پڑھ کر آیا کریں۔ یہ وزیر 9.00 بجے تک سوئے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں عمران مسعود صاحب! گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے بارے میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ اس نے وائس چانسلر کے بارے میں انکوائری کرنی ہے۔ اس بارے میں مہربانی فرمائیں اور Monday تک اس کی رپورٹ آنی چاہئے۔

وزیر تعلیم: جی، بہتر ہے، جیسے آپ کا حکم۔

جناب محمد وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محمد وقاص صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آج کا وقفہ سوالات پوائنٹ آف آرڈرز میں ہی گزر جائے گا۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! اسی سے relevant ایک بات ہے، اس بابت میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ جس طرح ابھی شیخ اعجاز صاحب نے بات کی کہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد کا معاملہ اخبارات میں بڑا highlight ہوا ہے اور یہ بڑا positively ہوا ہے کیونکہ پنجاب اسمبلی نے اس معاملے میں بڑا ایکشن لیا ہے۔ میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ کل جب اجلاس ختم ہوا تو مال روڈ پر پچاس، ساٹھ طالبات نے مظاہرہ کیا۔ ٹاؤن شپ کے ایک کالج کی طالبات نے مظاہرہ کیا اور انھوں

نے کہا ہے کہ جو کچھ فیصل آباد میں ہوا ہے اور اس کا نام حبیب اللہ ہے اور اس کالج کا نام پنجاب ایجوکیشن کالج ٹاؤن شپ ہے کل اجلاس ختم ہونے کے بعد اس کے خلاف تقریباً پچاس ساٹھ طالبات نے مظاہرہ کیا۔ میں، ڈاکٹر وسیم اور ارشد محمود بگو صاحب اتفاقاً موجود تھے۔ ہم چلے گئے اور پھر رضا علی گیلانی صاحب کو بھی ہم لے گئے۔

جناب والا! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ جو کمیٹی آپ نے تشکیل دی ہے یہ case بھی اس کمیٹی کے سپرد کریں۔ ادھر بھی financial embezzlement ہوئی ہے اور وائس چانسلر، حبیب اللہ وہی کچھ کر رہا ہے جو کچھ فیصل آباد کے وائس چانسلر کے بارے میں یہاں کہا گیا ہے۔

جناب سپیکر: پہلے فیصل آباد کے بارے میں کمیٹی کی رپورٹ آنے دیں پھر اس کے بعد اس معاملے کو بھی دیکھ لیں گے۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے سوال ہے۔

سوالات

(محکمہ جات سماجی بہبود وبیت المال)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! On his behalf Question No. 4890 کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور میں محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام پراجیکٹس اور دیگر معلومات کی تفصیل

*4890 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میں سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے کون کون سے پراجیکٹس کس کس جگہ محکمہ کی براہ راست نگرانی میں چلائے جا رہے ہیں؟

(ب) ان اداروں میں کیا کیا خدمات مہیا کی جاتی ہیں اور ہر ادارہ سے استفادہ کرنے والوں اور ملازمین کی کیا تعداد ہے ہر ادارہ کا کیا سالانہ بجٹ ہے؟

(ج) لاہور میں کن نجی اداروں کو محکمہ کی طرف سے مالی امداد وتعاون مہیا کیا جاتا ہے، اداروں کے نام اور فراہم کی گئی مالی امداد وتعاون کی تفصیل سے مطلع فرمائیں؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) لاہور میں مندرجہ ذیل سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے پراجیکٹ ہیں جو محکمہ کی براہ راست نگرانی میں دیئے گئے پتے/ایڈریس پر کام کر رہے ہیں:۔

شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر1 مصری شاہ لاہور
شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر2 گڑھی شاہو لاہور
شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر3 سمن آباد لاہور
شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر4 آؤٹ فال روڈ سنت نگر لاہور
شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر5 داتا دربار نزد سماع ہال لاہور
شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر6 نزد شمع سینما لاہور
شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر7 گرین ٹاؤن لاہور
شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر8 مغل پورہ لاہور
شہری اجتماعی پراجیکٹ نمبر9 گلبرگ لاہور
سی ڈی پراجیکٹ گوالمنڈی لاہور
دیہی اجتماعی ترقیاتی پراجیکٹ چوہنگ لاہور
دیہی اجتماعی ترقیاتی پراجیکٹ رائیونڈ لاہور
دیہی اجتماعی ترقیاتی پراجیکٹ برکی لاہور

<u>دارالامان</u>

اس ادارہ میں معاشرے کی ستائی ہوئی اور مجبوریوں کی وجہ سے اپنا گھر چھوڑنے والی خواتین کو پناہ مہیا کی جاتی ہے۔ دوران پناہ ان کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم وتربیت بھی کی جاتی ہے۔ اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد 14 ہے اور سالانہ بجٹ 14 لاکھ 90 ہزار روپے ہے۔ اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد 92 ہے۔

<u>ڈس ایبلڈ ہوم (نشیمن)</u>

اس ادارہ میں معذور بچوں کو رہائش، کھانا پینا اور مختلف ہنر میں تربیت دی جاتی ہے۔ اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد 19 ہے اور سالانہ بجٹ 24 لاکھ 34 ہزار روپے ہے۔ اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد 75 ہے۔

چمن

اس ادارہ میں ذہنی معذور بچوں کو رہائش، کھانا پینا اور مختلف ہنر میں تربیت دی جاتی ہے۔اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد15 ہے اور سالانہ بجٹ17لاکھ 21ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد30 ہے۔

دارالفلاح

اس ادارہ میں بیوہ خواتین کو ان کے بچوں کے ساتھ رہائش اور مختلف ہنروں میں تربیت مہیا کی جاتی ہے۔ دوران رہائش ان کو ماہانہ اعزازیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد10 ہے اور سالانہ بجٹ12لاکھ 60ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد231 ہے۔

دارالسکون

اس ادارہ میں مختلف ذہنی امراض میں مبتلا افراد کو ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد اور گھر جانے سے پہلے رکھا جاتا ہے۔اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد22 ہے اور سالانہ بجٹ21لاکھ 18ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد85 ہے۔

سوشل ویلفیئر ٹریننگ انسٹیٹیوٹ

اس ادارہ میں محکمہ ہذا کے ملازمین اور این جی اوز کی تربیت کے لئے مختلف کورسز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد27 ہے اور سالانہ بجٹ44لاکھ 89ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد1215 ہے۔

عافیت

اس ادارہ میں بزرگ بے سہارا شہریوں کو رہائش، کھانا پینا وغیرہ کی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔ اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد14 ہے اور سالانہ بجٹ23لاکھ 22ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد54 ہے۔

قصر بہبود خواتین

اس ادارہ میں بچیوں کو مختلف ہنر سکھائے جاتے ہیں۔ اس وقت اس ادارہ میں سلائی کڑھائی، پینٹنگ، بیوٹی پارلر، کینڈل میکنگ، عربی کی تعلیم، انگلش لینگوئج، کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم اور ہنر سکھائے جاتے ہیں۔ اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد7 ہے اور سالانہ

بجٹ 11لاکھ روپے ہے،اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد 11000 ہے۔

میڈیکل سوشل ویلفیئر سروسز پراجیکٹ

میو ہسپتال، جناح ہسپتال، گنگارام ہسپتال، سروسز ہسپتال، مینٹل ہسپتال، چلڈرن ہسپتال، جنرل ہسپتال، پی آئی سی ہسپتال، گلاب دیوی ہسپتال، فاطمہ میموریل ہسپتال، نواز شریف یکی گیٹ ہسپتال، کوٹ خواجہ سعید ہسپتال، انمول ہسپتال، جناح ہسپتال، میاں منشی ہسپتال، لیڈی ولنگڈن ہسپتال، لیڈی ایچیسن، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، شوکت خانم کینسر ہسپتال۔

نگہبان	چودھری کالونی نزد شمع سینما لاہور
کاشانہ	ٹاؤن شپ لاہور
ماڈل آرفنیج	سمن آباد لاہور
صنعت زار	دبئی چوک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
ڈے کیئر سنٹر	گلشن راوی لاہور
دارالامان	بند روڈ لاہور
ڈس ایبلڈ ہوم (نشیمن)	سوشل ویلفیئر کمپلیکس ٹاؤن شپ لاہور
چمن (ذہنی معذور بچوں کا ادارہ)	۔ایضاً
دارالفلاح (بیوہ عورتوں اور بچوں کا ادارہ)	۔ایضاً
ذہنی معذوروں کا ادارہ (درالسکون)	۔ایضاً
سوشل ویلفیئر ٹریننگ انسٹیٹیوٹ	۔ایضاً
عافیت (بزرگ شہریوں کا ادارہ)	ماڈل ٹاؤن لاہور
قصر بہبود خواتین	ماڈل ٹاؤن ایکسٹینشن لاہور

(ب) شہری اجتماعی ترقیاتی پراجیکٹ

ان کا مقصد لوگوں کو اپنے مسائل دستیاب وسائل کو بروئے کار لانے اور اپنی مدد آپ کے تحت انہیں حل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ارضی اور سماوی آفات کی صورت میں امدادی کیمپ لگانا۔ موثر اور کارآمد این جی اوز کی رجسٹریشن کے لئے سفارشات مرتب کرنا۔ان پراجیکٹس میں کل سٹاف کی تعداد 112 ہے اور سالانہ بجٹ 83لاکھ 54ہزار روپے ہے۔ ان پراجیکٹس کے بلاواسطہ استفادہ کنندگان کی تعداد تقریباً 2لاکھ ہے۔

میڈیکل سوشل سروسز پراجیکٹ

ان کے ذریعے غریب مریضوں کو مفت علاج معالجہ اور دواؤں کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ ان پراجیکٹس میں کل سٹاف کی تعداد64 ہے اور سالانہ بجٹ 10لاکھ 92ہزار روپے ہے۔ان پراجیکٹس کے استفادہ کنندگان کی تعداد95ہزار235روپے ہے۔

نگہبان

یہ ادارہ گمشدہ بچوں کی پناہ گاہ ہے۔ان بچوں کی ان کے ورثاء کی تلاش تک ان کی حفاظت کرنا،ان کو رہائش، خوراک اور نئے لباس وغیرہ کی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد9 ہے اور سالانہ بجٹ12لاکھ 68ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد445 ہے۔

کاشانہ

اس میں غریب نادار اور یتیم بچیوں کو کھانے پینے اور رہائش کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ ان کی تعلم اور شادی وغیرہ کے انتظامات بھی کئے جاتے ہیں۔اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد12 ہے اور سالانہ بجٹ18لاکھ 4ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد82 ہے۔

ماڈل آرفینیج

اس میں غریب نادار اور یتیم بچوں کو کھانے، پینے اور رہائش کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ ان کی تعلیم کے انتظامات بھی کئے جاتے ہیں۔ اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد11 ہے اور سالانہ بجٹ11لاکھ 47ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد92 ہے۔

صنعت زار

اس ادارہ میں بچیوں کو مختلف ہنر سکھائے جاتے ہیں۔ اس وقت ادارہ میں سلائی کڑھائی،پینٹنگ، بیوٹی پارلر، کینڈل میکنگ، عربی کی تعلیم،انگلش لینگوئج، کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم اور ہنر سکھائے جاتے ہیں۔اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد13 ہے اور سالانہ بجٹ18لاکھ ایک ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد92 ہے۔

ڈے کیئر سنٹر

اس ادارہ میں وہ ملازمت پیشہ مائیں جن کے ساتھ چھوٹے بچے ہیں،ان کو روزانہ کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے۔اس ادارہ میں کل سٹاف کی تعداد 3 ہے اور سالانہ بجٹ 3لاکھ 90ہزار روپے ہے۔اس ادارہ کے استفادہ کنندگان کی تعداد 52 ہے۔

(ج) محکمہ سوشل ویلفیئر کی سفارشات پر جن رفاہی ادارہ جات کو امداد فراہم کی گئی،ان کی تفصیل درج ذیل ہے

پنجاب بیت المال اور پنجاب سوشل سروسز بورڈ

1۔ پیشنٹ ویلفیئر سوسائٹی، سروسز ہسپتال لاہور
2۔ پیشنٹ ویلفیئر سوسائٹی، جنرل ہسپتال لاہور
3۔ پیشنٹ ویلفیئر سوسائٹی،گنگارام ہسپتال لاہور
4۔ پیشنٹ ویلفیئر سوسائٹی، گلاب دیوی ہسپتال لاہور
5۔ چلڈرن ایجوکیشن ویلفیئر سوسائٹی، یوحناآباد، لاہور
6۔ انجمن دیہی ترقیاتی خواتین، مانگا منڈی لاہور
7۔ وومن ویلفیئر سوسائٹی، حسن ٹاؤن ملتان روڈ لاہور
8۔ ٹیپو سلطان ویلفیئر سوسائٹی، چاہ میراں لاہور
9۔ انٹی نارکوٹکس یوتھ فورس چاہ میراں لاہور
10۔ بزم احباب راوی روڈ، لاہور
11۔ نیشنل ویلفیئر فورم ٹاؤن شپ لاہور

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!اس سوال کے جواب میں محکمہ نے بہت سارے اداروں کے نام یہاں پر لکھے ہیں کہ یہ مختلف فلاحی کام کر رہے ہیں۔لاہور میں سفر کرتے ہوئے جب اشارہ بند ہو جائے،آپ کسی بھی چوک پر ہوں فوراً ہی کوئی خاتون، مرد یا بچہ ہاتھ پھیلا کر گاڑی کے شیشے کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ محکمہ سماجی بہبود یا سوشل ویلفیئر نے اس کی روک تھام کے لئے کیا بندوبست کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، گردیزی صاحب!

وزیر خواندگی و سماجی بہبود::جناب سپیکر!وزیر اعلیٰ صاحب کی ہدایات کی روشنی میں پنجاب حکومت نے بھیک مانگنے والے بچوں کے لئے خصوصی سنٹرز قائم کئے ہیں۔اس کے علاوہ سماجی بہبود کے محکمے میں بھی ایسے بچوں کے لئے ایک سنٹر چل رہا ہے جو کہ ان بچوں کو وہاں پر رکھتا ہے،ان کو تربیت دیتا ہے جب تک یہ بچے والدین تک نہ پہنچیں ان کے کھانے اور تعلیم کا بندوبست بھی کرتا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر! عملی طور پر اس وقت جو صورتحال ہے اس سے آپ بھی بخوبی واقف ہوں گے۔ لاہور شہر میں کسی بھی چوک پر گاڑی اشارے پر رکتی ہے تو لوگ ہاتھ پھیلائے موجود ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے حکومت کے پاس کیاstrategyہے، کیا عملدرآمد کرے گی؟

وزیر خواندگی و سماجی بہبود:حکومت پنجاب ان کے لئے ایکbeggars homeکا بندوبست کر رہی ہے جو عنقریب کام شروع کر دے گا۔چونکہ پہلے والے سنٹرز کافی نہیں ہیں اس لئے یہاں پر ان کوhandle کیا جائے گا۔

رانا آفتاب احمد خان:جناب سپیکر!ڈاکٹر وسیم صاحب نے بڑی صحیح بات کی ہے۔اس وقت کسی چوک پر بھی چلے جائیں یہ فقیر آپ کو نظر آئیں گے اور یہ پولیس کیunderstandingکے ساتھ جگہallocateکر کے بیٹھتے ہیں،and they pay sufficient shareوزیر صاحب اس حوالے سے ہدایات دیں کہ ان مانگنے والوں کو فوری طور پر وہاں سےremoveکیا جائے۔ beggars homeتو معلوم نہیں کب بنے گا۔ مگر اس وقت موجودہ صورتحال کے حوالے سے یہ پولیس کو ہدایات دے دیں کہ آپ انbaggersکو یہاں سےremoveکریں۔یہ پولیس کی مرضی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ جہاں اشارے کا ٹائم زیادہ ہے وہاں پر فقیر کو زیادہ حصہ دینا پڑتا ہے۔ میری درخواست ہو گی کہ وزیر صاحب ہمیں یقین دہانی کروائیں کہ چوکوں میں جو فقیر کھڑے ہوتے ہیں انھیں وہاں سےremoveکروائیں گے تاکہ وہ لوگوں کو تنگ نہ کر سکیں۔

وزیر خواندگی و سماجی بہبود:جناب سپیکر!ایسیdirectionاس وقت تک نہیں دی جا سکتی جب تک کہalternate arrangementsنہ کئے جائیں۔ جب یہ baggers homeمکمل ہو جائے گا،functionalہو جائے گا تو یقینی طور پر پھر ایسیdirectionدے دی جائے گی۔

جناب سپیکر:منسٹر صاحب!کوشش کریں کہ یہ baggers home جلد از جلد مکمل ہو جائے۔

وزیر لٹریسی، سماجی بہبود:جناب سپیکر!یہ baggers home انشاء اللہ اسی سال مکمل ہو جائے گا۔

رانا آفتاب احمد خان:جناب سپیکر!جیسے ہی کسی چوک کے اشارے پر گاڑی کھڑی کی جاتی ہے تو یہ فقیر زبردستی شیشہ knock کرتے ہیں کہ مجھے پیسے دیں۔یہ کون سا قانون ہے؟وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ وہ ایسی direction نہیں دے سکتے۔یہ کہاں تک alternate arrangements کریں گے۔یہ تو سارا ملک ہی فقیر ہے۔جس ملک میں روزانہ کئی ہزار آدمی غربت کی لکیر سے نیچے جاتے ہیں وہاں یہ کتنے baggers homes بنالیں گے۔Try to be realistic آپ دیکھیں کہ آپ کی غربت کی شرح کیا ہے۔آپ کے ملک میں 45لاکھ بچے سال میں پیدا ہوتے ہیں۔وزیر صاحب کی اس بات سے مجھے بڑا افسوس ہوا ہے۔یہ بڑے پڑھے لکھے، ٹھنڈے مزاج کے آدمی ہیں۔یہ فرما رہے ہیں کہ ہم direction نہیں دے سکتے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ سارے ملک کو چوکوں میں فقیر بنا کر کھڑا کر دیں گے۔

جناب سپیکر:تشریف رکھیں۔محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری:جناب سپیکر!میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہماری سوشل ویلفیئر کی جو وزیر ہیں وہ کل تک تو ہاؤس میں موجود تھیں۔مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب ان خواتین وزراء کی محکمانہ سوالات کے سلسلے میں کارکردگی کی بات آتی ہے تو وہ غائب ہو جاتی ہیں۔یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے ایک مہینہ پہلے سے ایجنڈا دیا جاتا ہے اور انھیں پہلے سے محکمہ الاٹ کیا جاتا ہے تو انھیں اتنا کون سا ضروری کام ہے کہ وہ ہاؤس کی کارروائی bother نہیں کرتیں اور محترمہ آج تشریف نہیں لائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔بی بی!یہ محکمہ ان کے پاس نہیں ہے۔متعلقہ وزیر جواب دے رہے ہیں۔اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!on his behalf سوال نمبر5996 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیں۔

جناب سپیکر:جی،اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

بیت المال پنجاب 2003 میں دس سب سے زیادہ امداد لینے والی اور N.G.Os ان سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*5996 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 2003 میں پنجاب بیت المال نے سب سے زیادہ فنڈز غیر سرکاری رفاہی اداروں کی مالی امداد میں استعمال کئے؟

(ب) 2003 میں دس سب سے زیادہ امداد لینے والی غیر سرکاری تنظیموں اور ان کے عہدے داران کے ناموں سے مطلع فرمائیں۔ ان کے ہیڈ آفس کہاں ہیں۔ ہر تنظیم کے کام کا دائرہ کار (area of Operation) کیا ہے۔ انہیں فی تنظیم کتنی امداد فراہم کی گئی؟

(ج) غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کو فنڈز جن مقاصد کے لئے دیئے جاتے ہیں، انہی مقاصد اور مدات پر خرچ اور عمل درآمد کی نگرانی کا کیا اہتمام ہے؟

(د) فنڈز کی فراہمی کے لئے کم از کم شرائط کیا ہیں؟

وزیر بیت المال:

(الف) پنجاب بیت المال رولز مجریہ 2003 کے تحت بیت المال کے فنڈز کی تقسیم کا فارمولہ مندرجہ ذیل ہے:۔

1۔ غیر سرکاری رفاہی اداروں کی مالی امداد	کل فنڈز کا 33 فیصد
2۔ نادار اور معذور افراد کے لئے یکمشت مالی امداد	20 فیصد
3۔ بے سہارا خواتین اور بے روزگار افراد کے لئے بلاسود قرضہ جات کی فراہمی	10 فیصد
4۔ مستحق، معذور اور یتیم طلباء کے لئے تعلیمی وظائف	20 فیصد
5۔ غریب والدین کی بچیوں کی شادی کے لئے مالی امداد	6 فیصد
6۔ مفلس مریضوں کے علاج معالجہ کے لئے مالی امداد	8 فیصد

اسی فارمولہ کے تحت سال 2003 کے دوران غیر سرکاری رفاہی اداروں کو مبلغ -/27991974 روپے رقم کی گرانٹ جاری کی گئی۔

(ب) 2003 میں دس سب سے زیادہ امداد لینے والی غیر سرکاری تنظیموں اور ان کے عہدے داران کے ناموں، ان کے ہیڈ آفس ہر تنظیم کے کام کا دائرہ کار انہیں فی تنظیم امداد کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) پنجاب بیت المال کے قواعد وضوابط کے تحت بیت المال سے مالی امداد حاصل کرنے والی این جی اوز اس بات کی پابند ہیں کہ وہ حاصل شدہ امدادی رقم صرف اسی مقصد کے لئے ہی خرچ کریں جس کے لئے اس کی منظوری دی گئی ہو۔ خلاف ورزی کی صورت میں غیر صرف شدہ مالی امداد کی رقم واپس لینے کے ساتھ ساتھ صرف شدہ رقم کی وصولی کے لئے ضلعی بیت المال کمیٹی / کونسل کی طرف سے ادارہ ہذا کو ایک ماہ کے اندر ادائیگی کا نوٹس دیا جاتا ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں متعلقہ ادارے کے خلاف ضروری قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ اگر کونسل مناسب سمجھے تو متعلقہ ادارہ کی رجسٹریشن معطل / منسوخ کرنے کے لئے مجاز رجسٹریشن اتھارٹی کو سفارش کر سکتی ہے۔

1۔ اس مقصد کے لئے ضلعی بیت المال کمیٹی کے تحت قائم شدہ ضلعی سکروٹنی کمیٹی ایسی این جی اوز کا دورہ کر کے ان کی کارکردگی رپورٹ ہر سال30 جون تک ضلعی کمیٹی کے ذریعے کونسل کو بھجوانے کی پابند ہے، جس میں فنڈز کے صحیح استعمال کی تصدیق یاامداد کی شرائط کی خلاف ورزی کرنے والی این جی اوز کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔

2۔ اراکین پنجاب بیت المال کونسل این جی اوز کی دعوت پر یا خود اپنے اپنے ریجن میں ایسی این جی اوز کا دورہ کر کے امداد کے صحیح استعمال سے متعلق اپنی سفارشات تاثرات متعلقہ ضلعی کمیٹی / کونسل کو برائے ضروری کارروائی بھجوانے کے مجاز ہیں۔

3۔ ضلعی بیت المال کمیٹیاں ان سے امداد حاصل کرنے والی این جی اوز کا مقررہ پروفارما پر اندراج کر کے اس کی نقل کونسل کو بھجوانے کی پابند ہیں اس کے علاوہ مقررہ رجسٹر پر ایسی این جی اوز کا مستقل ریکارڈ بھی رکھتی ہیں۔

(د) این جی اوز کو فنڈز کی فراہمی کے لئے شرائط درج ذیل ہیں:۔

1۔ این جی او محکمہ معاشرتی بہبود، ترقی خواتین و بیت المال کے ساتھ رضا کار اداروں کے (رجسٹریشن و کنٹرول) آرڈیننس مجریہ 1961 کے تحت رجسٹرڈ ہو اور اس نے رجسٹریشن کے بعد کم از کم ایک سال بعد تک اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

2۔ غیر تجارتی بنیادوں پر کام کر رہی ہو۔

3۔ امداد حاصل کرنے والی این جی اوز پر لازم ہے کہ:۔

درخواست فارم کے ساتھ آخری مالی سال کی چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ سے آڈٹ رپورٹ، سالانہ کارکردگی رپورٹ، ادارہ کے آئین کی نقل، رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کی نقل اور مجلس انتظامیہ کے عہدیداران کی فہرست منسلک کریں۔

4۔ امداد کی منظوری این جی او کی طرف سے امدادی رقم کا 1/3 حصہ اپنی طرف سے جمع کرنے کے ساتھ مشروط ہوتی ہے۔

5۔ متعلقہ ریجنل ممبرز، پنجاب بیت المال کونسل درخواست دینے والی این جی اوز کا دورہ کرکے اپنی سفارشات درخواست فارموں پر تحریر کرتے ہیں، جس کے مدنظر ضلعی بیت المال کمیٹی امداد کی منظوری دیتی ہے۔

6۔ این جی او کو امدادی چیک کا اجراء امدادی رقم کا علیحدہ اکاؤنٹ کھلوانے اور ایک اقرار نامہ پر دستخط کرکے ضلعی بیت المال کمیٹی کو پیش کرنے سے مشروط ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!2003 میں سب سے زیادہ امداد لینے والی تنظیموں میں سے فیملی ویلفیئر کو آپریٹو سوسائٹی اسلام پورہ لاہور ہے اس کے عہدیداران کے نام اور پتاجات بھی لکھے ہیں۔انھوں نے حکومت سے تین لاکھ روپیہ لیا ہے۔ میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے ان تین لاکھ روپے کا کیا مصرف کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! یہ نیا سوال بنتا ہے۔انھوں نے یہ پوچھا تھا کہ جن جن کو امداد دی گئی ہے ان کے عہدیداران کے نام، ہیڈ آفس اور تنظیم کا دائرہ کار بتائیں۔ وہ ہم نے بتا دیا ہے، جس مقصد کے لئے لیا گیا وہ ہم نے آگے بتایا ہے کہ جس تنظیم نے جس مقصد کے لئے امداد لی اس نے اسی مقصد کے لئے استعمال کیا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال بڑا valid ہے۔2003 کے اندر حکومت سے تین لاکھ روپیہ لے لیا تو اس کا مصرف کیا ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ اس کے لئے کوئی نیا سوال درکار ہو گا۔ حکومت کے laid down procedures ہیں یہ کہتے ہیں کہ سالانہ آڈٹ ہوتا ہے تو ان کو یہ معلومات ہونی چاہئیں اور پھر یہ تین سال پرانی بات ہے کہ انھوں نے تین لاکھ روپیہ لیا ہے تو یہ بتائیں کہ انھوں نے اس کا کیا مصرف کیا ہے؟ یہ انھیں معلوم ہونا چاہئے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہے اور باقی سب دوست بھی جانتے ہیں کہ بہت ساری این جی اوز ہیں جو مختلف اداروں اور گورنمنٹ سے بھی کروڑوں روپے لیتی ہیں لیکن جو اس کا حشر کرتی ہیں وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! ہم نے جو پیسا ان کو دیا تھا اس سے انھوں نے ایکسرے مشین خریدی تھی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جز(ج) کے نمبرII میں ہے کہ اراکین پنجاب بیت المال کونسل۔ میرا ان سے یہ ضمنی سوال ہے کہ اراکین پنجاب بیت المال کے نام اور عہدے کیا ہیں اور ان کی مدت تقرری کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! پنجاب بیت المال کے ممبر ڈویژن based ہوتے ہیں اور یہ پنجاب کے اندر 8 ممبرز ہیں اور ان کا tenure تین سال کا ہوتا ہے یہ 2003 میں مقرر ہوئے تھے اور 2006 میں ختم ہو جائیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال تھا کہ اراکین پنجاب بیت المال کے نام کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! وہ تو پوری تفصیل ہے اور دس بندوں کے نام ہیں وہ اس سوال میں نہیں تھے۔ یہ نیا سوال بنتا ہے۔ میں نے ان کا tenure بتا دیا ہے کہ یہ تین سال کے لئے ہوتے ہیں اور ہر ڈویژن سے ایک ممبر ہوتا ہے لیکن لاہور سے دو ممبرز ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: نام بھی بتا دیں۔

وزیر بیت المال: جناب والا! بعد میں ان کو نام بتا دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 7410 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع فیصل آباد،2004تاحال، محکمہ امداد باہمی کے قرضہ جات ` سے متعلقہ تفصیل

*7410 **ملک اصغر علی قیصر:** کیاوزیرامداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) جنوری2004 سے آج تک محکمہ امداد باہمی اوراس کے ذیلی اداروں کی طرف سے کتنی رقم ضلع فیصل آباد میں کسانوں کوloan کے طور پر دی گئی؟

(ب) یہ رقم کس شرح سود پر دی گئی، کتنی رقم حکومت نے واپس وصول کر لی ہے اور کتنی رقم ابھی کسانوں سے وصول کرنا باقی ہے؟

(ج) یہloan محکمہ نے کن کن مقاصد کے لئے کسانوں کو فراہم کیا؟

(د) جن کسانوں کی مالی حالت اسloan کی ادائیگی کرنے کی نہیں ہے کیا حکومت ان کو یہloan معاف کرنے کاارادہ رکھتی ہے،اگر نہیں تواس کی وجوہات کیاہیں؟

وزیرامداد باہمی:

(الف) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک نے جنوری2004 سے آج تک ضلع فیصل آباد میں کسانوں کو مبلغ-/697703109روپے کے قرضے دیئے۔ تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ قرضہ جات نو سے پندرہ فیصد شرح سود پر دیئے گئے ان میں سے مبلغ -/549713450روپے وصول کر لئے گئے ہیں جبکہ مبلغ-/147989659روپے کی وصولی ابھی باقی ہے۔ تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ قرضہ جات کم مدتی پیداواری فصلی قرضہ جات، درمیانی مدت کے قرضہ جات برائے خرید ٹریکٹر وزرعی آلات وتنصیب ٹیوب ویل وغیرہ اور لائیو سٹاک کی مدات میں جاری کئے ہیں نیز صنعتی قرضہ جات اور خواتین کے لئے خواتین کی انجمن امداد باہمی کے تحت بھی قرضہ جات فراہم کئے گئے ہیں۔ تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کو سٹیٹ بنک آف پاکستان حکومت پنجاب، پنجاب کی ضمانت پر سالانہ کریڈٹ لائن فراہم کرتی ہے۔ بنک کو یہ قرضہ جات مع سروس چارجز بروقت سٹیٹ بنک آف پاکستان کو واپس کرنا ہوتے ہیں۔چونکہ سٹیٹ بنک آف پاکستان کریڈٹ لائن کے تحت فراہم کردہ فنڈز کو کسی صورت میں بھی معاف نہیں کرتااور نہ ہی

بنک کی مالی حالت اس قابل ہے کہ وہ دیئے گئے قرضہ جات کو معاف کر سکے۔ لہذاان قرضہ جات کی معافی کی کوئی سکیم زیر غور نہیں ہے۔تاہم بنک وقتاًفوقتاًمختلف ریکوری پیکیجز کے ذریعے اپنے وسائل سے پرانے رکے ہوئے قرضہ جات پر کسانوں کو سود میں 50 فیصد سے 100 فیصد معافی نیز قرضے کی واپسی بذریعہ اقساط کی سہولت فراہم کرتا رہتا ہے۔ نیز فنانس ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف پنجاب نے ریلیف ڈیپازٹ کی طرف سے آفت زدہ قرار دیئے گئے چند موضع جات میں سود کی معافی(To pick the Markup) کا معاملہ فنانس ڈیپارٹمنٹ کے پاس شرائط طے کرنے کے لئے زیر غور ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ قرضہ جات 9 سے 15 فیصد شرح سود پر دیئے گئے۔ایک تو یہ وضاحت کریں کہ یہ 9 سے 15 فیصد کا کیاcriteriaہے۔ میرا دوسرا سوال ہے کہ جس طرح اربوں روپے کے قرضے لے کر معاف ہوتے ہیں۔اسی طرح جب لائیو سٹاک میں قرضہ دیا جاتا ہے اگر کسی کی بھیڑ بکری یا بھینس مر جائے تو کیااسے loan write off کرنے کی گنجائش ہے اگر ہے تو اس پر کیوں نہیں کیا جاتا؟

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: شکریہ۔جناب سپیکر! پہلے بھی ان قرضہ جات پر ایک قرارداد کی صورت میں اس معزز ایوان میں کافی بحث ہوئی تھی۔ اس وقت یہ بتایا گیا تھا کہ جتنے بھی قرضہ جات ہیں وہ ہم treasury bill rates پر لیتے ہیں۔ جس وقت ہم نے سٹیٹ بنک سے treasury bill rates پر 3.2 اور 3.5 سے 4.00 فیصد تک لئے اس وقت ہم کسانوں کو 9 فیصد پر دیتے رہے لیکن اب treasury bill rates 8.29 percent سے اوپر ہو گئے ہیں تو اسی لحاظ سے بنک کے سروسز چارجز بڑھا کر interest rate بڑھادیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! issue یہ نہیں ہے۔آپ دیکھیں کہ یہ جو commercial loans دیتے ہیں عام بنک running finance پر بڑا nominal پر دیتے ہیں 2.00 فیصد پر بھی دیتے ہیں اور بڑے کاروباری 4.00 فیصد پر حاصل کر کے 9.00 فیصد پر دے کر 00۔5 فیصد

کھاتے ہیں۔زمیندار جو کہ back bone of the country ہے اور یہ پسا ہوا ہے اور بجٹ میں بھی اس کے لئے 0.25 فیصد رکھا گیا ہے۔ کیا یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ زمینداروں کو بھی soft loaning پر شرح سود کم کر کے دیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر برائے امداد باہمی: جناب سپیکر! رانا صاحب تو کمرشل بنکوں کی جنرل بات کر گئے لیکن particularly Punjab Provincial Cooperative Bank کے متعلق گزارش ہے کہ جو رقم کسانوں کو دی جا رہی ہے ہم وہ خود 8.29 فیصد شرح سود پر سٹیٹ بنک سے لیتے ہیں اور ہم نے 8.29 فیصد سٹیٹ بنک کو pay کرنے ہوتے ہیں اور اس کے بعد بنک کے سروسز چارجز 4.00 to 5.00 percent اوپر لئے جاتے ہیں لیکن باقی کمرشل بنک کس طریقے سے کر رہے ہیں ان کا ہمیں علم نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی شکریہ۔اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! On his behalf:

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ: جناب سپیکر! یہاں پر بہت سارے جوابات دیئے جاتے ہیں لیکن آخر میں یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ وزیر صاحب کے چیمبر میں چلے جائیں یا باہر وزیر صاحب سے مل لیں تو آپ کو مطلوبہ information مل جائے گی۔ میرے خیال میں اسمبلی کے اندر جو بھی سوالات اٹھائے جاتے ہیں ان کے جوابات کا تعلق پورے ایوان سے ہوتا ہے۔ بہت ساری باتیں دوسرے ممبرز بھی جاننا چاہتے ہیں۔ لہذا میری گزارش ہے کہ آئندہ جو بھی سوالات کئے جائیں کم از کم ان کے جوابات اسمبلی میں ضرور دیئے جائیں تاکہ تمام ممبران ان سے مستفید ہو سکیں۔

جناب سپیکر: سوالوں کے بارے میں آج تک نہیں کہا گیا کہ جا کر چیمبر میں مل لیں۔ اگر کسی معزز رکن کی طرف سے کوئی تحریک التوائے کار ہو تو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ سوال کا جواب تو ہمیشہ ایوان میں ہی دیا جاتا رہا ہے اور ایوان میں ہی آنا چاہئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ: جناب سپیکر! میں ابھی موجودہ مثال دیتا ہوں کہ بگو صاحب نے

کچھ نام پوچھے لیکن ان کو یہ کہا گیا ہے کہ آپ کو یہ بعد میں بتا دیئے جائیں گے کہ وہ نام کیا ہیں۔
جناب والا! میں بھی ان کے نام جاننے کے لئے interested ہوں اس لئے اگر ہاؤس میں وہ نام بتا دیئے جائیں تو مجھے بھی پتا چل جائے گا کہ کون کون سے آدمی اس باڈی کے ممبرز ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ شیخ اعجاز صاحب! سوال کا نمبر پکار دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 6899 ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سال 04-2003 تا 05-2004 بیت المال کے فنڈز اور ضلعی تقسیم سے متعلقہ تفصیل

*6899 جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بیت المال کے فنڈز وفاقی حکومت پنجاب کو مہیا کرتی ہے۔ اگر ہاں تو مالی سال 04-2003 اور 05-2004 میں کتنی کتنی رقم وفاقی حکومت نے دی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب ہر ضلع کو بیت المال سے فنڈز مہیا کرتی ہے۔ اگر ہاں تو مذکورہ عرصہ کے دوران ضلع گجرات، لاہور، سیالکوٹ، میانوالی، لیہ، ڈی جی خان، مظفر گڑھ، بہاولپور اور بہاول نگر کو کتنے کتنے فنڈز مہیا کئے گئے؟

وزیر بیت المال:

(الف) وفاقی حکومت پنجاب بیت المال کے لئے کوئی گرانٹ نہیں دیتی۔

(ب) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب بیت المال کونسل کی وساطت سے ہر ضلعی بیت المال کمیٹی کو بیت المال فنڈز مہیا کرتی ہے۔ مالی سال 04-2003 اور 05-2004 کے دوران ضلع گجرات، لاہور، سیالکوٹ، میانوالی، لیہ، ڈی جی خان، مظفر گڑھ، بہاولپور اور بہاولنگر کو مہیا کئے گئے فنڈز کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام ضلعی بیت المال	2003-04 کے دوران دیئے گئے فنڈز	2004-05 کے دوران دیئے گئے فنڈز
1	گجرات	1,407,485.00	3,157,601.00
2	لاہور	4,212,465.00	9,057,409.00
3	سیالکوٹ	816,570.00	3,980,330.00
4	میانوالی	846,607.00	1,956,104.00
5	لیہ	899,621.00	2,030,654.00
6	ڈی جی خان	280,958.00	2,669,359.00
7		1,816,625.00	3,885,027.00
8		1,693,764.00	3,637,480.00
9		474,367.00	31,8,1546.00
		12,448,462.00	33,555,510.00

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! جز(ب) ملاحظہ فرمائیں کہ حکومت پنجاب ہر ضلع کو بیت المال سے فنڈ مہیا کرتی ہے اور اس میں تفصیل دی گئی ہے کہ ان ان اضلاع کو اتنے پیسے دیئے گئے ہیں۔اس سوال میں تو صرف 9 اضلاع کے متعلق پوچھا گیا ہے لیکن اگر دیگر اضلاع بھی شامل کئے جائیں تو بہت زیادہ رقوم ہو جاتی ہیں۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کو transparent بنانے کے لئے کہ حق دار کو اس کا حق پہنچے یہ کیا طریق کار adopt کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! یہ وہ اضلاع ہیں جو پوچھے گئے تھے۔ ہمارے ٹوٹل فنڈز سے 20 فیصد پورے پنجاب میں equal جاتے ہیں اور 80 فیصد population base ہوتی ہے اور ان کو چیک کرنے کے لئے ہر ضلع کے اندر ڈسٹرکٹ بیت المال کمیٹیز ہیں جن کے چیئرمین، وائس چیئرمین اور ممبران ہیں۔ ساتھ ساتھ گورنمنٹ سیکٹر سے ایک سیکرٹری، اکاؤنٹنٹ اور پورا عملہ ہے جو ان کی verification کرنے کے بعد حق دار لوگوں کو پیسے دیئے جاتے ہیں۔اب ہم نے یہ سارا ریکارڈ ویب سائیڈ پر بھی دے دیا ہے تاکہ یہ transparent رہے اور کسی غیر مستحق شخص کو پیسے نہ دیئے جائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ شیخ اعجاز احمد صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں نے طریق کار کے متعلق پوچھا تھا تو انھوں نے کہا کہ

verificationکی جاتی ہے۔verificationکا مطلب تو یہ ہے کہ ہم کسی کوinvestigate کرتے ہیں کہ آیا یہ بندہ درست ہے یا نہیں،اس کا طریق کار کیا ہے؟انھوں نے ویب سائٹ کی بات کی ہےاور کہا ہے کہ 80فیصد آبادی کی بنیاد پر ہے۔اگر 80فیصد آبادی کی بنیاد پر ہے تو وہاں پر دور دراز کے گاؤں میں جناب سپیکر ایک بندہ جو بالکل ان پڑھ ہےاور وہ غریب آدمی ہے جس کو یہ نہیں پتا کہ اس کا روزگار اس کو کیسے ملنا ہے اور کیسے اس نے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہے تو وہ ویب سائٹ پر بیٹھ کر کیسے اس بات کوdetermineکرے گااس کی تقسیم صحیح ہو رہی ہے یا نہیں۔وہparticular طریقہ بتادیں جو سارے ایوان کو پتا چل سکے۔

جناب سپیکر: جی،وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر!میں نے جیسے پہلے گزارش کی کہ ڈسٹرکٹ کا ایک چیئرمین ہوتا ہے اور اسی طرح دو لاکھ کی آبادی کی بنیاد پر ہمارا ایک ممبر ہوتا ہے۔اسی طرح ڈسٹرکٹ بیت المال کمیٹی کے ممبرز ہوتے ہیں اور جس علاقے کا کوئی مستحق ہوتا ہے اس علاقے کے ممبر سے وہ اس بات کی تصدیق کرواکر لاتا ہے کہ واقعی یہdeserving personہے۔تب اس کو کمیٹی کے اندر رکھا جاتا ہے پھر ایکscrutiny committeeہے جو اس کیverificationکرتی ہے۔اس کے بعد ڈسٹرکٹ کمیٹی کے اندر اس کیس کوapproveکیا جاتا ہےاور اس کیallocationکی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ حکومت پنجاب کی طرف سے ہر ضلع کو فنڈز فراہم کئے گئے ہیں اور اس کی تفصیل بھی انہوں نے دی ہے۔ 2003-04کو انہوں نے 8کروڑ6لاکھ روپے سیالکوٹ کو دیئےاور 2004-05کو 39کروڑ80لاکھ 33ہزار روپیہ دیا۔میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ 2006میں انہوں نے سیالکوٹ کو کتنے فنڈز مہیا کئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی،وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر!میں نے جیسے پہلے گزارش کی ہے کہ ہمارا جو بجٹ ہے اس کی جو تقسیم ہے وہ اس طرح سے ہے کہ 20فیصدequalتمام اضلاع کو جاتی ہے،80فیصد آبادی کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔اس سال جو2006میں ہمیں فنڈز ملے تھے اس حساب سے جتنا ان کاshareبنا وہ ہم نے

ان کو دے دیا ہے۔یہ بڑا شفاف عمل ہے۔جس طرح سیالکوٹ میں پہلے 8 کروڑ آیا ہے اب اس کے بعد 05-2004 میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس محکمے کو جو ماضی کے اندر بالکل dead ہو گیا تھا جس کی افادیت ختم ہو گئی تھی کیونکہ سابق ادوار میں جو حکمران تھے ان کی شہ خرچیوں پر اور ان کی جیبوں کی نذر ہوتا تھا۔اس محکمے کو independent بنا کر خالصتاً غریب نادار بے سہارا یتیم بچے بچیوں کے لئے کام کر رہا ہے اس کو ہم نے موثر بنایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے فنڈز بھی بڑھائے اور پچھلے سال جو ہم نے disburse کئے ہیں وہ ساڑھے سترہ کروڑ کئے ہیں۔اس سال وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس کے فنڈز میں مزید اضافہ بھی کیا ہے۔اس کی جو exact allocation ہے اس کا جو share ہے اس کے حساب سے ان کو مل گئی ہو گی۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا!انہوں نے اتنی لمبی گردان سنا دی ہے جب یہ حکومت جائے گی اور اگلی حکومت آئے گی وہ بھی اسی طرح کہے گی کہ جو پہلی حکومت تھی اس نے لوٹ مار کی عیاشیاں کیں اور ہم نے یہ کام کیا ہے۔میں نے تو ان سے specific question یہ کیا تھا کہ جو share انہوں نے determine کئے اس میں سے سیالکوٹ کا کتنا share ہے۔یہ بتا دیں کہ ڈسٹرکٹ سیالکوٹ کو 2006 میں کتنا share دیا ہے؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں exact figure تو یاد نہیں ہوں گے۔وزیر صاحب آپ کے ذہن میں کوئی exact figures ہیں؟

وزیر بیت المال: جناب والا!ویسے یہ fresh question بنتا ہے میں پھر بھی ان کو بتا دیتا ہوں۔ سیالکوٹ کو اس سال 45 لاکھ روپیہ دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ڈی جی خان کو 2 لاکھ 80 ہزار 958 روپے 04-2003 میں دیئے گئے۔اس کے بعد 05-2004 میں ڈی جی خان کی رقم 26 لاکھ 59 ہزار 59 روپے کر دی گئی۔میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ 2 لاکھ 80 ہزار روپے سے بڑھا کر 26 لاکھ 59 ہزار روپے کر دی گئی۔یہ کس ratio سے بڑھی ہے انہوں نے جو فرمایا ہے کہ آبادی کی بنیاد پر رقم بڑھاتے ہیں۔ڈی جی خان میں اس تیزی سے آبادی میں اضافہ ہوا ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب والا!میں نے جیسے پہلے گزارش کی تھی کہ پہلے اس کا بجٹ بالکل کم ہوتا تھا جب سے اس کو independent کیا گیا اس کا بجٹ بھی وزیر اعلیٰ پنجاب نے enhance کر دیا ہے۔اس وجہ سے ڈی جی خان کا share بڑھ گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال سردار پرویز حسن نکئی صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے سوال dispose of کیا۔۔۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا!On his behalf۔

جناب سپیکر: نمبر پکاریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا!سوال کا نمبر 7473 ہے اور جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں کوآپریٹو بنک کی شاخوں، سٹاف اور قرضہ جات سے متعلقہ تفصیل

*7473 سردار پرویز حسن نکئی: کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کوآپریٹو بنک پنجاب میں کتنا عملہ کام کر رہا ہے۔اس کی صوبہ بھر میں ضلع وار کتنی شاخیں ہیں۔ بنک ہذا کس شرح سود پر کسانوں کو قرضے فراہم کرتا ہے۔کیا حکومت شرح سود کو دو تا چار فیصد کرنے کے لئے تیار ہے اگر نہیں تو وجوہات بیان فرمائیں؟

(ب) صوبہ بھر میں بنک ہذا نے گزشتہ تین سالوں میں کتنا قرضہ فراہم کیا اور کتنی مالیت کی رقوم/قرضہ جات گزشتہ پانچ سالوں میں معاف کئے گئے مکمل تفصیلات ضلع اور تحصیل وار فراہم کی جائیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ میں 1688 افراد پر مشتمل عملہ کام کر رہا ہے جبکہ اس کی صوبہ بھر میں 159 شاخیں ہیں۔(ضلع وار شاخوں کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) بنک ہذا اس وقت 15 فیصد مارک اپ پر قرضہ جات جاری کر

رہا ہے، چونکہ بنک ہذا کو اپنے وسائل کے لئے سٹیٹ بنک آف پاکستان کی کریڈٹ لائن پر انحصار کرنا پڑتا ہے اور سٹیٹ بنک آف پاکستان بنک سے GOP ٹریژری بلز کی شرح سے سروس چارجز وصول کرتا ہے اور گزشتہ ایک برس سے ٹریژری بلز کے ریٹ میں اضافے کا رجحان ہے اس لئے بنک بھی شرح مارک اپ بڑھانے پر مجبور ہے۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان کی طرف سے چارجز میں کمی کی صورت میں بنک شرح سود میں کمی کے لئے تیار ہے۔

(ب) صوبہ بھر میں بنک ہذا کی شاخوں سے گزشتہ تین سالوں میں فراہم کردہ قرضہ جات مبلغ -/19969113074 روپے کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ گزشتہ پانچ سالوں میں معاف کئے گئے قرضہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام مقروض	ضلع	رقم معاف کی گئی	سال	تفصیل
1	محمد حسین قادری	اٹک	276980.65	2001	پرانا قرضہ سنٹرل کوآپریٹو بنک
2	شیخ کرامت اللہ	گجرات	50514.50	2002	پرانا قرضہ سنٹرل کوآپریٹو بنک

یہاں اس امر کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا قرضہ جات سنٹرل کوآپریٹو بنک (سال 1976) سے پہلے کے ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے اس میں لکھا ہے کہ گزشتہ تین سال میں یعنی اربوں روپے کی رقم انہوں نے disperse کی ہے۔ عملی طور پر پوزیشن یہ ہے کہ عرصے سے کچھ کوآپریٹو سوسائٹیز رجسٹرڈ ہیں اور وہ اس رقم سے استفادہ کرتی ہیں جو بنک انہیں دیتا ہے۔ جب سال کا اختتام آتا ہے عملی طور پر بنک کے خزانے میں رقم جمع نہیں ہوتی اور کاغذی طور پر اس میں آمد بھی ہو جاتی ہے اور اس کی روانگی بھی ہو جاتی ہے۔ بنک کا عملہ اس میں سے پندرہ بیس ہزار یا جتنا بھی ان کا آپس میں طے ہو جاتا ہے مقروض اور بنک کا عملہ وہ رقم دے کر معاملہ ختم کروا دیتے ہیں اور یہ مستقل طور پر چل رہا ہے۔ اس کے لئے محکمے نے کیا سد باب کیا ہے اور کیا نئی سوسائٹیوں کو رجسٹرڈ کرنے کا کوئی پروگرام ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! یہ محترم فاضل رکن کی ایک observation ہے کہ اس طریقے سے adjustment ہو رہی ہے اگر کوئی specific case وہ اس قسم کا ہمارے سامنے لاتے ہیں جس میں کوئی corruption ہوئی ہے تو ہم اس پر واقع ایکشن لیں گے۔ جہاں تک نئی سوسائٹیز کی رجسٹریشن کا تعلق ہے اس پر وزیر اعلیٰ صاحب نے پابندی لگائی ہوئی ہے اور اب چونکہ ایک نیا کوآپریٹو بل بھی پاس ہو چکا ہے اس کے بعد ہم وزیر اعلیٰ صاحب کو عرض کریں گے کہ اس پر غور کریں اور پابندی اٹھالیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک جو ہے اس کے حوالے سے تمام کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز پر پابندی ہے کہ وہ اپنے اکاؤنٹس پنجاب پروانشل کوآپریٹو بنک کے ساتھ لازماً maintain کریں۔ ایک تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس پابندی پر کتنا عملدرآمد کروایا جارہا ہے۔ دوسرا میرا سوال یہ ہے اور اسی کا حصہ ہے کہ 15 فیصد مارک اپ پر یہ قرضے جاری کرتے ہیں اور اس کے جواب میں ایک دفعہ فاضل وزیر نے یہ بھی فرمایا تھا کہ چونکہ ہمیں سٹیٹ بنک سے کافی loaning کرنی پڑتی ہے اور ان سے لے کر ہم آگے دیتے ہیں تو اس وجہ سے مارک اپ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے تو ہمارا بھی مارک اپ بڑھ جاتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بنک خود جو لوگوں کی savings اپنے پاس رکھتا ہے اس کا کتنے فیصد utilize ہوتا ہے اور سٹیٹ بنک سے کتنی loaning کر کے اس کی utilization کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! جہاں تک سٹیٹ بنک کی loaning کا تعلق ہے وہ تو میں عرض کر دیتا ہوں کہ وہ 8۔ارب سے 10۔ارب روپے تک ہے جو ہم ایگریکلچر سیکٹر میں دیتے ہیں۔ جہاں ٹوٹل رقم کا تعلق ہے وہ ایگریکلچر سیکٹر میں سٹیٹ بنک دیتا ہے وہی disperse ہو جاتی ہے، وہی ہم سٹیٹ بنک کو قسطوں میں واپس کر دیتے ہیں۔ یہ جو باقی رقم ہے یہ تو negligible ہے جس کا یہ ذکر کر رہے ہیں۔ ہاؤسنگ سوسائٹیز پر بھی ایسی پابندی نہیں ہے انہوں نے مختلف بنکوں میں اپنے اکاؤنٹس کھولے ہوئے ہیں ضروری نہیں ہے کہ ان تمام کے اکاؤنٹس پروانشل کوآپریٹو بنک میں ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال حاجی محمد اعجاز صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا!on his behalf سوال نمبر 7458 جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور میں قائم دارالامان، رہائشی خواتین، دستیاب سہولیات اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*7458 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میں کتنے دارالامان ہیں، یہ کس کس جگہ ہیں؟

(ب) ہر دارالامان کتنے کمروں پر مشتمل ہے، تفصیل الگ الگ دی جائے؟

(ج) اس وقت ہر دارالامان میں رہائش پذیر خواتین کی تعداد کتنی ہے، تفصیل الگ الگ دی جائے؟

(د) ان میں رہائش پذیر خواتین کو کیا سہولیات فراہم کی جاتی ہیں؟

(ہ) کیا ان میں رہائش پذیر خواتین سے کوئی پیسے ماہانہ وصول کئے جاتے ہیں تو کتنے اور کس کس مد میں؟

(و) ان کے سال 2004 اور 2005 کے خرچ کی تفصیل علیحدہ علیحدہ فراہم کی جائے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) ضلع لاہور میں محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام صرف ایک دارالامان واقع شیرا کوٹ بالالمقابل رہبر ٹریلورز بند روڈ لاہور کام کر رہا ہے۔

(ب) دارالامان میں کل کمروں کی تعداد 16 ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔	رہائشی کمرے	12
2۔	انتظامی دفاتر	02
3۔	کامن رومز/ہال	01
4۔	رہائش سپرنٹنڈنٹ	01

(ج) اس وقت دارالامان میں رہائش پذیر خواتین کی تعداد29 ہے جن کی تفصیل ضمنہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) دارالامان میں رہائش پذیر خواتین کو کھانا پینا، مذہبی تعلیم، تفریحی اور مختصر مدت کے تربیتی کورسوں کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

(ہ) ان میں رہائش پذیر خواتین سے کوئی ماہانہ خرچہ وصول نہیں کیا جاتا۔

(و) دارالامان میں سال2004 کے دوران کل-/5,31,000روپے اخراجات ہوئے جبکہ دسمبر2005تک کل اخراجات-/233040روپے ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ لاہور میں جو دارلامان ہے کیا یہ خالصتاً محکمہ سماجی بہبود ہی چلا رہا ہے یا کسی این جی او کی بھی خدمات حاصل کی گئی ہیں یا محکمہ اس بات پر تیار ہے کہ کوئی اچھی شہرت رکھنے والی این جی او اس میں ان کے ساتھ اس کے انتظامات میں partnership کرنا چاہے تو کیا یہ اس کے لئے تیار ہوں گے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! اس وقت تک یہ دارالامان خالصتاً محکمہ سماجی بہبود چلا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور دارلامان ہے جو انجمن حمایت الاسلام والے اپنے طور پر چلاتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی این جی او انتظامات میں partnership کرنا چاہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس وقت offhand میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب اس سلسلے میں کوئی proposal آئے گی تو اس کو examine کیا جائے گا۔ جہاں تک انہوں نے partnership کا کہا ہے اس بارے میں اس وقت تو offhand کچھ نہیں کہا جا سکتا اگر کوئی این جی او اپنی proposal لائے گی تو اس کو review کر لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، next ہے محترمہ طلعت یعقوب صاحبہ!

MISS TALLAT YAQOOB: Mr. Speaker! Answer to be taken as read. Question No. 7678

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ملتان و پاکپتن میں خواتین کی پلاسٹک سرجری کے لئے فنڈز کا اجراء

*7678 **محترمہ طلعت یعقوب:** کیا وزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ملتان اور پاکپتن کے اضلاع سے تعلق رکھنے والی دو خواتین کے پلاسٹک سرجری کے کیس زیر کارروائی ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو یہ کیس کب سے زیر کارروائی ہیں اور کب تک ان دونوں خواتین کو رقم فراہم کر دی جائے گی؟

وزیر بیت المال:

(الف،ب) ضلع ملتان اور پاکپتن سے تعلق رکھنے والی کسی بھی عورت کا پلاسٹک سرجری کیس ڈسٹرکٹ بیت المال کمیٹی، ملتان اور پاکپتن میں زیر کارروائی نہ ہے۔

محترمہ طلعت یعقوب: میرے سوال 7678 کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ضلع ملتان اور پاکپتن سے تعلق رکھنے والی کسی بھی خاتون کا پلاسٹک سرجری کیس ڈسٹرکٹ بیت المال ملتان اور پاکپتن میں زیر کارروائی نہ ہے جبکہ سوال نمبر 3224 جو کہ 22۔نومبر 2005 کو پوچھا گیا تھا اس میں کہا گیا تھا کہ سال 03-2002 کے دوران تشدد کا شکار ہونے والی کسی خاتون نے پلاسٹک سرجری کے لئے بیت المال سے امداد حاصل نہیں کی تاہم ملتان اور پاکپتن کے اضلاع سے تعلق رکھنے والی دو خواتین کے کیس زیر کارروائی ہیں یعنی سوال نمبر 3224 کے جواب میں کہا گیا تھا کہ دو خواتین کے کیس زیر کارروائی ہیں جبکہ میرے سوال میں کہا گیا ہے کہ زیر کارروائی نہ ہیں۔اس ضمن میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آیا سوال نمبر 3224 کا جواب درست ہے یا میرے اس سوال کا جواب درست ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! ان کی بات بالکل درست ہے۔انہوں نے جب پہلے question کیا تھا اس وقت ہمارے پاس دو کیس pending تھے اور ان کو ہم نے 10/10 ہزار روپے کے چیک ایک نشتر ہسپتال اور دوسرا ٹی ایچ کیو پاکپتن میں داخل مریضوں کی مالی امداد کی تھی۔اب ہمارے پاس کوئی کیس pending نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ڈیپارٹمنٹ ہر سوال کا جواب اس انداز سے دیتا ہے کہ اس سے کوئی واضح صورتحال سامنے نہیں آتی۔ اب اگر محترمہ طلعت یعقوب انہیں اس سوال کا reference نہ دیتیں تو منسٹر صاحب نے کہہ دینا تھا کہ یہ بالکل درست ہے کہ وہاں پر اس نام کی دو ایسی خواتین موجود نہیں ہیں لہذا ڈیپارٹمنٹ کو ہدایت کی جائے کہ وہ جواب دیتے وقت یہ تو کہہ سکتے تھے کہ یہ دو خواتین وہاں پر موجود تھیں ان کا علاج ہو چکا ہے اور وہ جا چکی ہیں۔ اب انہوں نے کہا ہے کہ ان ناموں کی کوئی دو خواتین یہاں پر موجود ہی نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! ان کی بات ٹھیک ہے کہ جواب میں پہلے ہی detail آ جانی چاہئے۔

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! میں اس میں گزارش کروں کہ اس سوال میں پوچھا گیا ہے کہ زیر کار روائی ہیں، زیر کار روائی تو کوئی نہیں ہے ہمارا وہ جواب تو ٹھیک ہے۔ پہلے جو سوال آیا تھا انہیں ہم نے 10,10 ہزار روپے کے چیک دے دیئے تھے اس وقت کوئی کار روائی under process نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! سوال نمبر 7821۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سال 2003 تا 2005، کوآپریٹو بنک بہاولپور سے جاری قرضہ جات کی تفصیل

*7821 ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

کوآپریٹو بنک بہاولپور نے 2003 سے 2005 تک کتنے لوگوں کو کتنا کتنا قرض دیا ہے، قرض خواہوں کے نام، پتا اور حاصل شدہ قرض کی تفصیل بتائیں اور کتنے لوگ defaulter ہیں ان کی تفصیل بتائیں؟

وزیر امداد باہمی:

کوآپریٹو بنک بہاولپور نے 2003 سے 2005 تک 5842 لوگوں کو مبلغ -/156260750 روپے کا قرضہ فراہم کیا ہے، فراہم کردہ قرضہ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	تفصیل قرضہ	تعداد مقروضان	رقم قرضہ
1۔	زرعی قرضہ	5574	مبلغ-/13,21,10,950روپے
2۔	قرضہ برائے خرید ٹریکٹر(سوسائٹی)	18	مبلغ-/72,46,600روپے
3۔	قرضہ برائے خرید ٹریکٹر(انفرادی)	16	مبلغ-/53,57,400روپے
4۔	قرضہ برائے لائیوسٹاک(انفرادی)	42	مبلغ-/43,07,000روپے
5۔	قرضہ برائے لائیوسٹاک(سوسائٹی)	2	مبلغ-/2,70,000روپے
6۔	ایس ٹی ریوالونگ لائیوسٹاک(سوسائٹی)	1	مبلغ-/99,000روپے
7۔	قرضہ برائے خرید کمپیوٹر	59	مبلغ-/29,23,600روپے
8۔	قرضہ باعوض سونے کے زیورات	130	مبلغ-/39,46,200روپے
	میزان کل	5842	مبلغ-/15,62,60,750روپے

قرض خواہوں کے نام، پتا اور حاصل شدہ قرض کی تفصیل تتمہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ڈیفالٹرز کی کل تعداد55ہے اور کل قابل وصول رقم مبلغ -/ 31,40,450روپے ہے، جس کی تفصیل تتمہ (ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے جواب میں بتایا کہ 55 defaulters ہیں۔ کیا وہ chronic قسم کے defaulters ہیں یا عام defaulters ہیں یا جن افسران نے recovery نہیں کی، محکمہ ان کے خلاف کیا کارروائی کرنا چاہتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! defaulters کی لسٹ پیش کر دی گئی ہے اور انہوں نے chronic کی ایک نئی اصطلاح نکال دی، جو defaulter ہے وہ defaulter ہے اس نے بنک کا پیسا دینا ہے اور ہم نے recover کرنا ہے۔ محکمے والے کوشش کر رہے ہیں اور recovery proceedings under land revenue act جاری ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی،

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ تھا کہ ان کے خلاف محکمے نے کیا کارروائی کی ہے اور جن افسران نے recovery نہیں کی محکمہ ان کے خلاف کیا کارروائی کرنا چاہتا ہے۔

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! جو recovery ہو چکی ہے وہ بھی reflect کرتی ہے اور outstanding بھی ادھر موجود ہے اور اگر ان کو محکمے کے کسی افسر کے متعلق شکایت ہے کہ اس

نے کوتاہی کی ہے تو ہم اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔

جناب سپیکر: سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ نمبر شمار 7 میں یہ فرمایا گیا کہ قرضہ برائے خرید 59 کمپیوٹرز۔ ان کمپیوٹرز کی خرید کے لئے بہت بڑی رقم ہے یعنی -/2923600 روپے۔ 8 ہزار روپے کا ایک کمپیوٹر آتا ہے تو انہوں نے ان کمپیوٹرز کی خرید پر 29 لاکھ روپیہ کیسے لگا دیا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! یہ ایک سپیشل سکیم ہے جو پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک نے پنجاب گورنمنٹ کے ملازمین کے لئے کی ہوئی ہے اور یہ 59 کمپیوٹرز خریدے گئے ہیں۔ پتا نہیں احسان اللہ وقاص صاحب 8 ہزار کا کمپیوٹر کہاں سے خرید کر دیتے ہیں۔ یہ اچھی کوالٹی کے کمپیوٹرز ہیں جس آدمی نے خریدا ہے اس کی مرضی ہے وہ کون سا کمپیوٹر خریدتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ Next ہے سردار پرویز حسن نکئی صاحب! تشریف فرما نہیں ہیں۔ question dispose of ہوا۔ Next ہے محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! سوال نمبر 7728 جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

حویلی لکھا تحصیل دیپالپور میں بیت المال کے فنڈز کی تقسیم

*7728 **محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری:** کیا وزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(لف) حویلی لکھا، تحصیل دیپالپور، میں سال 2005 میں بیت المال کے جہیز فنڈ سے کتنی یتیم بچیوں کو کتنا کتنا جہیز فنڈ مہیا کیا گیا؟

(ب) 2005 میں بیت المال فنڈز سے حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ کے کتنے غریب، نادار لوگوں کو فنڈز دیا گیا اور کس شرح سے، علیحدہ علیحدہ آگاہ کریں؟

وزیر بیت المال:

(الف) سال2005 میں ضلعی بیت المال کمیٹی اوکاڑہ سے جہیز فنڈ کی مد میں تحصیل دیپالپور کے 17افراد کو مبلغ-/56,500روپے کی مالی امداد دی گئی، تفصیل تتمہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سال2005میں ضلعی بیت المال کمیٹی اوکاڑہ سے 65 افراد کو مبلغ-/1,33,500 روپے کی مالی امداد دی گئی جو کہ تفصیل تتمہ (ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر!منسٹر صاحب سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے کچھ مہینے پہلےResolutionپیش کیا تھا کہ جہیز فنڈ کی رقم کو5ہزار روپے سے بڑھاکر10ہزار روپے کر دیا جائے۔ جس پر وزیر صاحب نےon the floor of the House commitmentکی تھی کہ اس کو بڑھادیا گیاہے تو جو لسٹ میرے پاس ہے اس کے مطابق کسی شخص کو بھی10ہزار روپے جہیز فنڈ نہیں ملا تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ سب کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! محترمہ نے ہاؤس کے اندر ایکrequisitionپیش کی تھی اس میں ہم نےcommitmentدی تھی اس کا جواب ہم نے سوال نمبر7907 کے اندر بھی دیا ہوا کہ جہیز فنڈ10ہزار ہے۔ جہاں تک ان کے سوال کی بات ہے کہ لسٹ میں کسی کو بھی10ہزار نہیں ملا۔

جناب سپیکر!problemیہ ہے کہ فنڈز کی کمی کی وجہ سےneedyلوگ زیادہ ہوتے ہیں ان سب کوaccommodate کرنے کے لئے ایسا کرنا پڑتا ہے۔ ہماری زیادہ سے زیادہ شرح10 ہزار ہی ہے۔ ہم10ہزار دیتے ہیں اور اگر درخواست گزار زیادہ ہو جائیں تو اس کو پھر کم کر کے سب پرequally divideکر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر!میں سمجھتی ہوں کہ منسٹر صاحب نے بڑا عجیب سا جواب دیا۔ میرے پاس 17 افراد کی جو لسٹ موجود ہے ان میں ایک محمد حسین صاحب ہیں انہیں -/ 7500روپے جہیز فنڈ دیا گیا ہے باقیmostlyلوگوں کو2/2ہزار روپے جہیز فنڈ دیا گیا ہے تو مجھے

صرف یہ بتادیں کہ محمد حسین صاحب کے پاس ایسا کیا criteria تھا کہ ان کو -/7500 روپے دے دیا گیا اور باقی لوگوں کو 2/2 ہزار روپے دیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو commitment کی گئی تھی کہ 10 ہزار روپے جہیز فنڈ دیا جائے گا وہ غلط ہے یعنی پھر آپ یہ مت کہیں کہ ہم نے جہیز فنڈ 10 ہزار روپے کر دیا ہے اس سے sense یہ آتی ہے کہ کم از کم جہیز فنڈ 10 ہزار روپے ہو گا۔

جناب سپیکر! 10 ہزار روپے کوئی اتنی رقم نہیں ہے اس سے بہت زیادہ جہیز خریدا جا سکے۔ ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ 10 ہزار روپے کر دیا ہے اور دوسری طرف آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس ملک میں غربت بہت ہے اور بہت سی بچیوں کی شادیاں ہونے کے مسائل ہیں تو یہ کیا طریقہ ہے کہ ایک تو آپ کہہ رہے ہیں کہ 10 روپے ہزار کر دیا ہے اور دوسری طرف آپ کسی کو بھی 10 ہزار روپے نہیں دے رہے ہیں اور جس ایک کو -/7500 روپے دیا گیا ہے اس کا کیا criteria تھا جو باقی لوگوں کو 2/2 ہزار روپیہ دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، منسٹر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! میں نے پہلے جیسے گزارش کی ہے کہ ہماری upper limit Rs.10 thousand rupees ہے اگر لوکل کمیٹی میں درخواستیں زیادہ آ جائیں تو اس کا فیصلہ لوکل کمیٹی کرتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ حاصل کر سکیں اس لئے فنڈز کی کمی کی وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں کو نہ دینے کی بجائے کچھ نہ کچھ دے دیا جائے اور ضرورت کے مطابق انہیں facilitate کر دیا جائے اور اس کا فیصلہ بھی لوکل ڈسٹرکٹ بیت المال کرتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں نے سوال یہ کیا تھا کہ محمد حسین صاحب کو -/7500 روپے دیا گیا ہے یہ کس criteria پر دیا گیا ہے اور جن صاحب کو 2 ہزار روپے فنڈ دیا گیا ہے یہ کس criteria پر دیا گیا ہے اور یہ discrimination کس وجہ سے ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! میں نے جیسے پہلے گزارش کی ہے کہ یہ لوکل کمیٹی کا فیصلہ ہوتا ہے کہ وہ case to case اس کی انکوائری اور اس کے اوپر فیصلہ کرتے ہیں کہ کس کو کتنا دینا ہے اور کس کو کتنا نہیں دینا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے circumstances کیا ہوں مجھے اس کیس کی detail کا نہیں

پتا۔اگر محترمہ چاہتی ہیں تو Fresh Question دے دیں تو میں اس کی detail بھی محترمہ کو پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: محترمہ!وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ upper limit Rs. 10 thousand ہے باقی مقامی کمیٹی کی صوابدید پر ہے کہ کسی کو دو، تین یا چار ہزار دیتے ہیں۔یہ ان کی صوابدید ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر!میں چاہ رہی تھی کہ وزیر صاحب اس پوائنٹ پر آ جائیں، جس پر وہ آ گئے ہیں کہ یہ ذاتی پسند اور ناپسند کیا ان کمیٹیوں میں count کرتی ہے۔یہاں پر کسی کے لئے کوئی طریق کار نہیں ہے۔ میری اطلاع میں ہے کہ لوگ رل جاتے ہیں اور یہ جو 17 افراد خوش قسمت ہیں۔ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ان کی کمیٹیوں کے پسندیدہ افراد ہیں۔ان میں مستحق لوگ بہت کم ہیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ محمد حسین صاحب جن کو -/7500 روپیہ دیا گیا ہے۔یہ اوکاڑہ کی بااثر سیاسی شخصیت کی چٹ پر ملا ہے اور بشیر احمد صاحب جن کا لسٹ میں دوسرا نمبر ہے ان کو دو ہزار روپیہ دیا ہے۔

جناب سپیکر!یہ صرف اوکاڑہ کی بات نہیں ہے بلکہ پورے پنجاب میں یہی طریق کار ہے کہ کمیٹیوں کے جو ممبران ہیں۔ان کی ذاتی پسند اور ناپسند پر جہیز فنڈ ملتا ہے۔ کسی بھی مستحق بندے کو جہیز فنڈ نہیں ملتا۔اس پر سب اچھا کی رپورٹ دے کر وزیر صاحب بھی مطمئن ہیں اور ان کا محکمہ بھی مطمئن ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔سید ناظم حسین شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھوں گا کہ کیا ان کے زیر نظر کوئی ایسی تجویز ہے کہ جو discretion کا طریق کار ہے، It is an act of injustice جہاں بھی discretion استعمال ہو گی تو وہ ایک آدمی کی پسند اور ناپسند پر آ جائے گی۔یہ ایسی تجویز اور قانون کیوں نہیں بناتے کہ جب بھی کوئی جہیز فنڈ کے لئے درخواست دے تو fix رقم ہو چاہے دس ہزار روپے ہو یا پانچ ہزار روپے ہو۔ ویسے بھی ان کو آج کل مہنگائی کے زمانے میں reasonable کرنا چاہئے۔یہ fix کر دیں کہ یہ نہ ہو کہ کسی کو دو ہزار روپے ملیں اور کسی کو سات ہزار روپے ملیں۔کیا ایسی کوئی تجویز یہ لانا چاہتے ہیں؟

وزیر بیت المال: جناب سپیکر!میں نے جس طرح پہلے گزارش کی ہے کہ محترمہ نے بھی کہا کہ وہاں

پسند ناپسند ہے، ہر گز ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم نے کمیٹی میں سماجی کارکن، دیانتدار اور ایماندار لوگوں کو appoint کیا ہوا ہے اور پوری جمہوری طریقے سے وہ پوری کمیٹی بیٹھتی ہے۔اس کی ایک سب کمیٹی ہے جو سکروٹنی کمیٹی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب کا سوال ہے کہ کیا ایسی تجویز آپ کے زیر غور ہے کہ سب کو برابری کی سطح پر مقامی کمیٹی جہیز فنڈ تقسیم کرے؟

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! فی الحال تو ایسا نہیں ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ ہو۔اگر fix کر لیں گے تو بہت کم لوگ اس میں آ سکیں گے۔اس طرح اگر ہم پورا نہیں دے سکتے تو کسی کو دس نہیں تو پانچ ہزار روپیہ تو مل رہا ہے۔اس طرح وہ پانچ ہزار روپے سے بھی محروم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: ان کا مقصد ہے کہ اگر پانچ ہزار روپے ملے تو سب کو پانچ ہزار روپے ملے۔اگر دو ہزار روپے ملے تو سب کو دو ہزار روپے ملے۔یہ اچھی تجویز ہے۔آپ اس پر غور کریں۔

وزیر بیت المال: ہم اس تجویز کو consider کریں گے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) صاحب کا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سوال نمبر 7906۔

پراونشل کوآپریٹو بنک، 2002 تا حال۔ڈیفالٹرز کی تعداد

*7906 **چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک نے جن افراد کا قرضہ معاف کیا ان کی تفصیل دی جائے؟

(ب) اس عرصہ کے دوران کتنے افراد کا قرضہ ری شیڈول کیا گیا ہے؟

(ج) اس وقت بنک کے defaulters کی تعداد مع رقم کی تفصیل دی جائے؟

(د) ضلع پاکپتن میں موجود ڈیفالٹرز کے نام، پتاجات اور رقم کی تفصیل دی جائے؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک نے صرف ایک مقروض کا قرض معاف کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام مقروض	ضلع	معاف کی گئی رقم	سال
شیخ کرامت اللہ	گجرات	50,514.50	2002

یہاں اس امر کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا قرضہ سنٹرل کوآپریٹو بنک1976 سے پہلے کا ہے اور اس کی منظوری بنک ہذا کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے زیر ریزولوشن نمبر12 مورخہ1998-11-28 کو دی۔

(ب) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک نے آج تک کسی کا قرضہ ری شیڈول نہیں کیا تاہم قرض خواہوں کی سہولت کے لئے بنک وقتاً فوقتاً ریکوری پیکیج کے ذریعے اپنے وسائل سے پرانے رکے ہوئے قرضہ جات پر کسانوں کو سود میں50 سے100 فیصد معافی نیز قرضہ کی واپسی بذریعہ اقساط کی سہولت فراہم کرتا رہتا ہے۔

(ج) اس وقت بنک ہذا کے ڈیفالٹرز کی تعداد23394 ہے اور رقم مبلغ-/2170045226 روپے ہے۔

(د) ضلع پاکپتن میں373 مقروضان ڈیفالٹرز کے ذمہ کل مبلغ-/30197218روپے واجب الادا ہیں۔

اصل	مبلغ-/2,21,33,475روپے
مارک اپ	مبلغ-/80,63,743روپے
میزان	مبلغ-/3,01,97,218روپے

جس کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ میرا ضمنی سوال ہے کہ ہمارے محکمے نے یہ جواب دیا ہے کہ یکم جنوری سے لے کر صرف ایک آدمی کا قرضہ معاف ہوا ہے لیکن آج تک کسی کا ریشیڈول نہیں کیا گیا جبکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ تاہم قرض خواہوں کی سہولت کے لئے بنک وقتاً فوقتاً ریکوری پیکج کے ذریعے اپنے وسائل سے پرانے رکے ہوئے قرضہ جات پر کسانوں کو سود میں50 فیصد سے لے کر100 فیصد معافی نیز قرضہ کی واپسی بذریعہ اقساط کی سہولت مہیا کرتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ میرا ضمنی سوال ہے کہ کیا یہ بات ہمارے ان ڈیفالٹرز کو encourage کرنے کے لئے نہیں ہے کہ جو قرضہ نہ دیں اور پانچ دس سال بعد وہ معافی بھی لے لیں اور اقساط بھی کرا لیں، کیا حکومت اس سلسلے میں کوئی پالیسی بنانا چاہتی ہے کہ جو وقت پر قرضہ ادا کرتے ہیں، ان کو یہ سہولت دی جائے، اگر پرانے رکے ہوئے قرضوں پر100 فیصد سود معاف ہو سکتا ہے تو وقت پر

ادا کرنے والوں کو یہ سہولت کیوں نہیں دی جاتی۔

جناب سپیکر: وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! سوال میں بڑا واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ قرضہ معاف اور ریشیڈول کرنے میں فرق ہے۔ اسی طرح جب chronic قسم کے کیس آ جاتے ہیں کہ لوگ ڈیفالٹر ہو جاتے ہیں تو ان کے لئے recovery package مروجہ طریق کار کے مطابق دیتے ہیں جس پر تمام بنک عمل کرتے ہیں، کچھ عرصے بعد ڈیفالٹروں کو دیا جاتا ہے تاکہ بنک کا پھنسا ہوا پیسا واپس لیا جائے۔ اس package میں ہم صرف سود میں 50 فیصد سے لے کر اوپر تک معافی دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو incentive دیا جائے اور وہ قرضہ ادا کریں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب کی تجویز یہ ہے کہ جو ڈیفالٹر ہے اور جس نے پانچ دس سال قرضہ ادا نہیں کیا۔ اس کو تو حکومت ریلیف دیتی ہے لیکن جو بروقت قرضہ ادا کرتا ہے۔ اگر اس کو ریلیف اور incentive دیا جائے تو اس کے نتائج بہتر آ سکتے ہیں۔ یہ ان کی اچھی تجویز ہے۔ آپ اسے دیکھ لیں۔

وزیر امداد باہمی: ٹھیک ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرے بھائی نے جو کچھ فرمایا ہے۔ انھوں نے پالیسی کا بتا دیا ہے۔ جس طرح کہ محکمہ جات کی پالیسیاں ہوتی ہیں لیکن میں ان سے گزارش کروں گا کہ یہ خود initiative لیں اور پنجاب کے لئے ایک مثال بنیں۔ صحیح کسانوں کے قرضے کبھی نہیں مرتے، جو بڑے بڑے وڈیرے اور جاگیردار قرضے لیتے ہیں وہ قرضے کو اس طرح سے کرتے ہیں اس لئے میری درخواست ہے کہ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے اس پر working کریں اور اپنی سفارشات پر نہ صرف حکومت پنجاب بلکہ وفاقی حکومت کو بھی سفارش کریں۔

جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہاں پر ڈیفالٹرز کی تعداد 23394 لکھی گئی ہے اور ان کے ذمہ ہمارے کوآپریٹو بنک کی رقم 2۔ارب 17 کروڑ 45 ہزار 226 روپے ہے۔ یہ اتنی بڑی رقم ہے۔ اس کے لئے یہ کیا سدباب کر رہے ہیں نیز ان کے پاس سالانہ کتنا بجٹ قرضہ جات کے لئے آتا ہے؟

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! میں پہلے بھی ایک سوال کے سلسلے میں عرض کر چکا ہوں کہ

ہمارا loan port folio،8۔ارب روپے سے لے کر 10۔ارب روپے تک ہے اور جو قرضے پھنسے ہوئے ہیں۔یہ 1977 سے لے کر اب تک بقایا ہیں۔ان پر کارروائی جاری ہے،انشاء اللہ ان کی ریکوری کے لئے کوشش کی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!1977 سے لے کر آج تک 30 سال ہو گئے ہیں اور ابھی تک رقم بقایا ہے اور یہ ابھی بھی measures لے رہے ہیں۔یہ تو افسوسناک کارکردگی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ کا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر!سوال نمبر 7727۔

اوکاڑہ میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے رہائشی ادارے

*7727 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

ضلع اوکاڑہ میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے محکمہ نے کتنے رہائشی ادارے قائم کئے ہیں،اگر نہیں تو کب قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے،سال وتاریخ بتائی جائے؟

وزیر سماجی بہبود:

ضلع اوکاڑہ میں فی الحال بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے محکمہ کے زیر انتظام کوئی ادارہ کام نہیں کر رہا ہے۔ محکمہ سماجی بہبود اگلے تین سال کے دوران (MTDF)08-2006 Medium Term Dev. Framework کے تحت مزید 10 شہروں میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے ادارے قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جن میں فیز۔I میں تین شہروں ساہیوال،نارووال اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کام کا آغاز جولائی 2006 میں ہو جائے گا۔ ضلع اوکاڑہ کو فیز II میں شامل کیا جائے گا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس وقت پنجاب میں کتنے ادارے موجود ہیں اور جن دس شہروں کا ذکر کیا گیا ہے،وہ کون کون سے شہر ہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! دس شہروں میں قائم کرنے کا mid term frame work میں ذکر کیا گیا ہے لیکن ان شہروں کا حتمی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ اس سال جن تین شہروں میں کام ہو رہا ہے وہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، ساہیوال اور جھنگ ہیں اور باقی دس کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میرا سوال یہ تھا کہ اس وقت پنجاب میں کتنے ایسے ادارے کام کر رہے ہیں۔ میں نے پہلے یہ پوچھا تھا اور اس کے بعد مزید دس شہروں کا پوچھا تھا؟

جناب سپیکر: گردیزی صاحب! اس وقت پنجاب میں کتنے ادارے کام کر رہے ہیں؟

وزیر سماجی بہبود: اس وقت لاہور، ملتان اور راولپنڈی میں تین ادارے کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سوال نمبر 7740 On his behalf

گوجرانوالہ میں سال 05-2004 کے لئے بیت المال کے فنڈز اور خرچ کی تفصیل

*7740 چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 05-2004 کے دوران ضلع گوجرانوالہ کو صوبائی بیت المال سے کتنی رقم دی گئی؟

(ب) اس عرصہ کے دوران یہ رقم گوجرانوالہ میں صوبائی حلقہ وار کتنی تقسیم ہوئی؟

(ج) اس عرصہ کے دوران کتنی رقم گوجرانوالہ میں طالب علموں اور کتنی رقم اجتماعی شادیوں پر خرچ ہوئی؟

(د) اس رقم میں سے کتنی رقم گوجرانوالہ میں تعینات سرکاری ملازمین کی تنخواہوں، ٹی۔اے، ڈی۔اے پر خرچ ہوئی؟

(ہ) اس عرصہ کے دوران کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول کی خرید پر خرچ ہوئی؟

وزیر بیت المال:

(الف) مالی سال05-2004 کے دوران گوجرانوالہ کو صوبائی بیت المال سے مبلغ-/4824674 روپے کی رقم دی گئی۔

(ب) اس عرصہ کے دوران گوجرانوالہ میں مبلغ-/40,28,294روپے تقسیم کئے گئے۔

حلقہ پی پی۔91	-/2,87,735روپے
حلقہ پی پی۔92	-/2,96,000روپے
حلقہ پی پی۔93	-/2,85,700روپے
حلقہ پی پی۔94	-/2,97,300روپے
حلقہ پی پی۔95	-/2,79,000روپے
حلقہ پی پی۔96	-/2,85,400روپے
حلقہ پی پی۔97	-/2,87,900روپے
حلقہ پی پی۔98	-/2,87,000روپے
حلقہ پی پی۔99	-/2,80,500روپے
حلقہ پی پی۔100	-/2,96,000روپے
حلقہ پی پی۔101	-/2,85,300روپے
حلقہ پی پی۔102	-/2,87,859روپے
حلقہ پی پی۔103	-/2,86,000روپے
حلقہ پی پی۔104	-/2,86,600روپے

(ج) اس عرصہ کے دوران-/14,35,200 روپے کی مالی امداد طالب علموں کو دی گئی، جبکہ اجتماعی شادیاں گورنر ہاؤس سے براہ راست منعقد ہوتی ہیں اور تمام اخراجات بھی گورنر ہاؤس کے ذریعے کئے جاتے ہیں، محکمہ بیت المال پنجاب کا ان سے کوئی تعلق نہ ہے۔ اجتماعی شادیوں پر کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔

(د) کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی گاڑی ہے۔

(ہ) کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ انھوں نے تفصیل دی ہے کہ گوجرانوالہ میں اتنے لوگوں کو، اتنے طالبعلموں کو اور اجتماعی شادیوں کے لئے پیسے دیئے ہیں۔ محترم اعجاز شفیع صاحب اس محکمے کے وزیر ہیں اور جو طریق کار محکمہ بیت المال اختیار کرتا ہے یہ کافی بہتر ہے۔ میں اس پر اعجاز شفیع صاحب کو مبارکباد بھی دیتا ہوں اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ کی صوابدیدی گرانٹ

میں سے محکمے کے بجٹ کو اس کام کے لئے ڈبل کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! اس کے لئے ہم نے چیف منسٹر صاحب کو اپنی ڈیمانڈز بھیجی تھیں اور اس کے اوپر جس طرح چیف منسٹر صاحب نے پچھلے سال بجٹ میں اضافہ کیا اسی طرح اس بجٹ کو بھی وہ انشاء اللہ تعالیٰ ڈبل کر کے اس میں اضافہ ضرور کریں گے۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے صوبہ پنجاب کے اندر جو غریب اور نادار لوگ ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ مالی معاونت کی جائے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: سوال نمبر 7990۔

پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کے قرضہ جات پر مارک اپ کی تفصیل

***7990 ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جنرل منیجر پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کی چٹھی نمبری 114/2004 مورخہ 29۔ ستمبر 2004 میں کاشتکاروں کو بنک کی طرف سے فراہم کردہ قرضوں پر 9 فیصد مارک اپ درج ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بنک 9 فیصد مارک اپ کی بجائے کسانوں سے قرضوں پر 15 فیصد مارک اپ زبردستی وصول کرتا رہا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جنرل منیجر بنک ہذا نے اپنے مراسلہ نمبری 05/122 مورخہ 31۔اگست 2005 سے قرض پر مارک اپ 15 فیصد کر دیا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبائی اسمبلی پنجاب نے کسانوں کو قرضہ جات کی فراہمی کے لئے مارک اپ مقرر کرنے کی قرارداد منظور کی تھی؟

(ہ) کیا حکومت کسانوں کو بھی انڈسٹریل قرضہ جات کے مارک اپ پر قرض دینے اور 15 فیصد مارک اپ وصول کرنے پر جنرل منیجر بنک ہذا کے خلاف قانونی اور محکمانہ کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) فصلی قرضہ جات برائے ربیع 05-2004 کی پالیسی ہیڈ آفس مراسلہ نمبری

114/2004 مورخہ 29-09-2004 کو 9 فیصد شرح مارک اپ پر جاری کی گئی۔

(ب) اس سلسلہ میں عرض ہے کہ پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک ایک کارپوریٹ باڈی ہے جو کہ کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925 کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ بنک بائی لاز نمبری (9)40 کے تحت مارک اپ کی شرح کا تعین کرنے کا اختیار بورڈ آف ڈائریکٹرز/ایڈمنسٹریٹر بنک ہذا کو ہے، بنک ہذا زرعی قرضہ جات کی تقسیم، سٹیٹ بنک آف پاکستان کی سالانہ کریڈٹ لائن پر فراہم کرتا ہے جو کہ سٹیٹ بنک گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل ریٹس پر فراہم کرتا ہے۔

مزید برآں بنک اپنی شرح مارک اپ کا تعین ٹریژری بل ریٹس Cost of funds اور operating cost کو مدنظر رکھ کر کرتا ہے۔ موجودہ ٹریژری بل ریٹ 8.29 فیصد ہے، درج بالا امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اس وقت کے ایڈمنسٹریٹر بنک ہذا/پرنسپل سیکرٹری فنانس اینڈ ٹیکسیشن جناب سلمان صدیق نے بنک کے جملہ قرضہ جات کی شرح prescribed formula کے تحت 15 فیصد سالانہ از مورخہ 16-07-05 کر دی لیکن بعد ازاں قرضہ کے جاری کرنے میں اس اضافی شرح کی وجہ سے کچھ تحفظات کا سامنا کرنا پڑا لہذا کیس دوبارہ جملہ حالات اور چھوٹے کسانوں کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے بنک انتظامیہ کی طرف سے ایڈمنسٹریٹر بنک ہذا/چیئرمین (پی اینڈ ڈی) کو پیش کیا گیا، جنہوں نے درج ذیل قرضہ جات پر شرح مارک اپ 12 فیصد سالانہ از مورخہ 26-01-2006 کر دی۔

1۔ فصلی قرضہ جات اور قرضہ جات بذریعہ ریوالونگ کریڈٹ سکیم
2۔ خواتین انجمن ہائے کے قرضہ جات
3۔ لائیوسٹاک فنانس انفرادی/سوسائٹیز بذریعہ ریوالونگ کریڈٹ سکیم
4۔ لائیوسٹاک پراجیکٹ فنانسنگ انفرادی/سوسائٹیز
5۔ آٹولون

(ج) جواب (ب) میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ اندریں حالات بنک نے اپنے فصلی قرضہ جات پر شرح مارک اپ 15 فیصد سالانہ از مورخہ 16-07-2005 بمطابق منظوری اس وقت کے ایڈمنسٹریٹر بنک ہذا/پرنسپل سیکرٹری فنانس اینڈ ٹیکسیشن سلمان صدیق صاحب کر دی۔ تاہم موجودہ شرح مارک اپ برائے فصلی قرضہ جات 12 فیصد

سالانہ از مورخہ 26-01-2006 ہے۔

(د) یہ درست ہے کہ صوبائی اسمبلی پنجاب نے کسانوں کو قرضہ جات کی فراہم کے لئے مارک اپ مقرر کرنے کی قرارداد بذریعہ 2006/42 منظور کی تھی جس کا جواب تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ہ) سٹیٹ بنک آف پاکستان بنک ہذا کو صرف زرعی قرضہ جات کے لئے سالانہ کریڈٹ لائن فراہم کرتا ہے تاہم انڈسٹریل کوآپریٹو سوسائٹیز کے قرضہ جات کی فراہمی بنک اپنے merger resources سے کرتا ہے، بنک کے cost of funds اور operating cost کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ممکن نہ ہے کہ ان قرضہ جات پر مارک اپ میں کمی کی جائے۔مزید عرض ہے کہ مارک اپ میں اضافہ کا حکم نامہ جناب/RCS President نے بمطابق منظوری ایڈمنسٹریٹر بنک ہذا/پرنسپل سیکرٹری فنانس اینڈ ٹیکسیشن سلمان صدیق صاحب جاری کیا، جس کی کاپی تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اس سلسلہ میں مزید عرض ہے کہ جنرل مینجر بنک ہذا کے اختیار میں نہ ہے کہ سود میں کمی بیشی کرے بلکہ بورڈ آف ڈائریکٹرز/ایڈمنسٹریٹر کی منظوری سے جملہ ہدایات برانچوں میں جاری کی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر!انہوں نے جواب میں جز(الف) میں کہا ہے کہ فصلی قرضہ جات برائے ربیع 05-2004 کی پالیسی ہیڈ آفس مراسلہ نمبری 2004/114 مورخہ 29-09-2004 کو 9 فیصد شرح مارک اپ جاری کی گئی ہے۔اسی طرح جز (د) میں کہا ہے کہ یہ درست ہے کہ صوبائی اسمبلی پنجاب نے کسانوں کو قرضہ جات کی فراہمی کے لئے مارک اپ مقرر کرنے کی قرارداد بذریعہ 2006/42 منظور کی تھی۔اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ جو اس معزز ایوان نے قرارداد پاس کی تھی اس کی کیا حیثیت ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر!اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یہ قرارداد بھی آئی اور اس وقت ہم نے یہی گزارش کی تھی کہ یہ پیسا چونکہ سٹیٹ بنک کا ہے اور سٹیٹ بنک جس terms and conditions پر ہمیں پیسا دے رہا ہے ہم اسی کے حساب سے آگے دے سکتے ہیں اس سے کم پر ہم

نہیں دے سکتے۔ اگر سٹیٹ بنک ہمیں interest free loan کر دے تو ہم اس کو آگے دے سکتے ہیں لیکن ہم 8.29 فیصد پر لے کر آگے فری نہیں دے سکتے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اقبال چنڑ صاحب نے جو سوال کیا ہے وہ بہت valid ہے اور کسانوں کے مفاد کے حوالے سے ہے۔ اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو اتنا مارک اپ بڑھتا جا رہا ہے اس حوالے سے کبھی محکمے نے فیڈرل گورنمنٹ سے بات کی ہے کہ یہ سٹیٹ بنک اتنا مارک اپ بڑھاتا ہے اور یہ سارا لوڈ غریب کسانوں پر آ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں محکمے نے آج تک کیا کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! اس سلسلے میں گورنر سٹیٹ بنک سے ہماری میٹنگز بھی ہوئی ہیں وہ یہاں پر تشریف بھی لائے ہیں۔ جو ایک طریق کار ہے اس میں تمام زرعی قرضہ جات ایک فکسڈ حساب پر جا رہے ہیں اس میں زرعی ترقیاتی بنک بھی شامل ہے جس کو پیسے ملتے ہیں۔ باقی ہمارا جو loan portfolio ہے اس میں ہے اور وہ ٹریژری بل ریٹس کے حساب سے چل رہا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! کافی ہو گئے ہیں۔ جی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ جب تک یہ کوآپریٹو بنک اپنے deposits کو نہیں بڑھائے گا اور اس کے لئے سٹیٹ بنک کا محتاج رہے گا تب تک یہ اسی طرح کسانوں کی کھال اترتی رہے گی۔ اس بارے میں وزیر موصوف رہنمائی فرمائیں اور مختلف کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائیٹز ہیں ان کے پاس اربوں روپیہ پڑا ہوا ہے وہ ان کے ساتھ affiliated ہیں۔ یہ ان کو پابند کر کے اپنے deposits کو بڑھانے کے لئے کوئی مہم چلائیں، جب تک یہ اس طرف توجہ نہیں دیں گے اس وقت تک کسانوں کو یہ کوئی ریلیف نہیں دے سکیں گے۔ نئے نئے بنک آئے ہیں ان کے پاس اربوں روپے کے deposits آ گئے ہیں اور یہ اتنا پرانا بنک ہے ان کے deposits کا نام و نشان ہی نہیں ہے۔ اس کے لئے انہوں نے کیا کوشش کی ہے اور deposits کو بہتر بنانے کے لئے

کیااقدامات کئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیرامداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر!میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جوdepositsہیں اس سلسلے میں بنک نے کافی تگ ودو کی ہے اور کوشش جاری ہے۔اس بنک کی فنانشل ہیلتھ پہلے سے بہت بہتر ہو گئی ہے جو اس کے اندر ریفارمز کئے جارہے ہیں اور اس میں ابھی ہم نے بنک کی تمام برانچز کے منیجرز کو ٹارگٹس دیئے ہوئے ہیں کہ وہ یہ فنڈز اکٹھا کریں اور انشاء اللہ اس میں بہتری آئے گی۔یہ بڑی اچھی تجویز ہے اور اس پر غور ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر بیت المال: جناب سپیکر!میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر!میں بھی بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر!میں بھی بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ضلع قصور، بے سہارا افراد (مرد و خواتین) کے لئے قائم کردہ ادارہ جات اور ان سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*7469 سردار پرویز حسن نکئی: کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ سوشل ویلفیئر نے ضلع قصور میں بے سہارا خواتین و حضرات کے لئے کتنے رہائشی و تربیتی ادارے کہاں کہاں قائم کئے ہیں؟

(ب) مذکورہ اداروں میں داخلہ اور فراہم کردہ سہولیات کی تفصیلات کیا ہیں؟

(ج) اس وقت ان اداروں میں کتنے مرد و خواتین داخل ہیں اور محکمہ ہذا مزید کتنے سوشل ویلفیئر کے ادارے کہاں کہاں قائم کرنے کے منصوبہ جات رکھتا ہے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام بے سہارا خواتین کے لئے تربیتی ادارہ صنعت زار کے نام سے کام کر رہا ہے۔یہ ادارہ بیرون کوٹ رکن الدین تالاب ہری ہر قصور میں کام کر رہا ہے، اس کے علاوہ بے سہارا خواتین کے لئے دارالامان کھیم کرن روڈ بالمقابل واپڈا دفتر SOS بلڈنگ قصور عنقریب کام شروع کر دے گا۔

(ب) صنعت زار میں خواتین کے لئے درج ذیل تربیتی کورسز کی سہولت موجود ہے:۔

1۔	سلائی کڑھائی	2۔	پینٹنگ
3۔	بیوٹی پارلر	4۔	بوتیک
5۔	کمپیوٹر ٹریننگ	6۔	کٹنگ
7۔	ٹائپنگ	8۔	شارٹ ہینڈ
9۔	پینٹنگ وغیرہ		

اسی طرح دارالامان کے قیام کے بعد بے سہارا خواتین کے لئے رہائش کھانا پینا مذہبی تعلیم اور مختصر مدت کے تربیتی کورسز کی سہولت بھی میسر ہو گی۔

(ج) اس وقت صنعت زار میں کل 38 بچیاں اور خواتین کورسز میں زیر تربیت ہیں۔ محکمہ ہذا آئندہ آنے والے سالوں کے دوران قصور میں عمر رسیدہ افراد اور بچوں کے لئے ادارے قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس کے لئے جگہ کا تعین اگلے مالی سال کے ترقیاتی پروگرام کی تشکیل کے وقت کیا جائے گا۔

تحصیل مری و کوٹلی ستیاں میں جنوری 2003 تا حال، بیت المال فنڈز کی تقسیم

*7970 راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) جنوری 2003 سے آج تک حلقہ پی پی۔1 تحصیل مری، کوٹلی ستیاں میں بیت المال سے کتنے غریب، نادار، بے سہارا افراد کی مدد کی گئی نیز جہیز فنڈز کتنا مہیا کیا گیا، کتنے ایسے افراد کے کلیم مسترد کئے گئے، مسترد کرنے کی وجوہات کیا تھیں، جملہ افراد کے نام، پتا، حاصل کردہ امداد، جن کے کلیم مسترد کئے گئے جملہ تفصیل سے ایوان کو مطلع فرمائیں؟

(ب) کیا حکومت علاقہ کی پسماندگی کے پیش نظر بیت المال فنڈز میں اضافہ کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ج) بیت المال فنڈز کی تقسیم کا طریق کار اور معیار کی تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر بیت المال:

(الف) جنوری2003 سے مارچ2006 تک حلقہ پی پی۔1 تحصیل مری، کوٹلی ستیاں میں بیت المال سے مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق غریب نادار، بے سہارا افراد کی مدد کی گئی اور جہیز فنڈ مہیا کیا گیا:۔

تحصیل مری:۔

تفصیل	تعداد مستفید افراد	رقم جودی گئی
1۔مالی امداد	143	4,10,000/-
2۔جہیز فنڈ	46	2,07,000/-
3۔تعلیمی وظیفہ	67	1,55,000/-
ٹوٹل	256	7,72,200/-

تحصیل کوٹلی ستیاں:۔

تفصیل	تعداد مستفید افراد	رقم جودی گئی
1۔مالی امداد	82	2,44,500/-
2۔جہیز فنڈ	30	96,000/-
3۔تعلیمی وظیفہ	83	1,49,600/-
ٹوٹل	195	4,90,000/-

تحصیل مری و کوٹلی ستیاں کی جو درخواستیں مسترد کی گئیں:۔

تفصیل	مسترد کی گئیں
مالی امداد	39
جہیز فنڈ	17

(ب) 2003-04 کے دوران حکومت پنجاب نے صوبہ بھر میں بیت المال فنڈ میں مبلغ 5 کروڑ روپے کی رقم جاری کی، اسی طرح 2004-05 میں مبلغ 5 کروڑ روپے کی رقم جاری کی گئی۔2005-06 میں مبلغ 12.5 کروڑ روپے کر دی گئی تاکہ زیادہ سے زیادہ مستحقین کی امداد کی جا سکے۔

(ج) بیت المال فنڈز پہلے آئیے پہلے پائیے کی بنیاد پر تقسیم کئے جاتے ہیں، مجوزہ درخواست فارم پر مستحقین سے درخواستیں طلب کی جاتی ہیں، جن کو متعلقہ ضلعی بیت المال کمیٹی کی ذیلی سکروٹنی کمیٹی جانچ پڑتال کے بعد مستحق قرار پانے والے افراد کی درخواستیں ضلعی بیت المال کمیٹی کے اجلاس میں منظوری کے لئے پیش کرتی ہے اور منظوری کے بعد متعلقہ ضلعی بیت المال کمیٹی مستحقین کے نام چیک جاری کرتی ہے۔بیت المال فنڈز سے مستحقین کو درج ذیل مدات میں امداد فراہم کی جاتی ہے:۔

نمبر شمار	مد	امداد کی فراہمی کا معیار	رقم کی حد
1۔	مالی امداد	نادار، بیوہ، معذور	10,000/-
2۔	جہیز فنڈ	غریب، بیوہ، ضرورت مند	10,000/-
3۔	تعلیمی وظائف		
		ہوسٹل میں رہائشی طلباء	غیر رہائشی طلباء
الف۔	مڈل (چھٹی تا آٹھویں)	--	100/-روپے ماہانہ
ب۔	میٹرک (نہم دہم)	--	150/-روپے ماہانہ
ج۔	ایف اے، ایف۔ایس سی اور آئی سی ایس	1500/-روپے ماہانہ	700/-روپے ماہانہ
د۔	یونیورسٹی کے طلباء بی۔اے، بی ایس سی	2000/-روپے ماہانہ	1000/-روپے ماہانہ
ہ۔	ووکیشنل ایجوکیشن تربیتی اداروں کے طلباء	1000/-روپے ماہانہ	700/-روپے ماہانہ
4۔	طبی امداد غریب، نادار افراد، مریضوں کے لئے بذریعہ انجمن بہبود مریضاں متعلقہ گورنمنٹ ہسپتال، زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپے		
5۔	قرض بلا سود غریب، نادار افراد کے لئے، زیادہ سے زیادہ بیس ہزار روپے تک (جو قرض جاری ہونے کی تاریخ کے چھ ماہ بعد سے چالیس مساوی اقساط میں قابل واپسی ہوتا ہے)		
6۔	رفاہی ادارہ جات 50,000/-تک بذریعہ ضلعی بیت المال کمیٹی اور اس سے زیادہ بذریعہ پنجاب بیت المال کونسل (ایسے ادارہ جات جو کہ محکمہ سوشل ویلفیئر سے رجسٹرڈ ہوں)		

ملتان میں کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز کی تعداد و تفصیل اور قرضہ کی فراہمی

*8115 محترمہ زیب النساء قریشی: کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع ملتان میں کتنی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز رجسٹرڈ ہیں۔ان میں سے کتنی سوسائٹیز قانون کے مطابق حکام کر رہی ہیں اور کتنی فعال نہ ہیں؟

(ب) ضلع ملتان میں رجسٹرڈ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز کے نام اور رقبہ کی علیحدہ علیحدہ تفصیل بتائی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ دیہی کوآپریٹو سوسائٹیز کو زرعی قرضہ جات فراہم کرتا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ زرعی قرضہ جات کی طرح ہاؤسنگ سوسائٹیز کو قرضہ جات مہیا نہیں کرتا، کیا محکمہ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز کو بھی قرضہ فراہم کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) ضلع ملتان میں کل 11 کوآپریٹو سوسائٹیز رجسٹرڈ ہیں جن میں سے 9 سوسائٹیز فعال ہیں جبکہ 2 سوسائٹیز ترقیاتی کام مکمل کرنے کے بعد فعال نہ ہیں۔

(ب) ضلع ملتان کی ہاؤسنگ سوسائٹیز کے نام اور حاصل کردہ رقبہ جات کی تفصیل Annex A ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) زرعی کوآپریٹو سوسائٹیز کو قرضہ کی فراہمی محکمہ نہ کرتا ہے، بلکہ اس کے لئے فنڈز پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ مہیا کرتا ہے۔

(د) یہ درست ہے کہ بنک زرعی قرضہ جات کی طرح ہاؤسنگ سوسائٹیز کو قرضہ جات مہیا نہ کرتا ہے، زرعی کوآپریٹو سوسائٹیز کو قرضہ کی فراہمی کے لئے فنڈز پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ مہیا کرتا ہے جبکہ ہاؤسنگ سوسائٹیز کے ممبران اپنے اختیار کردہ بائی لاز کے تحت اصولات امداد باہمی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے فنڈز مہیا کرتے ہیں جس سے سوسائٹی کا کاروبار چلایا جاتا ہے۔

ضلع جھنگ میں قائم فلاحی اداروں سے متعلقہ تفصیلات

*8140 سید حسن مرتضٰی: کیاوزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سماجی بہبود کے تحت ضلع جھنگ میں کون کون سے فلاحی ادارے کس کس جگہ کام کر رہے ہیں؟

(ب) ان اداروں کے سربراہوں کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(ج) ان اداروں کے سال 05-2004 اور 06-2005 کے اخراجات کی تفصیل دی جائے؟

(د) اس وقت کتنے ادارے خواتین کو ہنر مندی کی تعلیم دینے کے لئے اس ضلع میں محکمہ ہذا کے تحت کام کر رہے ہیں۔ ان اداروں کے نام اور ان میں خواتین کو جو ہنر سکھائے جا رہے ہیں ان کی تفصیل دی جائے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) 1۔ دارالامان جھنگ (شیلٹر ہوم)

2۔ ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم (صنعت زار جھنگ)

(ب) چودھری محمد صابر، مینجر سپرنٹنڈنٹ (اضافی چارج) بی پی ایس 17

(ج)

سال	تنخواہ	ٹی اے
2004-05	963010/-	17957/-
2005-06	933317/-	27420/-

(د) اس وقت محکمہ کے زیر انتظام خواتین کو ہنر مندی کی تعلیم دینے کے لئے صرف ایک ادارہ ڈسٹرکٹ انڈسٹریل (صنعت زار) کام کر رہا ہے۔ اس وقت اس ادارہ میں خواتین کو سلائی کڑھائی، کٹائی، ہاتھ اور مشین کی کڑھائی، بیوٹی پارلر ٹریننگ، پینٹنگ اور کمپیوٹر کی تربیت دی جا رہی ہے۔

سیالکوٹ میں سال 2002 تا 2005 بیت المال سے مستحق خواتین کی امداد کی تفصیل

*8106 جناب ارشد محمود بگو: کیاوزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع سیالکوٹ میں پی پی۔122 میں2002 سے 2005 تک جن بے سہارا خواتین کی مالی مدد از بیت المال اور جن بچیوں کی امداد بسلسلہ جہیز فنڈ کی گئی ان کے مکمل کوائف مع ایڈریس دیئے جائیں؟

(ب) ضلع سیالکوٹ میں کتنی بچیوں کو جہیز فنڈ بسلسلہ جہیز فنڈ دیا گیا، مکمل تفصیل مع ایڈریس بتائیں جائیں؟

وزیر بیت المال:

(الف) ضلعی بیت المال کمیٹی سیالکوٹ نے پی پی۔122 میں 2002 سے 2005 تک 113 بے سہارا خواتین کی مبلغ-/3,88,800 روپے مالی امداد اور 38 بچیوں کی امداد مبلغ-/ 1,68,000 روپے بسلسلہ جہیز فنڈ از بیت المال کی ہے جس کی تفصیل تتمہ (الف) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے

(ب) ضلع سیالکوٹ میں سال2002تا2005میں539 بچیوں کو مبلغ-/23,35,500 روپے جہیز فنڈ دیا گیا، مکمل تفصیل مع ایڈریس تتمہ (ب) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ سماجی بہبود ضلع جھنگ کا سال06-2004 کا بجٹ اور اخراجات

*8141 سید حسن مرتضٰی: کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سماجی بہبود ضلع جھنگ کا سال05-2004 اور06-2005 کا بجٹ سال وار کتنا تھا؟

(ب) ان سالوں کے دوران محکمہ ہذا نے جھنگ میں جو ترقیاتی کام / عوامی فلاح کے منصوبے مکمل کئے ان کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل الگ الگ دی جائے؟

(ج) ان سالوں کے دوران محکمہ ہذا کے افسران واہلکاران کی تنخواہوں اور ٹی۔اے / ڈی اے کے اخراجات کی تفصیل دی جائے؟

(د) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کے پٹرول / تیل اور مرمت پر خرچ ہوئی؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف)

2004-05	7387000/-
2005-06	9308000/-

(ب) 2005-06

1۔ 0.475 ملین کی لاگت سے ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم میں خواتین کے نئے کمپیوٹر سنٹر کا قیام۔

2۔ 0.574 ملین کی لاگت سے صنعت زار میں پی ڈبلیو پی ریڈی میڈ گارمنٹس ٹریننگ سنٹر کا قیام۔

3۔ 0.560 ملین کی لاگت سے دیہی اور شہر حلقوں میں 10 وومن سکل ٹریننگ کا قیام۔

4۔ 0.571 ملین کی لاگت سے صنعت زار جھنگ میں نئے ہنر جس میں وردی بنانا اور بان بنانا کا اجراء

5۔ 2.982 ملین کی لاگت سے مستحق خواتین میں سلائی مشینوں کی تقسیم اور سلائی کی تربیت۔

(ج)

سال	تنخواہ	ٹی اے
2004-05	6092406/-	208046/-
2005-06	5396528/-	214057/-

(د)

سال	پٹرول	مرمت
2004-05	54959/-	34109/-
2005-06	48301/-	14629/-

ضلع لودھراں میں جنوری 2003 تا حال، بیت المال کا مختص فنڈ اور اخراجات کی تفصیل

*A-8350 **سید محمد رفیع الدین بخاری:** کیا وزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک ضلع لودھراں کو پنجاب بیت المال کی طرف سے سالانہ کتنی رقم کس کس مد میں فراہم کی گئی؟

(ب) کتنی رقم غرباء میں تقسیم کی گئی اور کتنی رقم انتظامی اخراجات پر خرچ ہوئی؟

(ج) کتنی رقم شادی اور جہیز فنڈ کے لئے فراہم کی گئی؟

(د) کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی مرمت/پٹرول/ڈیزل پر خرچ ہوئی؟

وزیر بیت المال:

(الف) یکم جنوری2003 سے آج تک ضلع لودھراں کو پنجاب بیت المال کی طرف سے فراہم کی گئی رقم کی تفصیل تتمہ (الف)ایوان کی میز رکھ دی گئی ہے۔

(ب) -/6164520روپے کی رقم غرباء میں تقسیم کی گئی اور-/120591روپے کی رقم انتظامی اخراجات پر خرچ ہوئی جس کی تفصیل تتمہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) -/736500روپے کی رقم شادی اور جہیز کے لئے فراہم کی گئی۔

(د) کوئی رقم بھی سرکاری گاڑیوں کی مرمت /پٹرول /ڈیزل پر خرچ نہ ہوئی۔

پنجاب سوشل سروسز ویلفیئر بورڈ کے اغراض و مقاصد اور جاری فنڈز کی تفصیل

*8171 محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب سوشل سروسز ویلفیئر بورڈ کا قیام کب آیا اور اس کے مقاصد کیا تھے؟

(ب) اس بورڈ نے مالی سال 05-2004 اور 06-2005 میں کتنی رقم غیر سرکاری تنظیموں کو دی ہے، نیز یہ رقم کن کن تنظیموں کو کن کن مقاصد کے لئے فراہم کی گئی؟

(ج) ان تنظیموں کو جو رقم دی گئی، کیا اس کا آڈٹ بھی کروایا گیا ہے اگر ہاں تو کن کن تنظیموں کے حساب و کتاب میں ہیرا پھیری کا انکشاف ہوا، ان تنظیموں کا نام اور رقم کی تفصیل دی جائے؟

(د) کیا حکومت ایسی تنظیموں کے خلاف سخت سے سخت action لینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) پنجاب سوشل سروسز بورڈ کا قیام 12۔اکتوبر1970 کو ویسٹ پاکستان سوشل ویلفیئر کونسل کی جگہ عمل ہمیں آیا، اس کے مقاصد درج ذیل ہیں:۔

1۔ سوشل ویلفیئر کے پروگراموں کو وسیع کرنا اور سوشل ویلفیئر کی سرگرمیوں کو پنجاب میں کوآرڈینیٹ کرنا اور شہریوں کو سوشل ویلفیئر کی تحریک میں شامل کرنا۔

2۔ تعلیم، صحت، زراعت اور حکومت کے دوسرے محکموں کے ساتھ قریبی رابطہ قائم کرنا

3۔ سماجی بہبود کی تنظیموں کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لئے تکنیکی وفنی رہنمائی اور مالی امداد فراہم کرنا،این جی اوز کے لئے تربیتی کورسز منعقد کرنا۔

(ب) مالی سال05-2004 میں پنجاب سوشل سروسز بورڈ کی طرف سے کسی ادارے کو مالی امداد فراہم نہیں کی گئی تاہم نیشنل کونسل آف سوشل ویلفیئر اسلام آباد کی طرف سے نامزد کردہ 147 این جی اوز کی فہرست اور 20لاکھ روپے موصول ہوئے جو پنجاب سوشل سروسز بورڈ نے نیشنل کونسل آف سوشل ویلفیئر اسلام آباد کی مرضی سے تقسیم کئے، تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔06-2005 میں کسی ادارے کو مالی امداد فراہم نہیں کی گئی۔

(ج) غیر سرکاری تنظیمیں اپنا آڈٹ خود کرواتی ہیں، مالی امداد جاری کرنے کے لئے گزشتہ سال کی آڈٹ رپورٹ ادارہ سے منگوائی جاتی ہے بورڈ کی طرف سے اداروں کا آڈٹ نہیں کیا جاتا۔

(د) اگر کسی ادارے میں کسی قسم کی بے ضابطگی کا انکشاف ہو تو ڈائریکٹوریٹ جنرل آف سوشل ویلفیئر ایسی تنظیموں کو بلیک لسٹ کرنے کا مجاز ہے، جس کے بعد آئندہ ایسے اداروں کو گرانٹ جاری نہیں کی جاتی۔

پنجاب سوشل سروسز بورڈ میں سال05-2004 کے بجٹ اور اخراجات

*8172 **محترمہ فائزہ احمد:** کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب سوشل سروسز بورڈ کو مالی سال05-2004 میں جو گرانٹ فراہم کی گئی، اس میں کتنی رقم سرکاری ملازمین/افسران کی تنخواہوں اور ٹی اے/ڈی اے پر خرچ ہوئی؟

(ب) کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی مرمت پر خرچ ہوئی؟

(ج) کتنی رقم سے سرکاری گاڑیوں کے لئے پٹرول/ڈیزل خرید کیا گیا؟

(د) اس بورڈ کی ملکیت کتنی گاڑیاں ہیں نیز یہ جن افسران کے زیر استعمال ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) مالی سال05-2004میں تنخواہ برائے افسران پر-/11,52,232روپے خرچ ہوئے۔ تنخواہ برائے سٹاف پر-/820,34,141روپے خرچ ہوئے، جبکہ ٹی اے، ڈی اے پر-/27,970روپے خرچ ہوئے۔

(ب) سال05-2004میں گاڑیوں کی مرمت پر مبلغ-/42,539روپے خرچ ہوئے۔

(ج) پٹرول/ڈیزل کی مد میں مبلغ-/2,32,929روپے خرچ ہوئے۔

(د) بورڈ کے پاس اس وقت دو گاڑیاں ہیں۔

1۔ ٹویوٹا ہائی لکس نمبر3029-X.68سال05-2004 چیئرمین، سیکرٹری پی ایس ایس بی، سوشل ویلفیئر افسران کے دوروں کے مواقع پر استعمال ہوئی۔

2۔ سوزوکی بولان نمبر6899-LXBبرائے جنرل ڈیوٹی افسران و عملہ

لاہور میں محکمہ کے ماتحت خواتین کے اداروں سے متعلقہ تفصیل

*8177حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ سماجی بہبود کے تحت لاہور میں خواتین کو ہنر سکھانے کے کتنے ادارے کس کس جگہ کام کر رہے ہیں؟

(ب) ان اداروں میں خواتین کو کون کون سے ہنر سکھائے جاتے ہیں؟

(ج) ان اداروں سے سالانہ کتنی خواتین کو ہنر سکھایا جاتا ہے؟

(د) ان اداروں کی سال2004اور2005 کے خرچ اور آمدن کی تفصیل علیحدہ علیحدہ دی جائے؟

(ہ) ان اداروں کے سربراہان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(و) حکومت خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے مزید کتنے ادارے لاہور میں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف)

1۔ ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم (صنعت زار)22 کشمیر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

2۔ قصر بہبود خواتین 12 M/ایکسٹنشن ماڈل ٹاؤن لاہور

(ب) ہینڈی کرافٹ، پرنٹنگ، آرٹ، بیوٹی پارلر، کٹنگ، کمپیوٹر، پیکیجز، ڈرائیونگ، انگلش لینگویج، ایروبکس، آرٹ ورک، بیوٹیشن، پولیٹیکل فلاور بنانا، کارڈ میکنگ، کٹنگ، کرافٹ ورک، کرسٹل ورک، ڈے کیئر، نرسری، ڈریس میکنگ، ڈرائیونگ، فیشن ایمبرائیڈری، سپوکن انگلش، فیشن ڈیزائننگ، فائن آرٹ، فلور گلاس، مہندی، میوزک، اٹالین فلاور اور ٹیکسٹائل ڈیزائن

(ج) صنعت زار 2562 سالانہ

قصر بہبود 7000 سالانہ

(د)

سال	صنعت زار بجٹ	صنعت زار خرچ	قصر بہبود بجٹ	قصر بہبود خرچ
2004-05	1801226	1769566	272000	239000
2005-06	2110971	1289853	376000	373732

	قصر بہبود آمدن	قصر بہبود خرچ
2004-05	5973840	3527321
2005-06	6419960	4681464

(ہ)

نام آفیسر	عہدہ	گریڈ
مسز تہمینہ حنیف	مینجر	17
مسز تنویر اسلام	پراجیکٹ مینجر	۔ایضاً

(و) حکومت ٹاؤن کی سطح پر ادارے قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے صنعت زار قائم ہوں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 28 ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ move ہو چکی ہے اور اس کا جواب آنا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر!اس میں راجہ صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ Monday والے دن پنجاب اسمبلی میں ڈی سی او آئیں گے تو اسے Monday تک pending کر دیں۔

جناب سپیکر: تحریک Monday تک pending کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 307 احسان اللہ وقاص صاحب اور چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔

آؤٹ فال روڈ (لاہور) پر وٹرنری یونیورسٹی کے گیٹ پر طالبہ پر موٹر سائیکل سواروں کا تیزاب پھینکنا

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ نوائے وقت مورخہ 29۔مارچ 2006 کی خبر کے مطابق آؤٹ فال روڈ لاہور پر یونیورسٹی آف وٹرنری اینڈ اینمل سائنسز کے گیٹ پر موٹر سائیکل سوار دو لڑکوں نے سیکنڈ ایئر کی طالبہ رابعہ پر تیزاب پھینک دیا جس سے وہ بری طرح جھلس گئی۔ تفصیل کے مطابق ائر فورس کے ریٹائرڈ اہلکار سردار محمد کی بیٹی رابعہ یونیورسٹی میں جبکہ اس کا چھوٹا بھائی یاسین قریبی سکول میں میٹرک کا طالب علم ہے۔ گزشتہ روز وہ پیدل یونیورسٹی جا رہی تھی کہ گیٹ پر ایک نوجوان نے اس کے چہرے پر تیزاب پھینک دیا جس سے اس کے دونوں ہاتھ، گردن اور سینہ جھلس گئے۔ تیزاب پھینکنے کے بعد ملزم اپنے ساتھی کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر فرار ہو گئے۔یونیورسٹی ہذا SSP Operations کے دفتر سے چند قدم کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس واقعہ سے عوام میں عموماً اور والدین میں خصوصاً غم و غصہ کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر!اس وقت رپورٹ ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس انوسٹی گیشن لاہور مدعیہ مقدمہ مسماۃ رابعہ انجم دختر سردار محمد قیوم جٹ موضع رائے کلاں

تھانہ مصطفیٰ آباد قصور کی درخواست پر مقدمہ نمبر203 مورخہ 2006-03-29 بجرم 34/324، 506,336 ت پ اور 7 ATA کے تحت تھانہ اسلام پورہ میں برخلاف محمد عمران، محمد عرفان اور بدرالاسلام درج رجسٹر ہوا۔ مورخہ 2006-03-31 ملزمان بالاتین کو گرفتار کیا گیا اور مجاز عدالت سے ملزمان کا ریمانڈ جسمانی حاصل کیا گیا۔ دوران تفتیش ملزم بدرالاسلام کی نشاندہی پر آلہ زرتیزاب والی بوتل اور تیزاب برآمد کیا گیا اور ملزم محمد عرفان کی نشاندہی پر اس کے گھر سے واردات میں استعمال ہونے والی موٹر سائیکل نمبر LZZ 9662 قبضہ پولیس میں لی گئی جبکہ ملزم عمران کے خلاف وقوعہ ہذا میں شامل ہونے کی کوئی ٹھوس شہادت سامنے نہ آئی ہے۔ مدعی فریق سے ملزمان عمران کے بارے میں صفائی یا قسم دینے کے متعلق بات کی گئی جس پر مدعیہ کی والدہ اختر بانو نے صاف انکار کر دیا۔ مندرجہ بالاتین ملزمان کو گناہ گار قرار دے کر جوڈیشل حوالات بھجوایا جا چکا ہے اور جلد ہی اس مقدمہ کا چالان بھی عدالت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور اس پر جو بھی کارروائی ہوئی ہے اس پر میں منسٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی بچی پر تیزاب پھینکنا اس کے قتل کرنے سے بھی بدتر جرم ہونا چاہئے اور اس بارے میں جناب وزیر قانون سے میں یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اس مقدمے کو اگر دہشت گردی کی عدالت میں نہیں بھیجا گیا تو اسے اس میں ضرور شفٹ کریں۔ یہ واقعات بہت بڑھ گئے ہیں اور یہ اتنا گھناؤنا جرم ہے کہ جس کا کوئی آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں جناب وزیر قانون سے یہ درخواست کروں گا اور وہ آئندہ کے لئے بھی ہمیں یقین دہانی کرائیں کہ اس مقدمے میں بھی جن ظالموں نے جو اتنا بڑا ظلم کیا ہے ان کے مقدمے کو دہشت گردی کی عدالت میں بھیجیں اور ان کے خلاف سخت ترین کارروائی ہونی چاہئے اور عبرت کا نشان بنانا چاہئے جو ہماری بچیوں، ہماری بیٹیوں اور ہماری بہنوں کے ساتھ اس طرح کا گھناؤنا فعل کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گینگ ریپ سے بھی سو گنا زیادہ گھٹیا اور بدترین عمل ہے۔ اس کے نتیجے میں تو وہ بچیاں زندہ درگور ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نوعیت کے جو تمام کیسز ہیں وہ دہشت گردی کی عدالت میں جانے چاہئیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔جناب سپیکر!میں معزز رکن کے جذبات کے ساتھ سو فیصد اتفاق کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی ذی شعور انسان کے یہی جذبات ہونے چاہیئں اور بچیاں سب کی ایک جیسی ہوتی ہیں۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ ایک ایسا فعل ہے کہ جس سے ایک بچی کی ساری زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا چالان انسداد دہشت گردی کی عدالت میں ہی پیش کیا جائے گا کیونکہ اس میں 7ATA لگایا گیا ہے لیکن میں اس کے علاوہ بھی معزز رکن کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کیس کے لئے موثر پیروی کرنے کے لئے بھی ہدایات جاری کی جائیں گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، سید ناظم حسین شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!جیسا کہ ہمارے بھائی وقاص صاحب نے کہا ہے اور وزیر قانون راجہ صاحب کی بھی مہربانی کہ انہوں نے اتفاق کیا ہے میری گزارش یہ ہے کہ اس کے متعلق جتنا بھی کہا جائے کم ہے۔ جیسا کہ وقاص صاحب نے کہا کہ واقعی وہ بچیاں زندہ درگور ہو جاتی ہیں اس لئے کیوں نہ ایک ایسا deterrent and proactive قانون راجہ صاحب لے کر آئیں کہ آئندہ اس قسم کا فعل جس سے بھی سرزد ہو اس کو اس کی قرار واقعی سزا ملے اور جس کے ساتھ ہو اس کی پلاسٹک سرجری اب تو کینیڈا میں کافی حد تک ایڈوانس ہے۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس بچی کی پلاسٹک سرجری گورنمنٹ کے خرچ پر ہو تاکہ وہ بچی معاشرے میں acceptable ہو اور اگر ہو سکے تو اس کا خرچ بھی مجرم سے وصول کریں اگر نہ کریں تو گورنمنٹ اپنے خرچ پر اس کی پلاسٹک سرجری کروائیں تاکہ وہ بچی جو کہ ایک زندہ چلتی پھرتی لاش ہے وہ نہ رہے بلکہ معاشرے میں اس کی acceptance ہو جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں اور میں نے پہلے بھی اس بات سے اتفاق کیا ہے اور جو محترم شاہ صاحب نے فرمایا ہے اس کے متعلق میں ذاتی طور پر متعلقہ حکام سے کہوں گا۔ وہ رابطہ کریں گے اگر کسی قسم کی بھی گورنمنٹ کی طرف سے ان کو financial assistance علاج معالجہ کے لئے یا پلاسٹک سرجری کے لئے ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ تعمیل کی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چونکہ محرک اس کو مزید press نہیں کرنا چاہ رہے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 309 سید احسان اللہ وقاص، محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ! محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ! جی، محترمہ زیب النساء قریشی پیش کریں گی۔

مظفر گڑھ کے قریب چوک پرمٹ کے علاقہ میں مسلح افراد کی کاشتکار کی بیٹیوں سے زیادتی

محترمہ زیب النساء قریشی: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 30۔ مارچ 2006 کی خبر کے مطابق مظفر گڑھ کے قریب چوک پرمٹ کے علاقہ میں مسلح افراد نے غریب کاشتکار کی دو بیٹیوں سے سر عام زیادتی کی اور ایک لڑکی کو اٹھا کر ساتھ لے گئے۔ تفصیل کے مطابق بستی رام پور کی بستی جوئیہ کا کاشتکار محمد نواز جوئیہ اور اس کا بیٹا جاوید جوئیہ گھر سے باہر گئے ہوئے تھے کہ محمد عیسیٰ خلیل اور بشیر وغیرہ ان کے گھر گھس آئے اور گھر کی خواتین کے سامنے دو بہنوں اٹھارہ سالہ جندن مائی اور شادی شدہ صغراں کو صحن میں لے آئے اور برہنہ کر کے اجتماعی زیادتی کی۔ گھر کی خواتین نے ملزمان کو خدا کے واسطے دیئے مگر ملزموں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس دوران ملزمان ہوائی فائرنگ بھی کرتے رہے۔ ملزمان دونوں بہنوں کو اٹھا کر ساتھ لے گئے اور شادی شدہ صغراں کو برہنہ حالت میں چھوڑ گئے۔ جبکہ جندن مائی کو ملزمان ساتھ لے گئے۔ اس واقعہ سے عوام میں خوف وہراس کی فضا پائی جاتی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! جن واقعات کا تحریک التوائے کار میں ذکر کیا گیا ہے وہ درست ہیں اور اس سلسلے میں مقدمہ نمبر 122 مورخہ 06-03-29 کو درج ہو چکا ہے۔ دوران تفتیش پولیس نے معنویہ جندن مائی کو برآمد کیا اس کا بیان زیر دفعہ 161 ت پ لے کر اس کا طبی ملاحظہ کروایا گیا۔ معنویہ جندن مائی کو مجسٹریٹ کے روبرو پیش کر کے اس کا بیان زیر دفعہ 164 ت پ قلمبند کروایا گیا۔ جس میں اس نے بیان کیا کہ سلیم، وزیر، غلام عباس، محمد عیسی، خلیل اور بشیر نے اس کے ساتھ باری باری زیادتی کی ہے۔ اس پر اسلامی حدود کی دفعات کے تحت مقدمہ ایزاد کیا

گیا۔ دوران تفتیش امیر بخش، خلیل احمد، غلام عباس، محمد ریاض کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ مزید تفتیش جاری ہے جلد ہی اس کی تفتیش مکمل کر کے چالان عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ ایسے واقعات کے خلاف سخت قسم کا قانون بنایا جائے کہ کوئی بھی گھروں کے تقدس کو پامال نہ کرے۔ خواتین اور بچیوں کی عزتیں محفوظ ہوں۔

جناب سپیکر! محمد بن قاسم صرف 17 سالہ نوجوان تھا اور وہ ایک عورت کی پکار پر یہاں آیا اور آج ہم سب یہاں اسی وجہ سے مسلمان ہیں۔ جناب! خواتین یہ کہتی ہیں کہ آج ایک اور محمد بن قاسم پیدا ہو اور آئندہ کے لئے کسی بھی ظالم کو اس قسم کی جرأت نہ ہو۔ فوری طور پر اگرچہ قانون ہے لیکن اس سے بھی سخت قانون ہو کہ آئندہ ہر لڑکی کی عزت محفوظ ہو سکے اور کوئی بھی آرام سے اپنے گھر میں رہ سکے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چونکہ محرک اس کو مزید press نہیں کرنا چاہ رہیں لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 315 محترمہ فرزانہ راجہ کی ہے۔

مین بازار دھرم پورہ (لاہور) میں دن دہاڑے ڈاکا

محترمہ فرزانہ راجہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 5۔اپریل 2006 کو بوقت دن 12 بجے مین بازار دھرم پورہ لاہور میں معمول کے مطابق دکاندار اپنا کاروبار کر رہے تھے کہ اچانک تین موٹر سائیکلوں پر سوار پانچ ڈاکوؤں نے آکر بشارت جیولری شاپ کے گن مین ظفر کو تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے اس سے اس کی لائسنسی گن چھین لی اور فائرنگ کر کے ڈاکوؤں نے دکان میں شوکیس کا شیشہ توڑ ڈالا اور چالیس لاکھ روپے مالیت کے طلائی زیورات لوٹ لئے۔ ڈاکو فائرنگ کرتے ہوئے ساتھ والی دکان بلال جیولری شاپ میں گھس گئے جیولرز اور سیلز مینوں کو خوفزدہ کر کے بیس لاکھ روپے کے طلائی زیورات لوٹ لئے بلال جیولری شاپ کو لوٹنے کے بعد ڈاکو ساتھ والی مقصود جیولری شاپ میں چلے گئے اور جیولر مقصود اور اس کے بھائی صدیق کو گن پوائنٹ پر یرغمال بنا کر اٹھارہ لاکھ روپے مالیت کے طلائی

زیورات لوٹ لئے اور اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہو گئے۔ دن دہاڑے ڈکیتی کے یکے بعد دیگرے تین وارداتوں سے صوبائی دارالحکومت (لاہور) کے عوام میں بالخصوص خوف وہراس پایا جارہا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری پہلی گزارش یہ ہے کہ تحریک التوائے کار 315 اور 317 دونوں ایک ہی ہیں اور دونوں کو اکٹھا کر لیا جائے۔ ہم 315 پر بات کر رہے ہیں اس کے بعد 317 حاجی اعجاز صاحب کی ہے وہ بھی ایسی ہی نوعیت کی ہے۔ دونوں کو اکٹھا take up کر لیں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس سلسلے میں گزارش ہے کہ 6۔اپریل کو تحریک التوائے کار جمع کروائیں گئیں تھیں۔24۔اپریل کو ہم نے اس کا جواب دے دیا تھا۔ جواب کے مطابق مقدمہ نمبر 143 مورخہ 5/4/2006 کو درج ہو چکا ہے اس میں مزید انہوں نے کہا تھا کہ تفتیش جاری ہے۔ اس میں، میں نے update جواب مانگا ہوا ہے کیونکہ اس واقعہ کو تقریباً دو تین مہینے ہو گئے ہیں تو میری استدعا ہے کہ اگر Monday تک اس کو pending فرما لیں۔ Monday کو میں اس کا update جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب! اس کو Monday تک pending کر دیں۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! کیا راجہ صاحب کو update جواب ملا نہیں؟ میرے علم میں ہے کہ متعلقہ ڈاکو گرفتار ہو چکے ہیں اور ان سے مال بھی برآمد کر لیا گیا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ مجھے update جواب دے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اسی لئے عرض کر رہا ہوں کہ میرے پاس update جواب نہیں ہے میں Monday کو اس کا update جواب دے دوں گا۔

(اس مرحلہ پر تحریک التوائے کار نمبر 315 کے ساتھ 317 کو بھی take up کیا گیا اور pending کیا گیا)

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ یہ تحریک Monday تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار 320 سید حسن مرتضیٰ، حاجی محمد اعجاز، ملک اصغر علی قیصر۔ جی، حاجی صاحب!

لاہور کے بڑے ہسپتالوں میں سی ٹی سکین مشین کی عدم دستیابی کی وجہ سے مریضوں کو پریشانی کا سامنا

حاجی محمد اعجاز: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 6۔اپریل2006 کو ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق لاہور بھر کے 16 سرکاری ہسپتالوں میں سے 10 ہسپتال جن میں لیڈی لنگڈن، لیڈی ایچیسن، گورنمنٹ میاں محمد منشی، گورنمنٹ کوٹ خواجہ سعید شاد باغ، گورنمنٹ نواز شریف ہسپتال، یکی گیٹ، پنجاب ڈینٹل، گورنمنٹ سید مٹھا، گورنمنٹ مزنگ، گورنمنٹ ہسپتال چوہان روڈ ساندہ کلاں اور گورنمنٹ ہسپتال پاتھی گراؤنڈ گوالمنڈی شامل ہیں، میں سی ٹی سکین کی مشین عدم دستیابی کے باعث مریضوں کو خاص کر خواتین کو دیگر ہسپتالوں یا پھر پرائیویٹ طور پر مہنگے داموں سی ٹی سکین ٹیسٹ کروانے پڑتے ہیں۔ جن چھ بڑے ہسپتالوں میں یہ سہولت ہے ان کی بھی سی ٹی سکین اکثر خراب رہتی ہے یا پھر خراب کر دی جاتی ہے۔ تاکہ لوگ پرائیویٹ لیبارٹریوں پر جو کہ انہی ڈاکٹروں کی ہیں جو سرکاری ملازمین ہیں، سے مہنگے داموں سی ٹی سکین ٹیسٹ مجبوراً کروائیں اس طرح ہزاروں مریض صرف لاہور میں خراب ہو رہے ہیں جبکہ دیگر بڑے بڑے شہروں کی صورتحال ناقابل بیان ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ ہم نے اس وقت تمام ٹیچنگ ہسپتالوں میں پرانے سٹی سکین کی جگہ نئے سی ٹی سکین لگا دیئے ہیں اور اس سال سروسز ہسپتال اور PIC جبکہ پچھلے سال گنگارام اور میو ہسپتال جبکہ 2003 میں جناح ہسپتال میں سی ٹی سکین لگایا گیا تھا اور لاہور سے باہر کے ٹیچنگ ہسپتال جن میں نشتر میڈیکل سنٹر، فیصل آباد، راولپنڈی میڈیکل کالج، رحیم یار خان تمام کے تمام ہسپتالوں میں سی ٹی سکین ہیں بلکہ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ہم ان ہسپتالوں کو MRI جو کہ سی ٹی سکین سے بھی ایڈوانس ٹیکنالوجی ہے اور پچھلے تین سالوں میں چار

نئےMRI خریدے گئے ہیں اور جن میں recently جنوبی پنجاب میں بہاولپور میں بھی نیاMRI نصب کیا گیا ہے۔ جہاں تک ان مشینوں کے disfunctional ہونے کی بات ہے تو ہم انسٹیٹیوشنز سے باقاعدہ رپورٹ لیتے ہیں اور اگر کسی انسٹیٹیوشن کا سی ٹی سکین disfunctional ہو تو اس کے ایم ایس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! پہلے پرچیز کے وقت contract میں کمپنیاں ذمہ داری نہیں لیتی تھیں اور اب ہم نے ان کمپنیوں کے ساتھ پرچیز کے جو contracts کئے ہیں ان میں تین سال کی وارنٹی شامل ہوتی ہے اور down time جو سی ٹی سکین کا ہو یعنی اگر ایک سی ٹی سکین مہینے کے لئے بند رہتا ہے تو کمپنی کو مزید ایک ماہ بغیر payment کے extension میں مزید وارنٹی automatically ہو جاتی ہے تو اس پر اسمبیس سے ہم نے اس معاملے کو کافی حد تک stream line بھی کیا ہے۔ معزز رکن نے جو بات کی ہے تو اگر individual case کسی انسٹیٹیوشن میں specifically ہو تو ہمیں بتائیں اور پھر ہم اس کے مطابق کارروائی کریں گے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں اتنی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں ان مشینوں پر تعینات عملہ شریف ہونا چاہئے تاکہ مریضوں کو پریشانی نہ ہو اور یہ بہانے نہ بنائیں کہ مشین خراب ہے اور آپ کہیں اور سے کروالیں۔ وہ اسی طرح کہتے ہیں کہ آپ کہیں باہر سے کروالیں کیونکہ باہر لیبارٹریوں کے ساتھ ان کا contact ہے اور وہ باقاعدہ انہیں refer کرتے ہیں تو ایسا عملہ وہاں پر تعینات کیا جائے جن کی اچھی reputation ہو۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری آپ کی وساطت سے وزیر صحت سے گزارش ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم MRI کی صورت میں ایڈوانس ٹیکنالوجی متعارف کروا رہے ہیں اور ٹیچنگ ہسپتالوں میں یہ زیادہ prefer کر رہے ہیں تو فیصل آباد بھی ڈاکٹر صاحب! بڑا اہم شہر ہے اور اس میں ابھی تک MRI کی سہولت موجود نہیں ہے لہذا اس بارے میں فرمادیں کہ کیا گورنمنٹ کوئی ایسا ارادہ رکھتی ہے؟

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! شیخ صاحب نے بڑی اہم بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فیصل آباد اس وقت پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے اور پنجاب کی جو ایکسپورٹ ہیں پاکستان کی ترقی میں اس کا بہت اہم رول ہے اور تقریباً چھ مہینے پہلے وزیر اعلیٰ صاحب نے فیصل آباد میڈیکل کالج، الائیڈ ہسپتال کے بورڈ آف مینجمنٹ کی میٹنگ چیئر کی تھی۔ بورڈ اور پرنسپل کی request پر چیف منسٹر صاحب نے approve کیا تھا کہ فیصل آباد میڈیکل کالج کو بھی MRI کی سہولت دی جائے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں ڈاکٹر صاحب کا بڑا مشکور ہوں کہ اگر انہوں نے فیصل آباد میں MRI کی سہولت دینے کے لئے وعدہ کیا ہے تو یہ وہاں کی بڑی اہم ضرورت ہے کیونکہ غریب مریض بیچارے پرائیویٹ لیبارٹریوں میں 15 ہزار روپے نہیں دے سکتے۔ یہ بڑی اچھی کاوش ہے تو وہاں پر جتنی جلد ممکن ہو سکے MRI install ہونی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے جی۔ چونکہ محرک اس تحریک کو مزید press نہیں کرتے اس لئے یہ Motion dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک حاجی محمد اعجاز اور ملک اصغر علی قیصر کی 325 ہے۔ جی، حاجی صاحب!

ٹرانسپورٹرز کا حکومتی نوٹیفکیشن میں متعین کرایوں سے زائد وصول کرنا

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 5۔اپریل 2005 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق حکومت پنجاب کے کرایوں میں اضافے کے نوٹیفکیشن کے بعد گزشتہ ایک ماہ سے لاہور سمیت پنجاب کے شہری زائد کرایہ دے رہے ہیں۔ کسی بھی قسم کی کارروائی ابھی تک نظر نہیں آئی اور نہ ہی کسی ٹرانسپورٹ کمپنی کے روٹ پرمٹ کینسل کئے گئے ہیں۔ اربن ٹرانسپورٹ سسٹم نے ملی بھگت کر کے ابھی تک بسوں میں جعلی کرائے نامے لٹکا رکھے ہیں۔ صوبائی دارالحکومت میں پبلک ٹرانسپورٹ کی قلت اور ٹرانسپورٹرز کی طرف سے ناجائز اوور چارجنگ نے مسافروں کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں جس کے سبب مسافروں کو نہ صرف دوسرے سٹاپ کا کرایہ سات روپے کی بجائے دس روپے اور دور کے سفر کا دس روپے کی بجائے چودہ روپے کے ٹکٹ پر سفر کرنا پڑ رہا ہے۔ ٹرانسپورٹرز مسافروں کو

سفری سہولیات دینے کی بجائے محکمہ ٹرانسپورٹ کے جعلی کرائے نامے دکھا رہے ہیں۔انتظامیہ حرکت میں آنے کی بجائے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے جس کی وجہ سے لاہور شہر کی عوام اور پورے پنجاب کی عوام میں حکومت کے خلاف شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: شکریہ۔جناب سپیکر! محکمہ ٹرانسپورٹ نے لاہور میں اربن روٹس پر چلنے والی بسوں اور ویگنوں کے کرائے میں اضافہ بذریعہ نوٹیفکیشن 06-03-25 کیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

فاصلہ چار کلو میٹر تک	-/6روپے
ایک تا چار اور چار تا آٹھ کلو میٹر تک	-/8روپے
ایک تا آٹھ اور آٹھ تا دس کلو میٹر تک	-/10روپے
ایک تا14اور14تا22کلو میٹر تک	-/12روپے
22کلو میٹر سے32کلو میٹر	-/14روپے

مندرجہ بالا نوٹیفکیشن سے پہلے عوام سے06-03-23تک تجاویز/اعتراضات مانگے گئے لیکن اس سے قبل کہ نوٹیفکیشن جاری ہوتا۔ کئی جگہ سے زائد کرایہ وصول کرنے اور جعلی کرائے ناموں کی شکایات موصول ہوئیں جس پر ڈسٹرکٹ ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی اور پنجاب پراونشل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کے عملہ نے سخت کارروائی کرتے ہوئے 265گاڑیوں کے چلان کئے128کو تھانوں میں بند کیا اور مبلغ ایک لاکھ26ہزار 200روپے جرمانہ وصول کیا۔ 06-03-25کے نوٹیفکیشن کے مطابق پہلی سٹیج جس پر سروے کے مطابق 50فیصد سے زائد لوگ سفر کرتے ہیں، کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔دوسری سٹیج کا کرایہ -/10روپے نہیں بلکہ -/8روپے ہے اور دور کا سفر کرنے والوں کے فی کلو میٹر کرائے میں کمی ہوتی چلی گئی ہے جیسا کہ اوپر چارٹ میں دکھایا گیا ہے۔ مندرجہ بالا کرایہ نامہ سے زائد کرایہ وصول کرنے یا کسی بے ضابطگی کی صورت میں ڈسٹرکٹ ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی جو ضلعی حکومت کے دائرہ کار میں کام کر رہی ہے، سخت کارروائی کرتی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! واقعی بہت سی ایسی بسیں تھیں جنہوں نے اوور چارجنگ کی تھی لیکن میں حلفاً یہ بات کہتا ہوں کہ پہلی سٹیج کا کرایہ -/6روپے نہیں بلکہ -/7روپے ہے اور وہ آج بھی وصول کیا جارہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پنجاب ٹرانسپورٹ نے ان کے جو چالان کئے ہیں تو وہ پیسا حکومت کو چلا گیا اور پبلک کو اس سے کوئی ریلیف نہیں ملا تو میں یہ چاہتا ہوں کہ پبلک کو ریلیف ملے۔ پہلی سٹیج کا کرایہ -/6روپے اور دوسری کا انہوں نے -/8روپے بتایا ہے۔ ٹرانسپورٹر وہ چارج نہیں کر رہے بلکہ پہلی سٹیج کا کرایہ -/7روپے اور دوسری کا -/10روپے کر رہے ہیں اس لئے یہ اس بات کی یقین دہانی کروائیں۔ نہیں تو یہ میرے ساتھ چلیں اور ابھی میں بس پر بیٹھنے کو تیار ہوں اور وہ ہم سے -/7روپے ہی لیں گے اس کا جواب دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ وزیر ٹرانسپورٹ کے نوٹس میں یہ بات آئی ہے اور آپ نے بھی اس کی وضاحت کر دی ہے اور وہ پہلے ہی ایکشن لے رہے ہیں تو وہ اس میں بھی دیکھ لیں گے اور جو مناسب ہو گا وہ کریں گے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! بات یہ نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے ٹھیک کہا ہے کہ پہلی سٹیج کا کرایہ -/6روپے ہے اور میں بھی مانتا ہوں کہ -/6روپے ہے لیکن -/6روپے لیا نہیں جارہا اور آج بھی -/7روپے ہی لیا جارہا ہے اس بارے میں یہ سخت ایکشن لیں۔ حکومت نے جو چالان کئے اس کا فائدہ تو حکومت کو ہوا عوام کو تو کوئی ریلیف نہیں ملا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حاجی صاحب! چالان تو اس لئے کیا کہ وہ زیادہ کرایہ وصول کر رہے تھے۔ مزید وہ اس بارے میں توجہ فرمائیں گے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اس سے پبلک کو کیا ریلیف ملا، چالان کرنے کا عوام کو کیا فائدہ ہوا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جو over charge کر رہے ہیں آخر ان کو سزا تو ملنی چاہئے۔

حاجی محمد اعجاز: لیکن اصل ریلیف تو یہ ہے کہ عوام سے وہ کرایہ وصول کیا جائے جو محکمہ ٹرانسپورٹ نے ان کو دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مقصد یہ ہے کہ عوام کو ریلیف ملے۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر! جو میرے معزز بھائی بات کر رہے ہیں میں ان سے بالکل اتفاق نہیں کرتا۔ پہلے سٹیج کا کرایہ چھ روپے ہے اور اگر ان کے علم میں کسی جگہ پر کوئی زائد کرایہ وصول

کرنے کی بات ہے تو یہ میرے ساتھ بات کریں ہم ان کے خلاف سخت ایکشن لیں گے۔ ہم نے ایک دن کے اندر ایک لاکھ 26ہزار روپے چالان کیا ہے اگر کوئی گاڑی کسی روٹ پر violation کرتی ہے تو جو قانون ہمیں اجازت دیتا ہے اس کے تحت ہم کارروائی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ اگر ان کے علم میں ایسی کوئی بات ہے کہ کسی جگہ پر بھی کرایہ زائد وصول کیا جارہا ہے تو یہ میرے علم میں لائیں میرے ساتھ بیٹھیں ہم ان کے خلاف سخت ایکشن کریں گے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں ابھی ان کو بتاتا ہوں کہ نیو خان کی بسیں جلو موڑ سے چلتی ہیں اور وہ پہلے سٹیج پر-/7روپے کرایہ وصول کرتی ہیں آج بھی کر رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ جو بات کر رہے ہیں وزیر موصوف اسی کا جواب دے رہے ہیں کہ آپ ان کے پاس بیٹھیں وہ ایکشن لیں گے۔

حاجی محمد اعجاز: میں ان کو پوائنٹ آؤٹ کر رہا ہوں یہ چیک کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن آپ کو ان کے ساتھ بیٹھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔ دیکھیں آپ بھی agree کر رہے ہیں وہ بھی agree کر رہے ہیں یہ مسئلہ حل ہو جائے گا انشاء اللہ۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! یقین کریں بغیر کوئی نوٹس کے اور بغیر کسی وجہ کے جتنی بھی ٹرانسپورٹ لاہور شہر کے اندر چلتی ہیں انہوں نے ایک ماہ کے اندر چار پانچ دفعہ کرایہ بڑھایا ہے اور اپنی مرضی سے جیسے وہ چاہتے ہیں کرایہ وصول کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جو غریب طبقہ ہے جو بہت دور سے اپنے کاموں کے سلسلے میں آتے ہیں جب وہ بیس تیس روپے روزانہ کرایہ دے دیتے ہیں تو ان کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ تو میں وزیر موصوف سے یہ عرض کروں گی کہ یہ چیک کیا کریں اور اپنے محکمے والوں سے چیک کروایا کریں۔ ہم جو کہتے ہیں وہ غلط نہیں ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ غلط نہیں کہہ رہی ہیں بلکہ وہ یہی کہہ رہے ہیں آپ ان کے پاس جائیں ان کی رہنمائی کریں اور جہاں جہاں ایسا سقم ہے اس کو درست کریں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں نے اس لئے کہا تاکہ ان کے علم میں آجائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک جگہ پھاٹک ہے، ایک ماڈل ٹاؤن موڑ ہے مختلف جگہوں پر ان کے آدمی کھڑے ہوتے

ہیں جو منتھلی وصول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ تم نے منتھلی دے دی ہے تم جو مرضی چاہو کرو تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے وزیر موصوف!آپ ان کی میٹنگ بلالیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے مسئلے کو حل کر دیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر!معزز رکن کی بات میں بڑا واضح ابہام ہے کہ پھاٹک پر لوگ کھڑے ہوتے ہیں جو منتھلی لیتے ہیں یہ بتائیں کہ کون لوگ کھڑے ہوتے ہیں؟

محترمہ صغیرہ اسلام:آپ میرے ساتھ ابھی چلے جائیں،آپ تو کبھی ویگن میں آئے ہی نہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر!ایک طریق کار ہے انہوں نے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے اب مجھے جواب دینے دیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ پھاٹک پر لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔یہ مجھے بتائیں کہ کون سے پھاٹک پر لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس سے پہلے بھی میرے معزز رکن نے بات کی ہے میں ان سے بھی گزارش کرتا ہوں اور آپ سے بھی گزارش کرتا ہوں یہ قطعاً بے بنیاد بات ہے کہ چھ روپے کرایہ ہے اور وصول -/7روپے کئے جارہے ہیں۔ جب بھی میرے علم میں کوئی معزز رکن بات لے کر آئے ہیں میں نے اس پر ایکشن لیا ہے اور ہم اب بھی ایکشن کرنے کے لئے تیار ہیں وہ کمپنی چاہے کسی کی بھی ہو اس میں کوئی دورائے نہیں ہے۔اگر کسی جگہ پر زائد کرایہ وصول کیا جارہا ہے، کسی جگہ پر اگر کوئی غیر قانونی کام کیا جارہا ہے آپ میرے علم میں لائیں ہم آپ کے مشکور ہوں گے اگر آپ کسی جگہ کی نشاندہی کریں گے اور یہ قطعاً ایسی بات نہیں ہے کہ یہ اقتدار والے لوگوں کی بات ہے اور یہ اپوزیشن کے لوگوں کی بات ہے اگر آپ نشاندہی کریں تو ہم انشاءاللہ تعالیٰ اس پر ایکشن کریں گے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر!میں نے وزیر موصوف کو اسی لئے عرض کیا ہے کہ یہ گنگارام ہسپتال کے باہر چلے جائیں اور پھاٹک پر چلے جائیں وہ آدمی منتھلی لیتے ہیں اگر یہ کہتے ہیں تو میں پروف بھی لاکر دے دیتی ہوں کیونکہ میں ویگن میں جاتی ہوں اس لئے مجھے اندازہ ہے آپ بھی ایسا کریں کہ آپ ویگن پر جائیں پھر آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی، اس کو dispose of کیا جاتا ہے اور وزیر موصوف معزز ممبران سے مل کر جو بھی مناسب ہو گا وہ کارروائی کریں۔اب تحریک التوائے کار ختم کی جاتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راناصاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ایک موشن نمبر 521 ہے اس میں ایک female سکول ٹیچر ہے اور وہ بھی اسی طرح کی صورتحال سے دوچار ہے جس طرح کا معاملہ پہلے سید احسان اللہ وقاص صاحب کی موشن میں discuss ہوا ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے تو اس معاملے کو آج آپ ٹیک اپ کر لیں وزیر تعلیم یہاں پر موجود ہیں تو پیر کو اس کا جواب آ جائے اور اس مظلوم کو ریلیف مل جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ اس کو پیر کو ٹیک اپ کریں ابھی لاء اینڈ آرڈر پر discussion ہونی ہے تو ٹائم نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر آپ اس کو پیر کے لئے منظور فرمالیں تو آپ وزیر تعلیم سے کہہ دیں کہ وہ اس کا جواب حاصل کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس دن پیش کر دیں انشاء اللہ تعالیٰ ٹیک اپ کر لیں گے اس میں ایسی کیا بات ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: ٹھیک ہے میں ان کو کاپی دے دیتا ہوں۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

تھانوں کے ماحول کی اصلاحات کے لئے بحث اور تجاویز

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم اہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں اور آج کے ایجنڈے پر Thane Environment Reform Proposal پر عام بحث ہے۔ بحث کا آغاز وزیر قانون کریں گے۔

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کراچی پاکستان کا جو بہت بڑا شہر ہے اور منی پاکستان کہلاتا ہے اور پورے پاکستان سے لوگ وہاں پر کاروبار کرنے کے لئے

گئے ہوئے ہیں اور خاص طور پر پنجاب کے جو جنوبی اضلاع ہیں میانوالی، بکھر، لیہ، مظفر گڑھ، ڈی جی خان ملتان، بہاولپور وغیرہ سے بہت زیادہ لوگ وہاں پر مزدوری کرتے ہیں اور ملازمتیں کرتے ہیں لیکن وہاں پر جو صورتحال ہے وہ یہ ہے کہ کراچی کے اندر ہمارے جو لوگ ملازمتیں کرتے ہیں اور مزدوری کرتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ اس وقت قتل ہو چکے ہیں۔ ہمارے علاقے کے بطور خاص ابھی جو انسپکٹر قتل ہوا اس کا تعلق بھی ہمارے علاقے سے تھا تو میں یہ کہتا ہوں کہ جو لوگ ہمارے علاقے سے قتل ہو رہے ہیں ہمارا یہ حق بنتا ہے کہ ہم ان کے لئے آواز بلند کریں میں آپ کے ذریعے سے حکومت پنجاب کو یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ وہ حکومت سندھ سے یہ بات کہے اور ان سے احتجاج کرے کہ جو لوگ پنجاب کے اور خاص طور پر جنوبی اضلاع کے لوگ وہاں پر محنت مزدوری کرتے ہیں اور ملازمتیں کرتے ہیں اور محکمہ پولیس میں ہیں جنہیں دھڑا دھڑ قتل کیا جا رہا ہے ان کا تحفظ کرے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر یہاں سے کوئی کمیٹی بنے وہاں کے گورنر کو جا کر احتجاج کرے کہ ایم کیو ایم کو نکیل ڈالے ان کے دہشت گردوں کو سمجھائے اور لوگوں کا تحفظ کرے۔ بہت مہربانی، بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون! بحث کا آغاز کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد محکمہ پولیس کی بہتری کے لئے مختلف اقدامات کئے اور ان تمام اقدامات کے پیچھے جو نیت کارفرما تھی وہ یہی تھی کہ لوگوں کو انصاف ملنا چاہئے اور یہ تاثر کہ قانون صرف غریب کے لئے ہوتا ہے اور انصاف صرف امیر کے لئے اس کو ختم کیا جائے اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے جہاں پر سب کو انصاف ملے اور صرف انصاف باتوں تک محدود نہ ہو بلکہ انصاف ہوتا ہوا نظر بھی آنا چاہئے تو اسی سوچ کے پیش نظر مختلف initiatives لئے گئے جس میں بے شمار initiatives ہیں میں اس وقت ان کا ذکر نہیں کروں گا۔ پولیس کا محکمہ وسائل کے حوالے سے ایک طویل عرصہ سے نظر انداز چلا آ رہا تھا، اس کو وسائل فراہم کئے گئے۔ شاہراہوں کو محفوظ بنانے کے لئے پولیس پوسٹوں کا قیام عمل میں لایا گیا لیکن ایک بنیادی جو پولیس کی میں سمجھتا ہوں کہ hub activity ہے اور یہاں عام آدمی کا سب سے پہلا جو رابطہ ہوتا ہے وہ تھانہ ہے۔ ایک طویل عرصہ سے تھانے کی بہتری کے لئے کوئی اقدامات نہیں کئے گئے تھے تو چیف منسٹر پنجاب کے نوٹس میں بارہا یہ بات لائی گئی۔ انھوں نے اس بات سے اتفاق

کیاکہ تھانے کے ماحول کو بہتر ہونا چاہئے اور ہمیں تھانے کے ماحول کی بہتری کے لئے، working conditions بہتر بنانے کے لئے، لوگوں کو انصاف کی فراہمی کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔ چیف منسٹر صاحب نے میری سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی اور اس کمیٹی میں متعلقہ پولیس سے افراد کو لیا گیا، سوسائٹی کے باقی segments جتنے ہیں وکلاء سے مشورہ کیا گیا، جوڈیشری سے مشورہ کیا گیا اور چند ایک سفارشات ہم نے مرتب کیں جس کے متعلق چیف منسٹر صاحب کا یہ خیال ہے اور یہ فیصلہ اس کے پیش نظر انھوں نے کیا کہ وہ سفارشات اس معزز ایوان میں بھی لائی جائیں تاکہ معزز ممبران بھی ان کی بہتری کے لئے اپنی تجاویز دیں تاکہ ان کو مزید بہتر بنایا جاسکے اور ایک عام آدمی کو جو تھانے سے متعلق شکایات ہیں وہ دور کی جا سکیں تو ایک عام آدمی کو تھانے کی سطح پر ریلیف پہنچانے کے لئے یہ ایک کوشش ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس بات کو ضرور ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اس معزز ایوان کی طرف سے جو وقتاً فوقتاً تجاویز آتی رہی ہیں، ہم ان پر عملدرآمد کرتے رہے ہیں اور آج بھی میں یقین دلاتا ہوں کہ ان ریفارمز کو بہتر بنانے کے لئے جو بھی تجاویز آئیں گی انشاء اللہ تعالیٰ ہم صدق دل سے ان پر عمل بھی کریں اور ان سفارشات کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کریں گے لیکن میں معزز اراکین سے بھی یہ استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں بات کرتے وقت صرف اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ہم تنقید برائے تنقید نہیں کر رہے بلکہ ہم تنقید برائے اصلاح کر رہے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے تمام معزز اراکین جو کہ دونوں اطراف میں بیٹھے ہوئے میرے بھائی ہیں کہ جو بھی تجویز برائے اصلاح ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! جیسے میں نے پہلے کہا ہے کہ تھانہ ہمارا ایک basic unit ہے اور تھانے میں صرف یہی نہیں کہ تھانے کے ساتھ interaction جو ہے وہ criminals کا ہوتا ہے یا کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو جاتی ہے، ویسے بھی تھانے کے ساتھ interaction ایک عام شہری کا بیشمار حوالوں سے ہو سکتا ہے۔ رجسٹریشن آف کیسز کے حوالے سے تھانے کے ساتھ interaction ہوتا ہے، جو ناقابل دست اندازی جرائم ہیں ان کی disposal کے لئے بھی تھانے کے ساتھ رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ ڈیلی رپورٹوں کے اندراج کے لئے بھی تھانہ ہی ہمارا بنیادی مرکز ہے۔ کریکٹر کی تصدیق کے لئے تھانے میں جانا پڑتا ہے۔ باقی جو انسدادی قوانین ہیں ان کی implementation کے لئے ہمیں تھانے سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ تفتیش اور ایکسیڈنٹ کے حوالے

سے بھی ہمیں تھانے سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ پھر عدالتی احکامات کی تعمیل کے سلسلے میں بھی تھانے سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ پھر اشتہاری جو ہیں ان کی گرفتاری یا ان کے متعلق اطلاعات کے لئے بھی تھانے سے رابطہ ہوتا ہے۔ لاک اپ تھانہ maintain کرتا ہے۔ آرمز اینڈ آرڈیننس کے تحت جو licenses ہیں ان کی چیکنگ، ایکسائز لاء، Explosive Act، پٹرولیم، ان تمام قوانین کے حوالے سے بھی تھانے کے ساتھ کسی نہ کسی طریقے سے ایک عام آدمی کا interaction ہوتا ہے۔ تھانہ پٹرولنگ میں بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے، ناکہ بندی، investigation, maintaining of Law & Order، یہ وہ مختلف کام ہیں جو تھانہ سرانجام دیتا ہے لیکن جب یہ سارا کام تھانہ کر رہا ہوتا ہے تو وہاں تھانے سے متعلق ایک عام آدمی کو جو شکایات ہیں وہ کیا پیدا ہوتی ہیں؟ سب سے پہلی شکایت جو ہے وہ in polite behaviour کے متعلق پیدا ہوتی ہے کہ تھانے میں ایک عام آدمی کے ساتھ مناسب رویہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ ایک دوسری شکایت پیدا ہوتی ہے کہ ایف۔آئی۔آر درج نہیں کی جاتی۔ پھر ایک عام attitude جو پولیس افسران کا ہے جو تھانے میں بیٹھے ہوئے ہیں اس کے متعلق عام شکایات ہوتی ہیں۔ ناکے جو لگتے ہیں وہاں پر عوام کو جو inconvenience ہوتی ہے اس کے متعلق شکایت ہوتی ہے۔ غیر قانونی حراست میں جو لوگوں کو رکھا جاتا ہے اس کی شکایات ہوتی ہیں، tortures کی شکایات ہوتی ہیں، fake encounters کی شکایات ہیں، patronizing of crimes کی شکایات ہیں، کرپشن کی شکایات ہیں، یہ وہ شکایات ہیں جو ایک آدمی کو کسی نہ کسی وقت، کسی نہ کسی حوالے سے پولیس کے متعلق پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ کمیٹی جس نے یہ recommendations دیں اس نے یہ ساری چیزیں مدنظر رکھیں لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ ہم اصلاحات کی طرف جا رہے تھے، ہم بہتری کی طرف جا رہے تھے تو ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ ہم ایک طرف عوام کی شکایات کا تو ضرور جائزہ لے رہے ہیں اور ان کے ازالے کے لئے ہم recommendations بھی دے رہے ہیں لیکن at the same time ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ لوگ جو تھانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کے بھی کوئی مسائل ہو سکتے ہیں۔ ہمیں ان حالات کو بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ کن حالات میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تھانے میں کام کرنے والے لوگ یا پولیس میں کام کرنے والے لوگ جو ہیں ان کو lack of job security کی مسلسل پریشانی رہتی تھی، finances stress بھی موجود، extended working hours چوبیس چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ہے اس کا بھی ان

پر pressure، پولیس میں چھٹی کا کوئی concept نہیں، ویلفیئر کا کوئی مناسب انتظام نہیں، ٹرانسپورٹ کی قلت، صحت کی سہولیات تھانے کی سطح پر بالکل ناپید، تھانے کی جو عمارتیں ہیں ان کی صورتحال کا تسلی بخش نہ ہونا، residential accommodation بالکل ناکافی، improper messing arrangements کھانے پینے کا کوئی مناسب بندوبست نہیں اور poor hygienic conditions یہ تھانے کے مسائل تھے جو کہ کمیٹی کے سامنے آئے۔ ان تمام کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ دیکھا کہ اب ان کو دور کیسے کیا جائے۔ ہم نے جو recommendations دیں ان میں

Improvement in working environment at the Police Station, improvement in service condition and police office, reducing work load and stress management, improvement in attitude of police offices, welfare measures and emphasis on training, accountability of police officers, improvement of image of the police or role of the police leadership in bringing positive things.

ان ساری چیزوں کو مدنظر رکھ کر ان مختلف headings میں ہم نے اپنی recommendations دیں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں ایف۔آئی۔آر کے متعلق بات کرنا چاہوں گا کہ ہم نے یہ تجویز دی کہ ایک F.I.R of mandatory registration ہونی چاہئے۔ اس کے لئے یہ ایک بہت بڑی شکایت تھی کہ تھانے میں ایف۔آئی۔آر درج نہیں ہوتی۔ اس کے لئے ہم نے جب تھوڑا probe کیا تو ہمیں سب سے زیادہ اس بات کا احساس ہوا کہ تھانے میں ایف۔آئی۔آر درج نہ ہونے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ پولیس کی کارکردگی کا پیمانہ ہمیشہ اس کرائم چارٹ کو رکھا گیا ہے کہ کس تھانے میں کتنے کیسوں کا اندراج ہوتا ہے۔ عام طور پر جب ہم پولیس کی کارکردگی کو review کرتے تھے تو ہم کہتے تھے کہ فلاں تھانے میں اتنے کیس رجسٹرڈ ہوئے ہیں اس لئے اس علاقے کی، اس تھانیدار کی، اس ضلع کی یا اس ایس۔ڈی۔پی۔او کی کارکردگی مناسب نہیں ہے اس لئے کیسوں کی رجسٹریشن میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ ایک عام شکایت پیدا ہوتی تھی تو چیف منسٹر صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ پولیس کی کارکردگی کو جرائم کی شرح میں اضافہ یا رجسٹریشن آف کیسز کے حوالے سے

نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اس کوdetectionکے حوالے سے دیکھا جائے گا کہ پولیس کے پاس درج ہونے والے کیسوں میںdetection rate کیا رہتا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس نے اس سلسلے میں کچھ اقدامات پہلے سے کئے تھے اور اس میں، میں یہ بھی ذکر کرنا چاہوں گا کہ اب ہم نے ہر تھانے میں ایک رپورٹنگ سنٹر قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، کچھ تھانوں میں یہ رپورٹنگ سنٹر قائم ہو چکے ہیں کیونکہ یہ سارے میرے معزز بھائی اس بات سے اتفاق کریں گے کہ کوئی بھی شریف آدمی جب تھانے میں جاتا تھا تو سب سے پہلے اس کا رابطہ ایک محرر سے ہوتا تھا۔ اب محرر عام طور پر ایک میٹرک پاس شخص وہاں بیٹھا ہوا ہے جو ایف۔آئی۔آر بھی لکھ رہا ہے جو دیگر کاموں میں بھی مصروف ہے، ایک کرسی اس کے پاس پڑی ہوئی ہے، پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شریف آدمی وہاں جا کر کھڑا ہو جاتا تھا اس بات کے انتظار میں کہ مجھے کب یہ شخص کہے گا کہ جی، آپ کون صاحب ہیں، کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپ تشریف رکھیں، میں آپ کی بات سنتا ہوں۔ یہ کوئی بات وہ نہیں کرتا تھا بلکہ سر نیچے کر کے اپنی لکھائی میں مصروف ہوتا تھا اور شریف آدمیhumiliate ہو رہا ہوتا تھا کہ ایک جگہ کھڑا ہے جس کو یہ بھی نہیں کہا جا رہا کہ آپ تشریف رکھیں میں آپ کی بات سنتا ہوں۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر تھانے میں ایک رپورٹنگ سنٹر بنا دیا جائے جہاں کم از کم ایک سب انسپکٹرlevel کا ایک افسر بیٹھا ہو، وہاں اس کے پاس چار کرسیاں بھی ہوں، ایئر کنڈیشنڈ کمرہ ہو، پانی کا بندوبست ہو اور ٹیلی فون بھی ہو۔ اب جو آدمی بھی تھانے میں جائے خواہ وہ کسی بھی کام سے جائے، یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ایف آئی آر کے اندارج کے لئے جائے۔ وہ character verification کے لئے جا سکتا ہے۔ تو کم از کم اسے بیٹھنے کے لئے ایک respectable جگہ ملے، پھر کوئی ایک ذمہ دار آدمی اس کی بات سنے۔ So ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر تھانے میں ایک رپورٹنگ سنٹر بنایا جائے گا تاکہ جو ایک پہلا منفی تاثر پولیس کے متعلق پیدا ہوتا تھا وہ ختم کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ رپورٹنگ سنٹر سے ہٹ کر بھی کچھ جگہیں بنا دینی چاہئیں جہاں پر ایک عام شہری جا کر اپنی شکایت کا اندراج کروا سکے۔ اس کے لئے ہم CCPO، ڈی آئی جی (آپریشن)، SSP آپریشن، DPOs، ٹاؤن پولیس آفیسرز اور SDPOs کے دفاتر میں یہ سہولت بھی فراہم کر رہے ہیں کہ وہاں پر ایف آئی آر کا اندراج ہو سکے

گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب اتنےavenues کھول دیئے جائیں گے تو پھر ہمیں یقین ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰnon-registration of FIR کی شکایت پیدا نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر! میرے معزز دوست اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ایف آئی آر لکھتا کون تھا؟ وہی محرر ایف آئی آر لکھتا تھا جس کیqualification matric ہوتی تھی یا بہت زیادہ ہے تو کسی تھانے میںASI ہو گا لیکن اس کی کوئیlegal know how نہیں ہوتی تھی اور نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ جو آدمی آ کر اسے کوئیstories narrate کرتا تھا اس پر وہ ایف آئی آر بناتا اور یہ اس کیjudgment یا فیصلہ ہوتا تھا کہ کون کون سےlaw کیlegal provisions attract ہو رہی ہیں۔چنانچہ بعض اوقات یہ شکایت آتی تھی کہ انسداد دہشت گردی کی دفعہ کیوں نہیں لگائی گئی، ATA کی دفعہ لگنی چاہئے تھی، فلاں دفعہ غلط لگی ہے۔چونکہ ایک آدمی کوlegal know how ہی نہیں ہے تو ہم اس سے کس طرحexpect کر سکتے ہیں کہ وہ قانون اور ضابطے کے مطابق ایک ایف آئی آر کو لکھے گا۔

جناب سپیکر! آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ایف آئی آر لکھنے والا ایک میٹرک پاس ہمارا محرر یا اے ایس آئی ہوتا ہے لیکن وہی ایف آئی آر دوسرے دن ہمارے بہت سینئر criminal lawyers کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جس طرح یہاں ارشد بگو صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسرے بڑے بڑے نام ہیں، ان جیسے قابل آدمی جوcriminal practice کا تجربہ رکھتے ہیں۔ یہ ایف آئی آر ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی اور وہ اس ایف آئی آر کیdeficiencies نکال رہے ہوتے ہیں کہ یہ یہ غلطیاں اس ایف آئی آر میں ہیں۔چنانچہ اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر تھانے میں کم از کم ایک لیگل انسپکٹر ہونا چاہئے جس کو کم از کم پتا ہو کہ ایف آئی آر کیسے لکھنی ہے اور کون سی relevant sections of law attract ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ہمارے تھانوں کا سب سے بڑا مسئلہ SHOs کی تعیناتی رہی ہے۔ ہمارے سیاسی بھائی بھی ہمیشہ اس بات سے ناراض رہے ہیں، شکایات بھی پیدا ہوتی رہی ہیں کہ جی فلاں تھانے کا ایس ایچ او ان کی مرضی سے نہیں لگا ہوا۔ ہماری یہ تجاویز آنے تک پورے پنجاب میں جو ایک صورت حال چل رہی تھی، ہم نے دیکھا ہے کہ بعض تھانوں میں ایک میٹرک ایس ایچ او بھی لگا ہوا ہے جو کہ نیچے سےpromote ہو کر آیا ہے اور بعض تھانوں میں گریجوایٹ، ایل ایل بی بھی ایس ایچ اوز لگے ہوئے ہیں۔ موجودہ حکومت نے،

وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب کی سربراہی میں یہ فیصلہ کیا ہے، ہم یہ تجاویز دے رہے ہیں، اس کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ تھانوں میں SHOs کے لئے ایک criteria ہونا چاہئے۔ ہماری criteria سے مراد ہے کہ ہمیں پوری پولیس کی فہرست سامنے رکھ کر چند لوگوں کو qualify کر لینا چاہئے، on basis of his qualification, on basis of his experience and service record کہ یہ بندہ تھانے میں ایس ایچ او لگنے کا اہل ہے۔ CPO میں یہ فہرست موجود ہونی چاہئے اور پھر انھی افراد میں سے SHOs تعینات کئے جائیں نہ کہ پولیس افسر، سیاست دانوں یا کسی اور کی خواہش یا مرضی سے لگائے جائیں۔

جناب سپیکر! یہ ایک حقیقت ہے، میں نے ایک دفعہ پہلے بھی اس معزز ایوان میں یہ بات کی تھی، اپوزیشن کی طرف سے یہ بات آئی تھی اور میں نے اس سے اتفاق کیا تھا کہ ہمارے پولیس افسران کی جو promotions ہوتی ہیں اس میں ہمیں یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ جو شخص consider ہو رہا ہے وہ کتنی دفعہ suspend ہوا ہے کیونکہ پولیس کا محکمہ واحد ایسا محکمہ ہے جس میں suspension کو سزا نہیں سمجھا جاتا۔ کسی شخص کو آج ایک تھانے میں آپ suspend کریں گے تو دس دن کے بعد وہی شخص کسی دوسرے تھانے میں SHO لگا ہوگا۔ وہ suspension کسی طور پر بھی اس کے سروس ریکارڈ کو affect نہیں کر رہی ہوتی۔ چنانچہ ہم نے اس میں یہ بھی تجویز کیا ہے کہ SHOs کی تعینات کا جو criteria ہو اس میں سروس ریکارڈ کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس criteria کو ہم کابینہ سے منظور کروا رہے ہیں۔ کابینہ سے منظوری کا ہمیں فائدہ یہ ہوگا کہ پھر کوئی شخص خواہ وہ پولیس افسر ہو، خواہ وہ انتظامی افسر ہو، خواہ وہ کوئی بھی ذمہ دار شخص ہو وہ اس criteria سے deviate نہیں کر سکے گا unless or until کابینہ منظوری دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو کہ تاریخی فیصلہ ثابت ہوگا۔ اس کے بعد کسی کی صوابدید نہیں چلے گی بلکہ افسران، SHOs میرٹ کی بنیاد پر تعینات ہو سکیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر SHOs کی تعیناتی کے لئے میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم یہ تجویز کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کو SHOs تعینات کیا جائے جنھوں نے کورسز کئے ہوں۔ ہمارے ہاں کورسز کا concept ختم ہو چکا ہے۔ جن لوگوں نے بہت سارے کورسز کئے ہوتے ہیں

وہ باہر بیٹھے ہوتے ہیں جبکہ جس نے ایک کورس بھی نہیں کیا ہوتا وہ ایس ایچ او لگا ہوتا ہے۔اسی طرح پریڈ کا کوئی concept نہیں ہے، physical fitness کا کوئی concept نہیں ہے۔So یہ ساری باتیں مدنظر رکھ کر ہم ایک criteria بنانا چاہتے ہیں اور اس criteria کی بنیاد پر ہی آئندہ SHOs کی تعیناتی ہو سکے گی۔

جناب سپیکر!اس کے بعد تھانے کی سطح پر ایک سپروائزری آفیسر تعینات کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ تھانے میں ایک ایس ایچ او بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے علم میں ہر بات ہوتی ہے کہ اس کے تھانے میں کیا ہو رہا ہے۔اسی ایس ایچ او کو تھانے سے نکل کر عدالتوں میں بھی جانا پڑتا ہے، اسی ایس ایچ او کو ریڈ کرنے کے لئے بھی جانا پڑتا ہے، اسی ایس ایچ او کو باہر side پر ڈیوٹی دینے کے لئے بھی جانا پڑتا ہے۔ تو بیشتر اوقات تھانہ ایس ایچ او کی موجودگی سے خالی رہتا ہے۔چنانچہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کم از کم کوئی ایک ذمہ دار افسر جس کا کام field میں نہ ہو اس کو تھانے میں موجود ہونا چاہئے، جو ایک سپروائزری رول ادا کرے۔ اسے پتا ہو کہ اس تھانے میں کسی کے ساتھ ٹارچر تو نہیں ہو رہا، اس تھانے میں کوئی اس کے نیچے بیٹھا ہوا رشوت تو نہیں لے رہا، اس تھانے میں کوئی ایسا غیر قانونی کام تو نہیں ہو رہا جو کہ ایک ذمہ دار افسر کی موجودگی میں نہیں ہونا چاہئے۔ لہذا ہم نے یہ تجویز دی ہے کہ ہر تھانے میں ایک DSP,ASP لیول کا سپروائزری آفیسر موجود ہونا چاہئے جس کی بنیادی طور پر یہ ذمہ داری ہو کہ وہ تھانے کی over all situation/working کو سپروائز کرے۔

جناب سپیکر!یہاں میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ جب ایک ذمہ دار آدمی تھانے میں بیٹھا ہو گا تو وہ ان معاملات پر نظر رکھے ہوئے ہو گا اور دوسرا بعض اوقات کچھ فیصلے سینئر لیول پر ہونا ہوتے ہیں تو کم از کم وہ اس پوزیشن میں ہو گا کہ وہ فیصلہ کر سکے اور at the same time وہ ایس ایچ او کو guidance بھی provide کر سکے گا۔

جناب سپیکر!ہم نے کچھ اضلاع میں City district Government بنائے ہیں۔ جس طرح کہ پہلے لاہور تھا اور اب ملتان، فیصل آباد، گوجرانوالہ اور راولپنڈی میں بھی City District Government بنائے گئے۔City District Government کے جتنے ٹاؤن ہیں، ہمارے ان پانچ ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر ہم نے یہ تجویز دی ہے کہ کم از کم ایک ایس پی اس ٹاؤن کے لئے ہونا چاہئے تاکہ سپروائزری رول اور surveillance کا رول بہتر ہو سکے۔اسی طرح

یہاںaccountabilityکےconceptکی بات بھی کی گئی ہے کہaccountabilityبہت ضروری ہے۔یہاں میں اس وقت فگرز نہیں دینا چاہوں گا لیکن آپ یقین کیجئے کہ گزشتہ تقریباً ایک سال کے دوران، میں ایک یا دو درجن کی بات نہیں کرتا بلکہ ایسے سینکڑوں casesہمارے نوٹس میں ہیں کہ جہاں پولیس افسران کے خلاف تادیبی کارروائی کی گئی ہے اور وہ صرف اسی صورت میں کی گئی ہے کہ ہمارا جو ایک سپروائزری رول ہے اس کو ہم نےimproveکیا ہے اور دوسرا اہم accountabilityکےconceptکو لے کر آئے ہیں۔اگر ہم پولیس کو اتنے زیادہ اختیارات دے رہے ہیں، اتنے زیادہ وسائل دے رہے ہیں، ان کی بہتری کے لئے اتنی زیادہ کوشش کر رہے ہیں، ہم نے پولیس سے اتنی زیادہ توقعات وابستہ کی ہوئی ہیں تو ہاں پھر پولیس کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہdeliverکرے۔جہاں پولیسdeliverنہیں کرے گیaccountabilityکےconceptکے نیچے ان کے خلاف تادیبی کارروائی بھی کی جاسکے گی۔

جناب سپیکر!ٹریننگ کے لئے میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ یہاں ایس ایچ اوز کی ٹریننگ کا کوئیconceptنہیں تھا۔ ان کے لئے ایکregular tanningکےmodules تیار کئے جا رہے ہیںin serviceان کی ٹریننگ کا ایک باقاعدہ طریق کار ہونا چاہئے۔ جتنے بھی پولیس کےtraining institutesہیں ہم ان کوupgradeکر رہے ہیں، ان کو بھی وسائل فراہم کر رہے ہیں تاکہ وہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکیں۔

جناب سپیکر!ایک اور اہم فیصلہ جو موجودہ حکومت کرنے جا رہی ہے وہshift system کا ہے۔پولیس ایک واحد محکمہ تھا جس میں24گھنٹے ڈیوٹی کاconceptتھا۔اگر آج بھی کسی شخص کو کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ رات ایک بجے بھی تھانے میں فون کرے تو وہ یہexpectکرتا ہے کہ وہاں پر ایس ایچ او کو موجود ہونا چاہئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ 24گھنٹے ڈیوٹی کاconceptکسی طرح بھی بہتر کارکردگی کے لئے مناسب نہیں ہے۔اس لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ابتدائی طور پر ہم ڈویژنل ہیڈکوارٹرز پر شفٹ سسٹم شروع کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کےduty hoursمقرر ہوں اور ایک مقررہ وقت کے لئے ڈیوٹی دیں تاکہ ان کی سروس کی کوالٹی بہتر ہو سکے۔

جناب والا!میں نے ابتدا میں بھی تھانوں کے حوالے سے بات کی تھی کہ اس وقت پنجاب میں619تھانے ہیں۔ان میں سے صرف160تھانے ایسے ہیں جو اپنیsatisfactory بلڈنگز میں موجود ہیں۔292ایسے ہیں جن کی مرمت چاہئے۔31ایسے تھانے ہیں جن کی بلڈنگ

زیر تعمیر ہیں اور باقی تھانے دوسرے محکموں کی بلڈنگز میں کام کر رہے ہیں۔ تو ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں جس طرح وسائل میسر ہوں مرحلہ وار ان تھانوں کی بلڈنگ بنانی چاہئے نہ صرف بلڈنگ بنانی چاہئے بلکہ custom based police stations ہونے چاہئیں جہاں پر تمام سہولیات فراہم کی جائیں۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہتا ہوں کہ پولیس کا ایک سپاہی جو صبح چھ بجے ڈیوٹی پر آتا ہے اور باہر 45 ڈگری ٹمپریچر ہوتا ہے اور وہ ایک چوک میں کھڑا ڈیوٹی دے رہا ہے۔ اس نے اس گرمی کے موسم میں کم از کم رات 11.00 بجے تک ڈیوٹی دینی ہے اور پھر اس کے کھانے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے لیکن جب وہاں پر کوئی واقعہ ہو جائے تو ہم سب سے پہلا یہ سوال کرتے ہیں کہ جب یہ واقعہ ہوا اس وقت آپ کہاں تھے؟ آخر وہ انسان ہے۔ اس نے واش روم میں جانا ہے اس نے کھانا بھی کھانا ہے پانی بھی پینا ہے لیکن اس کے لئے ایسا کوئی سسٹم موجود نہیں تھا۔ اب ہم یہ ensure کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جو آدمی اس طرح کی ڈیوٹی پر کھڑا ہو کم از کم اس تک ٹھنڈا پانی اور کھانا بھی پہنچانے کا کوئی بندوبست ہونا چاہئے اس لئے ہم ان کی messing کو بھی بہتر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہم جب پولیس کی کارکردگی کی بات کرتے ہیں تو ہمیشہ اسے موٹروے اور اسلام آباد پولیس کے ساتھ compare کرتے ہیں لیکن ہم نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ ان کی working conditions کیا ہیں، ان کو کیا سہولیات مل رہی ہیں، ان کا pay package کیا ہے اور ہمارا کیا ہے؟ اس لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ابتدائی طور پر کانسٹیبلان اور ہیڈ کانسٹیبلان جن کی ٹوٹل تعداد ایک لاکھ 14 ہزار 439 بنتی ہے (99 ہزار کانسٹیبلان کی تعداد ہے اور تقریباً 15 ہزار ہیڈ کانسٹیبلان کی تعداد ہے) جن کی تنخواہوں میں فوری طور پر دو ہزار روپے کا اضافہ کر رہے ہیں۔ ہم lock ups check کا بھی باقاعدہ ایک نظام لانا چاہتے ہیں اس کے علاوہ لیگل انسپکٹرز کو عدالتوں کے ساتھ attach کرنے کا بھی سسٹم لانا چاہتے ہیں cavity police کو فروغ دینا چاہتے ہیں اور پولیس کی ویلفیئر کے لئے پولیس ہسپتال اور پولیس ملازمین کے بچوں کے لئے سکولز establish کرنا چاہتے ہیں اور alternate dispute resolution bodies کا قیام بھی عمل میں لانا چاہتے ہیں تاکہ پولیس کا عام کمیونٹی کے ساتھ عام شہریوں کے ساتھ مربوط رابطہ بنایا جائے اور ہمارے درمیان جو ایک کمیونیکیشن gap ہے ہمارے درمیان جو اعتماد کا فقدان ہے اسے دور کیا جا سکے۔

جناب والا! یہ وہ اقدامات ہیں جو حکومت کرنا چاہتی ہے۔ میں حکومتی بنچز اور اپوزیشن بنچز پر بیٹھے ہوئے اپنے بھائیوں سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں مزید بہتری کے لئے اس سے ہٹ کر بھی اگر کوئی مثبت تجویز دینا چاہیں گے تو انشاء اللہ ان پر عملدرآمد کیا جائے گا۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنے بھائیوں سے اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ ان کی طرف سے بہتر تجاویز سامنے آئیں گی۔ بہت بہت شکریہ

محترمہ عابدہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ چونکہ ٹائم تھوڑا ہے اس لئے پوائنٹ آف آرڈرز کو نہ لیا جائے بلکہ اس پر بحث کر لی جائے اور آپ اس پر بحث کر لیں every thing you want to say

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں ایک انتہائی اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب آپ تقریر کریں گے تو بے شک اس میں اس پوائنٹ کو بھی لے آئیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آج تھانہ کلچر پر بحث ہونی ہے۔ اگر ابھی ہم ہاؤس کو زیادہ سے زیادہ بھی چلائیں گے تو ایک گھنٹہ بھی مشکل ہے لہذا میری درخواست ہے کہ اس کی opening رانا صاحب کر دیتے ہیں۔ ایک ہی تقریر ہونی ہے اس کے بعد کسی کو موقع نہیں ملنا لہذا آپ کی وساطت سے حکومت سے درخواست ہے کہ یہ بڑا اہم issue ہے اس لئے اسے thrash out ہونا چاہیے اور ہر آدمی کو اپنی رائے دینی چاہئے۔ میری گزارش ہے کہ اس میں حکومت کا بزنس بہت زیادہ ہے اس لئے باقی بحث کو سوموار تک لے جایا جائے اور جتنے دوست اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں وہ سوموار کو کر لیں۔ ہمیں جتنا بھی paper work دیا گیا ہے اس پر بحث ہونی چاہئے اس لئے میری درخواست ہے کہ آج رانا صاحب opening کر دیں اور باقی بحث سوموار کو ہو جائے۔

ملک نذر فرید کھوکھر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! بگو صاحب کی تجویز درست ہے۔ واقعی آج ٹائم تھوڑا ہے اگر اسے سوموار پر رکھ دیا جائے تو بہتر ہے۔ میں دوسری یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ آج لاء اینڈ آرڈر اور تھانہ کلچر پر بات ہونی ہے۔ اس موقع پر ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ آئی جی صاحب کا یہاں

موجود ہونا نہایت ضروری ہے۔ ایڈیشنل آئی جی صاحب بہت اچھے ہیں اور ان کی reputation بہت اچھی ہے وہ یہاں پر موجود ہیں لیکن میرے خیال میں یہ کافی نہیں ہیں اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ آئی جی صاحب کا یہاں موجود ہونا لازمی ہے۔ یہاں پر راجہ صاحب نے جو باتیں کی ہیں اگرچہ انھیں پتا ہو گا لیکن انھیں یہاں پر سننی چاہیئں تھیں۔ جس طرح حکومت اپنا موقف پیش کر رہی ہے اور راجہ صاحب نے بتایا ہے کہ حکومت پولیس کے لئے اتنے احسن اقدامات کر رہی ہے وہ انھیں پتا ہونا چاہئے کہ اس کا فروٹ بھی اس گورنمنٹ اور پبلک کو ملنا چاہئے اور ہماری اس کوشش کو کامیاب کرانے کے لئے اگر وہ راجہ صاحب اور اسمبلی کے جذبات سنتے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ آئی جی صاحب کو فوری طور پر یہاں بلایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں ڈاکٹر اظہر ندیم صاحب بہت competent officer ہیں۔ بے شک آئی جی صاحب ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ ہیں لیکن جتنی محنت یہ کرتے ہیں وہ قابل تحسین ہے۔ ویسے آئی جی صاحب کو بھی یہاں آنا چاہئے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں وضاحت کرنا چاہوں گا کہ یہ recommendations ہیں اور ایڈیشنل آئی جی صاحب He is being associated with me ہم ساری recommendations ان کی موجودگی میں تیار کرتے رہے ہیں اور یہی ان کو formulate کرتے رہے ہیں اس لئے ان کو بلایا گیا ہے۔ چونکہ آج بحث ہونی ہے اور تجاویز آنی ہیں اس لئے میں نے آج آئی جی صاحب کو یہاں تشریف لانے کے لئے نہیں کہا۔ مخدوم صاحب! پلیز ایڈیشنل آئی جی صاحب کو بات سننے دیں۔

جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ کمیٹی جتنا کام کرتی رہی ہے اس کمیٹی میں ڈاکٹر اظہر حسن ندیم صاحب ہمارے ساتھ associated رہے ہیں اور یہی ان recommendations کو حتمی شکل دیتے رہے ہیں اور formulate کرتے رہے ہیں۔ اب بھی معزز ایوان کی طرف سے جو تجاویز آئیں گی انھوں نے ہی corporate کرنی ہیں اور فائنل ڈرافٹ آنا ہے۔ جس دن ان کی approval ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ آئی جی صاحب موجود ہوں گے۔ آج کے لئے آئی جی صاحب کو نہیں کہا گیا تھا۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! راجہ صاحب اس بات کا بھی جواب دے دیں کہ بحث ابھی آدھ گھنٹہ چلے گی۔۔

محترمہ عابدہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! میں آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔ ابھی important بات ہو رہی ہے میں ابھی آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔ اچھا بی بی! آپ بات کر لیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ہمیشہ سے یہی کہتی آ رہی ہوں کہ عدلیہ، امن، انصاف اور پولیس کا آپس میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جب تک سب کو ایک جیسا انصاف نہ ملے تو اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ٹاؤن شپ، گرین ٹاؤن، بھٹہ نمبر ایک بھٹہ نمبر 2، باگڑیاں اور ستوکتلہ کا علاقہ اس وقت لاقانونیت کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ وہاں کے لوگوں کو بھی پتا ہے وہاں کے پولیس والوں کو بھی پتا ہے تھانوں میں بھی پتا ہے ہر جگہ پتا ہے سات سال سے لاقانونیت اپنے عروج پر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: موضوع کی طرف آئیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: میں اس طرف بھی آ رہی ہوں میں پہلے بتا رہی ہوں کہ اصل بات کیا ہے کیا وجہ ہے، ان سات سالوں میں لوگوں کو انصاف نہیں مل رہا تھا؟ اب میں آپ کا شکریہ بھی ادا کرتی ہوں اور ساتھ ہی احتجاج بھی کرتی ہوں کہ کل ایک آپریشن کے ذریعے ہمارے علاقے میں جو سات گیٹ غیر قانونی اور ناجائز طور پر لگائے ہوئے تھے ان کو اکھاڑ دیا گیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے بات کر لی ہے۔ اب ان کی طرف سے بات ہو رہی ہے اور یہ محترمہ سے debate open کروا رہے ہیں۔ رانا صاحب دوسرے نمبر پر بات کریں گے رانا صاحب پہلے کر لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ کو میں پہلے دعوت دے چکا ہوں۔

محترمہ عابدہ جاوید: جناب والا میں وہ بات کر رہی ہوں جس کا آپ کو پتا نہیں۔ اس وقت بھی میرے گھر پر پتھراؤ ہو رہا ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ آج راجہ صاحب نے جس قسم کی تجاویز پر بات کی ہے۔ ان کی تقریر کا میرے خیال میں محترمہ ہی جواب دے سکتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آج کے مسئلے

کو اسی پر ہی wind up کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ عابدہ جاوید!

محترمہ عابدہ جاوید: جناب سپیکر! میں بات آپ سے یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے سیکورٹی کے ایک بندے نے مجھ سے بات کی ہے کہ آپ کے گھر پر کچھ نا معلوم لوگ پتھراؤ کر رہے ہیں۔ میرے گھر پر جو پتھراؤ کیا جا رہا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے اس لئے کہ میں حق کی بات کرتی ہوں، سچ کی بات کرتی ہوں۔ میں عوام کی بات کرتی ہوں، میں عوام کے مفاد کی بات کرتی ہوں۔ میں سچائی کی بات کرتی ہوں، میں معاشرے کے مسائل کی بات کرتی ہوں، میں ظلم کی بات کرتی ہوں، میں اس ناانصافی کی بات کرتی ہوں اس لئے میرے لئے مشکلات پیدا کی جا رہی ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں ڈٹی رہی کیونکہ مجھے پتا ہے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے لیکن میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہ رہی ہوں کہ کون لوگ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ انہیں اتنی جرأت کیسے ہوئی اگر میں نے کوئی غیر قانونی بات کی ہے ان لوگوں کے ساتھ یا کسی کے ساتھ بھی تو پھر بات بنتی ہے۔ میں تو حق کی آواز اٹھا رہی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ کا بڑا احترام ہے۔

محترمہ عابدہ جاوید: جس کے پاس اختیارات ہیں وہی ذمہ دار ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ کا مکمل تحفظ کیا جائے گا۔ گھبرائیں مت آپ بیٹھیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: شکریہ۔ نعرہ تکبیر۔

آوازیں: اللہ اکبر۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! اب آپ بیٹھ جائیں آپ کا مکمل تحفظ کیا جائے گا۔ (قطع کلامیاں) بی بی! آپ نے بات کر لی ہے میں نے سن لی ہے۔ آپ نے گیٹ اکھاڑنے کی تعریف کی ہے شاید اس کے reaction میں کچھ لوگ ایسا کر رہے ہوں آپ کو اس کا تحفظ مل جائے گا۔ (قطع کلامیاں) بی بی! آپ بیٹھ جائیں۔ میں نے کہا ہے کہ آپ کو تحفظ دیا جائے گا۔ آپ بیٹھ جائیے۔ رانا ثناء اللہ خان اپنی بات جاری رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ عابدہ جاوید: جناب والا! آپ میری بات تو سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات میں نے کر دی ہے آپ کو تحفظ فراہم ہو گا۔آپ بیٹھ جائیے پلیز۔(قطع کلامیاں)

No point of order please. Rana Sanaullah to continue. I would not allow any point of order. It is a very important issue. Just discuss it. Don't make mockery of the House.

بیگم صاحبہ آپ بیٹھئے۔مہربانی فرما کر آپ بیٹھ جائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ آپ ان کی بات سن لیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے وہ بات سن لی ہے اور میں نے کہہ دیا ہے I will not allow any point of order. میں نے کہہ دیا ہے کہ تحفظ ملے گا۔(قطع کلامیاں)

رانا صاحب آپ شروع کیجئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! راجہ صاحب نے جو یہاں پر چیف منسٹر کا initiative بیان کیا ہے regarding تھانہ کلچر۔اس پر انہوں نے تقریباً گوئی 35 منٹ بات کی ہے اور یہ جو پیپرز ہمیں دیئے گئے ہیں ان میں سے کوئی بات نہیں کی۔اپنے طور پر اور اندازے کے ساتھ انہوں نے بات کی ہے۔جو بگو صاحب نے تجویز دی ہے اگر تو وزیر قانون صاحب اس بات پر راضی ہیں کہ اس بحث کو سوموار تک لے جایا جائے گا اور باقی تمام دوستوں کو بھی ٹائم ملے گا تو پھر میں اس پر بات کر لیتا ہوں ورنہ میں prefer کروں گا کیونکہ اس مسئلے پر کافی سارے دوست بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر ان کو ٹائم دے دیا جائے وہ بات کر لیں۔اس بات پر آپ ان کی consent لے لیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں اس کے مطابق پھر آگے بات کر لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں نے ابتداء میں یہ عرض کیا تھا کہ تنقید برائے اصلاح جتنی بھی آپ چاہیں گے ہم سننے کے لئے تیار ہیں۔کیونکہ ہمارا بنیادی مقصد اصلاح کا ہے اور رانا صاحب نے ابھی کہا کہ میں نے یہ اندازے پر باتیں کی ہیں۔میں نے قطعی طور پر اندازے سے باتیں نہیں کیں۔یہ سارا کاغذ میرے سامنے ہے اور اسی کو دیکھ کر میں بات کر رہا تھا۔بہر حال میں اس بحث میں نہیں جاتا کیونکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہمارا جو initiative ہے ہم اس

کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ جتنی بھی پارلیمنٹ کی طرف سے اس پر تجاویز آئیں گی میں سمجھتا ہوں کہ اتنی ہی اس میں بہتری آئے گی۔ رانا صاحب آپ جتنی مرضی اس پر بات کریں لیکن خدارا! ہمیں اس میں بہتری کی تجاویز دیں آپ سو موار نہیں اس سے ایک دن آگے بھی رکھ لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ ہم کھلے دل سے بہتری چاہتے ہیں آپ بسم اللہ کریں آپ اپنی گفتگو کا آغاز کریں باقی دوست بھی کھل کر بات کریں حکومتی پارٹی کی طرف سے بھی اپوزیشن کی طرف سے بھی تجاویز دیں۔ جب آپ کی تسلی ہو جائے گی اس وقت بات کو ختم کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب! محترمہ نے جو بات کی ہے ان کے تحفظات کے بارے میں بھی کچھ کہہ دیں۔ کیونکہ ان کے گھر پر پتھراؤ ہو رہا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں ابھی ان سے بات کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کو تسلی دے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: ٹھیک ہے۔

معزز اراکین: وہ واک آؤٹ کر گئی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں وہ آ گئی ہیں۔ آپ ان کو تحفظ کے بارے میں بتا دیں۔

ایک آواز: وہ پھر چلی گئی ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب وزیر پاپولیشن ویلفیئر نسیم لودھی صاحبہ کو میں ان کے پاس بھیج رہا ہوں وہ ان سے بات کر کے مجھے بتاتی ہیں۔ آپ کے حکم کے مطابق ہماری منسٹر صاحبہ ان کی پوری بات سن لیں گی جو وہ حکم دیں گی انشاء اللہ اس کی تعمیل ہو گی۔

چودھری اصغر علی گجر: جمعہ کی وجہ سے وہ جلدی اٹھ کر چلی گئی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں جمعہ کو تو ابھی دیر ہے۔ وہ آ گئی ہیں۔ محترمہ آتی ہیں پھر چلی جاتی ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر راجہ صاحب نے جو آج Chief Minister's initiative for improvement of the police stations بات کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ صرف ایک منٹ رک جائیے۔عابدہ بی بی آئی ہیں راجہ صاحب ان کی تسلی کروادیں۔راجہ صاحب وہ سیٹ پر آ گئی ہیں ان کی تسلی فرمادیں۔وہ کہتی ہیں کہ میرے گھر پر پتھراؤ ہو رہا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ واک آؤٹ تو انہوں نے نہیں کیا تھا میں نے میڈم نسیم لودھی کو اس لئے بھیجا تھا کہ وہ ان کے ساتھ بات کریں جو بھی ان کے grievances ہیں وہ بتائیں انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تعمیل ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب آپ خود میڈیم کے پاس چلے جائیں اور ان کی تسلی کروادیں۔

(اس مرحلہ پر وزیر قانون معزز رکن محترمہ عابدہ جاوید کی سیٹ پر چلے گئے)

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! راجا صاحب کہیں حکومت میں شمولیت کا اعلان نہ کروالیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ پھر آپ لوگوں کی اپنی قسمت ہے۔

(اس مرحلہ پر وزیر قانون اور وزیر بہبود آبادی، محترمہ عابدہ جاوید
کو منا کر ہاؤس میں واپس لے آئے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ان کو اعتراض یہ تھا کہ ان کو گھر سے اطلاع ملی ہے کہ ان کے گھر پہ کچھ خواتین نے پتھراؤ کیا ہے تو میں نے کہا کہ میں check کروالیتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں کارروائی کی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ راجہ صاحب! یہاں میں خصوصاً خواتین سے request کروں گا اور میں ان کو وضاحت کرنا چاہوں گا کہ ہم کتنے concerned ہیں کہ کسی معزز خاتون کے خلاف کبھی اس قسم کی اگر کوئی بات ہو گی تو انشاء اللہ We are there to help you, especially the Law Minister come there to protect your interest. آپ بے فکر رہیں کیونکہ آپ کی عزت ہماری عزت ہے۔انشاء اللہ ہر لحاظ سے آپ کا خیال کیا جائے گا اور حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپ کا پورا احترام کریں اور یہ ہمارا فرض ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ تین pages ہیں اور اس کے اوپر لکھا ہوا ہے کہ:

Chief Minister's initiative for improvement of the police station.

پہلی تو بات یہ ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ ساڑھے تین سال بعد انہیں یہ خیال آیا ہے کہ ہم نے تھانہ کلچر میں کسی قسم کی تبدیلی لانی ہے اور اس کے لئے یہ فرمارہے ہیں کہ ہم نے ایک کمیٹی بنائی ہے اور اس کمیٹی نے یہ درج ذیل recommendations دی ہیں۔ حیرانگی اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ان تمام recommendations میں کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے کہ جس کے اوپر یہ کہیں کہ جناب!اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے ہم تھانہ کلچر میں تبدیلی لے آئیں گے۔انہوں نے پہلے اوپر تھوڑی سی اپنی تعریف کر کے کہا ہے کہ Functions of a police station. اس میں انہوں نے 4/5 functions of police station لکھے ہیں اس کے بعد Functions of police ہیں اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ complaints of public اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ grievances of police man اور پھر اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ recommendations of the committee۔اب recommendations of the committee میں improvement in working environment, improvement in service condition, reducing work load. پھر اس کے بعد ہے کہ:

Improvement in attitude, welfare measures, emphasis on training, accountability of police officer, improvement of police image, role of police leadership.

جناب سپیکر!اب recommendations کے نام پر انہوں نے یہ تقریباً 8/10 فقرے لکھے ہیں۔یہ فرمائیں کہ آپ جو لکھ رہے ہیں کہ یہ improvement چاہئے، یہ improvement چاہئے اس کا تو لوگوں کو پہلے دن سے پتا ہے۔پہلے دن سے لوگ چاہتے ہیں کہ improvement in training ہونی چاہئے، working load میں کمی آنی چاہئے اور police attitude درست ہونا چاہئے اور اس کے علاوہ accountability ہونی چاہئے تو یہ recommendations جو آپ نے دی ہیں تو ان چیزوں کا تو پہلے دن سے لوگوں کو پتا ہے اور grievances of policemen اب آپ ان کی سادگی کا حال دیکھیں کہ grievances of policemen میں کیا لکھتے ہیں کہ lack of job security, financial stress اس کے بعد extended

work hours, problem in getting leaveاب یہ بھی انہیں ساڑھے تین سال بعد پتا لگا ہے کہ:

> Problem in getting leave, little emphasis on welfare, inadequate transport, lack of health facilities, shortage of residential accommodation, in proper messing arrangement, poor hygienic condition.

جناب سپیکر! اب ان سے کوئی پوچھے کہ آپ ساڑھے تین سال کیا کرتے رہے ہیں۔ جس دن آپ آئے تھے اس دن بھی یہ ساری چیزیں موجود تھیں۔ آپ نے اوپر جو functions of police and functions of police stationلکھے ہیں اس دن بھی یہ موجود تھے تو آپ ساڑھے تین سال کیا کرتے رہے ہیں؟ اب آپ فرما رہے ہیں کہ یہ functions of policeہیں اور یہ functions of police stationہیں اور یہ grievances of policemenہیں تو آپ فرمائیں کہ آپ نے ساڑھے تین سال کیا کیا ہے؟ اس کے بعد آپ نے 3/4 لائنوں میں کہہ دیا کہ اس میں بھی improvementچاہئے، اس میں بھی improvementچاہئے اور اس کے بعد جناب! یہ آپ کی recommendationsہیں۔ یہ improvementsتو چاہئے لیکن کیا آپ نے ان recommendationsمیں کوئی طریق کار بیان کیا ہے کہ آپ ان improvementsکو کس طریقے سے لانا چاہتے ہیں۔ آپ جن facilitiesکو بڑھانا چاہتے ہیں ان کے متعلق آپ نے کوئی طریق کار وضع کیا ہے۔ آپ نے بتایا ہے کہ آپ financeکہاں سے لے کر آئیں گے یعنی اس documentمیں کوئی چیز درج نہیں ہے اور اب اس میں انہوں نے chapter 2لئے ہیں ان میں ایک ہے mandatory registration of casesاب اس میں یہ ہے کہ پہلے ایف آئی آر صرف تھانے میں درج ہوتی تھی اب انہوں نے کہا ہے کہ اب ایف آئی آر کی جو رجسٹریشن ہے،

> These FIR registration centre shall be located in separate room in the offices of the CCPO, DIG Operation, SSP Operation, DPO, Town Police Officer and SDPO.

اور اس کے علاوہ انہوں نے کہا ہے کہ:

An inspector legal shall head the center he will provide advice to the complaints and issue orders for the registration FIR.

جناب سپیکر!اب اس میں انہوں نے مرض کا حل یہ بتایا ہے کہ جناب!لوگوں کو جو شکایت ہے کہ ایف آئی آر رجسٹرڈ نہیں ہوتی تو انہوں نے کہا ہے کہ پولیس سٹیشن کے علاوہ ایف آئی آر رجسٹرڈ کرنے کے ہم 5/6 سنٹر کھول دیں گے۔اب بات یہ ہے کہ اگر تو صرف معاملہ اتنا ہی ہے کہ ایف آئی آر درج نہیں ہوتی اور تھانے کے علاوہ3/4/5اور جگہ پر ایف آئی آر درج کرنے کا انتظام کروادیں گے پھر تو چلو ٹھیک ہے یہ مسئلہ حل ہو گیا۔کیا کسی بھیvictimکا ایف آئی آر درج کروانا ہی مسئلہ ہوتا ہے اس کے بعد اس کو ریلیف نہیں چاہئے ہوتا،اس کے بعد ملزمان کی گرفتاریrequiredنہیں ہے،اس کے بعد پولیسin actionآئے،ملزمان کے خلاف کارروائی کرے کیا یہ کوئیrequirementنہیں ہے۔صرف ایک کاغذ کا پرزہ جس پر ایف آئی آر لکھا ہو وہی مظلوم کی انتہا کی دادرسی ہے اور اس کے بعد اسے کسی قسم کی دادرسی نہیں چاہئے۔problemتو یہ ہے کہ تھانے میں جبcomplainantجاتا ہے تو اس کی ایف آئی آر درج اس لئے نہیں ہوتی کہ ایف آئی آر درج کروانے کے لئے وہ جو درخواست پیش کرتا ہے اس کے ساتھ 4/5ہزار روپیہ وہ نہیں لگا سکتا۔اگر اس کے پاس ساتھ پیسے دینے کی استطاعت ہو تو تھانے میں ایف آئی آر بڑی آسانی سے درج ہو جاتی ہے۔اب اگر اس کی ایف آئی آر تھانے کے علاوہ دوسرے،تیسرے،چوتھے سنٹر میں درج کروادیں گے اور اس کے بعد جب تک وہ پولیس کی جیب گرم نہیں کرے گا پولیس کسی طرح سے متحرک نہیں ہو گی۔ملزمان کو پکڑنے کے لئے باہر نہیں جائے گی یعنی بات یہ ہے کہ اگر صرف آپ نے اس کو ایف آئی آر صرف ایک کاغذ اس کے ہاتھ میں تھمانا ہے تو اس کے بعد اس کی کوئی دادرسی نہیں ہونی،اس کے بعد اس کی کوئی شنوائی نہیں ہونی تو آپ یہ بتائیں کہ اس recommendationکے ذریعے سے آپ کس طرح سے کہہ رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو ریلیف دیں گے۔کیا آپ نے یہاں پر اس بات کا حساب لگوایا ہے کہ پورے تھانے میں ایک گاڑی ہوتی ہے جوround the clockگشت کرتی ہے اس تھانے میں کم از کم20/25انوسٹی گیشن آفیسر ہوتے ہیں اور ان انوسٹی گیشن آفیسرز میں سے کسی کے پاس بھی کوئی سرکاری گاڑی نہیں ہوتی۔جب ایک آدمی ایف آئی آر درج کروانے کے بعد،اس نے سفارش سے درج کروالی یا پیسے دے کر درج کروالی،اس کے بعد جب وہ تفتیشی کے پاس جاتا ہے تو تفتیشی کہتا

ہے کہ جناب!ملزمان کو پکڑنے کے لئے جانا ہے تو گاڑی لے کر آؤ۔اب اگر گاڑی کے لئے اس کے پاس پیسے نہیں ہیں تو پھر بھی اس کی دادرسی وہاں پہ رک جاتی ہے۔اگر وہ گاڑی لے آتا ہے تو پھر جس پولیس کو ساتھ لے کر جائے گا ان کو انہوں نے کھانا بھی کھلانا ہے،ان کو سگریٹ بھی لے کر دینے ہیں، باقی تمام لوازمات بھی پورے کرنے ہیں۔اگر میں یہاں پر یہ کہوں کہ جناب!وہ تفتیشی آفیسر خود اپنی جیب سے گاڑی کے لئے 2ہزار روپیہ لگائے یہ بھی ممکن نہیں ہے۔اگر میں یہ کہوں کہ جناب!باقی سارے معاملات وہ خود سے پورے کرے تو شائد یہ بھی اس کی تنخواہ میں ممکن نہ ہو یعنی تفتیشی جو اے ایس آئی یا سب انسپکٹر ہوتا ہے۔اگر ایک تھانے میں بیس تفتیشی ہیں تو کسی تفتیشی کے پاس اس مقصد کے لئے کہ وہ موقع پر جائے، وہ موقع ملاحظہ کرے، وہ ملزمان کے پیچھے جائے، وہ ملزمان کو گرفتار کرے تو قطعی طور پر اس وقت جو ground reality ہے کہ ان کے پاس کسی قسم کی کوئی ٹرانسپورٹ نہیں ہے۔ان تجاویز میں اس مسئلے کا ذکر تک نہیں ہے کہ اس معاملے کا بھی کوئی حل ہونا چاہئے۔صرف ایک معاملے Registration of FIR کو لے لیا گیا ہے کہ اگر آپ کی تھانے میں FIR رجسٹر نہیں ہوتی تو ٹھیک ہے آپ جو سنٹر ڈی پی او، سی سی پی او، ڈی آئی جی کے بنے ہوئے ہیں وہاں پر جا کر درج کروالیں۔

وزیر جیل خانہ جات:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،نوانی صاحب!

وزیر جیل خانہ جات:جناب سپیکر!میری گزارش یہ ہے کہ میں رانا صاحب کی باتیں سن رہا تھا۔ہم نے جو پالیسی یہاں on the floor of the House رکھی ہے۔ہم اس پر قطعاً یہ نہیں کہتے کہ یہ کوئی صحیفہ ہے اور ہم اس میں کوئی ترمیم نہیں کرنا چاہتے۔اس میں ترمیم کرنے کی بہت زیادہ گنجائش ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جتنے بھی لوگ یہاں debate کریں، ان کے لئے میری یہ درخواست ہے کہ اس میں جتنی خرابیاں ہیں جو ان کو بھی پتا ہیں اور ہمیں بھی پتا ہیں جس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ان کا بہتر سے بہتر ازالہ ہو جائے اور عام آدمی کو سہولت ہو۔

جناب سپیکر!میری یہ گزارش ہے کہ اس میں بجائے تنقید کرنے کے تجویز دیں کیونکہ اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا،اس پر ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔گورنمنٹ نے تجاویز دی ہیں کہ ہمارے خیال میں یہ یہ تجاویز ہیں۔اگر ان کو implement کر دیا جائے تو شاید کوئی بہتری ہو۔اگر میرے دوست یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ناکافی ہیں یا اس میں کسی اضافے کی ضرورت ہے تو ہم اس

پر قطعاً بضد نہیں ہیں۔اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ دوست اس میں اپنی ترامیم اور تجاویز اس لحاظ سے دیں کہ اس میں بہتری لائی جائے۔ ہم نے یہ ریفارمز یا پالیسی اسی لئے بحث کے لئے رکھی ہے کہ اس میں اور زیادہ بہتری آ سکے۔اس لئے میری گزارش ہے کہ بجائے تنقید کرنے کے اس میں اور بہتری کی تجاویز دی جائیں تاکہ عام آدمی کو پولیس سے جو تکالیف ہیں۔ان تکالیف کا سب کو علم ہے اور کوئی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اگر ہم مان لیں کہ کوئی تکلیف نہیں ہے تو ہمیں کیا ضرورت تھی کہ یہ تجاویز لاتے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اگر اس کو اس لحاظ سے لیا جائے کہ اس کو کیسے بہتر کیا جا سکتا ہے تو وہ زیادہ بہتر ہو گا۔ شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! نوانی صاحب نے شاید اس document کو پڑھا نہیں ہے۔ میں اس طرف نہیں آنا چاہتا تھا۔ اس میں بات یہ ہے کہ انھوں نے problems کی identification کی ہے اور وہ بھی half heartedly انھوں نے معاملات کی گہرائی میں جا کر identify نہیں کیا۔ انھوں نے superficially identify کیا ہے۔ انھوں نے ان problems کا کوئی حل پیش نہیں کیا اور recommendations existing problems کو identify کرنے کے بعد ان کے حل کے لئے ہوتی ہیں کہ ان کے حل کے لئے یہ تجاویز ہیں۔اگر آپ اس میں کوئی ترمیم چاہتے ہیں تو وہ آپ suggest کریں۔اب ساڑھے تین سال کے بعد آپ ان problems کو identify کر رہے ہیں۔ اب آپ کے جانے کا ٹائم ہے۔ اب آپ اپنا سامان وغیرہ باندھیں اور جانے کی تیاری کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب، کم از کم پچاس سال کے بعد صحیح اس حکومت نے کام تو شروع کیا۔ یہ تو پہلے ہونا چاہئے تھا اگر اس وقت نہیں ہوا لیکن اب تو ہو رہا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ جس طرح سے انھوں نے پچھلے چھ ماہ سے یہ شور ڈالا ہوا تھا کہ ہم اس بجٹ میں سارے مسائل حل کر دیں گے۔اس کے بعد جب بجٹ آیا اور ان کو identify کیا گیا کہ آپ نے مسائل حل نہیں کئے بلکہ آپ نے مسائل کو اور زیادہ aggravate کیا ہے تو پھر اس کا جواب دینے کی بجائے انھوں نے کہا کہ اس حمام میں تو ہم سارے ہی ننگے ہیں۔اس حمام کے اوپر تو ان حکمرانوں کا قبضہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کو موقع دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنی تجاویز دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس کا جواب یہ تو نہیں ہے کہ اس حمام میں ہم سب ننگے ہیں۔ اس حمام پر ان حکمرانوں کا قبضہ ہے۔ یہ صرف ننگے ہی نہیں ہیں۔ ان کے پاس استرے بھی ہیں اور اس ایوان کی حجامت اس حمام میں کر رہے ہیں۔ ہم ان کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ۔۔۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیانی صاحب اس حمام کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج بڑا مبارک دن ہے۔ میرے بھائی ہمیشہ aggressive mood میں ہوتے ہیں۔ اس ایوان میں بڑی محنت کے ساتھ ایک چیز پیش کی جا رہی ہے جس طرح میرے بھائی نوانی صاحب نے کہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائیوں سے درخواست کروں گا کیونکہ رانا صاحب تو میرے پڑوسی ہیں۔ ہم تین سال سے اکٹھے بیٹھ رہے ہیں، جانا یا نہ جانا تو ہو سکتا ہے کہ ہم کل چلے جائیں، پرسوں چلے جائیں یا دو سال بعد جائیں۔ ہر ایک آدمی نے اس دنیا سے جانا ہے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ رزق، روزی، عزت، دولت، اولاد اور سب چیز اللہ نے دینی ہے۔ یہ کسی بندے نے نہیں دینی ہے۔ ہم صرف چاہتے ہیں کہ ہماری پولیس پسی ہوئی ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ لوگوں کو خوش کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ ان کی جو صحیح مشکلات ہیں ہم سب مل کر حل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مذاق نہ اڑایا جائے۔ میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ مہربانی فرما کر اس کو سنجیدگی سے لیا جائے اور آنے جانے کی باتیں کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں آپ اس پالیسی پر رائے دیں۔ حکومت ہر اچھی تجویز ماننے کے لئے تیار ہے۔ پولیس کو خوامخواہ condemn کرنا اچھی روایت نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اپنے دوستوں کو interrupt نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بار بار recommendations کا کہا گیا ہے۔ اس میں کوئی عملی اقدامات نہیں ہیں اور یہ کیا کریں گے۔ میں ذاتی طور پر محسوس کر رہا تھا کہ شاید first time میرے بھائی prepared نہیں ہیں اس لئے ابھی پڑھنے پر لگے ہوئے ہیں۔ میں ان سے صرف یہ گزارش کروں گا کہ یہ mandatory registration of cases FIR کی وہ بات کر چکے ہیں۔ اس پر ذرا غور فرما

لیں۔ہم نے پہلے کہا ہے کہ:

One of the major complaints of the public is that they are denied of their right to get a FIR record.

ہم نے یہ identify کیا۔

The Police Officers avoid register cases, particularly in heinous offences, to keep the crime figures low and to shirk hard work required for detection

جو میں نے پہلے گزارش کی ہے۔ذرا غور فرمائیں کہ:

It has been proposed to provide the aggrieved complaints another mechanism in the shape of FIR Registration Centres. These FIR registration centres shall be located in a separate room in the offices of the CCPO, DIG Operations, SSP Operations, District Police Offices, Town Police Officers and SDPO.

اب یہ ہماری تجویز ہے کہ ہم یہ کرنا چاہ رہے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے بتایا نہیں تو یہ کیا کریں گے۔ہم یہ کریں گے کہ ہم یہ centres بنائیں گے اور آگے

An Inspector Legal shall head the Centres. He will provide advice to the complainants and issue orders for registration of FIR in cognizable cases.

وہاں لیگل انسپکٹر بیٹھیں گے جو آج نہیں بیٹھے ہوئے۔جیسے میں نے گزارش کی تھی۔ اس کے بعد آگے لکھا ہوا ہے کہ:

Departmental action shall be recommended against the Police Officer who refused to record FIR at the Police Station.

اب گزارش یہ ہے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ FIR درج نہیں ہوتی۔رانا صاحب کہتے ہیں کہ پیسے لے کر کریں گے۔اب پیسے ایک جگہ ہوں گے، دو جگہ ہوں گے۔CCPO office میں

بندہ بیٹھا ہوگا، کیا وہ بھی پیسے لے گا؟DIG office میں بیٹھا ہے، وہ بھی پیسے لے گا؟ SDPO میں بیٹھا ہے وہ بھی پیسے لے گا۔ تھانہ بھی پیسے لے گا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہمت ہارنے سے تو بات نہیں بنتی۔اس پر initiative لینا پڑے گا اور ایک دفعہ کسی حکومت کو ایک دلیرانہ قدم اٹھانا پڑے گا تب یہ مسائل حل ہوں گے۔انھوں نے فرمایا ہے کہ ساڑھے تین سال بیٹھے رہے ہیں۔یہاں تو تیس چالیس سال سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس بات پر تو کم از کم credit دیں کہ آخر کار کسی کو خیال آیا اور اس نے بھلائی کی طرف کوئی قدم اٹھایا ہے اور جس طرح نوانی صاحب نے کہا ہے کہ آپ بتائیں کہ اس لائن کو کاٹیں اور اس کی جگہ یہ شامل کریں۔یہاں پر کون کہتا ہے کہ پولیس میں سے کرپشن ختم ہو گئی ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس کو ختم ہونا چاہئے۔اس کے لئے آئیں مل کر وہ اقدامات کریں جن کے تحت اس کو ختم ہونا چاہئے۔اس لئے اگر یہ تھوڑا positive line میں آئیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ contribute کر سکیں گے۔ شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!راجہ صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ اس کو پڑھا نہیں گیا۔ میں نے اس پر بڑی مفصل بات کی ہے کہ آپ نے mandatory registration of FIR کے زمرے میں ایک پولیس سٹیشن کے علاوہ پانچ دس venue for registration of FIR دے دیئے ہیں۔لوگوں کا registration of FIR کا مسئلہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید 15 منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: لوگوں کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ان کو صرف ایک ایسا document چاہئے اور ایک ایسا کاغذ چاہئے کہ جس کے اوپر FIR لکھا ہو۔لوگ چاہتے ہیں کہ ان کی دادرسی ہو اور دادرسی میں جو رکاوٹ ہے۔ میں نے اس کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ غالباً راجہ صاحب نے اس بات کو سنا نہیں ہے کہ کس طرح سے لوگوں کے ساتھ ایک واقعہ ہوتا ہے۔اس کے بعد جب وہ تھانے جاتے ہیں تو پیسے کے بغیر FIR درج نہیں ہوتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب!وہ آپ نے ایک جنرل پریکٹس کو mention کیا ہے لیکن آپ کی اس کے بارے میں تجویز کیا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!بات یہ ہے کہ اس میں آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ ہم نے یہ recommendations بڑی محنت سے تیار کی ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ عرصہ دراز کے بعد ایک بہت بڑی تبدیلی کا ایک initiative ہے جس سے کلچر تبدیل ہونا ہے۔ یہ اتنا تفصیل کے ساتھ راجہ صاحب نے ارشاد فرمایا ہے اور لکھا بھی ہوا ہے۔ ہم کم از کم رانا ثناء اللہ صاحب سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ جب اس کے اوپر وہ اپنا جو بھی اظہار خیال کریں اس میں واضح طور پر کچھ تجاویز آئیں، کوئی ابہام والی تجاویز نہ ہوں۔ یہ سلسلہ پوائنٹس score کرنے والا نہیں ہے، یہ معاشرے اور سوسائٹی کی بہتری کے لئے ہے۔ وہ سوسائٹی جو ڈیڑھ سو سال سے کم از کم اس مسئلے میں چلی آ رہی ہے اور اس تھانے کے سسٹم سے نکلنا ہے۔ ہمارے چیف منسٹر صاحب اور لاء منسٹر صاحب یہ چاہتے ہیں اور انہوں نے کئی دفعہ اظہار کیا ہے کہ اس بہتری کی contribution میں آپ بھی contribute کریں۔ آپ جو باتیں کہیں گے اس میں کوئی ابہام نہیں ہونا چاہئے۔ آپ اپنی تجاویز میں ایک واضح پیغام دیجئے گا تو میں آپ کا مشکور رہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہی چیز تو انہیں پہلے بھی کہہ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ جو جنرل پریکٹس پہلے ہو رہی ہے یا جو رائج ہے اس کو چھوڑیں وہ تو سب کو معلوم ہے۔ آپ مثبت تجویز دیں which should be included into that.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے یہ recommendations بڑی تفصیل سے دی ہیں۔ میں راجہ صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! چلو انہوں نے نہیں دیں تو آپ اچھی تجاویز دے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ جو پولیس آرڈر 2002 ہے یہ آج سے کوئی چار پانچ سال پہلے نافذ ہوا ہے اس میں chapter 2 ہے Responsibilities and Duties of the Police یہ جو کچھ انہوں نے درج کیا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے۔ اس میں اتنی تفصیل سے یہ باتیں درج ہیں کہ آپ اس کو دیکھیں کہ اس کی کلاز 3 ہے وہ سب کلاز (a) to (d) ہے، کلاز 4 ہے وہ (a) to (q) ہے اور اس کے بعد کلاز 3 ہے اور اس میں further چار کلاززہیں اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو انہوں نے لکھی ہے کہ duties of police, grievances of police یہ سارا کچھ اس میں درج ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ نے ساڑھے تین سالوں میں اس پر کیوں نہیں عملدرآمد کر لیا۔ اب

یہ نئے سرے سے یعنی پولیٹیکل لوگوں کو دوبارہ پھر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں۔اگر انہوں نے کچھ کرنا تھا تو ساڑھے تین سال میں کر لیتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب!آپ جو ابھی تجویز دیں گے وہ دیں۔ چلو ایک initiative ہو گئی ہے اس میں آپ تجویز دے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: اب اس میں ایف آئی آر کی mandatory رجسٹریشن کا جو معاملہ ہے اس کے لئے انہوں نے ایک سے چار پانچ venue بتا دیئے ہیں لیکن اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ ایک آدمی اپنا grievance لے کر ایف آئی آر سنٹر پر جائے اور وہاں پر ایف آئی آر درج ہو جائے اور اس کے نتیجے میں اسے داد رسی مل جائے اور پولیس متحرک ہو جائے۔ میری اس سلسلے میں تجویز یہ ہے کہ اس mandatory ایف آئی آر کی رجسٹریشن لے کر آئیں اور اگر یہ ایک کی جگہ دس سنٹر بھی بنا دیں تب بھی یہ مسئلہ اس طرح سے حل نہیں ہو گا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: آپ بتا دیں کہ کس طرح حل ہو گا؟

رانا ثناء اللہ خان: آپ سن لیں۔ جناب سپیکر!اس وقت ہمارے معاشرے کی صورتحال یہ ہے کہ ایف آئی آر کی رجسٹریشن کو سمجھا یہ جاتا ہے کہ جس کے خلاف ایف آئی آر درج ہو گئی وہ پکا ملزم بن گیا یعنی اسے as first information report treat نہیں کیا جاتا، اسے اس طرح سے treat کیا جاتا ہے کہ جس کے خلاف پرچہ درج ہو گا وہ ملزم ہو گیا اور واقعی حالات بھی ایسے ہیں کہ جس کے خلاف ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے اس کے بعد اس آدمی کی ایف آئی آر سے جان چھڑانی مشکل ہو جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: That is the important point اور نہ صرف اس کے خلاف بلکہ دس اور بے گناہوں کے خلاف بھی درج ہو جاتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!دوسرا ہمارے معاشرے کا رواج یہ ہے کہ یہاں پر ایف آئی آر کی false registration ہوتی ہے یعنی جب ایک آدمی جرم کرتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے پورے خاندان کو لپیٹ لیا جاتا ہے۔ یہ حدود کے کیسز میں ہوتا ہے کہ جرم کرنے والا ایک آدمی ہوتا ہے اور بعض اوقات دوسری سائیڈ کے ساتھ consenting پارٹی ہوتی ہے اور بعض اوقات consenting پارٹی نہیں ہوتی۔

MR DEPUTY SPEAKER: This is a very important point.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! لیکن ہمارا ایف آئی آر درج کروانے کا دستور اس طرح سے شروع ہوتا ہے کہ جناب! فلاں دن اس ملزم کی ماں میرے گھر آئی تھی اور اس نے میری بیٹی سے کوئی بات کی تھی اس کے بعد اس کی دو بہنیں آئیں، وہ میری بیٹی کو بازار میں سودا خریدنے کے لئے لے گئیں، آگے چوک میں گئی تو وہاں پر اس ملزمہ کے دو بھائی کھڑے تھے، اگلے چوک میں گئے تو اس کا باپ گاڑی لے کر کھڑا تھا اور وہ جو کام کرنے والا یعنی لے جانے والا ہے اس کا نام سب سے آخر میں آتا ہے یعنی پورے خاندان کو ایف آئی آر میں درج کروا دیا جاتا ہے۔ اب اس کے بعد جب ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے تو پولیس والے کہتے ہیں کہ فوری طور پر گرفتار کر لو اور مقدمہ درج ہو گیا۔ یعنی وہ ملزم جس کا نام ایف آئی آر میں آ جاتا ہے جس کو نامزد ملزم کہا جاتا ہے اس کا جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! اس میں چاہئے کہ آپ اس سسٹم کو تبدیل کریں۔ جب تک آپ اس سسٹم کو تبدیل نہیں کریں گے تب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا اور اگر آپ ایک venue کی جگہ دس venue بنا دیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میری اس سلسلے میں تجویز یہ ہے کہ first information report کو first information report رہنے دیا جائے۔ کسی آدمی کو لیگل انسپکٹر کی ضرورت نہیں ہے، اسے کسی قانون دان کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک آدمی کے ساتھ جو بیتی ہے اور وہ جس طرح سے محسوس کرتا ہے اگر وہ درخواست خود لکھ سکتا ہے تو خود لکھے، اگر وہ خود نہیں لکھ سکتا تو کسی سے لکھوالے اور لکھوانے کے بعد متعلقہ سنٹر پر چاہے وہ تھانہ ہے، ڈی پی او کا دفتر ہے وہاں پر لے جا کر دے دے اور وہ as first information report treat ہو اور first information report پر نہ تو کسی کو ملزم گردانا جائے اور نہ کسی کو ملزم سمجھا جائے اور نہ ہی first information report پر کسی کی گرفتاری کی اجازت ہو۔ اس کے بعد جرم کی حیثیت کے مطابق اگر وہ جرم معمولی نوعیت کا ہے تو اے ایس آئی یا سب انسپکٹر ہو، اگر جرم بڑا ہے تو پھر انسپکٹر ہو، اگر اس سے بھی بڑا جرم ہو تو پھر اے ایس پی یا ڈی ایس پی ہو اور وہ اس پر within 24 hours first investigation رپورٹ لکھے کہ بادی النظر میں یہ جو سٹوری ہے اس میں کتنا سچ اور کتنا جھوٹ ہے؟

MR DEPUTY SPEAKER: That is very important.

رانا ثناء اللہ خان: اور اس رپورٹ کو مقدمہ کے طور پر treat کیا جائے جس طرح سے ہم اس وقت ایف آئی آر درج کرتے ہیں اور اس رپورٹ کے مطابق جس میں investigating آفیسر اپنی first investigation report میں لکھے کہ بادی النظر میں اس مقدمے میں دس میں سے دو ملزم صحیح ہیں باقی بے گناہ ہیں یا اس وقوعے کی یہ صورتحال ہے اور اس کے اوپر پولیس in action آئے۔ جو آفیسر first investigation report رپورٹ لکھے اسے اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ اگر کل کو اس کی انوسٹی گیشن رپورٹ deep انکوائری میں جا کر بالکل غلط ثابت ہوتی ہے تو اس کے خلاف بھی کارروائی ہونی چاہئے۔ اس طرح سے وہ بے گناہ لوگوں کو بھی ریلیف ملے گا اور جو آدمی first information report لکھوانی چاہتا ہے وہ جو مرضی لکھوائے۔ اب اگر آپ ایف آئی آر درج کروانے کے اتنے venue کھول دیں گے تو آپ پھر یہ بھی دیکھیں کہ ہر کسی کے خلاف ایف آئی آر درج ہو جایا کرے گی۔ کسی کو کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہو گا، جو جس طرح چاہے گا، جس کے خلاف چاہے گا وہ ایف آئی آر درج کروا دے گا۔ اس سے آپ کا یہ chapter جس میں آپ نے لکھا ہے کہ mandatory registration of cases یہ آپ نے ایک ایسا problem جو واقعی معاشرے میں پایا جاتا ہے اور جس کو پورا معاشرہ face کر رہا ہے لیکن اس میں جہاں ایک طرف victim کی ایف آئی آر درج نہ ہونے کی شکایت ہے وہاں پر false registration of cases کی بے پناہ شکایات ہیں۔ اس طرح سے آپ بے پناہ complications کو جنم دیں گے اور اس کے ذریعے سے میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کے لئے مزید کرپشن کرنے اور مزید بے گناہ لوگوں کو پریشان کرنے کا راستہ بھی کھلے گا اور اس کا کوئی اچھا تاثر قائم نہیں ہو گا۔ اس کے ذریعے سے جو آپ ریلیف دینا چاہتے ہیں وہ نہیں ہو سکے گا۔ اس کے بعد انہوں نے quality of SHO کے بارے میں لکھا ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں نے interrupt کیا۔ آپ نے بھی دو دفعہ observation دی ہے کہ یہ انتہائی valid point ہے and we do agree کہ یہ ایک بہت اہم پوائنٹ ہے اور اس کو ہم نے اس طرح لیا ہے کہ mention of name in FIR does not constitute an offence یہ ہم already کر رہے ہیں۔

بلکہ میں تھوڑا سا یہاں یہ بھی بتادوں کہ ہم ایک قدم آگے بھی اس میں جارہے ہیں کہ جو جھوٹی ایف آئی آر درج کروائے گا اس میں ہم فیڈرل گورنمنٹ کو لکھ رہے ہیں کہ 182 کی سزا بھی بڑھائی جائے تاکہ کسی کو غلط مقدمے میں ملوث نہ کیا جاسکے لیکن میں رانا صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ایک اچھے پوائنٹ کی انہوں نے نشاندہی کی ہے، ہم اس کو مزید انشاء اللہ تعالیٰ improve کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دوسرا پوائنٹ جو انہوں نے raise کیا ہے کہ دس جگہ اگر ایف آئی آر درج ہو گی تو اس سے بھی کافی complications ہوں گی۔ کوئی کسی کے خلاف جاکر درخواست دے دے ،آپ کے خلاف میرے خلاف۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! لیکن اس وقت تک کارروائی نہیں ہو گی جس وقت first investigation report تیار نہیں ہو گی۔

رانا ثناء اللہ خان: راجہ صاحب نے فوری طور پر respond کر دیا ہے۔ بطور وکیل مجھے اس بات کا علم ہے کہ ایف آئی آر پر پوری ہسٹری ہے۔ ہماری عدالتوں کے فیصلے ہیں کہ first information Report کو سپریم کورٹ تک توڑا نہیں جاتا۔ اسی پر ہی لفظ بہ لفظ لکھا جاتا ہے۔ اس کے لئے basic laws میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ پولیس ایکٹ میں ایف آئی آر اور first investigation report کے حوالے سے basic laws میں amendment نہیں لائیں گی اس وقت تک یہ مسئلہ ان رولز یا ان recommendations کے تحت حل نہیں ہو سکتا اس لئے میری گزارش ہے کہ اس معاملے کی پوری گہرائی میں جاکر یعنی یہ ایف آئی آر کی رجسٹریشن کا یا ایک victim کے مقدمے کی رجسٹریشن کا جو مسئلہ ہے اس کو پوری گہرائی میں جاکر نہیں دیکھا گیا اور یہ جو انہوں نے کمیٹی بنائی تھی میں سمجھتا ہوں کہ اس کمیٹی نے جب اپنا کام شروع کرنا تھا تو اس وقت چاہئے تھا کہ کم از کم اس ہاؤس میں دو تین چار دن بحث ہوتی اور اس کے بعد وہ کمیٹی بیٹھتی اور اس کمیٹی میں اس ہاؤس سے بھی کچھ ممبر لئے جاتے اور اس کے بعد وہ کمیٹی اپنی recommendations تیار کرتی۔ جہاں تک اس قسم کی لگی بندھی باتوں کا تعلق ہے تو یہ پولیس ایکٹ میرے پاس ہے میں راجہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دوں گا اس میں زیادہ تفصیل سے باتیں درج ہیں۔ چیپٹر 2 انہی باتوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب پولیس میں کسی قسم کا کوئی لفظ اور grievance یا شکایت نہیں رہ گئی لیکن یہ صرف پیپر پر

لکھ دینے سے یا ایکٹ میں آ جانے سے تو مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اگر حل ہو سکتا ہوتا تو پھر یہ پولیس ایکٹ2002اس کے ذریعے سے حل ہو جاتا۔

جناب سپیکر!اس کے آگے انہوں نے کہا کہ جس میں ایس ایچ او کی کوالٹی آتی ہے۔اس میں انہوں نے بالکلtypical باتیں کی ہیں۔انہوں نے کہا ہے کہ جی پولیس کا جو ایس ایچ او ہے، اس کی بڑی اہمیت ہے اس لئے اس کی بڑی کوالٹی ہونی چاہئے اور ہمارا یہ خیال ہے کہ ایس ایچ او پڑھا لکھا ہونا چاہئے ۔ اس نے کورسز with emphasis on ethics, human rights, man-management, financial management اب پتا نہیں کہ اس کی ایس ایچ او کو کہاں پر ضرورت پڑتی ہے، میڈیا مینجمنٹ یہ کہہ رہے ہیں انہوں نے تین چار کورسز کے نام لئے ہیں کہ ایس ایچ او کو ہم چاہیں گے کہ وہ میڈیا مینجمنٹ کا بھی اسے علم ہو،financial management کا بھی علم ہو،financial معاملات تو وہاں پر ہوتے ہیں اس کا بھی اسے علم ہو اس کے حساب سے انہوں نے کہا ہے کہ ایس ایچ او ہونا چاہئے۔یہ بالکلstereo type انہوں نے باتیں کی ہیں۔یہ باتیں تو پولیس ایکٹ میں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ان کے متعلق روز میڈیا اور اخبارات میں آتا ہے۔یہاں پر تورecommendations یہ ہونی چاہئے تھیں ،اگر نوانی صاحب یہاں پر تشریف فرما ہیں یا کیانی صاحب آپ اس کا چیپٹر 2 دیکھیں کہ کوالٹی آف ایس ایچ او،اس میں انہوں نے یہ لکھ دیا کہ یہ بات بھی ہونی چاہئے ،یہ بات بھی ہونی چاہئے ،یہ یہ کورسز ہونے چاہئیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ یہ آپ نے جو لگی بندھی باتیں لکھ دی ہیں اس قسم کی زیادہ خوبصورت باتیں پولیس ایکٹ میں لکھی ہوئی ہیں۔یہاں پر ہونا یہ چاہئے تھا کہ آپ ایک ایسی کمیٹی ضلعی سطح پر قائم کرتے جس میں پولیس کے علاوہ یعنی آپ دیکھیں کہ انrecommendations میں کہیں پبلک سیفٹی کمیشن کا ذکر نہیں ہے ، انہوں نے Citizen Police Liaison Committee (CPLC)اسی کا کوئی ذکر نہیں ہے،اس میں نیشنل سیفٹی کمیشن کا ذکر نہیں ہے، پراونشل سیفٹی کمیشن کا کہیں ذکر نہیں یعنی یہ عجیب اور نئی بات لوگوں کو بتانے کے لئے کہ دیکھو ہم نے آپ کے لئے بڑا کام شروع کر دیا ہے، پھر اس کا ایک پولیٹیکلaspect چلا جاتا ہے۔ میرے خیال میں آپ اس موڈ میں نہیں ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ تجاویز تک محدود رہا جائے حالانکہ اس کا مقصد بھی پولیٹیکل ایجنڈا ہی ہے۔اس کا پولیس ویلفیئر یا تھانہ کلچر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ صرف ایکeffort ہےto manage a political mileage اب اس میں انہوں نے وہی باتیں

کی ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں کی ہونا یہ چاہئے تھا کہ ڈسٹرکٹ لیول پر اب ہوتا کیا ہے کہ جو ڈی پی او ہے وہ اپنی پسند کے، اپنی مرضی اور اس کے مطابق جو آدمی بندے مارے، جو اس کے مطابق ڈاکوؤں سے جو recover کرے، ڈاکوؤں پر جو ڈاکا ڈالے اس میں سے پورا حصہ دے اور جو باقی سارے معاملات ان کے مطابق کرے ڈی پی او اس کو ایس ایچ او لگا دیتا ہے۔ آج اس تھانے میں لگایا وہاں پر تھوڑا شور پڑا دوسرے میں لگا دیا، تیسرے میں لگا دیا اور ایسے ایسے آدمی جو قتلوں میں ملوث ہیں، جن کے خلاف کرپشن کے کیسز انٹی کرپشن کورٹس میں چل رہے ہیں وہ لوگ آپ مختلف اضلاع میں دیکھ لیں وہ ایس ایچ او لگے ہوئے ہیں۔ اب اس میں چاہئے یہ کہ ضلع کی سطح پر ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے۔ اس کمیٹی میں، میں کہوں گا کہ مقامی طور پر جو نمائندے ہیں ان کو بھی تھوڑی بہت نمائندگی دی جائے۔ اس کے علاوہ آپ اس میں ڈسٹرکٹ مینجمنٹ ہے اس میں سے لوگوں کو دیں۔ پہلے ڈپٹی کمشنر ہوتا تھا اب اگر ڈی سی او ہے یا کوئی اور ہے۔ اس کے علاوہ پولیس کا آدمی بیٹھے اگر صوبائی حکومت کسی کو نمائندگی دینا چاہتی وہ ایک کمیٹی ہو جو کمیٹی اس ضلع میں for posting as SHO جو لوگ available ہیں ان کی تعداد کسی بھی ضلع میں سو ڈیڑھ سو سے کم نہیں ہوتی جبکہ تھانے کسی بہت بڑے ضلع میں 25/27 یا 30 کے قریب ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا پچھلا تمام ریکارڈ چیک کریں اور ریکارڈ چیک کرنے کے بعد وہ recommend کرے کہ جناب ڈی پی او صاحب آپ کی جو available فورس ہے اس میں یہ 35 آدمی available ہیں for posting as SHO اور ڈی پی او bound ہو کہ ان آدمیوں میں سے جن آدمیوں کا کردار ہر طرح سے above board ہے جن کے متعلق ایک کمیٹی نے بیٹھ کر غیر جانبدارانہ consideration کی ہے ان آدمیوں میں سے کسی نہ کسی آدمی کو SHO لگائے اور اس آدمی کو کم از کم سال کا tenure دیا جائے اور سال کے بعد وہ کمیٹی دوبارہ بیٹھے۔ ان لوگوں کو بھی چیک کرے اور اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا آدمی deserve کرتا ہے تو اس کو بھی چیک کرے اور اس کے بعد اس لسٹ کو revise کرے۔ ڈی پی او کو کھلی چھٹی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ جس کو چاہے جہاں سے چاہے اٹھائے اور اٹھا کر اس کو ایس ایچ او لگا دے۔ اب اس قسم کی یہاں پر کوئی تجویز نہیں ہے۔ صرف زبانی کلامی لکھا گیا ہے کہ ایس ایچ او ایسا ہونا چاہئے، ویسا ہونا چاہئے یہ تو پولیس ایکٹ میں بھی لکھا ہوا ہے کہ ایس ایچ او میں یہ یہ کوالٹی ہونی چاہئے لیکن ان کوالٹیز کو آخر کسی نے تو ensure بھی کرنا ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جس طرح mandatory registration of cases کا جو Chapter ہے that is

incomplete and is faulty اسی طرح سے یہ جو کوالٹی آف ایس ایچ او ہے اس میں بھی انہوں نے چار پانچ فقرے پولیس آرڈیننس 2002 سے اٹھائے ہیں اور یہاں پر لکھ دیئے اور جس طرح سے انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے بڑی محنت کی ہے اور بڑا کام کیا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے کوئی کچھ نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں اب جمعہ کا وقت ہونے والا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! گزارش ہے کہ آج پہلی دفعہ اس پر بحث شروع ہوئی ہے۔ کافی دنوں کے بعد اس بارے میں بتایا بھی گیا تھا۔ میں آپ کی توجہ صرف اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اتنے اہم issue پر بات ہونی تھی، آج قائد حزب اختلاف بھی موجود نہیں۔ احسان اللہ وقاص صاحب ہمیشہ اپوزیشن کو چلائے رکھتے ہیں۔ یہ چند ایک لوگ بیٹھے ہوئے ہیں یہاں پر داخل ہوتے ہوئے ان کی body language جو کہ مائیک پر ہوتی ہے۔ کل پھر یہی بات ہو گی۔ یہ ایک اہم issue ہے اور اپوزیشن کی طرف سے کوئی موجود نہیں ہے اس لئے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس میں دلچسپی لیں اس معاشرے کی بہتری کے لئے تجاویز دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب جمعہ کی نماز کا وقت ہونے والا ہے اس لئے آج کا اجلاس ختم ہو گیا ہے لہذا اجلاس بروز سوموار مورخہ 3۔ جولائی 2006 سہ پہر 3.00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

1601

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 3۔جولائی2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سوالات

(محکمہ جات مال وکالونیز)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

مسودات قانون

i۔ مسودہ قانون نظر ثانی مشاہرات عوامی نمائندگان پنجاب مصدرہ2006

ii۔ مسودہ قانون (ترمیم) یونیورسٹی آف سنٹرل پنجاب مصدرہ2006

iii۔ مسودہ قانون (ترمیم) سوسائٹیز رجسٹریشن مصدرہ2006

iv۔ مسودہ قانون (ترمیم) مقامی حکومت پنجاب مصدرہ2006

عام بحث

تھانوں کے ماحول کی اصلاح کے لئے تجاویز

1603

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

سوموار، 3۔جولائی2006

(یوم الاثنین، 6۔جمادی الثانی1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3.00 بجے زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ وَ الۡكِتٰبِ وَ
النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَ الۡيَتٰمٰى
وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِيۡلِ ۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَ فِى الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ
الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ
وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

سُوۡرَةُ البَقَرَة آیت 177

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کو (قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں (177)

وماعلینا الالبلاغo

سوالات

(محکمہ جات مال وکالونیز)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ مال وکالونیز سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اوران کے جوابات دیئے جائیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر!ایک تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ ماشاء اللہ اچھی روایات اسمبلی میں اجاگر فرمارہے ہیں۔آج in time بیٹھنا بہت اچھا ہے، کوئی آئے یا نہ آئے۔اچھی روایات تاریخ کا ایک حصہ بن جاتی ہیں۔

جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ گیس کی قیمتیں انھوں نے بڑھادی ہیں۔ میں کل راولپنڈی گیا تھا۔جب میں لاہور آتا ہوں تو گاڑی میں-/210روپے کی گیس پڑتی ہے۔ کل میں نے-/280روپے کی گیس ایک دفعہ آنے اور جانے کے لئے ڈلوائی ہے۔ابھی بجٹ کی سیاہی نہیں اتری اور یہ مہنگائی سنٹرل گورنمنٹ کی طرف سے آگئی ہے۔

جناب سپیکر: یہ مرکز سے متعلقہ ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ مسئلہ یہاں پر highlight ہوگا تو سنٹرل گورنمنٹ کے کان کھلیں گے۔اس کے علاوہ لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ بہت زیادہ ہوگیا ہے۔آپ یقین کیجئے کہ ہم دو دن کے لئے سیالکوٹ گئے ہیں تو دو دن میں رات کو تین گھنٹے تک نہیں سو سکے۔

جناب سپیکر: آپ اپنے ایم این اے سے کہیں کہ اُدھر یہ مسئلہ اٹھائیں۔

جناب ارشد محمود بگو: میں نے انھیں کہا ہے کہ وہاں شور کریں۔ میں یہاں پر آپ کی وساطت سے مرکزی حکومت سے درخواست کرتا ہوں کیونکہ مرکز میں بھی ان کی حکومت ہے۔لوگوں پر مہنگائی کا طوفان گیس کے ذریعے نہ ڈالا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔پہلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ کا ہے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! میری درخواست ہے کہ ابھی وزیر مال تشریف نہیں لائے۔دوسرا سوال بھی انہی کا ہے اور وہ میرے محکمے سے متعلق ہے۔اس کو پہلے لے لیں امید ہے کہ اتنی دیر میں وزیر مال تشریف لے آئیں گے۔اس کے بعد پہلے سوال کا جواب دے دیں گے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!اس کا جواب وزیر کالونیز بھی دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: ابھی وزیر صاحب آ جائیں گے۔انھوں نے تیاری کی ہوئی ہے۔اسے pending کر کے اگلا سوال لے لیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!وزیر صاحب کو تو وقت پر آنا چاہئے۔حکومت کا حال دیکھ لیں کہ رائے اعجاز صاحب اور میاں مناظر صاحب آئے ہیں۔یہ صورتحال انتہائی افسوسناک ہے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر!پارلیمانی گروپ کی میٹنگ ہو رہی تھی اس وجہ سے شاید وہ ابھی نہیں آ سکے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ابھی آ جاتے ہیں۔اگلا سوال **ملک محمد اقبال چنڑ** صاحب کا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: سوال نمبر 4231

موضع ڈیرہ بکھا، بہاولپور، محکمہ ریلوے کو لیز پر دی گئی محکمہ مال کی اراضی اور دیگر مسائل کی تفصیل

*4231 **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) موضع ڈیرہ بکھا (ضلع بہاولپور) میں محکمہ مال کی 1980 میں کتنی اراضی تھی اور اب کتنی اراضی ہے؟

(ب) کتنی اراضی محکمہ مال نے محکمہ ریلوے کو کن کن شرائط پر کب دی؟

(ج) کیا محکمہ مال سے محکمہ ریلوے شرائط کے مطابق اراضی کسی فرد یا ادارے کو لیز/ ٹھیکہ پر دے سکتا ہے؟

(د) اگر شرائط کے مطابق محکمہ ریلوے اراضی کسی فرد یا ادارے کو لیز/ ٹھیکہ پر دینے کا مجاز نہ ہے تو پھر اس وقت کتنی اراضی محکمہ ریلوے نے اس موضع میں کن کن کو لیز/ ٹھیکہ پر دے رکھی ہے؟

(ہ) کیا محکمہ مال خلاف شرائط ایسی اراضی واپس محکمہ ریلوے سے لینے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر کالونیز:

(الف) موضع ڈیرہ بکھا میں سال1980 میں محکمہ مال کی کل ملکیتی اراضی80 کنال13 مرلہ تھی جواب 45 کنال 01 مرلہ ہے۔ دیگر اراضی محکمہ ہائی وے، محکمہ بلدیات اور محکمہ ٹیلی فون وغیرہ کو دی جاچکی ہے۔

(ب) مطابق ریکارڈ سال1980 تاحال محکمہ مال نے محکمہ ریلوے کو کسی بھی شرائط پر اراضی نہ دی ہے۔

(ج) محکمہ مال نے اپنی اراضی محکمہ ریلوے کو کسی بھی شرط پر لیز پر نہ دی ہے۔

(د) مطابق ریکارڈ سال1980 محکمہ کا کل رقبہ 577 کنال 16 مرلہ تھا جو کہ اب بھی 577 کنال16 مرلہ ہی ہے۔ مطابق ریکارڈ کسی کو لیز/ ٹھیکہ پر نہ دیا گیا ہے۔

(ہ) چونکہ محکمہ مال نے محکمہ ریلوے کو کوئی اراضی نہ دی ہے اور محکمہ ریلوے کی اپنی اراضی 577 کنال16 مرلے ہی بدستور محکمہ ریلوے کے زیر استعمال ہے اس لئے واپسی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! جو جواب محکمے نے دیا ہے وہ غلط ہے۔ انھوں نے منسٹر صاحب کو misguide کیا ہے اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ اگلے اجلاس تک اس سوال کو pending کیا جائے اور اصل جواب جو کہ صحیح صورتحال ہے وہ منگوایا جائے۔

جناب سپیکر: آپ پہلے منسٹر صاحب کا موقف تو سن لیں؟

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! یہ کوئی ضمنی سوال کریں تو میں اس کا جواب دینے کو تیار ہوں۔

جناب سپیکر: کیا جواب درست ہے؟

وزیر کالونیز: محکمے کی طرف سے جو جواب آیا ہے وہ درست ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! میری جو معلومات ہیں اور میرے پاس documents ہیں جو میں آج نہیں لا سکا۔ اس میں صفدر نامی شخص کو محکمہ مال نے لیز پر زمین دی ہوئی ہے اور اس نے اس زمین پر دکانیں بنائی ہوئی ہیں اور آگے اس نے کرایہ پر sublet کی ہوئی ہیں۔ محکمے نے منسٹر صاحب کو misguide کیا ہے اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ اگلے اجلاس تک اس کو pending کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ اس کاproofلائیں۔

ملک محمد اقبال چنڑ: میں بالکل لادوں گا۔اس کو اگلے اجلاس تک pending کر دیا جائے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر!pending کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔اگر میرے دوست کو اس سلسلے میں کوئی ابہام ہے تو بتائیں۔ اس میں دو چیزیں ہیں، ایک تو انھوں نے محکمہ مال کے بارے میں پوچھا ہے۔ محکمہ مال کے بارے میں ہم نے سوال کا جواب دے دیا ہے۔ان کا دوسرا سوال محکمہ ریلوے کے بارے میں ہے۔ محکمہ ریلوے کی جو زمین ہوتی ہے اس کی تینcategories ہوتی ہیں۔ایک اس کی اپنی زمین ہوتی ہے جو اس نے خریدی ہوتی ہے۔دوسریacquire کی ہوتی ہے اور تیسری وہ زمین ہوتی ہے جو اس نے صوبائی حکومت سے اپنے مختلف پراجیکٹس کے لئے لی ہوتی ہے۔ مجھے اب یہ پتا نہیں ہے کہ ہمارے دوست کسcategory کی بات کرنا چاہتے ہیں۔اگر محکمہ ریلوے کی اپنی زمین ہے اور اس نےsublet کی ہوئی ہے اور کوئی کمرشل چیز بنائی ہوئی ہے تو وہ ریلوے کی زمین ہے اس پر وہ خود جو کرنا چاہیں وہ کر سکتے ہیں۔ وہ فیڈرل گورنمنٹ کا محکمہ ہے، وہ پنجاب گورنمنٹ کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔

جناب سپیکر: جی، راناآفتاب احمد خان صاحب!

راناآفتاب احمد خان: جناب سپیکر!وزیر صاحب نے 3 categories کا بتایا ہے۔جب کسی کو زمین لیز پر دے دی جاتی ہے تو وہ اس کو آگےsublet نہیں کر سکتا۔ان کا جو سوال ہے کہ وہ زمین محکمہ مال کی زمین ہے۔ وہ محکمہ ریلوے کے زیر قبضہ ہے اور انھوں نے آگےsublet کر دی ہے جو کہ غیر قانونی ہے۔اس پر یہ ریکارڈ لا کر بتانا چاہتے ہیں کہ جو زمین ریلوے کے پاس تھی وہ اس کو sublet نہیں کر سکتے تھے۔آپ اس کوpending کر لیں، یہ آپ کو ثبوت لا کر دے دیں گے۔ آپ اس کوpending کر بھی سکتے ہیں۔اگر وہ نہیں لائیں گے تو یہdispose of ہو جائے گا۔اگر ان کے پاس ریکارڈ ہے اور جیسا کہ انھوں نے مجھے بتایا ہے تو مہربانی فرما کر اسےpending کر لیں۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔محکمے کی طرف سے سوال کا جواب آگیا ہے اگر ان کو کوئی اعتراض ہے تو یہ میرے بھائی ہیں، دوست ہیں ہم اکٹھے ملتے رہتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر اس مسئلے کو حل کراؤں گا۔ میں ان سے یہcommitment کرتا ہوں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ ایوان کی بات ہے۔ یہ information جو فراہم کی گئی ہے اگر یہ غلط ثابت ہو جائے تو پھر What action will be proposed by the Minister

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! پھر قانون کے مطابق محکمانہ کارروائی ہو گی۔ ہم نے جو information دی ہے محکمہ اس کو own کرتا ہے۔

جناب سپیکر: اگر ریلوے والوں نے حکومت پنجاب سے زمین لی ہے اور آگے وہ پٹے پر نہیں دے سکتے تھے اور انھوں نے دے دی ہے تو پھر وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ محکمانہ کارروائی ان کے خلاف ہو گی۔ حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انھوں نے اپنے جواب کے جز (الف) میں فرمایا ہے کہ محکمہ ہائی وے محکمہ بلدیات اور محکمہ ٹیلی فون وغیرہ کو زمین دی گئی ہے۔ ان تینوں محکموں کو کتنی کتنی زمین دی گئی ہے؟

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! اس میں کل ملکیتی اراضی 80 کنال 13 مرلے تھی اس میں سے 5 کنال ایک مرلہ مختلف محکموں کو زمین ترقیاتی کاموں، فلاحی مقاصد اور ٹیلی فون کے قیام کے لئے دی گئی ہے۔ ان مقاصد کے لئے free of cost زمین دی گئی ہے۔ چونکہ گورنمنٹ کی پالیسی ہے کہ ایک محکمہ سے دوسرے محکمہ کو مختلف ترقیاتی سکیموں کے لئے اراضی free of cost دی جاتی ہے۔ وہ سرکاری محکمے سے سرکاری محکموں کو دی گئی ہے اور فلاحی مقاصد کے لئے دی گئی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! وزیر صاحب ہر محکمہ کو کتنی کتنی زمین دی گئی ہے۔ یہ علیحدہ علیحدہ بتا دیں۔

وزیر کالونیز: میں نے کل بتا دی ہے۔ انھوں نے علیحدہ نہیں پوچھی۔ اگر یہ نیا سوال دے دیں تو ہم اس کا جواب دے دیں گے۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انھوں نے محکمہ ہائی وے کو جو زمین دی ہے وہ کن شرائط پر اور کتنی مدت کے لئے لیز پر دی ہے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ایک محکمے سے جو دوسرے محکمے کو زمین دی جاتی ہے وہ مفت دی جاتی ہے۔ زمین مختلف ترقیاتی اور فلاحی مقاصد کے لئے دی جاتی ہے اور مستقل طور پر دی جاتی ہے۔ وہ زمین بھی مختلف فلاحی اور رفاہی مقاصد کے لئے دی گئی ہے اور مستقل طور پر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ پہلے روکھڑی صاحب تشریف فرما نہیں تھے۔ اب وہ آ گئے ہیں تو ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا سوال لیتے ہیں۔ جی، چنڑ صاحب!

ملک محمد اقبال چنڑ: سوال نمبر 4230۔

بہاولپور میں تحصیلداروں، نائب تحصیلداروں، گرداوروں اور پٹواریوں کی تفصیلات

*4230 ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) بہاولپور میں اس وقت کتنے تحصیلدار، نائب تحصیلدار، گرداور اور پٹواری تعینات ہیں۔ ان کے نام مع جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کتنے تحصیلدار، نائب تحصیل دار اور گرداور کے پاس ایک سے زائد سیٹوں کا اضافی چارج ہے ان کے نام اور دیگر تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) ان میں کتنے ملازمین عرصہ تین سال سے بہاولپور میں ایک سیٹ پر کام کر رہے ہیں ان کے نام اور ایک ہی جگہ تین سال سے زائد تعیناتی کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیا حکومت تین سال سے زائد بہاولپور میں تعینات ملازمین کو دوسرے جگہ ٹرانسفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال:

(الف) بہاولپور ضلع میں اس وقت 5 تحصیلدار 9 نائب تحصیلدار 41 گرداور اور 221 پٹواری تعینات ہیں ان کے نام مع جگہ تعیناتی کی تحصیل وار فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع ہذا میں عبدالسلام قریشی نائب تحصیلدار، اوچ شریف کے پاس اضافی سرکل چنی گوٹھ کا چارج موجود ہے کیونکہ محمد ساجد قریشی نائب تحصیلدار کو دفتر ضلع پابند کیا گیا ہے

اس کے علاوہ تحصیل حاصل پور میں درج ذیل گرداوروں کے پاس اضافی چارج ہے۔

1۔ ملک بشیر احمد گرداور اضافی چارج آفس قانونگو

2۔ چودھری محمد منیر گرداور اضافی چارج 194/مراد

3۔ عبدالرشید صابری گرداور اضافی چارج مڈھرانوالہ اضافی چارج کی تحصیل وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع بہاولپور میں ایک نائب تحصیلدار 12 گرداور اور 23 پٹواری تین سال سے زائد عرصہ سے ایک ہی جگہ پر تعینات ہیں۔ تحصیل وار فہرست شامل ہے۔ تعیناتی کے تین سال پورے ہونے پر تبادلہ لازمی نہیں ہے۔

(د) حکومت کی ٹرانسفر پالیسی کے تحت یہ لازم نہیں کہ تین سال کا عرصہ مکمل ہونے پر کسی کو ضرور تبدیل کیا جائے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! ان کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ جن افسران کو تین سال گزر چکے ہیں۔ کوئی قانون ایسا نہیں ہے کہ ہم ان کو اس جگہ سے ٹرانسفر کر سکیں۔ وہاں پر جو تین سال سے گرداور، پٹواری اور تحصیل دار رہ رہے ہیں میں ان کا کارنامہ اس معزز ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے اعلان کیا تھا کہ ہر لمبر دار کو لمبر داری کی ساڑھے بارہ ایکٹر زمین لمبر دار کی حیثیت سے ملے گی تو ایک تحصیل دار صاحب نے ایک لمبر دار موضع سنجر جو اس وقت تک زندہ ہے۔ انھوں نے اس زمین کو ہتھیانے کے لئے، اس کا اشتہار لگوایا کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ میں وہ اشتہار پڑھ دیتا ہوں اور رپورٹ بھی پڑھ دیتا ہوں۔

اشتہار برائے تعیناتی مستقل لمبر داری موضع سنجر تحصیل بہاولپور

صدر بذریعہ اشتہار ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ موضع سنجر کا مستقل لمبر دار بارضائے الٰہی فوت ہو چکا ہے۔ مستقل لمبر کا عہدہ خالی ہے۔ عہدہ لمبر داری کو پر کرنے کے لئے معززین زمینداران دیہہ کی درخواستیں مطلوب ہیں۔ خواہشمند حضرات مورخہ 06-04-28 تک اپنی درخواستیں مکمل کر کے دفتری اوقات میں زیر دستخطی کے پیش کریں۔ میعاد گزرنے کے بعد کسی درخواست پر غور نہیں کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! یہ لمبر دار اس وقت تک زندہ ہے اور یہ 1945 سے یہ لمبر دار چلا آ رہا ہے۔ میں اس کی 1945 کی رپورٹ پڑھتا ہوں۔

ازاسسٹنٹ کمشنر بہاولپور مسل پیش ہو کر رپورٹ تحصیلدار صاحب بہاولپور مورخہ 18-12-45 ملاحظہ ہوئی۔اس رپورٹ سے پہلے تحصیلدار صاحب بہاولپور 40-10-22 کو محمد امین لمبردار موضع سنجر کے خلاف تحریک معطلی کی سفارش کی۔ جس پر ہم نے اس کو معطل کر کے جوابدہی کمیٹی کے لئے محکمہ ہذا میں طلب کیا لیکن اس اثناء میں تحصیلدار صاحب بہاولپور نے اس لمبردار کی بحالی کے لئے سفارش کی ہے اور وجوہات بحالی یہ ظاہر کی ہیں کہ پہلے اس کو جو طلب کیا گیا تھا دراصل لمبردار ان ایام میں بیمار تھا جیسا کہ پیش کردہ سرٹیفکیٹ ڈاکٹری سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔پس ان حالات میں تحصیلدار صاحب کے لئے یہ ضروری تھا کہ اولاً تاریخ معطلی کے وقت اتنی جلدی سے کام نہ لیتے لہذا اب تحصیلدار صاحب بہاولپور محمد امین لمبردار موضع سنجر کو معطلی سے بحال کیا جاتا ہے۔احکام جاری ہوں۔ مسل داخل دفتر ہو۔

جناب سپیکر: آپ کے سوال میں تو لمبردار کا ذکر نہیں ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو تحصیلدار وہاں تین سال سے رہ رہے ہیں اور وہ گھر کے بنے ہوئے ہیں کہ کہاں کہاں state land پڑی ہوئی ہے اور کس طرح ہم نے اس زمین کو اپنے نام یا کسی لینڈ مافیا والے کے نام لگوانا ہے یہ انہی کا کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ملک محمد اقبال چنڑ: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو لوگ وہاں تین سال سے تعینات ہیں اور وہ لینڈ مافیا کے رکن ہیں ان کو وہاں سے تبدیل کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! سوال میں لمبردار کا ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جو تحصیلدار، پٹواری یا قانونگو جن کا عرصہ تین سال ہو چکا ہے کیا محکمہ ان کو ٹرانسفر کرنے کا کوئی ارادہ رکھتا ہے؟

وزیر مال: جو آدمی کام ٹھیک کر رہا ہو اور اس کی شکایت نہ ہو۔ اس کو تبدیل نہیں کیا جاتا۔ چنڑ صاحب میرے بھائی ہیں۔ان کو کسی کے متعلق شکایت ہے تو مجھے لکھ کر دیں میں اس پر کارروائی کروں گا۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!انھوں نے جز (ب)میں کہا ہے کہ ساجد قریشی نائب تحصیلدار کو دفتر ضلع پابند کیا گیا ہے۔ میرا ان سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ کن وجوہات کی بناء پر ساجد قریشی نائب تحصیلدار کو ضلع دفتر میں پابند کیا گیا ہے۔دوسرا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ نائب تحصیلدار، گرداور اور پٹواری کی ٹرانسفر کرنے کا مجاز افسر کون ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر!نائب تحصیلدار اور پٹواری کا مجاز افسر ضلع کا ای ڈی او (ریونیو)ہوتا ہے اور وہی اس کا تبادلہ کر سکتا ہے۔ سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو بھی آؤٹ آف ڈسٹرکٹ تبادلہ کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر: اور یہ ساجد قریشی کو ضلع میں کیوں پابند کیا گیا یہ ان کا سوال ہے؟

وزیر مال: جناب سپیکر!یہ تو ضمنی سوال ہے۔اب کیوں کیا گیا ہے یہ مجھے تو نہیں پتا۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب!آپ کا جواب آیا ہے کہ اس کو ضلع میں پابند کیا گیا ہے۔یہ جز(ب) ہے اور اس میں لکھا ہوا ہے کہ عبدالسلام قریشی نائب تحصیلدار، اوچ شریف کے پاس اضافی سرکل چنی گوٹھ کا چارج موجود ہے کیونکہ محمد ساجد قریشی نائب تحصیلدار کو دفتر ضلع پابند کیا گیا ہے۔ان کا سوال یہ ہے کہ محمد ساجد قریشی کو دفتر ضلع کیوں پابند کیا گیا ہے؟

وزیر مال: مجھے نہیں پتا۔یہ نیا سوال دے دیں میں اس کا جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: چلو پتا کر کے بتا دیں۔اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 5218۔

تحصیلداروں / نائب تحصیلداروں کی محکمانہ کارکردگی میں اضافے کے لئے حکومتی اقدامات

*5218۔ سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف کیا حکومت تحصیلداری نظام کی اصلاح اور 1990 سے مقرر شدہ کم از کم تعلیمی قابلیت "بی۔اے"میں مزید اضافہ کرنے اور نائب تحصیلداروں کی جدید خطوط پر تعلیم و تربیت مہیا کرنے کا کوئی پروگرام رکھتی ہے؟

(ب) کیا حکومت اس وقت محکمہ مال کے ملازم تحصیلداروں اور نائب تحصیلداروں کی ترقی کو انفارمیشن ٹیکنالوجی، ریونیو وصولی کے جدید نظام کے بارے میں اعلیٰ تعلیم سے مشروط کرنے کو تیار ہے؟

وزیر مال:

(الف) حکومت پنجاب کے تحت مقابلہ کا امتحان برائے پبلک سروس کمیشن بابت سکیل نمبر16 کے لئے بنیادی تعلیمی معیار بی اے مقرر ہے اس لئے حکومت تحصیلداروں اور نائب تحصیلداروں کی اسامیوں کے لئے بنیادی تعلیمی قابلیت میں کسی ردوبدل کا ارادہ نہیں رکھتی۔ نائب تحصیلداروں کو جدید خطوط پر تربیت دینے کے لئے انہیں مینجمنٹ اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ میں چھ ہفتہ کا تربیتی کورس کروایا جاتا ہے، تربیتی کورس ہر نائب تحصیلدار کے لئے لازمی ہے۔

(ب) حکومت کی تازہ ترین پالیسی کے تحت جس کا اعلان بذریعہ چٹھی نمبری-SOR II(S7GAD)2-17/02 مورخہ 04-06-04 کیا گیا ہے۔اب تمام تحصیلداروں اور نائب تحصیلداروں کو اپنی ترقی کے لئے محکمہ مینجمنٹ اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ کے ہاں چھ ہفتہ کا تربیتی کورس جس میں کمپیوٹر کی تربیت اور انفارمیشن ٹیکنالوجی بھی شامل ہے، لازماً کرنا ہوگا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: موبائل فون بند کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! شاہ صاحب نے پہلے بھی یہ مسئلہ اٹھایا تھا اور میں نے بھی اٹھایا تھا کہ ہم قومی اسمبلی میں گئے تھے، قومی اسمبلی کے اندر موبائل فون کا سارا سسٹم جام ہو جاتا ہے۔ میں نے سپیکر قومی اسمبلی چودھری امیر حسین سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیسے کروایا ہے تو انہوں نے کہا کہ Jazz والوں نے ہمیں یہ فری آف کاسٹ لگا کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہ ہم بھی کر رہے ہیں۔ جی، احسان اللہ وقاص صاحب! ویسے شاہ صاحب بھی باز آجائیں تو میرا خیال ہے کہ ایسا مسئلہ نہیں ہوگا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں تو ہمیشہ بند رکھتا ہوں اور میں تو موبائل لے کر ہی نہیں آتا اور غلطی سے جیب میں آگیا ہے۔ بہر حال معذرت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! جز(ب) میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تحصیلدار اور نائب تحصیلداروں سے آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ ہمارے محکمہ مال کے اہم ترین افسران میں سے ایک ہوتے ہیں اور دونوں عہدے الا ماشاء اللہ کسی ایک کو چھوڑیں، کسی کی آمدنی پانچ دس لاکھ روپے مہینے سے کم نہیں ہوتی اور گورنمنٹ کے لئے نہیں صرف اپنے لئے ''گراہی'' کرنے کے علاوہ ان کا کوئی کام نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ نے یہ طے کیا تھا کہ پورے پنجاب کے اندر پٹوار کے نظام کو کمپیوٹرائز کر دیا جائے گا۔ اب اس کے لئے انہوں نے جواب کے جز(ب) میں فرمایا ہے کہ ان کی پروفیشنل ڈویلپمنٹ کے لئے چھ ہفتے کا تربیتی کورس جس میں کمپیوٹر کی تربیت اور انفارمیشن ٹیکنالوجی بھی شامل ہے، لازمی کرنا ہوگا۔ یہ انہوں نے تحصیلداروں اور نائب تحصیلداروں کو پابند کیا ہے کہ انہیں اپنی ترقی کے لئے یہ کورس ضرور کرنا پڑے گا۔ میرا سوال یہ ہے کہ یہ صرف ڈیڑھ ماہ کے تربیتی کورس کے نتیجے میں کمپیوٹر ٹریننگ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی جو تعلیم حاصل کریں گے، کیا جو حکومت پنجاب یہاں کمپیوٹر کورس نافذ کرنا چاہتی ہے اس کو چلانے کی ان میں اہلیت ہوگی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! یہ ڈیڑھ مہینے کا جو کورس ہے یہ ایک قسم کا تعارفی کورس ہے، تحصیلدار، پٹواری یا گرداور اس کمپیوٹر پر نہیں بیٹھیں گے، نیا کمپیوٹر آپریٹر بھرتی کیا جائے گا۔ جب یہ سسٹم لاگو ہوگا اور وہ پورا qualified آدمی ہوگا اور اس کی تنخواہ اور عہدہ آفیسر کیڈر میں ہوگا۔ لہذا ان کو اتنا ٹرینڈ کیا گیا ہے کہ کمپیوٹر میں جو کچھ آپ نے مقامی لحاظ سے feed کرنا ہے وہ کیسے کرنا ہے یہ اس ڈیڑھ ماہ میں انشاء اللہ سیکھ جائیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے الف جز میں کہا ہے کہ یہ تربیتی کورس دیا ہے کہ کیا تربیتی کورس میں ریونیو وصولی کے جدید نظام کی آگاہی بھی شامل ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! ریونیو کا جو نظام ہے اس کو تو تبدیل نہیں کیا جا رہا لیکن اسے کمپیوٹرائزڈ کیا جا رہا ہے۔ جو وہ پہلے ملازم ہیں یا جن کو یہ کورس سکھایا جا رہا ہے اس میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا تو وہ ریونیو کے متعلق پہلے ہی جانتے ہیں، کمپیوٹرائزیشن سے مراد تو یہ ہے کہ جو ریکارڈ ہے اور جو ریکارڈ انتقال یا وراثت کے ذریعے تبدیل ہوتا رہتا ہے وہ ان کو feed کریں، ان کو دیں تاکہ وہ کمپیوٹر میں لے آئیں۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ کمپیوٹرائزیشن کے لئے کمپیوٹر پر جو کام کریں گے وہ ٹرینڈ ہیں اور ٹرینڈ ہوں گے اور ان کو اس وقت بھرتی کیا جائے گا جب یہ سسٹم چالو ہو گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ ہمارے بڑے قابل احترام وزیر ہیں اور سینئر وزیر ہیں میں ان کی اس رائے سے اختلاف کرتا ہوں کہ اوپر کے کسی افسر کو کسی چیز کا کچھ پتا نہ ہو اور نیچے ان کا جو کمپیوٹر آپریٹر ہے وہ صرف feeding کا کام کرے گا تو اس کو گائیڈ لائن کیا دینی ہے، کمپیوٹر کے سسٹم کو کس طرح چلانا ہے؟

جناب سپیکر: اس کو تو کام بتانا ہے اور آگے کمپیوٹر آپریٹر نے کام کرنا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اگر ہماری زندگی میں کبھی یہ ہو گیا جس کا امکان ہمیں نظر کم آتا ہے اور وہ کوئی گائیڈ لائن دے گا تو اس کے مطابق وہ کمپیوٹر آپریٹر feed کرے گا۔ جو یہ فرما رہے ہیں کہ اس کو کمپیوٹر کا علم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو مجھے ان کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب طاہر اقبال چودھری کا ہے۔

HAJI MUHAMMAD EJAZ: Mr. Speaker! On his behalf Question No. 6468

جناب سپیکر: جی، حاجی اعجاز صاحب on his behalf ہیں۔

ضلع وہاڑی، 2003تا2005، بے گھر افراد کو الاٹ کی گئی اراضی کی تفصیل

*6468۔جناب طاہر اقبال چودھری: کیا وزیر کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

حکومت نے سال2003 سے جنوری2005 تک ضلع وہاڑی میں کتنے بے زمین، بے گھر افراد کو گھر بنانے کے لئے زمین الاٹ کی۔ اس سلسلہ میں کہاں کہاں اور کتنی کتنی مالیت سے جگہ خریدی گئی؟

وزیر کالونیز:

جناب ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) ضلع وہاڑی سے مطلوبہ تفصیل طلب کی گئی ہے۔ ہر تحصیل کی علیحدہ علیحدہ تفصیل درج ذیل ہے۔

تحصیل وہاڑی

تحصیل وہاڑی میں 2005 تک کل 3541 بے گھر افراد کو گھر بنانے کے لئے زمین الاٹ کی گئی یہ تمام اراضی سرکاری تھی اور کسی سے کسی قیمت پر خرید نہ کی گئی ہے۔

تحصیل بوریوالہ

تحصیل بوریوالہ میں سال2003 سے جنوری2005 تک بے زمین، بے گھر افراد کو جناح آبادی سکیم کے تحت 3868 پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے لئے سکروٹنی زیر کارروائی ہے۔تاہم جناح آبادی سکیم کے لئے کوئی رقبہ خرید نہ کیا گیا ہے۔

تحصیل میلسی

تحصیل میلسی میں سال2003 سے جنوری2005 تک بے گھر افراد کو کوئی زمین الاٹ نہ کی گئی ہے اور نہ ہی اس مقصد کے لئے کوئی زمین خریدی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ تحصیل وہاڑی میں 3541 بے گھر افراد کو گھر بنانے کے لئے زمین الاٹ کی گئی۔ یہ ایک تو یہ فرمادیں کہ کن شرائط پر زمین الاٹ کی گئی اور دوسرا یہ فرمائیں کہ کیا ہر ایک کو ایک جیسی زمین الاٹ کی گئی یا مختلف قسم کے پلاٹ دیئے گئے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر کالونیز!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یہ حکومت پنجاب کی طرف سے ان تمام افراد کو مفت زمین الاٹ کی گئی ہے اور تمام زمین کا سٹیٹس ایک جیسا ہے۔ اس میں ایسی بات نہیں ہے کہ کسی کا اچھا پلاٹ ہو گا اور کسی کا برا ہو گا، ایک ہی سرکاری زمین پر ان کو پلاٹ بنا کر دیئے گئے ہیں۔ وہ مفت زمین ہو گی اور پنجاب حکومت ان سے کوئی پیسا نہیں لے گی۔

جناب ارشد محمود بگو: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے تحصیل بوریوالہ کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ تحصیل بوریوالہ میں سال 2003 سے جنوری 2005 تک بے زمین، بے گھر افراد کو جناح آبادی سکیم کے تحت 3868 پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے لئے سکروٹنی زیر کارروائی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ سوال 2005 میں کیا گیا تھا اور اس وقت سکروٹنی کی موجودہ پوزیشن کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر کالونیز!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کام اب مکمل ہو چکا ہے اور جولائی یا اگست میں اس کی تقسیم شروع ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 5219۔

تحصیل صادق آباد، رحیم یار خان، ملٹری فارم کے آبیانے اور تاوان کی ادائیگی

*5219۔ سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ملٹری فارم واقع چک نمبر 157 P,158/P/اور 152 P/تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان کے 1993 سے آبیانہ کے تقریباً 24 لاکھ روپے بقایا واجب الادا ہیں؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ ملٹری فارم کے انچارج کے ایماء پر موگہ جات توڑے گئے جس پر محکمہ آبپاشی نے50لاکھ روپے سے زائد رقم بطور تاوان عائد کی جس کی وصولی کے لئے محکمہ مال کو باقاعدہ مطلع کیا گیا؟

(ج) کیااس ملٹری فارم کی انتظامیہ سے آبیانہ کی واجب الادا رقم اور تاوان کی رقم وصول کر لی گئی ہے۔تو کتنی کتنی وصول کی گئی اور اگر وصول نہیں کی گئی تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) 1993 سے30۔جون2004تک ہر سال آبیانہ کی کتنی رقم اس فارم پر واجب الادا تھی اور کتنی رقم وصول ہوئی۔تفصیل سے مطلع فرمائیں؟

وزیر مال:

(الف) یہ درست ہے کہ ملڑی فارم چک نمبر152 P,157/P,158/P/تحصیل صادق آباد کے ذمے آبیانہ خریف93یار بیع2003 -/Rs.34,22,900 واجب الادا ہیں۔

(ب) محکمہ آبپاشی نے موگہ جات توڑنے پر پچاس لاکھ تاوان کی وصولی کے لئے محکمہ مال کو مطلع نہ کیا ہے۔

(ج) واجب الادا رقم کی وصولی تاحال نہ ہوئی ہے۔

(د) اس فارم کے ذمہ آبیانہ -/34,22,900 روپے واجب الادا ہیں جن کی وصولی نہ ہوئی ہے تاحال بقایا ہے۔سال وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال1993 -/Rs.41,844	Rs.77,245/- 1994	Rs.3,11,030/- 1995
سال1996 -/Rs.2,72,778	Rs.1,91,170/- 1997	Rs.2,29,620/- 1998
سال1999 -/Rs.2,14,816	Rs.2,61,549/- 2000	Rs.6,58,045/- 2001
سال2002 -/Rs.2,58,805	Rs.9,04,996/- 2003	کل رقم -/Rs.34,22,900

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!آپ سوال بھی دیکھ لیں اور اس کا جواب بھی دیکھ لیں کہ خود کو بھی شرمسار کر، مجھ کو بھی شرمسار کر۔اب آپ دیکھیں کہ جب میں نے سوال کیا تھا اس وقت ملٹری فارم کے ذمے تقریباً24لاکھ روپیہ تھا جواب بڑھ کر34لاکھ 22ہزار نو سو روپے ہو چکا ہے۔اگر ایک عام زمیندار آبیانے کے پیسے ادا نہیں کرتا تو یہ اس کا پانی کاٹ دیتے ہیں،اس کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیتے ہیں اور اس پر پانچ سو اور مصیبتیں نازل کر دیتے ہیں۔یہ ملٹری فارم ہیں اور انہوں نے خود جز (د) میں اس کی تفصیل بتائی ہے کہ 1993 سے ان کے ذمے جو پیسے بنتے ہیں وہ نہیں دے رہے۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں جناب وزیر مال سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان برچھوں سے انہوں نے پیسے لینے کا کیا انتظام کیا ہے اور جو ان کے واجب الادا آبیانہ کی رقوم ہیں یہ کب تک وصول کر لیں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! طریق کار یہی ہوتا ہے کہ وصولی کے لئے نوٹس جاری کیا جاتا ہے۔ وہ نوٹس ہم نے ان کو جاری کیا ہے اور ایک آفیسر کو بھیجا ہے۔ ان کو کہا ہے کہ آپ دے دیں۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ جون کے بعد یعنی اس سال جولائی میں آپ کو سارا کلئیر کر دیں گے لہذا ہم نے کوئی اور ایکشن نہیں لیا۔ اگر انہوں نے جولائی میں نہ دیا تو ہم جو بھی مناسب ہوا ضرور ایکشن لیں گے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! انہوں نے جواب کے جز(ب) میں فرمایا ہے کہ محکمہ آبپاشی نے موگہ جات توڑنے پر 50 لاکھ روپے تاوان کی وصولی کے لئے محکمہ مال کو مطلع نہ کیا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ملٹری فارم والوں نے موگہ توڑا تھا یا نہیں؟ اس کا دوٹوک جواب دیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! موگہ توڑا تھا یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی۔

وزیر مال: جناب سپیکر! یہ کام محکمہ ریونیو سے متعلق نہیں ہے بلکہ اریگیشن کا ہے۔ اریگیشن کا اگر کوئی موگہ توڑے تو وہ پولیس کے پاس پرچہ درج کرواتے ہیں اور اسیسمنٹ بھی اریگیشن ڈیپارٹمنٹ ہی کرتا ہے۔ ہم صرف وصولی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! وہ تو اریگیشن سے متعلقہ ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 50لاکھ روپے تاوان کی وصولی کے حوالے سے محکمہ اریگیشن کے فاضل وزیر نے اسی ہاؤس کے اندر کہا تھا کہ انہوں نے ہمارا موگہ توڑا ہے۔ میرے پاس اس سوال کا نمبر ریکارڈ میں موجود ہوگا اور اس پر ہم نے 50لاکھ روپے جرمانہ کر دیا ہے۔ اب پچاس لاکھ روپے تاوان کی وصولی کے لئے محکمہ مال کو مطلع نہ کیا گیا ہے۔ اریگیشن کے محکمہ کو محکمہ مال کو اس بات کی اطلاع دینے کے لئے کہ پچاس لاکھ روپے تاوان ان سے وصول کریں، کتنی مدت درکار ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ اریگیشن ڈیپارٹمنٹ نے ہی جرمانہ کرنا ہے، اسیسمنٹ بھی انہوں نے کرنی ہے اور موگے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

جناب سپیکر: وصولی تو آپ نے کرنی ہے۔

وزیر مال: جناب سپیکر! جب وہ ہمیں ڈیمانڈ بھیجتے ہیں تو تب ہم وصول کرتے ہیں۔ وہ نہ بھیجیں تو ہمیں کچھ پتا نہیں ہوتا کہ کیا ہم نے وصول کرنا ہے۔ بعض اوقات وہ عدالتوں میں چلے جاتے ہیں اور کیس pending ہو جاتے ہیں۔ ہمارے پاس ڈیمانڈ آئے تو پھر ہم active ہوتے ہیں اور اگر ہمارے پاس ڈیمانڈ نہ آئے تو یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سید احسان اللہ شاہ صاحب بڑے سادہ آدمی ہیں۔ ملٹری تو بار بار آئین توڑتی ہے، موت کی سزا مقرر ہے، وہ ہم نہیں دے سکتے تو یہ موگہ جات دینے پر کیا ہو سکتا ہے---

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: (مسکراتے ہوئے) ان کو یہ معاف کر دیا جائے اور کیا آئندہ کے لئے بھی کوئی ایسی تجویز زیر غور ہے؟

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے، question dispose of ہوا۔ اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔

RANA AFTAB AHMED KHAN: Mr. Speaker! On his behalf sir, Question No. 5536.

کوٹ نکہ، تحصیل پنڈی بھٹیاں، محکمہ مال کے ریکارڈ کی چوری

*5536 **ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 3۔اگست 2003 کو کوٹ نکہ تحصیل پنڈی بھٹیاں کا پورا ریکارڈ، پرت سرکار سے پرت پٹواری مع مسل حقیت وانتقالات چوری ہو گئے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس ریکارڈ کو چوری کروانے میں متعلقہ پٹواری، گرداور اور نائب تحصیلدار برابر کے شریک ہیں کیونکہ انہوں نے محکمہ مال کے ریکارڈ میں جعل سازی سے ہیرا پھیری کی تھی؟

(ج) کیا اس سلسلہ میں کوئی انکوائری ہوئی جن جن اہلکاران/افسران کے ملوث ہونے کا انکشاف ہوا ہے ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) محکمہ مال نے مذکورہ چوری کی ایف آئی آر کس تھانہ میں درج کروائی، اس کی نقل فراہم کی جائے، نیز آج تک اس سلسلہ میں کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟

وزیر مال:

(الف) درست ہے۔ مورخہ 30/31۔جولائی 2003 کی درمیانی رات ریکارڈ پرت سرکار و پرت پٹواری چوری ہو گئے تھے، مسل حقیت زیر تکمیل تھی۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ محکمہ مال کے ریکارڈ میں جعل سازی سے ہیرا پھیری نہ ہوئی تھی۔

(ج) اس سلسلہ میں ایف آئی آر نمبر 326/2003 مورخہ 03-08-30 تھانہ پنڈی بھٹیاں میں درج کروائی گئی۔ محمد یوسف پٹواری موجودہ اور سابقہ پٹواری محمد جہانگیر جو کہ اس وقت برخاست تھا، کو بعد تفتیش گرفتار کیا گیا جن کی ضمانت جناب سپیشل جج انٹی کرپشن گوجرانوالہ نے منظور فرمائی تھی۔

(د) تھانہ پنڈی بھٹیاں میں ایف آئی آر درج کروائی گئی جس کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے،اب بحکم عدالت عالیہ لاہور تفتیش جناب DIG Crime Range گوجرانوالہ ڈویژن کے پاس جاری ریکارڈ موضع کوٹ نکہ پولیس نے ایک مارکیٹ نزد تھانہ پنڈی بھٹیاں سے ریکور کیا تھا جس کو سپردداری پر جناب سپیشل جج انٹی کرپشن گوجرانوالہ ڈویژن سے حاصل کیا گیا،ماسوائے مسل حقیت کے جو زیر تکمیل تھی یہ سالم ریکارڈ مل گیا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے جز(ب) میں لکھا ہے اور سوال یہ تھا کہ کیا یہ بھی درست ہے کہ اس ریکارڈ کو چوری کروانے میں متعلقہ پٹواری شامل تھا، شریک تھا۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ درست نہ ہے مگر ساتھ ہی جز(ج) میں انہوں نے لکھا ہے کہ محمد یوسف پٹواری موجودہ اور سابقہ پٹواری محمد جہانگیر جو کہ اس وقت برخاست تھا کو بعد تفتیش گرفتار کیا گیا ہے۔پونے دو سال پہلے کا یہ جواب ہے پہلے تو یہ اس کی latest position بتائیں کہ کیا ہے۔جو ریکارڈ پکڑا گیا تھا،انہوں نے کہا کہ مارکیٹ سے یہ ریکارڈ برآمد ہوا ہے۔برآمدگی بتائیں کہ کس کے ذمے پڑی ہے اور plus اس کی latest position کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! یہ پرچہ ہوا اور وہ گرفتار ہیں اور ان کی ضمانت عدالت سے ہو گئی ہے۔ ریکارڈ سوائے مسل حقیت جمع بندی جو ابھی آدھی ہی بنی ہوئی تھی وہ صرف نہیں ملی باقی ریکارڈ مکمل مل گیا ہے۔عدالت میں کیس چل رہا ہے اور اس کے بعد ہی پھر کوئی فیصلہ عدالت کرے گی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جس طرح رانا صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ (ب) میں بالکل deny کرتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوا تھا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سابق پٹواری جہانگیر کے خلاف الزامات کیا تھے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! ریکارڈ غائب ہونے کے الزامات تھے اسی لحاظ سے یعنی کہ ریکارڈ چوری ہوا تھا اور وہ تو اس کے قبضے میں تھا اس لئے اس کو معطل بھی کیا گیا اور پرچہ بھی کروا دیا گیا۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے اور عدالت میں کیس ہے اور عدالت سے اس کی ضمانت ہو گئی ہے اور تفتیش ابھی مکمل نہیں ہوئی اور عدالت کے فیصلے کے بعد ہی ان کو dismiss کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ فرما رہے ہیں اور اب تین سال ہو گئے ہیں تو ابھی تفتیش مکمل نہیں ہوئی ہے۔ اگر تین سال میں تفتیش مکمل نہیں ہو گی تو یہ ٹرائل کیسے ہو گا، یہ بتائیں کہ محکمہ نے کیا initiative لئے ہیں کہ اس کی انکوائری مکمل ہو جائے اور اس کا جلد از جلد ٹرائل مکمل ہو جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! عدالتی فیصلہ باقی ہے۔ پولیس نے کیس عدالت میں دے دیا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ اس کے خلاف الگ محکمانہ انکوائری کریں تو عدالت کا فیصلہ آنے کے بعد ہم ایکشن لیں گے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! under section 457 and 380 of Pakistan Penal Code جب یہ چالان چلا جائے گا تو وہاں پر naturally شہادتیں بھی ہونی ہیں، سب کچھ ہونا ہے اور چارج شیٹ ہونا ہے تو اس وقت case کس stage پر ہے۔ کیس انٹی کرپشن میں ٹرائل ہو رہا ہے تو اس کی ٹرائل stage کون سی ہے evidence ہو گئی ہے یا صفائی کے مرحلے پر arguments ہیں تو کون سی stage پر case ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! یہ اس وقت تو نہیں بتا سکتا چونکہ یہ سارا کچھ سوال میں نہیں تھا تو میں نہیں بتا سکتا کہ اس کی date کیا ہے یہ ان سے پوچھ کر آپ کو بتا دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال سمیع اللہ خان صاحب کا ہے۔

SYED IHSAN ULLAH WAQAS: Mr. Speaker! On his behalf Question No. 6511.

جناب سپیکر: سوال نمبر 6511 ہے۔

ضلع لاہور میں صوبائی اور وفاقی حکومت کے رقبہ پر قبضہ کی تفصیل

*5218 سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع لاہور میں صوبائی اور وفاقی حکومت کا کل کتنا رقبہ ہے اور کس کس جگہ واقع ہے۔ان پر کون کون افراد قابض ہیں اور کب سے؟

(ب) اگر حکومت کو اس رقبہ سے آمدنی ہوتی ہے تو کتنی کیا حکومت ان افراد سے رقبہ واپس لینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر کالونیز :

(الف) ضلع لاہور میں وفاقی حکومت و صوبائی حکومت کی کل اراضی 39712 کنال 14 مرلے 156 مربع فٹ ہے۔ یہ رقبہ ضلع لاہور کے تمام مواضعات میں ہے جس کی تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جو رقبہ لیز پر دیا گیا ہے اس سے ہونے والی آمدنی کی تفصیل علیحدہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اب چونکہ نئی پالیسی 03-12-13 کے تحت حکومت پنجاب نے لیز ختم کر دی ہے اور سابق پٹہ داران کو یہ مہلت دی ہے کہ وہ یہ رقبہ سرکاری پالیسی کے مطابق خرید سکتے ہیں۔اگر پٹہ داران نے اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھایا تو رقبہ ضبط کر لیا جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! جز (الف) کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ ضلع لاہور میں وفاقی حکومت و صوبائی حکومت کی کل اراضی 39712 کنال 14 مرلے 156 مربع فٹ ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ہر بنس پورہ کے علاقہ میں چار ہزار کنال کے قریب حکومت کی زمین پر لوگ قابض ہیں تو اس کو خالی کرانے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟ اور اس کی latest صورتحال کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! ہر بنس پورہ کے بارے میں ضمنی سوال کیا ہے تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ اس کا کافی رقبہ واگزار کروالیا گیا ہے اور ہر بنس پورہ میں ہی صحافی بھائیوں کی کالونی کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے اور ڈویلپمنٹ کا کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ باقی سوال کا جواب تو پہلے ہی سے موجود ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!ان سے یہی بات کہلوانے کے لئے سوال کیا تھا کہ صوبائی حکومت نے صحافیوں کو ایسی جگہ الاٹ کی ہے جس پر لوگ 40/40 سال سے قابض ہیں، نہ ان سے وہ خالی ہونی ہے اور نہ یہ انہیں دے سکیں گے۔ان کو پہلے سوچ سمجھ کر جگہ انہیں الاٹ کرنی چاہئے تھی ۔ہر بنس پورہ کی ساری جگہ پر40/50سال سے قابض ہیں اور ہزاروں کنال جگہ ہے اور اسے خالی کروانے کے لئے ابھی تک کوئی اقدامات سامنے تو نہیں آئے۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب فرمارہے ہیں کہ کافی جگہ خالی کروالی گئی ہے اور باقی بھی کروانے کی کوشش ہورہی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!صحافیوں سے پوچھیں کہ انہیں کوئی قبضہ ملا؟کوئی اس طرح کی وہاں پر چیز نہیں ہے۔ڈویلپمنٹ تو دوسری طرف ہورہی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی،ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ 39712 کنال اور 14 مرلے اور اتنے مربع فٹ کے رقبہ کے بارے میں کہا ہے کہ 03-12-10 کے تحت پنجاب حکومت نے لیز ختم کردی ہے تواگر سرکاری پالیسی کے مطابق خرید نہیں سکتے توان سے یہ ضبط کرلی جائے گی تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اب تک انہوں نے کتنی زمین اس میں سے ضبط کی ہے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر!اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ حکومت پنجاب اس proposal کی روشنی میں ایک نیا سلسلہ شروع کرنا چاہتی ہے کیونکہ حکومت پنجاب کے پاس زمین ہی ایک ایسا اثاثہ ہے کہ جو بہت قیمتی چیز ہے اور اس کے پاس نہ تو کوئی تیل ہے اور نہ کوئی اور چیز ہے تو جب زمین کی قیمتیں روز بروز اوپر جارہی ہیں تو ہماری یہ خواہش ہے کہ حکومت پنجاب اپنی زمین اس طریقے سے فروخت نہ کرے۔ ہم زمین ان لوگوں سے واگزار کروارہے ہیں یا annual basis پر rent پر ان لوگوں کو تین سالہ پٹہ پر دینے کی تجویز وزیر اعلیٰ پنجاب کے پاس منظوری کے لئے گئی ہے۔ جس وقت ان سے سمری واپس آتی ہے تو ہم انشاء اللہ تین سالہ rental basis پر وہاں کے قابضین کو زمین دے دیں گے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! پچھلے دنوں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب جب صحافی کالونی کے افتتاح کے لئے وہاں گئے تو انہوں نے ایک پالیسی کا اعلان کیا کہ جو لوگ اس زمین پر قابض ہیں اور ان کی زمین دس مرلے ہے یا دس مرلے سے کم ہے ان کو تیس ہزار روپے فی مرلہ کے حساب سے قیمت لگائی جائے گی اور وہ رجسٹری کروالینے کے پابند ہوں گے۔ میرا وزیر موصوف سے یہ سوال ہے کہ آیا اس پالیسی کے تحت آج تک کوئی رجسٹری ہوئی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے انتہائی انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ وہاں پر جو لوگ ایک مرلے سے لے کر دس مرلہ تک ناجائز قابضین کی صورت پر بیٹھے ہیں اور جنہوں نے وہاں پر مکان بنا رکھے ہیں ان کے لئے نہایت ہی رعایتی نرخوں پر زمین گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے ان کو فروخت کر دی جائے گی تاکہ وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس زمین کے مالک بن جائیں اور ان کی آنے والی نسلیں بھی سکھ کا سانس لے سکیں۔ جو انہوں نے فرمایا ہے وہ انشاء اللہ ٹھیک فرمایا ہے اور اس پر عمل ہو گا کیبنٹ نے سمری کی approval دے دی ہے اور اب اس پر عملدرآمد ہو جائے گا۔

حاجی محمد اعجاز: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آیا آج تک کوئی رجسٹری ہوئی یا نہیں ہوئی، اس سکیم کے تحت آپ نے کسی کو مالک بنایا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز: اس پر فیصلہ ہو چکا ہے تمام لوگوں کی فہرست بننے تک ایک مرلے کے مالک کون ہیں، دو مرلے کے کتنے ہیں، تین مرلے کے کتنے ہیں تو یہ فہرست بننے میں تھوڑا وقت لگے گا اس میں اب رکاوٹ کوئی نہیں ہے۔ جس وقت لوگ پیسے دیں گے ان کی اسی وقت رجسٹری ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ جو announcement وزیر اعلیٰ صاحب نے کی ہے اس پر عملدرآمد ہو گا۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!وزیر موصوف یہ فرمادیں کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے جو آرڈر کیا ہے یہ کتنے عرصے میں، کتنے مہینوں میں، کتنے دنوں میں اس پر عملدرآمد کروادیں گے ؟

جناب سپیکر: وزیر کالونیز!اندازاً؟

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! بگو صاحب ہمارے بڑے محترم دوست ہیں وزیراعلیٰ صاحب نے ایک حکم دے دیا ہے، انہوں نے اجازت دے دی ہے کہ دس مرلے تک جو لوگ حکومت پنجاب کو payment کر دیں گے ہم ان کی رجسٹری کروادیں گے۔ یہ depend کرتا ہے ان لوگوں پر وہ جتنی جلدی payment کر دیں گے اتنی جلدی اس چیز پر عملدرآمد ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں وزیر کالونیز کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ لوگ تو بچارے ہاتھوں میں پیسے پکڑ کر کہہ رہے ہیں کہ ہماری رجسٹری کروادی جائے۔ یہاں کہتے ہیں کہ وزیراعلیٰ صاحب نے آرڈر کر دیا تھا سیالکوٹ میڈیکل کالج بنا تو ہم نے گورنر پنجاب سے افتتاح کروایا وہ جو افتتاح کروایا گیا وہاں سے پلیٹ اٹھا کر باہر پھینک دی گئی کہ یہاں عملدرآمد کچھ نہیں ہوتا یہ صرف بتادیں کہ کب تک ہو گا؟

جناب سپیکر: وزیر موصوف! کوشش کریں ذرا جلدی عملدرآمد ہو جائے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں وزیراعلیٰ پنجاب کے اس تاریخی قدم پر چند الفاظ ان کے لئے ضرور کہنے چاہئیں انہوں نے جو فیصلہ کیا ہے بڑی ہمت، جرأت اور بہادری سے کیا ہے ان کا مقصد ان لوگوں کو ریلیف دینا تھا تو جو لوگ وہاں پر کئی سالوں سے بیٹھے ہیں ان کو رعایتی نرخوں پر گورنمنٹ آف پنجاب کی وہ valuable پراپرٹی دینا یہ ان کا بہت بڑا انقلابی قدم ہے جو ایک تاریخ کا حصہ ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ جو انہوں نے فیصلہ کیا ہے اس پر بہت جلد عملدرآمد ہو گا اس میں قطعاً کوئی ابہام والی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ سوال دو سال کے بعد آیا ہے ڈیڑھ سال بعد یہ اسمبلی بھی ختم ہو جائے گی مناظر علی رانجھا صاحب ماشاء اللہ بڑے اچھے اور سینئر منسٹر ہیں میری آپ کی وساطت سے ان سے درخواست ہے کہ یہ ہاؤس کو ensure کروادیں کہ مہینے میں یا دو مہینے میں اس پر

عملدرآمد ہو گا تاکہ سوال کرنے کا بھی ان لوگوں کو کوئی فائدہ ہو۔

جناب سپیکر: سال ڈیڑھ سال میں۔جی،وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز: اس میں گزارش یہ ہے کہ دو مہینے ہو گئے ہیں کیبنٹ نے اس decision کو لیا ہے چیف منسٹر صاحب نے لاء منسٹر صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی تھی انہوں نے ایک فیصلہ کیا اس کو کیبنٹ میں لائے کیبنٹ نے اس پر approval دی ہے۔اب اس پر approval ہو چکی ہے اس پر بہت جلد عملدرآمد شروع ہو جائے گا اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔آپ اس کی فکر نہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ سال کے اندر اندر اس پر عملدرآمد ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کوشش کریں گے۔اگلے ہیں سید محمد رفیع الدین بخاری صاحب!

سید محمد رفیع الدین بخاری: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 7618 ہے۔جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع لودھراں / ملتان،پٹواریوں کی پروموشنز کی تفصیل

*7618 **سید محمد رفیع الدین بخاری:** کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) اس وقت ضلع لودھراں اور ملتان میں قانونگو حضرات کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد کتنی ہے؟

(ب) یکم جنوری2003 سے آج تک جن پٹواری حضرات کو بطور قانونگو پروموٹ کیا گیا،ان کے نام،عہدہ،گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) ان میں جن افراد کو آؤٹ آف ٹرن پروموشن دی گئی،ان کے نام،عہدہ،گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل نیز ان کو آؤٹ آف ٹرن پروموشن دینے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال :

(الف) اس وقت ضلع لودھراں اور ملتان میں قانونگو حضرات کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 17 اور 31 ہے۔

(ب) یکم جنوری2003 سے آج تک ضلع لودھراں میں پروموشن کمیٹی کی سفارشات پر 7پٹواریوں کو گریڈ9 میں بطور قانونگو پروموٹ کیا گیا۔ پروموٹ ہونے والے پٹواریوں کے نام، عہدہ، گریڈاور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام ضلع	نام	عہدہ	گریڈ	موجودہ	جگہ تعیناتی
لودھراں	مسٹر محمد اقبال	پٹواری	5	حلقہ سعد	اللہ پور
	محمد بخش	۔ایضاً	۔ایضاً	حلقہ چک نمبر M 21	
	محمد سلیم	۔ایضاً	۔ایضاً	حلقہ چک نمبر 1-4 MPR/	
	اللہ بخش	۔ایضاً	۔ایضاً	حلقہ چوکی صوبے خان	
	مسٹر اللہ داد	۔ایضاً	۔ایضاً	حلقہ سگواں	
	رانا اکبر علی	۔ایضاً	۔ایضاً	حلقہ نصیر الدین واہن	
	مسٹر ظفر علی	۔ایضاً	۔ایضاً	حلقہ آدم واہن	
	ملتان	کسی بھی پٹواری کو بطور قانونگو پروموٹ نہ کیا گیا ہے۔			

(ج) ضلع لودھراں میں جن پٹواری حضرات کو سنیارٹی لسٹ سے ہٹ کر آؤٹ آف ٹرن بطور قانونگو پروموشن دی گئی تھی ان کی ACRs مکمل اور سروس ریکارڈ درست تھا جبکہ محروم رہنے والے پٹواریوں کی ACRs نامکمل اور سروس ریکارڈ خراب تھا۔ آؤٹ آف ٹرن پروموٹ ہونے والے پٹواری حضرات کو حسب الحکم عدالت عالیہ قانونگو کے عہدہ سے ہٹا کر بطور پٹواری خالی حلقہ جات میں تعینات کر دیا گیا ہے۔ آؤٹ آف ٹرن پروموٹ ہونے والے پٹواری حضرات کے نام، عہدہ، گریڈ وغیرہ کی تفصیل سوال کے جز(ب) کے جواب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید محمد رفیع الدین بخاری: جناب سپیکر! جواب کے جز(ج) میں فرمایا گیا ہے کہ عدالت عالیہ کے حکم کے تحت ان قانونگو حضرات کو ان کے عہدے سے ہٹا کر آؤٹ آف ٹرن پروموٹ ہونے والے پٹواری حضرات کو حسب الحکم عدالت عالیہ قانونگو کے عہدہ سے ہٹا کر بطور پٹواری خالی حلقہ جات میں تعینات کر دیا گیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ عدالت عالیہ کے حکم کے مطابق جن قانونگو حضرات کو فارغ کیا گیا ہے ان کی جگہ جن پٹواریوں کو چارج دیا گیا ہے ان کی اہلیت کیا ہے اور کیا حکومت ان خالی اسامیوں کو پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! یہ پٹواری آؤٹ آف ٹرن پروموٹ ہوئے تھے تو وہ کیس عدالت میں گیا عدالت نے جو فیصلہ کیا اس پر عمل کیا گیا اور جو revert ہونے تھے وہ revert ہو گئے اور باقی جو پروموٹ ہونے تھے وہ پروموٹ کر دیئے گئے اور ان کو اپنی اپنی پوسٹ پر لگا دیا گیا۔ اب اس کے علاوہ آپ کیا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جو جز (ج) کے اندر محکمے نے جواب دیا ہے کہ عدالت عالیہ کے حکم کے مطابق چونکہ پٹواریوں کی پروموشن تھی وہ غیر قانونی کی گئی تھی میرا وزیر صاحب سے ضمنی سوال یہ ہے کہ جن اتھارٹیز نے یہ غیر قانونی حکم دے کر پٹواریوں کو پروموٹ کیا ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! یہ جن افسروں نے کیا تھا انہوں نے اس وقت اس لئے کیا تھا کہ کئی پٹواریوں کی ACRs نہیں آئی تھیں اور جس کی ACRs مکمل نہ ہو اس کو زیر غور نہیں لایا جا سکتا لیکن یہ کیس جب عدالت میں گیا تو ان کی ACRs مکمل ہو گئی تھیں یا جو اس میں فرق تھا عدالت نے آرڈر دیا اس کی تعمیل کر دی گئی لہذا ان افسروں کے خلاف کوئی ایسا ایکشن لینا نہیں بنتا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جیسا ابھی وزیر موصوف نے جواب دیا کہ پٹواریوں کی ACRs مکمل نہیں تھی جن کی مکمل تھی ان کی پروموشن ہو گئی جن کی نہیں تھی ان کی رہ گئی۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں یہاں تمام منسٹر صاحبان بھی بیٹھے ہیں کہ یہ ایک جنرل روٹین ہے کہ افسران اپنے ماتحتوں کی ACRs نہیں لکھتے حالانکہ وہ Annual Confidential Report کہلاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ افسر تبادلہ در تبادلہ ہوتے چلے جاتے ہیں اور نچلے اہلکاران کی پروموشن صرف اس وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ صاحب بہادر نے ACRs نہیں لکھی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا گورنمنٹ تمام محکموں کو یہ ہدایت جاری کرنے کے لئے تیار ہے کہ تمام افسران اپنے نچلے اہلکاران کی سال کی تکمیل کے بعد فی الفور ACRs لکھا کریں؟

جناب سپیکر: تمام محکموں کا تو وزیر قانون ہی بتائیں گے۔جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! میں ان سے اتفاق کرتا ہوں اور لاء منسٹر صاحب بیٹھے ہیں یہ ایسا کوئی قانون بنادیں اگر وہ نہ لکھیں تو ان کو سزا دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں کہتا ہوں کہ اس میں رولز موجود ہیں کہ اگر کوئی افسر اپنے ماتحت کی ACRs نہیں لکھتا تو گورنمنٹ اس کے خلاف ایکشن لیتی ہے۔ راجہ صاحب سے صرف درخواست یہ ہے کہ اس کو assure کروایا جائے میری مسز پروفیسر ہیں میں ان کی ACRs یہاں DPI سے لینے آیا وہاں پر مجھے کلرک کہنے لگا کہ ارشد صاحب یہ سیالکوٹ کی ACRs ہیں یہ تو لے جائیں اور وہ نیچے گند میں پڑی تھی اور میں اٹھا کر لے گیا جس پر ان افسران کا سارا کیریئر depend کرتا ہے جو بچارے نوکری کرتے ہیں تو یہ assure کروائیں اور افسران کو standing instructions دیں کہ اگر کسی نے ACRs وقت پر نہ لکھی تو اس کے خلاف ایکشن ہوگا۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب نے سن لیا ہے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! ایک سوال سمیع اللہ خان صاحب کا miss ہوگیا ہے سوال نمبر 6508 ہے۔

جناب سپیکر: وہ تو dispose of ہوگیا ہے۔

وزیر کالونیز: انہوں نے اب دوبارہ سے کروایا تھا۔

جناب سپیکر: mover موجود نہیں ہیں۔ اگلے ہیں جناب محمد وقاص صاحب! وہ موجود نہیں ہیں ارشد بگو صاحب on his behalf ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ ملاحظہ فرمالیں کہ نو مہینے ہوگئے ہیں اس سوال کو بھیجے ہوئے اس کا جواب موصول نہیں ہوا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ہاؤس کا اور آپ کا یہ استحقاق ہے آپ کا اس پر سخت ایکشن ہونا چاہئے کہ جو ڈیپارٹمنٹ سوال کا جواب within time نہیں دیتا ان کے خلاف ایکشن ہونا چاہئے۔ یہ نو مہینے پہلے گیا تھا لیکن ابھی تک اس کا جواب محکمے نے نہیں دیا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کے خلاف کوئی ایکشن لیں۔

جناب سپیکر:اس کا جواب صفحہ نمبر22پر آگیا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!on his behalf میرا سوال نمبر7430ہے۔جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر:جی،جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع راولپنڈی میں پاکستان ریلوے کے پاس محکمہ کالونیز کی ملکیتی اراضی سے متعلقہ تفصیل

*7430جناب محمد وقاص:کیا وزیر کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت ضلع راولپنڈی میں حکومت پنجاب کی ملکیتی کتنی اراضی محکمہ ریلوے کے پاس موجود ہے؟

(ب) یہ اراضی کن شرائط پر مذکورہ محکمہ کو کب سے دی گئی ہے؟

وزیر کالونیز:

(الف) اس وقت ضلع راولپنڈی میں حکومت پنجاب کی ملکیتی اراضی تعدادی 11 مرلہ 6033کنال محکمہ ریلوے کے پاس موجود ہے۔

(ب) یہ اراضی قبل از قیام پاکستان ریلوے مقاصد کے استعمال کیلئے مذکورہ محکمہ کو دی گئی تھی۔

جناب سپیکر:کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 6033کنال محکمہ ریلوے کے پاس موجود ہے اور اس میں یہ لکھا ہے کہ "یہ اراضی قبل از قیام پاکستان ریلوے کو کچھ مقاصد کے لئے دی گئی تھی۔"میرا ان سے سوال یہ ہے کہ اب اس زمین کی کیا پوزیشن ہے؟

جناب سپیکر:جی،وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز:جناب سپیکر!اب بھی اس کی وہی پوزیشن ہے۔یہ محکمہ ریلوے کے پاس موجود ہے۔اس نے مختلف ترقیاتی سکیموں کے لئے یہ زمین حاصل کر رکھی ہے۔یہ زمین اب بھی ریلوے کے پاس ہی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ریلوے کی بہت سی اراضی پر لوگوں نے ناجائز قبضہ کر لیا ہوا ہے تو جو اراضی ریلوے کے زیر استعمال نہیں ہے اور اس پر ناجائز قابضین قابض ہو چکے ہیں، کیا حکومت پنجاب وہ جگہ ان سے واپس لینے کے لئے تیار ہے جو ریلوے کے مقاصد کے لئے استعمال نہیں ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! چونکہ یہ زمین ریلوے کے پاس ہے اس لئے اس کا کنٹرول اسی کے پاس ہے، وہاں پر جو ناجائز قابضین ہیں ان سے زمین کو واگزار کرانا بھی اسی کی ذمہ داری ہے۔اس لئے میں معزز ممبر سے یہ درخواست کروں گا کہ ان کی یہ جو رائے ہے ہم محکمہ ریلوے کو ضرور پہنچا دیں گے اور ناجائز قابضین سے وہ زمین واگزار کرانے کے لئے اپنے اقدامات اٹھائیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نے جو درخواست کی تھی وہ یہ تھی کہ ریلوے کو اپنے مقاصد کے لئے جو زمین دی گئی تھی، اب اگر کوئی زمین ریلوے کے مقاصد کے لئے استعمال نہیں ہو رہی تو وہ زمین ریلوے کو حکومت پنجاب کو واپس کرنی چاہئے۔کیا حکومت پنجاب اس پر کوئی سروے کر کے کہ کون سی زمین ریلوے کے مقاصد کے لئے استعمال نہیں ہو رہی وہ ریلوے سے واپس لینے کے لئے تیار ہے؟

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جو زمین ریلوے نے حکومت پنجاب سے مختلف مقاصد کے لئے حاصل کی تھی اور اب ان مقاصد کی بجائے کمرشل یا residential purpose کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے تو اس کا کیس حکومت پنجاب نے کونسل آف کامن انٹرسٹ کو move کیا ہوا ہے، ابھی اس کی تشکیل عمل میں نہیں لائی گئی، جونہی اس کی تشکیل عمل میں لائی جائے گی تو یہ معاملہ انشاء اللہ حل کروالیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال راجہ محمد شفقت خان عباسی صاحب کا ہے۔

LALA SHAKEEL-UR-REHMAN (Advocate): On his behalf Question No. 7768.

جناب سپیکر: سوال نمبر 7768، جی، جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے؟

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

تحصیل مری میں منزل ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے لئے اراضی ایکوائر کرنے اور معاوضہ سے متعلقہ تفصیل

*7768 راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ منزل ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے لئے یونین کونسل انگوری، سالمی بھرہ مال تحصیل مری سے تقریباً 2388 کنال اراضی پرائیویٹ مالکان سے acquire کی جا رہی ہے، اس منصوبے کے لئے کل کتنی اراضی درکار ہے اور کتنی ضرورت جنگلات و شاملات سے پوری کی جا رہی ہے؟

(ب) کیا حکومت مذکورہ بالا پراجیکٹ کے لئے ضرورت جنگلات سے پوری نہیں کر سکتی تاکہ کئی صدیوں سے اپنے آباؤاجداد کی زمینوں پر آباد افراد بید خل ہونے سے بچ سکیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایکسپریس وے روڈ کی بدولت اس وقت مذکورہ زمین کی مارکیٹ قیمت تقریباً پانچ لاکھ فی کنال ہے، جبکہ محکمہ مال مذکورہ زمین کا معاوضہ 40 ہزار روپے فی کنال دینے کا ارادہ رکھتا ہے جو یہاں کے عوام کے ساتھ سراسر زیادتی و ناانصافی ہے نیز کیا حکومت موجودہ مارکیٹ کے حساب سے متاثرین انگوری و سالمی کو معاوضہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو وجوہات بیان فرمائیں؟

(د) کیا حکومت بید خلی سے قبل متاثرہ خاندانوں کو سر چھپانے کے لئے ملحقہ علاقے میں متبادل اراضی دینے کا ارادہ رکھتی ہے کیونکہ متاثرین اتنے کم معاوضہ سے کہیں از خود متبادل اراضی خرید کرنے کے قابل نہ ہیں، اگر جواب نفی میں ہو اس کی وجوہات بیان فرمائی جائیں کیا حکومت مستقبل میں اس علاقے میں مزید زمین acquire کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مال:

(الف) یہ درست ہے کہ ڈائریکٹر جنرل سول ورکس آرگنائزیشن کی درخواست پر مواضعات سالمی، بہرہ مل اور انگوری میں دفاعی و رفاہ عامہ کے مقاصد کے لئے زمین ایکوائر کی گئی

ہے اس رقبہ میں سے 2623 کنال محکمہ جنگلات کی ملکیت ہے اور پرائیویٹ مالکان کا رقبہ بھی حاصل کیا گیا ہے۔

(ب) رقبہ بمطابق ضرورت محکمہ جنگلات سے لیا گیا ہے جبکہ کم از کم رقبہ پرائیویٹ مالکان زمین سے حاصل کیا گیا ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے کہ ایکوائر شدہ زمین کی قیمت 5 لاکھ روپے فی کنال ہے۔ البتہ ایکوائر شدہ زمین کا معاوضہ -/40,000 روپے فی کنال کے حساب سے بعد منظوری ایوارڈ ادا کیا جا رہا ہے۔ قیمت کا تعین 2003 میں مارکیٹ ریٹ کے مطابق زیر دفعہ 23-24 ایکٹ حصول اراضی 1894 کیا گیا ہے جس کے خلاف متاثرہ افراد زیر دفعہ 18 ایکٹ حصول اراضی 1894 ریفرنس عدالت دیوانی میں دائر کرنے کے مجاز تھے۔

(د) متاثرین کے لئے کوئی رہائشی منصوبہ زیر غور نہ ہے کیونکہ ایکوائر شدہ زمین کے بدل کے طور پر انہیں نقد رقم مع جبرانہ بمطابق قانون / پالیسی پنجاب گورنمنٹ ادا کی جا رہی ہے۔ مستقبل میں ایکوائر نگ ڈیپارٹمنٹ کی ضروریات کے بارے میں محکمہ مال کوئی جواب دینے کی پوزیشن میں نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال؟

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (الف) میں پوچھا گیا تھا کہ "منرل ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے لئے کتنی اراضی درکار ہے" اس کا جواب نہیں دیا گیا کہ اس پراجیکٹ کے لئے کل کتنی اراضی درکار ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: جناب سپیکر! جواب میں یہ بات سمجھا دی گئی ہے کہ 2623 کنال محکمہ جنگلات کی ملکیت ہے اور جو لوگوں کا رقبہ ہے وہ بہت تھوڑا لیا گیا ہے۔ 2623 کنال محکمہ جنگلات کی اراضی لی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں میرا جو ضمنی سوال ہے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ 2623 کنال اراضی محکمہ جنگلات کی لی گئی ہے۔ اس میں سے 2388 کنال جو اراضی ہے وہ پرائیویٹ مالکان سے لی گئی ہے۔ جز (الف) میں پوچھا گیا تھا کہ "اس پراجیکٹ کے لئے کل

کتنی اراضی درکار ہے "فاضل وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ محکمہ جنگلات کی جو اراضی لی گئی ہے وہ اتنی ہے۔اس کے علاوہ پرائیویٹ مالکان کی بھی اراضی ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ اس پراجیکٹ کے لئے کل کتنی اراضی چاہئے ؟

جناب سپیکر: جی،اس پراجیکٹ کے لئے کل کتنی اراضی درکار ہے ؟ یہ ان کا سوال ہے۔

وزیر مال: جناب سپیکر!اس کے جواب میں اس وقت کل جو اراضی لی گئی ہے وہ صرف جنگلات کی بتائی گئی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: ضمنی سوال!

جناب سپیکر: جی،ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!انھوں نے یہ بتایا ہے کہ پرائیویٹ مالکان سے بھی زمین حاصل کی گئی ہے اور اس کی قیمت کا تعین 2003 میں مارکیٹ ریٹ کے مطابق زیر دفعہ 24/23ایکٹ حصول اراضی 1894 کیا گیا ہے۔اس کی قیمت کے تعین کو تین سال ہو گئے ہیں۔06-06-29 کو اس کے جواب کی وصولی ہوئی ہے۔ میرا وزیر صاحب سے ضمنی سوال یہ ہے کہ کتنے سالوں میں یہ پرائیویٹ مالکان جن سے انھوں نے زمین حاصل کی ہے اس کی قیمت ان کو ادا کرنے کے قابل ہوں گے کیونکہ تین سال تو پہلے ہی گزر گئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی،وزیر مال!

وزیر مال: ان کی زمین چالیس ہزار روپے فی کنال کے حساب سے assess ہوئی ہے اور اگر وہ اس کا معاوضہ لینا چاہیں تو وہ لے سکتے ہیں اگر وہ عدالت میں چلے جائیں تو پھر اس میں دیر ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ یہ اگر مگر سے تو جواب نہیں ہونا چاہئے۔ بالکل specific question ہے کہ ان کو ادائیگی کب تک کر دی جائے گی ؟ صرف اس کا جواب دے دیں۔

وزیر مال: میں عرض کر رہا ہوں کہ جس کی زمین acquire ہوتی ہے وہ اگر نہ لینا چاہے اور عدالت میں چلا جائے یا protest کے طور پر وہ نہ لینا چاہے تو اس کے لئے تو پیریڈ کوئی نہیں مقرر کر سکتا۔ اگر وہ لینا چاہے تو وہ جو قیمت تعین کی گئی ہے وہ ہر وقت لے سکتے ہیں اور آپ کے پاس اگر کوئی ایسے آدمی ہوں جو قیمت لینا چاہیں تو میں یہ ایک مہینے میں بھی بندوبست کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

حاجی محمد اعجاز: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اسی سوال کے جز(ج) کے جواب میں وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ لوگ پیسے لینا نہیں چاہتے اور عدالتوں میں چلے گئے ہیں۔ آج تک کتنے لوگوں نے آپ سے پیسے وصول کئے ہیں یا آپ نے آج تک کتنی ادائیگی کی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال: آپ اس کا fresh question دے دیں۔ میں آپ کو بتا دوں گا۔ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ کتنوں نے رقم لی ہے اور کتنوں نے نہیں لی۔ میں نے صرف اتنی عرض کی ہے کہ جو assessment ہو جاتی ہے، آفیشلز کر دیتے ہیں، اگر ان کو قبول ہو تو پھر ان کی payment شروع ہو جاتی ہے، قبول نہ ہو تو وہ protest کرتے ہیں، کوئی عدالت میں جاتا ہے اور کوئی ایسے ہی پڑا رہتا ہے کہ کوئی فیصلہ ہو گا تو ہم لیں گے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جتنے لوگوں سے انھوں نے زمین acquire کی ہے کیا تمام لوگوں نے ان کے خلاف کیس کئے ہیں؟

وزیر مال: جناب سپیکر! اس میں انھوں نے یہ بات ہم سے نہیں پوچھی کہ کتنوں نے پیسے لئے ہیں اور کتنوں نے نہیں لئے۔ یہ assessment کے متعلق صرف انھوں نے پوچھا ہے۔ ہم نے ان کو بتا دیا ہے کہ چالیس ہزار روپے فی کنال ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ اگلا سوال جناب محمد وقاص صاحب کا ہے۔

DR SYED WASEEM AKHTAR: Mr. Speaker! On his behalf Question No. 7431.

جناب سپیکر: جی، سوال نمبر 7431۔ جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

وفاقی محکمہ جات کے پاس حکومت پنجاب کی ملکیتی اراضی اور پٹہ جات / لیز سے متعلقہ تفصیل

*7431 جناب محمد وقاص: کیا وزیر کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حکومت پنجاب کی ملکیتی اراضی کن کن وفاقی محکمہ جات کے پاس بطور پٹہ / لیز یا دیگر معاہدہ پر موجود ہے؟

(ب) عموماً کسی بھی محکمہ کو اراضی الاٹ کرتے وقت کیا شرائط طے کی جاتی ہیں؟

(ج) کون سی اتھارٹی یہ شرائط طے کرتی ہے؟

(د) کیا ان زمینوں سے حکومت پنجاب کو کوئی مستقل / عارضی آمدن ہوئی ہے؟

وزیر کالونیز:

(الف) حکومت پنجاب کی ملکیتی اراضی 37628 ایکڑ 2 کنال اور 19 مرلے زمین محکمہ دفاع، محکمہ ریلوے، محکمہ ڈاک، محکمہ سوئی گیس اور محکمہ ہوابازی کے پاس پٹہ پر موجود ہے۔

(ب) محکمہ کو اراضی الاٹ کرتے وقت محکمہ کی ضرورت اور زمین کی قسم کو سامنے رکھ کر شرائط طے کی جاتی ہیں۔

(ج) بورڈ آف ریونیو شرائط طے کرتا ہے۔

(د) ان زمینوں سے حکومت پنجاب کو سالانہ 36 لاکھ، 79 ہزار، 989 روپے کی آمدن ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ حکومت پنجاب کی ملکیتی اراضی 37628 ایکڑ ہے اور جو سالانہ آمدن ہو رہی ہے وہ 36 لاکھ اور کچھ ہزار لکھی ہوئی ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہزار ایکڑ اراضی پر بمشکل ایک لاکھ روپے کی سالانہ آمدن حکومت پنجاب وصول کر رہی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ یہ بات مجھے معلوم ہے کہ بہاولپور ضلع کے اندر ہی ہزاروں ایکڑ زمین محکمہ دفاع کو دی گئی ہے اور انھوں نے پھر جرنیلوں کے اندر اس کی بندر بانٹ کی ہے۔ دو دو مربعے جرنیلوں کو الاٹ ہوئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ضمنی سوال یہ ہے کہ محکمہ دفاع کو کتنی زمین الاٹ کی گئی ہے اور محکمہ دفاع نے آگے بہاولپور کے اندر جرنیلوں کو کتنی زمین الاٹ کی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! کیا آپ نے اس ضمنی سوال کو valid قرار دیا ہے۔ اگر آپ ارشاد فرمائیں تو اس کا میں جواب دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: چلو، ٹھیک ہے، رہنے دیں۔ جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 37628 ایکڑ اراضی کی سالانہ آمدنی 36 لاکھ روپے ہے۔ یہ سو روپے ایکڑ سے بھی کم رقم بنتی ہے۔ حکومت جو مختلف اداروں کو زمین لیز کرتی ہے وہ بھی اس سے کئی گنا زیادہ رقم ہوتی ہے تو یہ اتنا کم ریٹ کیوں مقرر کیا گیا ہے اور اس ریٹ کو بڑھانے اور حکومت پنجاب کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے کیا اقدامات زیر غور ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر کالونیز!

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! یہ چونکہ حکومت کے مختلف اداروں کے پاس زمین ہے مثلاً ایگریکلچر کے پاس ریسرچ کے لئے ہے، لائیو سٹاک کے پاس نئی نسل کے جانوروں کی breeding کے لئے ہے، کچھ فوج کے پاس ہے۔ یہ سرکاری محکموں کے پاس ہے۔ ان سے nominal charge کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ جو آمدنی کا مسئلہ ہے یہ کوئی اس قسم کی ایسی بات نہیں ہے۔ سرکاری زمین ریسرچ فارموں کے لئے، لائیو سٹاک فارموں کے لئے، فوج کے لئے اور کئی سرکاری اداروں کے لئے مخصوص کی ہوئی ہے۔ ان سے nominal charge کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آج محکمہ مال کے سوالات سے یہ پتا چل گیا ہے کہ کتنے لاکھوں ایکڑ اراضی وفاقی حکومت کے محکموں ریلوے اور دوسرے مختلف محکمہ جات کو دی گئی ہے۔ اب ان کے پاس بھی یہ زمین وافر پڑی ہے۔ جن مقاصد کے لئے انھوں نے یہ زمین لیز پر دی تھی وہ اس زمین کو ان مقاصد کے لئے استعمال نہیں کر رہے۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ انھوں نے زمین واپس لینے کے لئے اب تک کتنے کیس اس کمیٹی کے پاس بھیجے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر کالونیز صاحب!

وزیر کالونیز: جناب والا! سوال اس زمین کے بارے میں ہے جو کہ حکومت کے مختلف محکمہ جات کے پاس ہے جس کا جواب ہم نے دے دیا ہے۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ یہ زمین جس مقصد کے لئے دی گئی تھی کیا یہ اسی مقصد کے لئے استعمال ہو رہی ہے؟

وزیر کالونیز: جی ہاں، یہ زمین اسی مقصد کے لئے استعمال ہو رہی ہے جس مقصد کے لئے انھیں دی گئی تھی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ انجم سلطانہ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! ان کے ایماء پر سوال نمبر 7825۔ جناب والا! اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لمبر داری نظام میں اصلاحات اور عملدرآمد کی تفصیل

*7825 محترمہ انجم سلطانہ: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں لمبر داری نظام ابھی تک کامیابی سے چل رہا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لمبر داروں کی بہت ساری اسامیاں خالی ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے لمبر داروں کی خالی اسامیوں کو پر کرنے، ان کو ساڑھے 12۔ ایکڑ اراضی دینے اور دوسری مراعات دینے اور ان کی تعلیمی استعداد میٹرک کرنے کا اعلان کیا تھا؟

(د) حکومت مذکورہ اعلان پر کب سے عملدرآمد کر رہی ہے، اگر نہیں تو وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر مال :

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب میں لمبر داری نظام ابھی تک کامیابی سے چل رہا ہے بلکہ حکومت لمبر داران کو مزید مراعات دینے پر غور کر رہی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ لمبر داروں کی بہت ساری اسامیاں خالی ہیں۔ لمبر داران کی خالی اسامیوں کو پر کرنے کے لئے ڈی او آر صاحبان بااختیار ہیں اور اس سلسلہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہے۔

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ لمبر داران کی خالی اسامیوں کو پر کرنے کے لئے ڈی او آر صاحبان بااختیار ہیں اور اس سلسلہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہے۔یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب (کالونیز) ڈیپارٹمنٹ نے حال ہی میں جن لمبر داران کے پاس سرکاری رقبہ بطور لمبر داری گرانٹ نہ ہے کو بذریعہ اعلامیہ مورخہ 06-01-17 ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی مذکورہ چکوک میں دستیابی کی صورت میں دینے کا اعلان کیا ہے۔مارک (اے) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(د) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سکیم پر بہت جلد عملدرآمد ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! جز(ج) میں یہ بتایا گیا ہے کہ لمبر داروں کو زمین دی گئی ہے تو یہ جگہ کب تک ان کے پاس رہے گی اور کیا وہ اس کے عوض کوئی رقم بھی دیں گے ؟اسی طرح جز(د) میں کہا گیا ہے کہ بہت جلد اس سکیم پر عملدرآمد ہو جائے گا تو تاریخ بتائیے کہ کب تک عملدرآمد ہو جائے گا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ریونیو!

وزیر مال: جناب سپیکر! لمبر داری سسٹم میں جو اسامیاں خالی ہیں ان کے لئے کارروائی ہو رہی ہے۔ آرڈر ہو چکا ہے اور متعلقہ افسران درخواستیں مانگ رہے ہیں۔ قانون کے مطابق process کر کے ان اسامیوں کو جلد fill کیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ لمبر داران کا institution کافی کمزور ہو چکا تھا۔ وزیر اعلیٰ کی ہدایات کے تحت اس بارے میں ہم نے ایک میٹنگ کی جس کی صدارت وزیر قانون صاحب نے کی تھی اور اس میں وزیر کالونیز اور میں شامل تھے۔ اس میں ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جس گاؤں کا لمبر دار ہے اس میں اگر سرکاری زمین available ہے تو اس کو آدھا مربع زمین دی جائے گی۔ یہ پالیسی منظور ہو چکی ہے۔ جس جگہ سرکاری زمین available نہیں ہے وہاں لمبر دار کو وصولی کے بدلے پہلے جو معاوضہ ملتا تھا اسے دگنا کر دیا گیا ہے۔ پہلے پانچ یا چھ فیصد تھا اسے اب 12 فیصد کر دیا گیا ہے تاکہ لمبر داران اپنا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک موضع میں کتنے لمبردار لگ سکتے ہیں اور کیا سرکاری ملازم بھی لمبردار بن سکتا ہے یا نہیں؟

وزیر مال: جناب سپیکر! علاقے کی آبادی اور زمین کو دیکھتے ہوئے پرانے زمانے میں لمبرداریاں مقرر کی گئی تھیں۔ اسی طریقے سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر مال: جناب سپیکر! میں بھی بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

محکمہ کا ضلعی و صوبائی ڈھانچہ اور تحصیل فیروز والا میں سرکاری رقبے اور زرعی ٹیکس سے متعلقہ تفصیل

*6508 جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع شیخوپورہ اور صوبائی سطح پر محکمہ کا انتظامی ڈھانچہ کیا ہے، افسروں کے نام اور ایڈریس بیان کئے جائیں؟

(ب) تحصیل فیروز والا میں مختلف محکمہ جات کا سرکاری رقبہ کس کس جگہ اور کتنا کتنا موجود ہے؟

(ج) رقبہ ٹھیکہ پر دیا گیا ہے تو کتنے عرصے کے لئے، زرعی ٹیکس میں کتنا ریونیو اکٹھا ہوتا ہے۔ تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر کالونیز:

(الف) ضلع شیخوپورہ کا انتظامی ڈھانچہ درج ذیل ہے:۔

1. Israr Ahmad Malik EDO(R)
2. Anwar Jalil DO(R)
3. S.D.Khalid DDO(R)

4. Tariq Mahmood Ch. DDO(G)
5. Malik Safdar Ali DDO(Reg)
6. Ajmal Saif Chatha Tehsildar
7. Noreen Bashir DDO(R), F/Wala
8. Syed Munir Hussain Shah DDO(Reg)
9. Shahbaz Ashraf Cheema Tehsildar
10. Mumtaz Ahmad Ch. DDO(R)
11. Javed Ahmad Niazi Tehsildar, Safdarabad
12. Syed Najam-ul-Hassan DDO(R), Nankana
13. Qaiser Waheed Tehsildar

(ب) تحصیل فیروز والا میں 114-A, 3-k, 9-M سرکاری زمین درج ذیل محکموں کے پاس ہے:۔

1۔ پاکستان آرمی، مرید کے 64-A, 6-K, 15-M
2۔ محکمہ تعلیم۔ سڈن والی 25-K, 1-M
3۔ محکمہ ہائی وے 107-K, 17-M
I۔ مومن پورہ 1-K, 5-M
II۔ خانپور نبی پور 106-K, 12-M
4۔ ضلع کونسل موضع بلوچ 24-K, 0-M
5۔ محکمہ انہار 239-K, 16-M
I۔ خانپور نبی پورہ 65-K, 8-M
II۔ ونڈیال ڈیال شاہ 40-K, 0-M
III۔ لونگ والا 32-K, 8-M
IV۔ آھدیاں 16-K, 0-M
V۔ تیبالا دوست محمد 24-K, 0-M
VI۔ قلعہ مسیتا 32-K, 0-M
VII۔ مہتا سوجا 30-K, 0-M

(ج) رقبہ ٹھیکہ پر دیا گیا ہے اور زرعی ٹیکس کی مد میں ایک کروڑ،90لاکھ،49ہزار399روپے اکٹھا ہوا ہے۔

پی پی۔4گوجر خان محکمہ کالونیز کی اراضی اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*7450 بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن: کیا وزیر کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔4گوجر خان میں محکمہ کالونیز کی کل کتنی اراضی ہے؟

(ب) یہ زمین کہاں کہاں واقع ہے۔اس میں کتنی اور کون کون سی زمین محکمہ مسلم اوقاف، غیر مسلم اوقاف/صوبائی حکومت یا ریلوے کے پاس ہے؟

(ج) یہ زمین اب کس کے قبضے میں ہے۔اس سے کتنی آمدنی ہو رہی ہے؟

(د) ناجائز قبضہ جات اگر ہیں تو ان کے ختم کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں؟

وزیر کالونیز:

(الف) تحصیل گوجر خان میں محکمہ کالونیز کی کوئی اراضی موجود نہ ہے۔

(ب) ۔ایضا۔

(ج) ۔ایضا۔

(د) ۔ایضا۔

اوکاڑہ و دیگر تین اضلاع میں سال2004کے زرعی ٹیکس کی تفصیل

*7831 محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

سال2004 سے آج تک ضلع اوکاڑہ، شیخوپورہ، ساہیوال اور پاکپتن شریف میں حکومت نے کتنا زرعی انکم ٹیکس اکٹھا کیا۔ تفصیل سے آگاہ کریں؟

وزیر مال:

سال2004 سے آج تک ضلع اوکاڑہ، شیخوپورہ، ساہیوال اور پاکپتن شریف میں زرعی انکم ٹیکس کی مد میں مبلغ -/13,19,08,210روپے وصول کر کے گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کروائے گئے۔ جس کی ضلع وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال2004سے آج تک زرعی انکم ٹیکس کی وصولی کی تفصیل

نمبر شمار	اضلاع	سال	وصول شدہ رقم
1۔	اوکاڑہ	2004-05	2,27,48,275/-
		2005-06	96,43,633/-
		دسمبر2005تک	
		میزان	3,23,91,908/-
2۔	شیخوپورہ	2004-05	2,40,79,722/-
		2005-06	92,08,510/-
		دسمبر2005تک	
		میزان	3,32,88,221/-
3۔	ساہیوال	2004-05	1,99,17,932/-
		2005-06	89,94,025/-
		دسمبر2005تک	
		میزان	2,89,11,957/-
4۔	پاکپتن	2004-05	3,15,64,517/-
		2005-06	57,51,607/-
		دسمبر2005تک	
		میزان	3,73,16,124/-
میزان(کل وصولی دسمبر2005تک کے کوائف)			13,19,08,210/-

بورے والا میں کچی آبادی کو گرانے میں ڈی ڈی او(آر) کا اختیارات سے تجاوز

*8080ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر: کیا وزیر کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سبزی منڈی بورے والا کے نزد بڈز کی جگہ پر100 سے زائد گھرانوں پر مشتمل آبادی1985 سے قبل سے آباد تھی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس آبادی میں بجلی، پانی اور دیگر سہولیات حکومت کی طرف سے فراہم کی گئی تھیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بڈز کی جگہ محکمہ آبپاشی کی ملکیتی ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ چند روز قبل ڈی۔ڈی۔او(آر) نے دفعہ 34/32 کے تحت کارروائی کرتے ہوئے یہ آبادی demolish کر دی ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ آبپاشی کی ملکیتی زمین پر آبادیہ لوگ قانونی طور پر کچی آبادی کے رہائشی تھے، مگر ڈی ڈی او(آر) نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے یہ آبادی گرائی ہے؟

(و) کیا حکومت ڈی۔ڈی۔او(آر) کے خلاف قانونی کارروائی کرنے اور متاثرین کو معاوضہ دینے کاارادہ رکھتی ہے،اگر نہیں تواس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر کالونیز:

(الف) یہ غلط ہے۔ سبزی منڈی بورے والا کے نزد بڈ کی جگہ پر100 سے زائد گھرانوں پر مشتمل آبادی1985 سے قبل آباد تھی بلکہ سال2003 کے شروع میں ناجائز طور پر قبضہ ہوا اور اپریل2003 میں ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر ایم پی اے کی شکایت پر اور ان کے ہمراہی میں افسران مال اور عملہ مال نے ناجائز تعمیرات کو گرایا تھا۔ یہ رقبہ چک نمبر 517/E.B میں واقع ہے۔

(ب) یہ غلط ہے کہ اس آبادی میں بجلی، پانی وغیرہ کی سہولیات حکومت نے فراہم کی تھیں بلکہ ملحقہ آبادی سے بجلی مستعار لی ہوئی تھی۔

(ج) یہ درست ہے کہ بڈ کی جگہ مقبوضہ محکمہ آبپاشی ہے اور ملکیتی صوبائی حکومت ہے جو کہ رقبہ زیر بحث تحت محکمہ مال ہے۔

(د) یہ درست ہے کہ رقبہ واقع بڈ کی عقب ڈسپوزل واقع چک نمبر517/E.B نمبر خسرہ41 اور رقبہ ملکیتی صوبائی حکومت نمبر خسرہ16-51/24 واقع چک نمبر439/E.B بحکم جناب ڈی ڈی او(آر) مورخہ16-02-06 زیر دفعہ34/32 کالونی ایکٹ بر درخواست عشرت علی بھٹی جنرل کونسلر اور عبدالجبار بٹ ناظم مورخہ20-02-06 کو افسران مال و عملہ مال نے ناجائز قابضین کو بے دخل کر کے ناجائز تعمیرات کو گرادیا تھا۔

(ہ) یہ غلط ہے چونکہ کچی آبادی اربن ایریا1985 میں شروع ہوئی تھی لیکن یہ لوگ عرصہ تقریباً3 سال اور9 ماہ قبل ناجائز طور پر قابض ہوئے تھے۔ یہ لوگ کچی آبادی سکیم کے زمرے میں نہ آتے ہیں۔ رقبہ بڈ کی واقعی مقبوضہ محکمہ آبپاشی ہے لیکن صوبائی حکومت کا ملکیتی رقبہ محکمہ مال کے تحت ہی ہوتا ہے۔ جناب ڈی ڈی او(آر) نے قانونی طور پر کارروائی کرائی تھی جو درست ہوئی ہے۔

(و) اس ضمن میں عرض ہے کہ ڈی ڈی او(آر) کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے چونکہ متاثرین ناجائز قابض تھے۔ ناجائز قابض کو معاوضہ نہیں دیا جا سکتا بلکہ کالونی ایکٹ کے تحت ملبہ بھی قبضہ میں لے لیا جاتا ہے۔

اوکاڑہ میں تعینات پٹواریوں اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل

*7832 محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) دیپالپور، حویلی لکھا، بصیر پور، منڈی احمد آباد (اوکاڑہ) میں کون کون پٹواری تعینات ہیں اور کتنے عرصہ سے ایک ہی جگہ پر تعینات ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کے مروجہ قانون کے مطابق کوئی بھی سرکاری اہلکار تین سال سے زائد عرصہ تک ایک ہی حلقہ میں نہیں رہ سکتا؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو تین سال سے زائد عرصہ تعیناتی والے پٹواریوں کے متعلق حکومت کیا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مال:

(الف) دیپالپور، حویلی لکھا، بصیر پور، منڈی احمد آباد (اوکاڑہ) میں تعیناتی پٹواریوں کے نام اور عرصہ تعیناتی درج ذیل ہے۔

نام حلقہ	نام پٹواری	عرصہ تعیناتی
دیپالپور	ایم جاوید اقبال	05-03-09تاحال
حویلی لکھا	ایم رحمت اللہ	01-05-09تاحال
منڈی احمد آباد	ایم محمد منشاء	05-01-01تاحال
بصیر پور	ایم ظفر اقبال	05-03-09سے06-04-12تک۔

اب اس کا تبادلہ ہو چکا ہے اور ایم یوسف اللہ پٹواری مورخہ 06-04-13 سے ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے۔

(ب) اس وقت محکمہ مال میں تبادلہ جات پر پابندی ہے لیکن مفاد عامہ کے پیش نظر کسی بھی اہلکار کو ایک ہی حلقہ میں عرصہ تین سال سے زائد تعینات رکھا جا سکتا ہے۔

(ج) حکومت کی ٹرانسفر پالیسی کے تحت یہ لازم نہیں کہ تین سال کا عرصہ مکمل ہونے پر کسی ملازم کو ضرور تبدیل کر دیا جائے۔

اوکاڑہ میں محکمہ مال کے ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن

*7839 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع اوکاڑہ میں محکمہ مال نے ریکارڈ کمپیوٹرائز کرنے کے لئے آج تک کیا اقدامات کئے ہیں؟

(ب) کیا کمپیوٹر پروگرامنگ ہو چکی ہے؟

(ج) کیا محکمہ ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کرنے کے لئے سٹاف بھرتی کر رہا ہے تو کب تک؟

وزیر مال:

(الف) ضلع اوکاڑہ میں تاحال محکمہ مال کے ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کا عمل شروع نہیں کیا گیا۔ البتہ صوبہ بھر میں محکمہ مال کے ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کا منصوبہ ورلڈ بنک کے تعاون سے سال2007 کے آغاز تک شروع ہونے کی امید ہے۔ مختلف اضلاع میں کمپیوٹرائزیشن کا عمل شروع کیا جائے گا۔

(ب) جی نہیں۔ محکمہ مال کے ریکارڈ کی کمپیوٹر پروگرامنگ کے لئے پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ کی زیر نگرانی سافٹ ویئر کی تیاری کے لئے حکومت نے ایک منصوبہ منظور کیا ہے جس کے تحت سافٹ ویئر کی تیاری شروع ہے اور ایک سے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس کی تکمیل متوقع ہے۔

(ج) جی نہیں۔ ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کرنے کا کام نجی کمپنیوں سے ٹھیکہ کی بنیاد پر کروایا جائے گا۔ بعد ازاں عوام کی سہولت کی فراہمی کے لئے محکمہ مال ضروری سٹاف بھرتی کرے گا۔ مختلف اضلاع میں سٹاف کی بھرتی کا عمل بھی سافٹ ویئر کی تیاری کے بعد کمپیوٹرائزیشن کے دوران کیا جائے گا۔ اندازاً یہ بھرتی سال2008 میں شروع کی جائے گی۔

شیخوپورہ میں محکمہ مال کے ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن اور بھرتیوں کی تفصیل

*7840 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ مال نے2004 اور2005 میں ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کرنے کے لئے کتنی بھرتیاں کیں؟

(ب) محکمہ مذکورہ ضلع میں ریکارڈ کمپیوٹرائز کب تک کر لے گا؟

وزیر مال:

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ مال نے2004اور2005میں ریکارڈ کمپیو ٹرائز کرنے کے لئے کوئی سٹاف بھرتی نہیں کیا ہے۔

(ب) اس وقت تین اضلاع یعنی لاہور، رحیم یار خان اور گجرات میں تجرباتی طور پر محکمہ مال کے ریکارڈ کو کمپیو ٹرائز کرنے کا کام ہو رہا ہے۔ ریکارڈ کمپیو ٹرائز کرنے کے لئے پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ کی زیر نگرانی سافٹ وئیر کی تیاری کے لئے ایک منصوبہ حکومت نے منظور کیا ہے۔ اس منصوبہ کے ذریعے ایک سے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ایک سافٹ ویئر نجی کمپنیوں سے تیار کروایا جارہا ہے۔ سافٹ ویئر کی تیاری کے بعد امید ہے کہ سال2008کے آغاز سے پنجاب بھر میں مرحلہ وار ریونیو ریکارڈ کی کمپیو ٹرائزیشن کا کام شروع کیا جائے گا۔

ضلع سیالکوٹ میں جنوری2005تاحال پٹواریوں کی ٹرانسفر سے متعلقہ تفصیل

*7985جناب ارشد محمود بگو: کیاوزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سیالکوٹ میں یکم جنوری2005سے آج تک جن پٹواریوں کی ٹرانسفر کی گئی،ان کے نام،ولدیت، گریڈاور جگہ تعیناتی موجودہ کی تفصیل دی جائے؟

(ب) ان میں کتنے پٹواریوں کی ٹرانسفر کینسل کی گئی، کینسل کرنے اور ٹرانسفر کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(ج) جن پٹواریوں کو شکایات پر ٹرانسفر کیا گیا،ان کے نام اور جگہ تعیناتی کی تفصیل دی جائے؟

وزیر مال:

(الف) ضلع سیالکوٹ میں یکم جنوری2005 سے آج تک 19پٹواریوں کو تبدیل کیا گیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:۔

تحصیل سمبڑیال

نام پٹواری	ولدیت	گریڈ	جگہ تعیناتی موجودہ
محمد افضل	برکت علی	BS-5	سمبڑیال
عتیق الرحمٰن	محمد شفیع	BS-5	کورووال
محمد نواز	فیروزدین	BS-5	سوراج

تحصیل سیالکوٹ

استخاراللہ چیمہ	رحمت علی	BS-5	حاجی پورہ
شاہد محمود	محمد ریاض	BS-5	حیل باجوہ
خواجہ واجد علی	محمد اسماعیل	BS-5	مرادپورہ نمبر1
عبدالغفار چیمہ	محمد اسلم	BS-5	عدالت گھر نمبر1
شاہد مصطفیٰ	غلام مصطفی	BS-5	بھگوال نمبر2
قمر رضا	محمد طفیل	BS-5	چھٹی شیخان نمبر1

تحصیل ڈسکہ

ذوالفقار علی	محمد ارشد	BS-5	سیوکے
محمد ملک	رحمت علی	BS-5	این ٹی اوبرانچ
محمد عرفان	محمد یوسف	BS-5	رچارا
منور جاوید	عنایت اللہ	BS-5	این ٹی اوبرانچ
ذوالفقار علی	غلام رسول	BS-5	گوندیکی

تحصیل پسرور

محمد ایوب	محمد خان	BS-5	پنوانہ
امان اللہ	محمد نواز	BS-5	بھلیر نمبر1
افتخار انور	محمد انور	BS-5	جیون دھلوان
محمد علی		BS-5	ڈوگری ہریان
سرفراز احمد	محمد عاشق	BS-1	پسرور نمبر1

(ب) کسی بھی پٹواری کے ٹرانسفر آرڈر کینسل نہ کئے گئے ہیں۔

(ج) کسی بھی پٹواری کا شکایت پر تبادلہ نہ کیا گیا ہے۔

سیالکوٹ میں جنوری2004تاحال رجسٹریوں،انتقالات اور آمدن کی تفصیل

*7986جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری2004سے آج تک ضلع سیالکوٹ میں کتنی رجسٹریاں ہوئیں؟

(ب) اس عرصہ کے دوران کتنی سرکاری زمینوں کے انتقال ہوئے؟

(ج) اس عرصہ کے دوران حکومت کو رجسٹریوں اور انتقالات سے حاصل ہونے والی آمدن کی تفصیل دی جائے؟

(د) اس عرصہ کے دوران کتنی رجسٹریوں اور انتقالات کا اندراج غلط یا دو نمبر ہوا، اس کے ذمہ داران کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل بتائی جائے؟

وزیر مال:

(الف) یکم جنوری 2004 تا اپریل 2006 ضلع سیالکوٹ میں ہونے والی رجسٹریوں کی تعداد کی تفصیل تحصیل وار درج ذیل ہیں۔

1۔	سیالکوٹ	23625
2۔	پسرور	3783
3۔	ڈسکہ	16812
4۔	سمبڑیال	1386
	میزان	45606

(ب) اس عرصہ کے دوران ضلع سیالکوٹ میں کسی سرکاری زمین کا انتقال نہ ہوا ہے۔

(ج) یکم جنوری 2004 تا اپریل 2006 ضلع سیالکوٹ میں رجسٹریوں اور انتقالات سے حاصل ہونے والی آمدن کی تحصیل وار تفصیل درج ذیل ہے۔

اشٹام فیس

1۔	سیالکوٹ	472329003/-
2۔	پسرور	23274921/-
3۔	ڈسکہ	161148770/-
4۔	سمبڑیال	20516708/-
	میزان	677269402/-

رجسٹریشن فیس

1۔	سیالکوٹ	185237799/-
2۔	پسرور	9817949/-
3۔	ڈسکہ	62686209/-
4۔	سمبڑیال	10258354/-
	میزان	268000311/-

فیس انتقالات

1۔	سیالکوٹ	17326461/-
2۔	پسرور	52766431/-
3۔	ڈسکہ	65152053/-
4۔	سمبڑیال	21127617/-
	میزان	156372562/-

(د) یکم جنوری2004تا اپریل2006 ضلع سیالکوٹ میں کوئی غلط یا دو نمبر رجسٹری اور انتقال درج نہیں ہوا اگر معزز ممبر کے پاس کوئی ایسی اطلاع ہو تو اس کی تحقیق کرائی جا سکتی ہے۔

ریونیو مقدمات کے فیصلوں کے لئے وقت کی حدود مقرر کرنا

*8230 سید حسن مرتضٰی: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ کے تحت کسی بھی مالک زمین کو مشترکہ کھیوٹ کی صورت میں تقسیم کرانے کا قانونی حق دیا گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس سلسلہ میں مجاز عدالت ریونیو کورٹ ہے جو ریونیو آفیسر پر مشتمل ہوتی ہے، ریونیو آفیسر کو انتظامی ذمہ داریاں بھی ادا کرنا ہوتی ہیں اس لئے وہ عدالتی امور پر بہت کم توجہ دیتے ہیں اور بے بہا تاخیر ہوتی ہے؟

(ج) کیا حکومت اس سلسلہ میں کیسوں کو نمٹانے کے لئے کسی مخصوص زیادہ سے زیادہ مدت کا تعین کرنے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کتنی اور اس مدت میں فیصلہ نہ کرنے کی صورت میں کیا ایکشن لیا جائے گا، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال:

(الف) یہ درست ہے کہ بورڈ آف ریونیو پنجاب نے بروئے چٹھی نمبری2002-2706 2337-LR-1/ مورخہ 01-10-2002 جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ عملہ فیلڈ کو ہدایت کر رکھی ہے کہ مشترکہ کھاتہ جات کو تقسیم کیا جائے۔

(ب) ریونیو افسر حلقہ دفعہ 135 تا 150 لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 کے تحت کارروائی کرتا ہے اور مقامی حکومتوں کے نظام کے بعد ان کی انتظامی ذمہ داریاں کم ہوئی ہیں۔ لہذا یہ غلط ہے کہ وہ عدالتی امور پر کم توجہ دیتے ہیں۔

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ بمطابق لینڈ ریونیو ایکٹ کوئی مدت ایسے کیسوں کے فیصلہ بابت مخصوص نہ ہے۔

مشترکہ کھیوٹ کے حصہ داران کی تقسیم سے متعلقہ تفصیل

*8231 سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر مال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مشترکہ کھیوٹ میں سے ایک حصہ دار کو اپنی زمین تقسیم کرانے کا حق پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ کے تحت حاصل ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایسی صورت میں ہر طرح اطمینان کے بعد ریونیو کورٹ متعلقہ گرداور اور پٹواری کو زمین کی تقسیم کرنے کا حکم صادر کرتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایسی صورت میں پٹواری و گرداور کو کسی خاص مدت کا پابند نہیں کیا گیا اگر ہاں تو کیا یہ بھی درست ہے کہ اسی بناء پر متذکرہ اہلکار کئی کئی ماہ تک تقسیم لٹکائے رکھتے ہیں اور سائل سے منہ مانگے پیسے بٹورتے ہیں؟

(د) کیا حکومت ایسے معاملے میں متعلقہ گرداور و پٹواری کو اس بات کا پابند کرنے کو تیار ہے کہ وہ ریونیو عدالت سے حکم کا اجراء ہونے کے پندرہ یوم کے اندر تقسیم عدالت میں جمع کرائے اور اس کی خلاف ورزی پر اس کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لائی جائے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال:

(الف) یہ درست ہے کہ دفعہ 135 لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 کے تحت زمین کا کوئی مشترک مالک مجاز ہو گا کہ افسر مال کے رُوبرُو زمین میں اپنے حصہ کی تقسیم کے لئے درخواست کر سکتا ہے۔

(ب) ریونیو کورٹ گرداور حلقہ کو ونڈہ جات بنانے کا حکم دیتی ہے۔

(ج) یہ تمام تر کارروائی ریونیو آفیسر حلقہ دفعہ 135 تا 150 لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 کے تحت عمل میں لاتا ہے۔

(د) ونڈے کے حکم کے بعد گرداور فریقین کو نشاندہی کرواتا ہے اور ان کی کھتونیاں درست کرتا ہے جب میعاد اپیل گزر جائے یا اپیل کا فیصلہ ہو جائے تب ریونیو افسر مجاز سند تقسیم

اسٹامپ پیپر پر تیار کرتا ہے۔قواعد وضوابط سے بالاتر چلنے والے اہلکار کے خلاف انضباطی کارروائی فوراً عمل میں لائی جاتی ہے۔معزز ممبر کے علم میں کوئی ایسا واقعہ ہو تو اس پر کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر:اب میں سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

چودھری محمد ارشد

سیکرٹری اسمبلی:مندرجہ ذیل درخواست چودھری محمد ارشد صاحب ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

It is stated that due to some urgent work I am going abroad and would not be able to attend the Assembly session from 10th to 12th June, 2006. Kindly grant me three days leave.

I shall be grateful.

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(رخصت منظور ہوئی)

مسز میمونہ نبیل

سیکرٹری اسمبلی:مندرجہ ذیل درخواست مسز میمونہ نبیل ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

I am sick and unable to attend the session. It is therefore requested that my absence from the session may very kindly be treated as leave.

I shall be very grateful.

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(رخصت منظور ہوئی)

سردار محمد رفیق احمد

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار محمد رفیق احمد صاحب ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

It is for your kind information that I passed through a cardiac surgery and doctor advised me complete bed rest. I am not in a position to attend Assembly business due to illness. Kindly allow me leave during budget session w.e.f 8th June, 2006.

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(رخصت منظور ہوئی)

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر:اب ہم Call Attention Notice take up کرتے ہیں۔رانا آفتاب احمد خان اور جناب طاہر اختر ملک کی طرف سے Call Attention Notice No.708 ہے۔

پیپلز پارٹی سیالکوٹ کے عہدیداروں کا قتل اور حکومتی کارروائی

جناب طاہر اختر ملک: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 17۔جون2006 کو رانا انعام اللہ خان، صدر پیپلز پارٹی ڈسکہ اور فاروق شفیع مغل ایڈیشنل سیکرٹری جنرل پیپلز پارٹی سیالکوٹ کو جب وہ ایک جیپ میں سوار ہو کر ڈسکہ سے سمبڑیال جا رہے تھے، ملکھاں والہ کے قریب نہر اپر چناب پر اندھا دھند فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مقامی پولیس نے ابھی تک اس واقعہ کی F.I.R درج کرنے کے علاوہ کوئی کارروائی نہ کی ہے اور دیدہ دانستہ ملزمان کا سراغ لگانے اور انہیں گرفتار کرنے سے گریزاں ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا پولیس ملزمان کا سراغ لگا کر انہیں گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!

(الف) یہ درست ہے۔ اس سلسلہ میں مقتول رانا انعام اللہ کے والد محمد ارشد کی درخواست پر چار نامعلوم ملزمان کے خلاف مقدمہ نمبر 305 مورخہ 17-06-06 بجرم 302/34/ 109 تھانہ سمبڑیال میں درج رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔ مدعی مقدمہ نے ایف آئی آر میں تحریر کرایا ہے کہ فقیر محمد، محمد نواز، سرفراز احمد، محمد رفیق اور شہباز احمد ساکنان گٹھیاں تحصیل کامونکی نے مسمیان غلام عباس اور مقبول حسین ساکن کوٹ حسین خان تحصیل حافظ آباد کے ساتھ مجھے اور میرے بیٹے کو قتل کرنے کے لئے گٹھ جوڑ کر رکھا تھا کیونکہ ان کے ساتھ میری مقدمے بازی چل رہی ہے۔

(ب) پولیس اس واردات میں ملوث ملزمان کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہی ہے۔ چونکہ مدعی فریق اور ایف آئی آر میں نامزد ایماء کے ملزمان کے مابین دیوانی مقدمہ بازی چل رہی ہے اس لئے ایف آئی آر کے مطابق ضمن (الف) میں تحریر کردہ ایماء کے ملزمان کو ہی نامزد کیا گیا ہے۔

(ج) مقامی پولیس نے ایماء کے ملزمان کی گرفتاری کے لئے کوشش کی ہے۔

جناب سپیکر! یہ تو تحریری جواب تھا لیکن اس میں latest position یہ ہے کہ مدعی فریق نے پہلے کسی کو نامزد نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے گٹھ جوڑ کا کہا تھا کہ ان لوگوں نے باہم صلاح و مشورہ کر کے ایک سازش تیار کی ہے اور میرے بیٹے کو قتل کروایا ہے نہ کہ انھوں نے خود کیا ہے چونکہ اس میں کسی کو نامزد نہیں کیا گیا اس لئے گرفتاری میں پیشرفت نہیں ہوئی لیکن کل مدعی فریق کی طرف سے ہمیں ایک درخواست موصول ہوئی ہے جس میں انھوں نے ایک شخص ''محمد بوٹا'' کو نامزد کیا ہے۔ جب پولیس نے اس کی تلاش کی تو پتا چلا کہ یہ شخص پہلے ہی ایک مقدمہ نمبر

22/2006 بجرم 420/468/471 ت پ تھانہ صدر کامونکی میں گرفتار ہے۔ قتل کے مقدمہ میں جو مدعی ہے وہ اس مقدمہ میں بھی مدعی ہیں۔ انھوں نے ہی اس کو گرفتار کروایا ہوا تھا۔ آج پولیس نے اس شخص کو حراست میں لے لیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب اس کی نشاندہی پر باقی ملزمان بھی گرفتار کر لئے جائیں گے۔ اس مقدمہ میں آج پہلی دفعہ مدعی فریق نے کسی کو نامزد کیا ہے جس کو آج پولیس نے جیل سے ٹرانسفر کروایا ہے، اب اس کا ریمانڈ لیں گے اور ریمانڈ لینے کے بعد تفتیش ہو گی۔ تفتیش میں جن جن ملزمان کی نشاندہی ہوئی انشاء اللہ تعالیٰ انھیں گرفتار کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ رانا صاحب! اب مزید بات کرنے کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ اس سے کچھ مدد مل جائے۔ انھوں نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ رانا انعام اللہ وغیرہ نے کامونکی میں ایک پلاٹ خریدا تھا جس پر کوئی ناجائز قابض تھا۔ جب وہ through process of court اس کا قبضہ لے کر واپس جا رہا تھا تو اسے ٹیلی فون آیا کہ اب تم دو دن میں اپنا بندوبست کر لو۔ اس کو قتل کرنے کے بعد وہ وہاں موقع پر گئے اور جہاں بورڈ لگا تھا رانا انعام اللہ وہ وہاں سے اتار کر اس پر مرحوم لکھ کر گئے۔ اس میں تو بڑا clear ہے کہ کون ملزم ہے لہذا اسے پکڑنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! پہلے کسی نے نامزد نہیں کیا۔ انھوں نے ابھی نامزد کیا ہے۔ پہلے تو ایماء پر ایف آئی آر درج ہوئی تھی کہ فلاں لوگ قتل کروانے والے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! جنھوں نے مارنا ہوتا ہے وہ اپنے بچوں کو دوسرے ملکوں میں بھیج دیتے ہیں اور خود 13/20/65 یا 3/4 کے تحت تھانے میں چلے جاتے ہیں۔ جب ان کو alibi لیں گے تو یہ prove نہیں ہو سکے گا حالانکہ کروایا انھوں نے ہوتا ہے۔ یہی تو قانون کے problems آ رہے ہیں جیسے اب حدود کیسز میں آ رہا ہے۔ تفتیش کا مسئلہ بھی یہی ہے جس پر آج بحث بھی ہو گی۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس بندے نے اس کا بورڈ اتارا ہے لڑائی تو اسی سے ہے جس نے اسے قتل کروایا ہے۔ اگر اس کو گرفتار نہیں کیا تو تفتیش آگے چل سکتی ہے؟ کسی آدمی کو کیا ضرورت ہے کہ قبضہ لینے کے بعد باقاعدہ بورڈ اتروا کر اس پر رانا انعام اللہ مرحوم لکھ کر جائے Sir, it is very clear.

جناب سپیکر: رانا صاحب! اصل ملزم پکڑا گیا ہے اس سے بات مزید آگے چلے گی کہ وہ کن کن کی نشاندہی کرتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اس میں مزید یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کا مدعی فریق کے ساتھ رابطہ ہے اور ہم ان کی تسلی کے مطابق اس میں پیشرفت کر رہے ہیں۔ انھوں نے جس ملزم کی نشاندہی کی اس کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ بات مدعی فریق کے علم میں ہے کہ ہم ان کی تسلی کے مطابق اس میں پیشرفت کر رہے ہیں۔ انھوں نے جس ملزم کی نشاندہی کی اس کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ بات مدعی فریق کے علم میں ہے کہ ہم نے آج اس کا ریمانڈ لینا تھا اور انشاء اللہ ان کی تسلی کے مطابق ہی اس مقدمہ کی تفتیش آگے چلائی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا Call Attention Notice حاجی محمد اعجاز صاحب کی طرف سے ہے۔

ملی ٹاؤن غازی آباد (لاہور) کے رہائشی کی موٹر سائیکل سواروں کی فائرنگ سے ہلاکت اور حکومتی کارروائی کی تفصیل

حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 27۔ جون 2006 کی ایک موقر اخبار کے مطابق 57 سالہ لال خان رہائشی ملی ٹاؤن غازی آباد لاہور کو دو موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا؟

(ب) اس کا مقدمہ کس تھانہ میں کن کن دفعات کے تحت درج ہوا؟

(ج) کیا اس قتل کی واردات کے ملزمان گرفتار کر لئے گئے ہیں؟

(د) اس کی تفتیش کرنے والے پولیس ملازمین کے نام عہدہ اور گریڈ کی تفصیل بتائیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر!

(الف) مختصر حالات مقدمہ اس طرح ہیں کہ مورخہ 06-06-26 کو بوقت 6.00 بجے شام مدعی مع اپنے بڑے بھائی لال خان اور حاجی حبیب ولد فضل کریم اعوان اور صفدر علی ولد انور اعوان سکنہ ہائے والا اعوان لاہور اپنی بلڈنگ میٹریل رحمت مارکیٹ علی ٹاؤن میں مین روڈ ہر بنس پورہ بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے بھائی لال خان کو پیشاب کرنے کی حاجت ہوئی جو ہمارے پاس ہی پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں طارق،

ہمایوں پسران لیاقت علی، نواز علی، لیاقت علی پسران اسماعیل آرائیں سکنہ ہائے چھنو ونڈی عبدالقدیر ولد محمد بشیر آرائیں سکنہ لباں والا تھانہ باٹاپور ملزمان بالا موٹر سائیکلوں پر آئے جنھوں نے موٹر سائیکلوں سے اترتے ہی اپنے دستی پسٹل نکال لئے اور میرے بھائی لال خان پر فائرنگ شروع کر دی۔ لال خان کے چہرے کے بائیں جانب اور سر پر گولیاں لگیں اور وہ زخمی ہو کر زمین پر گر گیا۔ میں اور ہمایوں نے ملزمان کو پکڑنے کی کوشش کی اور شور کیا تو وہ اسلحہ لہراتے اور فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہو گئے۔

(ب) وقوعہ ہذا کا مقدمہ نمبر334/2006 مورخہ06-06-26 بجرم302/109/148/ 149 ت پ تھانہ غازی آباد لاہور درج رجسٹرڈ ہوا۔ ملزمان مسمیان محمد پرویز ولد محمد یعقوب جٹ سکنہ قلعہ جیون سنگھ، لیاقت علی ولد اسماعیل آرائیں سکنہ چھنو ونڈی نے اپنی عبوری ضمانتیں کروالی ہیں۔ انھوں نے جو ملزمان نامزد کئے تھے ان میں سے تین ملزمان نے اپنی عبوری ضمانتیں کروالی ہیں جس کی آئندہ تاریخ سماعت06-07-07 ہے لیکن آج اجلاس شروع ہونے سے پہلے جب میں نے متعلقہ افسران سے معلومات حاصل کیں تو انھوں نے مزید بتایا کہ جن ملزمان نے ضمانتیں نہیں کروائی ہوئی تھیں محمد ہمایوں، محمد طارق پسران لیاقت کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ جن لوگوں نے ضمانت قبل از گرفتاری کرائی ہوئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسے بھی06-07-07 کو خارج کروانے کی کوشش کریں گے اور ان کو بھی گرفتار کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب!

جناب سپیکر: چونکہ محرک مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا Call Attention Notice dispose of ہوا۔ اب ہم تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر17 جناب احسان اللہ وقاص اور چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔ چونکہ دونوں محرکین تشریف فرما نہیں ہیں لہذا تحریک استحقاق dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر28 ملک اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ پیش ہو چکی تھی

اس کا جواب آنا تھا۔جی،لاء منسٹر صاحب!

اے ڈی جی (ایل) اور ڈی سی او بہاولپور کا معزز رکن اسمبلی سے تضحیک آمیز رویہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں نے محرک سے استدعا کی تھی اور اسے pending کیا گیا تھا چونکہ میری خواہش تھی کہ اس معاملے کا کوئی حل نکل آتا۔اب میں اسے oppose نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: چونکہ لاء منسٹر صاحب اسے oppose نہیں کر رہے لہذا میں اس motion کو in order قرار دیتا ہوں اور مجلس استحقاقات کے سپرد کرتا ہوں۔

ملک محمد اقبال چنڑ: شکریہ۔جناب سپیکر!

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق نمبر 34 رائے اعجاز احمد صاحب!

ڈی ایس پی سانگلہ اور ایس ایچ او خانقاہ ڈوگراں کا معزز رکن اسمبلی کا فون سننے سے انکار

رائے اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر!میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔معاملہ یہ ہے کہ میں یکم جولائی 2006 بروز ہفتہ شام 6 بجے لاہور سے فیصل آباد جا رہا تھا کہ مجھے میرے فارم علاقہ تھانہ ڈھاباں سنگھ سے میرے ملازموں نے میرے موبائل پر فون کیا کہ ہمیں کھاد، تیل، مزدوری کے لئے رقم درکار ہے۔میں نے انھیں کہا کہ خانقاہ ڈوگراں انٹرچینج زیر تعمیر ہے آپ خود آکر رقم مجھ سے لے لیں۔میں نے اپنے ملازموں (ارسلان اور ارشد عرف گوگا) کو ایک لاکھ روپے دیئے۔وہ وہاں سے موٹر سائیکل پر واپس میرے فارم پر جا رہے تھے کہ راستہ میں ناکہ لگائے ہوئے DSP راشد سندھو اور SHO جہانگیر بٹ خانقاہ ڈوگراں نے ان دونوں کو روکا اور ارسلان سے مبلغ ایک لاکھ پانچ ہزار روپے نقدی رقم زبردستی چھین لی اور ان کے خلاف 13/20/65 کے تحت ایف آئی آر کاٹ کر ان کو گرفتار کر لیا۔جب مجھے پتا چلا تو میں نے DSP راشد سندھو کو سانگلہ فون کیا تو پتا چلا کہ تھانہ خانقاہ ڈوگراں گئے ہوئے ہیں۔میں نے

SHO خانقاہ ڈوگراں کو فون کیا تو انھوں نے میرے ساتھ فون پر بات نہ کی اور میں نے ٹیلی فون آپریٹر سے پوچھا کہ آپ کے پاس DSP راشد سندھو آیا ہوا ہے اس سے میری بات کراؤ مگر DSP نے وہاں موجود ہونے کے باوجود میرے ساتھ بات نہ کی۔ میں نے اس سلسلہ میں DPO ننکانہ عمر فاروق بھٹی سے فون پر بات کرنے کی کوشش کی۔ دو تین دفعہ ٹیلی فون کرنے پر ان سے میری بات ہوئی مگر انھوں نے میرے ساتھ ترش لہجہ سے بات کی اور فون بند کر دیا۔ میں نے DIG شیخوپورہ ریخ انور ورک کو فون کیا مگر ان کے آپریٹر نے کہا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ میں نے دو گھنٹے بعد فون کیا تو انھوں نے میرا ٹیلی فون سننے سے انکار کر دیا۔

جناب والا! ارسلان سے ایک لاکھ پانچ ہزار روپے جبراً چھیننے، رات بھر حبس بے جا میں رکھنے اور حوالات میں رکھنے پر DSP/SHO کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے۔ یہ سب کچھ DIG انور ورک کے کہنے پر کیا گیا ہے اور DSP/SHO /DIG کے اس رویہ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں شارٹ سٹیٹمنٹ دیتا ہوں۔ میرے پاس ایف آئی آر موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ارسلان کی پتلون سے پیسے نکالے اور یہ آوارہ گردی میں پھر رہا تھا۔ انھوں نے ایف آئی آر میں درج کیا ہے کہ یہ دونوں موٹر سائیکل پر سوار تھے ان کے پاس کلاشنکوف یا رائفل تھی انھوں نے پرچہ دے دیا۔ ہم ان کے لئے اربوں روپیہ رکھتے ہیں کہ یہ عوام کو انصاف مہیا کریں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ عوام کو ریلیف دیں گے۔ جب اپنے ایس ایچ او کو بندہ کہتا ہے کہ یہ رائے اعجاز کے پیسے ہیں اس پر اسمبلی کے نیشنل بنک کی مہر تھی اور اسمبلی کا لفافہ تھا جو انھوں نے اپنے قبضہ میں لیا ہے۔ پولیس والوں کی اتنی ہمت کہ اپنے علاقے کے ایم پی اے اور تحصیل ناظم پر پرچہ دے دیں لہذا میری استدعا ہے کہ میری یہ تحریک استحقاق مجلس استحقاقات کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے رائے صاحب کی خدمت میں انتہائی ادب کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج ہی یہ معاملہ میرے علم میں لائے تھے اور میں نے ان کی موجودگی میں متعلقہ ڈی آئی جی سے بات کی تھی اور میں نے رائے صاحب سے گزارش کی تھی کہ جس متعلقہ افسر نے زیادتی کی ہے۔ میں میرٹ پر بات نہیں کرتا بقول ان کے

اس نے جو بھی زیادتی کی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ ویسے بھی ان کے ساتھ میری یہ commitment تھی باقی آپ کا حکم۔ اگر آپ اس کو in order قرار دینا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میری ان سے commitment تھی کہ جس افسر نے زیادتی کی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کارروائی ضرور ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، رائے صاحب!

رائے اعجاز احمد: جناب والا! یہ کمیٹی کے سپرد کریں۔ بات یہ نہیں ہے انہوں نے ڈی آئی جی کو میرے سامنے فون کیا۔ انہوں نے کہا کہ رائے صاحب کو منالیں اب تو تحریک آ گئی ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اب آپ نے تین بجے تک تحریک پیش نہیں کرنی۔ میں تین بجے آپ کے چیمبر میں آ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اس بات پر غور ہی نہیں فرمایا۔ پولیس کا دماغ اتنا خراب ہو چکا ہے۔ ہم ان کے لئے اتنا زیادہ بجٹ رکھتے ہیں، ان کو ایلیٹ فورس کی گاڑیاں دیتے ہیں ہم ان کے لئے کیا نہیں کرتے ہم غریب عوام کی خون پسینے کی کمائی بھی ان کو دیتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ اس بات کا پتا چلنے کے باوجود بھی کہ یہ اس کی رقم ہے یہ ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہ اختیارات ہیں ہم ایم پی اے کو یا ایم پی اے کے بندے کو کیا سمجھتے ہیں۔

جناب سپیکر: رائے صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون صاحب اس تحریک کو oppose نہیں کر رہے لہذا میں اس تحریک کو in order قرار دیتا ہوں اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا آفتاب احمد خان پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! آپ نے بھی مہربانی فرمائی اور وزیر قانون صاحب نے بھی مہربانی فرمائی کہ اس تحریک کو انہوں نے oppose نہیں کیا۔ میرا اس اسمبلی میں ہمیشہ یہ question ہوتا ہے کہ اگر breach of privilege ہوا ہے تو رائے صاحب کو چاہئے کہ He should take stand on it. اور کسی کو punishment بھی ہو سکے۔ اگر انہوں نے کل جا کر صلح کرنی ہے تو ابھی میرا خیال ہے کہ آدھے گھنٹے کے لئے pending کر کے ان کی صلح کروا دیں۔ اگر یہ کریں گے تو This will be the breach of privilege of the house کیونکہ انہوں نے

کہاہے کہ پورے ہاؤس کا تقدس مجروح ہوا ہے۔اس لئے میری معزز رکن سے یہ درخواست ہے کہ اپنی بات پر قائم رہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحریک التوائےTake up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 268 سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے یہ تحریکmove ہو چکی ہے اور اس کا جواب آنا تھا۔ جی، وزیر صحت!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب والا!وزیر صحت تشریف فرما نہیں ہیں اس لئے اس کو کل تک کے لئےpending کر دیں۔

جناب سپیکر: آپ اس کا جواب دینا چاہ رہے ہیں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: نہیں جناب میں کہہ رہا ہوں کہ اسے کل تک کے لئےpending فرما دیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا!میں صرف پانی پینے کے لئے گیا ہوں اور میری تحریک کوdispose of کر دیا گیا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا!وزیر موصوف تشریف نہیں رکھتے تو آپpending فرما دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: اگر وزیر موصوف نہیں ہیں جواب کون دے گا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا!اگر وہ تشریف نہیں رکھتے تھے تو آپ ان کی تحریک کو بھی pending کر دیتے۔

جناب سپیکر: کیا پھر اگر وزیر صاحب نہیں ہیں تو اس کو بھیdispose of کر دیں۔

رانا آفتاب احمد خان: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ معزز رکن کی تحریک کو بھیpending کر دیتے۔۔

جناب سپیکر: جو مثال آپ نے دی ہے کہ شاہ صاحب نہیں تھے تو ان کی تحریک کو آپ نے dispose of کر دیا۔اس کے معنی تو یہ نکلتے ہیں کہ منسٹر صاحب بھی نہیں ہیں یہ بھیdispose of کر دوں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! بات یہ ہے کہ میری پہلی بھی جو تحریک استحقاق ہے وہ میرا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے ہاؤس کی عزت اور وقار کے لئے میں نے وہ تحریک استحقاق دی ہے۔آپ شفقت فرمائیں میں تو ایک منٹ کے لئے پانی پینے گیا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر موصوف بھی نہیں ہیں؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! دوسرے وزیر صاحب تو بیٹھے ہیں جو آپ نے میری تحریک dispose of کر دی ہے۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ ہیں؟

سید احسان اللہ وقاص: ان سے تو مہربانی کرائیں۔

جناب سپیکر: بی بی! آپ ان کی تحریک کا جواب دینا چاہیں گی۔

آوازیں: پارلیمانی سیکرٹری جواب دیں گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جی، آپ ارشاد کریں۔

جناب سپیکر: وہ ارشاد کر چکے ہیں محکمے کی طرف سے جواب آنا تھا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! میں نے نہیں سنا۔

جناب سپیکر: چلیں آپ دوبارہ تحریک پڑھ دیں۔

پنجاب میڈیکل فیکلٹی کی جانب سے ہزاروں پیرا میڈیکل (ڈسپنسرز) کو جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ کا اجراء

(۔۔۔جاری)

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ڈان" مورخہ 27۔مارچ کی ایک خبر کے مطابق پنجاب حکومت کے ادارہ پنجاب میڈیکل فیکلٹی نے گزشتہ عرصہ کے دوران 42ہزار بوگس اور جعلی سرٹیفکیٹ پیرا میڈیکل سٹاف ڈسپنسرز کو جاری کر دیئے گئے۔عام پاکستانی کو طبی سہولیات نہ ہونے اور میڈیکل ڈاکٹرز کی تعداد بہت کم ہونے کی وجہ سے عام طور پر ڈاکٹر سے ہی ادویات خریدتے ہیں اور اپنا علاج کرواتے ہیں۔

بغیر کسی میڈیکل تعلیم تجربہ اور امتحان کے پنجاب بھر میں42ہزار جعلی ڈسپنسرز کو جعلی سرٹیفکیٹ دے کر عوام کی زندگی اور موت کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جو از حد تشویشناک ہے لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر! میں اس میں ایک دو باتیں اور add کرنا چاہتا ہوں۔ صورتحال یہ ہے کہ جن بچوں نے یہاں پر امتحان دیا اور انہوں نے متعلقہ عملے کو پیسے نہیں دیئے وہ فیل ہو گئے اور جنہوں نے امتحان ہی نہیں دیا گھر بیٹھے رہے اور انہوں نے بیس بیس، پچیس پچیس ہزار روپیہ یہاں پر دیا ہوا تھا ان سب کو A گریڈ میں پاس کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں جب انکوائری کمیٹی بنی تو انہوں نے دیکھا کہ پیپر پر ایک لفظ نہیں لکھا ہوا اور مارکس شیٹ پر ان کے سو میں سے نوے نمبر لکھے ہوئے ہیں۔ یہ اتنی بڑی دھاندلی ہوئی ہے اور اتنی بڑی لوٹ مار ہوئی ہے کہ اس بارے میں آخیر ہو گئی ہے۔ اس پر ہاؤس کے اندر بھی بحث کروائیں اور اس کا جواب دیں یا جو بھی آپ مناسب سمجھیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! اس مسئلے پر وزیر صحت نے کافی لمبی چوڑی میٹنگ کی ہے اور ابھی یہ مسئلہ زیر بحث ہے اور ابھی اس پر تفتیش جاری ہے لیکن میں additional information بھی دینا چاہوں گی۔ یہ الزام غلط لگایا گیا ہے۔ بوگس سرٹیفکیٹ جاری ہوئے اور نہ ہی کوئی ڈگریاں بیچی گئی ہیں۔ باقاعدہ اس کا امتحان ہوتا ہے۔ اکثر ان کی اس قسم کی شکایات ہوتی ہیں کہ جو طالب علم جماعت اسلامی سے belong کرتا ہے اور فیل ہو جاتا ہے تو پوری قوم کا مسئلہ بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ ابھی مجھے دو دن چاہیئں میں آپ کو اس کا تفصیلی جواب دے دوں گی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! انہوں نے بڑی گھٹیا بات کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ سرٹیفکیٹ بوگس نہ ہوئے تو میں اسمبلی کی نشست سے استعفیٰ دے دوں گا۔ یہ میرا چیلنج قبول کریں اگر میری بات درست ہوئی تو یہ استعفیٰ دے دیں۔ یہ ان گائیڈڈ میزائل کی طرح یہاں پر بولتی رہتی ہیں۔ ان کو کسی بات کا پتا ہوتا ہے اور نہ ہی ان کو کوئی کسی دفتر میں داخل ہونے دیتا ہے ان کی کیا حیثیت ہے؟

جناب والا! میری بات کا جواب وزیر موصوف دیں میں ان کے جواب سے مطمئن ہوں اور نہ ہی ان کو کسی جواب کا پتا ہوتا ہے۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر وہاں پر بوگس سرٹیفکیٹ جاری نہ ہوئے ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

سید احسان اللہ وقاص: حکومت نے اس سلسلے میں انکوائری کمیٹی بھی بنائی ہے کمیٹی نے اس سلسلے میں گرفتاری کے احکامات جاری کئے اور سارا کچھ ہوا لیکن ان کو کسی بات کا پتا نہیں ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار اگلے اجلاس تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! میں عرض کروں گی۔

جناب سپیکر: بی بی! آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! یہ تو [****] میں تو ڈاکٹر ہوں۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ! اگلی تحریک التوائے کار سید احسان اللہ وقاص، چودھری اصغر علی گجر، محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ! جی، یہ تحریک التوائے کار کون move کرے گا۔ شاہ صاحب! یہ کون move کرے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! یہ move ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار move ہو چکی ہے اور یہ pending تھی۔ وزیر قانون اس کا جواب دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اس کا نمبر کیا ہے؟

جناب سپیکر: اس کا نمبر ہے 273۔ آرڈر پلیز۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ تحریک التوائے کار۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

گوجرانوالہ میں ڈکیتی کے دوران شیخ اعجاز ہیڈ کانسٹیبل کا قتل

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا!یہ تحریک التوائے کار متعلقہ ہے مقدمہ نمبر-338 302/34 مورخہ 06-03-23 تھانہ سبزی منڈی۔اس مقدمہ میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں اس کے مطابق ایف آئی آر درج کی گئی اور مقدمہ کی تفتیش جو ہے وہ محمد سلیم سب انسپکٹر انوسٹی گیشن تھانہ سبزی منڈی نے زیر نگرانی ڈی ایس پی سول لائنز کی۔دوران تفتیش ملزمان مسمیان محمد سخاوت عرف ویرو ولد محمد بشیر قوم جٹ سکنہ میراں جی ٹاؤن اور محمد آمین عرف مینا ولد جلال دین قوم کشمیری سکنہ محلہ نبی پورہ کچا ایمن آباد روڈ گوجرانوالہ کو زیر دفعہ 54 کے تحت گرفتار کر کے تفتیش عمل میں لائی گئی۔دوران تفتیش ملزمان محمد آمین عرف مینا اور سخاوت عرف ویرو نے انکشاف کیا کہ بروز وقوعہ وہ دونوں واردات کرنے کی نیت سے ہاشمی کالونی نکلے تھے تو سامنے سے موٹر سائیکل پر میاں بیوی آرہے تھے سخاوت نے اعجاز کو پہچان لیا۔اس مقدمہ میں محمد آمین عرف مینا نے بذریعہ پستول فائر مار دیا اور بعد میں انہی ملزمان کو مقدمہ میں گنہگار ثابت ہونے پر چالان کر دیا گیا اور چالان عدالت میں پیش کیا جارہا ہے۔یہ واقعہ درست تھا ملزمان جرم کا اعتراف کرنے پر گرفتار ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔محرک اس کو مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہیں لہذا motion dispose of ہوئی۔

چودھری زاہد پرویز: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر!گوجرانوالہ کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے جو میں discuss کرنا چاہتا ہوں۔میری تحریک التوائے کار کا نمبر 503 ہے۔میری یہ گزارش ہے کہ اس کو اگر out of turn لے لیا جائے تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: اس کا تو ابھی جواب ہی نہیں آیا ہو گا۔چلو دیکھ لیتے ہیں۔

چودھری زاہد پرویز: مہربانی۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ کی طرف سے ہے۔وہ تشریف نہیں رکھتیں لہذا motion dispose of ہوتی ہے۔اس کے بعد ہے 295 لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، چودھری زاہد پرویز یہ تحریک move ہو چکی ہے یہ بھی pending چلی آرہی تھی۔ وزیر قانون اس کا جواب دیں گے۔جی، وزیر قانون!

گوجرانوالہ میں یونین کونسل کے ناظم کا قتل

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ تحریک التوائے کار مقدمہ نمبر 170 مورخہ 31-03-2006 بجرم 302-324/34 ت پ تھانہ گکھڑ منڈی ہے۔ مختصر حالات مقدمہ ہذا اس طرح ہیں کہ محمد شریف ولد نجم الدین قوم ارائیں سکنہ نتھ کلاں نے مقامی پولیس کو درخواست دی کہ وہ آڑھت کا کام کرتا ہے۔ مورخہ 31-03-2006 کو بوقت 5:45 بجے شام ہمراہ محمد انور ولد غلام رسول قوم ارائیں سکنہ راج کوہ گوجرانوالہ جو کہ میرے گھر مہمان آیا ہوا تھا، کھانا کھانے کے بعد چوک نتھ کلاں موجود تھے اس کا بیٹا عطاء الحق ناظم مع اپنے چچا حقیقی امان اللہ عرف مشتاق ولد نجم الدین قوم سکنہ نتھ کلاں کے ساتھ گھر سے چوک کی طرف آ رہے تھے کہ اسی اثنا میں شمال کی طرف سے مسمیان احسان ولد تاج دین قوم جٹ سکنہ نتھ کلاں مسلح رائفل 222، زبیر عرف زبیری مسلح کلاشنکوف، احمد عرف احمدی مسلح کلاشنکوف، عامر عرف عامری مسلح رائفل 222 پسران احسان اللہ اور اس کے تینوں بیٹوں نے اپنے اپنے دستی اسلحہ سے فائرنگ شروع کر دی جو عطاء الحق کو جسم کے مختلف حصوں پر لگی جو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر جاں بحق ہو گیا۔

جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ ان کی آپس میں دشمنی بھی تھی ان کا مقدمہ چل رہا تھا اس مقدمے کی تفتیش ڈی ایس پی وزیر آباد سرکل کی زیر نگرانی انسپکٹر محمد اسلم کر رہے ہیں۔ تاحال اس میں کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ پولیس کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ جلد از جلد ملزمان کو گرفتار کیا جائے اور انشاء اللہ تعالیٰ میری یہ کوشش ہو گی کہ میں متعلقہ حکام کو یہ ہدایت کروں کہ جلد از جلد اس مقدمہ میں ملزمان کو گرفتار کیا جائے تاکہ ان کا چالان عدالت میں پیش کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: شکریہ

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں جو ملزمان نامزد ہیں ان کو گرفتار نہیں کیا جا رہا۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین رائے اعجاز احمد کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: ہر Adjournment Motion میں جواب یہی آتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ گرفتار کر لیا جائے گا لیکن اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود کسی قسم کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی تو میری گزارش ہے کہ کیا وزیر صاحب فرمائیں گے کہ ملزمان کی گرفتاری کے لئے مزید کتنا عرصہ چاہئے اور جو لوگ زبردستی جگا ٹیکس وصول کر رہے ہیں اور علاقے میں دندناتے پھر رہے ہیں اگر ان کی گرفتاری نہیں ہو سکتی تو پھر دوسرے اشتہاری ملزمان کو تو گرفتار کرنے میں پولیس بالکل ناکام ہے۔ان ملزمان کو گرفتار کرنے میں مزید کتنا عرصہ لگے گا تاکہ وہاں کے عوام سکھ کی نیند سو سکیں اور اس جگا ٹیکس اور قبضہ گروپ سے نجات حاصل کر سکیں۔شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں نے جواب دیا ہے اور میں نے یقین دہانی کرائی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ملزمان کو جلد گرفتار کیا جائے گا۔جہاں تک اس تاثر کا تعلق ہے کہ ہر تحریک التوائے کار میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ملزمان کو جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔آپ نے دیکھا کہ آج ماسوائے اس تحریک التوائے کار کے جواب کے علاوہ باقی ساری Adjournment Motions میں ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں۔Call Attention Notices میں بھی ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ ہم کوشش کر رہے ہیں اور دوبارہ ہدایت کریں گے کہ ملزمان کو جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔شکریہ

جناب چیئرمین: تحریک التوائے کار نمبر۔317 حاجی محمد اعجاز، ملک اصغر علی قیصر!

مین بازار دھرم پورہ (لاہور) میں دن دہاڑے ڈاکا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! یہ تحریک پیش ہو چکی ہے اس میں، میں نے جواب بھی دیا تھا لیکن اس میں، میں نے update جواب دینا تھا کیونکہ میرے پاس جو جواب تھا اس کے مطابق یہ تھا کہ ملزمان ابھی تک گرفتار ہوئے اور نہ ہی کوئی برآمدگی ہوئی ہے کیونکہ یہ تحریک التوائے کار 6۔اپریل کو آئی تھی جس کا جواب ہم نے 24۔اپریل کو دیا۔کافی عرصہ گزر چکا تھا بلکہ اس دن شیخ اعجاز صاحب نے اسی معزز ایوان میں یہ فرمایا تھا کہ اس میں recovery ہو چکی ہے، سو میں نے پولیس سے اس کا up date جواب مانگا ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ آج آ جائے گا، کل کے لئے اس کو pending فرمالیں کل میں اس کا updated جواب دے دوں گا۔

جناب چیئرمین: تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

جناب پرویز رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب پرویز رفیق: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں اس معزز ایوان اور خاص کر وزیر تعلیم صاحب کی توجہ چاہتا ہوں۔ آج ایک اخبار میں اشتہار آیا ہے محکمہ ایجوکیشن نے Class-IV کی بھرتیاں شروع کی ہیں اور اس میں انہوں نے میرٹ بنایا ہے کہ اراکین اسمبلی اور میرٹ لکھا ہے کہ پڑھے لکھے امیدوار کے 30 نمبر ہوں گے، پرائمری سکول پاس 35 نمبر، مڈل پاس 40 نمبر، میٹرک پاس 50 اور حافظ قرآن کو 5 نمبر دیئے جائیں گے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے 11۔اگست 1947 کو پہلی دستور ساز اسمبلی سے خطاب میں فرمایا کہ آپ اس مملکت پاکستان میں آزاد ہیں، آپ کا کسی ذات، عقیدہ، مذہب یا فرقہ سے تعلق ہو، کاروبار مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ ابتدا کر رہے ہیں کہ ہم سب اس ملک کے یکساں اور برابر کے شہری ہیں۔ میں وزیر تعلیم صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ جب پروفیشنل ایجوکیشنل انسٹیٹیوشنز میں داخلہ کی بات ہوتی ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات کیا ہے؟ تمہید نہ باندھیں بلکہ اپنی بات کریں۔

جناب پرویز رفیق: جناب چیئرمین! میں بتانے لگا ہوں۔ پروفیشنل ایجوکیشنل انسٹیٹیوشنز میں داخلے کی بات ہوتی ہے تو حافظ قرآن کو 20 نمبر دیئے جاتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غیر مسلم سٹوڈنٹس کے ساتھ زیادتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہئے کہ غیر مسلم لوگ اس طرح سے میرٹ پر آ ہی نہیں سکتے کیونکہ حافظ قرآن کو داخلے کے لئے 20 نمبر مل جاتے ہیں۔ اسی طرح ملازمتوں میں یہ بات ہوئی ہے کہ حافظ قرآن کو 5 نمبر ملیں گے۔ اب ہزاروں کے حساب سے بھرتیاں ہو رہی ہیں۔ جب ہم بات کرتے ہیں کہ پروفیشنل انسٹیٹیوشنز اور ملازمتوں میں minorities کے لئے کوٹا رکھا جائے۔

جناب چیئرمین: وزیر تعلیم نے آپ کی بات سن لی ہے یہ اس پر غور کریں گے اور چیف منسٹر سے بات کریں گے کیونکہ یہ اس کا فیصلہ کرنے میں بااختیار نہیں ہیں۔ شکریہ

سرکاری کارروائی

قواعد کی معطلی کی تحریک

MR. CHAIRMAN: Minister for Law has given a notice for suspension of rules for the introduction, consideration and passage of the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr. Chairman, I move:

> "That the requirements of Rules 93, 94 and 95 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid, for introduction, consideration and passage of the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill, 2006."

MR. CHAIRMAN: The motion moved is:

> "That the requirements of Rules 93, 94 and 95 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid, for introduction, consideration and passage of the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill, 2006."

RANA AFTAB AHMAD KHAN: I oppose it, sir.

جناب چیئرمین: جی، راناآفتاب احمد خان صاحب! آپ اپنی بات کر لیں۔

راناآفتاب احمد خان: جناب چیئرمین! میرا خیال ہے کہ یہ جو بل لا رہے ہیں کہ یہ پورے پنجاب اور پورے پاکستان میں اس ہاؤس کا ہمارے اوپر بڑا بد نما داغ ہو گا کہ جب لوگ کہیں گے کہ غریب کی بات کرنے والے اپنی تنخواہوں کی بات کر رہے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ غریب آدمی کو اسلام آباد میں پورے مہینے کا-/1985 روپے الاؤنس ملتا ہے۔ آپ نے اپنی تنخواہیں 2/2 لاکھ کر لینی ہیں۔ کیا آپ اس پر زندہ نہیں ہیں۔ آپ کو یہ تھوڑا ہے کہ آپ کو عزت اور وقار ملا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں اس کو oppose کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ ضروری چیزیں دوسرے بلز ہیں اس کو آپ لائیں I oppose it personally. باقی دوستوں کی اپنی اپنی رائے ہے۔ I don't want to be part of this system. کیونکہ میں نے openly کہا ہے کہ ہم یہ غلط کر رہے ہیں۔ اسمبلی کی تھوڑی سی مدت رہ گئی ہے آپ ان پیسوں پر نہ جائیں۔ آپ عزت، وقار اور عوام کی خدمت کے لئے کام کریں۔ اس وقت غریب آدمی دو وقت کی روٹی نہیں کھا سکتا، وہ پیرا سیٹا مول نہیں لے سکتا، وہ بس پر سفر نہیں کر سکتا ہے اور آج ہم یہاں پر اکٹھے اس لئے ہوئے ہیں کہ ہم نے تنخواہیں بڑھانی ہیں۔ چودھری ظہیر صاحب! آپ اشارہ ضرور کریں، مگر میں آپ کو کہتا ہوں کہ میں حقیقتاً یہ بات کر رہا ہوں کہ I don't want to be a part of this and I strongly oppose. ہماری تنخواہیں یا الاؤنسز نہیں بڑھنے چاہئیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: راناصاحب نے اپنے جوش خطابت میں میرا نام لے کر کہا ہے۔ اشارہ ضرور کیا ہے۔ میں نے کیا کیا ہے، کس کو کیا ہے، کس قسم کا کیا ہے۔ اس سے ابہام پیدا ہوتا ہے۔ میں تو خاموش بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ ذرا clear کر دیں کہ میں نے کیا اشارہ کیا ہے اور انھوں نے اشاروں کی زبان پڑھنا کب سے شروع کی ہے۔ یہ اشاروں کنایوں کی باتیں بند کریں اور واضح بات کیا کریں اور ہاؤس میں ابہام create نہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

جناب کیانی صاحب اکثر ہمارے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہیں اور کبھی کبھی بڑے اچھے ریمارکس بھی پیش کرتے ہیں۔ابھی یہ مجھے کہہ رہے تھے کہ یہ ڈرامہ کر رہے ہیں۔ہم ڈرامہ نہیں کر رہے۔

جناب چیئرمین!ہر انسان کی ضروریات زندگی ہوتی ہیں۔اگر کسی انسان کی ضروریات زندگی پوری ہو رہی ہیں تو ہوس تو کہیں پر بھی نہیں ٹھہرتی۔آپ جہاں دیکھ لیں اگر ہماری تنخواہیں آج پچاس ہزار ہو جاتی ہیں اور منسٹرز اور پارلیمانی سیکرٹری کی دو لاکھ یا ایک لاکھ تک چلی جاتی ہیں تو پھر بھی ہماری ہوس کم نہیں ہو گی۔ہماری خواہش ہو گی کہ یہ اور بڑھے۔

جناب سپیکر!جس طرح رانا آفتاب احمد خان صاحب نے فرمایا ہے کہ یقین کیجئے کہ پنجاب میں لوگ دو ہزار سے لے کر پانچ ہزار روپے میں اپنے گھر کا چولہا جلا رہے ہیں اور ان کا چولہا نہیں جل رہا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ موقع نہیں تھا کہ آپ نے بجٹ دے دیا ہے۔ابھی بجٹ کی سیاہی مدہم نہیں ہوئی اور آپ نے گیس کے ریٹ بڑھا دیئے ہیں۔لوگ چیخیں مار رہے ہیں۔میں پٹرول کی گاڑی نہیں چلا سکتا کیونکہ میں اسے afford نہیں کر سکتا، میں گیس کی گاڑی استعمال کرتا ہوں۔

جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں کہ یہ موقع تنخواہیں بڑھانے کا نہیں ہے۔اگر ہمیں یہ offer دی جائے کہ آنے والے الیکشن میں ہمیں choice دی جائے کہ آپ کو دو لاکھ روپے تنخواہ پر ایم پی اے منظور ہے یا آپ کو بغیر تنخواہ کے منظور ہے تو ہم بغیر تنخواہ کے بھی ایم پی اے بننے کے لئے تیار ہیں۔ہم لوگوں کے ساتھ وعدہ کر کے آئے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کی دل شکنی ہو گی کہ جن کی تنخواہ دو ہزار یا پانچ ہزار ہے اور وہ غریب متوسط طبقے کے لوگ ہیں، کلیریکل سٹاف کے لوگ ہیں، نان کلیریکل سٹاف کے لوگ ہیں۔اس طرح پنجاب اسمبلی کی طرف سے کوئی اچھا پیغام نہیں جائے گا۔اس لئے میں اس بل کی مخالفت کرتا ہوں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب چیئرمین!اس کمیٹی کے ممبران ہمارے اپوزیشن کے بہن بھائی بھی ہیں۔ان کی مشاورت سے یہ بل سب نے منظور کیا ہے۔یہ میرے بہت محترم بھائی ہیں۔میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ ٹھیک ہے کہ یہ آپ کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے۔یہ کمیٹی کے متفقہ فیصلے سے ہوا ہے۔اس میں خواہ مخواہ اعتراض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔آپ کے لوگوں نے دستخط کئے ہوئے ہیں۔پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) والے لوگوں نے دستخط کئے ہوئے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ہم سب یہاں پر انفرادی حیثیت میں ممبر ہیں۔ جب یہاں پر پارلیمانی لیڈر کی بات آتی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ یہ پارلیمانی لیڈر نہیں ہیں۔یہاں پر ہر آدمی انفرادی حیثیت میں بات کر سکتا ہے۔ ہماری بات ریکارڈ پر آنی چاہئے۔ کیا حکومت باقی سارے کام ہم سے پوچھ کر کرتی ہے، اکثریت کرتی ہے تو یہ کریں لیکن ہم اس کا حصہ نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! جس طرح کیانی صاحب نے متفقہ رائے کا کہا ہے۔ میں on the floor of the House کہہ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے یعنی ایم ایم اے کی طرف سے کوئی آدمی کمیٹی میں شامل نہیں ہوا اور کمیٹی میں نہیں گیا۔

جناب سپیکر! میں حضور نبی کریم ﷺ کا واقعہ سنا کر اپنی بات کو ختم کر دیتا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحات تھے اور آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو اللہ کا نبی دو جہانوں کا بادشاہ جو جو چاہتا کر سکتا تھا۔ اس وقت بھی 20 لاکھ مربع میل پر اللہ کے رسول ﷺ حکومت کر رہے تھے۔ جب حضور ﷺ رخصت ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین ہماری ماں فرماتی ہیں کہ اس وقت ہمارے گھر میں دیا جلانے کے لئے تیل بھی موجود نہیں تھا۔

جناب سپیکر! ہماری ضروریات تو بہت ہیں لیکن ضروریات کو کنٹرول بھی کیا جا سکتا ہے۔ میں اپنے بھائیوں سے جو اس کے حق میں ہیں، ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے سے نیچے لوگوں کو دیکھیں، باہر نکل جائیں اور لوگوں کو دیکھ لیں، اپنے صحافی بھائیوں کو دیکھ لیں، نیچے کلیریکل سٹاف کو دیکھ لیں کہ کیا یہ زیادتی نہیں ہے۔ ہم لوگوں کے پیسے، لوگوں کے خون کی کمائی اپنی جیبوں میں ڈالیں۔ کیا انھوں نے ہمیں اس لئے اس ہاؤس میں بھیجا ہے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: اسحاق بچہ صاحب!

جناب محمد اسحاق بچہ: شکریہ۔ جناب چیئرمین! ہمارے دوست جو معاملات کہہ رہے ہیں۔ اس پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بیوروکریسی میں تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے تو یہاں کیوں نہیں ہوتا۔ اگر قومی اسمبلی میں تنخواہوں کا اضافہ ہوتا ہے تو یہاں کیوں نہیں ہوتا۔ اگر میرے دوستوں کو

اعتراض ہے،اعتراض کرنا ان کا حق ہے۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ تمام تنخواہیں جو وہ لیں گے،اس کا اضافہ اور جو پچھلی تنخواہیں لی ہیں وہ گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کروادیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں نے ساڑھے تین سال میں کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں کیا جو حقائق ہیں وہ حقائق ہیں۔ جو زمینی حقائق ہیں وہ حقائق ہیں۔ میں اب یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو اس اضافے پر اعتراض ہے تو وہ اپنی تنخواہیں بے شک گورنمنٹ کے خزانے میں دیں۔ یہ تنخواہیں 1993 میں بڑھی تھیں۔اب 13 سال ہو گئے ہیں۔اب کتنی inflation آ گئی ہے۔ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ملتان اور لاہور کا دو طرفہ کرایہ ایک ہزار روپے تھا اور اب چھ ہزار روپے ہے۔

جناب چیئرمین!بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو afford نہیں کر سکتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم میں سے سب چاہتے ہیں کہ تنخواہوں میں اضافہ ہو۔

جناب چیئرمین!میں آج پہلی بار بول رہا ہوں اور ہمارے دوست بے شک بولیں،یہ اپنی تنخواہ نہ لیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!آپ ان کو ٹائم دیں۔ یہ کیا دوغلی حکمت عملی ہے،یہ دوغلی حکمت عملی کیوں ہے؟ میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک سپاہی کی تنخواہ کیا ہے،12 ہزار روپے ہے اور یہاں ایم پی اے کی تنخواہ آپ کے سامنے 14 ہزار روپے ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ یہ تنخواہ بھی ابھی کم ہے،الاؤنسز بھی کم ہیں،الاؤنسز میں بھی اضافہ کیا جائے،1993 میں ڈیزل اور پٹرول کی قیمت جب دس روپے تھی تو الاؤنسز یہی تھے۔آج پٹرول کی قیمت تقریباً 60 روپے کے قریب ہے تو آپ نے الاؤنسز میں ایک دو فیصد اضافہ کر دیا ہے، یہ بالکل بے انصافی ہے اور جو لوگ نہیں چاہتے وہ نہ لیں اور میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی ساری تنخواہیں جمع کروائیں اور آئندہ بھی نہ لیں۔ شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین!میں بولنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی،وقاص صاحب!

جناب محمد اشرف خان سوہنا: جناب چیئرمین!مجھے پہلے ٹائم دیا جائے۔

جناب چیئرمین: ٹائم ان کو ملے گا جنہوں نے oppose کیا ہے۔ آپ نے oppose نہیں کیا آپ تشریف رکھیں۔ آپ کو بھی ٹائم ملے گا، آپ آدھ گھنٹہ تقریر کر لیں ہم آپ کو نہیں روکیں گے۔ جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔ گزارش یہ ہے کہ جو اسمبلی ممبران کی تنخواہوں کا بل آج پیش کیا گیا ہے اس کے اضافے کے حوالے سے میری گزارش ہے۔ جس کو جو بھی معاوضہ ملتا ہے، جو بھی اس کو تنخواہ ملتی ہے وہ اس کی کارکردگی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ میں دیانتداری سے سمجھتا ہوں کہ ہماری اسمبلی کے پارلیمانی سیکرٹریز کی تنخواہوں میں جو اضافہ کیا جا رہا ہے وہ ناجائز ہے، وزراء کی تنخواہوں میں جو اضافہ کیا جا رہا ہے وہ غلط ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! آپ نے bill پڑھا ہی نہیں ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! تنخواہوں اور الاؤنسز میں جو اضافہ کیا جا رہا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس اسمبلی کے اندر پارلیمانی سیکرٹریز کی کارکردگی سے آپ سے زیادہ واقف کوئی نہیں ہے۔ اس اسمبلی کے اندر وزراء کی کارکردگی سے آپ سے زیادہ واقف کوئی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تنخواہوں میں اضافہ تو ایک طرف ان کو جو نئی گاڑیاں دی گئی ہیں وہ بھی واپس لینی چاہئیں۔ یہ جو اس ملک کے اندر مہنگائی ہے اس کا سبب یہ لوگ ہیں، حکومت کے بڑھتے ہوئے اخراجات ہیں، جس ملک کے اندر پرائم منسٹر کے گھر کا روزانہ کا خرچہ دس لاکھ روپے ہو گا، جس ملک کے اندر صدر کے گھر روزانہ کا خرچہ اٹھارہ لاکھ روپے روزانہ ہو گا، جہاں پر وزیروں کی فوج ظفر موج ہو گی، جہاں پر پارلیمانی سیکرٹریوں کی فوج ظفر موج ہو گی، جن کے پاس ریڑھیاں نہیں ہیں ان کو آپ نے گاڑیاں لے کر دے دی ہیں، آپ نے ان کو اس بات کے لئے لے کر دی ہیں کہ وہ کوئی کام نہ کریں۔ انہوں نے کوئی کام نہیں کرنا ہوتا۔

جناب محمد اسحاق بچہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ بعد میں آپ کو موقع دیا جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے یہاں ہماری بات سنیں۔ اس ملک کے اندر جو مہنگائی ہے۔ ایک عام آدمی کی کمر ٹوٹ رہی ہے، ایک عام آدمی نوے نوے روپے کلو دال خریدنے پر مجبور ہے اس کی وجہ ان حکمرانوں کے خرچے ہیں۔

جناب محمد اسحاق بچہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، اسحاق بچہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد اسحاق بچہ: جناب چیئرمین! میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوستوں کو یقیناً اعتراض ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ اگر یہ بن جائیں پارلیمانی سیکرٹری، یہ بن جائیں وزیر اور یہ بن جائیں مشیر تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! اگر میں پارلیمانی سیکرٹری بن کر کوئی کام نہ کروں تو مجھے تنخواہ کا ایک پیسا بھی لینے کا حق نہیں ہونا چاہئے۔ اگر میں وزیر بن کر کوئی کام نہ کروں تو مجھے ایک روپیہ تنخواہ لینے کا حق نہیں ہونا چاہئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے لوگوں پر اتنا بوجھ ڈالیں جس کو یہ برداشت کر سکیں، ان کی کمر نہ توڑیئے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے وہ عوام کے ٹیکسوں کی آمدنی سے ملتا ہے، آپ عوام کی کمر نہ توڑیں۔ وہ پارلیمانی سیکرٹری اور سٹینڈنگ کمیٹیوں کے چیئرمین جنہوں نے چار سال میں سٹینڈنگ کمیٹی کا ایک اجلاس بھی نہیں بلایا، وہ پارلیمانی سیکرٹری جن کو ایک سوال کا جواب تک دینا نہیں آتا وہ کس منہ سے تنخواہوں اور الاؤنسز میں اضافے کا مطالبہ کر رہے ہیں، کس منہ سے وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کو نئی گاڑیاں لے کر دی جائیں اور وہ لوگوں کی کمر توڑنا چاہتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بل غلط پیش کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔

جناب محمد اشرف خان سوہنا: پوائنٹ آف آرڈر۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: جی، میں اشرف سوہنا صاحب کو floor دیتا ہوں۔ تمام ممبرز تشریف رکھیں۔ میں سب کو ٹائم دوں گا اور دس بجے تک اجلاس چلاؤں گا۔ جی!

جناب محمد اشرف خان سوہنا: جناب چیئرمین! آج ہاؤس کے اندر اتفاق ہو رہا ہے کہ ہاؤس کے ممبران خود ہی اپنی کارکردگی پر اپنی تنخواہوں میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں اسمبلی کے ریکارڈ سے کچھ حقائق آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ آپ اپنا اسمبلی کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں کہ ڈیڑھ سو ارکان اسمبلی ایسے ہیں جنہوں نے ساڑھے تین سال میں ایک لفظ اس اسمبلی کی کارروائی میں ادا نہیں کیا۔ میں آپ کو ریکارڈ سے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کا ایک اجلاس بھی نہیں ہوا۔ میں C&W کی سٹینڈنگ کمیٹی کا رکن ہوں اور میں نے اس ہاؤس میں سٹینڈنگ کمیٹی کے

چیئرمین کی شکل تک نہیں دیکھی کہ انہوں نے کب اجلاس بلایا؟

جناب چیئرمین!ایک سال سے میں نے تحریک استحقاق دی ہوئی ہے آج تک استحقاق کمیٹی اس پر فیصلہ نہیں کر سکی۔آپ تنخواہیں کیوں بڑھانا چاہتے ہیں؟میں اس لئے مخالفت کرتا ہوں کہ میں اپنے حلقے کے عوام کے لئے یہاں احتجاج کرنے کے باوجود ڈویلپمنٹ فنڈز نہیں لے سکا۔جب میں اپنے علاقے کی ڈویلپمنٹ نہیں کرواسکا تو مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنی تنخواہوں میں اضافے کے لئے یہاں حمایت کروں۔بچہ صاحب نے کہا کہ میں نے ساڑھے تین سال میں ایک دفعہ بھی پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہیں کی۔مجھے بتائیے کہ یہ تنخواہوں میں اضافے کی کیوں حمایت کرتے ہیں، ساڑھے تین سال میں انہوں نے ایک لفظ بھی اسمبلی کے floor پر نہیں بولا۔میں آپ سے یہ عرض کروں کہ اسمبلی کے اندر یہ اضافہ لیگل کرپشن کی حیثیت رکھتا ہے، آپ کو آج بھی اس کا جواب دینا پڑے گا۔آپ اس لیگل کرپشن کو اپنا رہے ہیں۔آخر میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا وہ قائد اس کی آنکھوں میں سلگتے ہوئے آنسو دیکھئے، وہ قائد اس کی تڑپتی روح کو دیکھئے کہ اس نے اس لئے اس اسمبلی کی بنیاد رکھی تھی کہ ہم سب مل کر اپنا پیٹ پالیں، اپنا منہ آگے کریں۔[*****]

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میری صرف استدعا یہ ہے کہ یہ پوری اسمبلی کے متعلق جو معزز رکن نے [***] کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں اس کو کارروائی سے حذف کیا جائے اور میری استدعا یہ ہے کہ ہم بات کرتے ہوئے اتنے جذباتی نہ ہو جائیں اور کم از کم پوری اسمبلی کا جو احترام ہے اس کو لازم رکھا جائے۔باقی جب تنخواہوں کی بات آئے گی تو میں اس کا علیحدہ جواب دوں گا۔

جناب چیئرمین: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب جاوید اقبال خان کھچی:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جی، کھچی صاحب!

جناب جاوید اقبال خان کھچی:جناب چیئرمین!جو ہاؤس میں نہیں ہیں اور باہر ہیں اور یہاں ان کی حاضریاں لگی ہوئی ہیں۔(شیم، شیم)

میرے پاس ان کی حاضریوں کی لسٹ ہے۔جن ممبرز کی حاضریاں لگی ہوئی ہیں وہ یہاں اس ہال میں نہیں ہیں۔ابھی آپ بات کر کے oppose کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جی،ڈاکٹر وسیم صاحب!آپ بات کر لیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب چیئرمین!میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے وقت دیا ہے اور میں نے اس قرارداد کو oppose کیا تھا۔گزارش یہ ہے کہ گورنمنٹ خود اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اس وقت ملک کی 35 فیصد آبادی غربت کی انتہائی سطح سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جی،فرمائیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات:شکریہ۔جناب چیئرمین!میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اس جمہوری ادارے کے اندر جو چیز بھی آتی ہے اس پر اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنا ہر ایک کا حق ہے اور دوسروں کا احترام کرنا اور فیصلہ کرنا تمام ہاؤس کا حق ہے۔میں جناب کی رولنگ چاہوں گا کہ جن لوگوں نے oppose کیا اس کے علاوہ بھی کیا وہ اپنی تقاریر کر سکتے ہیں؟

جناب چیئرمین:ٹائم نہیں دیا۔وہ پانچ چھ بندے تھے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات:اگر نہیں کر سکتے تو میری یہ استدعا ہے کہ ان کو اجازت نہ دی جائے۔آپ ذرا مضبوطی کے ساتھ اس ہاؤس کو کسٹوڈین کے طور پر چلائیے گا۔

جناب چیئرمین:شکریہ۔جی،ڈاکٹر وسیم صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب چیئرمین !میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ پنجاب کے اندر اس وقت 50ہزار کے قریب ایجوکیٹر بھرتی کئے گئے ہیں جو کہ لٹریسی بڑھانے کے لئے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں لیکن گزشتہ تین سالوں سے ان کی تنخواہ میں ایک پائی کا بھی اضافہ نہیں ہوااور اس وقت وفاقی حکومت نے 15فیصد اضافے کا جو آرڈر دیا ہے یا بل پاس کیا ہے اس میں ان ایجوکیٹرز کو بھی ignore کیا گیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی اضافہ کیا بھی جانا چاہئے تو ان ایجوکیٹرز کی تنخواہ میں کیا جانا چاہئے۔

جناب چیئرمین!کیفیت یہ ہے کہ گورنمنٹ نے مسجد مکتب سکول بنائے ہوئے ہیں جس کے ٹیچر کو-/150روپے ماہوار تنخواہ دی جاتی ہے جس کا اظہار بھی انتہائی شرمناک ہے۔ میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ بل واپس لیں اور جو اضافہ کیا گیا ہے وہ رقم ایجوکیٹرز کو دی جائے،ان مسجد مکتب سکول کے اساتذہ کو دی جائے اور میں اس حوالے سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ مجلس عمل اس کی شدید مخالفت کرتی ہے اور ہم اس بل کے حوالے سے اس وقت اس ایوان سے واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر متحدہ مجلس عمل کے اراکین ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

وزیر تعلیم:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جی،وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم:شکریہ۔جناب چیئرمین!ڈاکٹر وسیم صاحب نے ایجوکیٹرز کے حوالے سے بات کی ہے کہ ان کو 15فیصد increase نہیں ملی تو میں ریکارڈ کی correction کے لئے چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب ان کو 15فیصد increase دے رہی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جی،فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب چیئرمین! مجلس عمل والوں نے واک آؤٹ تو ویسے بھی کرنا ہے تو کم از کم وہ حکومت کا مؤقف سننے کے بعد واک آؤٹ کریں تاکہ ان کو پتا چل سکے کہ ان کے قول اور فعل میں کیا تضاد ہے۔وہ ذرا بات سن کے جائیں۔

(اس مرحلہ پر معزز رکن جناب مشتاق کیانی نے کہا کہ ایم ایم اے والوں کو منا کر لایا جائے)

جناب چیئرمین: جی، راناثناء اللہ صاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! کیانی صاحب کو بھیج دیں کہ وہ ایم ایم اے کے دوستوں کو لے کر آئیں۔

جناب چیئرمین: کیانی صاحب! آپ جا کر انہیں لائیں کیونکہ یہ Bill آپ کی کوششوں سے آ رہا ہے اور سب کو یہ چاہئے کہ وہ کیانی صاحب کو ایک دن کی تنخواہ دیں کیونکہ سارے بل میں ان کی اور نذر فرید کھوکھر کی ساری کارکردگی ہے۔ جی، راناصاحب!

(اس مرحلہ پر جناب کیانی صاحب ایم ایم اے کے اراکین اسمبلی
کو مناکر واپس ایوان میں لائے)

راناثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! یہ بات آپ کے بھی نوٹس میں ہے اور محترم لاء منسٹر صاحب بھی جانتے ہیں کہ تقریباً ایک سال سے تنخواہوں میں اضافے کا مسئلہ چلا آ رہا تھا اور مجھے on the floor of the House اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ لاء منسٹر صاحب اس بات میں میرے ساتھ یا میں ان کے ساتھ متفق تھا کہ ہمیں ان مراعات میں اضافہ اس انداز میں نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اضافہ لوگوں میں بد دلی پھیلائے اور مایوسی پھیلائے اور ہمارے متعلق لوگوں میں غلط خیالات پیدا ہوں۔ اس سلسلے میں لاء منسٹر صاحب تقریباً بجٹ پیش ہونے سے پہلے تک تو میرے ساتھ متفق رہے ہیں اور اس بات پر ان کا principle stand تھا کہ ان تنخواہوں کو ایک portion میں اور اس portion کا جس حساب سے ہم نے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے تو اس کے آگے پیچھے "میل" ہونا چاہئے اور unlimited اضافہ نہیں ہونا چاہئے لیکن جب یہ بجٹ پیش کیا گیا اور اس پر پھر ان سے "ہاں" کروائی گئی اور اس کی وجہ سے ممبران کا پریشر بڑھا اور پھر میرا خیال ہے کہ لاء منسٹر صاحب بھی اس بات پر مجبور ہو گئے کہ ٹھیک ہے۔ اب اس اضافے کی بات کرنی چاہئے لیکن ان کا اس دن بھی یہ موقف تھا کہ ٹھیک ہے کہ ہم اضافہ کسی حساب اور کسی ratio کے تحت کریں گے لیکن اس اضافے کو دیکھ لیں کہ ممبرز تو خوامخواہ ہی خوش ہو رہے ہیں کہ شاید ہماری مراعات میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ کسی ممبر کی مراعات میں unlimited اضافہ نہیں ہوا۔ اگر ان کو پہلے 22/24 ہزار روپے ملتا تھا تو اس میں زیادہ سے زیادہ 15 سے 20 ہزار روپے کا اضافہ ہوا ہے unlimited اضافہ دوسری جگہوں پر ہوا ہے کہ پارلیمانی سیکرٹریوں اور وزراء کے کرایوں میں اور ان کے اندرون ملک اور بیرون ملک سفر میں

unlimitedاضافہ کیا گیا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب!floor پر کھڑے ہو کر ہمیں حقیقت پر مبنی بات کرنی چاہئے۔ میں بھی وزیر تھا اور آپ بھی بن سکتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ 25ہزار سے کرائے پر دس مرلے کا گھر لاہور میں کہاں مل سکتا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین!یہاں پر میرا موقف یہ ہے کہ ہمیں اتناhonestہو جانا چاہئے کہ اگر کسی وزیر کا لاہور میں گھر نہیں تو اسے جتنے میں گھر ملتا ہے وہ لے کر دیا جائے لیکن جن کا گھر ہے، جن کے ڈیفنس میں بنگلے ہیں وہ بھی پھر یہ پیسے drawکریں تو پھر یہ زیادتی ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ اس بارے میں ترمیم لے آئیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین!اس میں یہ ہے کہ جس کو گھر ملے گا اس کو گھر ملے گا جس کو گھر نہیں ملے گا اس کو پیسے ملیں گے اور پھر اس کے بعد یہ ہے کہ جس کا اپنا گھر بھی ہے وہ بھی پیسے لے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اس سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اگر آپ نے پارلیمانی سیکرٹریز اور وزراء کوunlimitedمراعات دینی ہیں کہ ان کے یوٹیلٹی بلز کی کوئیlimitنہیں، یہاں پر ان کے ٹیلی فون بلز کی کوئیlimitنہیں ہے، ان کے سفر کے متعلق ہے کہ وہ چاہے تو بے شک 30 کے 30دن آفیشل ڈیوٹی پر رہیں۔ جب آپ نے ان چیزوں پر قدغن نہیں لگانی تو خدا کے لئے آپ ان کی تعداد پر قدغن لگا دیں۔ وزراء کی تعداد پر کوئی قدغن نہیں ہے یعنی محکمے 20ہیں اور وزراء 40 ہیں۔ اسی طرح سے پارلیمانی سیکرٹریز ہیں اور اسی طرح چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹی بنائے گئے ہیں۔ یعنی اگر آپ عوام کو اس بات پر قائل کرنا چاہتے ہیں کہ جناب!کوالٹی کی بات کریں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ کوالٹی ہو تو اس کے مطابقpayکریں تو پھر کم از کم آپ تعداد کو تو محدود کر دیں۔ یعنی لاتعداد منسٹرز بھی، ایڈوائزرز اور ایڈوائزر کی مراعات میں پڑھ رہا تھا تو وہ اس سے بھی بہتر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید اس میں انہیںamendنہیں کیا جا رہا اور وہ اس سے پہلےamendہو چکی ہیں اور وہ اس سے بھی بہتر ہیں۔ نہ ایڈوائزر کی تعداد ہے، نہ پارلیمانی سیکرٹریوں کی تعداد ہے اور نہ وزراء کی تعداد ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملک کے ساتھ، قوم کے ساتھ، اس صوبے کے ساتھ اور اس صوبے کے ریونیو کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ مجھے یہاں پر صرف یہ کہنا ہے کہ جب یہ بات صحیح اخبارات میں جائے گی تو ایک بات ثابت ہو گی کہ لوگ کہتے تھے کہ جی مہنگائی کو کوئی مات نہیں دے سکا۔ مہنگائی بڑھتی ہے تو بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج وہ دن ہے کہ آج مہنگائی کو

شکست فاش ہو گئی ہے۔آج حکمرانوں کی مراعات نے مہنگائی کو شکست دے دی ہے۔ مہنگائی تو جو بڑھتی ہے وہ بڑھتی ہے حکمرانوں کی مراعات مہنگائی سے بھی زیادہ بڑھی ہیں۔ مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ ایک ایسا ملک جس کے عوام غریب ہوں، جنہیں پینے کا پانی میسر نہ ہو، جس ملک میں لوگ بھوک کے خوف سے خودکشیاں کر رہے ہوں،اس ملک حکمرانوں کو اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم حکومت کے نمائندے ہیں تو ان کے بود و باش اور ان کے رہن سہن اور ان کے ایوان اقتدار میں کم از کم، کم از کم اپنے عوام کی جھلک اور احساس تو ہونا چاہئے۔آپ ہمارا President House دیکھ لیں، پرائم منسٹر ہاؤس دیکھ لیں آپ وزیر اعلیٰ ہاؤس جو 8 کلب روڈ پر بنا ہے، آپ اس کو دیکھیں۔ کیا اسے دیکھ کر کوئی بندہ یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اس صوبے کے وزیر اعلیٰ کا ہاؤس ہے جہاں پر لوگوں کو پینے کا پانی نہیں ملتا، جہاں پر لوگ بھوک کے خوف سے مرتے ہیں تو میری یہی گزارش ہے کہ ہمیں ان چیزوں پر اضافہ کرنے، یا ان چیزوں کا سوچنے سے پہلے اس بات کو بھی سوچنا چاہئے اور حکمرانوں کے ایوانوں میں اپنی قوم کی حالت کی جھلک کم از کم محسوس ہونی چاہئے۔ اگر عام آدمی کو ہسپتال میں دوائی نہیں ملتی، اسے علاج نہیں ملتا تو حکمرانوں کو، چلو علاج تو میسر ہو لیکن اسی ملک میں ہو اور ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ عام آدمی کو یہاں علاج میسر نہ ہو اور حکمرانوں کو بیرون ملک علاج میسر ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم عوام کے نمائندے ہیں تو انہیں عام آدمی کے ساتھ تھوڑا بہت ربط اور تھوڑا بہت رشتہ قائم رکھنا چاہئے۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے امور داخلہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے امور داخلہ: بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین!اپوزیشن کے کئی معزز ارکان نے اٹھ کر اپنی باتیں کیں تو میں ان کے جوابات بھی دینا چاہ رہی تھی تو اگر اب میں ان کے جواب دوں گی تو وہ بے موقع ہوں گے۔اپوزیشن کے ایک معزز رکن نے ایک بات کہی تھی کہ جتنے بھی اراکین اسمبلی ہیں جو اس بل کو oppose کر رہے ہیں ان کو چاہئے کہ اپنی تنخواہیں واپس گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کرا دیں اگر وہ یہ نہیں کرتے تو خود ہی کسی ہسپتال، ٹرسٹ یا خیراتی ادارے میں دے دیں۔ایک اور معزز رکن نے کمیٹیوں کی کارکردگی کے حوالے سے بات کی تھی اس کا بھی میں یہ جواب دینا چاہتی ہوں کہ:

According to Rule 154 the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 until or unless a matter is referred to a Committee it cannot convene the meeting.

تو یہ یا تو رولز آف پروسیجر میں ترمیم لائیں تو پھر ہی کمیٹی کی کارکردگی بہتر ہو سکتی ہے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ معزز ایوان قواعد و ضوابط سے ہی چلتا ہے اور قواعد و ضوابط سے کے مطابق آج ایک بات بڑی کھل کر سامنے آئی ہے کہ یہ ہمارے بھائی جو قائدین یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں یہ اگر کوئی فیصلہ کرتے وقت یا کوئی اسمبلی میں موقف اپناتے ہوئے اپنے دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کر لیا کریں تو شاید ان کو یہ embarrassment کا سامنا نہ کرنا پڑے جو اب سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ قائدین کوئی بات کر رہے ہیں اور ان کی پارٹی کے اراکین کوئی بات کر رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلا جمہوری اصول یہ ہے کہ جو موقف آکر آپ اسمبلی میں اپناتے ہیں وہ مؤقف اپنے دوستوں کے ساتھ مشورے سے adopt کریں تاکہ آپ کو ہاؤس میں embarrassment نہ ہو۔ آج پیپلز پارٹی کے دوستوں نے جو بات کی باقی دوست بھی ووٹنگ میں آپ دیکھ لیں گے۔

جناب چیئرمین! ہوا یہ تھا کہ اسی معزز ایوان میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی وہ کمیٹی 28 کو بنائی گئی کمیٹی کے اراکین کے نام میں پڑھ دیتا ہوں۔ کیپٹن (ر) مشتاق کیانی صاحب، نذر فرید کھوکھر، نجف سیال، نذر حسین گوندل، حفیظ اللہ خان، رائے اعجاز احمد، راجہ شفقت عباسی، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ، عظمیٰ زاہد بخاری، شیخ اعجاز احمد، مہر اشتیاق احمد، چودھری اصغر علی گجر صاحب تھے یہ تمام اراکین تھے۔

جناب چیئرمین! اب جن خدشات کا اظہار یہاں پر کیا جا رہا ہے سب سے پہلا مسئلہ یہی کمیٹی میں زیر بحث آیا کہ کیا ہمیں تنخواہوں میں اضافہ کرنا چاہئے یا نہیں۔ یہ پیرا نمبر 2 جو کمیٹی کے minutes ہیں اس میں یہ درج ہے۔

(اذان عصر)

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ کمیٹی نے اس پر غور کیا اور کمیٹی نے سب سے پہلے یہ دیکھا کہ کیا اضافہ ہونا چاہئے یا نہیں۔ میں minutes کے حوالے سے بات کر رہا تھا۔

> The first question raised by the Committee was: Whether the salaries and allowances of the public representatives should be revised or not. The Committee unanimously decided that since pay and allowances were last revised in year 2002, therefore, these should definitely be increased keeping in view inflationary trend in the prices.

جناب چیئرمین! اب گزارش ہے کہ کمیٹی نے ایک فیصلہ کیا اور کمیٹی کے فیصلے کے بعد discussion ہوئی discussion کے بعد اضافہ دیا گیا۔ اب یہاں پر دو تین چیزیں ہیں جو دوستوں نے فرمائی ہیں۔ میں ان کی ذاتی رائے تو کہہ سکتا ہوں لیکن اس معزز ایوان کی رائے نہیں کہہ سکتا۔ ذات کے حوالے سے انہوں نے بات کی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے معزز رکن اسحاق بچہ صاحب نے جو فرمایا اپنی ذات کے حوالے سے یہ آزاد ہیں جو مرضی فیصلہ کریں۔ جو شخص تنخواہ لینا نہیں چاہتا کیا زبردستی اس کی جیب میں تنخواہ ڈالی جا رہی ہے؟ جو دوست یہاں پر نہیں لینا چاہتے اگر اپوزیشن سے کوئی دوست تنخواہ نہیں لینا چاہتا تو اس کے متعلق میں بعد میں عرض کروں گا لیکن پہلے میں دو مثالیں یہاں پر دینا چاہوں گا۔ اگر ہمارے جناب سپیکر اس وقت تنخواہ نہیں لیتے وہ اپنے الاؤنسز میں اضافہ بھی نہیں چاہتے اگر ان کے الاؤنسز میں اضافہ کر بھی دیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ میں نہیں لوں گا تو ان پر کیا قدغن ہے، ان پر کوئی قدغن ہے؟ اسی طرح قائد ایوان تنخواہ نہیں لیتے آپ جتنا مرضی اضافہ کر دیں وہ نہیں لے رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وہ حکومت کے خزانے میں ہی رہتا ہے وہ نہیں لیتے۔ اب اصولی طور پر جن لوگوں کو عوام کا بہت زیادہ دکھ ہے ان کو بھی تو یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ کیا انہوں نے تنخواہیں لینی ہیں یا نہیں لینی۔ قائد ایوان کے مقابلے میں قائد حزب اختلاف لے رہے ہیں یا نہیں لے رہے ہیں۔ وہ تنخواہ بھی لے رہے ہیں اور الاؤنسز بھی لے رہے ہیں۔ میرے بھائی رانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا جو لوگ اپنے

گھروں میں رہتے ہیں ان کو کرایہ بھی نہ دیا جائے منسٹر کرایہ نہ لیں لیکن قائد حزب اختلاف بجلی کا بل بھی یہاں سے لے کر جاتے ہیں، الاؤنسز سارے لیتے ہیں۔

آوازیں: شیم، شیم، شیم۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: باتیں کرنی بہت آسان ہیں میں سمجھتا ہوں کہ۔۔۔

چودھری زاہد پرویز: یہ ان کا استحقاق ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: تو کیا باقیوں کا استحقاق نہیں ہے۔ میری بات سن لیں۔ انہیں بہت تکلیف ہوئی ہے کیونکہ سچ کڑوا ہوتا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج بھی جو شخص نہیں لینا چاہتا میں ان سارے اپوزیشن کے بھائیوں سے جو اصافہ نہیں لینا چاہتے یہ مجھے لسٹ دیں اور اوپر ایک نمبر پر میرا نام لکھیں۔آئیں یہ ساری کسی یتیم خانے کو دے دیتے ہیں۔(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین! یہ دیکھ لیں یہ ان کا جمہوری رویہ ہے۔ میں آگے اور بات کروں گا جس سے ان کو مزید آگ لگے گی۔یہاں کہا گیا غریبوں کی حکومت، غریبوں کے گھر کے چولہے بجھ رہے ہیں، غریب خودکشیاں کر رہے ہیں اور ان غریبوں کے نمائندے جو اپنے آپ کو حقیقی نمائندے کہتے ہیں لندن میں اجلاس کرتے ہیں۔

حکومتی بنچز سے آوازیں: شیم، شیم، شیم۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: خدا کے لئے کوئی اصول اپنائیں، کوئی اصول اپنائیں۔آپ میں سے، آپ سارے میری طرح سفید پوش لوگ ہیں۔آپ کو بھی کل اجلاس کے لئے لندن میں طلب کیا گیا ہے۔ کہاں سے کرایہ دیں گے، کہاں سے کرایہ دیں گے اور لندن میں اجلاس کرنے کے لئے جائیں گے؟ غریبوں کے نمائندے وہ ہوتے ہیں جو غریبوں میں بیٹھ کر سیاست کرتے ہیں۔(شیم، شیم)

جناب چیئرمین! یہ بہت آسان باتیں ہیں۔ بہت آسان باتیں ہیں۔ میں یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں mis-conception، کسی وزیر کے گھر کا کرایہ نہیں بڑھایا جا رہا، کرایہ وہی ہے جو کہ وزیر پہلے بھی لیتے تھے آئندہ بھی لیں گے۔ جناب! آپ خود بھی وزیر رہے ہیں، جو وزیر اپنے گھر میں نہیں رہتا وہ کرایہ لیتا ہے۔ کس حکومت میں، کس وزیر نے وہ کرایہ نہیں لیا ماسوائے

چودھری پرویزالہیٰ کے بتائیں؟ سارے لیتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)
اس لئے میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ بات کی گئیunlimited، کون سی چیز کو unlimited کیا گیا ہے۔یہاں ہاؤس میں ایک دفعہ بات ہوئی تھی، مشتاق کیانی صاحب نے بات کی تھی کہ وزراء کے گھر جو ہیں وہ ان کوfurnished کر کے دیئے جائیں۔یہاں پر بات ہوئی ایک لاکھ کی، دو لاکھ کی، پانچ لاکھ کی، پھر کہا کہ نہیں جی صرفfurnished گھر لکھ دیئے۔یہاں پر اعتراض آیا کہ یہ unlimited بات ہو جائے گی۔ ہم نے اس سے اتفاق کیا۔آج بھی میں اس بات کا اس معزز ایوان میں دوبارہ اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ وزراء کے متعلق صرف دو باتیں آئی ہیں کہ اگر وزراء کو گھر دیا جائے توfurnish گھر دیا جائے۔ ہم نے وہاں لکھا ہے کہreasonably furnished گھر۔ اس میں، میں آپ سے استدعا کروں گا کہ دو ممبر آپ کی طرف سے بیٹھ جائیں، دو ٹریژری بنچز کی طرف سے بیٹھ جائیں،reasonable کی جوdefinition آپ کر کے دیں گے وہی ہم من و عن رولز میں لے کر آئیں گے۔ ہم اس کوloose end نہیں چھوڑنا چاہتے۔(نعرہ ہائے تحسین)
وزراء کے لئے یہاں کہا گیا ہے کہ جن کے پاس سرکاری گھر نہیں ہیں اگر ان کو گھر چاہئے تو گورنمنٹ کرایہ پر ان کو ریکوزیشن کر کے دے،اس کیlimit بھی آئیں مل کر، یہ معزز ایوان کے اراکین مل کر ان کے لئے ایکceiling مقرر کر دیں وہ اس کے مطابق لیں۔اس کو بھی ہمloose end نہیں چھوڑنا چاہتے لیکن اس کو اس تناظر میں لینا کہ غریبوں کی حق تلفی ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت غریبوں کے لئے جو کچھ کر سکتی ہے وہ کر رہی ہے اور اپنے وسائل سے بڑھ کر کر رہی ہے۔ابھی تین چار دن پہلے کی بات ہے کہ ہماری حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ دالوں پر بھی سبسڈی دی جائے، چینی پر بھی سبسڈی دی جائے، آٹے پر سبسڈی دی جائے اور یہ پہلے جو پانچ لاکھ کیceiling تھی اب اس کو بڑھا کر دس لاکھ کر دی گئی ہے تو اور یہ موجودہ حکومت کیا کر سکتی ہے لیکن اس کے باوجود میں یہاں کہنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس گورنمنٹ کی اس طبقے کے ساتھ یہ commitment ہے جو طبقہ سفید پوش ہے، جس طبقے کے پاس وسائل کم ہیں، ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان طبقوں کو بھرپور وسائل فراہم کریں۔اگر ہمارے ان وسائل سے میں سمجھتا ہوں کہ غریبوں کا کچھ بن سکتا ہے تو آئیں مل جائیں۔

رانا آفتاب صاحب!آپ نے کہا کہ You don’t want to become a party to it.، لکھ کر دیں، آپ تنخواہ مت لیں، اور کسی دوست کو نہیں چاہئے، مت لیں لیکن خدا کے لئے یہ

مت کریں کہ کل آپ تنخواہیں بھی لیں اور آپ پارٹی بھی مت بنیں۔یہ نہ کریں۔اس کی میں چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ میں نام نہیں لینا چاہتا، میں یہ حاضری رجسٹر آپ کو دے رہا ہوں، آپ کی پارٹی کے بہت سینئر رکن آج اس معزز ایوان میں موجود نہیں ہیں اور ان کی یہاں پر حاضری لگی ہوئی ہے۔کیا یہ غریبوں کے وسائل نہیں ہیں جو وہ گھر بیٹھے لے لیں گے ؟(شیم، شیم)

be realistic، خدا کے لئے، آئیں ہم اچھی approach لے کر آگے چلیں اس لئے یہ کسی فرد کی ذات کی بات نہیں ہے۔یہ اس پورے معزز ایوان کے دونوں اطراف بیٹھے ہوئے تمام اراکین کا اضافہ کیا جا رہا ہے، across the board کیا جا رہا ہے اور حالات و واقعات کے مطابق کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی حتمی بات نہیں ہے۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ زیادہ ہے تو ہم آپ کے ساتھ بیٹھ کر اس کو revise کرنے کے لئے تیار ہیں۔اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے زیادہ کر دیا ہے تو اس میں ترمیم کی جا سکتی ہے لیکن خدارا!اپنی صفوں میں بیٹھے ہوئے، ادھر بیٹھے ہوئے ان شریف اور معزز لوگوں کا، سفید پوشوں کا خیال ضرور رکھئے کہ جو صرف اور صرف رزق حلال پر یقین رکھتے ہیں۔اس لئے میری صرف آپ سے استدعا تھی، یہی میری گزارش تھی۔

جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ اب bill کو take up کیا جائے۔

MR CHAIRMAN: Thank you. The motion moved and the question is:

> That the requirements of Rules 93,94 and 95 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 may be dispensed with under Rule 234 of the Rules ibid, for introduction, consideration and passage of the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Minister for Law.

مسودات قانون

(جو زیر غور لائے گئے)

مسودہ قانون نظر ثانی مشاہرات عوامی نمائندگان پنجاب مصدرہ2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I introduce the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006

MR CHAIRMAN: The Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006 has been introduced in the House under Rule 91/5 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997.

Now, we take up the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives

Bill 2006. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:-

> That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006 be taken into consideration at once.

MR CHAIRMAN: The motion moved:

> That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006 be taken into consideration at once.

RANA SANA ULLAH KHAN: I oppose it.

MR ARSHAD MEHMOOD BAGGU: I oppose it.

آوازیں: پہلے oppose ہو چکا ہے۔

جناب چیئرمین: پہلے oppose ہو چکا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! یہ oppose ہو سکتا ہے اور میں نے اس کو اس لئے oppose کیا ہے کہ میں نے جو گزارشات کی تھیں ان کے متعلق یہ ہے کہ یہاں پر پانچ جگہوں پر unlimited ہے۔یوٹیلٹی بلز سارے کے سارے unlimited ہیں۔دو کا انھوں نے admit کیا ہے کہ اس جگہ پر reasonably furnished اور ایک دوسری جگہ پر unlimited ہے، آپ ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں تو ہم اس کی reasonable limit طے کر لیتے ہیں۔اگر اس بات کو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس ہاؤس میں discussion کا مقصد یہی ہے کہ جس بات پر آپ consensus پر آ جائیں یا جس بات کو آپ تسلیم کر لیں تو پھر اس کو آپ کریں۔پھر یا تو یہ جو متعلقہ پانچ جگہوں پر unlimited ہے اس کو لاء منسٹر صاحب روک لیں یا اس کو pending کر لیں۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میری رانا صاحب سے گزارش ہے کہ یہ ذرا پڑھ دیں کہ un limited لفظ کہاں لکھا ہوا ہے تاکہ میرے knowledge میں بھی اضافہ ہو جائے، unlimited لفظ پورے بل میں سے نکال دیں تاکہ میرے knowledge میں بھی اضافہ ہو سکے۔

رانا ثناء اللہ خان: میری بات سنیں۔ بات یہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ furnished house والی بات کو ہم نے reasonably furnished کر لیا ہے۔یہ reasonably کی مجھے limit بتا دیں کہ یہ کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میرا اس معزز ایوان میں on the floor of the House word of honour ہے کہ ہم نے reasonably کا لفظ لکھا ہے۔اس کے بعد میں نے ابھی دعوت دی تھی اور انشاء اللہ تعالیٰ رانا صاحب، ارشد بگو صاحب اور رانا آفتاب صاحب تینوں کمیٹی کے ممبر ہوں گے۔تین بندے ادھر سے ممبر ہوں گے، یہ چھ بندے reasonable کی جو definition کہیں گے ہم قبول کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: بہتر، تو پھر اس کو pending کر لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! اس میں بعد میں پھر رولز فریم ہونے ہیں۔رولز میں reasonable کی definition unlimited نہیں ہے، unlimited نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: اگر reasonably کی کوئی limit ہے تو یہ بتادیں کہ دس لاکھ، پندرہ لاکھ۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ اس میں کوئی unlimited لفظ نہیں ہے۔ رہی بات یہ کہ دو جگہ پر reasonable کا لفظ ہے، reasonable سے ہماری مراد یہ ہے کہ منسٹرز کے ہاؤسز کو furnish کرنے کے حوالے سے اور دوسرا اس کے رینٹ کے حوالے سے، وہ آگے رولز میں جا کر اس نے specify ہونا ہے۔ رولز کو ہم ان تینوں ممبرز کو ساتھ بٹھا کر بنائیں گے، پھر جس میں یہ مطمئن ہوں گے ہم وہ کریں گے۔

جناب چیئرمین: پھر reasonable کے لفظ کے لئے ہم چھ رکنی کمیٹی بنا دیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! خود یہ ایک بات کو تسلیم کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد کہتے ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: رولز میں آنا ہے۔

جناب چیئرمین: رولز میں آنا ہے اور رولز کے لئے کمیٹی بنا دیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میں بات کو سمجھ گیا ہوں اور میں آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں کہ یہ اس بات کو رولز میں لائیں گے اور رولز کو جب دل چاہے گا، جیسے دل چاہے گا دوبارہ amend کر دیں گے۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! ہم کمیٹی بنائیں گے اور کمیٹی کی سفارشات اس ہاؤس میں آئیں گی، پھر بات کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! اگر اس چیز کو یہاں پر لے آئیں گے تو پھر اس کو بڑھانے کے لئے دوبارہ یہاں آنا پڑے گا۔ جب رولز میں لائیں گے تو پھر جب دل چاہے گا جیسے مرضی کر لیں گے۔ یہ فرق ہے۔

جناب چیئرمین! دوسرا میں محترم لاء منسٹر صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ بات یہ ہے کہ بہت سینئر رکن جو اپوزیشن سے ہیں ان کی حاضری لگی ہوئی ہے اور وہ یہاں نہیں ہیں۔ اس طرح کے سینئرز آپ کی طرف بھی ہیں لیکن میں ان کو point out نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے اس چیز کو چیک کرنے کے لئے ممبران کو کارڈز جاری کئے ہوئے ہیں اور جب یہ کارڈ لے کر ممبر گزرے گا، لابی سے in House آئے گا تو مشین کے ذریعے خود بخود اس کی

present markہو جائے گی۔یہ کارڈ تو بنا کر ہمیں دے دیئے گئے ہیں لیکن وہ مشین ابھی تک fixنہیں کی گئی۔ہم نے انھیں کب منع کیا ہے کہ جناب! یہ انتظام آپ نہ کریں۔ مشینیں ان کے پاس آئی پڑی ہیں۔ان کے اپنے بندے انھیں ایسا نہیں کرنے دیتے اور یہ الزامات اپوزیشن کو دے رہے ہیں۔یہ ان کے بس میں ہے یہ صبح سے ہی اس نظام کو نافذ کروادیں۔ ہمارے پاس کارڈ ہیں اگر کسی ممبر کے پاس کارڈ نہیں ہے تو اسےissueکریں اور صبح سے ہی ان مشینوں کو چالو کریں اور جو آدمی نہیں آتا اس کی حاضریmarkنہ ہو۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! متنازعہ دو شقیں ہیں جن میں سے ایک کو میں پڑھ دیتا ہوں۔یہ گھروں کے بارے میں ہے۔

> "The residence shall reasonably be furnished by the Government in the manner as may be prescribed."

اب ہم نے رولز میںmanners prescribedکرنے ہیں اور رولز کے لئے میں نے ان کو دعوت دے دی ہے کہ تین صاحبان ہمارے ساتھ شامل ہوں گے تو ہم رولز بنائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد کوئی اعتراض والی بات نہیں رہتی۔

رانا ثناء اللہ خان: ابھی وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔جناب! یہ page-3ہے۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! میری بات سنیں۔ جہاں جہاں لفظ unlimited or reasonablyہے وہ سب اس کمیٹی میںdiscussہو جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: وزیر قانون صاحب نے کہا ہے کہ یہ صرف دو جگہ پر ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔آپ page-3پر آجائیں، یہ کلاز(4) ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! جہاں بھی یہ لفظ ہو گا اس بارے میںdiscussہو جائے گا اور کمیٹی فیصلہ کر دے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! یہ ہم رولز میں کریں گے۔

رانا ثناءاللہ خان: رولز تو یہ بعد میں اپنی مرضی سے تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب بعد میںrules change نہیں ہوں گے۔یہ ہماری commitment ہے کہ ہم ان کوchange نہیں کریں گے۔آپ کی موجودگی میں جو فیصلہ ہوگا اس کو بعد میں تبدیل نہیں کیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: یہcommitment تو راجہ بشارت صاحب دے رہے ہیں۔کیا وزیر قانون legally یہcommitment دے سکتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میرا جواب صرف یہ ہے کہ کیا میری اور آپ کی ساری کوششوں کے باوجود رانا صاحب نے مطمئن ہو جانا ہے؟انھوں نے پہلے ہی کہا ہے کہ وہ اس کے حق میں نہیں ہیں۔انھوں نے آخری وقت تک مطمئن نہیں ہونا، ہم جتنی مرضی یقین دہانی کروا دیں اس لئے میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ ان کی بات سن چکے ہیں اب آگےproceed کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا!پورا ایک سال راجہ صاحب میرے ساتھ متفق رہے ہیں۔آپ بے شک ان سے پوچھ لیں۔اب جبpressure پڑا ہے تو یہ بدل گئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین!میںpersonal explanation پر ہوں۔

جناب چیئرمین: جی،فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب! میں بالکل سو فیصد رانا صاحب کے ساتھ متفق رہا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ یہ اضافہ نہ ہو لیکن میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں کہ یہ ایک جمہوری فیصلہ ہے۔ ہماری جماعت جمہوری جماعت ہے۔جو اکثریت کا فیصلہ ہے وہی میرا فیصلہ ہے۔یہ میرے ان سارے بھائیوں کا فیصلہ ہے لہذا ان پر میں اپنی ذاتی رائے مسلط نہیں کر سکتا۔آج جو ان کا فیصلہ ہے وہی میرا فیصلہ ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب چیئرمین!راجہ صاحب میرے بڑے محترم ہیں،انھوں نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان کا دل ہمارے ساتھ ہے مگر ان کی تلوار یزید کے ساتھ ہے۔میں راجہ صاحب کی توجہ چاہوں گا۔یہاں کلاز9-A Travelling within Pakistan میں کہا گیا ہے کہ یہbusiness class air fare میںtravel کریں گے۔ دوسرا sub clause(b) میں ہے کہ:

8-A. (b) Cost of transporting personal luggage up to fifty kilograms including the free allowance given by the air company.

جناب چیئرمین!اگر یہ اکانومی کلاس میں بیٹھ جائیں گے تو کیاان کے رتبے میں کوئی کمی آجائے گی؟یہ بوجھ خزانے پر ہی پڑے گا۔آپ بزنس کلاس اور اکانومی کلاس کا فرق دیکھیں،اس سے تقریباً75 فیصد بڑھ جاتا ہے۔اگر یہ لندن جاتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب والا!لندن یہ جاتے ہیں ہم نہیں جاتے۔

رانا آفتاب احمد خان:چلیں ہم جاتے ہیں اور قسمت والے جاتے ہیں۔اگر آپ انھیں پاکستان سے نہ بھیجتے تو انھوں نے یہیں پر ہی ہونا تھا۔میں کہوں گا کہ یہ unnecessary expenditure ہے۔بزنس کلاس والے نے جلدی نہیں پہنچ جانا،پہنچنا اس نے بھی اسی وقت میں ہے۔چونکہ یہ luxuries پر یقین رکھتے ہیں کہ وہاں پر ان کو different cutlery ملے گی، انھیں کھانا different ملے گا،ان کا baggage علیحدہ ہوگا۔یہ classification پیدا کر رہے ہیں۔یہ عام لوگوں کے ساتھ کیوں travel نہیں کر سکتے؟

جناب سپیکر!آپ یہ بھی چیک کریں کہ اگر آپ کے وزراء کسی دوسرے شہر میں شادی پر بھی جاتے ہیں تو اپنا سرکاری دورہ بنا کر جاتے ہیں کہ meeting with so and so،اس متعلقہ افسر سے چائے، کافی پیتے ہیں، شادی attend کرتے ہیں۔کیا اس میں کوئی moral justification ہے؟راجہ صاحب نے بالکل درست بات کی ہے میں بھی کہتا ہوں کہ جو لوگ حاضری لگاتے ہیں اخلاقی طور پر یہ بداخلاقی ہے۔ہمیں سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر ہمارا نام ہے تو پھر آپ ہمیں کہہ سکتے ہیں۔اس پر آپ اپنا چیک اینڈ بیلنس کا نظام ٹھیک کریں۔

جناب والا!یہاں پر ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ غیر ملک میں بیٹھے ہوتے ہیں لیکن یہاں ان کی حاضری لگ رہی ہوتی ہے،آپ کے ممبران ایسے ہیں، میں ثابت کر دوں گا۔ I would take to say, please don't compel me to disclose the details اب issue یہ ہے کہ آپ travel پر پیسے کیوں بڑھا رہے ہیں؟اکانومی میں ہی آپ سفر کیوں نہیں کرتے؟ایک طرف کہتے ہیں کہ ہم سادگی میں زندگی گزار رہے ہیں دوسری طرف آپ لندن یا بیرون ملک جانے کے لئے ڈیڑھ لاکھ کا ٹکٹ مانگ رہے ہیں۔میں ان grounds پر اس کو oppose کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! آپ بھی وزیر رہے ہیں جب حکومت نہیں ہوتی تو بیوروکریسی گھروں پر قبضہ کر لیتی ہے۔ وہ ان گھروں کا بُرا حال کر دیتے ہیں۔ ہمارے ڈپٹی سپیکر کو ایک سال تک گھر نہیں مل سکا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب! یہ وہی بیوروکریسی ہے کہ جب آپ چلے گئے ہیں تو انھوں نے آپ پر یہ charge لگا دیا ہے کہ misuse of car حالانکہ اگر misuse of cars کرتے ہیں تو وہ سرکاری افسران کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! آپ پہلے میری بات سن لیں۔ آج سے چھ ماہ قبل میں نے یہ ایک کمیٹی بنائی تھی۔ میرے بارے میں ایم پی اے صاحبان کہتے ہیں کہ یہ تنخواہیں بڑھانے والا ہے۔ اللہ کا مجھ پر بڑا فضل ہے۔ اللہ نے رزق دیا ہوا ہے۔ چار مرتبہ میں نے حج کیا، چار دفعہ عمرہ ادا کیا۔ بچے اچھے سکولوں ایچی سن میں پڑھتے ہیں لیکن میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا تین روپے کلو میٹر کے حساب سے سفر ہو سکتا ہے؟ اصول کی بات کریں۔ یہ کسی کی ذات کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر کسی نے تنخواہ نہیں لینی تو وہ نہ لے لیکن آپ ممبران کی جائز ضروریات تو پوری کریں۔ کفر اور اسلام کی دیوار ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ جب پیسے نہیں ہوں گے تو بندہ کیا کرے گا؟ پیسے ہوں گے تو ہم اپنے ووٹروں کو اچھا کھانا کھلائیں گے۔ ہم نے زیادہ تنخواہ نہیں بڑھائی۔ ہم نے کون سی مد میں زیادہ تنخواہ بڑھا دی ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ لاہور میں دس ہزار روپے میں کرایہ پر ایک کمرہ کا فلیٹ نہیں ملتا۔ آپ جائز بات پر تنقید کریں ہم سننے کو تیار ہیں۔ بگو صاحب میرے ساتھی ہیں، جب میٹنگ میں بات ہوتی تھی تو یہ کہتے تھے کہ جی رائے اعجاز منافقت نہیں کرتا۔ اگر یہ بل آیا ہے تو نذر فرید کھوکھر صاحب کی محنت سے آیا ہے، مشتاق کیانی صاحب نے محنت کی ہے۔ یہ بل کابینہ میں oppose کیا گیا لیکن مشتاق کیانی صاحب نے محنت کر کے وزیر اعلیٰ صاحب کو agree کیا۔ وزیر اعلیٰ صاحب کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ یہ اضافہ یکم جولائی 2006 سے کیا جائے وگرنہ آپ 8۔ جون کے اخبارات دیکھ لیں۔ ہائی کورٹ کے ججز کے لئے ساڑھے چھ روپے فی کلو میٹر کیا گیا ہے اور یکم جولائی 2005 سے لاگو کیا گیا ہے۔ ہم اپنا حق مانگ رہے ہیں، ہم کوئی beggars نہیں ہیں۔ یہ ہمارا right ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہو گا کہ کمیٹی میں راجہ شفقت عباسی صاحب کی طرف سے تجویز تھی ، جو کہ ان کی جماعت کے رکن ہیں کہ اس کو with retrospective effect کیا جائے اور پچھلے تین سال کے پیسے بھی ملنے چاہئیں۔ میرے بھائیو!

اپنے ساتھیوں سے پوچھ تو لیا کرو۔ وہ تو تین سال پہلے کے بھی مانگ رہے ہیں، آپ ان سے پوچھ لیں۔ دوسرا میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ انھوں نے بل کو پڑھا نہیں ہے۔ یہ بزنس کلاس کا تو پہلے سے موجود ہے۔ یہ ہم کوئی نیا اضافہ نہیں کر رہے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ تنخواہوں میں نماز کو ہی بھول گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! ہم ابھی پندرہ منٹ کا وقفہ کریں گے۔ جی، کیانی صاحب! پہلے آپ بات کر لیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب چیئرمین! میں اپنے بھائیوں سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ کہوں گا کہ خدا کے لئے اپنے اوپر کیچڑ اچھالنا بند کریں۔ منافقت بند کرو، اپنے آپ کو بڑا لیڈر کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دس ہزار روپے تنخواہ کس کو ملتی ہے I don't want to name کہ کس کو دس ہزار ملتے ہیں۔ آپ کیا باتیں کرتے ہو یار؟ سچی بات کرو میں پچھلے ساڑھے تین سال سے دیکھ رہا ہوں۔ ہم سب بھائی ہیں۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ ہر آدمی کی مالی حالت ابتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ غریب آدمی پس رہا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ادھار لے کر اپنے مکان بیچ کر اسمبلی چلائیں۔ کیسے چلاؤ گے؟ خدا کے لئے اچھی رائے پر ہم سب کو اکٹھا ہونا چاہئے۔ اگر ہم سیاستدان ایک دوسرے کی عزت نہیں کریں گے تو کوئی اور ہماری عزت نہیں کرے گا۔ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ بگو صاحب! مجھے دو منٹ بات کرنے دیں۔ میں آپ کی بہتری کی بات کر رہا ہوں۔ میں وزیر ہوں میں نے تو آپ کی بات کی ہے۔ میں اپنی بات نہیں کر رہا کہ میری تنخواہ بڑھا دو۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ let us face the reality. The reality is کہ ایم پی اے کی دس ہزار تنخواہ اور دس ہزار روپے ہاؤس رینٹ۔ آپ اپنے حلقے کے لوگوں کو بتاؤ تو وہ کہیں گے کہ شرم کرو تسئیں۔ تم اپنے لئے یہ مانگتے ہو؟ یار خدا کے لئے مانگنا تو سیکھو۔ خدا کی قسم وزیر اعلیٰ صاحب ایسے بندے ہیں کہ آپ جو مانگیں گے وہ دیں گے۔ unlimited قسم کے فنڈز ملتے ہیں۔ ہم ادھر کسی کو compare نہیں کرنا چاہتے۔ آج میں وزیر ہوں اللہ کرے کل رانا صاحب ہو جائیں۔ یہ تو ایک process ہے لیکن میری صرف یہ درخواست ہے کہ ایک دوسرے کی عزت کریں اور ایک دوسرے کے لیڈرز کی عزت کریں۔ I was the Chairman of first Special Committee اس وقت جو

میرے ساتھ ممبر تھے آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ میں نےrecommend کیا تھا کہ قائد حزب اختلاف کو فون بھی دو اور سب کچھ دو۔ میں تو شروع سے کہہ رہا ہوں۔

جناب والا! میں ایک ایئر فورس کا ایک ریٹائرڈ اور سیدھا سا افسر ہوں۔ یار ہم تیس سال جوانی کے ادھر دے کر آتے ہیں اور رگڑے کھا کر آتے ہیں۔ ہم اپنا سب کچھ دے کر آتے ہیں۔ آپ ہر فوجی کو ملیا میٹ نہ کرو۔ میرے بھائیو! ہم آپ میں سے ہیں۔ ابھی آپ کو نظر نہیں آ رہے لیکن اس ملک کی خدمت کرتے ہوئے میرے سارے بال سفید ہوئے اور یہ خدمت کرنا بڑی مشکل ہے۔ آپ سب محنتی اور اچھے لوگ ہیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! ہم اقتدار کے ایوانوں میں کبھی بھی ایئر فورس کے نہایت اچھے افسروں کو شامل نہیں کرتے۔ یہ بڑی افسوسناک بات ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ باقی کارروائی نماز کے وقفے کے بعد کر لیں تو مناسب ہو گا۔

جناب چیئرمین: نماز عصر کے لئے 15 منٹ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(نماز عصر کے وقفہ کے بعد جناب چیئرمین رائے اعجاز احمد
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! آپ کا بڑا شکریہ کہ آپ نے مجھے دوبارہ ٹائم دیا ہے۔ راجہ صاحب بار بار ایک بات کو insist کر رہے تھے کہ یہ تنخواہیں چھوڑ دیں۔ یہ کیوں تنخواہیں لے رہے ہیں۔ اگر انھوں نے oppose کیا ہے تو یہ لکھ کر دیں کہ تنخواہیں نہیں لیں گے۔ میں اس کو کرتا ہوں۔ میں ان کے علم کے لئے ان کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ قومی اسمبلی میں بھی تنخواہیں بڑھی تھیں۔ وہاں پر ہمارے 28 کے قریب ایم این ایز ہیں جو زائد تنخواہیں اپنے پاس نہیں رکھتے بلکہ وہ الخدمت فاؤنڈیشن کے ویلفیئر فنڈ کو دے دیتے ہیں۔ ہمارا کوئی بھی ایم این اے تنخواہ نہیں لیتا۔ یہ فیصلہ تو ہم کریں گے کہ کس نے تنخواہ لینی ہے اور ہم نے کس طرح کرنا ہے۔

جناب سپیکر! یہ بار بار یہ بھی فرما رہے تھے کہ اپوزیشن کے لوگ ان کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔ میں اس کے خلاف تھا۔ ہمارے لوگوں نے جمہوریت کا اظہار کیا ہے۔ میں یہاں بھی راجہ صاحب کو آپ کی وساطت سے کہوں گا کہ یہاں بھی جمہوریت ہے۔ ہم نے بھی اپنے اپوزیشن کے

دوستوں کو کہا ہے کہ وہ جمہوریت کا اظہار کریں۔ اگر وہ تنخواہیں لینا چاہتے ہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہم نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اگر ہمارے دوست یہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، یہ ان کی صوابدید ہے، یہ ان کا اپنا مزاج ہے اور یہ بھی جمہوریت کی عکاسی ہے۔

جناب سپیکر! انھوں نے بار بار attendance sheets اٹھا کر کہا کہ دیکھیں کہ ایک سینئر ممبر پیپلز پارٹی کی یہاں پر حاضر نہیں ہیں اور ان کی حاضری لگی ہوئی ہے۔ میں ان سے کہوں گا کہ یہ attendance sheet لے لیں اور آج ابھی اسی وقت دو ممبران کی کمیٹی بنالیں۔ گورنمنٹ پارٹی کی اکثریت یہاں پر حاضر نہیں ہو گی جن کی حاضری لگی ہوئی ہے تو پھر یہ ہمیں کہیں۔

جناب سپیکر! ہم کہتے ہیں کہ ضروریات زندگی تو انسان کی ختم نہیں ہوتیں۔ کسی نے مولانا ابوالکلام آزاد سے خواہشات کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا تھا کہ قبر کی مٹی ہی خواہشات کو بھرے گی۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ انسان کو اگر ایک پہاڑ سونے کا دے دیا جائے تو یہ کہے گا کہ دوسرا بھی مجھے دے دو اور تیسرا بھی مجھے دے دیا جائے۔ یہ ہمارا جمہوری حق ہے کہ ہم اس پر بات کریں۔ ہمارا اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی ذاتی اختلاف تو نہیں ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس ماحول میں جو تنخواہیں بڑھائی جا رہی ہیں یہ ماحول درست نہیں ہے۔ اس وقت لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں، لوگ بھوکے مر رہے ہیں، لوگوں کے پاس پینے کا صاف پانی نہیں ہے اور ہم اپنی تنخواہیں بڑھا رہے ہیں۔ راجہ صاحب نے جو باقی باتیں کہیں ہیں انشاء اللہ ان کا جواب میں نہیں دوں گا بلکہ کل اور پرسوں کے اخباروں میں لوگ ان کو جواب دیں گے۔ وہ جواب جو میں یہاں پر ان کو نہیں دینا چاہتا۔ وہ انشاء اللہ میری طرف سے لوگ ان کو جواب دیں گے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ یہاں پر بہت بحث ہو رہی ہے۔ میں صرف اپنی information کے لئے اور میری اپنی لاعلمی ہے کہ ممبر کا تو daily ساڑھے چھ سو روپیہ بڑھے گا سیکرٹری اسمبلی کتنا لیتے ہیں۔ میرے علم میں جو ہے وہ تقریباً آٹھ سو روپیہ daily لیتے ہیں۔ یہ جو کہہ رہے ہیں ماحول صحیح نہیں ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جیسے اسحاق بچہ صاحب نے کہا ہے کہ کسی پر قدغن تو نہیں ہے جو ممبر نہیں لینا چاہتا وہ اپنی تنخواہ نہ لے وہ جمع کروادے، یتیموں کے فنڈ میں جمع کروادے۔ یہاں پر بہت سارے فلاحی ادارے ہیں۔

جناب والا! دوسری بات یہ کہ reality کیا ہے اور ممبر کا order of precedent

کیاہے؟آپorder of precedentدیکھیں اور اس حساب سے مراعات بھی دیکھیں۔ باقی غیر ممالک میں بھی دیکھیں کہ وہاں مراعات کیا ہیں؟یہاں پر بزنس کلاس کی بھی بات کی گئی،آپ بھی منسٹر رہے ہیں اور میں بھی منسٹر رہا ہوں۔مجھے بتائیں کہ 1995 میں جب میں امریکہ گیا تھا یا آپ گئے تھے تو ہم پرbindingتھی کہ ہم نے فرسٹ کلاس میں ٹریول کرنا ہے۔جب ایک ممبر یا ایک منسٹر باہر جاتا ہے تو وہ ملک کا نمائندہ بن کر جاتا ہے۔اس میں صرف یہ نہیں ہے کہ millions of people die for one yard of clothملک کا جھنڈا عزت اورhonourکی نشانی ہوتی ہے۔اسی طرح جوelected memberہوتا ہے یا منسٹر ہوتا ہے وہ بھی ملک و قوم کی رہنمائی کرتا ہے اور اسے عزت واحترام دیا جاتا ہے۔ اس میں جن ممبروں کو ضرورت نہیں وہ نہ کریں۔ مگر یہ بات ہم سب چاہتے تھے۔کون سے ممبر ہیں وہ کھل کر بات کریں کہ نہیں چاہئے۔جب چاہتے ہیں تو یہ کون سی منافقت ہے کہ ایک طرف سے ہم کہیں کہ یہ ہو جائے اور پھر ہم صرف مشوری کے لئے اس قسم کے بیانات دیں۔میں یہ نہیں سمجھتا کہ ہمیں ایک ممبر کو اپنا مافی الضمیر بیان کرنا چاہئے and he should be honoured to the core of his heart. It is the deed which matters not the wordsصرف لفاظی نہیں کرنی چاہئے بلکہ عملی مظاہرہ کرنا چاہئے۔اگر یہاں پر سیکرٹری اسمبلی-/800روپے لیتا ہے۔جب دوسرے ملکوں کے جو بھی ممبر بنتے ہیں ان کو پی اے بھی ملتا ہے، سیکرٹری بھی ملتا ہے ان کی مراعات بھی ملتی ہیں، ہاؤس رینٹ بھی ملتا ہے،ان کی آپ تنخواہیں دیکھ لیں اور مجھے بتائیں کہ آپ کنیڈا، لندن،امریکہ کے بارے میں بتا رہے تھے آپ خود بتائیں کہ ایک ممبر ان کا کیا لیتا ہے؟

جناب والا!یہ ممبر اپنا مافی الضمیر بیان نہیں کر سکتا۔میں یہ راجہ صاحب سے کہوں گا کہ یہ ساڑھے پانچ سو سے ساڑھے چھ سو کر رہے ہیں،یہ مہربانی کریں کہ سو روپیہ ہمارے منہ پر نہ ماریں۔ کم سے کمorder of precedentتو دیکھیں۔اگر ایک سیکرٹری اسمبلی-/800روپیہ ڈیلی لیتا ہے تو ایک ممبر کو زیادہ کیوں نہیں لینا چاہئے۔بلکہ میں یہ کہوں گا کہ ممبر کا ہزار روپیہ ڈیلی ہونا چاہئے۔ شکریہ

سید مجاہد علی شاہ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جی، مجاہد شاہ صاحب!

سید مجاہد علی شاہ:جناب چیئرمین!میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کافی دیر سے بحث ہو رہی ہے کہ

آیااس ہاؤس کے جو معزز ارکان اسمبلی ہیں ان کی تنخواہوں، الاؤنسز میں اضافہ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ حیرت ہوئی ہے کہ یہ منافقت کے چہرے ہمارے اوپر سے کب اتریں گے ؟یہاں پر کچھ دوستوں نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں یہ ناظم شاہ صاحب بات کر رہے تھے اور یہ پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔کیوں ایک دوسرے کو ہم کالا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جو صاحبان یہاں پر یہ تقریریں کر رہے ہیں وہ مجھے اٹھ کر جواب دیں کہ یہ ایک تنخواہ اسمبلی سے لیتے ہیں اور دوسری تنخواہ جماعت سے لیتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! مجھے خود قاضی حسین احمد صاحب نے بتایا ہے کہ ہم اپنے ایم پی ایز کو خود بھی تنخواہیں دیتے ہیں۔ایک تنخواہ ادھر سے لیتے ہیں اور دوسری تنخواہ یہاں سے لیتے ہیں۔آپ یہ بتائیں کہ ان کو تو ماشاءاللہ منصورہ میں بھی کمرے ملے ہوئے ہیں یہ جو بیچارے غریب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں یہ دور دور سے لیہ، بھکر، ڈیرہ غازی خان اور رحیم یار خان سے آئے ہوئے ہیں ان کے لئے منصورہ میں کوئی کمرہ نہیں ہے انہیں ہوٹلوں کے دروازے کھٹکھٹانے پڑتے ہیں۔آپ بتائیں کہ یہ تنخواہ میں جو اضافہ دیا گیا ہے یہ حالات کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ ان اراکین اسمبلی کو خراج تحسین پیش کرنا چاہئے جنہوں نے پچھلے چار سال ہر طبقے کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے اور خود صبر سے کام لیتے رہے ہیں جبکہ یہی اسمبلی ہر طبقے کو مراعات دیتی ہے۔آپ دیکھیں کہ ہر شعبے کے لئے جرنلسٹ کے لئے کالونیاں، ججز کے لئے کالونیاں اور مختلف طبقات کے لئے کالونیاں ہر کوئی اپنی ڈیمانڈ لے کر آتا ہے اس وقت انہیں کوئی رونا نہیں آتا۔ جب اسمبلی کے معزز اراکین کی باری آتی ہے تو مسئلہ بن جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! کیا ایک درمیانے طبقے کا آدمی، ایک غریب آدمی اس ہاؤس میں آکر لوگوں کو وہ سہولیات دے سکتا ہے جو ہم مراعات اس کو دیتے ہیں۔یہ غریب آدمی اور درمیانے طبقے کے آدمی کے لئے ایک راستہ رکا ہوا ہے اور جب تک آپ ان کو مراعات نہیں دیں گے تو یہ اپنے ووٹرز کے ساتھ جا سکتے ہیں، ان کی امداد کر سکتے ہیں، ان کے لئے ٹیلی فون کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو کنوینس مہیا کر سکتے ہیں۔یہ سوچنے والی چیزیں ہیں کہ کیا ہم نے آگے کے لئے یہ ہاؤس ان کے حوالے کرنا ہے جو صرف لینڈ لارڈ ہیں انہیں اب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اب بھی چاہیں تو اپنی تنخواہیں یہاں پر جمع کرا سکتے ہیں جیسا کہ راجہ صاحب نے کہا ہے۔ مگر خدارا! منافقت سے باز آئیں اور ان لوگوں کے لئے راستہ کھلا رکھیں جو اپنے پیسوں سے اور حق حلال کے پیسوں سے منتخب ہو کر آتے

ہیں اور حق حلال کے پیسوں سے اپنے فخریہ انداز میں، اچھے کردار میں اپنا وقت گزار رہے ہیں۔

MR ARSHAD MEHMOOD BAGGU: Point of explanation.

جناب چیئرمین: جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! مجاہد شاہ صاحب! ہمارے محترم بھائی ہیں اور اس ہاؤس کے فاضل ممبر ہیں۔ وہ پرانی کہاوت ہے کہ [******]

جناب چیئرمین: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ دوسری بات میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ قاضی حسین احمد ہمیں تنخواہ نہیں دیتا، نہ ہم تنخواہ لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: یہ ان کا ذاتی فیصلہ ہے۔ سپیکر پنجاب اسمبلی تنخواہ نہیں لیتے، وہ ٹی اے ڈی اے نہیں لیتے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں صرف انفارمیشن کے لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ خود اپنے رویے پر غور کریں کہ یہ کہاں تھے اور کہاں یہ چلے گئے ہیں؟ شکریہ

MR CHAIRMAN: The motion moved and the question is:

> That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006 be taken into consideration at once.

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Now we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR CHAIRMAN: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

---

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

CLAUSE 3

MR CHAIRMAN: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 4

MR CHAIRMAN: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 5

MR CHAIRMAN: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 6

MR CHAIRMAN: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR CHAIRMAN: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR CHAIRMAN: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is;

"That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR CHAIRMAN: Now, Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is;

"That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Third reading start. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

"That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006 be passed."

MR CHAIRMAN: The motion moved is:

"That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill 2006 be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

MR CHAIRMAN: The University of Central Punjab Lahore (Amendment) Bill 2005. First Reading starts. Now we take up

the University of Central Punjab Lahore (Amendment) Bill 2005. Minister for Law or Minister for Education may move it.

وزیر تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر تعلیم: شکریہ۔جناب چیئرمین!اس میں میری مؤدبانہ گزارش یہ ہے کہ University of Central Punjab (Amendment) Bill یہ گورنمنٹ لے کر آنا چاہ رہی تھی لیکن آپ کی انفارمیشن اور ہاؤس کی انفارمیشن کے لئے بھی کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے نیا criterion بنایا ہے تو اب ہم اس بل کو reform شکل میں دوبارہ لانا چاہتے ہیں کیونکہ انہوں نے نئے رولز اور پروسیجر ہمیں دے دیئے ہیں تو میری استدعا ہو گی کہ آپ اس بل کو رولز آف پروسیجرز کے رولز 110 جو کہ Withdrawal of Bills کے بارے میں کہتا ہے کہ:

> The member in-charge of a Bill may at any stage of the Bill moved for leave to withdraw the Bill and if such leave is granted the Bill shall stand withdrawn and no further motion shall be made with reference to this Bill.

تو میری یہ گزارش ہو گی کہ آپ اس کو withdrawal کے لئے ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم اس کو دوبارہ صحیح شکل میں لا سکیں۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب اس بل کو واپس لینا چاہ رہے ہیں تو ہاؤس کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

(ہاؤس سے اجازت ہے کی آوازیں)

یہ بل واپس لینے کی اجازت دی جاتی ہے۔

وزیر تعلیم: شکریہ جناب چیئرمین!

مسودہ قانون (ترمیم) سوسائٹیز رجسٹریشن مصدرہ 2006

MR CHAIRMAN: Now we take up the Societies Registration (Amendment) Bill 2006. Minister for Law or Minister-in-

charge.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

> That the Societies Registration (Amendment) Bill 2006, as recommended by the Standing Committee on Industries, be taken into consideration at once.

MR CHAIRMAN The motion moved is -

> That the Societies Registration (Amendment) Bill 2006, as recommended by the Standing Committee on Industries, be taken into consideration at once.

Any member who opposes?

MR ARSHAD MEHMOOD BAGGU: I oppose it, sir.

DR SYED WASEEM AKHTAR: I oppose it, sir.

SYED EHSAN ULLAH WAQAS: I oppose it, sir.

MR CHAIRMAN There are four amendments in the motion. The first amendment is from Ch Asghar Ali Gujjar, Dr Syed Waseem Akhtar, Syed Ehsan Ullah Waqas and Mr Arshad Mehmood Baggu

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین !ہم نے اس کوin general oppose کیا ہے۔یہ amendmentsتو بعد میں آئیں گی پہلے ہم نے اس بل کوon the whole اس کو oppose کیا ہے۔اس پر ہماری بات سن لیں شاید اس کی ضرورت ہی نہ ہو۔

جناب چیئرمین: جی،فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین!یہ جولائی2005 میں دوamendments گورنمنٹ یہاں لے کر آئی تھی اور ہم نے اس وقت ان سے یہ درخواست کی تھی کہ براہ مہربانی!جلد بازی سے کام نہ لیں۔آپ کی علماء کرام سےnegotiation ہو رہی ہے تو اس کے بعد آپ اس بل کو اس ہاؤس

میں لے کر آئیں تو وہ ایکperfect Billہوگا کیونکہ بعض دفعہ حکومت عجلت میں پتا نہیں کیا انہیں عجلت ہوتی ہے اور کیاان کا مسئلہ ہوتا ہے۔امریکہ ان کے پیچھے کس طرح پڑ جاتا ہے اور جب امریکہ بہادر انہیں کوئی کام کہہ دے تو پھر جناب سپیکر!اوپر صدر سے لے کر نیچے تک کوئی آدمی اس کو دیکھتا بھی نہیں ہے،اس کو سونگھتا بھی نہیں ہے اور اس پر کوئی رائے نہیں دیتااور یہ ہاؤس میں اس کو پیش کر دیتے ہیں۔اب یہ دو ترامیم ہیں اور وہ کیا ہیں کہ جو انہوں نے پہلے کروائی تھی میں نے پہلے جس طرح عرض کی ہے کہ جولائی 2005 میں کروائی تھی۔اور پھر یہ آج دو ترامیم لے کر آ گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہbad legislationہے کہ جب آپ قانون میں کوئی amendmentکرواتے ہیں اور اس کو آپperfectlyہاؤس میں پیش نہیں کرتے اور پھر آپ چھ ماہ بعد اس پر ایک اور amendmentلے آتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

جناب چیئرمین!یہamendmentکیا ہے کہ جو مدرسے جن کے پیچھے ہم پڑے ہوئے ہیں، جن کے پیچھے امریکہ بہادر پڑا ہوا ہے، جن کے پیچھے مشرف صاحب پڑے ہوئے ہیں اور جن کے پیچھے ہم پڑے ہوئے ہیں۔یہamendmentہے کہ اگر کوئی مدرسہ بنا ہوا ہے تو اسے کہا ہے کہ 31۔مارچ تک وہ رجسٹرڈ کروالے اور دوسریamendmentیہ ہے کہ جو مدرسے بنے ہوئے ہیں انہیں کہہ رہے ہیں کہ ایک سال کے اندر اندر آپ اپنی رجسٹریشن کروالیں۔یہ مدرسے جو مسجدوں میں بنے ہیں،آپ اور ہم نے انہی مدرسوں، انہی علماء، ان مولویوں سے قرآن پاک پڑھا ہے۔اگر ہمیں قرآن پاک پڑھانے کے لئے ہمارے ماں باپ کو دو ہزار یا ایک ہزار روپے جس طرح ہم ٹیوشن دیتے ہیں انگلش کی، فزکس کی اور دوسرےsubjectکی، اگر ہمیں دو ہزار روپیہ دے کر قرآن پاک پڑھنا پڑ جاتا تو شاید ہمارے ماں باپ ساری زندگی قرآن پاک نہ پڑھاتے۔یہ تو ان کی مہربانی ہے اور ان کا ہم پر فضل ہے کہ انہوں نے ہمیں مسلمان بنا دیا اور ہمیں قرآن پڑھا دیا اور بتا دیا کہ یہ قرآن پاک ہے۔

جناب چیئرمین!ہم اب بھی ان سے یہ کہتے ہیں کہ خدا کے لئے محاذ آرائی پیدا نہ کریں۔ علماء کرام کے ساتھ بیٹھ جائیں اور وہ علماء خود کہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ اس پر بیٹھنے کے لئے تیار ہیں اور ان کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن یہ ان کے ساتھ بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہے اس لئے کہ امریکہ نے ان کو آرڈر دیا ہے۔یہاں کا وائسرائے جو پاکستان کا اصل حکمران ہے یعنی پاکستان میں امریکی سفیر، سرحد اسمبلی کے معزز سپیکر کو امریکی سفارت خانے سے دعوت آئی اور

دعوت نامہ بھیجا گیا کہ ہم آپ کو اپنے ایک پروگرام میں بلوانا چاہتے ہیں تو دوسرے دن اسمبلی کا سیشن تھا اور اسمبلی سیشن میں متفقہ طور پر ابو مصعب الزرقاوی کے لئے دعا کی سپیکر نے اجازت دی کہ آپ دعا کروا سکتے ہیں تو دوسرے دن امریکی سفیر نے انہیں لیٹر بھی لکھا اور ٹیلی فون پر بھی inform کیا کہ آپ نے ابو مصعب الزرقاوی کے لئے ہاؤس میں دعا کروائی ہے لہذا ہم آپ کو بھجوائے گئے دعوت نامہ کو کینسل کرتے ہیں اور آپ کو یہاں پر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ حالات ہیں اس ملک کے جو یہاں پر ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب جو یہ amendment کر رہے ہیں یہ کوئی اتنی بڑی بھی نہیں ہے اور اتنی چھوٹی بھی نہیں ہے تو میں ان سے یہ درخواست کروں گا کہ اب بھی علماء کرام کی body بنی ہوئی ہے تو ان کے ساتھ بیٹھ جائیں اور بیٹھ کر فیصلہ کریں کہ اس میں کہاں کہاں وہ ان کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں اور کہاں کہاں حکومت ان کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہے تاکہ ایک بہتر legislation ہو سکے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: شکریہ۔ جناب چیئرمین! the proposed amendment in the Societies Registration (Amendment) Bill 2006 کی دفعہ 21 میں یہ ترمیم کی گئی ہے اور جس طرح میرے فاضل دوست ارشد بگو صاحب نے مجھ سے پہلے بتایا کہ haphazardly amendments کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہم سمجھتے ہیں کہ یہ bad law making کی ایک اور مثال ہے آپ دیکھیں کہ یہ دفعہ 21 میں ترمیم کر رہے ہیں اور میں ایکٹ کی دفعہ 19 آپ کے سامنے پڑھتا ہوں آپ ذرا توجہ فرمائیں اس میں لکھا ہوا ہے کہ:

> Inspection of documents certified copies: Any person may inspect all documents filed with the Registrar under this Act on the payment of a fee of one rupee for each inspection and any person may acquire a copy or extract of any document or any part of the document to be certified by the Registrar on the payment of two anas.

جناب یہ دفعہ 21 میں ترمیم کر رہے ہیں اور دفعہ 19 میں یہ لکھا ہوا ہے کہ دو آنہ

اگرpayکرے گاfor every hundred words of each copyتب اس کی کاپی ملے گی۔ مجھے بتائیں کہ کوئی سوسائٹی رجسٹرڈ ہوتی ہے اس کی کاپی لینے کے لئے میں درخواست دیتا ہوں میں اس کو دو آنے کہاں سے دوں گا اس کی ایک کاپی لینے کے لئے دو آنے کی کرنسی میں کہاں سے لے کر آؤں گا۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے فاضل مقرر نے فرمایا کہ امریکہ کے کہنے پر ترمیم کرنا چاہتے ہیں تو خدا کے لئے ہمارے کہنے پر یا اپنی حکومت کی ایماء پر یا اپنی حکومت کا امیج بہتر بنانے کے لئے دفعہ 19 کو بھی ترمیم کر کے اس کو ٹھیک کر دیں اور دو آنےup to dateکر دیں یہ دو آنے تو اس وقت کہیں سے ملتے ہی نہیں ہیں۔

جناب والا! دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ دینی مدرسے پر تو پابندیاں لگا رہے ہیں اس سے پہلے جو ہم نےamendmentدی تھی اس میں یہ کہا تھا کہ اس کے ساتھ این جی اوز کو بھی شامل کریں۔ اب دینی اداروں پر تو یہ سارے پابندیاں لگا رہے ہیں جبکہ دوسری طرف این جی اوز کو کھل کر کھیلنے کی مکمل اجازت دی ہوئی ہے ان کو کوئی پوچھتا نہیں ہے۔ یہاں اسمبلی کا ریکارڈ گواہ ہے کہ ایسی این جی اوز بنی جنہوں نے کروڑوں روپے اکٹھا کیا اور سارے کے سارے ڈائریکٹرز ملک سے باہر بھاگ گئے۔ اسمبلی کے floor پر وزیر موصوف نے بتایا تھا کہ وہ چودہ کروڑ روپے لے کر ملک سے باہر بھاگ گئے۔ ان کو یہ نہیں پوچھتے ہیں۔ این جی اوز کی رجسٹریشن میں یہ شرائط عائد کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور یہ ہم نے اس سے پہلے بھی یہ گزارش کی تھی کہ اگر آپ نے اس Billکوup to dateکرنا ہے تو پورے کے پورے بل کوup to dateکیجئے۔

جناب! تیسری بات میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ دیکھیں کہ ہماری حکومت کے پیمانے کیا ہیں ایک طرف باہر کے ملکوں سے دینی مدارس میں داخلہ لینے کے لئے آنے والوں پر پابندی لگی ہوئی ہے کہ وہ دینی تعلیم کے لئے یہاں نہیں آ سکتے دوسری طرف سکھوں کو اجازت ہے کہ وہ آئیں ننکانہ صاحب آئیں جتنی مرضی دیر ٹھہریں یعنی سکھوں کو اپنی مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یہاں آنے کی اجازت ہے مسلمانوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کے سامنے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پورے ملک کے اندر دینی اداروں کوdiscriminationکا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ساری دنیا اس چیز کی گواہ ہے کہ زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں سب سے زیادہ کام وہ الخدمت فاؤنڈیشن، جماعتہ الدعوۃ اور الرشید ٹرسٹ نے کیا اب یہ پچھلے دنوں نام نہاد وہاں پر تمغہ ایثار دینے کے لئے ایک مجلس کی جاتی ہے اور

اس میں ناچنے گانے والوں کو بلا لیا جاتا ہے کہ جی آپ نے بڑا کام کیا ہے لیکن جنہوں نے اصل وہاں پر کام کیا ہے جو ابھی تک وہاں کام کر رہے ہیں جن کے ہزاروں ورکرز وہاں کام کرتے رہے ان کو وہاں بلانے کی دعوت تک نہیں دی جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھا کیا انہوں نے ہمیں نہیں بلایا ہم نے جو کام کیا ہے وہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے کیا ہے لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کے اندر مسلمان بستے ہیں ان کے ساتھ discrimination کی جا رہی ہے، مسلمانوں پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں، دینی اداروں پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں، ان کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں اور دوسری طرف وہ ادارے جو دین کے خلاف ہرزہ سرائی کرے جو مرضی منہ میں خرافات بکے ان پر کوئی پابندی لگانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی قانون سازی کی جا رہی ہے کہ جس کا کوئی جواز نہیں بنتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے یہ legally بھی غلط ہے کہ میں نے آپ کے سامنے پوری دفعہ 19 پڑھ کر سنائی ہے کہ اس سے پچھلی دفعہ 21 پر amendment کی جا رہی ہے اور دفعہ 19 کی کیا حالت ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس bill کو یہاں پیش کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ اس کو اس back ground میں بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس کے پیچھے نیت کیا ہے۔ اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے پورے نظام تعلیم کو یہ بالکل سیکولر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس سے پہلے جہاد کی آیات نکالی گئیں۔ جنرل مشرف صاحب نے بیان دیا کہ ہم نے نئی آیات اس کے اندر شامل کر دی ہیں وہ نکال کر نئی آیات شامل کر دی ہیں۔ یہ بات بھی on record ہے کہ امریکہ کی اس وقت سیکرٹری آف اسٹیٹ کونڈالیزا رائس پچھلے tenure کے اندر نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر تھی اور نظام تعلیم کے حوالے سے اس وقت زبیدہ جلال صاحبہ جو تبدیلیاں لا رہی تھیں اس کے بارے میں یو ایس سینیٹ کی Foreign Committee Relations کو بریفنگ دیتے ہوئے کونڈالیزا رائس نے یہ الفاظ کہے کہ she is a wonderful lady. She is doing her job well اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے جو اس وقت کے وزیر تعلیم ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ نماز کا طریقہ ہم نصاب سے نکال رہے ہیں کیونکہ اس سے فرقہ واریت پھیلتی ہے اور انہوں نے اشارہ اہل تشیع کی طرف کیا اور اگلے دن ہی پھر اس کے جواب کے اندر علامہ ساجد نقوی صاحب نے پریس کانفرنس کی اور انہوں نے کہا کہ

ہمیں قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہے یعنی کسی مکتبہ فکر کو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جو جہاد کی آیات ہیں اس میں سے نکالنے کی باتیں ہو رہی ہیں اور یہ سب کچھ اس امریکہ کے کہنے پر ہو رہا ہے جو اس وقت دنیا کا بدترین دہشت گرد ہے اور ابھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ پچھلے دو روز سے کس طرح فلسطین کے اندر وزراء کو، نائب وزیراعظم کو وہاں کے اراکین پارلیمنٹ کو بدترین دہشت گردی کرتے ہوئے ان کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے اور یہ سب کچھ امریکہ کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔

جناب والا! گزارش یہ ہے کہ دینی مدارس کے بارے میں گورنمنٹ کے اپنے statistics ہیں کہ آٹھ لاکھ طلباء ان اداروں کے اندر تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور یہ سب سے بڑی این جی او ہے جو اس وقت پاکستان کے اندر پاکستان کی خدمت کر رہی ہے۔ ان دینی مدارس پر، ان طلباء کی تعلیم کے لئے گورنمنٹ کا ایک پیسا خرچ نہیں ہوتا۔ یہ ان کو کتابیں، لباس اور نہ ہی ان کو خوراک دیتے ہیں بلکہ یہ مدارس خود اہل خیر کے تعاون کے ساتھ اس سارے معاملات کو چلا رہے ہیں اور اس بل کے نتیجے کے اندر ان کی کوشش یہ ہے کہ ان کے گرد شکنجہ کسا جائے تاکہ یہ ادارے جہاں سے اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات آ رہی ہے اس کو یہ بند کر دیں اور بالکل ایک سیکولر معاشرے کو اس ملک کے اندر بنانا چاہتے ہیں۔

دوسری طرف کیفیت یہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ مختلف کمپنیاں اپنے اشتہارات دیتی ہیں اور اس میں فحش قسم کی خواتین کا استعمال ہو رہا ہوتا ہے۔ جگہ جگہ چائے کے ہوٹل کھلے ہیں، کیبل ٹی وی لگا ہوا ہے اور اس پر جو گند آ رہا ہے وہ پوری نسل کو تباہ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ایک طرف تو یہ کیفیت ہے اس حوالے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بالکل یہ بل بدنیتی پر مبنی ہے اس کو قطعاً یہاں پیش نہیں ہونا چاہئے اور میں حکومت سے یہ درخواست کروں گا کہ اس کو واپس لے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں ایک دو باتیں ایوان کے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں یہ بات کرتے ہوئے ہمارا سر فخر سے بلند ہے کہ الحمد للہ جہاں تمام اسمبلیوں نے وزراء اور ایم پی ایز کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے صوبہ سرحد کی مجلس عمل کی حکومت نے وزراء کی تنخواہوں کے اندر کمی کی ہے اور یہ on record بات ہے اور ابھی کل اسلام آباد کے اندر محترم قاضی حسین احمد صاحب جو امیر جماعت اسلامی پاکستان ہیں ان کی صدارت میں جماعت اسلامی کے پارلیمنٹیرینز کی تمام اسمبلیوں، سینیٹ اور قومی اسمبلی کے پارلیمنٹرینز کی میٹنگ تھی اور الحمد للہ وہاں پر رپورٹ پیش

ہوئی ہم فخر سے یہ بات ایوان میں پیش کرتے ہیں کہ الحمد للہ اراکین پارلیمنٹ جن کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے انہوں نے ایک کروڑ تیس لاکھ روپیہ اپنی مراعات سے کٹ کر کے خیر کے کاموں میں لگایا ہے اور جماعت اسلامی کے بیت المال کے اندر جمع کرایا ہے اسی لئے یہاں پر مجلس عمل نے اس حوالے سے مخالفت کی تھی اور یہ بات بھی میں ریکارڈ کی درستی کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو کمیٹی بنی تھی اصغر علی گجر صاحب اس میٹنگ میں نہیں گئے تھے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں اس میں صرف دو حوالوں سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پہلی بات تو یہ ہے ہم یہ جو ترمیم لا رہے ہیں میں اس حوالے سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ مرکزی جو تنظیم المدارس ہے ان کی مشاورت سے، ہمارے دوستوں نے بھی بات کی ہے کہ یہ مشاورت کے بعد ہونی چاہئے۔ اس میں مرکزی سطح پر بھی اور صوبائی سطح پر بھی مشاورت کی گئی ہے اور اس کے بعد یہ ترمیم لائی جا رہی ہے اور یہ نہ صرف پنجاب میں ہونی ہے بلکہ تمام صوبوں میں اس کی legislation ہونی ہے۔ میں یہاں refer نہیں کرنا چاہتا لیکن صوبہ سرحد میں یہ legislation ہو چکی ہے۔ اب پنجاب میں ہو رہی ہے۔ باقی صوبوں میں بھی اس کے مطابق legislation ہونی ہے۔ بہر حال وہ امر ایک اپنی جگہ پر ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کم از کم اتنا ہو گا کہ ہمارے ہاں جو مدارس ہیں ان کی ایک دفعہ رجسٹریشن ہو گی اور اس رجسٹریشن کا فائدہ یہ ہو گا کہ کم از کم یہ بات حکومت کے نوٹس میں ہو گی کہ یہ مدارس کہاں پر ہیں۔ جس طرح میرے بھائی نے بین الاقوامی طور پر اس تناظر میں بات کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس تناظر میں یہ بات اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے کہ کم از کم ہمارے ہاں اس بات کا ریکارڈ ہو کہ ہمارے ہاں کوئی ایسی تنظیم، کوئی ایسا ادارہ کہ جو غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہو تو اس قسم کے نظریات ہیں، اس پر مرکزی سطح پر اور صوبائی سطح پر بہت زیادہ مشاورت کی گئی اور اتفاق رائے سے یہ ترمیم لائی جا رہی ہے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات جو احسان اللہ وقاص صاحب نے سیکشن 19 کے متعلق فرمائی ہے تو میں اس کے لئے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ایک اچھے پارلیمنٹیرین ہونے کا ثبوت دیا، پورے بل کو انھوں نے سٹڈی کیا، ہماری صرف limitation یہ تھی کہ لاء ڈیپارٹمنٹ کے پاس consideration کے لئے ایک کلاز بھیجی گئی جس کی نوک پلک درست کر کے ہم نے

دے دی لیکن at the same time اس وقت جس طرح میرے بھائی نے نشاندہی کی ہے، میں نے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کو بھی کہا ہے کہ وہ اس پورے قانون کا جائزہ لے کر amendments لے کر آئیں تاکہ comprehensive تبدیلیاں حالات کے مطابق اس میں لائی جا سکیں لیکن چونکہ سیکشن 19 کے متعلق میرے بھائی نے بات کی ہے، اگر وہ چاہیں تو میں ڈیپارٹمنٹ کو یہ direct کر سکتا ہوں کہ وہ اس کے ساتھ associate ہو جائیں۔ اس بل کو update کرنے کے لئے وہ پرائیویٹ ممبر کے طور پر amendments لائیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس کو oppose نہیں کروں گا۔ This credit should go to a genuine legislature جس نے یہ غلطی point out کی ہے اس کا credit بھی ان کو جانا چاہئے۔ میں اس حوالے سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور باقی ترامیم جو ہیں وہ چونکہ وقت کے بعد دی گئی ہیں میں اپنے بھائیوں سے استدعا کروں گا کہ وہ ان کو press نہ فرمائیں، یہ بل پاس ہونے دیں۔ آپ thoroughly اس کو study کریں، ترمیم لے کر آئیں، جو بھی آپ کی حالات و واقعات کے مطابق اس قانون کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ ان کو adopt کیا جائے گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! میں لاء منسٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان سے یہ درخواست کروں گا جیسا کہ انھوں نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے ملک کے اندر کوئی ایسا ادارہ یا تنظیم نہیں ہونی چاہئے کہ جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے۔ جہاں یہ بات دینی اداروں پر لازم آتی ہے میں بالکل اس کو support کرتا ہوں کہ دینی اداروں پر آڈٹ کی پابندی آپ جو لگانا چاہتے ہیں وہ لگائیں ہم ایک بالکل fair کام کرتے ہیں اور fair ہی ہونا چاہئے لیکن یہ پابندیاں اگر آپ صرف دینی اداروں پر ہی لگائیں گے تو یہ یکطرفہ ہوں گی۔ میں ان سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ اس میں ایی جی اوز کو بھی شامل کریں۔ یہ آپ کی عزت کے لئے اور حکومت کے لئے ضروری ہے۔ یہ این جی اوز جو ہیں یہ حکومتوں کو بدنام کرتی ہیں۔ یہاں پر جو لوٹ مار جعلی این جی اوز نے مچائی ہوئی ہے یہ موقع نہیں کہ میں اس کی تفصیل یہاں پر پیش کروں۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ ان کو بھی آپ اس میں شامل کریں، انشاء اللہ ہم یہ پرائیویٹ ممبرز کے طور پر یہ چیزیں لے کر آئیں گے۔

جناب چیئرمین: جی، آپ یہ ترمیم اب واپس لیتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی۔

MR CHAIRMAN: The motion moved and the question is:

"That the Societies Registration (Amendment) Bill 2006 (Bill No.4 of 2006) as recommended by the Standing Committee on Industries, be taken into consideration at"

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Now, we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR CHAIRMAN: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration since there is no amendment in it. The question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 3

MR CHAIRMAN: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it. The question is:

"That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR CHAIRMAN: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it. The question is:

"That the Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR CHAIRMAN: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it. The question is:

"That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR CHAIRMAN: Now, the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it. The question is:

"That Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:-

"That the Societies Registration (Amendment) Bill 2006 be passed."

MR CHAIRMAN: The motion moved:

"That the Societies Registration (Amendment) Bill 2006 be passed.

The motion moved and the question:

"That the Societies Registration (Amendment) Bill 2006 be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

مسودہ قانون (ترمیم) مقامی حکومت پنجاب مصدرہ 2006

MR CHAIRMAN: Now, We take up The Punjab Local Government (Amendment) Bill 2006 (Bill No.5 of 2006). Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

"That the Punjab Local Government (Amendment)

Bill 2006 as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, be taken into consideration at once."

MR CHAIRMAN:- The motion moved is:

"That the Punjab Local Government (Amendment) Bill 2006 as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, be taken into consideration at once."

Any member may oppose it?

MR ARSHAD MEHMOOD BAGGU: I oppose it.

SYED IHSAN ULLAH WAQAS: I oppose it.

SHEIKH EJAZ AHMED: I also oppose it.

جناب چیئرمین: جی۔

جناب ارشد محمود بگو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! پہلا میرا اعتراض یہ ہے کہ لوکل باڈیز کے جو رولز ہیں ان میں یہ amendments نہیں کر سکتے کیونکہ وہ Schedule 6 میں شامل ہے لہذا جو Schedule 6 میں شامل ہے وہ prior permission کے بغیر نہیں ہو سکتا۔۔۔

جناب چیئرمین: وہ کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے منظوری حاصل کی ہوئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: اگر تو ان کے پاس پریذیڈنٹ کی permission ہے تو پھر ان کو چاہئے تھا کہ یہ prior permission of President، یہ اس بل کو، اس امنڈمنٹ کو ہاؤس میں پیش نہیں کر سکتے۔ میں نے یہ آپ کی خدمت میں عرض کی ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اگر ان کے پاس permission ہے تو ان کو چاہئے تھا کہ وہ permission اس بل کے ساتھ لگاتے تاکہ ہمیں یہ پتا ہوتا کہ انھوں نے permission لی ہے۔

جناب چیئرمین: وہ پیش کر رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میرا اعتراض یہ ہے کہ 1973 کا جو آئین تھا وہ متفقہ آئین تھا اور اس پر چاروں صوبوں کے لوگوں نے دستخط کئے تھے۔ اس پر بہت محنت کی گئی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو کا یہ بہت بڑا کارنامہ تھا کہ اس نے ایک متفقہ آئین جو تھا وہ اس قوم کو دیا۔ میں اس کی

سیکشن 226 پڑھ دیتا ہوں۔یہ amendment کیا کروانا چاہتے ہیں؟ یہ amendment یہ کروانا چاہتے ہیں کہ جو سیکرٹ بیلٹ ہے اس کو ختم کر دیا جائے اور شو ہینڈ کے ذریعے الیکشن کروایا جائے جبکہ آئین یہ کہتا ہے، میں آئین کی سیکشن 226 پڑھ رہا ہوں۔یہ chapter 8 ہے اور یہ الیکشن کے متعلق ہے۔یہ 226 سیکشن ہے۔

226. All the election under the Constitution shall be by secret ballot.

کہ جتنے الیکشن ہوں گے وہ سیکرٹ بیلٹ کے ذریعے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت نے ایک جو سب سے برا کام کیا ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے Constitution کو bulldoze کرنے کی کوشش کی ہے۔یہ دیکھیں کہ انسان جب secret ballot پر ووٹ ڈالنے جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی پوری زندگی میں اس وقت آزاد ہوتا ہے۔اس کا ذہن اور دل اس وقت وہ گواہی دینا چاہتا جو سچی اور صحیح ہوتی ہے۔secret ballot اس لئے رکھا گیا کہ جو آدمی اندر جائے وہ اپنے ضمیر کے مطابق، اپنے ذہن کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے دل کو حاضر ناظر جان کر مہر لگائے۔

جناب والا! یہ رولنگ پارٹی ہیں اور پچھلے بلدیاتی الیکشن میں صرف ایک نائب ناظم کو منتخب کروانے کے لئے یہ اس ترمیم کو لے کر آئے تھے جس کے تحت انھوں نے وہاں پر show of hands کے ذریعے یہ سارا عمل کیا تھا۔secret ballot آئین کی requirement ہے۔یہ رول نہیں ہے بلکہ آئین کہتا ہے کہ جو بھی الیکشن ہوں گے وہ secret ballot کے ذریعے سے ہوں، لوگوں کو یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ secret ballot سے اپنی رائے کا اظہار کر سکیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیم آئین کے خلاف ہے۔انھیں اس ترمیم کو ہاؤس میں نہیں لانا چاہئے تھا۔اگر یہ ہاؤس سے اس ترمیم کو منظور کرواتے ہیں تو اس سے حکومت کی کوئی نیک نامی نہیں ہو گی بلکہ بدنامی ہو گی۔بہت شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! مجھ سے پہلے میرے فاضل ممبر نے جو آئین کا حوالہ دیا ہے وہ آپ نے بغور سن لیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کا یہ بل بھی bad legislation کی ایک درخشاں مثال ہے۔آپ دیکھیں کہ کچھ عرصہ پہلے تو آئین کے مطابق یہ قانون سازی کی جاتی ہے کہ secret ballot کے ذریعے انتخاب ہو گا۔ابھی دو سال بھی گزرنے نہیں پائے اور اب یہ قانون سازی لائی جا رہی ہے کہ جی ہم نے پہلے جو قانون سازی کی تھی وہ غلط ہے اس کو تبدیل کر کے اب

لوگوں کے ہاتھ کھڑے کروا کر الیکشن کروانا چاہتے ہیں۔یہ ایک bad legislation ہے۔خود اسی اسمبلی نے کچھ عرصہ پہلے یہ قانون پاس کیا کہ انتخاب secret ballot کے ذریعے ہوگا اب آپ یہ کر رہے ہیں کہ انتخاب secret ballot کے ذریعے نہیں ہوگا بلکہ show of hands کے ذریعے ہوگا۔یہ کوئی اچھی مثال نہیں ہے۔

جناب چیئرمین!میں دوسری گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ لوکل گورنمنٹ آئین کے تحت purely provincial subject ہے۔اس پر جو یہ پابندی لگائی گئی ہے کہ اس میں صرف صدر کی پیشگی اجازت سے ہی ترمیم ہو سکتی ہے یہ غلط ہے۔ میں وزیر قانون صاحب سے یہ درخواست کرنی چاہتا ہوں کہ اس لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کو discussion کرنے کے لئے آپ ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دیں۔اس کمیٹی میں اپوزیشن کے لوگوں کو بلائیں، حکومت کے لوگ بھی ہوں۔یعنی ایک خصوصی کمیٹی بنائیں جو کہ اس لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کو in detail دیکھے۔اس میں بہت ساری خامیاں ہیں۔ اس ضلعی نظام کے اندر بہت ساری خامیاں سامنے آ رہی ہیں۔ حکومت کے مختلف لوگوں نے خود یہ کہا ہے کہ ضلعی اور تحصیل ناظمین نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔آخر ان کی اس لوٹ مار کے راستے کو بھی ہم نے ہی بند کرنا ہے۔یہ ملک کا سرمایہ ہم نے ہی محفوظ کرنا ہے۔یہ ایسے ادارے ہیں کہ جن کے ذریعے براہ راست benefit عام آدمی کو پہنچتا ہے۔ عام آدمی کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہمیں اچھی قانون سازی کرنی چاہئے۔یہ ادارے جو کہ عام آدمی کے فائدہ کے لئے ہیں چوروں اور ڈاکوؤں کے حوالے نہیں کرنے چاہئیں۔ جو لوگ بھی اس طرح کی حرکتیں کریں ان کے خلاف ایکشن کے لئے ہمیں سوچ بچار کرنی چاہئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس جو کہ اوپر سے آیا تھا اب اوپر سے ہی اس کی ترامیم آ رہی ہیں۔اس ترمیم کو منظور کرنے کی بجائے اس آرڈیننس کے حوالے سے اس ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔یہاں ہر دو، چار یا چھ مہینے بعد صدر صاحب سے اجازت لے کر ترمیم move کر دی جاتی ہے۔جب ہم اپنے طور پر اس پر کوئی amendment move ہی نہیں کر سکتے تو پھر یہاں پر discussion کا کیا فائدہ ہے؟جب ہم اس میں خود سے کوئی ترمیم ہی نہیں کر سکتے،اس کا کوئی نقطہ یا قومہ نہیں بدل سکتے،اس میں کوئی نقطہ لگا نہیں سکتے تو پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ یہاں پر اس کو زیر بحث لائیں؟

جناب چیئرمین!میری وزیر قانون سے درخواست ہوگی کہ وہ اس بابت سوچ بچار کریں۔ پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے لہذا یہ اس معاملے میں initiative لیں، حکومتی اور اپوزیشن بنچز

کے منتخب ممبران پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی بنائیں اور اس میں اس لوکل گورنمنٹ آرڈیننس پر سیر حاصل بحث کی جائے۔اس میں جو ترامیم کرنی ہیں وہ ایک ہی دفعہ لے کر آئیں اور اس آرڈیننس کو بہتر بنایا جائے۔ورنہ آپ یہی کرتے رہیں گے۔ایک ترمیم ہاتھ کھڑا کرنے کی لائیں گے، دو مہینے بعد پھر ترمیم لے آئیں گے کہ نہیں ہاتھ نیچے اور secret ballot شروع۔اس کے چھ مہینے بعد پھر اوپر سے حکم آ جائے گا کہ نہیں اب پھر ہاتھ کھڑے کروادیں۔شاید اس کے بعد حکم آ جائے کہ ٹانگیں بھی اوپر کھڑی کروادیں تو اس طرح کی ترامیم منظور کرنا اس اسمبلی، اس ہاؤس کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے اس لئے خدا کے لئے اس کام کو نہ کریں۔بہت شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں صرف آپ سے اس بات پر رولنگ چاہتا ہوں کہ اگر آئین پاکستان کے اندر کوئی act موجود ہو تو کیا کوئی صوبائی اسمبلی اس کے علی الرغم کوئی قانون لا سکتی ہے، اس کے اندر کوئی تبدیلی لا سکتی ہے؟

جناب چیئرمین: مرکز میں آپ کی جماعت نے ہی صدر پاکستان کو یہ اختیار دیا ہوا ہے لہذا یہ بات یہاں نہ شروع کیا کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر رولنگ دیں یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: میں بعد میں رولنگ دے دوں گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! اگر ہم نے یہ غلطی کی ہے تو انشاء اللہ اس غلطی کا ازالہ بھی کریں گے اور ہم نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ انشاء اللہ اس کو صدر نہیں رہنے دیں گے۔

جناب چیئرمین: میری ذاتی رائے میں ہاتھ کھڑے کروانا اچھی بات ہے، یہ ہونا چاہئے، اس سے بچت ہو جاتی ہے۔جی، شیخ اعجاز صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب! اس کی ذرا وضاحت کر دیں کہ بچت سے کیا مراد ہے؟

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! جس حوالے سے آپ بچت کہہ رہے ہیں to some extent اس بات کو اگر مان بھی لیا جائے، آپ نے جن معنوں میں فرمایا ہے کہ بچت ہو جاتی ہے وہ بات ہمیں سمجھ میں آ گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! آپ نے بچت کی بات کی ہے تو احسان اللہ وقاص صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کی وضاحت کر دیں کہ بچت کس حوالے سے ہو رہی ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جو سرحد میں سینیٹ کے الیکشن میں تھوڑا سا مسئلہ ہوا تھا، اس بابت انکوائری ہو رہی ہے اور اس انکوائری کی رپورٹ میں پتا چل جائے کہ بچت کس چیز کی ہوتی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب! ہم نے دو گندے انڈوں کو نکال کر باہر کیا ہے۔ یہ بھی مہربانی کریں جتنے گندے انڈے ہیں انھیں نکال کر باہر پھینکیں۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب کو بات کرنے دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! آپ نے جو بچت کی بات کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ system of failure ہے اور یہ گند کن لوگوں نے ڈالا ہے، یہ کون لوگ ہیں؟ انھیں بھی اپنی صفوں میں احتساب کرنا چاہئے کہ کن لوگوں نے ملک کے اندر horse-trading کی ہے، کن لوگوں نے وفاداریاں خریدنے کے لئے بوریوں یا تجوریوں کے منہ کھولے؟ یہ بہت بڑا question mark ہے، یہ ہمارے موجودہ سسٹم کے اوپر بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ ہم پہلے دن سے اس بات کے داعی ہیں۔ ہم نے اس بات کو بے شمار مرتبہ دلائل اور زمینی حقائق کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ موجودہ سسٹم چلانے والی صرف ایک شخصیت ہے جس کا نام جنرل مشرف ہے۔ انھوں نے اس سسٹم کو confuse کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ہے کیونکہ ہر ڈکٹیٹر کی سب سے مرغوب غذا، سب سے پسندیدہ چیز confused nation ہوتی ہے۔ تو جنرل مشرف نے اس nation کو confuse کرنے کے لئے اس لوکل گورنمنٹ سسٹم کا آغاز کیا تھا۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جس صوبہ کے اندر parliamentary form of government functioning ہو، جس ملک کے اندر چار صوبائی اسمبلیاں کام کر رہی ہوں، جس میں ایک سینیٹ کا ادارہ کام کر رہا ہو وہاں پر صرف اپنی بی ٹیم کو دوام بخشنے کے لئے، اپنے ناجائز اقتدار پر قبضے کو موثر کرنے کے لئے اس ضلعی نظام کو شروع کیا گیا۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں پر موجودہ حکمرانوں نے under the umbrella of جرنیل اس ملک کے قانون کا بیڑا غرق کیا ہے، اس ملک کے آئین کی دھجیاں بکھیریں گئیں۔ 1973 کا جو متفقہ آئین تھا اسے تار تار کیا گیا اور یہ اسی کا ایک تسلسل ہے۔ انھوں نے پہلے یہ تجربہ کر لیا

کہ جن بے وفالوگوں نے اپنی اپنی پارٹیوں کو چھوڑا ہے اب ہم نے ان کو کیسے گھیرنا ہے۔انھوں نے پہلے ان کو لالچ دے کر ڈرا کر اور نیب کے حوالے کر کے گھیرا تھا۔اب انھوں نے سوچا ہے کہ اگر کسی گورنمنٹ کے بندے کے خلاف no confidence کی قرار داد move ہو گی۔ چونکہ grass root level پر (ق) لیگ کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور Charter of Democracy کے آ جانے کے بداقتدار کے ایوانوں میں زلزلہ آیا ہوا ہے اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ چھ مہینے کا ارضی اقتدار ہے۔ ان کو پتا ہے کہ تبدیلی کی ہوا چلنے والی ہے اور چلی ہے تو ہم نے لوگوں کو کیسے اپنے ساتھ رکھنا ہے۔ صرف اس کے لئے show of hand کا undemocratic اور unconstitutional طریقہ متعارف کرانے جا رہے ہیں۔ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔انھوں نے جو پہلے خرید و فروخت کی تھی انھوں نے جو پہلے جال لگایا تھا ہم نے اس وقت اس کی بھی مذمت کی تھی اور ہم نے کہا تھا کہ لوٹے خریدنے کا سلسلہ بند کیا جائے اور آج بھی اس بل کی انہی ground realities پر مذمت کرتے ہیں کہ یہ غیر آئینی اور غیر جمہوری ایکٹ ہے۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب والا! میری گزارش ہے کہ شیخ صاحب بڑی خوبصورت گفتگو کرتے ہیں۔ شیخ صاحب نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں کہ ایک شخص پوری قوم کو confuse کرنے اور اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے یہ قانون سازی کروا رہا ہے۔ میری گزارش ہے کہ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

(اذان عصر)

رانا آفتاب احمد خان: جناب چیئرمین! میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، دو منٹ میں بات کر لیں۔ ڈاکٹر فرزانہ پلیز تشریف رکھیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب چیئرمین! راجہ صاحب پریشان ہیں۔ان کی حاضری ہو جائے گی چونکہ اوپر سے حکم ہے اور آپ نے پاس کروالینا ہے۔اس Bill پر میرا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ۔۔۔

(حکومتی بنچز کی طرف سے آوازیں آپ نے oppose نہیں کیا تھا)

جناب چیئرمین:رانا صاحب!آپ بات کریں۔

رانا آفتاب احمد خان:جناب سپیکر! Under the Constitution this is a provincial subjectلوکل گورنمنٹ جسlawکو without prior permission amendیاalter, repealنہیں کر سکتے تو یہ آپ کی صوبائی خود مختاری پر ایک ڈاکا ہے۔یہاں پر یہ بل آیااور سٹینڈنگ کمیٹی کوreferہو گیا لیکن اس نے بھی اس بل کو من وعن واپس بھیج دیا۔اب جب یہاں پر آیا ہے تو کوئی ممبر بھی اس پر ترمیم پیش نہیں کر سکتا۔بطور قانون دان جس چیز پر آپ کا بنیادی حق ہے اور آپ اسے نہیں کر سکتے تو میرے خیال میں جو آپ کی بنیادی ڈیوٹی ہے کہ آپ قانون سازی کریں اس سے انحراف کر رہے ہیں۔

جناب والا!دوسری بات under the Constitution Article 226یہ پابندی ہے کہwe should derive spirit from the Constitutionاور Constitutionکے مطابق

All the elections under the Constitution shall be through the secret ballot.

جناب سپیکر!کچھ لوگ بڑے مضبوط ہوتے ہیں اور کچھ کمزور ہوتے ہیں ہر انسان برابر نہیں ہوتا مگر خفیہ بیلٹ کے ذریعے آسانی سے اپنا ووٹ دے سکتا ہے۔اب یہ صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ کچھ جگہ پر بلدیاتی الیکشن ہار گئے ہیں تو اس کے بعد انھوں نے سوچا کہ ہمیں نائب ناظمین میں بڑا problemآ جائے گا تو فوراً ایک قانون لایا گیا تاکہ بذریعہ ایس ایچ او اور آپ تو ویسے بھی تھانہ کلچر کو مضبوط کر رہے ہیں اور آپ نے تھانے میں ایس پی اور ڈی ایس پی بٹھا دینے ہیں۔یہ جمہوری اداروں کو مضبوط کرنے کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ تھانہ کلچر کو مضبوط کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔جب تک لوگوں میں یہ احساس پیدا نہیں ہو گا کہ ہم نے یہ ووٹ اچھے کو دینا ہے یا برے کو دینا ہے یہ اس کے لئے کیا جا رہا ہے۔ہم اس لئے مذمت کرتے ہیں کہ اگر ایک چیز آئین میں ہے اور آپ آئین سےspirit deriveکر رہے ہیں اور آپ نے پولیس آرڈر والا basic rightفیڈرل گورنمنٹ کو دے دیا ہے۔میں اس کو اس لئے opposeکر رہا ہوں کہ میرے پاس کوئیrightنہیں کہ میں اس میں یہاں پر ترمیم لا سکوں۔اگر میں اس میں ترمیم لا سکتا اور اس پر

بات کر سکتا تو وہ بہتر تھا۔کیونکہ میرا اس میں کوئی roleہی نہیں ہے اسے صرف صدر پاکستان یا جسے بھی اختیار ہے وہ کر سکتا ہے۔اس لئے

I oppose them

MR CHAIRMAN: The motion moved and the question is-

> "That the Punjab Local Government (Amendment) Bill 2006, as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Now we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR CHAIRMAN: Now Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 3

MR CHAIRMAN: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 4

MR CHAIRMAN: Now Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR CHAIRMAN: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR CHAIRMAN: Now the Preamble of the Bill is under consideration...

رانا آفتاب احمد خان: جناب چیئرمین!آپ کہہ رہے ہیں کہ no amendment in it. ہم تو amendment پیش ہی نہیں کر سکتے اور یہ تو ہمارا right بھی نہیں ہے۔آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: میری بات سنیں!صدر کی مرضی سے ہو سکتی ہے آپ ان کو move کر دیں اگر وہ اجازت دے دیں تو ہم کر دیتے ہیں۔

MR CHAIRMAN: Now Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR CHAIRMAN: Now Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

That the Punjab Local Government (Amendment) Bill 2006 be passed.

MR CHAIRMAN: The motion moved:

"That the Punjab Local Government (Amendment) Bill 2006 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Local Government (Amendment) Bill 2006 be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

جناب چیئرمین: بحث رانا صاحب کل نہ کر لیں؟

آوازیں: کل پر رکھ لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ کل پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے until or unless you decide کہ کل پرائیویٹ ممبرز ڈے نہیں ہوگا سرکاری بزنس ہم کل نہیں لے سکتے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ساڑھے تین سال کے بعد انہوں نے تھانہ کلچر کو بہتر کرنے کے لئے یہ initiative لائے ہیں اور اگر گورنمنٹ چاہتی ہے کہ اس پر رائے آئے اس پر positive discussion ہو تو پھر اس کے لئے ٹائم مختص کرنا چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! پھر یہ طے کر لیں کہ اگر کل پرائیویٹ ممبر ڈے نہیں لینا پھر تو ٹھیک ہے اور میں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ یہ آپ کی صوابدید ہے آپ کے چیمبر میں طے کر لیتے ہیں کہ اگر کل پرائیویٹ ممبر ڈے نہیں رکھنا تو پھر کل کر لیں۔ (قطع کلامیاں)

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ جیسے رانا صاحب نے کہا ہے کہ ساڑھے تین سال بعد گورنمنٹ تھانہ کلچر کو تبدیل کرنے جا رہی ہے اور ہم نے اس کو thoroughly study کیا ہے اور اس کا جو میجر ایکٹ ہے اس کو بھی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ یہ

سب سے اہم بات جو بتانے والی تھی اور اس میں ہم نے اپنی suggestion دینی ہیں اور اب آپ دیکھ لیں کہ ٹائم کیا ہوا ہے۔ ہم پرائیویٹ ممبر ڈے کے مخالف نہیں ہیں کہ اس کو نہ لیا جائے۔

جناب چیئرمین: کل کا ایجنڈا پھر defer کر دیں۔

شیخ اعجاز احمد: اس کو پھر بدھ کے روز کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: اگر ہم اس میں consensus چاہتے ہیں تو بدھ کو کر لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا کل پرائیویٹ ممبر ڈے ہی رہنے دیں اور بدھ کو عام بحث رکھ لیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ آج کے اجلاس کا ایجنڈا ختم ہو گیا ہے۔ اجلاس کل مورخہ 4۔ جولائی 2006 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

1815

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 5۔جولائی2006

1۔ تلاوت قرآن پاک وترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ جات قانون وپارلیمانی امور اور مواصلات وتعمیرات)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جوزیر غور لایا جائے گا)

مسودہ قانون استعداد و نظم وضبط اور احتساب

سرکاری ملازمین پنجاب مصدرہ2005

عام بحث

تھانوں کے ماحول کی اصلاحات کے لئے تجاویز

1817

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

بدھ، 5۔جولائی2006

(یوم الاربعاء، 8۔جمادی الثانی1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 3 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ
اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ
اَحَدُكُمۡ اَنۡ یَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِیۡهِ مَیۡتًا فَكَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ
مِّنۡ ذَكَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ
اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰىكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۳﴾

سورۃ الحُجرات آیات 12 تا 13

اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے۔ (تو غیبت نہ کیا کرو) اور خدا کا ڈر رکھو بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے (12) لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک

عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور)سب سے خبردار ہے(13)

وماعلینا الا البلاغo

سوالات

(محکمہ جات قانون و پارلیمانی امور اور مواصلات و تعمیرات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج محکمہ قانون و پارلیمانی امور اور مواصلات و تعمیرات سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آج سے تین روز قبل اس ایوان میں فیصل آباد کے مین روڈز پر ضلعی حکومت کی طرف سے ٹیکس کا معاملہ زیر بحث آیا تھا اور اس میں لاء منسٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ چیک کر کے ساری صورتحال کے متعلق ایوان کو آگاہ کریں گے تو میری گزارش ہے کہ اس وقت موقع پر جو صحیح صورتحال ہے اس سے متعلق لاء منسٹر صاحب فرمادیں۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات کے بعد بتادیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر ان کے پاس ابھی اس بارے میں معلومات نہیں ہیں تو وہ اسے collect کرنے کے بعد بتادیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ جو لیٹر ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی طرف سے آیا تھا the very next day میں نے تحریری طور پر وہ کاپی دے دی تھی اور میں نے بات بھی کی تھی لیکن چونکہ اس وقت رانا صاحب تشریف فرما نہیں تھے لیکن میں نے ان کی عدم موجودگی میں لیٹر بھی دے دیا تھا وہ آپ کو مل جائے گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب کو بھی لیٹر دے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی، میں نے دے دیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔پہلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! On his behalf سوال نمبر 1614

ایڈووکیٹ جنرل،ایڈیشنل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹس کے نام، تقرری کی شرائط اور مشاہرہ کی تفصیل

*1614 سید احسان اللہ وقاص: کیاوزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب ہائی کورٹ میں اس وقت تعینات ایڈووکیٹ جنرل/ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹس جنرل کے نام کیاہیں ان کی تقرری کی تاریخ کیاہے،ان کا مشاہرہ کیاہے اور ماہانہ مشاہرہ کے ساتھ ساتھ فی کیس بھی کوئی معاوضہ ادا کیا جاتا ہے تو اس کی کیا شرح ہے؟

(ب) ان کی تقرری کے طریق کار سے بھی آگاہ فرمائیں،کیا یہ تقرریاں اوپن میرٹ پر کی جاتی ہیں،کیا کبھی خالی اسامیوں کو مشتہر کیا جاتا ہے،تقرری کتنے عرصہ کے لئے کی جاتی ہے، تقرری کا اختیار کس کے پاس ہے؟

(ج) کسی اہم کیس میں ایڈووکیٹ جنرل/ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی غیر سنجیدگی/نااہلی کی وجہ سے اگر حکومت کیس lose کرے تو کیا اس کے جائزہ/تادیبی کارروائی کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) موجودہ ایڈووکیٹ جنرل 6 ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور 22 اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے نام تاریخ تقرری ان کا مشاہرہ اور فی کیس شرح معاوضہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ماہانہ مذکورہ بالا مشاہرہ کے علاوہ -/100 روپے فی کیس ایڈووکیٹ جنرل اور ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل کو دیا جاتا ہے،جب وہ کسی مقدمہ میں پیش ہوں اور جب فیصلہ ہو تو -/200 روپے دیا جاتا ہے۔ فوجداری مقدمہ روبرو عدالت عالیہ -/120 روپے یومیہ دیئے جاتے ہیں، چاہے مقدمات کی تعداد جتنی ہو، عدالت عظمیٰ میں یومیہ معاوضہ -/1000 روپے دیا جاتا ہے۔ مقدمات کی تعداد جتنی بھی ہو لاء افسران کو پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت نہ ہے۔ البتہ اگر وہ کسی لوکل کونسل یا خود مختار ادارہ یا نیم خود مختار ادارہ کی جانب سے مقدمہ کی پیروی کریں تو وہ پرائیویٹ پریکٹس کے ضمن میں نہ آتا

ہے۔اس بارے میں ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ماتحت عدالت میں پیش ہونے پر-/5500روپے عدالت عالیہ میں ماہانہ یا یومیہ -/11000 روپے ہے اور عدالت عظمیٰ میں پیش ہونے کا-/20,000روپے معاوضہ لوکل کونسل کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے۔

(ب) تقرری کا طریق کار

ایڈووکیٹ جنرل کی تقرری آرٹیکل 140 دستور پاکستان کے تحت ہوتی ہے جس کی تقرری کی اہمیت وقابلیت عدالت عالیہ کے جج کے برابر ہوتی ہے۔یہ تقرری جناب گورنر، چیف منسٹر کی ہدایت پر کرتے ہیں، ایڈیشنل ایڈووکیٹ کی تقرری اور قابلیت کا معیار یہ ہے کہ وہ عدالت عظمیٰ میں پیش ہونے کا اہل ہو اور اس کی عمر کم از کم 40 سال ہو۔ایسی ہی قابلیت کا حامل شخص اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مقرر ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کی عمر کم از کم 35 سال ہو اور عدالت عالیہ میں سات سال تک پیش ہوا ہو۔اس کی تقرری صوبائی حکومت کی مرضی سے ہوتی ہے۔یہ اسامیاں مشتہر نہیں کی جاتیں کیونکہ یہ تقرری صوبائی حکومت کی مرضی کے مطابق کی جاتی ہے۔

(ج) کسی اہم کیس میں ایڈووکیٹ جنرل، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی کوتاہی یا غفلت کی صورت میں حکومت ایڈووکیٹ جنرل، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے خلاف کارروائی کر سکتی ہے۔ متذکرہ بالا افسران کی پیشہ ورانہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا کام تندہی اور ایمانداری سے سرانجام دیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میرا اس میں پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ایڈووکیٹ جنرل کی تقرری کے لئے کوئی پینل بھی بنایا جاتا ہے جس میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جائے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے کہ پینل مقرر کیا جائے جس کی تقرری کرنا ہوتی ہے وزیر اعلیٰ صاحب اس کا نام بھیجتے ہیں اور اس کی تقرری ہو جاتی ہے۔ پینل نہیں بھیجا جاتا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ پوسٹیں ویسے تو خالصتاً ایسی ہوتی ہیں جس میں گورنمنٹ لوگوں کو obligeکر کے لاتی ہے۔ میرا اس سلسلے میں دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ایڈووکیٹ جنرل کے انتخاب کے لئے حکومت کوئی میرٹ بھی بناتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اس کے لئے جو qualificationsان کا آئین میں بھی پہلے سے ذکر موجود ہے۔ جو شخص اس qualification پر پورا اترتا ہو اس کا تقرر کیا جا سکتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! یہ صرف اتنا بتا دیں کہ ایڈووکیٹ جنرل کی qualification کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے آئین کی کتاب منگوائی ہے ابھی پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سوال کے جز(الف) کے جواب میں انہوں نے یہاں پر یہ فرمایا ہے کہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جب میں نے اس کی تفصیل منگوائی ہے اور اسے چیک کیا ہے تو اس میں جو ایڈووکیٹ جنرل صاحب ہیں وہ سید شبر رضا رضوی صاحب لکھا ہوا ہے جبکہ میری اطلاع کے مطابق وہ اس وقت ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ اسی طرح سے ایک نام محمد بلال خان ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل کا بھی ہے اور میرے خیال میں وہ بھی وہاں سے فارغ ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! جس وقت جواب دیا گیا ہے اس وقت سید شبر رضا رضوی صاحب ایڈووکیٹ جنرل تھے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس بارے میں تو آپ کئی بار directionدے چکے ہیں کہ جواب updateہونا چاہئے۔ یہ جو تفصیل ہمیں فراہم کی گئی ہے اس کے مطابق یہ جواب کم از کم دو سال پہلے کا ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ محکمے کا بڑا failure ہے اور اس نے Chair کی directionکا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا اور وزیر قانون صاحب جو اتنی محنت کرتے ہیں ان کا بھی انہیں کوئی لحاظ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میرے پاس باقاعدہ up dated جواب موجود ہے اور اگر آپ حکم دیں تو میں وہ ساری فہرست پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! آپ نے پچھلے جو حکم دیئے ہیں ان کا کیا بنا؟

جناب سپیکر: وہ تو پہلے جواب آ چکا تھا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ تفصیل جو مجھے یہاں سے میسر آئی ہے اس کے بعد جو یہ جواب دیں گے اس پر پھر ضمنی سوال کیا ہو گا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! انہوں نے نام پوچھنا ہے اس کا جواب یہی دیا جا سکتا ہے اس وقت آفتاب چودھری صاحب ایڈووکیٹ جنرل ہیں۔ ان کی تاریخ تقرری 7-2-2005 ہے۔ یہی جواب ہو سکتا ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی بھی لاء آفیسر کے متعلق تفصیل چاہئے وہ میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ یہاں پر طریق کار یہی رہا ہے کہ منسٹر ہمیشہ جواب updated کر کے دیتا ہے تو میں updated کر کے دے رہا ہوں انہیں جو latest position چاہئے وہ میں گزارش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ updated جواب دینے سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ منسٹر صاحب کی فائل میں جو جواب ہو وہ صرف updated ہو۔ میری سمجھ کے مطابق تو یہ ہے کہ ہاؤس میں جو جواب رکھا جائے یا جو تفصیل فراہم کی جائے وہ بھی updated ہونی چاہئے۔ اس کے متعلق اگر آپ کوئی۔۔۔

جناب سپیکر: تو آئندہ اس بات کی احتیاط کی جائے کہ ایوان میں جو جواب دیا جائے وہ updated ہو۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا!اگر آپ حکم دیں تو ایک دن یا دو دن پہلے updated جواب اسمبلی سیکرٹریٹ کو بھجوادیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں راجہ صاحب کی اطلاع کے لئے یہ عرض کر دوں کہ یہ حکم آپ نے پہلے کئی دفعہ دیا ہوا ہے۔اگر راجہ صاحب تک نہیں پہنچا تو میرے خیال میں اب موصول کر لیں اور آئندہ یہ کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!ایڈووکیٹ جنرل کی qualification کے متعلق ارشد بگو صاحب نے پوچھا تھا تو اس کی qualification وہی ہے جو ایک ہائی کورٹ کے جج کے لئے ہے۔اگر وہ حکم دیں تو میں یہ پڑھ بھی دیتا ہوں۔اس کے متعلق یہ ہے کہ:

> A person shall not be appointed as a Judge of the High Court unless he is a citizen of Pakistan and is not less than the age of 45 years. He has for a period or for the period aggregating not less than 10 years been an advocate of the High Court.

اور وہی ساری qualification جو ہائی کورٹ کے جج کے لئے ہیں جو شخص ہائی کورٹ کا جج بن سکتا ہے وہی ایڈووکیٹ جنرل بھی بن سکتا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب والا!on his behalf سوال نمبر 5549۔

جی اوآر۔I لاہور میں 03-2002 تاحال،
نئی رہائش گاہوں سے متعلقہ تفصیلات

*5549 **ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) جی اوآر۔1 لاہور میں آفیسرز کی نئی رہائش گاہوں کی تعمیر کے لئے 03-2002 سے آج تک جو سالانہ رقم رکھی گئی تھی اس کی تفصیل سال وار فراہم کی جائے۔

(ب) اس وقت جی اوآر میں کتنی نئی سرکاری رہائش گاہیں زیر تعمیر ہیں؟

(ج) ان کی تعمیر پر کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے، کتنا کام مکمل ہوا ہے اور کتنا بقایا ہے؟

(د) کیا یہ رہائش گاہیں الاٹ کر دی گئی ہیں تو ان کے نام، عہدہ اور گریڈ وغیرہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	فنڈز
2002-03	6.000 ملین روپے
2003-04	8.000 ملین روپے
2004-05	50.000 ملین روپے

(ب) اس وقت جی اوآر۔I میں 8 نئی رہائش گاہیں زیر تعمیر ہیں۔

(ج) ان رہائش گاہوں کی تعمیر پر اب تک 7.35 ملین روپے خرچ ہوئے ہیں۔ تعمیر کا کام ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔

(د) مذکورہ آٹھ رہائش گاہوں سے قبل مکمل ہونے والی 13 رہائش گاہوں کی الاٹمنٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔	14 B-گاف روڈ	مسٹر جسٹس اسلم صابر لاہور ہائی کورٹ
2۔	15 B-گاف روڈ	راجہ محمد بشارت، وزیر قانون پنجاب
3۔	1 A-بروم ہیڈ روڈ	محمد اسلم گھمن، ڈائریکٹر انٹی کرپشن پنجاب
4۔	1 B-بروم ہیڈ روڈ	قاضی آفاق احمد، ایم ڈی، ایجوکیشن فاؤنڈیشن پنجاب
5۔	1 A-کلب روڈ	توقیر احمد فائق، چیف سیٹلمنٹ کمشنر پنجاب
6۔	1 D-کلف روڈ	شیخ احمد فاروق سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور پنجاب
7۔	3 A-کلب لین	انوار اے خان سیکرٹری سروسز پنجاب
8۔	14 A-ایکمن روڈ	طارق پرویز، ڈی آئی جی پولیس
9۔	9 A-کالج روڈ	خواجہ نعیم احمد، سیکرٹری پاپولیشن پنجاب
10۔	13 A-کالج روڈ	جاوید ملک، سیکرٹری فنانس آزاد کشمیر
11۔	1 C-ٹولنٹن روڈ	اس رہائش گاہ کو سی ایم سیکرٹریٹ میں شامل کر دیا گیا ہے۔
12۔	1 D-ٹولنٹن روڈ	مسٹر جسٹس نوزا بھٹی لاہور ہائی کورٹ
13۔	1 E-ٹولنٹن روڈ	یہ رہائش گاہ ابھی الاٹ ہونا باقی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

راجہ ریاض احمد :سوال کیا گیا ہے کہ کیا یہ رہائش گاہیں الاٹ کر دی گئی ہیں اگر ہاں تو جن کو الاٹ کی گئی ہیں ان کے نام عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے۔اگلے صفحے پر جواب میں صرف نام لکھے گئے ہیں اور ان کے گریڈ کی تفصیل کسی بھی شخص کے سامنے نہیں لکھی گئی کہ اس کا کس گریڈ سے تعلق ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! جز(ب) کے بارے میں جو انہوں نے سوال کیا ہے اس میں گریڈ وائز تفصیل نہیں دی گئی اس میں سقم ہے میں تسلیم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں وہ جز(د) کے متعلق پوچھ رہے ہیں کہ کیا رہائش گاہیں الاٹ کر دی گئی ہیں اگر ہاں تو جن کو یہ الاٹ کی گئی ہیں ان کے نام عہدہ اور گریڈ وغیرہ کی تفصیل بیان کی جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! ان میں سے تیرہ رہائش گاہوں کی تفصیل تو دے دی گئی ہے اور آٹھ زیر تعمیر ہیں اور مکمل ہونے والی ہیں۔ان کے نام بھی لکھ دیئے گئے ہیں ان کے گریڈ نہیں لکھے گئے۔

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ ان کے گریڈ نہیں لکھے ہوئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: اگر آپ اجازت دیں تو ان کے گریڈ بھی منگوا لیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ حسب روایت وزیر موصوف کی رہنمائی فرما دیں کہ ان کی کم علمی کا آپ اندازہ کریں کہ ہر ایک کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ راجہ بشارت صاحب وزیر قانون ہیں۔مسٹر جسٹس اسلم صابر صاحب ہائی کورٹ کے جج ہیں۔سیکرٹری ایجوکیشن ہیں سیکرٹری سروسز ہیں تو انہیں اتنا علم ہونا چاہئے کہ سیکرٹری کا کون سا گریڈ ہوتا ہے یا منسٹر اور ہائی کورٹ کے جج کا کون سا گریڈ ہوتا ہے۔اس میں جواب منگوانے والی کوئی بات نہیں ہے یہ صرف common sense کی بات ہے جو ہمارے وزراء صاحبان میں lack کرتی ہے ماسوائے ایک دو کے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں اس میں گزارش کروں گا کہ راناصاحب نے ایک طنزاً سی بات کی ہے۔اس میں ہمارے وزراء صاحبان کا بھی نام لکھا گیا ہے ظاہر ہے کہ ان کے گریڈ کا تو کوئی ابہام نہیں ہے لیکن بعض سیکرٹری گریڈ 19 کے بھی ہوتے ہیں بعض20 گریڈ کے اور بعض21 کے بھی ہوتے ہیں چونکہ میرے پاس اس کی تفصیل نہیں تھی اس لئے میں نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے آپ سے یہ گزارش کی ہے کہ اگر یہ فوری طور پر چاہتے ہیں ابھی میں آپ کو مہیا کر دیتا ہوں لیکن اگر یہ تھوڑا سا ٹائم دے دیں تو بہتر ہے ان کو گریڈ بھی مہیا کر دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، راجہ ریاض احمد!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! 13 نمبر رہائش گاہ کے آگے لکھا ہوا ہے کہ یہ رہائش گاہ ابھی الاٹ ہونا باقی ہے۔ موجودہ صورتحال میں اب یہ کس کو الاٹ ہوئی ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! ابھی یہ نامکمل ہے کسی کو الاٹ نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: ابھی یہ مکمل نہیں ہوئی۔ جناب سمیع اللہ خان!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (الف) میں پوچھا گیا ہے کہ آفیسرز کی نئی رہائش گاہوں کی تعمیر کے لئے 03-2002 سے آج تک جو سالانہ رقم رکھی گئی اس کی تفصیل سال وار فراہم کی جائے۔ اس کی جو تفصیل فراہم کی گئی ہے وہ بڑی دلچسپ ہے 03-2002 میں 6 ملین 04-2003 میں آٹھ ملین اور 05-2004، 50 ملین روپے۔

جناب سپیکر! یہ رقم چھ گنا زیادہ ہے یا تو اس ملک میں مہنگائی چھ گنا زیادہ بڑھی ہے یا بیوروکریٹس کی جو رہائش گاہیں ہیں ان میں اتنا بڑا اضافہ ہوا ہے۔ یعنی پچھلے سال اس مد میں 8 ملین روپیہ تھا اور ایک دم سے نئے سال میں 50 ملین روپے ہو گیا ہے۔ یعنی چھ گنا سے بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ یعنی مہنگائی تو لوگ برداشت کر رہے تھے کہ مہنگائی ان کے دور میں چھ گنا زیادہ ہوئی ہے۔ لیکن اس کی کوئی وجہ تو بتائی جائے کہ بیوروکریٹس کی رہائش گاہوں کے لئے اس طرح سے خزانہ لٹایا جا رہا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ جاننا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! جناب سمیع اللہ خان نے انتہائی اہمیت کا حامل نکتہ اٹھایا ہے اسی میں تھوڑا سا اضافہ چاہتا ہوں تاکہ جواب اکٹھا آ جائے۔ اس میں جو انہوں نے کہا ہے چھ ملین روپے اس

کے بعد 8 ملین پھر اس کے بعد 50 ملین اور یہ تقریباً 100 ملین روپے بن جاتا ہے۔ پھر جو اب جواب دیا ہے اس میں کہا ہے کہ 7.35 ملین روپے مزید ہیں، آگے بات یہ ہے کہ تعمیر کا کام ابھی ابتدائی مراحل میں ہے تو یہ تقریباً 100 ملین روپے کا خرچ بتا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے تو کیا یہ وہاں پر کوئی محل تعمیر کر رہے ہیں، وہاں پر کس قسم کی رہائش گاہیں تعمیر کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر سی اینڈ ڈبلیو!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ دو ضمنی سوالات ہیں۔ پہلے تو میں جناب سمیع اللہ خان کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ یہ جو 8 ملین سے 50 ملین روپے تک ہے چونکہ زیادہ رہائش گاہیں شروع کی گئی تھیں۔ جب جتنی بھی زیادہ رہائش گاہیں شروع کی جاتی ہیں اتنے ہی اس کے لئے فنڈز چاہیئں۔ جب پلاننگ ہوتی ہے تو اس کے مطابق پی اینڈ ڈی اور اس کے بعد فنانس ڈیپارٹمنٹ سے ہو کر آتا ہے۔ کیونکہ یہ زیادہ رہائش گاہیں بننی شروع ہوئی ہیں، اس لئے ہوئی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس وقت یہ جواب دیا گیا تھا اس وقت 10.35 ملین خرچ ہوئے تھے لیکن اس وقت 38.576 ملین روپے کے ساتھ رہائش گاہیں مکمل ہو چکی ہیں اور صرف ایک نامکمل ہے۔ جس وقت جواب آیا تھا اور یہ وہی update والی بات ہے لیکن آپ نے ابھی ضمنی سوال دریافت فرمایا میں اس کے جواب میں گزارش کر رہا ہوں کہ ہم نے اس پر 38.576 ملین روپے خرچ کر لئے ہیں یہ utilize ہو چکا ہے اور اس سے سات رہائش گاہیں مکمل ہو چکی ہیں۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (الف) میں فنڈز کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ 03-2002 اور 04-2003 میں جو 6.00 ملین روپے کی رقم رکھی گئی تھی اور 8 ملین اور ابھی 50 ملین روپے رکھی گئی ہے اس میں سے کتنا فنڈ خرچ ہوا اور کتنا lapse ہوا۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر سی اینڈ ڈبلیو!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ figures کا معاملہ ہے۔ پہلے انہوں نے پوچھا تھا ہم نے اس کا جواب دے دیا ہے۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ کوئی فنڈز lapse تو نہیں ہوئے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! فنڈز 100 فیصد utilize ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: جناب سمیع اللہ خان!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے سوال کا جواب ٹیکنیکل تو دیا ہے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ عوامی فلاح کے جتنے بھی منصوبے ہیں جن سے پنجاب کے 8 کروڑ عوام کا براہ راست فائدہ ہو سکتا ہے اس میں تو 8 گنا اضافہ نہیں ہے لیکن اس ملک کی افسر شاہی کی رہائش گاہوں کے لئے 8 گنا اضافہ کی کیا ضرورت ہے؟ میرا سوال ٹیکنیکل نہیں ہے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ میں گیا، پی اینڈ ڈبلیو میں گیا، فلاں ڈیپارٹمنٹ سے ہو کر آیا۔ میرا سوال یہ ہے کہ اس صوبے میں جہاں لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے وہاں پر بیوروکریٹس کی رہائش گاہوں کے لئے 8 ملین ایک سال میں اور اگلے سال آپ اس کو 50 ملین کر دیں۔ میرا سوال تو یہ ہے کہ اس کا کوئی استدلال یا توجیہہ اس صوبہ میں دی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر سی اینڈ ڈبلیو!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے پھر موقع عطا فرمایا ہے کہ میں سمیع اللہ خان صاحب کی بات کا نان ٹیکنیکل جواب دے سکوں۔ گزارش یہ ہے کہ ہم یہاں پر 6 گنا سے بھی زیادہ خرچ کر رہے ہیں۔ آپ بھی سی اینڈ ڈبلیو کے منسٹر رہے ہیں، 2002 کے الیکشن کے بعد جب یہاں پر چودھری پرویز الہیٰ صاحب چیف منسٹر بنے تو اس وقت تک سی اینڈ ڈبلیو میں maximum 2 billion کا بجٹ رہا ہے جو کہ الحمد للہ سی اینڈ ڈبلیو میں 98 and 99 فیصد تک اس کی utilization ہوتی رہی ہے لیکن یہ good governance کا ایک مظہر ہے کہ پہلے سال میں 3.7 بلین روپیہ خرچ کیا گیا، اگلے سال 7 بلین اور اس سال 16 بلین روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے جو کہ پہلے خرچ کرنے کے precedent سے آٹھ گنا زیادہ ہے۔ یہ project management, financial management and good governance کی ایک مثال ہے کہ فنڈز create کئے جاتے ہیں، پھر utilize کئے جاتے ہیں اور لگائے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ، جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف آج بڑے کھوئے کھوئے سے ہیں میرا خیال ہے یہ تیاری نہیں کر سکے۔ فرما رہے تھے کہ جب سے وزیر اعلیٰ چیف منسٹر بنے حالانکہ چیف منسٹر وزیر اعلیٰ

ہی ہوتا ہے اور وزیر اعلیٰ چیف منسٹر ہوتا ہے۔یہ فرمائیں کہ یہ جو رہائش گاہیں تعمیر ہو رہی ہیں تو فی رہائش گاہ مکمل ہونے کی کیاestimated costہے؟

جناب سپیکر: جی،منسٹر سی اینڈ ڈبلیو!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!پہلے تو میں اس پورے ضمنی سوال کا جواب دوں گا۔ان لوگوں کی طرف سے ایکsuperior type لفظ ہوتا ہے کہ وزیر گھر سے تیاری کر کے نہیں آتے، اپنے گھر سے تو تیاری کر کے آتے ہیں لیکن یہ کس قسم کی تیاری چاہتے ہیں، یہ off the recordان سے پوچھ لیا جائے گا۔اس میں، میں گزارش کرتا ہوں کہpolicy matterہو تو on handاس کا جواب دیا جا سکتا ہے لیکن یہ چونکہfiguresکا پوچھ رہے ہیں اس لئے اس کے لئےfresh questionکی ضرورت ہے وہ پوچھا گیا تو بتا دیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!انہوں نے8رہائش گاہوں کا ذکر کیا ہے اور یہ جوfiguresبتا رہے ہیں یہ کل4کروڑ کے قریب رقم بنا رہے ہیں جبکہ جگہ بالکل مفت ہے کیونکہ وہ سرکاری جگہ ہے اس لئے جگہ کی تو لاگت ہے نہیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب!یہexact figureتو نہیں بتا سکتے۔اگر تھوڑی بہت کمی بیشی ہو گئی تو آپ نےPrivilege Motionلے آنی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر سے تیاری کر کے آتے ہیں۔اگر یہ کل اپنے دفتر میں محکمے کے ساتھ بیٹھ کر تیاری کی ہوتی تو کم از کم یہ ضرور پوچھتے کہ ان8رہائش گاہوں پر ٹوٹل کتنا خرچ ہوا ہے تو فی کس نکل آتا۔

جناب سپیکر: ان رہائش گاہوں پر آج تک ٹوٹل کتنا خرچ ہوا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!ایک تو انہوں نے فی گھر کا پوچھا ہے تو میں آپ کی اجازت سے بتا سکتا ہوں کہapproximately 5 million rupeesہے اور اب تک ہم نے ان7رہائش گاہوں کے مکمل کرنے پر ٹوٹل38.576ملین روپیہ خرچ کیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی۔nextمحمد وقاص صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! On his behalf, question no. 4059

ضلع راولپنڈی میں پبلک اور ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز کے نام و دیگر تفصیلات

*4059جناب محمد وقاص: کیاوزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع راولپنڈی میں کتنے پبلک پراسیکیوٹرز اور ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز ہیں۔ ان کے نام اور تقرری کی تاریخ سے مطلع کیا جائے؟

(ب) کیا یہ تعداد ضلع کے مقدمات کے لحاظ سے کافی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) ضلع راولپنڈی میں انسداد دہشت گردی کی دو خصوصی عدالتیں ہیں۔ جن میں پبلک پراسیکیوٹرز کی دو اسامیوں پر دو پبلک پراسیکیوٹرز کام کر رہے ہیں، ان کے نام، تاریخ تعیناتی اور تاریخ اختتام معاہدہ درج ذیل ہیں:۔

سیریل نمبر	نام عدالت	نام پراسیکیوٹر	تاریخ تعیناتی	تاریخ اختتام معاہدہ
1۔	انسداد دہشت گردی خصوصی عدالت نمبر 1 راولپنڈی	عبدالقیوم	01-04-03	31-03-04
2۔	انسداد دہشت گردی خصوصی عدالت نمبر 2 راولپنڈی	محمد یٰسین	01-04-03	31-03-04

انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں میں ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز یومیہ معاوضہ کی بنیاد پر اس وقت کام کرتے ہیں جب ریگولر پبلک پراسیکیوٹر کسی وجہ سے موجود نہ ہو، چونکہ ضلع راولپنڈی میں پبلک پراسیکیوٹر کی دو اسامیوں پر دو ہی پبلک پراسیکیوٹر کام کر رہے ہیں اور پبلک پراسیکیوٹر کی کوئی کمی نہ ہے، لہٰذا اس وقت ضلع راولپنڈی میں انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں میں کوئی ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹر کام نہ کر رہا ہے۔

ضلع راولپنڈی کی سول و سیشن عدالتوں میں ڈسٹرکٹ لاء آفیسرز کی تعداد درج ذیل ہے:

سیریل نمبر	نام عہدہ	ٹوٹل اسامیوں کی ٹوٹل منظور شدہ تعداد	موجود تعداد	خالی اسامیاں
1۔	ڈسٹرکٹ اٹارنی	1	1	کوئی نہیں
2۔	ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی	9	5	4
3۔	اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی	7	4	3

(ب) ضلع راولپنڈی کی انسداد دہشت گردی کی دو خصوصی عدالتوں میں دو ہی پبلک پراسیکیوٹر کام کر رہے ہیں، جو کہ منظور شدہ تعداد کے عین مطابق ہے، تاہم ضلع راولپنڈی کی سول و سیشن عدالتوں میں ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی(BS-17) عہدہ کی چار اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی(BS-16) عہدہ کی تین منظور شدہ اسامیاں خالی ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹر کے لئے یومیہ معاوضے کی شرح کیا ہے اور میرا دوسرا ضمنی question یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ڈپٹی اٹارنی کی چار سیٹیں خالی ہیں۔ چونکہ یہ جواب 2004 کا ہے تو میرا ان سے ضمنی question یہ ہے کہ جو چار سیٹیں خالی تھیں ان کی موجودہ پوزیشن کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہمیں جو جواب دیا گیا ہے یہ انہیں 04-02-19 کو دیا گیا ہے تو ان کے پاس جو update جواب ہے اگر وزیر موصوف وہ پڑھ دیں تو اس کے بعد ہی پھر ضمنی question ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ یہ سوال specifically راولپنڈی کے متعلق پوچھا گیا ہے اور سوال یہ ہے کہ ضلع راولپنڈی میں کتنے پبلک پراسیکیوٹرز اور ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز ہیں۔ جواب میں، میں نے یہ گزارش کی ہے کہ راولپنڈی ضلع میں دو پبلک پراسیکیورٹر ہیں، دونوں کے نام اور تاریخ تعیناتی میں نے دے دی ہے اور اس میں latest position بھی یہی ہے کہ یہی دونوں پراسیکیوٹر حضرات متعلقہ عدالتوں میں کام رہے ہیں۔ جہاں تک اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی، ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی اور ڈسٹرکٹ اٹارنی کی خالی اسامیوں کا تعلق ہے تو اس میں بھی صورتحال یہی ہے اس میں مزید کوئی تبدیلی نہ آئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پچھلے دو سال سے یہ چار سیٹیں خالی ہیں کیا حکومت ان سیٹوں کو پورا کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے اگر رکھتی ہے تو کب تک یہ سیٹیں پُر

ہو جائیں گی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں، میں وضاحت کے ساتھ تھوڑی سی گزارش یہ کرنا چاہوں گا کہ شاید اب ہمیں ڈسٹرکٹ اٹارنی اور ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی کی سیٹوں پر نئی ریکروٹمنٹ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے کیونکہ ہم نے ایک علیحدہ محکمہ Independent Prosecution Service شروع ہو جائے گی اور اس میں ہم نے ڈسٹرکٹ اٹارنیز اور ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنیز کو آپشن دی ہے کہ جو سول پراسیکیوشن میں رہنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم کریمینل پراسیکیوشن کے لئے علیحدہ ریکروٹمنٹ کر رہے ہیں، سو ہم نے اسی موجودہ تعداد میں ہی adjustment کرنی ہے۔ڈسٹرکٹ اٹارنیز کی نئی ریکروٹمنٹ نہیں کی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انہوں نے یہاں پراسیکیوشن کا بل بھی پاس کروالیا ہے تو یہ کب تک اس پر عملدرآمد کرلیں گے ذرا ٹائم بتادیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں کلیریکل سٹاف کی بھرتی کے لئے advertisement دی جاچکی ہے جو کہ اسی ماہ میں مکمل ہونی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ 14۔اگست سے پہلے پہلے independent procecution service launching کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔ next ہے ملک اصغر علی قیصر!

راجا ریاض احمد: جناب سپیکر! On his behalf question No.5550

جی او آر۔VI لاہور میں نئے تعمیر ہونے والے فلیٹس سے متعلقہ تفصیلات

*5550 ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت جی۔او۔آر VI میں گریڈ 16 اور 17 کے افسروں کے لئے 120 عدد فلیٹس زیر تعمیر ہیں؟

(ب) ان فلیٹوں کی تعمیر کب، کتنی لاگت سے شروع کی گئی۔ان کی تعمیر پر اب تک کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے، کتنے فلیٹس مکمل ہو چکے ہیں اور کتنے فلیٹس ابھی زیر تعمیر ہیں؟

(ج) یہ فلیٹس جن سرکاری ملازمین کی زیر نگرانی تعمیر ہو رہے ہیں، ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(د) یہ فلیٹس جن افسروں کو الاٹ کئے گئے ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) یہ درست نہ ہے۔جی۔او۔آر VI میں گریڈ16 اور 17 کے افسروں کے لئے کوئی فلیٹس زیر تعمیر نہ ہیں۔

(ب) جز(الف) کے جواب کی روشنی میں مزید جواب کی ضرورت نہ ہے۔

(ج) ۔ایضا۔

(د) ۔ایضا۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! اس کا جواب 19-02-04 کو دیا گیا ہے۔اب موجودہ صورتحال یہ ہے کہ راجہ بشارت اور وزیر اعلیٰ صاحب کی رہائش گاہ کے لئے آپ نے خود دیکھا کہ 8 گنا اضافہ ہوا ہے لیکن اس صوبے میں دیکھیں کہ جس طرح غریب آدمی کا استحصال ہو رہا ہے تو چھوٹے ملازمین کے بارے میں پوچھا گیا ہے کہ گریڈ16 اور گریڈ17 کے افسروں کے لئے 120 فلیٹس بنائے جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا ہے کہ 04-2003 میں اس قسم کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 2004 میں جواب دیا گیا ہے اب 2006 ہے تو چھوٹے افسروں کے لئے اب تک اس قسم کا کوئی منصوبہ شروع کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے دوست نے ضمنی سوال سے پہلے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اور راجہ بشارت کے گھروں پر تعمیر میں آٹھ گنا اضافہ کر دیا گیا ہے اور جو ضمنی سوال کو موڑ توڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ان کی رہائش کی تعمیر پر آٹھ گنا اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ گریڈ16/17 کے افسران کے لئے سکیم ہمارے زیر غور ہے۔ اس پر ہم کام کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بنائیں گے۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! جو سکیم ان کے زیر غور ہے یہ کب تک اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیں گے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جب ہی یہ سکیم تیار ہو گی تو وہ منظوری کے لئے پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال ملک محمد نواز صاحب کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! On his behalf question No. 4097

ڈی سی او آفسز میں لیگل آفیسرز کی تعیناتی کے قواعد و ضوابط

***4097 جناب محمد نواز ملک:** کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ڈی سی او آفسز میں لیگل آفیسر کس نوٹیفکیشن کے تحت تعینات کئے جا رہے ہیں۔

(ب) مذکورہ آفیسرز کے انتخاب کا طریق کار کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) لیگل آفیسر کے تقرر کا طریق کار نوٹیفکیشن نمبر SOV(LG)1-4/03 مورخہ 29-07-03 کے رول نمبر 4 میں درج ہے۔ نقل نوٹیفکیشن ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب)

1۔ نوٹیفکیشن ہذا کے رول نمبر 4 کے مطابق لیگل آفیسر کے تقرر کے لئے سب سے پہلے متعلقہ لوکل گورنمنٹ دو اخبارات میں اسامیاں مشتہر کرتی ہے۔ البتہ جہاں لوکل آفیسر کو معاوضہ ایک ہزار سے زیادہ نہ دینا ہو وہاں اخبار اشتہار لازمی نہ ہے۔

2۔ امیدواران اخبار اشتہار کے بعد لوکل گورنمنٹ کو درخواست دیتے ہیں اور اس درخواست کی نقل گورنمنٹ کو دی جاتی ہے۔

3۔ لوکل گورنمنٹ اپنی سفارشات مرتب کر کے درخواستوں کے ہمراہ صوبائی حکومت کو بھجواتی ہے جس پر سلیکشن کمیٹی غور کرتی ہے، اس سلیکشن کمیٹی میں جناب وزیر قانون، جناب سیکرٹری قانون، لوکل گورنمنٹ اور محکمہ لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی کے نمائندے شامل ہوتے ہیں۔ یہ کمیٹی لیگل ایڈوائزر کے تقرر کی منظوری دیتی ہے اور اس کے معاوضہ کا تعین کرتی ہے۔

4۔ گورنمنٹ کی منظوری کے بعد متعلقہ لوکل گورنمنٹ لیگل ایڈوائزر کا تقرر کرتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جز(ب) میں انھوں نے فرمایا ہے کہ سلیکشن کمیٹی غور کرتی ہے اور approval دیتی ہے۔اس سلیکشن کمیٹی کے چیئرمین وزیر قانون ہیں۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ موجودہ لوکل گورنمنٹ کے tenure شروع ہونے کے بعد اس سلیکشن کمیٹی کی کتنی میٹنگز ہوئی ہیں اور انھوں نے کتنے لیگل ایڈوائزرز کی approval دی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! راناصاحب نے جس کمیٹی کا ذکر فرمایا ہے اور جس کے متعلق پوچھا گیا ہے۔ ہم بلدیاتی اداروں کے لئے جو لیگل ایڈوائزرز بھرتی کرتے ہیں، یہ کمیٹی اس کے لئے قائم کی گئی ہے۔اس کمیٹی کی ریگولر میٹنگز نہیں ہوتیں بلکہ جب بھی کبھی کسی بلدیاتی ادارے کی طرف سے ہمیں request آتی ہے اور ایک پینل آتا ہے۔اس کے بعد یہ کمیٹی میٹنگ کر کے اس پینل میں سے سلیکشن کر کے واپس بھیجتی ہے۔اس وقت میرے پاس figures نہیں ہیں لیکن اس وقت تک جتنی بھی بلدیاتی اداروں میں تقرریاں ہوئی ہیں اس کمیٹی نے میٹنگ کر کے ان کی approval دی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انھوں نے جز(ب) میں یہ تفصیل بتائی ہے کہ لیگل آفیسرز کے لئے جو سلیکشن کمیٹی بنائی جاتی ہے۔اس میں وزیر قانون، سیکرٹری قانون، محکمہ لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی کے نمائندے شامل ہوتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ نمائندوں سے مراد کیا ہے، یہ کس گریڈ اور کس عہدے کے آفیسر ہوتے ہیں اور ان کی تعداد بتادیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس کمیٹی کا چیئرمین وزیر قانون ہے، سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور ممبر ہیں اور جو لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی کا نمائندہ گریڈ۔18 سے کم کا آفیسر نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سوال نمبر 6400۔

کبیر والا موڑ سے کبیر والا تک ملتان خانیوال روڈ کی مرمت

*6400ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ملتان خانیوال ہائی وے، کبیر والا موڑ سے کبیر والا تک آخری بار کب مرمت کی گئی اور اس پر کتنی لاگت آئی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اب یہ سڑک بہت خراب ہو چکی ہے اس کی مرمت کب کی جائے گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) کبیر والا موڑ سے کبیر والا تک سڑک کی خصوصی مرمت 03-2002 میں کی گئی تھی اور اس پر 75.668 ملین روپے لاگت آئی۔

(ب) مذکورہ سڑک اپنی عمر پوری کر چکی ہے اور موجودہ ٹریفک کے لئے ناکافی ہے۔اس سڑک کی کشادگی و بہتری ایشیائی ترقیاتی بنک کے منصوبہ پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ میں شامل ہے۔ منصوبہ شروع کرنے کے لئے مطلوبہ کارروائی کی جارہی ہے۔ سڑک کی تعمیر نو کا کام اگلے مالی سال کے اوائل میں شروع ہونے کی توقع ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! محکمے نے جواب دیا ہے کہ سڑک کی تعمیر نو کا کام اگلے مالی سال کے اوائل میں شروع ہونے کی توقع ہے۔ 05-03-19 کو یعنی پچھلے مالی سال کے آخر میں یہ جواب انھوں نے دیا ہے۔ اب اگلا مالی سال بھی اختتام پذیر ہو گیا ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت اس کی کیا پوزیشن ہے۔اگر تعمیر شروع ہو گئی ہے تو ٹھیک ہے، اگر نہیں ہوئی تو کب تک شروع ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعمیرات و مواصلات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! اس کی بہت پرانی مرمت ہوئی ہے اور یہ اپنی مدت پوری کر چکی ہے۔ وہاں پر ٹریفک بڑھ گئی ہے جس کی وجہ سے یہ ناکافی ہے۔اس کی widening and improvement کے لئے ہم نے ایشین ڈویلپمنٹ بنک میں move کیا تھا اس کے لئے طریق کار لمبا ہے۔ وہ soft loan ہے اور approval کے لئے بھی باہر جاتا ہے اس کے لئے ہماری بارہ کے قریب سکیمیں ہیں جو approve ہوئی تھیں ان میں یہ سڑک priority پر ہے۔اس کی وجہ سے

میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کروں گا کہ یہ موجودہ مالی سال میں شروع ہو جائے گی۔اس کے ٹینڈر وصول ہو گئے ہیں اور ہم نے ایشین ڈویلپمنٹ بنک منیلا میں بھیجے ہیں۔ انھوں نے جس کمپنی کی allocation کی ہے وہ چائنا کی کمپنی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔راجہ ریاض احمد صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!ایشیائی ترقیاتی بنک سے یہ منصوبہ approve ہوا ہے۔ظاہر ہے کہ جب کوئی منصوبہ approve ہوا ہے تو اس کے لئے پیسے بھی رکھے گئے ہوں گے یا مانگے ہوں گے،یہ پیسے بتادیں کہ کتنے ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!جو سوال کیا گیا تھا وہ اس کی رقم اور تعداد کے بارے میں نہیں تھا۔ میری گزارش یہ ہو گی کہ اعداد و شمار کے بارے میں جز(الف) میں جواب دیا گیا ہے مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ آج جو سوال ڈاکٹر وسیم اختر صاحب نے کیا ہے۔وہ اس کی اہمیت کو بھی سمجھتے ہیں اور یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ورنہ اکثر تو یہی ہوتا ہے کہ سوال کرنے والا یہاں موجود نہیں ہوتا اور on his behalf چلا جاتا ہے اور صرف gallery play کے لئے یہ سارے کام کئے جاتے ہیں۔ایوان کے ریکارڈ کو درست رکھنے کے لئے آپ ہمیں ہمیشہ مہلت عطا فرماتے ہیں۔اس میں اگر آپ اجازت فرمائیں تو figures کے بارے میں fresh question ہونا چاہئے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!یہ متعلقہ سوال تھا اور اس کا مناسب جواب نہ ہونے کی وجہ سے دائیں بائیں بات کر کے گزارا نہیں ہو گا۔ انھوں نے خود فرمایا ہے کہ یہ approve ہو چکا ہے اور اس کے ٹینڈر ہو چکے ہیں،اب اس کے لئے رکھی گئی رقم بتانے میں کیا حرج ہے؟

جناب سپیکر: آپ اندازاً بتادیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!اندازاً 150 ملین US ڈالرز ہیں۔ میرے پاس یہ لکھا ہوا تھا لیکن میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ اگر figures کے بارے میں یہ اسی طرح طول دیتے گئے اور جناب نے نوٹس نہ لیا تو کسی وقت یہ بھی پوچھا جائے گا کہ فلاں ایس ای کے بیٹوں کے پاس کتنے موبائل فون ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب، بات یہ ہے کہ یہ سوال تو متعلقہ بنتا ہے کیونکہ ایک منصوبہ جس کا آپ نے ٹینڈر call کیا ہے۔اس کی amount کا تو پتا ہونا چاہئے۔اس میں تھوڑا بہت تو آگے پیچھے

ہو سکتا ہے لیکن amount کا پتا ہونا چاہئے۔اگلا سوال جناب لالہ شکیل الرحمٰن صاحب کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 4671۔

Solicitor پنجاب لاہور میں 2003 تا حال بھرتی کی تفصیل

*4671 **لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک solicitor آف پنجاب لاہور کے تحت جتنے افراد کو ملازمت فراہم کی گئی ان کے نام، عہدہ، ولدیت، تعلیمی قابلیت، گریڈ، ڈومیسائل اور پتا جات مع جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کے بعد ہوئی تو ان اخبارات کی نقل مع تاریخ بیان فرمائیں؟

(ج) اگر اس بھرتی کے لئے کوئی ریکروٹمنٹ کمیٹی اور میرٹ بنانے والی کمیٹی تشکیل دی گئی تو ان کمیٹیوں میں شامل ملازمین /افسران کے نام، عہدہ، گریڈ نیز بھرتی کی مجاز اتھارٹی کا نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر ان تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ لسٹ فراہم کی جائے نیز میرٹ کا طریق کار بیان فرمائیں؟

(ہ) جتنے افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا ان کے نام، عہدہ و دیگر تفصیل الگ دی جائے؟

(و) کتنے افراد کو سفارش پر بھرتی کیا گیا، سفارش کرنے والے اور سفارشی بھرتی ہونے والوں کے ناموں کی تفصیل دی جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک جتنے افراد کو ملازمت فراہم کی گئی ان کی تفصیل فہرست پرچم (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ بھرتی باقاعدہ اخباروں میں تشہیر کے بعد کی گئی ہے، فوٹو کاپی اخبار اشتہار مع تاریخ پرچم (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) بھرتی کے لئے باقاعدہ ریکروٹمنٹ کمیٹی تشکیل دی گئی، مراسلہ پرچم(ج)ایوان کی میز پر رکھ دیا گیاہے۔ بھرتی کمیٹی میں شامل افسران کے نام، عہدہ جات، گریڈاور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ	موجودہ جگہ تعیناتی
1۔	زبدۃالحسین	چودھری خلیق الزمان سولیسٹر پنجاب(مجاز اتھارٹی چیئرمین)	20	لاہور
2۔	چودھری خلیق الزمان	ایڈیشنل سیکرٹری(ایڈمن) محکمہ قانون وپارلیمانی امورلاہور(ممبر)		لاہور
3۔	غلام مہدی خان	ڈپٹی سیکرٹری(ایڈمن) محکمہ قانون وپارلیمانی امورلاہور(ممبر) حال تعینات سینئر سول جج اٹک		لاہور
4۔	شہزادہ خرم	ڈپٹی سیکرٹری(ریگولیشن) S&GADلاہور ممبر برائے بھرتی سکیل نمبر11تا15)		لاہور

(د) تمام افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا جو کہ بمطابق ریکروٹمنٹ پالیسی جاری کردہ حکومت پنجاب مورخہ 03-05-05 ہے۔

طریق کار بھرتی / میرٹ

(1)۔ ملازمین گریڈ5تا15

(a) تعلیمی استعداد 80نمبر

(b) انٹرویو 20نمبر

نوٹ: تعلیمی استعداد میں اعلیٰ تعلیم، حافظ قرآن، سابق فوجی اور تجربہ کے نمبر شامل ہیں جن کی تفصیل پرچم(د)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(2) ملازمین گریڈ1تا4اس کی تفصیل مراسلہ پرچم(ہ)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

امیدواروں کی کل تعداد1784 تھی، جن میں سے37 افراد کو میرٹ پر منتخب کیا گیا، جن کی تفصیل پرچم(و)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کسی بھی فرد کو رولز میں نرمی کرکے بھرتی نہ کیا گیاہے۔

(و) کسی بھی شخص کو سفارش پر بھرتی نہیں کیا گیا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس سوال میں پوچھا یہ گیا تھا کہ جتنے افراد کو ملازمت فراہم کی گئی ہے ان کے نام، عہدہ، ولدیت، تعلیمی قابلیت، گریڈ، ڈومیسائل اور پتا جات مع جگہ تعیناتی تفصیل فراہم کی جائے۔ اب اس کا جواب تو آج سے دو سال پہلے 05-06-04 کو موصول ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو up to date ہونا چاہئے اور اب کیا پوزیشن ہے۔ باقی انھوں نے جو جواب ایوان میں رکھا ہے اس میں انھوں نے جن افراد کی تعیناتی کی list دی ہے۔ اس میں انھوں نے کسی کا بھی address نہیں دیا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ 2003 میں 37 لوگوں کو بھرتی کیا گیا ہے، 37 لوگوں کی فہرست مکمل میرے پاس موجود ہے جس کی کاپی ابھی میں رانا صاحب کو دے رہا ہوں۔ اس کے بعد 2005 اور 2006 میں بھی بھرتیاں کی گئی ہیں جو باقاعدہ ریکروٹمنٹ پالیسی کے مطابق کی گئی ہیں اور باقاعدہ اخبارات میں اشتہار دے کر کی گئی ہیں اور کسی کو کسی قسم کی عمر میں نہ qualification میں کوئی relaxation دی گئی اور strictly according to recruitment policy بھرتیاں کی گئی ہیں، جس کا تمام ریکارڈ معزز ایوان کی میز پر رکھتا ہوں، رانا صاحب ملاحظہ فرمالیں۔

جناب ارشد محمود بگو: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جو بھرتی کی گئی ہے جز (د) میں امیدوار کی تعلیمی استعداد کے متعلق بتایا گیا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے کتنے نمبر ہوتے ہیں اور سابق فوجی کے لئے کتنے نمبر ہوتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! باقاعدہ اس کا تعین ریکروٹمنٹ پالیسی میں کیا گیا ہے۔ میں نے ریکروٹمنٹ پالیسی بھی دی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو وہ بہت تفصیل کے ساتھ ہے، اس میں ہر چیز واضح ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں for future reference events اس کی کاپی

دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! کافی تفصیل ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں تو کاپی دے دیتے ہیں۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سوال نمبر 6401۔

بہاول پور، ریلوے لائن پر اوور ہیڈ برج کی تعمیر

*6401۔ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے اپنے دورہ بہاولپور کے موقع پر سمال انڈسٹریل اسٹیٹ کے قریب ملتان روڈ پر مین ریلوے لائن پر پل کی تعمیر کی منظوری دی؟

(ب) اس اوور ہیڈ پل کی تعمیر کب تک شروع ہو گی؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) محکمہ ہذا کے علم میں نہ ہے۔

(ب) وسائل دستیاب ہونے پر مذکورہ اوور ہیڈ برج کی تعمیر شروع کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے بارہا اس کو تحریک التوائے کار کے ذریعے اس ایوان کے اندر اٹھایا تھا اور ہمارے دوسرے دوست جو اس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی اس کو وقتاً فوقتاً اٹھاتے ہیں۔ یہ جو ریلوے کراسنگ ہے یہ دو اضلاع کے درمیان ہے۔ ایک سائیڈ پر بہاولپور ہے اور دوسری طرف لودھراں کا ضلع ہے جو دس پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ روزانہ ہزاروں طلباء، ملازمین، مریض لودھراں سے بہاولپور اور اسی طرح سے واپسی ہوتی ہے۔ جو سرکاری ملازم لودھراں کے رہنے والے ہیں وہ لودھراں جاتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں عرض کر رہا ہوں۔ یہ پل چھ سے آٹھ گھنٹے تک بند رہتا ہے۔ میں نے پچھلے اجلاس میں ظہیر صاحب سے علیحدہ بھی بات کی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ traffic count کا لوڈ بلاشبہ کم ہے لیکن اس کے باوجود ہم علاقے کی ضرورت کے مطابق اس کی تعمیر اگلے مالی سال

میں کروائیں گے۔ابھی پھر اجلاس کے دوران میں نے ان سے بات کی تھی کہ مہربانی کر کے اس پل کی تعمیر کروائی جائے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے چیف منسٹر کے پاس جو 5 بلین روپے کی block allocation رکھی ہے اس میں سے انشاء اللہ ہم اس پل کی تعمیر اس مالی سال کے دوران کروادیں گے۔اتفاق سے سوال آگیا ہے تو میں منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ یقین دہانی یہاں بھی کروادیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: جی،چودھری صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔جناب سپیکر!یہ حقیقت ہے کہ میری اس اوور ہیڈ برج کی اہمیت کے بارے میں ان سے بات ہوئی تھی تو میں نے ان سے گزارش کی تھی کہ میں چیف منسٹر صاحب سے بات کروں گا اور ہم نے traffic count لیا ہے اور ویسے traffic count اس کے nearing ہے۔وہ پورا تو نہیں ہوتا لیکن اس کے قریب ہے۔اس کی اہمیت کے پیش نظر ہماری project making ہو رہی ہے چونکہ اس سال کے اندر ہاؤس نے بجٹ پاس کر دیا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں اپنی کوشش کروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی سال کے اندر اس پراجیکٹ کو وہاں رکھا جائے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: رواں مالی سال میں اگر یہ کام شروع کروادیں گے تو میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ کوشش کریں گے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: شکریہ۔جناب سپیکر!اسی اوور ہیڈ برج کے لئے میں نے کل قرارداد بھی دی تھی کیونکہ وہاں پر اوور ہیڈ برج بننا بہت ضروری ہے۔اس لئے کہ روزانہ جو بہاولپور سے کسی بھی شہر کو گاڑی جاتی ہے تو وہ اس سڑک سے گزرتی ہے لیکن یہ 2005 کے سوال کا جواب ہے اور ابھی تک منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں کوشش کروں گا۔آپ ان سے یہ معلوم کر دیں کہ یہ کوشش کب تک ہو جائے گی؟

جناب سپیکر: جی،وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ میری محترمہ بہن نے شاید میری پوری بات سنی نہیں تھی جو میں نے گزارش کر دی تھی۔ جب سوال کے ذریعے دریافت کیا جائے تو اس کے ذریعے کوئی پراجیکٹ منظور نہیں ہوتا، پراجیکٹ کی اہمیت اس سوال کے ذریعے اجاگر ہو کر سامنے آ گئی ہے اور اس پر حکومت غور کرے گی۔ سوال کرنے والے مطمئن ہیں اور مجھے امید ہے اور ہم کوشش کریں گے کہ اسی مالی سال کے اندر ہو جائے گا۔

راجہ ریاض احمد: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ traffic count بھی کرایا گیا تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا اس پل کی تعمیر کے لئے سروے کرایا گیا اور محکمے نے اس پل کو بنانے کے لئے کتنی رقم مانگی ہے کیونکہ اس بجٹ میں رکھا جانا ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب سے بات بھی ہونی ہے۔ اگر سروے ہوا ہے تو رقم بتا دی جائے کہ کتنی ہے؟

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب! ابھی سروے ہوا ہے یا نہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں گزارش کر چکا ہوں کہ ابھی ہم نے اس پر سروے تو نہیں کیا لیکن traffic count کے بارے میں ہم نے علم لیا ہے کہ اس کے قریب ہے کہ اس کو بنا دیا جائے۔

جناب سپیکر: ابھی مکمل سروے نہیں ہوا۔ اگلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: سوال نمبر 4672۔

صوبہ میں Solicitor کے دفاتر، اغراض و مقاصد اور آمدن و خرچ کی تفصیل

*4672۔ **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) Solicitor of Punjab کے کتنے اور کس کس جگہ دفاتر ہیں؟

(ب) Solicitor of Punjab کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟

(ج) مذکورہ دفتر کے سال 2003 اور 2004 کے اخراجات اور آمدن کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(د) Solicitor of Punjab نے عوام کے لئے سال2003 سے آج تک عوامی بہبود کے جو فرائض سرانجام دیئے ہیں،اس کی تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف)

1۔ سولیسٹر پنجاب کالاہور میں ایک ہی دفتر ہے۔

2۔ ذیلی دفاتر میں صوبہ بھر میں ہر ضلع کی سطح پر ایک دفتر ہے جس کے انچارج ڈسٹرکٹ اٹارنی ہیں۔

(ب)

1۔ سولیسٹر پنجاب صوبہ بھر میں سرکاری مقدمات کا انچارج ہے۔

2۔ قانونی معاملات میں حکومت پنجاب کے محکموں کو رائے فراہم کرتا ہے نیز ہر قسم کی(Pleadings) بشمول جواب دعویٰ جات کی تصحیح(vetting) کرتا ہے۔

3۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی،آفس کے انتظامی و مالی امور کا انچارج ہے البتہ سرکاری وکلاء انتظامی طور پر محکمہ قانون کے ماتحت ہیں۔

(ج)

1۔ آمدن: کوئی ذرائع نہیں

2۔ اخراجات:

سولیسٹر آفس -/78,58,473روپے

ضلعی دفاتر ڈسٹرکٹ اٹارنی -/10,20,07,000روپے

(د) ماتحت عدالتوں سے لے کر عدالت عالیہ پنجاب، عدالت عظمیٰ پاکستان، سروس ٹربیونل،NICR، لیبر کورٹس وغیرہ میں حکومت پنجاب کی نمائندگی اور مقدمات کی پیروی کے انتظامات کئے گئے۔ ایسے تمام مقدمات میں حکومت پنجاب کے توسط سے عوامی مفاد وابستہ ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! جز(ب) میں ان کا جواب ہے کہ سولیسٹر پنجاب صوبہ بھر میں سرکاری مقدمات کا انچارج ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب میں کتنے مقدمات کی انہوں نے پیروی کی ہے اور ایک وکیل کو فی کیس کتنی فیس ادا کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! وکیل کو فیس ادا کرنے کے سوا وکیل کا سولیسٹر ڈیپارٹمنٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے سوال یہ کیا تھا کہ پنجاب سولیسٹر آفس کہاں ہے؟ ہم نے بتایا کہ وہ لاہور میں ہے، انہوں نے اس کا کام پوچھا تو ہم نے کہا کہ مقدمات کی پیروی اور وہ ہم اپنے ڈسٹرکٹ اٹارنیز اور ان کے ذریعے کرواتے ہیں۔ پرائیویٹ وکیل سولیسٹر ڈیپارٹمنٹ engage نہیں کرتا۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! کیا سولیسٹر خود عدالت میں پیش ہو سکتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی، نہیں۔ میں گزارش کر رہا ہوں کہ باقاعدہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں جو ڈسٹرکٹ اٹارنیز ہیں وہ پیش ہوتے ہیں۔ ماتحت عدالتوں اور عدالت عالیہ میں ایڈووکیٹ جنرل اور اس کے افسران پیش ہوتے ہیں۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ پراسیکیوٹر جنرل اور سولیسٹر میں کیا فرق ہے؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ جس وقت معزز دوست نے سوال دیا تھا اس وقت پراسیکیوٹر جنرل کا کوئی concept نہیں تھا۔ ہم نے ابھی علیحدہ پراسیکیوشن سروس شروع کی ہے اور ابھی حال ہی میں ان کی تعیناتی کی گئی ہے لیکن سولیسٹر پنجاب سولیسٹر دفتر کا کام کرتے ہیں اور جو حکومت کی طرف سے مقدمات کی پیروی ہوتی ہے اس کو کوآرڈینیٹ کرتے ہیں اور originate وہاں سے ہوتی ہے لیکن ان کا کام عدالتوں میں جا کر پیش ہونا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان صاحب کا ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: سوال نمبر 6499۔

کالا خطائی روڈ نارنگ منڈی کو دورویہ کرنے کا مسئلہ

*6499۔جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

کیا کالا خطائی روڈ نارنگ منڈی کو ڈبل ویز روڈ بنانے کا کوئی منصوبہ زیر غور ہے اگر ہے تو اس کا کیا تخمینہ لگایا گیا ہے اور اگر کوئی منصوبہ زیر غور نہیں ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

مذکورہ سڑک کو 10 فٹ سے 20 فٹ چوڑا اور ڈیزائن میں بہتری کر کے تعمیر کرنے کا منصوبہ ایشیائی ترقیاتی بنک کے پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ میں شامل ہے جس کا تخمینہ لاگت انداز 400 ملین روپے ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا صرف ایک ضمنی سوال ہے کیونکہ اس کے بعد میرا سوال ہے جس کو میں زیادہ تفصیل سے بیان کروں گا۔ میں اس حوالے سے پوچھوں گا کہ یہ منصوبہ کب تک شروع کرنے کا ارادہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! ہمارے ڈیپارٹمنٹ نے ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے لئے منظوری دے دی ہے اور یہ اس پراجیکٹ میں شامل کر لیا گیا ہے، اس کا تخمینہ بھی لکھ دیا گیا جو آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ اب اس کا process جیسے ہی وہ اپنا Consultant بھیجتے ہیں پھر ہو گا۔ ہم اسی مالی سال کے اندر توقع رکھتے ہیں کہ شروع ہو جائے گا کیونکہ ہمارا process تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال مہر اشتیاق احمد صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان صاحب کا ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: سوال نمبر 6500۔

ضلع لاہور و شیخوپورہ میں موجودہ مالی سال کے دوران مکمل ہونے والی سڑکوں اور عمارات سے متعلقہ تفصیل

*6500۔جناب سمیع اللہ خان: کیاوزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) موجودہ مالی سال میں ضلع لاہور اور ضلع شیخوپورہ میں سڑکوں اور عمارات کے کتنے منصوبہ جات مکمل کئے گئے؟

(ب) ان منصوبہ جات پر کل کتنی لاگت آئی؟

(ج) کیاان منصوبہ جات کے ورک آرڈر جاری کرنے سے قبل اخبارات میں اشتہار شائع کرایا گیا؟

(د) اگر تمام منصوبہ جات کے ورک آرڈر جاری کرنے سے قبل اس کی بذریعہ اخبار تشہیر نہیں کی گئی تواس کے کیامقاصد تھے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) موجودہ مالی سال میں اب تک ضلع لاہور اور ضلع شیخوپورہ میں شاہرات کا کوئی منصوبہ مکمل نہ ہواہے تاہم متعدد منصوبہ جات پر کام جاری ہے۔ موجودہ مالی سال میں عمارات کے شعبہ میں مکمل ہونے والے منصوبہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام منصوبہ	لاگت (ملین روپے)
1۔	تعمیر پولیس تھانہ مناواں لاہور	6.381
2۔	تعمیر دو عدد اضافی سوٹ برائے جج صاحبان سپریم کورٹ (C-12 ایکمن روڈ جی اوآرون) لاہور	6.982
3۔	تعمیر میٹنگ ہال اور دوسری ڈویلپمنٹ 90 شارع قائداعظم لاہور۔	50.791
4۔	ٹیوب ویل کی دوبارہ بورنگ 11۔ایکمن روڈ جی اوآرون لاہور	1.087
5۔	گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ریلوے روڈ لاہور کی اضافی تعمیر (نئے کلاس روم، ورکشاپ، چار دیواری)	11.831
6۔	اضافی تعمیر گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، رائے ونڈ روڈ لاہور (لیبارٹری ہال، کلاس روم وغیرہ)	15.089
7۔	اضافی تعمیر گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ فار گلاس سرامکس و پوٹری ڈویلپمنٹ سنٹر شاہدرہ	4.789

8۔	اضافی تعمیر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ جوڈیشل کمپلیکس لاہور	12.787
9۔	رہائشی تعمیر برائے سٹاف پولیس کانسٹیبلری فاروق آباد ضلع شیخوپورہ	7.454
10۔	تعمیر گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول پاڈیانوالہ ضلع شیخوپورہ	2.305
11۔	تعمیر گورنمنٹ گرلز ہائی سکول منڈی فیض آباد ضلع شیخوپورہ	2.356
12۔	تعمیر گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کری والہ ضلع شیخوپورہ	2.420
13۔	تعمیر گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کھاریانوالہ ضلع شیخوپورہ	0.650
	ٹوٹل	124.922

(ب) جواب جز(الف) میں دے دیا گیا ہے۔

(ج) ورک آرڈر جاری ہونے سے قبل تمام منصوبہ جات کے اشتہارات اخبارات میں بذریعہ ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشن شائع کرائے گئے۔ اشتہارات کی فوٹو کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) جز(ج) کے جواب کی روشنی میں مزید جواب کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا سوال تھا کہ موجودہ مالی سال میں ضلع لاہور اور ضلع شیخوپورہ میں سڑکوں اور عمارات کے کتنے منصوبہ جات مکمل کئے گئے؟ جواب دیا گیا ہے کہ سڑکوں پر تو کوئی منصوبہ مکمل نہیں ہوا لیکن جو عمارات کے شعبہ کی تفصیل دی گئی ہے یہ ٹوٹل 13 منصوبے ہیں جن کو مکمل کیا گیا ہے اور ان 13 منصوبوں پر تقریباً 124.922 ملین روپے لاگت آئی ہے۔ ان 13 منصوبوں میں سے صرف ایک منصوبہ پر اس ٹوٹل رقم کا 40 فیصد خرچ کیا گیا ہے اور باقی 12 منصوبوں پر تقریباً 60 فیصد خرچ کیا گیا ہے۔ جب بجٹ میں یہ allocation آتی ہے اور یہاں بجٹ پر تقریریں ہوتی ہیں کہ ہم نے بہت زیادہ رقم رکھ دی، اپوزیشن کا ہمیشہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حکومت کی ترجیحات درست نہیں ہیں اور وہ ترجیحات کی reflection اس سوال میں ہو رہی ہے کہ ایک منصوبہ جس کو میں پڑھ کر بتاتا ہوں کہ 12 منصوبوں کی رقم ایک طرف اور ایک منصوبے کی رقم ان تمام منصوبوں پر بھاری ہے۔ ان میں سے ایک منصوبہ تعمیر میٹنگ ہال اور دوسری ڈویلپمنٹ 90 شاہراہ قائداعظم لاہور ہے اس پر 50.791 ملین روپے رکھے گئے ہیں یعنی ایک 90 شاہراہ قائد اعظم کے لئے پچاس ملین سے اوپر رکھے گئے ہیں۔ میں حکومت کی

ترجیحات expose کرنا چاہتا ہوں کہ اب باقی جو 12 منصوبے ہیں ان میں سے سات تعلیمی ادارے ہیں اور چار منصوبے انصاف کے ججز یا تھانے کی تعمیر کے ہیں۔ یعنی جہاں براہ راست عوامی مفاد کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال کیا ہوا؟

جناب سمیع اللہ خان: ضمنی سوال یہ ہے کہ اس محکمہ کی جو ترجیحات ہیں کہ 90۔ شاہراہ قائداعظم پر اور ایسے ہی اپنے 13 منصوبوں پر یہ 50 فیصد رکھتے ہیں اور باقی جہاں پر عوام کا براہ راست فائدہ ہے وہاں پر باقی 50 فیصد رکھتے ہیں تو یہ ان کی ترجیحات میں اتنا فرق کیوں ہے کہ عوامی منصوبوں پر ترجیحاً زیادہ رقم کیوں مختص نہیں کرتے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! عوامی منصوبہ جات کے حوالے سے اسٹیٹ یا صوبہ کی جو بھی پراپرٹی بنتی ہے وہ عوامی استعمال میں ہی بلاواسطہ یا بالواسطہ آتی ہے۔ 90 شاہراہ قائداعظم پر جو میٹنگ ہال کی تعمیر کی گئی ہے وہاں پر اس کی ضرورت تھی۔ جیسا کہ اسمبلی کے ہال کی ضرورت ہے اور اس پر بہت بڑی رقم خرچ کی جا رہی ہے۔ جہاں پر جس چیز کی ضرورت ہے وہ بنائی جاتی ہے بلاضرورت نہیں بنائی جاتی ہے۔ جہاں تک ان کی نشاندہی کا تعلق ہے تو ہماری پہلے بھی ترجیحات بہتر ہیں اور ان کی نشاندہی پر مزید غور کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ راناثناء اللہ خان صاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ جو میٹنگ ہال تعمیر کیا گیا ہے اس میں جو اس کی تفصیل دی گئی ہے اس کے مطابق اس کا کل تعمیر شدہ رقبہ تقریباً 15 ہزار مربع فٹ بنتا ہے۔ 15 ہزار مربع فٹ کی تعمیر اور پانچ کروڑ روپیہ اس کا کچھ تناسب نہیں بنتا۔ اس وقت تعمیرات میں اچھی سے اچھی لاگت تقریباً ایک ہزار روپے فی مربع فٹ کے قریب ہے۔ یہ تقریباً ساڑھے تین ہزار روپیہ فی مربع فٹ لاگت بنتی ہے میں وزیر صاحب سے پوچھوں گا کہ کیا وہاں پر کوئی ہیرے جڑے گئے ہیں یا وہاں پر کون سا کام ہوا ہے کہ اتنی مہنگی تعمیر ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!انہوں نے جو ہزار روپے فی مربع فٹ کے حوالے سے بات کی ہے تو ویسے تو نو سو روپے فی مربع فٹ میں بھی تیار ہو جاتی ہے اور یہاں پر سات ہزار روپے فی مربع فٹ میں بھی تیار ہوتی ہے لیکن یہاں تمام چیکنگ کے بعد ایک اچھی تعمیر کی گئی ہے جو حکومت پنجاب اور عوام کی ملکیت ہے۔یہ کسی نے ساتھ لے کر نہیں جانی ہے جو چیز بنی ہے وہاں پر بنی ہے اور یہ ہر قسم کیsupervision and checkingکے مرحلے سے گزری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کوئی زیادہ لاگت نہیں آئی جتنی ضرورت تھی اتنی ہی لگائی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی،راناصاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!وزیر موصوف سے سوال یہ ہے کہ جی او آر کی رہائش گاہوں اور اس میٹنگ ہال کے علاوہ جو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بڑی تکنیک استعمال کی ہے اور بڑے اچھے انداز سے تعمیر کیا ہے اس کے علاوہ بھی پورے صوبے میں کوئی ایسی بلڈنگ ہے جو انہوں نے بڑے شوق اور انہماک سے تعمیر کی ہے جس پر اتنی ہی مربع فٹ لاگت آئی ہے۔ کسی سکول بلڈنگ یا کسی اور جگہ کا بتادیں ماسوائے ان دو بلڈنگز کے۔

جناب سپیکر: جی،وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!جہاں پر جس قسم کی بلڈنگ کی ضرورت ہوتی ہے اسی قسم کی بلڈنگ بنائی جاتی ہے۔ اس کیgross estimationکی جاتی ہے اور صوبہ پنجاب کے آرکیٹیکٹ اور پی اینڈ ڈی اور اس کے علاوہ تمام مراحل سے گزرنے کے بعد بنتی ہے۔ کسی بھی بلڈنگ پر زیادہ رقم نہیں لگائی جاتی۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر!میں نے جو سوال کیا ہے مجھے اس چیز کا جواب دیں کہ یہاں 7۔کلب بھی ہے،90۔ شاہراہ قائداعظم بھی ہے اور اسی طرح سیکرٹریٹ میں وزیر اعلیٰ صاحب تو ایک سال میں اوسطاً ایک بار جاتے ہیں۔ وہاں کا خرچہ نکلوائیں،90 شاہراہ کا خرچہ نکلوائیں۔

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان کا محکمہ جو بجٹ بناتا ہے اس کی ترجیحات صرف جی او آر۔Iاور 90 شاہراہ تک محدود ہیں یا اس میں پنجاب کے عوام بھی شامل ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں نے ان کے سوال کا اتنا ہی جواب دیا تھا اور اگر یہ تفصیلاً چاہتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں اور اس میں رانا صاحب کے سوال کا جواب بھی آ جاتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی بلڈنگز ہیں۔ جی، ہاں! اس کے علاوہ بھی بہت سی بلڈنگز ہیں۔ میں گنواتا چلا جاتا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ جہاں پر ضرورت محسوس کی جاتی ہے وہاں پر ہم بنواتے ہیں۔ کارڈیک سنٹر ملتان ایک ارب روپیہ، کارڈیک سنٹر فیصل آباد 1.2 بلین روپے اور وومن یونیورسٹی راولپنڈی اسی طرح جہاں جہاں ضرورت ہے تعمیر کر رہے ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس حکومت کا تعمیری کام اور دوسرے بھی تمام کام ایک good management and role model کے طور پر آ رہے ہیں۔ آپ کی ہر مثبت بات کو ہم لیتے ہیں لیکن اس میں تنقید برائے تنقید کو ہم نہیں لیتے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! جو سکیمیں مکمل ہوئی ہیں وزیر موصوف سے میری گزارش ہے کہ سکیم نمبر 4 کو پڑھ دیں پھر میں ضمنی سوال کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میری پہلے تو گزارش ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ میرے بھائی پہلے یہ مانیں کہ انہوں نے پڑھا نہیں اور انہیں پڑھنا نہیں آتا تو میں پڑھ دیتا ہوں۔ یہ سیریل نمبر 4 پر ہے کہ ٹیوب ویل کی دوبارہ بورنگ جی او آر، ۔I لاہور۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! براہ مہربانی! وزیر صاحب پیسے بھی بتا دیں کہ اس پر کتنے خرچ آئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ 1.87 ملین روپے ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب والا! میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ ایک ٹیوب ویل کی بورنگ ہوئی ہے اور اس پر دس لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ جناب! ہم جب ٹیوب ویل لگاتے ہیں تو دوبارہ بورنگ پر دس لاکھ روپیہ کیسے لگ سکتا ہے وزیر صاحب اس کی وضاحت کر دیں؟

جناب سپیکر: ظہیر صاحب! کہیں clerical mistake تو نہیں ہو گئی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! نہیں۔اس میں غلطی تو نہیں ہوئی دراصل اس میں ٹربائین بھی تبدیل ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: اس میں صرف بورنگ ہی ہے یا میٹریل بھی install کیا گیا ہے

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں گزارش کر دیتا ہوں کہ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ غلط پیسا لگایا گیا ہے تو اس کی انکوائری بھی کی جا سکتی ہے لیکن اگر یہ تفصیل چاہتے ہیں تو میں اس کی تفصیل لے کر دے دیتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر صاحب سے میرا ضمنی سوال ہے کہ جب انہوں نے کل ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ جوابات کی تیاری کی ہے تو اس وقت ان کے ذہن میں کیوں یہ بات نہیں آئی کہ ایک لاکھ کا کام دس لاکھ میں ہوا ہے یا یہ فرمادیں کہ ان کی تیاری نہیں ہوئی۔

چودھری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میری گزارش ہے کہ ابھی چودھری ظہیر صاحب نے فرمایا ہے کہ فیصل آباد اور ملتان کے لئے کارڈیالوجی ہسپتال کے لئے ایک ملین روپے رکھے گئے ہیں۔اسی طرح وزیر آباد میں کارڈیالوجی ہسپتال کے لئے جگہ مختص کر دی گئی ہے۔ اس کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ کیا وہاں پر حکومت ہسپتال بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ کیا اس کی ایلوکیشن ہوئی ہے جبکہ زمین acquire کر لی گئی ہے اور گوجرانوالا ڈویژن کے لئے وزیر آباد کو center place declare کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: سماں صاحب! یہ تو fresh question بنتا ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! جب یہاں پر فیصل آباد اور ملتان کا ذکر کیا گیا ہے تو وزیر آباد کا بھی بتادیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں نے ان عمارات کا ذکر کیا ہے کہ جو بن رہی ہیں وزیر آباد کی بلڈنگ کا ابھی ڈیزائن بن رہا ہے وہ in process ہے انشاء اللہ یہ ہسپتال بھی بنے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اگلا سوال نمبر 6784، چودھری زاہد پرویز صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر وسیم اختر:جناب سپیکر! on his behalf سوال نمبر-6784

سابقہ ڈی جی خان ڈویژن کے اضلاع کی بار کونسلز کو جاری فنڈز اور خرچ کی تفصیل

*6784چودھری زاہد پرویز:کیاوزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ ہذا نے گزشتہ دو سالوں کے دوران سابقہ ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے جن جن اضلاع کی ڈسٹرکٹ اور تحصیل بار کونسلز کو جو فنڈز جاری کئے،ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ب) یہ فنڈز کن مقاصد کے لئے استعمال ہوئے،تمام تفصیل مع سکیم مہیا کی جائے؟

(ج) اگر ان فنڈز کا آڈٹ کروایا گیا تو کس فرم سے اور اگر اس میں کوئی بے قاعدگی پائی گئی تو ذمہ دار افراد کے خلاف کیا کارروائی کی گئی،تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) ڈی جی خان ڈویژن کے اضلاع کی بار کونسلز کو جاری فنڈز اور خرچ کی تفصیل درج ذیل ہے:

ضلع	ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن	تحصیل بار ایسوسی ایشن	رقم	چیک نمبر	تاریخ
ڈی جی خان	ڈی جی خان	--	10,00,000	B 527907	13-10-2003
		تونسہ شریف	3,00,000	B 529671	21-03-2000
لیہ	لیہ	--	10,00,000	B 527918	13-10-2003
لودھراں	--	کہروڑپکا	3,00,000	B 527942	21-10-2003
مظفر گڑھ	--	کوٹ ادو	3,00,000	B 527959	11-12-2003
راجن پور	راجن پور	--	10,00,000	B 527926	13-10-2003
	--	جامپور	3,00,000	B 527961	26-02-2004

(ب) متذکرہ فنڈز مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں:

1۔ عمارت کی تعمیر و درستی
2۔ بار کے لئے فرنیچر
3۔ بار کے لئے لائبریری کا قیام و کتب کی فراہمی
4۔ عمارت سے متعلقہ متفرق کام

(ج) جو گرانٹس بار ایسوسی ایشنز کو مہیا کی گئیں ان کے آڈٹ، دیگر حسابات کو چیک کئے جانے کے بارے میں محکمہ قانون کو مطلع نہ کیا گیا ہے۔بمطابق ضمن 25(g) (Memorandum of Association,1981) ہر بار ایسوسی ایشن کی انتظامی کمیٹی آمدنی اور خرچ کے حسابات کی جانچ پڑتال کرنے اور اپنی رپورٹ بار ایسوسی ایشن کے General House میں منظوری کے لئے پیش کرنے کی ذمہ دار ہے مزید یہ کہ انتظامی کمیٹی آڈیٹر کے تقرر کرنے کی مجاز ہے جو کہ صدر/نائب صدر/سیکرٹری/فنانس سیکرٹری/جائنٹ سیکرٹری/رکن انتظامی کمیٹی/سیکرٹری لائبریری یا علیحدہ آڈیٹر ہو سکتا ہے۔ بار ایسوسی ایشن پر صوبائی بار کونسل کو اختیار حاصل ہے۔ تاہم کسی بھی مروجہ قانون کے مطابق محکمہ قانون کو بار ایسوسی ایشنز پر کنٹرول حاصل نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے اور جواب سے بھی واضح ہے کہ دو سالوں میں ڈیرہ غازی خان کے اضلاع کو یہ جو چند اضلاع کے نام لکھے ہوئے ہیں اس میں کوئی 43 لاکھ روپے گرانٹ کے طور پر فنڈز جاری کئے۔ ہوتا یہ ہے کہ بالعموم دوروں کے موقع پر وزیر اعلیٰ صاحب یا وزیر قانون اس حوالے سے فنڈز کے اعلانات کرتے ہیں۔ جو کہ نہ تو وزیر اعلیٰ اپنی جیب سے کرتے ہیں اور نہ ہی وزیر قانون راجہ بشارت صاحب اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بجٹ میں سے جاتا ہے اور پنجاب اسمبلی اس بجٹ کو منظور کرتی ہے لیکن جز(ج) میں محکمہ کی طرف سے جو جواب آیا ہے کہ جو گرانٹس بار ایسوسی ایشنز کو مہیا کی گئیں، ان کے آڈٹ دیگر حسابات کو چیک کئے جانے کے بارے میں محکمہ قانون کو مطلع نہ کیا گیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ کسی بھی مروجہ قانون کے مطابق محکمہ قانون کو بار ایسوسی ایشن پر کنٹرول حاصل نہ ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس طرح جو گرانٹس بار ایسوسی ایشنز کو دی جاتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بالعموم اس نیت کے ساتھ ہوتی ہیں کہ ان کے ذریعے سے ان کی آراء پر اثر انداز ہوا جائے، بہر حال جو دیتا ہے اس کی نیت اس کے ساتھ ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا حکومت یہ بات زیر غور لا رہی ہے کہ جتنی بھی گرانٹس اس طرح بار ایسوسی ایشن کو دی جائیں، اس کے حسابات بھی محکمے کو آ جائیں اور پنجاب اسمبلی کے ایوان کا یہ حق ہے کہ جس بجٹ کی یہ منظوری دیتی ہے اس کے اخراجات کے بارے میں پوچھ

بھی سکتی ہے اس بارے میں وزیر قانون صاحب ذرا وضاحت فرمادیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں سب سے پہلی میری یہ گزارش ہو گی کہ یہ 6784 سوال نمبر under consideration ہے لیکن exactly یہ ایک ضلع ڈیرہ غازی خان سے متعلق ہے اور 6785 گوجرانوالہ سے متعلق ہے اور دونوں سوال پوچھنے والے معزز رکن بھی ایک ہی ہیں تو میری یہ گزارش ہو گی کہ چونکہ میں مجموعی طور پر پورے پنجاب کی بات کرنا چاہوں گا تو یہ دونوں question dispose ہو جائیں گے۔ گزارش یہ ہے کہ 2003 میں گورنمنٹ آف پنجاب نے across the board یہ میرے بھائی نے جو تھوڑا سا ابہام create کیا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اپنے دورہ کے موقع پر یا وزیر قانون کہیں دورے پر جاتے ہیں تو announcement کر کے آتے ہیں۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ across the board تمام بار ایسوسی ایشنز کو ہم نے 2003 میں ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشنز کو 10 لاکھ روپیہ اور تحصیل بار ایسوسی ایشنز کو 3 لاکھ روپے دیا۔ اسی طرح 2006 میں پھر ڈسٹرکٹ بارز کو دوبارہ 10,10 لاکھ روپے پورے پنجاب میں دیا گیا۔ اس کے علاوہ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ دیگر جو اداروں کو دیا گیا ہے وہ پنجاب بار کونسل کو بھی grant in aid دی ہے، لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کو دی ہے، سپریم کورٹ آف پاکستان کو دی ہے۔ یہ ساری updated تفصیل میں ایوان کی میز پر رکھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر! جہاں تک بار ایسوسی ایشنز سے حساب لینے کا تعلق ہے تو ہمارے پاس کوئی ایسا طریق کار، جس طرح جواب میں کہا گیا ہے کہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔ بار ایسوسی ایشنز کا خود اپنا ایک نظام ہے۔ وہ آڈٹ بھی کرواتے ہیں، وہ تمام اخراجات کی منظوری اپنے ہاؤس سے لیتے ہیں جو ان کی اپنی بار ایسوسی ایشنز ہیں تو ہمارے پاس کوئی ایسا طریق کار نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی بار ایسوسی ایشن مالی بے ضابطگی کا شکار ہوتی ہے تو ان کے اپنے وہاں پر قوانین موجود ہیں۔ لیگل پریکٹیشنرز ایکٹ موجود ہے جس کے تحت وہ کارروائی کر سکتے ہیں لیکن آج تک کم از کم ارشد بگو صاحب بھی وکیل ہیں اور رانا ثناء اللہ صاحب بھی وکیل ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آج تک کم از کم کسی بار کی طرف سے misappropriation of funds کی ہمیں کوئی شکایت بھی نہیں ملی۔ شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی،ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ جہاں تک راجہ بشارت صاحب کی یہ بات ہے کہ کسی بے ضابطگی کی کوئی اطلاع محکمہ کو نہیں ملی۔جب محکمہ ان سے پوچھ ہی نہیں سکتا تو ظاہر ہے کہ بے ضابطگی کی کوئی اطلاع تو آنی نہیں ہے۔ہم بھی یہاں معاشرے کے اندر رہتے ہیں اور مختلف اضلاع کے اندر پھرتے ہیں اور یہ باتیں ہمارے علم میں وکلاء صاحبان ہی لاتے رہتے ہیں کہ مختلف عہدیدار بعض اوقات فنڈز کو misappropriate کرتے ہیں،اس میں خُورد بُرد کرتے ہیں، اس کو غلط طریقے سے خرچ کرتے ہیں کیونکہ محکمہ قانون کے پاس ایسا کوئی ضابطہ موجود نہیں ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ grant in aid دی جاتی ہیں اور اس کا حساب یہاں یہ اسمبلی نہیں لے سکتی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اسمبلی کا استحقاق مجروح کرنے کے مترادف ہے اور یہ اسمبلی کا حق غصب کرنے کے برابر ہے۔میں راجہ بشارت صاحب سے اس سلسلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ رولز میں کوئی نہ کوئی ترمیم یا قانون سازی کی جائے تاکہ بار ایسوسی ایشنز کو جو گرانٹس پنجاب اسمبلی کی منظوری سے پاس ہونے والے بجٹ کے ذریعے سے ملتی ہیں،اس کا حساب بھی ایوان کے اندر پیش ہو۔

جناب سپیکر: جی،لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں کہ معزز بھائی کو اتنی معلومات نہیں ہیں۔بار ایسوسی ایشنز کے متعلق میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ ان کا اپنا ایک طریق کار ہے اور اس طرح کسی بھی بار ایسوسی ایشن کو جو اپنے طور پر ایک منتخب ادارہ ہے،اپنے دائرہ کار کے اندر اس کو اسمبلی کا پابند بنانا کسی طور پر مناسب نہیں ہوگا۔میں بطور لاء منسٹر نہیں بلکہ بطور وکیل اور یہاں بیٹھے ہوئے میرے دوسرے بھائی وکیل اس بات سے اتفاق کریں گے کہ وکلاء کی کسی تنظیم کو اس بات کا پابند بنانا کہ وہ اپنے اخراجات کا گوشوارہ اسمبلی میں دیں، یہ ایک انتہائی respectable طبقہ ہے، ہمیں ان کی integrity پر اعتماد کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی۔next ہے۔سید مختار حسین شاہ!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!,on his behalf سوال نمبر7016۔

میاں چنوں تا عبدالحکیم 2003 تا حال سڑک کی مرمت سے متعلقہ تفصیل

*7016 مخدوم سید محمد مختار حسین: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک میاں چنوں تا عبدالحکیم سڑک کی مرمت پر کتنی رقم خرچ کی گئی ہے اور مرمت کا یہ کام کس کس جگہ پر کیا گیا ہے؟

(ب) مذکورہ کام کس کس ٹھیکیدار کی معرفت کروایا گیا ہے اور ہر ٹھیکیدار کو آج تک کتنی رقم ادا کی گئی ہے؟

(ج) مذکورہ کام محکمہ کے جن ملازمین کی زیر نگرانی مکمل ہوا یا جاری ہے ان کے نام، گریڈ اور عہدہ جات کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سڑک میاں چنوں سے پل گھراٹ تک مکمل طور پر ٹوٹ پھوٹ چکی ہے، کیا حکومت اس کی از سر نو تعمیر کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک (05-09-12) میاں چنوں تا عبدالحکیم سڑک کی مرمت پر -/5,22,722 روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ یہ رقم سڑک کی تمام لمبائی میں پیچ ورک پر خرچ کی گئی۔ کل لمبائی 25 کلو میٹر ہے۔

(ب) پیچ ورک کا تمام کام محکمانہ لیبر سے کروایا گیا اور کسی ٹھیکیدار کو کوئی ادائیگی نہ کی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ کام جن افسران / اہلکاران کی زیر نگرانی کروایا گیا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام افسر / اہلکار	عہدہ	گریڈ
1۔	اعجاز احمد چیمہ	سب ڈویژنل آفیسر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	17
2۔	طارق محمود چیمہ	سب ڈویژنل آفیسر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	17
3۔	میاں نعیم احمد شمیم	سب ڈویژنل آفیسر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	17
4۔	طاہر حسین	سب ڈویژنل آفیسر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	17
5۔	تنویر حیدر شاہ	سب انجینئر (پراونشل ہائی وے سب ڈویژن خانیوال)	16

(د) درست نہ ہے۔ سڑک مذکورہ کے شکستہ حصوں یعنی اڈہ تلمبہ، اڈہ قصبہ دڑکی شاہ اور اڈہ چراغ شاہ کی تعمیر نو کے لئے مبلغ -/3.926 ملین روپے کا کام حال ہی میں شروع کروایا

ہے نیز اس سڑک کی بحالی/کشادگی کا منصوبہ حکومت پنجاب نے پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے تحت ایشیائی ترقیاتی بنک کے تعاون سے مالی سال 2005-06 کے ترقیاتی پروگرام میں شامل کیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: کیا ضمنی سوال ہے؟

راجہ محمد ریاض: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یکم جنوری 2003 سے آج تک 05-9-12 میاں چنوں تک عبدالحکیم سڑک کی مرمت پر -/5,22,722 روپے خرچ کئے گئے۔ یہ رقم سڑک کی تمام لمبائی میں پیچ ورک پر خرچ کی گئی۔ کل لمبائی 25 کلو میٹر ہے۔ دو سال میں اتنی رقم خرچ ہوئی ہے اور جن افسران نے خرچ کئے ہیں ان کے یہاں پر نام بھی دیئے گئے ہیں تو دو سال میں ایک سڑک کی صرف پیچ ورک کے کام پر 5 لاکھ 22 ہزار 722 روپے خرچ کئے گئے ہیں تو اس کی ذرا وضاحت کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! اس کی پیچ ورک کے کام پر جتنی رقم کی ضرورت تھی اتنی ہی پوری لمبائی میں اتنے عرصے میں کی گئی ہے اور اس کی TST roads کی maintenance repair continuous/ ہوتی ہے اور جتنی maintenance کی ضرورت تھی تو ہم نے پانچ لاکھ روپے لگائے ہیں اور اس میں لکھ دیا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، حاجی اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! اسی سوال کے جز(د) میں فرمایا گیا ہے کہ مبلغ 3.926 ملین روپے کا کام حال میں ہی شروع کروایا گیا ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو کام انہوں نے شروع کروایا تھا تو کیا وہ مکمل ہو چکا ہے اگر نہیں مکمل ہو سکا تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! جز(د) کے بارے میں حاجی اعجاز صاحب نے پوچھا ہے تو جب سوال کا جواب دیا گیا تھا تو اس وقت تک اس پر کام شروع کروایا گیا تھا لیکن اب یہ کام مکمل ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر:جی،ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔جناب سپیکر!انہوں نے لکھا ہے کہ یکم جنوری2003سے آج تک میاں چنوں تا عبدالحکیم روڈ کی مرمت پر 5لاکھ 22ہزار722روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ پورا ہاؤس اس بات کو جانتا ہے کہ محکمہ مواصلات و تعمیرات میں پراجیکٹس ٹینڈر کئے جاتے ہیں۔ اس میں باقاعدہ ایکsystemize commissionکا ایک طریق کار ہے۔۔۔

جناب سپیکر:آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس 5لاکھ 22ہزار722روپے میں سے اہلکاران نے کتنا کمیشن کھایااور کتنا عملی طور پر موقع پر لگا۔

جناب سپیکر:یہ تو کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!یہ اتناvalid questionہے کہ ساری تعمیرات اس سے متاثر ہیں اور اس پر ایوان میں بات ہونی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب سپیکر!ڈاکٹر صاحب کو شاید کوئی بڑا تلخ تجربہ ہوا ہے کہ پہلے وکلا کیintegrityکو مشکوک سمجھ رہے تھے اور اب دوسروں کی سمجھ رہے ہیں۔ یہ تھوڑا سا اپنا ذہن صاف کر لیں۔ میرے خیال میں حالات اتنے بھی گئے گزرے نہیں ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:راجہ صاحب قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ دیں کہ کمیشن نہیں لیا جاتا تو میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔۔۔

جناب سپیکر:ڈاکٹر صاحب!تشریف رکھیں۔کافی ہو گئی ہے۔

حاجی محمد اعجاز :جناب سپیکر!ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔جناب سپیکر!انہوں نے اسی سوال کے جز(د)میں فرمایاہے کہ پنجاب روڈ سیکٹرڈویلپمنٹ پراجیکٹ کے تحت ایشیائی ترقیاتی بنک کے تعاون سے مالی سال 06-2005کے ترقیاتی پروگرام میں شامل ہے۔جیساکہ آپ کو بھی پتاہے کہ مالی سال06-2005 ختم ہو چکاہے اور میرااان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ جو ترقیاتی کام انہوں نے06-2005 میں کروانا تھاتووہ سال تو ختم ہو چکاہے لہذاکیااس سڑک کو بنادیاگیاہے یانہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیر مواصلات وتعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!ہم نےADB کو بھیجا تھااور یہ پراجیکٹ منظور ہو گیا ہےاور07-2006میں تعمیر کے لئے شامل ہو چکاہے۔

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتاہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: بقیہ سوالوں کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتاہوں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!میں بھی بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

(جوایوان کی میز پر رکھے گئے)

خود مختار پراسیکیوشن کا قیام اور ملازمین کے تحفظات

*6052 **مہر اشتیاق احمد:** کیاوزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ حکومت نے مورخہ 5۔اگست2004 کواپنے ایک نوٹیفکیشن نمبری SO(J-III)7-1/2002 کے تحت صوبہ میں خود مختار پراسیکیوشن سروس کا قیام عمل میں لاتے ہوئے پولیس سے پراسیکیوشن کو علیحدہ کر دیا؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ متذکرہ نوٹیفکیشن کو جاری ہوئے دو ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود صوبہ میں پراسیکیوشن کو محکمہ پولیس سے عملاً علیحدہ نہ کیاگیا جس سے ملازمین میں تشویش پائی جارہی ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اپنے نوٹیفکیشن پر عملاً عملدرآمد کرانے کا ارادہ رکھتی ہے۔اگر ہاں تو کب تک،اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) مذکورہ چٹھی نمبر SO(J-III)7-1/2002 مورخہ 5۔اگست 2004 ہوم ڈیپارٹمنٹ، حکومت پنجاب کی طرف سے آئی جی پنجاب پولیس کو لکھی گئی، لہذا اس سوال کا جواب مذکورہ محکمہ جات سے لیا جائے۔

(ب)

(i) اس سوال کے جواب کے لئے بھی مذکورہ بالا جواب پر انحصار کرتے ہوئے متعلقہ محکموں (ہوم ڈیپارٹمنٹ اور آئی جی پولیس پنجاب) سے رابطہ کرنے کی استدعا کی جاتی ہے۔

(ii) مزید برآں اس سوال کے جواب کے لئے خود مختار پراسیکیوشن سروس کے مجوزہ انتظامی محکمہ سے رجوع کیا جانا مناسب ہوگا۔

(ج) حکومت خود مختار کریمینل پراسیکیوشن سروس کے قیام کے لئے ہر ممکنہ اقدام اٹھا رہی ہے۔

گوجرانوالہ ڈویژن کے اضلاع کی بار کونسلز کو جاری فنڈز اور خرچ کی تفصیل

*6785 چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ ہذا نے گزشتہ دو سالوں کے دوران سابقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے جن جن اضلاع کی ڈسٹرکٹ اور تحصیل بار کونسلز کو جو فنڈز جاری کئے، ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے۔

(ب) یہ فنڈز کن مقاصد کے لئے استعمال ہوئے، تمام تفصیل مع سکیم مہیا کی جائے۔

(ج) اگر ان فنڈز کا آڈٹ کروایا گیا تو کس فرم سے اور اگر اس میں کوئی بے قاعدگی پائی گئی تو ذمہ دار افراد کے خلاف کیا کارروائی کی گئی، تفصیل بیان کی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) گوجرانوالہ ڈویژن کے اضلاع کی بار کونسلز کو جاری فنڈز اور خرچ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ضلع	ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن	تحصیل بار ایسوسی ایشن	رقم	چیک نمبر	تاریخ
گوجرانوالہ	گوجرانوالہ	--	10,00,000	B 529642	09-09-2004
	گوجرانوالہ	--	2,59,375	B 529655	07-12-2004
گجرات	1۔کھاریاں	--	10,00,000	B 529628	12-05-2004
	2۔وزیرآباد	--	3,00,000	B 527989	16-04-2004
	3۔وزیرآباد	--	2,69,375	B 529656	08-12-2004
	4۔سرائے عالمگیر	--	3,00,000	B 527991	03-06-2004
	5۔سرائے عالمگیر	--	2,41,185	B 529657	08-12-2004
	6۔پھالیہ	--	3,00,000	B 527993	13-11-2004
حافظ آباد	1۔حافظ آباد	--	10,00,000	B 527911	13-10-2003
	2۔حافظ آباد	--	10,00,000	B 529624	17-04-2004
	3۔حافظ آباد	--	2,13,235	B 529664	07-12-2004
منڈی بہاؤالدین	۔منڈی بہاؤالدین	--	10,00,000	B 527920	13-10-2003
	منڈی بہاؤالدین	--	5,00,000	B 529653	13-11-2004
نارووال	نارووال	--	10,00,000	B 527924	13-10-2003
سیالکوٹ	سیالکوٹ	--	10,00,000	B 527929	13-10-2003
		ڈسکہ	10,00,000	B 529632	22-06-2004

(ب) متذکرہ فنڈز مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں:۔

1۔ عمارت کی تعمیر ودرستی
2۔ بار کے لئے فرنیچر
3۔ بار کے لئے لائبریری کا قیام وکتب کی فراہمی
4۔ عمارت سے متعلقہ متفرق کام

(ج) جو گرانٹس بار ایسوسی ایشنز کو مہیا کی گئیں ان کے آڈٹ، دیگر حسابات کو چیک کئے جانے کے بارے میں محکمہ قانون کو مطلع نہ کیا گیا ہے بمطابق ضمنMemorandum of Association 1981925(g)ہر بار ایسوسی ایشن کی انتظامی کمیٹی آمدنی اور خرچ کے حسابات کی جانچ پڑتال کرنے اور اپنی رپورٹ بار ایسوسی ایشن (General House)میں منظوری کے لئے پیش کرنے کی ذمہ دار ہے۔مزید یہ کہ انتظامی کمیٹی آڈیٹر کے تقرر کرنے کی مجاز ہے جو کہ صدر / نائب صدر / سیکرٹری / فنانس سیکرٹری / جائنٹ سیکرٹری / رکن انتظامی کمیٹی / سیکرٹری لائبریری کمیٹی یا علیحدہ آڈیٹر ہو سکتا ہے، بار ایسوسی ایشن پر صوبائی بار کونسل کو اختیار حاصل ہے تاہم کسی بھی مروجہ قانون کے

مطابق محکمہ قانون کو بار ایسوسی ایشنز پر کنٹرول حاصل نہ ہے۔

فورٹ کینال عارف والا روڈ بہاول نگر، پل اور سڑک کی تعمیر نو

*7029 محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بحوالہ سوال نمبر 3867 جو کہ فورٹ کینال عارف والا روڈ بہاولنگر کی تعمیر کے بارے میں تھا، جس کے جواب جز(د) میں مورخہ 13۔ ستمبر 2004 کو وزیر مواصلات و تعمیرات نے جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ مذکورہ سڑک اور پل کی تعمیر نو پنجاب روڈ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ میں شامل ہے۔ ضابطہ کی کارروائی جاری ہے، جس کے مکمل ہونے پر اس کی تعمیر شروع کر دی جائے گی؟

(ب) اگر جز(الف) درست ہے تو حکومت مذکورہ پل اور سڑک کی تعمیر کب تک شروع کر دے گی، اگر مزید تاخیر ہے تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) درست ہے۔

(ب) ایشیاء ترقیاتی بنک کے تعاون سے شروع کئے جانے والے منصوبہ جات میں ضابطہ کی کارروائیاں معمول سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے ان پر عملدرآمد میں تاخیر ہوتی ہے، تاہم امید کی جاتی ہے کہ رواں مالی سال میں مذکورہ سڑک کی تعمیر شروع ہو سکے گی۔

لاہور میں تعینات پبلک پراسیکیوٹرز / ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹرز اور کارکردگی سے متعلقہ تفصیل

*7119 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع لاہور میں تعینات پبلک پراسیکیوٹرز اور ایڈیشنل پراسیکیوٹرز کے نام اور تقرری کی تاریخ سے مطلع کیا جائے۔ انہیں کیا مراعات اور سہولیات فراہم کی جارہی ہیں؟

(ب) کیا حکومت یہ سمجھتی ہے کہ ضلع لاہور کے مقدمات کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد کافی ہے اور ان کی کارکردگی اطمینان بخش ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ عموماً یہ فریق مخالف سے مالی مفادات کے عوض ساز باز کر لیتے ہیں؟

(د) گزشتہ ایک سال میں ان کی کارکردگی کے نتیجہ میں کتنے فیصد مقدمات میں حکومتی مؤقف کو کامیابی حاصل ہوئی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) انسداد دہشت گردی کورٹس ضلع لاہور میں چار پبلک پراسیکیوٹرز کام کر رہے ہیں جن کے نام اور تقرری کی تاریخ درج ذیل ہے:۔

	نام	تقرری
1۔	ثمینہ خان کورٹ نمبر1	2004-09-4
2۔	خضر حیات کورٹ نمبر2	2004-11-08
3۔	رانا بختیار کورٹ نمبر3	(Ext.From1999) 1-04-2004
4۔	امجد چیمہ کورٹ نمبر4	2004-02-10

ایڈیشنل پبلک پراسیکیوٹر کوئی نہیں ہے۔ تمام پبلک پراسیکیوٹرز کو 28ہزار روپے (بشمول تمام الاؤنسز) ماہانہ تنخواہ ادا کی جاتی ہے، دیگر مراعات و سہولیات علاوہ تنخواہ کوئی نہ ہے۔

(ب) جی ہاں! ضلع لاہور کے مقدمات کی تعداد کے لحاظ سے 4 (چار) عدد عدالتیں کافی ہیں۔ لیکن دو عدالتوں کے ججز کی اسامیاں خالی ہونے کی بناء پر تمام مقدمات کی سماعت کورٹ نمبر 3 اور 4 کر رہی ہیں اور موجودہ صورتحال کے باوجود عدالتوں کی کارکردگی بہت اطمینان بخش ہے۔

(ج) جی نہیں، یہ الزام بالکل غلط ہے کہ پبلک پراسیکیوٹرز فریق مخالف سے مالی مفادات کے عوض ساز باز کر لیتے ہیں۔ وہ پوری دیانتداری سے حکومتی مؤقف کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(د) پبلک پراسیکیوٹرز کی کارکردگی کے نتیجے میں گزشتہ ایک سال کے دوران نامساعد حالات کے باوجود 40 فیصد مقدمات میں ملزمان کو سزا ہوئی ہے جو کہ حکومتی مؤقف کی کامیابی کی دلیل ہے۔

رحیم یار خان، چک26 موڑتا چک95 موڑ، سڑک کی تعمیر

*7238جناب جاوید حسن گجر: کیاوزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیایہ درست ہے کہ رحیم یار خان ابوظہبی روڈ چک26 موڑ سے لے کر چک95 موڑ تک کی تعمیر کے ٹینڈرز منظور ہوئے تھے،اگر ہاں تو یہ ٹینڈر کتنے کے تھے؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ ٹینڈر منظور ہونے کے بعد مذکورہ سڑک کی تعمیر کے لئے فنڈز جاری نہیں کئے گئے اور بعدازاں ٹینڈرcancel کر دیئے گئے؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو فنڈز جاری نہ کرنے اور بعد ازاں ٹینڈر کینسل کرنے کی وجوہات کیاہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) یہ درست ہے کہ اس سڑک کے لئے ضلعی حکومت نے ٹینڈر مورخہ 10۔مئی2005 کو منظور کیااور اس کی مالیت مبلغ-/16,33,000روپے تھی، لیکن یہ ٹینڈر سڑک تعمیر کے لئے نہیں بلکہ اس کی خصوصی مرمت کے لئے منظور کیا گیا تھا۔

(ب) ٹینڈر منظور ہونے کے بعد فنڈز جاری کر دیئے گئے تھے لیکن ٹھیکیدار30۔جون2005 تک کام شروع نہ کر سکا۔ لہذا فنڈزlapse ہو گئے۔ نئی ضلعی حکومت نے موجودہ مالی سال میں ان فنڈز کے دوبارہ اجراء کی تاحال منظوری نہ دی ہے۔تاہم ٹینڈر ابھی کینسل نہیں ہوا۔

(ج) نئی ضلعی حکومت اپنے وسائل اور ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس منصوبہ کو مکمل کرنے پر غور وخوض کر سکتی ہے۔

سولیسٹر پنجاب، لاہور میں قائم دفاتر اور ملازمین سے متعلقہ تفصیل

*7198حاجی محمد اعجاز: کیاوزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) solicitorآف پنجاب کے لاہور میں دفاتر اور ان کے انچارج ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈاور تعلیمی قابلیت کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ب) ان دفاتر میں کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں،ان کی سالانہ تنخواہ پر کتنی رقم حکومت کے خزانہ سے خرچ ہوتی ہے؟

(ج) ان میں جو ملازمین عرصہ تین سال سے زائد ایک ہی دفتر میں فرائض سرانجام دے رہے ہیں،ان کے نام،عہدہ نیز عرصہ تین سال سے زائد تعیناتی کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:

(الف) سولیسٹر پنجاب کے لاہور میں ہیڈآفس اور ضلع کی سطح پر تین دفاتر ہیں،دفاتر کے نام،ان کے انچارج،عہدہ،گریڈاور تعلیمی قابلیت کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ/دفتر	بنیادی تنخواہ سکیل	تعلیمی قابلیت
1۔	زبدۃالحسین	سولیسٹر پنجاب	20	B.A, LL.B
2۔	خادم حسین سندھو	ڈسٹرکٹ اٹارنی سروس ٹربیونل	19	B.A, LL.B
3۔	محمد اسلم اویس	ڈسٹرکٹ اٹارنی سیشن کورٹ	19	B.A, LL.B
4۔	مغیث مظہر	ڈسٹرکٹ اٹارنی سول	19	B.A, LL.B

(ب) ان دفاتر میں 174 ملازمین کام کر رہے ہیں۔ان کی سالانہ تنخواہ پر اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(i) سولیسٹرآفس 38,21,000/-

(ii) ضلعی دفاتر 1,62,84,640/-

(ج) ان دفاتر میں عرصہ تین سال سے زائد فرائض انجام دینے والوں کے نام،عہدے اور عرصہ تعیناتی کی وجہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

وحدت کالونی لاہور،اے،بی،سی اور ڈی بلاکس کی چھتوں اور پینٹ / سفیدی سے متعلقہ تفصیل

*7277 **محترمہ فرزانہ راجہ:** کیاوزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) وحدت کالونی لاہور کے بلاکس اے،بی،سی اور ڈی میں چھتوں کی لپائی کو کتنا عرصہ ہو گیا

ہے، کیا یہ درست ہے کہ بارشوں میں الاٹیوں کا گھریلو سامان چھتیں ٹپکنے کی وجہ سے خراب ہو جاتا ہے اور محکمہ اس جانب کوئی توجہ نہیں دیتا، نیز لپائی کے ٹینڈر ہونے کے باوجود ابھی تک کام شروع نہیں ہو سکا اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کوارٹر نمبر A-43 میں بارش سے محفوظ رہنے کے لئے چھتوں پر ٹائلیں لگائی گئی ہیں، یہ ٹائلیں کس کے احکامات سے لگائی گئی ہیں آیا اس کی باقاعدہ منظوری حاصل کی گئی تھی یا نہیں، کیا محکمہ دیگر کوارٹروں میں بھی ٹائلیں لگانے کا ارادہ رکھتا ہے، اگر جواب اثبات میں ہے تو کب تک، نہیں تو کوارٹر نمبر A-43 میں ٹائلیں لگانے کی وجوہات کیا ہیں اور کیا محکمہ افسران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

(ج) کیا بلاکس اے، بی، سی اور ڈی کے کچن کیبنٹ مکمل کر دیئے گئے ہیں، اگر نہیں تو باقی ماندہ کوارٹروں کے کچن کیبنٹ کب تک تعمیر کئے جائیں گے؟

(د) متذکرہ بالا بلاکس میں سفیدی/پینٹ وغیرہ کتنے عرصہ بعد کیا جاتا ہے، سفیدی اور پینٹ وغیرہ پر فی کوارٹر کتنا خرچہ آتا ہے، متعدد کوارٹرز میں گزشتہ سالوں سے سفیدی نہیں ہوئی ہے، اس کی وجوہات بیان کی جائیں، کیا محکمہ اس دو عملی کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) وحدت کالونی لاہور کے اے، بی، سی اور ڈی بلاکس جن میں کوارٹروں کی تعداد بالترتیب 74، 48، 52 اور 40 ہے، کی چھتوں کی لپائی کو پانچ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ شدید بارشوں میں بعض چھتوں کے ٹپکنے کی شکایت جب بھی ملتی ہے وہ ٹھیک کر دی جاتی ہے۔ یہ غلط ہے کہ محکمہ توجہ نہیں دیتا بلکہ محکمہ تندہی سے کام کرتا ہے۔ ایک سکیم نمبر 2615 برائے سال 01-2000 مالیتی 62.175 ملین منظور ہوئی تھی جس میں ان بلاکس کی چھتیں تبدیل کرنی تھیں، یہ کام ایم ایس پراگریسو کنسٹرکشن کمپنی گورنمنٹ کنٹریکٹر کو الاٹ کیا گیا تھا۔ محکمہ کی سر توڑ کوششوں کے باوجود کل دو سو کوارٹروں میں سے صرف 43 کوارٹروں کے رہائشیوں نے چھتیں تبدیل کروائیں جبکہ باقی کوارٹروں کے 157 رہائشیوں نے باوجود محکمہ کی کوششوں کے کام شروع نہ کروایا ان کی چھتیں تبدیل نہ ہو سکیں، تو مجبوراً محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی نے مورخہ 20۔ ستمبر 2004 کو یہ

سکیم ختم کر دی۔کا پی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔جن کوارٹروں کی چھتیں تبدیل کی گئی ہیں،ان کی چھتوں پر ٹائلیں بھی لگ گئی ہیں اور بارشوں میں ٹپکتی نہیں ہیں۔باقی کوارٹروں کی چھتیں کچی ہیں۔لپائی / سفیدی کے ٹینڈر ستمبر میں ہوئے ہیں۔اس وقت لپائی اور سفیدی کا کام ہو رہا ہے۔

(ب) کوارٹر نمبر A-43 میں محکمہ نے ٹائلیں نہیں لگوائیں بلکہ یہ کام الاٹی نے خود کروایا ہے۔ ٹائلیں ایڈیشن /الٹریشن کا کام ہے اور سیکرٹری آئی اینڈ سی گورنمنٹ آف دی پنجاب ایس اینڈ جی اے ڈی اس کام کی منظوری دیتا ہے۔تاحال کوارٹروں میں چھتوں پر ٹائلیں لگانے کا کوئی تخمینہ نہ بنا ہے۔تاہم اگر کسی کوارٹر کی منظوری آ جاتی ہے تو وہاں ٹائلیں لگوا دی جاتی ہیں۔

(ج) اے،بی، سی اور ڈی بلاکس کے جن کوارٹروں میں کچن کیبنٹ کی منظوری آئی تھی،ان کوارٹروں میں کچن کیبنٹ کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے،بقیہ کوارٹروں کا کام سیکرٹری آئی اینڈ سی، گورنمنٹ آف دی پنجاب، ایس اینڈ جی اے ڈی کی جانب سے کچن کیبنٹ لگانے کے احکامات موصول ہونے کے بعد کیا جائے گا۔

(د) عام طور پر سفیدی پینٹ وغیرہ کا کام ہر دو سال کے بعد ہوتا ہے، ان بلاکس میں 1500.Sft والے کوارٹروں پر رنگ سفیدی اور پینٹ وغیرہ کا خرچ تقریباً -/8000 سے -/8500 روپے فی کوارٹر تک آتا ہے،اس سال اے،بی، سی اور ڈی بلاکس کے رنگ سفیدی اور لپائی کے لئے 140 کوارٹروں کے کام الاٹ ہوئے ہیں،ان میں سے تمام کوارٹروں کی رنگ سفیدی ہو چکی ہے اور 123 کوارٹروں کی لپائی کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے۔

لاہور تا فیصل آباد،B.O.T کے تحت بننے والی سڑک پر ٹول ٹیکس کی وصولی کی تفصیلات

*7285 میاں خالد محمود،جناب عابد حسین چٹھہ، جناب جیوئل عامر سہوترا اور رائے احسن رضا: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) B.O.T کے تحت بننے والی لاہور تا فیصل آباد روڈ پر کتنی جگہ ٹول ٹیکس کس شرح سے

کن کن گاڑیوں سے وصول کیا جارہا ہے؟

(ب) قواعد اور شرائط کے تحت یہ ٹول ٹیکس کس شرح سے وصول ہونا چاہئے تمام معاہدہ جات / شرائط کی کاپی ایوان میں فراہم کی جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس روڈ پر ایم پی اے /ایم این اے کی گاڑیوں کے علاوہ زرعی ٹریکٹر اور مقامی آبادیاں جو کہ اس روڈ کے چاروں طرف آباد ہیں کی گاڑیوں سے بھی زبردستی ٹول ٹیکس وصول کیا جارہا ہے، حالانکہ قانون اور شرائط کے تحت یہ افراد ٹول ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس روڈ پر واقع پٹرول پمپ اورCNG سٹیشن کے مالکان سےRight of way کی فیس دو لاکھ روپے تک وصول کی جارہی ہے۔ حالانکہ حکومت کی طرف سے پانچ ہزار روپے فیس مقرر ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس روڈ پرdivider کی وجہ سے تقریباً دو میل کے بعد U ٹرن ہیں۔ جس کی وجہ سے اس روڈ کی مقامی آبادیوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے؟

(و) کیا یہ بات درست ہے کہ فیروز وٹواں ٹاؤن میں جنازگاہ ایک طرف ہے اور ایک کلو میٹر لمبےdivider کی وجہ سے جنازہ لے کر دوسری طرف نہ جایا جا سکتا ہے اور اس سے مقامی آبادیوں میں بڑی بے چینی پائی جاتی ہے؟

(ز) کیا حکومت درج بالا بے قاعدگیوں کی تحقیقات کروانے اور اس کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) B.O.T کے تحت بننے والی لاہور تا فیصل آباد روڈ پر وصول کئے جانے والے ٹیکس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) Concession Agreement کی متعلقہ دفعات کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ایگریمنٹ کی شق 13,2,3 کے تحت سینیٹرز صاحبان، قومی و صوبائی اسمبلی کے معزز ارکان ٹول ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔ ہر ٹول پلازہ کے 3 کلو میٹر ایریا میں رہائش پذیر حضرات اور بار بار آنے جانے والوں کوM/s LAFCO نے بیس فیصد تک رعائت

دے رکھی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔Concession Agreement کے تحت تمام پٹرول پمپس سے سالانہ کرایہ مبلغ-/5,000ہی وصول کیا جارہا ہے۔

(ہ) دورویہ سڑک کے درمیان Median مہیا کیا جاتا ہے۔دوران تعمیر سڑک پر-U Turn خاص منصوبہ بندی کے تحت مہیا کئے جاتے ہیں۔گاڑیوں میں سفر کرنے والوں کی سلامتی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ U-Turn زیادہ ہونے کی وجہ سے شرح حادثات زیادہ ہو جاتی ہے اور ٹریفک کی روانی میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔U-Turn کا تعین consultant کی رائے، ٹریفک کے بہاؤاور سائیٹ کی ضرورت کے مطابق کیا گیا ہے۔

(و) یہ درست نہ ہے۔فیروز وٹواں میں ہر دو جانب سے آمد و رفت کے لئے چار سے زیادہ جگہوں پر راستہ مہیا کیا گیا ہے اور ان میں سے ایک راستہ کو خصوصی طور پر جنازے وغیرہ لے جانے کے لئے مزید چوڑا کیا گیا ہے۔

(ز) B.O.T پراجیکٹ کا تمام کام قانون کے مطابق، معاہدہ کی شرائط اور عوام کی سہولت کے لئے ہو رہا ہے اور کسی بھی قسم کی کوئی بے قاعدگی نہیں ہوئی ہے۔ لہذا تحقیقات کی ضرورت نہ ہے۔

ضلع لودھراں میں پرمٹ شجاع آباد براستہ گھیلے وال سڑک کی تعمیر و مرمت

*7360 سید محمد رفیع الدین بخاری: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پرمٹ شجاع آباد براستہ گھیلے وال ضلع لودھراں کی تعمیر کب شروع کی گئی، اس پر اب تک کتنی رقم خرچ ہوئی ہے۔ موقع پر کتنا کام مکمل ہوا ہے اور کتنی سڑک ابھی تک پختہ نہ کی گئی ہے؟

(ب) کیا حکومت اس سڑک کی تعمیر مکمل کروانے کے لئے فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) پرمٹ شجاع آباد براستہ گھیلے وال ضلع لودھراں (کل لمبائی24.6کلومیٹر) کی تعمیر (کشادگی و بہتری) کے لئے انتظامی منظوری99-1998 میں مبلغ58.605 ملین روپے کے لئے دی گئی۔ جون2005 تک اس سڑک کی تعمیر پر 33.376 ملین روپے خرچ ہوئے تفصیل درج ذیل ہے:۔

2001-02 میں devolution کے ساتھ یہ سڑک ضلعی حکومت کو منتقل ہو گئی تھی۔ کام مکمل نہ کرنے پر ضلعی حکومت نے یہ ٹھیکہ 30۔ جون2005 کو منسوخ کر دیا۔ بوقت منسوخی 13.5 کلومیٹر سڑک مکمل ہوئی بقایا 11.10 کلومیٹر لمبائی میں کام ہونا باقی ہے۔

	سال	جاری شدہ فنڈز	اخراجات
	1998-99	3.741	3.741
	1999-00	1.000	1.000
	2000-01	14.096	14.096
	2001-02	4.000	0.446
ضلعی حکومت	2002-03	5.000	4.967
کے زیر انتظام	2003-04	6.927	6.927
	2004-05	2.200	2.126
	2005-06	0.275	0.275
			33.578

(ب) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ یہ سڑک ضلعی حکومت کے زیر انتظام ہے جو اپنے وسائل اور ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سڑک کا بقیہ حصہ مکمل کرنے پر غور و خوض کر سکتی ہے۔

ضلع بھکر، سڑکوں کی مرمت پر تعینات سٹاف اور کارکردگی سے متعلقہ تفصیل

*7530 جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع بھکر میں پراونشل ہائی وے کی سڑک ملتان، میانوالی روڈ پر کل کتنے بیلدار اور میٹ

تعینات ہیں، نام بیان کریں؟

(ب) مذکورہ سڑک کے کنارے بارشوں سے بہہ گئے ہیں، گڑھے پڑے ہوئے ہیں، کیا محکمہ ان اندھے گڑھوں کو ختم کرے گا تاکہ آئے روز حادثات ختم ہو سکیں؟

(ج) جھنگ بھکر روڈ پر کتنے بیلدار اور میٹ تعینات ہیں، نام بیان کریں؟

(د) کیا حکومت ملتان روڈ کی وائیڈننگ کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات:

(الف) مذکورہ سڑک پر 5 میٹ اور 14 بیلدار تعینات ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:۔

میٹ: محمد بخش، ممتاز حسین، عبدالرشید، نواب، ریاض حسین

بیلدار: محمد خان، غلام قاسم، محمد نواز، اللہ دتہ، عبدالوحید، قمر عباس، فرادہ، کوڑہ، غلام قادر، اقبال حسین، اللہ بخش، نور خان، محمد حسین اور اقبال حسین

(ب) مذکورہ سڑک پر مرمت اور گڑھوں کو بھرنے کا کام ایک جاری عمل ہے۔ فی الوقت کوئی پیچ یا گڑھا نہ ہے۔

(ج) مذکورہ سڑک پر 6 میٹ اور 28 بیلدار تعینات ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

میٹ: احمد دین، رحیم بخش، محمد نواز، احمد، محمد احسان، محمد رمضان۔

بیلدار: غلام محمد، عبدالستار، غلام حر، الطاف حسین، محمد اسلم، رب نواز، غلام سرور، محمد حنیف، مرید عباس، بشیر حسین، ذاکر حسین، حق نواز، محمد اکرم، احمد نواز، مرید کاظم، محمد سرفراز، غلام حسین، محمد اقبال، مشتاق حسین، فلک شیر، مشتاق حسین، غلام حسین، فضل عباس، محمد افضل، حق نواز، غلام حسین، محمد امیر، اورنگزیب۔

(د) مذکورہ سڑک کی وائیڈننگ تاحال کسی پروگرام میں شامل نہ ہے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج 5۔جولائی ہے اور یہ ایک ایسا black day ہے جس دن ایک منتخب عوامی حکومت پر [*****]

* بحکم جناب سپیکر صفحہ نمبر 1873 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ میں یہ تمام الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ (شور وغل)

(اس مرحلہ پر پیپلز پارٹی کے اراکین واک آؤٹ کر کے ہاؤس سے باہر چلے گئے)

مجالس قائمہ کی تشکیل

جناب سپیکر: وزیر قانون نئی مجالس قائمہ کی تشکیل کے لئے تحریک پیش کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی تحریک پیش کریں۔ جی، وزیر قانون! (شور وغل)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ نمبر (1)150 کے تحت قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے 3 نئی مجالس قائمہ کے ارکان کی ایک فہرست ایوان کی میز پر رکھتا ہوں اور یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ان مجالس کو ایوان کی طرف سے منتخب تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ (1)150 کے تحت قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے 3 نئی مجالس قائمہ کے ارکان کی ایک فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ ان مجالس کو ایوان کی طرف سے منتخب تصور کیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! جب question put کیا جائے اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں پہلے ہی بات کرنے کے لئے اٹھا تھا جیسا کہ اس تحریک میں یہ بات درج ہے اور لاء منسٹر صاحب نے اسے پڑھا ہے کہ یہ بااتفاق رائے قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف ہوا ہے تو اس صورتحال میں ہمارے پیپلز پارٹی کے دوستوں نے واک آؤٹ کیا ہے اور چودھری ظہیر صاحب نے بڑا aggressive رویہ اپنایا ہے حالانکہ چودھری صاحب اس ڈے کو بطور بلیک ڈے کئی سال مناتے رہے ہیں اب آکر انہوں نے یہ سلسلہ ختم کیا ہے یہ پہلے

ہمارے ساتھ مناتے رہے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ کسی صاحب کو بھیجا جائے کہ وہ ان دوستوں کو واپس لے آئیں اس کے بعد اگر یہ تحریک پیش کی جائے تو میرا خیال ہے کہ زیادہ مناسب بات ہو گی۔(شور وغل)

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ راناصاحب سے ایک غلطی ہو چکی ہے اب یہ اس کو cover کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میثاق جمہوریت آج ان کو نظر آ گیا ہے آپ کے دوست واک آؤٹ کر کے گئے ہیں آپ کو ان کے ساتھ واک آؤٹ کرنا چاہئے تھا۔ اب اگر یہ اس کو cover کرنا چاہتے ہیں تو یہ خود جائیں اور ان کو منا کر لے آئیں اور ان سے یکجہتی کا اظہار کریں۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میثاق جمہوریت سے متعلق راجہ صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کو نظر آ گیا، میثاق جمہوریت آنے والے دنوں میں ان کو بڑا نظر آئے گا۔ جہاں تک اس واک آؤٹ اور بلیک ڈے کا تعلق ہے پیپلز پارٹی کا ایک اپنا منشور ایک اپنا version ہے ہم ان کی اس بات کی مکمل تائید کرتے ہیں کہ اس ملک میں [******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: ہم اس بات کی تائید کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب! تشریف رکھیں، پلیز! کارروائی چلنے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: اس میں کوئی عار نہیں ہے اس میں کوئی میثاق جمہوریت نظر نہ آنے والی بات نہیں ہے۔ میثاق جمہوریت آپ کو نظر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ آپ ذرا ایک دو ماہ صبر کریں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ کیا ایوان اس کی منظوری دیتا ہے؟

آوازیں: منظوری دیتا ہے۔

جناب سپیکر: منظوری دے دی گئی۔

(تحریک منظور ہوئی)

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میثاق جمہوریت کے حوالے سے رانا صاحب نے بتایا انہوں نےabbreviationخود بنائی ہوئی ہے اس کو "مذاق جمہوریت" کے طور پر تو عوام لے رہے ہیں یہ "مذاق جمہوریت" ہے لیکن جب لندن میں مذاکرات ہو رہے تھے تو میں نے رانا صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا مذاکرات ہو رہے ہیں تو انہوں نے مجھے کہا کہ یہ وہ مذاق ہے جو رات کو کئے جاتے ہیں۔(قہقہہ)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میثاق جمہوریت وہdocumentہے، جو یہ کہہ رہے ہیں کہ مذاق جمہوریت ہو گا۔ نہیں وہ مذاق جمہوریت ان کی اوقات کو بہتر کر دے گا اور ان کی اوقات دن کو بھی ٹھیک ہو گی اور رات کو بھی ٹھیک ہو گی۔[**********]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ (ق) لیگ جو ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کو اپنی اوقات آنے والے دو تین ماہ میں نظر آ جائے گی۔

رپورٹیں
(توسیع)

سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: جی، شکریہ، چودھری عبداللہ یوسف وڑائچ سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> "تحریک استحقاق نمبر 6 بابت سال 2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ جولائی 2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحریک استحقاق نمبر6 بابت سال2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی2006 تک توسیع کردی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحریک استحقاق نمبر6 بابت سال2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی2006 تک توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے دو تین دفعہ پہلے بھی جناب کی توجہ اس طرف مبذول کروائی تھی کہ یہ جو توسیع کی تاریخ مانگتے ہیں کم از کم یہ ہاؤس کو یہ تو بتادیا کریں کہ کیا وجہ ہے کہ کمیٹی کی میٹنگ کیوں نہیں ہوئی اور یہ توسیع کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہاؤس کی اور کمیٹیوں کی کارکردگی بہتر ہوگی اگر یہ پوچھ لیا جائے کہ اس کی وجہ کیا ہے۔

استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر: جناب نذر فرید کھوکھر تحریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تحریک استحقاق نمبر27 بابت سال2006 پیش کردہ سید عبدالعلیم شاہ

ایم پی اے کے بارے مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی
میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحرک پیش کی گئی ہے کہ:

" تحریک استحقاق نمبر 27 بابت سال 2006 پیش کردہ سید عبدالعلیم شاہ
ایم پی اے کے بارے مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی
میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

" تحریک استحقاق نمبر 27 بابت سال 2006 پیش کردہ سید عبدالعلیم شاہ
ایم پی اے کے بارے مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی
میعاد میں مورخہ 30۔ ستمبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر وسیم اختر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ گزشتہ دو سال سے ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے خلاف ایک تحریک اسمبلی نے استحقاق کمیٹی کے سپرد کی تھی۔ دو تین میٹنگز ہوئیں اور پھر معاملہ گول ہو گیا اور میری بات جناب نذر فرید کھوکھر سے ہوتی رہی ہے اس میں المیہ یہ ہے کہ جو پنجاب اسمبلی کی استحقاق کمیٹی ہے اس کو ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے افسران جوتے کی نوک کے اوپر بھی نہیں رکھتے اور دو تین میٹنگز کے نوٹس دینے کے باوجود ہماری استحقاق کمیٹی اس بات کے قابل نہ ہو سکی کہ ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے کرنل اجلاس کے اندر آ کر کوئی بات کر سکیں صرف زبانی چٹھیاں آتی رہیں پہلی میٹنگ ہوئی اور اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے نوٹسز گئے تھے لیکن محکمے کی طرف سے کوئی بندہ آیا نہ کوئی جواب آیا پھر دوسری میٹنگ میں ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے ہیڈ کوارٹر سے ایک جواب موصول ہوا اور جواب اس طرح کا تھا کہ اس کے نیچے کسی کے دستخط نہیں تھے۔ کمیٹی نے اس کا seriousنوٹس لیا اور اس پر غم و غصہ کا اظہار کیا کہ یہ کیا طریق کار ہے کہ

ائرپورٹ سکیورٹی فورس کی طرف سے جواب آیااور نیچے کسی کے دستخط ہی نہیں ہیں اور انہوں نے سرے سے واقع سے انکار کا تاثر دیا۔اس کے بعد پھر میٹنگ ہوئی تو اس کے اندر انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں نہیں بلا سکتے آپ پہلے محکمہ دفاع کو لکھیں پھر اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے محکمہ دفاع کو بھی لکھ دیا گیا لیکن اس کے باوجود کراچی سے ائرپورٹ سکیورٹی فورس کے کرنل یہاں پر تشریف نہ لا سکے۔اس کے بعد پھر یہ میٹنگ بھی ختم ہو گئی اور تو سیع کا معاملہ بھی سارا ختم ہو گیا۔

جناب والا!میں یہ عرض کروں گا کہ میں اپنی بات بھی چھوڑتا ہوں لیکن یہ آپ کا اور پوری اس اسمبلی کا استحقاق بری طرح مجروح ہوتا ہے کہ چار میٹنگز ہو گئی اور ائرپورٹ سکیورٹی فورس کا سپاہی سے لے کر اوپر تک کوئی ایک بھی اہلکار اسمبلی کی استحقاق کمیٹی کے بلانے پر میٹنگ میں نہیں آیا۔میں اس حوالے سے آپ سے مداخلت کی اپیل کرتا ہوں اس کے بارے میں دیکھیں کہ کیا کرنا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: دیکھ لیتے ہیں اس matter کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔اب تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔پہلی تحریک التوائے کار شیخ علاؤالدین کی طرف سے ہے۔

(اس موقع پر جناب چیئرمین رائے اعجاز احمد کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، شیخ صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: شکریہ۔جناب چیئرمین!چیئر کے حکم کے مطابق مجھے کہا گیا تھا کہ میں تحریک التوائے کار جو فیصل آباد وائس چانسلر کے خلاف تھی اس کی رپورٹ Monday تک conclude کر کے یہاں پر پیش کروں۔اس حوالے سے میں نے Monday کو میٹنگ بلائی تھی جس میں وہ تمام honourable members جن کی جناب ڈپٹی سپیکر نے کمیٹی بنائی تھی انہوں نے شرکت کی۔ ہم نے اس میں وائس چانسلر کو بھی بلایا اور اس سٹوڈنٹ کو بھی بلایا اور وہاں ساری بات چیت دیکھی گئی اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ایک حتمی رپورٹ finalize کر کے ہاؤس کی نذر کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر!دوسرا گاہے بگاہے احسان اللہ وقاص صاحب نے یونیورسٹی آف ایجوکیشن

اور پنجاب یونیورسٹی کے معاملات اپنے پوائنٹ آف آرڈر کے تحت یہاں پر highlight کئے تھے اور چیئر نے مجھے کہا تھا کہ اس کے بارے میں بھی جو رپورٹ ہے میں ان تک پہنچا دوں۔ میری استدعا ہو گی کہ آپ احسان اللہ وقاص صاحب کو اگر کہہ دیں کہ وہ مجھے میرے دفتر میں مل لیں تو میں ان کو یہ رپورٹ انشاء اللہ پڑھا دوں گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! شکریہ

جناب چیئرمین: یہ move ہو چکی ہے؟

شیخ علاؤالدین: جی، یہ move ہو چکی ہے اور یہ کئی دفعہ pending بھی ہو چکی ہے۔ اس میں وزیر صحت صاحب نے مجھ سے بات بھی کی تھی کہ یہ ایک ریسرچ تحریک التوائے کار ہے۔ اب مسئلہ اس میں یہ ہے کہ اس کا جواب نہیں آتا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف (پیپلز پارٹی) واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

وزیر زراعی مارکیٹنگ: ایہہ بغیر پچھیاں ای آ گئے نیں۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ابھی رانا قاسم نون صاحب کو ہمارے واپس آنے کی بڑی تکلیف ہوئی ہے تو میں وضاحت کر دوں کہ ہم نے ٹوکن بائیکاٹ کیا تھا اور ہم نے آمریت کے خلاف بائیکاٹ کیا تھا اور ہمیں فخر حاصل ہے کہ ہماری ہمیشہ جرنیلوں کے خلاف جنگ رہی ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گی۔ ہم نے آج تک کسی کو ڈر کر نہیں مانا۔ ہم نے ہمیشہ چاہا کہ اس ملک میں اگر حکومت کرنی ہے تو اس ملک کے غریب عوام نے کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں، تشریف رکھیں۔

وزیر زراعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب چیئرمین! مجھے سمجھ نہیں آئی کہ راجہ صاحب کو کس طرح پتا چلا ہے کہ مجھے ان کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین: انہیں آپ سے پیار ہے۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: نہیں، پیار اپنی جگہ ہے، تکلیف اپنی جگہ ہے۔

جناب چیئرمین: یہ پیار و محبت کی باتیں ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: میری گزارش یہ ہے کہ ان کو کسی نے نہیں کہا تھا کہ باہر جائیں اور ان کو کسی نے نہیں کہا کہ واپس آ جائیں، بن بلائے مہمان جا کے واپس آ گئے ہیں اور ابھی مرضی ہو گی تو باہر چلے جائیں گے۔ میری گزارش یہ ہے کہ آج بھی پیپلز پارٹی نے اگر اقتدار میں آنے کی کوشش کی، آج بھی میثاق جمہوریت کے حوالے سے گٹھ جوڑ ہوا تو فوج کے نیچے لگ کر ان کو ڈائیلاگ کرنے پڑیں گے، مذاکرات کرنے پڑیں گے۔ یہ نہیں ہے کہ فوج کے بغیر یہ حکومت لے آئیں۔ پہلے بھی فوج کی وجہ سے حکومت میں رہے، کیا بات کرتے ہیں راجہ صاحب! انھوں نے خود مجھے چھیڑا ہے۔

جناب چیئرمین! تاریخ اٹھا کر دیکھیں، آٹھ سال ذوالفقار علی بھٹو فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی کابینہ کے وزیر رہے۔ پہلی دفعہ ہوا کہ یحییٰ خان کے ساتھ وزیر خارجہ اور نائب وزیر اعظم کا عہدہ قبول کیا۔ اس کے بعد محترمہ 1986 میں تشریف لاتی ہیں تو ضیاء الحق کے ساتھ ڈائیلاگ کر کے آتی ہیں، 1988 میں اقتدار کے سنگھاسن پر آتی ہیں تو فوج کے کندھوں پر سوار ہو کر آتی ہیں، 1993 میں پھر جنرل وحید کاکڑ کے ساتھ ڈائیلاگ کر کے آتی ہیں، یہ جرنیلوں کے خلاف کیا بات کرتے ہیں؟

راجہ ریاض احمد: جناب! ان کے بھائی پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ایم۔پی۔اے رہے ہیں اور میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ میں اتنی جرأت تھی تو آپ نے پاکستان پیپلز پارٹی کا ٹکٹ کیوں لیا؟ اس کا جواب دیں۔ آپ لوٹے نہیں ہوئے؟ (شور و غل)

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب چیئرمین! ہم کبھی لوٹے نہیں ہوئے۔ ہم ایسے لفظ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ میرے کوئی بھائی صاحب ہیں انھوں نے پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ میں نے زندگی

میں پہلی دفعہ الیکشن لڑا، کبھی پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم پر، کسی سیاسی جماعت کا کارکن نہیں رہا، پاکستان مسلم لیگ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑے۔ان کے ٹکٹ واپس کر دیئے۔ نیشنل لیول پر بھی لڑے اور پراونشل لیول پر بھی لڑے۔ان کو یہ تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔یہ اچھی بات کریں اور اچھا اچھا سنیں۔(شوروغل)

جناب چیئرمین: شکریہ۔جی، محترمہ فرزانہ راجہ!

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب چیئرمین! شکریہ۔ایک بات میں یہاں clear کرنا چاہتی ہوں کہ جب ہم یہاں سے واک آؤٹ کر کے گئے ہیں تو وہ ٹوکن واک آؤٹ کر کے گئے ہیں اور پھر ہم علامتی واک آؤٹ کے بعد واپس بھی آ گئے۔جہاں تک یہ سیاست میں رہنے کی اور حکومت میں رہنے کی بات کر رہے ہیں تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیاست کرنا، حکومت میں رہنا، منسٹریز حاصل کرنا اور فوائد حاصل کرنا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ سیاست جدوجہد کا بھی نام ہے، struggle کا، قربانیوں کا بھی نام ہے اور عوام کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا بھی نام ہے۔ صرف اور صرف ہر دور میں، ہر حکومت میں وزارتیں لے کر، اپنا ضمیر بیچ کر، اپنا تشخص بیچ کر اگر ہم یہ سمجھیں کہ ہم سیاست کر رہے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ ایسی سیاست پر بھی لعنت ہے اور ایسے لوگوں پر بھی لعنت ہے۔(شوروغل)

جناب چیئرمین: جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

محترمہ زاہدہ سرفراز: جناب چیئرمین!۔۔۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ زاہدہ سرفراز صاحبہ!

محترمہ زاہدہ سرفراز: شکریہ۔ جناب چیئرمین! ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے جب بجٹ کے سلسلے میں پریس کانفرنس کی تو انھوں نے کہا کہ ہم نیک نیت لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک نیت لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ وہ نیک نیت ہیں۔ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نیک نیت ہیں۔اس وقت ملک کے لئے انتہائی مخلصانہ طور پر کام کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کر رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہے تو آپ کی باتیں کیا کہتی ہیں؟

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! ابھی سیاسی حوالوں سے میرے بھائی رانا قاسم نون

صاحب نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں جو حقائق پر مبنی ہیں، میں ان سے انکاری نہیں ہوں لیکن اس پر میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذوالفقار علی بھٹو کابینہ میں شامل ہوئے، ایک سٹیج پر چلتے چلتے انہیں احساس ہوا کہ یہ ملک تو عوام کے لئے بنا ہے اور عوام نے بنایا ہے تو یہ جوڈکٹیٹر ہے اس نے کیوں خواہ مخواہ ملک پر قبضہ کر لیا ہوا ہے، انہیں غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے اس کے خلاف جمہوریت کی خاطر علم بلند کیا اور اس ملک کو آئین بھی دیا اور باقی چیزیں بھی دیں۔

میاں نواز شریف صاحب جیلانی صاحب کے ذریعے کابینہ میں وزیر بنے۔ پھر اس کے بعد وزیر اعلیٰ بنے، چلتے چلتے انہیں محسوس ہوا کہ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ یہ ملک تو عوام کے لئے بنا ہے اور ہم تو منتخب لوگ ہیں، میاں صاحب ہوں، چودھری شجاعت ہوں، چودھری پرویز الہیٰ ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم سیاسی لوگ ہیں، ہم الیکشن لڑ کر آتے ہیں اور یہ قبضہ ہم پر ہی کر لیتے ہیں، ان کو احساس ہوا، انہوں نے کہا کہ نہیں بھائی، میں آمریت کے خلاف ہوں۔

اب میری صرف آخری گزارش یہ ہے کہ تین سال گزر گئے ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے بھی ان کے خلاف جنگ لڑی اور عوامی لیڈر بنے۔ نواز شریف پہلے پولیٹیکل لیڈر نہیں تھے لیکن جس وقت انھوں نے جمہوریت کی خاطر علم بلند کیا اور بغاوت کی اور کہا کہ یہ عوام کا حق ہے اور عوامی نمائندوں کا حق ہے کہ وہ اقتدار پر قابض ہوں اور وہ لیڈر بنے۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ چودھری شجاعت اور چودھری پرویز الہیٰ اور ان کی ٹیم بھی لیڈر بنے، ان کو غلطی کا احساس کب ہو گا؟ کب وہ دن آئے گا کہ جب یہ اپنے حق کو سمجھتے ہوئے، جمہوریت کا علم بلند کرتے ہوئے غاصبوں کے خلاف اعلان جنگ کریں گے؟ میں کہتا ہوں کہ انشاء اللہ پوری قوم ان کے ساتھ ہو گی۔ یہ ایک مرتبہ اعلان تو کر کے دیکھیں۔ اپنا حق لینے کی کوشش تو کریں۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بی بی! ٹھہریں۔ شیخ علاؤالدین صاحب!۔۔۔ راجہ صاحب! ان کی تحریک move ہو چکی ہے، جواب کس نے دینا ہے؟ (شور وغل)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! جیسا کہ شیخ صاحب فرما رہے ہیں۔ یہ ہیلتھ منسٹر صاحب نے جواب دینا تھا۔ وہ تشریف فرما نہیں ہیں اس لئے ظاہری بات ہے کہ اس کو pending کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین: فرزانہ نذیر صاحبہ! کیا آپ شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک کا جواب دینا چاہتی

ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جی، میں جواب دے دیتی ہوں۔ وہ پڑھ کر سنائیں۔

جناب چیئرمین: آپ کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: ہاں جی۔ میرے پاس اس کا جواب ہے۔ وہ دوبارہ پڑھ دیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، انھوں نے پڑھنا نہیں۔ یہ move ہو چکی ہے۔ اگر آپ کے پاس جواب ہے تو دے دیں اگر نہیں ہے تو رہنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: ایک دفعہ وہ دوبارہ پڑھ دیں۔ مجھے اس کی ایک کاپی دے دیں۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! اس کو پھر pending کر دیتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: نہیں، نہیں۔ میں جواب دے دیتی ہوں۔ میں تیار ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! اس کو pending نہ کیجئے۔

جناب چیئرمین: راجہ بشارت صاحب! جواب تو ان کے پاس نہیں ہے۔ اس کو pending کر دیتے ہیں؟

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میری بات تو سن لیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! میری بات سنیں۔ وزیر نہیں ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری کہہ رہی ہیں کہ مجھے کاپی دے دیں۔ ان کے پاس اس کی کاپی نہیں ہے تو وہ جواب کیا دیں گی؟

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میں نے بتانا یہ ہے کہ یہ تو تین مہینے پہلے سے move ہو چکی ہے اور ہیلتھ منسٹر صاحب نے اس کو دو دفعہ pending کروایا ہے۔ اس میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو کمپنیاں فارماسیوٹیکل پر ڈیڑھ ڈیڑھ سو فیصد منافع کما رہی ہیں اور لوگوں کو لوٹا جا رہا ہے اور جو لیبارٹریاں یہ کام کر رہی ہیں ان کا کوئی محاسبہ ہونا چاہئے۔ اس کو بحث کے لئے اس ہاؤس میں لائیں۔ میرے پاس اس کے لئے جو اچھی تجاویز ہیں وہ لے لیں۔ یہ بار بار pending کرنے کا کیا مقصد ہے؟

آوازیں: وہ جواب دے رہی ہیں۔

محکمہ صحت کے اہلکاروں کی ملی بھگت سے ملٹی نیشنل فارماسیوٹیکل کمپنیوں کی ادویات کی قیمتوں میں ہزاروں فیصد اضافہ

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین!سب سے پہلے تو یہ ہے کہ انھوں نے جو point raise کیا تھا وہ پرائس کنٹرول سے متعلقہ تھا اور اس کے بعد ان کا دوسرا سوال تھا کہ ان کی جو لیبارٹریز ہیں ان پر چیک اینڈ بیلنس رکھا جائے۔جہاں تک پرائس کنٹرول کا تعلق ہے تو وہ فیڈرل گورنمنٹ کا مسئلہ ہے کیونکہ ساری پرائس فیڈرل گورنمنٹ ہی decide کرتی ہے مگر ہمارے وزیر صحت نے فیڈرل منسٹر ہیلتھ کے ساتھ co-ordination کی ہے اور ابھی ایک لائحہ عمل بن رہا ہے۔یہ حکومت ڈرگ کی پرائس اور کوالٹی کے سلسلے میں کافی سخت نوٹس لے رہی ہے اور اس سلسلے میں ایک بڑا سخت لائحہ عمل ہم تیار کر رہے ہیں جو کہ انشاء اللہ اگلے اجلاس میں یہاں پر پیش کر دیا جائے گا۔جہاں تک manufacture کمپنیوں کی لیباٹریز کا تعلق ہے۔اس بارے میں وزیر صحت نے ان سب کو call کیا تھا اور پھر ہم نے visit بھی کیا ہے۔ان کے raw materials کو چیک کیا گیا ہے۔حکومت پہلے ہی ڈرگ کی کوالٹی اور اس کی پرائس پر کنٹرول کر رہی ہے۔چیف ڈرگ انسپکٹر اور پنجاب کے تمام ڈرگ انسپکٹرز کو ہم نے Call کیا تھا اور انھیں ہدایات دی گئی ہیں کہ اپنے اپنے علاقوں کے میڈیکل سٹورز پر ریٹ لسٹ چسپاں کروائیں اور ان کی کوالٹی بھی لیباٹری میں چیک کی جا رہی ہے۔اس حوالے سے ہم ایک مکمل لائحہ عمل طے کر رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اگلے اجلاس میں بتا دیا جائے گا کہ کیا لائحہ عمل طے کیا گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!محترمہ پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ کا جواب بالکل relevant نہیں ہے۔لہذا میں گزارش کروں گا کہ اسے pending کر دیا جائے تاکہ وزیر صاحب خود اس کا جواب دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے اسے pending کر دیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا!میری ایک تحریک التوائے کار نمبر 546 ہے۔یہ ایک مسئلہ رابرٹس زرعی فارم رحیم یار خاں سے متعلقہ یہاں پر point out ہوا تھا،discuss ہوا تھا۔اس مسئلہ سے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الہیٰ صاحب کا کوئی personal link بھی بنتا تھا تو اس میں بڑی مثبت پیشرفت ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب!ابھی تک یہ تحریک میرے پاس نہیں آئی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا!یہ تو 21۔جون کو سرکولیٹ ہو چکی ہے۔اس میں بڑی مثبت

پیشرفت ہوئی ہے جسے میںon recordلانا چاہتا ہوں۔یہ وہاں کے مزارعین کی بے دخلی سے متعلقہ تھی۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اسےtake upکرنے کی اجازت دے دیں۔ میرا خیال ہے کہ راجہ صاحب کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ رانا صاحب اپنی تحریک التوائے کار کا نمبر546 بتا رہے ہیں۔ابھی آپ رہنے دیں جب اس کی باری آئے گی تو یہtake upہو جائے گی۔ رانا صاحب! میرے خیال میں جن دوستوں کی طرف سے بھی تحاریک التوائے کار آتی ہیں وہ انتہائی اہمیت کی ہی حامل ہوتی ہیں اور ہمارے لئے سارے دوست برابر ہیں۔ میرے خیال میں اس اجلاس کے دوران جب بھی رانا صاحب نے حکم دیا کہ اس کوout of turnلے لیا جائے تو سپیکر صاحب مہربانی فرماتے رہے ہیں، آپ مہربانی فرماتے رہے ہیں اور ان کی تحاریک کو out of turnلیتے رہے ہیں۔چونکہ آج آخری دن ہے باقی دوستوں نے بھی بات کرنی ہے لہذا جو روٹین کے مطابق معاملات چل رہے ہیں انھیں چلنے دیں۔اس کو آپ اگلے اجلاس تک کے لئےpendingفرما لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میری آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ یہ معاملہ چونکہ ہاؤس میں ہیdiscuss ہوا تھا میں نے جس کی بنیاد پر بعد میں اسے تحریک التوائے کار کا موضوع بنایا۔یہ مزارعین کی بے دخلی سے متعلقہ مسئلہ ہے۔اس سے تقریباً چار پانچ سو خاندان منسلک ہیں اور کم از کم ہزاروں کی تعداد میں ان کے دوسرے افراد خانہ اس مسئلہ سے منسلک ہیں۔اس میں ایک مثبت پیشرفت ہوئی ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت کے نقصان میں نہیں جائے گی لہذا اسےon recordآنے دیں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! ابھی تک آپ کی یہ تحریک میرے پاس نہیں آئی۔ میرے فولڈر میں ابھی تک یہ نہیں آئی۔آپ بے شک آ کر چیک کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب میں آپ کی بات پر اعتماد کرتا ہوں لیکن یہ 21۔جون کو سرکولیٹ ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین: چلیں، اسے بعد میں دیکھتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر327 جناب محمد آجاسم

شریف اور مہر اشیاق احمد صاحب کی طرف سے ہے۔ محرک موجود نہیں ہیں لہذا تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 328 چودھری زاہد پرویز، لالہ شکیل الرحمٰن، چودھری اعجاز احمد سماں صاحب کی طرف سے ہیں۔ وہ بھی تشریف نہیں رکھتے لہذا اسے بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 335 محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کی ہے۔

لاہور میں مضر صحت گوشت کی فروخت

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ''دن'' مورخہ 10۔اپریل2006 کی اشاعت میں یہ خبر جلی حروف میں شائع ہوئی ہے کہ ''شاہدرہ لاہور میں بیمار اور ناقص گوشت کی فروخت، انتظامیہ خاموش'' اکثر قصاب اپنے گھروں میں جانور ذبح کرتے ہیں۔ ڈاکٹروں نے منتھلیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ تفصیلات کے مطابق شاہدرہ کے ارد گرد کے علاقوں میں قصابوں نے بیمار اور ناقص گوشت سر عام فروخت کرنا شروع کر دیا۔ قصابوں کی اکثریت بیمار اور لاغر جانور اپنے گھروں میں ذبح کر کے دکانوں پر لا کر فروخت کرتے ہیں۔ ویٹرنری ڈاکٹروں نے تمام قصابوں سے منتھلی مکار کھی ہے۔ قصاب جانوروں پر مہریں اپنے گھروں میں ہی لگا لیتے ہیں اور اکثر قصابوں نے جانوروں پر سرکاری طور پر مہر ہی نہیں لگائی ہوتی۔ ڈاکٹروں کی ٹیمیں ہزاروں روپے روزانہ نذرانہ وصول کرتی ہیں۔ جنہوں نے قصابوں کو مضر صحت گوشت فروخت کرنے کی چھٹی دے رکھی ہے جس کی وجہ سے عوام میں بیماریاں پھیلنے کا خدشہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس خبر سے صوبائی دارالحکومت میں ڈاکٹروں اور حکومت کے خلاف شدید ردعمل پایا جاتا ہے اور عوام سخت غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ عوامی حلقوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ ویٹرنری ڈاکٹروں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے تاکہ عوام ناقص گوشت کھانے سے بچ جائیں اور ناقص و مضر صحت گوشت فروخت کرنے والے دکانداروں کے خلاف مقدمات درج کئے جا سکیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ محترمہ نے تحریک التوائے کار کے

ذریعے اس معزز ایوان کی توجہ جس اہم مسئلہ کی جانب مبذول کروائی ہے وہ کافی حد تک درست ہے۔اخبارات میں اس قسم کی شکایات آتی رہتی ہیں کہ غیر معیاری گوشت کی فروخت ہو رہی ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی،فرمائیے!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!میری گزارش یہ ہے کہ یہاں ہاؤس میں وزیر لائیوسٹاک تشریف فرما ہیں اور وزیر خوراک بھی تشریف رکھتے ہیں۔اس تحریک التوائے کار کا جواب یا تو وزیر خوراک کی ذمہ داری بنتی ہے یا پھر وزیر لائیوسٹاک کو اس کا جواب دینا چاہئے۔راجہ بشارت صاحب کے ذمہ اس کا جواب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: راجہ ریاض صاحب!کوئی بھی وزیر جواب دے سکتا ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب والا!اگر وزیر خوراک یا وزیر لائیوسٹاک موجود نہ ہوں تو پھر راجہ صاحب جواب دے سکتے ہیں۔جب وہ دونوں موجود ہیں تو پھر انھیں جواب دینا چاہئے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب جواب دے رہے ہیں۔جی،راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب!گزارش یہ ہے کہ غیر معیاری گوشت بیچنے والوں کے خلاف concerned TMA کارروائی کرتی ہے اسی لئے میں جواب دے رہا تھا۔چونکہ یہ جواب لوکل گورنمنٹ کی طرف سے آیا ہے اسی لئے میں جواب دے رہا تھا۔یہ محکمہ خوراک یا لائیوسٹاک سے concerned نہیں ہے۔

جناب سپیکر!میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ غیر معیاری گوشت کی باقاعدہ شکایات اخبارات میں آتی رہتی ہیں اور متعلقہ محکمہ جات اس سلسلے میں کارروائی بھی کرتے رہتے ہیں۔ٹاؤنز کی سطح پر اور سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی سطح پر میونسپل مجسٹریٹس نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں تھوڑی سی پریشانی تھی جو اب انسپکٹرز کی appointments سے اور مجسٹریٹس کی تعیناتی کے بعد دور ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب اس میں مزید بہتری آئے گی۔میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت تک تقریباً68 کے قریب مقدمات درج کئے گئے ہیں۔4لاکھ 23ہزار روپے ان لوگوں کو جرمانہ کیا گیا ہے جو غیر معیاری گوشت فروخت کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے concern show کیا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے concern کے مطابق متعلقہ محکمہ کو ہم ہدایت جاری کریں گے کہ وہ تھوڑا

سا vigilantر ہیں اور غیر معیاری گوشت فروخت کرنے والوں کے خلاف اور زیادہ مؤثر طور پر کارروائی کریں۔ شکریہ

وزیر خوراک: جناب چیئرمین! میں point of explanation پر ہوں۔ راجہ ریاض صاحب کے متعلق میری بڑی اچھی رائے تھی کیونکہ وہ بڑے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں اور انھیں تقسیم کار کا پتا ہوگا لیکن مجھے آج بڑا افسوس ہوا۔ جناب! میں اپنے کام کو بڑا خوب سمجھتا ہوں۔ میرے متعلقہ جو بات ہوتی ہے اس کا میں جواب دیتا ہوں۔ یہ میرے متعلقہ ہی نہیں ہے۔ یہ فوڈ انسپکٹر لوکل گورنمنٹ کے under آتے ہیں۔ یہ علیحدہ فوڈ انسپکٹر ہوتے ہیں، لوکل گورنمنٹ ان کو monitor کرتی ہے۔ اسی لئے concerned وزیر راجہ صاحب جواب دے رہے تھے۔ راجہ صاحب! آج آپ کی لاعلمی دیکھ پر مجھے بڑا افسوس ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ آپ مزید کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب والا! میں راجہ صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انھوں نے بہت اچھے طریقے سے نوٹس لیا ہے لیکن ابھی تک یہ معاملات اسی طرح چل رہے ہیں۔ یہ عوام کی صحت کا مسئلہ ہے۔ اس حوالے سے میں کچھ تجاویز دوں گی۔ ایک ڈاکٹر ہو، ایک عوام کا منتخب نمائندہ ہو اور ایک صارفین میں سے کوئی شخص لیا جائے۔ وہ سب مل کر چھاپے ماریں اور چھ دکانوں کے samples لے کر لیبارٹری میں بھجوائیں۔ اگر غیر معیاری گوشت پایا جاتا ہے تو ان لوگوں کو چھ مہینے قید یا دس ہزار روپے جرمانے کی سزا دی جائے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی کہوں گی کہ اس بارے میں ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ یہ عوام کی صحت کا مسئلہ ہے۔ گوشت میں پانی ملاتے ہیں لہذا اس پر مزید خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ راجہ صاحب اچھے اقدامات کر کے اس پر قابو بھی پالیں گے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: چونکہ محرک اس کو پریس نہیں کرنا چاہتیں لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ جی، ملک جاوید اعوان صاحب!

محکمہ تحفظ ماحولیات سے این او سی لئے بغیر سیمنٹ فیکٹری چلانا

ملک محمد جاوید اعوان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کیا جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

پی پی۔39 ضلع خوشاب کے موضع دائیووال میں زمان سیمنٹ فیکٹری کے مالک نے محکمہ ماحولیات سے NOC حاصل کئے بغیر فیکٹری چالو کر دی ہے جس میں مٹی اور دھواں کو کنٹرول کرنے والا فلٹر ابھی تک نہیں لگایا گیا۔اس فیکٹری کے ارد گرد دس کلو میٹر تک اس علاقے میں سخت آلودگی کی وجہ سے بیماری پھیل رہی ہے جس وجہ سے جانور مر رہے ہیں۔ معصوم بچوں کو جلدی اور آنکھوں کی بیماریاں لاحق ہو رہی ہیں نیز حاملہ خواتین کے ہاں مردہ بچے پیدا ہو رہے ہیں جس سے علاقے کی عوام میں سخت پریشانی پائی جاتی ہے۔ڈی سی او کے حکم کے باوجود فیکٹری کے مالکان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب!چونکہ مخدوم صاحب ابھی ایوان میں موجود نہیں ہیں تو آپ اسے نوٹ کر لیں اور اس کا کوئی حل سوچیں۔چونکہ اب یہ تحریک پیش ہو چکی ہے اس کا جواب اگلے سیشن میں آئے گا لیکن راجہ صاحب ذاتی طور پر اس پر کوشش کریں گے تاکہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔

ملک محمد جاوید اعوان: جناب سپیکر!پھر اسے pending کر لیں۔

جناب چیئرمین: جی،یہ تحریک التوائے کار pending کی جاتی ہے۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

(اس مرحلے پر مخدوم اشفاق احمد ایوان میں تشریف لائے)

جی،وزیر صاحب!آپ اس کا حل نکالیں اور کوشش کریں کہ ان کا مسئلہ حل ہو جائے۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب چیئرمین!چونکہ یہ تحریک التوائے کار out of turn پیش کی گئی ہے۔میں نے اس کی فائل منگوائی ہے اگر آپ اسے 15 منٹ کے لئے pending کر دیں تو میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی،آپ فائل منگوا لیں اور پھر جواب دے دیں۔اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

اسمبلی کے بزنس کا انگریزی کے ساتھ اردو ترجمہ بھی پیش کرنے کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں ایک بڑے اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں اس اسمبلی سے پہلے اس ہاؤس میں قانون کے جو مسودات پیش ہوتے تھے یا جتنا بھی بزنس پیش ہوتا تھا اس میں انگریزی کے ساتھ اردو کی ڈرافٹنگ بھی ہوتی تھی لیکن پتا نہیں کن وجوہات کی بنا پر اب جو بزنس پیش کیا جاتا ہے اس میں صرف انگریزی میں مسودات ہوتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آئین کا آرٹیکل 251 بھی یہ کہتا ہے کہ۔۔۔ جناب! میں آپ کی خصوصی توجہ چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب! اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ اس اسمبلی سے پہلے جتنی اسمبلیاں رہی ہیں جو بھی بزنس بلز یا motions اسمبلی میں پیش ہوتے تھے انگریزی کے ساتھ ساتھ ان کا اردو ترجمہ بھی ساتھ پیش ہوتا تھا۔ یہ اس اسمبلی سے پہلے ہوتا رہا ہے لیکن اب پتا نہیں کن ناگزیر وجوہات کی بنا پر اس اسمبلی میں جو بزنس پیش ہوتا ہے اس میں اردو ترجمہ نہیں ہوتا۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آئین کا سیکشن 251 بڑا واضح ہے کہ قومی زبان اردو ہے اور یہ پابند کیا گیا تھا کہ پندرہ سال کے اندر اندر اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ ہمارے ہاں اسمبلی میں ٹرانسلیٹرز بھی موجود ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! آپ کی بات سن لی ہے۔ ہم سپیکر صاحب سے بات کریں گے اور انشاء اللہ یہ لاگو کر دیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: بالکل ٹھیک ہے۔ بڑی مہربانی۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: صدیقی صاحب! تشریف رکھیں۔ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہے۔ میرا آپ سے یہ وعدہ ہے کہ آپ کو سب سے پہلے ٹائم دوں گا۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! شاید آج اجلاس ختم ہو جائے میں

آپ کی اور راجہ بشارت صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ مری یونین کونسل انگوری سلکھتر میں بحریہ ٹاؤن نے لوگوں سے زبردستی ہوائی رقبے و شاملاتیں خرید لیں لیکن قانون کے مطابق ان کے پاس 80 فیصد رقبہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: آپ اس بارے میں کوئی تحریک التوائے کار لائیں یا کوئی سوال لائیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! ان لوگوں کے آباؤاجداد کی زمینیں ہیں جن میں قبرستان، سکولز اور مساجد ہیں لیکن وہ سیکشن 4 کا نوٹیفکیشن کروا کر ایکشن کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو وہاں پر صدیوں سے آباد ہیں ان سے زبردستی گھر خالی نہ کروائے جائیں۔ قانون کے مطابق بحریہ ٹاؤن کے پاس 80 فیصد زمین بھی نہیں ہے۔ لہذا میں چاہوں گا کہ قانون کے خلاف کام نہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین: عباسی صاحب! کوئی تحریک ہے تو ہم راجہ صاحب سے جواب لے لیتے ہیں۔ آپ نے سوال کیا ہے اور راجہ صاحب نے سن لیا ہے۔ آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر اس کا حل نکال لیں مسجدیں مسمار نہیں ہونی چاہئیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! بحریہ ٹاؤن کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ وہ بالکل بے لگام گھوڑا ہو چکا ہے۔ وہاں پر ان کے پاس 80 فیصد زمین بھی نہیں ہے۔ باقی 20 فیصد کے لئے بھی محکمہ مال کی ملی بھگت سے زبردستی acquire کر رہے ہیں۔ وہاں کے لوگوں میں بے چینی اور پریشانی ہے۔ اگر اس کا کوئی حل نہ نکالا گیا تو پھر کوئی ایسا معاملہ پیش آ سکتا ہے جو نہ میرے اختیار میں ہو گا نہ راجہ صاحب کے اختیار میں ہو گا۔

جناب چیئرمین: آپ اس پر تحریک التوائے کار لائیں پھر راجہ صاحب اس کا جواب دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! معزز رکن نے جن خدشات کا اظہار کیا ہے۔ یہ باقاعدہ ایک process کے تحت پہلے ڈسٹرکٹ کلکٹر کیس recommend کر کے بھیجتا ہے پھر صوبائی حکومت 20 فیصد کی اجازت دیتی ہے اور بہت کم کیسز میں اس طرح اجازت دی جاتی ہے۔ جن خدشات کا انھوں نے اظہار کیا ہے کہ اگر ان کے پاس 80 فیصد زمین نہیں ہے اور 20 فیصد حکومت acquire کر کے دے رہی ہے تو میں اپنے بھائی کے ساتھ بیٹھ کر اس چیز کو دیکھ لیتا ہوں اور اگر کہیں کسی کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ ہم دونوں آج ہی بیٹھ جائیں

گے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

راجہ ریاض احمد: جناب چیئرمین! میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ کل آپ نے بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے میری قرارداد جو سپریم کورٹ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے تھی کو out of turn لیا لیکن جیسے ہی میں نے قرارداد پیش کی آپ نے اس پر ووٹنگ نہیں کرائی تھی اور اجلاس ملتوی کر دیا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ سٹیل مل کی نجکاری میں جتنی کرپشن تھی سپریم کورٹ نے اسے ختم کیا اور اس سارے معاہدے کو بھی ختم کیا۔ لہذا میری اس قرارداد پر ابھی ووٹنگ کروادی جائے اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا جائے کہ ہم متفقہ طور پر سپریم کورٹ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ آپ نے اسے out of turn لے لیا تھا لیکن اس پر ووٹنگ نہیں کروائی تھی۔

جناب چیئرمین: پلیز تشریف رکھیں۔ اب سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آڈر۔

جناب چیئرمین: بی بی! تشریف رکھیں۔۔۔

Now we take up the Punjab Employee's Efficiency Discipline and Accountability Bill 2005.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! آج ابھی اپوزیشن کے دوستوں سے بات ہوئی ہے ان کا خیال ہے کہ چونکہ آج تھانہ کے حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب کا جو initiative ہے اس پر بات کرنی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس پر زیادہ دیر بات کرنی چاہئے۔ چونکہ ایڈمنسٹریٹو ڈیپارٹمنٹ کا چارج چودھری اقبال صاحب کے پاس ہے۔ انھوں نے بھی حکم فرمایا ہے اور میری بھی استدعا ہے کہ اس کو pending فرمادیں۔

جناب چیئرمین: یہ بل pending کیا جاتا ہے۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب چیئرمین! میں پوائنٹ آف آرڈر بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، بی بی! آپ فرمائیں۔

لاہور میں مضر صحت پینے کے پانی کی فراہمی

محترمہ پروین سکندر گل: جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ میں نے ایک سال پہلے واسا پر سوال بھی دیئے تھے۔آج کل ہمارے پورے لاہور میں ہی خراب پانی آ رہا ہے لیکن خاص طور پر گلبرگ ٹاؤن میں بالکل فرنیچر کے رنگ کا پانی آ رہا ہے۔آپ بتائیں کہ عام آدمی کیا کرے عام آدمی تو منرل واٹر بھی استعمال نہیں کر سکتا۔بے شمار مرتبہ اخبارات میں بھی آ چکا ہے لیکن اس کے اوپر کچھ عملدرآمد نہیں ہوا۔آپ سے میری گزارش ہے کہ متعلقہ منسٹری کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اس کو ٹھیک کرے۔آپ یقین کریں کہ تمام جگہوں پر فرنیچر کے رنگ کا پانی آ رہا ہے۔یعنی وہ پانی نہانے کے قابل بھی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اس کے وزیر انچارج موجود ہیں؟

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب والا! میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب والا! میں اس ایوان کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے اندر sub-soil water testing کی جو لیبارٹری ہے اور ٹاسک فورس ہے اس کا چیئرمین بھی میں ہوں۔ہم نے لاہور کے جو sample test کئے ہیں اس میں سے 40 percent of the samples are unfit for human consumption. اس میں ہم نے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو بھی بتایا ہے اور اس کے علاوہ جو پنجاب گورنمنٹ efforts کر رہی ہے اس میں منتخب ممبران کو واضح ہدایات دی گئی ہیں ضلع کونسل اور تحصیل کونسل کے اراکین کو واضح ہدایات دی گئی ہیں کہ اپنے اپنے علاقے کا سروے کریں اور دیکھیں جہاں جہاں پائپ بوسیدہ ہوں ان کو replace کریں۔یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ان کو بے پناہ فنڈز مہیا کر دیئے گئے ہیں ان کی ذمہ داری ہے یہ اپنے نمائندے سے رابطہ کریں اور فوری طور پر ان پائپوں کو تبدیل کروائیں۔

جناب چیئرمین: فنڈز کی بات نہیں ہے۔آپ یہ بتائیں کہ ان کو صاف پانی کب ملے گا۔اصل بات

یہ ہے۔آپ صاف پانی مہیا کرنے کی یقین دہانی کروائیں فنڈز تو چیف منسٹر نے دے ہی دیئے ہیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب والا!لاہور کی بات ہو رہی ہے واساتین سو فٹ کی گہرائی سے پانی دیتا تھااپ پانچ سو فٹ کی گہرائی سے پانیpump outکر رہاہے اور بہت اچھا پانی ہے لیکن جب یہ پانی ہمارےpiping networkسے گزر کر آپ کے گھر کےoverhead tankپر پہنچتاہے تو پھر یہ پینے کے لئے مشکوک ہو جاتاہے۔حکومت نے اس کا حل یہ نکالاہے کہ ایک تو پائپ بدلیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہر یونین کونسل کے لیول پرPurification Plantsلگ رہے ہیں۔ہم تو چاہتے ہیں کہ غریب آدمی کو بھیfilteredپانی دیں۔

جناب چیئرمین: مخدوم صاحب!Chairکی یہ رائے ہے کہ پانی صاف مہیا کرنے کے لئے پائپ تبدیل کریں۔فلٹر پلانٹ سے صاف پانی لوگوں کو مہیا کریں۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب والا!صاف پانی یا فلٹر والا پانی تو بعد کی بات ہے۔اس وقت ہمیں جو پانی مل رہاہے وہ تو پینے والا پانی اور سیوریج والا پانیmixہو کر آ رہاہے۔اس سلسلے میں ڈیڑھ دو سال سے سوال بھی کیا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: مخدوم صاحب!آپ اور محترمہ بیٹھ جائیں محکمے کو بھی بلا لیں۔صاف پانی مہیا کرنے کا بندوبست کریں اور محکمے کو اس سلسلے میں پابند کریں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب والا!ہم آج ہی ان کا سروے کروا دیتے ہیں۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

تھانوں کے ماحول کی اصلاحات کے لئے تجاویز

(۔۔۔جاری)

جناب چیئرمین: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔تشریف رکھیں۔آج کے ایجنڈے کا اگلاitem take upکرتے ہیں۔Chief Minister's initiative for improvement of the Police Stationsپر عام بحث ہے۔اس بحث کا آغاز مورخہ 30۔جون کو ہوا تھا۔وزیر قانون حکومت کا مؤقف پیش کر چکے ہیں۔رانا ثناء اللہ خان صاحب کی تقریر جاری تھی کہ اجلاس کا وقت ختم ہونے کی وجہ سے مزید بحث 3۔جولائی2006تک ملتوی کی گئی

تھی لیکن 3۔جولائی2006کو وقت کی کمی کے پیش نظر یہ بحث آج تک ملتوی کر دی گئی ہے۔میں دعوت دیتا ہوں رانا ثناء اللہ خان صاحب کو کہ وہ اپنی تقریر مکمل کریں دیگر اراکین جو اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے ناموں کی چٹیں مجھے بھجوا دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔جناب چیئرمین!اس دن تھانہ کلچر پر جو بحث جاری تھی جس کا نام دیا گیا ہے Chief Minister's initiative for improvement of the Police Stations اس پر میں بات کر رہا تھا اور جناب چیئرمین میں یہ بات واضح کر دوں کہ اس میں صرف تین proposals ہیں۔اس کے علاوہ باقی اس میں جو الفاظی کی گئی ہے وہ ساری کی ساری بلکہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ پولیس آرڈر2002 میں درج ہے۔بلکہ اگر وزیر قانون یہ چاہیں گے تو میں ان کو پڑھ کر بھی سنا دیتا ہوں۔

> Functions of a Police Station, complaints of the public, grievances of the policemen and recommendations and of the Committee.

جناب والا!یہ تمام چیزیں جو ہیں یہ پولیس آرڈر2002 میں اس سے زیادہ تفصیل سے درج ہے۔اس میں صرف تین proposals دی گئی ہیں اور ان proposals کو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کس کمیٹی میں دی گئی ہیں اور اس ہاؤس میں discussion ہوئے بغیر ان proposals کو finalize کیا گیا ہے۔میں وزیر قانون سے یہ گزارش کروں گا کہ اس discussion کے بعد ان proposals کو آپ نئے سرے سے ہی consider کریں ورنہ پولیس کا سسٹم پہلے ہی تباہی کا شکار ہے اس کا آپ مزید بیڑہ غرق کر دیں گے اور یہ اس صوبے کے عوام کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت ہو گی۔اگر ان میں سے تینوں یا کسی ایک تجویز پر عمل کیا گیا۔

جناب چیئرمین!اس میں جو mandatory registration of cases ہے اس کے اوپر میں نے اپنی بات تقریباً مکمل کر لی تھی صرف میں اس بات کو conclude کر رہا تھا by giving reference from CRPC کہ اس میں وقت ختم ہو گیا۔میں دو منٹ میں اس کو conclude کر کے اگلی proposal کی طرف آتا ہوں۔میری یہی اس میں تجویز ہے، یہی proposal ہے کہ آپ ایف آئی آر کو mandatory registration کے زمرے میں نہ لائیں۔آپ ایسا نہ کریں کہ آپ ایس ایچ او یا پولیس سٹیشن کے علاوہ آپ درمیان میں جو ڈاکخانے

کھولنے جارہے ہیں کہ اگر یہاں پر ایف آئی آر درج نہیں ہوتی تو یہاں پر درج ہو جائے، یہاں پر درج ہو جائے۔اس سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ طبقہ جو کہ ایف آئی آر اور مقدمات کو رجسٹرڈ کروانے کے بعد جو بلیک میلنگ کرتا ہے اس کے ہاتھ مضبوط ہوں گے اور اس میں سے دو فیصد victims کو relief ملے گا 98 فیصد ایسے لوگ اس سے استفادہ کریں گے جو کہ ان چیزوں کو بلیک میل کرنے اور اپنے مخالفین کو ہراساں کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ mandatory registration of FIR سے متعلقہ جو معاملہ ہے یہاں پر اس دن بھی یہ بات ہوئی ہے اور میرے بھائی محمد احمد نے یہ بات کی کہ دیکھیں جی، ایف آئی آر کے رجسٹرڈ ہونے سے کوئی مجرم نہیں بن جاتا اور ایف آئی آر رجسٹر ہونے کے بعد پولیس نے evidence collect کرنی ہوتی ہے اس لئے اس میں کوئی مضائقے والی بات نہیں ہے۔یہاں پر میں یہ عرض کروں گا کہ ایف آئی آر جو ہے وہ دفعہ 154 ضابطہ فوجداری کے تحت درج ہوتی ہے۔کوئی بھی شخص cognizable offence جو ہے اس کی وہ رپورٹ ایس ایچ او کو کرتا ہے اور ایس ایچ او اس کی verification اپنی صوابدید کے مطابق یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ offence ہوا ہے اس کی ایف آئی آر درج کر لیتا ہے۔اس کے بعد جب ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے تو پھر دفعہ 54 ضابطہ فوجداری کے تحت پولیس آفیسر کو unlimited اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس ملزم کو یا جس کے خلاف وہ الزام ہے اسے جب چاہے وہ گرفتار کر سکتا ہے۔یہاں پر جو لفظ استعمال کئے گئے ہیں میں وزیر قانون کی توجہ چاہوں گا کہ وہ اس بات کو بھی ملاحظہ فرمالیں کہ پولیس آفیسر جو ہے وہ کسی بھی آدمی کو جس کے خلاف cognizable offence کی شکایت ہے۔

> Any Police officer may without an order from a Magistrate and without a Warrant, arrest any person who has been concerned in any cognizable offence or against whom a reasonable complaints have been made; or a reasonable suspicion exist of his having been so concerned.

جناب چیئرمین !اب یہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 54 ہے اسی کے ساتھ related ہے دفعہ 157 یعنی جس آدمی کے خلاف ایک complaint جو ہے وہ دفعہ 154 ضابطہ فوجداری کے تحت جسے ایف آئی آر کہتے ہیں درج ہو جائے گی تو اس کے بعد وہ جو پولیس آفیسر ہے وہ

suspectکی بنیاد پر اس کو گرفتار کر سکتا ہے۔یعنی اس کے بعد اس پولیس آفیسر کو اتنا اختیار ہے کہ اسے اگر شک بھی پڑتا ہے کہ اس آدمی نے یہ جرم کیا ہے تو وہ اسے گرفتار کر سکتا ہے۔پھر اس کے بعد باقی جو ایف آئی آر سے متعلقہ معاملات ہیں اس پر دفعہ 158 ہے 169 ہے یعنی ایک پولیس آفیسر جو ہے وہ ایف آئی آر کے درج ہونے کے بعد کسی بھی ملزم کو یا جس کے خلاف یہ complaint ہے اسے شک کی بنیاد پر گرفتار کر سکتا ہے لیکن اسے وہ اس سے discharge نہیں کر سکتا۔یعنی جس کے خلاف ایف آئی آر درج ہو جائے گی اسے پولیس آفیسر گرفتار کرے گا، گرفتار کرنے کے بعد اسے 24 گھنٹے کے اندر اندر اگر وہ جرم جو ہے 24 گھنٹے کے اندر اس کی investigation مکمل ہو جاتی ہے under section 169 تو پھر اسے وہ 24 گھنٹے میں مکمل کر لے گا۔اگر مکمل نہیں ہوتی تو سی آر پی سی کے سیکشنز 157, 158, 167 and 169 کے تحت وہ 14 دن تک اس کا جسمانی ریمانڈ حاصل کر سکتا ہے۔ایک بندے کے خلاف ایف آئی آر درج ہوئی ہے وہ 14 دن پولیس کی custody میں رہا ہے اس کے بعد اسی پولیس افسر کو اسے چھوڑنے کا اختیار نہیں ہے جو اسے شعبہ کی بنیاد پر گرفتار کرتا ہے۔وہ اس کا چالان کرے گا یا پھر وہ رپورٹ پیش کرے گا کہ جناب! میں نے اس کی انوسٹی گیشن کی ہے تو میری تفتیش کے مطابق یہ بندہ گنہگار نہیں ہے لیکن اسے چھوڑنے کا اختیار مجسٹریٹ کے پاس ہے اور مجسٹریٹ پولیس رپورٹ کے ساتھ disagree کر سکتا ہے اور وہ اسے trial کے لئے accept کر سکتا ہے اور اس ملزم کو جیل بھیج سکتا ہے یعنی ایف آئی آر سے متعلقہ پورا سسٹم ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 سے لے کر 170 تک باقاعدہ ایک mechanism draw کرتا ہے کہ جس آدمی کے خلاف cognizable offence کی complete report آ جائے گی اس کے بعد پولیس افسر شک کی بنیاد پر اسے گرفتار کر سکتا ہے اس کے بعد 14 دن تک اس کو under custody رکھ سکتا۔24 گھنٹے اپنی صوابدید کے تحت اور 14 دن عدالت سے ریمانڈ لے کر اور اس کے بعد اگر وہ سمجھتا ہے کہ یہ بے گناہ ہے تو وہ عدالت میں رپورٹ پیش کرے گا اور عدالت اس رپورٹ سے disagree کر سکتی ہے جو کہ 100 فیصد cases میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ عدالت میں جب پولیس اس قسم کی رپورٹ لے کر جاتی ہے تو وہاں پر کہا یہ جاتا ہے کہ جناب! پولیس والوں نے پیسے لے لئے ہیں اور اس کو بے گناہ لکھ دیا ہے، عدالت اس سے disagree کرتی ہے اور وہ آدمی سیدھا جیل جاتا ہے اور اگر وہ چالان کرتے ہیں تو پھر اس کا چالان ہو جاتا ہے تو ان حالات میں جب تک یہ پورے سسٹم میں بہتری نہیں لاتے، میں سمجھتا ہوں کہ mandatory

registration of FIR misuse ہوگا اور اس سے زیادہ complications آئیں گی اور اس سے بہت سارے لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہوگا اور کچھ لوگ false registration کے ذریعے لوگوں کو بلیک میل کریں گے اس لئے میں نے آخر میں تجویز دی تھی کہ مناسب ہوگا کہ آپ سی آر پی سی میں amendment لائیں یا پھر اس معاملے کو اس انداز سے کیا جائے کہ پہلے report criminal ہو، اس کے فارم ہر تھانے میں ہر جگہ پر رکھے جائیں جو آدمی اس فارم کو لے اس پر اپنی complaint جو وہ حقیقت سمجھتا ہے لکھ کر پولیس سٹیشن میں جمع کروائے اور اس کی رسید حاصل کرے اور یہ ایس ایچ او پر mandatory ہو کہ وہ within 24 hours اس فارم پر تحریر کرے کہ یہ غلط ہے حقیقت کے مطابق نہیں ہے تو وہ خارج تصور ہو اور اگر وہ سمجھتا ہے کہ prima facie درست ہے تو اس پر مقدمہ درج ہو اور اگر بعد میں مقدمہ غلط ثابت ہو تو وہ پولیس افسر جس نے prima facie اسے درست قرار دیا ہو اس کی کم از کم کوئی نہ کوئی سزا مقرر ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ جس کو چاہیں غلط کہہ دیں اور جس کو چاہیں صحیح کہہ دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جب تک یہ اس قسم کا یا اس سے ملتا جلتا نظام نہیں لائیں گے اس کے لئے انہیں سی آر پی سی میں amendment کرنی پڑے گی اور سی آر پی سی federal legislative list پر ہے اس وقت تک میں سمجھتا ہوں کہ ایک سیاسی پوائنٹ بنانے کے لئے یا لوگوں کو یہ کہنے کے لئے کہ جناب! ہم تھانہ کلچر کو صحیح کر رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ effort مناسب نہیں ہوگی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس دن لاء منسٹر صاحب نے میری speech کے دوران اٹھ کر یہ کہا تھا کہ یہ 182 ہے۔ ہم 182 کے تحت لوگوں کو زیادہ سے زیادہ سزا دیں گے۔

جناب چیئرمین! 182 invoke ہی نہیں ہو سکتی۔ ایک پولیس تفتیش کے بعد دوسری تفتیش ہوگی، دوسری کے بعد پھر تیسری ہوگی اور تیسری کے بعد جب وہ آدمی بے گناہ ہو کر عدالت سے ڈسچارج ہو جائے گا اس کے بعد اس کے خلاف استغاثہ دائر ہو جائے گا، وہ complainant استغاثہ دائر کر دے گا۔۔۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! ایک منٹ۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ 182 جرم کی سزا، جو جرم مدعی نے تجویز کیا، اس کو آدھی کر دی جائے تو وہ جھوٹی ایف آئی آر درج نہیں کرائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! جو بات آپ فرما رہے ہیں یہ درست ہے لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ایک آدمی کو پولیس نے پکڑ لیا اور اس کے بعد اسے evidence کی بنیاد پر ڈسچارج کروا

دیا۔اس کے ڈسچارج ہونے کے بعد بھیinvestigationکا سلسلہ ختم نہیں ہوتا،اس کی دوسری، تیسری، چوتھی تفتیش ہو سکتی ہے جو چھ، ماہ سال تک جاری رہ سکتی ہے اور اگر وہ فائنل ہو گئی تو اس کے بعد اگرcomplainantعدالت میں استغاثہ دائر کر دے گا تو182تب بھیinvokeنہیں ہو سکتی یعنی182کوinvokeکرنے اور اس complainantکو سزا دینے کے لئے جس نے غلط complaintکی ہے کم از کم دو سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے اور اتنی دیر میں تمام معاملات otherwiseہو جاتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جس آدمی کے خلافcomplaintہے اگر وہ بے گناہ ہے تو اس کا استحصال ہو گا اس لئے اس استحصال سے لوگوں کو بچانے اور ان complicationsکو دور کرنے کے لئے میری یہی گزارش ہے کہ یہ mandatory FIR and registrationکے معاملے کو اس شکل میں نہ لاگو کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بلیک میلنگ بڑھے گی ہمارے معاشرے میں پہلے ہیfalse registrationکا بڑا رجحان ہے۔ لوگ ایسے ایسے مقدمات اور ایسے ایسے الزامات کے تحت وقوعہ لے آتے ہیں جس کا کوئی سمجھدار یا ذمہ دار آدمی تصور ہی نہیں کر سکتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اس طرح سے مناسب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد دوسری تجویز ہےquality of SHO۔اس میں انہوں نے یہ تو کہا ہے کہ ایس ایچ او بہت اچھا ہونا چاہئے اس کے یہcoursesبھی ہونے چاہئیں اور اس کے علاوہ انہوں نے کہا ہے کہ اس کےmanagement, human rights, financial management and media managementکےcoursesہونے چاہئیں لیکن انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ اسqualityکاcheckکس طرح سے ہو گا۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! wind upکریں، باقی لوگوں نے بھی تقریریں کرنی ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میں مختصر کر رہا ہوں۔اس میں انہوں نے یہ تجویز نہیں فرمایا کہ اس بات کو کس طرح سے فائنل کریں گے۔اس میں میری تجویز یہ ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ پر ایک سلیکشن بورڈ بنایا جائے اور اس سلیکشن بورڈ میں جوڈیشری، representatives, public اس کے علاوہ انہوں نے جو بے پناہ پبلک سیفٹی کمیشن، complaints authority and citizen police committeesکو بھی نمائندگی دی جائے اور وہ سلیکشن بورڈ اس ضلع میں جتنے بھیavailableلوگ ہیں ان کی سروس بکس اور ان کے ریکارڈ کو چیک کر کے اس بات کا تعین

کرے کہ یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کو ایس ایچ او لگایا جائے اور ان میں سے discretion ڈی پی او کو دیں۔ ڈی پی او کو بے لگام discretion ہے کہ وہ جس کو چاہے لگا دے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے یہ معاملات خرابی کا شکار ہوتے ہیں اور اس کے آخر میں ہے کہ:

As an incentive a SHO shall draw an allowance equal to one month's basic pay and 20 days fix D.A approximately 10 thousand.

جناب چیئرمین! میں اس کو بھی مسترد کرتا ہوں اور میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ معاملے جس سے پولیس فورس کے اندر بد دلی پھیلے گی کہ ایک انسپکٹر یا سب انسپکٹر رینک کا آدمی ایس ایچ او لگا ہے اسے ڈبل تنخواہ بھی مل رہی ہے اس کے علاوہ اسے D.A کی شکل میں بھی 10/15 ہزار روپیہ مل رہا ہے، جبکہ اسی رینک کے بندے اسی تھانے میں مختلف ڈیوٹیز دے رہے ہیں، کسی کی ڈیوٹی اشتہاریوں کو پکڑنے کی ہے اور کسی کی ڈیوٹی انوسٹی گیشن پر ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک آدمی کو اتنا out of the way double pay کیا جائے گا تو باقی لوگوں میں اس سے بد دلی اور مایوسی پھیلے گی، اس سے ڈسپلن خراب ہو گا اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ یہ اس incentive کو واپس لیں۔ ٹھیک ہے جو لوگ بہتر کام کرتے ہیں ان کو بہتر ڈیوٹی دیں اور جو بہتر نہیں کر سکتے ان کو اس سے کمتر ڈیوٹی دیں لیکن اس طرح سے اس کو بڑھانا مناسب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اسی طرح سے انہوں نے تیسری تجویز شفٹ سسٹم سے متعلق کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ شفٹ سسٹم کیا جائے تو میں اس بارے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ شفٹ سسٹم پہلے ہی ہے۔ پولیس کی ڈیوٹی دو طرح کی ہے ایک ڈیوٹی تو وہ ہے مثال کے طور پر جو لوگ offices میں کام کرتے ہیں یا جو لوگ تھانے کے آفس میں کام کرتے ہیں یا ٹریفک میں جو کام کرتے ہیں، ان کی پہلے سے ہی شفٹ ڈیوٹی ہے۔ کوئی آدمی ٹریفک میں 24 گھنٹے ڈیوٹی نہیں دیتا، کوئی آدمی ڈی ایس پی یا ڈی آئی جی کے آفس میں 24 گھنٹے کام نہیں کرتا وہاں پر آفس ٹائم کے دوران کام ہوتا ہے اس کے بعد وہ لوگ چھٹی کرتے ہیں۔ ٹریفک میں بھی 8 گھنٹے یا 12 گھنٹے کی ڈیوٹی ہے اگر 12 گھنٹے ہے تو اس کو یہ 8 گھنٹے کر لیں اور اگر یہ 8 گھنٹے زیادہ سمجھتے ہیں تو 4 گھنٹے کر لیں لیکن پولیس کے اندر جو on ground working ہے اس میں شفٹ سسٹم نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر کوئی پولیس ٹیم کسی واردات کے نتیجے میں ملزمان کے پیچھے ریڈ کر رہی ہے یا ان کی گرفتاری کے لئے تگ و دو کر رہی ہے تو یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ وہ کہیں کہ ہماری شفٹ چونکہ اب چھ بجے ختم ہو گئی ہے۔ اب

دوسری ٹیم پیچھے سے آئے اور وہ جا کر ملزمان کو گرفتار کرے لہذا ہم اس میں آگے نہیں جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات پولیس کی working کے لحاظ سے practicable نہیں ہے۔ اس بات کو بھی پولیس کے working system کے مطابق کرنا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے complications بھی پھیلیں گی۔

جناب سپیکر! میں آخر میں وزیر قانون سے یہی گزارش کروں گا کیونکہ باقی تمام دوستوں نے بات کرنی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں زیادہ وقت لوں۔

جناب چیئرمین: آپ نے کافی وقت لے لیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں تین منٹ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں لیکن آپ یہ بات مجھے کرنے دیں کہ اس ہاؤس میں اگر انھوں نے اس discussion کو کروایا ہوتا تو آج بہت بہتر انداز سے تجاویز آ سکتی تھیں اور تھانہ کلچر میں improvement ہو سکتی تھی۔ اب گزارش یہ ہے کہ انھیں اب بھی چاہئے کہ اس پر جس کمیٹی نے پہلے کام کیا ہے۔ اس کمیٹی میں اس ہاؤس سے بھی ممبران کو لیں اور ہاؤس میں ہونے والی بحث کے نتیجے میں یہ کمیٹی دوبارہ کام کرے اور مؤثر practicable قسم کی تجاویز لے کر آئیں۔ میں وزیر موصوف سے یہ کہوں گا کہ اس ہاؤس میں ہونے والی بحث کا سارے صوبے کی عوام کو فائدہ پہنچتا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی نے کہا ہے کہ نام نہاد جمہوریت بھی بہترین آمریت سے بہتر ہوتی ہے۔[*******]

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں آپ سے صرف اتنی استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے انھیں فرمایا تھا کہ wind up کریں۔ wind up کرنے کے بعد ان کی اپنی تقریر ختم ہو چکی ہے لیکن اب وہ تحریک التوائے کار پر بولنا شروع ہو گئے ہیں۔ میری استدعا ہے کہ جہاں سے انھوں نے رابرٹ فارم کے حوالے سے بات شروع کی ہے۔ اس کو کارروائی سے حذف کیا جائے کیونکہ اس کو آپ پہلے disallow کر چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: رابرٹ فارم کے متعلق الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔ رانا صاحب، آپ اپنی اصل تقریر پر آئیں۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! آپ میری بات تو مکمل ہونے دیں۔اس کے بعد اگر یہ کہیں گے کہ اس کو کارروائی سے حذف کر دیں تو پھر آپ کر دیں۔

جناب چیئرمین: میں نے تحریک التوائے کار کو disorder قرار دیا ہے۔میں نے پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔اس پر بحث نہیں ہو گی۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ نے disallow قرار دیا۔ ٹھیک ہے۔ میں اس تحریک التوائے کار کو پیش نہیں کر رہا۔ میں اس ایوان میں ایک point جو raise ہوا تھا اور اس کے نتیجے میں جو ہزاروں مزارعین تھے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ معزز رکن انتہائی ذمہ دار آدمی ہیں اور منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین ہیں۔یہ تھانہ کلچر کے حوالے سے بات کر رہے تھے۔وہ بات ختم کر کے ساتھ ہی انھوں نے ایک اور کاغذ نکالا اور بغیر آپ کی اجازت کے پڑھنا شروع کر دیا کہ میں نے پہلے رابرٹ فارم کی بات کی تھی وہ میں کرنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس time کو misuse نہیں کرنا چاہئے جو ایک خاص مقصد کے لئے چیئر نے دیا ہے۔آپ اس point کو آپ پہلے rule out کر چکے تھے۔اسی لئے میں نے استدعا کی ہے کہ اس طرح کوئی time misuse کرتے ہوئے اپنی بات کرے گا تو آپ اس کو کارروائی سے حذف کریں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! wind up کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میری بات کو مکمل ہو لینے دیں۔اس کے بعد میں خود راجہ صاحب سے کہوں گا کہ اسے کارروائی سے حذف کروا دیں۔

جناب چیئرمین:آپ نے مزید بحث نہیں کرنی تو میں کسی اور مقرر کو ٹائم دے دیتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان :میں اس پر بحث نہیں کرتا۔ میں دو منٹ میں اس بات کو conclude کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین:آپ نے تھانہ کلچر پر بات کرنی ہے تو اس پر آ جائیں other wise آپ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان:جناب چیئرمین! تھانہ کلچر پر اس ایوان میں ہونے والی بحث کا آپ اس طرح گلا نہ گھونٹیں۔

جناب چیئرمین:آپ نے proposal دینی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان:جناب چیئرمین! جو رابرٹ زرعی فارم ہے۔اس میں۔۔۔

جناب چیئرمین:آپ تشریف رکھیں۔آپ تشریف رکھیں۔اب میں floor عامر عثمان عادل کو دیتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر رانا ثناء اللہ خان ایم پی اے مائیک کے بغیر بولتے رہے)

جناب عامر عثمان عادل:جناب چیئرمین!آج تھانہ کلچر کی بہتری کے حوالے سے تجاویز کی بات کی گئی۔انسان اور جرم کا ساتھ بہت پرانا ہے۔ابتدائے آفرینشن سے یہ ساتھ چلا آ رہا ہے اور ماضی میں جب بھی نئی حکومت آئی تو اس نے پولیس کا قبلہ درست کرنے کی بات کی اور پولیس کو الٹا ٹکا دینے کی بات کی گئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے جہاں دیگر تمام شعبوں میں عملی اقدامات کئے ہیں وہاں کوئی بڑھک نہیں ماری، کوئی جوشیلے انداز میں بات نہیں کی بلکہ عملی اقدامات کی بات کی اور ہاؤس کے اندر لے آئے۔یہی بات ہے کہ آج ہم سب اس بحث میں مصروف ہیں۔ تجاویز لی جا رہی ہیں تاکہ ان کو عملی شکل دی جا سکے اور ہماری حکومت کی پہلی ترجیح لاء اینڈ آرڈر ہے۔امن عامہ کی بحالی کے لئے بیس ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب چیئرمین!میں گزارش کرنا چاہتا ہوں اور میں میرٹ پر بات

نہیں کرنا چاہتا لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں جن لوگوں کو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ بہت اچھے پارلیمنٹیرین ہیں۔ میں صرف ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دینا چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کا وہی معزز رکن اچھا پارلیمنٹیرین ہوتا ہے کہ جس کے الفاظ کم سے کم کارروائی سے حذف ہوں لیکن یہاں ہم ان کو اچھا پارلیمنٹیرین کہتے ہیں کہ جن کی غلط زبان استعمال کرنے پر رکنیت معطل ہوتی ہے۔آپ مسلسل بولے جا رہے ہیں اور ایک معزز رکن آپ کی Chair کی قدر کئے بغیر بولے جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اچھے پارلیمنٹیرین کو یہ کبھی بھی زیب نہیں دیتا۔یہ بھی اس ایوان کی تاریخ بنے گی۔

جناب چیئرمین!میں استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے ہمیں تھوڑا سا سوچنا چاہئے کیونکہ جب کیانی صاحب اخلاقیات کی بات کرتے ہیں تو وہ صحیح کہتے ہیں کہ ہم خود اپنا مذاق بنواتے ہیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، عامر عثمان عادل!(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: اب میں نے عامر عثمان عادل کو floor دیا ہے۔

جناب عامر عثمان عادل: شکریہ۔جناب چیئرمین!تو ہم بات کر رہے تھے کہ ماضی میں جب بھی لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے پولیس کی بات آئی تو ہر آنے والے حکمران نے کبھی پولیس کا قبلہ درست کرنے کی بات کی، کبھی ان کو الٹا لٹکا دینے کی بات کی اور ہم بات کر رہے ہیں کہ آج ہماری حکومت نے عملی اقدامات کرنے کی بات کی ہے اور پولیس کے نظام کی بہتری کے لئے بیس ارب روپیہ مختص کیا ہے۔آج جب ہم discuss کرتے ہیں تو ایف آئی آر جو ایک شہری کا بنیادی حق ہے اور جب ہم یہ تجویز دیتے ہیں کہ سب سے زیادہ شہریوں کو شکایات ایف آئی آر کے درج نہ ہونے کی ہیں کہ جب وہ تھانے میں پہنچتا ہے تو اس کی ایف آئی آر درج نہیں ہوتی۔اب اگر اس کی بہتری کے لئے ہم کوئی متبادل نظام سوچ رہے ہیں تو میں رانا ثناء اللہ صاحب کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ اس سے قباحتیں پیدا ہوں گی اور جو ہمارے معاشرے میں غلط ایف آئی آر کے اندراج کا کلچر ہے اس کو فروغ ملے گا، پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ ایک ایف آئی آر تھانے میں درج ہو گی، دوسری کسی اور مقام پر درج ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا جو تھانہ ہے، ہمارے اس لاء اینڈ آرڈر کا جو بنیادی یونٹ ہے اور یہی ہمارا ضابطہ فوجداری بھی کہتا ہے کہ Police Station is the basic unit تو اس کو بہتر بنایا جائے اور ایف آئی آر کے اندراج کے نظام کو کڑا بنایا جائے، جو وہیں

درج ہو اور جو لوگ غلط اندراج کراتے ہیں ان کے خلاف کارروائی کو مؤثر بنایا جائے۔یہ تجویز لائی جائے کہ اس کلچر کی حوصلہ شکنی کی جائے کہ جو لوگ کسی کے خلاف غلط ایف آئی آر درج کرائیں، جب وہ غلط ثابت ہو جائے تو ان کے خلاف بھی کارروائی کی جائے۔

جناب چیئرمین!ہم حقیقت سے یہ بات سمجھتے ہیں کہ جب مقدمات عدالتوں میں جاتے ہیں تو چالان ادھورا ہونے کی وجہ سے،ان میں قانونی سقم ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ قباحتیں پیدا ہوتی ہیں، انصاف کی راہ میں رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں اور تاخیر پیدا ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ پراسیکیوشن کے نظام کو بہتر بنایا جائے، لیڈنگ لائرز کی خدمات حاصل کی جائیں اور اب جو watch and ward کو علیحدہ کیا گیا ہے،اب ضرورت ہے کہ ہم ذرا حقیقت سے عوام کے مسائل کا ادراک کریں کہ کیا watch and ward کو الگ کرنے سے عوام کے مسائل کم ہوئے ہیں یا بڑھے ہیں۔ زندہ حقیقت تو یہ ہے کہ آج تھانوں میں ریٹ دگنا ہو چکے ہیں،ایک شہری کو پرچہ درج کرانے کا ریٹ الگ سے ادا کرنا پڑتا ہے اور اس کی تفتیش کے لئے تفتیشی کو الگ سے فیس دینا پڑتی ہے۔آج شہری اس نظام تلے سسک رہے ہیں۔آج ضرورت ہے کہ زندہ دلی کے ساتھ حقیقت کے ساتھ اس watch and ward کو الگ کرنے سے جو قباحتیں پیدا ہوئی ہیں ان پر دوبارہ از سر نو جائزہ لیا جائے اور اس نظام کو بہتر بنانے کی بات کی جائے کہ شہری جو پس رہا ہے، مزید پستا نہ چلا جائے۔ پراسیکیوشن کو بہتر کریں،انوسٹی گیشن کو بہتر کریں، مقدمات کے لئے چالان بروقت عدالتوں میں جائیں اور ان میں کوئی قانونی سقم نہ رہ جائے جس سے ملزموں کو فائدہ پہنچے اور وہ عدالتوں سے بری ہو کر واپس آ جائیں۔

جناب چیئرمین!ناقابل دست اندازی پولیس کے جو جرائم ہیں ایک اور کلچر یہ ہے کہ تھانے میں درخواست دی جاتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ایک طرف درخواست ہوتی ہے، پولیس دھاوا بول دیتی ہے اور ایک شہری کو اٹھا کر تھانے میں لا کر پٹخ دیا جاتا ہے تو اس کلچر کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے کہ اگر کسی کے خلاف درخواست ہوتی ہے تو اس کو اطلاع دی جائے،اس کو تھانے میں بلایا جائے اور پھر اس کی تفتیش کی جائے۔آج ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اتنی زیادہ مراعات، اتنی زیادہ سہولیات پولیس کو دی جا رہی ہیں لیکن کارکردگی بہتر نہیں ہو رہی۔آج ضرورت ہے کہ سائنٹیفک انداز میں پولیس کے نظام کو بہتر بنانے کی بات کی

جائے، forensic لیبارٹری کے نظام کو بہتر بنایا جائے، فنگر پرنٹس کے نظام کو بہتر بنایا جائے، ڈی این اے کی سہولت کو بہتر بنایا جائے اور ہماری پولیس کی نفری کی ٹریننگ جدید طرز پر کی جائے۔ پولیس کا کام evidence کو اکٹھا کرنا ہے اور معزز اور مؤقر عدالتوں تک شہادت کو پہنچانا ہے لیکن آج کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پولیس اپنا یہ کام کر رہی ہے، پولیس اپنی یہ ڈیوٹی سرانجام دے رہی ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ آج جو پولیس کا نظام فرسودہ ہو چکا ہے اس کو بہتر بنانے کے لئے اور ایک روایتی پولیس والے کی سوچ کو بہتر بنانے کے لئے گولڈن شیک ہینڈ دیا جائے، پڑھے لکھے نوجوانوں کو سامنے لایا جائے۔ ابھی ماضی میں جو تجربہ کیا گیا، PCS کے ذریعے جو انسپکٹرز لائے گئے وہ ایک تبدیلی کا خوشگوار جھونکا تھا کہ جب ہم تھانے میں جاتے ہیں تو سب سے بڑی شکایت ہمیں پولیس کے رویے کی ہوتی ہے، ان کے انداز گفتگو کی ہوتی ہے اور یہ جو ڈائریکٹ انسپکٹرز آئے ہیں، ہم تھانے میں جب جاتے ہیں تو ان کی گفتگو کا انداز اتنا خوش کن ہوتا ہے کہ شہری خوشی محسوس کرتا ہے، ایک تبدیلی محسوس کرتا ہے۔

جناب چیئرمین! ہم سمجھتے ہیں کہ پولیس کو سہولتیں دی جائیں، ان کی ٹریننگ کا نظام بہتر بنایا جائے اور آج میں موقع کو غنیمت جان کر یہ کہنا چاہوں گا کہ اپوزیشن اور ٹریژری بنچز کے اراکین ہم سب ایک نکتے پر اتفاق کریں گے اور یہ نظام کے لئے لمحہ فکریہ ہے، ارباب بست وکشاد کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ بیس ارب روپے اگر پولیس کی بہتری کے لئے رکھے جاتے ہیں تو آج سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پولیس کی یہ وردی جسے تحفظ کا سمبل ہونا ہے، ایک شہری کے جان ومال کی حفاظت کا ہونا ہے۔ کیا آج ایک عام شہری اس وردی کو دیکھ کر اطمینان محسوس کرتا ہے، کیا ایک عام شہری اس وردی کو تحفظ کا symbol محسوس کرتا ہے؟ تو یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ ایک عام شہری اس پولیس کی وردی کو دیکھ کر تھانے میں جانے سے، ہچکچاہٹ کیوں محسوس کرتا ہے، وہ بات رویے کی ہے۔ آج تھانوں کے اندر جو ظلم وستم رائج ہے، پولیس کے رویوں سے جو عوام شاکی ہیں اور ہم انصاف کی بات کرتے ہیں۔ ہم کس انصاف کی بات کرتے ہیں آج ایک عام شہری کے لئے ایک مظلوم کے لئے انصاف کا حصول اتنا مشکل بنا دیا گیا ہے کہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ:

جس سے مظلوم پہ انصاف کے دروازے کھلیں
وہ زنجیر تو ظالم بھی ہلا دیتا ہے۔

جناب چیئرمین! آج ضرورت ہے اس نظام کو بہتر بنانے کی اور ہم جب پولیس کے نظام

سے شکایات کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں، کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ جب مقدمات کے چالان پیش ہوتے ہیں تو پولیس کے بارے میں اعلیٰ عدالتوں کے جو ریمارکس ہیں ہم انہیں اپنے لئے غنیمت بنا سکتے ہیں۔ میں وائنڈاپ کرتے ہوئے یہی گزارش کروں گا کہ اگر ہم اس نظام کے ساتھ مخلص ہیں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر بہتر ہو، پولیس کا نظام بہتر ہو تو اس کے لئے جہاں ہم پولیس کو اتنی زیادہ مراعات دے رہے ہیں وہاں چیک ہونا چاہئے، ان کا کڑا احتساب ہونا چاہئے اور ساتھ یہ بات بھی ضرور کہوں گا کہ ہم نے بھی بحیثیت سیاستدان اس نظام کو بگاڑنے میں اپنا رول ادا کیا ہے۔ آج پچاس برس گزر جانے کے بعد ہمیں اپنے گریبان میں بھی جھانکنا ہے کہ ہم نے پولیس سے کوئی غلط کام نہیں لینا، کسی غلط آدمی کی تھانے کے اندر سفارش نہیں کرنی تب ہم ان کے احتساب کی بات کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں یہی گزارش کروں گا کہ پولیس کے سامنے ایک معیار ہے وہ معیار میرا دیا ہوا نہیں ہے، کسی دنیادار کا دیا ہوا نہیں ہے، وہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے کہ جب انہوں نے یہ کہہ دیا کہ تم میں سے پہلی قومیں صرف اس لئے برباد ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی طاقت ور جرم کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا تھا اور مظلوم کے ساتھ زیادتی کی جاتی تھی۔ آج اگر ہماری پولیس صرف اس معیار کو اپنا لے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نظام کو بہتر بھی بنایا جا سکتا ہے۔ ایک پیغام ہے پولیس کے نام اور اس کے اندر سارے نظام کی بہتری کی بات ہے کہ:

ضعیف اگر نظر پڑے تو رسول کا جمال بن
ہیں اگر ہو سامنے تو قہر ذوالجلال بن
خدا کے آگے سر جھکا کہ سرکشوں کا سر جھکے
قضاء ستم گروں کی ہو ستم زدوں کی ڈھال بن

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب پیپلز پارٹی کی طرف سے کون شروع کریں گے؟

راجہ ریاض احمد: میں کروں گا۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ ریاض صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب چیئرمین! آج ایک ایسے موضوع پر مجھے بات کرنے کے لئے کہا گیا ہے

جو موضوع اس پورے ایوان اور اس سے پہلے آنے والی حکومتوں کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج رہا ہے۔ جو بھی حکومت آئی اس نے یہ پوری کوشش کی کہ وہ تھانہ کلچر میں بہتری لائے اور ہر حکومت نے اپنی طرف سے اس کے جو ساتھی تھے انہوں نے جو تجاویز دیں اس پر عمل کر کے تھانہ کلچر کو بہتر کرنے کی کوشش کی لیکن بد قسمتی کے ساتھ کافی کوشش اور محنت کے باوجود آج تک ہم تھانہ کلچر کو تبدیل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور اس کی زندہ مثال ابھی کل مسلم لیگ (ق) کے عہدیداروں کا اجلاس ہوا اور اس میں سب سے زیادہ شکایات پولیس کے متعلق تھیں۔ابھی ایک حکومتی عہدے دار نے جس طرف پولیس پر تنقید کی اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ابھی تک ہم اس مشن میں کامیاب نہیں ہو سکے جس کے لئے پچھلی حکومتیں بھی کوشش کرتی رہیں اور موجودہ حکومت بھی جس کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ موجودہ حکومت نے پولیس میں بہتری لانے کے لئے 20۔ارب روپے کا فنڈ دیا لیکن بد قسمتی سے اتنے زیادہ فنڈ دینے کے باوجود ہم اس ٹارگٹ کو حاصل نہیں کر سکے جو ہمیں کرنا چاہئے تھا۔ میری تجویز یہ ہے کہ سب سے پہلے پولیس کو بہت زیادہ فنڈ دینے کی بجائے تعلیم کو زیادہ فنڈ دیئے جائیں تاکہ لوگوں میں awareness آئے جب لوگوں میں awareness آئے گی، لوگوں کو روزگار ملے گا تو لوگ جرائم سے خود پیچھے ہٹیں گے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ پبلک میں awareness آئے۔آپ دیکھیں کہ پولیس میں سب سے زیادہ ضروری چیز investigation ہے۔پورے پاکستان اور پنجاب میں investigation کی proper ٹریننگ سہالہ میں کرتے ہیں، لاہور میں ٹریننگ کرتے ہیں لیکن investigation کی proper training کا پورے پنجاب میں پولیس کا کوئی ادارہ نظر نہیں آتا جہاں پر investigation کی proper تربیت دی جاتی ہو اور اگر proper investigation کی تربیت موجود ہو، پولیس والے proper investigation حاصل کریں اور ان کی اتنی تربیت ہو کہ وہ اصل مجرم تک جلد سے جلد پہنچ سکیں تو ہمارے بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔یہاں پر میں ایک اور تجویز دینا چاہوں گا کہ ایک ڈی ایس پی کے پاس چار تھانے ہیں اور جس کے پاس بہت بڑا علاقہ ہے اس کو آپ بیس ہزار روپے تنخواہ دے رہے ہیں اور اب آپ نے ایک تھانے میں جو ڈی ایس پی بٹھا دیا ہے اس کو 45 ہزار روپے تنخواہ دے رہے ہیں۔یہ جو فرق پیدا کیا جا رہا ہے جس ڈی ایس پی کے پاس چار تھانے ہیں اس کو تو بیس ہزار تنخواہ دی جا رہی ہے اور جس کے پاس صرف ایک تھانہ ہے اسے 45 ہزار روپے تنخواہ دی جا رہی ہے اور اس کے باوجود میں یہ بات پورے وثوق

سے کہہ رہا ہوں کہ ڈی ایس پی کو تھانے میں بٹھانے سے معاملات بہتر نہیں ہوئے بلکہ ایس ایچ او اور ڈی ایس پی کی ہمارے فیصل آباد شہر میں 16 تھانوں میں ڈی ایس پی بٹھائے گئے ہیں اور تقریباً 12/13 تھانوں میں تین مہینوں کے اندر ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کی لڑائی شروع ہو چکی ہے ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ڈی ایس پی کو تھانوں میں نہ بٹھایا جائے ۔ تھانے کی تمام ذمہ داری ایس ایچ او کے حوالے کی جائے اور اس سے ہی باز پرس کی جائے۔یہاں پر میں ایک ضروری تجویز یہ دینا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب ہر ڈی پی او کو اکیلا بلائیں اور اس سے ضلع کی کرائم رپورٹ خود پوچھیں اور اسے ٹارگٹ دیں۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! براہ مہربانی! وائنڈاپ کریں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! اگر میں فائدے کی بات کر رہا ہوں تو وہ بھی آپ کو پسند نہیں آتی۔ پنجاب کے 34/35 اضلاع ہیں اگر وزیر اعلیٰ صاحب صرف دس منٹ کے لئے ایک ڈی پی او کو بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ تمہارے ضلع کا کرائم ریٹ کیا ہے اور میں تمہیں ایک مہینے کا ٹارگٹ دیتا ہوں کہ اس میں تم کتنے فیصد کمی کر سکتے ہو۔اگر ڈی پی او ایک مہینے میں وہ ٹارگٹ حاصل نہ کرے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔اسی طرح ڈی پی او ہر ایس ایچ او کو ٹارگٹ دے کہ آپ نے اپنے تھانے میں کرائم کنٹرول کرنا ہے اس میں کمی کرنی ہے اگر وہ اس میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کو ایس ایچ او رہنے دیں اور اگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتا تو اس کو نہ رہنے دیا جائے۔ہمارے ڈی پی او فیصل آباد یا ایڈیشنل آئی جی صاحب فیصل آباد کے حوالے سے میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ ہمارے فیصل آباد میں جو آٹھ دس بہت بدنام زمانہ مطلوب لوگ تھے پولیس نے کوشش کر کے ،ان کے ساتھ پولیس مقابلے ہوئے اور وہ اس پولیس مقابلوں میں مارے گئے وہ لوگ بہت زیادہ وارداتوں میں مطلوب تھے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر نظام میں بہتری کرنی ہے تو پولیس کے حوالے سے یہاں پر جو بات کی جاتی ہے کہ پولیس کو جو اختیارات ہیں وہ حاصل نہ ہوں لیکن میں اس کی حمایت کرتا ہوں کہ پولیس کو اختیارات ضرور ہونے چاہیئں لیکن ساتھ ان کی تربیت ایسی ہونی چاہئے وہ کوئی غلط کام نہ کریں۔وہ معاشرے کی اصلاح کا کام کریں اور اگر معاشرے کی اصلاح کے لئے ان کے پاس اختیارات ہوں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی غلط کام نہیں ہے۔NRB میں جو نقوی صاحب تھے انہوں نے لوکل گورنمنٹ کا جس طرح بیڑا غرق کیا اسی طرح جناب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ جو پولیس میں اصلاحات ہو رہی ہیں۔یہ کوئی آدمی کہاں سے آیا ہے میرے خیال میں کوئی سکھ منگوایا

ہے یا امپورٹ کیا ہے اور اسے کسی بند کمرے میں بٹھا کر پولیس میں اصلاحات کی جارہی ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر پولیس میں اصلاحات کرنی ہیں تو پاکستان کا جو غریب آدمی ہے اور جو اس کی مشکلات ہیں ان کو مدنظر رکھ کر اصلاحات کریں۔ آج میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اتنے زیادہ فنڈز دینے کے باوجود، اتنا زیادہ سب کچھ کرنے کے باوجود ایک عام آدمی کو محکمہ پولیس سے کوئی ریلیف نہیں ملا۔ بہت مہربانی شکریہ

جناب چیئرمین: جی، اب جلال الدین ڈھکو صاحب بات کریں گے۔

ملک جلال دین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں صوبے کے امن عامہ پر بات کر سکوں۔ کسی بھی حکومت کا اولین فرض ہے کہ اپنے صوبہ میں، اپنے ملک میں امن کو قائم رکھے اور جس جگہ پر امن نہ ہو گا بالآخر وہاں پر صوبہ ہو، گھر ہو، ملک ہو وہ قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ اجڑ جاتا ہے۔ اس ضمن میں، میں یہ گزارش کروں گا کہ ڈویلپمنٹ خواہ کتنی کر لیں، تعلیم خواہ جتنی دلوادیں، تعلیم کی شرح بڑھادیں لیکن جب تک آپ کے صوبہ میں امن نہیں ہو گا یہ تمام باتیں بے سود ہیں۔ میں چند ایک گزارشات کروں گا کہ اس سے پہلے بھی میں نے ادوار دیکھے ہیں لیکن موجودہ حکومت نے امن عامہ پر جتنی توجہ دی ہے، میں یہ سچی بات کر رہا ہوں، بے لاگ بات کر رہا ہوں کہ کسی حکومت نے اس سے پہلے اتنی امن عامہ کے لئے توجہ نہیں دی۔ پولیس علاقے کی، صوبے کی انتظامیہ ہے، ملک کی انتظامیہ ہے اس لئے پولیس کو بہتر بنانا بے حد ضروری ہے اس لئے موجود حکومت نے صوبے میں، چودھری پرویز الٰہی صاحب نے جو انقلابی اقدامات اٹھائے ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ آپ خود کو علم ہے کہ صوبہ میں کیا کیا ہوا ہے۔ نئی گاڑیاں میسر کی گئیں، بے شمار بھرتی کی گئی اور جدید اسلحہ دیا گیا کیونکہ آج کل بدمعاش اور چور اچکے ڈانگ، سوٹے اور کلہاڑی سے واردات نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس بھی بندوقیں ہیں تو موجودہ حکومت نے جدید اسلحہ سے پولیس کو لیس کیا۔ پولیس چوکیاں قائم کیں، پولیس پٹرولنگ پوسٹیں بنائیں جہاں ہر وقت پولیس موجود رہتی ہے اور یہ اس لئے بنائی گئی ہیں کہ علاقے میں جرائم میں کمی کر کے لوگوں کی مدد کر سکیں جو کہ ایک انقلابی قدم ہے اور بڑا اچھا قدم ہے اور اس پر اربوں روپے لگائے گئے ہیں۔ ہمیں خود احساس کرنا چاہئے کہ ہم اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور پولیس کی مدد کریں اور پولیس ہماری مدد کرے کیونکہ ہم سب ایک ہی ملک کے باسی ہیں۔ پولیس جب وردی میں ہو جاتی ہے تو وہ پولیس ہو جاتی ہے اور جب وردی اتار دیتے ہیں تو وہ ہمارے بھائی ہیں پھر وہ

ہمارے رشتہ دار اور عزیز ہیں۔یہ کوئی غیر ملک نہیں ہے اور نہ پولیس امپورٹ کی گئی ہے۔میں اس ضمن میں یہ گزارش کروں گا کہ تھانوں میں DSP مقرر کرنا ایک اچھا قدم ہے اور اس سے کرپشن کم کرنے میں مدد ملے گی۔پرانے SHOs سے خائف اور ان کی عادات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ انقلابی قدم اٹھایا گیا ہے کہ تھانوں میں DSP لگائے جائیں۔میں اس کی تعریف کرتا ہوں کہ یہ ایک اچھا قدم ہے۔

جناب چیئرمین!پولیس میں بے شمار بھرتی کی گئی ہے جس کی وجہ سے بے روزگاری میں کمی واقع ہوئی ہے اور موجودہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسے اقدامات اٹھاتے رہیں گے۔پولیس کو جدید اور پوری سہولتیں دی گئی ہیں تو میں اس ضمن میں یہ بات کروں گا کہ موجودہ حکومت نے انقلابی اقدامات کر کے بڑا کارنامہ سرانجام دیا اور امن وامان قائم رکھنے کے لئے پولیس کو جو سہولتیں دی ہیں تو یہ پولیس کو بھی کرنا چاہئے۔میں اس ضمن میں 2/3 تجاویز دوں گا۔میرح پہلی تجویز یہ ہے کہ پرانے وقتوں میں تھانہ کلچر اور تھانوں میں بیٹھ کر تھانیدار SHOs علاقہ کے معززین کو بلاتے تھے اور ان سے مشورہ کرتے تھے،ان سے ہر مہینے رپورٹ لیتے تھے کہ اس تھانے میں کیا کچھ ہوا ہے اور کیا کرنا چاہئے جو کہ ایک ضروری قدم ہے اور ایڈیشنل آئی جی صاحب اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں تو میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ کم از کم یہ ہدایت جاری کر دیں کہ ہر تھانہ میں چند معززین کی کمیٹی بنا کر ان سے مشورہ کرے اور ہر ماہ SHO تھانیدار میٹنگ کرے تو اس سے وارداتوں میں کافی کمی ہو گی اور کم از کم چوری میں کافی کمی ہو گی۔وہ نشاندہی کریں گے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی جرأت مندانہ فیصلے کریں کہ چور کی نشاندہی کریں اور پولیس کو بتائیں کہ اس جگہ پر واردات ہوئی ہے اور یہ آدمی مجرم ہے لہذا اس کو پکڑیں۔

جناب چیئرمین!پولیس کو بھی چاہئے کہ تفتیش میرٹ پر کرے اور اس سے یہ ہو گا کہ انصاف مل سکے گا اور جس ملک میں انصاف نہیں ملتا اس ملک کے لوگ آپ سمجھتے ہیں کہ وہ بددل ہو جاتے ہیں اور آخر کار جہاں پر ناانصافی زیادہ ہو وہ ملک ہی نہیں رہتا بلکہ اجڑ جاتا ہے۔میں آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ مل جل کر امن عامہ کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے عوام اور پولیس کو مل کر کام کرنا چاہئے۔

جناب چیئرمین: محترمہ زیب النساء قریشی،تشریف نہیں رکھتیں۔ملک نذر فرید کھوکھر،تشریف نہیں رکھتے۔محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری،تشریف نہیں رکھتیں۔سید احسان اللہ وقاص،تشریف نہیں

رکھتے۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر، تشریف نہیں رکھتے۔ ارشد بگو صاحب! جی، جماعت اسلامی سے بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! تصحیح فرمالیں۔ جماعت اسلامی نہیں بلکہ ایم ایم اے ہے۔

جناب چیئرمین: جی، ایم ایم اے کے کہہ دیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! حکومت نے پولیس سٹیشن کی environment کے لئے یہ ورکنگ پیپر ہمیں دیا ہے تو اس میں وہ تمام امراض جو پولیس میں ہیں اور جنہیں دور کرنے کی ضرورت ہے، ان کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور مجھے خوشی ہے کہ ان امراض یا ان وجوہات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، ان کا علاج بھی اس میں موجود ہے۔ اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کو implement کس طرح کیا جائے؟ اس ملک میں قانون بھی بن جاتے ہیں، اس ملک میں سارا کچھ ہو جاتا ہے لیکن جب اس پر implement کی باری آتی ہے تو ہم اپنی کمزوری دکھاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک اچھا قانون یا ایک اچھا ورکنگ پیپر یا ایک اچھی تجویز کا سوسائٹی یا معاشرے پر بہت بُرا impact پڑتا ہے۔

جناب چیئرمین! اس میں جو تجاویز دی گئی ہیں تو میں اس سے پہلے یہ گزارش کروں گا کہ جب میں کسی SHO یا کسی پولیس آفیسر سے ملتا ہوں تو وہ رونا یہ روتے ہیں کہ ہمارے پاس گاڑیاں نہیں ہیں، ہمارے پاس جدید اسلحہ نہیں ہے، ہمارے پاس وہ مراعات نہیں ہیں جو آج کے کریمنل لوگوں کے پاس ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات 100 فیصد درست ہے۔ اگر میں سمجھتا ہوں کہ جتنے ہم نے سپروائزری آفیسر مقرر کئے ہیں یا ریجنل آفیسر ہم نے مقرر کئے ہیں۔ تھانے میں ایک علیحدہ portion بنا دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سارے کام کو کرنے سے پہلے اگر ہم SHO کی تنخواہ بڑھائیں، اس کو اچھا عملہ دیں، اس کو ضرورت کے مطابق جدید اسلحہ دیں، اس کو گاڑیاں دیں اور جو سب سے بڑا اہم کام ہے کہ پولیس مین جو ہوتا ہے وہ سپاہی سے لے کر آئی جی تک اور خصوصاً نیچے تک وہ 24 گھنٹے کا ملازم ہوتا ہے اور اسے کوئی ٹائم ایسا نہیں ہوتا کہ اس کو چھٹی دی جائے اور یہ موقع دیا جائے کہ وہ کچھ ریسٹ کر لے اور ریسٹ کرنے کے بعد وہ نوکری پر آ جائے۔ پولیس واحد ڈیپارٹمنٹ ہے جس میں کوئی ریسٹ نہیں اور 24 گھنٹے کی یہ ڈیوٹی ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ Functions of a Police Station, Complaints of the

Grievances of the Policemen and recommendations of یہPublic the Committee

جناب سپیکر!اس میں یہ جتنا بھی کہا گیا ہے یہ بالکل درست کہا گیا ہے اور اب مسئلہ صرف یہ ہے کہ اس کو ہم نےimplement کس طرح کرنا ہے چونکہ میں ایک وکیل بھی ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پورے پنجاب میں سب سے بڑا مسئلہ اور لوگوں کو سب سے زیادہ تکلیف ڈکیتیوں کی ہے، ڈاکوں کی ہے، چوریوں کی ہے اور لوگوں کی جان و مال محفوظ نہیں ہے اور اس سے زیادہ خوفناک صورتحال یہ ہے کہ جب کوئی ڈکیت پکڑے جاتے ہیں یا چور پکڑے جاتے ہیں تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ عدالت سے رہا بھی ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو complainants یا مدعی بڑی جلدی اس پر راضی نامہ کر لیتے ہیں اور وہ ڈکیت جو چوریاں کرتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں اور جب وہ باہر آتے ہیں تو پھر وہ اس سے بھی بڑی وارداتیں کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو کنٹرول کرنے کے لئے یہ تجاویز بہترین تجاویز ہیں۔اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ پولیس ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ میں اس سے اختلاف کرتا ہوں۔آپ دیکھ لیں کہ موٹروے پولیس کا دنیا کی ٹاپ کلاس کی پولیس میں شمار ہونا چاہئے۔ میں بھی اکثر موٹروے پر جاتا ہوں تو آپ دیکھیں کہ وہاں پر صورتحال یہ ہوتی ہے کہ اس پولیس کو دیکھ کر ایسا احساس ہوتا ہے کہ یہ اس پاکستان کی موٹروے پولیس نہیں ہے بلکہ یہ یورپ کی موٹروے پولیس ہے۔ مجھے ایک ڈی آئی جی لیول کے آدمی جس کا موٹروے سے تعلق ہے، نے بڑی حیران کن بات کہی کہ ہم نے جنرل پولیس کو آفر کی تھی کہ جو موٹروے میں آنا چاہتے ہیں تو وہ لکھ کر دیں۔ڈیپارٹمنٹ میں سب سے نالائق لوگ تھے اور جب وہ موٹروے پولیس میں آئے تو سب سے بہترین آفیسر بن گئے۔

جناب چیئرمین !اگر ہماری قوم کو اچھی آپشن دی جائیں یعنی ان کی اچھی تنخواہیں کر دی جائیں، اگر ان کو وہ تمام بنیادی سہولتیں دی جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم کافی حد تک پولیس کی کرپشن پر قابو پا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر!دوسرا میں یہ سمجھتا ہوں کہ کرائم کی مین وجہ بے روزگاری ہے۔ ہمارا نوجوان جب ایم اے کر لیتا ہے، بی اے کر لیتا ہے اور اس کو کوئی نوکری نہیں ملتی تو پھر وہ اس سوسائٹی سے اس معاشرے سے انتقام لیتا ہے پھر وہ criminal بن جاتا ہے ایک وجہ میں سمجھتا ہوں یہ بھی ہے۔اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ جو تھانے کی environment کو درست کرنا چاہتی ہے وہ اس ملک میں بے روزگاری کو ختم کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر بے روزگاری ختم ہو جاتی ہے تو اس

ملک میں کافی حد تک کرائم کے ریٹس نیچے آ سکتے ہیں۔دوسرا عدالتوں اور پولیس کا آپس کا رویہ ہے یہ بڑا اہم ہے اور آپ کو یاد ہو گا کہ دو سال پہلے سیالکوٹ ڈسٹرکٹ جیل میں ایک بڑا اہم واقعہ ہوا تھا وہاں پر سات جج شہید ہوئے تھے۔اب جو ڈیشری میں ان کے دماغوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ یہ جو سات جج ہمارے شہید ہوئے تھے اس میں پولیس کی negligence ہے اور وہی بداعتمادی ہے، کیونکہ ہم کورٹ میں ہر روز پیش ہوتے ہیں ہم ہر روز دیکھتے ہیں عدالتوں میں ججوں کا رویہ ایسا ہے کہ پولیس جو کچھ لے کر آتی ہے جج اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔وہ سمجھتے ہیں کہ پولیس جو کچھ لاتی ہے وہ جھوٹ ہوتا ہے اس کی وجہ بداعتمادی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ جب ڈپٹی کمشنر کا نظام تھا ہر مہینے جتنے ڈیپارٹمنٹ ہوتے تھے پولیس اور جوڈیشری کی آپس میں میٹنگ ہوتی تھی اور یہ کوآرڈینیشن کرتے تھے اب اس قسم کی صورتحال نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ عدالتوں اور پولیس کے درمیان یہ صورتحال ختم کرنے کی بھی ضرورت ہے۔جس طرح لاء منسٹر نے کہا کہ fictitious litigation ہے مقدمات کی بھرمار ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ قانون جو 182 ہے جس کو رانا صاحب نے بھی کیا ہے اس کو اگر ہم implement کر دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک جھوٹی litigation اور جھوٹے مقدمے بازی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔یہ چند تجاویز ہیں اور میں حکومت کے ان working papers کو appreciate کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت نے اس پر عمل کر دیا تو کافی حد تک تھانے کی فضا کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔شکریہ

جناب چیئرمین: جی، جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: شکریہ۔جناب چیئرمین! یہ پولیس کے نظام پر کسی شاعر نے شعر لکھا ہے۔

اندھے ہیں زندگی کے نگہباں بنے ہوئے
اور بہروں نے تھام رکھی ہے قانون کی لگام
اے عدل و آتشی کے خداؤ جواب دو
کیا کم ہے اس قصاب سے یہ سر پھرا نظام
جو گھونپتا ہے ہاتھ سے حلقوں میں چھرا
لیتا ہے پھر بھی اپنی زباں سے خدا کا نام

جناب سپیکر! پولیس کے ساتھ جو سب سے بڑا ظلم ہوا ہے وہ پولیس آرڈیننس کے ذریعے ہوا ہے۔کام پولیس کا ہے اور اس کے اوپر بھی چودھراہٹ۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، چودھری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو انہوں نے تین چار شعر سنائے ہیں ان میں کوئی ربط نہیں تھی آپ دیکھیں ہماری ان کے ساتھ رفاقت ہے اور ہم ان کے ساتھ گزارا کر رہے ہیں اس حوالے سے میں یہ شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

میں گزرا ہوں تنہائی کے دوزخ سے بھی لیکن
بے لطف رفاقت کا عذاب ہی کچھ اور ہے

جناب چیئرمین: شکریہ

محترمہ عابدہ جاوید: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: عابدہ بی بی بھی کھڑی ہو گئی ہیں چلیں ان کی بھی بات سن لیتے ہیں۔ جی!

محترمہ عابدہ جاوید: جناب چیئرمین! میرا ان کے لئے شعر ہے:

سبق پڑھ پھر صداقت کا، امانت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام پھر دنیا کی امامت کا

جناب چیئرمین! آپ نے مجھے ٹائم دیا ہے بات کرنے کے لئے میں نے صرف یہ شعر پڑھنا تھا۔ یہ میں نے شعر کا جواب دیا ہے۔

جناب چیئرمین: جی، تشریف رکھیں۔ جی، جاوید صدیقی!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میں یہ کہہ رہا تھا کہ صوبے کے لوگوں کو پولیس سے شکایات ہیں کہ پولیس کا کردار بہت ظالمانہ ہوتا ہے لیکن اس پولیس آرڈیننس کے ذریعے پولیس کے اس پورے ادارے کے ساتھ بڑا ظلم ہو گیا ہے۔ پولیس کا نظام بنانے کے لئے، پولیس کا آرڈیننس بنانے کے لئے ایک ریٹائرڈ جنرل کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے جس نے ان کو آرڈیننس بنا کر دیا ہے وہ ایک دن کے لئے کانسٹیبل بھی نہیں رہا۔ یہاں پر ہمارے ایڈیشنل آئی جی بیٹھے ہیں تیس، چالیس سال پولیس کی سروس ہے ان کو کانسٹیبل سے لے کر آئی جی تک کے معاملات کا ان کو پتا ہے نظام بناتے وقت ایک ریٹائرڈ جرنیل کو کہا گیا کہ تم نے پولیس کی اصلاحات کرنی ہے جو زندگی میں کبھی حوالدار

بھی بھرتی نہیں ہوااور جس کو علم بھی کوئی نہیں تھااوران کو حکم کر دیا گیاہے کہ ریٹائرڈ جنرل صاحب کا بھیجاہوایہ دستاویز ہے اس پر آپ عملدرآمد کریں۔

جناب سپیکر!میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ پاکستان بننے کے بعد جتنی خدمات پولیس کے ادارے کی پاکستان کی قوم کے لئے ہیں اتنی پاکستان کی فوج کی نہیں ہیں پاکستانی فوج کو جو ڈیوٹی دی گئی تھی جغرافیائی سرحدوں کی اس کی جو پوزیشن ہے اس کے بارے میں سب کو پتا ہے میں نہیں بولتا لیکن آپ دیکھیں کہ پولیس کا ادارہ واحد ادارہ ہے جو چوبیس گھنٹے کے ملازم ہیں۔یعنی جب عید آئے، جب محرم آئے، جب کوئی تہوار آئے خدانخواستہ کوئی زلزلہ آئے، کوئی سیلاب آئے لوگوں کی چھٹیاں ہو جاتی ہیں اوران کی منظور شدہ چھٹیاں منسوخ کر دی جاتی ہیں۔پاکستان میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو چوبیس گھنٹے کا ملازم ہواور آپ تھانوں کے اندر جاکر دیکھیں کہ ان کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ اگر چھ چارپائیاں بچھی پڑی ہیں تو چار پر ملزم سو رہے ہیں تو دو پر بچارے کانسٹیبل سو رہے ہیں۔ایک ہی باتھ روم ہے جس کو سارے کا سارا ملزم بھی استعمال کر رہاہے اور یہ بھی استعمال کر رہے ہیں۔ان کو سٹیشنری دی جاتی ہے، پیار دیا جاتا ہے، ان کو رہنے کی جگہ دی جاتی ہے اور نہ ہی ان کو مناسب ٹرانسپورٹ دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر!کیا ضرورت ہے کہ ڈی پی او اور ڈی آئی جی کے لئے تو اٹھارہ اٹھارہ کنال کی کوٹھیاں ہیں اور کانسٹیبل کے رہنے کے لئے پولیس لائن کے اندر بیرکیں بنادی گئی ہیں۔میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک آپ پولیس کے لوگوں کو بنیادی سہولتیں جیسا کہ آپ نے کچھ دینی شروع کی ہیں جب تک آپ ان کو پوری سہولتیں نہیں دیں گے جس طرح فوج کے جوان سپاہی کو پتا ہے کہ میری تنخواہ، میرے بچوں کی تعلیم، ان کی رہائش، ٹرانسپورٹ اور ہر چیز secure ہے اسی طرح ان کی خدمات ان کی سروسز ان سے زیادہ ہے کیونکہ تعزیے یہ اٹھاتے ہیں، مسجدوں کی ڈیوٹی یہ دیتے ہیں، بنکوں کی ڈیوٹی یہ کرتے ہیں، ملزموں کو پیش یہ کرتے ہیں، وزراء کو پروٹوکول یہ دیتے ہیں، سیاسی مخالفین کو پکڑ کر بند کرنے کے لئے یہ استعمال ہوتے ہیں۔یہ سارے کام اور ساری ڈیوٹیاں وہ انجام دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کے اپنے گھر کا چولہا نہیں جلتا۔کہتے ہیں کہ وہ رشوت لیتے ہیں بھئی!جب آپ اس کو چار ہزار، پانچ ہزار روپے تنخواہ دیتے ہیں، اس بچارے کی ملتان میں پوسٹنگ ہے اور وہ رہنے والا بھکر کا ہے اور اس کے چار بچے ہیں اور بیوی ہے وہ کس طرح چار ہزار روپے میں

گزارا کرے۔ آپ تین تین مہینے تک اس کو چھٹی نہیں دیتے عوام اور پولیس افسران بھی اس کو بے عزت کرتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس کی عزت کو بحال کرنے کے لئے ہم نے ایک تجربہ کر کے دیکھا ہے یعنی پولیس والے ہمارے ہی بھائی ہیں ہم ہی میں سے ہیں وہ کوئی پیدائشی کرپٹ نہیں ہیں۔ آپ دیکھیں یہ موٹروے پولیس آپ کے سامنے ہے کیا ہے، اچھی یونیفارم ہے، مناسب تنخواہ ہے وہ بھی عزت سے بات کرتے ہیں ہم بھی عزت سے بات کرتے ہیں ان کی شکایات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میں ایک دو باتیں مزید کر کے آپ سے اجازت چاہوں گا وہ یہ ہے کہ پولیس کے حالات یہ ہیں یہاں وزیر قانون صاحب بھی بیٹھے ہیں اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے جو اس وقت چیئرمین ہیں، جو ہمارے ہاؤس کی صدارت کر رہے ہیں ان کی اپنی پولیس کے خلاف تحریک استحقاق آئی ہوئی ہے اور وہ معاملات ابھی چل رہے ہیں۔ میں دو تجاویز عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے قرارداد بھی آئی تھی اور میرا خیال ہے کہ منظور بھی ہوئی لیکن عمل نہیں ہوا کہ اگر ایم پی اے کو اپنے حلقے کے تھانوں کا معائنہ کرنے کی اجازت ہو جس طرح نان آفیشل کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ جیل کو معائنہ کر سکتا ہے، کلینک اور ہسپتال کا معائنہ کر سکتا ہے اسی طرح اگر ایم پی اے کو جو elected نمائندہ ہے اپنے حلقے کے اندر کے تھانوں کا معائنہ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ بے شک ہمیں suspend کرنے کا اختیار نہ ہو صرف جب کوئی شکایت آئے ہم جائیں موقع پر جا کر حالات دیکھیں اور just اپنی طرف سے ایک رپورٹ بنا کر متعلقہ ڈی پی او کو بھیج دیں یا آئی جی کو بھجوا دیں۔ ہمیں بے شک کوئی اختیار نہ دیا جائے کہ ہم جا کر ان کے کاموں میں مداخلت کریں۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر صاحب! جلدی wind up کیجئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں صرف گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ اپوزیشن کے دوستوں سے پوچھ لیں اگر تو کوئی ایک دو دوست ہی بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر نماز کے وقفہ سے پہلے کر لیں کیونکہ wind up کے لئے مجھے صرف دو منٹ چاہئیں۔ میں نے کوئی لمبی بات نہیں کرنی۔ میں نے صرف دوستوں کا شکریہ ادا کرنا ہے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: جناب چیئرمین! ابھی کافی ممبران تقریر کرنے والے رہتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: تو چلیں، پھر نماز کے وقفہ کے بعد سہی۔

جناب چیئرمین: نماز کے وقفہ کے بعد بحث کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین!اس سے پہلے روایت ہے، ایک دن غالباً میرا خیال ہے کہ گورنمنٹ بزنس چل رہا تھا کیونکہ نماز مغرب میں تو ٹائم کا وقفہ کم ہوتا ہے تو اس دن نماز ظہر کا وقفہ ہم نے بعد میں کیا تھا اور جو بزنس تھا وہ مکمل کیا تھا۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس بحث کو conclude کرنے کے بعد وقفہ نماز کر دیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میری یہی گزارش تھی کہ نماز کے وقفہ سے پہلے بحث کو conclude کر لیا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میری ایک گزارش ہے کہ اپوزیشن کے دوستوں کو ٹائم دے دیں۔

شیخ اعجاز احمد: آج کا دن تو رکھا ہی اس لئے گیا تھا کہ اپوزیشن کے دوستوں کو ٹائم دینا ہے۔

جناب چیئرمین: نماز کے وقفہ کے بعد سب کو ٹائم ملے گا۔ شیخ صاحب!ٹائم ملے گا۔آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میں آئی۔ جی صاحب اور ایڈیشنل آئی۔ جی صاحب کی موجودگی سے استفادہ اٹھاتے ہوئے ان کے نوٹس میں ایک واقعہ لانا چاہتا ہوں، ضلع بھکر سے اس کا تعلق ہے۔اس کی ایف۔آئی۔آر نمبر 83، تھانہ سٹی بھکر ہے۔ایک بھکر سے صحافی ہے، نوائے وقت اور نیشن کا نمائندہ ہے،اس کی 70 سال عمر ہے،اتنی بڑی ان کی سفید ڈاڑھی ہے۔اتفاق سے آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہے اور وہ اسی ایوان کے باہر اپنے آنسوؤں سے سفید ڈاڑھی کو تر لے کر کھڑے ہیں اور پولیس سے انصاف کے متلاشی ہیں کہ ایک صحافی کو، حکومت کا دعویٰ ہے کہ ہم نے آزادی صحافت کے لئے مکمل اجازت دے رکھی ہے، تجاوزات کے خلاف انھوں نے ایک کالم لکھا جو اخبارات میں آیا، پھر تجاوزات کرنے والے وہاں کے جو بااثر اور بدکردار لوگ تھے انھوں نے پکڑ کر اس کو سر عام گھسیٹا،اس کی ڈاڑھی کو نوچا،اس کو بے عزت کیا،اس کی پھر ایف۔آئی۔آر درج ہوئی، وزیر اعلیٰ صاحب نے اس واقعہ کا نوٹس لیا، وزیر اعلیٰ صاحب نے ہدایت بھیجی کہ اس صحافی کے ساتھ انصاف ہونا چاہئے کیونکہ اس کا قصور یہی ہے کہ اس نے تجاوزات کے خاتمے کے لئے لوگوں کو point out کیا تھا،ایف۔آئی۔آر درج ہو گئی، سارا کچھ ہو گیا، جج نے ضمانتیں منسوخ کر

دی ہیں، جج عدالت میں ضمانتیں منسوخ کرتا ہے اور پولیس ان کو بے گناہ لکھتی ہے یعنی یہ جو زیادتی ہے، یہ جو ظلم ہے اس میں حکومت کی نیک نامی ہے اور نہ پولیس کی نیک نامی ہے۔ political interference کی وجہ سے اگر ایسا ہو رہا ہے تو میں نے ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دی ہے، ایف۔آئی۔آر نمبر 83 تھانہ سٹی بھکر ہے جس کا یہ وقوعہ ہے، جس کی ایف۔آئی۔آر کی یہ کاپی ہے اور وہ صحافی بھی باہر آئے ہوئے ہیں، باریش صحافی ہیں جن کی عمر 70 سال ہے اور وہ یہاں انصاف مانگنے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔ بہت شکریہ

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، سعید اکبر خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب چیئرمین! چونکہ یہ بھکر کا ذکر ہے اور جن دو فریقین میں یہ تنازع ہوا ہے وہ دونوں ہی ہمارے بڑے قریبی عزیز بھی ہیں، دوست بھی ہیں اور تعلق دار بھی ہیں۔ اس میں تین چار آدمی ملوث ہیں۔ ایک آدمی تو کم از کم اڑھائی تین مہینے سے جیل میں رہا۔ اس کے بعد تین آدمی جو اس معاملے میں یا اس میں جن کا قصور تھا وہ بھی کم از کم ڈیڑھ مہینہ جیل میں رہے۔ اس میں جس طرح کا ایک طریق کار ہے کہ تین آدمی یا چار آدمی involve ہوتے ہیں اور اس میں پرچہ کافی آدمیوں پر ہو جاتا ہے تو جو آدمی اس وقت لڑائی یا اس offence میں شامل تھے ان میں سے کوئی آدمی باہر نہیں گیا۔ تمام جیل میں گئے اور ایک آدمی تو کم از کم اڑھائی تین مہینے جیل میں رہا اور باقی بھی ڈیڑھ دو مہینے رہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک دو دن پہلے ان کی ضمانتیں ہوئیں۔ جن آدمیوں کا قصور تھا وہ جیل بھی گئے، ان کے خلاف ایکشن بھی ہوا، اس معاملے میں جو واقعی بے گناہ تھے اور ان کو ایف۔آئی۔آر میں ڈالا گیا ان کو پولیس نے بے گناہ قرار دیا۔ میں دونوں فریقین میں برابر ہوں۔ دونوں میرے دوست ہیں۔ اس میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی فریق کے ساتھ زیادتی اس لئے نہیں ہوئی کہ جنھوں نے وہ offence کیا وہ جیل گئے اور ان کو قصور وار ٹھہرایا گیا، ان میں جو دو چار بے گناہ تھے وہ بے گناہ ہوئے۔ اس میں، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی زیادتی ہوئی کیونکہ جس آدمی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی ہے وہ تو پھر سمجھتا ہے کہ کوئی آدمی چاہے وہ بے گناہ بھی ہے وہ اس میں ہونا چاہئے، اس کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ جو آدمی گھر میں بیٹھے تھے شاید وہ بھی اس میں involve ہوں لیکن ان میں کوئی اس طرح کی کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔جاوید صدیقی صاحب!ایک سیکنڈ میں آپwind upکریں کیونکہ نماز کی جماعت کاٹائم ہونے والاہے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین!ایک دوسرا واقعہ ہے کہ لاہور شہر کی سڑکوں پر ایک بڑا اہم گروہ بنکوں کے نمائندوں کی شکل میں بڑاactiveہے۔یہیں مال روڈ پر میں کار میں خود بیٹھ کر اپنے دوست کے ساتھ جارہا تھا گورنر ہاؤس کے سامنے دس، بارہ آدمیوں نے آکر میری گاڑی کے آگے کار روک کر گاڑی سے ہمیں زبردستی اتار دیااور گاڑی بند کر دی۔ میں نے پوچھا کہ بھئی آپ کون ہیں، کہاں سے آ گئے ہیں؟انھوں نے کہا کہ ہم بنک والے ہیں۔ میں نے کہا کہ مسئلہ کیا ہے؟انھوں نے کہا کہ اس کار کی قسطیں شارٹ ہیں۔اس بندے نے رسیدیں نکال کر دیں کہ میں نے قسطیں بھری ہوئی ہیں۔ میں نے کہا کہ بھئی آپ کون ہیں؟ان کے پاس کوئی identificationنہیں تھی۔ میں نے اس واقعہ پر15پر فون کیا، چار مرتبہ فون کرنے پر بیس منٹ کے بعد15کی پولیس موٹر لے کر وہاں پہنچی۔ میں نے یہ بات جاکر ڈی۔آئی۔جی صاحب کے نوٹس میں دی، ان کو بلایا گیا لیکن کچھ کہے بغیر، کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ یہ جو ڈکیتیوں کا سلسلہ انھوں نے بنکوں کے نمائندوں کی شکل میں عام پرائیویٹ آدمیوں نے سڑکوں پر بدمعاشی کا سسٹم شروع کیاہواہے اس کو روکا جائے۔

جناب چیئرمین: صدیقی صاحب!تشریف رکھیں، بہت شکریہ۔ نماز کے لئے آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا جاتاہے۔

(وقفہ نماز ظہر کے بعد جناب چیئرمین(رائے اعجاز احمد)بوقت1:45
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب چیئرمین!میں وقت کی کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف تجاویزدوں گاتاکہ وقت بچ سکے۔ میری گزارش ہے کہ کسی بھی پولیس افسر سے چار گھنٹے سے زیادہ سٹینڈنگ ڈیوٹی نہ لی جائے۔اگر وہ وی آئی پی یا کہیں ایسی ڈیوٹی پر موجود ہےotherwiseآٹھ گھنٹے سے زیادہ ڈیوٹی نہ لی جائے۔ میری دوسری تجویز یہ ہے کہ پولیس میں100فیصد ڈرائیونگ سکھائی جائے۔یہ گھڑسواری وغیرہ کی طرف توجہ نہ دی جائے کیونکہ اس کی کوئیpractical productivityنہیں

ہے اس لئے ہر شخص جو پولیس میں کسی بھی عہدے پر ہے وہ ڈرائیور ہو۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ پولیس مقابلوں یا کسی بھی ایسے emergency cases میں پولیس کے پاس ڈرائیورز نہیں ہوتے اور آج کل بھی پولیس کو جتنی گاڑیاں دی جارہی ہیں ان میں کوئی اتنے اچھے ڈرائیور نہیں ہیں جبکہ گاڑیوں کی قیمتیں بہت زیادہ ہیں اور ڈرائیونگ میں بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ وی آئی پی ڈیوٹیز کے لئے جن لوگوں کو بھی بھیجا جائے، خیال کیا جائے کہ موقع پر ان کو کھانا اور دوسری سہولیات دی جائیں۔ جب میں نے یہ پڑھا کہ 93 پولیس سٹیشن رینٹ پر ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ جتنے واٹر ٹینکس ہیں ان کو پولیس سٹیشن میں convert کر دیا جائے۔ اس میں کوئی extra خرچہ نہیں ہوگا، صرف دیواریں ہوں گی اور یہ واٹر ٹینکس اس وقت mostly جرائم پیشہ لوگوں کی آماجگاہ ہیں تو اس طرح سے وہاں سے وہ لوگ بھی غائب ہو جائیں گے۔ ہر پولیس ملازم کے ساتھ اس کی reputation چل رہی ہوتی ہے۔ کوشش کی جائے کہ کرپٹ پولیس ملازمین سے نجات حاصل کریں اور جب تک کہ رولز کی وجہ سے ان سے نجات حاصل نہیں ہوتی ان کو non-prime post پر رکھا جائے تاکہ ان کا maximum تعلق کسی ایسے شعبے سے ہو جہاں پر پبلک ڈیلنگ نہ ہو۔ یہاں آج یہ کہا گیا ہے اور بار بار ذکر کیا گیا ہے کہ موٹروے پولیس کا رویہ بہت اچھا ہے، وہ بہت اچھی بات ہے بالکل اچھی ہے لیکن ایک بات جو سامنے رکھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ موٹروے کا کسی صورت بھی پبلک ڈیلنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی بھی شخص یا کسی بھی آفیسر کا جبھی پتا لگتا ہے جب وہ پبلک ڈیلنگ میں آئے اور اس کے پاس کوئی اختیار ہو۔ موٹروے پولیس کے پاس ایک ہی اختیار ہے وہ 2/3 سو روپے کی پرچی دے سکتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس کی اپنی صورتحال یہ ہے کہ اس کے اندر بہت اچھے اچھے لوگ بھی ہیں لیکن جو پولیس آفیسرز اچھی reputation نہیں رکھتے ان کو فوری طور پر prime post سے ہٹا دیا جائے اور جن پولیس آفیسرز کے بارے میں عدالتوں نے adverse remarks دیئے ہیں، خاص طور پر سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ نے جہاں پر adverse remarks دیئے ہیں ان کو کسی صورت پھر واپس locative post پر نہ لایا جائے۔

جناب چیئرمین! یہاں پر پولیس کی تنخواہ بڑھانے کی بات ہو رہی تھی۔ بہت اچھی بات ہے اس کے اندر ضرور یہ کیا جائے لیکن کرائم کنٹرول کرنے کے لئے میں گزارش کروں گا کہ پولیس کی تمام گاڑیوں کو tracker system میں لایا جائے، tracker system ہی سے پتا لگ سکتا ہے کہ ایس ایچ او صاحب یا پولیس افسر صاحب اس وقت کہاں ہیں؟ دیکھنے میں یہ آیا ہے

کہ concerned SHOیاconcerned police officer کسی مخصوص مکان یا کسی دوست کے پاس یا گھر میں سو رہا ہے اور وائرلیس پر یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ اس وقت گشت پر ہیں اس کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ tracker systemلایا جائے تاکہ exact locationپتا ہو کہ کون کہاں اور کیا کر رہا ہے؟ وسائل سے زیادہ خرچ کرنے والے افسران کا سب کو پتا ہوتا ہے۔ کوشش کی جائے کہ ایسے لوگوں کو روکا جائے اور ان پر باقاعدہ چیک لگایا جائے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس وقت پولیس کے بہت چھوٹے افسران اے ایس آئیز بھی ایسی گاڑیاں لئے پھرتے ہیں جو حقیقتاً وہ نہیں رکھ سکتے لیکن پولیس افسران کو پتا ہونے کے باوجود وہ بے بس ہوتے ہیں۔ میں ذاتی تجربہ کی بنیاد پر یہ کہتا ہوں کہ پولیس کے کچھ سینئر آفیسرز انتہائیhonestہونے کے باوجود اپنے جونیئر آفیسرز کا محاسبہ کر سکتے اور نہ کر سکے ہیں اس میں کچھ politicalلوگوں کا بھی ہاتھ ہے کچھ اور بھی عوامل ہیں لیکن ان کی بے بسی کا خاتمہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ ان کا ساتھ دیں اور جو لوگ اس قسم کے معاملات میں ملوث ہیں۔ان کو سینئر پولیس آفیسر جن کی بہت اچھی شہرت ہے ان کی final wordingپر ان کو ہٹایا جا سکے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج سے تین سال پہلے ہوم سیکرٹری پنجاب نے جب ساری پولیس ہوم سیکرٹری صاحب کے پاس تھی تو ایک میٹنگ بلائی گئی۔ وہ میٹنگ شروع ہونے سے پہلے ایک ڈپٹی سیکرٹری جو پولیس کو dealکرتے تھے۔ وہ ایک بڑا سا رجسٹر اٹھا کر لائے۔ابھی میٹنگ شروع ہونے میں تھوڑی دیر باقی تھی تو انھوں نے مجھے کہا کہ شیخ صاحب اگر اس پر عمل ہو جائے تو یہاں پر 65 فیصد پولیس آج ہی فارغ ہو جائے گی۔ یہ حقیقت ہے اور نیچے سے اوپر تک سب کو پتا ہے تو اس معاملے کو اس طرح سے ہینڈل کیا جائے کہ ان لوگوں سے جتنی جلد ہو سکے نجات پائیں کہ جن کی شہرت اچھی نہیں ہے۔پولیس کے اندر بہت اچھی شہرت کے لوگ بھی ہیں اور بہت بری شہرت والے لوگ بھی ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جرائم پیشہ لوگ پولیس کے ریٹائرڈ ملازمین کو ملازم رکھ لیتے ہیں۔ یہ گروہ جو اس قسم کے کام کرتے ہیں اور پولیس کے ریٹائرڈ ملازمین ان کو legal consultancyدیتے ہیں۔ ان کا محاسبہ بھی بڑا ضروری ہے۔ دیکھنے میں یہ بھی آیا ہے کہ شوبزنس کے لوگ خصوصاً خواتین پولیس کے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیتی ہیں اور اس کے بعد وہ قانون سے بالاتر ہو جاتی ہیں۔ ان لوگوں کا سب کو پتا ہوتا ہے لیکن ان کو ہاتھ ڈالنے کے لئے ضروری ہے کہ قانون بنایا جائے۔

جناب والا!ضروری ہے کہ ایف آئی آر ہر طرح درج ہو لیکن ایف آئی آر کے درج ہوتے وقت جو ایف آئی آر درج کروائے اس سے ایک حلف نامہ بھی لیا جائے کہ اگر وہ جھوٹی ایف آئی آر درج کروا رہا ہے تو اس کے خلاف فوری کارروائی ہو گی اور پھر اس پر بڑی سختی سے عمل کیا جائے۔ میری گزارش ہو گی کہ Punjab Central Police Complaints Cell کے نام سے ایک علیحدہ دفتر بنایا جائے جس میں independent لوگ بیٹھے ہوں۔ وہاں پر صرف 100 لائنیں Toll free numbers دیئے جائیں جو کہ direct عوامی شکایات کمپیوٹر کے ذریعے نوٹ کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں 80 فیصد شکایات ناجائز ہوں اور جھوٹی ہوں لیکن جو 20 فیصد صحیح ہوں گی اس میں سے 5 فیصد پر عمل کر کے اس کو عبرت کا نشان بنا دیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ 30 دن کے اندر اندر اس سے بہتری آ سکتی ہے لیکن direct Police Complaints Cell قائم ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! موبائل مجسٹریٹ سسٹم فوری طور پر جاری ہونا چاہئے۔ ایک مجسٹریٹ کو تین یا چار تھانے دیئے جائیں اور اس کو کہا جائے کہ وہ کسی بھی وقت کسی بھی تھانے میں جا کر دیکھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ جن جن لوگوں کے بارے میں ایک، دو یا تین شکایات آئیں تو ان کو اس تھانے سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ شیخ اعجاز احمد!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! جناب چیئرمین! آج صوبہ کے ایک اہم ترین issue پر بات ہو رہی ہے اور متعلقہ پولیس آفیسران گیلری میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں وزیر قانون صاحب کی بھی توجہ چاہوں گا۔ ساڑھے تین سال سے زائد عرصہ اس ہاؤس کو بنے ہوئے گزر چکا ہے اور اس میں کافی مرتبہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو چکی ہے اور یہاں پر بحث کرنے کا مقصد یا مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب یہ جو اقدامات کرنے جا رہے ہیں۔ وہ لامحالہ صوبہ پنجاب کے عوام کی بہتری کے لئے کرنے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس سے قبل غالباً چار اجلاس پہلے پراسیکیوٹر جنرل کے تقرر کا بل ایوان میں پیش کیا جانا تھا۔ اس میں یہ ہوا کہ میں نے اس وقت بھی اپنی بحث میں اس کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا کہ آپ نے پراسیکیوٹر جنرل کی تقرری تو پہلے کر لی ہے اور بل آپ ایوان میں بعد میں لے کر آئے ہیں۔ اس پر باقاعدہ بات ہوئی اور پھر ان صاحب کا نام لاء منسٹر صاحب نے بتایا کہ فلاں نام کا بندہ

ہے۔ ہمیں اس کی تقرری تو کرنی ہی تھی۔اب بھی یہی ہوا ہے کہ ہم جس سسٹم پر بات کر رہے ہیں اور اس کے لئے ایک دن مخصوص کیا گیا اور تمام ممبران نے اپنی رائے دی۔اس سسٹم کا نفاذ صوبے میں پہلے کر دیا گیا ہے اور بحث اب کروائی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ stakeholders کو ہم شامل کریں۔ عام بندے کی کیا شکایت ہے، غریب آدمی کی کیا شکایت ہے، تھانوں کے اندر کیسا کلچر پروان چڑھ رہا ہے اور پولیس پر جو سوالیہ نشان ہے اس کو ہم کیسے ختم کر سکتے ہیں؟ تو stakeholders صوبہ پنجاب کے کروڑوں عوام کو تو ہم یہاں پر دعوت نہیں دے سکتے لیکن ان کے نمائندے ہم لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے جب بات کرنی ہے تو ان کی رائے تمام لوگوں کی رائے شمار ہوا کرتی ہے۔ اس میں یہ چاہئے تھا کہ یہ پہلے ہوتا۔اب انھوں نے Chief Minister's initiative for improvement of the Police Stations متعارف کرائی ہیں۔آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں پہلے صفحے پر ابتدائی کلمات کے بعد Functions of the Police Stations پر بات ہے۔اس کے بعد انھوں نے مختلف باتیں سامنے رکھی ہیں۔ جن کو یہ صوبہ کے اندر نافذ کرنا چاہ رہے ہیں۔اس میں جتنی باتیں ہیں، ان میں کوئی بات ایسی نئی نہیں ہے جو پولیس آرڈر 2002 میں نہ ہو، اب تک ساڑھے تین چار سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اس پر جس طرح سے عمل ہوا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اور صوبہ کے اندر crime rate بھی آپ کے سامنے ہے۔ پولیس والے ہمارے معاشرے کا لازم ملزوم حصہ ہیں اور یہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسی ہے۔

جناب چیئرمین! میرا یہ استدلال ہے کہ جب تک Public culture تبدیل نہیں ہو گا اس وقت تک تھانہ culture تبدیل نہیں ہو سکتا۔ Public culture میں کیا کیا چیزیں ہیں، اس میں حکومت کی کیا ذمہ داریاں ہیں، بے روزگاری کی کیا شرح ہے اور جو لوگ جرم کرتے ہیں ان کے پیچھے کیا محرکات عمل کارفرما ہوتے ہیں اور کس وجہ سے وہ جرم کیا جاتا ہے؟ یہ تمام وہ ground realities ہیں جن کو ایک طرف رکھ کر ہم تھانہ culture کو محض کاغذوں کے اندر تبدیل نہیں کر سکتے۔ انھوں نے کہا ہے کہ inconvenience at check posts یعنی جو ناکے لگائے جاتے ہیں۔ان سے لوگوں کو جو inconvenience ہوتی ہے، ان کو روکا جاتا ہے اور ان کے منہ سونگھے جاتے ہیں۔ انھوں نے night vision goggles کروڑوں روپے کی خرید کیں اور کہا گیا کہ ہم نے رات کو بہتر دیکھنے والی عینکوں کے لئے فنڈز مختص کئے۔ میرا خیال ہے کہ ان night

vision goggles کو خریدنے کی بجائے جو کچھ ناکوں پر ہوتا ہے اس کے لئے ان کو یہ چاہئے تھا کہ ایسے night smelling noses خریدے جاتے یعنی سونگھنے والے ناک پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا کیونکہ جب یہ کسی گاڑی کو روکتے ہیں شیشہ کھولنے کے فوری بعد یہ پورا منہ گاڑی میں ڈال دیتے ہیں اور اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو بندہ ناکے پر عام شریف شہریوں کو روک رہا ہوتا ہے۔اس کے اپنے منہ سے smell آرہی ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ ان چیزوں کو ہم کیسے redress کر سکتے ہیں، تھانہ کلچر کو کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے اب کیا یہ ہے کہ آپ نے SPO's تھانوں میں تعینات کر دیئے ہیں۔SPO بیٹھ گئے ہیں۔SDPO جو کہ پہلے ہی سرکل آفیسر تھے وہ وہاں پر موجود ہوا کرتے تھے۔اب اس سے ایک نئی contradiction شروع ہو گئی ہے۔اب یہ ہو رہا ہے کہ آپ نے جس بندے کو SPO تعینات کیا ہے، وہ کیا تو بہتری کے لئے ہے کہ وہ Supervisory Police Officer ہونے کے ناتے اس کا تھانے پر چیک اینڈ بیلنس ہو اور وہاں پر لوگوں کو بہترین خدمات فراہم کی جائیں۔ایف آئی آر وقت پر درج ہو اور اس پر SPO کا چیک ہو۔مجھے یہ یقین ہے کہ تمام شہروں میں contradiction شروع ہو گئی ہے اور پولیس ڈیپارٹمنٹ میں اختلافات سامنے آنے شروع ہو گئے ہیں۔میں فیصل آباد کے حوالے سے بات کرتا ہوں کہ وہاں پر یہ شکایات عام ہیں۔اب ہوتا یہ ہے کہ ایک بندہ ایس ایچ او کے پاس ایف آئی آر درج کروانے کے لئے اپنی درخواست لے کر جاتا ہے۔ایس ایچ او جو کہ Station House Officer ہے اور authority command and control ہے اور جوابدہ بھی وہی ہے۔جب وہ کسی بندے کی شنوائی بہتر انداز میں نہیں کرتا تو وہ بھاگ کر ساتھ والے دفتر میں جاتا ہے اور اس میں SPO صاحب بیٹھے ہوتے ہیں یا سیڑھیاں چڑھ کر وہ جاتا ہے تو وہ ان کو کہتا ہے کہ ایس ایچ او صاحب میرے ساتھ تعاون نہیں کر رہے۔ایس پی او صاحب جن کی تنخواہ ہم نے 45 ہزار کر دی ہے وہ پھر ایس ایچ او کو جو ہمارے پولیس نظام کا ایک ضروری حصہ ہے، وہ پھر اس کو کہتے ہیں کہ یہ بندہ میرے پاس آیا ہے تو آپ اس کی ایف آئی آر درج کریں۔اب فزیکلی بعض تھانوں میں ایسا ہوتا ہے کہ کرسی کے اوپر بھی لڑائی ہوئی ہے کہ آپ یہاں نہیں بیٹھ سکتے، اس نے کہا کہ ہمیں نیا سسٹم اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم بیٹھیں۔ہم جتنی مرضی اس پر بحث کر لیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب تک آپ فیڈرل گورنمنٹ کا purview اور CRPC subject matter ہے اس میں تمام وہ

پروسیجر دیا ہوا ہے کہ جس کے تحت پولیس نے چالان مرتب کرنا ہے۔154 کے تحت ایس ایچ او بااختیار ہے کہ وہ ایک ایف آئی آر درج کرے۔اب ہو یہ رہا ہے کہ جب ایس ایچ او ایف آئی آر درج کرنے کے بعد اور متمم بیانات لینے کے بعد چالان مرتب کرتا ہے اور وہ 173 کے تحت فائنل رپورٹ کورٹ میں پیش کرتا ہے اس کے اوپر اس سسٹم کے باوجود آپ نے ایس پی او صاحب کو لے لیں، watch and ward علیحدہ کر دیئے ہیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ تجاویز دیں۔یہ تو ہر بندے کو پتا ہے کہ ایسا ہوتا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں تجاویز ہی دے رہا ہوں کہ CRPC میں 173 کی رپورٹ ایس ایچ او فائنل submit کرتا ہے لیکن آج بھی اس کے sign ہو رہے ہیں اور جواب دہ بھی وہی ہے۔ اس میں ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشنز ہوئی ہیں انہوں نے کہا ہے کہ آپ نے یہ کیسے کر لیا، انہوں نے کہا کہ نیا سسٹم آگیا ہے اور اس کے تحت ہم نے کیا ہے۔کورٹ نے کہا کہ آپ نے رپورٹ دی ہے ہم اس سسٹم کو نہیں مانتے۔یہ باقاعدہ آنرایبل ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی finding آئی ہے کہ آپ CRPC میں تبدیلی کرائیں اس کے بعد ہم آپ کے کسی عذر کو مانیں گے۔یہاں پر grievances of the Policemen پر بات ہوئی ہے، Policemen ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں اور ہم بالکل چاہتے ہیں کہ ان کے معاملات میں بہتری آئے۔آپ دیکھیں کہ اس میں shortage of residential accommodation لکھا ہے اور میں نے اس سے پہلے بھی یہ بات کی تھی اور یہ حکومت کے کرنے کی بات ہے، پولیس کے کرنے کی بات نہیں ہے چونکہ ہم نے recommendations دینی ہیں لہذا راجہ صاحب اور چیئر کی وساطت سے میری یہ تجویز ہے کہ ہمارا خدانخواستہ کسی ڈی پی او کے ساتھ، کسی ڈی آئی جی کے ساتھ یا کسی کے ساتھ کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے لیکن میرا یہ استدلال ہے کہ اگر ایران کا صدر محمود احمدی نژاد تین مرلے کے فلیٹ میں رہ سکتا ہے تو ڈی آئی جی فیصل آباد یا ڈی آئی جی گوجرانوالہ یا ڈی پی او لاہور، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ ان کی عالیشان رہائش گاہیں چھین کر ان کو تین مرلے کا فلیٹ دے دیں۔چودھری ظہیر صاحب اس بات کے گواہ ہیں کہ فیصل آباد میں سول لائن ایریا میں جو چنیوٹ بازار کے باہر جگہ sale ہوئی ہے اس کی پچیس لاکھ روپے فی مرلہ قیمت ہے اور سول لائن کے اندر بھی بیس، پچیس لاکھ روپے فی مرلہ کی قیمتیں ہیں۔وہاں پر عالیشان گھر ڈی آئی جی صاحب اور ڈی پی او صاحب کے پاس ہیں تو میری یہ تجویز ہے کہ آپ ان کو دس مرلے میں لے کر آئیں۔جب آپ بات کرتے ہیں کہ

یہاں دنیا کا کوئی اکانومسٹ لے کر آئیں، چار پانچ بچوں کا باپ بے شک وہ اے ایس آئی، کانسٹیبل یا ہیڈ کانسٹیبل ہے جو ایک غریب آدمی ہے، اس کا کرائے کا گھر ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ کی یہ رائے نوٹ ہو گئی ہے۔ آپ میری بات تو سنیں۔ آپ جا کر اس کا گھر نیلام کر دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! آپ مجھ سے تجویز مانگ رہے ہیں، میں اپنی تجویز دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میری تجویز دینے پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان کے گھر جو گورنمنٹ کی جائیداد ہے وہ کنالوں پر مشتمل ہے، ایک under-developed country میں ہم afford نہیں کر سکتے۔ ان کے گھروں کو پنجاب گورنمنٹ sale out کرے، دس مرلے کا یا کنال کا مکان ڈی پی او صاحب یا ڈی آئی جی صاحب کو دے دیں اور انہیں with full accessories اور ان کے سٹیٹس کے مطابق دے دیں۔ جو باقی ماندہ پورشن ہے اور آپ خود ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ shortage of residential accommodation تو جو پولیس آفیسر ایس ایچ او، ہیڈ کانسٹیبل یا کانسٹیبل تھانہ کے اندر ہیں ان کو وہاں پر فلیٹس بنا کر دیں۔ ایس ایچ او کی فیملی کو وہاں پر سیٹ کریں اور ان کو فری آف کاسٹ ہاؤس بنا کر دیں اور ایسا مہذب ممالک کے اندر ہو رہا ہے۔ ان کی تنخواہ میں اضافہ کریں اور اس کے بعد آپ results لیں۔

جناب چیئرمین: جی، وائنڈاپ کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! جب عالیشان کوٹھیاں ہوں گی اور وہ بیچارا جو ایس ایچ او یا چھوٹے رینک کا بندہ ہے اس کے سامنے یہ بات آئے گی تو پھر یہ سلسلہ ایسے نہیں چلے گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں اب آخری بات کرنے لگا ہوں۔ میری بات پوری ہو لینے دیں۔

جناب چیئرمین: پلیز تشریف رکھیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! آپ آج تھانہ کلچر تبدیل کرنے جا رہے ہیں اس میں آپ دیکھیں کہ میرے پاس ایک درخواست ہے یہ بخدمت جناب ڈی آئی جی آپریشن لاہور کے نام ہے یہ

میرے پاس آئی ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں صرف اس حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں اور میں pen اور کاپی ہاتھ میں اٹھا کر بیٹھا ہوں کہ کوئی تجویز آئے تو میں نوٹ کر لوں۔ لیکن اگر کوئی درخواست آئی ہے تو وہ مجھے دے دیں اور کوئی تجویز دیں تاکہ میں وہ نوٹ کروں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ تھانہ کلچر کی بات ہو رہی ہے میں تو حیران ہوں کہ آپ اتنے اہم معاملے پر بحث کروانے جا رہے ہیں۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ایک تو یہ سب کچھ نفاذ کر کے اس پر بحث کروا رہے ہیں اور بحث میں بھی راجہ صاحب انتہائی بیزار بیٹھے ہیں۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس ساری بحث کو ختم کر دیتے ہیں اور ایک ہی تجویز پر ختم کر دیتے ہیں کہ آپ ایسا کریں کہ جو پولیس کا امن و امان کا معاملہ ہے اس کو پرائیویٹائز کر دیں۔ یہ پولیس والوں کو دے دیں اور وہ no profit, no loss پر نہ کچھ حکومت سے لیں اور نہ دیں اور جو بقایا بچے وہ ڈویلپمنٹ پر لگائیں۔ وہ خود ہی سارا نظام چلا لیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: لاء منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں، آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں نے پہلے ایک علیحدہ کاغذ پر اس اعتراض کا جواب لکھ کر رکھا ہوا ہے کہ یہ جو فرما رہے ہیں کہ ہم بحث بعد میں کروا رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ بھائیوں کو گلہ نہیں ہو گا۔ آپ کی جو مثبت تجاویز ہیں ہم ان کو incorporate بھی کریں گے اور میں آج ایک اضافی بات کرنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو اس کمیٹی میں بٹھا کر incorporate کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں وائنڈاپ کرنے لگا ہوں۔ یہ جو بات رانا صاحب نے کی ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر یہ تمام اختیارات دینے کے باوجود، تمام سہولیات دینے کے باوجود امن عامہ نہ ہو۔ اب صوبہ پنجاب کے عوام، آپ، میں اور یہاں پر بیٹھا ہوا ایک ایک ممبر چاہتا کیا ہے؟ وہ یہ چاہتا ہے کہ فیصل آباد ہو یا صوبہ پنجاب کے دیگر شہر ہوں، اس میں امن عامہ ہو۔۔۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! وائنڈاپ کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں بات کرنے لگا ہوں۔

جناب چیئرمین: بیس منٹ ہو گئے ہیں اس سے زیادہ کیا دیں؟

شیخ اعجاز احمد: بیس منٹ نہیں ہوئے میں صرف دو منٹ میں وائنڈاپ کرتا ہوں۔ میں گھڑی کے ٹائم کے مطابق صرف دو منٹ بات کروں گا۔

رائے احسن رضا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، رائے احسن صاحب!

رائے احسن رضا: جناب چیئرمین! چونکہ فیصل آباد کے حوالے سے بات ہو رہی تھی تو میں چند گزارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بھائی نے فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ تھانے میں جاتا ہے تو ایس ایچ او اس کی نہیں سنتا تو پھر وہ دوبارہ ایس پی او کے پاس جاتا ہے تو میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں کہ اگر اس کی ایس ایچ او نہیں سنتا تو at the spot پبلک کو ایک ریلیف دیا گیا ہے کہ وہ سپر وائزری آفیسر کے پاس جائے اور وہاں اس کی جو problem ہے اس کو حل کرے۔ بجائے اس کے کہ وہ وہاں سے ڈی پی او کے پاس جائے یا ایس ڈی پی او کے پاس جائے۔ میرے بھائی کو اتنی چھوٹی سی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ختم ہو گیا ہے تشریف رکھیں۔ اگر تقریر کرنی ہے تو اپنی باری پر کریں۔ اب میں اگلے مقرر کو دعوت دیتا ہوں اور اگلی مقرر محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! مجھے وائنڈاپ تو کرنے دیں۔

جناب چیئرمین: بیس منٹ ہو گئے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ طاہرہ منیر!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! اگر آپ مجھے وقت نہیں دیتے تو میں واک آؤٹ کر کے جا رہا ہوں۔

(اس مرحلہ پر شیخ اعجاز احمد ہاؤس سے واک آؤٹ کر گئے)

محترمہ طاہرہ منیر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ نصلی علی ورسولہ الکریم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! پنجاب حکومت نے پولیس کے محکمے کو بہتر کرنے کے لئے جو تجاویز دی ہیں وہ پولیس ایکٹ میں پہلے سے موجود ہیں۔ حالات بہتری کی بجائے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! آپ جب بھی بیٹھتے ہیں تو ہاؤس کی کارروائی بڑے اچھے اور احسن طریقے سے چلاتے ہیں۔ میں درخواست کروں گا کہ شیخ صاحب واک آؤٹ کر کے گئے ہیں ان کو واپس لایا جائے۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! آپ جا کر لے آئیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں بھی جاؤں گا لیکن یہ اصول ہے، یہ طریق کار ہے، یہ روایت ہے کہ سرکار کی طرف سے کوئی فاضل ممبر جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: خادم وٹو صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ شیخ صاحب کو واپس لے آئیں۔ جی، محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

(اس مرحلہ پر وزیر زکوٰۃ و عشر، ارشد محمود بگو صاحب شیخ اعجاز احمد صاحب کو واپس لانے کے لئے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

محترمہ طاہرہ منیر: جناب چیئرمین! میں عرض کر رہی تھی کہ حالات بہتری کی بجائے بدتر ہوتے جا رہے ہیں لاہور میں ہر روز تیس سے چالیس ڈاکے پڑ رہے ہیں۔ لوگ نہ گھروں میں محفوظ ہیں، نہ شاہراہوں پر، نہ گلیوں میں، نہ سڑکوں پر محفوظ ہیں۔ پولیس سٹیشن کے functions بتائے گئے ہیں، کہیں مقدمات کی رجسٹریشن کا ذکر ہے، کہیں ناکہ بندی اور پٹرولنگ کا ذکر ہے لیکن محض اس سے پولیس کا محکمہ بہتر نہیں ہو گا۔

(اس مرحلہ پر شیخ اعجاز احمد واک آؤٹ ختم کر کے ہاؤس میں تشریف لے آئے)

جناب چیئرمین!پولیس کی بہتری کے لئے ایسے لوگوں کو بھرتی کرنے کی ضرورت ہے کہ جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو،ان کی ٹریننگ ایسے طریقے سے کی جائے کہ وہ اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھ لیں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فکر ہوتی تھی کہ اگر دجلہ کے کنارے پر ایک کتا بھی بھوکا مر جائے گا تو وہ اس کے جواب دہ ہوں گے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک دفعہ کام کر رہے تھے سائل آیا آپ نے اپنا چراغ بجھا دیا۔سائل نے پوچھا کہ آپ نے چراغ کیوں بجھا دیا ہے تو جواب میں انہوں نے فرمایا کہ یہ تیل مجھے سرکاری کام کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔اس وقت چونکہ میں سرکاری کام نہیں کر رہا اس لئے میں نے چراغ بجھا دیا۔جب پولیس اہلکاروں کے دل میں یہ خوف ہو گا کہ دنیا میں بھی ہمارا احتساب ہو گا اور آخرت میں بھی تو تب وہ بہتر کام کر سکیں گے۔پولیس ورکرز کی نگرانی کے لئے ایک سسٹم جو قائم کیا گیا ہے امید ہے کہ وہ بہتر ہو گا اور ہر وقت پولیس ملازمین پر check رکھا جائے گا۔پولیس مجرموں کی پشت پناہی کہاں، کیسے اور کیوں کر رہی ہے اور یہ کہاں رشوت لے رہے ہوتے ہیں؟

جناب چیئرمین!یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مجرموں کے ساتھ پولیس ملی ہوتی ہے۔پولیس کی مدد کے بغیر ڈاکو، لٹیرے اور قاتل اس طرح کھلے نہیں پھر سکتے۔انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ رشوت دے کر چھوٹ جائیں گے۔گینگ ریپ کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔ایک بچی کو تمام عمر کے لئے زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔جناب نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ جب اسلامی حکومت قائم ہو گی تو صنعا سے حضر میر تک ایک عورت سونا اچھالتی ہوئی تن تنہا سفر کرے گی اور اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہو گا لیکن آج ایک عورت ایک بچی محفوظ نہیں ہے۔اگر اسلام کا نظام نافذ کر دیا جائے، فوری انصاف ہو، چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔۔۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب!آپ تشریف رکھیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!ایک اہم بات ہے کسی کی جان کا مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

راجہ ریاض احمد: جناب چیئرمین!ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہماری ممبر محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ کی طبیعت باہر گیلری میں خراب ہو گئی پھر وہ بے ہوش ہو گئی تھیں انہیں ہم ہسپتال لے کر گئے ہیں۔

اس وقت وہ سروسز ہسپتال کی ایمرجنسی میں ہیں۔ میں ابھی وہاں سے آیا ہوں۔ میری اتنی گزارش ہے کہ ان کی طبیعت کافی زیادہ خراب ہے اور ہماری پارلیمانی سیکرٹری ہیلتھ یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ان کو وہاں پر بھیجا جائے کیونکہ وہاں پر proper look after نہیں ہو رہی یہ فون پر ان کو ہدایت کر دیں۔

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ آپ چلی جائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین!آپ کا حکم ہے ویسے بھی ڈاکٹر کا اولین فرض انسانیت کی خدمت ہے۔ میرے لئے یہ بڑے فخر کا باعث ہے کہ انہوں نے مجھ پر بھروسہ کیا لہذا میں ہسپتال جاتی ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔جی، محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر!میں یہ بات کر رہی تھی کہ اگر اسلامی سزائیں نافذ کر دی جائیں۔ عزت کے لٹیروں کو چوراہوں پر پھانسی دے دی جائے تو جرائم کی رفتار اتنی کم ہو جائے گی کہ ہم تصور نہیں کر سکتے۔ سعودی عرب میں کیونکہ اسلامی سزائیں مقرر ہیں وہاں پر دن دہاڑے لوگ کھلی دکانیں چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لئے چلے جاتے ہیں اور ان کا کوئی تنکا تک نہیں اٹھاتا۔

جناب چیئرمین!پولیس ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ بھی ضروری ہے تاکہ ان کو حلال طریقے سے اتنا دے دیا جائے کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے حرام کی طرف نہ دیکھیں۔

میڈیا کا رول بھی جرائم کو بڑھانے میں معاون ثابت ہوتا ہے، ڈراموں میں ایسے گھر اور ایسی گاڑیاں دکھائی جاتی ہیں کہ پچاس ہزار خرچ کرنے والا بھی اس طرح afford نہیں کر سکتا۔ پنجاب میں جہاں 45 فیصد لوگ غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں وہاں لوگ ایسے ڈرامے دیکھ کر اور ڈپریشن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس طرح کے غلط کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

بے روزگاری بھی ایک وجہ ہے۔ پڑھے لکھے لوگ ڈگریاں پکڑے ملازمت ڈھونڈ رہے ہیں مگر ان کو کوئی ملازمت نہیں ملتی۔ کرپشن، بے انصافی اور عدالتوں میں سالہا سال تک مقدمات کا فیصلہ نہ ہونے کی وجہ سے پولیس کلچر خوب پھل پھول رہا ہے۔ جب تک عدالتوں سے فوری انصاف حاصل نہیں ہو گا اس وقت تک یہ کلچر اسی طرح پھلتا پھولتا رہے گا۔ اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ۔جناب چیئرمین!

جناب چیئرمین: جی، چودھری جاوید صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب چیئرمین! یہ آج ایک انتہائی اہم موضوع زیر بحث ہے۔ تھانہ کلچر کی تبدیلی کے لئے ہماری حکومت جو کوشش کر رہی ہے اور اس سلسلے میں تجاویز دی ہیں اس میں بہت سی اچھی تجاویز بھی شامل ہیں۔ میرے بہت سے بہن بھائیوں نے یہاں پر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنی اپنی تجاویز بھی دیں اور علاقے کے مسائل بھی بتائے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے تھانہ کلچر کو بہت سے حوالوں سے بہت اہمیت حاصل ہے۔پولیس ہمارے معاشرے کا ایک انتہائی اہم جز ہے۔پولیس کے ذریعے نہ صرف امن وامان قائم رکھا جاتا ہے بلکہ معاشرے کو آگے لے کر چلنے میں اس کا انتہائی اہم رول بھی ہے۔ جرائم کو کنٹرول کرنے کا مسئلہ ہو یا معیشت کو بہتر کرنے کا جب تک علاقے میں یا کسی ملک میں یا کسی صوبہ میں امن وامان نہیں ہو گا تو معیشت بھی بہتر نہیں ہو گی۔ میں اس حوالے سے سمجھتا ہوں کہ جہاں پر ہم پولیس کی تکالیف کو دور کرنے کے سلسلے میں ہماری حکومت نے ، ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے 20۔ارب روپے اس بجٹ میں بھی مختص کئے ہیں۔اس سے نہ صرف اس کے کام کرنے میں بہتری آئے گی بلکہ معاشرے میں جرائم کو کنٹرول اور دیگر پولیس کے متعلقہ مسائل کو کم کرنے میں بھی یہ انتہائی اہم اور تاریخی واقعہ ہو گا۔ میں اس حوالے سے یہ ضرور کہوں گا کہ ہماری پولیس کا کردار وہ نہیں ہے جو مہذب معاشرے میں ہوتا ہے۔اس میں ہم سب ذمہ دار ہیں۔پولیس بھی ہمارے معاشرے کا ہمارا ہی حصہ ہے بہت سے پہلوؤں سے اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔پولیس اکیلی کچھ نہیں کر سکتی جب تک ہمارے سیاستدان، جب تک ہماری عدلیہ ، ہمارا معاشرہ یہ تمام کے تمام اس کو بہتری کی طرف لانے میں اپنا اپنا کردار ادا نہ کرے۔ اگر پولیس ایک کیس رجسٹرڈ کرتی ہے اس رجسٹریشن کو ایف آئی آر کہا جاتا ہے اور ایف آئی آر کی بنیاد پر عدالتیں سزائیں دیتی ہیں یا اس کو چھوڑ دیتی ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ ایف آئی آر کے جو لفظی معنی ہیں First Information Report اس کو آسمانی صحیفہ بنا دیا گیا ہے۔یہ پولیس نے نہیں بنایا بلکہ یہ عدلیہ نے بنایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک عدلیہ میں بھی ریفارمز نہیں آئیں گی اور ہمیں اس سلسلہ میں سوچنا ہو گا کہ ہماری ایف آئی آر کو کیوں آسمانی صحیفہ سمجھا جاتا ہے کہ نچلی عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ تک صرف ایف آئی آر کے حساب سے اس کی شہادتوں کو مانا جاتا ہے کہ کیا انہوں نے ایف آئی آر کے حساب سے شہادت صحیح دی ہے یا نہیں دی جبکہ مہذب ملکوں میں ایسا نہیں ہے۔

وہاں پر ایف آئی آر کو صرف ابتدائی رپورٹ سمجھا جاتا ہے۔پولیس کا کام صرف شہادتوں کو اکٹھا کرنا ہے۔نہ کہ اس پر فیصلہ دینا۔اب ہوتا یہ ہے کہ ایک ASI جب کسی کے بارے میں یہ لکھ دیتا ہے کہ یہ گنہگار ہے یا بے گناہ ہے تو اس کی base پر ہماری عدالتیں اس کا فیصلہ کر دیتی ہیں حالانکہ قانون میں یہ لکھا ہوا ہے کہ عدالتیں پابند نہیں ہیں کہ پولیس کی رائے سے اتفاق کریں لیکن ہمارے معاشرے میں رشوت خاص طور پر پولیس میں رشوت اسی نام سے چلتی ہے کہ اس کے بارے میں بے گناہ لکھنا ہے یا گنہگار لکھنا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں پر بطور خاص ہم سب کو مل کر اس میں ایک رول ادا کرنا ہو گا اور اپنی سفارشات وفاقی حکومت کو بھی بھیجنا ہوں گی اور عدلیہ سے بھی گزارش کرنی ہو گی کہ وہ صحیح قانون کی رو کے مطابق عمل کریں۔اس FIR کو آسمانی صحیفہ نہ سمجھیں اور بہت سے بے گناہ اس وجہ سے رگڑے جاتے ہیں کہ FIR میں ان کا نام آ جاتا ہے اور جب FIR میں کسی کا نام آ جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے مطعون ہو جاتا ہے اور اسے ریکارڈ یافتہ کہا جاتا ہے، اس کا کوئی جرم ہو یا نہ ہو اور اسی بنیاد پر یہ تمام کی تمام برائیاں پولیس میں جنم لیتی ہے۔ہماری پولیس جو trained کی ہوئی ہے یا یہ جس نظام کے تحت چل رہی ہے یہ colonial Police تھی، نوآبادی کو کنٹرول کرنے کے لئے انگریزوں نے بنائی تھی اور اسی ٹریننگ کو ہم آج تک لے کر چل رہے ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ ہمیں community policing پر جانا چاہئے، ہمیں کمیونٹی پولیس کی ٹریننگ دینی چاہئے۔ ہمارے سپاہی کا رول یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ حکم چلائے یا کسی کی پکڑ دھکڑ کرے بلکہ اس کا رول یہ ہونا چاہئے کہ معاشرے میں جرائم کو کیسے کم کرنا ہے؟کسی کو convince کیسے کرنا ہے، کسی کو pursue کیسے کرنا ہے؟اس حوالے سے پولیس آفیسر کا یہ کردار بھی نہیں ہونا چاہئے کہ ہاں جی یہ جرم ایسے نہیں ایسے ہے، فلاں نے کیوں لکھا، فلاں نے کیوں کہا؟ ان کا کام صرف اور صرف یہ ہونا چاہئے کہ شہادتوں کو اکٹھا کر کے جرائم کی نوعیت کو عدالت کے سامنے پیش کریں اور عدلیہ میں بھی بہتری لانے کی ضرورت ہے کہ عدالتیں خود فیصلہ کریں کہ کیا یہ شہادتیں کافی ہیں؟

جناب چیئرمین!پولیس کا کردار صرف اور صرف اتنا ہونا چاہئے کہ وہ شہادتیں ہی اکٹھی کر کے دے نہ کہ اس پر فیصلہ سنائے کہ یہ گنہگار ہے اور یہ بے گناہ۔اسی حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ ہم پولیس سے یہ توقع تو رکھتے ہیں کہ مغربی ملکوں کی طرح یہ بہتری لائے اور مغربی ملکوں کی طرح یہاں پر جرائم کو کنٹرول کرے لیکن جب ہم ان کی سہولتوں کی بات کرتے ہیں، ان کو انسان

ہی نہیں سمجھا جاتا کہ وہ دن رات کام کرتے ہیں، ان کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ایک SHO کو وہاں رہائش کے لئے کمرہ نہیں ملتا اور ان کے نچلے عملہ کی تو حالت ہی بہت بری ہے۔ میں اپنے علاقے اور حلقے کے ایک تھانہ صدر پاکپتن کی مثال پیش کرتا ہوں جس کے 169 گاؤں ہیں جبکہ تھانہ میں صرف 40 آدمیوں کی نفری ہے۔ ان 169 گاؤں پر مشتمل تھانے کی لمبائی 50 کلو میٹر کے قریب ہے جس میں تمام دریائے ستلج کا علاقہ بھی شامل ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ ایسے بڑے تھانوں کو 3/2 حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ وہاں پر نئے تھانے قائم کئے جائیں تاکہ علاقے میں جرائم کو کنٹرول کیا جا سکے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تھانہ کلچر میں اس وقت تبدیلی نہیں آ سکتی جب تک ہم غربت میں کمی نہیں لا سکتے۔ جب تک ہم تعلیم کو عام نہیں کر سکتے۔ غربت اور جہالت کو جب تک ہم ختم نہیں کریں گے تو ہمارا معاشرہ اور ہماری پولیس ٹھیک نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئرمین! میں یہاں پر اتنا ضرور عرض کروں گا پولیس کے اچھے آفیسرز کو appreciate بھی کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ ہم ہر دفعہ ان کی خامیاں ہی گنواتے رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پولیس میں بہت سے اچھے آفیسرز بھی ہیں اور میں اس کا زندہ گواہ بھی ہوں کہ مجھے سیاست میں آئے ہوئے 8/7 سال کے قریب ہوئے ہیں اور اس عرصہ کے دوران میں نے آج تک اسی پولیس کو کبھی ایک پیسے کی چٹی دلالی دی ہے اور نہ میں کرنے دیتا ہوں اور یہ پولیس میرے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ میرے ساتھ یا کبھی میرے آدمی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ میں اس سلسلے میں ساری پولیس کا شکر گزار بھی ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنا کردار بھی بلند کرنا چاہئے۔ ہمیں خود بھی اعتماد کرنا چاہئے کہ ہم غلط کام ہی نہ کہیں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے پٹرولنگ پولیس میں یا دوسری پولیس میں جو بھرتیاں کی ہیں تو میں اس پر اپنے DPO کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھرتیاں صرف اور صرف میرٹ کی بنیاد پر کیں۔ ہمیں اس سلسلے میں کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا کہ کسی کی حق تلفی ہوئی ہے اور غریب بچے بھرتی ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔ محترمہ عابدہ جاوید!

محترمہ عابدہ جاوید: شکریہ۔ جناب چیئرمین! آج تھانہ کلچر کے بارے میں جو بات ہو رہی ہے تو میں یہاں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ صوبے یا ملک میں جرائم کیوں بڑھ رہے ہیں اور بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ فحاشی اور بے حیائی ہے جو میڈیا کے ذریعے آپ کو دکھایا جا رہا ہے۔

دوسرے نمبر پر علاقے میں SHO کو سب کچھ علم ہوتا ہے۔ ناجائز سفارش اور جو تحقیقات صحیح معنوں میں نہیں کی جاتیں اس لئے جرائم پیشہ لوگ دندناتے پھرتے ہیں اور دوبارہ سے باہر نکل آتے ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا اور پکڑنے والا نہیں ہے۔ میں یہاں یہ بات کرنا چاہتی ہوں کہ ملک کو بنے 58 سال ہو چکے ہیں، جرائم کم ہونے کی بجائے زیادہ کیوں ہو رہے ہیں۔ قرآن پاک کی سورہ حجرات میں کہا گیا ہے کہ "جب تک تحقیقات پوری نہ کر لی جائے کسی کو مت پکڑا جائے" یہاں یہ ہے کہ یہاں سے پکڑتے ہیں اور وہاں کسی کی بے عزتی کرتے ہیں، جھوٹی گواہی سے اچھے اور نیک لوگوں پر بُرے اثرات ہوتے ہیں تو براہ مہربانی اگر ہم چاہتے ہیں کہ جرائم کم ہوں تو سچی گواہی کو اہمیت دی جائے اور جھوٹے کو سزا ملنی چاہئے۔ اس میں کوئی خوف نہیں ہونا چاہئے۔ جب جھوٹے کو سزا ملے گی تو لوگوں کو عبرت ہو گی اور وہ سوچیں گے کہ ہماری سرپرستی کوئی نہیں کرے گا، ہم پکڑے جائیں گے اس لئے وہ ڈریں گے اور اس سے ہمارا سب کا کردار اور اخلاق نکھرے گا۔ تھانہ کلچر میں جو SHO ہے یا DIG/IG جیسے بھی ہوں ان کو اخلاق کو کردار پر ترجیح دینی چاہئے۔ جب تک اخلاق و کردار کو ترجیح نہیں دی جائے گی، اسی لئے جھوٹی گواہی عام ہے۔ اللہ سے ڈرتے نہیں ہیں اور آپ کو یہ اندازہ ہونا چاہئے کہ اللہ کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔ آپ جتنا مرضی جھوٹ بول لیں، سچ آخر سچ ہے۔ اللہ نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا ہی ہے۔ آخرت میں تو آپ نے جواب دینا ہے، دنیا میں بھی آپ نے جواب دینا ہے۔

(ایوان سے آوازیں جھوٹوں پر خدا کی لعنت)

جی، ہاں! جھوٹوں پر خدا کی لعنت تو ہے ہی اور اس میں تو کوئی شک والی بات نہیں ہے۔ یہ تو پکی بات ہے۔ میں یہاں پر ایک دو تجاویز دینا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین! تجویز یہ ہے کہ علاقے میں جو بھی SHO آئے اسے کم از کم ایک سال کے لئے وہیں رہنا چاہئے۔ کیونکہ ایک سال تک اس کے علاقے میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کو پتا چل جاتا ہے۔ یہاں یہ ہوتا ہے کہ 20 دن ہوتے ہیں یا دو مہینے ہوتے ہیں اس کی ٹرانسفر کر دی جاتی ہے۔ کسی کی سفارش مت لی جائے۔ اس کو ایک سال تک وہیں رکھا جائے اور اس کے بعد علاقہ کے تین معتبر اشخاص کو اس تھانے کی ماہانہ میٹنگ میں شامل کیا جائے کیونکہ وہ لوگ اس علاقے سے متعلقہ ہیں اور ان لوگوں کو پتا ہوتا ہے کہ لوگوں کے اخلاق و کردار کیا ہیں اور وہاں کے لوگ جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمارے ٹاؤن شپ میں بہت سے جرائم ہوتے ہیں وہاں پر منشیات

عام ہے۔لوگ وہاں پر آ گے کبوتر بیچتے ہیں اور پیچھے منشیات فروخت ہوتی ہے اور وہاں پر غلط قسم کی حرکات ہوتی ہیں۔ میں نے اپنے بھائی ایم پی اے احسان اللہ وقاص صاحب سے بھی بات کی تھی اور مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ بات آ گے پہنچائی اس لئے میں دوبارہ یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ٹاؤن شپ میں باگڑیاں اور گرین ٹاؤن بھٹہ نمبر 1 اور 2 اور لدھڑاں چوک میں کبوتر بیچے جاتے ہیں تو وہاں پر آپ پہلے تحقیقات کریں کہ وہاں پر جرائم پیشہ لوگ کیسے دندناتے پھر رہے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں گیٹوں کے حوالے سے بات کرتی ہوں کہ گیٹ لگانا یا نہ لگانا کس کا حق ہے۔انتظامیہ کا ہے کہ وہاں کے لوگ جس کا جو جی چاہتا ہے وہ کر لے۔اس چیز کا مجھے بتایا جائے کہ جہاں پر گیٹ لگائے گئے ہیں تو ایک جگہ لدھڑاں میں لوگوں نے دیوار بھی بنالی۔آپ دیکھیں کہ جس وقت قانون کی گرفت ڈھیلی ہو تو اس قسم کے جرائم اور اس قسم کی حرکات عام ہوں گی۔ سات گیٹ اتروائے گئے اور ایک گیٹ دوبارہ لگا لیا گیا۔ اس کو کس کی سرپرستی ہے اس چیز کی وضاحت وزیر قانون کو کرنی چاہئے۔اس لئے کہ جب تک آپ سب لوگ سچے دل کے ساتھ اللہ کا خوف کرتے ہوئے اور نیک نیتی اور اخلاص سے علاقے کے جرائم کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت تک ہم رزلٹ نہیں لے سکیں گے۔اخلاص ہو گا اور نیک نیتی ہو گی تو ہمیں رزلٹ ملے گا اس لئے سب سے بڑی بات جو آخری بات میں کہنا چاہ رہی ہوں کہ اسلام کا عادلانہ نظام ہی معاشرے کی صحیح معنوں میں اصلاح، ترقی اور امن لا سکتا ہے۔اس لئے اللہ کا خوف کرتے ہوئے ہمارا آئین بھی یہ کہتا ہے کہ ہمارا ریاستی مذہب اسلام ہے۔ ہمارا آرٹیکل 227 میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی بات نہیں ہو گی اس لئے ہمارا عدالتی نظام، ہمارا معاشرتی نظام، ہمارا معاشی نظام یہ بہترین نظام ہیں اگر اس پر صحیح معنوں میں، صحیح خطوط پر چلا جائے تو جرائم بھی کم ہوں گے لہذا نعرہ تکبیر

آوازیں:اللہ اکبر۔۔۔

جناب چیئرمین:جی، محترمہ بیگم سرفراز صاحبہ!

محترمہ زاہدہ سرفراز: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میری بہن نے، جو اصل موضوع تھا وہ یہ تھا کہ پولیس کے متعلق اچھی اچھی تجاویز دی جائیں۔یہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جہاں یہ سیاست برائے سیاست نہ کریں اور ہماری حکومت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا کیا یہ ہمارے لئے ہی ہے ان کے لیڈر جو جدہ اور انگلینڈ میں بیٹھے ہیں

ان کے لئے نہیں ہے ؟(شور وغل)

جناب چیئرمین!اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب میں کسی کو ذلیل ور سوا کرتا ہوں تو اس کو در در کی ٹھوکریں کھلاتا ہوں ان کے لیڈر در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔جناب صدر جنرل پرویز مشرف۔۔

سید احسان اللہ وقاص:جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جناب وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص:جناب چیئرمین!یہ دونوں خواتین ماشاء اللہ اس ہاؤس کی بڑی اہم،مدبر اور مؤثر خواتین ہیں اور ان کی طرف سے بہت اعلیٰ معیار کی گفتگو کی جاتی ہے۔ میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ ان دونوں خواتین کے لئے اور ایک ہماری بہن فرزانہ راجہ بھی چلی گئی ہیں ان کی ہمیں بڑی شدید کمی محسوس ہو رہی ہے۔(قہقہ)

آوازیں:فرزانہ نذیر۔۔۔

سید احسان اللہ وقاص: نہیں۔جی، نہیں۔فرزانہ راجہ نہیں ان کا نام کچھ اور ہے ان کا نام فرزانہ نذیر ہے۔جناب!میں معافی چاہتا ہوں اس پر میں سجدہ سہو کرتا ہوں۔ان تینوں کے لئے اسمبلی کے اندر ایک کمرہ مخصوص کیا جائے جہاں یہ تینوں بیٹھیں discuss کریں اور ہمارے لئے بہت اعلیٰ قسم کی تجاویز مرتب کر کے اس اسمبلی میں پیش کریں اسمبلی کے لئے بہت اچھی گائیڈ لائن مہیا ہو گی۔(قہقہے)

جناب چیئرمین:جناب جاوید حسن گجر!

جناب جاوید حسن گجر: شکریہ۔جناب چیئرمین!آپ نے بڑے عرصے کے بعد ٹائم دیا۔پولیس پر مختلف طریقوں سے بحث ہو رہی ہے کوئی الزام لگا رہا ہے کوئی ان کی تعریف کر رہا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ جس جگہ پر اگر ان کے زمرے میں برائی آتی ہے وہاں پر ان کے زمرے میں اچھائی بھی آنی چاہئے۔جہاں ان کے لئے آپ نے 20۔ارب روپے رکھا یہ بہت بڑی رقم ہے لیکن میں راجہ صاحب کو یہ تجویز دوں گا کہ اگر ان کے لئے آپ نے 20۔ارب روپے رکھے ہیں اور نئی بھرتی لانی ہے تو نئی بھرتی کو ٹرینڈ بھی کرنا ہے اور نئی بھرتی کی جگہ پر اگر پرانے لوگوں کو کانسٹیبل سے لے کر ایس پی لیول تک ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے تاکہ ان کی کرپشن میں کمی ہو سکے۔

جناب چیئرمین!کانسٹیبل کی اور ہیڈ کانسٹیبل تنخواہ کم از کم پندرہ ہزار سے شروع ہوتا کہ

ان کی کرپشن میں کمی کی جا سکے۔اس کے علاوہ ان کے ٹریننگ لیول اور managerial level میں بھی ٹریننگ کی ضرورت ہے ان کے لئے کانسٹیبل سے لے کر ایس پی لیول تک ٹریننگ انسٹیٹیوٹ بنائے جائیں۔ ایس پی اور اے ایس پی تو پہلے ہی ٹرینڈ لوگ ہوتے ہیں وہ تو پہلے ہی NIPA سے گزرے لوگ ہوتے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ اگر آپ نے تھانہ کلچر میں اچھی تبدیلی لانی ہے تو تھانہ میں جتنے بھی لوگ بھرتی ہیں کانسٹیبل سے لے کر سوپر تک تمام لوگوں کی اس طرح سے ٹریننگ کی جائے کہ ان کی پبلک ڈیلنگ میں اضافہ ہو،ان کی management میں اضافہ ہو تاکہ باہر سے آنے والا سائل اچھا محسوس کر سکے اور وہاں پر ایک اچھا ماحول دیکھ سکے کہ ہماری پولیس بھی ایک اچھی روایت اختیار کر سکتی ہے۔

جناب والا! جو روزانہ مثالیں دی جاتی ہیں کہ موٹروے کی پولیس،اس کی وجہ صرف یہی ہے اور کوئی خاص وجہ نہیں ہے وہ بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کی تنخواہیں زیادہ ہیں ان کی ٹریننگ زیادہ ہوئی ہے ان کی ڈیلنگ زیادہ ہے اس لئے میں یہ کہوں گا کہ ہمارے تھانے کی پولیس کی ٹریننگ ہونی چاہئے اور پبلک ڈیلنگ کے لئے سپیشلسٹ ہونے چاہئیں جو ان کو ٹریننگ دے سکیں۔یہاں پر ایک ہیڈ دیا گیا ہے کہ تھانہ کے Constant check on Police Station staff تو میں یہ کہوں گا کہ جہاں پولیس سٹیشن سٹاف کا چیک اپ ہے یا پولیس سٹیشن کا چیک اپ ہے میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ کہوں گا کہ پولیس سٹیشن کے چیک اپ کے لئے بہت اچھا ہو گا کہ اگر پبلک کا اور اس علاقے کا نمائندہ ڈی پی او کے ساتھ ہو تاکہ سٹاف کو چیک بھی کیا جا سکے اس طرح ہمارا ماحول اچھا ہو گا۔ پبلک ڈیلنگ کا ماحول اچھا ہو گا تاکہ آئے دن ہمارے جو اپنے grievances ہیں ان کو تھوڑا کم کیا جا سکے۔ میں یہ کہوں گا کہ ہماری جو پبلک involvement بہت زیادہ ہے ابھی recently آپ دیکھیں کہ ہمارے رحیم یار خان میں ایک احسن محبوب ڈی پی او تھے وہ بہت اچھے جا رہے تھے گورنمنٹ لیول پر بھی اور اپوزیشن لیول پر بھی۔ انہوں نے بدلا لیا اور وہاں کے گورنمنٹ کے ایم این اے اور منسٹرز نے ان کو ٹرانسفر کر کے گجرات بھیج دیا صرف اس لئے کہ ان کی ڈیلنگ دونوں گروپوں کے ساتھ بہت اچھی تھی لہذا اس طرح کی جو public involvement ہے وہ کم کی جائے تاکہ پولیس کی اپنی کارروائی smoothly چل سکے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔جناب نذر محمد گوندل!

جناب نذر محمد گوندل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔جناب چیئرمین!آج کے اس موضوع پر کہ پولیس اصلاحات کے لئے ملک میں امن وامان قائم کرنے کے لئے یالوگوں کو امن وسکون فراہم کرنے کے لئے جو تجاویز مانگی گئی ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنے ملک میں،اپنے معاشرے میں امن وسکون سے رہے اور ہر ریاست کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے عوام کو امن و سکون فراہم کرے۔ اس مسئلے پر بحث کرنے کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ صاحب اور ہمارے وزیر قانون راجہ بشارت صاحب نے جو اوپن بحث کا موقع فراہم کیاہے میں سمجھتاہوں کہ یہ احسن قدم ہے۔یہاں سے ہی تجاویز اکٹھی ہوں گی اور ہم ایک لائحہ عمل اور طریق کار مرتب کر سکیں گے جس سے اپنے ملک اور صوبے میں امن وامان قائم ہو سکے۔

جناب چیئرمین!ہر ملک کی ایک اپنی نوعیت ہوتی ہے،ہر ملک کے مسائل اس کے محل وقوع کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔آج ہم بات کرتے ہیں کہ ہمارے صوبہ میں ہم رجسٹریشن آف کیس کے مسئلے میں پھنسے ہوئے ہیں کہ سب سے ابتدائی مسئلہ ہے کہ مقدمات کا اندارج ہونا چاہئے اس کے بعد تفتیش کا مرحلہ ہے کہ درست واقعات پر تفتیش مکمل ہو انڈر میعاد چالان عدالتوں میں submitہوں پھر یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے ملک میں، ہمارے صوبہ میں درست طور پر شہادتیں فراہم نہ ہونے کی وجہ سے گنہگار لوگ بری ہو جاتے ہیں اور صرف زبانی شہادتوں پر انحصار کرتے ہوئے بے گناہ لوگوں کو سزائیں بھی ہو جاتی ہیں تو اس تمام طریق کار کو درست طور پر صحیح نہج پر لانے کے لئے ہمیں اس طریق کار میں تبدیلی لانی پڑے گی ہمیںinterimبندوبست بھی کرنا پڑے گا اورlong termپلاننگ بھی کرنی پڑی گی۔ ہماری اب تک جتنی بھی بحث ہوئی ہے وہ صرف روایتی جرائم کی حد تک ہے کہ وہاں چوری ہے، ڈکیتی ہے، راہزنی ہے ان مسائل میں ہم پھنسے ہوئے ہیں اگر پاکستان کا محل وقوع آپ دیکھیں جس کے ایک طرف انڈیا جو طاقت میں اور آبادی کے لحاظ سے بہت بڑا ملک ہے پاکستان کا ازلی دشمن ہے وہ ہر وقت سازشوں میں ملوث رہتا ہے ایک طرف کشمیر میں آزادی کی جنگ لڑی جارہی ہے دوسری طرف جنگ وجدل کا مرحلہ ہے اور ہمارے ملک کے ایک طرف جنگ وجدل کے دھوئیں کے بادل اٹھ رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں جو ایک نئی چیز متعارف ہو گئی ہے وہ دہشت گردی ہے، بم بلاسٹنگ ہے، ہمیں اپنی پولیس فورس کو نہ صرف روایتی جرائم کے خلاف بلکہ آنے والے حالات میں اور جو اس وقت ہم faceکر رہے ہیں، ہمیں اپنی پولیس کو ان حالات کے لئے بھی تیار کرنا پڑے گا۔ یہ اسی طور پر ممکن ہو سکتا ہے

کہ جب ہم اپنی پولیس کو پیرا ملٹری کے طور پر ایک اچھی فورس تیار کریں اور اس کے مطابق ان کی تقرریاں کریں۔اسی کے مطابق ان کو سہولتیں دیں۔اس لحاظ سے ہم آگے بڑھیں تو پھر ان جرائم پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

جناب والا!سب سے ابتدائی بات یہ ہے کہ ہمارے جو تھانے ہیں ان کی تعداد اور ان میں ملازمین کی تعداد اور ان کو دی جانے والی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔، یہ admitted بات ہے، سب نے بحث کی ہے ہمارے علاقوں میں آج بھی جو تھانے قائم ہیں وہ 1880 کے اس وقت کے تناسب سے ہیں، بہت کم تھانوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔اس وقت تقریباً 30 ہزار کی آبادی پر ایک تھانہ قائم کیا گیا تھا اور آج تقریباً لاکھ ڈیڑھ لاکھ کی آبادی پر ایک تھانہ قائم ہے اور ملازمین کی تعداد بھی وہی ہے۔سب سے پہلے میں یہ گزارش کروں گا کہ تھانوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ان میں ملازمین کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ ان کو جدید آلات دیئے جائیں تاکہ وہ درست طور پر صحیح تفتیش کریں۔ان کی ٹریننگ بھی درست طور پر ہونی چاہئے۔آج آپ دیکھیں کہ جرائم پیشہ لوگ جو ہیں ان کی سہولتیں کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہیں۔ان کے پاس جدید ہتھیار ہیں، جدید ٹیلیفون سیٹ ہیں، ٹرانسپورٹ ان کے پاس اچھی سے اچھی ہے اور ہمارے تھانوں میں روایتی وہی ہتھیار، روایتی وہی وائرلیس سسٹم اور وہی ان کے پاس گاڑیاں ہیں۔ان کو بھی ٹریننگ سے لے کر جدید ہتھیار تک وہی سہولتیں دی جائیں اور پھر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ابھی بھی ہمارے 1880 کے تھانوں کی جو بلڈنگیں ہیں ان میں تقریباً پچاس فیصد قائم ہیں۔ان کو جدید طور پر تعمیر کیا جائے، وہاں جدید رہائشی اور دفتری بلڈنگیں فراہم کی جائیں۔اس کے بعد میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے تھانوں کے ساتھ ساتھ جو پولیس چوکیاں ہیں یہ کم از کم ایک یونین کونسل میں ایک پولیس چوکی لازمی طور پر قائم ہونی چاہئے۔تین پولیس چوکیوں پر ایک پولیس سٹیشن قائم ہونا چاہئے۔اسی طور پر ان کی co-ordination ہونی چاہئے۔اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں سول انٹیلی جنس کا محکمہ بھی قائم کرنا چاہئے جو کہ ان روایتی جرائم کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے جرائم پر قابو پانے کے لئے ہمارے پاس سول انٹیلی جنس کا محکمہ نہ ہونے کے برابر ہے اور ان کی بھی ایک پوسٹ تھانے کے ساتھ ساتھ یونین کونسل لیول پر بھی قائم ہونی چاہئے تاکہ جو جرائم پیشہ لوگ ہیں ان کی درست اور بروقت نشاندہی ہو سکے۔پھر نہ صرف جرائم مکمل ہونے سے پہلے بلکہ ان کے جتنے بھی ارادے ہیں ان کو بھانپتے ہوئے جرائم کی تکمیل ہونے سے پہلے ہی ان

کی نشاندہی ہو سکے اور ان پر قابو پایا جا سکے۔بہت مہربانی

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین!آپ کا شکریہ۔ میں اپنی گفتگو کے آغاز سے پہلے ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں جو کہ یہاں کے ایک علاقے کی طرف سے آئی ہیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ گلبرگ 2، کیو بلاک میں سیال ٹرانسپورٹ والوں نے اڈا وہاں پر قائم کر دیا ہے۔ انھوں نے وہاں پر بہت ساری بسیں بھی کھڑی کی ہوئی ہیں، منسٹر ٹرانسپورٹ اور وہاں کے جو ایس۔پی ٹریفک ہیں ان کو اس کا نوٹس لینا چاہئے۔ دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ اسی طرح وہاں سے ایک شکایت آئی ہے کہ PACE کا پلازا وہاں بن رہا ہے اور انھوں نے پوری سڑک کو بلاک کر دیا ہے۔اس کے نتیجہ میں وہاں کے مکینوں کو کافی مشکلات درپیش ہیں۔

جناب چیئرمین!میں ابتداء میں یہ عرض کروں گا کہ یہ جو document ہمیں ملا ہے، میں نے اس کو پڑھا ہے اور اس بات کے اوپر تو میں بہر حال خوشی کا اظہار ہی کرتا ہوں کہ چیف منسٹر صاحب اور راجہ بشارت صاحب کی سربراہی میں یہ کمیٹی بنی تھی اور انھوں نے اس کے اوپر محنت کی ہے اور بہت ساری تجاویز اس کے اندر انھوں نے یہاں ہاؤس کے اندر پیش کی ہیں۔یقیناً کوئی بھی منصوبہ جو انسان بناتا ہے اس کے اندر بہت ساری خامیاں اور کوتاہیاں موجود ہوتی ہیں۔اس کے اوپر بہت ساری باتیں بھی کی جا سکتی ہیں لیکن یہ جتنی بھی تجاویز یہاں پر آئی ہیں اور یہ جو اس میں لکھی ہوئی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ مثبت ہیں۔ میں راجہ بشارت صاحب کو یہ عرض کروں کہ چھ مہینے کے بعد، سال کے بعد اس کا review ہونا چاہئے، پتا لگے کہ یہ جو اتنی تجاویز، اتنی سہولیات اور اتنی چیزیں پولیس کو فراہم کی گئی ہیں اور جتنی amendments working کے حوالے سے کی گئی ہیں اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے؟ میں اس میں پہلی بات تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کی جو بھرتی ہے اس کے اندر مہربانی فرما کر بالکل میرٹ کو سامنے رکھا جائے۔اس میں مجھے معلوم ہے کہ اگر اوپر سے شروع کریں، آئی۔جی صاحب کی جب پوسٹنگ ہوتی ہے تو اس میں لکھا ہوا ہے کہ تین جو نام ہیں وہ فیڈرل گورنمنٹ اس میں جو نیچے سے آتے ہیں اس کو فائنل کرتی ہے اور عملی

پوزیشن یہ ہوتی ہے جس کا ہمیں معلوم ہے کہ آئی۔جی صاحبان کے لئے جو candidates ہوتے ہیں وہ پوری دوڑ لگاتے ہیں اور پھر بالآخر فیصلہ ان تین میں سے اس شخصیت اور اس افسر کے اوپر ہوتا ہے جو زیادہ مؤثر سفارشیں لے کر آ جائے۔اس طریق کار کو بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔ نچلی سطح پر دیکھیں، یہ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ پولیس کے اندر کانسٹیبلز کی بھرتی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہم اسے دیکھتے رہے۔اس میں جو ابتدائی process ہوا، اس میں ان کی دوڑ ہوئی، ان کا میڈیکل ہوا، ان کے ٹیسٹ ہوئے اور ایک اچھا process میرٹ کے اوپر جا رہا تھا کہ اچانک اس میں cut لگ گئی۔ پھر اس میں مہینہ، ڈیڑھ مہینہ، دو مہینے گزر گئے۔ اس کے بعد پھر اوپر سے جو direction آئی وہ سب کو معلوم ہے کہ یہ طے ہوا کہ جو ہمارے سرکاری ایم۔پی۔ایز ہیں ان کو پانچ پانچ کا کوٹا دیا جائے گا اور پھر ان کو یہ کوٹا الاٹ ہو گیا۔اب آپ کو معلوم ہے کہ بیروزگاری کی جو کیفیت ہے اس کے نتیجہ میں یہ جو بھرتی کے اندر کوٹا سسٹم اور باقی محکموں کے اندر بھی اب یہی صورتحال پیدا ہوئی ہے۔اس کے نتیجہ میں ایک بڑا انتشار بھی پیدا ہوتا ہے اور اس کوٹا سسٹم کے نتیجہ میں جو نااہل لوگ ہیں وہ بھرتی ہو کر پولیس کی وردی پہن لیتے ہیں اور پھر جو معاملہ ہوتا ہے اس کا اندازہ میں اور آپ اچھی طرح لگا سکتے ہیں۔

جناب والا! میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو جھوٹی ایف۔آئی۔آر کی رجسٹریشن کی بات ہوئی ہے اس پر پہلے بھی ہاؤس کے اندر دوستوں نے بات کی ہے۔اس کے حوالے سے بالکل یقیناً ہمارے خدشات ہیں۔اس کے نتیجہ میں اگر کوئی مشکل پیش آئے گی تو جرائم پیشہ لوگوں کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔وہ ان کی ملی بھگت ہو جاتی ہے اور معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔اصل میں اس کے نتیجہ میں اگر کوئی مشکل پیش آئے گی تو وہ کسی شریف آدمی کو اس حوالے سے مشکل پیش آئے گی۔اس معاملے کو بھی چیک کرنے کی ضرورت ہے اور اس طرح اس معاملے کو اگر کرنا ہے تو جو دفعہ 182 کا معاملہ ہے اس کو مزید کیسے مؤثر بنایا جائے تاکہ جو شریف لوگ ہیں وہ اس کا شکار نہ ہو جائیں اور اس سلسلے میں کوئی ایسی mandatory provisions لائی جائیں کہ دفعہ 182 باقاعدہ لگے اور سٹیٹ اس کی ذمہ داری قبول کرے کہ اس طرح جو جھوٹی ایف۔آئی۔آر جس نے درج کی ہے اس کو پھر اس جرم کے اندر کیفر کردار تک پہنچائے جانے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسپکٹرز کے حوالے سے یہاں پر مراعات کی بھی بات ہوئی، اچھی بات ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اس میں تھوڑی سی ceiling مقرر

کر دیں۔تھانے کا ایس ایچ او، اگر تین بار کوئی انسپکٹرsuspendہو جائے تو پھر اس کو permanently debarکر دیا جائے کہ پھر کسی تھانے میں اس کو ایس۔ایچ۔او کے طور پر نہ لگایا جائےاور اس کے علاوہ یہ ہے کہ پھر اگر کوئی پانچ دفعہsuspendہو جائے، تین دفعہ suspensionہو جائے توآئندہ تھانے کاایس۔ایچ۔او نہ لگایا جائےاور اگر پانچ دفعہsuspendہو جائے تو پھر ایسے شخص کو نوکری سے فارغ کرنے کی بات کی جائے۔

جناب والا!میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ پولیس کو اس بجٹ کے اندر اچھی خاصی رقم فراہم کی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب آہستہ آہستہ ڈی۔پی۔او زلیول پر بھی کاریں ان کے استعمال میں نظر آنے لگی ہیں حالانکہ ڈی۔پی۔او،ڈی۔آئی۔جیز،ایس۔ٹی۔پی۔او زیہ ساری فیلڈ پوسٹیں ہیں،ان کو اچھی بھلی ائر کنڈیشنڈ جیپیں فراہم کی گئی ہیں لیکن اب وہ گاڑیاں بھی انہوں نے اسی غریب عوام کے خرچے سے جو خریدنی شروع کر دی ہیں میں اس پر اپنا احتجاج کرتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔یہ جو فیلڈ افسران ہیں ان کے پاس جیپیں ہی ہونی چاہئیں۔ان کو کاریں خریدنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر وسیم صاحب!wind upکریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا!اس کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ یہ جوACRلکھنے کا سسٹم ہے اس میں، میں یہ عرض کروں گا کہ جو ہمارا ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن ہے اس کو بھی مزید مؤثر بنایا جائےاور ڈی پی اوز،ایس ٹی پی۔اوز اور ایس ایچ اوز ان تین کیٹیگریز کے جو افسران ہیں ان کی جوACRہے وہ لکھنا پبلک سیفٹی کمیشن کی سپرد کی جائے تاکہ اس کے اندر جو منتخب عوامی نمائندے بیٹھے ہیں وہ صحیحassessکر سکتے ہیں کہ اس افسر کی فیلڈ میں کیا کارکردگی رہی ہے؟بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔چودھری عابد حسین چٹھہ!

چودھری عابد حسین چٹھہ: شکریہ۔جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں کہ آج حکومت کا اولین فرض جو ہے وہ لاء اینڈ آرڈر کوmaintainکرنا ہے اور آج بڑی خوشی کا دن ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کا جو سب سے اہم مسئلہ تھا اس پرpreliminary home workکرنے کے بعد یہ موقع فراہم کیا گیا کہ تمام ممبران اپنی تجاویز پیش کر سکیں۔ میں اس کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ میںpartitionسے پہلے جاؤں گا۔یہ پولیس systemسو،ڈیڑھ سو سال سے رائج ہے اور چندcosmetic surgery کے ساتھ آج تک وہی چلتا آ رہا ہے۔چونکہ وقت کے تقاضے بھی بدل گئے ہیں، requirements

بھی بدل گئی ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ نئے تقاضوں کے مطابق اس سارے system کو ایک نئی نظر کے ساتھ، کھلے ذہن کے ساتھ دوبارہ سے دیکھا جائے۔ اس کو از سر نو ترتیب دیا جائے۔

جناب چیئرمین! مجھے جو چیز اس میں سب سے ضروری معلوم ہوئی جو کہ missing ہے وہ consolidation of laws ہے۔ عرصہ دراز سے ہمارے پاس Pakistan Penal Code ہے جس میں بہت سارے major جرائم درج ہیں۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً ضرورت کے تحت مختلف Ordinances کی شکل میں، Acts کی شکل میں segregated قوانین بھی موجود ہیں جو کہ مختلف جرائم کو define کرتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک دفعہ Pakistan Penal Code کو از سر نو review کیا جائے اور ان تمام قوانین کو یکجا کیا جائے جس سے پولیس اور عوام کی understanding بہتر ہو گی کہ جرائم کیا ہیں اور ان کو کس طرح سے prevent کرنا ہے؟

جناب والا! میں ایف آئی آر کے حوالے سے شروع کروں گا۔ میں پہلے سن رہا تھا کہ کئی دوستوں نے بڑی تفصیل سے بات کی ہے۔ جب اس چیز کو review کیا جائے تو اس میں سب سے important judicial precedents ہیں۔ عدلیہ نے ان قوانین کی جس طرح تشریح کی ہے وہ اتنے پکے ہو چکے ہیں کہ اب قانون سازی ہی ایک mechanism ہے جس کے تحت ان کو کچھ درست کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایف آئی آر کی قانون میں requirement صرف یہ ہے کہ اگر ایک آدمی پہلی دفعہ ایک واقعہ دیکھے جو کہ ایک جرم ہو اور وہ اس کی اطلاع کر دے تو ایف آئی آر کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ مگر somehow پولیس نے جو ایک اس کا format بنایا ہوا ہے وہ اتنا tedious ہے کہ جب کوئی جرم ہوتا ہے تو اس کی ایف آئی آر درج کرنا ایک مسئلہ ہوتا ہے۔ اس میں لوگ گواہ ڈھونڈتے ہیں، اس کو اس طرح سے لکھا جاتا ہے کہ جس میں ہر چھوٹی موٹی بات کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ گولی دائیں طرف لگی ہے یا بائیں طرف لگی ہے اور عدلیہ یہ بھی دیکھتی ہے کہ جس نے ایف آئی آر لکھوائی ہے کہ کیا اس وقت وہ گولی اس کو نظر آئی۔ جب ایک abrupt واقعہ ہو رہا ہو تو فوراً کیسے معلوم ہو کہ وہ دائیں طرف لگی ہے یا سینے پر لگی ہے، بائیں طرف لگی ہے یا پھر پیچھے لگی ہے تو ان ساری چیزوں کو از سر نو دیکھنا ہو گا۔ ایف آئی آر پولیس تو محض ایک first information report ہے جس سے حکومتی مشینری trigger ہوتی ہے اور investigation کی stage شروع ہوتی ہے تو میری گزارش یہ ہو گی، میری

وزیر قانون صاحب کی خدمت میں پہلی تجویز یہ ہو گی کہ judicial precedents کو سامنے رکھ کر تمام قوانین کو consolidate کیا جائے، ان کو review کیا جائے تاکہ ہم پہلے یہ agree کریں کہ ہمارے قوانین کیا ہیں؟ اس کے بعد ایف آئی آر پر مزید بات یہ ہے کہ جب ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے تو مدعی کی طرف سے پہلی demand یہ آتی ہے کہ فوری طور پر نامزد ملزمان کو پولیس حراست میں لے لے۔ اس میں کچھ عرصہ سے کئی جگہوں پر ایسا ہو رہا ہے کہ وہ ایک preliminary inquiry کرتے ہیں، یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ایف آئی آر جھوٹی ہے یا سچی ہے، ان لوگوں کو پکڑنا ہے یا نہیں کیونکہ اگر آپ ایک دفعہ ان کی گرفتاری ڈال دیں تو کئی دفعہ دو دو، تین تین سال بے گناہ لوگوں کو لگ جاتے ہیں اپنی بے گناہی کو ثابت کرنے میں اور وہاں سے باہر آنے میں تو میری یہ تجویز ہے کہ ایف آئی آر کے بعد ایک موقع preliminary inquiry کی شکل میں ضرور دینا چاہئے جس کے تحت یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ جرم کی نوعیت کیا ہے اور کس حد تک بنتی ہے۔ اسی طرح جو law of bails ہے وہ بھی بہت پرانا، ancient ہے جو ڈیشری نے یہ hold کیا ہوا ہے کہ سات سال سے جو سزا ہے وہ as of right bail دی جاتی ہے تو جب as of right وہاں عدالت میں ضمانت ہو جانی ہے تو کیوں نہ اس ضمانت کا حق پولیس سٹیشن میں ہی دے دیا جائے کہ سات سال سے کم سزا والے جتنے جرائم ہیں اگر ان کے نامزد ملزمان اپنے آپ کو پولیس کے سامنے submit کرتے ہیں اور investigation میں واضح cooperate کرتے ہیں تو پھر انھیں یہ right of bale وہیں پر extend کیا جائے تاکہ وہ اپنی ضمانتیں وہیں دے سکیں۔

جناب چیئرمین: چٹھہ صاحب! میرے خیال میں پولیس کے پاس ضمانت کے اختیارات ہیں اگر کوئی استعمال کرتا ہے یا نہیں لیکن اختیارات ہیں۔

چودھری عابد حسین چٹھہ: جناب سپیکر! اگر اختیارات ہیں تو پھر اس بات کا جائزہ لینا چاہئے۔ اگر ایسے قوانین ہیں مگر وہ in practice نہیں لائے جا رہے تو ان پر کیوں عمل پیرا نہیں ہوا جاتا؟ چھوٹی سی چھوٹی ضمانت کے لئے بھی ہمیں عدالت میں جانا پڑتا ہے جس سے ایک آدمی کو وکیل کی فیس بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں اور بے شمار دوسرے اخراجات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

جناب والا! میری دوسری تجویز یہ ہو گی کہ alternate dispute resolution جو انھوں نے miscellaneous میں mention بھی کیا ہے وہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ بہت سی جو چھوٹی موٹی لڑائیاں ہیں، سول معاملات ہیں جو کہ تھانے میں رپورٹ ہوتے ہیں

ان میں ایک موقع alternate dispute resolutionکے تحت ملنا چاہئے کہ اگر وہ معاملاتactual proceedingسے پہلے ختم کئے جا سکیں تو انھیں نمٹانا چاہئے۔ اس میں communityکو بھیinvolveکیا جا سکتا ہے۔

جناب چیئرمین:اجلاس کا وقت 30منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

چودھری عابد حسین چٹھہ:اس کمیٹی میں پولیس کےofficialsبھی موجود ہوں، معززین بھی موجود ہوں اور ایسے سول معاملات جو کہ کم سنگین جرائم والے ہیں ان کو alternate dispute resolutionsکے تحت وہیں پر ختم کرنے کا موقع دینا چاہئے۔

جناب والا!حکومت نے ایکfreedom of information ordinanceنافذ کیا ہے۔ اس کو یہاں پر مکمل طور پرimplementکرنا چاہئے کہ جو لوگ اپنی ضمنیاں یا دوسرے documentsوہاں سےprocureکرتے ہیں ان کو as of right within the specified timeوہdocuments availableکئے جائیں اور اس کے لئے انھیں کسی سفارش یا رشوت کی ضرورت محسوس نہ ہو بلکہ وہ as of right within the specified timeدو دن کے اندر اندر انھیں میسر آنے چاہئیں جس سے انھوں نے آگے اپنے کیس کو چلانا ہوتا ہے۔

جناب والا!جب میں پولیس کےfunctionsکی طرف دیکھتا ہوں تو اس میں دو majorچیزیں ہیں۔ایک regular crimeکوpreventکرنا اور اس کو نافذ کرنا اور دوسرا بہت سارے ایسے قوانین ہیں جس میں پولیس کاenforcementکا رول ہے۔ مثلاً پانی چوری کرنا ایک جرم ہے اس کو پولیس نےenforceکرنا ہے کہ ایسا نہ ہو، یا بجلی چوری کے ایسےlawsکہ جن میں پولیسinvolvedہے۔ جوenforcementوالےlawsہیں ان کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ایک نئی in the shape of categoryکرنی چاہئے Municipal Policeجس کا کام یہ ہو کہenforcementکے جتنے قوانین ہیں ان کو وہ enforceکرے اور ایسے تمام قوانین کو اس طریقے سےreviewکرنا چاہئے کہ for instance جہاں پر چھ مہینے، سال، دو سال کی سزا ہے اس کوfinesمیںconvertکرے۔ کیونکہ modern practiceیہی ہے کہ جوcivil natureکےoffencesہیں ان میںfinesسے بڑی سزا کوئی نہیں ہے تو اگر چھ مہینے کی سزا کے لئے آپ نے اتنی پولیس کوinvolveکرنا ہے، اتنا لمبا اور مہنگا

processاختیار کرنا ہے تو یہ کافی دقت والا کام ہے۔ اس کے بجائے اگر فوری طور پر چالان finesکی شکل میںrecoverکئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور وہ finesبے شک پولیس پر ہی لگائے جائیں تاکہ اس سے ان کاrevenueبھیincreaseہو۔اس طرح بہت سارے ایسے جرائم سے آپ فوری طور پر نمٹ سکتے ہیں اور اس سےrevenueبھی اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔

جناب والا!اسی طرحseparation of investigationکا جوmechanismہے اس بارے میں میری یہ گزارش ہے کہ اگرinvestigation separateرکھنی ہے تو اس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ یہinvestigation officersانہی تھانوں میں نہ بیٹھیں۔ان کے لئے علیحدہinvestigation unitsبنائے جائیں جس میں دو، تین یا چار آدمیوں پر مشتمل ایک ٹیم ہو۔جب ایک واقعہ ہو جاتا ہے اور وہ کسیinvestigation unitکوmarkہو جاتا ہے تو پھر وہ پورا unitجا کرindependentطریقے سے تفتیش کرے۔ مگرpracticeیہ ہے کہ وہی پولیس آفیسر دو تین مہینے کے لئےoperationsمیں ہوتا ہے پھر وہیinvestigationمیں آ جاتا ہے۔ آپس میںinterchangeہیں۔ایک ہی تھانے میں بیٹھتے ہیں جس سےindependenceکا conceptختم ہو گیا اور عوام کی شکایات اور تکالیف مزید بڑھ گئی ہیں۔

جناب والا!accountabilityکے حوالے سے میری یہ تجویز ہے کہ جب accountabilityمیں ایک کانسٹیبل، ہیڈ کانسٹیبل یا کسی دوسرے افسر کو پولیس کی higher authorities chargeکرتے ہیں اورdismissکرتے ہیں تو اس کیappealsمیں دو تین phaseہیں۔ہوتا یہ ہے کہ جب ان کی کہیں بات نہیں بن رہی ہوتی تو وہ اپیل کر کے پانچ پانچ سال کے لئے ان اپیلوں کو دبا دیتے ہیں اور اس وقت لگاتے ہیں جب ان کے لئے favourable conditionsہوں اس کے لئےautomatic mechanismہو کہ اگر ایک پولیس آفیشل dismissہوتا ہے توautomaticallyاس کی اپیلیں مہینوں کے عرصے سے higher authoritiesکو جاتی رہیں اورdispose ofہوتی رہیں تاکہ یہchainنہ رکے اور کافی percentageایسیdevelopہو جن کو جڑ سے اٹھا کر پھینک دیا جائے۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین! میں رپورٹ پیش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر فرزانہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اللہ کا شکر ہے کہ عظمیٰ صاحبہ ٹھیک

ہیں۔stress کی وجہ سے ان کا BP 90/70 ہو گیا تھا۔ جیسے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ نے excellent emergency services provide کی ہیں۔اب دیکھیں کہ میں تو وہاں نہیں گئی تھی یہ اس کا ثبوت ہے کہ ان کو drip لگی ہوئی تھی اور عظمیٰ صاحبہ بہت مطمئن تھی۔انھوں نے بڑا شکریہ ادا کیا ان کی friends بھی ساتھ تھیں۔ میں ڈاکٹر ہوں اور وہ میری colleague ہیں میں نے psychiatrist کو بلایا تاکہ وہ ان کو کوئی anti-depression یا relaxant دیں۔ وہ گھنٹے تک گھر بھی چلی جائیں گی۔وہ آپ کا بھی شکریہ ادا کر رہی تھیں کہ چیئرمین صاحب نے اتنی دلچسپی لی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔جی، چٹھہ صاحب! wind up کریں۔

وزیر لائیو سٹاک وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب والا!انھوں نے بازو پر کس کر پٹی باندھی ہوئی تھی اس لئے بلڈ پریشر low ہو گیا تھا۔

جناب محمد عبداللہ وینس: جناب والا!اگر آئندہ یہ کالی پٹیاں باندھی گئیں تو اس کی ذمہ دار حکومت نہیں ہو گی۔

جناب چیئرمین: جی، چٹھہ صاحب!

چودھری عابد حسین چٹھہ: جناب والا!میں آخری یہ بات کرنا چاہ رہا تھا کہ یہ ایک اچھی exercise ہے لیکن اس کو مزید reform کر کے پارلیمنٹری کمیٹی میں thrash out کیا جائے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب!چٹھہ صاحب کی تجاویز غور سے سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا!میں نوٹ کر رہا ہوں۔

چودھری عابد حسین چٹھہ: جناب والا! in terms of reviewing all laws ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں بیٹھ کر اسے مزید deliberate کر کے اس کام کو مزید آگے لایا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔چٹھہ صاحب!

چودھری عابد حسین چٹھہ: جناب چیئرمین!اگر ہم یہ کام خوش اسلوبی سے کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کے عوام کے لئے اس حکومت کا بہترین تحفہ ہو گا اور آنے والے وقتوں میں اس کو یاد رکھا جائے گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔جی، محترمہ پروین مسعود بھٹی صاحبہ!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین!ابھی تھانہ کلچر کی بہتری کے لئے میرے بہت سارے معزز ممبران نے بہت سی تجاویز دی ہیں۔ میں صرف دو تجاویز دوں گی۔ ایک complaints of the public ہے جس میں پولیس کے متعلق impolite behaviour لکھا ہوا ہے۔یہ سب سے اہم چیز ہے کہ لوگ تھانے میں جانے سے کیوں ڈرتے ہیں؟ وہ اس لئے کہ تھانے میں جو عملہ ہوتا ہے ان کا رویہ بہت ہی بُرا ہوتا ہے جس وجہ سے لوگ تھانے میں جاتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔ کوئی بھی شریف آدمی جس کو تھانے میں جانے کے لئے کہا جائے وہ یہ کہے گا کہ میں تھانے نہیں جاتا کیونکہ وہ لوگ سب سے ہی برے طریقے سے پیش آتے ہیں۔ میں یہ سوال کروں گی کہ جب یہ ایس ایس پی، ڈی آئی جی یا آئی جی کے عہدے پر فائز ہوتے ہیں اس وقت ان کا رویہ ٹھیک ہوتا ہے لیکن چھوٹا عملہ جو تھانوں میں متعین ہوتا ہے ان کا رویہ کیوں خراب ہوتا ہے؟ اگر یہ چاہیں تو ان کا رویہ بھی ٹھیک ہو سکتا ہے۔ان کو اخلاقیات کا سبق دینے کے لئے میں تجویز کروں گی کہ ان کو ریفریشر کورسز کروائے جائیں تاکہ لوگوں کے ساتھ ان کا رویہ ٹھیک ہو۔یہ جس طریقے سے لوگوں کے ساتھ بات کرتے ہیں یا جس طریقے سے ایف آئی آر درج کرتے ہیں وہ تمام اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ان کا رویہ ٹھیک ہو گا۔

جناب چیئرمین!میں نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی۔ میرے خیال میں آپ نے ان کو پندرہ منٹ ٹائم دیا ہے لیکن مجھے تین منٹ سے بھی زیادہ نہیں دے رہے۔ میں کہوں گی کہ ان کا کردار اور اخلاق بہتر کرنے کے لئے ان کو ریفریشر کورسز کروائے جائیں۔ابھی میرے بھائی ڈاکٹر وسیم اختر نے یہ بات کی کہ خاص طور پر سپاہیوں میں جب نااہل لوگ کوٹا سسٹم کے تحت بھرتی ہو جاتے ہیں تو ان کا اخلاق اور کردار ٹھیک نہیں ہو گا۔۔۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین!مجھے بات مکمل کرنے دیں اس کے بعد میری بہن بات کر لیں۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب چیئرمین!میرا پوائنٹ آف آرڈر بہت ضروری ہے۔ابھی میری معزز بہن یہ فرما رہی ہیں کہ کوٹا سسٹم میں سپاہی آ جاتے ہیں۔یہ بے چارے سپاہی تو کسی کارکردگی کے قابل نہیں۔ ان کو وہ وقت یاد نہیں ہے جب کوٹا سسٹم میں روز ایس ایچ او لگتے تھے۔ جب ان پڑھ ایس ایچ او لگا دیئے گئے تھے۔ جو ڈاکو تھے انھیں ایس ایچ او لگا دیا گیا تھا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا!اس وقت محترمہ ان کی ساتھی تھیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین!جب وہ ایس ایچ او یا انسپکٹر بھرتی کرتے تھے تو اس وقت میری یہ بہن ان کے ساتھ ہوتی تھیں لیکن اس وقت اتنی زیادہ بے قاعدگیاں اور اتنے جرائم نہیں تھے جتنے آج ہیں۔اگر ہم کوئی تجویز دیتے ہیں تو وہ ان کو بُری لگتی ہے۔

میں دوسری یہ بات کروں گی کہ خاص طور پر خواتین کے لئے تھانوں میں جانا بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ میں یہ تجویز دوں گی کہ تھانوں میں خواتین کے لئے علیحدہ سیل بنائے جائیں جہاں پر انسپکٹر بھی خاتون ہو تاکہ عورتوں کو اپنے مسائل بیان کرنے میں مشکل نہ ہو۔ میری بہن کو پھر غصہ لگے گا۔نواز شریف کے دور میں شہباز شریف نے لیڈی پولیس بنائی تھی اور ان کے تھانے بھی بنائے تھے جس سے خواتین کو کافی آسانیاں ہو گئی تھیں لیکن اب تھانوں میں وہی کلچر ہے اور وہی زبان استعمال کی جاتی ہے۔حکومت کو چاہئے کہ تھانوں کا کلچر بہترین کرنے کے لئے ایسے اقدمات کرے کہ لوگ وہاں جانے کے لئے ڈریں نہیں بلکہ آسانی سے جا کر اپنے مسائل بیان کر سکیں۔

جناب چیئرمین!پولیس کا ڈائریکٹ پبلک کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ فوج لوگوں کی نظروں میں اچھی لگتی ہے اس لئے کہ ان کا ڈائریکٹ تعلق نہیں ہوتا۔اب آپ دیکھیں کہ جب فوج ڈائریکٹinvolveہوئی ہے تو عوام کے دلوں میں فوج کے خلاف بھی نفرت پھیل گئی ہے۔ہم نے اس نفرت کو کیسے دور کرنا ہے؟ان کے رویے سے اس میں بہتری آسکتی ہے۔یہ سمجھا جاتا ہے کہ پولیس کرپشن کرتی ہے۔wedlockایک قانون ہے جس کے مطابق میاں بیوی دونوں ایک ہی شہر میں ملازمت کریں لیکن آپ دیکھیں کہ ہر پولیس مین کو اس کے شہر سے دور پھینکا جاتا ہے۔ان کی تنخواہیں بھی تھوڑی ہوتی ہیں۔وہ آدمی کیا کام کر سکے گا جس کے بیوی بچے دور بیٹھے ہوں گے۔لہذا میری گزارش ہے کہ ایک پولیس ملازم چاہے وہ سپاہی ہے یا کسی اچھے رینک پر ہے کم از کم اسے گھر سے اتنا دور رکھا جائے جہاں سے وہ ایک دو گھنٹے میں گھر پہنچ سکے لیکن دوسرے اضلاع میں تعینات نہ کریں۔بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔جی،ملک احمد سعید صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اشتمال اراضی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔شکریہ۔جناب چیئرمین!

میں آپ کی وساطت سے دو تین گزارشات لاء منسٹر صاحب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جب سے ہمارا ملک معرض وجود میں آیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک بے شمار مرتبہ پولیس کلچر کی تبدیلی اور لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بحث کی جاتی رہی لیکن ہم آج تک پولیس کلچر کو تبدیل نہیں کر سکے۔ میں اس کی بنیادی وجہ یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے قبل جتنی حکومتیں آئیں انھوں نے عملی طور پر اس کے لئے کوئی کاوش نہیں کی لیکن میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی کوشش سے ایک چیز عملی طور پر سامنے آئی کہ پولیس کو بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لئے ایک خطیر رقم مختص کی گئی۔ ہمیشہ سے جب بھی پولیس کلچر کی تبدیلی اور لاء اینڈ آرڈر کو بہتر کرنے کی صورتحال پر بحث ہوتی رہی تو اس میں بنیادی بات اور اجتماعی طور پر ایک ہی بات سامنے آتی رہی کہ پولیس کو وہ سہولیات فراہم نہیں کی گئیں، پولیس کے پاس وہ وسائل نہیں کہ جن کی بنیاد پر وہ لاء اینڈ آرڈر کو کنٹرول کر سکیں اور تھانہ کلچر کی بہتری کے لئے اقدامات کر سکیں۔

جناب والا! میں صرف پولیس آرڈر 2002 کے حوالے سے تین چار باتوں پر جناب کے توسط سے گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تو ایف آئی آر کے حوالے سے دفعہ 154 کا جو ذکر کیا گیا ہے اور جس طرح مجھ سے قبل کچھ دوستوں نے اس کا تذکرہ بھی کیا کہ judiciary کے حوالے سے ایف آئی آر کا مطلب اور اس کی definition سے بنیادی طور پر یہی مطلب اخذ کیا جاتا ہے کہ جو پہلی انفارمیشن رپورٹ ہے، خواہ وہ درخواست کے ذریعے سے آئے خواہ وہ ٹیلی فون کے ذریعے سے آئے یا کسی بھی بندے کے ذریعے آئے، وہی ایف آئی آر کی تحریر میں ہونی چاہئے لیکن یہاں پر practice یہ ہے کہ اس کو manage کر کے اور اس کے گواہان اور اس کا پورا موقع محل وقوع بنا کر اس کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ بعد میں جب کیس عدالت میں submit کیا جائے تو وہاں پر اس کی مدد کی جا سکے۔ ایک تو اس بات پر توجہ دینی چاہئے کہ ایف آئی آر کی جو definition ہے اس میں وقوعہ کا کوئی تذکرہ ہوتا ہے اور اس کے لئے گواہان کی کوئی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں جو first information report ہے جو بندہ بھی ہو، خواہ وہ مدعی ہو خواہ وہ ٹیلی فون کے ذریعے کوئی تھانہ میں رپورٹ کرے اسی کو ایف آئی آر کی تحریر میں لے کر آنا چاہئے اور اس کے بعد اس پر investigation کر کے اس کو چالان مرتب کرنا چاہئے۔

دوسرا اس میں 161 کے بیان جو ہیں جو پولیس ریکارڈ کرتی ہے investigation

officer جو گواہان کے بیان ریکارڈ کرتا ہے اس میں جب آپ عملی طور پر دیکھیں گے تو practice یہ ہے کہ وہ بیانات investigation officer اپنے پاس سے یا مدعی کی بات سن کر یا ملزمان کی بات سن کر اپنے پاس سے تحریر کرتا ہے۔اس پر گواہان کا انگوٹھا لگوایا جاتا ہے اور نہ ہی دستخط لئے جاتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ جب بھی 161 کے بیانات تحریر کئے جائیں تو اس پر بیان دینے والے کا انگوٹھا اور اس کے signature کا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ عدالت میں جاکر اس کی بہتر رہنمائی کی جا سکے اور آئندہ اگر اس بیان میں کوئی غلطی بھی ہو تو وہ بندہ اس کی ذمہ داری بھی قبول کرے۔

جناب والا! تیسرا! دفعہ 173 کے تحت چالان عدالت میں submit کیا جاتا ہے تو اس میں قانونی طور پر ایک بڑا خلاء ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت زیادتی ہے جسے خانہ نمبر 2 کا نام دیا گیا ہے۔ کچھ ملزمان ایسے ہوتے ہیں جن کو بے گناہ قرار دے دیا جاتا ہے لیکن ان کو خانہ نمبر 2 میں رکھ کر چالان عدالت میں submit کیا جاتا ہے۔ان لوگوں کا کوئی گناہ نہیں ہے ان کا کوئی قصور نہیں ہے اگر پولیس اپنی تفتیش میں اس بات کو interrogate کرتی ہے کہ فلاں بندہ اس مقدمے سے یا اس پرچے میں بری الزمہ ہے تو اس کو خانہ نمبر 2 میں رکھ کر چالان submit کرنے کا کوئی تک نہیں بنتا اس سے اس بندے کے لئے بے شمار مسائل سامنے آتے ہیں۔ایک تو وہ خواہ مخواہ کی پیشیاں بھی بھگتتا ہے اور اکثر جو heinous قسم کے جرائم ہوتے ہیں ان میں وہ بے چارہ دو تین سال کے لئے جیل کی ہوا بھی کھاتا ہے۔اس میں تبدیلی کے لئے میں سفارش پیش کروں گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ملک صاحب wind up کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اشتمال اراضی: جناب والا! میں wind up کر رہا ہوں۔ میں پہلے ہی اس طرف چلا گیا ہوں مجھے پتا ہے کہ وقت کی قلت ہے۔Change of investigation جو ہے پولیس آرڈر 2002 میں رول (6)18 کے تحت ایک اس میں compulsion کی گئی ہے کہ جو پہلا investigation officer ہو گا اس کی تفتیش جب تک وہ رپورٹ مرتب نہیں کر لیتا اس وقت تک تفتیش کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی ملزم کا یا مدعی کا کسی تفتیشی آفیسر پر شبہ ہو کہ وہ اس کے ساتھ ڈنڈی مارتا ہے یا اس کی تفتیش کو properly take up نہیں کر رہا تو یہ اس کا بنیادی حق ہے کہ اس کی تفتیش کو تبدیل کیا جائے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو سیکشن (6)18 کے تحت compulsion کی گئی ہے کہ پہلا تفتیشی پہلے تحریری رپورٹ ضرور submit

کرے گا اس کے بعد تفتیش تبدیل کی جائے گی۔اس میں بھی جناب والا! تبدیلی ہونا نہایت ضروری ہے۔آخری بات میں wind up کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ پولیس ریکارڈ میں جب آپ ایس ایچ او کے پاس جائیں تو اس کے پاس دو رجسٹر موجود ہوتے ہیں ایک کو رجسٹر نمبر 25 کا نام دیا جاتا ہے دوسرے کو رجسٹر (ب) کے نام سے رجسٹر نمبر 9 کے نام سے پکارا جاتا ہے۔پولیس کی کارکردگی تھانہ reforms جو آپ کا آج کا topic ہے اگر اس میں جائیں تو یہ دو رجسٹر انتہائی مؤثر اور اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ان کے اندر وہ تمام لوگ جو اس تھانہ کی حدود کے اندر رہتے ہیں ان کا ریکارڈ،ان کا لوگوں کے ساتھ رویہ ان کی پچھلی ہسٹری بھی موجود ہوتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو ہمارے جو higher officials ہیں جیسے ڈی پی او اور ڈی آئی جی رینک کے جو لوگ ہیں اور یہ ان کا محکمانہ معاملہ ہے۔اس میں اگر اپنے ایس ایچ او کو اس رجسٹر کو affective کرنے کے لئے کہیں تو اس سے بھی ان کی انفارمیشن میں بہتری آسکتی ہے۔آپ کا بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: راجہ محمد شفقت خان عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں۔اس میں یقیناً ایک اچھی بات ہے کہ پولیس کا رویہ پولیس کا کلچر، تھانے کے رویے کو ٹھیک ہونا چاہئے۔یقیناً اس سے متعلق تمام ترگارنٹی پاکستان کے آئین میں بھی درج ہے۔یہ جو پولیس آرڈر بنایا گیا ہے اس میں بھی بہت سی باتیں دی گئی ہیں۔اگر پولیس والا تشدد کرتا ہے تو اس کی سزا پانچ سال ہو گی۔کوئی پولیس والا اگر غلط پرچہ دیتا ہے تو اس کی سزا کیا ہو گی؟ کوئی پولیس والا misconduct کرتا ہے کسی گھر میں غیر improper طریقے سے search کرتا ہے تو اس کی یہ سزا ہو گی اور یہ ساری چیزیں پولیس آرڈر کا حصہ ہیں۔اس کے علاوہ وہ ایجنسیاں جو پولیس آرڈر کے تحت جیسے پبلک سیفٹی کمشن اور police complaint authority یہ ساری چیزیں mention ہیں لیکن ان پر عملدرآمد کی بات ہے اگر ان پر عملدرآمد ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان چیزوں کی پھر ضرورت نہیں ہے۔CRPC انگریز آج سے سو سال پہلے ہمیں اپنا ضابطہ دے کر گیا آج بھی ہم اس پر چل رہے ہیں۔اگر وہ بھی آج یہاں نہ ہوتا تو یہاں پر ابھی قبائلی نظام ہوتا۔انہوں نے اس وقت بھی CRPC میں لکھ دیا تھا کہ اگر کوئی ملزم گرفتار ہو گا تو within 24 hours اس کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔اس ایک شق کو بھی اگر آپ لے لیں اس پر ہی اگر عملدرآمد ہو جائے یہاں پر لوگوں کی جو بے عزتیاں ہوتی ہیں، کئی کئی ہفتے لوگ غیر قانونی طور پر حراست میں رکھے جاتے ہیں

جن کی گرفتاریاں ظاہر نہیں کی جاتیں تو وہ معاملہ حل ہو جائے۔پاکستان کا آئین بھی احترام آدمیت کی بات کرتا ہے،dignity of human beingکی بات کرتا ہے اس میں بھی اس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ سرکار کوئی ایسا عمل نہیں کرے گی،کوئی ایساactionنہیں لیا جائے گا جو detrimental to his life or body or reputationکی ہو گی لیکن یہ ساری باتیں کاغذوں میں ہیں،کتابوں میں ہیں۔اصل بات ان پر عملدرآمد کی ہے۔اگر اس پر عملدرآمد ہوا ہوتا تو شاید چیف منسٹر صاحب کو مزید خواب دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔انہوں نےreformsکرنے کے حوالے سے جو یہ خواب دیکھا ہے۔ایف آئی آر کے لئے چار پانچ جگہ پر موقع دیا جا رہا ہے کہ وہاں پر ایف آئی آر درج کی جائے۔یہ ایک اچھی تجویز ہے لیکن بات عملدرآمد کی ہے۔اس سلسلے میں، میں آپ کو اپنے حلقے کی مثال دوں گا کہ مقامی ناظم کوٹلی ستیاں جبارستی کو قتل کے مقدمے میں ملوث کرنے کے لئے کوٹلی ستیاں کے ڈی ایس پی نے پانچ افراد کو دس دن تک ناجائز حراست میں رکھا۔ایک آدمی کی منگنی نہیں ہو رہی تھی اس نے دو آدمیوں کو قتل کر دیا اس قاتل کو وہ جا کر کہتا ہے کہ آپ فلاں فلاں آدمی کا نام لیں ہم آپ کی منگنی بھی کروا دیں گے، ہم آپ کا راضی نامہ بھی کروا دیں گے تاکہ جبارستی کے خلاف بیان لیا جا سکے اور ان پانچ افراد کے علاوہ جبارستی کو بھی ناجائز حراست میں رکھا گیا۔اس کے بعد ایس پی (راولپنڈی) کے سامنے مذکورہ افراد کو پیش کیا گیا جب انہوں نے ناجائز حراست میں رکھنے کے باوجود جبارستی کے خلاف بیان نہ دیا جس پر ان کو انہیں چھوڑنا پڑا۔

جناب چیئرمین: آپ اصلاحات کی بات کریں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں اصلاحات کی بات کر رہا ہوں۔آئین یہ کہتا ہے کہ ناجائز گرفتاریاں نہیں ہونی چاہیئں،ہراساں نہیں کرنا چاہیئے پولیس مقابلے بھی نہیں ہونے چاہیئں تو میراgrievanceیہ ہے کہ ایک معاملہ جو ڈی پی او راولپنڈی کے سامنے رپورٹ ہوا،ایک معاملہ جو آئی جی کے سامنے رپورٹ ہوا،ایک معاملہ جو ڈی آئی جی راولپنڈی کے سامنے بھی رپورٹ ہوا لیکن اس کے باوجود کوئی شنوائی نہیں ہے تو یہ جو خواب دیکھ رہے ہیں خالی خواب ہی رہ جائیں گے جب تک ان پر عملدرآمد نہیں ہو گا۔سو سال پہلے انگریز جو ضابطہ دے کر چلا گیا ہم اس پر بھی اگر خلوص نیت سے عمل کریں تو بڑیimprovementہو سکتی ہے۔ impolite behaviourکے متعلق عرض کروں گا کہ اگر ہماری پولیس جیسے"P" for politeہو جائے اور

"I" for intelligentاور"L" for loyal،ہو جائے"O" for obedient ہو جائے اور"C" for civilizedہو جائے۔اگر یہ ہو جائے تو ہمارے سارے معاملات ٹھیک ہو سکتے ہیں لیکن جب تک ہم اپنی اس پولیس کو احترام آدمیت نہیں سکھاتے یہ معاملات اسی طرح رہیں گے۔رہ گئی یہ بات کہ پولیس آرڈر کی اچھی باتوں پر عملدرآمد ہونا چاہئے باقی کو ہم تبدیل نہیں کر سکتے۔یہ جو خواب دیکھا ہے کہ آپ لوگوں کو 5 مقامات پر یہ حق دینا چاہتے ہیں کہ وہ ایف آئی آر درج کرا سکیں اس کوmisuse نہیں ہونا چاہئے اس پرcounter checkہو۔اس کے علاوہ میں ایک اور بات دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے علاقے کی پوری یونین کونسل(لتراڑ) کہتی ہے کہ proclaimed offenderنے خود اپنے آپ کو مارا لیکن ہمارے اس ڈی ایس پی نے پولیس مقابلے کا نام دے دیا۔

وزیر محنت وافرادی قوت: جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی،نون صاحب!

وزیر محنت وافرادی قوت: جناب چیئرمین!یہ پولیس نظام کی خامیوں خوبیوں کی بات کریں، یہ کوٹلی ستیاں سے ہی باہر نہیں نکل رہے۔میری گزارش ہے کہ آپ انہیں تنبیہہ کریں۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں، شکریہ۔جی،شفقت عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین!میں کہہ رہا ہوں کہ proclaimed offenderخود اپنے آپ کو گولی مارتا ہے۔اس کیhead moneyکے لئے وہ ڈی ایس پی کہتا ہے کہ ہم نے اسے مارا۔وہ50لاکھ حاصل کرنے کے لئے اسے پولیس مقابلے کا نام دیتا ہے تو وہاں پولیس کی اصلاح کس طرح سے ہو گی۔میں اس حوالے سے دوسری بات کرتا ہوں کہ بہت باتیں کرتے ہیں کہ ہم تھانہ کلچر ٹھیک کریں گے۔میں نے اس اسمبلی میں3 سال پہلے تھانوں کو بہتر کرنے کے لئے معاوضے کے قانون کا بل پیش کیا تھا، torture Compensation Billاس Torture Compensation Billپر یہاں on the floor of the House میرے بھائی پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کہا تھا کہ بل کے لئے حکومتcommittedہے، پنجاب حکومت پولیس ٹارچر کا خاتمہ چاہتی ہے۔ہمارا آئین بھی ٹارچر کو منع کرتا ہے اور پولیس آرڈر بھی تشدد کو منع کرتا ہے اور اس پولیس آرڈر کے تحت اس کی سزا5 سال ہے۔اس صورت میں کہا تھا

کہ ہم اپنا بل لے کر آئیں گے اور آپ کا بل pending کرتے ہیں۔اگر حکومت واقعی serious ہے تو حکومت پنجاب کے شہریوں کو یہ حق دے کہ جو پولیس والا ان کے ساتھ misconduct کرے گا، کوئی violence کرے گا، mental or physical torture کرے گا، ان کو right of compensation دیں، ساری کی ساری پولیس کی تنخواہیں ضبط ہوں گی تو معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔بہت مہربانی

جناب چیئرمین: جی، ملک محمد احمد خان!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! Thank you very much. To my knowledge and what I have on the agenda general یہ جو آج discussion کے لئے the honourable minister admitted to give time اس کا جو آج subject تھا وہ تھا نہ and the Chair decided about it. reform proposals پر تھا اور جو گورنمنٹ نے اس پر respond کیا that was the Chief Minister's initiative for improvement of Police Stations.

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 3:45 تک بڑھایا جاتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: I was quite interested کہ یہ ایک ایسا important issue ہے کہ جس میں ہم ایک نئی نہج کی طرف جا رہے ہیں، یہ قانون وہ ہے جو ہماری بساط میں نہیں، ہم اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ Neither we can touch Penal Code, nor we can look into Cr.P.C. یہ ضابطہ وہ ہے جو Sixth Schedule کا حصہ ہے اس کے اندر amendment without prior consent of the President ہم لا نہیں سکتے۔پولیس وہ ہے جس کے اوپر فیڈرل گورنمنٹ کی encroachment ہو گی۔پولیس آرڈر 2002 کے ذریعے وہ provincial subject نہیں رہا، وفاق کا معاملہ بن گیا تو لاء منسٹر چیئرمین کے فیصلے کے بعد یہ Chief Minister;s initiative لے کر آئیں گے تو How can he be able to justify himself? جب ممبرز proposals لے کر آئیں گے اور اپنے facts and figures کے ساتھ بات کریں گے، جب رانا ثناء اللہ کی write کام کرے گی، رانا آفتاب خان کی جو all the time eagerness ہوتی ہے وہ لے کر اپنی proposals دیں گے تو How the Law Minister will respond to it? And I was looking

into it.

میں دیکھ رہا تھا۔

Abid Chattha can end up with the proposals. He lacked interest.

اس نے ایک اچھی پیچ پر آکر تھوڑی دیر بعد اپنی بات کو چھوڑ دیا۔

He is my colleague and I will say this on his face. Ahmad Saeed can end up with the very concrete solutions but he went into the legislative issues which are not even in our purview, not even in our ambit, discussion

کس بات پر تھی جس پر رانا ثناء اللہ صحیح شروع ہوئے۔ بات کو لے کر چلے وہیں چھوڑا۔ ایک political edge ہے، political edge کیا ہے کہ encroachment ہوئی، پولیس کو federal subject بنادیا گیا وہ اس گورنمنٹ کے آنے سے پہلے ہوئی۔

That was according to the idea which National Reconstruction Bureau had in 2000. This is the book of it. In May 2000 National Reconstruction Bureau, the then Gen. Naqvi had the proposal of devolution and responsibility.

اس devolution and responsibility کی انہوں نے May 2000 کے اندر جو green book چھاپی، اس بک کے اندر انہوں نے ایک legislative study conduct کرائی، then there was no parliament enactment اس وقت نہ فیڈرل گورنمنٹ تھی، نہ نیشنل اسمبلی، نہ سینیٹ اور نہ پروونشل اسمبلیاں، کوئی بھی نہیں تھی اور ایک legislative enactment conference ہوئی کہ اس پر ہم قانون سازی کریں گے کیا۔ For me it was an initiative taken by the Treasury Benches کہ پولیس پر discussion ہو اور، Administrative Reforms پر یہ جو

Procedural Administrative Reforms ہوتی ہیں ان کی حد تک درست بات ہے۔ Law Minister will be fair enough. جو انہوں نے کہا ہے کہ میں دو منٹ میں conclude کر دوں گا، very right, he can just stand up and say کہ جتنی بات ہوئی ہے، ایسے ایسے ایسے، یہ ہمارے ambit میں نہیں آتی and that's all ہم تو and that's very Administrative Procedural Reforms کی بات کر رہے ہیں right. Administrative Procedural Reforms میں یہی وہ تھانہ کلچر ہے جہاں پر جناب لاء منسٹر! آپ نے پولیس کو نکیل ڈالنی ہے، You have to یہاں پر بات ہو گی تو رویوں کی بات ہو گی۔ میں کوئی jurist نہیں، میں کوئی draftsman نہیں ہوں جو قانون کو لکھ کر دوں گا، میں کوئی ایسا pin pointing enthusiastic subject law-knowing student نہیں ہوں جس نے آپ کے سامنے لا کر پوری database رکھ دینی ہے اور ABC بتانی ہے اور ہم نے اس میں پڑھ کر بتانا ہے کہ دن میں نماز پانچ وقت پڑھی جاتی ہے، No sir, not at all. ہم نے as leaders of the nation ہم نے as representatives of the nation آپ کو broad prospective میں ایک broad line provide کرنی ہے جس کے بعد demarcation کرنا آپ کا کام ہے۔ پولیس کو کس stage پر رکھتے ہو۔ initiative آپ دے رہے ہو، آپ نے 20۔ارب روپے کا initiative according to the whatever the information we had and according to the Annual Development Programme. اس 20۔ارب روپے کے بدلے میں تھانہ کلچر کی reforms یا چیف منسٹر کے initiative کو آپ پکا کریں، پر کیسے کرو گے؟ Home Department کے ماتحت یہ نہیں، indigenous body یہ بن چکے، آپ ان کی investigation skills کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں گے؟ آپ کی اس Parliament کا ایک tenure ختم ہو چکا ہے You don't have the right. یہ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ لاء منسٹر کے skills ہیں، کہ he covers up the police and brings them here and let them sit and let them listen کہ یہ آپ کر کیا رہے ہیں اور چیف منسٹر کی اس گورنمنٹ کی رٹ ہے کہ جو پولیس کو آپ کے ساتھ ساتھ چلا رہی ہے، نہیں تو اس developed programme کے تحت تو آپ کے پاس ان سے یہ پوچھنے کا اختیار نہیں کہ تم نے اپنا ایس ایچ او کیسے بدلا؟ آپ کے پاس یہ اختیار نہیں۔ یہ بات سچ کی ہے اور ہم اس floor پر جھوٹ نہیں بول سکتے۔ IGP, Additional I.G. of the

یہ Investigation, Additional I.G. the person who was sitting here سب سے بڑی academic study کے اندر involve رہے۔ یہ Royal College گئے، یہ Harvard University گئے، انہوں نے Police Reforms پر ایک پیپر compile کیا۔ Police Reforms پر اصغر ندیم کا جتنا کام ہے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں یہ دو چار لوگ ہیں جنہوں نے Police Reforms پر کام کیا۔ But they were never been able to come up with the proposed plan. کہ proposed plan ہے کیا؟ ابھی احمد سعید نے دفعہ 18(6) کی بات کی تو میں چیئر کی رولنگ چاہوں گا کہ دفعہ 18(6) کے مطابق جب تک first investigation by the police station of the concerned area جہاں پر وہ کیس ہوا ہے۔ اگر investigation skills کے مطابق وہ پورا نہیں کر رہا تو 18(6) اس پر binding کیوں دے رہا ہے۔

What is 18(6)? What is Rule 11(3) of the Police Order 2002?

جناب عالی! میری آپ سے صرف اتنی گزارش ہے کہ آج ہم نے یہاں پر جتنی بھی سفارشات مرتب کیں۔ Abid said the right thing کہ consolidation of laws کی بات کرنی چاہئے۔ We have known it. یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس کے لئے بہت زیادہ سر کھپانا پڑے۔ If we just look into the Kamal Sannies that We know the Brikanian laws; is what جو ہمارے اور انڈیا کے پاس اکٹھا تھا; وہ کیا تھے We know the era of Muslim rule. اور آئین اکبری آیا۔ آپ دیکھیں کہ کتنے عرصے کے بعد، 900/800 سال گزرنے کے بعد آئین اکبری، اس کے بعد آپ کے پاس British Rule میں یہ سی آر پی سی آ گئی اور سی آر پی سی کے ڈیڑھ سو سال بعد پولیس آرڈر 2002 آ گیا جو کہ totally volatile of the Constitution of Pakistan ہے۔ I say it standing on the Government Benches that آپ کی اس حکومت کے لئے جتنی مشکلات پولیس آرڈر 2002 نے پیدا کر دی ہیں آپ کے ڈسٹرکٹس independent tiers جا چکے ہیں، آپ کے Superior Police Officers کا پولیس پر کنٹرول بالکل نہیں رہا۔ یہ تو اس چیف منسٹر کی رٹ آف دی گورنمنٹ ہے، یہ میں کوئی نمبر شمبر بنانے کے لئے بات نہیں کرتا، جیسے پیچھے دوستوں نے بات کی یہ تو writ of the Government on the apparent face of it کہ یہ جو کر رہے ہیں یہ اپنی حکومت کے اس آسرے کے ذریعے کہ چیف منسٹر بیٹھا

اے آئی جی پی داسر نہ لے لے، چیف منسٹر بیٹھا اے فلانے ڈی پی او نوں نابدل دے۔ صرف ان بنیادوں پر یہ کام چل رہا ہے جناب، نہیں تو پولیس آرڈر2002 آپ کو بالکل paralyse کر دیتا ہے، scrap کر کے باہر پھینک دیتا ہے۔ میری آپ سے صرف یہ گزارش ہے کہ تھانہ environmental culture کے reforms کے لئے آپ نے جو بات کی ہے، That is very right پیسا ان کو دو، دینا چاہئے۔ پولیس سٹیشنز کی تعداد بڑھاؤ، یہ پڑھ کے خود شرمندگی ہو رہی ہے۔ 162 police stations وہ بھی unsatisfactory، کتنی rented buildings الامان الحفیظ، 90 majority فیصد تھانوں پر آپ کی گورنمنٹ خود مطمئن نہیں ہے۔ اس کو بڑھانے اور ٹھیک کرنے کے لئے آپ نے 20۔ارب روپیہ دے دیا لیکن جناب! ایک چیز پر تھوڑا سا غور فرمالیں۔ ایریا آپ کا نہیں، subject آپ کا نہیں ہے گورنمنٹ آپ کو پیسا دے رہی ہے۔ اس کے بعد آپ پولیس کے رویوں کی اور political manage کی بات کریں۔ آپ کے پاس پولیس کے رویوں کو درست کرنے کے لئے صرف واحد چیز یہ ہے کہ یہاں پر میرے ایک دوست نے کوٹا سسٹم کا کہا۔ یہ کوٹا سسٹم کیا ہے۔ میں اگر اس علاقے کا منتخب نمائندہ ہوں اور میں چھ لوگوں کو دوں گا تو میرے اوپر ایک چیک ہو گا۔ میں یہ بات سوچ سمجھ کر کروں گا کہ میں پولیس کی بھرتی کے لئے کس آدمی کا نام دے رہا ہوں۔ میں کسی چور اور اچکے کا نام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے اوپر عوامی ذمہ داری ہے۔ اس سے بڑا چیک اور کیا ہو سکتا ہے کہ میں نے ہر چار سال کے بعد اسی عوام سے دوبارہ ووٹ لینے کے لئے جانا ہے۔ ہم پر تو پہلے ہی اس سسٹم کا حصہ جس پر ایک چیک کا نظام لگا ہوا ہے باقی جن لوگوں کو چیک کرنا ان کو کیجئے۔

> Whatever the Law Minister has done that is very daring and I would repeat it that the step which he has taken is out of his ambit. I would request him to continue with it. These Legislators will stand up for him and they will say for it

کہ کرو اور ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ Thank you very much

جناب چیئرمین: شکریہ۔ پیر مختار شاہ صاحب!

مخدوم سید محمد مختار حسین: جناب سپیکر! پولیس ریفارمز پر بات ہو رہی ہے۔ ہم لوگ فیلڈ میں

کام کرتے ہیں اور جو مسائل ہمارے سامنے آتے ہیں وہ عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے صورتحال یہ ہے کہ ایف آئی آر کے متعلق تمام حکومتیں کہتی ہیں کہ ایف آئی آر درج ہونی چاہئے جو آدمی بھی آئے اس کی ایف آئی آر درج ہونی چاہئے لیکن عرض یہ ہے کہ جب ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے تو پھر وہ جھوٹا مقدمہ ہو تو خارج ہو جاتا ہے لیکن اس پر غریب آدمی کا اتنا خرچہ ہو جاتا ہے اور لمبا عرصہ لگ جاتا ہے۔ میری تجویز ہے کہ ایف آئی آر درج کرنے سے پہلے انکوائری ہونی چاہئے۔ حکمران حکم دیتے ہیں کہ ایف آئی آر لازمی درج ہونی چاہئے لیکن ایف آئی آر سے پہلے انکوائری لازمی ہونی چاہئے۔ اس انکوائری میں جھوٹ سچ کا کم از کم تعین ہونا چاہئے اور اس کے بعد ایف آئی آر درج ہونی چاہئے۔ اگر صحیح افسر ہے تو پچاس فیصد غلط پرچے نہیں ہوں گے۔ ایف آئی آر درج ہونے کے بعد اس کو خارج کروانے کے لئے کہ ایک لمبا process ہے اور غریب آدمی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

جناب والا! دوسری عرض یہ ہے کہ انھوں نے تفتیش کا سسٹم اور watch and ward الگ کر دیا ہے۔ اس میں پہلے ایف آئی آر درج کروانے پر لوگوں کے اخراجات ہوتے ہیں اور پھر بعد میں تفتیش میں لوگ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ اس کے بعد عرض یہ ہے کہ تفتیش تبدیل کروانے کا سسٹم جو انھوں نے رکھا ہے وہ بھی انتہائی مشکل ہے۔ ڈسٹرکٹ میں تفتیش تبدیل کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ڈسٹرکٹ میں ایک بار تفتیش تبدیل ہونے کی کوئی گنجائش ہونی چاہئے۔ یہ بھی بہت مشکل ہے کہ غریب لوگ لاہور آ کر درخواست دیں اور اس کے بعد نیچے بورڈ بنے اور لمبا process ہو اور بے گناہ آدمی جیل میں پڑا رہے یا پولیس کی حراست میں رہے، ریمانڈ میں رہے تو یہ غلط ہے اس لئے تفتیش کے سسٹم میں مقامی طور پر بہتری ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میری تیسری گزارش یہ ہے کہ ڈی ایس پی رینک کے جو حضرات اوپر جاتے ہیں۔ ان میں سے 90/80 فیصد لوگ کرپٹ ہوتے ہیں۔ ان کو انسپکٹر تک روکنا چاہئے اور پبلک سروس کمشن کے ذریعے اے ایس آئی آنے چاہئیں۔ اس طرح پڑھے لکھے لوگ آگے آئیں گے، اچھے مقابلے کے ساتھ آئیں گے تو بہتری ہو گی۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہوئی ہے کہ جو پولیس والا سپاہی سے اے ایس آئی اور انسپکٹر بنا ہے۔ اس کی کارکردگی ناقص ہے اور جو ڈائریکٹ پبلک سروس کمیشن سے چاہے اے ایس آئی بھرتی ہوا ہے یا سب انسپکٹر آیا ہے۔ اس کی کارکردگی نسبتاً ان سے

بہتر ہے۔ اس لئے ان کو بہتر کرنے کے لئے پبلک سروس کمشن کے ذریعے ریکروٹمنٹ ہونی چاہئے۔

جناب والا! میری آخری عرض یہ ہے کہ جس طرح ہمارے باقی سسٹمcollapse کر رہے ہیں حقیقتاً پولیس کا سسٹم بھیcollapse کر رہا ہے۔ان کا موقع پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ ان کا آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔ جو قانون عوامی نمائندے بنا کر بھیجیں گے وہ چلے گا۔یہ جنرل نقوی کاintroduce کیا ہوا سسٹم ہے۔اس جنرل نے جس طرح باقی سسٹم تباہ کئے ہیں اسی طرح یہ پولیس کا سسٹم بھی تباہ ہو رہا ہے۔جب تک یہ جرنیلوں کے ہاتھ میں رہے گا اور عوامی نمائندوں کا سسٹم نہ ہو گا تو یہ سسٹم تباہ ہوتا رہے گا اور ختم ہوتا رہے گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، راجہ بشارت صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب چیئرمین! شکریہ سب سے پہلے میں اپنے تمام بھائیوں کا جنھوں نے حکومتی بنچوں سے اور اپوزیشن بنچوں کی طرف سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مثبت تجاویز دیں، ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حکومت کے، وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الہیٰ صاحب کےinitiative کو یہاں پیش کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ اس پر بحث ہو۔ اس وقت ہم نے جو تجاویز دی ہیں ان میں سے کچھ پر عملدرآمد شروع ہو چکا ہے اور کچھ پر عملدرآمد ہونا ہے تاکہ ان میں مزید بہتری لائی جا سکے۔آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ابتداء میں بھی یہ کہا تھا کہ مثبت تنقید کو تنقید برائے اصلاح لیں گے نہ کہ صرف تنقید برائے تنقید لیں گے اس لئے جن دوستوں نے اچھی اور مثبت تجاویز ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر بھرپور طریقے سے عمل کیا جائے گا اور میں یہ بات ہاؤس میں بھی دہرانا چاہتا ہوں اور ہاؤس سے باہر بھی میں نے دوستوں سے بات کی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تجاویز جو اس ہاؤس میں آئی ہیں۔ ان کی روشنی میں جو تجاویز مرتب ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس ہاؤس سے باہر بیٹھ کر بھی ان سے مشاورت کریں گے اورincorporate کرنے کی کوشش کریں گے اور جو بھی اس سسٹم کی بہتری کی بات ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو ضرور اپنائیں گے۔

جناب چیئرمین! میں یہاں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں سب سے پہلا ابہام جوcreate کیا گیا کہ یہ شیڈول 6 میں ہے۔یہ پولیس آرڈر کے حوالے سے ہے۔ میں ان بھائیوں سے صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم بات جو مرضی کرتے رہیں لیکن یہ تین چار صفحے جو ہم

نے دیئے ہیں۔اس میں سے کوئی ایک recommendationاٹھا کر میرے ساتھ بات کر لیں کہ جو اس بات کے آڑے آتی ہو کہ اس پر ہم عملدرآمد نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین:لودھی صاحب!ذرا بات سن لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:جناب چیئرمین!میں ایک ایک کر کے recommendations پڑھوں گا اور بتاؤں گا۔اس معزز ایوان میں بیٹھا ہوا کوئی بھائی یہ پوائنٹ آؤٹ کر دے کہ اس کے لئے ہمیں شیڈول 6 کی کوئی پابندی ہے اس کے لئے ہمیں صدر پاکستان کے پاس جانا پڑے گا،اس کے لئے ہمیں وفاقی حکومت کے پاس جانا پڑے گا۔سب سے پہلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں ہم نے پولیس سٹیشن کے فنکشن دیئے اور اس کے بعد ہم نے کہا کہ complaints of the public کیا ہیں کہ ایک عوام کو پولیس سے کیا شکایات ہیں؟impolite behaviour ہے اب اگر عوام کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ پولیس کا ان کے ساتھ رویہ ٹھیک نہیں ہے تو اس رویے کو درست کرنے کے لئے کیا ہمیں قانون سازی کی ضرورت ہے؟اس کے بعد non registration of FIR کی بات کی ہے کہ ایک عام آدمی کو اگر یہ شکایت ہے کہ وہ تھانے میں جاتا ہے اس کا پرچہ درج نہیں کیا جاتا تو اس کو ایک سسٹم کے اندر لانے کے لئے کیا ہمیں کسی آئینی یا قانونی ترمیم کی ضرورت ہے؟ہم نے پولیس کا callous attitude لکھا ہے اب callous attitude کو بہتر کرنے کے لئے ہمیں کس امنڈمنٹ کی ضرورت ہے؟اس کے بعد inconvenience at 'nakkas' لکھا ہوا ہے، شیخ اعجاز صاحب نے بات کی کہ اگر کوئی پولیس والا کسی سے ناکے پر ایک درست رویہ اختیار نہیں کرتا اور اس رویے کو ہم ٹھیک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں کونسی آئینی ترمیم چاہئے؟اس کے بعد illegal detentions کی بات ہے کہ اگر تھانے میں کسی کو illegally detain کیا جاتا ہے تو اس کو lock up میں سے نکالنے کے لئے اور illegal detention میں رکھنے والے ایس ایچ او کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے ہمیں کون سا صدر پاکستان کے پاس جانا پڑ رہا ہے یا شیڈول 6 کی بات آ گئی یا وہ بات آ گئی جو ایک انہونی بات ہے جو ہم کرنے جا رہے ہیں یا لاء منسٹر اس کا کیا جواب دے گا؟میں کہتا ہوں کہ کوئی ایک ممبر پوائنٹ آؤٹ کر دے۔اس کے بعد torture کی بات کی گئی،اب ایک تھانے میں کسی شریف شہری پر torture ہوتا ہے اور اگر ہم یہ ensure کرنا چاہتے ہیں کہ torture نہیں ہو گا تو اس میں کون سی ہمیں آئینی ترمیم کی ضرورت ہے؟اس کے بعد fake encounters ہے اگر حکومت اس کو discourage کرتی ہے کہ یہ جو

جعلی پولیس مقابلے ہیں، نہیں ہونے چاہیئں اس کے لئے ہمیں کونسی آئینی ترمیم کی ضرورت ہے؟ اس کے بعدpatronizing crimeہے، جو ہمارے پولیس آفیسر جرائم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اگر ہم ان کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کسی آئینی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔اسی طرح کرپشن کو روکنے کے لئے اگر ہم اقدامات کرتے ہیں تو ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔یہ وہ شکایات تھیں جو ایک عام آدمی کو پولیس سے ہیں، ہم نے ان کو یہاںchalk upکیا۔جب ہم ایک سسٹم کو بہتر کرنا چاہتے ہیں اور وہ شکایات جو کہ عوام کی حقیقی شکایات ہیں ان کو دور کرنا چاہتے ہیں تو ہم نے ساتھ دیکھا کہ پولیس کے مسائل کیا ہیں، ہم نے ان کو بھی یہاں پرchalk upکیا۔سب سے پہلے ہم نےlack of job securityکے متعلق لکھا۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت مزید دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! چار بجے تک بڑھادیں۔

جناب چیئرمین: چار بجے تک ٹائم بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! ہم نے پولیس کیlack of job securityکی بات کی۔کون سا میرا بھائی اس بات کی تصدیق نہیں کرے گا کہ کوئی پولیس افسر جو سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دوران اگر خدانخواستہ وہ کسی مقدمے میں ملوث ہو جاتا ہے تو اس کوsuspendکر دیا جاتا ہے۔یقین کیجئے اس کے بچوں کو روٹی دینے والا کوئی نہیں ہوتا، اس کے پاس وکیل کرنے کے لئے پیسے نہیں ہوتے۔اسی طرحfinancial stressہے، تنخواہیں کم ہیں یہ ان پر پریشر ہے۔ extended working hoursجس کی سب نے بات کی کہ صبح سے لے کر شام تک ڈیوٹی کرتے ہیں اورproblem in getting leaveہے اور ہمارے دوستوں نے کہا کہ چھٹی کا ان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔یہیں سے دوستوں نے کہا کہ آفت میں لوگوں کو چھٹیاں دی جاتی ہیں اور پولیس کی چھٹیاں منسوخ کر دی جاتی ہیں۔اسی طرحlittle emphasis on welfareہے یعنی کوئی ہسپتال نہیں ہے، کوئی سکول نہیں ہے، کچھ دوستوں نے بات کی کہ ان کے پاس ٹرانسپورٹ کی کمی ہے۔lack of health facilitiesکے متعلق دوستوں نے کہا کہ ان کے پاس ہسپتال نہیں ہیں، ان کے بچوں کے علاج کے لئے ان کے پاس سہولیات نہیں ہیں۔اسی طرح تھانوں کیdilapidated buildingsکی بات کی گئی یہ وہ مسائل ہیں جن کا پولیس کو سامنا تھا تو جنرل پبلک کے مسائل اس کے ساتھ پولیس کے مسائل کو سامنے رکھ کر ہم نے وہ سفارشات دیں

جن پر ہم عملدرآمد کر سکتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں کسی آئینی یا قانونی پیچیدگی درپیش نہیں ہے۔

جناب چیئرمین!اب improvement in working environment at Police Stations ہے اس کے لئے ہم نے یہ تجویز کیا ہوا تھا اور انشاء اللہ تعالیٰ پریکٹیکلی ہم کر بھی رہے ہیں کہ تھانوں میں بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں ہے، تھانوں میں مناسب فرنیچر نہیں ہے، تھانوں میں مناسب بجلی نہیں ہے، تھانوں میں ٹائیلٹس نہیں ہیں، تھانوں میں سفیدی نہیں ہے اور دیواریں گری ہوئی ہیں اگر ان کو ہم بہتر کرنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس کے بعد improvement in service conditions of Police Officers ہے جس طرح میں نے job security کی بات کی تو اگر ہم اس کو تحفظ دینا چاہیں اور ہم یہ کہیں کہ ڈیوٹی کے دوران خدانخواستہ کسی پولیس افسر کے خلاف کسی جرم میں کیس ہو جاتا ہے تو حکومت یا محکمہ اس کے اخراجات برداشت کرے گا تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اسی طرح reducing work-load and stress management ہے، اسی طرح improvement in attitude of Police Officers ہے ان کی ٹریننگ کے لئے بات کی گئی وہ ہم کروانا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے ہم welfare measures کرنا چاہتے ہیں۔ emphasis on training کی یہاں میرے بھائی نے بات کی۔ ہم پولیس کو جو وسائل دے رہے ہیں اس میں سب سے زیادہ stress اس بات پر کر رہے ہیں کہ پولیس کے جو ٹریننگ انسٹیٹیوشنز ہیں ان کی حالت کو بہتر کیا جائے اور ان کو اپ گریڈ کیا جائے تاکہ ان کو ایک مناسب ٹریننگ ملے۔ سروس کے دوران پھر ان کو ٹریننگ کے لئے بھیجا جائے، ان کے refresher courses کروائے جائیں تاکہ ان میں کوئی بہتری آ سکے۔ اس کے بعد ہم نے accountability کی بات کی ہے، اس کے بعد ہم improvement of image of Police کی بات کر رہے ہیں، role of police leadership کی بات کر رہے ہیں۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سارے وہ اقدامات تھے جو میں سمجھتا ہوں کہ بہت معمولی توجہ کے ساتھ یہ معاملات ہم حل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم یہ کر جاتے ہیں تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو پولیس کے رویے میں ایک واضح فرق نظر آئے گا۔

جناب چیئرمین!یہاں سب سے زیادہ بات ایف آئی آر کے حوالے سے ہوئی۔

میں انتہائی ذمہ داری کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایف آئی آر سے متعلق جن خیالات کا اظہار اس معزز ایوان میں کیا گیا اس کا سب سے بڑا ایڈووکیٹ میں خود ہوں۔ میں نے وہ تمام خدشات جن کا یہاں پر اظہار ہوا ان میں سے اکثر ایسے تھے کہ جن کو میں نے خود ایڈووکیٹ کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی۔ ایف آئی آر کی فری رجسٹریشن، mandatory registration of FIR کے بعد کے جو معاملات ہیں، میں اس معزز ایوان میں on the floor of the House اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ابھی اس میں بہت کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس میں بہتری کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔ اس کے لئے میں اپنے دوستوں کو اعتماد میں لینا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس subject کو ایک open for discussion, open to logic سمجھیں اور میں ہر وقت آپ کے ساتھ بیٹھ کر اس میں بہتری لانے کے لئے تیار ہوں اور جو آپ کی تجاویز ہوں گی، جتنی ایف آئی آر سے متعلقہ قباحتیں ہیں جن کا یہاں ذکر کیا گیا، اکثریت کے ساتھ میں اتفاق کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس کو بہتر کرنا چاہتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی مشاورت سے جس طرح آج اور اس سے پہلے یہاں کھل کر اس سلسلے میں بات کی، میں سمجھتا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ اس میں بہتری کی گنجائش موجود ہے اور بہتری ضرور آئے گی۔

جناب چیئرمین! یہاں اس حوالے سے بھی بات کی گئی کہ مزید رپورٹنگ سنٹرز کھولنے سے مسائل پیدا ہوں گے۔ میں یہاں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ بھی ایف آئی آر سے ہی متعلقہ ہے۔ جب ایف آئی آر کا issue ہم discuss کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس پر discussion کریں گے اور اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ زیادہ سنٹرز کے بنانے سے خدانخواستہ کوئی ایسا کرپشن کا اور غلط ایف آئی آر کے اندراج کا flood gate نہ کھلے ان تمام چیزوں کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم plug کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ یہاں میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایس ایچ اوز کی پوسٹنگ کے حوالے سے بات کی گئی اور دوستوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ایس ایچ اوز کی پوسٹنگ کے لئے criteria ضرور مقرر ہونا چاہئے۔ میں اپنے دوستوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی تجاویز کی روشنی میں اور جس طرح یہاں کچھ بھائیوں نے ایس ایچ اوز کی پوسٹنگ کے حوالے سے بتایا ہے کہ ضلع میں ایک لسٹ ہونی چاہئے اور اسی لسٹ میں سے ہی لوگ آنے چاہئیں اور وہ لسٹ بنانے کے لئے علیحدہ اور غیر جانبدار افسران جن کی credibility ہو وہ لسٹ مرتب

کریں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ کوشش کریں گے کہ ایس ایچ اوز کے لئے جو criterion بنایا جائے وہ ایسا criterion بنایا جائے کہ جس پر انتہائی اہل، ایماندار اور efficient لوگ سلیکٹ ہو کر آ سکیں تاکہ ان میں سے پھر آگے ہم ایس ایچ او لگائیں۔

جناب سپیکر! ایک تجویز تھی کہ جس سے میں اتفاق نہیں کرتا وہ تجویز یہ تھی کہ ایس ایچ اوز کو سلیکٹ کرنے کے لئے ایک پینل عوام میں سے بھی لیا جائے، جوڈیشری کے لوگوں سے بھی لیا جائے، پبلک سیفٹی کمیشن سے بھی لیا جائے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ پولیس ایک disciplined force ہے ان کا ایک اپنا طریق کار ہے اس میں باہر سے جب سلیکشن کے لئے لوگ آئیں گے تو اس میں کام کرنے میں کوئی رکاوٹ کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن within the police force انشاء اللہ تعالیٰ ہم ایک foolproof system evolve کرنے کی کوشش کریں گے کہ جس سے بہتر پینل سامنے لا سکیں۔

جناب سپیکر! شفٹ سسٹم سے تمام دوستوں نے اتفاق کیا کہ شفٹ سسٹم ہونا چاہئے اس سے اتفاق کرنے پر میں دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہاں پر investigation سٹاف کی ٹریننگ کی بات کی گئی۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ نہ صرف investigation staff بلکہ ہمارا دوسرا سٹاف جو ہے اس کی بھی ٹریننگ کا ایک مؤثر نظام لے کر آ رہے ہیں۔ میرا کوئی بھی بھائی اس بات سے اتفاق نہیں کرے گا کہ آج کا جو ایس ایچ او ہے اس سے آپ توقع کرتے ہیں کہ وہ کہیں پریڈ کر کے آتا ہے یا وہ کہیں پریڈ کرتا ہے اس کا کوئی concept نہیں ہے اس لئے ہم نے اس کو ایک سسٹم کے اندر لانا ہے۔ میں فی الحال صرف اتنی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہماری پولیس میں جو سسٹم شروع ہو چکا ہے کہ once a week ان کی جنرل پریڈ ڈی پی او خود کر رہے ہیں لیکن ہم اس کو مزید بہتر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جس طرح ڈی پی او اگر ڈسٹرکٹ لیول پر ہفتہ میں ایک بار کرتا ہے تو کم از کم ایس ایچ او کو تھانے کی سطح پر روزانہ پریڈ کے سسٹم کو evolve کرنا چاہئے تاکہ فورس میں discipline آئے۔ صبح وردی بھی پہنی جائے، صبح شیو بھی کروائی جائے، صبح کو تیار ہو کر نکلا جائے تاکہ کم از کم ایک ڈسپلن سامنے آئے۔

یہاں پر پولیس کے وسائل کے حوالے سے بات کی گئی تو میں تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ تمام دوستوں نے بلا تفریق، بلا امتیاز اس بات سے اتفاق کیا کہ پولیس کے وسائل میں اضافہ ہونا چاہئے۔ یہاں دوستوں نے ٹرانسپورٹ کی کمی کی بات کی، یہاں دوستوں میں

messing کے حوالے سے بات کی کہ ان کے کھانے کا بہترین انتظام ہونا چاہئے، یہاں پر duty hours کی بات کی گئی۔ میں اپنے دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آج جن معاملات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم نے پولیس کے لئے بجٹ میں وسائل رکھے تھے آج میرے دوستوں نے خود ہی اس کا اظہار کیا ہے اس لئے جو میرے دوست بھائی بجٹ پر بات کرتے ہوئے پولیس کے لئے مختص شدہ رقم پر اعتراض کرتے تھے آج انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا کہ پولیس کو زیادہ وسائل دینے چاہیئں تاکہ پولیس کی کارکردگی بہتر ہو (نعرہ ہائے تحسین)

میں سمجھتا ہوں کہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کا وہ فیصلہ جو کہ بجٹ میں پولیس کے لئے زیادہ پیسے رکھے گئے۔ سارے بھائیوں نے کہا کہ تھانوں کے حالات بہتر نہیں پیسے ہوں گے تو تھانوں کی حالت ٹھیک ہو گی، میرے دوستوں نے بات کی کہ گاڑیاں نہیں ہیں۔ گاڑیاں تب ہی خریدی جائیں گی جب ہم وسائل دیں گے اور جو پرابلم ہیں وہ وسائل سے ہی حل ہوں گے۔ یہاں پر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس لحاظ سے بھی بالخصوص ارشد بگو صاحب اور دیگر دوستوں کا کہ جنہوں نے بحیثیت مجموعی ان recommendations کو اچھا قرار دیا۔ میں ان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ایک بات یہاں پر میرے بھائیوں نے یہ کہا کہ implementation کے حوالے سے کہ یہ آپ تجاویز تو دے رہے ہیں یہ آپ initiative تو لے رہے ہیں لیکن اس پر implementation کا کیا ہو گا تو انشاء اللہ تعالیٰ implementation کے حوالے سے بھی ہم دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں گے اور انہیں ساتھ لے کر، جناب! آپ نے دیکھا ہو گا اور اخبارات میں بھی آتا ہے کہ گزشتہ کچھ عرصے سے وزیر اعلیٰ صاحب نے ذاتی طور پر پولیس کی ہر مہینے میٹنگ لینی شروع کی ہوئی ہے اور وہ میٹنگ صرف اسی حوالے سے ہوتی ہے کہ پولیس کو اگر ہم اتنے وسائل دے رہے ہیں تو پھر ان کی کارکردگی پر بھی کڑی نظر رکھی جائے۔ کیا اس میں کوئی بہتری آ رہی ہے یا نہیں آ رہی؟ میں اپنے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جب ہم اتنی بات کرتے ہیں تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ پولیس کو وسائل دے رہے ہیں تو اس کی کارکردگی کو بھی monitor کیا جائے گا اور اس کو ensure کیا جائے گا کہ اگر قومی خزانے سے ان پر خرچ کیا جاتا ہے تو پھر انہیں وہ desired results بھی دیئے جانے چاہیئں۔ شیخ اعجاز صاحب نے بڑی رہائش گاہوں کی بات کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ continuous process ہے۔ پولیس کے پاس جو پراپرٹی ہے وہ ان کی اپنی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ پنجاب گورنمنٹ کی پراپرٹی ہے اس کو فروخت کئے بغیر ہم ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت چل

رہے ہیں جہاں پولیس افسران کو رہائش دی جائے گی اور یہ جوان کے پاس بڑی بڑی رہائش گاہیں ہیں یا اس کے ساتھ فالتو زمین ہے یہ صوبائی حکومت کا اثاثہ ہے۔ وہ اس صوبہ کا، اس حکومت کا، اس صوبہ کے عوام کا اثاثہ ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کو سنبھال کر رکھا جائے کیونکہ جس طرح پراپرٹی کی قیمتوں میں اضافہ کا رجحان ہے۔ جو زمین آج دس لاکھ روپے کی ہے آنے والے وقت میں اس نے مہنگا ہونا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمارے قومی خزانے میں اضافے کا ہی باعث بنے گی۔ میرے بھائی نے night goggles کی بات کی تھی اور یہ بجٹ میں بھی بات کی گئی تھی night goggles لوکل پولیس کے لئے نہیں خریدی گئیں بلکہ بارڈر ایریا میں ہماری پولیس جو کہ سرحدوں پر کام کرتی ہے ان کو رات کے لئے goggels خرید کر دیئے گئے ہیں اس لئے اس کا عام پولیس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح پولیس میں بھرتی کے حوالے سے بات کی گئی۔ بھرتی میں میں انتہائی اعتماد کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی ٹریفک پولیس میں پولیس وارڈنز کی بھرتی ہوئی ہے پارلیمنٹیرین بے شک اس کا تعلق ٹریژری بنچز سے ہو یا اپوزیشن سے ہو کسی ایم پی اے کو کوئی کوٹا نہیں دیا گیا اور جو بات میرے بھائی نے پانچ پانچ حضرات کے کوٹے کے حوالے سے کی ہے۔

جناب چیئرمین! یقین کیجئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی چھاتی پوری، جن کا قد پورا، جن کی تعلیمی کوالیفکیشن پوری جو انٹرویو میں پاس اور جو تحریری امتحان میں پاس اور اگر میرٹ لسٹ میں وہ پورے ہیں تو وہ بھرتی ہوئے ہیں اس کے علاوہ کسی ایم پی اے کی recommendations پر کوئی شخص بھی in relaxation of rule, in relaxation of policy ایک شخص بھی بھرتی نہیں کیا گیا۔ یہاں پر عابد چٹھہ صاحب نے alternate dispute resolution bodies کی بات کی۔ یہ بات already ہماری recommendations میں شامل ہے۔ ٹریننگ اور اپ گریڈیشن کی میں نے بات کر دی۔ میں آخر میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے خلوص نیت کے ساتھ کیا ہے اور اس نیت کے ساتھ کیا ہے کہ ہم اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے، اپنے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے جو تبدیلی لا سکتے ہیں وہ تبدیلی لائی جانی چاہئے اور اگر ہم اسی لحاظ سے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں کہ ہم نے یہ کام نہیں کر سکنا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ نامراد نہیں چل سکتے۔ ہم جتنا چل سکتے ہیں اتنا ہمیں چلنا چاہئے اور جتنا ہم کر سکتے ہیں اتنا ہمیں کرنا چاہئے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہمارے پاس جو وسائل موجود ہیں ان وسائل کو مدنظر رکھتے

ہوئے ہم بہتری کی طرف جارہے ہیں اور یہ جوinitiativeوزیر اعلیٰ کا ہے، جو آج اس معزز ایوان میں ہم نے ڈسکس کیا جب تک اس پر عملدرآمد ہوتا رہے گا اس وقت تک اس میں بہتری کی گنجائش موجود رہے گی۔ میں اپنے دونوں اطراف میں بیٹھے ہوئے بھائیوں سے استدعا کروں گا کہ جب بھی وہ مثبت بات کرنا چاہیں، مثبت تجویز دینا چاہیں، اس سسٹم کو بہتر کرنے کے لئے تجویز دینا چاہیں تو ہم اس کو ہر وقت انشاء اللہ تعالیٰ ویلکم کریں گے اور ان کی تجاویز پر عملدرآمد بھی کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی جناب چیئرمین میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: اب آج کے اجلاس کا وقت ختم ہوتا ہے میں گورنر صاحب کے آرڈر پڑھ دیتا ہوں۔

اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(109)/2006/831. Dated 5th July, 2006. The following Order, made by the Governor of the Punjab, is hereby published for general information:-

> In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Lt. Gen. (Retd) Khalid Maqbool,** Governor of the Punjab hereby prorogue the Provincial Assembly w.e.f. July 5th 2006 on the conclusion of sitting on that day.

Dated: Lahore, the 5th July 2006

LT. GEN. (RETD) KHALID MAQBOOL
GOVERNOR OF THE PUNJAB"